رمضان سے عید تک کے مبارک ایام

فضائل اور مسائل کے آئینے میں

مبشر احمد ربانی

رمضان المبارک کا مہینہ بڑی خیر وبرکت والا ہے۔ اس کے آغاز سے ہی جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ انسان کو گمراہ کرنے والے سرکش وبڑے بڑے شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ اس ماہ کی آمد پر مساجد کی رونق اس قدر دوبالا ہو جاتی ہے کہ باقی ایام میں اتنی رونق دکھائی نہیں دیتی۔ لوگ تلاوت قرآن حکیم، ذکر باری تعالیٰ، صدقات وخیرات، قیام اللیل اور دیگر نیکیوں میں بکثرت حصہ لیتے ہیں۔ غرض جتنے فضائل اس ماہ کو حاصل ہیں وہ کسی اور کو نہیں۔

چند ایک اہم ترین خصوصیات اس ماہ کی درج ذیل ہیں

شہر القرآن:

اس مبارک مہینے میں اللہ وحدہ لاشریک نے اپنی اس کتاب مقدس کو نازل کیا ہے جسے هذى للناس اور شفاء المومنين بنایا جس کے مقابل آج تک کوئی ایسی کتاب دنیا میں نہیں پائی گئی اور نہ ہی قیامت تک ایسی کتاب کوئی لا سکتا ہے جس کا ایک ایک حرف لاریب اور اعجاز سے بھرا پڑا ہے۔ جو صراط مستقیم اور رشد وہدایت کی راہ کو واضح کرنے والی ہے، جسے رمضان المبارک کی خیر وبرکات سے پر عظمت رات میں نازل کیا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ:185)

رمضان المبارک وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا جو کہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت اور حق کو ناحق سے پہچاننے کو کھلی کھلی دلیلیں ہیں جو کوئی تم میں سے اس مہینہ میں حاضر ہو وہ اس میں روزے رکھے۔

جنت کے دروازوں کا کھلنا اور جہنم کے دروازوں کا بند ہونا

اس ماہ مبارک میں زمین پر شر میں کمی واقع ہوتی ہے اس لئے کہ سرکش شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں اور جس طرح وہ غیر رمضان میں فساد پھیلاتے ہیں، اس طرح اس ماہ میں نہیں پھیلاتے۔ لوگ روزہ، قرأت قرآن اور تمام ایسی عبادات میں مشغول ہوتے ہیں جو نفس کی مرمت وتہذیب کرتی ہیں۔ سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النِّيْرَانِ وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ۔

بخاری 97/4 مسلم (1097)

رمضان المبارک کی آمد ہوتی ہے، جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور یہ سارا معاملہ رمضان المبارک کی پہلی رات میں طے پاجاتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ "اذا كان اول ليلة من شهر رمضان صفدت الشطيان ومردة الجن وغلقت ابواب النار فلم يفتح منها باب وفتحت ابواب الجنة فلم يغلق منها باب وينادى مناد يا باغى الخير اقبل ويا باغى الشر اقصر ولله عتقاء من النار وذلك كل ليلة۔

(ترمذی 682) ابن ماجہ (1642) ابن خزیمہ 188/3

جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطانوں اور سرکش جنوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور آگ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بھی کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور ایک آواز لگانے والا آواز دیتا ہے اے خیر کے طالب آگے آ اور اے برائی کے طالب رک جا اور اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ لوگ آگ سے آزاد کئے جاتے ہیں اور یہ (آزادی کا معاملہ) ہر رات ہوتا رہتا ہے۔

دعائے رسول اور رمضان المبارک

سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رغم انف رجل ذكرت عنده فلم يصل على ورغم انف رجل دخل عليه رمضان ثم انسلخ قبل ان يغفرله ورغم انف رجل ادرك عنده ابواه... او احدهما فلم يدخلاه الجنة۔ (ترمذی، مشکوۃ 86/1...)

اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر ہو اور... پر درود نہ پڑھے۔ اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس پر رمضان کا مہینہ آئے اور گزر جائے اور اس کی بخشش کا موجب نہ بنے او... آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے ماں باپ دونوں یا ان میں... کوئی ایک اس کے پاس بوڑھا ہو جائے، وہ اس کے لئے جنت... داخلے کا باعث نہ بنیں۔

رمضان المبارک اور عمرہ

سیدنا عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں: سَمِعْتُ ابْنَ عَ... يُحَدِّثُنَا قال قال رسول الله ﷺ لامراة من الان... (سماها ابن عباس فنسيت اسمها) مامنعك ان تح... معنا؟ قالت لم يكن لنا الا ناضحان فحج ابو و... وابنها على ناضح وترك لنا ناضحا ننضح فحج... قال فاذا جاء رمضان فاعتمرى فان عمرة فيه ت... حجة۔ (مسلم 409/1)

میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ر... اللہ ﷺ نے ایک انصاری عورت سے کہا: ابن عباس رض... عنہ نے اس کا نام لیا لیکن میں اس عورت کا نام بھول گیا... تمہیں ہمارے ساتھ حج پر جانے میں کون سی چیز مانع ہے... عورت نے کہا، ہمارے پاس صرف دو اونٹ ہیں۔ ایک پ... شوہر اور بیٹا دونوں حج پر گئے ہیں اور ہمارے پاس باقی ایک... ہے جس پر ہم پانی وغیرہ لاد کر لاتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ... اس عورت سے کہا: جب رمضان المبارک کا مہینہ آئے... کر لینا کیونکہ رمضان المبارک کا عمرہ حج کے برابر ثواب رکھتا...

رمضان کا چاند

رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہئے۔ اسلامی... کبھی 29 دن کا ہوتا اور کبھی 30 دن کا شعبان المعظم کی 29 ت... اگر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان المعظم کے 30 دن پورے کر...

شعبان کی آخری تاریخ اور رمضان المبارک کی یکم تاریخ میں
ہو تو روزہ نہ رکھے بلکہ شعبان کے 30 دن پورے شمار
کے اس شک کا ازالہ کرلے۔ کیونکہ اسلامی مہینہ 30 دن سے
کا نہیں ہوتا۔

نا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ
فرمایا: صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته فان غم علیکم
ملوا شعبان ثلاثین۔ (بخاری 106/4 مسلم (1081)
دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی افطار کرو۔ اگر تم پر مطلع
ود ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کرلو۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے مروی ہے کہ رسول اللہ
نے فرمایا: لاتصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا
تروہ فان غم علیکم فاقدروا له۔ (بخاری 102/4
(1080)
یر تک روزہ نہ رکھو جب تک تم چاند نہ دیکھ لو اور اتنی دیر تک
فطار نہ کرو جب تک تم چاند دیکھ نہ لو۔ اگر تم پر مطلع ابر آلود
چاند کا اندازہ کرو۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
نے فرمایا: اذا جاء رمضان فصوموا ثلاثین الا ان تروا
لال قبل ذلک۔ (مشکل الاثار للطحاوی رقم (501)
احمد 377/4 طبرانی کبیر 171/17 الارواء (901) للشیخ
نی)

رمضان المبارک کی آمد ہو جائے تو تیس روزے رکھو سوائے
کے کہ تم اس سے پہلے چاند دیکھ لو۔
عمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

صام الیوم الذی یشك فیه فقد عصی ابا القاسم

نے مشکوک دن کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم محمد ﷺ کی
نی کی۔ (بخاری 119/4 ابوداؤد (3334) ترمذی (686)
ماجہ (3334) نسائی (2188) تغلیق التعلیق
142-14

رمضان کے چاند کے گواہ

ت ہلال کے ثبوت کے لئے دو عادل مسلمانوں کی گواہی ہونی
ے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
موا لرؤیته وافطروا لرؤیته وانسکوا لھا فان غم
م فاکملوا ثلاثین فان شھد شاھدان فصوموا
روا۔
132/4 مسند احمد 321/4 دارقطنی 167/2
دیکھ کر روزہ رکھو اور اسے دیکھ کر ہی افطار کرو اور اسی کی بنا
نی کرو۔ اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو تیس دن مکمل کرو اگر دو
ہی دیں تو روزہ رکھو اور افطار کرو۔

اور اگر دو عادل مسلمان نہ ہوں تو ایک مسلمان کی ہی گواہی ملے تو وہ بھی کفایت کرتی ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "تراءی الناس الھلال فاخبرت النبی ﷺ أنی رایته فصام وامر الناس لصیامه" ابوداؤد (2342) دارمی 4/2 ابن حبان (871) حاکم 423/1 بیہقی 212/4 حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔ التلخیص الحبیر 187/2

لوگوں نے چاند دیکھنا شروع کیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ میں نے چاند کو دیکھا ہے تو آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

اس بات کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جاء اعرابی الی النبی ﷺ فقال: انی رایت الھلال یعنی رمضان فقال: اتشھد ان لا اله الا الله؟ قال: نعم۔ قال: اتشھد ان محمداً رسول الله؟ قال: نعم۔ قال: یا بلال اذن فی الناس فلیصوموا غداً۔ (ابوداؤد)

ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں؟ تو اس نے کہا ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ تو اس نے کہا ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا: اے بلال! لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں۔

اس حدیث سے جہاں پر یہ معلوم ہوا کہ رؤیت ہلال کے بارے میں ایک آدمی کی گواہی بھی کافی ہوتی ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر چاند کی گواہی دینے والے کے بارے میں پوری طرح آگاہی نہ ہو تو اس کے بارے میں تسلی اور اطمینان کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت اور رسول اللہ کی رسالت کی گواہی دیتا ہو۔

رؤیت ہلال کی دعا

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نیا چاند دیکھتے تو کہتے:

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّهُ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالاِیْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالاِسْلَامِ رَبِّی وَرَبُّكَ اللّٰهُ

ترمذی (3447) مسند احمد 42/1 دارمی (1695) حاکم 285/4 سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (1816)

اے اللہ! یہ چاند ہم پر امن وایمان اور سلامتی واسلام کے ساتھ نکال۔ (اے چاند!) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔

روزہ: عربی زبان میں روزہ کے لئے لفظ "صوم" مستعمل ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں

"الصوم والصیام فی اللغة "الامساك" وقال الراغب الصوم فی الاصل "الامساك عن الفعل۔ (فتح الباری 102/4)

صوم اور صیام کا لغوی معنی "رکنا" ہے۔ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: اصل میں صوم کا معنی "کام سے رکنا" ہے۔

"وَفِی الشَّرْعِ اِمْسَاكٌ مَخْصُوْصٌ فِی زَمَنٍ مَخْصُوْصٍ بِشَرَائِطَ مَخْصُوْصَةٍ"

اصطلاح شرع میں مخصوص وقت میں مخصوص شرائط کے ساتھ مخصوص رکنا ہے۔ (فتح الباری: 102/4)

فرضیت روزہ

رمضان المبارک کے روزے کی فرضیت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ (بقرہ: 183)

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم پرہیزگار ہو۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

فَمَنْ شَھِدَ مِنْكُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْهُ (بقرہ: 185)

جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو وہ روزہ رکھے۔

روزہ کب فرض ہوا؟:

محدث امیر یمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وکان مبدء فرضه فی السنة الثانیه من الھجرة۔ (سبل السلام 150/1)

روزے کی فرضیت کی ابتداء سن دو ہجری میں ہوئی۔

روزے کا ثواب:

سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه" بخاری 99/4 مسلم (759)

جس نے رمضان کا روزہ ایمان اور ثواب سمجھ کر رکھا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ 1

سیدنا عمرو بن مرہ الجھنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "جاء رجل الی النبی ﷺ فقال یا رسول الله ارأیت ان شھدت ان لا اله الا الله وانك رسول الله وصلیت الخمس وادیت الزکاة وصمت رمضان وقمته فممن أنا؟ قال "من الصدیقین والشھداء" ابن حبان (19)

ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر میں اس بات کی گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں پانچ نمازیں ادا کروں، زکاۃ دوں، رمضان کے روزے رکھوں اور اس کا قیام کروں تو میں کن لوگوں میں شمار ہوں گا؟ آپ نے فرمایا صدیقین اور شہداء میں۔

سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "الصوم فانه لی وانا اجزی به" (متفق علیہ) روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ یا میں ہی اس کی

جزا ہوں۔

سحری: سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "فصل ما بین صیامنا وصیام اهل الکتاب اکلة السحر "مسلم (1096)
ہمارے اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان حد فاصل سحری کھانا ہے۔

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: البرکة فی ثلاثة الجماعة والثرید والسحور" (طبرانی کبیر (6127) ذکر اخبار اصبهان 57/1 مجمع الزوائد 151/3 موضح اوهام الجمع والتفریق 263/1)
تین چیزوں میں برکت ہے۔ جماعت، ثرید اور سحری میں

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تسحروا فان فی السحور برکة" سحری کھاؤ کیونکہ سحری کے کھانے میں برکت ہے۔ (بخاری 120/4 مسلم (1095)

بہترین سحری: سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"نعم سحور المؤمن التمر" (ابوداؤد 303/2 ابن حبان (223) بیہقی 237/4 مومن کی بہترین سحری کھجور کھانا ہے۔

تاخیر سحری:

سحری تاخیر سے کھانا مستحب ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کھائی جب سحری سے فارغ ہوئے تو نبی ﷺ نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ آپ کے سحری سے فارغ ہونے اور فجر کی نماز کی ادائیگی میں اتنا فاصلہ تھا کہ آدمی تقریباً پچاس آیتیں تلاوت کرلیتا ہے۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "تسحرنا مع النبی ﷺ ثم قام الی الصلوة قلت کم کان بین الاذان والسحور؟ قال قدر خمسین آیة" بخاری 118/4، مسلم (1097).
ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھائی۔ پھر آپ نماز کیلئے کھڑے ہوئے (سیدنا انس کہتے ہیں) میں نے زید رضی اللہ عنہ سے کہا اذان اور سحری میں کتنا فاصلہ تھا؟ تو انہوں نے کہا تقریباً پچاس آیات کا۔

نوٹ: سحری کی کوئی خاص دعا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں

افطاری: ارشاد باری تعالیٰ ہے "ثم اتموا الصیام الی اللیل" روزہ رات تک پورا کرو۔ نبی ﷺ سے اس کی تفسیر یہ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا" اذا اقبل اللیل من ههنا وادبر النهار من ههنا فقد افطر الصائم " (بخاری 262/1)
جب رات اس (مشرق) کی طرف سے آجائے اور دن اس (مغرب) کی طرف جائے تو روزہ دار روزہ کھول دے۔

سیدنا عمرو بن میمون الاودی سے مروی ہے کہ " کان اصحاب محمد ﷺ اسرع الناس افطارا وابطأهم سحورا" مصنف عبدالرزاق (7591)، فتح الباری 199/4، مجمع الزوائد 154/3
محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لوگوں سے جلد افطار کرنے والے اور سحری تاخیر سے کھانے والے تھے۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لایزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر" بخاری 173/4، مسلم (1093)
لوگ ہمیشہ بھلائی پر رہیں گے جب تک وہ افطاری میں جلدی کریں گے۔
(ابوداؤد 305/2) اور ابن حبان (224) کی روایت میں افطاری تاخیر سے کرنے کو یہودیوں اور عیسائیوں کا عمل بتایا گیا ہے۔

افطاری کس چیز کے ساتھ کی جائے؟

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کان النبی ﷺ یفطر علی رطبات قبل ان یصلی فان لم یکن رطبات فتمرات فان لم یکن تمرات حسا حسوات من ماء"
مسند احمد 163/3 ابوداؤد 306/2 ابن خزیمہ 3/277-278 ترمذی 70/3
نبی ﷺ نماز (مغرب) سے قبل تر کھجوروں کے ساتھ روزہ افطار کرتے اور اگر تر کھجوریں میسر نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں (چھوہارے) سے روزہ افطار کرتے اور اگر خشک کھجوریں نہ ملتیں تو پانی کے چند گھونٹ بھر لیتے۔

افطاری کے وقت کیا کہے؟

سیدنا عبداللہ عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ان للصائم عند فطره لدعوة ما ترد "(ابن ماجہ 557/1 حاکم 422/1 طیالسی (299) ابن السنی (128)
روزہ دار کی افطاری کے وقت دعا رد نہیں کی جاتی۔
لہذا روزہ دار کو روزہ افطار کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنی چاہئیں جو دین و دنیا کی بہتری کے متعلق ہوں۔

افطاری کی دعا

رسول اللہ ﷺ افطاری کے وقت یہ دعا کرتے تھے:
"ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ" ابوداؤد 306/2 بیہقی 239/4 حاکم 422/1 ابن السنی (128) عمل الیوم واللیلہ (269) دارقطنی 185/2
پیاس چلی گئی۔ رگیں تر ہوگئیں اور اجر ثابت ہوگیا اگر اللہ نے چاہا۔

روزہ افطار کرانا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" من فطر صائما کان له مثل اجره غیر انه لاینقص من اجر الصائم شیئاً"
مسند احمد 114/4 - 116، 192/5 ترمذی (804) ابن ماجہ (1746) ابن حبان (895)
جس نے روزہ دار کو روزہ افطار کروایا اس کا اجر روزے دار کی طرح ہے اور اللہ تعالیٰ روزہ دار کے اجر سے کچھ بھی کمی نہیں کرتا۔

افطار کروانے کیلئے دعا

"اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَة وَاَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ"
(ابن ابی شیبہ 100/3 احمد 118/3 عمل الیوم واللیلہ (268) عبدالرزاق 311/4 تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا اور فرشتوں نے تمہارے اوپر دعا کی اور روزے داروں نے تمہارے پاس روز افطار کیا۔

مباحات روزہ

1۔ مسواک کرنا۔ (بخاری 311/2، مسلم (252)
2۔ حالت جنابت میں سحری کھانا پھر بعد میں غسل کرلینا (بخاری 123/4، مسلم (1109)
3۔ بیوی سے ملاقات و بوسہ لینا بشرطیکہ اپنے اوپر کنٹرول ہو بخاری 131/4 مسلم (1106)
4۔ حالت روزہ میں سینگی لگوانا۔ (بخاری 155/4) ناسخ الحدیث ومنسوخہ لابن شاہین (334-338)
5۔ کسی چیز کو چکھنا جو حلق میں داخل نہ ہو۔ (بخاری 154/4 ابی شیبہ 47/3 بیہقی 261/4)
6۔ سرمہ لگانا اور ناک میں دوائی ڈالنا۔ (بخاری 153/4 تغلیق التعلیق 152-153/3
7۔ غسل کرنا۔ (ابوداؤد۔ 2365) احمد 407، 30 380-376/5
8۔ بھیگا کپڑا اوڑھنا۔ بخاری (153/4)
9۔ گرد وغبار یا مکھی وغیرہ کا حلق میں چلے جانا۔ (فتح البار 155/1
10۔ قے کا آجانا۔ (ترمذی 90/1)
11۔ بھول کر کھانا پینا۔ (بخاری 135/4 مسلم (1155)

مفسدات روزہ

1۔ جان بوجھ کر کھانا پینا۔ بخاری 135/4 مسلم (1155)
2۔ جان بوجھ کر قے کرنا۔ ابوداؤد 310/2 ترمذی 79/3 ابن ما 536/1
3۔ حیض ونفاس۔ (بخاری 429/4 مسلم (335)
4۔ جماع کرنا۔ (بخاری 516/11 مسلم (1111) ترمذ (724)

ممنوعات روزہ

1 جھوٹ اور اعمال بد۔ (بخاری 99/4)
2۔ لڑائی اور گالی گلوچ۔ ابن خزیمہ (996) حاکم 430/1-31
3۔ ناک میں پانی ڈالتے وقت مبالغہ کرنا۔ ترمذی 146/3 ابوداؤ

308/2 احمد 32/4 ابن ابی شیبہ 101/3 ابن ماجہ (407)

رخصت روزہ برائے

1-مسافر۔(بقرہ : 185)

2-مریض۔(بقرہ : 185)

3-حائضہ اور نفاس والی۔(بخاری 429/4 مسلم (335)

4-حاملہ اور دودھ پلانے والی۔(ترمذی (715) نسائی 180/4 ابوداؤد (2408) ابن ماجہ (1667)

5-بوڑھا مرد و بوڑھی عورت۔ بخاری (4505) شرح السنہ 316/6 نیل الاوطار 315/4 ارواء الغلیل 4/22-25

قضاء روزہ

اگر رمضان المبارک میں روزے کسی وجہ سے متروک ہو جائیں تو بعد میں ان کی قضا ضروری ہے۔ (بخاری 166/4۔ مسلم (1146)

روزوں کی قضا مسلسل یا متفرق دونوں طرح جائز ہے۔ بخاری 189/4 تغلیق التعلیق 186/3

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا جو روایت مروی ہے کہ "من کان علیه صوم من رمضان فلیسرد و لایقطعه" جس کے ذمہ رمضان کے روزے ہوں' وہ انہیں مسلسل رکھے۔ انقطاع نہ کرے۔ یہ ضعیف ہے۔ اس کی سند میں عبدالرحمن بن ابراہیم ضعیف راوی ہے۔ ملاحظہ ہو التلخیص الحبیر (206/2) سلسلہ ضعیفہ 137/2)

(2) جو آدمی اس حال میں مر جائے کہ اس کے ذمہ روزوں کی نذر تھی تو اس کی طرف سے اس کا وارث یہ روزے رکھے۔ (بخاری 112/4)

کفارہ

جو آدمی اپنی منکوحہ سے رمضان المبارک میں روزے کی حالت میں جماع کرے' اس پر روزے کی قضا اور کفارہ لازم ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا' اس نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ! میں ہلاک ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: تجھے کس چیز نے ہلاک کیا؟ اس نے کہا میں رمضان المبارک میں اپنی بیوی پر واقع ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تو ایک گردن کے آزاد کرنے کی طاقت رکھتا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تو دو ماہ متواتر روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تو ساٹھ 60 مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: بیٹھ جا۔ وہ بیٹھ گیا۔ رسول کریم ﷺ کے پاس ایک ٹوکرہ کھجوروں کا لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: اسے صدقہ کر دو تو اس نے کہا۔ ان دو ٹیلوں کے درمیان مجھ سے زیادہ کوئی فقیر نہیں۔ آپ ہنس پڑے حتی کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا: اس کو پکڑ لے اور اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔

بخاری 516/11 مسلم (1111) ترمذی (724) شرح السنہ 288/6 ابوداؤد (2390)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو آدمی کفارہ ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اس کی ادائیگی سے عاجز ہو تو اس سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالی کا ارشاد گرامی بھی ہے۔ لایکلف الله نفسا الا وسعها۔ (بقرہ :283-286)

اللہ تعالی کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت پر کفارہ لازم نہیں۔ کیونکہ آپ کو ایک ایسے عمل کی خبر دی گئی جس میں مرد و عورت دونوں شریک تھے۔ لیکن آپ نے عورت کو کفارے کی ادائیگی کا امر نہیں فرمایا۔

بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں وہ ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے مروی ہے کہ: الشیخ الکبیر والمراة الکبیرة لایستطیعان ان یصوما فیطعمان مکان کل یوم مسکینا۔

بخاری (4505) شرح السنہ 316/6 ارواء الغلیل 4/22-25

وہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں' وہ ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔

لیلۃ القدر

اللہ تعالی نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

انا انزلناه فی الیلة القدر ☆ وما ادراك ما لیلة القدر ☆ لیلة القدر خیر من الف شهر ☆ تنزل الملائکة والروح فیها باذن ربهم من کل امر ☆ سلام هی حتی مطلع الفجر ☆ (سورۃ القدر)

ہم نے اس قرآن کو قدر والی رات میں نازل کیا اور آپ کو کیا معلوم کہ قدر والی رات کیا ہے۔ قدر والی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس رات فرشتے اور روح القدس اپنے رب کے حکم سے ہر امر خیر کے ساتھ اترتے ہیں۔ یہ رات سلامتی اور امن کی ہے طلوع فجر تک۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالی ہے:

انا انزلناه فی لیلة مبارکة انا کنا منذرین ☆ فیها یفرق کل امر حکیم ☆ (دخان:3-4)

ہم نے اس قرآن کو برکت والی رات میں نازل کیا۔ بے شک ہم ڈرانے والے ہیں۔ اس رات ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

لیلۃ القدر کے قیام کا ثواب

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من قام لیلة القدر ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه بخاری 217/4 مسلم (759)

جس نے لیلۃ القدر کا قیام ایمان اور ثواب سمجھ کر کیا اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے گئے۔

لیلۃ القدر کی دعا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر مجھے لیلۃ القدر کا علم ہو جائے تو میں کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: تو کہہ:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي۔

ترمذی (3760) ابن ماجہ (385)

اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے۔ معافی کو پسند کرتا ہے پس تو مجھے معاف کر دے۔

لیلۃ القدر کی تلاش

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تحروا لیلة القدر فی الوتر من عشر الأواخر من رمضان۔ (بخاری 225/4: مسلم (1169)

رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔

لیلۃ القدر کے لئے کسی رات کا مختص کرنا درست نہیں۔ بلکہ یہ آخری عشرے کی طاق راتوں میں کوئی بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے آدمی خود بھی مستعد رہے اور اپنے گھر والوں کو بھی تیار کرے۔ جس طرح کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ۔ کان النبی ﷺ اذا دخل العشر شد مئزره واحیی لیله وایقظ اهله: (بخاری 233/4' مسلم (1173) جب رمضان المبارک کے آخری دس دن آتے تو نبی اکرم ﷺ کمر بستہ ہو جاتے۔ رات کو جاگتے اور اپنے اہل و عیال کو بھی جگاتے۔

لیلۃ القدر کی علامات

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صبحة لیلة القدر تطلع الشمس لا شعاع لها کانها طست حتی ترتفع: (مسلم 762)

لیلۃ القدر کی صبح کو سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ بلند ہونے تک ایک تھال کی طرح ہوتا ہے۔ اس کی شعاع نہیں ہوتی۔ اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مسلم (1170)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شب قدر بڑی آسانی سے گزرنے والی معتدل رات ہے۔ نہ اس میں گرمی زیادہ ہوتی ہے اور نہ ہی ٹھنڈک۔ اس کی صبح کو سورج جب طلوع ہوتا ہے تو وہ مدھم سرخی والا ہوتا ہے۔ مسند ابوداؤد طیالسی (349) ابن خزیمہ 231/3 البزار 486/1

اعتکاف

اعتکاف کا لغوی معنی ٹھہرنا رکنا ہے۔ (لسان العرب 252/9 المصباح المنیر 424/2: وغیرہ)

اصطلاحی معنی "عبادت کی غرض سے مسجد کو لازم پکڑنا

ہے۔" رمضان وغیر رمضان سال کے کسی دن بھی اعتکاف کیا جا سکتا ہے۔ نبی ﷺ سے شوال کا اعتکاف بھی ثابت ہے۔ بخاری 226/4 مسلم (1173) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی تھی تو آپ نے انہیں فرمایا: اوف بنذرك واعتكف ليلة اپنی نذر پوری کر اور ایک رات کا اعتکاف بیٹھ جا۔ بخاری 237/4 مسلم (1656)

لیکن سب سے افضل اعتکاف رمضان المبارک کا ہے۔ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ كان رسول الله ﷺ يعتكف في كل رمضان عشرة ايام فلما كان العام الذى قُبِضَ فيه اعتكف عشرين يوما۔ (بخاری: 245/4) رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں 10 دن اعتکاف بیٹھتے تھے۔ جس سال آپ فوت ہوئے آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔ اعتکاف کے لئے مسجد کا ہونا مشروط ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا تباشروهن وانتم عاكفون فى المساجد۔ (بقرہ: 187)

اور تم ان عورتوں سے مجامعت نہ کرو اس حال میں کہ تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھنے والے ہو۔

اسی آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کیلئے مسجد کا ہونا ضروری ہے۔ لہذا عورتیں بھی اگر اعتکاف بیٹھنا چاہیں تو مسجد کو ہی اختیار کریں اور گھروں میں اعتکاف نہ بیٹھیں۔ کیونکہ اس کی کوئی دلیل شرعی موجود نہیں۔ امہات المومنین بھی مسجد میں اعتکاف بیٹھتی تھیں۔ ملاحظہ ہو ابوداؤد مع عون 142/7، 143

اور مسجد ایسی اختیار کریں جہاں پر امن اور پردے کا اہتمام وغیرہ اچھی طرح موجود ہو۔

نماز تراویح

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: من قام رمضان ايمانا احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه وماتاخر۔ (بخاری)

جس نے رمضان المبارک کا قیام ایمان اور ثواب سمجھ کر کیا، اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے گئے۔

نماز تراویح کو قیام رمضان، صلوة فى رمضان، قيام الليل اور صلوة الليل وغیرہ کہا جاتا ہے۔

اور اس کا وقت نماز عشاء سے لے کر نماز فجر تک ہے۔ رات کے کسی بھی حصہ میں پڑھی جا سکتی ہیں۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ كان رسول الله ﷺ يصلى فيما بين ان يفرغ من صلوة العشاء الى الفجر احدى عشرة ركعة ويسلم بين كل ركعتين ويوتر بواحدة۔ مسلم 254/1

نبی کریم ﷺ نماز عشاء اور نماز فجر کے درمیان گیارہ رکعت ادا کرتے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور ایک رکعت وتر ادا کرتے۔

نماز تراویح کی مفصل بحث میں نے ایک اشتہار کی صورت میں پچھلے سال رمضان المبارک میں شائع کی تھی جس میں اپنا موقف دلائل کے ساتھ واضح کیا اور علمائے احناف کا موقف اور ان کے دلائل کا تجزیہ بھی کیا۔ یہ اشتہار جامع مسجد ابوبکر صدیق سکیم موڑ ملتان روڈ لاہور سے براہ راست حاصل کیا جا سکتا ہے۔

احکام عید

۱۔ عید کے دن غسل کرنا مستحب ہے۔ مسند شافعی (385) بیہقی 278/3 میں علی رضی اللہ عنہ کا اثر باسند صحیح مروی ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مؤطا 177/1 کتاب الام 205/1 عبدالرزاق 309/3 اور ابن ابی شیبہ 17/2 وغیرہ میں مروی ہے اور سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے احکام العیدین للفریابی (80) میں موجود ہے۔

۲۔ عید الفطر کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا۔ بخاری (1503) مسلم (63/7)

۳۔ صدقہ فطر کی مقدار تمام اجناس سے ایک صاع ہے۔ بخاری 294/3، مسلم (985)

۴۔ صدقہ فطر ہر مسلم خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام پر لازم ہے۔ بخاری 291/3 مسلم (984)

۵۔ صدقہ فطر عید کی نماز سے ایک یا دو دن پہلے بھی نکالا جا سکتا ہے۔ ابن خزیمہ 83/4 ابوداؤد (1610)

۶۔ اگر صدقہ فطر نماز کے بعد دیا تو وہ عام صدقہ ہوگا۔ صدقہ فطر شمار نہیں ہوگا۔ ابوداؤد (1609) ابن ماجہ (1827)

۷۔ صدقہ فطر روزہ دار کے لئے روزے کی حالت میں سرزد ہونے والی خطاؤں سے پاکیزگی اور مساکین کیلئے کھانے کا باعث ہے۔

ابوداؤد (1609) ابن ماجہ (1827) دارقطنی 219/1 حاکم 409/1

۸۔ اگر عید کے دن جمعہ آجائے تو جمعہ کی رخصت ہے۔ (ابوداؤد (1070) نسائی 194/3 ابن ماجہ (1310) دارمی 378/1 مسند طیالسی 145-146/1 حاکم 288/1 وغیرہ)

۹۔ عید کی نماز کے لئے نہ ہی اذان ہے اور نہ تکبیر۔ مسلم 176/6 ابوداؤد (1148) ترمذی (532)

۱۰۔ عیدگاہ میں عید کی دو رکعت کے علاوہ نہ پہلے نفل ہیں اور نہ ہی بعد میں۔ بخاری (964، 989) مسلم 180/6، 181

۱۱۔ عید کی نماز کا وہی وقت ہے جو نماز چاشت (ضحیٰ) کا ہے۔ حاکم 294/1 ابوداؤد (1135) ابن ماجہ (1317) بیہقی 282/3

۱۲۔ عید الفطر کو نماز سے پہلے کچھ کھا کر نکلنا سنت ہے۔ ترمذی (542) ابن ماجہ (1756) ابن خزیمہ (1426)

۱۳۔ عید کی نماز کیلئے عیدگاہ میں عورتیں بھی ضرور شرکت کریں حتی کہ ایام ماہواری والی عورتیں بھی جائیں لیکن وہ جائے نماز سے علیحدہ رہیں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں۔ بخاری (351، 324) مسلم 179/6

۱۴۔ عیدگاہ میں جس راستہ سے جائیں واپسی پر راستہ بدل لیں۔ بخاری (982) ترمذی (541)۔

۱۵۔ اگر بارش وغیرہ ہو تو نماز عید مسجد میں ادا کی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ سے بیہقی 310/3 میں روایت موجود ہے۔

۱۶۔ نماز عید کو خطبہ سے پہلے پڑھا جائے۔ بخاری (962) مسلم 171/6

نوٹ: نماز عید کے لئے دو خطبوں کا ثبوت کسی صحیح حدیث میں موجود نہیں بلکہ یہ جمعہ پر قیاس ہے اور صحیح روایات میں ایک ہی خطبے کا ذکر ہے۔

۱۷۔ عیدگاہ کو جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیریں کہنا صحابہ کرام اور تابعین عظام رحمہم اللہ اجمعین سے ثابت ہے۔ احکام العیدین للفریابی (110) دارقطنی 44/2 حاکم 298/1 بیہقی 279/3 ابن ابی شیبہ 488/1

۱۸۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے تکبیر کے یہ الفاظ مروی ہیں:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَجَلُّ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

ابن ابی شیبہ 489/1-490 الکنیٰ للدولابی 124/1 حاکم 299/1 موضح اوہام الجمع 428/1

سلمان رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا: فتح الباری 462/2

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے

الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد۔

(ابن ابی شیبہ 488/1 طبرانی 355/9، ارواء الغلیل 125/3)

۱۹۔ نماز عیدین کا وہی طریقہ ہے جو عام نماز کا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلی رکعت میں قراۃ سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قراۃ سے پہلے پانچ تکبیریں کہے۔

ابوداؤد (1150) دارقطنی 49/2 ابن ماجہ (1280)۔ نیز ملاحظہ ہو نیل المقصود (1150، 1151)

۲۰۔ عید کی پہلی رکعت میں سورۃ سبح اسم ربك الاعلى اور دوسری میں هل اتاك حديث الغاشيه پڑھیں۔

مسلم 167/6 ابوداؤد (1122) نسائی 112/3 ابن ماجہ (1281)

یا قٓ والقران المجيد اور اقتربت الساعة وانشق القمر پڑھیں۔ مسلم 181/6 ابوداؤد (1154) ترمذی (534) نسائی 183/3 ابن ماجہ 1282

ابن اکبر الاعظمی

ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں نبی اکرم ﷺ کے متعلق حیرت انگیز پیش گوئیاں

اتھرو وید کے چودہ منتر ----- اصل متن اور مکمل ترجمہ و تشریح کے ساتھ

مجلۃ الدعوۃ میں پہلی بار منظر عام پر

ہندو دھرم ہمارے برصغیر ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کا مشہور اور قدیم مذہب ہے۔ ہندوستان میں اسی دھرم کو ماننے والوں کی اکثریت ہے۔ لیکن یہ دھرم دنیا کے باقی ادیان سے بہت سی باتوں میں مختلف ہے۔ اس دھرم کے بارے میں یہی معلوم نہیں کہ اس کا اولین داعی کون ہے؟ اس کا پیغمبر اور نبی کون ہے؟ اس کا آغاز کب سے ہوا اور اس کے ماننے والوں کو ہندو کیوں کہا جاتا ہے؟ بلکہ یہ بھی کسی قدر مشکوک ہی ہے کہ اس کی اصل اور اساسی کتاب کون سی ہے اور یہ بات تو انتہائی پیچیدہ ہے کہ اس کی کوئی واضح اور جامع تعریف کی جا سکے۔

تاہم اس کی کتابوں کے اندر بہت سی ادھر ادھر کی باتوں کے جھرمٹ میں کچھ باتیں ایسی بھی پائی جاتی ہیں جنہیں دیکھ کر کسی قدر وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ یا تو بذات خود وحی الٰہی ہیں یا پیغمبرانہ تعلیمات سے ماخوذ اور انہی پر مبنی ہیں۔ ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ سے متعلق ان کتابوں میں بہت سی واضح پیشنگوئیاں بھی ہیں اور یہ یقینی ہے کہ یہ پیشنگوئیاں اسی نوع سے تعلق رکھتی ہیں۔ پیشنگوئیوں کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ان کا تعلق جس شخص سے ہوتا ہے، اس کا نام چاہے لیا جائے یا نہ لیا جائے لیکن اس کی ایسی علامتیں اور خصوصیات بیان کردی جاتی ہیں اور اس کے گردو پیش کا ایسا نقشہ کھینچ دیا جاتا ہے کہ جب وہ منظر عام پر آئے تو پہچاننے میں کوئی تردد اور شک وشبہ نہ ہو، محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق ہندو کتابوں میں جو پیشنگوئیاں ہیں، ان میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ یعنی آپ ﷺ کا نام بھی ذکر کیا گیا ہے اور آپ کی ایسی صفات و خصوصیات بھی بیان کی گئی ہیں جو آپ کے علاوہ کسی اور میں پائی ہی نہیں جاتیں اور اس بناء پر یہ بات متعین ہوجاتی ہے کہ ان پیشنگوئیوں سے مقصود آپ ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔ اس مختصری توضیح کے بعد آیئے ان پیشنگوئیوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

نراشنس اور اس کی خصوصیات

ہندو دھرم کی سب سے مشہور اور اولین کتاب وید ہے۔ وید چار ہیں جو بالترتیب یہ ہیں۔ (۱) رگ وید (۲) یجر وید (۳) سام وید (۴) اتھرو وید۔

ان ویدوں اور بالخصوص رگ وید کا انداز یہ ہے کہ وہ کسی مقدس شخصیت (عموماً دیوتا اور کبھی کبھی انسان) کو منتخب کرکے اسے ایک یا چند بار مخاطب یا ذکر کرتی ہے، اس کے اوصاف اور خوبیاں بیان کرتی ہے اور کبھی کبھی مصائب و مشکلات کے دفعیہ کے لئے اسے پکارتی بھی ہیں۔ یہ ذکر و خطاب کبھی لمبا اور منتروں کے پورے مجموعے پر مشتمل ہوتا ہے اور کبھی مختصر ہوتا ہے اور ایک دو منتر پر ختم ہوجاتا ہے۔ پھر کوئی اور بیان شروع ہوجاتا ہے۔ نراشنس کا ذکر چاروں ویدوں میں ہے۔ لیکن سب سے تفصیلی ذکر اتھرو وید میں ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے یہی پیش خدمت ہے۔

یہ کل چودہ منتر ہیں۔ جو اتھروید، کانڈ ۲۰، سوکت ۱۲۷ منتر ۱ تا ۱۴ پر مشتمل ہیں۔ پہلے ان کا نمبروار ترجمہ دیا جا رہا ہے۔ پھر معانی اور اشارات کی وضاحت کی جائے گی۔ ترجمہ یہ ہے۔

۱۔ لوگو! احترام سے سنو! نراشنس کی تعریف کی جائے گی۔ ہم اس مہاجر ----- یا امن کے علمبردار کو ساٹھ ہزار نوے دشمنوں کے درمیان محفوظ رکھیں گے۔

۲۔ اس کی سواری اونٹ ہوگی اور اس کی بارہ بیویاں ہوں گی۔ اس کا درجہ اتنا بلند اور اس کی سواری اتنی تیز ہوگی کہ وہ آسمان کو چھوئے گی، پھر اتر آئے گی۔

۳۔ اس نے "مامح" رشی کو سو اشرفیاں، دس ہار، تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں عطا کیں۔

۴۔ تبلیغ کر اے احمد! تبلیغ کر جیسے چڑیاں پکے ہوئے پھل والے درخت پر چہچہاتی ہیں۔ تیری زبان اور تیرے دونوں ہونٹ قینچی کے دونوں پھلوں کی طرح چلتے ہیں۔

۵۔ حمد کرنے والے اپنی حمدوں کے ساتھ یا نمازی اپنی نمازوں کے ساتھ طاقتور سانڈ کی طرح جنگ میں جاتے ہیں اور ان کی اولاد اپنے گھروں میں یوں مامون رہتی ہے جیسے گائے اپنے ٹھکانوں میں۔

۶۔ اے احمد! اس کلام حکیم کو مضبوطی سے پکڑ کہ یہ گا۔ لوں اور

ملوں کی اساس ہے اور اسے متقیوں تک پہنچا جیسے بہادر نشانے پر تیر مارتا ہے۔

۷۔ وہ دنیا کا سردار جو دیوتا ہے' سب سے افضل انسان ہے۔ سارے لوگوں کا رہنما اور سب قوموں میں معروف ہے۔ اس کی اعلیٰ ترین تعریف و ثنا گاؤ۔

۸۔ اس شہرت یافتہ شخص نے گھر کی تعمیر کے دوران حکومت یا عدالت ہاتھ لیتے ہی ہر جانب امن و شانتی قائم کردی اور یہ بات ہر شوہر اپنی بیوی سے ذکر کر رہا تھا۔

کی ترتیب کے مطابق ہی دی جا رہی ہے اور سہولت کے لئے ترجمہ بھی پھر سے دیا جا رہا ہے۔ اتھروید کے چودہ منتروں کے اصل متن کا عکس مضمون کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں

پہلا منتر

"لوگو! احترام سے سنو! نراشنس کی تعریف کی جائے گی۔ ہم اس مہاجر ۔۔۔ یا امن کے علمبردار کو ساٹھ ہزار نوے دشمنوں کے درمیان محفوظ رکھیں گے۔"

☆ احترام سے سننے کی یہ تاکید جو یہاں ہے' وید میں اور کے بارے میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں لکھا۔ بلکہ ان انبیاء کے متعلق ان کے پاس کچھ زیادہ لکھنے کے لئے ہے ہی نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام سے ان کے عظیم احسانات کے باوجود یہودیوں کو ہمیشہ شکایت ہی رہی ہے۔ عیسائیوں کے پاس عیسی علیہ السلام کے چند معجزات' چند تمثیلوں' چند تلخ و ترش بیانات' صلیب پر چڑھنے اور آسمان پر جانے کے موہوم واقعات کے سوا کچھ نہیں۔ جن میں تعریف کم اور توہین کا پہلو زیادہ نکلتا ہے۔ ہندوؤں کی شخصیات اور بھی زیادہ پردے میں ہیں۔ پھر ان

"مجلۃ الدعوۃ" کے قارئین کو یاد ہو گا کہ اپریل 1997ء کے شمارے میں ہم نے وید کے حوالے سے پنڈت وید پرکاش کی تحقیق پر مشتمل مضمون پیش کیا تھا۔ اس مضمون کی اشاعت کے بعد انگریزی میگزین "وائس آف اسلام" نے اسے انگلش میں شائع کیا۔ حالیہ دنوں میں یہی تحقیق روزنامہ نوائے وقت نے پہلے صفحہ پر خبر کی صورت میں شائع کی۔ 31 دسمبر کے ہفت روزہ ایشیا نے "کلکی اوتار" کی تحقیق کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ شائع کیا......... محمد اللہ اس مضمون کو جو پذیرائی ملی اور اس کے بعد ہم نے ہندو ازم کی مزید پانچ قسطیں دورہ تھر کے حوالے سے شائع کیں تو اس پر محترم ابن اکبر الاعظمی حفظہ اللہ نے ویدوں کی کامل تحقیق اور اشلوکوں اور منتروں کے حوالے سے تفصیلی تحقیق خوبصورت اور جامع استدلال کے ساتھ ہمیں روانہ فرمائی۔ اس تحقیق کو اب ہم "مجلۃ الدعوۃ" کے صفحات پر قسط وار تفصیل کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ ہم نے جو پہلا مضمون شائع کیا تھا۔ یوں سمجھئے وہ بارش کا پہلا قطرہ تھا۔ اب موسلا دھار بارش شروع ہو گئی ہے۔ یہ زرخیز زمین پہ پڑے گی تو ان شاء اللہ باغ و بہار کا سماں پیدا ہو گا......... میری مجلۃ الدعوۃ کے قارئین سے گزارش ہے کہ ہندوؤں کے دلوں کی زمین کو اس بارش کے لئے تیار کریں۔ ہل چلا کر محنت کریں۔ اسے نرم اور ہموار کریں تاکہ بارش کے برسنے پر وہ امت محمد ﷺ کے چمنستان کا مہکتا ہوا گلاب کا پودا بن جائیں۔

(مدیر مجلۃ الدعوۃ)

۹۔ اس شہرت یافتہ شخص کی حکومت میں ایک بیوی اپنے شوہر سے پوچھتی ہے کہ میں آپ کے لئے کیا لاؤں؟ دہی؟ لسی؟ یا کوئی اور نشاط انگیز مشروب؟

۱۰۔ ایک پکا ہوا جو (Barley) گڑھے سے نکل کر آسمان تک جاتا ہے۔ اس شہرت یافتہ شخص کی حکومت میں انسان تقوی اور خیر کے اندر ترقی کرتا ہے۔

۱۱۔ اللہ نے احمد کو جگایا کہ اٹھ! اور یہاں وہاں لوگوں کے پاس جا اور میری بڑائی کر۔ یقیناً میں ہی غالب ہوں۔ میں تجھے ساری نعمتیں دوں گا۔

۱۲۔ یہاں اے گایو! یہاں اے گھوڑو! یہاں اے انسانو! ترقی کرو اور بڑھو کیونکہ فقیروں کا سہارا اور ہزاروں کی خیرات کرنے والا یہاں بیٹھا ہے۔

۱۳۔ نہیں اے غالب رب! یہ گائیں ہلاک نہ ہوں اور ان کا چرواہا ہلاک نہ ہو اور اے غالب رب! ان کے دشمن اور ڈاکو ان پر غلبہ نہ پائیں۔

۱۴۔ ہم تعریفی کلمات اور نہایت عمدہ کلام سے بڑے ادب کے ساتھ ایک بہادر کے گن گاتے ہیں۔ تو خوشی سے ہمارے گیت قبول فرما تاکہ ہم کبھی بھی ہلاکت یا خسارے میں نہ رہیں۔

منتروں کے اس ترجمہ کے بعد آیئے اب ان کے مطالب اور اشارات پر غور کرتے ہیں۔ یہ اشارات اگرچہ اہل علم کے لئے واضح ہیں لیکن بہت سے حضرات کے لئے حیرت انگیز انکشاف سے کم کا درجہ نہیں رکھیں گے۔ یہ توضیح بھی منتروں جگہوں پر نہیں پائی جاتی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس شخصیت کا یہاں ذکر آ رہا ہے' وہ وید کی باقی شخصیتوں سے زالی ہے اور عظیم ہے۔

☆ نراشنس سنسکرت زبان کا لفظ ہے جو درحقیقت دو لفظوں سے مل کر بنا ہے۔ ایک لفظ "نر" جس کا معنی ہے انسان۔ اس کو لا کر یہ بتانا مقصود ہے کہ یہاں جس شخصیت کا ذکر ہو رہا ہے وہ انسانوں میں سے ہے۔ وید کی دوسری شخصیات کی طرح دیوتا (فرشتہ یا جن) نہیں ہے۔

دوسرا لفظ "اشنس" ہے۔ اس کا مطلب ہے "وہ شخص جس کی کثرت سے تعریف کی جائے" لہٰذا نراشنس کا بعینہ وہی معنی ہوا جو لفظ "محمد" کا ہے۔ دونوں میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں کہ "محمد" عربی لفظ ہے اور "نراشنس" سنسکرت۔ لہٰذا اگر وید میں اس شخصیت کی مزید کوئی تفصیل نہ ہوتی' صرف یہی مبارک نام ہوتا تو یہ اس بات کو جاننے کے لئے کافی وشافی تھا کہ یہ پیشین گوئی محمد ﷺ کے متعلق ہے۔ لیکن مزید سنئے! فرمایا گیا۔

☆ "نراشنس" کی تعریف کی جائے گی۔" محمد ﷺ کی کس قدر تعریف کی گئی ہے۔ اس کا اندازہ لگانا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت اور مدح و ثناء میں لکھی گئی کتابیں کس قدر ہیں' اس کا اندازہ کرنا ممکن نہیں۔ مسلمان تو مسلمان' مختلف مذاہب کے غیر مسلموں نے بھی آپ ﷺ کی مدح و تعریف میں اتنا کچھ لکھا ہے کہ خود اپنے دین و مذہب کے نبی پر صحیح غلط جو کچھ وہ خامہ فرسائی کر سکے' وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی گئی تعریف کے مقابلے میں ایسے ہی ہے جیسے سمندر کے مقابلے میں قطرہ۔

☆ اور یہ جو مستقبل کے صیغے سے فرمایا گیا کہ "نراشنس کی تعریف کی جائے گی" اس کے معنی یہ ہیں کہ اس اتھروید کی تالیف کے زمانے تک "نراشنس" بھیجے نہیں گئے اور تمام محققین کا اتفاق ہے کہ اتھروید چوتھی اور آخری وید ہے جو پہلی تین ویدوں سے کافی بعد میں لکھی گئی ہے اور ادھر صورت حال یہ ہے کہ سب سے پہلی وید جو بہت پہلے لکھی گئی تھی' اس میں سکندر کے دور کی بلکہ اس کے بعد کے دور کی بعض شخصیات اور بعض واقعات کا ذکر ہے۔ لہٰذا جب سب سے پہلی اور پرانی وید اس حد تک متاخر ہے تو کچھ تعجب نہیں کہ سب سے آخری وید سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے بھی بعد کی ہو۔ اس سے نراشنس کے ظہور کے وقت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

☆ اس منتر کے دوسرے مصرع میں نراشنس کو کورم کہا گیا ہے۔ لفظ کورم کے دو معنی ہیں۔ ایک "مہاجر" دوسرا "امن کا علمبردار"۔ ان میں سے جو معنی بھی کریں' وہ سب سے زیادہ محمد ﷺ ہی پر صادق آتا ہے۔ آپ ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی جو انبیاء کی تاریخ کا سب سے مشہور واقعہ ہے۔

آپ ﷺ ہی امن کے علمبردار بھی تھے۔ اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت اور ظہور کے وقت مدینہ میں جہاں آپ ﷺ نے ہجرت کی' اوس و خزرج کے

درمیان سو سال سے رہ رہ کر لڑائی چلی آرہی تھی۔ مشرقی عرب میں بکر و تغلب کے درمیان چالیس سال سے لڑائی چلی آرہی تھی۔ جس میں فریقین کے ستر ہزار آدمی مارے جاچکے تھے۔ بیچ عرب میں عبس وزبیان کے درمیان تہلکہ مچا ہوا تھا۔ یمن کے یہودی حکمران نے نجران کے عیسائی باشندوں کو زندہ جلا ڈالا تھا۔ جواب میں حبش کے عیسائیوں نے یمن پر قبضہ کر کے وہاں کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی۔ پھر کعبہ بھی ڈھانا چاہا تو عذاب الٰہی نے ان کی کمر توڑ دی۔ اس سے فائدہ اٹھا کر یمن پر فارسی چڑھ آئے۔ غرض ہر طرف جنگ وجدال کا طوفان بپا تھا۔ قبائل اپنی سکونت گاہوں میں محصور تھے۔ پھر بھی حملہ آوروں سے محفوظ نہ تھے۔ سکونت گاہ سے باہر نکلنا گویا موت کو دعوت دینا تھا۔ صرف دینی حرمت کے چار مہینے ان کے لئے پر امن تھے اور ان مہینوں میں وہ اپنے دائرے سے باہر آمد و رفت کر سکتے تھے۔ لیکن اس مختصر مدت کے لئے بھی جنگ سے باز رہنا ان کے لئے مشکل ہو جاتا تھا اور وہ بعض مہینوں کو آگے پیچھے کر کے اس دوران بھی جنگ کا موقع نکال لیتے تھے۔

اس طوفان کے دوران آپ ﷺ کی دعوت ظاہر ہوئی۔ لوگ آپ ﷺ سے بھی اسی اسلوب سے پیش آئے۔ لیکن آپ ﷺ نے دوسرے اسلوب سے جواب دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پورا عرب صرف آٹھ سال کی مدت میں امن کا گہوارہ بن گیا۔ وہ جو چالیس چالیس اور سو سو برس سے لڑتے آرہے تھے۔ اس طرح بھائی بھائی ہوگئے کہ ہر ایک دوسرے کی جگہ اپنی جان دینا اپنی سعادت سمجھنے لگا۔ جہاں قافلے راہ چلتے ہوئے لوٹے اور مارے جاتے تھے، وہاں ہودج نشین عورت تنہا سینکڑوں میل سے آتی جاتی اور کوئی ترچھی نظر اٹھا کر دیکھنے والا نہ ہوتا تھا۔

غرض انبیاء کی پوری تاریخ میں امن قائم کرنے کا یہ کارنامہ محمد ﷺ کے علاوہ کسی نے انجام نہ دیا۔

☆ اس منتر کے آخری مصرع میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ آپ کے دشمنوں کے درمیان جن کی تعداد ساٹھ ہزار نوے ہوگی، آپ کی حفاظت کرے گا۔

اس میں دشمن کی تعداد کا تعین نہایت باریکی کے ساتھ کیا گیا ہے اور اس بناء پر یہ نہایت عظیم اور حیرتناک پیشینگوئی ہے۔ شارحین اس کا مصداق ڈھونڈنے اور محمد ﷺ پر اس کو چسپاں کرنے کے سلسلے میں حیران و پریشان ہیں اور بھاگ دوڑ کر بوڑھوں، بچوں اور عورتوں سمیت مکہ کی آبادی کا تخمینہ لگاتے پھرتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ حفاظت کا سوال اس دشمن سے پیدا ہوتا ہے جو آپ کے قتل کے درپے ہو۔ لہٰذا عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو شمار کرنا صحیح نہیں اور ان کو ملا کر بھی مکہ کی آبادی مذکورہ تعداد کو قطعاً نہیں پہنچتی تھی۔

صحیح یہ ہے کہ دشمن سے مراد وہ مردان جنگی ہیں جو تلوار لے کر آپ کے مقابل آئے۔ یا جنہوں نے خفیہ طریقہ سے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی کیونکہ ان ہی سے آپ کی جان کو خطرہ تھا۔ لہٰذا انہی سے آپ کی حفاظت بھی مطلوب تھی اور نہایت حیرت سے سنئے کہ اس قسم کے آپ کے دشمنوں کی تعداد ٹھیک ساٹھ ہزار نوے تھی۔ قریش اور ان کے حلفاء بنو غطفان اور ان کے شرکاء کل دس ہزار تھے جو جنگ خندق میں اکٹھے آئے تھے اور دوسری جنگوں میں چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کے اندر، اسی طرح یہود کے مختلف قبائل کے مردان جنگی کی تعداد دس ہزار تھی جو خیبر میں تقریباً یکجائی طور سے لڑے اور باقی جنگوں میں متفرق طور پر۔ رومی جنہوں نے مدینہ پر دھاوا بول کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجانی چاہی اور جن سے مقابلے کے لئے رسول اللہ ﷺ تبوک تشریف لے گئے تو سامنے نہ آئے، ان کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ کل دشمن ساٹھ ہزار ہوئے۔ منافقین جنہوں نے تبوک میں ساتھ جانے سے معذرت کرلی، ۸۰ تھے اور جو تبوک میں گئے وہ ۱۲ یا ۱۳ تھے۔ انہوں نے واپسی میں آپ کو قتل کرنے کا بھی اقدام کیا لیکن ناکام رہے۔ ان میں سے دو یا تین متذبذب تھے اور انہوں نے توبہ کرلی۔ دس نفاق پر قائم رہے لہٰذا ان کی کل تعداد نوے ہوئی۔ یوں آپ کے قتل کے خواہاں دشمنوں کی تعداد ٹھیک ٹھیک ۶۰ ہزار ۹۰ ہوتی ہے، جن کے درمیان اللہ نے آپ ﷺ کی حفاظت کی۔

نوٹ: منتر کے اس زیر بحث ٹکڑے میں لفظ روشم استعمال ہوا ہے۔ یہ جہاں دشمنی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے وہیں جزیرۃ العرب کے باشندوں پر بھی بولا جاتا ہے۔ یہاں اگر یہ دوسرا معنی لیا جائے تو اس بات کا تعین ہوجاتا ہے کہ نراشنس پیغمبر کا تعلق جزیرۃ العرب سے ہوگا اور معلوم ہے کہ جزیرۃ العرب سے صرف محمد ﷺ مبعوث ہوئے ہیں۔

سنسکرت میں نراشنس کا مطلب وہی ہے جو محمد (ﷺ) کا ہے

دوسرا منتر

"اس کی سواری اونٹ ہوگی اور اس کی بارہ بیویاں ہوں گی۔ اس کا درجہ اتنا بلند اور اس کی سواری اتنی تیز ہوگی کہ وہ آسمان کو چھوئے گی، پھر اتر آئے گی۔"

یہ منتر محمد ﷺ کے بارے میں بالکل واضح ہے۔ اس کی ہر بات آپ پر صادق آتی ہے اور آپ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ ذیل میں اشارہ دیا جارہا ہے۔

☆ اونٹ آپ کی مستقل سواری تھی۔ سفر میں، غزوات میں اور دوسرے عام موقعوں پر آپ اونٹ ہی کی سواری فرمایا کرتے تھے۔

☆ نراشنس کی سواری اونٹ ہونے سے ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ اس کی بعثت موٹروں اور ہوائی جہازوں کے اس دور تک موخر نہ ہوگی بلکہ اس زمانہ میں ہوگی جب اونٹ اور اس جیسے جانور سواری کے طور پر استعمال ہو رہے ہوں گے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس رسول کی بعثت کا زمانہ گزر چکا۔ آئندہ اس کے آنے کا انتظار --- جیسا کہ ہندو حضرات کر رہے ہیں، صحیح نہیں۔ اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کا ظہور ریگستانی علاقے میں ہوگا کیونکہ اونٹ ریگستانی علاقہ کی سواری ہے اور معلوم ہے کہ ملک عرب ایک ریگستانی علاقہ ہے۔

☆ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ پیغمبر ہندوستان میں پیدا نہ ہوگا۔ برہمن یا آریہ نسل سے نہ ہوگا اور ہندو دھرم پر بھی نہ ہوگا کیونکہ ہندو دھرم میں پیغمبروں کے لئے اونٹ کا گوشت اور دودھ حرام ہے۔ اور برہمن کے لئے اونٹ کی سواری حرام ہے۔ چنانچہ برہمن اگر کسی جبر کے بغیر اپنی مرضی سے اونٹ یا گدھے پر سوار ہوجائے تو وہ بھرشٹ (ناپاک) ہوجاتا ہے۔ اور جب یہ پیغمبر برہمن نہ ہوگا تو آریہ نسل سے بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ آریہ نسل میں پیغمبری اور نبوت برہمن کے ساتھ خاص ہے۔ جب یہ طے ہوگیا کہ نراشنس ریگستانی علاقے سے ہوگا اور آریہ یا ہندو نہ ہوگا تو یہ بھی طے ہوگیا کہ وہ سرزمین عرب سے ہوگا۔

☆ وہ تجرد کی زندگی گزارنے والا (برہم چریہ) نہ ہوگا بلکہ شادی کرے گا اور شادی بھی ایک نہیں بلکہ بارہ عورتوں سے کرے گا اور یہ بات ٹھیک ٹھیک محمد ﷺ پر صادق آتی ہے۔ آپ کی کل بارہ بیویاں تھیں۔ جبکہ آپ کے سوا کسی اور نبی یا مصلح کی بیویوں کی یہ تعداد نہ ہوئی۔ آپ کی بارہ بیویوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا۔ ۲۔ سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔ ۳۔ سیدہ عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا۔ ۴۔ سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا۔ ۵۔ سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔ ۶۔ سیدہ ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا۔ ۷۔ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔ ۸۔ سیدہ ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا۔ ۹۔ سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔ ۱۰۔ سیدہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا۔ ۱۱۔ سیدہ صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا۔ ۱۲۔ سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔

نوٹ: اس منتر کے پہلے مصرع کے دوسرے فقرے کے ترجمہ میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔ سنسکرت کے مشہور ہندوستانی عالم پنڈت وید پرکاش اپادھیائے" نے اپنی کتاب نراشنس اور انتم رشی ص ۱۴ میں وہی ترجمہ کیا ہے جو پیچھے گزر چکا ہے۔ لیکن بعض دوسرے اہل علم کہتے ہیں کہ یہاں وید کے نسخوں میں اختلاف ہے۔ عام نسخوں میں .... (دور دش) ہے۔ اس کا ترجمہ ہوگا بارہ بیویاں لیکن بعض نسخوں میں .... (دور درش) ہے۔ یعنی دال اور شین کے درمیان حرف راء زیادہ ہے۔ اور اس نسخہ کے مطابق یہ معنی کیا گیا ہے کہ "اس کی بیویاں ہوں گی اور اس کی سواری کے لئے دو خوبصورت اونٹنیاں ہوں گی۔ یہ معنی بھی محمد ﷺ پر ہی صادق آتا ہے۔ آپکے پاس سواری کے لئے دو خوبصورت اونٹنیاں

تھیں۔ ایک کا نام قصواء اور دوسری کا نام عضباء تھا۔

بعض نے "دو ورِش" کا معنی کیا ہے ڈبل دس یعنی ۲۰ اور ترجمہ یوں کیا ہے "اس کے پاس ۲۰ اونٹنیاں ہوں گی جن پر وہ خود سوار ہوگا اور اپنی بیویوں کو سوار کرے گا۔"

اب یہ بھی عجیب بات ہے کہ نبی ﷺ کی ملک میں کل ۲۰ اونٹنیاں تھیں۔ ۲ سواری کے لئے خاص تھیں۔ باقی سے دودھ حاصل کیا جاتا تھا۔ لیکن ضرورت کے وقت وہ سواری کے لئے بھی استعمال کی جاتی تھیں' بالخصوص سفر کے دوران آپ بیویوں کو ان پر سوار فرماتے تھے۔ (دیکھئے طبقات ابن سعد ۱/ ۴۹۴' ۴۹۵' معارف لابن قتیبہ ص ۱۴۹ تلقیح الفہوم لابن الجوزی ص ۱۳)

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ محمد ﷺ کی بیویوں کے علاوہ کسی اور نبی کی بیوی یا بیویوں نے اونٹ کی سواری نہیں کی۔

☆ اس منتر کے دوسرے مصرع میں اسراء اور معراج کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس واقعہ میں آپ کو براق پر سوار کیا گیا جس کا قدم وہاں پڑتا تھا جہاں اس کی نگاہ جاتی تھی۔ اس نے راتوں رات آپ کو آسمانوں کی سیر کرائی۔ پھر مکہ میں لا اتارا۔ یہ بات بھی محمد ﷺ کے علاوہ کسی اور میں نہیں پائی گئی۔

تیسرا منتر

"اس نے مامح رشی کو سو اشرفیاں' دس ہار' تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں عطا کیں"۔

☆ نراشنس کو پہچاننے کے لئے یہ بھی بڑا اہم اور فیصلہ کن منتر ہے۔ اس میں اس کو مامح رشی کہا گیا ہے۔ یہ نام رگ وید منڈل ۵' سوکت ۲۷' منترا میں بھی آیا ہے۔ اس کے بارے میں دو امکان ہیں۔ ایک یہ کہ یہ عربی زبان کے لفظ "محمد" کا سنسکرت تلفظ ہو۔ یعنی عربی زبان کا لفظ "محمد" سنسکرت زبان میں جا کر لفظ مامح بن گیا ہو۔ یاد رہے کہ دو زبانوں میں ایک ہی لفظ کے تلفظ میں اتنا فرق تعجب خیز نہیں۔ عربی کا یحییٰ' عبرانی میں یوحنا اور یوحنس کہلاتا ہے۔ الیاس کو ایلیاء اور یونس کو یوناہ اور یونان کہا جاتا ہے وغیرہ۔ اس لفظ کے بارے میں دوسرا امکان یہ ہے کہ یہ خالص سنسکرت کا لفظ ہو۔ ایسی صورت میں "ما" اور "مح" دو لفظوں کا مجموعہ ہوگا "ما" اپنے بعد والے لفظ کے معنی کی بڑائی' عظمت اور کثرت کو بتاتا ہے۔ اور "مح" کا معنی ہے وہ شخص جس کی خوب تعریف و ثناء کی جائے۔ لہٰذا "مح" کا معنی یہ ہوا کہ جس کی خوب تعریف و ثناء کی جائے۔ بعینہ یہی معنی لفظ محمد کا بھی ہے۔ دونوں میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں کہ ایک عربی اور ایک سنسکرت میں ہے۔

☆ اس کے بعد اس منتر میں بتایا گیا ہے کہ اللہ اس رشی (پیغمبر) کو سو نشک (اشرفیاں) عطا کرے گا۔ نشک خالص سونے کے سکے کو کہتے ہیں جو آگ میں تپا کر ڈھالا جاتا ہے۔ شت پتھ براہمن' کانڈ ۱۲ پرپا ٹھک ۹' برہمن ایک میں ہے کہ "سونا انسان میں روحانی قوت کے لئے استعارہ ہے۔" لہٰذا اس سے مراد اس پیغمبر کے ایسے سو ساتھی ہیں جو آزمائش کی آگ میں تپ کر بالکل کھرے ثابت ہوئے ہوں۔ پس اس سے اشارہ مہاجرین حبشہ کی طرف ہے۔ جنہیں مشرکین مکہ نے ایسی شدید آزمائشوں میں ڈالا تھا جنہیں سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ اتنے کھرے ثابت ہوئے کہ بال برابر بھی دین و ایمان سے نہ ہٹے۔ پھر دیکھو! یہ کیسی عجیب مطابقت ہے کہ ان مہاجرین حبشہ کی کل تعداد ایک سو ایک تھی۔ جن میں سے ایک شخص عبید اللہ بن جحش حبشہ پہنچنے کے بعد مرتد ہو کر عیسائی ہوگیا اور مرگیا۔ باقی سو افراد دین اسلام پر نہایت پختگی سے قائم رہے۔

وید کی پیش گوئی کے مطابق حیرت انگیز طور پر آپ ﷺ کی جان کے درپے دشمن بھی ساٹھ ہزار نوے ہی تھے۔

☆ پھر کہا گیا ہے کہ اللہ نے اس کو دس ہار عطا کئے۔

ہار سب سے نفیس زیور ہوتا ہے جو گلے کا مال' پہننے سے متصل' دل سے لگا ہوا اور پہننے والے اور دیکھنے والوں کی نظر میں سب سے خوبصورت اور عمدہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے اشارہ ہے کہ اس رسول کو دس ایسے ساتھی عطا کئے جائیں گے جو اپنی خوبیوں میں سب سے ممتاز اور خود رسول کی نظر میں سب سے اچھے اور محبوب ہوں گے۔ اور یاد رہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ایسے دس ساتھی ہوئے جنہیں آپ نے نام لے لے کر یوں برملا خوشخبری سنائی۔

۱۔ ابوبکر جنت میں۔ ۲۔ عمر جنت میں ۳۔ عثمان جنت میں۔ ۴ علی جنت میں۔ ۵۔ طلحہ جنت میں۔ ۶ زبیر جنت میں۔ ۷ عبدالرحمن بن عوف جنت میں۔ ۸۔ سعد بن مالک (یعنی سعد بن ابی وقاص) جنت میں۔ ۹۔ سعید بن زید جنت میں۔ ۱۰۔ اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم اجمعین جنت میں ہیں۔ (دیکھئے مسند احمد ۱/ ۱۸۸ جامع ترمذی' مناقب عبدالرحمن بن عوف حدیث نمبر ۳۷۴۷ (۵/ ۶۴۷' ۶۴۸) اور حدیث نمبر ۳۷۵۷ (۵/ ۶۵۱) سنن ابی داؤد' السنہ باب فی الخلفاء ۲/ ۵۶۳۔ اسے اور بہت سارے محدثین نے بھی روایت کیا ہے)

غرض یہ دس حضرات صحابہ اپنے اس وصف میں ایسے ممتاز ہوئے کہ آج تک ان کو پوری امت قدر و منزلت کی اسی نظر سے دیکھتی اور ان کا ذکر کرتی چلی آرہی ہے۔ رضی اللہ عنہم

☆ اس کے بعد اس منتر میں کہا گیا ہے کہ اللہ نے اس رسول کو تین سو تیز رو گھوڑے عطا کئے۔"

گھوڑوں کے لئے لفظ "اروَن" استعمال کیا گیا ہے۔ "اروَن" ان تیز رو گھوڑوں کو کہا جاتا ہے جنہیں آریہ نہیں بلکہ دوسری قومیں بالخصوص عرب استعمال کرتے ہیں۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ یہاں جس پیغمبر کی پیشنگوئی چل رہی ہے وہ ہندوستان میں نہیں بلکہ کہیں اور کا بالخصوص عرب کا ہوگا۔

بہر حال گھوڑے کا لفظ بہادری اور جوانمردی کی علامت ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس پیغمبر کو تین سو جوانمرد بہادر عطا کئے جائیں گے جو میدان جنگ میں لڑائی اور دفاع میں ایک امتیازی شان رکھیں گے۔ اس سے اشارہ جنگ بدر میں شریک ہونے والوں کی طرف ہے۔ ان کی تعداد تین سو تیرہ یا تین سو چودہ تھی۔ انہوں نے بالکل بے سرو سامانی کے عالم میں ایک ہزار اعلیٰ درجے کے بہادر' ہتھیاروں سے لیس اور جنگ آزما مشرکین سے ٹکر لی اور انہیں شکست فاش دی۔ ستر کو مارا اور ستر کو قید کیا مگر خود ان صحابہ کے بھی چودہ آدمی اس جنگ میں شہید ہوئے۔ لہٰذا کل تین سو باقی رہے۔ جو ہر معرکہ میں محمد ﷺ کے ہمرکاب ہوتے تھے۔ یہی تین سو کی تعداد اس منتر میں بھی بتائی گئی ہے۔

ان شرکائے جنگ بدر کو باقی صحابہؓ پر کیسی فضیلت حاصل تھی' اس کا اندازہ صحیح بخاری اور بیہقی کی اس روایت سے کیجئے کہ جبرائیل نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ لوگ اہل بدر کو اپنے اندر کیسا شمار کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا افضل ترین اور سب سے بہتر مسلمان۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ایسے ہی بدر میں حاضر ہونے والے فرشتے بھی۔ (بخاری حدیث نمبر ۳۹۹۲ فتح الباری ۷/ ۳۶۲)

☆ آخری بات اس منتر میں یہ کہی گئی ہے کہ اس پیغمبر کو دس ہزار گائیں عطا کی گئیں "سیدھے' شریف' ہر طرح کی چلتر بازیوں اور چھل کپٹ سے دور انسان کے لئے گائے کا لفظ بولا جانا آج بھی ہندوستان و پاکستان میں عام ہے۔ کسی کی سیدھائی بیان کرنی ہو تو کہتے ہیں وہ بالکل اللہ میاں کی گائے ہے۔ اس لئے دس ہزار گائیوں سے مراد ایسے پاکیزہ صفات انسان ہیں جو ہر طرح کی ہیرا پھیری سے پاک تھے۔ ایسے قدسی صفات صحابہ فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار کی تعداد میں محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ اور حق یہ کہ انسانی نگاہوں نے ان سے پہلے اور ان کے بعد ایسے پاکیزہ انسان نہیں دیکھے لہٰذا اس منتر کا یہ حصہ بھی آپ پر ٹھیک ٹھیک پورا اترا۔

چوتھا منتر

"تبلیغ کر اے احمد! تبلیغ کر جیسے چڑیاں پکے ہوئے پھل والے درخت پر چہچہاتی ہیں۔ تیری زبان اور دونوں ہونٹ قینچی کے دونوں پھلوں کی طرح چلتے ہیں۔"

☆ اس منتر میں ریبھ نام کا انسان مخاطب ہے۔ سنسکرت میں ریبھ کا بعینہ وہی معنی ہے جو عربی میں احمد کا ہے۔ یعنی کثرت سے یا سب سے بڑھ کر اللہ کی حمد و ثناء کرنے والا۔

☆ پھر اس ریبھ یعنی احمد کو تبلیغ کا حکم دیتے ہوئے تبلیغ کے اس عمل کو پھلدار درخت پر چڑیوں کے چہچہانے سے تشبیہ دی گئی ہے- چڑیوں کی چہچہاہٹ بڑی سہانی اور نغمہ و سرور لئے ہوئے ہوتی ہے- ادھر دین اسلام کی تبلیغ کی اساس قرآن مجید کی تلاوت ہے- (اس بارے میں دیکھئے خود قرآن مجید- سورہ جمعہ: ۲' طلاق ۱۱'الانفال: ۲ الجاثیہ: ۳۱ وغیرہ) اور معلوم ہے کہ قرآن کی تلاوت اپنے اندر وہ نغمگی' جاذبیت اور سہانی کشش رکھتی ہے کہ اگر کوئی خوش الحان قاری تلاوت شروع کر دے تو پوری کائنات دم سادھے گوش بر آواز ہو جاتی ہے- چنانچہ ادیان و مذاہب کے عالمی اجتماعات میں جب بھی قرآن کی تلاوت شروع ہوئی تو کسی کو یارائے ضبط نہ رہا اور بلا امتیاز مذہب و دین اور بلا امتیاز زبان و لغت ہر ایک کے چہرے آنسوؤں سے تر بتر ہو گئے- اس لئے تبلیغ اسلام کے عمل کو چڑیا کی چہچہاہٹ سے جو تشبیہ دی گئی ہے' وہ نہایت ہی شاندار' جامع اور بلیغ تشبیہ ہے- پھر چڑیا اپنی چہچہاہٹ کے دوران نہایت پر سرور ہوتی ہے- نبی ﷺ بھی اپنی تبلیغ کے دوران نہایت پر سرور ہوتے تھے- آپ کی نظر میں اس سے زیادہ پر لطف کوئی کام تھا ہی نہیں- اس لئے اس راہ میں آپ کو جان کی بھی پرواہ نہ تھی- (دیکھئے سورہ کہف- ۶)

پھر ان چہچہانے والی چڑیوں کا پکے ہوئے پھل والے درخت پر ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس وقت یہ دعوت اٹھے گی' دنیا ہر طرف سے تنگ آ کر پکے ہوئے پھل کی طرح اس دعوت کی جھولی میں جانے کے لئے تیار ہو گی- چنانچہ جس وقت اسلام کی دعوت اٹھی' دنیا یہودیت و عیسائیت' ہندو مت اور بدھ مت اور ہر طرح کے ازموں اور دھرموں سے تنگ اور بیزار ہو چکی تھی- اس لئے ظہور دعوت کے وقت وہ تھوڑا سا ٹھٹھکی پھر اس کے دامن میں آ گری جیسے پکا ہوا پھل ٹپکتا ہے-

یہاں یہ ذکر بھی بے جا نہ ہو گا کہ خود قرآن مجید کے اندر بھی کلمہ اسلام کو ایک پھلدار درخت سے تشبیہ دی گئی ہے- ارشاد ہے

لم تر كيف ضرب الله مثلا كلمة طيبة كشجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها في السماء تؤتي اكلها كل حين باذن ربها ويضرب الله الامثال للناس لعلهم يتذكرون- (سورہ ابراہیم: ۲۴'۲۵)

تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے کس طرح کلمہ طیبہ کی مثال اس پاکیزہ درخت سے بیان کی ہے جس کی جڑ ثابت ہے اور جس کی شاخ آسمان میں ہے- جو اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل ہر وقت دیتا رہتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں-

☆ اس منتر کے دوسرے مصرع میں کہا گیا ہے کہ تیری زبان اور دونوں ہونٹ قینچی کے دو پھلوں کی طرح چلتے ہیں- اس میں آپ کی زبان سے ادا ہونے والے کلام کی نوعیت بتائی گئی ہے- قینچی چلتی ہے تو کپڑے کو کاٹتی اور دو ٹوک کرتی جاتی ہے- اس لئے مطلب یہ ہوا کہ آپ کا کلام دو ٹوک ہو گا- اس میں کسی طرح کا التباس اور غموض نہ ہو گا- اور آپکے منہ سے ادا ہونے والے کلام کی ٹھیک یہی نوعیت تھی- قرآن سراپا دو ٹوک اور حق و باطل کے لئے فرقان ہے اور قرآن کے علاوہ بھی جو کچھ آپ نے فرمایا' وہ اسی طرح دو ٹوک تھا- اور سپیدہ صبح کی طرح پیش آیا-

پانچواں منتر

"حمد کرنے والے اپنی حمدوں کے ساتھ یا نمازی اپنی نمازوں کے ساتھ طاقتور سانڈ کی طرح جنگ میں جاتے ہیں اور ان کی اولاد اپنے گھروں میں یوں مامون رہتی ہے جیسے گائیں اپنے ٹھکانوں میں"-

اس منتر کے کئی نکات قابل ذکر ہیں- یعنی

☆ اس رسول کو ماننے والے امتی حمادین--- حمد کرنے والے ہیں --- اور نمازی کہلائیں گے- کیونکہ وہ حمد اور نماز کے پابند ہوں گے- اور معلوم ہے کہ محمد ﷺ کے امتی حمادین کہلاتے ہیں- اور اس کا سبب جیسا کہ کعب احبار سے

ایک منتر میں نراشنس کو "کورم" کہا گیا ہے- کورم کے دو معانی ہیں- ایک مہاجر دوسرا امن کا علمبردار- دونوں معانی نبی ﷺ پر ہی صادق آتے ہیں

مروی ہے' یہ ہے کہ یہ اچھے برے ہر حال میں اور ہر مقام پر اللہ کی حمد کرتے ہیں- (سنن دارمی- مقدمہ ۹/۵'۶)

اور یہی امت نمازی بھی ہے کہ شہر اور دیہات' سمندر اور خشکی ہر جگہ نماز کا اہتمام کرتی ہے-

☆ اس منتر کا دوسرا نکتہ یہ ہے کہ یہ لوگ جنگ کے دوران بھی حمد اور نماز کا اہتمام کریں گے اور یہ ایسی خصوصیت ہے جو محمد ﷺ کی امت کے علاوہ کسی اور قوم میں نہیں پائی گئی- صرف یہی امت ہے جو کثرت سے اللہ کی حمد اور اس کا ذکر اور اس سے دعا و تضرع کرتی ہے اور جنگ کے دوران بھی نماز کا اہتمام کرتی ہے جسے صلاۃ الخوف کہتے ہیں اور یہی امت ہے کہ جنگ کے ایام میں بھی خواہ وہ جس قدر چُور چُور ہو رات کو اس کے پہلو بستر سے الگ رہتے ہیں- اور اپنے رب کے سامنے نماز اور دعاء و مناجات میں مشغول رہتی ہے- اور اس کا نقشہ وہی ہوتا ہے جسے ایک رومی فوجی نے بیان کیا تھا کہ "یہ دن کے شہسوار اور رات کے راہب (عبادت گزار) ہیں- (دیکھئے تاریخ طبری ۳/۶۰۲ مطبوعہ دار المعارف مصر)

اس منتر کا تیسرا نکتہ یہ ہے کہ اس رسول کے ماننے والے بزدل نہیں بلکہ بہادر اور جنگجو ہوں گے- کہیں سے خطرے کی آواز آئی تو ادھر کو اڑ پڑیں گے- اور طاقتور سانڈ کی طرح انتہائی بہادری سے لڑیں گے- (سانڈ ہندوؤں کے نزدیک انتہائی قوت و شجاعت کی علامت ہے)

اب دیکھو کہ محمد ﷺ کے اصحاب انسانی تاریخ کے سب سے بہادر لوگ تھے- دنیا کے نامور بہادروں نے ان سے کئی کئی گنا زیادہ فوج لے کر ان پر دھاوے بولے- لیکن منہ کی کھائی اور فتح و سربلندی مسلمانوں کو نصیب ہوئی-

چھوتھا نکتہ یہ ہے کہ "جب یہ لوگ جنگ میں نکلیں گے تو ان کی اولاد اپنے گھروں میں اس طرح مطمئن ہو گی جیسے گائے اپنے ٹھکانوں میں"-

اور یہ بات ٹھیک محمد ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کو حاصل تھی- دشمن سے جنگ کے لئے بیس سے زیادہ مرتبہ آپ اس طرح مدینہ خالی چھوڑ کر باہر تشریف لے گئے کہ مدینہ میں موجود بوڑھوں' بچوں اور عوتوں اور معذوروں کا بچاؤ کرنے والا کوئی نہ تھا- جبکہ مدینہ ہر چہار جانب سے دشمنوں سے گھرا ہوا تھا- اور خود مدینہ کے اندر منافقین کی شکل میں ان کا پانچواں کالم بھی موجود تھا اور ان حالات میں ان کے لئے مدینہ پر دھاوا بول دینے کا گولڈن چانس تھا- لیکن ان حالات میں ایک بار بھی کسی دشمن کو مدینہ کی طرف آنکھ اٹھانے کی جرات نہ ہوئی اور مسلمانوں کی عورتیں' بچے اور بوڑھے بالکل بے خوف و خطر رہے-

سیدنا ابو سعید خدری ؓ کی ایک لمبی حدیث ہے جس میں ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ عسفان تک گئے اور وہاں کئی روز پڑاؤ ڈالے رکھا- کچھ لوگ کہنے لگے ہم یہاں بیکار پڑے ہیں جبکہ بچے پیچھے ہیں- اور ان کے بارے میں اطمینان نہیں- نبی ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا تمہاری یہ کیسی بات ہے جو مجھے پہنچی ہے؟ پھر آپ نے مدینہ کی محبت' اس کی حرمت اور اس کے لئے اپنی دعاء کا ذکر فرمایا- پھر فرمایا "مدینہ کی جو بھی گھاٹی یا راستہ ہے اس پر دو دو فرشتے پہرہ دے رہے ہیں یہاں تک کہ تم لوگ مدینہ پہنچ جاؤ-" پھر آپ نے کوچ کا حکم دیا اور ہم نے کوچ کیا یہاں تک کہ مدینہ آ پہنچے تو اس ذات کی قسم جس کی قسم کھائی جاتی ہے- ہم نے مدینہ پہنچ کر اپنے اپنے کجاوے بھی نہیں اتارے تھے کہ ہم پر بنو عبداللہ بن غطفان نے چھاپہ مار دیا حالانکہ اس سے پہلے انہیں کوئی چیز برانگیختہ نہیں کر رہی تھی- (دیکھئے صحیح مسلم' کتاب الحج حدیث نمبر ۴۷۵ (۲/۱۰۰۱'۱۰۰۲)

اس سے معلوم ہوا کہ جنگ کے دوران فرشتوں کے ذریعہ مدینہ کی حفاظت کی جاتی تھی اور بچوں' عورتوں وغیرہ کو قطعاً خوف نہ ہوا کرتا تھا-

چھٹا منتر

اے احمد! اس کلام حکیم کو مضبوطی سے پکڑ کہ یہ گایوں اور مالوں کی اساس ہے اور اسے مقتدیوں تک پہنچا جیسے بہادر نشانے پر تیر مارتا ہے"-

☆ اس منتر کا مخاطب بھی ریبھ ہے- اور ہم پیچھے بتا چکے ہیں کہ یہ "احمد" کے ہم معنی ہے اور کلام حکیم جس کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے' وہ قرآن مجید ہے جس کی تلاوت

چڑیوں کے پھپھانے کی طرح کی جاتی ہے' اور جو دو ٹوک کلام ہے جس کے ساتھ زبان اور ہونٹ قینچی کی طرح حرکت کرتے ہیں۔ اس کو کلام حکیم اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ حکمت سے پُر ہے اور یہاں اس کو پکڑنے کا حکم جس انداز سے دیا گیا ہے۔ وہ بعینہٖ انبیاء و رسل سے تخاطب کا انداز ہے اللہ کا ارشاد ہے یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑو۔

☆ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ "یہ گایوں اور مالوں کی اساس ہے تو اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کلام پر عمل کرنا اموال کی فراوانی اور برکت کا سبب ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید "اگر تم نے شکر کیا تو ہم تمہیں اور بڑھائیں گے اور اگر تم نے ناشکری کی تو میرا عذاب بھی سخت ہے۔"

دوسرا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ یہ کلام آخرت کی کامیابی کے علاوہ دنیا میں بھی غلبے اور حکمرانی کی بنیاد ہے' یہ بات قرآن نے بھی بتائی ہے اور تاریخ بھی اس کی شاہد ہے کہ جب تک مسلمان قرآن پر عمل پیرا رہے' غالب اور حکمران رہے اور حکمرانی مال و دولت کی فراوانی کی بنیاد ہوتی ہے۔

☆ اس منتر کے دوسرے مصرع میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس کلام حکیم کا نشانہ متقی لوگ ہیں۔ یہ کلام ان کے دلوں میں اس طرح بیٹھے گا جیسے تیر نشانے پر بیٹھتا ہے۔ ضمناً یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ کلام بے اثر نہ رہے گا۔ بلکہ اس کے ماننے والوں کی پوری ایک جماعت تیار ہو جائے گی۔ اور یہ ساری باتیں ٹھیک ٹھیک قرآن کے ساتھ پیش آئیں۔

ساتواں منتر

"وہ دنیا کا سردار جو دیوتا ہے۔ سب سے افضل انسان ہے سارے لوگوں کا رہنما سب قوموں میں معروف ہے۔ اس کی اعلیٰ ترین تعریف و ثنا گاؤ"

یہ منتر نبی ﷺ کی کئی صفات پر مشتمل ہے۔

☆ آپ ﷺ کو دنیا کا سردار کہا گیا۔ حدیث میں بھی آپ کو "سید ولد آدم" آدم کی اولاد کا سردار بتایا گیا ہے۔ چنانچہ دنیا میں آپ کو سرداری کا جو مرتبہ حاصل ہوا' وہ کسی اور کو نہ ملا اور آخرت میں بھی آدم اور سارے انبیاء آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔

☆ آپ ﷺ کو دیوتا اور سب سے افضل انسان کہا گیا اور واقعی آپ اتنے پاکیزہ خاص تھے کہ انسان ہوتے ہوئے دیوتا یعنی فرشتہ معلوم ہوتے تھے۔ دیکھنے والے اس کے لئے آپ کی سیرت پاک دیکھیں۔

☆ آپ ﷺ کو سارے لوگوں کا رہنما کہا گیا ہے۔ یہ بات بھی محمد ﷺ کے ساتھ خاص ہے کہ آپ ﷺ کو ساری دنیا کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ جبکہ باقی انبیاء و رسل خاص اپنی قوم کے لئے بھیجے جاتے تھے۔

☆ آپ کو تمام قوموں میں معروف بتایا گیا ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے متعلق پیشین گوئی و بشارت ہر قوم میں موجود ہو گی۔ لہٰذا ہر قوم آپ کو جانتی ہو گی اور آپ کی منتظر ہو گی اور محمد ﷺ کا معاملہ ٹھیک ایسا ہی تھا۔ ہر قوم میں آپ کی آمد کی پیشینگوئی موجود ہے۔ اور آپ کی آمد پر ان کے علماء نے آپ کو پہچانا بھی ہے لیکن کچھ تو ایمان لائے اور کچھ نے اپنی دنیا بچانے اور سنوارنے کے لئے آپ کا انکار کر دیا۔ اور اپنی قوم کو انتظار کے جھانسے میں لگا دیا۔

☆ آخری بات یہ کہی گئی ہے کہ "اس کی بہترین تعریف و ثنا گاؤ" یہ لفظاً تو حکم ہے لیکن حقیقتاً خبر ہے۔ یعنی لوگ آپ کی بہترین حمد و ثنا کریں گے اور واقعی محمد ﷺ کی ایسی مدح و ثنا کی گئی ہے کہ کسی قوم نے خود اپنے انبیاء کی بھی ویسی مدح و ثنا نہیں کی۔ پھر اس مدح و ثناء کو گانے کا حکم ہے اور عجیب بات ہے کہ محمد ﷺ کے لئے جو جو درود اور سلام معروف ہیں' وہ شعر کی شکل میں ڈھل جاتے ہیں اور بہترین ترنم کے ساتھ پڑھے جا سکتے ہیں۔

آٹھواں منتر

"اس شہرت یافتہ شخص نے گھر کی تعمیر کے دوران حکومت یا عدالت ہاتھ لیتے ہی ہر طرف امن و شانتی قائم کر دی۔ یہ بات ہر شوہر اپنی بیوی سے ذکر کر رہا تھا۔"

نراشنس (محمد ﷺ) کا ذکر ہندوؤں کی چاروں ویدوں میں کیا گیا ہے

یہاں سیاق سے واضح ہے کہ گھر سے مراد کوئی ایسا گھر ہے جو پوری قوم میں محترم ہو۔ اور جس کی تعمیر کے کسی مسئلہ پر جھگڑا کھڑا ہوا ہو اور اس جھگڑے کا فیصلہ اسی (نراشنس) کے ذمہ کیا گیا ہو۔ اور اس نے ایسا فیصلہ کیا ہو جس سے ایک تو ہر طرف امن و سکون قائم ہو گیا ہو اور دوسرے گھر گھر اس کے فیصلے کی دھوم مچ گئی ہو۔

اب دیکھئے کہ دنیا کی تاریخ میں ایسا صرف ایک ہی واقعہ پیش آیا ہے۔ مکہ کا خانہ کعبہ پورے اہل مکہ' بلکہ پورے عرب میں محترم تھا' محمد ﷺ کی زندگی کے پینتیسویں سال اس کی پھر سے تعمیر کرنی پڑی۔ اس تعمیر میں سارے اہل مکہ شریک تھے۔ اس کا ایک پتھر جسے حجر اسود کہتے ہیں' بڑا تاریخی اور متبرک پتھر مانا جاتا ہے۔ اسے اس کی جگہ رکھنے میں جھگڑا پڑ گیا۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ اس کو یہ شرف حاصل ہو۔ جھگڑے نے طول پکڑا۔ کئی دن گزر گئے۔ قریب تھا کہ جنگ ہو جاتی بالآخر طے ہوا کہ اب پہلا شخص جو مسجد میں داخل ہو' اسی سے فیصلہ کرایا جائے۔ اس کے بعد سب سے پہلے محمد ﷺ داخل ہوئے۔ لوگوں نے دیکھتے ہی شور مچا دیا "یہ امین ہے۔ ہم اس سے راضی ہیں۔ یہ محمد ﷺ ہیں" آپ قریب آئے تو معاملہ پیش کیا گیا۔ آپ نے ایک چادر لی' بیچ میں پتھر رکھا اور ہر قبیلہ کے سردار سے کہا کہ چادر کا کنارہ پکڑ کر اٹھائیں' سب نے ایسا ہی کیا۔ جب پتھر اپنی جگہ کے برابر پہنچ گیا تو آپ نے اسے اس کی جگہ فٹ کر دیا۔ یہ فیصلہ اتنا عمدہ تھا کہ پوری قوم عش عش کر اٹھی اور گھر گھر دھوم مچ گئی۔

ایک مطلب یہ بھی لیا گیا ہے کہ گھر کی تعمیر سے مراد "بتوں اور ناخداؤں سے خانہ کعبہ کی پاکی و صفائی ہے" اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ کام محمد ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر کیا تھا۔ اور اس وقت امن و شانتی قائم کرنے کا وہ شاندار بلکہ شاہکار عمل تھا جس کی پوری انسانی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ اور دیر تک جس کی دھوم گھر گھر مچی رہی۔

نواں منتر

"اس شہرت یافتہ شخص کی حکومت میں ایک بیوی اپنے شوہر سے پوچھتی ہے کہ میں آپ کے لئے کیا لاؤں؟ دہی؟ لسی؟ یا کوئی اور نشاط انگیز مشروب؟

یہ اشارہ ہے کہ اس شخص کی حکومت میں ضروریات زندگی کی کس طرح فراوانی ہو گی اور واقعی محمد ﷺ نے جو حکومت قائم کی' اس کا یہی حال ہوا۔ کہاں تو آپ سے پہلے عرب کا یہ حال تھا کہ لوگ فقر و فاقے کے خوف سے اپنے بچوں تک کو مار ڈالتے تھے اور کہاں یہ حال ہوا کہ صدی بھی نہ گزرنے پائی اور آدمی سونے کی خیرات لے کر نکلتا تو اسے کوئی قبول کرنے والا نہ ملتا۔ محمد ﷺ کے علاوہ اور تو کسی پیغمبر نے حکومت نہیں قائم کی۔ اگر اور کسی کی امت نے حکومت قائم بھی کی تو اس فراوانی کو وہ کبھی نہ پہنچی۔

دسواں منتر

"ایک پکا ہوا (Barley) جو گڑھے سے نکل کر آسمان تک جاتا ہے۔ اس شہرت یافتہ شخص کی حکومت میں انسان تقویٰ اور خیر کے اندر ترقی کرتا ہے"۔

"یہ مثال انجیل کی تمثیل کے عین مطابق ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے "آسمان کی بادشاہت ایسی ہی ہے کہ ایک انسان زمین میں بیج ڈال کر سو جاتا ہے اور رات اور دن دیکھ بھال کرتا ہے۔ اور بیج ظاہر ہوتا ہے اور بڑھتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ کیسے؟ کیونکہ زمین خود پھل لاتی ہے۔ پہلے پتے' پھر بالی' پھر بالی میں بھرا ہوا گیہوں لیکن جب پھل پک جاتا ہے تو اس وقت درانتی چلاتا ہے کیونکہ اب کاٹنے کا وقت آ چکا ہے" اور فرمایا۔ آسمان کی بادشاہت کی مثال رائی کے دانہ کی مثال ہے جو سب سے چھوٹا بیج ہے مگر جب بڑھتا ہے تو وہ تمام سبزیوں میں بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ درخت بن جاتا ہے اور اس کی شاخوں پر پرندے اپنا گھر بناتے ہیں۔ (انجیل متی ۱۳' ۳۱' ۳۲' لوقا ۱۳' ۱۹)

قرآن مجید نے بھی انجیل کی اس تمثیل کا حوالہ دیا' ارشاد ہے ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطئہ فازرہ

فاستغلظ فاستوى على سوقه ○ يعجب الزراع ليغيظ بهم الكفار وعد الله الذين آمنوا وعملوا الصالحات منهم مغفرة واجرا عظيما

اور انجیل میں ان (صحابہ کرام) کی مثال ایک کھیتی کی سی ہے جس نے اپنی سوئی (انکھا) نکالی' پھر اس کو طاقت دی' اور وہ موٹی ہو کر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی' کسانوں کو بھلی لگنے لگی تاکہ ان سے کفار کو جلائے۔ اللہ نے ان میں سے ایمان لانے والوں اور اچھے عمل کرنے والوں سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے"۔

اس کے علاوہ خود قرآن نے بھی اسلام کی یہی مثال بیان کی ہے۔ اللہ کا یہ ارشاد گزر چکا ہے۔

الم تر كيف ضرب الله مثلا كلمة طيبة كشجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها فى السماء توءتى اكلها كل حين باذن ربها ويضرب الله الامثال للناس لعلهم يتذكرون ○ (ابراہیم ۲۴'۲۵)

تم دیکھتے نہیں کہ کس طرح اللہ نے کلمہ طیبہ کی مثال اس پاکیزہ درخت سے بیان کی ہے جس کی جڑ ثابت ہے اور جس کی شاخ آسمان میں ہے' وہ اپنے پھل ہر وقت اپنے پروردگار کے حکم سے دیتا رہتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

غرض رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور دعوت کے لئے انجیل اور قرآن میں جو مثال بیان کی گئی ہے وہی مثال وید کے مذکورہ منتر میں بھی ہے۔

ایک نکتہ یہ بھی قابل غور ہے کہ جو پودے کو گڑھے سے نکالنے کی بات کہی گئی ہے اور محمد ﷺ کی دعوت مکہ سے اٹھی۔ مکہ ناف زمین کہلاتا ہے اور پیٹ کے اندر ناف کی حیثیت ایک گڑھے جیسی ہوتی ہے۔ لہٰذا دونوں میں کیسی خوب مطابقت ہے۔

نوٹ! اب تک کے آخری تین منتروں میں بتایا گیا ہے کہ نراشنس جس کے متعلق پیشنگوئی چل رہی ہے۔۔۔ حکمران بھی ہوگا اور وہ خود حکومت کرے گا اور یہ ایسی خصوصیت ہے جو محمد ﷺ کے سوا کسی اور نبی میں نہیں پائی گئی۔ اگر بنی اسرائیل کے بعض انبیاء حکمران ہوئے بھی تو ان پر یہ بشارت کسی صورت فٹ نہیں آتی۔

گیارہواں منتر

"اللہ نے احمد کو جگایا کہ اٹھ! اور یہاں وہاں لوگوں کے پاس جا اور میری بڑائی کر۔ یقیناً میں ہی غالب ہوں۔ میں تجھے ساری نعتیں دوں گا۔

اس منتر کی کئی باتیں قابل غور ہیں۔ مثلاً

☆ اس میں اللہ کے مخاطب کو "کاروم" کہا گیا ہے اور اس کے بعینہ وہی معنی ہیں جو "احمد" کے ہیں یعنی اللہ کی بکثرت حمد وثناء کرنے والا۔ لہٰذا "کاروم" اور "احمد" دونوں مترادف ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلا سنسکرت اور دوسرا عربی کا لفظ ہے۔

پس اس منتر کا تعلق محمد ﷺ سے ہے۔ اس منتر کے پیچھے ٹھیک وہی نقشہ ہے جو محمد ﷺ کو پیغمبری دیتے وقت پیش آیا۔ صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث میں ہے کہ آپ حراء سے اپنی خلوت کے ایام پورے کرکے گھر واپس آ رہے تھے۔ راستے میں پکارے گئے۔ آپ نے آگے دیکھا' پیچھے دیکھا' داہنے دیکھا' بائیں دیکھا کہیں کچھ نظر نہ آیا۔ پھر نگاہ اوپر اٹھائی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ فرشتہ (جبرائیل) آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہے۔ اسے دیکھ کر سخت رعب طاری ہوا۔ گھر آئے۔ بیوی سے کہا' پانی کے چھینٹے مارو۔ کمبل اوڑھا دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ لیٹ گئے اور اس کے بعد وحی آئی۔ یاایھا المدثر قم فانذر ○ وربک فکبر ○ الآیات اے کمبل پوش! اٹھ اور لوگوں کو ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی کر الخ

کر ہی ہو سکتا ہے)

۳۔ اور اپنے رب کی بڑائی کر' اپنے کپڑے پاک رکھ اور گندی چیز (یعنی بت وغیرہ) چھوڑ۔

۴۔ اور زیادہ چاہنے کے لئے احسان مت کر۔ (اس معنی میں یہ بھی ہے کہ "تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو خوش ہو جائے گا")

۵۔ اور اپنے رب کے لئے صبر کر۔

اس تقابل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وید اور قرآن مجید محمد ﷺ کی ابتدائے رسالت کی وحی کے بارے میں معانی اور مطالب کے اندر تو متفق ہیں ہی' بیشتر الفاظ میں بھی متفق ہیں۔ جبکہ یہ پس منظر اور اس انداز کی وحی کسی اور پیغمبر کے حصہ میں نہیں آئی۔

بارہواں منتر

دوسرے منتر میں کہا گیا ہے

"اس کی سواری اونٹ ہوگی اور اس کی بارہ بیویاں ہوں گی۔ اس کا درجہ اتنا بلند اور اس کی سواری اتنی تیز ہوگی کہ وہ آسمان کو چھوئے گی پھر اتر آئے گی"

یہ پیش گوئی سوائے نبی ﷺ کے اور کسی پر صادق نہیں ہوتی

منتر اور حدیث دونوں جگہ کسی سونے یا لیٹنے والے کو اٹھانے اور مخاطب کرنے کا انداز بالکل یکساں ہے۔ پھر منتر میں جو کچھ کہا گیا ہے اور اس موقع پر نازل ہونے والی آیات میں جو کچھ کہا گیا ہے' ان دونوں میں عجیب حد تک مطابقت اور یکسانیت ہے۔ ایک ہلکے سے تقابل سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔

وید کا منتر

۱۔ اللہ نے احمد کو جگایا۔

۲۔ اٹھ! اور یہاں وہاں لوگوں کے پاس جا۔

۳۔ اور میری بڑائی کر۔ (لہٰذا بت وغیرہ چھوڑ)

۴۔ میں تجھے ساری نعتیں دوں گا۔ (لہٰذا قوم سے جزاء مت چاہ)

۵۔ یقیناً میں ہی غالب ہوں۔ (لہٰذا صبر کے ساتھ اپنے کام پر جمے رہو۔)

قرآن کی آیت

۱۔ او کمبل اوڑھنے والے! (یہ سونے والے کو جگانے کی آواز ہے)

۲۔ اٹھ! اور ڈرا۔ (ڈرانے کا کام یہاں وہاں لوگوں کے پاس جا

"یہاں اے گایو! یہاں اے گھوڑو! یہاں ترقی کرو اور بڑھو کیونکہ فقیروں کا سہارا اور ہزاروں کی خیرات کرنے والا یہاں بیٹھا ہے"۔

یہ اسلامی حکومت کے دور میں ہمہ گیر ترقی کا بیان ہے اور واقعتاً خلافت راشدہ کے عہد میں ہمہ جہت ترقی کا ایسا ہی ریلا تھا کہ پہلے جتنی ترقی بمشکل صدیوں میں ہوا کرتی تھی۔ اس عہد میں اس سے کہیں بڑھ کر ترقی آٹھ دس سال کے اندر ہونے لگی۔ اس منتر کے دوسرے حصے میں نبی ﷺ کے مزید دو اوصاف کا ذکر ہے۔ (۱) فقیروں کا سہارا۔ (۲) ہزاروں کو خیرات کرنے والا۔ ابو طالب نے کیا خوب کہا ہے۔

وابيض يستسقى الغمام بوجهه
ثمال اليتامى عصمة للارامل

آپ خوبصورت ہیں۔ آپ کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ یتیموں کا سہارا اور بیواؤں کے محافظ ہیں۔

(مراد یہ کہ صحابہ آپ کی زندگی میں آپ سے بارش وغیرہ کے لئے دعا کراتے اور بعد میں اپنے میں سے زیادہ نیک زندہ شخصیت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کراتے لیکن آپ ﷺ کی قبر پر جاکر استغاثہ نہ کرتے)

نوٹ- ممکن ہے کہ اس منتر میں گائے سے نیک لوگ، گھوڑے سے بہادر لوگ اور انسانوں سے عام لوگ مراد ہوں اور مقصود یہ ہو کہ ہر اچھے قسم کے لوگ اپنے اپنے دائرہ میں خوب ترقی کریں گے- اور ان اوصاف و کملات کے جوہر کھلیں گے- اور یہ بات بھی محمد ﷺ کے عہد نبوت اور آپ کے خلفاء کے عہد خلافت میں ہوئی-

تیرھواں منتر

"نہیں اے غالب رب! یہ گائیں ہلاک نہ ہوں- اور ان کا چرواہا ہلاک نہ ہو- اور اے غالب رب! ان کا دشمن اور ڈاکو ان پر غلبہ نہ پائے-"

یہ نراشنس اور اس کی امت کے لئے دعا ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ اللہ ان کی حفاظت کرے گا- دشمن یعنی مشرک اور ڈاکو یعنی شیطان انہیں نابود نہ کر سکیں گے- اور واقعی آپ کا دین اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہے- جبکہ کوئی اور دین اپنی اصلی شکل میں محفوظ نہیں- اسی طرح آپ کی امت حق پر جمے ہوئے ایک طائفہ کے ساتھ موجود ہے- جبکہ اسے مٹانے کے لئے کوئی حکمت اور تدبیر چھوڑی نہیں گئی- فالحمد للہ

چودھواں منتر

"ہم تعریفی کلمات اور نہایت عمدہ کلام سے بڑے ادب کے ساتھ ایک بہادر کے گن گاتے ہیں- تو خوشی سے ہمارے گیت قبول فرما- تاکہ ہم کبھی ہلاکت یا خسارے میں نہ رہیں-"

یہ سارے منتروں کا حسن خاتمہ ہے- اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ کو ماننے اور آپ کے گن گانے ہی میں کامیابی اور نجات ہے- بصورت دیگر ناکامی اور گھاٹا ہے- یہی بات اللہ نے بھی اس آیت میں فرمائی ہے- ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الآخرة من الخاسرین○ جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا- اور وہ آخرت کے اندر گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہوگا-

اب تک پچھلے صفحات میں وید سے جتنے منتر ذکر کئے جا چکے ہیں، یہ کل چودہ منتر ہیں جو اتھروید کے بیسویں کانڈ کے ایک سو ستائیسویں سوکت میں آئے ہیں- اس سوکت کو کنتاپ سوکت کہا جاتا ہے- ہندو اس کا بہت اہتمام کرتے ہیں- دھارمک اجتماعات اور تقریبات کے موقعوں پر سترہ سادھو باہم ملکر اسے دیر تک پڑھتے اور دہراتے رہتے ہیں- گویا انہیں حکم ہے کہ ان منتروں کو خوب اچھی طرح یاد رکھیں اور ان سے غافل نہ ہوں-

کنتاپ، پیٹ کے اندر موجود اندرونی غدود اور گلٹیوں کو کہتے ہیں- لہٰذا منتروں کے اس مجموعے کو اس نام سے موسوم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ یہ پیٹ کے غدود کی طرح پوشیدہ اور اہم رازوں پر مشتمل ہے- یا یہ کہ ان میں ذکر کی ہوئی باتیں ایسے مقام پر ظاہر ہوں گی جسے باقی زمین سے وہی نسبت ہوگی جو پیٹ کو باقی جسم سے ہے- اور معلوم ہے کہ مکہ ناف زمین ہے- لہٰذا مقصود یہ ہوا کہ ان منتروں کے اسرار وہیں سے ظاہر ہوں گے- اب دیکھئے کہ مکہ سے کون سا راز ظاہر ہوا؟ یہی کہ ان منتروں میں "نراشنس" (محمد) "ربھ" اور کاروم (احمد) کے نام سے جو شخص اپنی صفات و خصوصیات اور علامات کے ساتھ مذکور ہے، وہی اللہ کی طرف سے نبوت و پیغمبری لے کر مکہ سے ظاہر ہوا- صلی اللہ علیہ وسلم

کنتاپ کے ایک اور معنی بھی کئے جاتے ہیں "گناہوں سے پاک اور دکھوں کو دور کرنے والا"- یہ دونوں خصوصیات بھی محمد ﷺ میں تھیں- اللہ کا ارشاد ہے یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة (الجمعہ- ۲)

آپ لوگوں پر اللہ کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور انہیں گناہوں سے پاک وصاف کرتے ہیں اور انہیں کتاب حکمت سکھاتے ہیں-" اور ارشاد ہے ویضع عنهم اصرهم والاغلال التی کانت علیهم (الاعراف- ۱۵۷)

"آپ ان سے ان کا بوجھ اتارتے ہیں اور وہ پھندے چھڑاتے ہیں جو انہیں لگے ہوئے تھے-" یعنی رسوم و رواج کے بندھنوں کو چھڑا کر زندگی کا دکھ دور کرتے اور راحت پہنچاتے ہیں-

دیگر ویدوں کے کچھ منتر

یہاں تک سوکت اپنے معانی و مطالب کے ساتھ مکمل ہوجاتا ہے- اب ہم مختلف ویدوں میں نراشنس کے متعلق جو اکادکا متفرق اشلوک یا منتر ہیں، انہیں پیش کرتے ہیں- سب سے پہلی اور قدیم وید رگ وید کا منڈل ایک، سوکت ۱۳، منتر ۳ اس طرح ہے-

(ترجمہ) اے محبوب نراشنس! میٹھی زبان اور قربانیوں والے، میں تیری قربانیوں کا وسیلہ پکڑتا ہوں"-

یہ منتر ہندوؤں کے نزدیک اہم منتروں میں سے ہے- اسے وہ پوجا کے دوران پڑھتے ہیں- ان میں نراشنس کی دو خصوصیات بیان کی گئی ہیں- ایک "پریہ" یعنی ہر دلعزیز محبوب، جس سے عام و خاص سب محبت کرتے ہوں- دوسرے "مدھو جہوا" یعنی میٹھی گفتگو کرنے والا شیریں کلام-

محمد ﷺ میں یہ دونوں خصوصیات بدرجہ کامل موجود تھیں- چنانچہ کسی قوم میں کوئی انسان اتنا محبوب نہ ہوا جتنے محمد ﷺ صحابہ کرامؓ اور مسلمانوں میں ہوئے- صلح حدیبیہ میں مشرکین کا نمائندہ عروہ بن مسعود مشرکین کو مخاطب کرکے بتلاتا ہے-

"واللہ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے پاس جا چکا ہوں- واللہ میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد ﷺ کے ساتھی محمد ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں- واللہ وہ کھنکار بھی تھوکتے تھے تو کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ پر پڑتا تھا اور وہ اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا تھا- اور جب وہ کوئی حکم دیتے تھے تو اس کی بجا آوری کے لئے سب دوڑ پڑتے تھے، اور جب وہ وضو کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا ان کے وضو کے پانی کے لئے لوگ لڑ پڑیں گے اور جب کوئی بات بولتے تھے تو سب اپنی آوازیں پست کرلیتے تھے اور فرط تعظیم کے سبب انہیں بھرپور نظر سے نہ دیکھتے تھے-

(صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۷۳۱، ۲۷۳۲ (فتح الباری ۵/۳۸۹)

بلکہ محمد ﷺ کے صحابہ آپ سے اس حد تک محبت کرتے تھے کہ انہیں یہ تو گوارا تھا کہ ان کی گردنیں کٹ جائیں مگر یہ گوارا نہ تھا کہ آپ ﷺ کے ناخن میں بھی خراش آجائے- جنگ احد میں ایک عورت کے شوہر، بھائی اور باپ تینوں شہید ہوگئے- انہیں خبر دی گئی تو بولیں، رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ بتایا گیا بخیر ہیں- بولیں ذرا دکھاؤ! دکھایا گیا تو بے ساختہ پکار اٹھیں کل مصیبة بعدک جلل "آپ کے بعد ہر مصیبت ہیچ ہے-" (سیرۃ ابن ہشام ۲/۹۹) غرض محبت و فدائیت کے ایسے واقعات بے شمار ہیں- آج بھی اس کا ہلکا عکس دیکھنا ہو تو دیکھو کہ آپ کی سیرت وسنت پر جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں دنیا کے کسی موضوع پر نہیں لکھی گئیں اور آج بھی گیا سے گیا گزرا مسلمان سب کچھ برداشت کرتا ہے مگر نبی ﷺ کے بارے میں اہانت و گستاخی کا ایک کلمہ بھی برداشت نہیں کر سکتا-

دوسری خصوصیت یعنی شیریں گفتاری میں بھی محمد ﷺ یگانہ تھے- ام معبد کہتی ہیں کہ آپ کی گفتگو میٹھی دو ٹوک تھی- نہ کم نہ زیادہ- بول ایسے کہ گویا موتی جھڑ رہے ہیں- (مستدرک حاکم ۳/۹) آپ کو جامع کلمات اور دو ٹوک خطاب دیا گیا تھا- آپ کی بات سننے والا ہمہ تن گوش ہوجاتا اور لوگ اس طرح بغور سنتے گویا سروں پر چڑیا ہے- یہ تو آپ کی اپنی ذاتی گفتگو کا حال تھا- قرآن کی شیریں کلامی آج بھی عرب و عجم کو سرمست رکھتی ہے-

رگ وید ہی میں منڈل ایک، سوکت ۱۰۶ کا منتر نمبر ۴ یہ ہے-

'नराशंसं वाजिनं वाजयन्निह क्षयद्वीरं पूषणं सुम्नैरीमहे ।
रथं न दुर्गाद् वसवः सुदानवो विश्वस्मान्नो अंहसो निष्पिपर्तन ॥'
—ऋग्वेद १।१०६।४

(ترجمہ) "ہم عظیم نراشنس کی جو بہت بڑا رہنما ہے، تعریف وثنا کرتے ہیں- اے کرم والے! تو ظاہر ہو تاکہ ہمیں گناہوں سے پاک کرے- اور کٹھن راستے سے ہمارا رتھ پار کرے"-

اس منتر میں نراشنس سے خاص گزارش یہ کی جارہی ہے کہ وہ آکر گنہگاروں کو گناہوں سے پاک کرے- محمد ﷺ کی اس خصوصیت کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے- یہاں اتنا مزید اضافہ کرلیں کہ آپ نے لوگوں کو گناہوں سے پاکی کی وہ رغبت دلائی کہ اگر کسی سے کوئی گناہ ہوگیا تو اس نے از خود آکر گزارش کی کہ اسے پاک کردیں- حالانکہ اسے معلوم تھا کہ اس پاکی کے لئے اسے جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا- آپ نے اسے ٹالنا بھی چاہا کہ وہ اللہ کے حضور توبہ کرلے اور پاک ہوجانے کی امید رکھے تو اچھا ہے مگر وہ مطمئن نہ ہوا اور بالآخر پاکی کے لئے جان دیدی- "کٹھن راستے سے رتھ پار کرلے جانے" کا مطلب زندگی کی مشکلات سے نجات دلانا ہے اور یہ کام بھی محمد ﷺ نے خوب

کیا ہے۔ رسم و رواج کے جتنے بندھن تھے' اور جن میں جکڑ کر انسانیت سسک رہی تھی' آپ نے ان سب کو توڑ پھینکا اور ایک آسان' آزاد اور شریفانہ انسانی دور شروع کیا۔

رگ وید منڈل ۲' سوکت ۳ کا منتر ۲ میں

اس نراشنس کو "سورچی" کہا گیا ہے۔ سورچی دو لفظوں کا مجموعہ ہے۔ ایک "سو" جس کا معنی حسن و جمال ہے۔ دوسرا "ارچی" اس کا معنی ہے ایسا خوبصورت جس کے چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹتی ہوں۔ محمد ﷺ کی خوبصورتی کا یہی حال تھا۔ آپ سب سے خوبصورت انسان تھے۔ آپ کے چہرے پر روشنی جگمگاتی تھی اور جب آپ گفتگو فرماتے تو سامنے کے دانتوں کے درمیان سے نور سا نکلتا ہوا دکھائی دیتا۔

باقی رہی یہ بات کہ "وہ اپنے نور سے گھر کو بھر دے گا" تو یہ بات بھی محمد ﷺ ہی پر صادق آتی ہے۔ آپ جس گھر میں تشریف لے جاتے' نور سا برستا محسوس ہوتا۔ اس کے علاوہ اللہ نے آپ کو قرآن دیا تھا جو نور مبین ہے۔ اس میں حق و عدل کی بھرپور روشنی ہے۔ اس کتاب کی روشنی بھی گھر گھر پہنچی اور اس نے مسلم و کافر ہر گھر کو روشن کیا۔ اور ظلم کی وہ اندھیری رات ختم کر دی جس میں ساری دنیا غلطاں و پیچاں تھی۔ گھروں کو نور سے بھرنے کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گھر گھر اس کی تعریف ہو گی اور اس کی خوبیوں کے گن گائے جائیں گے۔ اور یہ بات بھی جیسی کچھ محمد ﷺ کے لئے ہوئی کسی اور کے لئے نہ ہو سکی۔

رگ وید منڈل ۵ سوکت ۵' کا منتر ۲

اس منتر میں نراشنس کو "کوی" کہا گیا ہے۔ کوی دو لفظوں کا مجموعہ ہے۔ ایک "ک" جو اللہ سبحانہ و تعالی کے لئے بولا جاتا ہے۔ دوسرا "وی" جو خصوصی رابطہ و تعلق کو بتاتا ہے۔ لہذا "کوی" کے اشتقاقی معنی ہوں گے "وہ شخص جس کا اللہ تعالی سے خاص ربط و تعلق ہو۔ یعنی وہ اللہ کا خصوصی اور مقرب بندہ ہو لیکن لغت اور ویدک استعمال میں یہ حسب ذیل قسم کے لوگوں پر بولا جاتا ہے۔

(۱) جس کو اللہ تعالی کی بھرپور معرفت حاصل ہو۔

(۲) جسے اللہ تعالی نے غیب کی باتیں بتائی ہوں۔ اور اس نے وہ باتیں لوگوں کو بتائی ہوں۔

(۳) جسے اللہ نے ایسا علم دیا ہو کہ وہ سب پر یہاں تک کہ فرشتوں پر بھی فوقیت لے گیا ہو۔ گویا وہ روحانی دنیا کا بادشاہ ہو۔

نراشنس کو "کوی" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں یہ ساری صفات ہوں گی اور حق یہ ہے کہ یہ صفات محمد ﷺ میں جیسی کچھ تھیں کسی اور میں نہ تھیں۔

آپ سب سے بڑھ کر اللہ کی معرفت رکھتے تھے اور اس کا تقوی اور خوف بھی سب سے زیادہ آپ ہی کے اندر تھا۔۔ آپ کو اللہ تعالی نے غیب کی بھی بہت سی باتیں بتائی تھیں۔ اور وہ باتیں آپ نے لوگوں کو بتائیں۔ چنانچہ مستقبل میں پیش آنے والے واقعات' دنیا کے فتنے' قیامت کی نشانیاں' قیامت کے مناظر' جنت و جہنم کے حالات وغیرہ وغیرہ سب غیب کی باتیں ہیں جو اللہ نے آپ کو بتائیں اور آپ نے لوگوں کو بتائیں۔ اور جو آج تک قرآن اور کتب حدیث میں محفوظ چلی آ رہی ہیں۔

آپ کا علم بھی اتنا وسیع تھا کہ کسی مخلوق کا علم اس کے ہم پلہ نہیں ہو سکتا' میں اس کی طرف ایک اجمالی اشارہ کئے دیتا ہوں۔

☆ اللہ تعالی کی ذات' صفات' افعال اور تصرفات کا علم اور وہ بھی نہایت باریک تفصیلات کے ساتھ۔ اس بارے میں آپ سے اتنا کچھ منقول ہے کہ دوسرے انبیاء سے اس کا عشر عشیر بھی منقول نہیں۔

☆ اللہ تعالی کے حقوق' اس کی عبادات' اس کے تقرب اور اس کی رضا کے حصول سے متعلق علم۔ یہ علم بھی نہایت وسیع ہے اور تمام گوشوں کو شامل ہے۔

☆ نفوس کے تزکئے اور تہذیب و اخلاص کا' اور شیطان کے بہکاوے اور مکرو فریب سے حفاظت کا علم

☆ اخلاق و آداب کا علم۔

☆ کھانے پینے' لین دین' گفتار و کردار' معاملات و ضروریات اور پالنے پوسنے وغیرہ کے سلسلے میں حلال و حرام کا علم۔

☆ خاندان اور معاشرے میں انسانی زندگی کی تنظیم سے تعلق رکھنے والا علم۔

☆ قواعد معاش یعنی کمائی' تجارت' اقتصاد' حرفت و صنعت' کرایہ داری اور خدمت وغیرہ سے تعلق رکھنے والے علوم۔

☆ ملکی سیاست' قومی معاملات اور بین الاقوامی تعلقات و مسائل سے تعلق رکھنے والے علوم۔

☆ جنگ و صلح سے تعلق رکھنے والے علوم جس کا آغاز اسباب و مقدمات اور وجوہ جواز کی تعیین سے ہوتا ہے اور جنگ و صلح' قید و فدیہ' احسان یا غلامی اور قتل یا آزادی تک جاتا ہے۔

☆ عدل و انصاف اور حقوق انسانی کے لئے ان کی فراوانی سے تعلق رکھنے والے علوم۔

☆ اس کائنات کی پیدائش اور تدبیر سے تعلق رکھنے والے علوم' جن میں انسان کے نفع نقصان' اور ہدایت و گمراہی کے پہلوؤں پر اس کائنات کی دلالت کا حصہ بھی شامل ہے۔

☆ فرشتے' جن اور شیاطین سے متعلق علوم کہ ان کی پیدائش کیونکر ہوئی۔ ان کے اعمال و تصرفات اور مقاصد و مہمات کیا ہیں؟ ان کی قدرت' ان کا مرتبہ اور ان کے علوم کیا ہیں؟ کون سے اعمال خیر فرشتوں کے حوالے کئے گئے ہیں اور جن و شیاطین کو گمراہ کرنے اور شرک و کفر' فسق و فجور اور شرو فساد پر ابھارنے کے کیسے کیسے ہتھکنڈے دیئے گئے ہیں۔ پھر ان سے کیونکر بچا جا سکتا ہے اور جو ان کے چنگل میں پھنس گیا ہو اسے کیسے نکالا جا سکتا ہو۔

☆ پچھلے دور میں اللہ نے کسی قوم پر جو احسان یا عتاب کیا ہے اس کی تفصیل اور اس سے نصیحت و عبرت کا پہلو۔

☆ آئندہ جو اہم واقعات اور عجیب و غریب تغیرات پیش آئیں گے' ان کا بیان اور یہ رہنمائی بھی کہ ان حالات و ظروف میں کون سا موقف نجاح و فلاح کا ضامن ہو گا۔

☆ وہ علوم اور ٹیکنالوجی جو انسانی معاشرے کو ترقی و خوشحالی کی طرف لے جائیں' ان کے بنیاد و قواعد کی تاسیس۔

☆ موت' مابعد موت' قیامت و بعد قیامت سے تعلق رکھنے والے علوم۔ وغیرہ وغیرہ۔ پھر یہ سارے علوم اپنی کثرت اور تنوع کے باوجود اس طرح متناسب ہیں کہ کسی علم کا کوئی نقطہ کسی دوسرے علم کے کسی نقطے سے نہ اپنی اصل اور اساس میں ٹکراتا ہے' نہ منطوق و مفہوم میں۔ نہ مقصود و ہدف میں' اور نہ نتیجہ و غایت میں۔ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا

"حالانکہ اگر یہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو اس میں لوگوں کو بہت سے اختلافات ملتے۔"

پھر یہ سارے علوم حتمی اور قطعی ہیں۔ چودہ سو برس کے تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ ان میں غلطی یا بھول چوک کا کوئی امکان نہیں۔

نراشنس سے متعلق وید کے بیانات ختم ہوئے۔ یہاں ایک بار پھر ان کا خلاصہ دے دیا جاتا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ یہ بیانات کس طرح محمد ﷺ پر فٹ آتے ہیں۔

۱۔ آنے والے کا نام "نراشنس" ہو گا اور اس کا معنی ہے۔ "محمد"

۲۔ اس کو مخاطب کیا گیا ہے لفظ "ریبھ" سے اور اس کا معنی ہے "احمد"۔

۳۔ نیز مخاطب کیا گیا ہے لفظ "کاروم" سے اور اس کا معنی بھی ہے "احمد"۔

۴۔ وہ میٹھی زبان والا شیریں کلام ہو گا۔ اس کی بات صاف اور دو ٹوک ہو گی۔ اس میں کوئی التباس اور اینچ پینچ نہ ہو گی۔

۵۔ سب سے خوبصورت ہو گا۔

۶۔ بڑا رہنما' پاکیزہ رسول' افضل البشر اور دنیا کا سردار ہو گا۔ اس کی رسالت سارے انسانوں کی طرف ہو گی اور وہ سب قوموں میں معروف ہو گا۔

۷۔ لوگوں کو گناہوں سے پاک و صاف کرے گا۔

۸۔ اللہ اسے غیب کی باتیں بتائے گا اور وہ لوگوں کو اس کی خبر دے گا۔

۹۔ اس کی خوب تعریف و ثنا کی جائے گی۔

۱۰۔ وہ مہاجر ہو گا۔

۱۱۔ امن کا علمبردار ہو گا۔

۱۲۔ اللہ اسے ساٹھ ہزار نوے دشمنوں کے درمیان محفوظ رکھے گا۔

۱۳۔ اس کی سواری اونٹ ہو گی۔ (اونٹ کی سواری کا زمانہ گزر چکا)

۱۴۔ اس کی بارہ بیویاں ہوں گی۔ (محمد ﷺ کی بیویوں کی تعداد یہی تھی۔)

۱۵۔ اس کی سواری اس قدر تیز رفتار ہو گی کہ آسمان کو چھو کر

زمین پر اتر آئے گی۔ (معراج کی رات ایسا ہی ہوا)
۱۶۔ اللہ اسے خالص سونے کی سو اشرفیاں دے گا۔ (مہاجرین حبشہ کی تعداد سو تھی۔)
۱۷۔ دس ہار دے گا۔ (دس صحابہؓ تھے جنہیں جنت کی بشارت دی گئی۔)
۱۸۔ تین سو عمدہ گھوڑے دے گا۔ (زندہ بچنے والے شرکائے بدر کی تعداد یہی تھی۔)
۱۹۔ اور دس ہزار گائیں دے گا۔ (فتح مکہ میں حاضر ہونے والے صحابہؓ کی تعداد یہی تھی۔)
۲۰۔ وہ ظالموں، ظالموں اور فاجروں کے خلاف جنگ کرے گا۔
۲۱۔ اس کے ساتھی اللہ کی بہت حمد کرنے والے اور نمازی ہوں گے۔ جنگ کے دوران بھی حمد اور نماز کی پابندی کریں گے۔
۲۲۔ اور نہایت بہادری سے لڑیں گے۔
۲۳۔ ان کی عورتیں اور بچے جنگ کے دوران اپنے گھروں میں بالکل مامون و مطمئن ہوں گے۔
۲۴۔ اسے حکمت بھرا کلام دیا جائے گا جو پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہوگا اور ان کی تبولیت کے ایسے نشانے پر بیٹھے گا جیسے تیر اپنے نشانے پر بیٹھتا ہے۔ اس کلام پر عمل پیرا ہونا حکمرانی اور مال و دولت کی فراوانی کا ذریعہ ہوگا۔ اور اس کی تلاوت ایسی ہوگی جیسے پکے ہوئے پھلدار درخت پر پرندے کی چہچہاہٹ۔
(اور یہ ساری خصوصیات قرآن مجید کی ہیں۔)
۲۵۔ بیت اللہ کی تعمیر کے دوران اس کی بڑی حکمت ظاہر ہوگی۔ جس سے امن قائم ہوگا اور لوگوں کو بڑی خوشی ہوگی۔
(حجر اسود کے تنازع کا فیصلہ)
۲۶۔ وہ بیت اللہ کو بتوں سے پاک کرتے ہوئے جس وقت حکومت اپنے ہاتھ میں لے گا ایسا امن قائم کرے گا کہ سارے لوگ خوش ہوجائیں گے۔ (فتح مکہ کے موقع پر عام معافی)
۲۷۔ اس کی قائم کردہ حکومت کے دوران زندگی بڑے امن و آسائش سے گزرے گی۔
۲۸۔ اور انسان اس حکومت کے دوران خیر اور تقویٰ میں ترقی کرے گا۔
۲۹۔ اس کی دعوت اس پودے کی طرف ہوگی جو بیج سے شروع ہوتا ہے اور بڑھتے بڑھتے تناور فلک بوس درخت ہوجاتا ہے۔
۳۰۔ وید کے بیان اور یا ایہا المدثر کے نزول کے واقعہ میں عجیب و غریب مطابقت ہے۔
۳۱۔ وہ یتیموں کا سہارا اور بیواؤں کا محافظ ہوگا۔ ہزاروں کے صدقے کرے گا۔ اس کے عہد میں انسان و حیوان سبھی آسائش پائیں گے۔
۳۲۔ آخر میں اس کے لئے اور اس کی امت کے لئے دشمنوں اور ڈاکوؤں سے حفاظت کی دعا ہے اور انتہائی محبت و ادب کے ساتھ اس مدح کی سوغات پیش کی گئی ہے۔
اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ ساری خصوصیات اور تمام حالات محمد ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ انسانی تاریخ میں ان باتوں کا وجود کسی اور شخص کے اندر نہیں پایا گیا۔ لہٰذا ان پیشنگوئیوں اور بشارتوں سے آپ ہی مقصود ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اتھرو وید کے چودہ منتروں کے اصل متن کا عکس

इदं जना उप श्रुत नराशंस स्तविष्यते ।
षष्टिं सहस्रा नवतिं च कौरम आ रुशमेषु दद्महे ॥ १ ॥
उष्ट्रा यस्य प्रवाहिणो वधूमन्तो द्विर्दश ।
वर्ष्मा रथस्य नि जिहीडते दिव ईषमाणा उपस्पृशः ॥ २ ॥
एष इषाय मामहे शतं निष्कान् दश स्रजः ।
त्रीणि शतान्यर्वतां सहस्रा दश गोनाम् ॥ ३ ॥
वच्यस्व रेभ वच्यस्व वृक्षे न पक्वे शकुनः ।
नष्टे जिह्वा चर्चरीति क्षुरो न भुरिजोरिव ॥ ४ ॥
प्र रेभासो मनीषा वृषा गाव इवेरते ।
अमोत पुत्रका एषाममोत गा इवासते ॥ ५ ॥
प्र रेभ धियं भरस्व गोविदं वसुविदम् ।
देवत्रेमां वाचं कृणीतु न वीरो अस्ता ॥ ६ ॥
राज्ञो विश्वजनीनस्य यो देवोमर्त्यां अति ।
वैश्वानरस्य सुष्टुतिमा सुनोता परिक्षितः ॥ ७ ॥
परिच्छिन्नः क्षेममकरोत्तम आसनमाचरन् ।
कुलायं कृण्वन् कौरव्यः पतिर्वदति जायया ॥ ८ ॥
कतरत त आ हराणि दधि मन्थां परिस्रुतम् ।
जाया पतिं वि पृच्छति राष्ट्रे राज्ञः परिक्षितः ॥ ९ ॥
अभीव स्वः प्रजिहीते यवः पक्वः पथो बिलम् ।
जनः स भद्रमेधते राष्ट्रे राज्ञः परिक्षितः ॥ १० ॥
इन्द्रः कारुमबूबुधदुत्तिष्ठ वि चरा जनम् ।
ममेदुग्रस्य चर्कृधि सर्व इत् ते पृणादरिः ॥ ११ ॥
इह गावः प्रजायध्वमिहाश्वा इह पूरुषाः ।
इहो सहस्रदक्षिणोपि पूषा नि षीदति ॥ १२ ॥
नेमा इन्द्र गावो रिषन् मो आसां गोपती रिषत् ।
मासाममित्रयुर्जन इन्द्र मा स्तेन ईशत ॥ १३ ॥
उप नो न रमसि सूक्तेन वचसा वयं भद्रेण वचसा वयम् ।
वनाद् अधिध्वनो गिरो न रिष्येम कदा चन ॥ १४ ॥

بقیہ — حدیث پڑھیں

جب تم میں سے کسی شخص کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ ایک جوتا پہن کر نہ چلے یہاں تک کہ اپنا تسمہ درست کرے۔ اور ایک موزہ پہن کر نہ چلے۔ (مسلم۔ اللباس۔ باب:۲۰)
اس سے معلوم ہوا کہ ایک پاؤں میں موزہ یا جراب پہن کر چلنا پھرنا بھی جائز نہیں۔ بعض لوگ اس کے ساتھ یہ بڑھاتے ہیں کہ قمیص کی ایک آستین اتار کر نہ چلے وغیرہ۔ مگر یہ اضافے اپنی طرف سے ہیں۔ ان سے کوئی چیز دین نہیں بن سکتی۔

بقیہ — درس القرآن

اختیار کرنے کا حکم دیا کہ اللہ سے ڈرو۔ اس کے احکام بجالاؤ اور اس کی نواہی سے اجتناب کرو جس میں غیبت سے بچنا بھی شامل ہے۔ آیت کے اختتام میں اہل ایمان کو خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے ہیں۔ اس لئے غیبت اور دوسرے گناہوں سے فی الفور توبہ کرو۔ اللہ اپنے بندوں کے ساتھ نہایت ہی رحم کرنے والے ہیں۔ اسی وجہ سے اپنے بندوں کی غیبت سے منع فرمایا۔ اگر کوئی غیبت کا مرتکب ہو جائے تو اس کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا۔

فوائد :

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں مومن کا مقام بہت بلند ہے۔ کہ کسی کو اس کی غیر موجودگی میں اس کی کمزوری کے ذکر کی بھی اجازت نہیں چہ جائیکہ ایسی بات کا ذکر جو اس میں موجود ہی نہیں۔
۲۔ ہر قسم کی بدگمانی سے اجتناب ضروری ہے۔
۳۔ مسلمانوں کی جاسوسی اور ان کے عیوب کی تلاش حرام ہے۔
۴۔ غیبت، چغلی گلہ وغیرہ حرام ہے۔
۵۔ توبہ و رحمت کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ یعنی رحمت کا بھی وہی مستحق ہے جو توبہ کرے۔

جنت میں گھر بنائیں

میانوالی شہر میں پہلی مسجد اہلحدیث کی بنیاد رکھی جا چکی ہے۔ شعبہ ناظرہ و حفظ بھی قائم ہو چکا ہے۔ جماعت افرادی و مالی لحاظ سے کمزور ہے جو اپنے وسائل سے تعمیر و مدرسہ کے اخراجات نہیں چلا سکتی۔ تمام احباب سے تعمیر مسجد و مدرسہ کے لئے تعاون کی بھرپور اپیل ہے۔
ترسیل زر کا پتہ= شاہجہاں ملک ہیڈ کلرک (R) ڈسٹرکٹ آرمڈ سروسز بورڈ میانوالی
اکاؤنٹ مسجد = PLS- 3617 حبیب بنک لیمٹڈ۔
اکاؤنٹ مدرسہ PLS-6907 مین بازار برانچ میانوالی۔

قبول اسلام

کالا باغ شہر میں ایک عیسائی لڑکے طارق مسیح ولد برکت مسیح نے اسلام قبول کرلیا ہے اور اس کا نیا نام غلام رسول رکھا گیا ہے۔ منجانب= عطاالرحمن فاروقی کالا باغ

○ تحصیل سرائے عالمگیر میں بھائی ناصر نے عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کرلیا اور ضلعی دفتر میں ماہانہ درس پر جناب شبیر احمد وٹو نے ان کو کلمہ پڑھایا اور اسلامی نام عبدالرحمن رکھا گیا۔
منجانب= مسئول سرائے عالمگیر ابو قاص نوید

درس القرآن

قسط نمبر 4

سورۃ الحجرات کی تشریح و تفسیر

حافظ عبدالغفار اعوان حفظہ اللہ

تمسخر اڑانا

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَایَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسٰی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَاتَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ ☆﴾ (11/49)

اے ایمان والو! کوئی جماعت کسی دوسری جماعت سے مسخراپن نہ کرے۔ ممکن ہے کہ یہ اس سے بہتر ہو۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ کسی کو برے لقب دو۔ ایمان کے بعد گنہگاری برا نام ہے اور جو توبہ نہ کریں، وہی ظالم لوگ ہیں۔

سبب نزول = سیدنا ابوجبیر بن الضحاک کہتے ہیں: ہم میں سے کچھ آدمیوں کے دو دو اور تین تین نام تھے۔ بعض ناموں کے ساتھ پکارنے سے وہ ناراض ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "وَلَاتَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ" (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

مفردات:

لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ = کوئی قوم کسی قوم سے استہزاء نہ کرے۔ یعنی ایسا مزاح جس میں اپنی برتری اور دوسرے کی حقارت کا پہلو ہو۔

وَلَاتَلْمِزُوْا = ایک دوسرے کو الزام نہ دو یعنی عیب نہ لگاؤ۔

وَلَاتَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ = ایک دوسرے کو برے القاب سے مت پکارو۔

تفسیر:

اخوت ایمانیہ اور مومنوں کے ایک دوسرے پر جو حقوق ہیں، ان کا تقاضا ہے کہ مردوں اور عورتوں میں سے کوئی بھی فرد یا جماعت دوسرے کسی بھی فرد یا جماعت سے قول و فعل کے ذریعہ استہزاء و مسخرہ پن اختیار نہ کرے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے جس سے مسخرہ پن کیا جا رہا ہے، وہ بہتر ہو، ان سے جو استہزاء کر رہے ہیں، اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ جسمانی و مالی کمزوری یا کسی اور وجہ سے کسی کا استہزاء و تمسخر اڑانے والا اپنے آپ کو برتر اور دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے اور آدمی کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ۔

(بخاری حدیث: 1775 بروایت ابو ھریرۃ)

کہ آدمی کے لئے یہی شر کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر جانے (العیاذ باللہ) اور دوسرے کو حقیر جاننا تکبر کی علامت ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ۔ (ابوداؤد حدیث: 4092) یعنی تکبر حق کا انکار اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔ کیونکہ مرتبہ و منزلت تو وہ معتبر ہے جو اللہ کے ہاں متعین ہے۔ وہ نہیں جو لوگ جان و مال، خاندان، وطن، زبان یا کسی اور دنیوی سبب کی وجہ سے کسی کا مرتبہ کم یا زیادہ مقرر کریں۔ عموماً قرآنی احکام میں مردوں کا ذکر ہوتا ہے اور وہی مخاطب ہوتے ہیں۔ عورتیں ان کے تابع ہوتی ہیں یعنی وہی احکام ان کے لئے بھی ہوتے ہیں۔ لیکن بعض احکام کی اہمیت کے پیش نظر اور عورتوں کے ان میں زیادہ ملوث ہونے یا ان کے لئے اس فعل کے زیادہ شنیع ہونے کی وجہ سے ان احکام میں ان کو بھی برابر کا مخاطب کیا گیا ہے۔ جیسے سرقہ، زنا، غض بصر وغیرہ۔ چونکہ کسی سے استہزاء و مسخرہ پن اختیار کرنے والی اخلاقی بیماری مردوں کی نسبت عورتوں میں زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے انہیں بطور خاص تنبیہ کر دی گئی ہے جیسے مومنوں کے ساتھ **سخریہ** اختیار کرنا حرام ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے پر قول و فعل سے طعنہ زنی کرنا، عیب لگانا بھی حرام ہے اور یہ دخول نار کا سبب ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃٍ﴾ یعنی بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا غیبت کرنے والا ہو۔

یہ کہنا کہ تمہارا خاندان ایسا ویسا ہے، تو فلاں کا بیٹا ہے، تیری ماں اچھی نہیں، جاہلیت ہے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں چار جاہلیت والی باتیں رہیں گی۔ حسب پر فخر کرنا، نسب پر طعن کرنا، ستاروں کے ذریعے بارش طلب کرنا، میت کے سوگ میں نوحہ خوانی کرنا۔ (مسلم بروایہ ابی مالک الاشعری حدیث نمبر 63)

مسلمان بھائی کو اپنے بھائی کے لئے نفس (جان) کہا گیا۔

کیونکہ تمام مسلمان آپس میں ایک جسم اور ایک جان کی مانند ہیں۔ اگر ایک آدمی دوسرے کو عیب لگائے گا یا طعنہ زنی کرے گا تو گویا اس نے اپنے آپ کو عیب لگایا اور اپنے اوپر طعنہ زنی کی۔

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ

تحریہ وطعنہ زنی کی طرح برے القاب سے پکارنا بھی حرام ہے۔ لہذا کوئی کسی کو ایسے لقب سے نہ پکارے جس کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ چاہے اس کا تعلق اس کی جسمانی کمزوری سے ہو جیسے کانا' لنگڑا وغیرہ یا اخلاقی کمزوری سے جیسے اے فاسق! اے چور! یا جو مسلمان ہو جائے اس کو اے یہودی! اے نصرانی! کہہ کر پکارنا یا مسلمان بھائی کو کتا' خنزیر' گدھا وغیرہ کہنا یا اچھے بھلے نام ولقب کو بگاڑنا' یہ سب صورتیں اور تحریہ واستہزاء' طعنہ زنی' عیب لگانا سب ممنوع وحرام ہیں کیونکہ ان اخلاقی بیماریوں اور رذائل سے مسلمانوں میں باہمی طور پر عداوت ودشمنی پیدا ہونے کا امکان ہے جو جنگ وقتال پر منتج ہو سکتی ہیں۔ لہذا ان سے اجتناب نہایت ضروری ہے تاکہ اسلامی معاشرہ انتشار وافتراق کا شکار ہونے سے بچ جائے اور اسے استحکام وقرار نصیب ہو۔ بعد ازیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بہت بری بات ہے کہ ایک آدمی توبہ کرے اور ایمان لائے اور آپ اس کو سابقہ کردار کی وجہ سے فاسق وفاجر کہیں۔ اگر آپ نے اس کا فاسق نام رکھا تو یہ برا نام ہے اور مسلمان کو برا لقب دینے کی وجہ سے تمہارا نام جو فاسق پڑ گیا' ایمان کے بعد یہ بھی برا نام ہے اور جو توبہ نہیں کرے گا' مومنوں سے تحریہ کرے' ان کو حقیر جانے اور عیب لگائے' برے القاب سے یاد کرے تو یہی لوگ ظالم ہیں۔

فوائد:

۱۔ مسلمانوں سے تحریہ واستہزاء کرنا یا عیب لگانا اور برے القاب سے یاد کرنا حرام ہے۔

۲۔ بشری تقاضے کی بناء پر اگر کوئی ان اخلاقی رذائل میں ملوث ہو گیا تو توبہ ضروری ہے۔

۳۔ کسی بھی گناہ سے توبہ کی تین شرائط ہیں۔

(i)۔ ترک گناہ۔ (ii)۔ گناہ پر ندامت۔ (iii)۔ آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم۔

۴۔ مذکورہ گناہوں سے توبہ نہ کرنے والے ظالم ہیں۔

۵۔ اسلام میں مزاح جائز ہے بشرطیکہ مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھا جائے۔

i جب تحریہ واستہزاء کی طرح اس میں اپنی برتری اور دوسرے کی حقارت مقصود نہ ہو۔

ii۔ جھوٹ نہ ہو۔

iii۔ مزاح کثرت سے نہ ہو۔

بدگمانی' عیوب کی ٹوہ اور غیبت

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ☆﴾ (12/49)

اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو۔ یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے۔ تم کو اس سے گھن آئے گی اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا' مہربان ہے۔

مفردات

اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ = بہت بدگمانیوں سے بچو۔

وَلَا تَجَسَّسُوْا۔ کسی کا عیب وخامی مت ٹٹولو۔

لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا کسی کی غیر حاضری میں کسی کی کوتاہیوں کا تذکرہ جسے وہ برا سمجھے۔

تفسیر:

پہلی آیات کی طرح اس میں بھی اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی اخلاقی ودینی تربیت فرما رہے ہیں تاکہ ان کا معاشرہ دنیا میں مثالی اور ممتاز مقام کا حامل ہو۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اور مومنوں خصوصاً اہل خیر کے متعلق بدگمانیوں سے بچو کیونکہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اس لئے کہ اس سے مومنوں کے متعلق باطل قول یا غلط فعل کے سرزد ہونے کا خطرہ ہے جو گناہ عظیم ہے۔ اس لئے اس سے اجتناب لازمی ہے۔

وَلَا تَجَسَّسُوْا: مسلمانوں کے عیوب وکوتاہیوں اور برائیوں کو مت ٹٹولو کیونکہ بدگمانی کی طرح مسلمان کی جاسوسی اور کمزوریوں کی تلاش انہیں بدنام کرنے کے لئے حرام ہے۔ جیسا کہ پہلے حدیث شریف میں ہے کہ اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ .... الحديث

(بخاری شریف 6064 بروایۃ ابوہریرۃ)

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا = اور نہ اپنے بھائی کی غیر حاضری میں ایسی بات کا ذکر کرو جو اس میں موجود تو ہو لیکن وہ اپنی غیر موجودگی میں اس کا ذکر پسند نہ کرے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

(مسلم حدیث نمبر 1806 بروایۃ ابی ہریرۃ)

اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ = اللہ تعالیٰ نے غیبت سے نفرت دلانے کے لئے مثال ذکر کی کہ غیبت کرنا ایسا ہے جیسے مردہ بھائی کا گوشت کھانا جبکہ مردہ بھائی کا گوشت کھانا کوئی پسند نہیں کرتا تو غیبت کیوں کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے غیبت کی مذمت بڑے فصیح انداز میں بیان فرمائی کہ انسانی گوشت وہ بھی بھائی کا اور پھر مردہ کا کون کھائے گا۔

یقیناً ہر کوئی نفرت کرتا ہے اس کے کھانے سے۔ تو غیبت کیوں کرتے ہو؟ وہ بھی تو مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے۔

اس تشبیہ سے معلوم ہوا کہ غیبت کبیرہ گناہ ہے۔ کیونکہ جس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے یعنی مردار کا گوشت کھانا کبیرہ گناہ ہے۔ جب مردہ بھائی کا گوشت نہیں کھا سکتے تو زندہ کی عزت کھانا کیسے حلال ہے۔ جسم سے تو عزت محترم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بیماری سے بچائے۔ آمین۔ کیونکہ یہ بیماری آجکل عام ہے۔ شائد ہی اس سے کوئی بچا ہوا ہو اور افسوس یہ ہے کہ اکثر غیبت علماء ومبلغین کرام اور مجاہدین عظام کی ہوتی ہے یا مساجد ومدارس کی خدمت کرنے والوں کی۔ یعنی جو لوگ خود کام نہیں کرتے' وہ بجائے اس کے کہ دینی کام کرنے والوں سے تعاون کریں اور ان کی حوصلہ افزائی کریں' ان کے لئے دعائے خیر کریں یا کم از کم خاموشی اختیار کریں' وہ ان کی غیبت' چغلی' گلے شکوے کر کے ان کی حوصلہ شکنی اور اہل باطل کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر غیبت کے بڑے انوکھے انوکھے انداز ہیں' مثلاً بات کرنی نہیں چاہئے لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں' حقیقت بتانی ہی پڑتی ہے۔" "بات کروں گا تو غیبت بن جائے گی"۔ "میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں"۔ "ویسے کہیں گلہ نہ بن جائے"۔ وغیرہ وغیرہ۔ یعنی یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم اعتراف کرلیں کہ ہم غیبت کر رہے ہیں تو پھر غیبت ہمارے لئے حلال ہے۔ العیاذ باللہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام مومنوں کو تقویٰ

باقی صفحہ ۲۲ پر

سلسلہ تدریس الحدیث

آئیے حدیث پڑھیں

قسط نمبر 6

بلوغ المرام کی کتاب الجامع کی تشریح

حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ

حدیث نمبر 10/ 1363 — چھینک کا جواب

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا عَطِسَ اَحَدُکُمْ فَلْیَقُلْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلْیَقُلْ لَهُ اَخُوْهُ یَرْحَمُكَ الله فَاِذَا قَالَ لَهُ یَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَلْیَقُلْ لَهُ یَهْدِیْکُمُ اللّٰهُ وَ یُصْلِحُ بَالَکُمْ. (اخرجه البخاری)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ "الحمد للہ" کہے اور اس کا بھائی اسے "یَرْحَمُکَ اللّٰہ" (اللہ تم پر رحم کرے) کہے۔ جب وہ اسے "یرحمک اللہ" کہے۔ تو وہ اسے یوں کہے "یَهْدِیْکُمُ اللّٰهُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ" (اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت درست کرے) (بخاری)

تخریج = بخاری (۶۲۲۴) دیکھئے تحفۃ الاشراف (۷/ ۴۲۳) اس حدیث کے فوائد کے لئے اسی باب کی پہلی حدیث کے فوائد ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر 1364/11 — کھڑے ہو کر پانی پینا

وَعَنْهُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "وَلَا یَشْرَبَنَّ اَحَدُکُمْ قَائِمًا. (اخرجه مسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہو کر ہرگز نہ پیئے۔

تخریج= مسلم (الاشربہ / ۱۱۶) دیکھئے تحفۃ الاشراف (۱۱/ ۸۹)

۱۔ صحیح مسلم میں اس حدیث کے ساتھ یہ الفاظ بھی ہیں "فمن نسی فلیستقی" جو بھول جائے وہ قے کردے۔ صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا۔ قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا

کہ پھر کھانے کا کیا حکم ہے تو فرمایا: ذاک اشر و اخبث- وہ تو اس سے بھی بدتر ہے- (اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ کھانے میں پینے کی بہ نسبت زیادہ دیر کھڑا رہنا پڑتا ہے- (فتح الباری)

۲- کھڑا ہو کر پینے کی ممانعت کی طبی وجہ یہ ہے کہ آدمی بیٹھ کر پیئے تو عموماً اطمینان سے پیتا ہے- جس سے اچھو لگنے کا خطرہ کم ہوتا ہے- اسی طرح حلق' غذا کی نالی اور معدہ و جگر میں درد کا امکان کم ہو جاتا ہے- جب کہ کھڑے ہو کر پینے سے جلد بازی کی وجہ سے ان تکلیفوں کا امکان زیادہ ہوتا ہے- قے کرنے سے ان تکلیفوں کے زائل ہونے کی امید ہے- کیونکہ اس سے رکی ہوئی وہ خلط رواں ہو جاتی ہے جو قے کے بغیر رواں نہیں ہو سکتی-

ممانعت کی ایک وجہ رسول اکرم ﷺ نے خود بیان فرمائی ہے- ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک آدمی کو کھڑے ہو کر پیتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: قے کر دو اس نے عرض کیا: کیوں؟ آپ نے فرمایا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہارے ساتھ بلا پیئے؟ اس نے کہا: نہیں' فرمایا: تمہارے ساتھ اس نے پیا ہے جو اس سے بدتر ہے- (وہ) شیطان (ہے) (مسند احمد: ۷۹۹۰)

اس حدیث کی سند کے رجال شیخین کے رجال ہیں سوائے ابو زیاد کے- انہیں یحییٰ بن معین نے ثقہ اور ابو حاتم نے صالح الحدیث کہا ہے- (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۱۷۵)

۳- ان احادیث کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ سے کھڑے ہو کر پینا صحیح احادیث سے ثابت ہے- ابن عباس ؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو زمزم پلایا تو آپ نے کھڑے ہونے کی حالت میں پیا- (مسلم- الاشربہ/ ۱۱۷) بخاری (۵۶۱۷)

سیدنا علی ؓ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر کوفہ کے رحبہ میں لوگوں کی ضروریات کے لئے بیٹھے رہے- یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا تو ان کے پاس پانی لایا گیا' انہوں نے پیا' منہ اور ہاتھ دھوئے' راوی نے سر اور پاؤں کا بھی ذکر کیا- پھر کھڑے ہو کر بچا ہوا پانی پی لیا' پھر فرمایا: کچھ لوگ کھڑے ہو کر پینے کو برا جانتے ہیں حالانکہ نبی ﷺ نے اسی طرح کیا جس طرح میں نے کیا- (بخاری: ۵۶۱۶)

سیدہ کبشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے- آپ نے ایک مشکیزے کے منہ سے جو لٹکا ہوا تھا کھڑے ہو کر پیا- (ترمذی- الاشربہ/ صحیح الترمذی: ۱۵۴۲)

موطا میں ہے کہ عمر' عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کھڑے ہو کر پی لیتے تھے- سیدنا سعد ؓ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے- (فتح: ۱۰/ ۸۶)

۴- جب ممانعت اور جواز کی احادیث صحیح سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں تو اب ان پر عمل کیسے ہو گا؟ اہل علم نے اس میں مختلف طریقے اختیار فرمائے ہیں:

پہلا طریقہ = حافظ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہی کی احادیث سے جواز کی احادیث منسوخ ہو گئیں کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے- اس لئے پہلے کھڑے ہو کر پینا جائز تھا- جب آپ نے منع فرما دیا تو اب کھڑے ہو کر پینا حرام ہے- کیونکہ نہی کا اصل یہی ہے" لیکن حقیقت یہ ہے کہ نسخ صرف احتمال سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے تاریخ معلوم ہونا ضروری ہے- جو یہاں معلوم نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں کھڑے ہو کر پانی پیا ہے- اس لئے یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی-

دوسرا طریقہ = کھڑے ہو کر پینے سے نہی کی احادیث کا یہ مطلب نہیں کہ یہ حرام ہے- بلکہ یہ نہی تنزیہی ہے یعنی کھڑے ہو کر پینے سے بچنا چاہئے مگر یہ حرام نہیں- بیٹھ کر پینا افضل ہے اور کھڑے ہو کر پینا جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے- اس لئے قے کرنے کا حکم بھی استحباب پر محمول ہو گا- یعنی بہتر یہی ہے کہ قے کر دے- اس کی دلیل یہ ہے کہ منع کرنے کے باوجود جب رسول اللہ ﷺ نے خود کھڑے ہو کر پانی پیا تو اس سے ثابت ہوا کہ کھڑے ہو کر پینا حرام نہیں- خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے عمل سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے- البتہ اس سے بچنا بہتر ہے کیونکہ اگر یہ بھی نہ مانا جائے تو رسول اللہ ﷺ کے منع فرمانے کا کوئی فائدہ ہی باقی نہیں رہتا-

اکثر اہل علم نے اس مسئلہ میں یہی موقف اختیار فرمایا ہے- حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ سب سے اچھا مسلک ہے اور اس پر اعتراض کی گنجائش سب سے کم ہے-

تیسرا طریقہ = کھڑے ہو کر پینا منع ہے لیکن اگر کوئی عذر ہو تو کھڑے ہو کر پی سکتا ہے- جن مواقع پر رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیا ہے' ان پر اگر غور کریں تو یہی بات سمجھ آتی ہے- ابن عباس کی روایت میں ہے کہ زمزم کے کنوئیں پر آپ کو ڈول پکڑایا گیا تو آپ نے کھڑے ہو کر پیا- ظاہر ہے کہ حاجیوں کے انبوہ میں کنوئیں کے پاس جہاں چاروں طرف پانی بکھرا ہوا ہو ڈول سے بیٹھ کر پینا آسان نہیں اسی لئے آپ نے کھڑے ہو کر پی لیا-

سیدہ کبشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپ نے لٹکے ہوئے مشکیزے کے منہ سے پانی پیا جو بیٹھ کر پینا مشکل تھا- سیدنا علی ؓ کی حدیث میں آپ نے وضوء کا بچا ہوا پانی کھڑے ہونے کی حالت میں پیا- اگرچہ احتمال موجود ہے کہ آپ نے وضوء بیٹھ کر کیا ہو مگر یہ امکان بھی ہے کہ آپ نے مشکیزے سے وضوء کیا ہو اور اسی حالت میں کھڑے کھڑے پانی پی لیا ہو-

یہی بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کہ نہی کو اس کے اصل معنی پر رکھا جائے کہ کھڑے ہو کر پینا ناجائز ہے اور آپ ﷺ کے فعل کو کسی عذر پر محمول کیا جائے کیونکہ کھڑے ہو کر پینے پر قے جیسے تکلیف دہ عمل کے حکم اور کھڑے ہو کر پینے کی صورت میں شیطان کے ساتھ پینے کے ذکر کے بعد نہی کو تنزیہ پر محمول کرنا مشکل ہے-

جن صحابہ سے کھڑے ہو کر پینے کا ذکر آیا ہے ممکن ہے انہیں احادیث نہ پہنچی ہوں اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہو کر پیتے دیکھ کر اس عمل کو مطلقاً جائز سمجھ لیا ہو- ہمیں رسول اللہ ﷺ کی نہی پہنچ جانے کے بعد بلا عذر کھڑے ہو کر کھانے پینے سے اجتناب کرنا چاہئے- ہاں! اگر بیٹھنے کی مناسب جگہ نہ ہو یا بیٹھنے میں کوئی دقت ہو تو کھڑے ہو کر کھا پی سکتے ہیں- واللہ اعلم

حدیث نمبر 1365/12 — جوتا پہننے اور اتارنے کے آداب

وعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِيْنِ وَاِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ وَلْتَكُنِ الْيُمْنٰى اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَ آخِرَهُمَا تُنْزَعُ. (متفق علیه)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جوتا پہنے تو دائیں سے شروع کرے اور جب اتارے تو بائیں سے شروع کرے- دایاں پاؤں دونوں میں سے پہلا ہو جس میں جوتا پہنا جائے اور دونوں سے آخری ہو جس سے جوتا اتارا جائے- (متفق علیہ)

تخریج= بخاری (۵۸۵۶) مسلم (اللباس/۶۷) وغیرہما دیکھئے تحفۃ الاشراف (۱۹۱/۱۰)

فوائد نمبر=۱- وہ تمام کام جو زینت یا عزت یا شرف کا باعث ہوں انہیں دائیں طرف سے شروع کرنا چاہئے۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعجبہ التیمن فی تنعلہ وترجلہ وطہورہ وفی شانہ کلہ۔

نبی ﷺ کو دائیں جانب سے شروع کرنا پسند تھا۔ آپ کے جوتا پہننے میں' کنگھی کرنے میں' وضوء میں اور آپ کے تمام کاموں میں۔ (متفق علیہ)

مثلاً شلوار پہننا' مسجد میں پاؤں رکھنا' سرمہ لگانا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دائیں جانب میں اللہ تعالٰی نے زیادہ قوت اور صلاحیت بخشی ہے۔ جس کی وجہ سے دائیں جانب زیادہ تکریم کی حق دار ہے۔

۲- جو کام اس کے برعکس ہوں ان میں بائیں طرف سے ابتدا کرنی چاہئے۔ مثلاً مسجد سے نکلتے اور بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پہلے رکھے۔

۳- جوتا پہننا چونکہ باعث عزت وزینت ہے' اس لئے دائیں پاؤں سے ابتداء کا حکم دیا اور جوتا اتارنے میں اس کا الٹ ہے۔ اس لئے دائیں پاؤں سے آخر میں جوتا اتارنے کا حکم دیا تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ دیر تک مزین رہے۔ (قالہ الحلیمی۔ فتح الباری)

۴- رسول اللہ ﷺ کھانے پینے' کپڑا پہننے اور وضوء کے لئے دایاں پاؤں استعمال کرتے تھے اور استنجاء اور میل کچیل وغیرہ کی صفائی کے لئے بایاں ہاتھ استعمال کرتے تھے۔ ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب: ۱۸) ناک بھی بائیں ہاتھ سے صاف کرتے تھے۔ (سنن الدارمی حدیث نمبر: ۷۰۱)

۵- سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دایاں ہاتھ استعمال کرنے سے محبت رکھتے تھے۔ دائیں ہاتھ سے چیز لیتے' دائیں سے ہی دیتے اور دائیں طرف اختیار کرنے کو اپنے تمام کاموں میں محبوب رکھتے۔ نسائی۔ الزینۃ باب: ۸ وصحیح النسائی)

حدیث نمبر 13 /1366

ایک جوتا پہن کر چلنا

وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا يَمْشِ اَحَدُكُمْ فِيْ نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ وَلْيُنْعِلْهُمَا جَمِيْعًا اَوْ لِيَخْلَعْهُمَا جَمِيْعًا. (متفق علیہ)

سیدنا ابوہریرہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے کوئی شخص ایک جوتا پہن کر نہ چلے۔ دونوں پاؤں کو جوتا پہنائے یا دونوں جوتے اتار دے۔ (متفق علیہ)

تخریج= بخاری (۵۸۵۵) مسلم (اللباس/۱۹) دیکھئے تحفۃ الاشراف (۱۸۷/۱۰)

مفردات= "لینعلھما" نووی نے ضبط کیا ہے کہ یہ یاء کے ضمہ کے ساتھ انعل ینعل (افعال) سے ہے۔ جس کا معنی جوتا پہنانا ہے۔ ھما سے مراد دونوں پاؤں ہیں ان کا ذکر اگرچہ پہلے نہیں گزرا مگر ضمیر اس لئے لائی گئی ہے کہ جوتا پہنانے سے خود بخود سمجھ آرہی ہے کہ جوتا کون سے عضو میں پہنا جاتا ہے۔ لینعلھما" ع کے فتحہ کے ساتھ ہو تو یہ علم یعلم سے ہوگا۔ قاموس میں نعل کفرح وانتعل وتنعل اس نے جوتا پہنا۔ اس صورت میں ھما سے مراد دونوں جوتے ہوں گے۔ یعنی دونوں جوتے پہن لے۔

"لیخلعھما" یہاں "ھما" سے مراد جوتے ہیں۔ یعنی دونوں جوتے اتار دے۔ بخاری کی ایک روایت ہے "اولیحفھما" ہے (یا دونوں کو ننگا رکھے) اس وقت ھما سے مراد دونوں پاؤں ہوں گے۔

فوائد=۱- جوتے کا مقصد پاؤں کو تکلیف دہ چیزوں مثلاً کانٹے وغیرہ سے بچانا ہوتا ہے۔ جب صرف ایک پاؤں میں جوتا ہو تو دوسرے پاؤں کو بچانے کے لئے خاص جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ جس سے اس کی معمول کی چال برقرار نہیں رہتی نہ ہی جسم کا توازن درست رہتا ہے۔ اور پاؤں میں موچ آنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس کوشش میں آدمی گر بھی سکتا ہے۔ (فتح الباری) بظاہر یہ حکمتیں معلوم ہوتی ہیں مگر اس کی اصل علت اللہ تعالٰی ہی جانتا ہے۔

۲- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک جوتا پہن کر چلنا پھرنا حرام ہے۔ کیونکہ نہی کا اصل یہی ہے۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ لفظ آئے ہیں کہ "جب تم میں سے کسی شخص کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے" (جو انگوٹھے میں ہوتا ہے اور اس کے ٹوٹنے سے آدمی جوتے میں چل نہیں سکتا) تو ایک جوتے میں نہ چلے۔ جب چلتے چلتے ٹوٹ جانے کی صورت میں بھی ایک جوتا پہن کر چلنے کی اجازت نہیں تو بغیر ضرورت کس طرح اجازت ہو سکتی ہے؟

۳- بعض لوگ کہتے ہیں کہ بہتر ہے کہ ایک جوتا پہن کر نہ چلے۔ لیکن کبھی ایک جوتا پہن کر چلے تو حرام نہیں۔ کیونکہ ترمذی میں سیدہ عائشہ اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

ربما مشی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نعل واحدۃ۔

کئی دفعہ رسول اللہ ﷺ ایک جوتا پہن کر چلتے پھرتے تھے۔ (ترمذی۔ اللباس) مگر یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں لیث بن ابی سلیم ہیں۔ تقریب میں ہے: صدوق اختلط جدا ولم یتمیز حدیثہ فترک" علاوہ ازیں یہ متفق علیہ حدیث کے بھی خلاف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل ہے۔ جیسا کہ ترمذی میں صحیح سند کے ساتھ مذکور ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ (فتح الباری) رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے خلاف کسی صحابی کا عمل ہو تو وہ عمل دلیل نہیں ہوتا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے یہ عذر سمجھا جائے گا کہ انہیں حدیث نہیں پہنچی یا کسی تاویل کی وجہ سے انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔

۴- جابر رضی اللہ عنہ نے ایک جنگ میں رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اکثر جوتے پہن کر رکھا کرو کیونکہ آدمی جب تک جوتا پہنے ہوئے ہوتا ہے وہ سوار ہوتا ہے۔ مسلم (لباس باب: ۶۶)

۵- فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ کبھی کبھی ننگے پاؤں چلا کریں۔ (ابوداؤد۔ الترجل باب: ۱) اور دیکھئے صحیح ابوداؤد)

مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں میں سخت کوشی باقی رہے۔ ایسا نہ ہو کہ جوتا ٹوٹ جانے کی صورت میں یا موجود نہ ہونے کی صورت میں لڑ ہی نہ سکیں۔ جب کسی شخص کی عادت ہو جائے کہ وہ کبھی کبھی ننگے پاؤں چلتا پھرتا رہے تو ایک جوتا ٹوٹنے کی صورت میں ننگے پاؤں چلنے میں نہ اسے لوگوں سے حیاء مانع ہوگی نہ نازک بدنی اسے ننگے پاؤں چلنے سے روکے گی۔

۶- سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

باقی صفحہ ۲۲ پر

قرآن وسنت کی روشنی میں آپ کے دینی مسائل

مبشر احمد ربانی

غیر شرعی رسومات پر مشتمل شادی میں شرکت

س۔ ہمارے رشتہ داروں میں بہت سے ایسے پروگرام ہوتے ہیں جن میں گانا بجانا' تصویریں کھینچنا' ڈھولک اور رقص وغیرہ کا بندوبست ہوتا ہے اور ہمیں بھی ان میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔ تو کیا ایسی دعوت میں شریک ہونا شرعاً جائز ہے یا اس کا انکار کر دینا مناسب ہے؟ کتاب وسنت کی رو سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں کیونکہ ہماری رشتہ داری کا معاملہ ہے اور سنا ہے کہ رشتہ داری کو توڑنا بھی حرام ہے۔ بینوا وا توجروا (عبداللہ۔ لاہور)

ج۔ ایسی دعوت جو اللہ تعالیٰ کی معصیت ونافرمانی پر مشتمل ہو' اس میں شریک ہونا جائز نہیں' ہاں اگر وہاں پر برائی کو روکنے اور اس پر نکیر کرنے کے لئے جائیں تو درست ہے ورگرنہ واپس پلٹے۔ کیونکہ وہ مجالس ومحافل جن میں ڈھول' طبلے' سارنگیاں اور آلات طرب' رقص وسرود گانا بجانا اور تصویر سازی جیسی محرمات موجود ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مشتمل ہیں بلکہ احکامات شرعیہ کا مذاق ہیں۔ ان میں شرکت ناجائز وحرام ہے۔ جس طرح ان محرمات کا مرتکب وعید شدید کا مستحق ہے' اسی طرح ان کے اس فعل پر رضامندی کا اظہار کر کے مجلس میں شامل ہونے والا اور مجلس منعقد کرنے والا گناہ میں برابر کا شریک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ☆ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ☆﴾ (31: 7,6 لقمان)

"اور بعض لوگ ایسے ہیں جو گانے بجانے کا سامان خریدتے ہیں تاکہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو گمراہ کریں اور اسے ہنسی ومذاق بنائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ اور جب اس کے سامنے ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتے ہوئے اس طرف منہ پھیر لیتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے۔ آپ اسے دردناک عذاب کی خبر سنادیں۔"

اس آیت کریمہ میں "لھوالحدیث" کا مطلب گانا بجانا ہے جیسا کہ صحابی رسول ﷺ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ علیہ عنہ سے مروی ہے' وہ کہتے تھے۔

﴿الغِنَاءُ وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُرَدِّدُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ﴾

اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس آیت کریمہ میں

لھوالحدیث سے مراد گانا بجانا ہے۔ یہ بات انہوں نے تین مرتبہ دہرائی۔ (تفسیر طبری 31/62 ابن کثیر 3/486 ابن ابی شیبہ 6/309 مستدرک حاکم 2/411 بیہقی 10/223

امام حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام ذہبی نے تصحیح میں ان کی موافقت کی ہے۔ اسی طرح مفسر قرآن صحابی رسول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی فرماتے ہیں کہ "لھو الحدیث" سے مراد گانا بجانا اور اس جیسی دیگر اشیا ہیں۔ ملاحظہ ہو "تفسیر طبری 2/61, 62 بیہقی 10/21 الادب المفرد (786) کشف الاثار (2264) ابن ابی شیبہ 6/310 تفسیر عبدالرزاق۔ اس روایت کی سند حسن ہے۔

یہی تفسیر جابر' عکرمہ' سعید بن جبیر' قتادہ' ابراہیم نخعی' مجاہد' مکحول' عمرو بن شعیب اور علی بن بذیمہ۔ رحمہم اللہ اجمعین سے بھی مروی ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر 3/486 اور المنحی النفیس

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آئمہ سلف صالحین کی اس توضیح سے معلوم ہوا کہ گانا بجانا اور اس کے آلات کی خریداری بالکل ناجائز وحرام ہے۔ اس پر عذاب مہین کی وعید سنائی گئی ہے اور ایسے امور محرمہ جہاں موجود ہوں وہاں پر شرکت کرنے والا بھی انہی کے حکم میں ہے کیونکہ گناہ کرنے والا اور گناہ پر راضی ہونے والا دونوں ایک ہی حکم میں ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وقد نزّل عليكم في الكتاب ان اذا سمعتم آيات الله يكفر بها ويستهزأ بها فلا تقعدوا معهم حتّى يخوضوا في حديث غيره انّكم اذا مثلهم انّ الله جامع المنافقين والكافرين في جهنّم جميعًا﴾ (4:140 النساء)

اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں۔ ورنہ تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ اگر تم ایسی مجالس ومحافل اور پروگراموں میں شرکت کرو گے جہاں احکامات الٰہیہ کا مذاق اڑایا جا رہا ہو اور تم اس پر نکیر نہیں کرو گے تو تم بھی گناہ میں ان کے برابر کے شریک رہو گے۔ ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اذا رَاَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَاِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ☆ (6:68 الانعام)

اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں' یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔

تفسیر احسن البیان ص 177 میں ہے کہ آیت میں خطاب اگرچہ نبی ﷺ سے ہے لیکن مخاطب امت مسلمہ کا ہر فرد ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک تاکیدی حکم ہے جسے قرآن مجید میں متعدد جگہ بیان کیا گیا ہے' اس سے ہر وہ مجلس مراد ہے جہاں اللہ ورسول کے احکام کا مذاق اڑایا جا رہا ہو یا عملاً ان کا استخفاف کیا جا رہا ہو یا اہل بدعت واہل زیغ اپنی تاویلات رکیکہ اور توجیہات سخیفہ کے ذریعے سے آیات الٰہی کو توڑ مروڑ رہے ہوں' ایسی مجالس میں غلط باتوں میں تنقید کرنے اور کلمہ حق بلند کرنے کی نیت سے تو شرکت جائز ہے بصورت دیگر سخت گناہ اور غضب الٰہی کا باعث ہے۔

ایسی مجالس جہاں پر منکرات ومنہیات ہوں یا ایسی دعوتیں جہاں پر احکام خداوندی کی قولاً یا عملاً خلاف ورزی ہو رہی ہو' وہاں پر

شرکت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں ناپسندیدہ اور قابل نفرت تھا جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔

﴿عن علي قال صنعتُ طعاماً فدعوتُ النبي ﷺ فجاءَ فدخلَ فرأى سِتراً فيه تصاوير فخرج وقال: إنّ الملائكةَ لاتدخلُ بيتاً فيه تصاوير﴾

سنن نسائی (5366) 213/8 ابن ماجہ مختصراً (3359) مسند ابی یعلیٰ (556,551,436)

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کھانا تیار کیا۔ نبی ﷺ کی دعوت کی' آپ آئے' گھر میں داخل ہوئے تو ایک تصویروں والا پردہ دیکھا آپ گھر سے نکل گئے اور فرمایا "فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں تصویریں ہوں۔"

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ جس دعوت میں آپ کو شریک ہونے کی دعوت دیں۔ اگر آپ کے علم میں ہو کہ وہاں پر منکرات و منہیات ہیں تو ایسی دعوت پر نہ جائیں اور اگر وہاں پہنچنے پر علم ہو تو وہاں سے خارج ہو جائیں کیونکہ اس مجلس میں حاضر و شریک رہنا جائز نہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنها أَنَّها اِشتَرَتْ نُمرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بالبابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَقُلْتُ: أَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ مِمَّا أَذْنَبْتُ قَالَ: مَا هٰذِهِ النَّمرُقَةُ؟ قُلتُ لِتَجلِسَ عَلَيْهَا وَتُوَسِّدُهَا قَالَ: إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَومَ القِيَامَةِ يُقَالُ لَهُم: أَحْيُوا مَاخَلَقْتُم وَإِنَّ المَلَائِكَةَ لَاتَدخُلُ بَيْتًا فِيهِ الصُّوَرُ

بخاری (5957' 2105' 3234' 5181' 5961' 7557)

مسلم 2107/96 مسند احمد 46/6 موطا مالك / 736

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک چھوٹا گدیلا خریدا' اس میں تصاویر تھیں (نبی ﷺ جب باہر سے آئے) تو دروازے پر کھڑے ہو گئے' اندر داخل نہ ہوئے۔ میں نے کہا' میں اپنے جرم کی توبہ اللہ کی طرف کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے کہا' یہ گدیلا کیا ہے؟ میں نے کہا اس لئے کہ آپ ﷺ اس پر بیٹھیں' اس کو اپنے نیچے رکھیں۔ فرمایا: ان تصویروں کو بنانے والے قیامت کے روز عذاب دیے جائیں گے۔ انہیں کہا جائے گا جو تم نے پیدا کیا' اس میں روح ڈالو اور یقیناً فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں تصویریں ہوں۔

اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جہاں پر احکامات شریعہ کی خلاف ورزی ہو' آپ وہاں شرکت نہ کریں۔ اگر جائیں تو ان منکرات پر نکیر کریں اور دعوت دے کر سمجھائیں۔

نبی ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے۔

مَنْ كَانَ يُؤمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلايَقْعُدَنَّ عَلَى مَائِدَةٍ يُدَارُ عَلَيْهَا بِالخَمْرِ

جو آدمی اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے' وہ ایسے دستر خوان پر ہرگز نہ بیٹھے جہاں شراب پیش کی جا رہی ہو۔

مسند احمد (126/1' 339/3) مسند ابی یعلیٰ (1925) ترمذی (2803) مستدرک حاکم 288/4' 162/1

امام حاکم نے اسے صحیح کہا' امام ذہبی نے ان کی موافقت کی' امام ترمذی نے اسے حسن کہا اور علامہ البانی حفظہ اللہ نے ارواء الغلیل (1949) 6/7 میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ایسی مجالس و محافل جہاں پر شراب کے دور چل رہے ہوں' ان میں شرکت حرام ہے کیونکہ یہ اللہ کی نافرمانی پر مشتمل ہے۔

سلف صالحین رحمہم اللہ اجمعین کا بھی اس بات پر عمل تھا کہ جہاں اللہ کی نافرمانی ہوتی' اس مجلس میں شرکت نہیں کرتے تھے۔

﴿عَنْ أَسْلَمَ مَولى عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ ابنَ الخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِينَ قَدِمَ الشَّامَ فَصَنَعَ لَهُ رَجُلٌ مِنَ النَّصَارَى فَقَالَ لِعُمَرَ إِنِّي أُحِبُّ أَنْ تَجِيئَنِي وَتُكْرِمُنِي أَنتَ وَأَصْحَابُكَ۔ وَهُوَ رَجُلٌ مِن عُظَمَاءِ الشَّامِ۔ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنَّا لَا نَدْخُلُ كَنَائِسَكُمْ مِنْ أَجْلِ الصُّوَرِ الَّتِي فِيهَا﴾

بیہقی 268/7 فتح الباری 531/1 صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ فی البیعۃ معلقاً' الادب المفرد 427 (1248)

اسلم جو عمر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے' فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ جب شام میں آئے تو ایک عیسائی نے آپ کے کھانے کی دعوت کی اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا' میں آپ اور آپ کے ساتھیوں کی آمد کو پسند کرتا ہوں کہ آپ میرے پاس آئیں اور مجھے شرف بخشیں۔ وہ شام کے علاقے کا بڑا چودھری تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ "ہم تمہارے معبد خانوں مین تصویروں کی وجہ سے داخل نہیں ہوتے"

﴿عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلاً صَنَعَ طَعَامًا فَدَعَاهُ فَقَالَ أَفِي البَيْتِ صُوْرَةٌ' قَالَ نَعَمْ' فَأَبَى أَنْ يَدْخُلَ حَتَّى كُسِرَ الصُّوْرَةُ ثُمَّ دَخَلَ﴾ بیہقی 268/7 فتح الباری 249/9 وسندہ صحیح

ابو مسعود رضی اللہ عنہ کے لئے ایک آدمی نے کھانا تیار کیا۔ پھر انہیں دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ گھر میں تصویر ہے تو اس نے کہا ہاں۔ تو انہوں نے داخل ہونے سے انکار کر دیا حتی کہ اس نے تصویر کو توڑا پھر آپ داخل ہوئے۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ نے فرمایا

﴿لَانَدخُلُ وَلِيمَةً فِيهَا طَبْلٌ وَلَا مِعْزَافٌ﴾

ہم ایسے ولیمے میں داخل نہیں ہوتے جس میں طبلے سارنگیاں ہوں۔

الفوائد المنتقاۃ' لابی الحسن الحربی (1/3/4) بحوالہ آداب الزفاف للشیخ البانی حفظہ اللہ ص 166

مندرجہ بالا آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور عمل سلف صالحین رحمہم اللہ اجمعین سے معلوم ہوا کہ وہ دعوتیں اور مجلسیں جن میں اللہ کی نافرمانی پر مشتمل امور سرانجام دیے جاتے ہوں' آلات طرب' ڈھولک' طبلے' سارنگیاں' بانسریاں' مزامیر' دھمال اور رقص و سرود' تصویر سازی' گانے بجانے جیسے غیر شرعی امور پر عمل کیا جاتا ہو' وہاں پر شرکت کرنا' ان کے ساتھ بیٹھنا' ایسا پروگرام سننا' اس کا بندوبست کرنا ناجائز و حرام ہے۔ اگر وہاں سے یہ امور قبیحہ و شنیعہ ختم کر دیے جائیں تو پھر شرکت جائز و درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں عزیز و اقارب اور رشتہ داری کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ جس آدمی کو اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے میں رشتہ داری' کنبہ' برادری' خاندان' قبیلے' دوست واحباب' مال و متاع وغیرہ زیادہ پیارے اور عزیز ہیں' اسے اللہ کے عذاب کا منتظر رہنا چاہئے جیسا کہ سورۃ توبہ کی آیت نمبر 24 اور سورۃ نور آیت نمبر 63 میں مذکور ہے۔

عورت کی عدت

س: جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے' اس کی عدت کتنی ہے؟ وہ عدت کہاں گزارے نیز دوران عدت اسے کن امور کا لحاظ رکھنا چاہئے؟ کتاب و سنت کی رو سے جواب دیں۔

(ایک سائلہ' گوالمنڈی لاہور)

ج۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا الآية (بقرہ: 234)

اور تم میں جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ عورتیں اپنے آپ کو چار ماہ اور دس دن عدت میں رکھیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عدت وفات چار ماہ دس دن مقرر فرمائی ہے۔ یہ آیت کریمہ ہر طرح کی عورت خواہ وہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اور جوان ہو یا بوڑھی کی عدت وفات کو شامل ہے۔ صرف حاملہ عورت اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ سورۃ طلاق میں اس کی عدت وضع حمل بتائی ہے۔

تو جب عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ اسی گھر میں عدت گزارے گی جہاں اس کا خاوند فوت ہوا یا اس کی خاوند کی وفات کی خبر اس کے پاس پہنچی۔

فریعہ بنت مالک بن سنان جو کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور آپ کو بتایا کہ اس کا خاوند اپنے بھگوڑے غلاموں کی طلب میں نکلا تو اس نے طرف قدوم میں ان کو پالیا۔ انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ اس کی وفات کی خبر آچکی ہے۔ پھر آپ ﷺ سے پوچھا کہ اپنے گھر بنو خدرہ میں واپس چلی جاؤں' جہاں میرے والدین رہتے ہیں کیونکہ میرے خاوند نے میرے لئے اپنا ذاتی گھر کوئی نہیں چھوڑا تو نبی ﷺ نے اولاً اسے رخصت دی پھر بلا کر فرمایا:

﴿أُمْكُثِي فِي بَيْتِكِ حَتَّى يَبْلُغَ الكِتَابُ أَجَلَهُ﴾

"تو اپنے اسی گھر میں ٹھہری رہ یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے۔"

تو انہوں نے وہاں پر چار ماہ دس دن عدت گزاری۔ فر...

ہیں جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے یہ مسئلہ پوچھنے کیلئے مجھے پیغام بھیجا۔ میں نے انہیں اس بات کی اطلاع دی تو انہوں نے بھی یہی فیصلہ صادر فرمایا۔

موطا امام مالک 462/2 ابو داؤد (2300) مسند احمد 420، 421/370 الرسالہ للشافعی فقرہ نمبر (1214) ترمذی (1204) ابن ماجہ (2031) دارمی 168/2 مسند طیالسی (1664) موارد الظمآن (1332 مستدرک حاکم 208/2 ارواء الغلیل (2131)

اس صحیح حدیث کی رو سے عورت کو اسی گھر میں عدت گزارنی چاہئے جس گھر میں اس کا خاوند فوت ہو جائے یا جس گھر میں اسے خاوند کے فوت ہونے کی اطلاع آئے۔ اور دوران عدت عورت کو زیب وزینت کرنا منع ہے۔ جیسا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے

﴿إِنَّ امْرَأَةً تُوُفِّيَ زَوْجُهَا فَخَشُوا عَلَى عَيْنَيْهَا فَأَتَوْا عَلَى رَسُولَ اللَّهِ فَاسْتَأْذَنُوهُ فِي الْكُحْلِ فَقَالَ لَاتَكْتَحِلُ قَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَمْكُثُ فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا أَوْ شَرِّ بَيْتِهَا فَإِذَا كَانَ حَوْلٌ فَمَرَّ كَلْبٌ رَمَتْ بِبَعْرَةٍ فَلَا حَتَّى تَمْضِيَ. أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ (بخاری (5338) مسلم (1488)

ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا تو انہیں اس کی آنکھیں خراب ہونے کا ڈر لاحق ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، آپ ﷺ سے سرمہ کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ سرمہ نہ لگائے (کیا وہ دور اچھا تھا جب جاہلیت کے زمانے میں) عورت ایک سال کے لئے خراب کپڑے یا برے سے جھونپڑے میں پڑی رہتی تھی۔ جب سال پورا ہوتا تو وہ لونٹ کی مینگنی اس وقت پھینکتی جب کتا سامنے سے گزرتا (اگر کتا نہ گزرتا تو وہ کمبخت اس طرح پڑی رہتی) دیکھو چار ماہ تک سرمہ نہ لگائے۔

﴿قَالَتْ زَيْنَبُ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُوسُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ فَدَعَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ خَلُوقٌ أَوْ غَيْرُهُ فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ وَاللَّهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ بخاری (5339، 5345، 5334) مسلم (1486) ابو داؤد 721/2 ترمذی (1281، 500/3 نسائی 210/6 احمد 325/6، 326، 426

زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں ام حبیبہ زوجہ نبی ﷺ کے پاس اس وقت آئی جب ان کے باپ ابو سفیان فوت ہوئے تو ام حبیبہ نے زرد رنگ کی خوشبو وغیرہ منگوائی تو اس میں سے کچھ ایک چھوٹی بچی کو لگائی۔ پھر اپنے رخساروں پر لگائی، پھر فرمایا اللہ کی قسم مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں (کیونکہ بیوہ تھیں) مگر میں نے اس لئے لگائی کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے اوپر سوگ کرے، سوائے بیوی کے کہ وہ چار ماہ دس دن سوگ کرے۔ ان احادیث صحیحہ صریحہ سے معلوم ہوا کہ ایسی عورتیں جن کے خاوند وفات پا جائیں، وہ دوران عدت زیب وزینت مثلاً خوشبو لگانا، سرمہ ڈالنا، نیا لباس پہننا، زیورات زیب تن کرنا وغیرہ جیسے امور سے اجتناب کریں اور جس گھر میں خاوند فوت ہو اسی گھر میں چار ماہ دس دن عدت گزارے۔ اس کے بعد وہ اپنے والدین کے گھر جا سکتی ہے۔ یا نئی شادی کرنی ہو تو کر سکتی ہے۔ دوران عدت ان امور سے اجتناب لازم ہے۔

بقیہ ابو الحسن کشمیری

ابو الحسن نے بیس کیمپ میں قیام کے دوران اپنے اخلاق و کردار سے ہر دل میں ایک خاص مقام پایا۔ بہت سے بھائی اس کے بارے میں جب اپنی یادوں کے دریچے کھولتے ہیں تو فضا اس کی یاد سے معطر ہو جاتی ہے، غم کا سا سماں پیدا ہو جاتا ہے اور اگر سب بھائیوں کی جذبات اور ابو الحسن کے ہمراہ گزرے ہوئے لمحات کو لکھنے بیٹھ گیا تو مضمون لمبا ہو جائے گا۔ صرف اتنا کافی ہو گا کہ جب اس کی شہادت کی خبر بی بی سی لندن سے نشر ہوئی تو مقبوضہ کشمیر سے لے کر پاکستان کے کونے کونے تک پھیلے لشکر طیبہ کے جس پوائنٹ پر کوئی ابو الحسن کو جانتا تھا، اس پر یہ خبر شاک (صدمہ) بن کر گزری اور ایک عام مجاہد سے لے کر قائدین تک ہر کسی کے لئے ابو الحسن کی شہادت کی خبر غمناک خبر تھی۔

وہ اگست کے دوسرے عشرے میں مقبوضہ کشمیر پہنچا تھا اور ستمبر کے عشرے میں پٹھہ سیر میں دو دیگر مجاہدین کے ہمراہ شہید ہو گیا۔ جس معرکے میں ابو الحسن شہید ہوا وہ معرکہ بھی ایک یادگار معرکہ تھا۔ ابو الحسن اپنے اہل وعیال سے ملاقات کے لئے اپنے علاقے میں گیا تھا اس کا گاؤں سوپور کے قریب ہی چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہ اپنے گاؤں میں اپنے والدین سے ملا کہ نہیں اس بارے میں معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ اس کی زندگی کی ایک بڑی خواہش حیدر بھائی سے ملنے کی تھی۔ پٹھہ سیر نامی گاؤں میں حیدر بھائی اور حمزہ بھائی کی ایک گھر میں عرصہ دراز کے بعد ملاقات ہو رہی تھی۔ دونوں طرف کہنے سننے کے لئے بہت کچھ تھا۔ گزرے لمحات کی یادیں اور باتیں ہوتی رہیں۔ جہاد کی صورت حال اور مستقبل کی پلاننگ اور نہ جانے کیا کچھ مگر اس علاقے میں بہت زیادہ آرمی کا دباؤ تھا اور حیدر بھائی کی تلاش میں ہمیشہ آرمی اور اس کے ایجنٹ سرگرداں رہتے تھے مگر آج جب بھارت کے ایجنٹوں کو پتہ چلا کہ لشکر طیبہ کا ایک افغانی کمانڈر بھی پٹھہ سیر میں موجود ہے تو ان ایجنٹوں نے فوراً فوجی حکام کو مطلع کیا اور پھر فوج کے بریگیڈیئر نے بذات خود سارے آپریشن کی نگرانی کی۔ کشمیری پریس اور انٹرنیشنل میڈیا کو بریگیڈیئر نے بذات خود بریفنگ دی اور اس کے بقول جب فوج نے چاروں طرف سے گھیرا کر کے مجاہدین کو گرفتار کرنے کا پروگرام بنایا تو ان جانبازوں نے فوج پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ ابو الحسن کے پاس گرنیڈ گن تھی اور وہ کلاشن کے فائروں کے ساتھ وقتاً "فوقتاً" گرنیڈ بھی پھینکتا رہا۔

فوج نے بہت بڑے پیمانے پر کریک ڈاؤن کیا تھا۔ مجاہدین کے نکلنے کے ہر چھوٹے بڑے رستے پر انہوں نے اپنے فوجی پہرے بٹھا رکھے تھے۔ کافی دیر معرکہ آرائی جاری رہی۔ اس دوران حمزہ بھائی اپنی جان کا نذرانہ پیش کر گئے۔ اب اکیلا ابو الحسن تھا اور ہزاروں کی تعداد میں چاروں طرف پھیلی ہوئی فوج۔ نکلنے کا کوئی رستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ مرد جری لڑتا رہا اور شہید ہونے سے پہلے اس کی کوشش رہی کہ جتنے زیادہ فوجیوں کو جہنم کی راہ دکھا سکتا ہے دکھاوے۔ فوجی جب بھی کسی طرف سے پیش قدمی کرتے وہ کوئی نہ کوئی گرنیڈ شیل پھینک دیتا۔ بقول بریگیڈئر ابو الحسن پانچ گھنٹے تک اکیلا لڑتا رہا مگر فوج اس پر قابو نہ پا سکی۔ بالآخر انہوں نے High Explosive بارود کے ذریعہ اس مکان کو دھماکے سے اڑانے کا فیصلہ کیا۔ فوجی کسی نہ کسی طرح چھپتے چھپاتے مکان تک پہنچ گئے تو وہاں ایک دو سال کا ننھا سا بچہ لیٹا ہوا تھا جو اس ساری کارروائی کے دوران آرام سے سوتا رہا تھا مگر اب اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ فوجیوں نے اس بچے کو وہاں سے پیچھے منتقل کیا۔ پورے عالم میں خبر پھیلا دی کہ ہم نے دو سالہ بچے کی جان بچائی ہے حالانکہ کشمیر میں ہزاروں بے گناہ جانوں کو تلف کر چکے ہیں۔ بہر حال پھر بارود کے ذریعہ مکان کو دھماکے سے اڑا دیا گیا اور اس طرح ابو الحسن کشمیری کشمیر کی انگار وادی سے جنت کی حسین وادی میں پہنچ گیا اور اپنے پیچھے یادوں کے بے شمار باب کھلے چھوڑ گیا۔

بے روزگار اور کاروباری حضرات کی توجہ کے لئے

ہمیں اپنی ربڑ کی مصنوعات۔ 1۔ ہوائی چپل 2۔ سوفٹی چپل 3۔ پلاسٹک شوز اور ہر قسم کی ربڑ شیٹ وغیرہ کی مارکیٹنگ کے لئے انتہائی مناسب شرائط پر ملک بھر میں ایجنسی ہولڈروں اور سیلز مینوں کی ضرورت ہے۔ مالی طور پر مستحکم اور مارکیٹنگ کا تجربہ رکھنے والے حضرات 20 جنوری 1998 تا 10 فروری 1998 تک بالمشافہ رابطہ فرمائیں۔ اس کے علاوہ ربڑ انڈسٹری کے کسی بھی شعبہ میں تجربہ رکھنے والے حضرات مثلاً ایڈورٹائزرز، ربڑ کیمسٹ اور مارکیٹنگ مینجر وغیرہ رابطہ کر سکتے ہیں۔

بشیر احمد ملک MD، محمد عارف سلفی ربڑ انڈسٹریز کوہ نور ربڑ

بارہ دری روڈ نزد شو مارکیٹ چمن کالونی شاہدرہ لاہور

فون فیکٹری 042-271010

فون رہائش (صرف رات کو)

042-7990941-7990697

محرم الحرام
فضیلت اور مروجہ رسومات و بدعات

آصف عثمانی مدرس جامعۃ الدعوۃ الاسلامیہ مریدکے

ان الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد: فرمان الٰہی ہے۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (التوبہ:۳۶)

مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ ہے۔ اسی دن سے جب سے اس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا۔ ان میں چار مہینے ادب واحترام والے ہیں۔ یہی سیدھا و درست دین ہے۔ تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تم تمام مشرکوں سے جہاد کرو جیسے کہ وہ سب تم سے لڑتے ہیں اور جان رکھو! کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ جن میں سے چار حرمت والے ہیں اس بات کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے یوں فرمائی

إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ

زمین و آسمان کی تخلیق کے دن سے زمانہ گردش میں ہے۔ سال بارہ مہینوں کا ہے جن میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین مسلسل ہیں۔ ذوالقعدہ ذوالحجہ اور محرم جبکہ ایک مہینہ رجب ہے۔

(صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب ما جاء فی سبع ارضین حدیث نمبر (۳۱۹۷) صحیح مسلم کتاب القسامۃ والمحاربین باب تغلیظ الدماء والاعراض والاموال (۴۳۸۳)

ان مہینوں کو حرمت والا اس لئے کہتے ہیں کہ ان میں ہر ایسے کام سے جو فتنہ و فساد اور امن عامہ کی خرابی کا باعث ہو بالخصوص منع فرمادیا ہے۔ مثلاً آپس میں لڑائی جھگڑا اور ظلم زیادتی وغیرہ نافرمانی کے کام کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ان حرمت والے مہینوں میں قتال کر کے ان کی حرمت پامال کر کے اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب نہ کرو۔ ہاں اگر کفار ان مہینوں میں بھی تمہیں لڑنے پر مجبور کر دیں تو لڑائی کرنا درست ہی نہیں بلکہ فرض بھی ہے جیسا کہ موجودہ دور میں ہر جگہ مسلمانوں پر کفار کی یلغاریں ہو رہی ہیں تو اس صورت میں حرمت والے مہینوں میں بھی لڑنا ضروری ہو جاتا ہے۔

محرم الحرام کی فضیلت:

ماہ محرم الحرام اسلامی سن ہجری کا پہلا مہینہ ہے جس کی بنیاد نبی کریم ﷺ کے واقعہ ہجرت پر ہے اس اسلامی سن کا تقرر اور آغاز استعمال ۱۸ ہجری میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ اس لحاظ سے یہ مہینہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا اس مہینے کی حرمت سے کوئی تعلق ہے؟ خیال رہے کہ اس مہینے کی حرمت کا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ مہینہ اس لئے قابل احترام ہے کہ اس میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ دلگداز پیش آیا۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ یہ واقعہ شہادت تو نبی کریم ﷺ کی وفات سے پچاس سال بعد پیش آیا جبکہ اس بات سے ہر مسلمان بخوبی واقف ہے کہ دین اسلام نبی کریم ﷺ کی زندگی ہی میں مکمل ہو گیا تھا۔ فرمان الٰہی ہے۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدہ۔۳)

آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام کامل کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضا مند ہو گیا ہوں۔

تکمیل دین کے بعد کوئی ایسا کام کرنا جس کا نہ تو شریعت اسلامیہ سے کوئی تعلق ہو اور نہ نبی کریم ﷺ سے کوئی نسبت ہو' سراسر غلط اور ناجائز ہے۔ اس لئے یہ تصور اس آیت قرآنی کے سراسر خلاف ہے۔ پھر خود اسی مہینے میں اس سے بڑھ کر ایک اور واقعہ شہادت 'پیش آیا تھا یعنی یکم محرم کو خلیفہ ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ اگر بعد میں ہونے والی ان شہادتوں کی شرعاً کوئی حیثیت ہوتی تو شہادت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس لائق تھی کہ اہل اسلام اس کا اعتبار کرتے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ایسی تھی کہ اس کی یاد منائی جاتی جبکہ یہ تمام واقعات تکمیل دین کے بعد پیش آئے ہیں۔ نہ تو نبی ﷺ کا یوم وفات صحابہ نے کبھی منایا اور نہ باقی خلفاء و صحابہؓ کا یوم شہادت منایا گیا۔ اس لئے ان شخصیات کی یاد میں مجالس عزا اور محافل قائم کرنا دین میں اضافہ کرنا ہے جس کی قطعاً اجازت نہیں۔

محرم الحرام میں مسنون عمل:

ماہ محرم میں مسنون عمل بالخصوص روزے ہیں۔ نبی کریم

ماہ محرم کی بے حرمتی یوں بھی کی جاتی ہے کہ شہادت حسین اور واقعات کربلا کے حوالے سے پیشہ ور خطیب بازاروں' دوکانوں' ریڈیو' ٹی وی اور دیگر مجالس میں لوگوں کے سامنے جھوٹی اور من گھڑت وخود ساختہ داستانیں اور قصے' بڑی رنگ آمیزی سے بیان کرتے ہیں

ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ ماہ محرم میں بکثرت روزے رکھتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس مہینے میں روزے رکھنے کی ترغیب دلاتے جیسا کہ حدیث نبوی میں رمضان کے علاوہ نفلی روزوں میں محرم کے روزوں کو افضل قرار دیا گیا ہے فرمان نبوی ہے(افضل الصیام بعد رمضان شهر الله المحرم) ماہ رمضان کے بعد افضل ترین روزے اللہ کے مہینے محرم کے روزے ہیں۔ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل صوم المحرم (حدیث ۱۱۶۳۔(۲۷۵۵)

محرم کا شہادت حسین سے کچھ تعلق واسطہ نہیں ہے کیونکہ یہ واقعہ تو نبی ﷺ کی وفات سے پچاس سال بعد رونما ہوا اور دین نبی ﷺ کی وفات سے پہلے ہی مکمل ہو چکا تھا

عاشوراء محرم کے روزے کی فضیلت:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي تَصُومُونَهُ فَقَالُوا هَذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ أَنْجَى اللَّهُ فِيهِ مُوسَى وَقَوْمَهُ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ فَصَامَهُ مُوسَى شُكْرًا فَنَحْنُ نَصُومُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ فَصَامَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ

نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے اور یہود کو عاشوراء (دس محرم) کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ آپ نے ان سے کہا' یہ کون سا دن ہے جس کا تم روزہ رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا' یہ بڑا عظیم دن ہے۔ اللہ نے اس دن موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی۔ فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کے طور پر روزہ رکھا۔ اس لئے ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہم تم سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم فرمایا:(صحیح مسلم :کتاب الصیام۔ باب صوم یوم عاشوراء حدیث /۱۱۳۰(۲۶۵۸) مسند احمد ۲/۳۶۰)

اسی طرح بالخصوص یوم عاشوراء کی فضیلت بتلاتے ہوئے فرمایا(یکفر السنة الماضية) وہ پچھلے ایک سال کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم: کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام حدیث / ۱۱۶۲)

لیکن بعد میں نبی کریم ﷺ کو خبر ملی کہ یہود اب بھی اس دن کی تعظیم میں روزہ رکھتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(لَئِنْ بَقِيتُ إِلَى قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ)

اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو میں ضرور ۹ تاریخ کا روزہ رکھوں گا" (صحیح مسلم: کتاب الصیام باب ای یوم یصام فی عاشوراء؟ حدیث / ۱۱۳۴) لیکن ماہ محرم سے پہلے ہی آپ ﷺ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

حدیث لئن بقيت الى قابل کے راوی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول مصنف عبدالرزاق اور بیہقی میں موجود ہے جس سے یہی مفہوم بنتا ہے کہ ۹ اور ۱۰ محرم دونوں روزے رکھنے چاہئیں تو محدثین کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ راوی حدیث کا اس روایت سے اخذ واستنباط زیادہ معتبر ہے تو ۹' ۱۰ محرم دونوں کے روزے رکھنے صحیح و درست ہیں۔

ا۔ ۱۰ محرم کا روزہ آپ ﷺ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے نجات پانے کی خوشی میں رکھا تھا اور صحیح حدیث میں واضح طور پر اعلان کیا فنحن احق واولی بموسی منکم اور اس امر سے آپ کی دستبرداری مروی نہیں لہٰذا اس اعتبار سے ۱۰ محرم کا روزہ بہر حال مسنون ہے۔

۲۔ کسی دن کی تاریخی حیثیت کو بدلا نہیں جا سکتا بصورت دیگر اس کی مقررہ فضیلت وثواب سے محروم ہونا لازم آتا ہے۔

قابل عمل صورت:

عاشورا محرم کے روزے سے فیض یاب ہونے والے کے لئے درج ذیل صورت قابل عمل ہے۔ عاشوراء (دس محرم کے روزے سے پہلے ۹ نو محرم کا روزہ۔ یہ افضل صورت ہے یا ۱۰ محرم کے ساتھ "۱۱ محرم کا روزہ یا ۹۔ ۱۰ اور ۱۱ محرم پے در پے تین روزے رکھ لئے جائیں۔

تم نے اسلام کو بدل ڈالنے والی بہت سی رسمیں اپنا رکھی ہیں مثلاً تم دسویں محرم کو باطل قسم کے اجتماع کرتے ہو کئی لوگوں نے اس دن کو نوحہ و ماتم کا دن بنالیا ہے...... کیا ہوا جو حسینؓ اس دن مظلومانہ شہید کئے گئے تو وہ کونسا دن ہے جس دن کوئی نہ کوئی اللہ کا نیک بندہ فوت نہیں ہوا۔ شاہ ولی اللہؒ

ماہ محرم اور مروجہ بدعات ورسومات:

واقعہ کربلا نبی کریم ﷺ کی وفات اور دین محمدی ﷺ کی تکمیل کے تقریباً ۵۰ سال بعد پیش آیا۔ ایک تاریخی سانحہ ہے لیکن واقعہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے شیطان کو بدعتوں اور ضلالتوں کے پھیلانے کا موقعہ مل گیا چنانچہ کچھ لوگ ماہ محرم کا چاند نظر آتے ہی اور بالخصوص دس محرم میں نام نہاد محبت کی بنیاد پر سیاہ کپڑے زیب تن کرتے ہیں۔ سیاہ جھنڈے بلند کرتے ہیں۔ نوحہ و ماتم کرتے ہیں۔ تعزیے اور تابوت بناتے ہیں۔ منہ پیٹتے اور روتے چلاتے ہیں۔ بھوکے پیاسے رہتے ہیں۔ ننگے پاؤں پھرتے ہیں۔ گرمی ہو یا سردی' جوتا نہیں پہنتے۔ نوحہ اور مرثیے پڑھتے ہیں۔ عورتیں بدن سے زیورات اتار دیتی ہیں۔ ماتمی جلوس نکالے جاتے ہیں۔ زنجیروں اور چھریوں سے خود کو زخمی کیا جاتا ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کی نیاز کا شربت بنایا جاتا ہے۔ پانی کی سبیلیں لگائی جاتی ہیں۔ (حالانکہ اس دن روزہ رکھنا نبی کا مسنون اور افضل عمل ہے جیسا کہ پیچھے مذکور ہے) عاشوراء محرم کے دوران خوشی کی تقاریب نہ کرنا (جبکہ شریعت محمدی میں اس کی کوئی ممانعت نہیں ورنہ باقی سارا سال بھی دیگر جید صحابہ کی شہادت کے سوگ مناتے گزر جائے گا) شہادت کا سوگ ہر سال منانا یہی نہیں بلکہ عظیم صحابہ واسلاف کو گالیاں دینا۔ طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا اور دیگر مختلف قسم کی خود ساختہ خرافات ان صحابہ واسلاف کی طرف منسوب کرنا اور ان بے گناہ لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لینا جو دین اسلام کے اولین راوی ہیں' جن کے بغیر دین اسلام کا کوئی شعبہ مکمل نہیں ہوتا' جنہیں واقعات شہادت سے دور و نزدیک کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا۔ پھر واقعہ شہادت کی جو کتابیں پڑھی جاتی ہیں۔ وہ زیادہ تر اکاذیب واباطیل کا مجموعہ ہیں جن کا مقصد فتنہ وفساد کے نئے دروازے کھولنا اور امت میں پھوٹ ڈالنا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ تمام بدعات وخرافات ایک خاص مذہب کی ترویج و تبلیغ اور اس کو سہارا دینے کے لئے ایک سوچی سمجھی پلاننگ کا نتیجہ ہیں۔ جن کی ادائیگی میں امن عامہ قائم نہیں رہ سکتا جیسا کہ سب جانتے ہیں اسلام امن و آشتی کا دین ہے۔ دیکھا دیکھی' ہمارے اہل سنت بھائیوں نے بھی اس نسبت سے ایسے کام شروع کر دیئے جن کا شریعت اسلامیہ میں کوئی وجود نہیں جو سراسر بدعات وضلالت پر مبنی امور ہیں جن کی دین اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ یہ حضرات اپنے زعم میں اس مہینے کا احترام کرتے ہوئے اس کی تقدیس واحترام کو پامال کر دیتے ہیں اور ثواب حاصل کرنے کی

بجائے گناہوں کا بوجھ اپنے اوپر مسلط کر لیتے ہیں اور گنہگار بن کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نافرمانوں کی لسٹ میں اپنا نام درج کروا لیتے ہیں۔ زیر نظر مضمون میں نیک نیتی کی بنا پر انہی بدعات و خرافات سے نقاب کشائی کی گئی ہے تاکہ حقیقت حال سے عام واقفیت رکھنے والے ہمارے بھائی اصل حقیقت سے روشناس ہو جائیں اور اہل ایمان کا لباس تقوی اور ان کی ردائے ایمان ان منحوس کانٹوں میں الجھنے نہ پائے اور ان کا یہ نورانی لباس بفضل اللہ تعالی ہمیشہ کے لئے ایسے بدنما سیاہ داغ دھبوں سے محفوظ رہے۔ کسی فرقہ و گروہ کی دل آزاری قطعاً مقصود نہیں البتہ جو کوئی قرآن وسنت کی زد میں آجائے' اس کو اپنے بارے میں خود سوچنا چاہئے۔ اپنے انداز فکر کو قرآن وسنت کے مطابق تبدیل کرنا چاہئے کہ اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔

ماہ محرم الحرام میں عام دستور و رواج کے مطابق شہادت حسین رضی اللہ عنہ اور واقعات کربلا کے حوالہ سے 'بازاروں دوکانوں' ریڈیو' ٹی وی اور دیگر مجالس میں لوگوں کے سامنے مکذوبہ' موضوعہ اور ضعیفہ من گھڑت خودساختہ داستانیں اور قصے بڑی رنگ آمیزی سے بیان کئے جاتے ہیں جس میں وہ خود بھی روتے ہیں اور سننے والوں کو بھی رلاتے ہیں۔ ذاکرین تو اس ضمن میں جو کچھ کرتے ہیں' وہ کسی پہ مخفی نہیں لیکن بدقسمتی سے بہت سے اہل سنت کے واعظین خوش گفتار اور خطیب حضرات گرمیٔ محفل اور عوام سے داد و تحسین وصول کرنے کیلئے ان واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں جو ذاکرین کی مخصوص ایجاد اور ان کی انفرادیت کے غماز ہیں۔ سنی عوام گریہ وزاری آہ وبکاء کا وہی منظر پیش کرتے ہیں جو ان کی مجالس سے زیادہ مختلف نہیں ہوتا۔ سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ جو لوگ کربلا کا فسانہ اور شہید مظلوم کی خود ساختہ داستانیں اور ان پر پانی بند ہونے کے جھوٹے قصے لوگوں کو سنتے سناتے ہیں' وہی محرم کے مہینے شربت کے مٹکے اور قسم قسم کے گانوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ شہادت تو ایک انمول اعزاز کو کہتے ہیں جس پر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ فائز ہوئے۔ شہید زندہ ہوتا ہے نہ کہ مردہ

ہمارے بہت سے سنی بھائی' بہن رافضی حضرات کی دیکھا دیکھی بھی اور کچھ ان کے وسیع پروپیگنڈے کے شکار ہو کر بھی درج ذیل بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں۔

۱۔ مجالس شہادت جن میں سنی عوام گریہ وزاری کا وہی منظر پیش کرتے ہیں جو مجالس روافض سے زیادہ مختلف نہیں ہوتا۔

۲۔ ریڈیو' ٹی وی اور دیگر مجالس میں سنی گویئے نوحے اور مرثیے پڑھتے ہیں۔

۳۔ محرم کی دس تاریخ کو چولہے اوندھے کر دیئے جاتے ہیں۔

۴۔ نوبیاہی عورتیں یوم عاشورا اپنے اپنے میکے میں گزارتی ہیں۔

۵۔ زیورات کا پہننا شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے غم میں ترک کر دیتی ہیں۔

اس کے علاوہ توہم پرست لوگوں نے اور بھی بہت سے باطل خیال قائم کر لئے ہیں۔ مثلاً مہینہ کے پہلے دس دنوں میں اگر کوئی اپنی بیوی سے ہم بستری کرے گا تو اولاد منحوس ہو گی یا ناقص العقل ہو گی۔ شادی ہو تو مبارک نہ ہو گی۔ کچھ اس قسم کا خیال عرب کے جاہل لوگوں کا تھا۔ وہ ماہ شوال کے مہینہ کو منحوس سمجھتے اور اس میں شادی نہیں کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے اس خیال باطل کو توڑنے کے لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی ماہ شوال میں کی اور رخصتی بھی اسی مہینے میں ہوئی۔ اسلام میں اس قسم کی مشقتوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دوسری طرف ایسے حضرات کو عاشوراء محرم کے دوران شادیاں بھی کرنی چاہئیں جیسا کہ ان کے بیان کردہ افسانوں کے مطابق سیدنا قاسم کی مہندی میدان کربلا میں عاشورا کی شب لائی گئی تھی جبکہ معلوم ہونا چاہئے کہ دولہا اور دلہن کی رسم مہندی ایک خالصتاً ہندی رسم ہے۔ عرب کے علاقوں میں آج بھی مہندی نام کی کوئی رسم نہیں پائی جاتی۔ اسلام میں کسی بھی شخص کی موت یا شہادت پر تین دن سے زیادہ کا سوگ نہیں۔ ماسوائے بیوہ عورتوں کے۔ وہ اپنے خاوندوں کی اموات و شہادت پر چار ماہ دس دن سوگ کے لئے زیب وزینت کو ترک کرتی ہیں لیکن اس سوگ کا ہر سال اعادہ نہیں کرتیں۔

ماہ محرم کے حوالہ سے ایک اور کام جس کا قرآن وحدیث میں کوئی ثبوت نہیں ہے' کجیاں' ٹھوٹھیاں بھرنا ہے' معلوم نہیں اس چیز کا شہادت حسین رضی اللہ عنہ سے کیا تعلق ورشتہ ہے

یہود کے دسویں محرم کے روزہ رکھنے پر نبی ﷺ نے ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا اللہ نے اس دس دن موسیٰ اور ان کی قوم کو نجات دی تھی تو (اس خوشی میں) شکرانے کے طور پر موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا تو آپ ﷺ نے بھی اس دن روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی جاری کیا

دس محرم کا سورج طلوع ہوتے ہی عورتیں اور مردان کجیوں میں لسی یا دودھ ڈالتے ہیں ٹھوٹھیوں میں حلوہ یا کھیر بھرتے ہیں اور بچوں میں بانٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ کچھ حضرات مٹی کے کچے پیالے لے کر ان میں کھیر ڈال کر بانٹتے ہیں۔ کچھ حلیم کی دیگیں پکا کر تقسیم کرتے ہیں۔ ماہ محرم میں ایک اور خلاف شرع کام یہ کیا جاتا ہے کہ محرم کے آغاز سے ہی قبروں کی لیپاپوتی کا کام شروع ہو جاتا ہے۔ جوں جوں ۱۰ محرم قریب آتا جاتا ہے' قبرستانوں میں رونق کے اندر اضافہ ہو جاتا ہے۔ ۱۰ محرم کا سورج طلوع ہوتے ہی لوگ جوان بہو' بیٹیوں کو لے کر قبرستانوں کی جانب نکل پڑتے ہیں۔ پھولوں اور اگربتیوں کے سٹال لگائے جاتے ہیں۔ قبروں کی لیپاپوچی کی جاتی ہے۔ ان پر مرد وزن اکٹھے مٹی ڈالتے ہیں۔ جس سے کئی ایک غیر شرعی قباحتیں لازم آتی ہیں مثلاً بے پردگی' محرم کے بغیر گھر سے نکلنا وغیرہ۔ پھر مٹی ڈالنے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر شیرینی تقسیم کی جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے اگر کوئی مٹی ڈالنے کے بعد شیرینی تقسیم نہ کرے تو قبر والے پر بوجھ رہتا ہے۔ یہ سب من گھڑت اور بدعات وخرافات پر مبنی افعال ہیں۔ قبروں کی زیارت کا حکم تو نبی ﷺ نے اس لئے دیا ہے کہ اس سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی رہے۔ اگر وہاں پر اس قدر پر رونق سماں پیدا کیا جائے تو بلاشبہ یہ شرعی مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اور شریعت اسلامیہ نے قبروں کی زیارت کے لئے کوئی خاص دن بھی مقرر نہیں کیا لہٰذا کسی خاص دن میں زیارت کو مقید کر دینا بھی شریعت اسلامیہ کے منافی عمل ہے۔ دنیا میں جنت البقیع بہترین قبرستان ہے۔ دور نبوی ﷺ یا دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں کبھی وہاں دس محرم کو اس طرح میلہ نہیں لگایا گیا اور نہ مٹی اور پھول ڈالنے کا اہتمام کیا گیا۔

رسومات محرم پر سلف علماء کرام رحمہم اللہ کا تبصرہ:

۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ترجمہ اے بنی آدم تم نے اسلام کو بدل ڈالنے والی بہت سی رسمیں اپنا رکھی ہیں مثلاً تم دسویں محرم کو باطل قسم کے اجتماع کرتے ہو۔ کئی لوگوں نے اس دن کو نوحہ و ماتم کا دن بنا لیا ہے حالانکہ اللہ تعالی کی مشیت سے حادثے ہمیشہ رونما ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اگر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اس دن (مظلوم شہید کے طور پر) قتل کئے گئے تو وہ کون سا دن ہے جس میں کوئی نہ کوئی اللہ کا نیک بندہ فوت نہیں ہوا (لیکن تعجب کی بات ہے کہ) انہوں نے اس سانحہ شہادت مظلومانہ کو کھیل کود کی چیز بنا لیا۔ تم نے ماتم کو عید کے تہوار کی طرح بنا لیا۔ گویا اس دن زیادہ کھانا پینا فرض ہے اور نمازوں کا تمہیں کوئی خیال نہیں جو فرض عین ہے۔ ان کو تم نے ضائع کر دیا۔ یہ لوگ ان ہی من گھڑت کاموں میں مشغول رہتے

ہیں۔ نمازوں کی توفیق ان کو ملتی ہی نہیں۔ (بحوالہ تفہیمات الالٰہیہ ۱/ تفہیم :۶۹ /۲۸۸۔ طبع حیدر آباد سندھ ۱۹۷۰ء)

۲۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ۳۵۴ ہجری کے واقعات میں ماتمی جلوسوں کے سلسلے میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ: یہ (ماتمی مجالس وغیرہ) کی رسمیں اسلام میں ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ واقعتاً اگر یہ اچھی چیز ہوتی تو خیر القرون اور اس امت کے ابتدائی اور بہتر لوگ اس کو ضرور کرتے۔ وہ اس کے سب سے زیادہ اہل تھے۔ (بات یہ ہے) کہ اہل سنت (سنت نبویؐ کی) اقتداء کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے بدعتیں نہیں گھڑتے۔ (البدایہ والنہایہ ۱۱/۲۷۱)

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صراط مستقیم صفحہ ۵۹ پر تحریر فرمایا ہے۔ (فارسی عبارت کا خلاصہ یہ ہے)

پاک وہند میں تعزیہ سازی کی جو بدعت رائج ہے یہ شرک تک پہنچادیتی ہے کیونکہ تعزیے میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کی شبیہ بنائی جاتی ہے اور پھر اس کو سجدہ کیا جاتا ہے اور وہ سب کچھ کیا جاتا ہے جو بت پرست اپنے بتوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور ان معانی میں یہ پورے طور پر بت پرستی ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

امام احمد رضا خان صاحب بریلوی

ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وخلفائے مرسلین ذیل میں۔ ۱۔ بعض اہل سنت وجماعت عشرہ محرم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں اور کہتے ہیں بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔

۲۔ ان دس دنوں میں کپڑے نہیں بدلتے۔ ۳۔ ماہ محرم میں کوئی شادی بیاہ نہیں کرتے۔ ۴۔ ان ایام میں سوائے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے۔ یہ جائز ہے یا ناجائز۔ (بینوا توجروا)

جواب: پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں سوگ حرام ہے اور چوتھی بات جہالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (حوالہ احکام شریعت مسئلہ نمبر ۱۵۰۔ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ)

دعوت فکر:

محترم ومحترمہ قارئین! یہ قانون فطرت ہے کہ ہر ایک چیز نے فنا ہونا ہے اور ہر ایک متنفس چیز نے موت کا منظر دیکھنا ہے اور اس سے کسی کو انکار نہیں خواہ کوئی نبی ہو یا ولی۔

الموت کاس کل ناس شاربوھا
والقبر باب کل ناس داخلوھا

لیکن بعض اموات ایسی ہولناک اور پریشان کن ہوتی ہیں کہ جن کے حزن وملال کی داستان الفاظ سے نہیں بیان کی جاسکتی اور ایسے اندوہناک حادثات کے احساس وشعور کو تعبیر کرنے سے زبان وقلم عاجز ہوتے ہیں صرف ایک ہی کلمہ ہے جس سے ان احساسات کی تعبیر ممکن ہے اور وہ یہ کلمہ ہے جسے مسلمان اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں ایسے موقعوں پر بار بار دہراتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یعنی اس صدمہ کے احساسات کو تعبیر کرنے اور اس کے اثرات کو زائل کرنے کے لئے جل شانہ نے ایک نسخہ کیمیا بتلایا ہے جس میں انسانی زندگی کی حقیقت مضمر ہے کہ انسان کی آمد ورفت تمام کچھ اللہ ہی کے لئے ہے۔ لیکن افسوس! کہ بعض نفس پرست لوگوں نے اللہ کے اس بتائے ہوئے نسخہ کو چھوڑ کر اپنے زخموں کی مرہم کرنے کے لئے نئے نئے طریقے ایجاد کرلئے ہیں۔ ان متفرق طریقوں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بعض لوگ محبت اور غلو عقیدت یا مکر وفریب اور دھوکہ دہی کی وجہ سے سینہ کوبی اور ماتم وغیرہ شروع کردیتے ہیں اور اپنے جسم اور جسم کے بالوں کو نوچنا اور اپنے گریبانوں کو چاک کرنا اپنا علاج سمجھتے ہیں اور باآواز بلند نوحہ کرنے اور آوازہ کسنے' واویلا کرنے میں اپنی شفا تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ تمام چیزیں اسلام میں ممنوع اور حرام ہیں لیکن اس کے باوجود بھی بعض لوگ انہی میں اپنی شفا سمجھتے ہیں۔ اور اس کو اپنے لئے باعث افتخار اور خاص شعار سمجھتے ہیں۔ درحقیقت یہ سب کچھ اسلام سے دوری اور پہلو تہی کا نتیجہ ہے اور پھر اس انسان پر جس کی موت بھی شہادت کی موت ہو اور اس پر مستزاد یہ کہ اس کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت مل چکی ہو اور بشارت بھی اس درجہ کی کہ کسی اور کے نصیب بھی نہ ہو اور پھر اس انسان پر جس نے اپنی تمام زندگی خرافات کے قلع قمع کرنے میں گزاری ہو اور مرتے دم بھی زبان پر ان کے خلاف ہی الفاظ ہوں اس کی موت پر ایسا کرنا کسی منصف مزاج انسان کے نزدیک اس کے ساتھ محبت والفت کا طریقہ نہیں ہوسکتا بلکہ عدل وانصاف کے منافی اور اس پر زیادتی ہے۔ جبکہ ان سے محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم وہ کام کریں جو وہ کرتے تھے۔ بقول شاعر

لوکنت صادقا فی حبه لاطعته
لان المحب لمن یحب مطیع

اگر تجھے اپنے محبوب سے سچی محبت ہوتی تو اس کی باتیں مانتا کیونکہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کا اطاعت گزار ہوتا ہے۔

محترم قارئین! اگر ہماری محبت واقعی سچی اور مبنی بر خلوص ہے تو چاہئے کہ ان کی باتیں مانی جائیں۔ وہ کام کئے جائیں جو وہ پسند کرتے تھے۔ نماز سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی محبوب ترین چیز تھی۔ انہوں نے ساری زندگی باقاعدگی سے نماز ادا کی۔ نماز ترک کرنا تو درکنار کبھی نماز کی ادائیگی میں ذرا سی سستی وکاہلی کا مظاہرہ بھی نہیں کیا نہ کسی سے دھوکہ کیا' انہوں نے داڑھی بھی سنت کے مطابق رکھی ہوئی تھی۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر فائز تھے۔ خشیت الٰہی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ غرضیکہ انہوں نے زندگی بھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی کبھی خلاف ورزی اور نافرمانی کا سوچا بھی نہیں لیکن ہم تمام کاموں سے عاری ہیں۔ ہماری زندگیاں ہمارے روز مرہ کے معمولات بالکل ان کی زندگی کے برعکس ہیں اور یہاں ہم ایک دوسرے پر فتوے لیتے ہیں اور ان کی محبت کے کھوکھلے دعوے کرتے ہیں۔ ان کی محبت میں بڑے بڑے عظیم وبزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی طعن وتشنیع کا نشانہ بنانے سے باز نہیں حالانکہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بذات خود اپنی پوری زندگی صحابہ رضی اللہ عنہم تو درکنار' کسی عام آدمی سے بھی ہتک آمیز سلوک نہیں کیا۔ ایک طرف تو اتنے بڑے بڑے دعوے اور دوسری طرف زندگیوں میں اتنا تفاوت' یہ کہاں کا انصاف ہے؟ ہم ہیں کہ اس قسم کی رسومات' بدعات خرافات واختراعات میں اپنا وقت' مال اور وسائل برباد کررہے ہیں اور جبکہ دین اسلام کے دشمنوں پر ہر وقت اسلام اور اس کے ماننے والوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لئے طرح طرح کی سازشوں میں مصروف ہیں۔ امریکہ میں مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک ہورہا ہے فلسطین' بھارت چیچنیا' بوسنیا' کشمیر' اریٹیریا' افغانستان' عراق غرضیکہ پوری دنیا میں جس بے دردی سے مسلمانوں کا قتل عام ہورہا ہے' جس طرح سے ان کی عزتوں کو برباد کیا جارہا ہے' ہونا تو یہ چاہئے کہ ہم سب کفار کے اس ظلم وستم کے سامنے آہنی دیوار بن جائیں اور اتحاد ویگانگت کی ایسی مثال پیش کریں کہ دشمن پر ہماری دھاک بیٹھ جائے لیکن ہم میں ان جذبات کا تاحال فقدان ہے۔ حیرانی ہے کہ حسین کی مثال تو بڑی بڑھ چڑھ کردی جاتی ہے کہ انہوں نے باطل کے آگے سر جھکانے سے انکار کردیا لیکن آج وقت کے بڑے فرعون امریکہ کے آگے ہمارے حکمرانوں نے جو سر جھکاتے ہوئے ہیں' اس پر کوئی احتجاج نہیں کیا جاسکتا۔ آج ہم سب کو مل کر یہ ثابت کردینے کی ضرورت ہے کہ ہمیں اللہ ورسول ﷺ تمام صحابہؓ' تمام خلفاء راشدین اور اہل بیت سے سچی محبت ہے۔ آخر میں اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس مہینے کا حقیقی احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور فضول رسومات اور بدعات وخرافات سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین

15 مارچ بروز سوموار
بعد از نماز عشاء
سیرت رسول ﷺ کانفرنس
بمقام: کوڑے کوٹ تحصیل کوٹ مومن ضلع سرگودھا
مقررین:
مولانا قاری عبدالحفیظ حفظہ اللہ فیصل آبادی
مولانا یٰسین بلوچ حفظہ اللہ
نوٹ: احباب کے لئے طعام کا اہتمام ہوگا
منجانب: جمعیت اہلحدیث وجماعۃ الدعوۃ کوڑے کوٹ سرگودھا

کیا جہاد کیلئے "پرویز مشرف" سے اجازت ضروری ہے؟

حکمرانوں اور علماء کی اصل ذمہ داریاں

سخت خطرات میں قرآنی رہنمائی صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرز عمل اور موجودہ حکمرانوں کا کردار

موجودہ ملکی و عالمی حالات پر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ امیر جماعۃ الدعوۃ پاکستان کا ایمان افروز خطبہ
مرتب: محمد امین الرحمٰن

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے انبیاء بھیجے۔ آپ ﷺ پر اپنے دین کو مکمل کردیا۔ نبی ﷺ نے اس مکمل دین کو قائم کردیا۔ اب یہ دین قیامت تک قائم ہے۔ اس میں کسی کو کمی بیشی کرنے کی اجازت نہیں اور جو کرے گا وہ اس دین کے ساتھ غداری کا مرتکب ہوگا۔ محمد ﷺ اپنا کام دنیا میں مکمل کر کے چلے گئے۔ اب آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے مشن کو آگے بڑھانے کی ذمہ داری دو گروہوں پر ہے۔ پہلے نمبر پر حکومت ہے۔ تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ سب سے بڑی ذمہ دار حکومت ہے۔ مسلم حکمران کی ذمہ داری ہے کہ جو مشن نبی ﷺ لے کر آئے ہیں اس مشن کو آگے بڑھائیں اور اگر حکمران اس ذمہ داری کو ادا نہ کریں، غافل ہو جائیں، سستی، غفلت یا کافروں کے دباؤ میں آ کر دین کی ذمہ داریوں کو پورا نہ کریں تو علماء کی ذمہ داری بنتی ہے جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ ہمارا ورثہ دولت کی بجائے علم ہے۔ دین کا علم۔ جب مسلمان حکمران غافل ہو جائیں تو علماء کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوں۔ نبی ﷺ کی وفات کے فوراً بعد اللہ نے حکومت ایسے لوگوں کو عطا کی جو اللہ سے ڈرتے تھے۔ پہروں کے پہر روتے تھے کہ ہماری ذمہ داری میں کوئی بھوکا نہ ہو، کوئی ہماری رعیت میں سے ایسا شخص نہ ہو جو رب کے دربار میں مدعی بن کر کھڑا ہو کہ اے اللہ مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ جو اللہ کا حکم ماننے والے حکمران تھے۔ انہوں نے شخصی حکومتیں قائم نہیں کیں بلکہ انہوں نے انسانوں سے اللہ کی حکومت تسلیم کروائی۔ اپنے قانون نہیں بنوائے بلکہ اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کو تسلیم کروایا۔ ہر چیز کو اللہ کے سامنے جھکایا اور نبی ﷺ کے طریق پر چلایا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرے خلفائے راشدین ہیں جو دین پر قائم ہیں۔ فرمایا لوگو! میرے بعد میرا طریقہ اور میرے خلفاء کا طریقہ لازم پکڑنا۔ اس کے مطابق اپنے معاشی اور معاشرتی نظاموں کے ڈھانچوں کو کھڑا کرنا اور اس کے رسول ﷺ اور خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا۔

شروع شروع میں ایسے لوگ حکمران بنے جو اللہ کے دین کو قائم کرنے والے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! مجھے تم پر حکمران بنایا گیا۔ تم میری اس وقت تک اطاعت کرنا جب تک میں تم سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرواؤں۔ (شخصی اطاعت نہ کرواؤں) اور اگر مجھ سے غلطی ہو جائے اور میری اپنی اطاعت کے اندر فرق آ جائے تو پھر میرے پیچھے نہ چلنا، یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہارا حاکم ہوں۔ میری ہر بات تم نے نہیں ماننی بلکہ فرمایا کہ تم نے مجھے سیدھا کرنا ہے۔

قرآن کے مطابق مسلم حکمران نماز و زکوٰۃ کا نظام قائم کرنے والے اور جہاد جاری کرنے والے ہوتے ہیں۔ ایسا حکمران ہی جہاد کی اجازت دے سکتا ہے۔ امریکہ کی غلامی کرنے والوں کو ایسا کوئی اختیار نہیں

اس وقت امت کے لئے بہت بڑے مسائل پیدا ہو گئے تھے۔ ارتداد کے فتنے، جھوٹے نبیوں کا فتنہ، منکرین زکوٰۃ کا فتنہ، جہاد کے بارے میں شبہات پیدا ہو گئے تھے۔ لوگ کہنے لگے کہ پہلے اندرونی مسائل سے نمٹا جائے، پھر کوئی اور بات کی جائے۔

لشکر اسامہ کہ جسے نبی ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں صلیبیوں پر چڑھائی کا حکم دیا تھا۔ زید رضی اللہ عنہ کو اللہ کے نبی ﷺ نے ایک بڑے لشکر کی کمان دے کر بھیجا تھا۔ وہ صلیبیوں کے خلاف لڑتے لڑتے خود شہید ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اسامہ رضی اللہ عنہ (سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے) کو ایک لشکر دے کر روانہ فرمایا تھا تاکہ وہ اپنے والد کا بدلہ و انتقام لے سکیں۔ اس دوران آپ ﷺ وفات پا گئے۔ بعض روایات کے مطابق یہ لشکر مدینے میں تھا، بعض روایات کے مطابق چند فرلانگ چل چکا تھا کہ اللہ کے نبی ﷺ کی وفات کا اعلان ہو گیا تو یہ لشکر واپس چلا آیا۔ لوگوں نے باتیں کرنا شروع کر دیں کہ حالات سخت ہیں، فتنے کھڑے ہو گئے ہیں، مسئلے ہی مسئلے ہیں، حالات اور مصلحت یہ کہہ رہی ہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روک دیا جائے اور روانہ نہ کیا جائے۔

آج کے حکمرانوں کے مسائل حل کرنے کا طریقہ بھی مدنظر رکھئے اور خلیفہ اوّل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مسائل سے نپٹنا بھی دیکھئے۔ وہ کیا منصوبے بنا رہے ہیں۔ دونوں کا فرق سمجھو وہاں کیا راستہ اختیار کیا گیا تھا اور یہاں کیا طریقہ اختیار کیا گیا۔ وہاں کیا نتیجے نکلے اور یہاں کیا نتیجے نکلے؟

یاد رکھیں کہ جب راستے وہ اختیار نہیں کیے تو نتیجے بھی وہ نہیں نکلیں گے۔ یہ اصول کی بات ہے۔ کیوں؟ جب شدید خطرات تھے، یہودی غصے میں بھرے ہوئے تھے اور حملے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ فتنے کھڑے ہو گئے تھے، مدینہ والے مشکلات میں گھرے ہوئے تھے، صلیبی اور یہودی ایسے ہی موقع کی تلاش میں تھے اور انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ اب ان کا نبی بھی ان میں نہیں ہے، اس لئے مدینہ کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ ارتداد اور منکرین زکوٰۃ کے فتنے بھی موجود تھے اور یہودی پورے عرب کی قوت کو جمع کر لائے۔

آج بھی خطرہ ہے کہ امریکہ حملہ کر دے گا۔ شدید خطرہ ہے اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ اس کی ہر جائز و ناجائز بات مانتے جاؤ تاکہ حملے کا خطرہ ٹل جائے۔

بھائیو! ایک یہ بدتدبیری ہے جو آج ہمارے حکمران کرتے جا رہے ہیں اور مسلسل پھنستے چلے جا رہے ہیں۔ امریکہ کی اطاعت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہے اور اس نافرمانی کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ ناجائز باتیں منواتا جا رہا ہے اور ہم مانتے جا رہے ہیں۔ ہم پیچھے ہٹتے جا رہے ہیں۔ وہ اوپر چڑھتا جا رہا ہے۔ تدبیریں

اور منصوبے ناکام کیوں؟ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کیا فرمایا تھا کہ میری اور میرے خلفاء کی سنت پر عمل کرو، خلفاء کی سنت سے کیا مراد ہے، یہ آمین، رفع الیدین کی سنتیں؟ نہیں! نماز روزے کے مسائل؟ یہ تمام مسائل نبی ﷺ حل کر کے گئے ہیں جن سے کسی کو اختلاف نہیں۔ خلفاء کی سنت سے کیا مراد ہے کہ جس کو لازم پکڑنے کا حکم اور وصیت کر کے نبی ﷺ جا رہے ہیں کہ میرے بعد ایسے خلفاء ہوں گے کہ جو میں نظام لایا ہوں وہ اسی کو قائم کریں گے۔ جس طرح میری سنت کو اہمیت دینا ہے، اس طرح میرے خلفاء کی سنت کی بھی

قرآن کے مطابق مدینہ کے منافقین کو جب کہا جاتا کہ تم کافروں کے پاس بھاگ بھاگ کر کیوں جاتے ہو، ان سے دوستیاں کیوں کرتے ہو تو وہ آج کے منافقین کی طرح کہتے یہ ہے تو غلط لیکن ہم ان کی طرف سے کسی بڑے خطرے اور مصیبت کو ٹالنے کے لئے یہ سب کچھ کرتے ہیں

پیروی و پابندی کرنی ہے۔ خلفائے راشدین کی سنت سے کیا مطلب ہے؟

میرے بھائیو! اس سنت سے وہ سنت مراد ہے کہ نبی ﷺ جب اس دنیا سے چلے گئے اور آپ ﷺ کے بعد جس قسم کے حالات پیش آئے، بہت ساری نئی چیزیں سامنے آئیں جو نبی ﷺ کے دور میں نہیں تھیں، ان نئی مشکلات اور نئے قسم کے حالات پر قابو کس طرح پایا، انہوں نے کیسے منصوبے بنائے، معاملات کو کیسے سلجھایا اور ہر چیز کو نبی ﷺ کی ہدایت کے مطابق کیسے رکھا، مشکل حالات میں کیا تدبیریں کیں؟ ان کی تدبیریں آج امت مسلمہ کے لئے سنت کا درجہ رکھتی ہیں۔ نبی ﷺ نے ان کی تدابیر اور اعمال کے متعلق فرمایا ہے کہ تم ان کی سنت کو لازم پکڑو۔

دیکھ لیجئے جب مدینہ شدید خطرے میں تھا تو پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا رویہ اپنایا، کیا تدابیر اختیار کیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑا دوٹوک اور واضح موقف اختیار کیا اور ٹھوس دعوت دی۔ بہادری اور جرات سے ڈٹ گئے اور کہا، جھوٹے نبی کو برداشت نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی جھوٹی دعوت کو پھیلنے دیا جائے گا۔ زکوۃ کے بارے میں فرمایا، جو نماز اور زکوۃ میں فرق کرے گا، جو نبی ﷺ کے دور میں زکوۃ دیتا تھا، اب نہیں دیتا تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ حتیٰ کہ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ اتنا سخت موقف اختیار نہ کریں۔ حالات بڑے کٹھن ہیں۔ رک جایئے، جایئے احادیث پڑھئے، جب عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا حالانکہ خود ان کی طبیعت میں سختی تھی، شدت بہت زیادہ تھی لیکن اس حلیم الطبع صدیق اکبرؓ کو کچھ دن ٹھہرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ وہ جو جواب دیتے ہیں، وہ تاریخ و حدیث میں محفوظ ہے۔ کہا

اجبار فی الجاهلیه وخوار فی الاسلام

تجھے وہ وقت یاد ہے جب تم اسلام سے عصبیت کی بنا پر اپنے عزیزوں کو قتل کرنے چل پڑے تھے۔ تم جاہلیت میں کتنے سخت تھے اور آج مسلمان ہو کر بزدل ہو رہے ہو؟ اور یہ ہلکی بات مجھے کہہ رہے ہو۔

اینقص دین وانا حی

دین کا میرے زندہ ہوتے ہوئے نقصان ہو جائے اور دین پر عمل رک جائے، ایسا میرے جیتے جی نہیں ہو سکتا۔ لوگ نماز و زکوۃ کا انکار کر دیں یا دین کی کسی معمولی چیز کا بھی انکار کر دیں، میں زندہ نہیں رہوں گا یا پھر اللہ کے دین کو زندہ رکھوں گا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے پھر یہ نہیں کہا کہ میری رائے کو تسلیم نہیں کیا گیا، میری کوئی اہمیت نہیں رہی۔ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سنا تو فرمایا ''میں سمجھتا ہوں میری پوری زندگی کی نیکیوں پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ بھاری ہے۔''

یہ گواہی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں سمجھ گیا کہ ابوبکرؓ ہی اس بات کے حقدار تھے کہ وہ نبی ﷺ کی خلافت پر سب سے پہلے فائز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا اور مسلمانوں کا یہ انتخاب نہایت موزوں تھا۔ وہ ایسے شخص تھے جنہوں نے بڑے بڑے فتنوں کو دبا کے رکھ دیا۔ آج کہا جاتا ہے کہ جی بڑی شدت پسندی ہے۔ مولویوں کو بلا بلا کر استعمال کیا جاتا ہے اور مولوی بھی ہر دور میں استعمال ہونے والے مل جایا کرتے ہیں۔ جب علماء حق پر ہوں اور استقامت دکھائیں تو احمد بن حنبل، ابن تیمیہؒ ایسی شخصیات سامنے آتی ہیں۔

بڑے بڑے علماء فقہاء نے حکومتوں کے سامنے کھڑے ہو کر ڈٹ کر اللہ کے دین پہ قائم رہ کے، جیل برداشت کر کے، ماریں کھا کے جو کام کیا، تاریخ میں موجود ہے اور جو اللہ کے قرآن اور حدیث کو کوڑیوں کے مول پہ بیچتے رہے، حکومتوں کے لئے استعمال ہوتے رہے، ان کی بھی ایک لمبی تاریخ ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کو جتنا نقصان حکومتوں نے پہنچایا، اتنا ہی نقصان ایسے علماء نے بھی پہنچایا ہے۔ کیوں؟ علماء سیدھے ہوں تو یہ معاشرے، عوام اور حکومت سب کو سیدھا کرتے ہیں اور جب یہ خود بگڑ جائیں تو ہر چیز میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے نبی ﷺ نے زوال امت کا حال بیان فرمایا۔ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بیان فرمائی۔ فرمایا

علماء هم اشرارهم تحت اديم السمآء

یہ الفاظ ہیں محمد رسول اللہ ﷺ کے کہ'' قیامت کے قریب کے مسلمانوں کے علماء ایسے ہوں گے کہ آسمان کی چھت تلے وہ سب سے زیادہ شریر لوگ ہوں گے۔'' فرمایا جب ایسا وقت آ جائے تو سمجھنا قیامت قریب ہے۔ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

آج اہل ایمان کو شدت پسندی کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ سنئے یہ شدت پسندی نہیں ہے بلکہ اسے استقامت کہتے ہیں۔ دین پر قائم رہنا دین کی اصطلاح میں استقامت ہے۔ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں پیش ہو کر پوچھتا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ صرف ایک بات بتائیں کہ جسے اپنا کر کامیاب ہو جاؤں اور جنت جانا میرے لئے آسان ہو جائے تو فرمایا

قل امنت بالله ثم استقم

تو اللہ پر ایمان لے آ۔ پھر اس پر پکا ہو جا۔ یعنی ساری دنیا چاہے دین سے پھر جائے، تو نہ پھرے۔ اس کو شدت پسندی نہیں کہتے ہیں۔ بظاہر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے سخت فیصلے کر رہے ہیں تو کیا اسے شدت پسندی کہیں گے؟ نہیں بلکہ یہ استقامت ہے۔

علماء حضرات سنو! اسلام آباد سے آنے والی ہدایتیں ایک طرف رکھو اور دوسری طرف اپنی تاریخ پڑھو اور ذرا خلفاء راشدین کا طرز عمل دیکھو جن کو نبی ﷺ نے تربیت دی تھی، تیار کیا تھا، حکومتیں سنبھالنے کے لئے تربیتیں دی تھیں، انہوں نے ایسے مشکل حالات میں کیا کیا تھا؟ صلیبی یہودی سبھی حملہ آور ہونے کے لئے تیار تھے۔ اندر سے معاملہ پریشان کن تھا۔ دفاع کیسے کریں؟ اسامہ کے لشکر کو مدینہ کی حفاظت کے لئے شام جانے سے روک دیا جائے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ سبھی اچھے لڑنے کے قابل لوگ اسامہ کے لشکر میں شامل ہو کر شام جائیں گے۔ رائے عامہ یہ تھی کہ یہ وقت نہیں ہے کہ مدینہ سے لشکر کو روانہ کیا جائے۔ جہاد کے اتنے بڑے عمل کو ایسے حالات میں جاری نہیں رکھا جا سکتا۔ حالات اجازت نہیں دیتے، آج کی طرح یہ بات بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس کہی گئی۔ آگے سے انہوں نے جواب دیا۔ فرمایا،

''لوگو! تم جو خطرات بیان کرتے ہو، میں اس سے بھی بڑا خطرہ بیان کرتا ہوں۔ اگر یہ بھی ہو جائے کہ تم سارے ہی مدینہ چھوڑ

علماء کو پرویز مشرف کی مجلس میں کلمۂ حق کہہ کر افضل جہاد کا حق ادا کرنا چاہئے تھا

کر بھاگ جاؤ اور ابوبکر اکیلا مدینہ میں رہ جائے اور مدینہ میں درندے گھس آئیں اور وہ ابوبکر کو مار کر لاش کو مدینہ کے بازاروں میں گھسیٹتے پھریں، اگر اتنا خطرہ بھی ہو جائے تو پھر بھی ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کرے گا۔''

یہ جواب ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا۔ کیوں بھئی! کیا یہ شدت پسندی ہے؟ نہیں یہ اسلام پہ استقامت ہے۔ جس لشکر کو محمد رسول اللہ ﷺ جانے کا حکم دے کر گئے،

صدیق اکبرؓ نے کہا میں اسے نہیں روک سکتا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کون ہوتا ہے کہ اسے روکے۔ تم کو دشمنوں کے خطرات نظر آتے ہیں جبکہ مجھے تو آسمان سے اترتی ہوئی اللہ کی مدد نظر آ رہی ہے۔ میں ان مشکل حالات میں بھی اپنے نبی ﷺ کے حکم کو مانوں گا اور لشکر کو روانہ کروں گا اور میری اور مدینہ کی حفاظت اللہ تعالیٰ خود کریں گے۔

یہ جواب دیا اور اس کے بعد اسامہؓ کے لشکر کو روانگی کا حکم دے دیا۔ اپنے اور بیگانے سب دنگ رہ گئے۔ بہت پریشان ہوئے کہ ان حالات میں بھی اتنی عزمت؟

بھائیو! پارلیمنٹوں میں بیٹھ کر عوامی جمہوریتوں کے نظام چلا کے اسلام کا مذاق بنانے والو! آؤ دیکھو اسلام کا نظام کیا ہے اور شدت پسندی کے طعنے دے دے کر آج لوگوں کو خاموش کروانے والو! کچھ ہوش کے ناخن لو۔ اپنے دین کی فکر کرو۔ بہت دور نکل گئے ہو۔ ایک طرف یہ کردار ہے اور دوسری طرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کردار دیکھو۔ ان مشکل حالات میں اسامہ کا لشکر روانہ ہو رہا ہے۔ مانعین زکوۃ کے لئے دستے تیار کرنا شروع کر دیئے۔ یہ ہے خلافت کا نظام۔ یہ ہیں اسلامی حکومتوں کی ذمہ داریاں' یہ ہے مسئولیت۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فراست کا کیا نتیجہ نکلا؟ اور یہ فراست کیا ہے اللہ کے دین پہ عمل۔ عمل سے ایمان کی پختگی سے بصارت وبصیرت اور فراست وفقاہت ملتی ہے۔ دین کے انکار سے منافقت پیدا ہوتی ہے۔ اندر سے فقاہت وبصیرت اور صلاحیت ختم ہوتی چلی جاتی ہے اور تلبیس ابلیس چھائی چلی جاتی ہے۔ اس کے باوجود بندہ سمجھتا ہے میں بڑی عقل مندی کا مظاہرہ کر رہا ہوں حالانکہ ساری عقل اللہ کے خوف' خشیت اور تقویٰ سے ملتی ہے۔ اللہ کی فرمانبرداری سے ملتی ہے۔ مانعین زکوۃ کے خلاف لشکر کی جمع بندی کی جا رہی تھی اور صلیبیوں کے خلاف اسامہ کا لشکر روانہ ہو چکا تھا۔ جھوٹے نبیوں کو سخت پیغام ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مل گیا۔ ان جرأتمندانہ فیصلوں کی بنیاد پر سب فتنے دب گئے۔ ایک بڑی آزمائش آئی تھی۔ دین پر استقامت اختیار کرنے سے وہ فتنے دب گئے لیکن ان کے سامنے خود نہیں دبے' جھکے نہیں' ڈرے نہیں۔ ان حالات میں جہاد کا انکار نہیں کیا بلکہ عملاً جہاد کے دستے تیار کر کے اس وقت کی سب سے بڑی قوت کے خلاف میدان سجا دیا۔ آج کے حالات میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو کیا کہو گے؟ آؤ ذرا حقیقت کی دنیا میں آ کر حالات کا پس منظر و پیش منظر سارا سامنے رکھ کر فیصلہ کرو' کیا کہو گے؟

کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے یہ فیصلے درست تھے؟ کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحیح سوچا تھا؟ الحمدللہ ان کے سارے فیصلے درست تھے اور آج ان حکمرانوں کے فیصلے غلط ہیں۔ افغان پالیسی بدلی کہ پاکستان بچ جائے۔ کشمیر' ایٹمی پروگرام بچ جائے' یہ بچ جائے' وہ بچ جائے' کیا بچا۔

لوگو! قرآن پڑھا کرو۔ یہ آیت بالکل آج جیسے حالات پہ فٹ ہے۔

یاایھاالذین امنوالاتتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہ منھم

مومنو' مسلمانو! یہود ونصاریٰ کے کبھی دوست نہ بننا اور ان کی باتیں کبھی نہ ماننا۔ یہ سارے آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تمہارے ہمیشہ کے لئے دشمن ہیں۔ تم ان کے دشمن رہو گے تو بچو گے۔ ان سے دوستیاں کرو گے تو مارے جاؤ گے' نہیں بچ سکو گے۔ جو تم میں سے ان کے ساتھ دوستی رکھے گا' وہ ان میں سے ہی ہوگا۔ فرمایا

ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین

اللہ ایسے ظالموں کی کبھی رہنمائی نہیں کرے گا۔ صحیح فیصلوں کی توفیق اللہ سے ملتی ہے۔ جب صحیح رہنمائی اللہ کی طرف سے ہو' بیٹھے عمل جائیں' اللہ کی توفیق سے فیصلے صحیح ہوں' نتیجے بھی اللہ صحیح دکھاتا ہے۔ فرمایا' جو بھی ان سے دوستی کرے گا' وہ بھی ان میں سے ہوگا۔ ان ظالموں کی پہلی بدنصیبی یہ ہوگی کہ اللہ کی طرف سے انہیں رہنمائی نہ ملے گی۔ اللہ کی طرف سے توفیق سے محروم ہو جائیں گے اور اپنی عقل کو سب سے اوپر سمجھیں گے لیکن اللہ کی رہنمائی سے محروم ہوں گے۔

فتری الذین فی قلوبھم مرض یسارعون فیھم

ان کے دلوں میں نفاق کا مرض پیدا ہوگا۔ یہ کافروں کے پاس بھاگ بھاگ کر جائیں گے۔'' ان کو اپنی دوستیوں کا یقین دلائیں گے۔ ان کی دوستی کی حمایت میں ایک ایک قدم اٹھائیں گے اور انہیں اپنی دوستیوں کی پختگی کا یقین دلائیں گے۔ ان کی دوستی نبھانے کے لئے بڑی کوششیں کریں گے۔ انہیں مطمئن کرنے کے لئے بھاگ بھاگ کر ان کے کیمپوں میں جائیں گے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ کیا تم یہ سب کام صحیح کر رہے ہو تو کہتے ہیں نہیں جی! صحیح تو نہیں ہے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ پھر کفر سے دوستیاں کیوں؟ تو کہتے ہیں۔ یقولون نخشیٰ ان تصیبنا دآئرہ

> **''مشرف قدم بڑھاؤ'' کے نعرے لگانے والے درباری مولویوں کو اتنا ہوش بھی نہ رہا کہ اس کے قدم واشنگٹن کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ایسے لوگ بھی مشرف کے ساتھ ہی واشنگٹن چلے جائیں**

''کہ ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ہم کسی بڑی مصیبت میں نہ گرفتار ہو جائیں۔'' ہم ان کی طرف سے بڑے حملے کا خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ کسی چکر میں نہ آ جائیں' کہیں ایسا مسئلہ نہ درپیش آ جائے جو ہمیں ہر طرف سے گھیر لے۔ ہم اس لئے یہ کام کر رہے ہیں۔ آگے سنئے قرآن کیا کہتا ہے۔

فعسی اللہ ان یاتی بالفتح او امر من عندہ فیصبحوا علیٰ مااسروا فی انفسھم ندمین

(میرے پیارے بندے مشکل حالات میں بھی کافروں سے دوستیاں نہیں بلکہ دشمنیاں اختیار کر کے استقامت کے ساتھ میدان میں ڈٹ جاتے ہیں۔) قریب ہے اس استقامت کے نتیجے میں اللہ انہیں فتح نصیب فرمائے۔ یہ ڈر ڈر کر' بھاگ بھاگ کر یقین دھانیاں کروانے والے جب اللہ کی طرف سے مجاہدین کو فتح ملے گی یا اللہ کوئی ایسا فیصلہ کر دے گا جو کفار کے لئے بڑا تکلیف دہ ہوگا...... یا مسلمانوں کو اگر فتح نہ دے تو کافروں کو بھی کوئی فائدہ نہ اٹھانے دے۔ کوئی ایسی تدبیر یا فیصلہ کر کے اللہ کوئی ایسا کام دکھا دے جو کہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ ہو۔ پھر یہ کافروں کی دوستیوں کے دم بھرنے والے منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہیں گے۔

اور مومن مسلمان کو تو الحمدللہ کہیں بھی شرمساری ہے ہی نہیں۔ زندہ ہیں تو اللہ کے دین کی خاطر میدانوں میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ آج ہر دل سے ان کی خاطر دعائیں نکل رہی ہیں اور جو منافق ہیں' وہ باتیں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی صفات بیان کر رہے ہیں۔

ادھر کہنا ہم تمہارے ساتھ اور ادھر کہنا ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کو بھی دھوکہ' ان کو بھی دھوکہ۔ ہر کسی کو دھوکے میں رکھنا اور اس کو اپنی عقلمندی سمجھنا' اس کو اپنی فراست اور بصیرت قرار دینا۔ ادھر جائیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ہیں اور جب ادھر آئیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم ایسے لوگوں کے اعمال ضائع کر دیتے ہیں۔ انہیں ان کے اعمال کا کچھ اجر نہیں ملے گا' یہ ناکام ثابت ہوئے ہیں' دنیا میں ناکام اور آخرت میں بھی ناکام۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ

تم پر میرا اور میرے خلفاء کا طریقہ وسنت لازم ہے۔ دانتوں کی مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھنا۔ ابوداؤد میں حدیث موجود ہے کہ یہ آپ ﷺ کا آخری خطاب ہے۔ ''عضوا علیھا بالنواجذ'' کنایہ ہے کہ حالات کیسے بھی کیوں نہ ہو جائیں۔ خلفائے راشدین کے طریقے کو دانتوں کی مضبوطی سے پکڑنا...... یہاں تبلیغ ہو رہی ہے کہ جی یہاں بڑی شدت پسندی ہے۔ بھائیو! یہ شدت پسندی نہیں ہے بلکہ یہ تمسک ہے۔ دین کے اوپر تمسک' آج بھی اللہ گواہ ہے راستہ وہی ہے ان مشکلات سے نکلنے کا راستہ۔ دیکھئے صاف بات ہے سب نے غلطیاں کی ہیں اور ان غلطیوں کے خمیازے سب بھگت رہے ہیں۔ کبھی مسلمانوں کی طرف سے غلطیاں ہوئی ہیں اور اللہ کی طرف سے سزائیں بھی آتی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ آزمائشیں ڈالتا ہے۔

آزمائشیں نبی کے دور میں بھی آتی تھیں۔ کبھی مسلمانوں کی غلطیاں ہوتی ہیں اور سزائیں ملتی ہیں۔ اللہ آزمائشوں میں پورا اترنے کی توفیق دے دیتے ہیں اور بندے کو استقامت عطا کرتا ہے اور پھر بڑی فتوحات سے نوازتا ہے۔ یہ ہے اللہ کا نظام اور سنت اللہ اور اس کی سنت جو کبھی بدلی نہیں جا سکتی۔ یہ غلطیاں اب ختم ہونی چاہئیں۔ صاف بات ہے کہ ذمہ داری سب سے پہلے حکومت کی ہے۔

قرآن پڑھے تو بڑا لطف آتا ہے۔ اللہ نے فرمایا

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف والھوا عن المنکر ولله عاقبة الامور

وہ لوگ جنہیں ہم زمین میں حکومت دیں' وہ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ اور نتیجے اللہ پر چھوڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کہتا ہے' ہم حکومتیں دیتے ہیں اور ذمہ داریاں بھی ہم سونپتے ہیں۔ اللہ کہتا ہے زمین میری ہے' میں نے اسے پیدا کیا ہے۔ یہ کسی کے باپ کی نہیں ہے۔ تمہارے بڑوں نے اسے نہیں بنایا ہے۔ بڑے بڑے اس زمین پہ آئے اور چلے گئے۔ زمین کا مالک اس کا رب ہے۔

ہم زمین میں ملکوں کی کرسی پر جس کسی کو بھی بٹھائیں' اس کو ہم ذمہ داری دیتے ہیں۔ سب سے پہلی ذمہ داری یہ کہ نماز قائم کرے۔ نظام زکوٰۃ قائم کرے۔ نیکی کا حکم دے۔ ہر وہ کام نیکی ہے جس کا حکم اللہ نے دیا ہے اور ہر وہ چیز بری ہے جس سے رکنے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ امروا بالمعروف ونھوا عن المنکر یہ نظام بڑا وسیع ہے۔ برائی سے لوگوں کو بزور قوت روک دینا' نافرمانوں کو دبا دینا' اس کا نام ہے جہاد' زبان سے اللہ کے احکام پہنچا دینا' اس سے مراد ہے دعوت۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ نماز' زکوٰۃ اور جہاد کا نظام قائم کرے۔ دعوت و تبلیغ کا کام کرے۔ بے حیائی' فحاشی و عریانی کو مٹائے۔ اللہ کی ہر نافرمانی کو ملکوں سے ختم کر کے اللہ کی اطاعت کروائیں۔ اللہ کا قانون جاری کریں۔ عدالتوں اور اسمبلیوں میں قرآن و حدیث کا قانون چلائیں۔ قرآن قانون کی کتاب ہے' حدیث اس کی تشریح ہے۔ یہی قانون ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور تشریح قابل قبول نہیں۔ خلفاء راشدین کے فیصلے دلیل ہیں۔ ان کے مطابق اسلام کی حکومت قائم ہوتی ہے۔ حاکم کو سوچنا چاہئے کہ جس اللہ نے کرسی دی ہے' اس نے اس پہ ذمہ داری بھی عائد کی ہے۔

اب مسلمان حکمرانوں کے عقیدہ کی خرابی و بربادی دیکھئے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ کرسی دینے والا امریکہ اور چھیننے والا بھی امریکہ ہے۔ اسی وجہ سے یہ لوگ اس کی چاکری کرتے ہیں۔ جب ذہن اور عقیدہ یہ ہو کہ حکومت دینے والا بھی اللہ' چھین لینے والا بھی اللہ تو لامحالہ ایسے صحیح عقیدہ والے حکمران اطاعت بھی اللہ کی کریں گے اور اس کی نافرمانی سے بچیں گے۔ وہ صرف جہاد ہی کی بات نہیں کرے گا بلکہ نماز بھی قائم کرے گا۔ زکوٰۃ کا نظام نافذ کرے گا۔ وہ دعوت و تبلیغ امر بالمعروف نہی عن المنکر ایسے کام کرے گا۔ بے حیائی کو مٹائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو منوائے گا' وہ جہاد کی اجازت دے سکتا ہے اور جو خود یہ کام نہ کرے' پھر وہ علماء کی مجلس میں یہ کہے کہ حاکم کی اجازت کے بغیر جہاد نہیں ہے' تم ہم سے پہلے اجازت لو۔ بھئی تم سے کیسے اجازت لیں؟ تم تو جہاد کو دہشت گردی قرار دے کر روکنے والے ہو۔ امریکہ کے کہنے پر اسے دہشت گردی قرار دینے والے ہو۔ تم لوگوں کو متنفر کرنے والے ہو۔ تم امریکہ کو شہہ دینے والے ہو۔ امریکہ لاکھ مرتبہ ناراض ہوتا رہے۔ بش کیمپ ڈیوڈ میں نہ بلائے لیکن تیرا فرض تھا کہ اللہ کا حکم پڑھ کر سنا اور پہنچا۔ لوگ کسی مولوی کی بات کو نہیں سنتے۔ تمہاری تو سنتے ہیں۔ جب تمہاری بات سنتے ہیں تو اپنے رب کی بات انہیں سناؤ۔ کوئی ناراض ہوتا ہے یا خوش۔ کوئی پروا نہیں۔ صرف اپنے رب کی ناراضگی سے ڈرنا چاہئے۔ رب کو راضی کرو پھر اپنی اطاعت کرواؤ۔ سارے اسلام کے کام کرواؤ اور ہم سے کرواؤ۔ یہ ہیں اسلامی حکمرانوں کی ذمہ داریاں۔ مولویوں کا جو اتنا بڑا اجلاس ہوا' اس میں سبھی نے کہا' پرویز مشرف قدم بڑھاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تالیاں بھی بجتی رہیں یہ پتہ بھی نہ رہا کہ تالیاں کون بجاتا ہے۔ لیکن کسی مولوی کو اتنی توفیق نہ ملی کہ قرآن ہی پڑھ کر سنائے کہ تم پر ذمہ داری کیا ہے اور کہتا کہ تم اگر مسلمان ہو اور مسلمان ہونے کے دعویدار ہو اور ایک مسلمان ملک کا حاکم اپنے آپ کو سمجھتے ہو تو بتاؤ اللہ کا حکم تمہارے لئے کیا ہے؟ واللہ مجھے دکھ ہے کہ ان علماء میں سے کسی نے اس کو اس کی ذمہ داریاں نہ بتائیں اور نہ ہی قرآن پڑھ کر سنایا۔ تم کہتے ہو' قدم بڑھاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں تو پھر وہ تو جا رہا ہے واشنگٹن اور تم اس کے ہمنوا بھی اس کے ساتھ ہی ملک چھوڑ دو۔ سوچو! کدھر قدم بڑھاتے ہو؟ ہلاکت کی طرف؟ تباہی کی طرف قدم بڑھاتے ہو؟ ہلاکت کی طرف قدم مت بڑھاؤ۔

بھائیو! فرمان رسول ﷺ سنو!

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین

میری اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔

جب مدینہ میں بڑا ہی خطرہ تھا تو ان حالات میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چند فیصلے کئے' آج ہمارے لئے بھی وہی فیصلے ہیں۔ اس قسم کے فیصلے کریں گے۔ اللہ کا حکم قائم کریں گے اور جو ذمہ داریاں اللہ کی طرف سے ہم پر عائد ہوتی ہیں' وہ پوری کریں گے' مسلمان حاکم نماز قائم کرے گا اور زکوٰۃ قائم کرے گا۔ دعوت و تبلیغ کا کام کرے گا' حدود اللہ کا نفاذ کا کام کرے گا' اللہ کا حکم جاری کرے گا اور جہاد کو جاری کرے گا۔ فرمایا' مسلمان حاکم یہ ساری ذمہ داریاں پوری کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے شاندار نتائج خود پیدا کر کے دکھائے گا۔

ارے حکمرانو! نتیجے تمہارے ہاتھ میں نہیں ہیں۔ فرمایا۔ ولله عاقبة الامور نتیجے رب کے ہاتھ میں ہیں۔ تم کہتے ہو کہ یہ کر کے' وہ کر کے ہم بچ جائیں گے' امریکہ حملہ نہیں کرے گا۔ ہمارا ایٹمی پروگرام بچ جائے گا۔ کشمیر بچ جائے گا۔ ہمارا یہ بچ جائے گا۔ ہمارا وہ بچ جائے گا۔ تم نتائج پر نظر رکھنے کی کوشش کرتے ہو۔ سنو! پرویز مشرف کی غلطیاں۔

ان حکمرانوں کی واضح غلطیاں' ان کے فیصلوں کی بنیادی غلطی کیا ہے۔ اپنی ڈائریوں میں جا کر نوٹ کر لینا تا کہ تمہیں ہمیشہ یاد رہے۔ ان کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ یہ نتیجے کو دیکھ کر فیصلے کرتے ہیں اور نتائج ان کے خلاف نکلتے ہیں اور حکم ہے کہ نتیجے پر نظر نہ رکھو۔ تم نظر اللہ کے حکم پر رکھو اور اس پر عمل کرو۔ نتیجے اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ نتیجے تمہارے حق میں نکال کر دکھائے گا۔ یہ ہے اصل فرق۔ سوچ اور عقائد کا فرق بنیادی ہے۔ نکتۂ نظر کی غلطی اور اس پر حکومت کے غلط رویے اور غلط فیصلے' ملکی اور عالمی سطح کے بنیادی نکتہ نظر کی غلطی' فیصلوں کی غلطیاں...... آج یہی بنیادی غلطیاں سب سے بڑی غلطیاں ہیں۔ اگر حکمران دین پر نہ چلیں' ان کی سیاست' نظام غیر اسلامی ہوں' ان کے امور اللہ کے حکم پر نہ چلیں۔ تو ان حالات میں علماء کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ میدان میں کھڑے ہو کر حکمرانوں کو اللہ کی فرمانبرداری پر مجبور کر دیں۔

حکومتوں کے سامنے ڈٹ جائیں۔ کلمۂ حق ادا کریں۔ افضل الجهاد كلمة حق عندالسلطان جائر تو ان حالات میں علماء کلمۂ حق کہنے کی ذمہ داری ادا کریں کہ جابر و ظالم حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق کہنا سب سے افضل جہاد ہے۔

عزیز بھائیو! یہ اصل مسائل ہیں' پہلے یہ ذمہ داریاں حکومتوں کی اور پھر علماء کی ہیں' ہم اس کے مطابق چلیں گے تو ہماری نجات ہوگی۔ ان شاء اللہ

نبی ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ کو لاحق بے شمار اندرونی و بیرونی خطرات اور فتنوں کے باوجود صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو شام کی طرف روانہ نہ کرنے کی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی درخواست کو مسترد کر دیا اور کہا چاہے اس سے بھی بڑا خطرہ ہو اور وہ مدینہ میں اکیلے بھی رہ جائیں' تب بھی وہ نبی ﷺ کے جہادی لشکر کو نہیں روکیں گے

اہم اعلان

دار الاندلس کی طرف سے لشکر کے شہداء کی سی ڈی تیار کی جا رہی ہے' ورثائے شہداء' مسئولین اور کارکنان سے گزارش ہے کہ درج ذیل شہداء کی تقاریر' دروس' خطبات جمعہ' تلاوت' قنوت نازلہ' جہادی ترانے' وصیت نامے اور معرکوں کی آڈیو کیسٹیں یا تفصیلات ہوں تو فوری طور پر سیف اللہ خالد مدیر دار الاندلس لاہور پہنچا کر مشکور فرمائیں۔

قاری ابومرصد شہید شیخوپورہ' ابومنصور شعیب نجیب شہید چیچہ وطنی' ابوموسیٰ شہید مرید کے' استاد ابوانس شہید فیصل آباد' ابومسلم جرار شہید لاہور' استاد ابوعمیر شہید شیخوپورہ' عبداللہ ظہور شہید مرید کے' ابوطلحہ ہزاروی شہید' کمانڈر ابوصخر شہید میاں چنوں' انجینئر ابومعوذ شہید ملتان' خالد نعیم شہید بہاولپور

مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے نائب امیر حافظ عبداللہ صاحب شیخوپوری رح کی وفات

محمد امین الرحمٰن

حافظ عبداللہ صاحب شیخوپوری طویل علالت کے بعد 22 فروری 2004ء کی رات فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

محترم حافظ صاحب اہلحدیث کے مایۂ ناز خطیب تھے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کے دست راست تھے۔ اشاعت توحید وسنت کا اللہ نے ان سے بڑا کام لیا۔ نوجوانوں میں بہت مقبولیت حاصل کی تو بزرگوں میں بھی ان کا بڑا اثر ورسوخ تھا۔ اہلحدیث میں ان کی بڑی عزت وتوقیر تھی۔ خطابت میں اللہ نے انہیں بے پناہ ملکہ عطا فرمایا تھا۔ حافظہ اتنا زبردست تھا کہ ان کے خطبات میں دلائل اتنے زیادہ ہوتے کہ وقت کم پڑ جاتا اور ان کے دلائل ختم ہونے میں نہ آتے۔ یوں لگتا تھا کہ انہوں نے المعجم المفہرس لالفاظ القرآن حفظ کر رکھی ہو کہ جو موضوع کے متعلقہ لفظ آیت میں آ گیا' اب ہر وہ آیت پڑھنا ضروری ٹھہرتی کہ جس میں وہ لفظ موجود ہو۔ ان کی خطابت اتنی حیران کن اور اتنے دلائل سے بھرپور ہوتی کہ انسان ان کے خطبے میں ورطہ حیرت میں غلطاں رہتا اور ان کی مسجد میں حاضری اور پروگرام اس وقت مزید بڑھے جب دشمنان توحید نے اس توحیدی بلبل ہزار داستان کو دھوکے سے تقریر کے بہانے بلایا اور ان کی زبان استرے کے ساتھ کاٹنا چاہی لیکن اللہ نے ان کے ناپاک ارادے کو پورا نہ ہونے دیا اور استرا اللہ کی مدد کے باعث حجام کے ہاتھ سے پھسل کر گر پڑا اور حافظ صاحب ان کے نرغے سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ اس واقعے کی شہرت ہوئی تو اللہ نے لوگوں کے دلوں کو مزید ان کی طرف مائل کیا اور وہ اہلحدیث کی آنکھوں کا تارا بن گئے۔ ان کے حافظے کا آپ اس واقعہ سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایک دفعہ جمعہ کے دن عین دوران خطبہ انہوں نے یہ الفاظ کہے "آج کون نوجوان ہے جو میرے ساتھ وعدہ کرے کہ وہ اللہ کو خوش کرنے کے لئے نبی کی سنت داڑھی کو نہیں منڈوائے گا۔ میں ان کے لئے دعا گو رہوں گا......" تو اسی لمحے تیس کے لگ بھگ نوجوانوں نے ہاتھ کھڑے کر دیئے (ان میں راقم بھی تھا۔ اس وقت داڑھی آئی ہی نہیں تھی یا بالکل آغاز میں تھی) حافظ صاحب نے کہا یہ نوجوان کھڑے ہو جائیں تو یہ سبھی نوجوان کھڑے ہو گئے۔ حافظ صاحب نے چند ثانیے ان پر نگاہ ڈالی اور کہا بیٹھ جاؤ اس وعدے پر پورا اترنا۔

اب راقم ان دنوں تو اس واقعہ کے کئی سال بعد حافظ عبداللہ صاحب جامعہ میں تشریف لائے' دیگر لڑکوں کے ساتھ میں نے بھی آگے بڑھ کر استقبال کیا' سلام کے بعد مجھے کہنے لگے "بیٹا اپنا وعدہ یاد ہے؟ میں نے عرض کیا حافظ صاحب کون سا وعدہ؟ کہنے لگے بیٹا اتنی جلدی بھول بھی گئے۔ عرض کیا' مجھے تو نہیں یاد کیا وعدہ کیا ہے؟ کہنے لگے وہ مسجد میں جو داڑھی نہ منڈوانے کا وعدہ جمعہ میں کیا تھا تم نے ہاتھ نہیں اٹھایا تھا کیا؟ میں ان کے حافظے کے رعب تلے پہلے ہی دبا رہتا تھا' اس کے بعد سے تو میں بالکل ہی دب کر رہ گیا۔

ان کے خطبات میں دلائل کی بھرمار سے متاثر ہو کر انہیں مناظر اسلام کا اعزازی لقب دیا جاتا تھا اور ہر اشتہار میں یہ ان کے نام کا سابقہ بن کر رہ گیا۔ ان کی تقاریر میں پنجابی اشعار ان کے سخن کو مزید حسن بخشتے۔ صاحب طرز خطیب تھے۔

محترم حافظ صاحب' مولانا محمد حسین صاحب شیخوپوری صاحب کے عرصہ دراز تک دعوتی ساتھی رہے اور خطابت میں انہی کے تربیت یافتہ تھے۔ چوک دالگراں میں مولانا صاحب کے بیٹوں جناب عطاء الرحمٰن صاحب ایم اے اور محترم حافظ خالد صاحب کے ساتھی تھے۔ پورے پاکستان میں اس جوڑی نے توحید کا ڈنکا بجایا ہے اور بدعات کا رد کیا اور عوام کو دلائل حقہ کے زیور سے آراستہ کیا۔ کتب بینی کا بہت شوق تھا اور ایک نفیس بڑی لائبریری ان کے ذوق مطالعہ کی شاہد ہے۔ ملت اسلامیہ پاکستان ایک عظیم خطیب وعالم سے محروم ہو گئی ہے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ ان کی نماز جنازہ محترم سینیٹر ساجد میر صاحب نے پڑھائی۔ ان کا اجتماع نماز جنازہ شیخوپورہ کی تاریخ کا سب سے بڑا اجتماع قرار پائے گا۔ ان کی نماز جنازہ میں خطیب پاکستان مولانا محمد حسین شیخوپوری' حافظ محمد سعید امیر جماعۃ الدعوۃ' ابتسام الٰہی ظہیر اور مسلک کے سبھی زعماء نے شرکت کی۔ ادارہ مجلۃ الدعوۃ وکارکنان جماعۃ الدعوۃ لواحقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور مسلک کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

بھارتی فوجیوں کی دہائی

واسطہ تجھے بھگوان کا سن لے ہماری دہائی
ہمارے ملک کے حکمران مسٹر واجپائی

ہم مجاہدوں سے تنگ آ گئے ہیں
کرتے ہیں روزانہ ہماری یہ پٹائی

رات کو ہمیں نیند نہیں آتی
جاگ جاگ کے ہم ہو گئے ہیں سودائی

بدقسمتی سے اگر نیند ہمیں آ جائے
پھڑکا دیتے ہیں ہمیں پھر یہ فدائی

موت سے یہ بالکل ڈرتے نہیں ہیں
سو بار ہم نے یہ بات ہے آزمائی

ہمیں ان کے ہاتھوں تو اب بچالے
رو رو کے دیتے ہیں تجھے ہم دہائی

ان کا کشمیر واپس انہیں لوٹا دے
ورنہ کر دیں گے ہماری یہ صفائی

ہمیں کس عذاب میں تو نے پھنسا دیا ہے
واسطے بھگوان کے دلا دے ہمیں رہائی

ہمیں پکڑ کے یہ ذبح کرتے ہیں ایسے
بکری ذبح کرتا ہے جیسے قصائی

بھاگنے کے سوا ہمیں کچھ ہوش نہیں رہتا
کرتے ہیں جس دم یہ ہم پہ چڑھائی

نعرۂ تکبیر بلند کر کے
نہ چھوڑتے ہیں افسر نہ چھوڑتے ہیں سپاہی

اگر یونہی کچھ اور سال گزرے
ہو جائے گی پوری فوج کی تباہی

اب بھی وقت ہے واپس ہمیں بلا لے
ورنہ دنیا میں ہو گی بڑی رسوائی

(پاک فوج کا ایک سپاہی محمد شہباز شاہد' میاں چنوں)

مجلہ الدعوۃ کی نئی جلد

جماعۃ الدعوۃ کے ترجمان ماہنامہ "مجلۃ الدعوۃ" کی نئی جلد 2003ء منظر عام پر آ چکی ہے۔ قیمت 150 روپے سٹاک محدود ہے' خواہش مند جلد رابطہ کریں۔

رابطہ: عبدالمنان آسی مینیجر مجلۃ الدعوۃ جامع مسجد القادسیہ 4 لیک روڈ چوبرجی لاہور PH-7240945

ضرورت رشتہ

اعلیٰ تعلیم یافتہ ہنرمند کاروباری بیٹے اور بیٹیوں کے معیاری اور آئیڈیل رشتوں کے لئے والدین/سرپرست رابطہ فرمائیں۔ جہادی خاندانوں کے بچے اور بچیوں کے لئے خدمات بلا معاوضہ ہیں۔ بے شمار چانس موجود ہیں۔

ادارہ بندھن انجینئر حاجی انور مسرور کمبوہ
شاہ فرید آباد لاہور فون نمبر 7830950

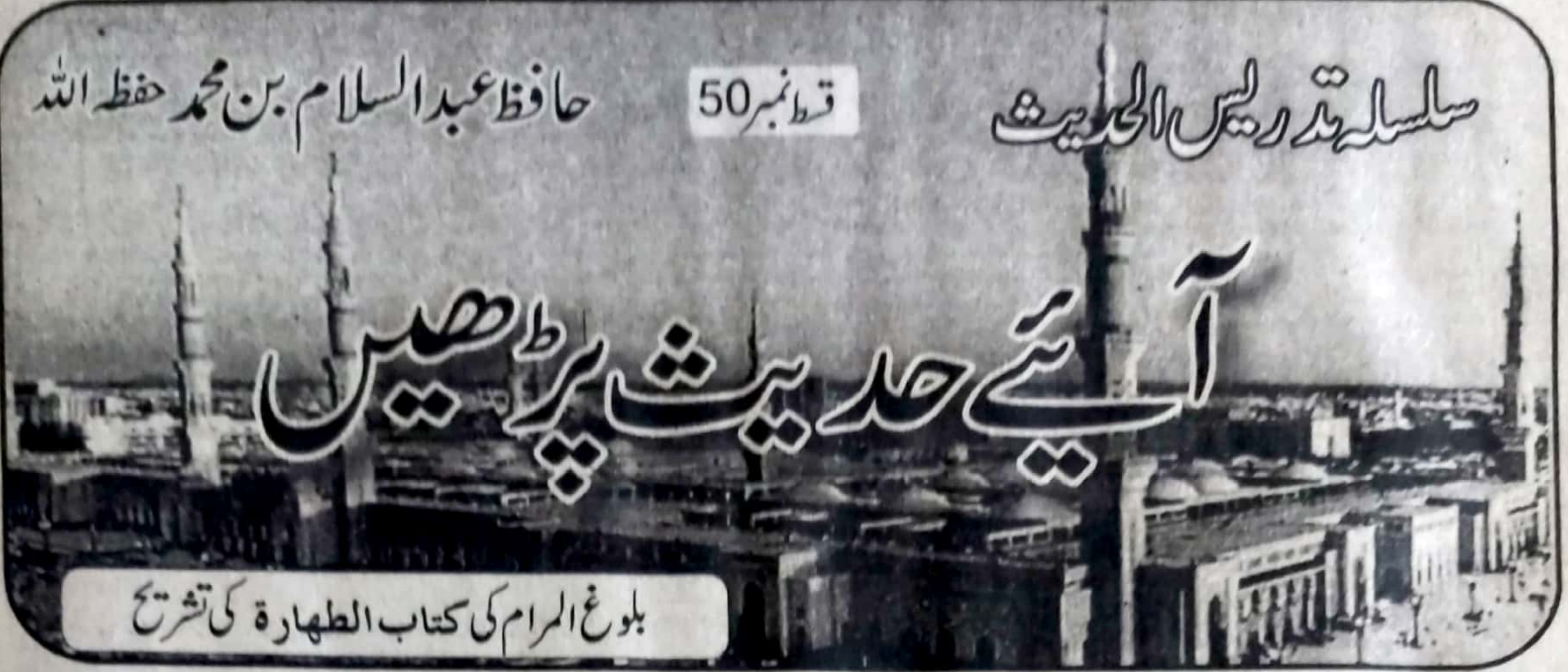

انگلیوں کا خلال ،کلی اور ناک میں خوب اچھی طرح پانی چڑھانا

36/8-عن لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ قَالَ قال رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَسْبِغْ الْوُضُوءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ وَبَالِغْ فِي الِاسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا اخرجه الاربعة وصححه ابن خزيمة ولابى دائود فى رواية إِذَا تَوَضَّأْتَ فَمَضْمِضْ

لَقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وضوء مکمل کر اور انگلیوں کے درمیان پانی پہنچا اور ناک میں پانی چڑھانے میں بہت کوشش کر' الا یہ کہ تو روزہ دار ہو۔ اسے چاروں نے روایت کیا اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔ اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب تو وضوء کرے تو کلی کر"

تخریج: حدیث اسبغ الوضوء الخ (صحیح) ابوداؤد (۱/ ۱۴۲' ۱۴۴) ترمذی ۷۸۸) ابن ماجہ (۴۴۸) نسائی (۱/ ۶۶) ابن خزیمہ (۱۵۰' ۱۶۸) سند جید ہے۔ ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے اور البانی نے بھی۔ اور دیکھئے التلخیص (۱/ ۸۱) حدیث اذا توضات فمضمض (صحیح) ابوداؤد (۱۴۴) بیہقی (۱/ ۵۲) اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

مفردات:

"اسبغ". باب افعال سے امر ہے۔ سبغ کا معنی وسیع اور مکمل ہونا ہے۔ "اسبغ الله النعمة "اللہ نے اپنی نعمت مکمل کردی' اسبغ الوضوء کا معنی ہے وضوء اس کے تمام اعضاء تک پہنچ جائے اور ہر عضو کا پورا حق ادا کرو۔ (قاموس)

خلل۔ دو چیزوں کے درمیان خالی جگہ کو خلل کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ انگلیوں کے درمیان والی جگہ پر پانی پہنچاؤ۔

(الاستنشاق) ناک میں پانی داخل کرنا۔

فوائد ا۔ لقیط ۔(لام کے فتحہ اور قاف کے کسرہ کے ساتھ) بن صبرہ (صاد کیفتحہ اور باء کے کسرہ کے ساتھ) عبداللہ بن المنتفق العامری۔ بعض اہل علم نے انہیں اور لقیط بن عامر بن صبرہ کو ایک ہی قرار دیا ہے جو ابورزین العقیلی کے نام سے مشہور ہیں اور ان سے چوبیس احادیث آئی ہیں۔ ابن عبدالبر اور کئی آئمہ کا یہی خیال ہے بعض دونوں کو الگ قرار دیتے ہیں حافظ ابن حجر نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

۲۔ انگلیوں کے درمیان پانی پہنچانا واجب ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو کے لئے ہاتھوں کی انگلیوں کے درمیان پانی پہنچانا واجب ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلْ بَيْنَ أَصَابِعِ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ 'جب تو وضوء کرے تو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے درمیان پانی پہنچا۔ (ترمذی رقم ۳۹۔ البانی نے اسے الصحیحہ (۱۳۰۶) میں ذکر فرمایا ہے۔

۳۔ انگلیوں کے درمیان پانی پہنچانے کی تاکید اس لئے فرمائی کہ عموماً وہاں جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے پانی نہیں پہنچتا۔ اس لئے جس طرح ہو سکے وہاں لازماً پانی پہنچانا چاہئے۔ بہتر یہ ہے کہ خصوصاً پاؤں کی انگلیوں کے درمیان چھوٹی انگلی پھیر دی جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔ چنانچہ ابوداؤد (رقم ۱۴۸) اور ترمذی (رقم ۴۰) میں مستورد بن شداد سے روایت ہے کہ

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ يَدْلُكُ بِخِنْصَرِهِ ما بين أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ

یدلک کی بجائے "یخلل" کے الفاظ ہیں یعنی چھوٹی انگلی کے ساتھ پاؤں کی انگلیوں کے درمیان پانی پہنچاتے تھے۔ انگلی پھیرنا اس لئے واجب نہیں کہا جا سکتا کہ اگر یہ ضروری ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کا حکم فرما دیتے۔

۳۔ وضوء میں ہر عضو تک اچھی طرح پانی پہنچانا واجب ہے تین دفعہ دھونا افضل ہے واجب نہیں۔ تین دفعہ سے زیادہ دھونا ناجائز ہے ہاں اگر کوئی ایسی نجاست وغیرہ ہو جو تین دفعہ دھونے سے زائل نہ ہو تو ضرورت کے مطابق دھو سکتا ہے کیونکہ یہ دھونا وضوء کے لئے نہیں نجاست وغیرہ کے ازالے کے لئے ہے۔ (امام بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الوضوء میں فرمایا: نبی ﷺ نے واضح فرمادیا کہ وضوء جو فرض ہے ایک ایک مرتبہ ہے آپ نے دو دو' اور تین تین مرتبہ بھی وضوء کیا۔ اس سے زیادہ نہیں کیا۔ اور اہل علم نے اس میں اسراف کو اور رسول اللہ ﷺ کے فعل سے تجاوز کرنا پسند فرمایا ہے" بخاری کا کلام ختم

ہوا۔

۴۔ ناک میں پانی چڑھانا اور کلی کرنا فرض ہے۔

ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغے اور کلی کے حکم سے معلوم ہوا کہ وضوء میں یہ دونوں چیزیں فرض ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ دونوں چیزیں وضوء میں سنت اور غسل میں فرض قرار دی ہیں اور بعض نے دونوں میں ہی سنت قرار دی ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے وضوء میں ان کا حکم دیا اور آپ سے ایک وضوء بھی ان کے بغیر ثابت نہیں پھر ان کی فرضیت میں کیا شبہ رہ جاتا ہے احناف کے ہاں سنت کی تعریف یہ ہے کہ ماواظب علیه النبی ﷺ مع اترک احیانا یعنی جس پر رسول اللہ نے ہیشگی کی ہو اور کبھی کبھی اسے ترک کیا ہو اس تعریف کے مطابق بھی استنشاق اور کلی کا درجہ محض سنت کے درجہ سے بڑھ کر ہے۔

۵۔ روزہ کی حالت میں ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کہیں حلق میں پانی نہ چلا جائے جو روزہ کے منافی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ وضوء میں اصل فرض صرف پانی چڑھانا ہے مبالغہ فرض نہیں اس کے بغیر بھی وضوء ہو جاتا ہے۔ ورنہ روزہ میں بھی یہ حکم برقرار رہتا ہے۔

داڑھی کا خلال

37/9 عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ فِي الوضوء اخرجه الترمذی وصححه ابن خزیمة

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ وضوء میں اپنی داڑھی میں پانی پہنچایا کرتے تھے اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس نے اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔

تخریج: (حسن) ترمذی (۱/۳۱) وقال حسن صحیح۔ ابن خزیمہ (۱/۵۲) حاکم (۱/۱۴۸، ۱۴۹) حاکم نے صحیح کہا اور ذہبی نے اس کی موافقت کی۔ تحفۃ الاشراف (۷/۲۵۶) حافظ نے التھذیب (۵/۶۹) میں ابن خزیمہ اور ابن حبان سے اس حدیث کا صحیح ہونا ذکر کرنے کے بعد ترمذی کی العلل الکبیر سے نقل فرمایا: اور محمد (بخاری) نے فرمایا داڑھی کے خلال میں میرے نزدیک سب سے صحیح عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے میں نے کہا: لوگ اس میں کلام کرتے ہیں تو فرمایا وہ حسن ہے۔ البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ (رقم ۳۴۵) میں اسے صحیح کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد اور ابو حاتم نے داڑھی کے خلال کی کوئی بھی حدیث ثابت ہونے کا جو انکار کیا ہے وہ درست نہیں۔

فوائد۔ ۱۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ابو عبداللہ الاموی القرشی خلیفہ راشد اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اسلام کی ابتداء میں ہی مسلمان ہو گئے۔ حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی نبی ﷺ کی دو بیٹیاں آپ کے نکاح میں آئیں پہلے رقیہ سے نکاح ہوا پھر ان کی وفات کے بعد نبی ﷺ نے ام کلثوم کا نکاح ان سے کر دیا اس وجہ سے ذوالنورین کا لقب پایا۔ یکم محرم ۲۴ ہجری کو خلیفہ بنائے گئے۔ ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ ہجری بروز جمعہ شہید کئے گئے ہفتہ کی رات بقیع میں دفن ہوئے۔

۲۔ داڑھی کے خلال کا طریقہ

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

كَانَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا تَوَضَّأَ أَخَذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ فَأَدْخَلَهُ تَحْتَ حَنَكِهِ فَخَلَّلَ بِهِ لِحْيَتَهُ وَقَالَ هَكَذَا أَمَرَنِي رَبِّي رواہ ابوداؤد رقم۔ ۱۴۵) وصححه الالبانی (الارواء رقم ۹۲)

رسول اللہ ﷺ جب وضوء کرتے پانی کی ایک کف لے کر اپنی ٹھوڑی کے نیچے داخل کرتے اور اسے اپنی داڑھی کے درمیان داخل کر دیتے۔ اور فرماتے میرے رب نے مجھے اس طرح حکم دیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ساری داڑھی کی جڑوں تک پانی پہنچانا ضروری نہیں کیونکہ پانی کی ایک کف داڑھی کے نیچے رکھ کر انگلیاں داڑھی میں داخل کرنے سے گھنی داڑھی تر نہیں ہوتی ہاں غسل جنابت میں داڑھی اور جسم کے ہر بال کی جڑوں تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔

۳۔ جو لوگ داڑھی منڈاتے ہیں وہ اس حکم پر عمل کر ہی نہیں سکتے انہیں اپنے وضوء کی سنت کے مطابق ہونے کی فکر کرنی چاہئے۔

بقیہ بسنت

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

بسنت کے حق میں چند مزید بودی دلیلیں اور ''یلغار بہار'' آپریشن

کہنے والے یہ بودی دلیل بھی تراشتے ہیں کہ بسنت پر پابندی سے بہت زیادہ لوگ بے روزگار ہو جائیں گے۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ حکومتیں جب کوئی کام نقصان دہ سمجھتی ہیں تو بغیر کسی پرواہ کے وہ کام بند کروا دیتی ہیں۔ حکومتیں تجاوزات ختم کر کے بے شمار لوگوں کو بے روزگار کر دیتی ہیں۔ پھر ہمیں اس پر بھی احتجاج کرنا چاہئے۔ شراب اور پرائز بانڈ کے پرچی جوئے وغیرہ پر بھی پابندیاں ہٹا لینی چاہئیں کہ اس سے بھی بے روزگاری پھیلتی ہے۔ حکومت نے حال ہی میں لاہور میں سینکڑوں ویگنوں کو بند کر کے بسوں کا اجراء کیا۔ اس سے ہزاروں لوگ بے روزگار ہوئے لیکن افسوس سیکولرزم کی عینک پہنے ہوئے ''دانشوروں'' کو یہ حقائق نظر نہیں آتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ بس مادر پدر آزاد تہذیب کو فروغ ملنا چاہئے۔ اس کے لئے اخلاق، انصاف اور اصولوں کا کتنا ہی خون کرنا پڑے۔ یہ لوگ تو یہاں تک یہ بودی دلیل تراشتے ہیں کہ اس غریب قوم کے پاس پہلے ہی کون سے تفریح کے مواقع ہیں۔ گویا بسنت، ویلنٹائن، کیبل، وڈیو گیمز، انٹرنیٹ، مجرے، فوڈ سٹریٹس، ٹی وی، کرکٹ، لڈو، سرکس، بھنگڑے، دھمال، سینما، تھیٹر، کبوتر بازی، بٹیر بازی، جوئے بازی، گھڑ دوڑ، کتا دوڑ، یہ سب ابھی تفریح کے کم مواقع ہیں۔

افسوس تو یہ ہے کہ بھارت میں تو بسنت اور لہو ولعب کے اتنے جشن نظر نہیں آتے بلکہ وہ روزانہ نئے میزائل چھوڑتا ہے لیکن نجانے ہم نے ترقی یافتہ قوم بننے کا یہ نیا نسخہ کہاں سے لے لیا ہے کہ علم اور علماء پر تو پابندیاں لگا دی جائیں، سائنسدانوں کی تذلیل کی جائے اور یوں سائنسی تعلیم کی بھی حوصلہ شکنی کی جائے اور صرف لہو ولعب کے تماشوں کی کھلی آزادیاں ہوں اور اس طرح ہم سمجھیں کہ ایسے جشن بہاراں منا کر ہم ترقی یافتہ قوم بن جائیں گے تو اسے خود فریبی بلکہ حماقت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے...... ایسی ''یلغار بہار'' لے کر اب امریکی فوجیں ہمارے قبائلی علاقوں میں داخل ہو چکی ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہمیں اس جشن بہاراں کا پورا پورا مزہ چکھا دیا جائے۔ اب بھی ہماری آنکھیں نہ کھلیں اور دشمن کی سازشوں کو نہ سمجھے اور دین و جہاد کی سیدھی شاہراہ پر نہ آئے تو اللہ نہ کرے پھر ہم بھی ''جشن بہاراں'' کی امریکی آتش بازیوں سے نہ بچ سکیں گے۔ اللہ ہمیں سوچنے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آپ کے دینی مسائل
قرآن وسنت کی روشنی میں
مبشر احمد ربانی

عورت کی آواز سننا

س: کیا عورت کی آواز کو سننا حرام ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کیجئے۔ (السائل۔ محمد سلیمان کیڈٹ ہائی سکول رائیونڈ روڈ قصور پاکستان)

ج: عورت کی آواز کا پردہ نہیں ہے۔ عورت شرعی حدود کا لحاظ رکھتے ہوئے مردوں سے بات کر سکتی ہے۔ اس کی آواز شیریں اور لوچدار نہیں ہونی چاہئے بلکہ سنجیدگی اور معقول حد تک بلند ہو تاکہ مخاطب اگر دل میں کسی قسم کا روگ رکھتا ہو تو وہ کسی قسم کے غلط خیالات اور تصورات دل میں نہ جما سکے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کئی ایک مسائل ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جا کر پوچھتے تھے اور وہ حجاب وپردہ کے پیچھے ان کے مسائل سن کر جوابات دیا کرتی تھیں۔ اللہ تبارک وتعالی نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا "اے نبی کی عورتو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو تو نرم گفتگو نہ کرو تاکہ جس آدمی کے دل میں روگ ہے وہ کسی قسم کا طمع رکھے اور تم اچھی بات کرو۔ (احزاب: ۳۲)

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالی نے اگرچہ خطاب ازواج النبی ﷺ سے کیا لیکن یہ حکم عام ہے اور ہر عورت کو شامل ہے کہ وہ اجنبی مردوں سے گفتگو کرتے وقت نرم اور لوچدار طریقہ سے بات نہ کریں بلکہ اچھے طریقے سے بات کر سکیں "وقلن قولا معروفا" کہہ کر اللہ تبارک وتعالی نے معروف اور عمدہ طریقے سے گفتگو کی اجازت دی ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں اس کا مفہوم یہ لکھا ہے "انها تخاطب الاجانب بكلام ليس فيه ترخيم اى لا تخاطب المراة الاجانب كما تخاطب زوجها"

عورت اجنبی مردوں سے ایسے کلام سے مخاطب ہو جس مین نرمی نہ ہو یعنی عورت اجنبی مردوں سے اس طرح بات نہ کرے جیسے اپنے شوہر سے کرتی ہے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہو گیا کہ عورت کی آواز جو شرعی حدود کے دائرے میں مرد سن سکتا ہے اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ سلف صالحین کے منہج سے بھی اس بات پر روشنی پڑتی ہے کیونکہ بڑے بڑے محدثین نے کئی ایک حدیث کی کتب خواتین محدثات سے پڑھی ہیں امام مزی کے اساتذہ میں زینب رحمہا اللہ اور کریمہ بنت احمد المروزیہ سے صحیح البخاری کا درس کئی ایک محدثین نے لیا۔ اگر کتب رجال کا مطالعہ کیا جائے تو ان کے آخر میں کتاب النساء میں بے شمار صحابیات وتابعیات وغیرہا کا ذکر خیر ملتا ہے جن سے مرد حدیث روایت کرتے ہیں۔ لہذا یہ بات صحیح ودرست ہے کہ شرعی دائرہ کار میں رہتے ہوئے مرد حضرات خواتین سے مسائل سن سکتے ہیں اس پر شرعا کوئی حرج نہیں ہے اور عورت بھی مسائل بیان کرتے ہوئے سنجیدگی کو لازم تھامے۔

قربانی کے گوشت پر قرآن پڑھنا

س: کیا رسول اللہ ﷺ قربانی کے گوشت پر قرآن پڑھا کرتے تھے جس طرح بعض لوگ کرتے ہیں اور کیا ایسا گوشت کھانا جائز ہے۔ (نذیر احمد ننکانہ)

ج: نبی کریم ﷺ کے بارے میں ہمیں کسی صحیح حدیث کا علم نہیں، کہ آپ ﷺ نے قربانی کرنے کے بعد اس کے گوشت پر کبھی قرآن مجید پڑھا ہو۔ بعض لوگوں کا عمل دین میں حجت نہیں ہوتا۔ دین اللہ تعالی اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے احکامات کا نام ہے۔ ہمیں اس بات کی اجازت نہیں کہ اپنی طرف سے شرعی مسائل میں کمی بیشی کریں۔ رسول اللہ کا ارشاد گرامی ہے۔ "جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔ (متفق علیہ) ایک حدیث میں ہے کہ جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں وہ مردود ہے" (صحیح مسلم) لہذا ایسے تمام امور سے اجتناب کیا جائے جو شریعت سے ثابت نہ ہوں۔

کیا خضرؑ زندہ ہیں؟

س: سیدنا خضر علیہ السلام کون تھے؟ حنفی مذہب کے نزدیک وہ ابھی تک زندہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں خضر علیہ السلام نے آب بقا پی کر ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لی۔ قرآن وحدیث کی رو سے وضاحت فرمائیں۔ (قاری عبد الظاہر عازب' قاری عبد المتین عابد چھانا مانگا ضلع قصور)

ج: خضر علیہ السلام اللہ کے بندے تھے اور کئی ایک محدثین نے بادلائل ثابت کیا ہے کہ وہ اللہ کے نبی تھے۔ امام قرطبی نے کہا وہ جمہور کے نزدیک نبی تھے۔ اس بات کی شہادت قرآنی آیات دیتی ہیں اس لئے بھی کہ نبی اپنے سے کم مقام والے سے علم نہیں سیکھتا اور باطن کے حکم پر انبیاء ہی کو اطلاع دی جاتی ہے۔ اور ان کے آب بقا پینے والی کہانی بلا دلیل ہے۔ اللہ تعالی نے کسی کے لئے بھی ہمیشگی نہیں رکھی ہر ایک نے موت کا جام پینا ہے اور خضر علیہ السلام کی موت پر امام بخاری' ابراہیم الحربی' ابو جعفر ابن المنادی' ابو یعلی بن الفراء' ابو طاہر العبادی اور ابو بکر ابن العربی وغیرہم محدثین نے قطعی حکم صادر کیا ہے۔ اور ان کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جو آپ نے آخری ایام میں فرمایا۔ ایک صدی بعد سطح زمین پر جو لوگ آج موجود ہیں ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا" اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ نے جو بھی نبی بھیجا اس سے میثاق لیا کہ اگر اس کی زندگی میں محمد ﷺ مبعوث کئے گئے وہ ان پر ضرور ایمان لائے اور ان کی ضرور مدد کرے۔ اور کسی بھی صحیح خبر میں موجود نہیں کہ خضر علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے ہوں اور نہ ہی یہ ثابت ہے کہ انہوں نے آپ کے ساتھ ملکر قتال کیا ہو۔ اور آپ ﷺ نے بدر والے دن فرمایا تھا "اے اللہ اگر یہ گروہ ہلاک کر دیا گیا تو تیری زمین میں عبادت نہیں کی جائے گی" اگر خضر علیہ السلام موجود ہوتے تو یہ نفی صحیح نہ ہوتی۔ مزید تفصیل صحیح البخاری مع فتح الباری ۶/ ۴۳۴ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔ لہذا خضر علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ یہی بات دلائل کی رو سے قوی اور مضبوط ہے۔ اس سلسلے میں کئی شعروں اور حکایتوں میں خضر کی تا قیامت زندگی اور عمر خضر کی جو باتیں کی جاتی ہیں' وہ سراسر غیر شرعی ہیں۔

اعلان

مرکز طیبہ مریدکے میں انتہائی موقع کا دس مرلے کا پلاٹ برائے فروخت' طیبہ ہسپتال کے عقبی گیٹ کے بالکل سامنے...... ایجنٹوں سے معذرت...... رابطہ: 0300-9645994

آغوشِ اسلام میں اے امیرہ تو کتنی خوش قسمت ہے!

ایک امریکی خاتون کے قبول اسلام کی داستان

ام مصعب الکویت

میں امیرہ کو ہرگز نہیں بھولوں گی۔ وہ امریکی نومسلم دوشیزہ جو اپنے اسلام اپنے عقیدہ اور تاریخ اسلام پر فخر کرتی ہے۔

امیرہ اپنی عمر کی اٹھائیس بہاریں دیکھ چکی ہے۔ وہ امریکی ریاست آرکنساس میں پیدا ہوئی۔ ایک متعصب عیسائی خاندان میں پرورش پائی مجھے اس کا علم انٹرنیٹ کے ذریعے اسلام آن لائن پر ہوا۔ میں اس کی پیش کی ہوئی قربانیوں پر محو حیرت ہوں اسلام کے ساتھ اس کی محبت اور لذت ایمانی کا شعور اس کی رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے۔ اسے اس بات پر فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام کے لئے چن لیا اور اسے ہدایت دے دی۔ گویا اس کی ہمت تمام ہمتوں سے ارفع ہے۔ اور جس بلندی پر وہ فائز ہو چکی ہے وہ سب بلندیوں سے عظیم تر ہے۔

مختصر گفتگو کے بعد اس نے مجھے بتایا کہ وہ پیشہ وکالت سے منسلک ہے لیکن وہاں مرد و زن کے اختلاط کی وجہ سے اس نے استعفیٰ دینے کا پختہ عزم کر لیا! قبول اسلام کے کچھ عرصہ بعد جونہی اس نے اسلام کا اظہار کیا تو اسے اپنے خاندانی گھر سے علیحدہ کر دیا گیا اب وہ اپنی ایک سہیلی کے ہاں رہتی ہے۔

وہ کتنی خوش ہوئی جب اسے پتہ چلا کہ میں کویت کی شہری ہوں لیکن اس کی خوشی کا اصل سبب مجھے تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا۔ وہ مجھ سے اکثر اوقات کویت کے متعلق پوچھتی اور میں اسے بتاتی۔ جب میں نے اسے اپنے ہاں آ کر رہنے کی دعوت دی کہ وہ ایسے اسلامی ملک میں آ جائے جہاں دعوت و اصلاح اور رشد و ہدایت نمایاں ہے۔

جب میں نے اس کے اسلام لانے کا واقعہ جاننے کا مطالبہ کیا تو اس نے مجھے اپنا ای میل اڈریس دیا کہ وہاں بالتفصیل یہ واقعہ موجود ہے۔ میں آپ کے سامنے اس کا قصہ بغیر کسی کمی بیشی کے پیش کرتی ہوں اور یہ خوشخبری بھی پڑھ لیں کہ مستقبل میں اسلام کا سورج اپنی تابناکی چہار سو ضرور پھیلائے گا۔ اللہ کی محبت و رحمت کے جلوے کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ جوں جوں دن گزرتے جائیں گے ہم زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اسلام کی سچی دعوت قبول کرتے ہوئے دیکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ''۔ جو لوگ ہماری راہ میں جہاد مسلسل کرتے ہیں، ہم انہیں اپنی راہوں کی طرف ہدایت دیتے ہیں (سورہ عنکبوت۔69)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ لو کرہ الکافرون'' (سورہ الصف)

وہ (کفار) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (اسلام) کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور (اسلام) کو پورا کرے گا۔ اگرچہ کافروں کو ناپسند ہو۔

قبول اسلام کی روداد۔ امیرہ کی زبانی:

متعدد لوگ مجھ سے میرے اسلام لانے کا واقعہ پوچھتے ہیں۔ اس لئے اللہ سے مدد چاہتے ہوئے میں یہ واقعہ لکھنے کی کوشش کروں گی۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ میں کوئی معروف ادیبہ نہیں۔

میں یہ ماننے کے لئے تیار ہی نہ تھی کہ مسلمان لڑکیاں اپنے سر کے بال تک ڈھانپتی ہیں لیکن جب میں نے اپنی آنکھوں سے یہ دلربا منظر دیکھا تو ایک عجیب حیرت میں ڈوب گئی۔ اس پہلی ملاقات نے ہی میری زندگی کا منہج یکسر تبدیل کر دیا!!

میں ارکنساس کے ایک کیتھولک عیسائی گھرانے میں پیدا ہوئی اور وہیں پرورش پائی۔ میں نے لڑکپن اپنے زرعی فارم پر گزارا۔ میرا باپ بنیادی طور پر کاشتکار ہے اور کنیسے میں خطابت کا فریضہ بھی انجام دیتا ہے۔ میری والدہ گھریلو خاتون ہے۔ میں اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی جس بستی میں میری پرورش ہوئی وہ خالصتاً عیسائی بستی تھی اور وہاں کسی دوسرے مذہب یا دین کا کوئی پیروکار نہ تھا۔

مسلم معاشرہ کی معرفت:

ارکنساس یونیورسٹی میں پہلی بار مجھے مسلم طالبات کو دیکھنے کا موقع ملا۔ مجھے اس بات کا اعتراف کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ میں مسلم طالبات کے عجیب و غریب لباس کو چبھتی ہوئی نگاہوں سے دیکھتی تھی۔ میں یہ ماننے کے لئے تیار ہی نہ تھی کہ مسلمان لڑکیاں اپنے سر کے بال تک ڈھانپتی ہیں لیکن جب میں نے اپنی آنکھوں سے یہ دلربا منظر دیکھا تو ایک عجیب حیرت میں ڈوب گئی۔

پہلی بار لیکچر کے دوران ہی مجھے ایک مسلمان دوشیزہ کے ساتھ بیٹھنے کا موقع ملا۔ اس پہلی ملاقات نے ہی میری زندگی کا منہج یکسر تبدیل کر دیا!!

وہ کون تھی؟

میں اسے ہرگز، ہرگز نہیں بھول سکتی۔ وہ ایک فلسطینی دوشیزہ تھی۔ اس کا نام یاسمین تھا۔ اس کے بعد تو میری یہی تمنا ہوتی کہ میں اس کے ساتھ گھنٹوں بیٹھی رہوں۔ وہ ہمیشہ مجھ سے اپنی سرزمین، ثقافت، خاندان اور اپنی سہیلیوں کے بارے میں گفتگو کرتی تھی جن کے ساتھ وہ بہت زیادہ محبت کرتی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر وہ اپنے دین کے ساتھ محبت کرتی تھی۔

طمانیت قلب کسے کہتے ہیں؟

میں نے اپنی زندگی میں کسی انسان کو اس قدر مطمئن نہیں دیکھا جس قدر یاسمین ظاہری و باطنی طور پر مطمئن تھی۔ وہ مطمئن کیوں نہ ہوتی وہ اپنے دین اور عقیدے کی ہر بات کو دلائل سے ثابت کر کے مجھے مطمئن کر دیتی تھی۔

وہ مجھے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و ربوبیت اسلامی عقیدہ کے مطابق دلائل سے سمجھاتی اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کے واقعات سناتی۔ جب مجھے پتہ چلا کہ مسلمان صرف ایک اِلٰہ حقیقی کی عبادت کرتے ہیں تو مجھے اپنی حالت پر افسوس ہوا۔ میرے اندر سے یہ آواز اٹھی کہ میں اللہ کی عبادت کیوں نہیں کرتی اور عیسیٰ کی عبادت کیوں کرتی ہوں؟ لہٰذا یاسمین کی ہر بات میں کیونکہ وہ منطقی طور پر مجھے مطمئن کر دیتی اور اپنی ہر بات کی وضاحت کرتی۔ عیسائی گھرانے میں پرورش پانے کے باوجود آج تک میں نے کسی اور کو تو کیا، اپنے والدین کو بھی یہ درجہ نہ دیا تھا کہ ان کی ہر بات مان لیتی اور مطمئن ہو جاتی اگرچہ میں تثلیث کے عقیدہ والی عیسائیت پر کبھی بھی مطمئن نہ

تھی۔

حکمتِ دعوت:

یاسمین نے شاید عزم مصمم کرلیا تھا کہ مجھے اسلام کے ہر پہلو پر مطمئن کرے گی اور مجھے یقین کی حد تک آمادہ کرلیا' کہ دین اسلام ہی صحیح اور اصل دین ہے اور زندگی کا سب سے بہترین منہج یہی دین ہے۔ وہ کہتی تھی کہ انسان کے لئے دنیاوی زندگی اتنی اہم نہیں جتنی اہم اخروی زندگی ہے اور وہ دوسرے جہان میں مجھے ضرور ملے گی لیکن ہماری دوبارہ ایسی ہی ملاقات ان شاء اللہ جنت میں ہوگی۔

یاسمین کی امریکہ سے واپسی:

امریکہ میں یاسمین اپنی تعلیم مکمل کرچکی تو اپنی مادر وطن فلسطین جانے لئے بے قرار ہوگئی۔ وہ میرے پاس آئی تو زاروقطار رونے لگی۔ آہوں اور سسکیوں میں مجھے کہنے لگی کہ تم اسلام کے متعلق مطالعہ اور تحقیق جاری رکھنا تاکہ جنت میں ہماری ملاقات ممکن ہوجائے۔

پہلی ملاقات کی نشانی:

مجھے ابھی تک احساس ہوتا ہے گویا میں یاسمین کی باتین سن رہی ہوں۔ پہلی ملاقات میں ہی اس نے میرے لئے عربی نام ''امیرہ'' منتخب کرلیا اور میں نے اسلام لانے کے بعد اپنے لئے یہی نام پسند کرلیا۔ مادی لحاظ سے تو میں امیرہ نہیں لیکن دولت اسلام پالینے کے بعد مجھے یہ شعور حاصل ہوگیا کہ میں واقعی اسم بامسمی ہوں۔

الوداع اے یاسمین:

فلسطین واپسی کے دو ہفتوں کے بعد یاسمین اپنے گھر سے جونہی باہر نکلی' اسرائیلی فوجیوں کے ہاتھوں قتل ہوگئی۔ مجھے جب معلوم ہوا تو میرے نصف بدن سے روح نکل گئی اور مجھے ایسے محسوس ہوا گویا میں آدھی مرگئی ہوں۔ میں جب تک یونیورسٹی میں رہی' مجھے مختلف اسلامی ممالک کی بیشتر طالبات سے واسطہ پڑا یہ نہ بھولنے والا زمانہ ہوتا ہے خصوصاً میں جب ان سے قرآن کریم کی تلاوت سنتی ہوں یا تلاوت کی کیسٹ سنتی ہوں تو ایسے لگتا ہے کہ گویا قرآن میرے دل اور میری روح میں داخل ہورہا ہے۔ اگرچہ اکثر اوقات یہ تک پتہ نہیں ہوتا کہ میں کیا سن رہی ہوں اور اس کا مفہوم کیا ہے۔ میں نے ابھی سے عربی زبان سیکھنا شروع کردی ہے اور پوری محنت قرآن پڑھنے پر صرف کررہی ہوں۔ ان شاء اللہ کچھ مدت کے بعد میں عربی میں مہارت حاصل کرلوں گی۔

یونیورسٹی کے بعد:

یونیورسٹی سے فارغ ہوکر میں اپنی چھوٹی سی بستی کی طرف لوٹ گئی۔ وہاں مجھے یہ اعزاز حاصل تھا کہ میں ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق تحقیق ومطالعہ کرتی رہتی لیکن کچھ عرصہ بعد وہاں میرے لئے یہ ممکن نہ رہا۔ لیکن اسلام کی تشنگی اور عربی زبان سیکھنے کا شوق میرے دل سے جدا نہ ہوا جو میرے خاندان اور دوستوں کو غصہ دلانے کا باعث بنا۔

امیرہ مشرف بہ اسلام ہوتی ہے

چند سالوں بعد مجھے اللہ کا ایک ایسا بندہ مل گیا جو اسلام اور اہل اسلام کا سچا نمائندہ تھا۔ اسلام کے متعلق میں نے اپنی سابقہ معلومات کو دہرایا۔ اور اس سے ہر مسئلہ پوچھا۔ مہینوں پر مہینے گزر گئے۔ میں ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی رہتی کہ وہ میری مدد کرے۔ بالآخر 15 اپریل 1996ء کو میں نے اسلام قبول کرلیا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے علاوہ کسی اور چیز نے مجھے اسلام کی رغبت نہیں دلائی یہی کلمہ طیبہ میری زندگی کا باعث ہے۔ میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گی۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ الہ واحد کے علاوہ کوئی معبود حق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

اسلام قبول کرنے کی پاداش میں مجھ پر کئی بار قاتلانہ حملے ہوئے والدین نے اکلوتی اولاد ہونے کے باوجود گھر سے نکال کر قطع تعلقی کرلی جبکہ رشتہ دار عدالت سے قانونی نوٹس لے آئے کہ میں ان کے گھروں کے قریب بھی نہ بھٹکوں

مصائب ومشکلات کا نزول:

جب میرے گھر والوں کو پتہ چلا کہ میں اسلام میں دلچسپی لے رہی ہوں وہ برانگیختہ ہوگئے اور پوری زندگی میں پہلی بار مجھ سے ناراض ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے مجھ سے بول چال بھی کم کردی۔ لیکن جب میں نے اسلام قبول کیا تو میرے گھر والوں نے مجھ سے لاتعلقی کا اعلان کردیا بلکہ انہوں نے پوری کوشش کی کہ مجھے نفسیاتی امراض کے ہسپتال میں داخل کرادیں کیونکہ ان کے نزدیک میں اپنے حواس سے بیگانہ ہوچکی تھی تاہم وہ اپنی اس تگ ودو میں کامیاب نہ ہوسکے۔ وللہ الحمد

میرے لئے یہ سب کچھ انتہائی تکلیف دہ تھا۔ میرے گھر والے ہمیشہ مجھ سے ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ رکھتے۔ ان کی دلی آرزو تھی کہ جہنم ہی میرا ٹھکانہ بنے تا آنکہ الحمد للہ یہ پیغامات ورابطے بتدریج کم ہوگئے۔ میں اللہ تعالیٰ کی انتہائی شکرگزار ہوں کہ اس نے میرا ایمان ویقین اتنا پختہ کردیا کہ میں نے اپنے خاندان والوں کی طعن وتشنیع کا خوب مقابلہ کیا۔

والدین کا میرے ساتھ آخری رابطہ

سعودی عرب کے شہر دھران میں واقعہ امریکی اڈے میں بم دھماکے کے دو دن بعد میرے خاندان نے مجھ سے رابطہ اس لئے کیا تاکہ وہ مجھے یہ بتا سکیں کہ اس تخریبی واقعہ میں میرا حقیقی چچا قتل ہوگیا ہے اور اس دھماکے کے ذمہ دار مسلمان ہیں۔ اس حوالے سے میرے ہاتھ بھی بے گناہوں کے خون کے ساتھ رنگے گئے ہیں۔ میں کئی روز تک روتی رہی لیکن پہلے کی طرح اب بھی میرے ایمان کی مضبوطی میں کچھ فرق نہ ہوا۔ میں نے متعدد بار اپنے والدین سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ہمیشہ مجھ سے کنی کترا جاتے ہیں حتیٰ کہ انہوں نے ٹیلیفون نمبرز بھی تبدیل کروالئے بلکہ کچھ رشتہ دار عدالت میں جاکر قانونی نوٹس لے آئے کہ آئندہ میں ان کے گھروں کے قریب بھی نہیں جاؤں گی۔ میری والدہ بھی ان کی ہمراہی تھیں۔ دھماکے کے چار روز بعد جب میں بازار سے لوٹی تو میری کار کی سائڈ پر لکھا ہوا تھا ''دہشت گردوں سے محبت کرنے والی'' لیکن جب میں پولیس اسٹیشن رپورٹ کرنے پہنچی اور وہاں کے ایک سارجنٹ کے ذریعے میں نے کار کا معائنہ کروانا چاہا اس اندیشے کے پیش نظر کہ ہوسکتا ہے کہ گاڑی کے اندر کوئی تخریبی کارروائی ہوچکی ہو اور میں محفوظ طریقے سے نہ چلا سکوں لیکن اس نے یہ کہتے ہوئے معائنہ کرنے سے انکار کردیا کہ ہوسکتا ہے تمہارے کسی دہشت گرد گروہ سے واقعی تعلقات ہوں اور انہوں نے ہمارے لئے کار میں بم نصب کردیا ہو۔ میرے کانوں نے جو کچھ سنا کافی دیر تک میں اس کی تصدیق نہ کرسکی حالات واقعی بد سے بدتر ہوتے جارہے تھے۔ ایک شب کو میں ایک مارکیٹ میں گئی تو ایک آدمی نے مجھ پر حملہ کردیا اور مجھے چھرا گھونپنے کی کوشش کی لیکن ہجوم کی وجہ سے کامیاب نہ ہوسکا۔ ہوسکتا ہے وہ مجھے خوفزدہ کرنا چاہتا ہو۔

اکثر اوقات میری کار کی پینٹنگ خراب کردی جاتی ہے۔ اور پھر مجھے کافی اخراجات کرنے پڑتے ہیں یہ مجھ پر ناروا بوجھ ہوتا ہے۔

ایک بار میں گھر میں تھی کہ ایک اجنبی نے مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ اب تو میں گولی یا دھماکے کی آواز سے مانوس ہوچکی ہوں۔ ایک بار گھر سے باہر گئی تو کسی نے میرا سارا سامان حتیٰ کہ استعمال شدہ کپڑے بلکہ حجاب ونقاب تک چوری کرلئے حیرت اس بات پر ہے کہ قریبی پولیس اسٹیشن سے مجھے میرے متروکہ یورپی طرز کے لباس تو واپس کردیئے۔ لیکن میرے اسلامی لباس سے انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

اس تحریر کے وقت میرا مقدمہ عدالت میں ہے جس کے متعلق میں انٹرنیٹ پر قانونی طور پر کچھ نہ بتانے کی پابند ہوں۔ تاہم اللہ گواہ ہے کہ میں نے اسلام قبول کرکے کوئی جرم نہیں کیا لیکن اس کے باوجود عدالت نے مجھے شہر سے باہر جانے سے منع کردیا ہے۔ مستقبل قریب میں ان شاء اللہ فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔

باقی صفحہ نمبر 63 پر

قیمت خریدنے کی ہم مکمل صلاحیت واستطاعت رکھتے ہیں۔

علمائے بغداد کے پہلو بہ پہلو حالیہ استعماری قوتوں کے سایہ میں منظم ہونے والا میڈیا بھی کہہ رہا ہے کہ یہودی عراق میں زمینیں اور عمارات خرید رہے ہیں۔ عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ کچھ عراقی باہر سے آئے ہیں اور رہائشی پلاٹ خیالی قیمتوں پر خرید لئے ہیں۔ خصوصاً ان حالات میں جبکہ بلدیہ کا رجسٹریشن سسٹم بالکل ناپید ہے۔ اس لئے ایسی خرید وفروخت غیر قانونی طریقے سے غیر مصدقہ کاغذات پر ہورہی ہے جن میں یہ لکھا جاتا ہے کہ فلاں جائیداد فرضی شخص (نبیل، شریف، رجب) کے ہاتھوں بیچی گئی۔ جس کے متعلق ہمیں مزید تفصیلات معلوم نہیں اور یہ سارا معاملہ ایجنٹوں کے ذریعے مکمل ہوتا ہے اور جائیداد کے سابقہ مالک کا بھی کوئی تذکرہ نہیں ہوتا اور نہ اس کی اجازت ضروری سمجھی جاتی ہے۔ یہ خرید وفروخت بغداد کے پوش علاقوں میں بکثرت جاری ہے۔ جہاں اکثر امراء ووزراء اور سیکرٹریوں کے محلات اور رہائشی مکانات تھے مثلاً مشرقی علاقے جہاں کرد آبادی تھی الصلیخ، المنصور، المسیح اور عرصات المندیہ وغیرھا۔

صحافتی ذرائع بتاتے ہیں کہ 1948ء کے بعد اب پہلی بار پچاس یہودی اسرائیل سے بغداد پہنچے۔ جس ہوٹل میں وہ ٹھہرے وہاں کے ایک ملازم نے کہا ''وہ عمر رسیدہ ہیں اور ان کے ساتھ ان کے نوعمر بیٹے ہیں جو اپنے آباء کے برعکس عربی اچھی طرح نہیں بول سکتے۔'' اور ان یہودیوں نے بغداد میں فلسطین روڈ کے آس پاس بڑی بڑی عمارات خریدیں اور خلاف معمول دگنی تگنی قیمتیں ادا کیں۔

''فرانس پریس'' نے بعض نئے عراقی اخبارات کے حوالے سے خبر شائع کی ہے کہ یہودیوں نے بغداد میں رہائشی فلیٹس اور کمرشل عمارات خریدی ہیں۔

روزنامہ ''الدعوۃ'' نے ایک مقالہ بعنوان ''محلہ کرادہ میں پراسرار ہوٹل'' شائع کیا۔ اس میں لکھا کہ شہر کے وسط میں ایک ہوٹل ہے جہاں صیہونی رہتے ہیں؛ جن کا ہدف سابق امراء اور افسروں کے رہائشی مکانات اور محلات کی خرید ہے۔ روزنامہ ''الیوم'' اپنے ایک اور مقالہ کا عنوان یوں بتاتا ہے۔

''یہودی ہر چیز خرید رہے ہیں۔''

روزنامہ ''الہلال'' نے اس عنوان سے کالم لکھا ''یہودی آئے اور خرید شروع کردی جس طرح فلسطین میں انہوں نے کیا۔''

روزنامہ ''الساعۃ'' نے سوالیہ انداز اختیار کرتے ہوئے لکھا ''کیا یہودی 1951ء میں متروکہ جائیدادوں کا مطالبہ کریں گے؟''

خلاصۂ بحث یہ ہوا کہ صیہونی امریکی استعمار کے سائے تلے بغداد میں پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے عمارات، محلات اور جائیدادیں خریدنا شروع کردیں۔ انہی عمارات میں وہ ہوٹل بھی ہے جہاں وہ اسرائیلی انٹیلی جنس ''موساد'' کا ہیڈ کوارٹر بنائیں گے۔ جہاں سے وہ اپنے جاسوسی نیٹ ورک کے ذریعے عراقی عوام کے اندر تک پہنچ جائیں گے اور اپنے مفسدانہ پروگرام مکمل کریں گے۔ جس کے نتیجے میں عراق میں نئے نئے فتنے اور مصائب جنم لیں گے۔ ان شاء اللہ

(بحوالہ الدعوۃ عربی)

واللہ المستعان

حوالہ جات:

1- سمونیل الیہجو: مشہور اسرائیلی مؤرخ ہے۔ 1919ء میں یوکرائن کے شہر کیف میں پیدا ہوا۔ 1965ء سے لے کر تاحال مقبوضہ بیت المقدس کی عبرانی یونیورسٹی میں ''جدید یہودی تاریخ'' کا استاذ ہے۔ اس کی متعدد تالیفات ہیں زیادہ مشہور ''موجودہ زمانے میں تاریخ یہود'' ہے۔

بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں عراق کے متمول یہودیوں نے فلسطین میں یہودیوں کے لئے اتنی مالی امداد بھیجی جو کہ پولینڈ کے یہودیوں کی امداد سے بھی کئی گنا زیادہ تھی

2- کتاب ''الیہود فی بلدان الاسلامیہ'' 1850 تا 1950م
3- // // // // // // // 46ص
4- // // // // // // // 63ص
5- // // // // // // // 118ص
6- // // // // // // // 121ص
7- اسلام آن لائن: 16/8/2003
8- اردنی روزنامہ ''السبیل'' 25/5/2003م
9- روزنامہ ''القدس العربی/لندن'' 21/6/2003م
10- سعودی روزنامہ ''الجزیرۃ'' 24/6/2003م
11- لندن کا روزنامہ ''الشرق الاوسط'' 14/6/2003م
12- لندن کا روزنامہ ''الحیاۃ'' 23/6/2003م

بقیہ **BJP**

جنوب ہند میں مملکت دکن کو مسلم Homeland کے طور پر مسلمانوں کے حوالے کیا جائے۔ پھر دنیا دیکھے گی واجپائی گوڈوں میں تکلیف کے باوجود کس طرح دیواریں پھلانگتا ہوا بغیر ٹکٹ دہلی بھاگے گا۔ بات دراصل مومنانہ بصیرت اور مجاہدانہ عزم کی ہے۔ اسی طرح BJP کے جنرل سیکرٹری گوبند اچاریہ کی وہ بات خاصی اہم ہے جب انہوں نے دہلی میں برطانوی سفارت خانے کی تقریب میں کہا تھا کہ واجپائی کو تو ہم نے دراصل BJP کا اصل انتہا پسندانہ چہرہ چھپانے کے لئے بطور مکھوٹہ (ماسک) رکھا ہوا ہے۔ واجپائی نے اس حقیقت بیانی کو نہ برداشت کرتے ہوئے گوبند اچاریہ کو وزیر کھیل وثقافت کنواری اوما بھارتی کے ساتھ ناجائز باہمی تعلقات میں ملوث قرار دے کر جنرل سیکرٹری کے عہدہ سے ہٹا دیا اور کردار کشی کی وجہ سے موصوف تحقیق ومطالعہ کے نام پر منظر سے ہی غائب کردیئے گئے۔ RSS کے بقول یہ ہوتا ہے راز کے افشاء کا انجام کہ چھوکری بھی گئی اور نوکری بھی۔ اور بدنامی کی ذلت الگ ہے۔

RSS کی اعلیٰ قیادت اپنے مقاصد میں اس حد تک متشدد ہے کہ ان میں سے اکثر شادیاں نہیں کرتے کہ بال بچے ان کی راہ میں رکاوٹ نہ بن جائیں۔

RSS کے رکن بننے کے لئے شرائط

RSS کی رکنیت کے خواہشمند کے لئے ضروری ہے کہ ابتداء سے ہی واضح ہندو مذہبی ہو۔ ہندو بھی وہ جو اس امر پر یقین رکھے کہ اس مذہب کو دنیا بھر میں بالادست قوت بنانا ہے۔

اس کے علاوہ حلف رکنیت بھی خود اپنے عزائم اور اہداف واضح کردیتا ہے۔ ملاحظہ کریں

''سب سے زیادہ طاقتور پرمیشور اور اپنے آباء واجداد کو ذہن میں رکھتے ہوئے میں عہد کرتا ہوں کہ اپنے مقصد ہندو دھرم، ہندو ثقافت اور ہندو رسم ورواج کا احیاء کرکے بھارت دیش کو عظیم ترین طاقت بنانے کے لئے RSS کا رکن بنتا ہوں اور اپنے اس عہد کا ہمیشہ پالن کروں گا۔''

بقیہ **امریکی نومسلمہ**

روح یاسمین کے لئے چند الفاظ

میری اسلامی بہن اور سہیلی کہ جس نے سب سے پہلے اسلام کی طرف میری رہنمائی کی مجھے یقین ہے کہ اگر تجھے زندگی میں میرے اسلام کی خبر پہنچتی تو ضرور کھل اٹھتی۔ میں اسلام کی نعمت پاکر انتہائی خوش ہوں اللہ کا شکر اور تسبیح کرتی ہوں۔ ان شاء اللہ جنت میں ہم ضرور ملیں گے۔ اے میری بہن! میں اللہ کے لئے تجھ سے محبت کرتی ہوں۔

اھل اسلام سے استدعا:

میں نے اپنے احوال اس لئے نہیں بیان کئے کہ میں تم سے کچھ مالی منفعت حاصل کرسکوں بلکہ میں نے یہ معلومات صرف اس لئے ظاہر کی ہیں تاکہ تم مجھے اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا۔

آخر میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اہل اسلام پر یہودی عیسائی اور دیگر دشمنان اسلام ظلم کے جو پہاڑ توڑ رہے ہیں وہ ضرور ختم ہوں گے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اسلام کی حقانیت کو اپنے عمل سے ثابت کریں اور تقریر وتحریر سے بڑھ کر وہ اسلام کی حقیقی تعلیمات کی روشنی میں کردار کے غازی بن کر چہار دانگ عالم ظالموں کے دست وبازو توڑ ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ بھی یقیناً انہیں کی مدد کرتا ہے جو اس کے دین کی مدد کرتے ہیں۔

تمہاری اسلامی بہن امیرہ

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اعتکاف، شب قدر، صدقۃ الفطر اور عیدالفطر کے مسائل

حافظ عمران ایوب لاہوری

اعتکاف کے مسائل:

لغوی اعتبار سے لفظِ اعتکاف باب اِعْتَكَفَ يَعْتَكِفُ (افتعال) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی "بند رہنا" رکے رہنا اور کسی چیز کو لازم پکڑ لینا" مستعمل ہے۔ شرعی اعتبار سے "ایک خاص کیفیت سے کسی شخص کا خود کو مسجد میں روک لینا اعتکاف ہے۔

☆ ہر عبادت کے لیے نیت ضروری ہے اور چونکہ اعتکاف بھی عبادت ہے لہٰذا اس کے لیے بھی نیت لازمی ہے۔ یاد رہے کہ نیت دل کا فعل ہے زبان کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں لہٰذا ایسے تمام الفاظ جو اعتکاف کی نیت کے لیے بتلائے جاتے ہیں بدعت ہیں مثلاً "نَوَيْتُ سُنَّةَ الِاعْتِكَافِ" وغیرہ۔

☆ اعتکاف سنت ہے لیکن اگر کوئی شخص اسے نذر کے ذریعے اپنے اوپر لازم کرلے تو اسے بجا لانا واجب ہوگا۔ [فتح الباری (۴/۲۷۱)] اعتکاف کے سنت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو بطور عمل اپنایا اور پھر اس پر مداومت اختیار کی۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔

☆ ماہِ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف زیادہ مؤکد ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مداومت کے لیے ان ایام کو اختیار کیا تھا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ سیدہ عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي كان يعتكف العشر الأواخر من رمضان حتى توفاه الله ثم اعتكف أزواجه من بعده﴾ "نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے حتی کہ آپ ﷺ وفات پاگئے پھر آپ ﷺ کی بیویاں اعتکاف کرتیں۔" [بخاری (۲۰۲۶)]

☆ اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں جیسا کہ سیدنا عمرؓ نے رات کو اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔ معلوم ہوا کہ رات کو اعتکاف درست ہے اور یہ بات دلیل کی محتاج نہیں کہ رات کو روزہ نہیں ہوتا۔

☆ اعتکاف صرف مساجد میں ہی کیا جاسکتا ہے کیونکہ قرآن میں اعتکاف کے لیے صرف مساجد کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔ [البقرۃ: ۱۸۷] نبی ﷺ کا بھی یہی معمول تھا جیسا کہ سیدہ عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ ﴿أنها كانت ترجل النبي ﷺ وهي حائض وهو معتكف في المسجد﴾ "وہ ایام ماہواری میں رسول اللہ ﷺ کی مانگ نکالا کرتی تھیں اور آپ ﷺ مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوتے۔" [بخاری (۲۰۲۹، ۲۰۴۶)] امام قرطبی ؒ فرماتے ہیں کہ علماء نے اجماع کیا ہے کہ اعتکاف صرف مسجد میں ہی ہوتا ہے۔ [تفسیر قرطبی (۲/۳۳۱)]

☆ اعتکاف تمام مساجد میں جائز ہے۔ البتہ بعض علماء نے جامع مسجد میں افضل قرار دیا ہے۔ [نیل الأوطار (۳/۲۵۵) فتح الباری (۴/۸۰۶)]

☆ خواتین بھی مساجد میں ہی اعتکاف کریں گی کیونکہ ان کے لیے اعتکاف کے متعلق کوئی الگ حکم شریعت میں موجود نہیں۔ بلکہ ازواج مطہرات بھی مسجد میں ہی اعتکاف کیا کرتی تھیں۔

☆ بیوی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف بیٹھے۔ [المغنی (۴/۴۸۵)]

☆ بیس رمضان المبارک کی شام کو اعتکاف کرنے والا مسجد میں پہنچ جائے اور اگلے روز صبح فجر کے بعد اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جائے۔ جمہور علماء اور آئمہ اربعہ اسی کے قائل ہیں۔ [تحفۃ الأحوذی (۳/۵۸۴) فیض القدیر (۵/۹۶) فتح الباری (۴/۳۲۳)] سیدہ عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ ﴿كان رسول الله ﷺ إذا أراد أن يعتكف صلى الفجر ثم دخل معتكفه﴾ "نبی ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو نماز فجر ادا فرما کے اپنی اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جاتے۔" [ترمذی (۷۹۱)]

☆ اعتکاف بیٹھنے والا کسی سخت حاجت کے وقت ہی باہر نکل سکتا ہے۔ [بخاری (۲۰۲۹)] امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اعتکاف بیٹھنے والا کسی سخت حاجت کے لیے اپنے گھر جائے تو وہاں صرف اُتنی دیر ہی ٹھہرے جتنی دیر اسے وہاں وہ سخت کام ہے۔ [تفسیر ابن کثیر (۱/۴۵۹)] امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کرنے والے کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں الا کہ کوئی اس قدر سخت ضرورت پیش آجائے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔ [المغنی لابن قدامۃ (۴/۴۶۵)]

☆ اعتکاف کی کم از کم کوئی مدت متعین نہیں۔ امام شوکانیؒ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ [السیل الجرار (۲/۱۳۶)]

☆ اعتکاف کی جگہ میں چارپائی اور بستر بھی رکھا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ﴿أن النبي ﷺ كان إذا اعتكف طرح له فراشه أو يوضع له سريره وراء أسطوانة التوبة﴾ "نبی کریم ﷺ جب اعتکاف کرتے تو آپ ﷺ کے لیے اسطوانہ توبہ کے پیچھے آپ کا بستر بچھا دیا جاتا یا (راوی کو شک ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ) آپ ﷺ کے لیے وہاں آپ کی چارپائی رکھ دی جاتی۔" [ابن ماجہ (۱۷۷۴)]

☆ اعتکاف کے دوران اعتکاف بیٹھنے والے کو چاہیے کہ نوافل میں مشغول رہے، قرآن کی تلاوت کرے، اللہ کا ذکر کرے اور اسی طرح کی دیگر عبادات سرانجام دے۔ فضول گفتگو اور کاموں سے اجتناب کرے اور زیادہ باتیں نہ کرے۔

حدیث میں ہے کہ ﴿من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه﴾ "آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ فضول و لایعنی کاموں کو چھوڑ دے۔" [صحیح ترمذی (۱۸۸۶) شرح العقیدۃ الواسطیۃ (۲۶۸)] نیز اسے چاہیے کہ لڑائی جھگڑے اور فحش کاموں سے بچے کیونکہ یہ کام تو عام حالت میں بھی مناسب نہیں چہ جائیکہ انہیں دوران اعتکاف اختیار کیا جائے۔ امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ نماز، تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھانا، علم سکھانا، فقہاء سے مناظرہ کرنا، ان کی مجلس اختیار کرنا، حدیث لکھنا اور اس جیسے دیگر ایسے کام جن کا نفع دوسروں تک پہنچتا ہو (دوران اعتکاف) ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک مستحب نہیں ہیں۔ اور یہی امام احمدؒ کے کلام کا ظاہر ہے۔ [المغنی (۴/۴۷۹-۴۸۰)]

☆ شوہر کی زیارت کے لیے بیوی کا مسجد میں آنا، اس کے سر میں کنگھی کرنا اور اس کا سر دھونا درست ہے۔ [بخاری (۲۰۳۸)، (۲۰۲۹)، (۲۰۳۱)]

☆ اعتکاف کرنے والے کے لیے مسجد میں کھانا جائز ہے۔ امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف بیٹھنے والے کے لیے مسجد میں کھانے میں کوئی قباحت نہیں۔ [المغنی لابن قدامۃ (۴/۴۸۳)]

☆ استحاضہ کی بیماری میں مبتلا خواتین کے لیے اعتکاف بیٹھنا درست ہے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ ﴿

اعتکفت مع رسول الله ﷺ امرأۃ من أزواجه مستحاضة فکانت تری الحمرة والصفرة فربما وضعنا الطست تحتها وهی تصلی ﴾"رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی بیویوں میں سے ایک خاتون (سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے 'جو کہ مستحاضہ تھیں' اعتکاف کیا۔ وہ سرخی اور زردی (یعنی استحاضہ کا خون) دیکھتی تھیں۔ اکثر ہم کوئی برتن ان کے نیچے رکھ دیتے اور وہ نماز پڑھتی رہتیں۔" [بخاری (۲۰۳۷)]

☆ اعتکاف کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا درست ہے۔ سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ﴿ کان النبی ﷺ یعتکف فی العشر الأواخر من رمضان فکنت أضرب له خباء فیصلی الصبح ثم یدخله ﴾"نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ میں آپ کے لیے (مسجد میں) ایک خیمہ لگا دیتی اور آپ ﷺ صبح کی نماز ادا کر کے اس میں داخل ہو جاتے تھے۔" [بخاری (۲۰۳۳)]

دوران اعتکاف ممنوع افعال:

(۱) کبائر کا ارتکاب: امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اگر اعتکاف کرنے والا کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے گا تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا کیونکہ کبیرہ گناہ عبادت کی ضد ہے جیسا کہ حدث طہارت اور نماز کی ضد ہے۔ [تفسیر قرطبی (۲/۲۲۴)]

(۲) جماع و ہم بستری کرنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ ﴾ [البقرۃ: ۱۸۷] "تم ایسی حالت میں مباشرت نہ کرو کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے ہو۔"

(۳) بغیر ضرورت کے مسجد سے باہر نکلنا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ ﴿ ولا یخرج لحاجة إلا لما لا بد منه ﴾"اعتکاف کرنے والا کسی ضرورت کے لیے (مسجد سے) باہر نہ نکلے الا کہ جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔" [ابو داود (۲۴۷۳)]

(۴) مریض کی عیادت: جنازے میں شرکت اور بیوی سے مباشرت 'سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ السنة علی المعتکف: ألا یعود مریضا' ولا یشهد جنازة' ولا یمس امرأة ولا یباشرها ﴾"اعتکاف کرنے والے کے لیے سنت ہے کہ وہ نہ کسی مریض کی عیادت کرے' نہ جنازے میں شرکت کرے' نہ عورت کو چھوئے اور نہ ہی اس سے مباشرت کرے۔" [ابوداود (۲۴۷۳)]

(۵) عورت کا ایام ماہواری میں اعتکاف کیونکہ حائضہ عورت کے لیے مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿ إنی لا أحل المسجد لحائض ولا جنب ﴾"بے شک میں حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد حلال نہیں کرتا۔" [ابوداود (۲۳۲)]

(۶) شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف: امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہ کرے اور نہ ہی کوئی مملوک (غلام' لونڈی وغیرہ) اپنے مالک کی اجازت کے بغیر اعتکاف کرے۔ [المغنی (۴/۴۸۵)]

اعتکاف باطل کر دینے والے افعال:

(۱) دین اسلام سے مرتد ہو جانا (۲) کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنا (۳) مباشرت و ہم بستری کرنا (۴) بغیر ضرورت کے مسجد سے باہر جانا

لیلۃ القدر کی فضیلت و مسائل:

☆ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴾ [القدر: ۳-۵] "شب قدر کی عبادت ایک ہزار مہینوں (کی عبادت) سے بہتر ہے۔ اس (میں ہر کام) سر انجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرئیل علیہ السلام) اترتے ہیں۔ یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر طلوع ہونے تک رہتی ہے۔"

☆ حدیث نبوی ہے کہ ﴿ إن هذا الشهر قد حضرکم وفیه لیلة خیر من ألف شهر من حرمها فقد حرم الخیر کله ولا یحرم خیرها إلا کل محروم ﴾"بلاشبہ یہ (بابرکت) مہینہ تمہارے پاس آیا ہے (اسے غنیمت سمجھو)۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس رات کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ ہر طرح کی خیر و برکت سے محروم رہا اور اس کی خیر و برکت سے صرف وہی محروم رہتا ہے جو (ہر قسم کی خیر سے) محروم ہو۔" [ابن ماجہ (۱۶۴۴)]

☆ ایک اور حدیث میں ہے کہ "جو شخص ایمان اور ثواب کی نیت سے شب قدر کا قیام کرتا ہے۔ اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔" [بخاری (۲۰۱۴)]

☆ قدر کی رات کونسی ہے؟ اس میں بے حد اختلاف ہے لیکن راجح اور قوی تر قول یہ ہے کہ شب قدر آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿ تحروا لیلة القدر فی الوتر من العشر الأواخر من رمضان ﴾"شب قدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔" [بخاری (۲۰۱۷)]

☆ شب قدر نا معلوم ہونے کا سبب لڑائی جھگڑا ہے۔ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں شب قدر کی خبر دینے کے لیے تشریف لا رہے تھے کہ دو مسلمان آپس میں جھگڑا کرنے لگے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: میں آیا تھا کہ تمہیں شب قدر بتا دوں لیکن فلاں اور فلاں نے آپس میں جھگڑا کر لیا پس اس کا علم اٹھا لیا گیا اور امید ہے کہ تمہارے حق میں یہی بہتر ہو گا۔ [بخاری (۲۰۲۳)]

☆ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ قدر کی رات زمین میں فرشتوں کی تعداد کنکریوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ [سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۲۲۰۵)]

☆ جسے قدر کی رات نصیب ہو جائے وہ یہ دعا پڑھے "اللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا" یعنی اے اللہ تعالیٰ! تو بہت معاف کرنے والا ہے' معاف کرنا تجھے پسند ہے۔ پس تو مجھے معاف فرما دے۔ [ترمذی (۳۵۱۳)]

شب قدر کی علامات:

(۱) شب قدر کی صبح کو سورج کے بلند ہونے تک اس کی شعاع نہیں ہوتی۔ وہ ایسے ہوتا ہے جیسے تھالی۔ [ابو داود (۱۳۷۸)]

(۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون اسے (یعنی شب قدر کو) یاد رکھتا ہے (اس میں) جب چاند نکلتا ہے تو ایسے ہوتا ہے جیسے بڑے تھال کا کنارہ۔ [مسلم (۱۱۷۰)]

(۳) ایک حدیث میں ہے کہ: شب قدر آسان اور معتدل رات ہے جس میں نہ گرمی ہوتی ہے اور نہ سردی۔ اس صبح کا سورج اس طرح طلوع ہوتا ہے کہ اس کی سرخی مدہم ہوتی ہے۔ [مسند بزار (۶/۴۸۶)]

صدقہ فطر کے مسائل:

☆ صدقہ فطر سے مراد ماہ رمضان کے اختتام پر نماز عید سے پہلے فطرانہ ادا کرنا ہے۔

☆ اس صدقے کو رسول اللہ ﷺ نے فرض قرار دیا ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے غلام' آزاد' مرد' عورت' بچے' بوڑھے سب پر صدقہ فطر فرض کیا ہے۔ ایک صاع (ٹوپا یعنی تقریباً اڑھائی کلو) کھجوروں سے اور ایک صاع جو سے۔ اور اس کے متعلق حکم دیا کہ یہ فطرانہ نماز (عید) کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔" [بخاری (۱۵۰۳)]

☆ صدقہ فطر کا مقصد خود کو دوران روزہ کیے گئے گناہوں سے پاک کرنا ہے۔

☆ صدقہ فطر صرف مسلمانوں کی طرف سے ادا کیا جائے گا۔

☆ صدقہ فطر کی مقدار ایک صاع ہے اور جدید وزن کے مطابق ایک صاع اڑھائی کلوگرام کے قریب ہوتا ہے۔

☆ صدقہ فطر میں افضل یہ ہے کہ گندم' چاول' جو' کھجور' منقی' پنیر یا جو اجناس بھی بطور خوراک زیر استعمال ہوں ان سے صدقہ ادا کیا جائے۔

☆ کسی عذر کی وجہ سے مذکورہ اجناس کی قیمت بھی دی جا سکتی ہے۔

☆ گھر کے سرپرست کو چاہیے کہ اپنے تمام اہل و عیال اور غلاموں کی طرف سے صدقہ ادا کرے۔

☆ صدقہ فطر کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ اسے نماز عید سے پہلے ادا کر دیا جائے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں "جس نے اسے نماز (عید) سے پہلے ادا کر

دیا تو یہ قابل قبول زکوۃ ہو گی اور جس نے نماز کے بعد اسے ادا کیا تو وہ صرف صدقات میں سے ایک صدقہ ہی ہے (یعنی صدقہ فطر ادا نہیں ہو گا)۔" [ابوداود (۱۶۰۹)]

☆ عید سے ایک دو روز قبل بھی صدقہ فطر ادا کیا جا سکتا ہے۔

☆ جس کے پاس ایک دن و رات کے لیے اپنی خوراک سے زیادہ اناج نہ ہو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں۔

☆ صدقہ فطر کے مستحق صرف مساکین ہیں۔ کیونکہ اس کے متعلق حدیث میں واضح الفاظ موجود ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿طعمة للمساكين﴾ "زکوۃ فطر کو رسول اللہ ﷺ نے مساکین کو کھانا کھلانے کے لیے مقرر کیا ہے۔" [ابن ماجۃ (۱۸۲۷)]

عیدالفطر کے مسائل:

☆ عید کے دن غسل کرنا مستحب ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ((أنه كان يغتسل يوم الفطر قبل أن يغدو إلى المصلى)) "آپ ﷺ عیدالفطر کے دن عیدگاہ کی جانب جانے سے پہلے غسل کر لیا کرتے تھے۔" [مؤطا (۱/۱۷۷)]

☆ عید کے لیے عمدہ لباس پہننا چاہیے۔ [بخاری (۸۸۶، ۹۴۸)]

☆ نماز عیدالفطر سے پہلے کچھ کھانا مستحب ہے۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ((كان النبي لا يخرج يوم الفطر حتى يطعم ولا يطعم يوم الأضحى حتى يصلى)) "نبی ﷺ عیدالفطر کے دن اس وقت تک نہ نکلتے جب تک کچھ کھا نہ لیتے اور عیدالاضحیٰ کے دن اس وقت تک کچھ نہ کھاتے جب تک کہ نماز نہ پڑھ لیتے۔" [صحیح ترمذی (۴۴۷)]

☆ نماز عید کے لیے پیدل چل کر جانا چاہیے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ((من السنة أن يخرج إلى العيد ما شيا)) "عیدگاہ کی جانب پیدل چل کے جانا سنت ہے۔" [صحیح ترمذی (۴۳۷)]

☆ نماز عید ہر مکلف شخص پر واجب ہے۔ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ((أمرنا أن نخرج العواتق والحيض في العيدين يشهدن الخير ودعوة المسلمين و تعتزل الحيض المصلى)) "ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم جوان لڑکیوں اور حائضہ عورتوں کو بھی عیدین میں ساتھ لے کر نکلیں تاکہ وہ بھی مسلمانوں کے امور خیر اور دعاؤں میں شریک ہوں البتہ حائضہ عورتیں عیدگاہ سے الگ رہیں (یعنی نماز ادا نہ کریں)۔" [بخاری (۹۸۱)]

☆ نماز عید کے لیے عورتوں کو بھی عیدگاہ لے جانا چاہیے خواہ وہ ایام ماہواری میں ہی کیوں نہ ہوں۔ [ایضا]

☆ خواتین کو چاہیے کہ عیدگاہ کی طرف باپردہ ہو کر نکلیں کیونکہ شریعت نے عورت کو گھر سے باہر نکلتے وقت حجاب کی تلقین فرمائی ہے نیز خوشبو مت لگائیں۔

☆ بچوں کو عیدگاہ لے جانا بھی درست ہے۔ سعودی مجلس افتاء نے فتوی دیا ہے کہ "بچوں کو عیدگاہ میں حاضر ہونے سے نہ روکا جائے جبکہ وہ سات سال یا اس سے زیادہ عمر کے ہوں کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا "اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور انہیں دس سال کی عمر میں مارو اور ان کے بستر علیحدہ کر دو۔" [فتاوی اللجنۃ الدائمۃ (۸/۲۸۹)]

☆ عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیریں کہنی چاہئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ "بے شک رسول اللہ ﷺ عیدالفطر کے دن تکبیریں کہتے ہوئے عیدگاہ کی طرف جاتے۔ نماز ادا کر لینے تک یہ سلسلہ جاری رکھتے اور جب نماز ادا کر لیتے تو تکبیریں کہنا چھوڑ دیتے۔" [سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ للألبانی (۱۷۱)' (۲/۱۱۹)]

☆ عیدالفطر میں شوال کا چاند دیکھنے کے بعد سے نماز عیدالفطر کی ادائیگی تک تکبیریں کہنی چاہئیں۔

☆ خواتین بھی مردوں کے ساتھ تکبیرات کہنے میں شریک ہو سکتی ہیں۔ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ((كنا نومر أن نخرج الحيض فيكبرن بتكبيرهم)) "ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ ہم (عید کے روز) حائضہ عورتوں کو بھی نکالیں تاکہ وہ بھی تکبیرات کہنے میں لوگوں کی شریک ہوں۔" [بخاری (۲۹۸_البغا)]

☆ نماز عید مسجد میں نہیں بلکہ علاقے سے باہر کھلے میدان میں ادا کرنی چاہیے۔

☆ کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں بھی نماز عید کی ادائیگی درست ہے۔

☆ نماز عید کا وقت طلوع آفتاب سے لے کر آفتاب ڈھلنے تک ہے۔

☆ اگر زوال آفتاب کے بعد عید کا علم ہو تو نماز عید کے لیے اگلے روز عیدگاہ جانا چاہیے۔

☆ نماز عیدالفطر کچھ دیر سے ادا کرنا مسنون ہے۔

☆ نماز عید کے لیے نہ اذان کہی جائے اور نہ اقامت۔

☆ نماز عید سے پہلے یا بعد میں کوئی نفل نماز نہیں۔

☆ عیدگاہ سے فارغ ہونے کے بعد گھر جا کر دو رکعتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔

☆ عیدگاہ میں امام کے سامنے سترہ رکھنا مسنون ہے۔

☆ نماز عید کی دو رکعتیں ہیں۔

☆ نبی کریم ﷺ عیدین میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" اور "هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ" کی قراءت کرتے تھے۔

☆ پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات اور دوسری میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جائیں گی۔

☆ امام پہلے نماز عید پڑھائے اور پھر خطبہ دے۔

☆ نماز عید کا صرف ایک خطبہ ہے۔

☆ خطبہ عید کے لیے منبر مشروع نہیں۔

☆ اگر ایک شخص نماز عید پڑھائے اور دوسرا خطبہ دے تو یہ بھی کفایت کر جاتا ہے۔

☆ صحابہ کرام عید کے دن جب ملتے تو ایک دوسرے کو کہتے "تقبل اللہ منا ومنک"۔

☆ عیدگاہ سے واپسی پر راستہ تبدیل کرنا مسنون ہے۔

☆ عید اگر جمعہ کے روز آ جائے تو نماز عید تو معمول کے مطابق ہی ادا کی جائے گی البتہ جمعہ میں اختیار ہو گا یعنی اگر کوئی چاہے تو مسجد میں حاضر ہو کر جمعہ پڑھ لے اور اگر چاہے تو نہ پڑھے لیکن یہ یاد رہے کہ جمعہ نہ پڑھنے والے پر نماز ظہر کی اکیلے یا باجماعت ادائیگی بہر صورت ضروری ہے۔

☆ عیدالفطر کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔

شوال کے چھ روزے

رمضان کے مکمل روزوں کے بعد ماہ شوال میں چھ روزے رکھنے سے پورے سال کے روزے رکھنے کے برابر ثواب ہوتا ہے۔ (مسلم 369/1) یہ روزے عید کے بعد مہینے کے کسی حصے میں مسلسل چھ بھی رکھے جا سکتے ہیں اور الگ الگ چھوڑ چھوڑ کر بھی۔

صدقہ فطر 35 روپے

صدقہ فطر شرعی طور پر روزمرہ استعمال کی جنس گندم، آٹا، چاول، کھجور وغیرہ سے ایک صاع کے حساب سے نکالا جاتا ہے جو اکثر علماء تحقیق کے نزدیک اڑھائی کلو کے قریب بنتا ہے۔ یہ آٹے کی عام قیمت 14 روپے کلو کے حساب سے 35 روپے بنتا ہے اور اسی کی تائید پروفیسر حافظ محمد سعید ﷾ امیر جماعۃ الدعوۃ اور صاحب التحقیق مولانا مبشر احمد ربانی ﷾ نے کی ہے۔ البتہ مختلف علاقوں میں قیمتوں کے حساب سے کمی بیشی کی جا سکتی ہے۔

جامع مسجد القادسیہ سے نماز تراویح اور تفسیر قرآن انٹرنیٹ پر براہ راست

مجلۃ الدعوۃ کے شعبہ ویب سائٹ نے جامع مسجد القادسیہ لاہور سے تراویح اور تفسیر قرآن براہ راست انٹرنیٹ پر بذریعہ پال ٹاک نشر کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ نماز تراویح قاری عبدالودود عاصم پڑھا رہے ہیں جبکہ تفسیر قرآن 16 رمضان تک پروفیسر حافظ محمد سعید اور بعد ازاں ابوعمر حافظ عبدالغفار المدنی پڑھا رہے ہیں۔ ویب سائٹ کا ایڈریس درج ذیل ہے۔

www.jamatdawa.org

زیر تعمیر مسجد کے لئے چندہ کی اپیل

زیر تعمیر مسجد کیلئے اپنے صدقات زکوۃ میں سے چندہ بھیجیں۔

انتظامیہ جامع مسجد نمرہ اہلحدیث منڈی فاروق آباد پرانا نوکھر تحصیل و ضلع شیخوپورہ

ارشاد احمد ارشد

پوسٹ مارٹم کے خوفناک پہلو

اور شرعی و اخلاقی حیثیت

مجلۃ الدعوۃ کی خصوصی رپورٹ

بدبو ناقابل برداشت تھی...... تعفن نے لمحوں میں دماغ کو ماؤف کر دیا۔ ذہن سمجھنے سے قاصر تھا کہ اتنی تیز' سخت' شدید اور ناقابل برداشت بدبو کس چیز کی ہے۔ ایک طرف دیکھا کوے منڈلا رہے ہیں۔ ذہن نے جواب دیا...... کوئی مرا ہوا جانور پڑا سڑ رہا ہو گا...... کچھ دن بعد دوبارہ اس طرف سے گزر ہوا تو پہلے سے بھی زیادہ بدبو کے بھبھوکے اٹھ رہے تھے۔ ایک دکاندار سے پوچھا' کہنے لگا کیا آپ نہیں جانتے "یہاں کیا ہے......؟" میرا جواب نفی میں تھا۔ کہنے لگا "یہاں لاشیں جلائی جاتی ہیں۔"

میرے لئے اس کا جواب ناقابل یقین تھا۔ اس لئے فوراً ہی ذہن کو جھٹکا لگا' لاشیں جلائی جاتی ہیں......؟؟ ذہن میں شمشان گھاٹ کا تصور ابھر آیا۔

"کیا آپ وہ جگہ دیکھ رہے ہیں؟"

اس نے ہاتھ سے ایک طرف اشارہ کیا:

"یہ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے شعبہ اناٹومی (علم الابدان) کا ڈسپوزیل ایریا ہے۔ طلباء وطالبات جب لاشوں پر تجربات (ڈائی سکشن) کرتے ہیں تو اس دوران مردے کے جسم سے اتارا جانے والا گوشت یہاں پھینک دیا جاتا ہے۔ یہ گوشت کوؤں اور چیلوں کی خوراک بنتا ہے یا پھر کوڑا کباڑ ڈال کر آگ لگا دی جاتی ہے۔"

میڈیکل سائنس کے نام پر انسانی جسم پر ہونے والے تجربات کا یہ روح فرسا رخ پہلی دفعہ علم میں آیا تھا۔ سو دل میں اضطراب کروٹیں لینے لگا۔ شعبہ اناٹومی کے ساتھ ہی مردہ خانہ (Dead House) ہے' اس میں داخل ہوا' وہاں ملازمین موجود تھے۔ ایک چہرے کو تاک کر اس کی طرف بڑھا۔ اس نے میرے بارے میں خیال کیا کوئی ڈاکٹر ہے۔ حال احوال کے بعد میں نے اس سے پوچھا!

آپ یہاں کیا کرتے ہیں اور کس شعبے میں ہیں؟ کہنے لگا "پوسٹ مارٹم کرتا ہوں۔"

"تو کیا آپ بھی ڈاکٹر ہیں؟" میرا سوال تھا۔

کہنے لگا:

"نہیں میں تو خاکروب ہوں مگر تم ہے ہو کر میں پوسٹ مارٹم کرتا ہوں۔ جواب ملا" دراصل میں یہاں دونوں ہی کام کرتا ہوں۔ ڈاکٹر تو نعش کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ مجھے یہاں 25 سال ہو چکے ہیں۔ اس عرصہ میں ہزاروں پوسٹ مارٹم کر چکا ہوں۔"

اس کا لہجہ فخریہ تھا۔ مگر میرے لئے اس کا جواب انتہائی حیران کن اور تعجب خیز تھا۔ پھر میں ایک طرف پوسٹ مارٹم ایگزامینیشن لیبارٹری کی تختی دیکھ کر آگے بڑھا تو وہاں خاکروب برہنہ لاش کو سٹیل کی میز پر لٹائے چیر پھاڑ میں مصروف تھے۔ ان کے ہاتھوں میں کند دندانوں والی آری اور ہتھوڑی تھی' جس سے وہ لاش کی کھوپڑی کاٹنے اور توڑنے میں مصروف تھے۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو اس وقت خاکروب کے کہے ہوئے یہ الفاظ ہتھوڑے کی طرح میرے ذہن پر برسنے لگے کہ "عورت ہو یا مرد اس کی لاش کو ہم خاکروب ہی برہنہ کرتے ہیں اور پھر اس لاش کو سینے کے اوپر اور گردن کے قریب سے لے کر ناف کے نیچے تک چاک کرتے ہیں......"

تب مجھے بے اختیار نبی ﷺ کی حدیث یاد آ گئی کہ "لاش کا مثلہ نہ کرو' میت کی بے حرمتی نہ کرو اور پھر آپ ﷺ کی حدیث کہ "عورت کی لاش کو صرف خاوند ہی غسل دے سکتا ہے۔ صرف محرم ہی مردہ عورت کا چہرہ دیکھ سکتا ہے' مردے کی تکریم بھی زندہ کی طرح ہے۔"

اسلام دین فطرت ہے اس اعتبار سے گویا مردہ اور لاش کی تکریم بھی فطرت کا حصہ ہے۔ لیکن یہاں تحقیق اور میڈیکل سائنس کے نام پر نعشوں کی بے حرمتی کا جو سلسلہ جاری ہے' کیا شریعت وفطرت میں اس کی گنجائش اور جواز ہے؟ پوسٹ مارٹم کے قائلین کہتے ہیں کہ قتل کے کیسوں اور پراسرار حالت میں مرنے والوں کی لاشوں کا پوسٹ مارٹم ضروری ہوتا ہے تاکہ موت کے اصل اسباب کا پتہ چلا کر قاتلوں کو پکڑنے میں آسانی ہو۔ جبکہ میڈیکل سائنس کی تعلیم و ترقی کے لئے بھی لاشوں کی ڈائی سکشن (چیر پھاڑ) ضروری خیال کی جاتی ہے۔ دوسری طرف عام لوگ پوسٹ مارٹم کے وحشیانہ اور غیر انسانی طریقے کو دیکھ کر اس کے مخالف ہیں۔ ایسے کتنے ہی کیس ہمارے علم میں گزرتے ہیں کہ لوگوں کو اپنے کسی مردہ عزیز کے متعلق یقین ہوتا ہے کہ اس کی موت طبعی طور پر نہیں ہوئی بلکہ اسے کسی نے زہر وغیرہ دے کر یا تشدد کے ذریعے قتل کیا ہے لیکن اسکے باوجود میت کے عزیز لاش کا پوسٹ مارٹم کرانے سے انکار کر دیتے ہیں اور یوں معاملہ عدالت میں لے جانے کی بجائے اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں یا پھر جس کے متعلق انہیں شک ہو تو خود ہی اس سے بدلہ لینے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔ چاہے حقیقتاً وہ مجرم نہ ہو...... اب دیکھنا یہ ہے کہ

پوسٹ مارٹم ایگزامینیشن لیبارٹری

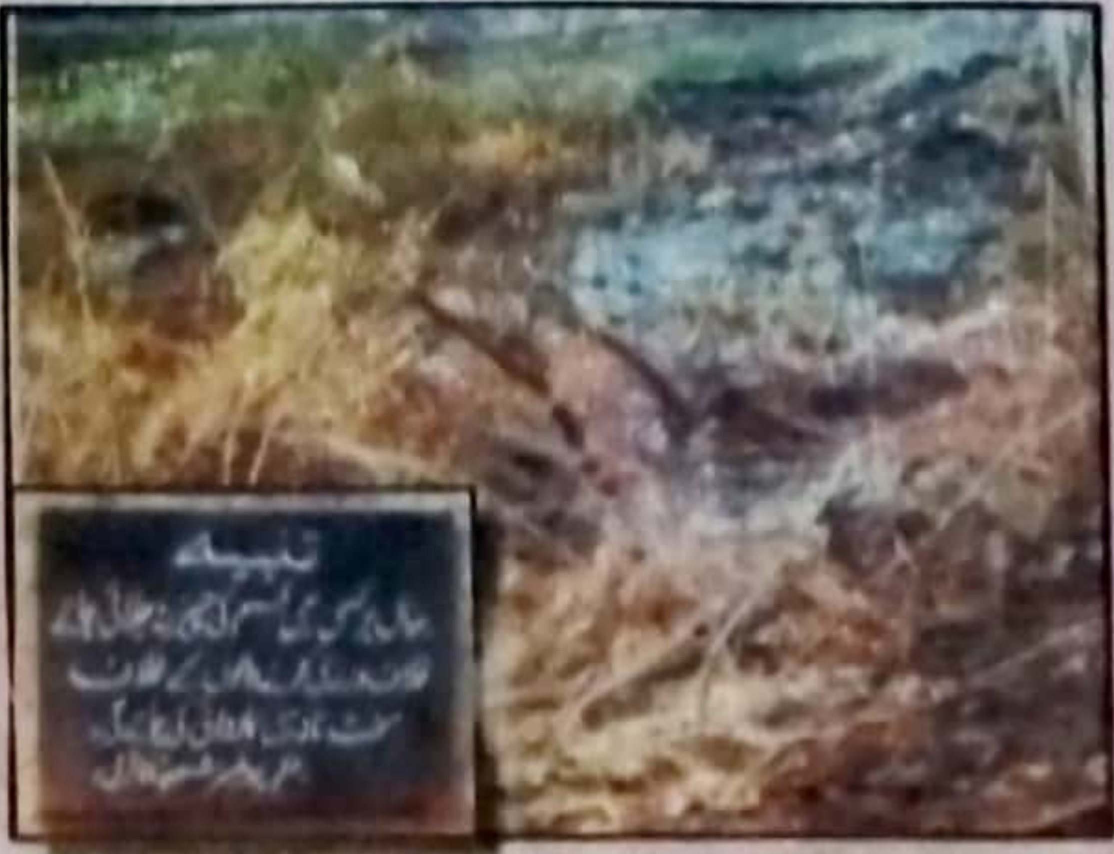

شعبہ اناٹومی کا ڈسپوزل ایریا جہاں بچے کھچے انسانی اعضاء کو جلایا جاتا ہے

شعبہ طب شرعی (مردہ خانہ) کا بیرونی منظر

شریعت ان حالات میں پوسٹ مارٹم کی اجازت دیتی ہے یا نہیں اور پھر کیا کسی قتل کیس کی تحقیق کے لئے شریعت کے بتائے ہوئے طریقے ہی کافی ہیں یا یہ جدید طریقے بھی استعمال کیے جاسکتے ہیں اور کیا شرعی واخلاقی طور پر ان کی کوئی حدود وقیود بھی متعین ہونی چاہئیں

میڈیکل کالجوں میں تجربات (ڈائی سکشن) کے لئے استعمال ہونے والی لاشوں کا گوشت جلا دیا جاتا ہے یا کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیا جاتا ہے

یا نہیں' الغرض یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب ہر مسلمان بالخصوص ایسے کیسوں اور معاملات میں گھرا ہوا ہر شخص چاہتا ہے۔ ہم نے اس سلسلے میں علماء کی آراء کا خصوصی اہتمام کیا ہے لیکن اس سے پہلے ضروری ہے کہ ہم یہ معلوم کریں کہ پوسٹ مارٹم ہے کیا' یہ کیسے شروع ہوا' اس کی تاریخ کیا ہے' اس کی کون کون سی اقسام میں کیا کچھ ہوتا ہے اور پھر یہ سارا معاملہ سامنے لانے کے بعد ہم علماء کی حتمی رائے آپ کے سامنے رکھیں گے۔ اس سلسلے کی پہلی قسط پیش خدمت ہے۔

پوسٹ مارٹم ایگزامینیشن یا آٹوپسی:

''پوسٹ مارٹم ایگزامنیشن'' (POST MARTEM Examination) تین لفظوں سے مرکب ہے۔ (پوسٹ...... مارٹم...... ایگزامنیشن) پوسٹ کا مطلب ہے ''بعد'' (After) اور مارٹم کا مطلب ہے ''موت'' (Death) ایگزامنیشن کا مطلب ہے ''معائنہ'' (Inspection) پوسٹ مارٹم ایگزامنیشن کا لغوی معنی ہے ''موت کے بعد معائنہ'' میڈیکل کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے ''موت کے بعد لاش کا جائزہ لینا'' میڈیکل لینگوئج میں پوسٹ مارٹم کے متبادل آٹوپسی (Autopsy) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ لاطینی زبان کا لفظ ہے۔ اس کی جامع اور آسان تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے۔ Autopsy is The Dialogue Between The Doctor And Dead Body (آٹوپسی ڈاکٹر اور مردے کے درمیان گفتگو ہے) جس طرح دو انسان باہم گفتگو کرتے ہیں یا ایک شخص دوسرے کو آپ بیتی سناتا ہے' اسی طرح آٹوپسی میں ڈاکٹر مرنے والے کی عمر اور مرنے سے پہلے جو اس پر گزری' ان ساری باتوں کا کھوج لگاتا ہے۔ اس اعتبار سے کھوج لگانا اور مرنے سے پہلے مرنے والے کے حال احوال کے جائزہ لینا' کے عمل کو ڈاکٹر اور مردے کے درمیان گفتگو کا نام دیا گیا ہے۔

ماہرین طب کہتے ہیں کہ آٹوپسی کوئی نئی چیز نہیں بلکہ انسان پانچ ہزار سال پہلے آٹوپسی کے نام' کام اور طریقہ کار سے آگاہ ہو چکے تھے۔ (1)

ماہرین نے فراعین مصر کے دور میں لاشوں کے حنوط کرنے کے عمل کو آٹوپسی کا نام دیا ہے جو کہ اس وقت کے مروجہ طریق کار اور ضروریات کے مطابق کی جاتی تھی۔ (2)

دواخانہ حکیم اجمل خان کے ایک مستند حکیم ذکاء اللہ خان کہتے ہیں کہ ''پرانے دور کے حکماء آج کے فزیشن ہیں اور جراح کو آج سرجن کہا جاتا ہے۔ اس دور میں بھی بوقت ضرورت لاش کا پوسٹ مارٹم کیا جاتا تھا۔ مغل حکمرانوں کے دور میں اگر کسی اہم شخصیت کی اچانک موت واقع ہو جاتی اور زہر خورانی کا شبہ ہوتا تو پیٹ چاک کر کے اعضاء کا معائنہ کیا جاتا تھا۔ فیروز الدین تغلق کے دور میں حکیم نورالدین جراح پوسٹ مارٹم کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ تاہم عام آدمی پوسٹ مارٹم کے نام اور کام سے آگاہ نہیں تھا اور نہ ہی اس کا عام تصور تھا۔'' (3)

1584ء تا 1659ء تک King of Babylon کا قانون موجود تھا۔ اس قانون کی رو سے ڈاکٹر Paulus Zachias تشدد سے ہلاک ہونے والوں کا پوسٹ مارٹم کرتا۔ (4)

ڈیتھ ٹو ڈسٹ کا مصنف کہتا ہے کہ ''یورپ میں ایک طویل عرصہ کے بعد 19 ویں صدی میں جب چرچ کا زور کم ہوا تو لوگوں نے طبی مقاصد کے لئے آٹوپسی کرنے کی اجازت دینا شروع کر دی جس کے نتیجے میں خفیہ طور پر بڑی تعداد میں آٹوپسی کی جانے لگی۔ بعض ڈاکٹر بے قاعدگی کا مظاہرہ کرنے میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ وہ رشتہ داروں کی طرف سے اجازت ملنے سے قبل ہی موت کے فوری بعد ہسپتال کے مریضوں کی آٹوپسی کرنے لگے۔ حالانکہ اس وقت مردے کے رشتہ دار اس کو دفنانے کا انتظام کر رہے ہوتے تھے۔ اس قسم کی آٹوپسی کے خلاف بعض اوقات سخت مزاحمت بھی کی گئی اور ایسا بھی ہوا کہ بعض خاندان مرنے والے کی قبر کی رات بھر نگرانی کرتے تھے۔ بعض لوگ تابوت کے اوپر بھاری بھاری پتھر بھی رکھ دیتے تھے۔''

1878ء میں کولمبس اور اوھایو میں تارپیڈو تابوت فروخت کیے جاتے تھے' جن میں پائپ بم لگا ہوتا تھا جو ڈھکن کھینچنے سے پھٹ جاتا تھا' یہ سب اس لئے کیا جاتا تھا کہ ڈاکٹروں کو مردے کی آٹوپسی سے باز رکھا جائے۔ (5)

''جب گذشتہ صدی کا آغاز ہوا تو اس وقت حالت یہ تھی کہ قبر کو ایک ایسا مقام تصور کیا جاتا جہاں مردہ میڈیکل سٹوڈنٹس کا انتظار کیا کرتا۔'' (6)

مولانا مودودی کہتے ہیں ''یورپ میں بھی ایک وقت تھا جب آٹوپسی کو پسند نہیں کیا جاتا تھا۔ گذشتہ صدی تک حالت یہ تھی کہ لاشوں کو چرا کر ہی یہ کام کیا جاتا تھا۔ چنانچہ لاشیں چرانے والوں کے گروہ بن گئے تھے۔'' (7)

مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یورپ میں عمومی سطح پر آٹوپسی کو پسند نہیں کیا جاتا تھا' انسانی جسم کی چیر پھاڑ کرنے والے ڈاکٹروں کو اپنے مقصد کے لئے لاشیں چرانا پڑتی تھیں۔ آٹوپسی کے مخالفین اسے مردے کی بے حرمتی سمجھتے تھے۔ ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ آٹوپسی انسانی صحت اور زندگی کے لئے مفید ہے۔ ڈاکٹروں نے آٹوپسی کو ایک ایسا طریقہ کار قرار دیا جس سے موت کا سبب شناخت کیا جاسکتا تھا۔ انہوں نے اس ضمن میں یہ دلیل بھی دی کہ آٹوپسی کے بغیر معلوم نہیں کیا جاسکتا کہ ڈاکٹر نے تشخیص میں کہاں غلطی کی ہے۔ بہت سی اموات پر اسرار پس منظر رکھتی ہیں اور آٹوپسی کے بغیر حقائق منظر عام پر نہیں آپاتے۔ اس دلیل سے یہ خیال سامنے آیا کہ آٹوپسی کے ذریعے اہل خانہ کو مردے کی موت کا سبب بتایا جاسکتا ہے اور یہ کہ ان کے مرنے والے محبوب شخص کا خاتمہ کیونکر ہوا اس سے بھی آگاہی حاصل کی جاسکتی ہے۔

الغرض اس قسم کے دلائل کا یہ نتیجہ نکلا کہ دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ تک آٹوپسی کروانے کا رجحان تقویت حاصل کر چکا تھا۔

آٹوپسی کی اقسام:

Medical Autopsy

(Dissection) یہ آٹوپسی بیماری کی حالت میں واقع ہونے والی موت کے اسباب جاننے کے لئے کی جاتی ہے اور اس کے ذریعے بیماریوں کی روک تھام کی جاتی ہے۔ اسے میڈیکل کی اصطلاح میں (Dissection) کہا جاتا ہے' جس کا مطلب ہے Cut in Pieces (یعنی چیرنا پھاڑنا)

ماہرین طب وجراحت کے نزدیک ایک مستند سرجن بننے' بیماریوں کے علاج' نئے امراض کی دریافت اور ان سے بچاؤ کے لئے ڈائی سکشن بہت ضروری ہے۔ ماہرین طب کے بقول ایسے واقعات بھی ریکارڈ پر ہیں کہ ڈائی سکشن کے علم اور عمل پر مکمل دسترس نہ رکھنے والے ڈاکٹر کو جب ہنگامی حالت میں کوئی آپریشن کرنا پڑا تو اس نے مریض کی کوئی ایسی رگ کاٹ دی جس کے نتیجہ میں موت واقع ہوگئی۔

میڈیکل کالجوں میں جب کوئی مریض داخل ہوتا ہے تو اس کو سب سے پہلے انسانی جسم کی اندرونی وبیرونی ساخت اور ترتیب کے بارے میں بذریعہ ماڈلز بتایا جاتا ہے۔ ایم بی بی ایس کا کورس پانچ

لاہور کے ایک ہوٹل میں ایک غیر ملکی خاتون مردہ پائی گئی۔ بظاہر موت کا کوئی سبب نظر نہیں آرہا تھا۔ جب اس کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تو اس کے پیٹ سے ہیروئن بھرے کئی لفافے نکلے

سالوں پر مشتمل ہوتا ہے جن میں سے دو ابتدائی سالوں میں کتابوں اور ماڈلز کے ذریعے پڑھایا جاتا ہے جبکہ آخری تین سال میں ڈیڈ باڈی کے ذریعے (Practical) کروایا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے لاوارث لاشیں استعمال کی جاتی ہیں۔ پریکٹیکل میں انسانی جسم کی مکمل ڈائی سکشن (چیر پھاڑ) کی جاتی ہے۔ اس طریقے سے جسم

میڈیکل کالج کی چھت پر بوسیدہ انسانی ہڈیاں قدرتی اور اصلی کھاد بن چکی تھیں، یہی وجہ تھی کہ ہڈیوں پر پھینکی گئی مٹی میں گھاس خوب لہلہا رہی تھی

کے تمام اعضاء اور ان کے افعال کے بارے میں کماحقہ آگاہی حاصل ہو جاتی ہے۔

Medico Legal Autopsy:

یہ آٹوپسی اس وقت کی جاتی ہے جب کسی کی موت غیر فطری انداز میں واقع ہوئی ہو۔ زہر دے کر مارا گیا ہو' کسی آلے سے ضربات لگا کر ہلاک کیا گیا ہو' آتشیں اسلحہ سے موت کے گھاٹ اتارا گیا ہو یا موت سے پہلے تشدد کیا گیا ہو۔ وغیرہ وغیرہ

ان حالات میں میڈیکل آٹوپسی کے ذریعے معلوم کیا جاتا ہے کہ موت کن اسباب کی بنا پر ہوئی اور کون کون سے اعضاء متاثر ہوئے۔ ماہرین آٹوپسی کا دعویٰ ہے کہ انصاف کے حصول' معاشرے کی بہتری اور انسانی زندگی کے تحفظ کے لئے یہ طریقہ کار بہت مددگار اور معاون ثابت ہو رہا ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ میڈیکولیگل آٹوپسی کے ذریعے قاتلوں کی گرفتاری اور جرائم کی بیخ کنی ممکن ہے۔ اگر میڈیکولیگل آٹوپسی نہ کی جائے تو بہت سے بے گناہ جیلوں میں چلے جائیں یا پھانسی پر چڑھ جائیں اور بہت سے گناہ گار آزادانہ و بے باکانہ گھومتے رہیں۔ مثلاً

ایک شخص کو اس حالت میں دیکھا گیا کہ اس کی موٹر سائیکل ایک طرف پڑی تھی جبکہ وہ خود زمین پر گرا ہوا تھا' اس کا سر پھٹا ہوا تھا اور سر سے بہنے والا خون جم چکا تھا۔ پولیس کا خیال تھا کہ متوفی کو کسی

وہ منظر عبرتناک ہوتا ہے جب سرجری کے طالب علم کسی لاش پر بری طرح جھپٹتے ہیں

نے ضرب لگا کر قتل کر دیا ہے۔ چنانچہ شبہ میں بہت سے لوگوں کو پکڑ کر ان پر تشدد کیا گیا لیکن جب پوسٹ مارٹم ہوا تو پتہ چلا مرنے والا دل کا مریض تھا' وہ موٹر سائیکل پر سوار جا رہا تھا کہ اچانک دل نے کام بند کر دیا جس کے نتیجہ میں زمین پر گرا اور مر گیا۔ گرنے کی وجہ سے اس کا سر پھٹ گیا۔ تاہم موت دل کی حرکت بند ہونے کی وجہ سے اس سے پیشتر ہو چکی تھی۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کرنے کے بعد کیس کی نوعیت بالکل بدل گئی۔ چنانچہ شبہ میں پکڑے جانے والے تمام بے گناہوں کو چھوڑ دیا گیا۔ (8)

ایک ستر سالہ زمیندار طبعی موت مر گیا مگر اس کے بیٹوں نے اپنے مخالفوں کو پھنسانے کے لئے اسے گولی مار دی اور کیس پولیس میں دے دیا۔ پولیس نے زمیندار کے دشمنوں کو قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ تاہم جب پوسٹ مارٹم کیا گیا تو یہ بات کھل گئی کہ گولی مرنے کے بعد ماری گئی تھی۔ یوں بے گناہ لوگ سزا پانے سے بچ گئے۔ (9)

بعض اوقات پوسٹ مارٹم رپورٹ پورے کیس کو حل کرنے میں بھی معاون ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً لاہور کے ایک ہوٹل میں ایک غیر ملکی خاتون مردہ پائی گئی۔ بظاہر موت کا کوئی سبب نظر نہیں آ رہا تھا۔ جب اس کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تو اس کے پیٹ سے ہیروئن بھرے پلاسٹک کے کئی لفافے ملے' ان میں سے ایک لفافہ پھٹ گیا تھا جو اس کی موت کا سبب بن گیا۔ اس طرح پوسٹ مارٹم سے نہ صرف موت کا سبب معلوم ہو گیا بلکہ اس بات کا علم بھی ہو گیا کہ وہ عورت ہیروئن کی سمگلر تھی۔ اس کے بعد ہوٹل انتظامیہ کی مدد سے اس سے ملنے والے لوگوں کا کھوج لگا کر ہیروئن میں ملوث ایک پورے گروہ کو گرفتار کر لیا گیا۔

دنیا میں آٹوپسی کے مختلف طریقے:

موت کے اسباب کا پتہ چلانے کے لئے اس وقت دنیا میں Death Investigation System کے تین طریقے ہیں۔

1- Medical Examiner System یہ طریقہ امریکہ میں رائج ہے۔ کوئی بھی موت ہو تو ماہرین پر مشتمل ٹیم میڈیکل ایگزامینر کی سربراہی میں موقع واردات کا معائنہ کر کے (ڈاکٹر کی رائے کے مطابق غیر طبعی موت ہو تو) پوسٹ مارٹم کر کے حقائق کا پتہ چلاتی ہے۔ اس ٹیم میں فنگر پرنٹس ایکسپرٹس ثبوت تلاش کرنے والے ہوتے ہیں۔ تفتیشی ٹیم کا سربراہ ڈاکٹر یا وکیل ہوتا ہے جبکہ پولیس کا کام لاء اینڈ آرڈر قائم رکھنا ہوتا ہے۔

2- Corner System یہ طریقہ کار برطانیہ میں رائج ہے۔ ہر علاقہ میں ایک کارنر ہوتا ہے اور اس علاقہ میں موت کی اطلاع ہونے جو قدرتی ہو یا غیر قدرتی' لاش کا پوسٹ مارٹم

عموماً ہسپتال انتظامیہ لاوارث لاشوں کا اخبارات میں اعلان نہیں کراتی تاکہ میڈیکل طلبہ کو تجربات کا موقع مل سکے

کیا جاتا ہے تاکہ موت کی وجہ معلوم ہو سکے۔ اس ٹیم میں ایک ڈاکٹر بھی شامل ہوتا ہے۔ اس نظام کے تحت تفتیشی ٹیم کا سربراہ مجسٹریٹ ہوتا ہے جو بنیادی طور پر قانون دان ہوتا ہے۔

3- Continenral System یہ نظام تمام یورپ میں

پوسٹ مارٹم کے ذریعے قطعی و یقینی طور پر موت کے اسباب معلوم کرنا ممکن نہیں

(پروفیسر سعید احمد ملک فریزنک ڈیپارٹمنٹ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج)

کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے شعبہ طب شرعی فریزنک ڈیپارٹمنٹ کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر سعید احمد ملک نے مجلۃ الدعوۃ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ پوسٹ مارٹم کا کام انتہائی اہم اور حساس معاملہ ہے۔ ایک شخص جس کو کسی قتل کیس میں نامزد کر دیا جاتا ہے' اس کی زندگی بچانے میں بعض اوقات پوسٹ مارٹم رپورٹ اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیرونی ممالک میں پوسٹ مارٹم کے لئے سپیشلسٹ' اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تجربہ کار ڈاکٹرز تعینات کئے جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں معاملہ بالکل برعکس ہے۔ یہاں سب سے جونیئرز ڈاکٹر پوسٹ مارٹم کرتے ہیں۔ ایسے ڈاکٹروں کی رپورٹ کا انحصار اپنے علم' تجربہ اور مشاہدہ پر نہیں بلکہ ڈسپنسر اور پیرامیڈیکل سٹاف پر ہوتا ہے اور یہ ڈاکٹر ڈسپنسر کے ہاتھوں کھلونا بن جاتا ہے۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کی تیاری کے بعد ایسے مراحل بھی آتے ہیں کہ جہاں رپورٹ میں رد و بدل ہو جاتا ہے جس سے اکثر اوقات بے گناہ مجرم [illegible] مجرم رہا ہو جاتے ہیں۔ جب ڈاکٹر پوسٹ مارٹم رپورٹ تیار کر دیتا ہے تو اس کے بعد یہ رپورٹ جن جن اداروں اور محکموں سے گزر کر عدالت تک پہنچتی ہے' ان میں سے اگر کوئی ایک کوئی بھی بددیانت ہو تو یہی پوسٹ مارٹم رپورٹ کسی بے گناہ کے گلے کا پھندہ بن جاتی ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اگر کوئی سمجھتا ہے کہ پوسٹ مارٹم کے ذریعے کسی کی موت کا حتمی' یقینی' قطعی اور سو فیصد تک اسباب کا پتہ لگایا جا سکتا ہے تو یہ خیال درست نہیں ہے۔ پروفیسر سعید ملک نے ایک اور سوال کے جواب میں کہا عام لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جب پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے تو ڈاکٹر مردے کے بعض اعضاء نکال لیتے ہیں...... یہ خیال درست نہیں ہے۔ ہاں اگر اعضاء نکالے جائیں تو وہ صرف کیمیکل ایگزامنیشن کے لئے نکالے جاتے ہیں۔ جو کیمیکل ایگزامنر کے پاس بھجوا دیے جاتے ہیں۔ وہاں خوردبینی تجزیہ سے موت کے اسباب معلوم کئے جاتے ہیں۔ تجزیاتی رپورٹ تیار ہونے کے بعد یہ اجزاء ضائع کر دیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان اعضاء کا کوئی مصرف نہیں ہے۔

رائج ہے۔ ہر علاقہ میں ٹیم دو افراد پر مشتمل ہوتی ہے۔ ایک Legal Man جبکہ دوسرا Medical Man ہوتا ہے۔ اس نظام میں داکٹر کی موجودگی لازمی سمجھی جاتی ہے اور فیصلہ ڈاکٹر کی رائے کے مطابق ہوتا ہے۔

ایک ستر سالہ زمیندار طبعی موت مر گیا مگر اس کے بیٹوں نے اپنے مخالفوں کو پھنسانے کیلئے اسے گولی ماردی تاہم پوسٹ مارٹم سے اصل حقیقت معلوم ہوگئی

پاکستان میں آٹوپسی یا پوسٹ مارٹم کا طریقہ:

پاکستان میں پوسٹ مارٹم کوڈ آف کریمنل پروسیجر کی دفعہ 174 کے تحت ہوتا ہے جس میں انچارج سب انسپکٹر پولیس ہوتا ہے۔ وہ کیس جس میں موت غیر فطری طریقے سے ہوئی ہو یا اس کا شک ہو اس کا پوسٹ مارٹم ضروری ہوتا ہے۔ پولیس جائے وقوعہ پر پہنچ کر لاش کو اپنے قبضہ میں لے لیتی ہے۔ قانون کے مطابق ایسے کیس کا تفتیشی افسر سب انسپکٹر ہونا چاہیے تاہم بعض حالات میں اے ایس آئی بھی تفتیشی افسر کے فرائض انجام دیتا ہے۔

سب سے پہلے پولیس جائے واردات کا ابتدائی نقشہ تیار کرتی ہے۔ اس کے بعد جس ڈیڈ باڈی کا پوسٹ مارٹم کرانا مقصود ہو، پولیس اسے اپنی تحویل میں لے کر پوسٹ مارٹم ڈیپارٹمنٹ میں لاتی ہے۔ یہاں پہلے استقبالیہ پر رجسٹر میں نعش کے ڈیڈ ہاؤس پہنچنے کا وقت، مرنے والے کا نام، ولدیت، پتہ، وزن، متعلقہ تھانے کا نام، تفتیشی افسر کا نام اور نمبر وغیرہ درج کروایا جاتا ہے۔ (شناخت نہ ہونے کی صورت میں نامعلوم لکھا جاتا ہے) یہ تمام باتیں ٹیگ پر لکھ کر ایک ٹیگ ڈیڈ باڈی کے ساتھ اور جس فریزر میں ڈیڈ باڈی کو رکھا جائے، دوسرا ٹیگ اس کے ساتھ لگا دیا جاتا ہے۔ اگر لاش کی شناخت نہ ہو سکے تو اس کی تصویر کھینچ کر اخبار میں اشتہار دیا جاتا ہے۔ اگر

بد بودار اور گندے پانی کے حوض میں کٹے پھٹے انسانی اعضاء ادھورے دھڑ، انسانی گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اور ریشے تیر رہے تھے

لواحقین تصویر دیکھ کر پہنچ جائیں تو ٹھیک ورنہ نامعلوم قرار دے کر پوسٹ مارٹم کر دیا جاتا ہے۔ پوسٹ مارٹم کے لئے ضروری ہے کہ پولیس کے پاس مکمل کاغذات ہوں، جن میں ایف آئی آر اور متعلقہ پولیس اتھارٹی کی طرف سے پوسٹ مارٹم کرانے کی درخواست شامل ہو۔ اس کے بعد لواحقین میں سے دو آدمی لاش کی شناخت کرتے ہیں۔ ان کے نام پتے اور مقتول یا متوفی سے رشتے کا اندراج بھی کیا جاتا ہے۔ اگر مرنے والا نامعلوم ہو تو اس کی شناخت متعلقہ تفتیشی افسر کرتا ہے کہ یہ وہی لاش ہے جسے وہ یہاں لایا تھا۔ تفتیشی افسر کے ساتھ اس کی مدد کے لئے دو کانسٹیبل بھی موجود ہوتے ہیں۔ کارروائی مکمل ہونے کے بعد میت کو پوسٹ مارٹم کے لئے لیبارٹری میں لایا جاتا ہے، یہاں اس مقصد کے لئے سٹیل کے خصوصی ٹیبل موجود ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اوپر روشنی کا اس طرح انتظام ہوتا ہے کہ جس طرح آپریشن تھیٹر میں ہوتا ہے۔ پوسٹ مارٹم کے لئے جسم کے تین حصے کھولے جاتے ہیں۔ سر کھولنے کے لئے جلد کو ایک کان سے دوسرے کان تک بلیڈ سے کاٹا جاتا ہے اور پھر الیکٹریکل آری سے کھوپڑی کو کاٹا جاتا ہے۔ اس کے بعد سینہ اور پیٹ...... اگر یہاں سے موت کا سبب معلوم ہو جائے مثلاً گولی لگی ہو، خنجر یا کسی دوسرے آلے سے زخم لگا ہو، آنت کٹی ہو یا دل کام کرنا چھوڑ گیا ہو وغیرہ تو موت کی وجہ معلوم ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر یہاں سے موت کا سبب معلوم نہ ہونے پائے تو پھر خون، پیشاب، رطوبت، معدے اور انتڑیوں کا کچھ حصہ نکال کر مختلف بوتلوں میں بند کر کے سیل کر دیا جاتا ہے اور کیمیکل ایگزامینر کے پاس بھیج دیا جاتا ہے تاکہ

شعبۂ اناٹومی (علم الابدان) کی سربراہ کہنے لگیں "ہم سب سے پہلے لاش کو گرم پانی میں خوب ابالتے ہیں تاکہ گوشت نرم پڑ جائے، پھر کھال کو کھینچ کر، رگڑ کر اور چھیل کر اتار دیا جاتا ہے اور پھر.......؟"

معلوم کیا جاسکے کہ مرنے والے کو زہر تو نہیں دیا گیا یا اس نے کوئی نشہ آور چیز تو نہیں کھائی تھی جو اس کی موت کا سبب بنی ہے۔ زہر دیئے جانے کی صورت میں متعدد بار ٹیسٹ کئے جاتے ہیں تاہم اگر اس کا نتیجہ نیگیٹو (منفی) آئے تو پھر اعضاء کا خورد بینی معائنہ کیا جاتا ہے اور یہ جاننے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ان میں کسی بیماری کی علامات تو موجود نہیں۔ یہ تمام رپورٹیں آنے کے بعد ڈاکٹر نے پوسٹ مارٹم کے دوران جو زخم یا دوسری علامات دیکھی ہوتی ہیں، اگر مقتول کا مرنے سے پہلے آپریشن کیا گیا ہو تو آپریشن کرنے والے ڈاکٹر سے معلوم کیا جاتا ہے کہ اس نے آپریشن سے پہلے کیا کچھ اور کون سے زخم دیکھے تھے جبکہ کون سے زخم آپریشن کے نتیجے میں لگے۔ ان سب باتوں کی روشنی میں موت کی وجہ جاننے کی کوشش کی جاتی ہے۔
اس کے بعد رپورٹ تیار کی جاتی ہے اور لاش پولیس کے حوالے کر دی جاتی ہے جو اسے ورثا کے حوالے کر دیتی ہے اور اگر نامعلوم ہو تو پھر اسے دفن کرنے کی ذمہ داری میونسپل کارپوریشن کی ہوتی ہے۔ تاہم لاہور، کراچی اور دیگر شہروں میں یہ کام ایدھی سمیت متعدد این جی اوز کر رہی ہیں۔

آٹوپسی کے نقصانات:

ماہرین آج کے دور کو علم و عمل، تجربہ، سائنس، تحقیق اور تسخیر کائنات کے دور کا نام دیتے ہیں۔ بلاشبہ اس دور میں انسان نے نئے جہان دریافت کئے اور تحقیق و عمل کے وہ معرکے سر کئے کہ جن کا ماضی میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ بلاشبہ ایجادات اور نت نئی قسم کی تحقیقات کے نتیجہ میں دنیا نے بڑی ترقی کی ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ ان ایجادات اور تحقیقات نے انسان کے اخلاق و کردار پر کیا اثرات مرتب کئے ہیں۔

انسان نے دھرتی کے سینے پر فلک بوس اور بلند و بالا عمارتیں کھڑی کر دیں لیکن انسان خود اپنے کردار و گفتار کے اعتبار سے انتہائی پست ہوتا چلا گیا۔ برقی آلات اور قمقموں کے ذریعے دھرتی کے چپے چپے کو منور کر دیا لیکن خود انسان کے اندر تاریکی بڑھتی چلی جارہی ہے۔ تیز ترین ذرائع آمد و رفت اور انٹرنیٹ کے ذریعے فاصلے سمٹ گئے، دنیا کی طنابیں سمٹ گئیں، دنیا ایک ویلج کی حیثیت اختیار کر گئی لیکن انسانیت، محبت، ہمدردی، اخوت، رواداری کے رشتوں کے اعتبار سے انسانوں اور قوموں میں بعد المشرقین پیدا ہو چکا ہے۔ اسی طرح میڈیکل سائنس میں بھی انسان نے ازحد اور بے پناہ ترقی کی ہے۔ جس سے انسانیت کو بہت زیادہ فوائد پہنچے ہیں لیکن اسی کے ساتھ میڈیکل سائنس کے نام پر انسان اپنے ہی جیسے انسانوں کے ساتھ جو سلوک کر رہا ہے، اس پر انسانیت بھی نادم ہے۔ میڈیکل سائنس کی ترقی کی ایک شکل آٹوپسی ہے۔ گو آٹوپسی کے فوائد اپنی جگہ مگر آٹوپسی کے تجربات کے نام پر ہونے والے نقصانات۔ اور ڈیڈ باڈیز کے ساتھ ہونے والے سلوک کی داستان بڑی طویل بھی ہے اور لرزہ خیز بھی۔

اہم بات یہ ہے کہ میڈیکل سائنس اور تجربات کے نام پر انسان صرف لاشوں کو ہی نہیں بلکہ اپنے جیسے زندہ افراد اور زندہ جانوروں کو بھی تختہ مشق بنا رہا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان نے میڈیکل سائنس کے نام پر زندہ انسانوں اور لاشوں کو صرف انسانی نہیں بلکہ غیر انسانی مقاصد کے لئے بھی وسیع پیمانے پر استعمال کیا ہے اور آج بھی کر رہے ہیں۔ انسانیت کی بھلائی کے نام پر مردہ انسانوں پر تجربات کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا، وہ اتنا آگے بڑھا کہ پھر نہ صرف زندہ انسان بلکہ معصوم بچے بھی انسانی تجربات کی ہوس کی بھینٹ چڑھنے لگے۔ انسانوں کے زندہ انسانوں اور بچوں پر میڈیکل تجربات کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ فی الوقت یہاں میڈیکل کالجوں میں تجربات اور انسانی بہتری کے نام پر لاشوں کے ساتھ جو سلوک ہو رہا ہے، اس کی تفصیل دی جارہی ہے۔

میڈیکل کالجوں میں کیا ہوتا ہے؟

چھوٹا سا حوض انسانی جسموں سے بھرا ہوا تھا...... اوپر نیچے...... آڑے ترچھے پڑے ہوئے بدن...... ان میں کٹے ہوئے اعضاء بھی تھے اور آدھے ادھورے دھڑ بھی...... یکدم پانی کے نیچے سے ابھر کر

باقی صفحہ نمبر 51 پر

فکر و نظر

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ

رمضان سے عید تک ہم کتنے سُرخرو ہوئے؟

محمد امین الرحمٰن

اللہ نے روزوں کو ایاما معدودات یعنی گنتی کے چند دن قرار دیا۔ فرمایا

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ(۱۸۳) أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ

اے ایمان والوں! تم پر روزے فرض کر دیے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گاری اختیار کرو۔ یہ گنتی کے چند دن ہی تو ہیں......

اہل ایمان کے لئے یہ روزے واقعی گنتی کے چند دن ہی ہوتے ہیں۔ رمضان شروع ہوتا ہے اور مومن اس کی برکتوں اور رحمتوں سے مستفید ہو ہی رہے ہوتے ہیں کہ یہ ماہ مبارک بڑی تیزی سے رخصت ہونے لگتا ہے۔ اس لئے اللہ نے فرمایا کہ یہ گنتی کے چند دن ہیں۔ ان کے گزرتے دیر نہیں لگتی۔ ان سے جتنا بھی فائدہ اٹھا سکو' اٹھالو اور جو صحیح فائدہ اٹھاتے ہیں' انہی اہل ایمان کے لئے عید آتی ہے اور وہی عید منانے کے حقدار ہوتے ہیں۔

رمضان بلاشبہ نیکیاں سمیٹنے کا موسم بہار ہے کہ ان میں ہر نیکی کا اجر دوسرے مہینوں سے ستر گنا زیادہ ہے اور اس مہینے میں نیکیوں کے مواقع دوسرے مہینوں سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں۔ رات کا قیام' تلاوت قرآن' سحری کھانا' دن کا روزہ' شام کو افطار' اللہ کا ذکر کثیر' منکرات سے گریز و پرہیز' قرآن کی تلاوت سننا' الحمد للہ کیا خوب سہانا سماں ہوتا ہے' رحمتوں کا نزول گویا کھلی آنکھوں نظر آتا ہے۔ سارا سال مسلمان عام انسانی معمول کے مطابق کھاتا پیتا ہے' بہت کم ہوں گے جو سوموار و جمعرات کے نفلی روزہ کے پابند ہوں گے۔ روزہ کے بے شمار فضائل ہیں اور اس عبادت کی فضیلت کے کیا کہنے کہ جس کے بارے میں رب تعالی فرشتوں سے کہہ دیں کہ تم اس کا اجر نہیں لکھ سکتے' اس کا اجر ہم خود دیں گے۔

الصوم لی وانا اجزی بہ (فتح الباری ۴/۱۱۸/ مسلم ۱۱۵)

روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔ ایک قراءت میں اس کا مفہوم ہے روزہ میرے لئے ہے اور اس کی جزاء میں ہوں۔ اللہ کی رضا کا بہت ہی عظیم ذریعہ یہ رمضان کا روزہ ہے۔ کیا ہی خوش قسمت و نصیبے والے ہیں وہ لوگ جو اللہ کی رضا و تقویٰ کو پالینے میں کامیاب ہو جائیں۔ ایک حدیث میں ہے نبی رحمت محمد کریم ﷺ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم مبارک رکھا۔ فرمایا آمین' پھر دوسری سیڑھی پر قدم مبارک رکھا' فرمایا آمین۔ پھر تیسری سیڑھی پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین صحابہ نے استفسار کیا کہ آپ سے یہ عجیب بات ہم نے دیکھی سنی ہے تو فرمایا' پہلے زینے پر قدم رکھتے ہی میرے پاس جبریل امین آئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ فرماتے ہیں "جس شخص نے رمضان میں روزے رکھ کر جنت حاصل نہ کی' وہ اللہ کی رحمت سے محروم رہے تو میں نے آمین کہا۔ پھر انہوں نے اللہ کا پیغام سنایا کہ جو شخص والدین میں سے کسی ایک کو پائے اور وہ ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر سکے تو وہ بھی اللہ کی رحمت سے دور ہے۔ فرمایا" میں نے کہا آمین اور تیسرے زینے پر قدم رکھتے ہی جبرئیل نے کہا کہ اللہ کا فرمان ہے کہ جو آپ کا نام گرامی سن کر درود نہ پڑھے' وہ بھی اللہ کی رحمت سے محروم ہے۔ میں نے آمین کہا۔ (ترمذی' مشکوۃ ۱/۸۶)

> **عید کارڈز سے پہلے کرسمس کارڈز جاری کیئے گئے اور پھر لندن سے عید کارڈز چھپوا کر آغا جی اے گل اور ان کے ایک ساتھی کے ذریعے پھیلائے گئے۔ پھر آہستہ آہستہ ان میں فحش تصاویر بنا کر بے حیائی پھیلانے کا ذریعہ بنالیا گیا**

اس حدیث سے بھی ان تینوں کاموں کی عظمت و رفعت خوب واضح ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ رمضان میں ہم اتنی زیادہ نیکیاں کریں کہ اللہ خوش ہو کر جنت دے دے اور والدین کی خدمت کر کے انہیں خوش کر لیں تاکہ اللہ خوش ہو کر ہمیں جنت دے دے اور جب نبی ﷺ کا پیارا نام لیں یا سنیں یا لکھیں تو مسنون درود صلی اللہ علیہ وسلم یا اللھم صل وسلم علی مینا محمد یا نماز والا درود پڑھ لیں تو یہ ہر وقت قبولیت پانے والی عبادت ہے اور اس کی عظیم الشان فضیلت یہ ہے کہ بکثرت درود پڑھنے والے کو رسول اللہ ﷺ نے استغنا اور تمام بگڑے کاموں کے سنور جانے اور اللہ کی مدد کی عظیم الشان خوشخبری سے نوازا۔ ویسے بھی بکثرت درود پڑھنے والے کے اخلاق اچھے ہو جاتے ہیں اور حسن خلق کا قیامت کے دن عظیم نیکیوں میں شمار ہو گا۔ اللہ ہمیں ان عظیم سعادتوں سے مستفید ہونے کی توفیق عنایت فرمائیں۔ آمین

فرمان رسول ہے:

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ (بخاری شریف رقم الحدیث ۱۹۰۳)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو شخص جھوٹی بات اور اس پر عمل ترک نہیں کرتا' اللہ کو اس کے کھانا پینا' چھوڑنے کی کچھ حاجت نہیں۔

یعنی جھوٹ تو اتنا گندا کام ہے کہ آپ ﷺ سے کچھ سوالات گئے گئے تو ان کے جوابات دیتے ہوئے فرمایا' مومن اور کچھ بھی ہو سکتا ہے لیکن جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اس کے باوجود ہمارے معاشرے میں یہ برائی روز افزوں ترقی پر ہے اور اس جھوٹ پر لوگوں نے اپنے کاروبار استوار کر رکھے ہیں۔ جھوٹ بول کر جھوٹے گواہ لا کر عدالتوں میں مقدمات جیتے جاتے ہیں اور اس کے نتیجے میں زمینوں' جائیدادوں پر قبضے جمائے جاتے ہیں اور باطل طریقوں سے اموال حاصل کریں گے تو حرام کھائیں گے اور حرام سے پلے ہوئے جسم بھلا کیسے جنت میں جائیں گے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ ایک آدمی پکارتا ہے یارب یا رب حالانکہ اس کا کھانا پینا اس کا لباس حرام کی کمائی کا ہے' بھلا اس کی دعا کیسے قبول کی جائے گی؟ اگر اس ایک برائی جھوٹ کو ہی اللہ سے ڈرتے ہوئے چھوڑ دیا جائے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چھوڑا تھا تو یقین جانیے کہ ہم پھر سے دنیا کی معزز ترین قوم بن سکتے ہیں۔ آج مسلمانوں کی حالت اس قدر ابتر ہے کہ دنیا میں کرپٹ ترین لوگوں میں ہمارا نام ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب بے شمار مسلمان ہیں جو حرام کاروبار کر رہے ہیں' روزہ رکھیں گے لیکن حرام کی بنیاد پہ غصب کردہ مال واپس نہیں کریں گے۔ توبہ کر کے حرام کاروبار جوئے بازی' لاٹریاں پرائز

بانڈز کروڑ پتی سکیمیں' سودی کھاتوں میں رقوم جمع کروانا' سٹہ بازی اور جھوٹ بول کر سودا بیچنا' ہم چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

روزہ ہمیں دنیوی لذتیں چھوڑنے کی ترغیب دیتا ہے لیکن ہم روزہ میں الٹا پہلے سے زیادہ کھاتے ہیں اور کھانے کے سارے اسلامی آداب بھی بھول جاتے ہیں۔

انسان کو کھانے سے بہت زیادہ رغبت ہے۔ لذیذ سے لذیذ کھانا ہر شخص کی فطری حاجت ہے اور اکثر انسانوں کے طریقے سے لگتا بھی یہی ہے کہ خوراک کھانے کیلئے جی رہے ہیں اور بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو جینے کے لئے کھاتے ہیں۔ زندگی کے کسی بھی کام میں اسراف کو اسلام نے ناپسند کیا ہے حتی کہ مہمان نوازی کے لئے بھی تکلف سے کام لینا پسندیدہ امر نہیں۔ اگر غناء ہو تو مہمان کے لئے قدرے بہتر چیز پیش کرنی ضروری ہے ورنہ جو کچھ گھر میں ہو' پیش کر دے۔

خلفائے راشدین انتہائی سادگی پسند تھے عمر رضی اللہ عنہ کی قمیض میں بائیس پیوند دیکھے گئے۔ آج ہم کھانوں میں اور وہ بھی رمضان میں کتنا اسراف کرتے ہیں جبکہ غیر مسلم چینی وزیر اعظم چواین لائی اور ماوزے تنگ نے کئی سال تک نئے کپڑے نہیں سلوائے اور ہمارے وزراء کے دوروں پہ ہیلی پیڈ بنائے جاتے ہیں

اسلام دین فطرت ہے۔ جائز حد تک لذائذ دنیوی سے متمتع ہونے کو ناپسند نہیں کرتا لیکن احتیاط ضرور بتاتا ہے۔ نبی ﷺ نے دستر خوان پر اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک بچے کو دیکھا کہ اس کا ہاتھ ساری پلیٹ میں گردش کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا

إِذَا أَكَلْتَ فَسَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ (بخاری ۳/ ۴۹۲'مسلم ۱۰۹)

تو بسم اللہ یعنی اللہ کا نام لے کر کھا۔ دائیں ہاتھ سے کھا اور جو تیرے سامنے ہے' وہی کھا۔

ایک صحابی رومی علاقے میں گئے۔ کھانا کھاتے وقت انہوں نے برتن خوب ماف کیا تو لوگ ان پہ تعجب کرنے لگے۔ فرمایا' ہمارے پیارے نبی نے تو ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔ ایک حدیث میں ہے برتن اچھی طرح صاف کرو۔ (کھانا سالن وغیرہ) تمہیں نہیں معلوم برکت کھانے کے کون سے ذرے میں ہے۔ تو آج لوگوں میں عجیب ناشکری والا ماحول ہے کسی مسلمان بھائی نے کھانے میں سے بقدر ضرورت کھا لیا تو اس پلیٹ والا کھانا کھاتے ہی نہیں ور چھوت چھات کے وہم سے ابھی تک نہیں نکلے حالانکہ اگر کوئی شخص بیمار بھی ہو تو نبی ﷺ کے فرمان لاعدوئ ولاطیرہ کے مطابق کسی شخص کی بیماری دوسرے کو نہیں لگ سکتی۔ تو ہمیں اس جہالت سے نکلنا چاہئے۔ ایک اور بات بڑی ہی اللہ کو ناراض اور شیطان کو راضی کرنے والی ہے' وہ کھانے کا بے تحاشا ضیاع ہے جو نہایت بے دردی کے ساتھ ہوتا ہے۔ خصوصا رمضان میں افطاری کے وقت بے تحاشا کھانے کا اہتمام ہوتا ہے جس سے روزے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ کچھ لوگ اپنا استغنا اور امارت ظاہر کرنے کے لئے پلیٹ میں سے نصف کھاتے ہیں یا نصف سے بھی کم اور باقی کھانا اسی طرح چھوڑ دیں گے۔ کتنا افسوس ہے کہ وہ بہت زیادہ کھانا اس عادت بد کی وجہ سے ضائع کر دیتے ہیں۔ کتنا اچھا ہوتا کہ یہ اسراف سے کام نہ لیتے یا کم از کم یہ بھائی اپنے کسی ساتھی یا مسافر کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاتے۔ ابراہیم علیہ السلام کتنے عظیم و سعید تھے کہ جب تک کسی مسافر کو اپنے ساتھ کھانے میں شامل نہ کر لیتے' کھانا ہی نہ کھاتے۔ اللھم اجعلنا منہ۔

اسی طرح شادیوں کے مواقع پر ہزاروں لاکھوں روپوں کا کھانا ضائع کر دیا جاتا ہے تو یہ نامناسب رویہ ہے اس سے ہمیں ضرور نجات پانی چاہئے۔ روزہ ہمیں ان سب آداب کی تربیت دیتا ہے لیکن ہمیں ان آداب کی پرواہی نہیں۔ فرمان رسول ہے "اگر آدمی پر اس کا نفس غالب آجائے تو (معدہ کا) ایک حصہ کھانے کے لئے ایک حصہ پینے کے لئے اور ایک سانس کے لئے چھوڑے۔ بقول حکیم ابن ماسویہ لوگ اس پر عمل کریں تو ہسپتال بند ہو جائیں۔ از کتاب الجامع ترجمہ استاذ حافظ عبدالسلام بن محمد

زبان' کان آنکھ اور دیگر اعضاء کا بھی روزہ ہوتا ہے۔ پیٹ اور شرمگاہ کے تقاضوں کا انکار روزہ ہے۔ روزہ دار کو اصل پیاس تو اللہ کے دیدار اور اس کی رضا کی ہے کہ اللہ خود کہہ دے ہاں واقعی اس شخص نے میری خاطر کھانا پینا ہی چھوڑ دیا تھا۔ زبان سے اللہ کو ناراض کرنے والا کلمہ نہ نکلے یعنی حرام و شرکیہ بات چغلی' بہتان' گالی گلوچ سے پرہیز لازم ہے۔ کان کا پرہیز' موسیقی و قوالی سے گریز' گناہ کی بات سننے سے انکار' ناحق بات سننے سے انکار' طاغوت کی تعلیمات اور غیر شرعی احکام ماننا تو درکنار سننا بھی گوارا نہ کریں۔ آج ہمیں جائزہ لینا ہے کہ کیا ہم نے ان سب کاموں کا رمضان میں اہتمام کیا ہے اور عید کے موقع پر بھی ہم نے ایمان کا دامن تھامے رکھا تو ہم اللہ کی بارگاہ میں سرخرو ہونے کے قابل ہو گئے ورنہ خسارہ ہی خسارہ ہے۔

کتنے بدنصیب لوگ ہیں کہ ذکر الٰہی و تلاوت کی بجائے موسیقی سنتے ہیں اور لغویات دیکھتے ہیں وی سی آر کیبل نیٹ ٹی وی دن رات طاغوتی تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں تو ان سب کا انکار روزہ کا ایک پہلا تقاضا ہے۔

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى

جو طاغوت کا انکار کر دے اللہ پر ایمان لائے' بے شک اسی نے اللہ کے مضبوط کڑے کو تھاما۔

قرآن سے تعلق:

رمضان کے آخری عشرے کی لیلۃ القدر میں قرآن نازل ہوا۔ جبریل علیہ السلام رمضان میں نبی ﷺ کو قرآن کا دور کرواتے۔ آپ خود قیام میں بکثرت قرآن کی تلاوت کرتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے اور بکثرت نفلی عبادت کرتے۔ لمبے لمبے قیام' رکوع و سجود کرتے۔ قیام میں زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھا کرتے۔ کئی دفعہ چھ چھ سات سات پارے تک تلاوت کرتے۔

نماز تراویح میں اب اللہ تعالیٰ نے قرآن سننے کا موقع دیا ہے تو خوب دلجمعی کے ساتھ سنیئے کہ قیام رمضان پر پہلے گناہوں کی بخشش کی خوشخبری ہے۔ قرآن پاک ترجمہ کے ساتھ پڑھیے' سمجھ کر عمل کرنے کی نیت سے پڑھیے۔ اس قرآن پر ایمان کے تقاضوں کو سیکھیے' اسے اب ہمیشہ کے لئے سات سات غلافوں سے نکالیے۔ اپنے ہاتھ میں رکھیے۔ اپنی جیب میں رکھیے دوران سفر پڑھیے تاکہ قرآن کے ساتھ ہمارا تعلق زیادہ سے زیادہ مضبوط ہو سکے۔ اپنے دفتر کی میز پر قرآن و حدیث مترجم رکھیے' اپنی دکان میں رکھیے۔ اس کی مترجم کیسٹیں سنیے اور دوستوں کو اس کی دعوت دیجئے۔ ضروری نہیں کہ لازماً تین دنوں میں ہی اسے مکمل کرنا ہے۔ آپ تدبر کے ساتھ روزانہ ایک پارہ پڑھیں۔ اگر اتنا نہیں تو آدھا پڑھ لیں یا سو آیات ہی ترجمہ کے ساتھ پڑھ لیا کریں۔ اللہ کے ساتھ آپ کا تعلق مضبوط ہو جائے گا۔ صحابہ کرام پندرہ آیات پڑھ لیتے تو پھر ان آیات پر عمل کے لئے نکل کھڑے ہوتے۔ کاش کہ ہمارے مربیان قوم' نام نہاد معماران قوم اس قرآن کو عیسائیوں کی محرف انجیل جیسا نہ سمجھیں۔ علامہ اقبال سے ایک دفعہ کسی نے پوچھا' یورپ اتنی ترقی کیوں کر گیا' انہوں نے جواب دیا کہ اپنی کتاب چھوڑ کر' پھر پوچھا گیا' اہل اسلام زوال پذیر کیوں ہوئے" کہنے لگے اپنی کتاب چھوڑ کر' پھر وضاحت کی کہ بائبل میں انسانی تبدیلیوں کی بھرمار ہو گئی تھی وہ کتاب ان کی ترقی میں رکاوٹ تھی اور پادریوں کلیساؤں کا کردار بھی درست نہ تھا تو انہوں نے یہ رکاوٹ دور کر دی۔ احمق مسلمانوں نے انہیں دیکھ کر اپنی وہ کتاب جس میں ذرہ بھر بھی شبہ اور تبدیلی کا امکان تک نہ تھا' اپنی عظیم و مقدس کتاب کو چھوڑ دیا۔ نتیجتاً یہ زوال پذیر ہو گئے کیونکہ فرمان رسول ہے۔

ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما ویضع بھا الاخرین

بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے قوموں کو بلند

فرمائے گا اور دوسرے لوگوں (جو اس کے حامل نہیں ہوں گے یا جو اسے چھوڑ دیں گے) کو نیچے کر دے گا۔

آج ہمارے بچوں کو E-Elephant کے ہجے تو یاد ہو جاتے ہیں' قرآن کی آیات وہ نہیں پڑھ سکتے۔ الف انار پڑھ سکتا ہے' ب بکری پڑھ سکتا ہے لیکن الف سے اللہ اور ب سے

ہی جاتا ہے چنانچہ ہمیں چاہئے کہ ہم بھی معاف کرنے کی عادت حسنہ اپنائیں کیونکہ حدیث ہے من لا یرحم لا یرحم جو رحم نہیں کرتا' اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ مذکورہ بالا حدیث کا تقاضا ہے کہ مسلمان باہمی پیار و محبت سے رہیں۔ اللہ خوش ہو گا وگرنہ ناراض ہو گا۔

زبان کان' آنکھ اور دیگر اعضاء کا بھی روزہ ہوتا ہے پیٹ اور شرمگاہ کے تقاضوں کا انکار روزہ ہے۔ روزہ دار کو اصل پیاس تو اللہ کے دیدار اور اس کی رضا کی ہے کہ خود اللہ کہہ دے۔ ہاں واقعی اس نے میری خاطر کھانا پینا چھوڑ دیا تھا

بیت اللہ یاد نہیں کر سکتا۔ اب نصاب سے بھی آہستہ آہستہ قرآن کو نکالا جا رہا ہے۔ وہ قرآن جو قیامت کے دن رمضان کے ساتھ کھڑا ہو کر روزے اور قرآن سے محبت کرنے والوں کی سفارش کرے گا۔

لیلۃ القدر:

حدیث میں ہے رمضان اور قرآن قیامت کے دن سفارش کریں گے۔ تو ان سفارشیوں کی قدر کرنا ضروری ہے اللہ فرماتے ہیں۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ ماہ رمضان میں قرآن نازل کیا گیا۔

سورۃ قدر میں ہے

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ(١)لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ(٣)

ہم نے اسے قرآن کو قدر کی رات میں نازل فرمایا جو کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو لیلۃ القدر بتائی گئی اور آپ ﷺ بتانے کے لئے نکلے تو دو صحابہ آپس میں کچھ بحث و تکرار کی حالت میں تھے۔ فرمایا لیلۃ القدر بتانے کے لئے نکلا تھا لیکن تمہارے اس جھگڑے کی وجہ سے اب بھول گیا ہوں لہٰذا تم اب لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ۲۱' ۲۳' ۲۵' ۲۷' ۲۹ ویں میں تلاش کرو۔ گویا معلوم ہوا کہ باہمی جھگڑے اتنے برے ہیں کہ ان کی وجہ سے لیلۃ القدر کی رات ہی نبی ﷺ کو بھول گئی۔

ایک حدیث میں ہے جس نے رمضان کے روزہ کا اہتمام اور راتوں کا قیام ایمان و احتساب کے ساتھ کیا اللہ اس کے پہلے گناہ معاف کر دے گا۔ اسی طرح لیلۃ القدر کی رات کے قیام پر بھی ثواب اسی حدیث سے ثابت ہے تو اس کے لئے ضرور کوشش کرنی چاہئے اور ان راتوں میں دعا یہ کرنی چاہئے۔

اللّٰھُمَّ إنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ العَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي.

اے اللہ تو معاف کرنے والا۔ عفو کو پسند کرنے والا ہے پس مجھے معاف کر دے۔

زندگی میں انسان سے بھول چوک' غصہ تکرار جھگڑا ہو

عید کا دن:

عید کے دن مسلمانوں کی اجتماعیت کے کامل اظہار کا موقع ہے۔ مل کر عید ادا کریں۔ مسجد سے باہر کھلے میدان میں نماز عید ادا کرنا سنت ہے۔ نبی ﷺ اپنا نیزہ ساتھ لے جاتے اور اسے سترہ کے طور پر اپنے سامنے گاڑتے۔ جاتے جاتے مسلمان بھائیوں سے سلام کہئے اور تکبیرات پڑھئے۔

اللہ اکبر اللہ اکبر کبیر اسبحان اللہ بکرۃ واصیلا۔

یا پھر یہ پڑھئے

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد (ابن ابی شیبہ)

اللہ کی کبریائی کے ترانے پڑھتے جایئے۔

اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ سب سے بڑا ہے نہیں کوئی عبادت کے لائق اللہ کے سوا

اور اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ سب سے بڑا ہے اور سب تعریف اللہ ہی کے لیئے ہے۔

اس نغمۂ لاہوتی سے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ساری سپر میسی' عظمت آرڈر حکم اللہ ہی کا ہے۔ اس کے سوا کسی کا حکم نہیں چلے گا یعنی قرآن و حدیث کو نافذ کرنا اس عہد و اقرار کا تقاضا ہے۔

عید خوشی کا موقع ہے لیکن دیکھنا ساری مہینے کی محنت ایک ہی دن میں نہ کھو دینا۔ یہ خوشی تب زیب ہے کہ ہم خوشی میں بھی اللہ کو نہ بھولیں۔ اور آج کل تو دنیا بھر میں ہمارے مسلمان بھائیوں پر جو حالات ہو رہے ہیں' ان کے ہوتے ہوئے ہمیں لہو ولعب اور گھرے اڑانے تو کجا' سرے سے خوشیاں منانا زیب ہی نہیں دیتا۔ لیکن ہم عید کے دن سب کچھ بھلا کر شیطانی پروگراموں کی انتہا کر دیتے ہیں حالانکہ جس طرح سارا مہینہ برائیوں سے بچے ہیں' اسی طرح اب سارا سال بھی بچیں تو یہ اصل تقویٰ ہے۔

ہمارے معاشرہ میں بڑی مصیبت ہے کہ بلا سوچے سمجھے ہی نقصان دہ عوامل اپنا لیئے جاتے ہیں یہ سیر سپاٹے کے لئے ترو مرو کے دن بنا لیئے ہیں حالانکہ نبی ﷺ سے ترومرو ثابت نہیں

بلکہ نبی ﷺ نے فرمایا "میری امت کی سیر و سیاحت جہاد میں ہے" تو ضرورت تو جہادی تربیت لینے کی ہے۔ جہاد کرنے کی ہے۔ ہم کن مصیبتوں میں مبتلا ہیں۔ عیاش طبقہ پوری قوم کو لے کر ڈوبنے کا پختہ عزم کئے ہوئے نظر آتا ہے۔ ہم غریب ترین ملکوں میں شمار ہوتے ہیں لیکن ہماری بدقسمتی کہ ہمیں شعور ہی نہیں کہ ہم کیا کریں؟ سادگی اپنانے کی بجائے مہنگے مہنگے ملبوسات خریدنے کی کوشش میں ہوتے ہیں اور فیشن کی دوڑ سے پیچھے رہ جانے کے خطرے سے دوچار ہیں۔ خلفائے راشدین کی سادگی دیکھیں عمر رضی اللہ عنہ کی قمیض میں بائیس پیوند دیکھے گئے۔ آج ہم کتنا اسراف کرتے ہیں جبکہ غیر مسلم آج اس قدر سادہ ہیں کہ چین کے وزرائے اعظم و صدر ابھی کل تک اپنے دفاتر میں سائیکلوں پر دفاتر جاتے تھے۔ چو این لائی اور ماؤزے تنگ نے اپنے لباس کئی سال تک نئے نہیں سلوائے۔ کئی کئی بار اسی قمیض کے کالر اور کف، تبدیل کروائے۔ ہمارے وزراء نے کسی شہر کا دورہ کرنا ہوتا ہے تو اسپیشل ہیلی پیڈ بنتے ہیں' بھلے لاکھوں روپے اس پر اڑ جائیں۔ سادگی کے اوصاف جمیلہ اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کو دیئے' مسلمانوں نے چھوڑ دیئے تو کافروں نے پکڑ لیئے۔ دیکھیں مسلمان اسی لئے ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں کہ اسوہ رسول چھوڑ دیا ہے۔

مجاہد جہاد کی چوٹیوں' برف زاروں میں کھڑا ہو کر اللہ اکبر اللہ اکبر کبیرا کی تکبیرات پڑھتے ہوئے اسلام کے قلعے کی حفاظت میں مشغول ہے۔ اپنے خون سے گلشن اسلام کی آبیاری کر رہا ہے اور ہم ادھر پوری دنیا کا سامان تعیش اور روحانی موت

عید پر غیر مردوں کے ہاتھوں سے چوڑیاں پہننا' مہندی لگوانا اور بیوٹی پارلرز پر دیگر غیر شرعی کام کرنا رمضان کے روزوں کی تربیت اور مقصد کے منافی ہے

کے گھاٹ اتار دینے والے کیبل نیٹ پر بیٹھے دنیا جہاں کا گند دیکھ کر اپنی آنکھوں اور دل سے ایمان کا نور ختم کرنے میں مگن ہیں۔ صحابہ عید کے دن مسجد نبویؐ میں جہادی کھیلیں کھیل رہے تھے اور نبی ﷺ اپنی زوجہ محترمہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مل کر دیوار کی اوٹ سے ان جنگی مشقوں کا معائنہ کر رہے تھے لیکن آج کی مائیں بہنیں عید رات غیر مردوں کے ہاتھوں چوڑیاں پہننے نکلتی ہیں اور ان بے شرم لوگوں کے ہاتھوں سے مہندی لگواتی ہیں اور بیوٹی پارلرز جا کر وہ تمام غیر شرعی کام کرتی ہیں جن سے نبی ﷺ نے منع کیا اور جس تقویٰ کی تربیت رمضان کا ماہ مبارک کرتا رہا لیکن ہم ایک ہی رات میں یہ ساری

تربیت فراموش کر دیتے ہیں۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام تو عید کے دن بھی جہادی کھیلیں کھیل کر عید مناتے لیکن ہم یہ سب کچھ بھلا کر صرف اپنے نفس کی پوجا میں لگ جاتے ہیں تو کیا ہم اب بھی اس سنت کے احیاء کے لئے اٹھیں گے کہ نہیں؟ ہم آج خوب پیٹ بھر کر لذیذ ترین ڈشیں کھائیں گے جبکہ چیچنیا' عراق' افغانستان' فلسطین' کشمیر' گجرات' احمد آباد' کسوو و چین سنکیانگ کے مظلوم مسلمانوں نے پتہ نہیں کبھی لذیذ کھانا کھایا ہو کہ نہ کھایا ہو۔ امریکہ و روس' انڈیا اور دیگر ظالم ممالک کی پوری حکومتی قوتیں ان ضعیف مسلمانوں پر دن رات بمباری کر کے انہیں ختم کر رہی ہیں۔ مسلمان بیٹیوں' بیٹوں' بوڑھوں' بچوں کو بارود برسا برسا کر ترسا ترسا کر مار رہے ہیں۔ ایک ابو غریب جیل کا پتہ چل گیا کہ وہاں ظلم ہو رہا ہے' ان ظالموں کی بیشمار ابو غریب جیلیں ہم سے پوشیدہ ہیں۔ کیا ہم ان مظلوموں' جن کے سارے خاندان مار دیئے گئے' جن کی بیٹیاں اٹھالی گئیں' جن کے سامنے ان کی بیویوں بیٹیوں کی عزتیں لوٹ لی گئیں' کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم ان کی مدد کیلئے پہنچیں؟ کیا ہم اس موقع کے انتظار میں ہیں کہ جب کافر ہمارے منافق حکمرانوں کے ساتھ مل کر یہی سارا کچھ ہمارے گھروں میں آکر کرنا شروع کر دیں گے؟ اللہ کرے ایسا کبھی نہ ہو۔ آمین

دوستو' بھائیو اور جوانو! آگ کو اگر آگے بڑھ کر بجھایا نہ جائے تو پھر وہ آگے ہی آگے بڑھتی ہے تو اٹھئے اس سے پہلے کہ ظالم دہشت گردوں کی لگائی ہوئی آگ ہمارے گھروں تک آجائے۔ ہم آگے بڑھ کر اسے بجھانے میں سبقت کریں کہ کتب علیکم الصیام پڑھتے ہو تو کتب علیکم القتال بھی پڑھ لیا کرو۔ آپ کو یاد نہیں رہا کہ ۱۷ رمضان' یوم الفرقان فتح بدر کا دن ہے۔ آیئے اس کی یاد تازہ کریں۔ جہاد وقتال میں شامل ہو جائیں۔

عید کارڈز:

ہم بچپن میں کرسمس کارڈ سنتے تھے اور ہماری درسی انگلش کی کتاب میں x-for x-card کی تصویریں دی ہوئی تھی اور ہمیں اس کی کوئی سمجھ بوجھ نہ تھی۔ کچھ ہی عرصہ بعد عید کارڈز آگئے۔ سچی بات ہے کہ جب تک ہمیں اس کی سمجھ نہ تھی' اسے خوبصورتی اور تحفہ سمجھ کر دوستوں کو دیتے رہے اور دوست بھی ہمیں بھیجتے رہے۔ آج یہ ایک آمدن کا بڑا ذریعہ بن گیا ہے اور رمضان اور ذوالحجہ کے مہینوں کی آمد سے بھی پہلے مارکیٹیں ان چھوٹی چھوٹی دوکانوں سے بھر جاتی ہیں بلکہ اکثر مستقل دکاندار اپنی دوکانوں کی آمدنی بڑھانے کے لئے اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھونا اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ رسم عیسائیوں نے جاری کی تھی اور مسلمانوں میں اسے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پھیلایا گیا۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں عید کارڈز بنانے والے ادارے کے سربراہ آغا جی اے گل کا انٹرویو شائع ہوا جس میں انہوں نے اعتراف کیا کہ ہمیں اس بات کی سمجھ نہ تھی۔ انگریزوں نے ہمیں لندن سے کارڈز چھپوا کر دیئے۔ پہلے کرسمس کارڈز اور پھر عید کارڈز آنے لگے۔ ہم سرکاری محکموں میں ملازم تھے تو اس کام کے لئے ہمیں لاہور تا کراچی راستے میں ہر ریلوے اسٹیشن پر وہ کارڈز قیمتاً دینے کی ہدایت تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک عرصہ تک انگریز ہمیں عید کارڈز مفت دیتے رہے اور اس پر صرف اسلامی شعائر حرمین وغیرہ کی تصویریں ہوتیں۔ ایک دوسرے مرحلے پر انہوں نے مفت دینے سے انکار کر دیا اور ہم سے پیسے طلب کرنے شروع کر دیئے۔ اس کے ساتھ دیگر تصویریں اور پھر فحش تصویریں بھی شامل ہو گئیں۔ قیام پاکستان کے بعد ہم نے خود اپنی کمپنی بنالی اور عید کارڈز کا کاروبار کرنا شروع کر دیا۔ یہ بیان انہوں نے توبہ کرنے کے بعد دیا تھا۔ تو اس بیان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انگریزوں نے اپنی رسم کرسمس کارڈ کو ایک منصوبے کے تحت پھیلایا اور مسلمانوں نے سوچے سمجھے بغیر قبول کر لیا حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا من تشبہ بقوم فھو منھم جس نے بھی کسی قوم کی مشابہت اختیار کی' وہ انہی میں سے ہو گا۔

اسلام نے فضول خرچی سے منع فرمایا اور فضول خرچ کرنے والوں کو شیاطین کے بھائی قرار دیا ہے تو ہمیں اس سے توبہ کرنی چاہئے اور اس کاروبار میں ملوث لوگوں کو بھی دعوت دینی چاہئے کہ یہ کاروبار اسلام کے تقاضوں کے منافی ہے۔ ان کارڈز میں اب فحاشی کی تبلیغ وترغیب کا عنصر بہت نمایاں ہے۔ حیا باختہ فحش وفحاش فلمی ایکٹروں کی تصاویر دی جا رہی ہیں بلکہ ہندو ایکٹروں کو ہمارا ہیرو بنایا جا رہا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ سورہ نور میں فرماتے ہیں کہ جو لوگ مومنوں میں بے حیائی کا پھیلاؤ پسند کرتے ہیں' ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہو گا۔

اس دردناک عذاب میں لاعلاج بیماریاں' کاروبار کی تباہی' حرام اور حادثاتی اموات بھی شامل ہیں۔ تو یہ سارا کچھ خرافات کی ذیل میں آتا ہے ہمیں اس رجحان کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

عید کی خوشی میں دیکھنا کہیں سارے مہینے کی محنت ایک ہی دن میں نہ کھو دینا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے تو ایسے میں لہو ولعب اور گلچھڑے اڑانا تو کجا سرے سے خوشیاں منانا زیب ہی نہیں دیتا

بقیہ غازی

ہوں اگر ہم نے دیر کر دی تو آرمی ہمارا گھیرا کر لے گی اور ہم مشن مکمل کئے بنا ہی شہید ہو جاتے۔ میں نے ابوحمزہ کو فی الفور کندھوں پہ بٹھایا اور کھڑا ہو گیا تو وہ جمپ کر کے دیوار پہ چڑھ گیا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اوپر کھینچ لیا۔ ہم دونوں کیمپ میں کود گئے اور جاتے ہی ان کی یوم آزادی کی پریڈ میں کھلبلی مچادی۔ آزادی کی بجائے ان کی بربادی کی تقریب کا آغاز دونوں جان فدائیوں نے شروع کر دیا۔ کیمپ میں ہم پریڈ کرنے والی فوج پہ گولیاں داغ رہے تھے جبکہ کیمپ کی چوکیوں سے وہ فدائیوں پہ فائر کر رہے تھے لیکن ان کا یہ فرینڈلی فائر ثابت ہو رہا تھا۔ ہم دونوں جہاں ان کی گاڑیاں کھڑی تھیں' وہاں آگئے اور گاڑیوں کی آڑ سے رینج میں آنے والے فوجیوں کو موت کا پروانہ تھماتے رہے۔ کچھ دیر بعد ابوحمزہ نے کہا کہ اب میرے پاس صرف ایک میگزین رہ گئی ہے لہٰذا نکل چلیں۔ میں نے کہا ابوحمزہ میرے پاس تو ابھی چھ میگزینیں ہیں اور میں سارا اسلحہ چلا کر ہی اللہ نے چاہا تو نکلوں گا۔ آپ جلدی نکل جائیں۔ ابوحمزہ سنگل فائر کرتے ہوئے کیمپ سے تقریباً سوا گھنٹہ بعد نکل گیا۔ اب میں اکیلا رہ گیا تھا۔ میں ایک ٹرک کے پیچھے چھپ کر فوجیوں پہ فائر کر کے انہیں گرا رہا تھا کہ اچانک گولیاں میرے کان کو چھوتی ہوئی گزر گئیں۔ میں فوراً ادھر ہی لیٹ گیا۔ جیسے ہی میں لیٹا تو میں نے دیکھا ساتھ والی گاڑی کے نیچے دو فوجی گھسے ہوئے ہیں۔ میں نے گرنیڈ ان پہ پھینکا اور ساتھ برسٹ بھی ان پہ داغ دیا۔ الحمدللہ یہ دونوں فوجی گاڑی سمیت پرخچے بن کر بکھر گئے۔ ان کی ہلاکت کے بعد یہاں اب ٹھہرنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ میں نے بھی فائر کرتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا اور پھر مین گیٹ سے نکل کر کھیتوں میں گھس گیا۔ فدائی ایکشن کے ساتھ ہی چونکہ پورے شہر میں ہائی ریڈ الرٹ ہو چکا تھا' اس لئے شہر میں داخل ہونا سراسر موت تھی۔ میں نے کھیتوں میں کرالنگ کرتے ہوئے کیمپ سے دور ہونا شروع کر دیا۔ آرمی کا گھیرا لمحہ بہ لمحہ بڑھتا جا رہا تھا۔ جب میں شہر کی آخری حد پار کرنے کے قریب پہنچا تو پھر میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! اگر تو کیمپ سے گولیوں کی بارش سے بچا کر لے آیا ہے تو اب بھی تو ہی میرا نگہبان ہے۔ میں نے بارش کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بےبس بندے کی دعا سن لی اور مجھے کفر کے لشکروں کے درمیان سے نکال کر دور پہنچا۔ میں کھیت میں چھپ کر بیٹھا تھا کہ بارش شروع ہو گئی۔ بارش جیسے ہی تیز ہوئی' فوجی پہرے چھوڑ کر کیمپ کی طرف جانے لگے۔ اب میرے لئے موقع تھا۔ میں بارش میں ادھر سے نکل کر باغات میں آگیا۔ باغات میں چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچا۔ گاؤں کے باہر مجھے ایک کشمیری ملا' میں نے اس سے اس کی فیرن لے کر وردی کے اوپر پہن لی اور پھر اسے کہا کہ مجھے بھوک لگی ہے۔ میں نے گزشتہ 40 گھنٹوں سے ایک سیب کے علاوہ کچھ نہیں کھایا تھا۔ وہ مجھے اپنے گھر لے گیا اور کھانا کھلایا۔ کھانا کھانے کے بعد میں وہاں سے فوراً نکل کر جنگل میں آگیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی میری حفاظت کی۔ جیسے ہی میں جنگل میں پہنچا تو آرمی نے گاؤں کا کریک ڈاؤن کر لیا۔ میں نے جنگل میں رکنے کی بجائے چلنا شروع کر دیا۔ جنگل میں ایک گھنٹہ چلنے کے بعد میں نے اپنے بھائیوں سے رابطہ کر کے اپنے زندہ سلامت نکلنے کی خبر سنائی۔ اس کے بعد بھائیوں نے مجھے جنگل میں آکر وصول کر لیا۔ اس فدائی ایکشن میں دشمن کے 16 فوجی مردار ہوئے جن میں ایک میجر بھی شامل تھا۔ اس کامیاب کارروائی کے بعد علاقے کے لوگوں نے مٹھائی تقسیم کی۔

بزم اطفال

تیس سال بعد

تحریر: اخت سعید احمد شہید گدھیوالہ چیمہ

رات کی تاریکی میں ایک بوڑھا مدینے میں داخل ہوا۔ سارا شہر نیند کے مزے لے رہا تھا۔ اس نے دروازے پر رک کر دستک دی۔ ایک عورت نے دروازے پر آ کر آنے والے کا نام پوچھا:

''میں فروخ ہوں۔''

عورت کا دل بہت زور سے دھڑکا۔ آواز فروخ کی ہی تھی' فوراً دروازہ کھول دیا۔ اس کا شوہر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ دونوں کتنی ہی دیر تک ایک دوسرے کو دیکھتے رہے......

تیس سال پہلے مسجد سے ترکستان کے جہاد کی آواز بلند ہوئی تو نوجوان فروخ گھر آیا۔ اپنی بیوی سے کہا' میں جہاد پر جا رہا ہوں۔ بیوی بچے کی ماں بننے والی تھی' سن کر پریشان ہوئی' کہنے لگی' میرا کیا بنے گا۔ فروخ نے فوراً کہا' میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ بیوی نے کہا' تو پھر ٹھیک ہے' جاؤ' اللہ مالک۔ انہیں زرہ بکتر پہنائی' ہتھیار سجائے اور الوداع کہا۔

خاوند بیوی کو تنہا چھوڑ کر جہاد کے لئے چل دیا۔ کچھ پتا نہیں واپسی کب ہوگی' ہوگی بھی یا نہیں' شہید ہوں گے یا غازی بن کے لوٹیں گے' جدائی کتنی لمبی ہوگی' بیوی خاوند کو جاتے دیکھتی رہی یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

اب انتظار کی گھڑیاں شروع ہو گئیں' کتنے ہی دن' ہفتے' مہینے اور سال گزر گئے' سال پر سال گزرتے چلے گئے۔ بہاریں آتی رہیں' جاتی رہیں' لیکن فروخ کا کوئی پتہ نہ تھا' ان کی طرف سے کوئی خبر نہ ملی' قید کر لئے گئے یا شہید کر دیئے گئے' کسی طرح خبر ملتی تو بچے کی خوش خبری انہیں سناتی۔ پھر اس کے بالوں میں سفیدی آ گئی' بڑھاپے نے آ کر اس پر قبضہ جما لیا۔

اب تیس سال بعد فروخ گھر آئے تھے' ایک دوسرے کو تکتے جب کافی دیر ہو گئی' تب فروخ کی آواز نکلی:

''میرے ہاں کیا ہوا تھا' بیٹا یا بیٹی...... وہ کہاں ہے؟''

ان کا بیٹا گھر کے صحن میں سویا ہوا تھا' آواز سن کر اس کی آنکھ کھل گئی' مردانہ آواز اور رات کی تاریکی' چونک کر اٹھا۔ غصے سے بوڑھے فروخ کی طرف بڑھا تاکہ اس کا گریبان پکڑ کر پوچھ سکے' کون ہو تم' رات کی تاریکی میں میرے گھر میں کیا کر رہے ہوں۔

ماں نے بیٹے کے تیور دیکھے تو فوراً بولی:

''خبردار بیٹا! یہ وہی ہیں جن کے انتظار میں میں نے جوانی گزار دی...... تیرے والد...... فروخ''

بیٹا باپ سے لپٹ گیا...... باپ بالکل بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس کی ہڈیوں کا گودا ختم ہو چکا تھا...... بیٹے کا دل بھر آیا' وہ رونے لگا' دونوں میاں بیوی بھی رونے لگے...... اتنے میں صبح کی اذان ہو گئی۔ بیٹا فوراً وضو کر کے مسجد کی طرف چلا گیا۔ فروخ نے بھی وضو کیا اور مسجد میں پہنچ گئے۔ نماز ادا کی اور دیکھا کہ مسجد بھری ہوئی ہے اور منبر پر بیٹھا ایک نوجوان درس دے رہا ہے۔ نظر کمزور ہو چکی تھی' پہچان نہ سکے کہ درس کون دے رہا ہے' آخر درس ختم ہو گیا۔ فروخ نے ساتھ والے نمازی سے پوچھا:

''یہ کون نوجوان ہے جس نے درس دیا ہے۔؟''

اس نے بتایا:

''یہ ربیعہ ہیں' مسلمانوں کے امام۔''

''کون ربیعہ؟'' اس نے حیران ہو کر کہا۔

''فروخ کے بیٹے ربیعہ جو اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے گئے تھے' پھر لوٹ کر نہیں آئے۔''

اس وقت باپ کو پتا چلا اس کی بیوی نے بیٹے کو کس مقام پر پہنچا دیا ہے۔ ان کا دل جھوم اٹھا۔ یہ واقعہ رحلت نبوی ﷺ کے چالیس سال بعد اس وقت کا ہے، جب ربیع بن زیاد کی قیادت میں مسلمانوں کا لشکر بجستان پر چڑھائی کرنے جا رہا تھا۔

باتوں سے خوشبو آئے

علم ایسا بادل ہے جس سے ہمیشہ رحمت برستی ہے۔

سب سے بڑا بخیل وہ ہے جو سلام کرنے میں بخل کرتا ہو۔

بری عادات پر غالب آنا کمال فضیلت ہے۔

علم کے بغیر انسان اللہ کو بھی نہیں پہچان سکتا۔

پرانے گناہوں کو نیکیوں سے مٹا دو۔

مرسلہ: شکیلہ نجیب' فیصل آباد

خوش نصیب

عشرہ مبشرہ سے مراد ہے دس خوشخبری پانے والے۔ عشرہ مبشرہ ان دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کہا جاتا ہے جن کو ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ نے دنیا میں ہی جنت کی خوشخبری سنا دی تھی۔ ان کے اسمائے مبارک یہ ہیں۔

1. سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
2. سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
3. سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ
4. سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
5. سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ
6. سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
7. سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ
8. سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ
9. سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ
10. سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ

مرسلہ: توصیف مجاہدہ' سیالکوٹ

دلچسپ معلومات

☆ سعودی عرب کے شہزادہ سلمان نے پہلی مرتبہ خلا میں اذان دی' نماز پڑھی اور روزے رکھے۔

☆ ایتھوپیا (حبشہ) واحد افریقی ملک ہے جو کبھی غلام نہیں رہا۔

☆ برازیل میں شہد کی مکھیاں کھٹا شہد بناتی ہیں۔

☆ ٹیلی فون کی تار میں 20% وولٹ بجلی ہوتی ہے۔

☆ دنیا کے سب سے پہلے قاتل کا نام قابیل ہے۔

مرسلہ: صفیہ بنت رحمت خان، سعودی عرب

امن کے داعی

ہم امن کے داعی ہیں اور صلح کے خواہاں ہیں
ظالم کے لئے لیکن ہم موت کا ساماں ہیں
پیغام سناتے ہیں ہم حق و صداقت کا
باطل کے اندھیروں میں اک صبح درخشاں ہیں

مرسلہ: عبداللہ غزنوی' گجرات

وہ کون تھا..؟ عید اور دینی علم کی لگن

یہ عید کا دن تھا۔ ہر طرف چہل پہل تھی' لوگ عمدہ لباس پہنے عید کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے اپنے گھروں کی طرف رواں تھے تاکہ گھر والوں کو عید کی مبارک باد دے سکیں لیکن ایک نوجوان ایسا بھی تھا جس کے قدم اپنے گھر کے بجائے کسی اور سمت اٹھ رہے تھے۔ یہ بات نہیں تھی کہ وہ نوجوان اپنے گھر والوں سے خفا تھا یا اسے کسی دوست یا رشتہ دار سے ملنا تھا یا وہ کسی تفریح کے لئے جا رہا تھا بلکہ وہ نوجوان ایک بہت بڑے عالم کے مکان پر جا کر رک گیا۔

نوجوان نے دروازے پر دستک دی اور اجازت ملنے پر اندر داخل ہو گیا۔ عالم نے نوجوان سے پوچھا: ''تم عید کی نماز پڑھ کر گھر نہیں گئے؟''

''جی نہیں''

''کچھ کھا لو''

''جی نہیں' شکریہ اس کی ضرورت نہیں۔''

''تو پھر کیا ارادہ ہے؟''

''حدیث بیان فرمایئے''

نوجوان کا یہ کہنا تھا کہ بزرگ نے اس نوجوان کو کتاب لانے کا حکم دیا۔ نوجوان کتاب نکال کر لایا۔ بزرگ نے چالیس حدیثیں بیان کیں۔

نوجوان نے کہا ''اور فرمایئے۔''

''یہی کافی ہیں۔'' بزرگ نے فرمایا۔ ''اگر تم نے یہی یاد کر لیں تو تمہارا شمار حفاظ میں ہوگا۔''

''میں نے یاد کر لیں'' نوجوان نے انکشاف کیا۔

ہمدردی وغم خواری کامہینہ

اسلامی روزہ محض ان امور کا مجموعہ نہیں ہے کہ انسان نہ کھائے' نہ پیئے' نہ غیبت کرے' نہ چغلی کھائے' نہ دنگے فساد اور فسق و عصیاں کا مرتکب ہو' بلکہ وہ ان امور کے ساتھ ساتھ ایجابی امور کا مجموعہ بھی ہے' چنانچہ ماہ رمضان' عبادت' تلاوت قرآن مجید' ذکر و تسبیح' نیکی اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی وغمخواری کا زمانہ ہے۔

خیال افروز باتیں

دنیا کی محبت اندھیرا ہے اور اس کا چراغ تقویٰ ہے۔

گناہ اندھیرا ہے اور اس کا چراغ توبہ ہے۔

آخرت اندھیرا ہے اور اس کا چراغ عمل صالح ہے۔

قبر اندھیرا ہے اور اس کا چراغ کلمہ شہادت ہے۔

مرسلہ: بنت محمد انور صدیقی' سیالکوٹ

اس مہینے امت کی ساری توجہ اپنے دین کے احکام کی تعمیل واقامت اور عبادت پر مرکوز ہو جاتی ہے۔ وہ اللہ کی طرف رجوع کرتی ہے' دلوں میں رقت پیدا ہوتی ہے' نیکی کرکے اور ہمدردی وغمخواری میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی مسابقت شروع ہو جاتی ہے اور ایسے دلکش مظاہر دیکھنے میں آتے ہیں کہ بنی آدم کے کسی اور طائفے میں ان کا عشر عشیر بھی نہیں ملتا۔

مرسلہ: محمد توصیف الرحمٰن شاہ، جھنگ

بزرگ نے نوجوان کے ہاتھ سے کتاب لے لی اور فرمایا بیان کرو۔ نوجوان نے وہ تمام چالیس کی چالیس' حدیثیں لفظ بہ لفظ بیان کردیں جو ابھی چند لمحے قبل' بزرگ نے اس کے سامنے بیان کی تھیں۔ بزرگ کے لبوں کو جنبش ہوئی' انہوں نے فرمایا۔

"جاؤ تم علم حدیث کے بلند پایہ عالم بنو گے۔"

یہ نوجوان آگے چل کر واقعتا حدیث کے امام کہلائے۔ جس بزرگ نے آپ کو یہ خوشخبری سنائی تھی' وہ امام ابن الشہاب الزہری تھے جن سے علم کے حصول کی جستجو میں اس نوجوان نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ عید کی نماز کے بعد گھر چلا جائے۔ خود اس نوجوان کا کہنا ہے: "میں نے سوچا کہ آج ایسا دن ہے کہ امام ابن الشہاب فارغ ہوں گے' اس لئے ان کے پاس چلا گیا۔"

علم دین حاصل کرنے کے لئے یہ شوق' جستجو' تڑپ اور لگن تھی جس نے اس نوجوان کو فقہ کے اماموں میں بلند مرتبہ پر فائز کیا۔ آپ کی پوری زندگی ایک روشن مینار کی مانند ہے' جس سے آنے والی نسلیں نور کی کرنیں لے کر اپنی زندگیوں کو منور کر سکتی ہیں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ نوجوان کون تھا؟

گزشتہ ماہ کا درست جواب: قتیبہ بن مسلمؒ

انعام حاصل کرنے والے خوش نصیب

راشد جاوید' ہارون آباد

درست جوابات دینے والوں کے نام

محمد محسن غازی' راولپنڈی۔ اخت ابوعمار یاسر' ڈیرہ اسماعیل خان۔ راشد جاوید' ہارون آباد۔ راشد اویس' گجرات۔ محمد اقبال قیصر' عارف والا۔ محمد ارشد تبسم' بہاولنگر۔ حافظ آصف' بوریوالا۔ مقصود احمد ساجد' بہاولنگر۔ رضیہ ہاشمی' چونیاں۔ بدریہ فاطمہ' چونیاں۔ بلال ہاشمی' چونیاں۔ عدیل احمد' گجرات۔ روح اللہ' کراچی۔ فیصل شہزادہ' گجرات۔ شاہد بشیر۔ صفیہ۔ بنت رحمت خان، جدہ سعودی عرب۔

نیکیوں کا موسم بہار

سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ کو ہم لوگوں میں بیان فرمایا کہ اے لوگو! تمہارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا اور مبارک مہینہ ہے۔ اس میں ایک رات (شب قدر) ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے کو فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے۔ جو شخص اس مہینے میں کسی فرض کو ادا کرے "ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے" یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے۔ اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کو روزہ افطار کروائے۔ اس کے لئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے نجات کا پیغام ہوگا۔

مرسلہ: محمد عدنان چوہدری' بہاولپور

بھول گئے؟

ایک بار نبی ﷺ نے ایک شخص سے پوچھا
"بتاؤ! تمہارے ماموں کی بہن تمہاری کیا لگتی ہے؟" (یعنی اس کا تم سے رشتہ کیا ہے؟)
وہ شخص سر جھکا کر سوچنے لگا۔
اس پر نبی ﷺ مسکرائے اور فرمایا
"کیا تم اپنی ماں کو بھول گئے۔"

مرسلہ: مدیحہ انجم' پسرور

پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتیں

☆ ایمان کے بعد افضل ترین نیکی خلق خدا کو آرام دینا ہے۔

☆ کسی انسان کے دل میں ایمان اور حسد اکٹھے نہیں رہ سکتے۔

☆ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کی قدر نہیں کرتے۔ ایک تندرستی' دوسری فراغت

مرسلہ: اخت ابوعمار یاسر' ڈیرہ اسماعیل خان

ذہن ساز انعامی کوئز

1- کیا اللہ کو دنیا میں دیکھا جا سکتا ہے؟

2- کیا اللہ کسی مخلوق' ولی' پیغمبر' شجر' حجر وغیرہ میں یا کسی کے دل میں حلول کرکے اپنا ظہور کر سکتا ہے؟

3- کیا قوالی کی صورت میں موسیقی جائز ہے؟

4- نماز تراویح کی مسنون رکعات کتنی ہیں؟

5- پاکستان کون سی اسلامی تاریخ کو وجود میں آیا؟

گزشتہ ماہ کے درست جواب

1- توحید کے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں ہوگا۔

2- خلیفہ کے بغیر نماز کا حکم ساقط نہیں ہو سکتا۔

3- جس طرح خلیفہ کی عدم موجودگی میں فریضہ نماز ساقط نہیں ہو سکتا' اسی طرح فریضہ جہاد بھی موقوف نہیں ہو سکتا۔

4- علاج کے لئے غیر شرعی طریقہ اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ چاہے ظاہراً اس میں شفاء بھی ہو۔

5- نبی اکرم ﷺ نے جب جہاد شروع کیا تو مسلمان اس وقت معاشی' سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے بہت کمزور تھے۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ پہلے معیشت کو مضبوط کیا جائے پھر جہاد جبکہ صحابہؓ کی معیشت تو جہاد سے ہی مضبوط ہوئی تھی۔

انعام حاصل کرنے والے

اول انعام: مستنصر مقصود' گوجرانوالہ

دوئم انعام: رضوانہ سعدیہ' قصور

سوئم انعام: سعد عکراش' وہاڑی

درست جوابات دینے والوں کے نام

حافظ عبدالصمد' راولپنڈی۔ بنت محمد انور صدیقی' سیالکوٹ۔ سعد عکراش' وہاڑی۔ سعدیہ آصف' لاہور۔ رضوانہ سعدیہ' قصور۔ زبیر احمد عزام' گوجرانوالہ۔ ابوسفیان' شیخوپورہ۔ سجاد علی خان' پشاور۔ سفرہ عبداللہ' کراچی۔ رابعہ شگفتہ' سدرہ' چونیاں۔ احسان الحق بٹ' سلانوالی۔ راشد اویس' گجرات۔ اخت طیب محمود' حافظ آباد۔ وسیم مصطفیٰ' ساہیوال۔ بدریہ فاطمہ' چونیاں۔ رضیہ ہاشمی' چونیاں۔ عدیل احمد' گجرات۔ روح اللہ' کراچی۔ فیصل شہزادہ' گجرات۔ محمد بلال طاہر' ٹوبہ۔ بنت محمد اشرف' قدرت آباد۔ حافظ عبدالوحید' تاندلیانوالہ۔ حافظ عبدالروف، حافظ آباد۔ محمد اصغر، عارف والہ۔

ہوائی سفر کرنے والے کا وقت افطار

س: اگر کوئی روزہ دار سورج غروب ہونے سے ایک گھنٹہ قبل یا اس سے کم وقت میں ہوائی جہاز میں سفر کرتا ہے اور وہ شہر سے دور بھی ہو جاتا ہے تو اس صورت میں روزہ کس وقت افطار کیا جائے گا؟ (ابو اسامہ آصف' جامعہ دراسات اسلامیہ گلشن اقبال کراچی)

ج: اگر روزہ دار جہاز میں سورج غروب ہونے سے قبل سوار ہوا ہے تو وہ جہاز میں اس وقت تک افطار نہیں کرے گا جب تک وہ سورج کو غروب ہوتا نہ دیکھ لے یا سورج غروب ہو جائے یا وہ کسی ایسے شہر میں اترے جہاں سورج غروب ہو چکا ہے۔ اس کی دلیل صحیح البخاری (۴۵۹۱) وفتح الباری ۴/۲۴۹ میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَا هُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ

جب رات اس سمت سے آئے اور دن اس سمت سے چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو اس وقت روزہ دار روزہ افطار کرلے۔

اور صحیح مسلم (۱۱۰۱) میں ہے کہ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان میں سفر میں تھے جب غروب الشمس قریب ہو گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا اے فلاں سواری سے نیچے اتر کر ہمارے لئے ستو تیار کرو۔

تو اس نے کہا کہ ابھی تو دن باقی ہے (یعنی ابھی سورج غروب نہیں ہوا) آپ نے پھر فرمایا نیچے اتر کر ستو تیار کرو' پس اس نے نیچے اتر کر ستو تیار کیا اور نبی اکرم ﷺ کے پاس لے کر آیا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے پیا اور ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا جب سورج اس سمت سے غائب ہو جائے اور رات اس سمت سے آجائے تو روزہ دار روزہ افطار کرلے۔

صحیح بخاری کی (۵۵۹۱) کی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم رات کو اس سمت سے آتا دیکھو تو اس وقت روزہ دار روزہ افطار کرلے" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی مشرق کی سمت سے دن آجائے اس کا مطلب یہ ہے کہ رات کا اندھیرا محسوس ہونے لگے۔ (فتح الباری ۴/۲۵۰)

غروب شمس سے رات کا آنا اور دن کا چلے جانا ثابت ہوتا ہے اور اس وقت ہی صائم افطار کرتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ پس یہ مسئلہ غروب شمس سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے جب سورج ایسے مقام پر غائب ہو جہاں سے صائم اسے دیکھ سکتا ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ بغیر تردد کے روزہ افطار کرے۔ جیسا کہ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان ہوا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب سورج مکمل غائب ہو جائے تو اس وقت صائم افطار کرے گا اور آسمان پر باقی سرخی کا کوئی اعتبار نہیں اور جب سورج مکمل غائب ہو جائے اور مشرق سے تاریکی ظاہر ہو جائے تو اس وقت صائم افطار کرے گا۔ (مجموع الفتاوی ۲۵/۲۱۵-۲۱۶)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب جہاز ریاض سے غروب شمس سے پہلے مغرب کی جانب پرواز کر جائے تو آپ اس وقت تک روزے کی حالت میں ہوں گے جب تک سورج غروب نہ ہو جائے اور آپ اس وقت فضاء میں ہوں۔ یعنی سورج غروب ہونے تک آپ افطار نہیں کر سکتے۔ یا دوسری صورت میں آپ کسی ایسے شہر میں اتر جائیں جہاں سورج غائب ہو چکا ہے۔ (مجموع فتاوی ومقالات ۱۵/۳۲۲)

حاصل کلام یہ کہ جب تک سورج غروب نہ ہو جائے جہاز میں سوار صائم روزہ افطار نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم

آکسیجن اور روزہ

س: کیا کسی ایسے مریض کو جسے سانس کی تکلیف ہو آکسیجن وغیرہ گیس لگائی جا سکتی ہے جبکہ اسے سانس لینے میں تکلیف محسوس ہوتی ہے کیا اس عمل سے روزہ ٹوٹ جائیگا؟ (اخت عامر پشاور)

ج: آکسیجن یا کوئی اور گیس جو کہ سانس کے مریضوں کو لگائی جاتی ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا جس کی وجوہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ یہ ایک ہوا ہے جو کہ سانس کی بحالی کے لئے استعمال ہوتی ہے اور ہوا سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۲۔ اس گیس یا آکسیجن میں کوئی غذائی مواد یا دوائی نہیں ہوتی جو کہ جسم میں داخل ہو۔ ڈاکٹر محمد علی البار لکھتے ہیں (ایسی آکسیجن جو سانس کے مریضوں کو لگائی جاتی ہے۔ اس میں کوئی غذائی مواد یا دوائی نہیں ہوتی اور یہ زیادہ تر سانس کی بحالی کے لئے استعمال کی جاتی ہے اور ہوا میں سانس لینا انسانی زندگی کے لئے ضروری ہے اور ہوا کے جسم میں داخل ہونے سے روزے کے فاسد ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ (مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی (۱۰/۲/۲۴۰)

اسی طرح ڈاکٹر حسان شمسی پاشا لکھتے ہیں کہ جو آکسیجن سانس کے مریضوں کو لگائی جاتی ہے۔ اس میں کوئی غذائی اجزاء یا دیگر جسم میں داخل ہونے والا مواد نہیں ہوتا اور یہ سانس کی بحالی کے لئے استعمال کی جاتی ہے جس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس طرح کی گیس وغیرہ کا استعمال روزے

کو فاسد نہیں کرتا۔ واللہ اعلم

مریض کا روزہ

س۔ روزے دار مریض کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟ کیا روزہ توڑنا اس کے لئے جائز ہے؟ اور مرض کی وجہ سے روزہ ترک کرنا کب واجب ہوتا ہے؟۔ (شمس الرحمٰن حبکال بالا نزد بزہ حجرہ پشاور)

ج: روزے دار کے لئے اس کے مرض کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہے یعنی بعض حالات میں اس کے لئے روزہ چھوڑنا جائز ہوتا ہے اور کبھی ناجائز' اسی طرح کبھی اس کے لئے روزہ چھوڑنا واجب ہوتا ہے اور کبھی افضل۔ یہ مریض اور بیماری کے حساب سے حکم لگایا جاتا ہے۔

شیخ صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ بعض امراض سے روزہ متاثر نہیں ہوتا مثلاً زکام یا ہلکا سر درد یا دانت کا درد اور اس جیسے دیگر امراض' ان امراض سے روزہ ترک کرنا حلال نہیں۔ اگرچہ بعض علماء اس آیت کریمہ ومن کان مریضا کو سامنے رکھتے ہوئے ترک روزہ کو درست قرار دیتے ہیں لیکن ہم کہتے ہیں بے شک یہ حکم معلل بعلة ہے وہ یہ ہے کہ اگر روزہ ترک کرنے میں اس کے لئے آسانی ہو تو ہم کہیں گے کہ روزہ ترک کرنا افضل ہے اور اگر روزہ رکھنے سے اس کا مرض متاثر نہیں ہوگا تو اس پر روزہ رکھنا واجب ہے اور روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔

دوسری حالت یہ ہے کہ جب روزہ اس پر شاق ہو مگر اسے تکلیف نہ پہنچائے تو روزہ رکھنا یا ترک کرنا چاہے تو اس کی مرضی ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ جب روزہ اس پر شاق ہو اور اسے ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو مثلاً مکمل بیمار آدمی یا شوگر کا مریض یا اس جیسے دیگر امراض ہوں تو اس صورت میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

یعنی ایسا مرض جو کہ ہلاکت کا سبب بنتا ہو خواہ وہ شوگر کا مرض ہو یا کوئی اور مرض ہو۔ مگر مریض کو اس سے کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو جبکہ اسے کوئی مستند ڈاکٹر روزہ رکھنے کی اجازت دے تو اس پر روزہ رکھنا ضروری ہے۔

بحری بری اور فضائی سفر میں روزہ کی رخصت

س: ایسا شخص جس نے ہوائی جہاز یا گاڑی میں سفر کرنا ہے اور اسے مشقت کا کوئی احساس بھی نہیں ہوتا' وہ روزہ ترک کر سکتا ہے؟ (ابوالقاسم عبدالرحمٰن۔ اورنگی ٹاؤن کراچی)

ج: ایسے شخص کے لئے سفر میں روزہ ترک کرنا جائز ہے۔ خواہ سفر ہوائی جہاز میں ہو۔ اس لئے کہ روزہ ترک کرنے کی وجہ سفر میں مشقت نہیں بلکہ سفر ہی ہے۔ خواہ اسے سفر میں مشقت حاصل ہو یا نہ ہو۔ روزہ ترک کرنا اس کے لئے جائز ہے۔ اور قرآن وحدیث کے عمومی دلائل اس پر موجود ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ

پس تم میں جو مریض ہو یا مسافر ہو تو وہ دیگر ایام میں روزوں کی گنتی مکمل کرے اس آیت کریمہ میں سفر کے ذکر سے روزہ ترک کرنے کا جواز ملتا ہے۔ اس میں مشقت کا ذکر نہیں ہے۔ نیز ترمذی (۷۹۹۔۸۰۰) اور بیہقی ۴/۲۴۸ میں ہے کہ محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس رمضان میں آیا تو وہ سفر کی تیاری کر رہے تھے اور ان کی سواری و ساز و سامان تیار ہو چکا تھا۔ اسی اثناء میں انہوں نے کھانا منگوا کر کھایا تو میں نے ان سے پوچھا کیا یہ عمل سنت ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں سنت ہے۔ پھر سواری پر سوار ہو گئے اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے "صحیح الترمذی" (۶۱۹) میں ذکر کیا ہے
اب انس رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں کوچ کرنے سے قبل ہی روزہ نہیں رکھ رہے۔ حالانکہ انہیں ابھی کوئی مشقت بھی نہیں پہنچی اور اس عمل کو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔
امام ترمذی رحمہ اللہ یہ حدیث درج کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ اکثر اہل العلم نے اس حدیث کو دلیل بنا کر یہ فرمایا ہے کہ مسافر کیلئے درست ہے کہ وہ گھر سے نکلنے سے پہلے ہی روزہ افطار کرے۔ مگر نماز اپنے شہر یا بستی سے نکلنے سے قبل قصر نہیں کر سکتا۔ یہی مذہب اسحاق بن ابراہیم الحنظلی یعنی اسحاق بن راہویہ کا بھی ہے۔
عبید بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں صحابی رسول علیہ السلام ابوبصرۃ غفاری کے ساتھ ماہ رمضان میں کشتی میں سوار تھا کہ انہوں نے کشتی روکی پھر ان کیلئے کھانا لایا گیا حالانکہ ابھی ہم گھروں سے زیادہ دور نہیں گئے تھے۔ ابوبصرہ رضی اللہ عنہ نے دستر خوان منگوا کر کہا کہ قریب آجاؤ۔ میں نے کہا آپ گھروں کو نہیں دیکھ رہے؟ (یعنی ہم ابھی زیادہ دور نہیں آئے) تو ابوبصرہ رضی اللہ نے فرمایا کیا تو رسول اللہ کی سنت سے بے رغبتی کرتا ہے۔ پھر انہوں نے کھانا کھا لیا۔ (مسند احمد ۱۸/۴۸۸' ابوداؤد' بیہقی ۴/۲۴۶)

اب ابوبصرۃ رضی اللہ عنہ نے کشتی میں سوار ہوتے ہی روزہ افطار کر لیا اور سفر کی مشقت کا انتظار نہیں کیا اور روزہ افطار کر لیا۔ پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ سفر میں مشقت' تکلیف کا کوئی اعتبار نہیں اور شارع نے سفر میں افطار کرنے کا یہ وصف بیان نہیں کیا۔
نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سفر کرتے تو ان میں سے بعض کا روزہ ہوتا اور بعض روزہ نہیں رکھتے تھے لیکن کوئی دوسرے پر نکتہ چینی نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ سفر میں روزہ رکھنا رخصت ہے۔ اب جس نے روزہ رکھ لیا تو اس نے بھی درست کام کیا اور اللہ تعالیٰ اپنی عطا کردہ رخصت قبول کرنے کو پسند کرتا ہے جس طرح کہ وہ دیگر عطا کردہ امور پر عمل کو پسند کرتا ہے۔

بقیہ ریڈ کراس

کریں گے تو بے تحاشا مشکلات پیش آئیں گی۔ حکومتیں تیار نہیں ہوں گی۔ مسئلہ صرف ان قوانین کے اطلاق کا ہے۔

اندریاس ولگر

ڈپٹی ڈائریکٹر آپریشن آئی سی آر سی جنیوا:

انہوں نے اپنے خطاب میں کہا...... میں 20 برس سے زیادہ تر مسلمان ملکوں میں کام کر رہا ہوں۔ میں نے اپنے صدر اور سوئٹزرلینڈ کی اہم شخصیات سے رابطہ کیا تو سب نے اتفاق کیا کہ اس کانفرنس کو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے تعاون سے اسلام آباد میں منعقد کیا جائے۔ ہم نے اس کانفرنس میں 10 مسلمان ملکوں کے سکالرز سے استفادہ کیا۔ آج گلوبلائزیشن کی دنیا میں جو تصادم ہو رہا ہے' اس میں مسلمان بھی شکار ہیں لیکن ہم غیر جانبدار ہیں اور ہم اپنی اس پوزیشن کو تسلیم کرانا چاہتے ہیں۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اس مسلسل تبدیل ہوتی دنیا کے تقاضوں سے برا ہو سکیں۔ ہم سوڈان میں ہزاروں متاثرہ افراد کی مدد کر رہے ہیں فلسطین میں اور اسرائیلی مقبوضہ علاقوں میں ہمارے کارکن کام کر رہے ہیں۔ چیچنیا' عراق کے پندرہ قید خانوں اور دنیا کے بیشتر مسلم ممالک میں ہمارے کارکن ہمیں بتاتے ہیں کہ انہیں کس طرح کے چیلنجوں کا سامنا ہے۔ آج نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ چل رہی ہے' لوگ سوچ رہے ہیں کہ دوہرے معیار چل رہے ہیں اور اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل نہیں ہو رہا۔ ہم غیر جانبدار ہیں۔ ہمارے دو اصول ہیں۔ غیر جانبداری اور آزادانہ کارروائی۔ میں اسلام آباد سے یہ احساس لے کر جا رہا ہوں کہ آئی سی آر سی اپنے کام میں اب تنہا نہیں ہے۔

کارل انتون ماتلی۔ سربراہ آئی سی آر سی پاکستان:

کانفرنس میں سکالرز نے جس قدر عالمانہ اور محققانہ باتیں کی ہیں' ان سب باتوں کو مجھے ہضم کرنے اور نتائج تک پہنچنے کے لئے کافی وقت درکار ہوگا...... میں شرکاء کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اس کانفرنس کے لئے اپنا قیمتی وقت نکالا۔

الشیخ وھبۃ الزحیلی:

''پاکستان میں اس کانفرنس کا انعقاد ہمارے لئے بہت خوش آئند ہے۔ پاکستان ایسا ملک ہے جس کی جڑوں میں اسلام اترا ہوا ہے اور اس نے اپنے بازو پھیلا کر عالم اسلام کے علماء کو جمع کیا ہے۔''

یوں علماء و سکالرز کے خطابات اور آخر میں کانفرنس کے منتظمین میں ایوارڈز کی تقسیم کے بعد یہ بین الاقوامی کانفرنس جو دراصل اسلام اور انسانی حقوق کے حوالے سے ایک یادگار مذاکرہ تھا' اپنے دور اس اثرات کے ساتھ اختتام کو پہنچی۔

بقیہ **پوسٹ مارٹم**

ایک آدھا جسم اوپر آ گیا' اس کی بے نور کھلی ہوئی آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔ یہاں سے جب میں آگے بڑھا تو راہداری کے اگلے سرے پر ایک ٹین کا ڈرم اور بان کی ٹوکری دکھائی دے رہی تھی۔ میں نے قریب جا کر دیکھا...... ڈرم میں ایک انسان کی ریڑھ کی ہڈی کا پورا ڈھانچہ پڑا تھا...... پسلیاں' چہرے اور ٹانگوں کے جوڑ' ڈرم کے نیچے پڑی ہوئی بان کی ٹوکری بھی انسانی ہڈیوں سے بھری ہوئی تھی۔ انگلیاں' کلائی' گھٹنے' جبڑے اور بہت کچھ۔ پھر میں لاشوں والے کمرے میں آ گیا...... بمشکل چار فٹ چوڑا چھ فٹ لمبا اور تین فٹ گہرا حوض' گندے پانی سے بھرا ہوا تھا۔ جس میں اندر ... ہوئی بے جان لاشوں کے گوشت کے چھوٹے ... ٹکڑے اور ریشے تیر رہے تھے...... اس میں چند لاشے اوپری دھڑ تک موجود تھے۔ سر سے لے کر ٹانگوں تک کے جوڑ...... ہر چیز مکمل طور پر اپنی جگہ موجود تھی...... گوشت پسلیاں' دل' گردے' پھیپھڑے...... الغرض تمام اعضاء مکمل تھے۔ کمی تھی تو صرف کھال کی جسے اتار لیا گیا تھا...... میں بوجھل قدموں سے انسان کی بے وقعتی پر سوچتا ہوا باہر آ گیا...... اس لئے کہ شدید بدبو اور تعفن برداشت سے باہر ہونے لگے تھے۔'' (10)

لاشوں کی بے حرمتی کے یہ چشم دید حالات اور واقعات روزنامہ جنگ (27۔فروری 1991ء) کے نمائندہ آفتاب احمد نے لکھے ہیں۔ دو صفحات پر مشتمل مضمون میں پانچ تصویریں بھی ہیں۔ تصویروں میں لاشوں کے اجزاء بہ زبان حال چیخ چیخ کر اپنے اوپر بیتنے والی المناک اور دلخراش داستان سنا رہے ہیں۔

پہلی تصویر ڈاؤ میڈیکل کالج کے عقب میں واقع قبرستان اور کچرا گھر کی ہے۔ کچرا کے ڈھیر پر ادھ جلے انسانی اعضاء صاف نظر آ رہے ہیں۔

دوسری تصویر اس حوض کی ہے' جہاں لاشیں اور ان کے ٹکڑے تیر رہے ہیں۔

مضمون نگار نے اس تصویر کے نیچے درج ذیل کیپشن لکھا ہے

''شدید ... اور پانی میں موجود گندگی جسم کی حرمت کی نفی۔ کے علاوہ صحت کے لئے بھی بڑا خطرہ ہے۔''

تیسری تصویر فریزنگ یونٹ کی ہے' جس میں کٹے پھٹے انسانی اعضاء صاف نظر آ رہے ہیں۔

چوتھی تصویر کالج کے سنسان گوشے میں کوڑے کے ڈھیر پر پڑے انسانی پنجر کی ہے۔

پانچویں تصویر دیسی ساخت کی بھٹی کی ہے۔ جس میں انسانی اعضاء کو جلایا جاتا ہے۔ تصویر میں بھٹی کے اندر ریڑھ کی ہڈی اور اس سے متعلقہ جلا ہوا گوشت صاف نظر آ رہا ہے۔

مضمون نگار مزید لکھتا ہے۔

''یہ لاوارث بے گور و کفن لاشیں کہاں سے آتی ہیں اور ان کا مصرف کیا ہے؟ اس سلسلہ میں معلومات کے حصول کے لئے اب میں کالج کے اناٹومی ڈیپارٹمنٹ کی سربراہ ڈاکٹر رشیدہ کے پاس بیٹھا ہوں۔ وہ کہتی ہیں'' ہمارے پاس یہ لاشیں جناح ہسپتال سے آتی ہیں' ہم سب سے پہلے لاش کو گرم پانی میں ابالتے ہیں' اسے خوب اچھی طرح گرم کرتے ہیں تا کہ اس کی کھال نرم پڑ جائے اور ہم اسے اتار سکیں۔ اس کے بعد ہم کھال کو کھینچ کر زگ زگ چھیل کر اتار دیتے ہیں۔ جس کے بعد لاش پر محض گوشت اور اس کے اندر کی ہڈیاں رہ جاتی ہیں۔ یہ درست ہے کہ آج کل مارکیٹ میں جدید قسم کے ماڈلز موجود ہیں جن میں ہر چیز بڑی وضاحت سے علیحدہ علیحدہ دکھائی جاتی ہے۔ مگر پھر بھی ہم زیادہ بہتر تعلیم کے لئے اصل جسم کو ... ہیں۔ ہم لاش کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ مثلاً سر اور گردن سینہ' پیٹ' بازو اور ٹانگیں...... یہ حصے ہم مختلف گروپوں میں بانٹ دیتے ہیں۔ لاش کے حصے ہمارا عملہ کرتا ہے...... لاش کو لانا' لے جانا' ٹکڑے کرنا اسی عملہ کی ذمہ داری ہے۔'' (11)

نشتر میڈیکل کالج ملتان:

روزنامہ خبریں میں نشتر میڈیکل کالج کے بارے میں ایک تفصیلی رپورٹ شائع ہوئی تھی۔ (12)

اخبار کا نامہ نگار شاداب انور لکھتا ہے ''نشتر میڈیکل کالج میں جو سلوک لاوارث لاشوں سے روا رکھا جاتا ہے اس کو دیکھ کر انسان کانپ جاتا ہے۔ نشتر ہسپتال اور نشتر میڈیکل کالج کی دونوں عمارتوں کو ایک گیلری نما راستہ ایک دوسرے سے ملاتا ہے۔ ہسپتال مشرقی سمت اور کالج مغربی سمت میں واقع ہے۔ ہسپتال سے اس گیلری کے ذریعے کالج کی عمارت میں داخل ہوں تو بائیں طرف کی بالائی رو کے اختتام پر ایک تنگ و تاریک کمرہ ہے۔ جس پر لکھا ہے ''اس طرف بغیر اجازت جانا منع ہے۔'' اس کمرے کے آگے جنگلہ لگا ہے اور ایک چوکیدار یہاں مستقل بیٹھتا ہے۔ یہ کمرہ چاروں طرف سے بند ہے۔ دراصل یہ کمرہ ان بدنصیب انسانوں کا کھلا مدفن ہے' جنہیں نہ تو کفن نصیب ہوا اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ کئی روز کی مسلسل آنکھ مچولی کے بعد جب اس کمرے تک رسائی حاصل ہوئی تو زندگی کا وہ مکروہ چہرہ دیکھنے کو ملا کہ خود زندگی سے نفرت ہو گئی۔ دروازے سے روزن بنا کر ٹارچ کے ذریعے اندر جھانکا تو انسانی لاشیں اور ان کے اعضاء بکھرے نظر آئے۔ کہیں کوئی سر' کہیں کوئی دھڑ اور کہیں کوئی کھوپڑی...... کالج کے اس تاریک کمرے میں جن انسانوں کی لاشیں ہڈیوں کا ڈھانچہ بنتی ہیں یہ بھی تو کسی کے عزیز ہوں گے...... اب یہ لوگ تجربات طب کی نذر ہو کر کھنڈرات کا روپ دھار چکے ہیں۔ کمرے میں جگہ جگہ آگ جلنے کی وجہ سے فرش کالا ہو چکا تھا۔ شاید یہاں ان نعشوں کی بدبو کم کرنے یا ان میں سے کام کی چیزیں نکالنے کے بعد انہیں نذر آتش کرنا ضروری ہوتا ہو۔ ایک گلی سڑی انسانی نعش کمرے کے اس حصہ میں پڑی نظر آئی جہاں کوڑا کرکٹ پھینکا گیا تھا۔ چائے کے خالی ڈبے' گلوکوز کی خالی بوتلیں' استعمال شدہ سرنجوں اور انسانی و حیوانی فضلے کے درمیان پڑی ہوئی انسانی لاش سے ذہن پر انسانی زوال کی ایک ایسی تصویر نقش ہو جاتی ہے جسے دیکھ کر خود کو انسان کہلواتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ اس ضمن میں جب کالج کے ذمہ داران سے رابطہ کیا گیا تو زبان پر ایک ہی جملہ تھا۔ ہمیں کسی ایسے کمرے کا علم نہیں۔ بعض نے کہا یہ وہ لاوارث لاشیں ہیں جنہیں لینے کوئی نہیں آیا۔ جب پوچھا گیا کہ یہ بہتر نہیں کہ لاوارث لاشوں کو میونسپل کارپوریشن کے عملہ کے ذریعے دفن کروا دیا جائے تو جواب ملا ایسی لاوارث لاشیں میڈیکل کالج کے طلباء و طالبات کے کام آتی ہیں۔ کالج کے ایک طالب علم نے ہمیں بتایا' وہ منظر عبرتناک ہوتا ہے کہ جب سرجری کے طالب علم کسی لاش پر بری طرح جھپٹتے ہیں۔ کسی کے حصے میں لاش کا ہاتھ آتا ہے تو کسی کے حصے میں پاؤں' یہ ایک بہت ظالمانہ عمل ہے۔''

نامہ نگار مزید لکھتا ہے۔ ''سائنس کے اس ترقی یافتہ دور میں جب انسانی جسم کے تمام پہلوؤں کو دریافت کرا لیا گیا ہے۔ ہزاروں کتابوں' سلائیڈز اور مصنوعی انسانی اعضاء کے ذریعے انسانی جسم کی ساخت کو با آسانی سمجھا اور سمجھایا جا سکتا ہے تو کسی حقیقی انسان کی لاش کو اس طرح رسوا کرنے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ لاوارث لاشوں کا یہ حشر دیکھ کر ہسپتال اور کالج انتظامیہ کی مجرمانہ غفلت کا یہ پہلو بھی سامنے آتا ہے' وہ یہ کہ ان نعشوں کے بارے میں بھی کسی اخبار یا ٹی وی پر اشتہار نہیں دیا جاتا۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ جونہی ہسپتال میں کوئی لاوارث نعش آئے' اس کی تصویر اخبارات کے ذریعے مشتہر کروائی جائے تا کہ وہ بدنصیب لوگ جو کسی حادثے کی نذر ہو جاتے ہیں یا تقدیر انہیں گھر سے دور لا کر زندگی سے محروم کر دیتی ہے' انہیں دو گز زمین مل سکے اور لواحقین بے یقینی اور انتظار کے عذاب سے چھٹکارا حاصل کر سکیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہسپتال کے مختلف شعبوں میں جائز و ناجائز مدات میں لاکھوں کروڑوں روپے اڑا دیئے جاتے ہیں؟ اگر ایسے میں چند ہزار روپے انسانیت کے نام پر خرچ کر دیئے جائیں تو کیا حرج ہے۔

نامہ نگار مزید لکھتا ہے بدبو اور تعفن سے گھبرا کر جب تازہ ہوا لینے کے لئے چھت پر پہنچا تو وہاں ایک اور اندوہناک منظر میرا منتظر تھا' میں نے دیکھا کہ چھت پر ایک جنگلے کے درمیان اگی ہوئی گھاس میں جابجا انسانی ہڈیاں پڑی تھیں۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ گھاس مصنوعی نہیں تھی بلکہ ہڈیوں کو چھپانے کے لئے جو مٹی ڈالی گئی تھی' اس مٹی میں قدرتی طور پر گھاس اگ آئی تھی۔ بوسیدہ ہڈیاں گویا ان قدرتی اور اصلی کھاد بن چکی تھیں یہی وجہ تھی کہ گھاس خوب لہلہا رہی تھی۔''

(باقی آئندہ)

حوالہ جات

1- روزنامہ جنگ سنڈے میگزین 11-11-2001
2- روزنامہ صداقت 9-10-95
3- فیملی میگزین یکم تا سات دسمبر 2002ء
4- ایضاً
5- بحوالہ روزنامہ جنگ سنڈے میگزین 11-11-2001
6- دی ڈیویل ڈکشنری بحوالہ روزنامہ جنگ 11-11-2001
7- روداد مجلس مولانا مودودی از مظفر بیگ ص 31 مطبوعہ البدر لاہور
8- روزنامہ پاکستان 5-2-95
9- روزنامہ جنگ 8-12-93
10- روزنامہ جنگ سنڈے میگزین 27 فروری 1991
11- ایضاً
12- روزنامہ خبریں 23-11-92

درس قرآن

قسط نمبر 56

الکلام المونس فی تفسیر سورۃ یونس

سورۂ یونس کی تشریح و تفسیر

ابو عمر عبد الغفار المدنی حفظہ اللہ

مصیبت کے وقت اللہ کو پکارنے والا اور خوشی کے وقت بھول جانے والا ناشکرا انسان

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُمْ مَكْرٌ فِي آيَاتِنَا قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا إِنَّ
رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ (21) هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ
وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ
وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ
الشَّاكِرِينَ (22) فَلَمَّا أَنْجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ
عَلَى أَنْفُسِكُمْ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (23) (یونس)

ترجمہ: اور جب ہم لوگوں کو اس امر کے بعد کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو فوراً ہی ہماری آیتوں کے بارے میں چالیں چلنے لگتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ چال چلنے میں تم سے زیادہ تیز ہے بالیقین ہمارے فرشتے تمہاری سب چالوں کو لکھ رہے ہیں۔ وہ اللہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور تری میں چلاتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں ان پر ایک جھونکا سخت ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ (شاید میرے اوپر) آگرے (اس وقت) سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارتے ہیں کہ اگر تو ہم کو اس سے بچالے تو ہم ضرور شکر گزار بن جائیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو بچالیتا ہے تو فوراً ہی وہ زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو یہ تمہاری سرکشی تمہارے لئے وبال ہونے والی ہے۔ دنیاوی زندگی کے چند فائدے ہیں۔ پھر ہمارے پاس تم کو آنا ہے۔ پھر ہم سب تمہارا کیا ہوا تم کو بتلادیں گے۔

مفردات:

۱۔ تَمْكُرُونَ = کا مادہ م.ک.ر ہے جس کے معنی خفیہ تدبیر و چال کے ہیں اور یہ مکر یمکر (باب نصر ینصر) سے فعل مضارع معلوم جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے اور اس کا معنی ہے جو تم تدبیر کرتے ہو۔

۲۔ یُسَیِّرُکم۔ کا مادہ س۔ی۔ر ہے جس کے معنی سیر کرنے اور چلنے کے ہیں اور یہ سیر یسیر (باب تفعیل) سے

فعل ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب ہے اور اس کا معنی ہے وہی تم کو چلاتا، پھراتا ہے۔

۳۔ عَاصِفٌ = کا مادہ ع۔ ص۔ ف ہے جس کے معنی تیز ہوا، آندھی کے ہیں اور یہ عصف یعصف (باب ضرب یضرب) سے اسم فاعل ہے اور اس کا معنی تیز چلنے والی ہوا۔

تفسیر:

اللہ تعالیٰ اس آیت میں مکہ وغیرھا کے کفار ومشرکین کا طرز عمل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمارہے ہیں کہ یہ لوگ کفر وشرک، عداوت ومعصیت اور تکذیب وانکار، ضد وعناد، تکبر وہٹ دھرمی میں اتنے آگے بڑھے ہوئے ہیں اگر ہم اپنی مہربانی اور فضل وکرم سے ان کی تکالیف ومصائب کو دور کر کے ان کو اپنے احسانات ونعمتوں سے مالا مال کریں اور معاشی تنگی وفقر وفاقہ کی جگہ خوشحالی اور رزق کی فراوانی لائیں اور بیماری ومصیبت کی جگہ صحت وعافیت سے نوازیں اور قحط وخشک سالی کی جگہ موسلا دھار بارشیں برسائیں اور خوف وہراس کی جگہ امن وسکون عطا فرمائیں تو یہ لوگ ان احسانات ونعمتوں کو اللہ کی طرف سے سمجھنے کی بجائے ان کو اپنے معبودوں ومشکل کشاؤں اور اہل آستانہ ودرگاہوں کا کرشمہ اور ان کی مرہون منت جانتے ہیں اور ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنے کی بجائے اس کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور اللہ کی آیات پر ایمان لانے کی بجائے ان کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ان کے خلاف تدبیریں کرتے ہیں اور چالیں چلتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کو بارش ہوئی تو صبح کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ آج رات کو اللہ نے کیا فرمایا لوگوں نے جواب دیا کہ اللہ کو پتہ ہے یا اللہ کے رسول کو (وحی کے ذریعہ) ہمیں علم نہیں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ صبح کے وقت میرے بہت سے بندے مومن ہوں گے اور بہت سے کافر۔ کیونکہ رات کو جو بارش ہوئی ہے اس کے متعلق جو یہ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بارش برسائی ہے تو وہ مومن ہوگا اور جو یہ کہے گا کہ یہ ستاروں کی گردش کی وجہ سے یہ بارش ہوئی ہے تو اس نے کفر کیا۔ (صحیح بخاری کتاب الاذان باب یستقبل الامام الناس اذا سلم)

اور جیسا کہ قحط وخشک سالی کے وقت اہل مکہ کا نظریہ ورویہ تھا کہ جب ان پر قحط پڑا اور اسکی وجہ سے انتہائی پریشان ہوئے حتی کہ سوکھے چمڑے اور مردار اور ہڈیاں پیس پیس کر کھانے پر مجبور ہوئے تو اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آکر درخواست کی کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ یہ مصائب وتکالیف ہم سے دور ہوں جب اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ تکلیف دور کردی تو اللہ کا شکر ادا کرنے کی بجائے پہلے کی طرح کفر وشرک میں مگن رہے حالانکہ اس قحط وخشک سالی کے دور ہونے میں ان کے لئے بڑی نشانی ودلیل تھی کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں لیکن اپنی ہٹ دھرمی کی بناء پر یہی کہتے رہے کہ محمد ﷺ اگر آپ سچے رسول ہیں تو ہمیں کوئی معجزہ ونشانی دکھایئے۔

اللہ کی آیتوں کے مقابلہ میں مکر کرنے کا مطلب۔

وہ ان کو جھٹلاتے ہیں اور ان پر اعتراض کرتے ہیں اور ان سے استہزاء کرتے ہیں اور ان کے خلاف خفیہ تدابیر کرتے ہیں اور ان کے خلاف چالیں چلتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں باطل کو غالب کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس پر یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ اس کی تکذیب کرتے ہیں اور اس کے ساتھ استہزاء وسخریہ سے پیش آتے ہیں کفار ومشرکین کا یہی طرز عمل اسی سورت کی آیت نمبر ۱۲ میں بیان ہو چکا ہے۔ اسی طرح سورہ ہود ۱۰۔۹ اور حم السجدہ ۴۹۔۵۰ اور الروم ۳۳ میں بھی بیان ہے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ قرآن اور آپ کے ساتھ مکر وفریب کرنے والوں اور چالیں چلنے والوں سے کہہ دو کہ اللہ کی تدبیر ان کی تدبیر سے کہیں زیادہ تیز اور موثر وقوی ہے اور اس کا عذاب ان کی چالوں سے کہیں زیادہ جلدی آسکتا ہے اور وہ ان کی گرفت پر قادر ومختار ہے اور جب چاہے دنیا وآخرت میں ان کو سزا دے سکتا ہے اس سے کسی کو مفر وپناہ نہیں۔ رہا ان منکرین کو مہلت وڈھیل ملنا تو یہ بھی اللہ کی تدبیر کا ہی حصہ ہے اس کو وہ اپنے لئے بہتر نہ جانیں اور اس سے یہ نہ سمجھیں کہ اللہ ان پر راضی ہے بلکہ ان کو اللہ سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں وہ اچانک اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں۔

آیت کے آخر میں ارشاد ہوا کہ تمہاری ساری تدبیریں اور چالیں ہمارے فرشتے لکھ رہے ہیں اور ان کے اقوال واعمال جمع ہو رہے ہیں اور ان کی ڈائریاں، رپورٹیں مرتب ہو رہی ہیں۔ ان کے مطابق ان کی ہر چھوٹی بڑی بات اور ان کے ہر چھوٹے بڑے عمل کا مؤاخذہ ہوگا اور ان کو پورا پورا بدلہ ملے گا کیونکہ جب ان کے سب اقوال واعمال اللہ کے فرشتوں پر مخفی نہیں تو اللہ عالم الغیب والشہادہ پر کیسے مخفی ہو سکتے ہیں دیکھئے آیات (الانفطار ۱۰ تا ۱۲ اور الزخرف ۱۹۔۸۰ اور الطارق ۴ اور آل عمران ۸۱)

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت کا تذکرہ کیا ہے اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہیں خشکی وتری میں چلنے کی توفیق وطاقت عطا فرمائی کہ تم کشتی میں پیدل اور اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے جانوروں، گھوڑا، خچر، اونٹ، گدھا پر سفر کرتے ہو اور آج مختلف سواریوں، موٹر سائیکل، کار، بس، ٹرک، ریل گاڑی وغیرہ کے ذریعے دور دراز کا سفر کیا جاتا ہے۔

اسی طرح تری = سمندر ودریا وغیرہ میں تم اللہ کی توفیق سے ان کشتیوں اور بحری جہازوں کے ذریعہ سفر کرتے ہو جن کے بنانے کی اللہ تعالیٰ نے تمھیں عقل وسمجھ عطا فرمائی۔

اس سے مشرکین کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ تم کتنے عاجز وبے بس ہو کہ تم ہر وقت (خشکی وتری میں) اللہ کے محتاج ہو اس کی توفیق وطاقت کے بغیر تم خشکی وتری میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔ ذرا سوچو تو سہی جس اللہ کی آیات کے ساتھ تم استہزاء وتمسخر کرتے ہو اور ان کے خلاف چالیں چلتے ہو اس نے تمہارے لئے خشکی وتری کی سواریاں پیدا کر کے ان کے ذریعے چلنے اور سفر کرنے کی توفیق دے کر اور دوران سفر تمہاری حفاظت فرما کر تم پر احسان عظیم فرمایا ہے۔

خشکی کی سواریوں اور تری کی سواریوں کے متعلق دیکھئے۔ (النحل ۸۔۱۴ اور ۳۷ ہود اور البقرہ۔ ۱۶۴، بنی اسرائیل ۶۔۷۰ مریم ۵۸، المومنون۔ ۲۲ اور لقمان۔ ۳۱ اور فاطر ۱۲ اور یسین ۴۱۔۴۲، اور الزخرف ۱۲، الجاثیہ ۱۲ اور الرحمٰن ۲۴)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! جب تم ہمارے فضل وکرم سے ہماری دی ہوئی سمجھ کے مطابق بنائی ہوئی کشتی والی ہماری نعمت میں خوشی خوشی سفر کرتے ہوئے کسی طوفان وگھیرے میں پھنس جاتے ہو تو خالص ہمیں پکارتے ہو اور عہد واقرار کرتے ہو کہ یا اللہ! اگر آپ نے ہمیں اس طوفان ومصیبت سے نجات دے دی تو ہم تیرے شکر گزار بندے بن جائیں گے اور صرف تیری ہی عبادت کریں گے اور تیرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کریں گے۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ جب ہم ان کو اس مصیبت سے نجات دے دیتے ہیں تو وہ پھر اس پہلی سرکشی والی راہ پر چل پڑتے ہیں اور شرک وکفر میں مگن ہو جاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ اور دوسرے مشرکین عام حالات میں تو اللہ کے ساتھ دوسروں کو پکارتے تھے کہ یہ ہمارے معبود ومشکل کشا ہیں یہ بزرگ ہیں اور یہ اللہ کے بندے ہیں چونکہ ان کی بات اللہ تعالیٰ رد نہیں کرتے اس لئے ہم ان کو پکارتے ہیں لیکن جب ان پر مصائب وآلام کے پہاڑ ٹوٹتے اور ان کی کشتیاں بھنور میں پھنستیں اور وہ طوفانوں میں گھیرے جاتے تو صرف خالص ایک اللہ کو پکارتے باقی سب معبودوں، آستانوں درگاہوں، زندوں، مردوں، کو بھول جاتے اور ان کو چھوڑ دیتے لیکن مصیبت دور ہونے کے بعد اور کشتی کے طوفان سے نکل

جانے کے بعد اور خشکی پر پہنچ جانے کے بعد پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا شروع کر دیتے اور نافرمانی و معصیت والی زندگی میں لگ جاتے

قرآن مجید نے متعدد مقامات پر اس کی اس روش ورویہ کا ذکر ہے۔ دیکھئے ۴۰ ص ۴۱ الانعام۔ ۶۳۔ ۶۴ الانعام اور ۶۷ تا ۶۹ بنی اسرائیل '۶۲' النمل ۶۵ العنکبوت اور ۳۲ لقمان الزمر ۸۔ ۴۹)

لہٰذا ثابت ہوا کہ مشرکین جب مصائب میں گھر جاتے وہ اپنے خود ساختہ معبودوں کی بجائے صرف ایک اللہ کو ہی پکارتے جیسا کہ کتب احادیث میں سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل کا واقعہ مذکور ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر وہ فرار ہو گئے اور کہیں جانے کیلئے کشتی میں سوار ہوئے تو کشتی سمندری طوفان میں گھر گئی اور کشتی کے ملاح نے کشتی کی سواریوں سے کہا کہ آپ سب لوگ ایک اللہ کو پکاریں کیونکہ اس کے علاوہ اس طوفان سے کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اگر سمندر میں نجات دینے والا صرف ایک اللہ ہے تو خشکی میں بھی یقیناً نجات دینے والا وہی ہے اور یہی بات محمد ﷺ کہتے ہیں چنانچہ انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ اگر آج بچ گیا تو جا کر اسلام قبول کر لوں گا۔ اللہ نے ان کو بچا لیا اور وہ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

(ابو داؤد حدیث نمبر ۲۶۸۳' سنن نسائی)

لیکن افسوس کی بات ہے کہ امت محمدیہ ﷺ کے اکثر افراد اس قدر شرک میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ وہ مشرکین مکہ سے بھی تجاوز کر گئے کہ وہ مصائب و تکالیف میں اللہ کی طرف رجوع کرنے کی بجائے قبروں اور مزاروں والوں کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں اور انہیں فوت شدہ بزرگوں کو مشکل کشا اور حاجت روا مانتے ہیں اور انہیں کو مدد کے لئے پکارتے ہیں۔ العیاذ باللہ

اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین مکہ کا شرک رواجی تھا یعنی وہ کہتے تھے کہ ہمارے باپ دادا ایسے کرتے تھے لہٰذا ہم بھی ایسا کریں گے لیکن اس امت کے مشرکین کا شرک اعتقادی ہے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ فوت شدہ بزرگ ہماری مشکل کشائی اور فریادرسی پر قادر و مختار ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اب اگر سوچا اور دیکھا جائے تو ان کا شرک مشرکین مکہ کے شرک سے زیادہ خطرناک و قبیح ہے اور ان کے اس بدترین شرک کی اساس و بنیاد صوفیاء کی طرف سے تلقین کیا جانے والا "عقیدہ" (تصور شیخ) ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اپنے لئے ایک پیر و مرشد مقرر کرو پھر اس مرشد و شیخ کی غیر مشروط اطاعت کے ساتھ ساتھ اس کو ہر وقت اپنے ذہن میں حاضر و متصور رکھو اور یہ اعتقاد رکھو کہ وہ ہر وقت آپ کے ساتھ ہے اور آپ کے احوال سے باخبر ہے اور بوقت ضرورت آپ کی مدد کرتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ہر مرید اپنے پیر و مرشد کی شکل ہر وقت اپنے ذہن میں رکھے۔

اللہ تعالیٰ نے تو مسلمانوں کو صرف رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و پیروی کا حکم دیا تھا لیکن صوفیوں کی تعلیم کے مطابق مرید عابد اور پیر و مرشد معبود کے مقام پر ہے۔

اور وہ کہتے ہیں کہ کوئی آدمی اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے قریب ہو ہی نہیں سکتا جب تک صوفیوں کے قائم کردہ طریقت کے سلسلوں میں سے کسی ایک سلسلہ سے وابستہ ہو کر تصور شیخ کی مشق کر کے فنافی الشیخ (شیخ کی ذات و تصور میں فنا ہو جانا) نہ ہو جائے۔ یعنی اسے اپنی ذات کیلئے حاضر و ناظر گفتار کو سننے والا اور کردار کو دیکھنے والا سمجھے اس عقیدہ و نظریہ کی وجہ سے مریدین حضرات ساری عمر فنافی الشیخ کی منزل کی تکمیل میں ہی ہلاک اور فنا ہو جاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دور کر کے اپنا غلام بنانے کا صوفیوں کا یہ کامیاب حربہ ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے باغیو! اور سرکشو یاد رکھو! تمہاری اس بغاوت و سرکشی کا وبال تمہارے اوپر ہی لوٹنے والا ہے اور تم کسی اور کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ تم جس وقت اور جس جگہ پر بھی ہو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکتے۔

یہ دنیا چند روزہ ہے اور اس کا سامان و فائدہ عارضی ہے یہ گزار لو آخر تمہیں ہمارے پاس ہی آنا ہے پھر ہم تمہیں تمہارے اعمال بتلائیں گے یعنی ان کی سزا دیں گے۔

فوائد:

۱۔ اللہ کی تدبیر سب کی تدابیر پر غالب ہے۔

۲۔ انسان اپنی بقاء و حفاظت میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔

۳۔ مشرکین مکہ اس امت کے مشرکین سے بہتر تھے کہ وہ کم از کم مصائب و مشکلات میں تو صرف اللہ کو پکارتے تھے مگر یہ لوگ اس وقت بھی اپنے مشکل کشاؤں کو پکارتے ہیں اور شرک سے باز نہیں آتے شیطان نے ان پر ایسا تسلط قائم کر رکھا ہے کہ ان کو مرتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کو پکارنے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔

۴۔ انسان کے بغی و مکر کا نقصان اسی کو ہی پہنچتا ہے۔

۵۔ قیامت کی صداقت و حقانیت کا ثبوت۔

بقیہ معرکے

کا انڈین آرمی سے ایک موڑ پر اچانک ٹکراؤ ہوا۔ مجاہدین اور بھارتی فوج میں ہونے والی شدید فائرنگ میں 3 فوجی اہلکار مارے گئے اور چار زخمی ہوئے جبکہ درج ذیل مجاہد لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان شاء اللہ

ابو عادل حافظ عبدالستار بن معلم

عالم کفر کی سازشوں کے خلاف اپنا اپنا کردار ادا کرنا نہ بھولئے

آئیے چوکنے مسلمان اور مجاہد داعی کے طور پر کام کریں

مجلۃ الدعوۃ کی طرف سے آپ کیلئے خصوصی ٹاسک:

آج کفر کی آندھی یقیناً بہت تیز چل رہی ہے۔ عالم کفر اپنے تمام تر لاؤ لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہے اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتا ہے۔ کہیں وہ مسلمانوں کو بارود کی بارش کر کے تباہ کر رہا ہے تو کہیں ارتدادی لٹریچر' پروپیگنڈہ اور میڈیا وار کے ذریعے مسلمانوں کو اپنے دین سے منحرف کر دینا چاہتا ہے۔ ان حالات میں کیا ہم اپنے حوصلے چھوڑ کر اور مایوس ہو کر بیٹھ جائیں...... ہرگز نہیں...... یہ نہ قرآن کا حکم ہے اور نہ اس طرح ہمارے اوپر مصائب ٹل سکتے ہیں۔

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین

نہ ہمت ہارو اور نہ مایوسی اختیار کرو۔ تم ہی غالب ہو گے اگر تم مومن ہو۔

عالم کفر بے شک ہر ہتھیار کے ساتھ میدان میں ہے لیکن گھبرانے کی کوئی بات نہیں...... مسلمانوں کے لئے یہ کوئی پہلا موقع نہیں۔ اس سے پہلے بھی مسلمان کافروں کو ہر میدان میں شکست دے چکے ہیں اور اب بھی ان شاء اللہ شکست انہی کا مقدر ہو گی۔ ضرورت صرف اتنی ہے کہ ہم جہاں بھی ہیں' اپنا اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ میدان جہاد میں ہیں تو خون کا آخری قطرہ اللہ کے حضور پیش کر کے کافروں کی توپوں کو خاموش کر دیں اور اگر دعوت کے میدان میں ہیں تو پھر ایک مجاہد داعی کا کردار ادا کریں۔ نہ صرف لوگوں کو دعوت دیں بلکہ اپنے اردگرد ہونے والی کافروں کی ہر سازش سے بھی چوکنے رہیں' خاص طور پر جو این جی اوز آپ کے علاقوں میں لوگوں کو تعمیر و ترقی کے نام پر الحاد اور عیسائیت کی طرف لانا چاہتی ہیں' ان سے ہمیں فوراً آگاہ کریں...... ان کی سرگرمیوں کی ہمیں پوری رپورٹ بھیجیں تاکہ ہم ان کی سازشوں کو ناکام بنائیں۔ ہم ان رپورٹوں کو مجلۃ الدعوۃ میں خصوصی جگہ دیں گے۔ ان شاء اللہ اور اگر آپ ضرورت سمجھیں تو مجلۃ الدعوۃ کا نمائندہ بھی آپ کی مدد کے لئے حاضر ہو سکتا ہے۔ ہم آپ کے تعاون کے منتظر ہیں۔ مجلۃ الدعوۃ این جی اوز' عیسائی مشنری تنظیموں' سودی کمپنیوں اور ملٹی نیشنل یہودی کمپنیوں' میکڈونلڈز' پیپسی وغیرہ کو بے نقاب کرتا آیا ہے۔ اس مشن کو اور تیز تر کریں اور عالم کفر کی سازشیں بے نقاب کریں۔ جزاکم اللہ خیراً۔ ادارہ

رابطہ: دفتر مجلۃ الدعوۃ 4 لیک روڈ چوبرجی لاہور
فون نمبر 7466342

قسط نمبر 1

اسلام کا معاشی نظام

عبد المنتقم شاہین

قرآن وسنت کی روشنی میں ایک رہنما تحریر

اللہ تعالیٰ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے نبی ﷺ کی زبانی ارشاد فرمایا۔

''آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور بحیثیت (نظام) تمہارے لئے اسلام کو پسند کیا ہے''

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی روشنی میں اگر تاریخ کا بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو ہمیں یہ بات روز روشن کی طرح واضح نظر آتی ہے کہ ازل سے لے کر موجودہ دور تک جتنے بھی نظام اس دنیا میں آئے۔ وہ چاہے جمہوریت کی صورت میں ہوں یا سوشلزم کی شکل میں' وہ کمیونزم کی صورت میں ہو یا آمریت کی شکل میں' جن کو انسانی فلاح اور ترقی کے لئے پیش کیا گیا ان میں سے کسی نظام کے اندر اتنی جامعیت نہیں پائی جاتی جتنی اسلامی نظام کے اندر پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اسلام وہ نظام ہے جو لوگوں کے درمیان مساوات اور ان کی فلاح وخوشحالی کا ضامن ہے۔ موجودہ دور میں چار بڑی قسم کے نظام موجود ہیں۔

> **تاجر کا فرض ہے کہ وہ تجارت تمدنی نقطہ نظر سے کرے اور اسے اپنا فرض سمجھے احتکار' اکتناز' دھوکہ بازی اور ناجائز منافع خوری سے بچے اور سچ بولنے کی کوشش کرے۔ حدیث' سچا تاجر فرشتوں کا رفیق اور ساتھی ہے**

1۔ جمہوریت:

اس زمانے میں جمہوریت کا بڑا چرچا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جمہوریت نے قانون کی نظر میں عوام کو کتنا آزاد اور خود مختار بنا دیا ہے لیکن اول تو یہ آزادی محض ایک دھوکہ ہوتی ہے۔ دوسرے یہ مادر پدر آزادی ہوتی ہے جس کے نتیجے میں معاشرہ اخلاقی طور پر تباہ ہو جاتا ہے۔ اخلاقی اقدار ختم ہو جاتی ہیں اور صرف مادیت پرستی اور خودغرضی رہ جاتی ہے۔ دوسرے اس میں معاشی طور پر کسی کے مستحکم ہونے کی ضمانت نہیں ہوتی۔

2۔ اشتراکیت:

اشتراکیت نے معمولی حد تک لوگوں کو معاشی لحاظ سے مستحکم کیا۔ لیکن عوام کی شخصی آزادی چھین لی۔ نظام اشتراکیت کے اندر بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ معاش کے مسئلہ کو اصل مسئلہ قرار دے کر پوری انسانی زندگی کو اس کے گرد گھما دیتا ہے۔ زندگی کے کسی مسئلہ پر بھی اس کی نظر تحقیقی نہیں ہے بلکہ وہ دنیا کے سارے مسائل کو ایک گہرے معاشی تعصب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اخلاقی علوم' عمرانیات' تاریخ' سائنس' مابعد الطبیعات' غرض ہر چیز اس کے دائرے میں معاشی نقطہ نظر سے مغلوب ومتاثر ہے یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ اشراکیت میں انسانوں اور جانوروں میں کوئی فرق نہیں۔

3۔ آمریت:

جہاں تک آمریت کا تعلق ہے تو اس نے انسانوں سے سب کچھ سلب کر لیا ہے۔ اور انسان کے وسائل اور معاش کو ایک حد تک مفلوج ومسدود کر دیا ہے۔

4۔ اسلامی نظام:

اسلامی نظام ہی وہ اصل نظام ہے جس میں ہر شعبہ ہائے زندگی کے لئے مکمل رہنمائی موجود ہے اور اسلام ہی وہ منصفانہ نظام ہے جو انسان کی آزادی اور معاش دونوں کی ضمانت دیتا ہے۔ یہ صرف مسلمانوں کا ہی نقطہ نظر نہیں بلکہ اسلام دشمن عناصر نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے ایک مشہور یورپی مفکر قانون جس نے اسلام پر بہت زیادہ تحقیق کی وہ شخصیت آسٹروراگ (Astrorog) کی ہے وہ اسلام کی شاندار روایت پر اسے خراج تحسین پیش کرتا ہے۔

''ممکن ہے کہ اسلام اپنی شاندار تاریخ' شاندار لٹریچر اور سادہ زاہدانہ عقیدوں کی وجہ سے لاکھوں سال تک قائم رہے۔''

آج ہم بیسوی صدی گزار چکے ہیں۔ ہم سوچیں کہ ہم نے واقعی ترقی کی ہے یا پرانی عہد جاہلیت کی ہی قدروں سے چمٹے ہوئے ہیں۔ کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ آج بھی انسانی مساعی کا رخ اپنی ذات یا اپنے ملک کی ترقی کی جانب ہے اور ہر ملک وقوم دوسروں کے حقوق کی پروا کئے بغیر اپنی اقتصادی اور معاشی ترقی کے لئے کوشاں ہے۔ خواہ اس سے دوسروں کے حقوق مجروح ہی کیوں نہ ہوں اور آج بھی کئی ممالک انہیں اقدار کو گلے لگائے ہوئے ہیں جن کو عہد جاہلیت کی پیداوار کہا جاتا ہے۔ اگر یہ نقطہ نظر واقعی درست ہے تو ہمیں سوچنا ہوگا کہ ہم ظلم اور ناانصافی کی ان پرانی روایات کو قائم رکھیں یا بنی نوع انسان کے روشن مستقبل کی بنیاد رکھنے کے متمنی ہیں۔ اگر ہمارا فیصلہ انسان کے روشن مستقبل کے حق میں ہوتا ہے تو ہمیں موجودہ بین الاقوامی اقتصادی اور معاشی نظام کو تبدیل کرنا ہوگا موجودہ دور کے مادی ترقی وخوشحالی' صنعتی' فنی اور ترقیاتی انقلابات کے باوجود دنیا کو مفلسی ونا داری سے نجات نہیں مل سکی۔ بین الاقوامی اداروں کے فراہم کردہ اعداد وشمار کے مطابق آج بھی دنیا کی آبادی کا 60% خطہ غربت وافلاس کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ سرمایہ داری اور اشراکیت نے ہمیشہ انسان کے دکھوں میں اضافہ کیا ہے۔ سرمایہ داری نظام میں آزادی تو ہے مگر معاش نہیں اور اس کے برعکس اشراکیت میں معاش ہے لیکن آزادی مفقود ہے۔ ذاتی خواہشات کی تکمیل انسانی زندگی کا سب سے بڑا مقصد رہا ہے۔ اس کے لئے وہ دماغ کی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے۔ جب انسانی کوششوں کا محور ذاتی مفاد ہوتا ہے تو انسان دوسروں کے حقوق غصب کر لیتا ہے اور بتدریج ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' والا مقولہ معاشرہ کا رہنما اصول بن جاتا ہے اور مختلف پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں جس کا مظاہرہ آج

> **جو شخص حلال دولت جمع کرتا ہے' یہ بھی اس وقت تک پاک نہیں' جب تک کہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کر دے۔ ارشاد باری ہے۔ اے نبی ان کے اموال میں سے صدقہ وصول کرو جو ان کو پاک کر دے اور ان کا تزکیہ کرے**

امریکہ پوری دنیا میں کر رہا ہے۔ اب اگر ہم اصلاحی اور فنی پیچیدگیوں سے بچ کر سیدھے سادھے طریقے سے دیکھیں تو انسان کا معاشی مسئلہ ہم کو یہ نظر آتا ہے کہ تمدن کی رفتار ترقی کو قائم رکھتے ہوئے کس طرح تمام انسانوں کو ان کی ضروریات زندگی بہم پہنچانے کا انتظام ہو اور کس طرح معاشرے میں ہر شخص کو اپنی صلاحیت و قابلیت کے مطابق ترقی کرنے اور اپنی شخصیت کو پروان چڑھانے اور اسے کمال درجے تک پہنچانے کے مواقع حاصل رہیں۔ انسان کا اصل معاشی مسئلہ یہ نہیں کہ تمدن کی ترقی کو کس طرح روکا جائے یا اس کے قدرتی مظاہر کو کس طرح تبدیل کیا جائے بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ تمدن کے نشوونما کی فطرتی رفتار کو برقرار رکھتے ہوئے اجتماعی ظلم و ناانصافی کو کیسے روکا جائے اور ان رکاوٹوں کا سدباب کس طرح کیا جائے جن کی بدولت بہت سے انسانوں کی قوتیں اور قابلیتیں محض وسائل کے فقدان کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں۔

یہاں ہمارا اصل مقصد یہ ہے کہ معیشت کے ایک ایسے طریقے پر گفتگو کی جائے جو سب سے پہلے معاشرہ میں چند ایسی اخلاقی اور عملی بنیادیں قائم کرتا ہے جو اس معیشت کے وجود کو قائم رکھے اور اس کے لئے افراد کے اخلاق میں ایک ایسی کیفیت پیدا کرتا ہے جو ایک متوازن معاشرہ کے لئے ضروری ہے۔ وہ طریقہ ایک طرف فرد کی آزادی پر پابندیاں عائد کرتا ہے جو اجتماعی مفاد کے لئے معاون اور مفید ثابت ہوں۔ دوسری طرف معاشرتی قوانین وضع کرتا ہے جو معاشی زندگی کی تمام خرابیوں کا سدباب کر سکیں اور یہی وہ معیشت ہے جس کی دعوت چودہ سو سال قبل رسول عربی محمد ﷺ نے دی تھی۔ اس معیشت کو سمجھنے کے لئے اولاً اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی دی ہوئی چند بنیادی تعلیمات کو سمجھ لینا ضروری ہے۔

1۔ وہ تمام ذرائع اور وسائل جن پر انسان کی معیشت کا انحصار ہے سب اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ انسان ایک امین کی حیثیت سے ان میں تصرف کا حق دار ہے۔

2۔ اور اس وجہ سے انسان ذرائع پیدوار کے اکتساب اور استعمال کے معاملے میں آزاد ہونے کا حق نہیں رکھتا۔ اس کے اختیارات اللہ اور اس کے رسول کی مقرر کردہ حدود کے پابند ہیں وہ خود ہی حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے قانون نہیں بنا سکتا۔

3۔ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی متعین کی ہوئی حدود کا منشا یہ ہے کہ اس پر سختی سے عمل پیرا ہوا جائے کیونکہ انسان نے ایک روز اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے اور اللہ رب العزت اس سے اس کی دنیوی کی زندگی کے بارے میں سوال کریں گے۔

ساتھ ہی ساتھ ایمان' عبادات و تعلیم اور اخلاقی تربیت کے ذریعے انسان کی داخلی اصلاح کی جاتی ہے تاکہ اس کے اندر ایک مضبوط اخلاقی حس پیدا ہو جائے جس سے وہ عدل و انصاف پر قائم رہے اور ظلم و جبر کے قریب نہ جائے۔

4۔ رسول عربی ﷺ کی تعلیم انسانی وحدت اور اخوت کی علمبردار ہے اور تفرقہ و تصادم کی مخالف ہے۔ آپ کی تعلیم ان تمام ذرائع کا سدباب کرتی ہے جو معاشرہ کو مصنوعی طبقات میں تقسیم کر کے طبقاتی نزاع کی طرف لے جاتے ہیں انسانی قابلیتوں اور عادات کی بنا پر جو طبقات انسانی معاشرہ میں فطرتاً پیدا ہوتے ہیں آپ کی تعلیم ان کو ہمدردی اور تعاون کی راہ دکھاتی ہے نہ کہ نزاع اور کشمکش کی۔

سرمایہ داری' جمہوریت اور اشتراکیت نے ہمیشہ انسان کے دکھوں میں اضافہ کیا ہے۔ سرمایہ داری نظام میں آزادی تو ہے مگر معاش نہیں' اشتراکیت میں معاش ہے لیکن آزادی نہیں' جمہوریت میں اخلاقی قدریں ختم ہو کر مادہ پرستی اور خودغرضی ہی رہ جاتی ہے اور اس میں استحکام معیشت کی کوئی ضمانت نہیں

رسول عربی ﷺ کی معاشی تعلیمات کا ایک پہلو یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے خرچ میں کفایت شعاری اور میانہ روی کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیتا ہے تاکہ افراد اپنے معاشی وسائل سے کام لینے میں افراط و تفریط کی روش اختیار کر کے تقسیم دولت کے توازن کو بگاڑ نہ سکیں۔ اس بارے میں رسول عربی ﷺ کی دی ہوئی ہدایت صرف اخلاقی تعلیم پر ہی اکتفا نہیں کرتی بلکہ بخل اور فضول خرچی کی ان تمام صورتوں کو جو معاشی زندگی میں بدنظمی پیدا کرنے کا باعث ہو حرام قرار دیتی ہے۔

حلال ذرائع معاش اختیار کرنے کی آزادی

اسلام نے انسان کے اس حق کو تسلیم کیا ہے کہ اللہ کی زمین میں وہ اپنی طبیعت کے رجحان اور اپنی استعداد و قابلیت کے مطابق خود اپنا سامان زیست تلاش کرے لیکن وہ اس کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اپنی معاش حاصل کرنے سے اخلاق کو خراب کرنے والے یا تمدن کے نظام کو بگاڑنے والے ذرائع اختیار کرے۔ وہ اس بارے میں حلال اور حرام میں تمیز قائم کرتا ہے۔ اسلام اپنے پیروؤں کو دولت کمانے کا عام لائسنس نہیں دیتا بلکہ کمائی کے طریقوں کا اجتماعی مفاد کے لحاظ سے جائز اور ناجائز کا امتیاز قائم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اس قاعدہ کو یوں بیان کرتا ہے۔

ترجمہ "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقوں سے نہ کھایا کرو بجز اس کے کہ تجارت ہو آپس کی رضامندی سے۔ اور تم خود اپنے آپ کو (یا آپس میں ایک دوسرے کو) ہلاک نہ کرو' اللہ تمہارے حال پر مہربان ہے جو کوئی اپنی حد سے تجاوز کر کے ظلم کے ساتھ ایسا کرے گا اس کو ہم آگ میں جھونک دیں گے" (النساء 29-30)

حرام ذرائع کی ممانعت:

اس حکم کے علاوہ مختلف مقامات پر قرآن مجید میں اکتساب مال پر جو کچھ کہا گیا ہے۔ مختصراً یہ ہے۔ یعنی حصول مال کے وہ ذرائع جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

رشوت و غصب' خیانت' چوری' مال یتیم میں بے جا تصرف' کم تولنا' فحاشی کا کاروبار' قحبہ گری اور زنا کی آمدنی' شراب کی صنعت اس کو خریدنا' بیچنا اور رکھنا' جوا' بت گری' بت سازی' .... اور فال گیری کا کاروبار اور سود یہ سب اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیے ہیں' نیز کاروبار کی تمام شکلوں کو اس نے چھانٹ چھانٹ کرنا جائز قرار دیا ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے نزاع پیدا کرنے والی ہوں۔

اگر آپ اسلام کے تجارتی نظام کا تفصیلی مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہو کہ آج جن طریقوں کو اپنا کر لوگ راتوں رات امیر بن جاتے ہیں' ان میں سے اکثر طریقے وہ ہیں جن پر اسلام نے سخت قانونی بندشیں عائد کر دی ہیں اور کسب معاش کا ایک دائرہ محدود کر دیا ہے کہ جس کے اندر رہ کر ہی حلال روزی کمائی جا سکتی ہے۔

سرمایہ دارانہ ذہن میں بغیر سود کے پیسہ دینے کا تصور ہی محال ہے جبکہ اسلام میں حاجت مند کو قرض ہی نہیں بلکہ اس کی واپسی کا مطالبہ بھی نرمی سے کرنے کا حکم ہے بلکہ اگر ہو سکے تو معاف کر دینے کا حکم ہے

دولت کے استعمال کی صورتیں:

دولت کے استعمال کی تین صورتیں ہیں۔

1۔ اس کو خرچ کیا جائے' 2۔ یا جمع کریں۔ 3۔ اسے مزید نفع کمانے کے لئے صرف کیا جائے۔

سب سے پہلے خرچ کرنے کے جتنے طریقے اخلاق کو نقصان پہنچانے والے ہیں یا جن کی بدولت معاشرہ کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو' وہ سب ممنوع ہیں آپ جوئے شراب' زنا یا اس قسم کی

دوسری غلاظتوں میں اپنا روپیہ صرف نہیں کر سکتے۔ اسلام اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ انسان جائز طریقوں سے حاصل شدہ دولت کو ناجائز کاموں میں اڑائے' یا اپنے ہی عیش ولطف پر اسے صرف کرتا چلا جائے اس کے علاوہ کوئی اور مصرف اس کی نگاہ میں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اسی بات کو قرآن میں یوں واضح فرماتا ہے۔

خرچ میں حد سے نہ گزرو' اللہ فضول خرچی کو پسند نہیں کرتا'' (الانعام 141)

ایک اور جگہ پر اللہ فرماتے ہیں

''فضول خرچی نہ کرو' فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے'' (بنی اسرائیل)

ان آیات کی رو سے انسان کے لئے صحیح روش یہ ہے کہ وہ اپنی ذات پر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے میں اعتدال سے کام لے اسے بخل بھی نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی اسے بے دریغ لٹا دینا چاہئے۔

بچت کو فوراً کسی جائز استعمال میں لائیں:

جائز خرچ کرنے کے بعد جو کچھ بچ جائے اس کے صرف کرنے کیلئے بھی اسلام نے ایک مکمل طریقہ وضع کیا ہے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرے یا بھلائی کے دوسرے کاموں میں لگائے۔ ارشاد باری ہے کہ

''اور نیک سلوک کرو اپنے ماں باپ کے ساتھ اور اپنے رشتہ داروں اور نادار مسکینوں اور قرابت داروں' پڑوسیوں اور اجنبی ہمسائیوں اور پاس بیٹھنے والے ساتھیوں اور مسافروں اور اپنی لونڈی غلاموں کے ساتھ۔'' (النساء 36)

یہاں پر اسلام کا نقطہ نظر سرمایہ داری کے نقطہ نظر سے بالکل مختلف ہو جاتا ہے۔ ایک سرمایہ دار سمجھتا ہے کہ خرچ کرنے سے مفلس ہو جاؤں گا اور جمع کرنے سے مال دار ہوں گا۔ اسلام کا نقطہ نظریہ ہے کہ خرچ کرنے سے برکت ہوگی میری دولت بڑھے گی نہ کہ گھٹے گی۔ وہ (سرمایہ دار) سمجھتا ہے کہ دولت کو جمع کرکے اس کو سود پر چلانے سے دولت بڑھتی ہے اسلام کہتا ہے کہ نہیں سود سے تو دولت گھٹ جاتی ہے۔ دولت بڑھانے کا ذریعہ نیک کاموں میں دولت کا صرف کرنا ہے۔ اسلام کے نزدیک بہترین اصول صرف یہ ہے کہ آدمی جو کچھ کمائے اسے اپنی جائز اور معقول ضرورتوں پر خرچ کرے اور پھر بھی جو بچ رہے اسے دوسروں کو دے دے تاکہ وہ اپنی ضرورتوں پر خرچ کریں۔ اس صفت کو اسلام نے بلند ترین اخلاق کے معیار میں داخل کیا ہے۔ غرضیکہ اسلام نے ان تمام دروازوں کو بند کر دیا ہے جن سے انسان کی دولت کا بیشتر حصہ اس کی اپنی نفس پرستی پر صرف ہو جاتا ہے۔ زر پرستی' دولت دنیا کی حرص وہوس اور خوشحالی پر فخر وغرور انسان کی گمراہی اور بالآخر اس کی تباہی کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے' جس کو قرآن مجید اس طرح واضح کرتا ہے کہ

مشہور یورپی مفکر قانون آسٹر واک اسلام پر بہت زیادہ تحقیق کے بعد اس کی شاندار روایت پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہتا ہے۔ ''ممکن ہے کہ اسلام اپنی شاندار تاریخ لٹریچر اور سادہ زاہدانہ عقیدے کی وجہ سے لاکھوں سال تک قائم رہے

ترجمہ'' تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹنے کی فکر نے مستغرق کر رکھا ہے' قبر میں جانے تک تم اسی فکر میں منہمک رہتے ہو' یہ ہرگز تمہارے لئے نافع نہیں ہے' جلدی ہی تم کو اس کا انجام معلوم ہو جائے گا''۔ (التکاثر 3-1)

سود سے حقیقتاً دنیا میں غربت بڑھتی ہے حلال کاروبار اور صدقات وزکوٰۃ سے خوشحالی آتی ہے

بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اپنی ضرورت سے زیادہ کمائی ہوئی دولت کو پھر مزید زائد از ضرورت دولت کمانے میں لگانا چاہیں گے'' اس لئے اسلام نے اس کے استعمال کا یہ طریقہ کہ سود پر لگایا جائے حرام قرار دیا ہے۔ سود اسلامی قانون میں قطعی حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے'' کہ اللہ سود کو تباہ کر دیتا ہے اور صدقات کو نشوونما دیتا ہے۔'' (البقرہ 276)

اسی طرح سود کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ

''اور یہ جو تم سود دیتے ہو تاکہ لوگوں کے اموال میں اضافہ ہو تو وہ اللہ کے نزدیک وہ ہرگز نہیں بڑھتا۔ بڑھوتری تو ان اموال کو نصیب ہوتی ہے جو تم اللہ کے لئے زکوٰۃ دیتے ہو'' (الروم:39)

یہ ایک نیا نظریہ ہے جو سرمایہ داری کے بالکل الٹ ہے۔ خرچ کرنے سے' دولت کا بڑھنا اور خرچ کئے ہوئے مال کا ضائع نہ ہونا بلکہ اس کا پورا پورا بدل کچھ زائد فائدے کے ساتھ واپس آنا جبکہ سود سے دولت میں اضافہ ہونے کی بجائے الٹا گھاٹا آنا' زکوٰۃ صدقات سے دولت میں کمی ہونے کی بجائے اضافہ ہونا' یہ ایسے نظریات ہیں جو بظاہر عجیب معلوم ہوتے ہیں' سننے والا سمجھتا ہے شاید ان سب باتوں کا تعلق محض آخرت سے ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ ان باتوں کا تعلق آخرت سے بھی ہے اور اسلام کی نگاہ میں اصل اہمیت اسی کی ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس دنیا میں بھی معاشی حیثیت سے یہ نظریات ایک نہایت مضبوط بنیاد پر قائم ہیں۔ دولت کو جمع کرنے اور اس کو سود پر چلانے کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ دولت سمٹ سمٹ کر چند افراد کے پاس اکٹھی ہو جائے گی۔ جمہور کی قوت خرید روز بروز گھٹتی چلی جائے۔ صنعت وتجارت اور زراعت میں کساد بازاری رونما ہو' قوم کی معاشی زندگی تباہی کے دھانے تک جا پہنچے اور آخرکار خود سرمایہ دار افراد کے لئے بھی اپنی جمع شدہ دولت کو افزائش دولت کے کاموں میں لگانے کا کوئی موقع باقی نہ رہے۔ ایک حدیث مبارکہ بھی اسی بات کی غمازی کر رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

ان الربو وان کثر فان عاقبة تصیر الیٰ قل (ابن ماجه. احمد)

ترجمہ'' سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو مگر اس کا انجام کمی کی طرف پلٹتا ہے۔''

اسلام جو ذہنیت پیدا کرتا ہے وہ بھی سرمایہ دارانہ ذہنیت سے بالکل مختلف ہے۔ سرمایہ دار کے ذہن میں کسی طرح یہ تصور سما ہی نہیں سکتا کہ ایک شخص اپنا روپیہ دوسرے کو سود کے بغیر کیسے دے سکتا ہے؟ وہ قرض پر نہ صرف سود لیتا ہے بلکہ اپنے اصل مال اور سود کی بازیافت کے لئے قرض کے کپڑے اور گھر کے برتن تک قرق کر لیتا ہے مگر اسلام کی تعلیم اس کے برعکس یہ ہے کہ حاجت مند کو قرض ہی نہ دو بلکہ اگر وہ تنگ دست ہو تو اس پر قرض کا مطالبہ کرنے میں سختی نہ کرو اگر ہو سکے تو اسے معاف ہی کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وان کان ذوعسرة فنظرة الی میسرة وان تصدقو خیرلکم ان کنتم تعلمون (البقرہ 280)

اگر قرض دار تنگ دست ہو تو اس کی حالت درست ہونے تک اسے مہلت دے دو' اگر معاف کر دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اس کا فائدہ تم سمجھ سکتے ہو اگر کچھ علم رکھتے ہو''

اسی طرح اسلام سرمایہ داری کی کمر توڑ دیتا ہے اور اس کے بڑے ہتھیار کو کند کر دیتا ہے' جس کے ذریعے سے سرمایہ دار محض اپنے سرمایہ کے بل بوتے پر آس پاس کی معاشی دولت سمیٹتا چلا جاتا ہے۔

اسلام نے حلال ذرائع معاش اختیار کرنے کی آزادی دی ہے تو حرام ذرائع کی ممانعت بھی کی ہے اس کے ساتھ ساتھ دولت کے صحیح استعمال کی ترغیب دی ہے اور بے جا خرچ سے بچنے اور بچت کو بھی جائز استعمال میں لانے کی تعلیم دی ہے

اسلام اور سائنس

جدید دور میں اسلام کی سائنس پر فتح

ریاض الحسن نوری ، مشیر وفاقی شرعی عدالت

نحمده ونصلي على رسوله الكريم اهدنا الصراط المستقيم واجعل لي لسان صدق في الاخرين اما بعد

اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں کو وقت اور ضرورت کی مناسبت سے معجزات عطا فرمائے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جادو کا شہرہ تھا۔ آپ کو اسی مناسبت سے جادوگروں کو نیچا دکھانے کے معجزات دیئے گئے۔ علی ھذا القیاس یوں تو نبی ﷺ سے وقتاً فوقتاً مختلف قسم کے معجزات ظہور پذیر ہوتے رہے جو سیرت کی کتب میں

> ہر کھیت میں ایک ملین کینچوے ہوتے ہیں جو زمین میں گہری نالیاں بنا کر اسے قابل زراعت بنانے کا ایسا عظیم کردار ادا کرتے ہیں کہ سائنسدان اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اگر کینچوا نہ ہوتا تو کوئی نباتات پیدا ہی نہ ہوتی

مرقوم ہیں مگر آخری نبی ہونے کی حیثیت سے آپ کے لئے ایک ایسا معجزہ ضروری تھا جس کے ثمرات قیامت تک وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے معجزات ظاہر ہوتے رہے اور ہو رہے ہیں۔ ان کا ہم تفصیل سے ذکر کریں گے۔ لیکن کچھ مثالیں ہم مختصراً اپنے موقف کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

1۔ ہمارے پاس امام ابن تیمیہؒ کا 37 جلدوں والا مجموع فتاویٰ ہے۔ اسی ایڈیشن کے حوالے ہم پیش کریں گے۔

آسمان اور زمین کے گول ہونے کا ثبوت

امام ابن تیمیہؒ سے سوال کیا گیا کہ اس سوال کا صحیح جواب بتائیں کہ آسمان اور زمین گول ہیں یا نہیں۔

فجاب السموة مستديرة عند علماء المسلمين قد حكى اجماع المسلمين على ذالك غير واحد من العلماء ائمة الاسلام وروى العلماء ذلك بالاسانيد معروفة عن الصحابة والتابعين وذكروا ذالك من كتاب الله وسنة رسوله وبسطوا القول في ذالك بالدلائل السمعية. وان كان فزاقيم على ذالك ايضا دلائل حسابه. (مجموع فتاوى 586:6)

ترجمہ مسلمان علماء کے نزدیک اس پر اجماع ہے کہ آسمان گول ہے علماء اس پر کتاب وسنت اور صحابہؓ وتابعین کے اقوال سے دلائل سماعی بیان کرتے ہیں۔

پھر دوسرے مقام پر مزید لکھتے ہیں۔

قال كذالك اجمعوا على ان الارض بجميع حركاتها من البر والبحر مثل الكرة قال ويدل عليه...... (مجموع فتاوى : 25)

ترجمہ! یعنی اسی طرح اس بات پر بھی اجماع ہے کہ زمین اپنی تمام حرکات کے ساتھ خشکی اور سمندروں پر مشتمل ایک کرہ کے مانند ہے۔ گول ہے......

اہم بات یہ ہے کہ یہاں امام صاحب نے زمین کی مختلف حرکات کا ذکر کیا ہے جو وہ خشکی اور تری کو ساتھ لئے کر رہی ہے۔

اس پر تفصیلی بحث قرآن وحدیث سے بعد میں آئے گی۔

یہاں محض امام ابن تیمیہؒ کا نظریہ بیان کرنا مقصود ہے۔ مزید لکھتے ہیں

اعلم ان الارض قد اتفقوا على انها كرية الشكل وهى فى الماء المحيط باكثرها اذا لبالبس السدس وزياده بقليل. (مجموع فتاوى: 15:5)

214 ہجری میں مامون رشید کے زمانے میں مسلمانوں نے زمین کا صحیح محیط معلوم کیا اور یورپ کے سائنسدان کولمبس کے دور تک محیط کے صحیح علم سے محروم تھے۔ اور ان کا علم غلط تھا۔

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ مامون رشید کے دور میں دو مقامات سے زمین کا محیط ناپا گیا جو تقریباً 24 ہزار میل دریافت ہوا۔

(ابن خلکان وفیات الاعیان 4:248,249)

ابن خلکان نے محیط ناپنے کا تفصیلی طریقہ بھی بیان کیا ہے۔

یاد رہے کہ کولمبس جب امریکہ پہنچا تو وہ یہ سمجھا کہ وہ ہندوستان پہنچ گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یورپ کے علماء نے زمین کا محیط مقرر کرنے میں 40% غلطی کی تھی یعنی ان کے نزدیک زمین کا محیط 40 فیصد کم تھا۔ اس وجہ سے کولمبس کو غلطی لگی کہ وہ ہندوستان پہنچ گیا ہے۔ (حوالہ کیلئے دیکھئے Richerd chruchill The Earth صفحہ 103 مطبوعہ Hamyen (publishing brdge house englnad

> ابن خلکان نے لکھا کہ مامون الرشید کے دور میں دو مقامات سے زمین کا محیط ناپا گیا جو تقریباً 24 ہزار میل دریافت ہوا' ابن خلکان نے محیط ناپنے کا تفصیلی طریقہ بھی بیان کیا ہے

علم جنین اور قرآن وحدیث:

اکتوبر 1987ء میں کسی ترقی یافتہ مسلم ملک نہیں بلکہ سعودی عرب کے رابطہ عالم اسلامی کے ایک شعبہ کی طرف سے اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی تھی۔ افتتاح صدر ضیاء صاحب نے کیا تھا۔ اس بین الاقوامی کانفرنس کا عنوان تھا۔

"الاعجاز العلمی فی القرآن والسنة"

اس کانفرنس میں تقریباً 60 مقالے پڑھے گئے۔ مقررین اسلامی دنیا کے علاوہ امریکہ اور یورپ سے بھی بڑی تعداد میں آئے تھے۔ کینیڈا سے ہندو بھی آئے۔ سب نے قرآن شریف کی مختلف آیات تلاوت کیں اور ثابت کیا کہ واقعی یہ آیات قرآن کے سائنسی اعجازات ہیں۔ یہی بات کینیڈا کے ہندو نے بھی ایک آیت کی تفسیر کرنے کے بعد کہی۔

اس کانفرنس میں کل 500 مندوبین شریک ہوئے۔

مقالات کی نقول انگریزی اور عربی میں تقسیم کی گئیں۔ ان کے ساتھ ہر مندوب کو 477 صفحات پر مشتمل علم جنین کی ایک کتاب The Developing human مصنفہ کیتھ مور اور شیخ عبدالمجید زندانی بھی تقسیم کی گئی۔

کیتھ مور کی اصل کتاب بہت مشہور ہے اور ترجمہ فرانسیسی زبان اور سپین' پرتگال' جرمن' اٹلی' جاپان کی زبانوں میں بھی ہو چکا ہے۔

کانفرنس میں تقسیم ہونے والی کتاب پر شیخ عبدالمجید زندانی کے علاوہ شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی کے چار پروفیسروں نے بھی کام کیا اس سے متعلق آیات اور احادیث کا بھی اضافہ موجود ہے۔ اس اضافہ شدہ کتاب کو ساانڈرس کمپنی کی اجازت سے داارالقبلہ برائے اسلامک لٹریچر نے شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ سے چھاپا ہے۔

1987ء میں مذکورہ بین الاقوامی کانفرنس میں سائنسدان نے ان قرآنی آیات کا ترجمہ سنایا جن میں پہاڑوں کو لنگر اور میخیں کہا گیا۔ اس نے کہا سو سال پہلے تک سائنسدان پہاڑوں کو ریت کے ٹیلوں جیسے ہی سمجھتے تھے اب پتہ چلا ہے کہ ایک میل اونچا پہاڑ نیچے زیر زمین چالیس میل تک ہوتا ہے

اس میں جا بجا قرآن و حدیث کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ اور قرآن و سنت کا اعجاز ثابت کیا ہے۔ پنجاب سے صرف راقم الحروف کے دو مضامین منظور کیے گئے۔ پنجاب سے کسی دیگر سائنس دان یا عالم اور مشہور سائنس دان ماہر طبیعیات ڈاکٹر عبدالسلام کا مقالہ بھی آیا تھا لیکن منتظمین کا کہنا تھا کہ ہم نے اسے اس بنا پر رد نہیں کیا کہ وہ قادیانی کا تھا بلکہ اس کا معیار ہمارے مطلوبہ معیار کے مطابق نہ تھا۔ ورنہ عیسائیوں اور ہندوؤں کے مقالے بھی منظور ہوئے۔

میرے مقالے عربوں نے بہت پسند کیے تھے۔ اس لئے انہوں نے مجھے کہا کہ میں اپنے مقالات کے حجم میں اضافہ کر کے ان کو پیش کروں۔ مجھے مذکورہ بالا کتاب کے ایک سے زیادہ نسخے مل گئے تھے جن میں سے ایک نسخہ میں نے قائداعظم لائبریری کو دے دیا تھا۔ ایک میرے پاس بھی موجود ہے۔ کوئی صاحب ملاحظہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ اس کتاب میں کثیر آیات قرآنی اور احادیث شریفہ کے سائنسی اعجاز کو ثابت کیا گیا ہے۔ شیخ عبدالمجید زندانی راقم الحروف کے گھر لکشمی چوک لاہور بھی تشریف لائے تھے اور میری لائبریری بھی ملاحظہ فرمائی تھی۔

ایک مشہور حدیث کا سائنسی اعجاز اور دوران خون

لاہور کے کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کی کتب میں اور دیگر ڈاکٹری کے کالجوں میں یہی پڑھایا جاتا ہے کہ دوران خون کی دریافت ہاروے Harvey نے کی۔ میں نے لاہور ٹی وی سے بھی دو مرتبہ یہی بات سنی کہ دوران خون کا علم ہاروے نے دریافت کیا مگر میڈیکل کالج میں اور نہ ٹی وی پر یہ بتایا جاتا ہے کہ خون تمام بدن میں گردش کرتا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے 1400 سال پہلے اپنی امت کو ایک مشہور حدیث میں بتا دیا تھا۔ یہ حدیث اتنی مشہور ہے کہ اپنے بچپن سے یہ حدیث سنتا آیا ہوں۔ ہمارے تمام قارئین یقیناً اس حدیث سے واقف ہوں گے۔ ان الشیطان یجری من بنی آدم مجری الدم (مسند احمد 3:156) یعنی شیطان انسان کے جسم میں ایسے ہی گردش کرتا ہے جیسے بدن میں خون گردش کرتا ہے۔

زمین کے عجائبات پر غور کا قرآنی حکم

(زمین) جیالوجی وغیرہ سے متعلق مندرجہ ذیل آیت پر غور کیجئے۔ وفی الارض آیات للموقنین۔ (الذاریات 20)

تفسیر جلالین میں یہ آیت مختصر تشریح سے یوں درج ہے۔

وفی الارض من الجبال والارض والبحار والاشجار والثمار والنباتات وغیرھا (آیات) دلالت علی قدرۃ اللہ سبحانہ وتعالی ووحدانیۃ (للموقنین)

یعنی زمین میں پہاڑوں کو دیکھئے۔ خود زمین کو دیکھیں (اس کی گولائی کی صفت) سمندروں' درختوں اور پھلوں اور دیگر مختلف قسم کی نباتات وغیرہ اللہ تعالیٰ کی کروڑوں قسم کی مخلوقات کو دیکھیں۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مسحور کن قدرت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے مفسر نے مختصراً اشارہ کیا ہے۔ لیکن اشارہ پر ہی لاکھوں مجلدات تیار ہو سکتی ہیں۔ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول جو قرآن میں درج مشہور ہے کہ اگر سمندر سیاہی بن جائے تو بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہیں ہو سکتیں چاہے اور بہت سے سمندروں کو سیاہی کی طرح استعمال کرتے چلے جائیں' حق ہے۔

شہد کی مکھی سے لے کر جراثیم تک کو دیکھئے۔ اس کی قدرت اور اس کی رب العالمینی کس طرح عیاں ہوتی ہے۔ شہد کی مکھی کے لئے اوحی الی النحل الخ آیت آئی ہے۔ سائنس دانوں نے شہد کی مکھی کے کمالات پر مجلدات تیار کی ہیں جو بڑی حیران کن ہیں۔ ان شاء اللہ اپنے موقع پر اس آیت کا اعجاز بیان ہوگا۔ جراثیم کو عام انسان صرف یہ جانتا ہے کہ اس سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ سرکہ وغیرہ اور دہی بھی جراثیم بناتے ہیں اور ہمارے کھانے کو ہضم کرنے کے کام میں جراثیم ہماری بہت زیادہ معاونت کرتے ہیں۔ ایک جدید سائنسدان لکھتا ہے۔

The humblest bacterium can menufacture the course of its brief existance, more organic compounds than can all the worlds chemists combined (Rroberts de Ropp : drugs and the mind everaree)

یعنی ایک کم ترین جرثومہ اپنی قلیل زندگی میں اتنے کثیر قسم کے پیچیدہ مرکبات بناتا ہے جتنے کہ تمام دنیا کے سائنس دان (کیمسٹ) ملکر بھی نہیں بنا سکتے۔

جب سیدنا موسی وہارون علیہما السلام فرعون کے پاس گئے تو اس نے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے؟ اس کا جواب جو انہوں نے دیا' وہ کوزہ میں سمندر کی طرح عجیب ہے۔ سنئے

قال ربنا الذی اعطی کل شئی خلقہ ثم ھدیٰ

یعنی ہمارا رب وہ ہستی ہے جس نے ہر چیز کو ایک خاص قسم کی ہیئت پر تخلیق کیا اور پھر اس کو ہدایت دی کہ وہ کیسے زندگی کو عمدگی سے گزارے!

اب دیکھئے کہ شہد کی مکھی کو کیسے وحی کی۔ چیونٹیوں کو کیسے راہ دکھائی۔ جدید دور کے مشہور ترین ماہرین نفسیات نے لکھا ہے کہ کیڑے مکوڑوں کا نظم دیکھ کر انسان یہ سوچنے لگتا ہے کہ یہ کیڑے انسانوں سے زیادہ ذہین ہیں۔ (ژنگ: ماڈرن مین ان سرچ آف اے سول: 214)

روسی سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق شہد کی مکھیاں بھڑوں اور مکھیوں میں ایک قدرتی قطب نما ہوتا ہے جس سے وہ اپنا راستہ

جب موسیٰ علیہ السلام سے فرعون نے پوچھا تمہارا رب کون ہے تو انہوں نے بڑا ہی بلیغ جواب دیا فرمایا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو ایک خاص ہیئت پر تخلیق کیا پھر اس کو عمدگی سے زندگی گزارنے کی ہدایت دی

تلاش کرتی ہیں۔ انسان اپنے شہروں کو ایئر کنڈیشن نہیں کر سکا۔ لیکن شہد کی مکھی کا چھتہ ایئر کنڈیشن ہوتا ہے۔ شہد کی مکھیاں وغیرہ الٹرا وائلٹ روشنی کی مدد سے بادلوں میں سے بھی دیکھ سکتی ہیں۔ پنسلین کا

علم اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی رحمت سے حادثی طور سے عطا کر دیا اور آج یہی اینٹی بائیوٹک ادویات ساری دنیا میں مریضوں کو شفا عطا کر رہی ہیں۔ فبای الاء ربکما تکذبان

اللہ ہی نے بعض جراثیم کو دہی بنانے پر لگا دیا۔ دوسرے کو سرکہ بنانے پر لگا دیا۔ کچھ کو انسان کے معدہ میں غذا کو ہضم کرنے پر مامور کر دیا۔ علی ھذا القیاس اس لئے کہ وہ رب العالمین ہے۔

اب دیکھئے انسان کا معدہ گوشت کا بنا ہوا ہے۔ اس میں گوشت ہضم ہو جاتا ہے۔ اوجھڑی بھی ہضم ہو جاتی ہے۔ مگر خود معدہ کو آنچ تک نہیں آتی۔ فبای آلاء ربکما تکذبان! یعنی تم اللہ کی کس کس نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

انسان اور جانور آکسیجن کو سانس کے ذریعے پھیپھڑوں میں لے جاتے ہیں اور یہ دونوں کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس نکالتے ہیں۔ اگر یہی سلسلہ جاری رہتا تو فضا سے آکسیجن ختم ہو جاتی اور سب جانور مر جاتے۔ پس اللہ نے نباتات کو مامور کر دیا کہ وہ سورج کی روشنی میں آکسیجن یوں بنائیں کہ فضا سے آکسیجن کی کمی دور ہوتی رہے اور جانداروں کو آکسیجن کی کمی کی مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ فبای آلاء ربکما تکذبان

یہ دیکھ کر ہمیں فوراً فرعون کو موسیٰ کا جواب یاد آ جاتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ رب العالمین نے نباتات کو آکسیجن بنانے کے فرض پر لگا دیا۔ اور جانور کاربن ڈائی آکسائیڈ بناتے ہیں جو نباتات استعمال کرتی ہیں' یوں نباتات اور حیوانات ایک دوسرے سے تعاون پر لگے ہیں اور دونوں اس تعاون سے پھل پھول رہے ہیں۔

قال ربنا الذی اعطی کل شئی خلقہ ثم ھدی

پھر اللہ تعالیٰ ہوا کو چلا کر فضا میں آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کا وہ توازن قائم رکھتا ہے جو اس کی مخلوقات کی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ ہوا چل کر یہی کام نہیں کرتی بلکہ نر پھولوں کے ذرات مادہ پھولوں تک پہنچاتی ہے۔ (مثلاً کھجور کے درخت میں) اس کا ذکر قرآن میں وارسلنا الریاح لواقح میں کیا ہے۔ یہاں ہم مختصر اشارے کر رہے ہیں۔ تفصیلات ان شاء اللہ اپنے موقع پر بیان ہوں گی جن سے رب العالمین کا بہتر اندازہ ہو سکے گا۔

کیچوے کا حیرت انگیز کردار

کیچوے کو عام لوگ ایک بیکار سا کیڑا سمجھتے ہیں۔ مگر یہ کیڑا زمین میں گہری نالیاں بنا کر زمین کو قابل زراعت بنانے کا ایسا عظیم کردار ادا کرتا ہے کہ سائنس دان اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اگر کیچوا نہ ہوتا تو کوئی نباتات پیدا ہی نہ ہوتی۔ فبای آلاء ربکما تکذبان

جرمنی کا نیا قانون اور حدیث کا اعجاز

سائنس دان کہتے ہیں کہ ایک ایکڑ زمین میں کئی بلین مختلف قسم کے حشرات ہوتے ہیں جو انسان کی خدمت کرتے ہیں۔ صرف کیچوے ہی ایک ایکڑ میں ایک ملین کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ محض بیکار مٹی جیسی کہیں کوئی چیز نہیں ہے۔ چیونٹیوں کی خدمت اپنی جگہ ایک بہت بڑا سائنسی عجوبہ ہے جس کا ذکر ان شاء اللہ موقع پر ہوگا۔ حدیث شریف میں چیونٹیوں' شہد کی مکھیوں' ھد ھد اور صرد کو مارنے سے منع کیا گیا ہے۔ (امسند احمد 1:3961)

جرمنی میں ان کو مارنے کی سزا چودہ دن قید اور 150 مارک جرمانہ مقرر کر دی ہے۔ یاد رہے کہ صرد چھوٹے پرندوں کا شکار کرنے والا ایک جانور ہے جس کو اردو میں سبز ھد ھد کہتے ہیں۔

انسان اور جانور آکسیجن پھیپھڑوں میں لے جاتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس خارج کرتے ہیں اگر یہی سلسلہ جاری رہتا تو سب جاندار مر جاتے پس اللہ نے نباتات کو مامور کر دیا کہ آکسیجن کی کمی دور کرتے رہنا

قرآن کا پہاڑوں کو لنگر اور اوتاد کہنے کا سائنسی اعجاز

1987ء کی مذکورہ بالا بین الاقوامی کانفرنس میں ایک امریکی سائنس دان نے ان قرآنی آیات کا ترجمہ سنایا جن میں پہاڑوں کو لنگر اور میخیں کہا گیا ہے۔ اس نے کہا کہ 100 سال قبل تک سائنس دان یہی سمجھتے تھے کہ پہاڑ ویسے ہی ٹیلے ہیں جیسے ریت کے ٹیلے بن جاتے ہیں۔ یعنی جیسے مصنوعی پہاڑیاں شملہ پہاڑی ہے۔ قدرتی طور پر پتھر اور مٹی کا ڈھیر لگ جاتا ہے۔ مگر اب جدید تحقیقات سے علم ہوا ہے کہ پہاڑ اگر ایک میل اونچا ہوتا ہے تو اس کی جڑ چالیس پچاس میل گہری ہوتی ہے۔ جیسے میخ کا تھوڑا حصہ اوپر نظر آتا ہے جبکہ بڑا حصہ نیچے ہوتا ہے۔ یہی حال لنگر کا ہے۔ المختصر امریکی سائنسدان نے ان قرآنی آیات کو معجزہ قرار دیا کیونکہ ان میں وہ حقائق بیان کئے گئے ہیں جو سائنس دانوں نے مشکل تحقیقات کے بعد دریافت کئے ہیں۔ ان حقائق کو 1400 سال پہلے بیان کرنا واقعی ایک عظیم سائنسی معجزہ ہے۔

زمین کا گول ہونا

یاد رہے کہ کشش ثقل کا علم اسلامی دنیا میں یورپ سے پہلے دریافت ہوا۔ ہم امام ابن تیمیہؒ کے حوالے سے زمین گول ہونے اور حرکت کرنے کا ذکر کر چکے ہیں۔ دیکھئے کہ کشش کی وجہ سے گول زمین پر کیسے انسان اور دیگر اللہ تعالیٰ کی جاندار مخلوق گھومتی ہے۔ آرام سے رہتی ہے۔ کسی کو محسوس نہیں ہوتا کہ وہ ایک متحرک گول زمین پر رہ رہے ہیں۔ ان کو زمین ساکن اور چپٹی محسوس ہوتی ہے۔ اس کے گول ہونے یا حرکت کرنے سے کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

والارض فرشنٰھا فنعم الماھدون (51-18)

یعنی ہم نے زمین کو فرش بنایا اور ہم عمدہ آرام دہ فرش بنانے والے ہیں۔

انسانوں کیلئے بلینوں (کھربوں) ڈالرز کے مفت عطیات

یوں تو ہوا کی آکسیجن ہم کو مفت ملتی ہے اور پانی بھی۔ لیکن سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ اگر دنیا میں کچھ مفت نہیں ملتا مگر نباتات اور پھلوں میں جو اللہ کے مقرر کردہ لقاح کا عمل ہواؤں اور کیڑوں سے ہوتا ہے' اس کی مدد سے ہوا سے کاربن ڈائی آکسائیڈ لے کر اور پانی کو استعمال کرتے ہوئے سبز نباتات لشکر بناتی ہیں۔ اس عمل میں قوت سورج کی روشنی سے حاصل کی جاتی ہے۔ یہ سبز پودے خوراک کی اہم ترین لاتعداد فیکٹریاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا

یعنی اللہ کی نعمتیں اتنی ہیں کہ تم شمار نہیں کر سکو گے

مزید فرماتے ہیں فبای آلاء ربکما تکذبان

ترجمہ! اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

شراب کی حرمت والی آیت کا سائنسی معجزہ

شراب کے نقصانات اور سردی لگ جانے یا نمونیہ میں شراب کے نقصان دہ ہونے اور جان لیوا ہو جانے کا بھی خطرہ ہو جاتا ہے۔ امریکہ میں 80 سال شراب کا استعمال جرم رہا حتی کہ وہائٹ ہاؤس میں بھی شراب کا استعمال منع تھا اور اس دور میں فرسٹ لیڈی کو لیمونیٹ لوسی کہا جاتا تھا کیونکہ وہ شراب کی بجائے مہمانوں کو سکنجبین پلاتی تھی۔ ملکہ وکٹوریہ کے خاص معالج نے شراب کے خلاف کتاب لکھی جس میں حدیث کا حوالہ بھی دیا ہے جس میں یہ آیا ہے کہ شراب تمام برائیوں کی ماں ہے۔ ام الخبائث کے الفاظ اس حدیث میں ہیں

ایک وقت امریکہ میں ایسا بھی آیا کہ عورتوں اور مردوں نے ریلوے گوداموں میں جا کر شراب کے پیپے توڑ کر شراب بہا دی جیسے کبھی مدینہ میں ہوا تھا۔ پیپے توڑنے کی تصاویر ہمارے پاس موجود ہیں۔ (The Dictionary of cultural literacy 290-)

کیا اپنے سے بڑے دشمن سے لڑا جا سکتا ہے؟

اور کیا فتح پائی جا سکتی ہے

قسط نمبر 2

طلحہ سعید

معزز قارئین کرام! مضمون کے عنوان کی ان دونوں باتوں کو جاننے سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ اسلام کے نزدیک فتح اور شکست کسے کہتے ہیں اور یہ بھی کہ فتح وشکست کے حوالے سے اسلام اور مادہ پرستی میں کیا فرق ہے کیونکہ اس تصور کو جاننے سے نفس مضمون کو سمجھنا ہمارے لئے زیادہ آسان ہو جائے گا۔

فتح وشکست کا اسلامی تصور:

فی الحقیقت ہار اور جیت کے حوالے سے اسلام اپنے ماننے والوں کی خصوصی تربیت کرتا ہے کہ ایک سچا مؤمن جب غلبہ اسلام کے لئے لڑتا ہے تو وہ کبھی بھی شکست نہیں کھاتا خواہ دنیا ظاہری طور پر کتنا ہی پروپیگنڈہ کیوں نہ کرلے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں

وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا

"جو اللہ کے راستے میں لڑائی کرتا ہے پس وہ قتل کر دیا جائے یا غلبہ پا جائے عنقریب ہم اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔"

اسی طرح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

تَكَفَّلَ اللَّهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ وَتَصْدِيقُ كَلِمَاتِهِ بِأَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ يَرْجِعَهُ إِلَى مَسْكَنِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ مَعَ مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے ضمانت دیتے ہیں جو اپنے گھر سے صرف اللہ کے لئے جہاد کی نیت سے نکلا ہو اور اللہ کے کلمات کی تصدیق کرتا ہو کہ اسے اللہ تعالیٰ ضرور جنت میں داخل کریں گے یا اس کو اجر و غنیمت کے ساتھ واپس اس کے گھر لوٹا دیں گے۔

قرآن وحدیث سے بڑی وضاحت کے ساتھ یہ بات سمجھ آئی کہ غلبہ اسلام کے لئے لڑنے والے شخص کے لئے ہر دو صورتوں میں کامیابی ہی کامیابی ہے۔ ناکامی نہیں بلکہ حدیث مبارکہ میں تو نبی ﷺ نے بات اور کھول دی کہ کوئی بھی شخص جب جہاد کی نیت سے گھر سے نکلتا ہے تو اس کا ضامن اللہ تعالیٰ خود ہو جاتا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضمانت یہ ملتی ہے کہ اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ وہ قتل ہو کر شہید ہو یا کسی اور ذریعے سے خاتمہ ہو جائے' اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ یا اگر وہ زندہ رہتا ہے' اپنے دشمن پر غلبہ پا لے یا نہ پا سکے' اس سے اللہ رب العزت کا وعدہ ہے کہ اجر و غنیمت کے ساتھ اسے واپس اس کے گھر پہنچا دیا جائے گا کیونکہ اس میں

> غزوہ موتہ میں یکے بعد دیگرے کئی کمانڈر شہید ہوتے گئے پھر سیف من سیوف اللہ خالد بن ولید نے قیادت سنبھالی ان کے ہاتھوں میں اس دن نو تلواریں ٹوٹیں اللہ نے مومنوں کو فتح عطا فرمائی

لڑنے والے کا مقصود اپنے مالک الملک کی خوشنودی اور رضا ہوتی ہے اور وہ اپنے آپ کو اس دنیا میں اللہ کے دین کا نمائندہ سمجھتے ہوئے اس کے قیام کی کوشش میں مصروف ہوتا ہے۔ اس کا مطمع نظر دنیا اور دنیاوی مفادات ہرگز نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ قومیت' وطنیت اور شجاعت و بہادری کے لئے لڑتا ہے بلکہ وہ ان تمام چیزوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ان سب سے کہیں اعلیٰ وارفع مقصد غلبہ اسلام کے لئے لڑتا ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے کہ

اَنَّ رَجُلًا اَعْرَابِيًّا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

ترجمہ: ایک بدو شخص نبی ﷺ کے پاس آیا' پس کہنے لگا' اے اللہ کے رسول ﷺ ایک شخص مال غنیمت کیلئے لڑتا ہے اور ایک شخص شہرت کے لئے لڑتا ہے اور ایک شخص اپنا مرتبہ دکھانے کے لئے لڑتا ہے تو اللہ کے راستے میں کون ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا' جو اللہ کے کلمے کی بلندی کے لئے لڑے' پس وہی (فی سبیل اللہ) اللہ کے راستے میں ہے۔

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے

عَنْ الرَّجُلِ يُقَاتِلُ شَجَاعَةً وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً وَيُقَاتِلُ رِيَاءً اور اسی طرح ایک روایت میں غضبا کے الفاظ بھی ہیں۔

مطلب یہ کہ جو شخص صرف اللہ کی رضا و خوشنودی اور اللہ کے کلمے کی بلندی کے لئے لڑتا ہے' صرف وہی فی سبیل اللہ ہے اور وہی اللہ ربّ العزت کی ضمانتوں اور انعامات کا مستحق ہے وگرنہ وہ دوسرے لوگ جن کا تذکرہ حدیث میں تفصیل سے کیا گیا کہ جو مال غنیمت کے لئے لڑتا ہے یا جو اپنی شہرت اور مرتبے کے لئے لڑتا ہے یا جو اپنی قومیت' وطنیت یا اپنے غیظ و غضب کو ٹھنڈا کرنے کے لئے لڑتا ہے فرمایا کہ یہ سب کے سب فی سبیل اللہ نہیں بلکہ اپنے ذاتی مفادات کے لئے لڑتے ہیں۔ ان کا مفاد اور مقصود اللہ کی خوشنودی اور اس کے دین کی بلندی ہرگز نہیں ہوتا۔

چنانچہ ایسے لوگ جو اپنے مفادات کے حصول کے لئے جنگ کرتے ہیں اور دنیا میں بادشاہت و سرداری قائم کرنے اور اپنا نام و سکہ جمانا چاہتے ہیں یا دنیا میں طاغوتی نظاموں کا نفاذ چاہتے ہیں' جب ان کو یہ مفاد حاصل نہیں ہوتا تو ایسے ہی لوگ شکست

پاتے ہیں اور حقیقت میں انہی لوگوں کی شکست کو پھر شکست ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ (الانفال)

ترجمہ: "بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ خرچ کرتے ہیں اپنے اموال تاکہ اللہ کے راستے سے روک سکیں پس وہ عنقریب اسے خرچ کریں گے تو وہ ان پر حسرت بن جائے گا پھر وہ مغلوب کر دیئے جائیں گے اور جنہوں نے کفر کیا انہیں جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔"

مطلب یہ ہے کہ آج کافر جو اللہ کے دین کو روکنے کے لئے اتنی تیاریاں کر رہے ہیں۔ نئی سے نئی ٹیکنالوجی حاصل کر کے جنگوں پہ جنگیں لڑتے جا رہے ہیں اور ملکوں کے ملک تباہ کر رہے ہیں اور دنیا میں اپنی سپر میسی قائم کرنا چاہتے ہیں تو یہ سب کچھ نہ صرف ان پر حسرت بن جائے گا بلکہ ان کی ان ساری ظاہری فتوحات کے باوجود ان کا انجام یہ ہوگا کہ وہ مغلوب کر دیئے جائیں گے اور ذلتیں و ناکامیاں ان کا مقدر بن جائیں گی تو یہ حشر تو ان کا دنیا میں ہوگا جبکہ آخرت میں کیا ہوگا؟...... فرمایا کہ آخرت میں پھر ان کو جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے گا یعنی دنیا بھی نقصان میں ہو گی اور آخرت بھی گھاٹے میں جائے گی۔

جبکہ اس کے مقابلے میں وہ شخص جو تمام دنیاوی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر صرف اللہ کی خوشنودی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے لڑتا ہے' اسے پھر اللہ رب العزت کی طرف سے دنیا میں سب سے بڑا اور سب سے پہلا انعام یہ ملتا ہے کہ وہ ناکام اور شکست خوردہ نہیں بلکہ فرمایا "فسوف نؤتیہ اجرا عظیما" کہ ہم اسے بہت بڑا اجر دیں گے یعنی زندگی اور موت پر ہر دو صورتوں میں اس کے لئے اجر ہی اجر اور کامیابی ہی کامیابی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اسی بات کو بڑے شاندار انداز میں یوں بیان کیا۔ فرمایا

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَن يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِندِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُم مُّتَرَبِّصُونَ

ترجمہ: اے نبی ﷺ ان سے کہہ دیجئے کہ تم ہمارے لئے جس چیز کا انتظار کر سکتے ہو وہ یہی ہے کہ ہمیں دو بھلائیوں میں سے کوئی ایک بھلائی مل جائے اور ہم تمہارے لئے جس چیز کے منتظر ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ تمہیں اپنی طرف سے خود سزا دیتا ہے یا ہمارے ہاتھوں دلواتا ہے لہٰذا تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ سے مراد فتح یا شہادت ہے۔ (بخاری' کتاب التفسیر)

اس آیت میں اللہ رب العزت نے ایک ایک بات وضاحت کے ساتھ سمجھا دی کہ مومن و کافر دونوں کو دو دو باتوں کا انتظار ہے۔ مؤمن کے لئے جو دو باتیں ہیں' ان کے لئے حُسْنَيَيْنِ کا لفظ بولا۔ یہاں حُسْنَىٰ سے مراد خوبصورت راستہ...... تو حُسْنَيَيْنِ سے مراد دو خوبصورت راستے یعنی مومن شخص کے لئے دو خوبصورت آپشن یا دو بہترین راستے ہیں۔ پہلا آپشن یا پہلا راستہ یہ ہے کہ وہ زندہ رہے اور کافروں کو قتل کرتا رہے اور مسلسل معرکے لڑتا رہے۔ قربانیاں پیش کرتا رہے یہاں تک کہ اسے فتح نصیب ہو جائے اور اسلام کا غلبہ ہو جائے اس صورت میں بھی اس کے لئے بھلائی ہی بھلائی ہے کہ اس کی زندگی اسلام کی زندگی اور غلبے کا موجب بن گئی۔

غزوہ موتہ میں مسلمانوں کی تعداد تین ہزار اور رومیوں کی تعداد دو لاکھ تھی اہل ایمان بے جگری سے لڑتے رہے اور کافروں پہ اپنی بہادری کی دھاک بٹھا دی اس معرکہ کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوا اور اس فتح کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وحی کے ذریعے دی

دوسرا آپشن یا دوسرا راستہ یہ ہے کہ راہ جہاد میں قربانیاں دیتے دیتے کسی کافر کے ہاتھوں قتل ہو جائے تو وہ ان شاء اللہ شہید کہلائے گا۔ شہید ہونے کی صورت میں اس کے لئے اتنا بڑا اجر ہے کہ انسانی عقل اس کا گمان تک نہیں کر سکتی۔ اس صورت میں بھی اس کے لئے خیر ہی خیر ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ

فَأَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ جَاهَدَ الْمُشْرِكِينَ بِمَالِهِ وَنَفْسِهِ قِيلَ فَأَيُّ الْقَتْلِ أَشْرَفُ قَالَ مَنْ أُهْرِيقَ دَمُهُ وَعُقِرَ جَوَادُهُ (النسائی)

ترجمہ: کونسا جہاد افضل ہے تو آپ نے فرمایا جو مشرکین سے اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے (تو وہ افضل جہاد ہے) پھر کہا گیا کہ اعزاز والا قتل (بہترین شہادت) کونسا ہے تو فرمایا کہ جس کا خون بہا دیا گیا اور سواری تباہ کر دی گئی۔

یعنی جو شخص اپنی جان' مال اور سواری لے کر میدان میں کود پڑا تو قتل کر دیا گیا اور سب کچھ ہی ختم ہو گیا۔ نہ مال واپس آیا' نہ جان اور نہ سواری چنانچہ یہ ہے وہ شخص جسے مادہ پرست دنیا ظاہری طور پر ناکام کہے گی کہ اس کا تو کچھ بھی نہیں' سب کچھ ہی لٹوا بیٹھا لیکن حقیقت کیا ہے...... حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سچے رسول ﷺ ایسے ہی شخص کو کامیاب ترین قرار دے رہے ہیں۔

یہ تو وہ باتیں یا دو راستے تھے جو مؤمن شخص کے متعلقہ تھے جبکہ ایک کافر یا اعتقادی منافق کے لئے بھی دو ہی باتیں یا دو ہی راستے ہوتے ہیں جیسا کہ گذشتہ سطور میں آیت بیان ہو چکی ہے کہ

وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَن يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِندِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُم مُّتَرَبِّصُونَ

کہ ہم تمہارے لئے جس چیز کے منتظر ہیں' وہ یہ ہے کہ اللہ تمہیں اپنی طرف سے خود سزا دیتا ہے یا ہمارے ہاتھوں دلواتا ہے۔ لہٰذا تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔

مطلب یہ کہ ایک کافر شخص کے لئے بھی دو باتیں اس طرح سے ہیں کہ یا تو وہ کسی مسلمان کے ہاتھوں قتل کر دیا جائے گا تو سیدھا جہنم میں جائے گا اور اگر زندہ بچا تب بھی اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب سے بچ نہیں سکے گا۔ دونوں ہی صورتوں میں اس کے لئے ناکامی ہی ناکامی اور عذاب کی ہی وعید ہے۔ ایک کافر کو قتل کرنے کی فضیلت کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا

لَا يَجْتَمِعُ كَافِرٌ وَقَاتِلُهُ فِي النَّارِ أَبَدًا (مسلم)

"کہ ایک کافر اور اس کو قتل کرنے والا مؤمن کبھی جہنم میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔"

یعنی اس حدیث سے جہاں یہ سمجھ آئی کہ ایک کافر کو قتل کرنے والا مومن کبھی جہنم میں نہیں جائے گا' وہیں یہ بھی سمجھ آئی کہ ایک مؤمن کے ہاتھوں قتل ہونے والا کافر جہنم میں ہی جائے گا۔

اور اسی طرح قتل ہونے والے کافر کے جہنمی ہونے کے حوالے سے نبی ﷺ کی دوسری حدیث ہے' فرمایا

قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ (بخاری)

"کہ ہمارے مقتولین جنت میں جائیں گے اور ان (کافروں) کے مقتولین جہنم میں جائیں گے۔"

مندرجہ بالا سطور کے ساتھ ساتھ ہم نبی ﷺ کے دور کے چند ایسے واقعات کو بطور دلیل ذکر کریں گے جو ہمارے مضمون سے متعلقہ بھی ہیں اور جن سے ہمیں یہ جاننے میں مدد بھی ملے گی کہ کامیابی و ناکامی کا معیار کیا ہے اور اسلام کے نزدیک فتح و شکست کسے کہتے ہیں؟

ہم سمجھتے ہیں کہ نبی ﷺ کے دور میں صلح حدیبیہ کا واقعہ اس حوالے سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ جسے اللہ رب العزت نے فتح مبین قرار دیا۔ اگرچہ بعض جلیل القدر صحابی اسے اپنی ناکامی تصور کر رہے تھے مگر حقیقت میں اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اسے ایک واضح اور کھلی کامیابی قرار دیا۔ اختصار

کے ساتھ ضرورت کے مطابق ہم اسے یہاں ذکر کریں گے۔

جب بدر، اُحد اور احزاب جیسے پے در پے غزوات کے ساتھ جزیرۃ العرب کے حالات بڑی حد تک مسلمانوں کے موافق ہوگئے تو دعوت اسلام کی کامیابی اور فتح عظیم کے آثار رفتہ رفتہ نمایاں ہونا شروع ہوگئے اور نبی ﷺ کو مدینہ کے اندر خواب بھی دکھلایا گیا کہ آپ اور آپ کے صحابہ کرام مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کی چابی لی اور صحابہ سمیت بیت اللہ کا طواف اور عمرہ کیا۔ جب آپ نے صحابہ کرام کو اس خواب کی اطلاع دی تو انہیں بڑی مسرت ہوئی اور انہوں نے یہ سمجھا کہ اس سال مکہ میں داخلہ نصیب ہوگا۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو اپنے ارادے سے آگاہ کردیا کہ ہم عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ جانے والے ہیں۔ لہٰذا صحابہ کرام بھی سفر کے لئے تیار ہوگئے اور مدینہ کے گرد وپیش کی آبادیوں میں بھی اعلان ہوگیا کہ لوگ آپ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوں لیکن بیشتر اعراب نے تاخیر بھی کردی۔

چنانچہ نبی ﷺ نے دھلے کپڑے پہنے، مدینہ پر ابن مکتوم یا نمیلہ لیثی کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور اپنی قصویٰ نامی اونٹنی پر سوار ہوکر یکم ذی قعدہ ۶ھ بروز سوموار روانہ ہوگئے۔

(اور کہا جاتا ہے کہ پندرہ سو) صحابہ کرام ہمرکاب تھے۔

آپ ﷺ نے مسافرانہ ہتھیار یعنی میان کے اندر بند تلواروں کے سوا اور کسی قسم کا ہتھیار نہیں لیا تاکہ قریش کو اطمینان رہے کہ آپ جنگ نہیں کریں گے اور مکہ کی جانب عازم سفر ہوئے۔ آگے آگے قبیلہ بنو خزاعہ کا ایک جاسوس بھیج دیا تاکہ وہ قریش کے عزائم کی خبر لائے۔

المختصر یہ کہ نبی ﷺ کو اطلاع ملی، قریش کا ارادہ آپ ﷺ کو بیت اللہ سے روکنے کا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ راستے میں رکتے، پڑاؤ کرتے اور چلتے رہے۔ راستے میں آپ ﷺ کو قریش کے پریشان کرنے کی اطلاعات بھی موصول ہوتی رہیں حتی کہ پھر آپ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ کیا اور اپنی طرف سے بھی سفارت بھیجی جس کے نتیجے میں قریش کی طرف سے بھی سفیر آئے۔ قریش نے اپنی طرف سے سہیل بن عمرو کو سفیر بنا کر بھیجا۔ چنانچہ نبی ﷺ اور قریش کے درمیان چند دفعات صلح طے ہوئیں۔ دفعات صلح لکھنے کے لئے نبی ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلایا کہ وہ تحریر لکھیں اور یہ املا کرایا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سہیل نے کہا، ہم نہیں جانتے رحمن کیا ہے؟ آپ یوں لکھئے باسمک اللھم (اے اللہ تیرے نام سے) نبی ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ یہی لکھو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ املا کرایا' یہ وہ بات ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے مصالحت کی۔ اس پر سہیل نے کہا اگر ہم مانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر ہم نہ تو آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ جنگ کرتے لہٰذا آپ محمد بن عبداللہ لکھوائیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم لوگ جھٹلاؤ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ محمد بن عبداللہ لکھیں اور لفظ "رسول اللہ" مٹا دیں لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے گوارا نہ کیا کہ اس لفظ کو مٹائیں لہٰذا نبی ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے مٹا دیا۔ اس کے بعد پوری دستاویز لکھی گئی۔

نوشتہ صلح ابھی لکھا ہی جارہا تھا کہ عین اسی وقت سہیل کے بیٹے ابوجندل رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیاں گھسیٹتے آپہنچے۔ وہ زیریں مکہ سے نکل کر آئے تھے۔ انہوں نے یہاں پہنچ کر اپنے آپ کو مسلمانوں کے درمیان ڈال دیا۔ سہیل نے کہا، یہ پہلا شخص ہے جس کے متعلق میں آپ سے معاملہ کرتا ہوں کہ آپ اسے واپس کردیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا، ابھی تو ہم نے نوشتہ مکمل نہیں کیا ہے۔ اس نے کہا، تب میں آپ سے کسی بات پر صلح کا کوئی معاملہ ہی نہ کروں گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا، اچھا تو تم اس کو میری خاطر چھوڑ دو۔ اس نے کہا، میں آپ کی خاطر بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ نبی ﷺ نے اصرار کرتے ہوئے فرمایا، نہیں نہیں اتنا تو کر ہی دو۔ اس نے کہا نہیں، میں نہیں کرسکتا۔ پھر سہیل نے ابوجندل رضی اللہ عنہ کے چہرے پر چانٹا رسید کیا اور مشرکین کی طرف واپس کرنے کے لئے ان کے کرتے کا گلا پکڑ کر گھسیٹا۔ ابوجندل رضی اللہ عنہ زور زور سے چیخ کر کہنے لگے 'مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف واپس کیا جاؤں گا کہ وہ مجھے میرے دین کے متعلق فتنے میں ڈالیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ابوجندل! صبر کرو اور اسے باعث ثواب سمجھو۔ اللہ تمہارے لئے اور تمہارے ساتھ جو دوسرے کمزور مسلمان ہیں ان سب کے لئے کشادگی اور پناہ کی جگہ بنائے گا۔ ہم نے قریش سے صلح کرلی ہے اور ہم نے ان کو اور انہوں نے ہم کو اس پر اللہ کا عہد دے رکھا ہے۔ اس لئے ہم بدعہدی نہیں کرسکتے۔"

اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اچھل کر ابوجندل رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ وہ ان کے پہلو میں چلتے جارہے تھے اور کہتے جارہے تھے ابوجندل صبر کرو۔ یہ لوگ مشرک ہیں۔ ان کا خون تو بس کتے کا خون ہے اور ساتھ ہی ساتھ تلوار کا دستہ بھی ان کے قریب کرتے جارہے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے امید تھی کہ وہ تلوار لے کر اپنے باپ (سہیل) کو اڑا دیں گے لیکن انہوں نے اپنے باپ کے بارے میں بخل سے کام لیا اور معاہدۂ صلح نافذ ہوگیا۔

صلح حدیبیہ کو بھی اللہ رب العزت نے سورہ فتح میں فتح مبین قرار دیا اور اپنے بندوں کی تربیت کردی کہ اگر تم بھی اسے ناکامی تصور کروگے تو یہ مادہ پرستی والی بات ہوگی اور وقت نے ثابت کردیا کہ وہ واقعی فتح مبین تھی

ان دفعات میں چند باتیں بظاہر اس قسم کی تھیں کہ جن کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت غم والم لاحق ہوا۔ ایک یہ کہ آپ ﷺ نے بتایا تھا کہ آپ بیت اللہ تشریف لے جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے لیکن آپ ﷺ طواف کیے بغیر واپس ہورہے تھے۔ دوسرے یہ کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور حق پر ہیں اور اللہ نے اپنے دین کو غالب کرنے کا وعدہ کیا ہے' پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے قریش کا دباؤ قبول کیا اور دب کر صلح کی؟ یہ دونوں باتیں طرح طرح کے شکوک و شبہات اور گمان ووسوسے پیدا کررہی تھیں۔ ادھر مسلمانوں کے احساسات اس قدر مجروح تھے کہ وہ صلح کی دفعات کی گہرائیوں اور فوائد پر غور کرنے کی بجائے حزن وغم سے نڈھال تھے اور غالباً سب سے زیادہ غم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تھا جیسا کہ الرحیق المختوم میں موجود ہے۔

كان عمر بن الخطاب، فقد جاء الى النبى ﷺ وقال: يا رسول الله ألسنا على حق وهم على باطل؟ قال: بلى قال: أليس قتلانا فى الجنة وقتلاهم فى النار؟ قال بلى قال ففيم نعطى الدنية فى ديننا، ونرجع ولما يحكم الله بيننا وبينهم؟ قال: يا ابن الخطاب إنى رسول الله ولست أعصيه وهو ناصرى ولن يضيعنى أبدا قال لا قال فانك آتيه ومطوف به...... (الرحیق المختوم ص ۳۴۶)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہم لوگ حق پر اور وہ لوگ باطل پر نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں! انہوں نے کہا تو پھر کیوں ہم اپنے دین کے بارے میں دباؤ قبول کریں اور ایسی حالت میں پلٹیں کہ ابھی اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "خطاب کے صاحبزادے! میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا۔ وہ میری مدد کرے گا اور مجھے ہرگز ضائع نہ کرے گا۔" انہوں نے کہا کیا آپ ﷺ نے ہم سے یہ بیان نہیں کیا تھا کہ ہم بیت اللہ کی زیارت کریں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں' لیکن کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم اسی سال کریں گے؟ انہوں نے کہا، نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو بہرحال تم بیت اللہ تک پہنچو گے اور اس کا طواف کرو

گے۔

اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ غصے سے بھرے ہوئے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے وہی باتیں کہیں جو رسول اللہ ﷺ سے کہی تھیں اور انہوں نے بھی ٹھیک وہی جواب دیا جو رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا اور آخر میں اتنا اور اضافہ کیا کہ نبی ﷺ کی رکاب تھامے رہو یہاں تک کہ موت آجائے کیونکہ اللہ کی قسم آپ ﷺ حق پر ہیں۔

اس کے بعد انا فتحنا لک فتحاً مبینا کی آیات نازل ہوئیں جس میں اس صلح کو فتح مبین قرار دیا گیا۔ اس کا نزول ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور پڑھ کر سنایا۔ وہ کہنے لگے 'یا رسول اللہ ﷺ یہ فتح ہے؟ فرمایا' ہاں۔ اس سے ان کے دل کو سکون ہو گیا اور واپس چلے گئے۔

بعد میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی تقصیر کا احساس ہوا تو سخت نادم ہوئے۔ خود ان کا بیان ہے کہ میں نے اس روز جو غلطی کی تھی اور جو بات کہہ دی تھی۔ اس سے ڈر کر میں نے بہت سے اعمال کئے۔ برابر صدقہ خیرات کرتا رہا' روزے رکھتا اور نماز پڑھتا رہا اور غلام آزاد کرتا رہا' یہاں تک کہ اب مجھے خیر کی امید ہے۔

صلح حدیبیہ کے اس سارے واقع کو جاننے سے ہمیں چند باتیں سمجھ آتی ہیں۔

پہلی بات یہ کہ وہ دفعات بظاہر اتنے شدید دباؤ والی معلوم ہو رہی تھیں کہ جنہیں ناکامی کے سوا کچھ اور سمجھا ہی نہیں جا سکتا تھا اور مسلمانوں کا غم و غصہ بالخصوص سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا غیظ و غضب اسی وجہ سے تھا مگر اللہ رب العزت نے سورہ فتح نازل کرتے ہوئے اسے فتح مبین قرار دیا اور اپنے بندوں کی تربیت بھی کر دی کہ اگر تم بھی اسے ناکامی تصور کرنے لگو گے تو یہ تو پھر مادہ پرستی والی بات ہو جائے گی جبکہ حقیقت میں یہی فتح ہے اور پھر وقت نے ثابت کر دیا کہ وہ واقعی فتح مبین تھی کہ جس کی وجہ سے مکہ بھی فتح ہو گیا۔

اور دوسری بات یہ کہ ان دفعات میں نبی ﷺ نے قریش کے شدید دباؤ والی دفعات کو مجبوراً اس لئے قبول کر لیا تھا کہ آپ ﷺ مکہ کے ارد گرد خونریزی سے بچنا چاہتے تھے اور فتح مکہ کے موقع پر بغیر جنگ کئے مکہ کو فتح کرنے میں بھی یہی حکمت در پیش تھی۔

اسی طرح ہمارے اس مضمون سے متعلق ایک اہم پہلو غزوہ موتہ میں بھی ملتا ہے کہ جب نبی ﷺ نے اپنے بھیجے ہوئے لشکر کی محض کامیاب واپسی کو فتح قرار دیا۔ غزوہ بدر کے بعد یہ پہلا وہ معرکہ ہے کہ جس میں صحابہ نے اپنے سے بہت بڑے دشمن سے مقابلہ کیا۔ اس معرکے میں الرحیق المختوم کے مطابق مسلمان لشکر کی تعداد تین ہزار تھی اور مقابلے پر دو لاکھ کی تعداد میں رومیوں کا لشکر تھا۔ دوسری سیرت کی کتابوں میں رومیوں کی تعداد ایک لاکھ بتائی گئی ہے جبکہ الرحیق المختوم کی روایت زیادہ صحیح ہے۔ الغرض کہ مقابلہ نہایت شدید تھا۔ صحابہ قربانیاں پیش کرتے رہے۔ ایک کے بعد دوسرا قربان ہوتا رہا اور دشمن کا مقابلہ نہایت بے جگری سے کرتے ہوئے اس پر دھاک بٹھا دی یہاں تک کہ اس معرکے کا فیصلہ بھی مسلمانوں کے حق میں ہو گیا اور اس فتح کی اطلاع اسی وقت اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو وحی کے ذریعے کر دی۔ جیسا کہ بخاری کی روایت میں ہے۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتَّى أَخَذَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللَّهِ حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

(صحیح بخاری باب غزوہ موتہ من ارض شام)

کہ نبی ﷺ نے زید' جعفر اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی موت (شہادت) کی خبر لوگوں تک (میدان جنگ سے آنے والی) خبروں سے پہلے ہی پہنچا دی تھی اور فرمایا کہ جھنڈا زید نے تھاما' وہ بھی شہید ہو گئے' پھر جعفر نے تھاما' وہ بھی شہید ہو گئے' پھر ابن رواحہ نے تھاما' وہ بھی شہید ہو گئے۔ یہاں تک کہ پھر جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے تھاما حتی کہ اس پر اللہ نے فتح عطا کی۔

یہاں ایک بات ہمیں بہت اچھے طریقے سے سمجھ لینی چاہئے اور جو ہمیں غزوہ موتہ سے بھی سمجھ آتی ہے کہ اللہ رب العزت میدان جنگ میں اپنے مؤمن بندوں کی شکست کو بھی شکست تسلیم نہیں کرتے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کافروں کے غلبے کو دنیا میں تسلیم نہیں کرتے اور ان سے جزیہ لینے کا حکم دیتے ہیں۔ بعینہ مومنوں کی شکست کو بھی کبھی تسلیم نہیں کرتے۔

تو اس کی بنیادی وجہ وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے کہ اس میں اللہ رب العزت کی خوشنودی اور غلبہ اسلام جیسا اعلیٰ و ارفع مقصد سامنے ہوتا ہے اور اسی میں ان کا مفاد ہوتا ہے یعنی ان کے مفاد میں دو ہی باتیں ہوتی ہیں۔

پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور دوسری یہ کہ اعلائے کلمۃ اللہ یعنی دنیا میں خلافت اسلامیہ کا قیام۔

یہاں پر ایک نہایت اہم بات ہے جو سمجھنے سے تعلق رکھتی ہے کہ بعض لوگ اللہ کی رضا کے لئے لڑنے اور اعلائے کلمۃ اللہ یعنی خلافت اسلامیہ کے قیام کے لئے لڑنے کو الگ الگ سمجھتے ہیں اور اگر کسی جہاد یا معرکے کے نتیجے میں خلافت قائم نہیں ہوتی یا ظاہری طور پر معرکے میں ان کو کوئی واضح کامیابی نہیں ملتی تو ان کے نزدیک وہ جہاد یا معرکہ ناکام ہے یا پھر وہ جہاد ہی درست نہیں۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی فکر صحیح نہیں اور قرآن و حدیث اور انبیاء و اسلاف کے طریق سے مطابقت نہیں رکھتی۔

پہلی تو بات یہ ہے کہ اللہ کی رضا کے لئے لڑنے اور اعلائے کلمۃ اللہ یعنی خلافت اسلامیہ کے قیام کے لئے لڑنے میں کوئی فرق نہیں کیونکہ یہ دونوں چیزیں حقیقت میں ایک ہی ہیں یا یوں کہہ لیں کہ ایک چیز حقیقت میں ایک ہے جو ظاہر میں وہ مختلف بن جاتی ہیں اور وہ اس طرح سے کہ ان دونوں چیزوں میں سے ایک کا تعلق عمل کے ساتھ ہے جبکہ دوسری کا تعلق نتیجے کے ساتھ ہے تو نتیجہ اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب عمل کیا جائے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

"جو لوگ ہمارے راستے میں جہاد کرتے ہیں' ہم ان کے لئے اپنی راہیں ضرور کھول دیتے ہیں۔"

یعنی اس آیت میں بھی اللہ رب العزت نے دو چیزوں کا ذکر کیا۔ پہلی چیز جاھدوا فینا اور دوسری لنھدینھم سبلنا کہ جو لوگ ہمارے راستے میں جہاد کا عمل کرتے ہیں' ہم ان کو ضرور بالضرور نتائج دیتے ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں میں سے پہلی چیز عمل کرنا...... اللہ رب العزت کا اصل مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو مانتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہونا اور غلبہ دین کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرتے ہوئے اللہ رب العزت کی رضا تلاش کرنا ہے۔ چنانچہ اسلام کے نزدیک فتح و کامیابی کا یہی اصل معیار ہے۔

جبکہ خلافت اسلامیہ کا قیام اس کا پھل اور نتیجہ ہے جو اللہ تعالیٰ کسی کو جلد دیتا ہے یا کسی کو دیر سے دیتا ہے کیونکہ یہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے کہ اس کے دین کے غلبے کے لئے کی جانے والی جدوجہد کا نتیجہ کب دیا جائے اور اگر بالفرض کوئی نتیجہ نہ بھی ملے تو کیا وہ ناکام متصور ہو گا...... ہرگز نہیں بلکہ کامیاب ہی ہو گا کیونکہ وہ اسلام کے اس اصل معیار پر پورا اترتے ہوئے غلبہ دین کی جدوجہد کرتا رہا۔

اسی بات کو سمجھانے کے لئے اللہ رب العزت نے اپنے انبیاء ان کی اقوام کے قصے قرآن مجید میں بہت زیادہ بیان کئے۔ نوح' عاد' ثمود کے' صالح اور شعیب کے' ابراہیم' موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے تاکہ لوگوں کو سمجھ آجائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کامیابی اور ناکامی کا معیار کیا ہے کہ اگر نوح علیہ السلام نو سو سال تک غلبہ دین کا کام کرتے رہے...... نتیجے میں کوئی بھی مسلمان نہیں ہوا تو کیا نوح علیہ السلام ناکام ہو گئے؟ ہرگز

باقی صفحہ 59 پر

عقیدہ

اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ اور ان کا غلط استعمال

قسط نمبر 1

محمد یوسف طیبی

آج کل اخبارات و جرائد میں مختلف عامل اور جادوگر و نجومی حضرات جس طرح کالے اور نوری علم کے نام پر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں' اسی طرح بعض عامل اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کے حوالے سے بہت سے من گھڑت وظائف بتا کر لوگوں کے تمام مسائل کے حل کے دعوے کرتے ہیں۔ ان صحیح اور غلط وظائف و عملیات کی حقیقت جاننے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی اہمیت و معرفت اور ان کے اوصاف حمیدہ سے آگاہ ہوں۔ اس کے بعد موجودہ دکانداری پر بات ہوگی۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ کے مبارک نام بے شمار ہیں جو گنے نہیں جا سکتے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف۔۱۸۰)

اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں' ان کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے مانگا کرو۔ یہاں اللہ تعالیٰ اپنے ناموں کے واسطہ سے دعا کرنے کا حکم دے رہا ہے تو لامحالہ ہمیں یہ نام سیکھنے چاہئیں قبل اس کے کہ ہم اس بحث میں داخل ہوں۔ ہم اس علم کی اہمیت بیان کئے دیتے ہیں کیونکہ بعض لوگ حتیٰ کہ اہل علم بھی یہ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ اسماء و صفات میں جھگڑا و بحث تو پرانے زمانے کی باتیں ہیں اور اس باب میں غلط عقائد رکھنے والے فرقے (معطلہ' مشبہ' مفوضہ' اشاعرہ وغیرہ) ختم ہو چکے ہیں لہٰذا اب اس بحث کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ فرقے ختم نہیں ہوئے ہیں بلکہ یہ افکار آج بھی مختلف فرقوں میں موجود ہیں اور اگر یہ ختم بھی ہو چکے ہوتے تو بھی قرآن حکیم کی مذکورہ آیت اور اس جیسی بکثرت آیات پر عمل کرنے کے لئے تو بہر حال اس مسئلہ میں بحث کرنے کی ضرورت رہے گی۔

اللہ کے مبارک ناموں کی معرفت کی اہمیت

ایک زمانہ تھا کہ اللہ کے ناموں کا مسئلہ خلافت اسلامیہ کے اہم مسائل میں سے ایک تھا۔ ایک طرف مسلمان دنیا کا خلیفہ مامون الرشید تھا جو اپنے فلسفی' منطقی اور اہل کلام وزراء اور مشیروں کے کہنے پر قرآن حکیم کو مخلوق کہتا تھا جبکہ دوسری طرف امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ تھے جن کا موقف حق یہ تھا کہ قرآن اللہ کی کلام ہے اور کسی ذات کی کلام' اس کی صفت ہوتی ہے اور جب اللہ خالق ہے تو اس کی صفات مخلوق کیسے ہوئیں؟ لہٰذا قرآن اللہ کی کلام ہے۔ حکمران ان کو اذیت ناک سزائیں دیتے اور اپنے موقف پر لانے کی کوشش کرتے رہے مگر امام صاحب نے عزم و ہمت کا پہاڑ بن کر مردانہ وار ان تکالیف کا مقابلہ کیا اور یہ سزائیں ان کے پایہ ثبات میں لغزش نہ پیدا کر سکیں اس طرح انہوں نے ظالم حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہا اور لاکھوں مسلمانوں کے عقائد کو خراب ہونے سے بچا لیا۔ جزاہ اللہ عنا خیرا

اس لئے اللہ کے مبارک اسماء کو سمجھنے کی اہمیت کئی حیثیتوں سے واضح ہے۔

میں جائے گا یعنی سزا لے کر یا معافی لے کر۔ (مسند احمد۔ عتبان بن مالک صحیح البخاری کتاب العلم باب نمبر ۳۳)

جبکہ جس آدمی کی توحید صحیح نہیں ہے اور اسی حالت میں اگر مر جاتا ہے تو یہ نصیب نہیں ہوتی ایسے آدمی کے سارے نیک اعمال اللہ تعالیٰ ضائع کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الزمر ۶۵)

(اے محمد ﷺ) ہم نے آپ کی طرف بھی وحی کی اور آپ سے پہلے (انبیاء) کی طرف بھی کہ آپ نے شرک کیا تو تیرے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اور آپ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

قارئین! شرک اتنی بڑی بیماری ہے اور اس کا اتنا عظیم و بھیانک نقصان ہے اور صرف اللہ کے سوا کسی کی عبادت کرنا ہی شرک نہیں بلکہ توحید و شرک تین طرح سے ہوتا ہے۔

فلسفیوں نے دینی روشنی کے بغیر ہی غلط نظریات قائم کر لئے۔ صوفیاء نے جہالت کی بنیاد پر معرفت الٰہی کی منزلیں طے کرنے کی ناکام کوشش کی اور اپنے اوپر الٹی سیدھی پابندیاں لگا کر رہبانیت اختیار کر لی اور شعبدے بازی کا شعار اپنایا

ا۔ اللہ کے ناموں کو سمجھنا توحید ہے

اللہ کی توحید کو اپنانا ہی نجات کا راستہ ہے۔ انسان توحید والا ہو تو اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر یا بغیر سزا کے اللہ کی رحمت سے جنت میں چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ (النساء ۴۸)

اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ اور یہی معنی ہے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا کہ من قال لا الٰہ الا اللہ صادقا من قلبہ دخل الجنۃ

جس شخص نے سچے دل سے لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا۔ جنت

ا۔ اللہ کو رب' خالق' مالک' رازق' بگڑیاں بنانے والا داتا' گنج بخش سمجھنا اور یہ کہ اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین' غیر اللہ سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین رکھنا۔ توحید ربوبیت کہلاتا ہے اور یہ کمالات کسی اور میں پائے جانے کا عقیدہ شرک ہے۔ خواہ وہ ولی' پیر' نبی اور رسول ہی کیوں نہ ہو۔

توحید کی اس قسم کا انکار کمیونسٹ' سوشلسٹ کرتے ہیں اور کئی جاہل بھی اس کا شکار ہیں یاد رہے کہ مکہ کے کافر اس توحید کو مانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى

يُؤْفَكُونَ(العنکبوت۔٦١)

ترجمہ: اور اگر آپ ان سے پوچھیں کس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے' پھر کہاں بہکا دیئے جاتے ہیں۔

اس کے باوجود ان کے لئے رسول کو مبعوث کیا گیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ توحید ضروری ہے مگر کافی نہیں۔

(2) اللہ ہی کے لئے تمام قسم کی عبادات خاص کر لینا اور اس کے علاوہ کسی مخلوق کی عبادت نہ کرنا خواہ وہ ولی' پیر' نبی' یا رسول ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا اسی کو سجدہ کیا جائے۔ اسی کے سامنے جھکا جائے' صرف اسی کے گھر' بیت اللہ کا طواف ہو۔ اسی کے لئے نذر و نیاز' اس کی قسم' اس کا خوف' اس سے امیدیں وابستہ کی جائیں اور اگر کسی مخلوق کو کوئی عبادت دے دی اور شرک کا ارتکاب کر لیا تو یہ سارے اعمال برباد کر سکتا ہے اس کو توحید الوہیت کہتے ہیں۔

معرفت اسمائے حسنیٰ سے ربّ کا تعارف ہوتا ہے جس میں اضافے سے ربّ کی محبت حاصل ہوتی ہے ویسے بھی خالق کا بندے سے گہرا تعلّق ہے کہ اس کا جسم و روح اللہ نے بنائے

(3) اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں اور صفات و کمالات میں اللہ کو یکتا سمجھنا اور اللہ تعالیٰ قدیر ہے اس جیسا کوئی قدیر نہیں اگر وہ علام الغیوب ہے تو مخلوق میں سے کوئی علم غیب نہیں رکھتا۔ اگر وہ بصیر ہے تو اس جیسا بصیر کوئی نہیں۔ وغیرہ' یاد رہے کہ خالق صرف ایک ہے اور اس کے ماسوا سب مخلوق ہیں خود محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کی مخلوق ہیں۔ عبداللہ و آمنہ کے گھر پیدا ہوئے۔ مگر اللہ نے اتنی شان دی کہ مخلوقات میں سب سے اعلیٰ مقام پر فائز کر دیا۔

تو اللہ کے اسماء و صفات کو سمجھنا توحید ہے کہ جس کے بغیر نہ جنت مل سکتی ہے اور نہ جہنم سے بچا جا سکتا ہے۔ اس سے زیادہ اس کی اہمیت کیا ہو گی؟

تخلیق کون و مکان کا مقصد: معرفت الٰہی!!

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بنایا ان میں اپنا نظام چلایا جن کو دیکھنے سے اس کے بنانے والے کے بارے میں جاننے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اگر آپ کسی کی سریلی آواز سنیں تو اس کو دیکھنے کو دل چاہتا ہے اور اگر کسی خطیب کی اچھی تقریر سنیں تو لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ یہ کون صاحب تھے؟ گویا کسی باکمال چیز کو دیکھنے یا سننے سے اس کی بابت معلوم کرنا فطری عمل ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ اللہ کے ناموں کا مسئلہ خلافت اسلامیہ کے اہم مسائل میں سے تھا مامون الرشید اپنے فلسفی منطقی مشیروں کے کہنے پر قرآن کو مخلوق کہتا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے کلمہ حق کا آوازہ لگایا تو انہیں بہت عرصہ تک سزائیں دی گئیں

جب ہم کائنات کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے اللہ کے کمالات کو دیکھتے ہیں بلکہ خود اپنے جسم میں غور کرتے ہیں تو اس کے خالق کی معرفت حاصل کرنے کی چاہت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ(الذاریات۲۱)

اور تمہارے اندر (بھی میری نشانیاں ہیں) کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ اور خود ربّ باری تعالیٰ بھی یہی چاہتا ہے کہ کون و مکان کی کھلی ہوئی کتاب کو پڑھو تاکہ میری معرفت حاصل کر سکو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا(الطلاق:۱۲)

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان اور اتنی ہی زمینیں بنائیں ان میں اللہ کے احکام اترتے رہتے ہیں تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اس نے ہر چیز کا علم کے ساتھ احاطہ کر رکھا ہے۔

اللہ نے تخلیق کائنات اور اس میں احکام کے نزول کا سبب یہ بتایا ہے کہ ہم اللہ کی قدرت کاملہ اور علم دقیق کا علم حاصل کر سکیں گویا اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا زندگی کا ایک اہم مقصد ہے۔

اسماء اللہ کا علم سب سے افضل علم ہے

کسی ذات یا چیز کا علم اتنا ہی اہم ہوتا ہے جتنا کہ وہ چیز اور ذات اہم ہوتی ہے۔ لوگ ہمیشہ اہم شخصیات کی معلومات اور سیرت و سوانح حیات جمع کرتے ہیں لکھتے اور پڑھتے ہیں۔ معمولی اشیاء اور شخصیات کے احوال کو نہیں پڑھا جاتا اور چونکہ رب العالمین کی ذات سب ذاتوں سے اعلیٰ' ارفع اور اہم ہے۔ اور ہمارا اس کے بغیر ایک لمحہ بھی نہیں گزر سکتا۔ پیدائش سے لے کر مرنے' پھر جی اٹھنے اور جنت میں داخلے اور اس کے بعد بھی ہم سراسر اس کے محتاج ہیں۔ خود رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

اللَّهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو فَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ (سنن ابی داؤد کتاب الادب باب مایقول اذا اصبح)

الٰہی ہمیشہ زندہ و قائم رہنے والے میں تیری رحمت کا واسطہ دے کر آپ سے مدد مانگتا ہوں میرے سارے کام کی اصلاح کر دے اور مجھے آنکھ جھپکنے کی مدت بھی میرے سپرد نہ کرنا اور میرے سارے معاملات درست فرما دے تیرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔

جب رب رحمٰن اتنا اہم ہے تو اس کی بابت معلومات و معرفت بھی اتنی ہی اہم ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا کوئی ساجھی یا ہمسر نہیں اس طرح اس کے بارے میں معلومات بھی سب علوم و فنون سے زیادہ اہم ہیں۔ اور دوسرے علوم کی اہمیت علم الٰہی کی نسبت کچھ بھی نہیں ہے۔

مغفرت الٰہی میں معرفت نفس:

اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتا ہے جیسا کہ بندہ اللہ سے یا اللہ کے مومن بندوں سے سلوک کرتا ہے۔ اگر بندہ اللہ کے دین کی مدد کرتا ہے۔ اللہ اس کی مدد کرتا ہے۔ إِنْ تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ۔(محمد:۷)

اگر وہ اللہ سے کئے عہد و پیمان پورے کرتا ہے تو اللہ اپنے کئے ہوئے وعدے نبھاتا ہے۔ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ(البقرہ۴۰) اور اگر بندہ کسی مومن کی پردہ پوشی کرتا ہے تو اللہ اس کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ بندۂ مومن کے دکھوں کا مداوا کرتا ہے تو اللہ اس کی مشاکل حل کرتا ہے۔

وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ(صحیح البخاری کتاب المظالم ۲۳۱۰)

جس نے کسی مسلمان کی تکلیف دور کی اللہ قیامت کی تکالیف میں سے اس کی ایک تکلیف دور کرے گا۔ اور جس نے مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کر دے گا۔

مزید یہ کہ اگر بندہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو اللہ اس کو یاد رکھتا ہے۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ۔(البقرہ۱۵۷)

پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

اور اس کے برعکس اگر بندہ اللہ کو بھلا دے تو اللہ اس کو بھلا دیتا ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ(الحشر:۱۹)

ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو اپنی جانیں بھلا دیں وہی لوگ فاسق ہیں۔

باقی صفحہ 39 پر

آپ کے دینی مسائل

قرآن وسنت کی روشنی میں

مولانا مبشر احمد ربانی

استفتاء درباره قائم شده جمعات در دیہات

س: گرامی القدر جناب مفتی صاحب لاہور پاکستان 'وارڈ نمبر ۱ تاؤبٹ 'کریم آباد' ٹکو و تین مستقل آبادی والے گاؤں پر مشتمل ہے جس کی آبادی دو ہزار نفوس پر مشتمل ہے ان تینوں گاؤں کی ثقافت 'زبان مشترک ہے۔ اس کے باوجود اس حلقے میں یکجہتی اتحاد و اتفاق کا فقدان تھا چند سال قبل اس حلقہ کے لوگوں نے قیام جمعہ کی تحریک کی مقامی علماء کے مشورہ سے متفقہ طور پر حلقہ کے لوگوں نے مرکزی گاؤں کریم آباد کی سب سے بڑی مسجد کو جامع مسجد قرار دے کر قیام جمعہ کا آغاز کیا' قیام جمعہ کی برکت سے تبلیغ دین' یکجہتی بھی دیکھنے میں آئی۔ بد قسمتی سے ایک پیر صاحب نے ایک حنفی عالم (مفتی) سے اپنی من پسند کا فتویٰ لکھوا کر موضع کریم آباد اور دیگر ایسے مقامات پر قیام جمعہ کو مشکوک قرار دے کر (بوجہ عدم شرائط مصر) نماز ظہر ادا کرنے کا فتویٰ جاری کرالیا' اس طرح اس حلقہ کے عام لوگوں میں انتشار بد دلی پھیل گئی۔ تاہم اکثریت سے لوگ نماز جمعہ ادا کرتے ہیں اور اقلیت میں اسی جامع مسجد کی نچلی منزل میں ظہر کی باجماعت ادا کرتے ہیں دونوں جماعتیں ایک دوسرے پر ناراض اور شک وشبہ کا اظہار کر رہی ہیں برائے مہربانی مندرجات بالا کو مد نظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل امور کو قرآن وسنت' احادیث صحیحہ سے وضاحت اور شرعی نقطہ نظر بیان فرمائیں۔

(۱) نماز جمعہ کی شرع محمدیہ صلی اللہ ﷺ میں کیا اہمیت ہے 'کیا جامع مسجد (جمعہ کے روز) میں دوسری جماعت ظہر کی ادا کرنی جائز ہے؟

(۲) ائمہ احناف کے ہاں قیام جمعہ کے لئے مصر یعنی شہر یا قصبہ ہونا شرط ثابت ہے؟ کیا دیہاتوں اور گاؤں میں قیام جمعہ درست نہیں۔

(۳) کیا یہ روایت "لاجمعة ولا تشريق الا في مصر جامع" صحیح اور درست ہے اگر یہ روایت صحیح ثابت ہے تو ابوداؤد شریف کی یہ حدیث عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةً عَبْدٌ مَمْلُوكٌ أَوِ امْرَأَةٌ أَوْ صَبِيٌّ أَوْ مَرِيضٌ الخ میں کیا تطبیق ہے۔

(۴) بعض حضرات آیت جمعہ کا جملہ وذروا البیع سے قیام جمعہ کیلئے تجارت اور بڑا بازار جس میں تیس چالیس دکانیں ہوں اور ہر قسم کی ضروریات زندگی میسر ہونا ضروری قرار دیتے ہیں کہاں تک درست ہے؟ ہمارے ملک میں بالعموم اور وادی نیلم میں بالخصوص مستقل آبادی والے دیہاتوں اور گاؤں میں عرصہ سے لوگ نماز جمعہ جاری رکھے ہوئے ہیں حالانکہ ان مقامات میں مصر جامع اور دیگر شرائط ائمہ احناف کی نہیں پائی جاتیں کیا حکم ہے۔

وادی نیلم بالخصوص اور ہمارے ملک میں بالعموم مستقل آبادی والے گاؤں اور دیہاتوں میں نماز جمعہ عرصہ سے جاری ہے جبکہ ائمہ احناف کے قیام جمعہ کی شرائط وہاں پر مفقود ہیں اور بعض مفتی صاحبان جمعہ بند کرانے اور نماز ظہر پڑھنے کا فتویٰ دے رہے ہیں۔

برائے مہربانی مندرجات بالا کا تجزیہ کرتے ہوئے موضع کریم آباد اور اسی طرح دیگر مقامات جہاں پر قیام جمعہ عمل میں لایا گیا ہے اور بعض لوگ شک وشبہ کی بناء پر جمعہ میں شریک نہیں ہوتے بلکہ بضد ہیں کہ جمعہ کے روز جامع مسجد میں ظہر کی نماز باجماعت ادا کی جائے کیا حکم ہے۔

جزاکم اللہ محمد یحیی شاہ مہتمم مرکز احیاء العلام الاسلام ہلمت وادی نیلم ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر

ج: کتاب وسنت کی نصوص صحیحہ صریحہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہر عاقل بالغ مسلمان پر نماز جمعہ ادا کرنا فرض ہے اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (الجمعۃ: ۹)

اے ایمان والو جب جمعہ کے روز نماز کے لئے اذان ہو جائے تو اللہ کی یاد کی طرف دوڑ آؤ اور لین دین چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

یہ آیت کریمہ ہر مومن کو شامل ہے مستثنیٰ صرف وہ حضرات ہیں جنہیں شریعت مطہرہ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے جیسے عورت' غلام' بچہ اور مریض لہٰذا جہاں بھی اہل ایمان ہوں گے وہاں نماز جمعہ ادا کیا جائے گا۔ کیا دیہات والوں میں کوئی شخص بھی ایمان والا نہیں۔

عصر حاضر میں احناف نے عملی طور پر یہ بات مان لی ہے کہ دیہات میں جمعہ جائز ہے ملک کے اندر بے شمار ایسے دیہات ہیں جہاں پر احناف نے جمعہ قائم کیا ہوا ہے بلکہ بعض دیہاتوں میں دو دو تین تین جمعے ادا کئے جاتے ہیں یہاں پر بطور لطیفہ ایک حوالہ ذکر کرتا ہوں۔ مولانا اشرف علی تھانوی سے ان کے ایک مرید مولانا عبدالرحمان صاحب کامل پوری نے دیہات میں جمعہ ادا کرنے کے حوالے سے جب رجوع کیا تو تھانوی صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا ایسے موقع پر فاتحہ خلف الامام پڑھ لینا چاہئے تاکہ امام شافعی کے مذہب کی بناء پر نماز ہو جائے۔

(تجلیات رحمانی ص ۳۳۸ مرتبہ قاری سعید الرحمان مطبوعہ جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی)

تھانوی صاحب نے اس موقع پر دو مسئلے حل کر دیئے ہیں ایک دیہات میں جمعہ ہو جاتا ہے اور دوسرا مسئلہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کی تلقین بھی کر دی۔ بہر کیف علماء احناف کثرت سے اب دیہاتوں میں جمعہ ادا کر رہے ہیں یہ اہلحدیث تحریک کا نتیجہ ہے کہ لوگ کتاب وسنت کے دلائل ماننے پر عملاً مجبور ہو رہے ہیں۔ واضح رہے کہ اس آیت کریمہ میں "بیع" سے مراد بڑی بڑی کاروباری منڈیاں نہیں بلکہ ہر طرح کی خرید وفروخت اور دنیا کے مشاغل ہیں۔ دنیا میں کوئی ایسا گاؤں نہیں جہاں لوگ ایک دوسرے سے لین دین اور خرید وفروخت نہ کرتے ہوں۔ اسی طرح کھیتی باڑی' کاروبار زندگی اور دیگر مشاغل دنیا سب اس میں شامل ہیں جو لوگ اس سے مراد تجارتی منڈیاں اور بڑے بڑے ٹریڈ سنٹر مراد لیتے ہیں ان کے پاس اس تخصیص کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ نیز ہر مسلم پر جمعہ کی نماز کی فرضیت پر درج ذیل احادیث بھی دلالت کرتی ہے۔

طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: جمعہ جماعت کے ساتھ ہر مسلم پر واجب وضروری ہے سوائے چار افراد کے غلام، عورت، بچہ اور مریض

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب الجمعۃ للمملوک والمراۃ (۱۰۶۷) المستدرک علی الصحیحین ۱/۲۸۸، رقم (۱۱۰۱)

اس حدیث کے بارے امام حاکم نے فرمایا یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

شبہ: امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ طارق بن شہاب نے نبی ﷺ کو دیکھا لیکن آپ سے سماع نہیں کیا۔ لہٰذا یہ روایت منقطع ہے۔

ازالہ: امام نووی امام ابوداؤد کا قول نقل کر کے لکھتے ہیں۔

وھذا الذی قالہ ابوداؤد لا یقدح فی صحۃ الحدیث لانہ ان ثبت عدم سماعہ یکون مرسل صحابی وھو حجۃ" (خلاصۃ الاحکام ۲/۷۵۷ تحت رقم ۲۶۴۸)

یہ بات جو ابوداؤد نے کہی ہے حدیث کی صحت میں جرح وقدح کا سبب نہیں بن سکتی اس لئے کہ اگر طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ سے سماع ثابت نہ ہو تو یہ مرسل صحابی بن جائے گی اور مرسل صحابی حجت ہے۔

طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نے حالت ایمان میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد طیالسی فرماتے ہیں حدثنا شعبہ عن قیس بن مسلم عن طارق بن شہاب قال رایت رسول اللہ و غزوت فی خلافۃ ابی بکر فی السرایا وغیرھا" (مسند طیالسی ص ۱۸۰ رقم ۱۲۸۰ الاصابہ ۳/۴۱۴ ط جدید) طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے اور خلافت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں سرایا وغیرہ میں جہاد کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں "ھذا اسناد صحیح" یہ سند صحیح ہے۔ اس صحیح سند سے معلوم ہوا کہ طارق بن شہاب صحابی ہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں "اذا ثبت انہ لقی النبی ﷺ فھو صحابی علی الراجح واذا ثبت انہ لم یسمع منہ فروایتہ عنہ مرسل صحابی وھو مقبول علی الراجح" (الاصابۃ ۳/۴۱۴ ط جدید)

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ انہوں نے نبی ﷺ سے ملاقات کی ہے تو وہ راجح طور پر صحابی ہیں اور جب یہ بات ثابت ہوئی کہ انہوں نے آپ ﷺ سے سماع نہیں کیا تو ان کی روایت مرسل صحابی ہے اور مرسل صحابی راجح طور پر مقبول ہے۔ حنفی علماء کے ہاں بھی یہ صحابی ہیں دیکھیں الجوہر النقی لابن الترکمانی الھنی ۳/۱۷۲ وغیرہ اور نور الانوار ص ۱۸۸ میں لکھا ہے کہ مرسل صحابی بالاجماع مقبول ہے۔

معلوم ہوا یہ حدیث بالکل صحیح ثابت ہے اور قابل حجت ہے اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ہر مسلم پر جمعہ کی نماز کو لازم قرار دیا ہے صرف چار قسم کے افراد کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ ۱۔ غلام ۲۔ عورت۔ ۳۔ بچہ۔ ۴۔ مریض جو شخص پانچویں شخص یعنی دیہاتی کو اس سے خارج کرتا ہے وہ دین میں دخل اندازی سے کام لے رہا ہے اور بلا دلیل دیہاتی سے جمعہ ساقط قرار دے رہا ہے۔

۲۔ "عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَوَاحُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ

" (سنن النسائی کتاب الجمعۃ (۱۳۷۰) السنن الکبری للنسائی ایضا (۱۶۷۲) ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الغسل یوم الجمعۃ (۳۴۲)

ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ سے روایت ہے کہ بلا شبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جمعہ کو جو حاضر ہو ہر بالغ پر جمعہ واجب ہے

یہ حدیث بھی عام ہے اور ہر بالغ مسلمان کو شامل ہے۔ خواہ وہ شہری ہو یا دیہاتی۔ اس کے لئے نماز جمعہ ادا کرنا لازمی ہے۔ اور کسی آیت یا حدیث سے یہ بات ثابت نہیں کہ دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَوَّلُ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثَى يَعْنِي قَرْيَةً مِنَ الْبَحْرَيْنِ

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب وفد عبد القیس (۴۳۷۱) وکتاب الجمعۃ باب الجمعۃ فی القری والمدن (۸۹۲)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: نبی ﷺ کی مسجد میں جو جمعہ ادا کیا گیا اس کے بعد پہلا جمعہ جو ادا کیا گیا تھا وہ عبد القیس کی مسجد جواثی گاؤں میں تھا اور یہ بحرین کا گاؤں تھا۔

یہ صحیح حدیث بھی اس بات پر واضح دلالت کرتی ہے کہ گاؤں میں جمعہ ادا کرنا بالکل صحیح و درست ہے۔

۴۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب وہ جمعہ والے دن اذان سنتے تو اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے لئے رحم کی دعا کرتے (ان کا بیٹا کہتا ہے) میں نے کہا جب بھی آپ اذان سنتے ہیں تو اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے لئے رحم کی دعا کرتے ہیں تو کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اس لئے کہ انہوں نے ہزم نبیت جو بنی بیاضہ کی زمین کے مقام نقیع میں واقع ہے ہمیں پہلا جمعہ پڑھایا ہے۔ اسے نقیع الخضمات بھی کہا جاتا تھا میں نے کہا تم اس دن کتنے آدمی تھے انہوں نے کہا چالیس۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب الجمعۃ فی القری (۱۰۶۹) سنن ابن ماجہ باب فی فرض الجمعۃ (۱۰۸۲) المنتقی لابن الجارود (۲۹۱)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں "مدۃ بنی بیاضۃ قریۃ علی میل من المدینہ (التلخیص الحبیر ۲/۵۷) حدۃ بنی بیاضۃ مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر گاؤں تھا۔

یہ حدیث بھی اس بات پر بڑی واضح ہے کہ گاؤں اور دیہات میں جمعہ پڑھنا بالکل صحیح ہے۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لئے آپ ملاحظہ کریں۔ "مجموعہ الرسائل فی الجمعہ" مطبوعہ از جمعیت شبان اہلحدیث خالد آباد فیصل آباد۔

مذکورہ توضیح کے بعد اب سائل کے سوالوں کے بالترتیب جوابات حاضر خدمت ہیں۔

۱۔ جمعہ والے دن جامع مسجد میں جمعہ ہی ادا کریں ظہر کے لئے دوسری جماعت مت کھڑی کریں کیونکہ جمعہ والے دن جمعہ ہی ادا کیا جاتا ہے۔ ہاں اگر کسی شخص کا نماز جمعہ فوت ہو جائے تو وہ نماز ظہر ادا کرے گا۔ اس پر راقم کا مفصل فتویٰ پہلے مجلہ الدعوۃ میں طبع ہو چکا ہے۔

۲۔ ائمہ احناف نے جو قیام جمعہ کے لئے شہر کی شرط لگائی ہے اس پر شریعت مطہرہ میں کوئی دلیل موجود نہیں۔ کتاب وسنت کے عمومی دلائل ہر مسلمان پر جمعہ کو لازم کرتے ہیں خواہ وہ شہری ہو یا دیہاتی جیسا کہ اوپر تفصیل ذکر ہو چکی ہے۔

لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع رسول کریم ﷺ سے قطعاً صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں "لا یروی عن النبی ﷺ فی ذلک شئی" (الدرایہ ۱/۲۱۴ نصب الرایہ ۲/۱۹۵)

اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے کوئی چیز مروی نہیں۔

اور یہ قول علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے لیکن موقوف روایت مرفوع احادیث کا معارضہ نہیں کر سکتی۔ احناف کا اور اہلحدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ موقوف روایت مرفوع روایت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب آپ کے مسائل اور ان کا حل' جلد اول اس کا ص ۲۰ ملاحظہ کریں۔

۴۔ وذروا البیع سے مراد بڑی مارکیٹیں اور دوکانیں لینا بالکل بلا دلیل ہے۔

اس عموم میں ہر طرح کا لین دین شامل ہے خواہ بڑے پیمانے پر ہو یا چھوٹے پیمانے پر اور مشاغل دنیا بھی اس بیع میں شامل ہیں۔ بہر کیف مذکورہ دلائل صحیحہ کی بنیاد پر آپ اپنی بستی میں جمعہ جاری رکھیں اور ہر قسم کے شکوک وشبہات سے بالا ہو کر اس عظیم عبادت کو سر انجام دیتے رہیں۔ مانعین جمعہ خود بے شمار دیہاتوں میں جمعہ پڑھتے ہیں جس کا مشاہدہ ملک کے طول وعرض میں کیا جا سکتا ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے۔"

باقی صفحہ 52 پر

بقیہ | مسائل قربانی

تھے۔ اب تم کھاؤ اور ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔"

[مسلم (٥١٠٣) كتاب الأضاحي]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھالوں کا بھی وہی مصرف ہے جو گوشت کا ہے کیونکہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے مطلق طور پر یہ فرمایا ہے کہ قربانیوں سے کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔ اس لیے کھال کو خود استعمال کر لینا چاہیے مثلاً بطور مصلی یا بطور چٹائی وغیرہ جیسا کہ صحابہ نے مشکیزے بنا لیے تھے۔ یا کسی دوست کو استعمال کے لیے دے دینی چاہیے یا مساکین و مجاہدین اور غریب طلباء دینیہ کو صدقہ کر دینی چاہیے۔

کیا قربانی کا گوشت یا کھال فروخت کی جاسکتی ہے؟

نہ تو قربانی کا گوشت فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی کھال فروخت کی جاسکتی ہے کیونکہ شریعت نے انہیں استعمال کرنے کا جو طریقہ بتلایا ہے، فروخت کرنا اس میں شامل نہیں۔

کیا قربانی کا گوشت یا کھال قصائی کو بطور اجرت دی جاسکتی ہے؟

ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

اور صحیح مسلم میں "سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ ﷺ کی قربانیوں کی نگرانی کروں اور میں ان قربانیوں کا گوشت اور ان کے چمڑے اور ان کی جلیں صدقہ کر دوں اور ان سے (کچھ بھی) قصائی کو نہ دوں" اور (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ ہم اسے (قصائی کو) اپنے پاس سے (معاوضہ) دیا کرتے تھے۔" [مسلم (٣١٨٠) كتاب الحج]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے جانوروں کی ہر چیز حتی کہ جل (پالان کے ساتھ کا کپڑا) تک بھی صدقہ کر دی جائے اور قصائی کو ان میں سے اجرت میں کچھ نہ دیا جائے بلکہ اجرت علیحدہ دیں۔

زندہ افراد کی طرف سے قربانی

اپنے علاوہ دیگر زندہ افراد کی طرف سے قربانی کرنا بالاتفاق جائز ومباح ہے اور اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے "سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔"

[بخاری (٥٥٤٨) كتاب الأضاحي: باب الأضحية للمسافر والنساء]

ایک اور حدیث میں ہے کہ "عطاء بن یسارؒ سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قربانی کیسے ہوتی تھی؟ تو انہوں نے کہا: نبی کریم ﷺ کے زمانے میں آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربان کرتا تھا وہ (اسے) کھاتے تھے اور کھلاتے تھے۔"

[ترمذی (١٥٠٥) كتاب الأضاحي]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی زندہ افراد کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو جائز ہے۔

میت کی طرف سے قربانی

اس کی مختلف صورتیں ہیں:

(1) قربانی تو زندہ افراد کی طرف سے کی جائے لیکن اس میں فوت شدگان کو بھی شریک کر لیا جائے یہ جائز ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے: "سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگ والا ایک مینڈھا لانے کا حکم دیا جس کے ہاتھ پاؤں، پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہوں وہ جانور آپ کے پاس قربانی کے لیے لایا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا چھری لاؤ، پھر کہا اسے کسی پتھر کے ساتھ تیز کرو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا، پھر آپ ﷺ نے چھری پکڑ لی اور مینڈھے کو ذبح کرنے کے لیے لٹا دیا۔ پھر فرمایا: اللہ کے نام کے ساتھ اے اللہ! محمد، آل محمد اور امت محمد کی طرف سے (اسے) قبول فرما، پھر اسے ذبح کر دیا۔"

[مسلم (٥٠٩١) كتاب الأضاحي]

"سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے پاس دو سینگوں والے چتکبرے، بڑے بڑے، خصی مینڈھے لائے گئے آپ ﷺ نے ان دونوں میں سے ایک کو لٹایا اور پھر کہا ((بسم الله والله أكبر عن محمد ﷺ وأمة من شهد الله بالتوحيد وشهد لي بالبلاغ)) "اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ سب سے بڑا ہے، (یہ جانور) محمد کی طرف سے اور اس کی امت میں سے جس نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دی اور میرے لیے پیغام پہنچانے کی گواہی دی، کی طرف سے (قبول فرما)۔" [إرواء الغليل (٢٥١/٤)]

احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے قربانی میں اپنے گھر والوں کے ساتھ پوری امت کو بھی شریک کیا اور یقیناً اس وقت آپ ﷺ کی امت کے کئی افراد فوت ہو چکے تھے لہذا ثابت ہوا کہ اپنی قربانی میں فوت شدگان کو بھی شریک کیا جاسکتا ہے۔ شیخ ابن بازؒ نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

شیخ ابن بازؒ کا فتوی: "قربانی زندہ اور مردہ کی طرف سے مشروع ہے کیونکہ نبی ﷺ دینہ میں ایک بکری اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربان کرتے تھے حالانکہ ان میں بعض فوت ہو چکے تھے جیسے سیدہ خدیجہ c اور آپ ﷺ کی دو بیٹیاں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور اس لیے بھی مشروع ہے کہ یہ صدقہ اور قربت ہے پس یہ بقیہ صدقات کے مشابہ ہوگی اور یہ زندہ افراد کی طرف سے زیادہ مؤکد ہے آپ ﷺ کے فعل کی وجہ سے۔

شیخ ابن عثیمینؒ کا فتوی:

میت کے لیے قربانی کی دو قسمیں ہیں:

1- "یہ کہ شرعی قربانی ہو اور وہ یہ ہے کہ جو عید الاضحیٰ میں اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کی جاتی ہے اور اس کا ثواب میت کے لیے مقرر کر دیا جاتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اس سے بھی افضل یہ ہے کہ انسان اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرے اور اس کے ساتھ زندہ اور مردہ (افراد) کی بھی نیت کرلے تو تبعاً میت بھی اس میں شامل ہو جائے گی کیونکہ نبی ﷺ نے اپنے گھر کے فوت شدگان میں سے کسی کی طرف سے قربانی نہیں کی۔ آپ ﷺ کی تین بیٹیاں "زینب، ام کلثوم اور رقیہ رضی اللہ عنہن" فوت ہوئیں لیکن آپ ﷺ نے ان کی طرف سے قربانی نہیں کی اور اسی طرح خدیجہ رضی اللہ عنہا جو آپ کو بیویوں میں سب سے زیادہ محبوب تھیں، آپ نے ان کے لیے بھی قربانی نہیں کی، اور اسی طرح آپ کے چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ جو جنگ احد میں شہید کر دیے گئے آپ نے ان کی طرف سے بھی قربانی نہیں کی۔ ہاں لیکن آپ ﷺ نے اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کی ہے۔"

2- "میت کی طرف سے جانور ذبح کرنا جیسا کہ بعض جاہل لوگ ایسا کرتے ہیں، میت کے لیے اس کی وفات کے ساتویں روز جانور ذبح کیا جاتا ہے یا اس کی وفات کے چالیسویں روز، یا اس کی وفات کے تیسرے روز، یہ بدعت ہے اور جائز نہیں کیونکہ یہ ایسے بے فائدہ کام میں مال کا ضیاع ہے جس میں نہ تو دینی فائدہ ہے اور نہ دنیاوی، بلکہ دینی نقصان میں (مال کا ضیاع ہے) اور تمام بدعتیں گمراہی ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا "ہر بدعت گمراہی ہے۔" (واللہ الموفق) [فتاوی منار الاسلام (٤١٦/٢)]

(2) دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی فوت ہونے سے پہلے اپنے ثلث مال میں سے قربانی کرنے کی وصیت کر جائے یا ایک خاص رقم اس غرض سے وقف کر جائے تو میت کے ورثاء پر لازم ہے کہ اس کے ترکے میں سے اس کی طرف سے لازماً قربانی کریں کیونکہ قربانی کے بقدر مال وقف کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ کا ہو چکا ہے۔ اس میں بندوں کا کوئی حق نہیں۔ اسے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کرنا بہر صورت ضروری ہے جیسا کہ وقف کے متعلق ایک حدیث میں ہے کہ "سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں ایک زمین ملی (جس کا نام ثمغ تھا) تو آپ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے ایک زمین ملی ہے اور اس سے عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا، آپ اس کے بارے میں مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر چاہے تو اصل جائداد اپنے قبضے میں روک رکھ اور اس کے منافع کو خیرات کر دے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اس شرط کے ساتھ صدقہ (وقف) کیا کہ اصل زمین نہ بیچی جائے، نہ ہبہ کی جائے اور نہ وراثت میں کسی کو ملے اور فقراء، رشتہ دار، غلام آزاد کرانے، اللہ کے راستے (کے مجاہدوں) مہمانوں اور مسافروں کے لیے (وقف) ہے۔ جو شخص بھی اس کا متولی ہو اگر

دستور کے مطابق اس میں سے کھائے یا اپنے کسی دوست کو کھلائے تو کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ مال جمع کرنے کا ارادہ نہ ہو۔"

[بخاری (۲۷۷۲) کتاب الوصایا]

(3) تیسری صورت یہ ہے کہ جانور قربان کر کے سارا جانور ہی صدقہ کر دیا جائے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کیا جاسکتا ہے جیسا کہ چند ایک حسب ذیل ہیں:

1- "سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے نبی ﷺ سے عرض کیا' میرا والد فوت ہو گیا ہے اور اس نے مال چھوڑا ہے لیکن وصیت نہیں کی' اگر اس کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے تو کیا یہ اس (کے گناہوں) کا کفارہ بن جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا" ہاں"۔ [مسلم (۴۲۱۹) کتاب الوصیۃ]

2- "سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول! بے شک میری والدہ اچانک فوت ہو گئی ہے اور اس نے وصیت نہیں کی' میں اس کے متعلق گمان کرتا ہوں اگر وہ کچھ بولتی تو صدقہ کر دیتی۔ تو کیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کر دوں تو اسے اجر ملے گا؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں"۔ [مسلم (۴۲۲۱) کتاب الوصیۃ]

(4) چوتھی صورت یہ ہے کہ صرف میت کی طرف سے ہی قربانی کی جائے جیسا کہ آج کل عام رواج ہے کہ کوئی اپنے والد کی طرف سے قربانی کرتا ہے اور اس کا الگ جانور خریدتا ہے جو کہ صرف والد کی طرف سے قربان کیا جاتا ہے تو اس کا شریعت میں کہیں ثبوت نہیں ملتا اس لیے اس عمل سے اجتناب ہی بہتر ہے علاوہ ازیں اگر میت کی طرف سے قربانی کرنی ہو تو پہلی تینوں صورتوں میں سے کسی کے مطابق کی جاسکتی ہے۔ (واللہ اعلم)

والدین کی طرف سے قربانی

شیخ ابن عثیمین کا فتویٰ: نبی ﷺ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے اپنے گھر والوں میں سے (فوت شدہ) کسی ایک کی طرف سے بھی قربانی کی ہو۔ ہاں (اتنا ضرور ہے کہ) آپ ﷺ نے اپنی طرف سے قربانی کی اور اس میں اپنے زندہ اور فوت شدہ گھر والوں کو بھی شریک کر لیا۔" [فتاوی منار الاسلام (۲/۴۱۵)]

سود کے مال سے قربانی کا حکم

جیسا کہ ابتداء میں شروط قربانی کے ضمن میں بیان کیا جا چکا ہے کہ قربانی پاکیزہ مال سے کرنی چاہیے' حرام مال سے کی ہوئی قربانی قبول نہیں ہوتی جیسا کہ ایک حدیث میں ہے" سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! بیشک اللہ پاک ہے اور صرف پاکیزہ چیز کو ہی قبول کرتا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے۔ فرمایا" اے رسولو! پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو بیشک میں اس کا علم رکھتا ہوں جو تم عمل کرتے ہو' اور فرمایا" اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں۔"

پھر آپ ﷺ نے ذکر فرمایا کہ آدمی لمبا سفر کرتا ہے سر پراگندہ ہے قدم غبار آلود ہیں' وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلاتا ہے (اور کہتا ہے) اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! لیکن اس کا کھانا حرام ہے' اس کا پینا حرام ہے' اس کا پہنا حرام ہے' اور حرام سے اسے غذا دی جاتی ہے تو کیسے اس کی دعا قبول کی جائے؟" [مسلم (۲۳۴۶) کتاب الزکاۃ]

ایک اور حدیث میں ہے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا" وضوء کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی اور نہ ہی صدقہ خیانت کے مال (یعنی حرام مال) سے قبول ہوتا ہے۔" [مسلم (۵۳۵) کتاب الطھارۃ]

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جیسے وضوء کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح حرام مال سے کیا ہوا صدقہ بھی قبول نہیں ہوتا۔ سود کا مال بھی حرام ہے۔

بے نماز کی قربانی

یہ بات ثابت ہے کہ جان بوجھ کر دائمی طور پر نماز چھوڑ دینے والا شخص کافر ہے اور مندرجہ ذیل دلائل اس پر شاہد ہیں:

(1) مشرکین کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے" اگر یہ لوگ توبہ کر لیں اور نماز قائم کر لیں اور زکوۃ ادا کرنے لگیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔" [التوبۃ: ۱۱] اس آیت سے از خود یہ بات واضح ہو جاتی ہے اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو تمہارے دینی بھائی نہیں ہیں اور یہاں یہ بات بھی یاد رہے دینی بھائی چارہ صرف اسلام سے خارج ہونے سے ہی ختم ہوتا ہے۔

(2) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((بین الرجل و بین الکفر والشرك ترك الصلاة)) "کفر و شرک اور (مسلمان) بندے کے درمیان فرق نماز کا چھوڑ دینا ہے۔"

[مسلم (۸۲) کتاب الإیمان]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ" جو شخص نماز چھوڑ دے پھر اس چھوڑنے پر مصر و قائم رہے اور پھر ایسی حالت میں ہی فوت ہو جائے تو وہ کافر فوت ہوا ہے۔

[الصارم المسلول (۵۵۴) مجموع الفتاوی (۹۷/۲۰)]

مذکورہ دلائل سے ثابت ہوا کہ بے نماز اسلام سے خارج ہے لہٰذا اس کی قربانی ہی نہیں بلکہ کوئی بھی عبادت قبول نہیں۔

ہمارے ہاں لوگ نماز وغیرہ دینی فرائض سے بالکل غافل رہتے ہیں لیکن محض معاشرتی سٹیٹس اور نمود و نمائش کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ جانور ذبح کرتے ہیں حالانکہ اللہ کو ایسی قربانی پسند نہیں۔ ایسے لوگوں کو اس طرف بھی توجہ کرنی چاہیے۔

کیا مقروض شخص قربانی کر سکتا ہے؟

شریعت سے کوئی ایسی دلیل نہیں ملتی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ مقروض شخص قربانی نہیں کر سکتا ہاں اتنا ضرور ہے کہ قرض لینے کے بعد اسے جلد از جلد اتارنے کی کوشش کرنی چاہیے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر مقروض شخص قربانی کرے گا تو اس کی قربانی قبول نہیں ہوگی بلکہ قربانی عبادت ہے اور نبی ﷺ کی سنت ہے۔ اس لیے اگر مقروض شخص بھی قربانی جیسی عبادت کے ذریعے تقرب الٰہی حاصل کر سکتا ہے تو اسے ضرور ایسا کرنا چاہیے۔ (واللہ اعلم)

قربانی اور منکرین حدیث

چونکہ قرآن میں قربانی کا ذکر مسائل حج کے ضمن میں ہوا ہے اس لیے منکرین حدیث نے اسی سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ قربانی صرف حاجیوں کے لیے ہے دیگر مسلمانوں کے لیے مشروع نہیں' لیکن یہ بات اس لیے درست نہیں کیونکہ کتاب وسنت میں متعدد مقامات پر قربانی کا حکم مطلق طور پر مذکور ہے جیسا کہ قرآن میں ہے۔

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ [الکوثر: ۲] "اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔"

ایسی مطلق آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں حج کے علاوہ بھی قربانی ثابت ہے۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

بقیہ احوال العالم

عرب' 5 سنی کرد' ایک عراقی ترک اور ایک شامی عیسائی۔

اگرچہ عراق میں شیعہ نے امریکی تسلط کو قبول کر لیا ہے۔ لیکن سنیوں نے قبول نہیں کیا۔ خواہ وہ سنی کرد یا عرب کیوں نہ ہوں۔ اگرچہ سنیوں میں سے کچھ لوگوں کی صدام سے جان چھوٹ گئی ہے لیکن شیعہ کا ساتھ اور امریکی تسلط ان کو ہرگز ہرگز برداشت نہیں ہوگا۔ یہ صدام ہی کا کام تھا کہ اس نے وسطی عراق کے سنیوں کو ساتھ ملا کر ربع صدی تک ملک کی 60 فیصد شیعہ آبادی پر حکومت کی۔

اب چونکہ عراقی گورننگ کونسل ایک چوں چوں کا مربع ہے۔ اس لئے بش اور اس کی انتظامیہ کے لوگ گورننگ کونسل کے اس ڈھانچے کو چلانے میں ناکامی پر ابھی تک بال بریمر کو کوس رہے ہیں اور بش کے لئے جلتی پہ تیل کا کام روزانہ ہونے والی جہادی کارروائیاں کر دیتی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا آرہا ہے کہ مجاہدین زور پکڑتے جا رہے ہیں اور باوجود تمام ٹیکنالوجی اور اسلحے کے امریکی سازشیں ناکام ہوتی جا رہی ہیں۔

ترجمۃ القرآن کلاس

روزانہ بعد از نماز مغرب جامع مسجد رحمت فاخر شاہ کالونی نزد لاری اڈہ دیپالپور میں ہوگا۔

مدرس: شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس اسلامک انسٹی ٹیوٹ

بقیہ اسمائے حسنیٰ

اور جب بندہ اپنے آپ کو بھول جاتا ہے تو پھر اپنی مصلحت و فائدہ کا خیال نہیں رکھتا وہ اپنا دشمن بن جاتا ہے وہ جانتا ہے کہ منشیات 'سگریٹ وغیرہ میرے لئے نقصان دہ ہیں اس کے باوجود وہ ان کا عادی بن جاتا ہے کیونکہ اللہ کی عدم معرفت کی وجہ سے وہ اپنی جان بھی بھول چکا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ لامحالہ 'جو آدمی اللہ رب العزت کی صفات واسماء حسنیٰ کو پڑھتا ہے ہر ہر صفت سے اس پر رب ذوالجلال کے کمالات کے نئے دروازے کھلتے ہیں۔ جب وہ "رحیم" کو پڑھتا ہے تو اللہ کی رحمت کا امیدوار ہو جاتا ہے۔ جب وہ عزیز' قدیر' قوی کو پڑھتا ہے تو بندہ نصرت طلب کرنے والا' متوکل علی اللہ بن جاتا ہے اور جب اللہ کی سطوتوں اور لشکروں کا تذکرہ پڑھتا ہے تو ساری دنیائے کفر کے مقابلے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور جب اس کے عذاب کا تذکرہ کرتا ہے تو سراپا تقویٰ وتضرع بن جاتا ہے۔ گویا اللہ کی معرفت سے ہی اپنے نفس کے نفع ونقصان کی معرفت ہے اس کو نہ جاننے کا نتیجہ دنیا ومافیہا میں خسارہ ہے۔

اللہ کی معرفت' راہ اعتدال

بندہ دو چیزوں کی مدد سے دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ ایک آنکھ اور دوسری روشنی۔ ان میں سے ایک نہ ہو تو دیکھنا ممکن نہیں۔ دنیاوی بصیرت کی طرح معرفت الٰہی کے لئے بھی دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک روشنی جو کہ نور اسلام کتاب وسنت کا علم ہے۔ دوسری فہم سلیم وعقل قویم کہ جو صاحب بصیرت ہو اور آنکھ کا کام کرے۔

فلسفیوں نے دین حنیف کی روشنی کے بغیر علم الٰہی کے متعلق غلط سلط افکار ونظریات قائم کئے۔ اور راہ ہدایت سے بھٹک گئے اور موت کے وقت بعض کو توبہ نصیب ہوئی تو ساری زندگی کے زیاں پر کف افسوس ملتے رہے اور دوسری طرف صوفیاء حضرات ہیں کہ جنہوں نے علم الٰہی کے بغیر جہالت کی بنیاد پر معرفت الٰہی کی منزلیں طے کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اپنے آپ پر الٹی سیدھی پابندیاں لگا کر رہبانیت اختیار کرلی خلاف عقل شعبدہ بازیاں دکھا کر ولایت کے نام پر صاحب رسالت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ متقی بننے کی ناکام کوشش کی خود بھی گمراہ ہوئے اور معاشرے کو بھی گمراہ کیا۔

جبکہ درمیانی راہ یہ ہے کہ اللہ کے اسماء وصفات اور شرعی علم کے ساتھ اللہ کی معرفت بھی حاصل کی جائے اور عمل کو بھی اس کے تابع کیا جائے۔ نہ تو فلاسفہ کی طرح 'ساری عمر یہی فیصلہ نہ ہو کہ اللہ قدیم ہے۔ زمین وآسمان کس نے بنائے اور نہ صوفیاء کی طرح اللہ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر کے ابلیس کی پیروی کی جائے گویا معرفت الٰہی راہ اعتدال ہے۔

علم الاسماء الحسنیٰ: راہ معرفت الٰہی

دنیا ایک کھلی ہوئی کتاب ہے جس میں اللہ کے کمالات' اس کی قدرت کے کرشمے نظر آتے ہیں فطرتاً بھی اس ذات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کو دل چاہتا ہے وہ ذات چونکہ غائب سے تعلق رکھتی ہے کسی نے اس کو دیکھا نہیں اس لئے اس کے بارے میں معلومات کا واحد ذریعہ کتاب وسنت اور خصوصاً اسماء وصفات کا علم ہے اور پھر بھی یہ علم اللہ کی مکمل معلومات نہیں ہے بلکہ بعض معلومات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (الاسراء:۸۵)

اور تم بہت تھوڑا علم دیئے گئے ہو۔

اور جب معرفت الٰہی حاصل ہو جاتی ہے تو پھر انسان کے سارے اعمال درست ہو جاتے ہیں اللہ سے کمال محبت وپیار بھی ہو جاتا ہے اور اس کے عذاب سے ڈر بھی رہتا ہے' بس یہی دو انجن ہے جو دنیا کی گاڑی کو چلاتے ہیں۔ اللہ کی محبت اور جنت کی تمنا' دوسرے اللہ کا خوف اور جہنم سے فرار۔

اللہ کا فرمان ہے۔ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔ (الفاطر:۲۸)

بے شک علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں اس کے بندوں میں سے۔

اللہ کے ناموں کا علم دلوں کی حیات ہے

یتیم بچہ بہت غمگین رہتا ہے۔ آپ دنیا کی لاکھ نعمتیں اس کو لادیں۔ ایک بات اس کو اندر ہی اندر کاٹتی جاتی ہے کہ سب کے والد ہیں میرا والد کون ہے؟ حتیٰ کہ یورپی معاشرے میں حرام اولاد کی بہتات ہے اسی طرح کے ایک بچے نے ہیلری کلنٹن کو خط لکھا تھا کہ سب کے باپ ہیں مجھے بھی آپ ایک باپ دے دیں تو بہر صورت باپ کی کمی کو بہت محسوس کیا جاتا ہے حالانکہ وہ صرف بیٹے کو جنم دینے کا ذریعہ بنا ہے اور رب ذوالجلال' جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے۔ ہمارا رازق ومالک ہے۔ ہماری زندگی اور موت کا وہی خالق ہے۔ اس کی معرفت اور پہچان کے بغیر انسان کیسے زندگی کا حقیقی لطف اٹھا سکتا ہے؟

معرفت اسماء حسنیٰ سے رب کا تعارف ہوتا ہے جس میں اضافے سے رب کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ ویسے بھی خالق کا بندے سے گہرا تعلق ہے۔ اس کا جسم بھی اللہ نے بنایا پھر اس میں اپنی روح پھونکی اللہ کا فرمان ہے۔ (فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي سورۃ الحجر ۲۹) جب میں نے اس کو برابر کیا اور اس میں میں نے اپنی روح پھونکی اب اس روح کی غذا یہ ہے کہ یہ اپنے رب کو پہچانے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مومن بندے کی روح اللہ کی ملاقات کرنے جارہی ہوتی ہے تو بہت خوش ہوتی ہے۔

مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ (متفق علیہ المشکوۃ ۱۶۰۱)

جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پوچھنے پر آپ ﷺ نے بتایا کہ اس سے مراد موت کا وقت ہے۔

علم اسماء اللہ الحسنیٰ اور انسانی زندگی۔

اللہ کے اسماء حسنیٰ کے علم کا انسانی زندگی پر گہرا اثر ہوتا ہے یہ علم جب دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے تو پھر دل میں اللہ کا خوف' اس کے ساتھ ساتھ کمال محبت پیدا کرتا ہے اور یہی دو باتیں بندے کی اصلاح کیلئے کافی ہیں۔

پھر ہر نام مبارک کی اپنی تاثیر ہے اور اپنی خصوصیت ہے اس سے یہ قطعاً مراد نہیں کہ یہ نام خشک ہوتا ہے۔ یہ تر ہوتا ہے اور یہ سرد یا گرم ہوتا ہے کثرت ورد سے گرمی ہو جاتی ہے یہ باتیں بے بنیاد ہیں بلکہ نام کی تاثیر سے مراد یہ ہے کہ جب بندہ جانے کہ ایک اللہ ہی نفع ونقصان کا مالک ہے وہی رازق' مالک' خالق ہے" زندگی وموت اس کے ہاتھ میں ہے تو ان صفات کی تاثیر بندے کے دل میں اللہ پر توکل اور اسی سے امید پیدا کر دیتی ہے۔

اور جب بندہ یہ پڑھے کہ اللہ سمیع وبصیر ہے اور یہ کہ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں وہ سینوں کے بھید بھی جانتا ہے۔ تو اس کی تاثیر یہ ہے کہ بندہ زبان کو' کان' آنکھ کو استعمال کرنے میں بہت محتاط ہو جاتا ہے۔ تمام منکرات وفواحشات کو چھوڑ دیتا ہے۔

اور جب بندہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے وہ سب خزانوں کا مالک ہے تو اللہ سے امیدیں وابستہ ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جلال وعظمت کو جاننے سے دل میں اللہ کی ہیبت وعظمت پیدا ہوتی ہے۔

لہٰذا ان اسماء کا علم صرف دم و تعویذات کے لئے نہیں' نہ ہی غلط سلط دوستیاں لگانے میں مدد لینے کے لئے ہے بلکہ یہ علم روح کی غذا ہے۔ سارے اعمال کو درست کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دنیا وآخرت کے مسائل بھی حل کرتا ہے۔

(جاری ہے)

بقیہ تبصرہ کتب

وضو' وضو کی سنتیں' وضو کے نواقض وغیرہ' کن چیزوں سے وضو واجب ومستحب ہوتا ہے' موزوں پر مسح' غسل' جنبی پر جو چیزیں حرام ہیں۔ غسل مستحب کی اقسام' ارکان غسل' عورت کا غسل' زخم پر پٹی کی صورت میں مسح' حیض' نفاس' استحاضہ کے متعلق فقہی مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔

حدیبیہ پبلیکیشنز عنقریب اس سلسلہ کی کتاب الصلوۃ بھی شائع کر رہے ہیں۔ بہر حال زیر تبصرہ کتاب طلبہ وعلماء کے لئے یکساں مفید ومعاون ہے۔ ادارہ ھذا کو اللہ مزید اشاعت دین کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فضائلِ ومسائلِ قربانی

حافظ عمران ایوب لاہوری

شریعت کے وہ چند مسائل جو ہماری توجہ کسی نہ کسی تاریخی واقعہ کی طرف مبذول کرتے ہیں ان میں سے ایک قربانی بھی ہے۔ ایسے مسائل سے مقصود محض انہیں مقررہ وقت پر بالفعل اختیار کر لینا ہی نہیں ہے بلکہ ان تاریخی حوادث پر گہری نگاہ ڈالتے ہوئے اس جذبہ عبادت اور قربانی کی ناقابل فراموش کہہ وحقیقت کو سمجھ کر اپنانے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔ جس کے باعث یہ مسائل ہماری اسلامی روایات میں جزو لاینفک کی حیثیت اختیار کر گئے جیسا کہ حاجیوں کے لیے صفا اور مروہ کی سعی کرنا محض ایک دوڑ نہیں ہے بلکہ اس تاریخی واقعہ کی غماز ہے۔ جس میں ایک طرف ننھا سا بچہ شدت پیاس کے باعث زمین پر ایڑیاں مارتا نظر آتا ہے اور دوسری طرف اماں ہاجرہ علیہا السلام پانی کی تلاش میں صفا ومروہ کی پہاڑیوں کے چکر لگاتی نظر آتی ہیں کہ جنہیں ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنی تمام تر محبتیں قربان کر کے مکہ کی بے آب وگیاہ زمین میں تنہا چھوڑ گئے تھے بعینہ قربانی کا مسئلہ بھی ہے یعنی عید قربان کے دن جانور ذبح کرنا' کچھ گوشت تقسیم کر دینا' کچھ کھا لینا اور پھر خود کو شریعت کے ہر حکم سے آزاد تصور کرنا اور قربانی کے مقصد یا غرض وغایت پر سنجیدگی سے غور وفکر نہ کرنا' قربانی کر لینا کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ جانور قربان کرنے کے ساتھ ساتھ ابراہیم علیہ السلام کی مثالی اطاعت وفرمانبرداری اور اثر آفریں عقیدت وارادت کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ جس کی وجہ سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنا کم سن اور خوبصورت بیٹا بھی قربان کرنے سے دریغ نہ کیا۔

اگرچہ چھری ذبح نہ کر سکی اور پھر حکم الٰہی کے مطابق مینڈھا ذبح کر دیا گیا لیکن اللہ نے اس عمل کو تمام مسلمانوں کے لیے مسنون قرار دے کر قیامت تک کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو جاری وساری کر دیا۔ لامحالہ ہم سے بھی اسلام صرف جانوروں کی قربانی نہیں چاہتا بلکہ اس جذبہ اطاعت اور خشیت الٰہی کو بھی اجاگر کرنا چاہتا ہے جس کے ذریعے ہم اپنی ہر چیز بوقت ضرورت اللہ تعالیٰ کی خاطر قربان کر دینے کے لیے تیار ہو جائیں اور یقیناً آج اسلام کو جانوروں کی قربانیوں سے کہیں زیادہ ہماری محبوب ترین اشیاء یعنی مال اولاد اور جان کی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس عمل کو محض ایک تہوار ورسم سمجھتے ہوئے تفاخر اور ریاء ونمود کا ذریعہ ہی نہ بنا ڈالیں کہ جس کے باعث ہمیں دنیا میں تو اسلامی شعائر وروایات اپنانے کا اعزاز مل جائے لیکن ہماری عقبیٰ تباہ وبرباد ہو کر رہ جائے بلکہ ہمیں چاہیے کہ اس عمل کے پیچھے چھپی اُس عظیم قربانی کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے ایمانوں کو اس قابل بنائیں جو ہمیں دنیاوی لہو ولعب اور مصنوعی عیش ونشاط سے نکال کر اپنی زندگی کا ہر لمحہ اور ہر گوشہ رضائے الٰہی کی خاطر قربان کر دینے کے لیے تیار کر دے۔

قربانی کا معنی ومفہوم اور وجہ تسمیہ

لفظ قربانی قربان سے مشتق ہے اور لغوی اعتبار سے قربان سے مراد "ہر وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے چاہے ذبیحہ ہو یا کچھ اور۔" [مصباح اللغات (ص ۶۶۸)]

قربانی کی مشروعیت

1۔ قربانی ابراہیم علیہ السلام اور محمد ﷺ دونوں کی سنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان دونوں انبیاء کی سنت اپنانے اور اتباع کرنے کی تلقین فرمائی ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا: "(مسلمانو!) تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے۔" رسول اللہ ﷺ کے متعلق فرمایا: "یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ ہے۔" ایک اور آیت میں فرمایا: "کہہ دیجیے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔" [آل عمران: ۳۱]

(2) سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "نبی کریم ﷺ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا تھا۔" [بخاری (۵۵۵۳) كتاب الأضاحى : باب فى أضحية النبى]

قربانی کا حکم:

اگرچہ اس کے حکم میں اختلاف ہے اور بعض علماء نے صاحب استطاعت شخص کے لیے اسے واجب بھی قرار دیا ہے لیکن راجح وبرحق بات یہ ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے

وہ صورتیں جن میں قربانی واجب ہو جاتی ہے:

مندرجہ ذیل صورتوں میں قربانی واجب ہو جاتی ہے:

(1) اگر کوئی شخص نذر کے ذریعے اپنے اوپر قربانی واجب کر لے تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایمان والوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ذکر فرمایا ہے کہ ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ﴾ [الإنسان : ۷] "وہ نذر پوری کرتے ہیں۔" اور ایک حدیث میں ہے کہ "عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا "جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کی نذر مانی' وہ اس کی اطاعت کرے (یعنی اس نذر کو پورا کر لے)۔" [بخاری (۶۶۹۶)]

(2) کسی جانور کے متعلق اگر یہ نیت کر لی جائے کہ یہ اللہ کے لیے ہے یا یہ صرف قربانی کے لیے ہے تو پھر اسے اللہ کے لیے قربان کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اب وہ وقف ہو چکا ہے اور وقف چیز کا حکم یہ ہے کہ نہ تو اسے فروخت کیا جا سکتا ہے' نہ اسے ہبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے وراثت میں تقسیم کیا جا سکتا ہے بلکہ اسے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی صرف کیا جائے گا جیسا کہ صحیح مسلم میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے یہ بات ثابت ہے۔ [مسلم (۴۲۲۴)]

(3) اگر کوئی شخص حالت احرام میں شکار کو قتل کر بیٹھا تو اس پر فدیہ کے طور پر قربانی لازم ہو جائے گی جیسا کہ قرآن میں ہے کہ "اے ایمان والو! شکار کو قتل مت کرو جبکہ تم حالت احرام میں ہو اور جو شخص تم میں سے اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اس پر فدیہ ہو گا جو کہ مساوی ہو گا اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے۔" [المائدۃ: ۹۵]

جو قربانی کی طاقت نہیں رکھتا وہ کیا کرے؟:

جیسا کہ گذشتہ سطور میں بیان کیا جا چکا ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے اور تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے اس لیے جو قربانی کر سکتا ہے اسے ضرور قربانی کرنی چاہیے لیکن اگر کوئی اس کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو تو یقیناً

اسے قربانی نہ کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ تو سنت ہے اور اگر انسان طاقت نہ ہونے کی وجہ سے فرض زکاۃ بھی ادا نہ کرے یا فرض حج بھی نہ کرے تب بھی اس پر بالاتفاق کوئی گناہ نہیں۔ ہاں ایسا شخص اگر قربانی کا اجر حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ عید کے روز اپنے بال اور ناخن تراش لے' مونچھیں کاٹ لے اور زیر ناف مونڈھ لے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ ''سیدنا عبداللہ بن عمر وبن عاص ﷛ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا' مجھے یوم الاضحیٰ کو عید کا حکم دیا گیا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے مقرر فرمایا ہے ایک آدمی نے عرض کیا آپ مجھے بتلائیں کہ اگر میں قربانی کے لیے مونث دودھ دینے والی بکری کے سوا نہ پاؤں تو کیا اس کی قربانی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں' لیکن تم اپنے بال اور ناخن تراش لینا اور اپنی مونچھیں کاٹنا اور شرمگاہ کے بال مونڈ دینا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ تیری مکمل قربانی ہو جائے گی۔'' [ابوداود (۲۷۸۹) کتاب الضحایا]

قربانی صرف رضائے الٰہی کے لیے کرنی چاہیے

چونکہ قربانی عبادت ہے اور کوئی بھی عبادت اس وقت تک باعث اجر نہیں ہوتی جب تک کہ خالصتاً اللہ کے لیے نہ کی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

﴿وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ [البينة: ٥]

''انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے لیے دین کو خالص کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [الأنعام: ١٦٢]

''کہہ دیجیے! بے شک میری نماز' میری قربانی' میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔'' غیر اللہ کے لیے قربانی شرک ہے اور ایسی جگہ پر درست نہیں ہے جہاں غیر اللہ کی عبادت ہوتی ہو نیز ایسی قربانی بھی حلال نہیں جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ سیدنا علی ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر لعنت کرے جس نے اپنے والد پر لعنت کی' اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر لعنت کرے جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا' اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر لعنت کرے جس نے کسی بدعتی کو پناہ دی اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر لعنت کرے جس نے زمین کی علامات تبدیل کر دیں۔'' [مسلم (۱۳۱)]

شرائط قربانی

(1) خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو جیسا کہ پیچھے دلائل نقل کر دیے گئے ہیں۔

(2) حلال مال سے ہو' حرام مال سے نہ ہو۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ سیدنا ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

((أيها الناس إن الله طيب لا يقبل إلا طيبا)) ''اے لوگو بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاکیزہ چیز کو ہی قبول کرتا ہے۔''

[مسلم (٢٣٤٦) كتاب الزكاة : باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها]

(3) سنت کے مطابق ہو جیسا کہ اگر کوئی شخص نماز عید سے پہلے قربانی کر لے تو اس کی قربانی قبول نہیں ہو گی۔ اس کا مفصل بیان آئندہ صفحات میں آئے گا۔

(4) قربانی ایسے جانوروں کی نہ ہو جن جانوروں کی قربانی قبول نہیں ہوتی۔ اس کا بھی تفصیلی بیان آگے آئے گا۔

قربانی کا جانور کیسا ہو؟

ایسے جانوروں کی قربانی کی جائے جن پر ''بھیمۃ الأنعام'' کا لفظ بولا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ فَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗ أَسْلِمُوْا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ﴾ [الحج: ٣٤]

''اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں۔ سمجھ لو کہ تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی ہے۔ تم اسی کے تابع فرمان ہو جاؤ۔ عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیجیے۔''

بھیمۃ ایسے جانوروں کو کہتے ہیں جو چار ٹانگوں والے ہوں خواہ پانی میں ہی ہوں جیسا کہ صاحب قاموس نے اس کی یہی وضاحت کی ہے۔

[القاموس المحيط (بهم)]

اور انعام میں چار قسم کے نر اور مادہ جانور شامل ہیں:

(1) اونٹ (2) گائے (3) بھیڑ (4) بکری

[مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تفسير فتح القدير (٢١٠/٢) تفسیر ابن کثیر (١٠٠/٣)]

قربانی کے جانور کی عمر کتنی ہو؟

مذکورہ بالا مویشیوں میں ہر ایک کا مسنہ (یعنی دوندا) ہونا بھی ضروری ہے۔ ہاں اگر کوئی مجبوری ہو یا ایسا جانور میسر نہ ہو تو بھیڑ کا کھیرا بھی کفایت کر جاتا ہے جیسا کہ سیدنا جابر ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

﴿ لاتذبحوا إلامسنة إلا أن يعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضأن ﴾

''مسنہ ہی ذبح کرو الا یہ کہ تم پر تنگی ہو تو بھیڑ کا کھیرا ذبح کر لو۔''

[مسلم (١١٧)]

یاد رہے کہ بھیڑ کے کھیرے کی اجازت کا مفہوم یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہر حال میں اس کی قربانی جائز ہے جیسا کہ آج کل بعض مقامات پر قربانی کا جانور بیچنے والے یہی کہہ کر عوام کو جانور فروخت کر رہے ہوتے ہیں کہ کھیرے کی قربانی بھی جائز ہے حالانکہ اس کی قربانی صرف ایک خاص صورت (یعنی مجبوری وتنگ دستی) میں ہی جائز قرار دی گئی ہے اگر یہ صورت نہ ہو تو مسنہ کے علاوہ کوئی جانور بھی کفایت نہیں کرے گا۔

مسنہ (یعنی دوندا) ایسے جانور کو کہتے ہیں جس کے دودھ کے دانت گر چکے ہوں۔ امام نووی ؒ فرماتے ہیں کہ

((المسنة هى الثنية من كل شىء من الابل والبقر والغنم فما فوقها وهذا تصريح بأنه لايجوز الجذع من غير الضأن فى حال من الاحوال))

''مسنۃ اونٹ گائے اور بکری وغیرہ میں سے دوندے کو کہتے ہیں اور یہ واضح ہے کہ بھیڑ کے علاوہ کسی حالت میں کھیرا قربان کرنا جائز نہیں۔'' [شرح مسلم للنووی (۹۹/۱۳)]

امام شوکانی ؒ رقمطراز ہیں کہ اہل علم فرماتے ہیں

((المسنة هى الثنية من كل شىء من الابل والبقر والغنم فما فوقها)) ''دوندا یا اس سے بڑا جانور مسنہ ہے خواہ وہ اونٹ اونٹنی ہو' خواہ گائے بیل ہو' اور خواہ بھیڑ' مینڈھا' بکری بکرا وغیرہ ہو۔''

[نيل الأوطار (٢٠٢/٥)]

نیز واضح رہے کہ اونٹوں میں دوندا عمر کے پانچویں سال میں ہوتا ہے' گائے میں دوندا عمر کے تیسرے سال میں ہوتا ہے' اور بکری میں دوندا عمر کے دوسرے سال میں ہوتا ہے۔ لہٰذا اونٹ' گائے اور بکری میں دوندے سے کم عمر والے جانور کی قربانی جائز نہیں البتہ دنبے میں (کسی مجبوری کے وقت) دوندے سے کم عمر والے جانور کی قربانی بھی جائز ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل

(1) سیدنا انس ﷛ سے روایت ہے کہ

﴿انكفأ رسول الله ﷺ إلى كبشين أقرنين أملحين فذبحهما بيده﴾ ''رسول اللہ ﷺ سینگ والے دو چتکبرے مینڈھوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔''

[بخاری (٥٥٥٤) كتاب الأضاحى : باب فى أضحية النبى]

(2) سیدنا ابوسعید خدری ﷛ سے روایت ہے کہ

﴿كان رسول الله ﷺ يضحى بكبش أقرن فحيل ينظر فى سواد ويأكل فى سواد ويمشى فى سواد﴾ ''رسول اللہ ﷺ سینگ والا موٹا تازہ مینڈھا ذبح کرتے جس کی آنکھیں' منہ

اور ٹانگیں سیاہ ہوتیں۔"

[ابو داود (۲۷۹٦) کتاب الضحایا : باب مایستحب من الضحایا' ترمذی (۱٤۹٦) ابن ماجۃ (۳۱۲۸) نسائی (۲۲۱/۷) شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود (۲٤۲٦)]

(3) سیدنا انس ؓ سے روایت ہے کہ

﴿أن النبي ﷺ نحر سبع بدنات بيده قياما وضحى بالمدينة بكبشين أقرنين أملحين﴾ "نبی ﷺ نے کھڑے کھڑے سات اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کیے اور مدینہ میں دو سینگوں والے چتکبرے مینڈھے ذبح کیے۔"

[ابو داود (۲۷۹۳) کتاب الضحایا : باب مایستحب من الضحایا' شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

[صحیح ابو داود (۲٤۲٤)]

کس جانور کی قربانی افضل ہے؟

امام شوکانیؒ کا فتویٰ: "اور افضل قربانی وہ ہے جو زیادہ موٹی تازی ہو۔" [الدرر البهية: كتاب الأضحية]

ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں کہ "سب سے افضل قربانی اونٹ کی ہے پھر گائے کی اور پھر بکری کی۔"

[الدرر البهية : كتاب الحج]

امام ابن قدامہؒ کا فتویٰ: "قربانیوں میں افضل اونٹ ہے پھر گائے ہے پھر بکری ہے پھر اونٹ میں شریک ہونا ہے اور پھر گائے میں شریک ہونا ہے۔" [المغنی (۳٦٦/۱۳)]

سعودی مجلس افتاء کا فتویٰ: "قربانیوں میں افضل اونٹ' پھر گائے پھر بکری اور پھر اونٹنی یا گائے کی قربانی میں شرکت ہے کیونکہ آپ ﷺ نے جمعہ کے متعلق فرمایا "جو پہلی گھڑی میں (مسجد میں) گیا گویا کہ اس نے اونٹ کی قربانی کی' اور جو دوسری گھڑی میں گیا گویا کہ اس نے گائے کی قربانی کی' اور جو تیسری گھڑی میں گیا گویا کہ اس نے سینگ والے مینڈھے کی قربانی کی اور جو چوتھی گھڑی میں گیا گویا کہ اس نے ایک مرغی کی قربانی کی اور جو پانچویں گھڑی میں گیا گویا کہ اس نے ایک انڈہ قربان کیا۔"

اس حدیث میں محل شاہد اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب میں اونٹ' گائے اور بھیڑ بکریوں کے درمیان ایک دوسرے پر فضیلت کا وجود ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قربانی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور اونٹ قیمت' گوشت اور نفع کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہے۔ ائمہ ثلاثہ یعنی امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں اور امام مالکؒ نے فرمایا کہ (قربانی میں) افضل بھیڑ کا کھیرا ہے۔ پھر گائے اور پھر اونٹ ہے کیونکہ نبی ﷺ نے دو مینڈھے قربان کیے اور آپ ﷺ صرف افضل کام ہی کرتے تھے۔

اس کے جواب میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ یقیناً آپ ﷺ بعض اوقات غیر افضل کام کو بھی امت پر نرمی کرنے کی غرض سے اختیار فرما لیا کرتے تھے کیونکہ وہ آپ ﷺ کی اقتداء کرتے تھے اور آپ ﷺ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ان پر مشقت ڈالیں لیکن آپ ﷺ نے اونٹ کی گائے اور بھیڑ بکریوں پر فضیلت بیان کر دی ہے جیسا کہ ابھی پیچھے گذرا ہے۔ (واللہ اعلم)

[فتاوی اسلامیہ (۳۲۰/۲)]

قربانی کے جانور کو کھلا پلا کر موٹا کرنا

امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ

"یحییٰ بن سعیدؒ نے کہا کہ میں نے سیدنا ابو امامہ بن سہل ؓ سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ ہم مدینہ میں قربانی کو موٹا تازہ کرتے تھے اور مسلمان بھی (قربانی کے جانوروں کو) موٹا کرتے تھے۔"

[بخاری (قبل الحدیث/۵۵۵۳)]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ قربانی کے جانوروں کو کھلا پلا کر موٹا اور صحت مند بنانا مستحب عمل ہے۔

خصی جانور کی قربانی

خصی جانور کی قربانی جائز ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو دو بڑے بڑے موٹے تازے سینگ والے چتکبرے خصی مینڈھے خرید لاتے۔"

شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجۃ (۲۵۳۱)]

بھینس کی قربانی

شریعت نے ایسے جانور بطور قربانی ذبح کرنے کا حکم دیا ہے جن پر بهيمة الأنعام کا لفظ بولا جا سکتا ہو اور وہ جانور صرف اونٹ' گائے' بھیڑ اور بکری ہیں جیسا کہ تحریر کیا جا چکا ہے اس لیے صرف انہی جانوروں کی قربانی کرنی چاہیے اور بھینس کی قربانی سے اجتناب ہی بہتر ہے اور اس لیے بھی کہ رسول اللہ ﷺ سے بھینس کی قربانی ثابت نہیں ہے۔

کن جانوروں کی قربانی جائز نہیں؟

(1) سیدنا براء بن عازب ؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "چار جانور قربانی میں جائز نہیں: واضح طور پر آنکھ کا کانا' ایسا بیمار جس کی بیماری واضح ہو' لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور ایسا کمزور جس میں چربی نہ ہو۔"

[ابو داؤد (۲۸۰۲) کتاب الضحایا : باب مایکرہ من الضحایا' نسائی (۲۱٤/۷)]

سیدنا علی ؓ سے مروی ہے کہ ﴿أمرنا رسول الله ﷺ أن نستشرف العين والأذن﴾ "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آنکھ اور کان اچھی طرح دیکھیں۔"

[ابو داود (۲۷۰٤) کتاب الضحایا : باب مایکرہ من الضحایا]

ان احادیث میں جو اوصاف بیان کیے گئے ہیں اگر کسی جانور میں وہ موجود ہوں تو اس کی قربانی ناجائز ہوگی۔

حاملہ جانور کی قربانی

حاملہ جانور کی قربانی جائز و درست ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث اس پر شاہد ہے:

" ابو سعید ؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پیٹ کے بچے کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "اگر تم چاہو تو اسے کھا لو" اور مسددؒ کہتے ہیں کہ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم اونٹنی' گائے اور بکری ذبح کرتے ہیں تو ہم اس کے پیٹ میں بچہ پاتے ہیں' کیا ہم اسے پھینک دیں یا اسے کھا لیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اگر تم چاہو تو اسے کھا لو کیونکہ اس کا ذبح اس کی ماں کا ذبح کرنا ہی ہے۔"

[ابو داود (۲۸۲۷) کتاب الضحایا : باب ماجاء في ذكاة الجنين' شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

[صحیح ابو داؤد (۲٤۵۱)]

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ حاملہ جانور خواہ اونٹنی ہو' گائے ہو یا بکری ہو' اسے قربانی کے لیے ذبح کیا جا سکتا ہے اور اس کے پیٹ کے بچے کو ذبح کیے بغیر کھانا درست ہے لیکن اگر اسے پھینک دیا جائے تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے صحابہ کو لازمی طور پر پیٹ کا بچہ کھانے کا حکم نہیں دیا بلکہ اسے ان کی طبیعت و چاہت پر ہی معلق رکھا۔

علاوہ ازیں بعض حضرات نے جو اس کی یہ تاویل کی ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے "بچے کو بھی اسی طرح ذبح کرو جیسے اس کی ماں کو ذبح کرتے ہو۔" یہ تاویل نہایت فاسد و بے بنیاد ہے اور مذکورہ ابو سعید ؓ کی حدیث بھی اس کا رد کرتی ہے۔

قربانی کے جانور پر سوار ہونا

"ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک شخص کو قربانی کا جانور لے جاتے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جا۔ اس شخص نے کہا کہ یہ تو قربانی کا جانور ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جا۔ اس نے کہا کہ یہ تو قربانی کا جانور ہے تو آپ ﷺ نے پھر فرمایا افسوس! سوار بھی ہو جاؤ (ویلک آپ ﷺ نے) دوسری یا تیسری مرتبہ فرمایا۔"

[بخاری (۱٦۸۹) کتاب الحج: باب رکوب البدن ، مسلم (۲۳۲۳)]

اس حدیث کی شرح میں مولانا داود رازؒ نقل کرتے ہیں کہ "زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ سائبہ وغیرہ جو جانور مذہبی نیاز نذر کے طور پر چھوڑ دیتے' ان پر سوار ہونا معیوب جانا کرتے تھے۔ قربانی کے جانوروں کے متعلق بھی جو کعبہ میں بھیجے جائیں' ان کا ایسا ہی تصور

تھا۔ اسلام نے اس غلط تصور کو ختم کیا اور نبی کریم ﷺ نے باصرار حکم دیا کہ اس پر سواری کرو تا کہ راستہ کی تھکن سے بچ سکو۔ قربانی کے جانور ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اسے معطل کر کے چھوڑ دیا جائے۔ اسلام اسی لیے دین فطرت ہے کہ اس نے قدم قدم پر انسانی ضروریات کو ملحوظ نظر رکھا ہے اور ہر جگہ عین ضروریات انسانی کے تحت احکامات صادر کیے ہیں۔

فتح الباری شرح بخاری (۴۲/۳)

اسی حدیث کے متعلق امام ترمذیؒ رقمطراز ہیں کہ ''

انس ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے اور بے شک نبی ﷺ کے صحابہ او ان کے علاوہ دوسرے لوگوں میں سے اہل علم کی ایک جماعت نے قربانی کے اونٹ پر سواری کی رخصت دی ہے جبکہ وہ شخص اس کی سواری کا محتاج ہو اور یہی قول امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ کا بھی ہے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ جب تک وہ شخص اس کی طرف مجبور نہ ہو جائے سواری نہ کرے۔''

[ترمذی کتاب الحج : باب ماجاء فی رکوب البدنة]

کیا قربانی کا جانور فروخت کیا جا سکتا ہے؟

اگر انسان قربانی کی نیت سے کوئی جانور خریدے تو پھر اسے فروخت کرنا درست نہیں کیونکہ اب وہ جانور اللہ تعالیٰ کا ہو چکا ہے اب اسے صرف اللہ کے لیے قربان کرنا ہی ضروری ہے بعینہ جیسے وقف شدہ مال کو نہ فروخت کرنا جائز ہے، نہ ہبہ کرنا جائز ہے اور نہ ہی وراثت میں تقسیم کرنا جائز ہے بلکہ اسے صرف اللہ کے لیے صرف کرنا ہی ضروری ہے۔

[مسلم (۴۲۲۴) کتاب الوصیة : باب الوقف]

ہاں اگر اسے فروخت کرنے سے مقصود اسے تبدیل کرنا ہے تو درست ہے مثلاً اگر کوئی شخص بکری خرید لایا ہے لیکن پھر وہ اسے فروخت کر کے گائے خریدنا چاہتا ہے تو یہ درست ہے کیونکہ یہ افضل قربانی کی طرف پیشرفت ہے۔ اور اس صورت میں بھی فروخت کرنا جائز ہے کہ اگر جانور خریدنے کے بعد علم ہو کہ یہ بیمار ہے یا اس میں کوئی ایسا نقص ہے جس وجہ سے یہ قربانی کے قابل نہیں تو اسے فروخت کر کے دوسرا جانور خریدا جا سکتا ہے۔ (واللہ اعلم)

قربانی کرنے والا کن امور سے اجتناب کرے؟

جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔ اس کی دلیل حسب ذیل ہے:

(1) سیدہ اُم سلمہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

((إذا رأیتم هلال ذی الحجة وأراد أحدکم أن یضحی فلیمسك عن شعره وأظفاره)) ''جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کوئی قربانی کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے رک جائے۔''

قربانی کا وقت

قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے اور جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی خواہ وہ کسی بھی علاقے میں ہو اس کی قربانی قبول نہیں ہو گی اور وہ عام صدقہ شمار ہو گا اسے نماز عید کے بعد قربانی کے لیے دوسرا جانور ذبح کرنا پڑے گا۔

(1) براء بن عازب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص نماز عید سے پہلے قربانی کر لیتا ہے' وہ صرف اپنے کھانے کے لیے جانور ذبح کرتا ہے اور جو نماز عید کے بعد قربانی کرے' اس کی قربانی پوری ہوتی ہے اور وہ مسلمانوں کی سنت کو پا لیتا ہے۔''

[بخاری (۵۵۵۶) کتاب الأضاحی : باب قول النبی ﷺ لأبی بردة......]

(2) انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''جس نے نماز عید سے پہلے جانور ذبح کر لیا' وہ دوبارہ قربانی کرے۔''

[بخاری (۵۵۶۱، ۵۵۴۹) کتاب الأضاحی : باب من ذبح قبل الصلاة أعاد' مسلم (۱۵۵۴) نسائی (۴۴۰۸) ابن ماجة (۳۱۵۱)]

(3) براء بن عازب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دوران خطبہ ارشاد فرما رہے تھے ''آج کے دن کی ابتداء ہم نماز عید سے کریں گے پھر واپس آ کر قربانی کریں گے۔ جو شخص اس طرح کرے گا' وہ قربانی کو پالے گا لیکن جس نے (نماز عید سے پہلے) جانور ذبح کر لیا تو وہ ایسا گوشت ہے جسے اس نے اپنے گھر والوں کے کھانے کے لیے تیار کیا ہے۔ وہ قربانی کسی درجہ میں بھی نہیں' ابو بردہ ؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! میں نے تو عید کی نماز سے پہلے قربانی کر لی ہے البتہ میرے پاس ابھی ایک سال سے کم عمر کا ایک بکری کا بچہ ہے اور سال بھر کی بکری سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اسی کی قربانی اس کے بدلہ میں کر لو لیکن تمہارے بعد یہ کسی کے لیے جائز نہ ہو گا۔''

[بخاری (۵۵۶۰) کتاب الأضاحی : باب الذبح بعد الصلاة]

کس دن کی قربانی افضل ہے؟

اکثر علماء کا یہ مؤقف ہے کہ پہلے دن کی قربانی افضل ہے کیونکہ نبی ﷺ ہمیشہ اسی پر عمل پیرا رہے۔ آپ ﷺ مدینہ میں دس سال رہے اور قربانی کرتے رہے۔ حجة الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے سو اونٹ قربان کیے۔ ان سب قربانیوں میں آپ ﷺ کا ہمیشہ یہی معمول رہا کہ آپ ﷺ پہلے دن قربانی کرتے جیسا کہ ایک حدیث سے بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ

''سیدنا براء بن عازب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''آج (عیدالاضحیٰ کے دن) کی ابتدا ہم نماز (عید) سے کریں گے پھر واپس آ کر قربانی کریں گے۔ جو اس طرح کرے گا' وہ ہماری سنت کے مطابق عمل کرے گا۔''

[بخاری (۵۵۴۵) کتاب الأضاحی : باب سنة الأضحیة]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ جس دن نماز عید پڑھتے' اسی دن قربانی کرتے اور یہ بات دلیل کی محتاج نہیں کہ نماز عید پہلے دن ہی ادا کی جاتی ہے۔

علاوہ ازیں ایک اور حدیث سے بھی پہلے دن کی افضلیت معلوم ہوتی ہے ''سیدنا عبداللہ بن قرط ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا'' بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنوں میں سب سے عظیم دن یوم النحر (یعنی عید کا پہلا دن) ہے پھر یوم القر (یعنی دوسرا دن) ہے۔''

[ابو داود (۱۷۶۵) کتاب المناسك : باب الهدی إذا عطب قبل أن یبلغ' شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔

[صحیح ابو داود (۱۵۵۲)]

قربانی کی جگہ

بہتر یہ ہے کہ عید گاہ میں قربانی کی جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا یہی معمول تھا جیسا کہ سیدنا ابن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ ((کان رسول الله ﷺ یذبح وینحر بالمصلی)) ''رسول اللہ ﷺ (قربانی) ذبح اور نحر عید گاہ میں کیا کرتے تھے۔''

[بخاری (۵۵۵۲) کتاب الأضاحی : باب الأضحی والنحر بالمصلی' ابن ماجة (۳۱۶۱)]

لیکن اگر کوئی گھر میں قربانی کر لیتا ہے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عید گاہ میں قربانی کرنا لازمی قرار نہیں دیا۔

قربانی کے لیے چھری خوب تیز ہونی چاہیے

(1) سیدنا شداد بن اوس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور تم میں سے ایک اپنی چھری تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے۔''

[ابو داود (۲۸۱۴) کتاب الضحایا : باب فی النهی أن تصبر البهائم والرفق بالذبیحة]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور قربان کرنے سے پہلے چھری کو خوب اچھی طرح تیز کر لینا چاہیے تا کہ جانور آسانی سے ذبح ہو جائے اور اسے زیادہ تکلیف نہ ہو کیونکہ گذشتہ روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان لکھ دیا ہے پس جب تم قتل کرو تو (اس میں بھی) احسان کرو۔''

(2) ایک اور روایت میں ہے کہ سیدنا انس ؓ فرماتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

[ابو داود (۲۸۱۵) كتاب الضحايا : باب في النهى أن تصبر البهائم والرفق بالذبيحة ، شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود (۲۴۴۲)]

جانور قبلہ رخ لٹانا چاہیے

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی ﷺ نے قربانی کے دن سینگ والے دو چتکبرے، خصی مینڈھے ذبح کیے۔ پس جب آپ ﷺ نے انہیں قبلہ رخ کیا تو کہا:

((إني وجهت وجهي للذي فطر السموات والأرض على ملة إبراهيم حنيفا وما أنا من المشركين، إن صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين لا شريك له وبذلك أمرت وأنا من المسلمين، اللهم منك ولك عن محمد وأمته بسم الله والله اكبر))

بے شک میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف کرلیا جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا۔ میں عدل والے دین ابراہیم پر ہوں اور میں مشرک نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری حیات وموت اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں اسی کا حکم دیا گیا ہوں اور میں مسلمان ہوں۔ اے اللہ یہ محمد ﷺ اور ان کی امت کی طرف سے تیرے لئے ہے۔ میں اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔
پھر آپ ﷺ نے ذبح کردیا۔"

[ابو داود (۲۷۹۵) كتاب الضحايا]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے جانوروں کو ذبح کرنے سے پہلے قبلہ رخ کیا۔ اس لیے یہ عمل بھی مسنون ہے۔

جانور کے پہلو پر پاؤں رکھنا

جانور ذبح کرتے وقت اس کی گردن پر پاؤں رکھنا سنت سے ثابت ہے جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"نبی کریم ﷺ نے دو چتکبرے مینڈھوں کی قربانی کی۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ اپنے پاؤں ان جانوروں کی گردنوں پر رکھے ہوئے ہیں۔" [بخاری (۵۵۵۸) كتاب الأضاحي]

اونٹ نحر کرنے کا طریقہ

اونٹ کو ذبح نہیں بلکہ نحر کرنا چاہیے اور نحر کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کا اگلا بایاں گھٹنا باندھ کر اسے تین ٹانگوں پر کھڑا کردینا چاہیے اور کوئی تیز دھار چیز مثلاً چھری، چاقو، نیزہ یا برچھی وغیرہ اس کی گردن میں مارنی چاہیے آہستہ آہستہ خون بہہ جائے گا اور اونٹ ایک طرف گر جائے گا پھر اس کی کھال وغیرہ اتار کر گوشت بنا لینا چاہیے۔

(2) "سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جس نے اونٹ کو ذبح کرنے کی غرض سے بٹھا رکھا تھا تو انہوں نے کہا" اس کا گھٹنا باندھ کر اسے کھڑا کردو یہی محمد ﷺ کی سنت ہے۔"

[بخاری (۱۷۱۳) كتاب الحج]

(3) "سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اونٹ کی بائیں ٹانگ باندھ کر اسے نحر کرتے تھے اور وہ اپنی باقی ٹانگوں پر کھڑا ہوتا تھا۔"

[ابو داود (۱۷۶۷) كتاب المناسك]

(4) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے حجۃ الوداع کے بیان میں حدیث مروی ہے اور اس میں ہے کہ "رسول اللہ نے اپنے ہاتھ کے ساتھ تریسٹھ (63) اونٹ نحر کیے۔ آپ ﷺ اونٹوں کی گردنوں میں اپنے ہاتھ میں موجود چھوٹا نیزہ مارتے تھے۔" [مسلم (۱۲۱۸)]

زندہ جانور سے کاٹا ہوا گوشت حرام ہے

اگر زندہ جانور سے ہی گوشت کاٹ لیا جائے تو وہ حرام ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "زندہ جانور سے جو کچھ کاٹ لیا جائے وہ مردار ہے۔" [ابو داود (۲۸۵۸) كتاب الصيد]

چھری چلانے سے پہلے دعا پڑھنا

چھری چلانے سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے مختلف دعائیں ثابت ہیں ان میں سے چند اہم مندرجہ ذیل ہیں:

(1) بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ: جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "نبی ﷺ نے سینگ والے دو چتکبرے مینڈھوں کی قربانی کی۔ انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور بسم اللہ واللہ اکبر پڑھا۔"

[بخاری (۵۵۶۵) كتاب الأضاحي]

(2) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جانور ذبح کرتے وقت یہ الفاظ کہے ((بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ هٰذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي))

"اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ یہ (جانور) میری طرف سے اور اس کی طرف سے ہے جس نے میری امت میں سے قربانی نہیں کی۔"

[ابو داؤد (۲۸۱۰) كتاب الضحايا : باب في الشاة يضحى بها عن جماعة، ترمذی (۱۵۲۰)]

(4) سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید کے روز دو مینڈھے قربان کیے اور جب ان دونوں کو قبلہ رخ کیا تو یہ کلمات کہے ((وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ)) پھر (انہیں) ذبح کردیا۔

[ابو داؤد (۲۷۹۵) كتاب الضحايا]

ہر خون بہا دینے والی چیز سے ذبح کرنا جائز ہے سوائے...... دانت اور ناخن کے

جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث اس کا واضح ثبوت ہے:

(1) "سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ" جو چیز خون کو بہا دے اور اسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو تو اس جانور کو کھالو۔ ذبح کرنے کا آلہ دانت اور ناخن نہیں کیونکہ دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔"

[بخاری (۵۴۹۸) كتاب الذبائح والصيد]

(2) "سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے پتھر سے ایک بکری کو ذبح کردیا، نبی ﷺ سے اس کے کھانے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے اسے کھانے کا حکم فرمایا۔"

[بخاری (۵۵۰۴) كتاب الذبائح والصيد]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چھری کے علاوہ اور چیزوں سے بھی جانور ذبح کرنا درست ہے بشرطیکہ اس سے خون بہہ جائے جیسا کہ اس عورت نے ایک نوکدار پتھر سے ذبح کیا تھا اور اس سے خون بہہ گیا تھا۔

جانور خود ذبح کرنا چاہیے

(1) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے حجۃ الوداع کے بیان میں حدیث مروی ہے اور اس میں ہے کہ "رسول اللہ نے اپنے ہاتھ کے ساتھ تریسٹھ (63) اونٹ نحر کیے۔ آپ اپنے ہاتھ میں موجود چھوٹا نیزہ اونٹوں کی گردنوں میں مارتے تھے۔" [مسلم (۱۲۱۸)]

(2) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "نبی ﷺ نے کھڑے کھڑے سات اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کیے اور مدینہ میں دو سینگوں والے چتکبرے مینڈھے ذبح کیے۔"

[ابو داود (۲۷۹۳) كتاب الضحايا : باب ما يستحب من الضحايا، شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

[صحیح ابو داود (۲۴۲۳)]

درج بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ انسان کو اپنی قربانی خود ذبح کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ اپنی قربانی خود ذبح کیا کرتے تھے۔

امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ "اور اگر وہ شخص قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرے تو یہ افضل ہے۔"

[المغني لابن قدامة (۳۸۹/۱۳)]

سید سابقؒ فرماتے ہیں کہ "جو شخص عمدہ طریقے سے جانور ذبح کرسکتا ہو اس کے لیے مسنون ہے کہ وہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ کے ساتھ ذبح کرے۔" [فقه السنة (۱۹۸/۳)]

کیا عورت ذبح کر سکتی ہے؟

اگر عورت کو جانور ذبح کرنے کا طریقہ آتا ہو تو اس کے لیے جانور ذبح کرنا جائز ہے جیسا کہ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ "سیدنا ابو موسیٰ اشعری ؓ نے اپنی بیٹیوں سے کہا کہ وہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے ہی ذبح کریں۔"

[بخاری (قبل الحدیث ۵۵۵۹) کتاب الأضاحی]

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ "اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورتیں اگر اچھی طرح ذبح کر سکتی ہوں تو وہ اپنی قربانیاں خود ذبح کر سکتی ہیں۔"

[عمدۃ القاری (۱۵۵/۲۱)]

مکمل اہل وعیال کی طرف سے ایک بکری

یہ بھی کفایت کر جاتی ہے اور اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے: "عطاء بن یسارؒ سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا ابو ایوب انصاری ؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قربانی کیسے ہوتی تھی تو انہوں نے کہا: نبی کریم ﷺ کے زمانے میں آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربان کرتا تھا وہ (اسے) کھاتے تھے اور کھلاتے تھے۔"

[ترمذی (۱۵۰۵) کتاب الأضاحی]

اونٹ اور گائے کے حصے

اونٹ کی قربانی میں دس افراد جبکہ گائے کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں اور اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے: "سیدنا ابن عباس ؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (جہادی) سفر میں تھے تو قربانی کا وقت ہو گیا۔ ہم اونٹ میں دس آدمی شریک ہوئے اور گائے میں سات۔" [ابن ماجۃ (۳۱۳۱) کتاب الأضحی]

اور جن روایات میں ہے کہ اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں مثلاً سیدنا جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "گائے سات آدمیوں کی طرف سے قربان کی جا سکتی ہے اور اونٹ بھی سات آدمیوں کی طرف سے قربان کیا جا سکتا ہے۔"

[ابو داود (۲۸۰۸) کتاب الضحایا]

کیا مختلف لوگ مل کر ایک بکری قربان کر سکتے ہیں؟

ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ شریعت میں اتنا تو ثابت ہے کہ ایک بکری مکمل گھر والوں کی طرف سے کفایت کر جاتی ہے لیکن یہ بالکل ثابت نہیں کہ ایک بکری زیادہ گھرانوں یا مختلف افراد کی طرف سے کفایت کرتی ہے۔

قربانی کرنا افضل ہے یا قربانی کی قیمت صدقہ کر دینا؟

قربانی کی قیمت صدقہ کر دینے سے قربانی کرنا افضل ہے کیونکہ قربانی ایسی عبادت ہے جسے رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام تابعین اور ائمہ عظام نے اپنایا ہے۔

امام ابن قدامہؒ کا فتویٰ: "قربانی کی قیمت صدقہ کرنے سے قربانی کرنا افضل ہے امام احمدؒ نے اس پر نص بیان کی ہے امام ربیعہؒ اور امام ابو الزنادؒ نے بھی یہی بات کہی ہے۔" [المغنی (۳۶۱/۱۳)]

شیخ ابن بازؒ کا فتویٰ: "اور قربانی کا جانور ذبح کرنا اس کی قیمت صدقہ کر دینے سے افضل ہے کیونکہ اس میں سنت کا احیاء اور اس کا اظہار ہے اور نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ ؓ کی اقتداء ہے۔" [فتاوی إسلامیۃ (۳۲۱/۲)]

قربانی کا گوشت کیسے تقسیم کیا جائے؟

بعض علماء نے کہا ہے کہ قربانی کا گوشت تقسیم کرنے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کیے جائیں۔ ایک حصہ خود کھایا جائے دوسرا حصہ اپنے اقرباء اور دوست احباب وغیرہ کو کھلا دیا جائے اور تیسرا حصہ غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔ امام احمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ ان حضرات نے سیدنا ابن عمر ؓ کے اس اثر سے استدلال کیا ہے: "سیدنا ابن عمر ؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ قربانیوں کا ایک تہائی تمہارے لیے ہے اور ایک تہائی تمہارے گھر والوں کے لیے ہے اور ایک تہائی مساکین کے لیے ہے۔"

[مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المغنی ابن قدامة (۳۷۹/۱۳)]

اگرچہ علماء نے اس تقسیم کو افضل کہا ہے لیکن یہ تقسیم ضروری نہیں ہے بلکہ حسب ضرورت حالات کے مطابق بھی گوشت تقسیم کیا جا سکتا ہے یعنی اگر فقراء و مساکین زیادہ ہوں تو زیادہ گوشت صدقہ کر دینا چاہیے اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ لوگ اکثر و بیشتر خوشحال ہوں تو زیادہ گوشت خود بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور اسی طرح آئندہ ایام کے لیے ذخیرہ بھی کیا جا سکتا ہے کیونکہ قرآن میں مطلقاً قربانی کا گوشت کھانے اور کھلانے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں مقرر کر دی ہیں۔ ان میں تمہارا نفع ہے پس انہیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو پھر جب ان کے پہلو زمین سے لگ جائیں (یعنی سارا خون نکل جائے اور وہ بے روح ہو کر زمین پر گر جائیں تو) اسے (خود بھی) کھاؤ اور مسکین سوال سے رکنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔"

[الحج: ۳۶]

ایک اور آیت میں ہے کہ "اپنے فائدے حاصل کرنے کے لیے آ جائیں اور ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں۔ پس تم خود بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ۔"

درج بالا آیات سے معلوم ہوا کہ حسب ضرورت قربانی کا گوشت کھایا اور کھلایا جا سکتا ہے البتہ تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے خاص مصلحت کے تحت ابتدائے اسلام میں منع فرما دیا تھا جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ "سیدنا ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کوئی بھی اپنی قربانی کا گوشت تین دن سے اوپر نہ کھائے۔"

[مسلم (۵۱۰۰) کتاب الأضاحی]

لیکن پھر اس کی اجازت دے دی تھی جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "سیدنا سلمہ بن اکوع ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم میں سے جو قربانی کرے تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں اس میں سے کوئی چیز باقی نہ ہو۔ پس اگلے سال صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا اس سال بھی ہم اسی طرح کریں جس طرح ہم نے گذشتہ سال کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا "کھاؤ اور کھلاؤ اور ذخیرہ کرو۔ بے شک اس سال لوگ مشقت میں تھے تو میں نے ارادہ کیا کہ تم ان کی مدد کر دو۔"

[بخاری (۵۵۶۹) کتاب الأضاحی]

مذکورہ دلائل سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین یا دو حصے بنا کر تقسیم کرنا ضروری نہیں بلکہ حالات کے مطابق کسی بھی طریقے سے گوشت کھایا اور کھلایا جا سکتا ہے اور ذخیرہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

کیا غیر مسلم کو قربانی کا گوشت دیا جا سکتا ہے؟

غیر مسلم اگر مستحق ہو تو اسے بھی قربانی کا گوشت دیا جا سکتا ہے کیونکہ شریعت میں غیر مسلموں سے تالیف قلب کی تلقین کی گئی ہے جیسا کہ فرض زکاۃ کے مصارف میں سے ایک مستقل مصرف ہی یہی مقرر کر دیا گیا ہے اور اس سے ممانعت بھی کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

قربانی کی کھالوں کا مصرف

قربانی کی کھالوں کا بھی وہی مصرف ہے جو قربانی کے گوشت کا ہے یعنی جیسے قربانی کا گوشت خود بھی کھایا جا سکتا ہے دوسروں کو بھی کھلایا جا سکتا ہے اور صدقہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کھال کو خود بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کسی دوسرے کو بھی استعمال کے لیے دی جا سکتی ہے اور صدقہ بھی کی جا سکتی ہے کیونکہ اس کے استعمال کا کوئی الگ طریقہ کتاب وسنت میں موجود نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں "رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قربانی کے وقت اہل بادیہ کے کچھ گھر (مدینہ میں) آباد ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین دن تک قربانی کا گوشت ذخیرہ کرو پھر باقی صدقہ کر دو۔ پس جب اس سے اگلا سال آیا تو لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! بلاشبہ لوگ قربانیوں سے مشکیزے بناتے ہیں اور ان میں چربی (دھوپ سے) پگھلاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا آپ نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں صرف ان لوگوں کی وجہ سے منع کیا تھا جو باہر سے آ کر یہاں آباد ہو گئے

باقی صفحہ 30 پر

قسط نمبر 5

کالے پیلے عاملوں کی وارداتیں اور اُن کا خوفناک انجام

قاضی کاشف نیاز

کچھ عرصہ پہلے مشہور عرب مصنف عبدالفتاح السید الطوانی کی تالیفات السحر العجیب فی جلب الحبیب اور السحر الاحمر کا اردو ترجمہ دیکھنے کا موقع ملا۔ دشمنی کے لئے' پاگل بنانے کے لئے' قتل کرنے کے لئے' محبت کے لئے 'تصریفات نظر سے گزریں۔ پھر زلزلہ کی دعوت' ابلیس کی دعوت۔ یہ الفاظ قابل غور ہیں۔

توکل یا ابلیس یا ابامرہ انت والموانك وخدامل ولا تكن من الساجدين لادم

وہ ابلیس جس نے اللہ کا حکم نہ مانا اور آدم کو سجدہ نہ کیا اور ہمیشہ کے لئے مردود قرار دیا گیا' وہ ملعون ہے اور جہنمی ہے اور اولاد آدم کا ازلی دشمن ہے۔ اس عربی عبارت میں اسے کہا جا رہا ہے کہ یہ کام کرو ورنہ آدم کو سجدہ کرنا پڑے گا۔ ہوا کی عزیمت' مٹی کی عزیمت' پانی کی عزیمت' ہوائی' ناری' خاکی اور مائی ملوک کی دعوت اور کتنے ظلم کی بات ہے کہ سحر جسے قرآن کفر کہتا ہے' ان سحریہ کتب میں قرآنی آیات اور درود شریف درج ہے اور اس طرح ان مقدس الفاظ کو سحر کے ناپاک الفاظ کے ساتھ خلط ملط کیا گیا ہے۔

ہم متعدد بار یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ مافوق الاسباب امور میں امداد نہ فرشتوں سے نہ جنوں سے اور نہ انسانوں سے مانگی جا سکتی ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے امداد طلب کی جا سکتی ہے۔

ایاك نعبدو ایاك نستعین سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔

بحق فلاں کے ساتھ **بحق الشمس وشفابها والزهرة وضيانها** ایک وظیفہ ملاحظہ فرمایئے جو کھلی شرک کی دعوت پر مبنی ہے۔

ہم یہ چاہتے ہیں کہ عوام و خواص سحر و نجوم پر مبنی شرکیہ اوراد و وظائف سے اجتناب کریں جو ان بازاری کتابوں میں الفاظ کے ہیر پھیر سے ترتیب دیئے گئے ہیں۔ کسی مسلمان کو اپنے ایمان کو محفوظ رکھنے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ مسنون وظائف اور اوراد پر اکتفا کیا جائے کیونکہ کسی بھی انسان کے پاس سب سے بڑی دولت تو ایمان ہے۔ اگر ایمان نہ رہا تو اس کے پاس پھر کیا رہا۔ جس نے شیطان کا راستہ اختیار کیا' وہ دنیا و آخرت دونوں میں نقصان اٹھائے گا۔ اس کی دنیا بھی برباد اور آخرت بھی برباد۔ میرے دیکھنے میں ایسے جادوگر آئے ہیں جنہیں پریشانیوں اور مصیبتوں کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہو سکا۔

وہ لوگ جنہوں نے جنات کو نکالنے کے لئے روحانی وظائف کی آڑ میں شرکیہ وظائف کرنے کی ترغیب دی ہے' حیرت کی بات ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک بحق انبیاء و اولیاء کے ساتھ ساتھ بحق ابلیس' فرعون' شداد اور نمرود بھی کہنا اور لکھنا درست ہے۔

		786
334	329	334
335	333	331
330	337	332

ابلیس' فرعون' شداد' لعین' نمرود' مردود

یا الٰہی بحرمت آں بادشاہ
در وجود فلاں این فلاں را
ہر قسم آسیب و شیطان کہ باشد
حاضر شود نمودہ، آیدہ سوختہ گردد
العجل العجل الساعہ ولوحا

میں تو ان عاملان کرام اور پیران عظام کے بارے میں علامہ اقبال کی اس رائے سے اتفاق کرتا ہوں جس میں انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے کہا تھا کہ

وراثت میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

ایک ناکام عامل صوفی کشور رحمان کی داستان عبرت:

بعض اوقات کسی چیز کو اچھا سمجھ کر آدمی اس کے حصول کی سرتوڑ کوشش کرتا ہے لیکن ناکام رہتا ہے مجھے اس قدر تلخ تجربات ہوئے کہ مجبوراً مجھے ان خبیث کاموں سے توبہ ہی کرنا پڑی آج ان ناکامیوں پر افسوس کی بجائے اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں

زیر نظر انٹرویو ایک ایسے عامل کی سرگزشت ہے جس نے پر اسرار علوم پر دسترس حاصل کرنے کے شوق میں 45 سال تک پے در پے ناکامیوں کے باوجود اس امید پر اپنی زندگی کو داؤ پر لگائے رکھا کہ کبھی نہ کبھی تو کامیابی اس کے قدم چومے گی۔ اس انٹرویو سے کچھ عرصہ پہلے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت سے نوازا اور وہ اپنی سابقہ غلطیوں سے توبہ تائب ہو گئے۔ میرے پرزور اصرار پر بمشکل وہ اپنی داستان سنانے پر آمادہ ہوئے۔

قارئین کے لئے یہ ایک دلچسپ اور سبق آموز سلسلہ ہوگا۔ جس میں بہت سی نئی معلومات کے ساتھ ساتھ عملیات کے تباہ کن اور خطرناک نتائج سے آگاہی ہوگی۔ خاص طور پر وہ احباب جو صرف دنیاوی جاہ و حشمت اور راتوں رات دولت سمیٹ کر امیر بننے کے شوق میں چلہ کشی کے ذریعے تسخیر جنات کے لئے اپنا قیمتی وقت برباد کر دیتے ہیں۔ یہ آپ بیتی پڑھ کر انہیں اندازہ ہوگا کہ اگر روز و شب کی محنت کے نتیجہ میں کوئی قوت حاصل ہو بھی جائے تو وہ دنیا ہی میں انسان کی زندگی کو جہنم زار بنانے کے لئے کافی ہے۔ عملیات کے

حصول کی خاطر انسان کیا کچھ کر گزرتا ہے۔ اس انٹرویو کو پڑھ کر آپ بخوبی جان جائیں گے۔

میرے والدین نے میرا نام کشور رکھا تھا۔ لیکن یہ نام عام طور پر لڑکیوں کا رکھا جاتا ہے۔ اس لئے دوست اکثر شرارت سے مجھے پریشان کرتے۔ بہت سوچ بچار کے بعد میں نے اپنے نام کے ساتھ رحمان کا اضافہ کر لیا۔ اس طرح میرا نام کشور رحمان ہو گیا۔ میں نے آج تک شیو نہیں کرائی۔ شروع ہی سے داڑھی رکھ لی جس کی وجہ سے میرے جاننے والوں نے مجھے صوفی کشور رحمان کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔

میں عملیات کی دنیا میں کیسے آیا؟ یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ اپنے مختصر حالات زندگی بیان کرنے کے بعد اصل

وہ لوگ جنہوں نے جنات کو نکالنے کے لئے روحانی وظائف کی آڑ میں شرکیہ وظائف کرنے کی ترغیب دی ہے، حیرت ہے کہ ان کے نزدیک بحق انبیاء واولیاء کے ساتھ ساتھ بحق ابلیس، بحرمت پیر، بحق شداد، نمرود، ابلیس فرعون کہنا اور لکھنا بھی درست ہے

موضوع کی طرف آؤں۔ میرا تعلق ایک کاروباری شیخ گھرانے سے ہے۔ میں اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ اس لئے مجھے والدین کا بہت زیادہ پیار ملا۔ میرے والدین کو مجھ سے اتنی محبت تھی کہ الفاظ کے ذریعے اس کا احاطہ کرنے میں مشکل پیش آئے۔ میرے والدین نے مجھے سکول میں پڑھانے کی بہت کوشش کی لیکن اسے میری بدنصیبی سمجھئے کہ میں سکول میں جانے کی بجائے دوستوں کے ساتھ آوارہ گردی کر کے اپنا قیمتی وقت ضائع کرتا رہا۔

میرا زیادہ وقت شہر میں آئے ہوئے مداریوں کے تماشوں کو دیکھنے میں صرف ہوتا۔ یہ باتیں آج سے 45 سال پہلے کی ہیں۔ ہمارے شہر میں آئے دن کوئی نہ کوئی مداری تماشا دکھانے کے لئے آتا ہی رہتا تھا۔ بچپن کی عمر تھی۔ میں جب مداری کے کمال دیکھتا تو دل میں شوق پیدا ہوتا کہ اگر اس طرح کا کوئی ہنر میرے ہاتھ آ جائے تو وارے نیارے ہو جائیں۔ لیکن چھوٹی عمر ہونے کی وجہ سے کسی رہنمائی کرنے والے تک رسائی حاصل نہ کر سکا۔ البتہ میں خود ہی بازار سے عملیات کی کتابیں خرید کر اس میں بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق جنتر منتر پڑھتا رہتا۔ لیکن اس میں مجھے کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

جب میری عمر تقریباً 13 سال کے قریب ہوئی تو مسجد میں باقاعدگی سے آنا جانا شروع کر دیا۔ ہمارے گھر کے قریب ہی مسجد تھی۔ وہاں کے قاری صاحب سے میری ملاقات ہوئی۔ انہوں نے چند ایک عمل کر رکھے تھے۔ یہاں مجھے اپنے شوق کی تکمیل ہوتی نظر آئی۔ ایک دن میں نے ان سے درخواست کی کہ میں آپ کی شاگردی کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے میری درخواست قبول کر لی۔ میں نے انہیں بتایا کہ آپ کے پاس انگوٹھے پر موکلات کو حاضر کرنے کا جو عمل ہے، میں بھی اس میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے اس شرط پر ہاں کر دی کہ تمہارے پاس عملیات کے موضوع پر جو بہت سی کتابیں موجود ہیں، وہ مجھے دے دو اور میں اس کے بدلے میں تمہیں انگوٹھے پر جنات کی حاضری کا عمل سکھا دوں گا۔ اس عمل میں کامیابی کی صورت میں کسی نابالغ بچے کے انگوٹھے پر سیاہی لگا کر جنات کو حاضر کیا جاتا ہے اور ان سے بہت سی معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔ یہ عمل بھی کالے عملیات کے زمرے میں آتا ہے۔

وعدے کے مطابق میں نے قاری صاحب کو عملیات کی بہت سی کتابیں دے دیں۔ ایک دن رات گیارہ بجے ہم آبادی سے باہر ایک مسجد میں چلے گئے۔ راستے میں قاری صاحب نے مجھے وظیفہ یاد کرایا اور اسے کرنے کا طریقہ سمجھایا۔ اس وظیفہ کو صرف ایک سو مرتبہ دہرانا تھا۔ یہ گیارہ راتوں پر مشتمل وظیفہ تھا۔ مسجد میں داخل ہو کر میں نے وضو کیا۔ اس کے بعد انگلی سے اپنے اردگرد حصار کھینچ کر وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا۔ میں نے ابھی صرف آدھی تسبیح ہی پڑھی تھی کہ مجھے وظیفہ بھول گیا۔ میں نے حصار کے اندر بیٹھنے کی بہت کوشش کی لیکن وظیفہ ایسا میرے ذہن سے محو ہوا کہ ہزار کوشش کے باوجود مجھے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ جب کافی دیر گزر گئی تو قاری صاحب جو میرے پاس ہی بیٹھے تھے، انہوں نے آواز دی کہ اگر وظیفہ مکمل ہو گیا ہے تو پھر بھی آواز دے دو اور اگر مکمل نہیں ہوا تو بھی جواب دو۔ میں نے روہانسی آواز میں کہا کہ میں وظیفہ بھول گیا ہوں۔ انہوں نے مجھے تسلی دی اور سمجھایا کہ کوئی بات نہیں۔ یہی وظیفہ اچھی طرح یاد کر کے گھر میں ہی کر لینا۔ باقی گیارہ راتوں کو میں نے یہ وظیفہ گھر میں ہی مکمل کر لیا۔ وظیفہ مکمل کرنے کے بعد جب میں نے اس کے موکلات کو حاضر کرنے کے لئے تجربہ کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ سوائے وقت کی بربادی کے مجھے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ میں نے قاری صاحب کو جا کر ساری صورتحال بتائی تو وہ کہنے لگے کہ میں نے تو اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اب تمہاری قسمت ہی خراب ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ ان کی گفتگو سن کر میں سخت دل برداشتہ ہوا۔ کسی طرح اس واقعہ کا علم سید صاحب کو ہو گیا جو مسجد کے منتظم اعلیٰ تھے۔ انہوں نے قاری صاحب کو بلا کر سخت الفاظ میں کہا کہ آپ یہاں بچوں کو پڑھانے کے لئے آئے یا انہیں عملیات سکھلانے کے لئے؟ سید صاحب کے کہنے پر قاری صاحب کو مجبوراً وہ تمام کتابیں واپس کرنی پڑیں جو انہوں نے معاہدے کے تحت مجھ سے وصول کی تھیں۔ گو کہ اس عمل میں ناکامی اور سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑا لیکن میرے شوق کی شدت میں مزید اضافہ ہو گیا۔

سکول سے فراغت کے کچھ عرصہ بعد والد صاحب مجھے کہنے لگے کہ تم ادھر ادھر فضول وقت ضائع کرنے کی بجائے روزانہ میرے ساتھ دکان پر جایا کرو تاکہ تمہیں کاروبار کرنے کا طریقہ آ جائے۔ اب میرا زیادہ وقت دکان پر گزرتا۔ دکان پر ہی میرا رابطہ اکبر نامی ایک سابق عامل سے ہوا جس نے عملیات کے شوق میں اپنی آدھی سے زیادہ زندگی کے قیمتی لمحات گنوا دیئے تھے۔ وہ کالے علم کا ماہر تھا، لیکن اس نے بھی توبہ کر لی تھی۔ وہ اکثر ہماری دکان پر سودا سلف خریدنے کے لئے آیا کرتا تھا۔ مجھے جب سے اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں، کسی پل چین نہ آتا۔ میں اسی انتظار میں رہا کہ کسی نہ کسی طرح اس کو اس بات پر آمادہ کر لوں کہ وہ مجھے کوئی اچھا سا عمل بتا دے۔ وہ جب بھی سودا لینے کے لئے دکان پر آتا، میں اسے کسی نہ کسی بہانے بٹھا لیتا اور عملیات کے موضوع پر مختلف سوال کرتا رہتا کہ آپ نے کون کون سے عمل کئے ہیں اور اس کے نتیجہ میں کیا کچھ حاصل ہوا۔ اس گفتگو کا یہ نتیجہ نکلا کہ ہمارے درمیان بہت اچھا تعلق بن گیا۔ اس نے مجھے سمجھایا کہ اس طرح فضول مشغلوں میں نقصان ہی نقصان ہے۔ اس لئے مجھے اس شوق کو ترک کر دینا چاہئے مگر شوق کی انتہا کا یہ عالم تھا کہ یہ نصیحت آموز باتیں میرے سر کے اوپر سے گزر جاتیں۔ مجھے اس بات کی بھی کوئی پرواہ نہیں تھی کہ اس میں جان جانے کا خطرہ ہے یا انسان کی عاقبت خراب ہو جاتی ہے۔ میں تو کالے علم کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ چاہے اس کے لئے مجھے بڑی سے بڑی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ میری محنت رنگ لائی اور اکبر عامل نے میرے مجبور کرنے پر ایک وظیفہ بتا دیا اور اس کو پڑھنے کا طریقہ کار بھی سمجھا دیا۔ یہ وظیفہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نام سے منسوب تھا۔ عامل اس کو ”علی کا مندرا“ کہتے تھے۔ یہ وظیفہ عجیب و غریب شرکیہ کلمات پر مشتمل اور کافی طویل تھا۔ میں نے یہ وظیفہ جلد ہی یاد کر لیا۔

یہ اکتالیس دن کا عمل تھا۔ روزانہ رات کو 100 مرتبہ وظیفہ کو دہرانا تھا۔ وظیفہ کرنے کے لئے آبادی سے باہر کسی اجاڑ بیابان جگہ کا انتخاب کرنا تھا تاکہ موکلات جلد از جلد رابطہ کر لیں۔ چھوٹی عمر ہونے کی وجہ سے رات کو گھر سے باہر جا کر اس وظیفہ کو کرنا میرے لئے ممکن نہ تھا۔ البتہ تجرباتی طور پر میں نے روزانہ رات کو سونے سے پہلے دو تین مرتبہ اس وظیفہ کو دہرانا شروع کر دیا۔ صرف اتنی تھوڑی تعداد میں پڑھنے سے ہی مجھے بہت سہانے اور دلکش خواب آنے شروع ہو گئے۔ عام طور پر میں اپنے آپ کو آسمان پر اڑتا ہوا محسوس کرتا۔ جو نظارے مجھے دیکھنے کو ملتے...... مارے خوشی کے میرے پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے۔

کسی کو کیا معلوم کہ میں کتنا خوش تھا۔ افسوس کہ جلد ہی اس کے نتائج بد سامنے آنے شروع ہو گئے۔ سارا دن میرا بہت تکالیف میں گزرتا، کسی کی بات اچھی نہ لگتی۔ ذرا ذرا سی بات پر غصہ آنے لگتا۔ لیکن پھر بھی میں نے اپنے معمولات جاری رکھے۔ ایک دن میری

ایک شخص سے لڑائی ہوگئی اور میں نے غصے میں آ کر اس کو بددعا دے دی۔ ایک گھنٹے بعد ہی اس شخص کا ایکسیڈنٹ ہوگیا اور اسے دو سال بستر پر گزارنے پڑے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ سب میری پڑھائی کی بدولت ہوا۔ میں خوش تھا کہ میری محنت رائیگاں نہ گئی۔ اب میں نے مزید شرکیہ کلمات کی طرف رجوع کیا۔ اسی دوڑ دھوپ میں ایک عامل سے میرے گہرے تعلقات بن گئے۔ اکثر مشکل وقت میں اس سے مشورہ طلب کرلیتا۔ ایک دن میں نے اس سے کہا' کسی ایسے خبیث عامل کا پتہ بتاؤ جس سے میرے شوق کی تسکین ہوسکے۔ میرے دوست نے جواب دیا کہ میں تمہیں ایسے خبیث عامل کا پتہ بتاؤں گا جو ہزار خبیث عاملوں سے بڑھ کر ہوگا۔ کالے علم کے حصول اور تسخیر جنات کے لئے میں اس عامل کے پاس جانے کے لئے تیار ہوگیا۔ یہ عامل ہمارے شہر سے بہت دور گجرات کے قریب ایک قصبے میں رہتا تھا۔ یہ قصبہ دور دراز مقام پر تھا جہاں پہنچنے کے لئے چھ میل پیدل چل کر جانا پڑتا۔ راستے میں ایک برساتی نالہ بھی آتا' اس کو عبور کرنے کے بعد آدمی گاؤں میں پہنچتا۔

ان دنوں برسات کا موسم تھا۔ میں سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہوا عامل صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ وہ جمعہ کا دن تھا اور اتفاق سے عامل صاحب اکیلے ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ میری خواہش اور درخواست پر انہوں نے مجھے تسلی دی کہ آپ کی خواہش پوری کردی جائے گی۔ سہ پہر چار بجے تک میں ان کے ساتھ محو گفتگو رہا۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو گھر واپس چلا جاؤں۔ دوبارہ پھر حاضر ہو جاؤں گا کیونکہ میں گھر والوں کو کچھ بتا کر نہیں آیا۔ لیکن انہوں نے رات ٹھہرنے پر بہت اصرار کیا۔ جب میں نہ مانا تو وہ کہنے لگے کہ دوست جب دوستوں کے پاس جاتے ہیں تو دوستوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ انہیں نشانی کے طور پر کوئی تحفہ دیں۔ وہ اٹھ کر اندر گئے اور ایک گتے کا بنا ہوا کارڈ ساتھ لے کر آئے جس پر اسم اللہ کا نقشہ بنا ہوا تھا۔ وہ انہوں نے مجھے دے دیا اور کہنے لگے کہ باوضو ہو کر اس پر نظر کو ٹھہرا کر اس لفظ کی ضرب دل سے لگانی ہے۔ یعنی دل میں پڑھائی کرنی ہے۔ اگر زبان سے پڑھائی کروگے تو پاگل ہو جاؤگے۔ میری رہنمائی کی خاطر انہوں نے وہیں مجھے وضو کرایا اور کچھ پڑھ کر میری طرف پھونک ماری۔ اس کے بعد حکم دیا کہ اس کو اپنے سامنے رکھ کر دل سے پڑھائی کروں۔ میں نے ان کے کہنے پر عمل کیا تو میرا دل اللہ ہو کی آواز کے ساتھ دھڑکنا شروع ہوگیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میرے دل نے کام کرنا شروع کردیا ہے۔ اب آپ مجھے اجازت دیں' باقی عمل میں گھر جا کر مکمل کرلوں گا۔

واپس آنے سے پہلے انہوں نے مجھے تاکید کی کہ رات ہو یا دن' 24 گھنٹے میں جب بھی وقت ملے' اس گتے کے کارڈ کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر سامنے رکھ لینا ہے اور دل سے پڑھائی کرنی ہے۔ زبان ہرگز نہ ہلے۔ اس کے بعد عامل صاحب کمال مہربانی اور شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے الوداع کہنے کے لئے میرے ساتھ کافی دور تک آئے۔ گھر واپس آ کر میں نے اس عمل کا آغاز کر دیا۔ جب گیارہ دن مکمل ہوگئے تو اس گتے نما کارڈ میں لکھے ہوئے اسم اللہ میں سے دھواں نکلنا شروع ہوگیا۔ میں بہت خوش ہوا کہ اب مجھے منزل مل گئی کیونکہ آج تک کوئی اتنا مہربان عامل نہیں ملا تھا جس نے گیارہ دنوں میں اس مقام پر پہنچایا ہو۔ اگلے دن ہی میں خوشی خوشی مٹھائی کا ڈبہ لے کر عامل صاحب سے ملاقات کے لئے روانہ ہوا۔ گاؤں سے باہر پل برساتی نالہ پار کر کے دوسری طرف پہنچا تو عامل صاحب کے چند مریدوں نے (جنہیں میں نہیں جانتا تھا) اپنے تجربے کی بنیاد پر مجھے پہچان لیا کہ آپ ہمارے حضرت صاحب کے پاس جا رہے ہیں؟ ان میں سے دو مرید کہنے لگے کہ یہ حضرت صاحب کے مہمان ہیں۔ ہم انہیں اپنے کندھوں پر اٹھا کر ڈیرے تک لے جائیں گے۔ میرے اور ان کے درمیان کافی بحث ہوئی کہ میں پیدل ہی چلا جاؤں گا لیکن وہ کسی بھی بات کو سننے پر آمادہ نہ تھے۔ پلک جھپکنے کے دوران دونوں نے مجھے اٹھالیا اور عامل صاحب کے پاس آ کر ہی مجھے نیچے اتارا۔ اس وقت وہاں پانچ چھ عورتیں تعویذات حاصل کرنے کے لئے بیٹھی ہوئی تھیں۔ عامل نے مجھے دیکھ کر جلدی جلدی انہیں فارغ کیا کہ کل دوبارہ آ جانا اور مجھے بہت خوش اخلاقی سے بغل گیر ہو کر ملے۔ میری باتیں سن کر وہ کہنے لگے کہ تمہارا دل سیاہ ہوگیا تھا۔ اسم اللہ سے جو آگ نکلی تھی' وہ تمہارے دل کی سیاہی کو دور کرنے کے لئے نمودار ہوئی تھی۔ چند دنوں کے اندر تمہارا دل بالکل صاف ہوجائے گا۔

کالے علم کے استاد کالے موچی نے آیۃ الکرسی علیحدہ علیحدہ الفاظ میں لکھ کر دی اور کہا کہ اس کے اوپر بیٹھ کر پڑھائی کرنی ہے

ان کی یہ باتیں سن کر میرے دل میں لڈو پھوٹ رہے تھے اور خوشی کے مارے برا حال تھا کہ میں کتنا خوش نصیب ہوں جو مجھے اتنا کامل انسان مل گیا۔ ورنہ آج تک تو میں نے دھکے ہی کھائے تھے۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ واپس آنے سے پہلے میں نے پوچھا کہ حضرت صاحب! آئندہ کے لئے مجھے کیا کرنا ہے' کوئی خدمت' پڑھائی یا پرہیز وغیرہ ہو تو مجھے بتا دیں۔

وہ فرمانے لگے کہ سنو! نماز نہیں پڑھنی' کسی نمازی کے ساتھ ہاتھ نہیں ملانا' قرآن نہیں پڑھنا' مسجد نہیں جانا۔ یہ سنتے ہی میرے تن بدن میں آگ لگ گئی کیونکہ جسم میں ابھی ایمان کے کچھ اثرات باقی تھے۔ میں نے وہاں بیٹھے بیٹھے دل میں سوچا کہ اب جس طرح بھی ممکن ہو یہاں سے نکلنا بہتر ہے کیونکہ میں تو چند منٹ پہلے یہ سوچ رہا تھا کہ میرے ہاتھ بہت قیمتی نسخہ آ گیا لیکن یہ تو کچھ اور ہی نکل آیا۔ میں اجازت لے کر گھر واپس آ گیا۔ گھر آ کر میں دن رات سوچوں میں گم رہا کہ بندہ تو بہت قابل ہاتھ آیا تھا لیکن جو طریقہ کار اس نے بتایا ہے' اس پر کسی طرح بھی عمل کرنا ممکن نہیں۔ صبح سے لے کر شام تک پندرہ بیس دوست ایسے ملتے تھے جن کے ساتھ سلام دعا اور ہاتھ ملانا پڑتا۔ یہ سب پانچ وقت کے نمازی تھے۔ پھر والدین' بہن بھائی سب نمازی اور مسجد جانے پر بھی پابندی۔ اگر ان سب باتوں پر عمل کروں تو زندگی کیسے بسر ہوگی۔ بالآخر یہی فیصلہ کرنا پڑا کہ اس کو چھوڑنا ہی بہتر ہے۔ میرے دوست نے اس عامل کی جو تعریف کی تھی کہ یہ ہزار خبیثوں پر بھاری عامل ہے' سچ ہی کہا تھا۔ اس کے بعد دوبارہ میں ان کی خدمت میں حاضر نہ ہوا تو کچھ عرصہ بعد سرکار اپنے دو چیلوں کے ساتھ ہماری دکان پر آ دھمکے۔ میں نے نہ چاہتے ہوئے مجبوری میں انہیں گھر چلنے کے لئے کہا۔ تو وہ تیار ہوگئے مگر میرا دل اندر سے جل کر کوئلہ ہو رہا تھا۔ میرے دل میں خیال بار بار آ رہا تھا کہ کون سا طریقہ اختیار کروں جس سے جلد میری جان چھوٹ جائے۔ میں نے حسب توفیق خدمت کرنے کے بعد کہا کہ سرکار! میرا ایک بہت پیچیدہ مسئلہ ہے' اگر اجازت ہو تو بیان کروں۔ انہوں نے کہا بتائیں۔ میں نے کہا ہماری چار دکانیں کرایہ پر چڑھی ہوئی ہیں۔ کرایہ دار نہ تو کرایہ ادا کر رہے ہیں اور نہ ہی دکانیں خالی کرنے پر تیار ہیں۔ اگر آپ اس سلسلہ میں میری کچھ مدد فرما دیں تو میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر یاد رکھوں گا۔ ایک آدھ منٹ کی خاموشی کے بعد انہوں نے میری طرف دیکھا اور بولے۔

''تم نے قرآن پڑھا ہے؟''

میں نے کہا' ''جی بالکل پڑھا ہے۔''

وہ کہنے لگے اللہ قرآن میں فرماتے ہیں کہ انسان بہت جلد باز پیدا ہوا ہے۔ یہ دکانیں تمہیں ضرور مل کر رہیں گی چاہے 30 سال بعد ملیں۔ ان کا یہ فرمانا تھا کہ دل میں جو تھوڑا بہت مہمان نوازی کا احترام تھا' وہ بھی جاتا رہا۔ اس کے بعد وہ خود ہی کہنے لگے' اچھا ہم چلتے ہیں۔ میں جلدی سے اٹھ کر تیار ہوگیا۔ سب کے ساتھ ہاتھ ملایا اور دروازے تک انہیں چھوڑنے کے لئے آیا۔ جب مجھے اندازہ ہوگیا کہ وہ جی ٹی روڈ کے قریب پہنچ گئے ہیں تو میں گھر سے دکان پر آ گیا۔

سرکار کا خیال تھا کہ یہ مرید ہماری بہت خدمت کرے گا۔

لیکن میرے رویئے سے انہیں سخت مایوسی ہوئی۔ البتہ وہ جاتے ہوئے کہہ گئے کہ ہم ہر چھ ماہ بعد حضرت خواجہ خضر کا ختم پاک دلواتے ہیں۔ تم ضرور آنا۔ وہاں ہم دعا کریں گے اور دکانیں خالی ہو جائیں گی۔ لیکن میں ختم شریف میں جان بوجھ کر نہ گیا۔ میرا وہ دوست جس نے مجھے ان کا پتہ بتایا تھا' اس کا بہنوئی ان کا مرید تھا۔ وہ ختم شریف پر گیا تھا۔ عامل سرکار نے ان کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ ہم نے کشور رحمان کو نافرمانی کی وجہ سے اپنی بارگاہ سے نکال دیا ہے۔ جب میں نے یہ سنا تو اللہ کا شکر ادا کیا کہ میرا ایمان اور جان بچ گئی۔

جاری ہے

درس القرآن

ابو عمر عبدالغفار المدنی حفظہ اللہ

قسط نمبر 64

الکلام المونس فی تفسیر سورة یونس

سورۂ یونس کی تشریح و تفسیر

یہ قرآن ایسی چیز ہے جو نصیحت ہے اور دلوں کے روگ کی شفا ہدایت اور مومنین کے لئے رحمت ہے

وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَ قُضِيَ
بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿54﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ
لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿55﴾ هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿56﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ
مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿57﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ
فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿58﴾ (یونس)

اور اگر ہر جان جس نے ظلم (شرک) کیا ہے کے پاس اتنا ہو کہ ساری زمین بھر جائے تب بھی اس کو دے کر اپنی جان بچانے لگے اور جب عذاب کو دیکھیں گے تو پشیمانی کو پوشیدہ رکھیں گے۔ اور ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ یاد رکھو کہ جتنی چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں سب اللہ ہی کے ملک ہیں۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن بہت ان میں سے علم ہی نہیں رکھتے۔ وہی جان ڈالتا ہے وہی جان نکالتا ہے اور تم سب اسی کے پاس لائے جاؤ گے اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لئے شفا ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کو اللہ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے۔ وہ اس سے بدر جہا بہتر ہے جس کو وہ جمع کر رہے ہیں۔

تفسیر:

گزشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ اللہ کے باغی و نافرمان کفار و مشرکین اور مجرمین و معاندین اس کے عذاب سے ضرور دوچار ہوں گے۔

اس آیت میں قیامت کے دن ان کی حالت و کیفیت اور ان کی بے چارگی و بے بسی اور شرمندگی اور ندامت کا بیان ہے کہ جب قیامت کے دن یہ ظالم و مشرک اللہ کا عذاب ملاحظہ کریں گے تو اس سے بہت ڈریں گے اور اس سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے حتیٰ کہ اگر ان کے پاس اس وقت دنیا بھر کا خزانہ (سونا' چاندی' ہیرے موتی' جواہرات' تاج و تخت' زمین و باغات وغیرہ) بھی موجود ہو تو وہ اپنے آپ کو چھڑانے کے لئے یہ نعمتیں دینے سے دریغ نہیں کریں گے لیکن وہاں تو کسی کے پاس کچھ بھی نہیں ہوگا تو دے گا کہاں سے؟ اور اگر بالفرض وہاں زمین بھر کا خزانہ کسی کو میسر آ جائے اور وہ دینے کے لئے بھی تیار ہو جائے تو اس سے یہ خزانہ ہرگز ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا

یعنی اللہ کے عذاب سے کسی طرح بھی چھٹکارا نہیں ہو سکے گا کیونکہ اس کے عذاب سے چھٹکارا صرف اور صرف اعمال صالحہ کے ذریعہ ہوگا اور وہ ان کے پاس نہیں کیونکہ کفر وشرک کی موجودگی میں کوئی عمل قابل قبول ہے ہی نہیں۔

جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ہاں جو لوگ کفر کریں اور مرتے دم تک کافر رہیں ان میں سے کوئی اگر زمین بھر سونا دے گو فدیے میں ہی ہو تو بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا یہی لوگ ہیں جن کے لئے تکلیف دینے والا عذاب ہے اور جن کا کوئی مددگار نہیں۔ (آل عمران۔91)

اور فرمایا

اسی طرح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کم سے کم عذاب والے جہنمی سے فرمائیں گے اگر تیرے پاس دنیا ومافیہا کی دولت موجود ہو تو کیا اسے اپنے فدیہ میں دے دو گے تو وہ کہے گا ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''میں نے تو تجھ سے دنیا میں اس سے آسان تر بات طلب کی تھی اور کہا تھا کہ اس بات (توحید) پر قائم رہے گا تو میں تجھے جہنم میں داخل نہیں کروں گا مگر تو شرک پر بضد رہا۔

صحیح مسلم کتاب صفۃ القیامۃ باب الکفار

نیز کفار ومشرکین عذاب کو دیکھ کر اپنے دل میں ندامت وشرمندگی محسوس کریں گے کہ کیوں نہ وہ ایک اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کی اور کتاب وسنت کے مطابق اپنی زندگی گزاری۔ مشرکین اپنی اس ندامت کو اہل ایمان سے چھپائیں گے کہ کہیں وہ ان کی یہ حالت دیکھ کر خوش نہ ہوں کیونکہ کفار ومشرکین نے گمراہی کی راہ جہالت کی بناء پر نہیں بلکہ تکبر وتعصب اور ضد وہٹ دھرمی کی بناء پر اختیار کی تھی۔

اسی طرح رؤساء وسردار لوگ اپنے اتباع اور پیروکاروں سے شرمندہ ہوں گے کہ ان کو بچانے یا ان کی سفارش کرنے کی بجائے ان کے سامنے خود عذاب میں گرفتار ہو کر ذلت ورسوائی میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موحدین ومشرکین اور ظالمین ومظلومین اور رؤسا اور ان کے پیروکاروں کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کریں گے اور وہ ذرہ برابر ظلم نہیں کئے جائیں گے کہ ان کو ایسے اعمال کی سزا دی جائے جن کا انہوں نے ارتکاب نہیں کیا یا ان کے جرائم کی سزا ان کو زیادہ دی جائے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (حدیث قدسی) کہ میں قیامت کے دن ہر نیکی کی جزا دس سے لے کر سات سو تک اور بعض نیکیوں کی جزا اس سے بھی زیادہ دوں گا اور بدی کی سزا میں کچھ زیادتی نہ ہوگی بلکہ جرم کے مطابق سزا دی جائے گی اور بعض جرم (اہل ایمان کے) بغیر سزا کے بھی معاف ہو جائیں گے۔

(صحیح البخاری کتاب الرقاق باب من ھم بحسنۃ او بسیئۃ)

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وطاقت کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یاد رکھو زمین وآسمان کی تمام چیزیں اللہ کی ملک میں ہیں اور اس کی ملک حقیقی ہے اور اس کے ساتھ ان میں کوئی اور مالک نہیں وہ اپنے ملک میں جیسے چاہے تصرف کرتا ہے کسی پر رحم کرے اور سعادت دے (نیک اعمال کی وجہ سے) اور کسی کو عذاب دے، شقاوت دے (بداعمالیوں کی وجہ سے) اس پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

اور یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے جو تم سے قیامت کے دن اور اس میں جزاء وسزا کا وعدہ کر رکھا ہے۔ وہ حق ثابت ہے اس کی مخالفت نہیں ہوگی یہ ہو کر رہے گا لیکن اکثریت اس سے لاعلم اور جاہل ہے۔

اس کے بعد فرمایا ''زندگی وموت کا بھی صرف وہی مالک ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے یعنی ایک دن سب نے اس کے پاس حاضر ہونا ہے اور وہ سب کو ان کے اعمال کے موافق بدلہ دے گا۔

ان آیتوں میں پہلے مضمون کی ہی تقدیر وتائید ہے کہ جو ذات وہستی زمین وآسمان اور اس میں ہر چیز کی مالک ہے اور اس میں ہر قسم کا تصرف واختیار رکھتی ہے جو زندگی وموت کی مالک ہے اور مرنے کے بعد جس کے سامنے پیش ہونا ہے بھلا اس سے کوئی بچ کر کہاں جا سکتا ہے اور اس کا حساب وکتاب کے لئے مقرر کیا ہوا دن قیامت کا کون ٹال سکتا ہے۔

لہٰذا اعتقاد ویقین رکھنا چاہئے کہ اس کا وعدہ سچا ہے اور حساب وکتاب کا دن ضرور آئے گا اور ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کا ضرور بدلہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے تین بنیادی عقائد توحید، نبوت آخرت بیان کرنے اور ان کو ثابت کرنے کے بعد اپنی تمام مخلوق کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے جو تمہارے لئے کتاب نازل کی ہے اس پر عمل کرو کیونکہ وہ کتاب نصیحت، شفاء اور رحمت وہدایت ہے۔

موعظت یعنی نصیحت اس لحاظ سے ہے کہ جو شخص قرآن کو دھیان وتوجہ سے پڑھے اور اس کے معانی ومطالب پر غور کرے تو یہ کتاب اس کی توجہ دنیا سے ہٹا کر اللہ کی طرف کرتی ہے اور دنیا فانی کا یقین دلا کر حقیقی زندگی آخرت کی تیاری پر مائل کرتی ہے اور اس کتاب سے دلوں میں رقت اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے شوق پیدا ہوتا ہے۔ قرآن شفا اس لئے ہے کہ یہ دلوں کی بیماریوں شرک وکفر فسق وفجور، حسد وبغض، حرص وطمع، خود غرضی اور بخل وغیرہ کو دور کرتا ہے کیونکہ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس پر عمل کرتا ہے یہ روگ خود بخود اس کے دل سے دور ہو جاتے ہیں۔ قرآن ہدایت اس لحاظ سے ہے کہ یہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی کرتا ہے اور تمام طبقات وافراد کے لئے حقوق وفرائض کا تعین کرتا ہے اور اس کے مقرر کردہ قوانین پر عمل کرنے سے ایک صالح اور امن وسکون اور راحت واطمینان والا معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ قرآن مجید رحمت اس لحاظ سے ہے کہ جو شخص ومعاشرہ اور حکومت اس کی صدق دل سے اتباع کرے اور اس کو کما حقہ اپنائے وہ دنیا وآخرت میں اللہ کی رحمتوں کے مستحق ہوں گے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو (جو عمل کریں گے) سرخرو کرے گا اور بہت سے لوگوں کو (جو عمل نہیں کریں گے) ذلیل کرے گا۔

صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن باب من یقوم بالقرآن ویعلمہ

اور سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی کتاب میں ہدایت اور روشنی ہے جس نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا وہ ہدایت پر قائم ہو گیا اور جس نے اس سے غفلت برتی وہ گمراہ ہو گیا اسی روایت کے دوسرے الفاظ یہ ہیں کہ یہ کتاب اللہ کی رسی ہے جو اس پر عمل کرے گا وہ ہدایت پر ہوگا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہی پر ہوگا۔

صحیح مسلم۔ کتاب الفضائل۔ باب فضائل علی بن ابی طالب

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں سے کہیں کہ آپ کو اللہ کے اس انعام ورحمت (قرآن کریم) پر خوش ہونا چاہئے ان کے دلوں میں سرور واطمینان ہونا چاہئے اور اس کی قدر کرنی چاہئے اور اس کا احترام کرنا چاہئے۔ وہ اس طرح کہ اس کو پڑھیں، سمجھیں اور اس کا وہی مفہوم معتبر مانیں جو صاحب قرآن (رسول اللہ ﷺ) کی حدیث وسنت سے متعین ہو پھر اس پر عمل کریں اور آگے اس کی دعوت دیں اور اس کی راہ میں جہاد کریں یعنی اس کے پیش کردہ نظام کو غالب کرنے کے لئے دعوت وجہاد کا منہج و مشن اپنائیں کیونکہ یہ انعام ورحمت (کتاب وسنت) اس مال ومتاع سے بدرجہا بہتر اور افضل ہے جو وہ جمع کر رہے ہیں۔ اس خوشی سے یہ مطلب نہیں کہ جلسے، جلوس، چراغاں دوسرے غلط کاموں اور اسراف وفضول خرچی کا اہتمام کیا جائے جیسا کہ آج کل اہل بدعت اس آیت سے جشن عید میلاد اور اس کے غلط رسوم کا جواز ثابت کرتے ہیں۔

فوائد

1۔ قیامت کی ہولناکی کا بیان

2۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کے قادر مطلق ہونے کا ثبوت۔

3۔ قرآن کی عظمت وفضیلت کا بیان کہ یہ نصیحت وہدایت اور رحمت وشفا ہے۔

4۔ دین کی خوشی مستحب ومحبوب ہے اور دنیوی امور کی خوشی مکروہ ومذموم ہے۔

درس قرآن وحدیث برائے خواتین

مورخہ 8 اکتوبر 2004ء بروز جمعۃ المبارک بعد از نماز عصر

بمقام: دار العلوم المحمدیہ للبنات اہلحدیث چکی تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک

دار العلوم المحمدیہ للبنات اہلحدیث چکی تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک کے پہلے سالانہ امتحانات کے موقع پر

محترمہ ام عبدالرب صاحبہ (اسلام آباد)

درس قرآن ارشاد فرمائیں گی۔ اس کے علاوہ وہ کامیاب ہونے والی طالبات کو انعامات بھی دیں گی۔ تمام خواتین اسلام سے شرکت کی اپیل ہے۔

ابو الحسن عبدالرحمٰن سلفی مدیر دار العلوم المحمدیہ للبنات اہلحدیث پنڈی گھیب

وضوء اور غسل کے لئے پانی کی مقدار

۲۳/۵۱ وَعَنْهُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ اَنْ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ

اور انہی انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مد سے وضوء کر لیتے تھے اور ایک صاع سے پانچ مد تک غسل کر لیتے تھے۔ متفق علیہ

تخریج: بخاری (۲۰۱) مسلم (الحیض /۵۱)

مفردات: صاع۔ ایک پیانہ ہے جس میں چار مد کی گنجائش ہوتی ہے یہ تقریباً دو کلو یا اس سے کچھ زائد کے برابر ہوتا ہے۔

اس حدیث کی تشریح اسی کتاب کی حدیث (۳۹) میں گزر چکی ہے بہتر تھا کہ مصنف یہ حدیث اس کے ساتھ ذکر فرماتے یا وہ حدیث یہاں ذکر فرماتے۔

وضوء کے بعد دعا اور اس کی فضیلت

۲۴/۵۲ عَنْ عُمَرَ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُسْبِغُ الْوَضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ اخرجه مسلم والترمذی زاد اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ

اور عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جو وضوء کرے اور پوری طرح وضوء کرے پھر یہ کہے: میں شہادت دیتا ہوں کہ بے شک اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ یقیناً محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں مگر اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے گئے۔ جس میں سے چاہے داخل ہو جائے اسے مسلم اور ترمذی نے روایت کیا۔ اور ترمذی نے یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں۔ اے اللہ مجھے ان لوگوں سے بنا دے جو بہت توبہ کرنے والے ہیں۔ اور ان سے بنا دے جو بہت پاک رہنے والے ہیں۔

تخریج: (صحیح) مسلم (الطہارہ ج ۱۷) ترمذی (۱/ ج ۵۵) البانی نے فرمایا کہ ترمذی نے اس مین اضطراب کی علت بیان کیے حالانکہ اس کی کچھ حقیقت نہیں کیونکہ یہ اضطراب مرجوح ہے جیسکاہ مینن صحیح سنن ابی داؤد رقم (۱۶۲) میں وضاحت کی ہے۔ مزید تفصیل اور شواہد کے لئے دیکھئے ارواء الغلیل۔

فوائد۔ا۔ ابو حفص عمر بن خطاب بن فضیل بن عبدالعزیٰ العدوی القرشی۔ نبی ﷺ کے ساتھ ان کا نسب کعب بن لوی میں جا کر ملتا ہے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں مصطفیٰ ﷺ کے قبر کے دو ساتھیوں میں سے ایک اور پہلے خلیفہ جنہیں امیر المومنین کا لقب ملا۔ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے۔ چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد مسلمان ہوئے بعض کہتے ہیں کہ ان کے اسلام لانے سے مسلمان پورے چالیس ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مانگ کر اللہ سے لیا۔ ان کے آنے سے اسلام کو غلبہ ملا۔ اس لئے فاروق کا لقب پایا۔ بدر میں اور رسول اللہ ﷺ کے تمام غزوات و مواقع میں شریک رہے۔ ابو بکر کے بعد ان کی وصیت کے ساتھ خلیفہ بنے۔ عہد نبوی و صدیقی میں ان کی اسلام کے لئے خدمات اور ان کے عہد میں عراق و شام اور دوسرے علاقوں کی فتوحات و برکات مشہور معروف ہیں۔ جب دفن ہوئے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج علم کے دس حصوں سے نو حصے چلے گئے۔ اللہ کے حکم کے معاملے میں سب سے سخت تھے۔ ابولولوء نامی ایک مجوسی غلام نے مدینہ میں صبح کی نماز میں خنجر کے وار کئے ذوالحجہ ۲۳ھ کے چار دن باقی تھے۔ یکم محرم ۲۴ ہجری کو حجرہ نبوی میں دفن ہوئے ساڑھے دس سال خلیفہ رہے ان کے فضائل بے شمار ہیں۔ (مرعاۃ)

۲۔ وضوء سے فارغ ہو کر جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں اس حدیث میں ان میں سے دو دعائیں ذکر کی ہیں کلمہ شہادت کی فضیلت تو ظاہر ہی ہے کیونکہ اسی شہادت پر ایمان کا مدار ہے اس لئے مکمل اور درست وضوء کرنے کے بعد اسے پڑھنے سے جنت میں داخلے کی بشارت دی گئی۔ دوسری دعا کی مناسبت یہ ہے کہ وضوء میں چونکہ ظاہری اعضاء کی طہارت ہے اس لئے اس کے ساتھ باطن کی طہارت کی دعا سکھائی گئی جو توبہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اس دعا سے یہ سبق ملتا ہے کہ وضوء کرتے وقت ظاہری اعضاء کو دھونے کے ساتھ ساتھ ہر عضوء کے گناہوں سے توبہ کرنی چاہئے اور جو گناہ ہو چکے ہیں ان کی معافی مانگ کر ان سے پاک ہونے کی دعا کرنی چاہئے۔

۳۔ وضوء کے علاوہ غسل سے فارغ ہو کر بھی یہ دعا پڑھنی چاہئے کیونکہ غسل کے ساتھ وضوء بھی ہوتا ہے۔ سبل السلام میں امام نووی سے نقل کیا ہے کہ ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ یہ دعا غسل کے بعد پڑھنا مستحب ہے۔

۴۔ بعض لوگ یہ دعا آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر پڑھتے ہیں اور بعض آسمان کی طرف نظر اٹھا کر یہ دعا پڑھتے ہیں۔ الدین الخالص میں شیخ امین اللہ لکھتے ہیں 'اس دعا میں آسمان کی طرف انگلی اٹھانا تو کسی حدیث میں نہیں آیا ہی نہیں ۔ہاں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر یہ دعا پڑھنا۔ ابوداود (۱/۲۵) ابن السنی رقم ۳۱ احمد (۴/۱۵۱۔۱۵۰) میں آیا ہے کو عقیل اپنے چچا کے بیٹے سے بیان کرتے ہیں وہ عقبہ بن عامر سے وہ کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص وضوء کرے اور اچھی طرح وضوء کرے پھر نظر آسمان کی طرف اٹھا کر یہ دعا پڑھے اشهد ان لا اله الا الله۔ ساری حدیث۔ مگر اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ ابو عقیل کے چچا کا بیٹا مجہول ہے اس کے علاوہ آسمان کی طرف نظر اٹھانے کے الفاظ کوئی اور راوی بیان نہیں کرتا حالانکہ یہ حدیث مسلم' نسائی' ابوداوٗد' ترمذی میں بھی آئی ہے مگر ابوداوٗد کی اس روایت کے سوا کسی روایت میں یہ لفظ نہیں ہیں جس کا راوی مجہول ہے۔ اس معلوم ہوا کہ یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ حافظ ابن حجر نے تلخیص میں ذکر کیا ہے کہ بزار نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جس میں یہ دعا پڑھتے وقت آسمان کی طرف نظر اٹھانے کا ذکر ہے مگر ہم نے کشف الاستار اور مجمع الزوائد کو دیکھا ہے مگر ان میں بزار کی روایت سے ثوبان رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نہیں ملی خلاصہ یہ کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ الدین الخالص۔ ۱/۴۵۸)

۵۔ ان دو دعاؤں کے علاوہ اس موقع پر ایک تیسری دعا بھی صحیح سند سے ثابت ہے اس کا پڑھنا بھی مستحب ہے سبحانک اللھم بحمدک اشھد ان لاالہ الااللہ انت استغفرک واتوب الیک۔

یہ حدیث ابن ماجہ نے انس سے روایت کی ہے اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلہ میں اور حاکم نے مستدرک میں ابو سعید سے روایت کی ہے۔ ابو سعید کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جو شخص وضوء کرے پھر یہ دعا پڑھے تو یہ دعا ایک کاغذ میں مکمل جاتی ہے پھر اس پر مہر لگادی جاتی ہے جو قیامت کے دن تک توڑی نہیں جاتی (سبل السلام) البانیؒ نے الارواء میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۶۔ وضوء کے شروع میں بسم اللہ اور آخر میں تین دعاؤں کے علاوہ کوئی دعا پڑھنا سنت سے ثابت نہیں بعض لوگ وضوء کے دوران سورۃ القدر یا کوئی اور سورتیں پڑھتے ہیں یا ہر عضو دھوتے وقت کچھ دعائیں پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں یہ مستحب ہیں ان کا یہ عمل درست نہیں کیونکہ کوئی بھی عمل قرآن وسنت کی دلیل کے بغیر مستحب نہیں بنتا۔

عام طور پر وضوء کے دوران ایک دعا پڑھی جاتی ہے۔

اللهم اغفر لى ذنبى وسع لى فى دارى وبارك لى فى رزقى"

الدین الخالص ص ۴۵۷ میں ہے کہ ابن السنی نے (رقم ۲۸) باب الدعاء بین اظہرانی الوضوء میں اور نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ (رقم ۸۰) میں جو روایت کی ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ نے وضوء کیا تو میں نے سنا آپ کہہ رہے تھے" اللهم اغفر لى ذنبى ووسع لى فى دارى وبارك لى فى رزقى۔ (اے اللہ میرے گناہ بخش دے اور اور میرے لئے میرے گھر میں فراخی فرما اور میرے لئے میرے رزق میں برکت فرما) ابو موسیٰ کہتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ نے آپ کو اس طرح دعا کرتے سنا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا ان دعاؤں نے کوئی چیز باقی چھوڑی ہے"

تو یہ حدیث تو صحیح ہے مگر اس میں وضوء کی قید ضعیف ہے کیونکہ ابو مجلز اور ابو موسیٰ کے درمیان انقطاع ہے اور اس لئے کہ محمد بن عبدالاعلی نے دوسرے ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے کیونکہ انہوں نے یہ الفاظ بیان کئے ہیں "فتوضا ثم صلى" یعنی آپ نے وضوء کیا پھر نماز پڑھی اور اس میں ایک اور علت بھی ہے وہ یہ کہ روایت موقوف یعنی صحابی کا عمل ہے چنانچہ ابن ابی شیبہ (۱/۲۹۷) میں ابو بردہ کی سند سے ہے وہ فرماتے ہیں۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو کہتے اللهم اغفرلى ذنبى ويسر لى امرى وبارك لى فى رزقى" اور اس کی سند صحیح ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز کے اذکار میں سے ہے وضوء کے اذکار سے نہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ دعا تو صحیح ہے مگر وضوء یا نماز کی قید کے ساتھ نہیں جیسا کہ تمام المنہ ص ۹۶ اور غایۃ المرام ص ۸۵ میں ہے۔ الدین الخالص کی عبارت ختم ہوئی۔

ستمبر 2004ء کے مجلہ الدعوۃ کے باب الدعوۃ میں پروف ریڈنگ کی غلطی سے سورہ النجم کی آیات 188 لکھا گیا ہے۔ براہ مہربانی اس جملہ میں آیات 1 تا 18 پڑھا جائے۔ شکریہ

پروپرائٹر: عابد حسین' حاجی محمد ایوب ملک Ph-PP 42330
مین بازار نزد روف فوٹوسٹیٹ بھلوال

ماہ رمضان المبارک کی مناسبت سے ایک کتابچہ "ہم نے آج تراویح میں کیا پڑھا؟ (اردو/سندھی) تراویح کے دوران روزانہ پڑھے جانے والے قرآن کریم کے حصے کا خلاصہ اور قرآنی ومسنون دعائیں مع آسان ترجمہ مفت تقسیم کی جارہی ہیں۔ خواہش مند حضرات کم از کم 6 روپے کے ڈاک ٹکٹ بنام ڈاکٹر ممتاز عمر T-475 کورنگی نمبر 2 کراچی 74900 کے پتے پر روانہ کر کے کتابچے حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ خلاصہ تراویح نابینا افراد کو آڈیو کیسٹ میں بشرط نابینا پن کا سرٹیفکیٹ بھیجنے پر مفت بھیجنے کا انتظام ہے۔ جاری کردہ
E-mail-mumtaz umar@Yahoo.com

ماہ رمضان کے فضائل و مسائل

حافظ عمران ایوب لاہوری

صیام رمضان اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہیں اور اُمۂ اسلامیہ کے تمام عاقل و بالغ افراد پر فرض ہیں۔ ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت قرآن وسنت اور اجماع اُمت کے ساتھ ثابت ہے۔ اہل علم وفتوی حضرات نے عمداً روزے کا انکار کرنے والے کو کافر ومرتد قرار دیا ہے۔ ترکِ روزہ کے گناہ کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے ہی لگایا جاسکتا ہے کہ

''جس نے عمداً بلا عذر ایک دن کا روزہ چھوڑا' وہ تاحیات بھی روزے رکھتا رہے تب بھی اس کا بدلہ نہیں ادا کرسکتا۔''

رمضان کے روزے 2 ہجری میں فرض ہوئے اور اسی سال 17 رمضان کو حق و باطل کا پہلا معرکہ غزوہ بدر کبری برپا ہوا۔ ماہ رمضان میں ہی قدر کی رات قرآن نازل ہوا۔

سال کے تمام مہینوں میں ماہ رمضان کو جو فضیلت و برتری اور تفوق وامتیاز حاصل ہے' وہ کسی دوسرے مہینے کو حاصل نہیں۔ یہ مہینہ نزول سعادت کی یادگار ہے۔ صبر وتحمل اور ایثار نفس کا معلم ہے۔ اس میں جنت کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ جہنم کے تمام دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔ سرکش شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ مغفرت ورحمت کی برسات ہوتی ہے۔ عصیاں کاروں کو راہ نجات ملتی ہے۔ فسق وفجور میں کمی اور اعمال صالحہ میں کثرت ہوتی ہے۔ تلاوت قرآن' ذکر واذکار اور مجالسِ تبلیغ شب و روز جاری رہتے ہیں۔ اہل ثروت رضائے الٰہی کے لیے فرض زکوۃ کی ادائیگی اور انفاق فی سبیل اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ لوگ قیام اللیل یعنی نماز تراویح میں شرکت کرتے ہیں۔ بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوکر دعا ومناجات کرتے ہیں' توبہ واستغفار کرتے ہیں اور اپنی بد کرداریوں اور سیاہ کاریوں کو معاف کرا کے جنت نعیم کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

لیکن ماہ رمضان کے اس روح پرور موسم میں بھی کچھ بدنصیب شر پسند ایسے ہوتے ہیں جن کے شیطانی اعمال اور افعال خبیثہ میں رائی برابر بھی تبدیلی نہیں آتی۔ انوار وتجلیات کے اس مہینے میں بھی فسق وفجور کی تاریکی میں مستغرق اور بہیمی خواہشات کی تکمیل میں منہمک نظر آتے ہیں۔ رمضان کے دوران شرب خمر اور زنا وبدکاری جیسے حرام افعال سرانجام دیتے ہیں۔ عبادت الٰہی سے یوں تہی دامن ہوتے ہیں کہ انہیں اگر ایک لمحہ بھی انابت ورجوع الی اللہ میں گزارنے کے لیے کہا جائے تو انہیں ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کسی سخت عذاب میں گرفتار کردیے گئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر رمضان جیسے بابرکت مہینے میں بھی رحمتیں نہیں بلکہ آسمانی لعنتیں برستی ہیں۔ ان کے لیے برکت وجنت کے نہیں بلکہ غضب وعذاب کے دروازے صدا کھلے رہتے ہیں۔

یہ تو اُن لوگوں کا حال تھا جو رمضان میں روزوں کے حکم کو کلی طور پر پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اور جو روزہ دار ہوتے ہیں ان میں سے بھی شاید ہی کچھ لوگ مراد کو پہنچتے ہوں وگرنہ اکثر تو دوران روزہ بھی ماہ رمضان کی قدروں کو پامال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کھانے پینے سے روزہ رکھا ہے لیکن غیبت جیسی لعنت کے ذریعے اپنے مردہ بھائیوں کا خون اور گوشت کھایا جارہا ہے۔ روزہ رکھا ہے لیکن جھوٹ' فریب' گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جارہی۔ دوران روزہ فلمیں' ڈرامے اور بے ہودہ وفحش قسم کے پروگرام دیکھ کر ٹائم پاس کیا جارہا ہے۔ سگریٹ نوشی اور نسوار کے ذریعے روزہ پکا کیا جارہا ہے۔ خواتین روزے کی حالت میں بے حجاب' میک اَپ کرکے 'خوشبو لگا کر سڑکوں' بازاروں اور شاپنگ سنٹرز میں غیر محرموں کے ساتھ برسرعام شعائر اسلام کا مذاق اڑاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

خبردار! ایسے روزے کا کوئی فائدہ نہیں جو ہمیں پرہیزگاری کا سبق نہ دے' جو ہمارے اندر تقوی وطہارت پیدا نہ کرے' جو ہمیں صبر وپرہیز اور تکالیف ومصائب میں تحمل وبرداشت کا عادی نہ بنائے' جو ہمارے اندر نیکیوں کا جوش اور گناہوں سے بچنے کی قوت وصلاحیت پیدا نہ کرے اور جو ہماری بہیمی خواہشات کو کچلنے میں ممد ومعاون ثابت نہ ہو۔ بلکہ ایسا روزہ محض بھوک پیاس کا عذاب ہی ہے' اس کے سوا اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا بھی ارشاد ہے کہ ''کتنے ہی روزہ دار ہیں جنہیں ان کے روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔''

فرضیت صیام کی اصل حکمت انسانوں کو صبر وپرہیز کی مشق کرانا ہے جیسا کہ روزوں کے حکم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خود جامع ومانع انداز میں فرمادیا کہ ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ یعنی روزوں کی فرضیت کا مقصد یہ ہے کہ تم تقوی وپرہیز اور صبر وتحمل کے خوگر بن جاؤ کیونکہ یہی پرہیز تمہاری نجات کا باعث ہے۔ ڈاکٹر حضرات کا یہ قول کہ ''پرہیز علاج سے بہتر ہے۔'' ہم سب نے سنا ہے اور جو پرہیز ڈاکٹر بتلاتے ہیں' ہماری ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ اس سے احتراز کریں۔ اور اگر کوئی پرہیز نہ کرے اور پھر بیمار ہوجائے تو اسے نہ صرف بدمزہ وکڑوی ادویات اپنے حلق سے نیچے اتارنی پڑتی ہیں بلکہ بعض اوقات تو علاج کی غرض سے اس کے اعضائے بدن کو چیرا پھاڑا تک جاتا ہے۔

بعینہ رمضان بھی ہمیں پرہیز سکھانے آیا ہے۔ جیسے ہم اللہ تعالیٰ کے منع کرنے پر حلال وپاک اشیاء سے دن بھر قطع تعلق وبیزار رہتے ہیں' اسی طرح اس کے منع کردہ تمام برے اعمال وسیئات سے اجتناب کریں۔ لیکن اگر ہم اس پرہیز کی پالیسی کو نہیں اپنائیں گے تو جنت میں داخلے کے لیے علاج کروانا پڑے گا اور تصور کیجیے' کیا وہ علاج کوئی برداشت کر پائے گا؟ کہ نرم ونازک انسان کو اپنی بدپرہیزی کا انجام بھگتنے کے لیے اُس آگ میں ڈبو دیا جائے گا جو درجۂ حرارت میں دنیاوی آگ سے ستر گنا زیادہ سخت ہے۔ کھانے کے لیے گندا خون' زخموں سے نکلنے والی پیپ' کانٹے دار جھاڑیاں اور پینے کو اُبلتا کھولتا ہوا پانی پیش کیا جائے گا۔ سب سے ہلکی سزا یہ ہوگی کہ انسان کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے جن کی حرارت اس قدر شدید ہوگی کہ ان کی وجہ سے اس شخص کا دماغ یوں جوش مارے گا جیسے ہنڈیا چولہے پر جوش مارتی ہے۔ اب خود ہی سوچئے! کہ پرہیز بہتر ہے یا علاج۔

روزے کی فرضیت ومشروعیت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کردیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے' تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ [البقرۃ:۱۸۴]

ایک اور آیت میں ہے کہ ''جو شخص اس مہینے میں موجود ہو' وہ اس کے روزے رکھے۔'' [البقرۃ:۱۸۵]

حدیث نبوی ﷺ ہے کہ ''جب تم اسے (یعنی ہلال رمضان کو) دیکھ لو تو روزے رکھو۔'' (بخاری' ۱۹۰)

ایک اور حدیث میں ہے کہ روزہ ارکان اسلام میں سے ایک ہے۔ (بخاری' ۸)

فضائل روزہ ورمضان:

☆ جنت کا ایک دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں۔ قیامت کے دن اس دروازے سے جنت میں صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ ان کے سوا اور کوئی اس میں سے داخل نہیں ہوگا۔ (بخاری' ۱۸۹۶)

☆ جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور اپنا

احتساب کرتے ہوئے رکھے' اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (بخاری' ۱۹۰۱)

☆ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ (بخاری' ۱۸۹۸)

ایک روایت میں ہے کہ: جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں' جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ (بخاری' ۱۸۹۹)

☆ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی (ایک تو جب) وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسرے) جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے کا ثواب حاصل کر کے خوش ہوگا۔ (بخاری' ۱۹۰۴) منہ کی بوگندگی کی وجہ سے ہو تو اللہ کو پسند نہیں صرف وہ بو پسند ہے جو پیٹ خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

☆ روزہ قیامت کے دن مومن بندے کی سفارش کرے گا۔ (صحیح الترغیب' ۹۸۴)

☆ رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہوتا ہے۔ (مسلم' ۱۲۵۶)

☆ روزہ دار کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ (ترمذی' ۳۵۹۸)

☆ افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں۔ (ابن ماجہ' ۱۶۴۳)

روزہ کے طبّی فوائد:

حدیث نبوی ہے کہ "روزے رکھو صحت مند ہو جاؤ گے۔" (الترغیب والترحیب ۸۳/۲) عصر حاضر کی جدید سائنسی تحقیق یہ کہتی ہے کہ جسم انسانی پر سال بھر میں لازماً کچھ وقت ایسا آنا چاہیے جس میں اس کا معدہ کچھ دیر فارغ رہے۔ کیونکہ مسلسل کھاتے رہنے سے معدے میں مختلف قسم کی رطوبتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو آہستہ آہستہ زہر کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ لیکن روزے سے یہ رطوبتیں اور ان سے پیدا ہونے والے کئی مہلک امراض ختم ہو جاتے ہیں اور نظام انہضام پہلے سے قوی تر ہو جاتا ہے۔ روزہ شوگر' دل اور معدے کے مریضوں کے لیے نہایت مفید ہے اور مشہور ماہر نفسیات سگمنڈ فرائیڈ کا کہنا ہے کہ روزے سے دماغی اور نفسیاتی امراض کا کلی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس (۱۶۲/۱)

ڈاکٹر عبد الحمید دیان (Abdul-Hamid Dian) اور ڈاکٹر احمد قارا قز (Ahmad Qara Quz) اپنے ایک مضمون "Medicine in the Glorious Qur'an." میں لکھتے ہیں کہ

"روزہ انسان کی جسمانی' نفسیاتی اور جذباتی بیماریوں کے لیے مؤثر علاج ہے۔ یہ آدمی کی مستقل مزاجی کو بڑھاتا ہے' اس کی تربیت کرتا ہے اور اس کی پسند اور عادات کو شاندار بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ روزہ انسان کو طاقتور بناتا ہے اور اس کے اچھے اعمال کو پختہ عزم دیتا ہے۔ تاکہ وہ لڑائی وفسادات کے کاموں' چڑچڑے پن اور جلد بازی کے کاموں سے اجتناب کر سکے۔ یہ تمام چیزیں مل کر اس کو ہوشمند اور صحت مند انسان بناتی ہیں۔ علاوہ ازیں اس کی ترقی' قوت مدافعت اور قابلیت کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے تاکہ وہ مشکل حالات کا سامنا کر سکے۔ روزہ انسان کو کم کھانے کا عادی بناتا ہے اور اس کے موٹاپے کو کنٹرول کرتا ہے' جس سے اس کی شکل وشباہت میں نکھار پیدا ہو جاتا ہے۔

روزے کی وجہ سے انسان کی صحت پر جو اثرات وفوائد مرتب ہوتے ہیں' وہ یہیں ختم نہیں ہوتے بلکہ روزہ انسان کو بہت سی مہلک بیماریوں سے بھی محفوظ رکھتا ہے جن میں اہم وقابل ذکر نظام انہضام کی بیماریاں ہیں مثلاً جگر کی بیماریاں' بدہضمی وغیرہ۔ علاوہ ازیں موٹاپا' بلڈ پریشر' دمہ' خناق اور ان جیسی دیگر بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔ روزے کی حالت میں بھوک کی وجہ سے انسان کے جسم میں موجود خون کے خراب خلیوں کے ٹوٹنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور ان کی جگہ خون کے نئے خلیے بننے شروع ہو جاتے ہیں۔"

ڈاکٹر شاہد اطہر جو کہ امریکہ کی "انڈیانا یونیورسٹی سکول آف میڈیسن" کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں' وہ فوائد رمضان کے متعلق اپنے ایک مضمون : "The Spiritual and Health Benefits of Ramadan Fasting" میں لکھتے ہیں کہ

"روزہ ان لوگوں کے لیے بہت مفید ہے جو نرم مزاج' اعتدال پسند اور مثالی بننا چاہتے ہیں۔ 1994ء میں ایک بین الاقوامی کانفرنس "رمضان اور صحت" جو کاسابلانکا میں منعقد ہوئی' اس میں طبی حوالے سے روزے کی وسعت اور پھیلاؤ کے بارے میں 50 اہم نکات پر روشنی ڈالی گئی۔ جس سے نظام طب کے حوالے سے بہت سے اچھے اثرات سامنے آئے حتی کہ یہ چیز بھی سامنے آئی ہے کہ روزہ مریضوں کے لیے کسی بھی طریقے سے نقصان دہ نہیں ہے۔ جو لوگ روزہ رکھتے ہیں' وہ اس میں سکون اور صبر وتحمل کا درس لیتے ہیں۔ روزہ کی حالت میں انسان کی نفسانی بیماریاں کم ہو جاتی ہیں اور انسان کئی اور دوسرے جرائم سے بچ جاتا ہے۔"

چاند دیکھنے کے مسائل:

☆ ماہ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہیے اور (عید کا) چاند دیکھ کر روزہ چھوڑنا چاہیے (بخاری' ۱۹۰۶)

☆ رسول اللہ ﷺ جب چاند دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے تھے
"اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَرَبُّكَ اللّٰهُ" (ترمذی' ۳۴۵۱)

☆ ماہ رمضان کے چاند کے متعلق ایک دیانتدار مسلمان کی گواہی کافی ہے۔ (ابوداؤد' ۲۳۴۲)

☆ اگر چاند نظر نہ آسکے تو ماہ شعبان کے تیس دن مکمل ہونے پر روزے رکھنے چاہییں۔ (بخاری' ۱۹۰۹)

☆ مشکوک دن میں روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ (ابوداؤد' ۲۳۳۴)

مشکوک دن سے مراد ماہ شعبان کا تیسواں روز ہے یعنی جب اس رات ابر آلودگی کے باعث چاند نظر نہ آئے اور یہ شک ہو جائے کہ آیا رمضان ہے یا نہیں؟

☆ جب ایک علاقے والے چاند دیکھ لیں تو اسکے گرد ونواح کے علاقوں میں رہائش پذیر لوگوں پر بھی روزے فرض ہو جائیں گے۔

☆ اگر تیس دنوں تک شوال کا چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے رکھ لینے چاہییں۔ (بخاری' ۱۹۰۶)

آداب روزہ:

☆ روزہ رکھنے والے پر فجر سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے۔ (ابوداؤد' ۲۴۵۴)

☆ نفلی روزے کے لیے سورج کے زوال سے پہلے بھی نیت کی جا سکتی ہے۔ (مسلم' ۱۱۵۴)

☆ ہر روزے کے لیے الگ نیت کرنا ضروری ہے۔ اور نیت محض دل کے ارادے کا نام ہے' الفاظ کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

☆ سحری کھانے میں برکت ہے۔ اور اہل کتاب کی مخالفت ہے۔ (بخاری' ۱۹۲۳' مسلم' ۱۰۹۶)

☆ سحری کے لیے بیدار ہو جانے کے بعد صبح صادق کے خوب نمایاں ہو جانے تک سحری کا وقت ہے۔ (البقرۃ: ۱۸۷)

☆ مومن کی بہترین سحری کھجور ہے۔ (ابوداؤد' ۲۳۴۵)

☆ تاخیر سے سحری کھانا اور جلد افطاری کرنا مستحب ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ' ۳۷۶/۴)

☆ جب سورج غروب ہو جائے تو افطاری کر لینی چاہیے' اس کے لیے اذان کا انتظار نہیں کرتے رہنا چاہیے۔ (بخاری' ۱۹۵۴)

☆ اگر کوئی لاعلمی کے باعث وقت سے پہلے روزہ افطار کر لے تو اس پر نہ قضاء ہے اور نہ کفارہ کیونکہ بھول چوک کو معاف کیا گیا ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ نماز مغرب سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرتے' اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو چھواروں سے روزہ کھولتے۔ اگر چھوارے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔ (ابوداؤد' ۲۳۵۶)

☆ "نبی کریم ﷺ جب روزہ افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے
"ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ" (ابو دؤاد' ۲۳۵۷)

☆ روزہ دار کو چاہیے کہ وہ کثرت کے ساتھ اطاعت وفرمانبرداری کے کام سرانجام دے اور ہر قسم کے ممنوع کام سے پرہیز کرے اور اس پر واجب ہے کہ وہ فرائض کی پابندی کرے اور حرام کاموں سے دور رہے۔ پانچوں نمازیں وقت پر باجماعت ادا کرے اور جھوٹ' غیبت' دھوکہ' سودی معاملات اور ہر حرام قول وفعل چھوڑ دے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جس نے جھوٹی بات اور اس پر عمل اور جہالت کے کاموں کو نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا اور پینا چھوڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

روزہ دار کے لیے مباح امور:

☆ مبالغے کے بغیر کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا۔(ابوداؤد' ۲۳۸۵)

☆ تیل لگانا اور کنگھی کرنا۔(بخاری' کتاب الصوم' باب اغتسال الصائم)

☆ گرمی کی وجہ سے غسل کرنا۔(ابوداود' ۲۳۶۵)

☆ حالت جنابت میں وضو کر کے روزہ رکھنا اور بعد میں غسل کرنا۔(بخاری' ۱۹۲۶)

☆ سینگی یا پچھنے لگوانا۔(بخاری' ۱۹۳۸' ۱۹۳۹)

☆ سرمہ لگانا۔(ابن ماجہ' ۱۶۷۸)

☆ بیوی کا بوسہ لینا (بخاری' ۱۹۲۷)

☆ مسواک کرنا۔(ابوداؤد' ۲۳۶۴)

☆ عورت کے لیے ہنڈیا کا ذائقہ چکھنا پھر تھوک دینا۔(بخاری: کتاب الصوم: باب اغتسال الصوم)

☆ اپنی تھوک نگلنا۔(بخاری' کتاب الصوم' باب اغتسال الصائم)

☆ مہندی لگانا اور میک اَپ کرنا۔(مجموع الفتاوی لابن باز' ۳۴۹/۱)

روزہ دار کے لیے ممنوع افعال:

☆ روزے میں وصال کرنا۔(بخاری' ۱۹۶۱)

واضح رہے کہ وصال سے مراد یہ ہے کہ آدمی ارادی طور پر دو یا اس سے زیادہ دن تک روزہ افطار نہ کرے اور مسلسل روزہ رکھے' نہ رات کو کچھ کھائے اور نہ سحری کے وقت۔

☆ جھوٹ بولنا' غیبت کرنا اور لڑائی جھگڑا کرنا۔(بخاری' ۱۹۰۳)

☆ لغو' رفث اور جہالت کی باتیں کرنا۔(بخاری' ۱۸۹۴)

☆ مبالغے سے ناک میں پانی چڑھانا۔(ابن ماجہ' ۴۰۷)

☆ جو ضبط نفس کی طاقت نہ رکھتا ہو اُس کے لیے بیوی کا بوسہ لینا یا مباشرت کرنا جائز نہیں۔(بخاری' ۱۹۲۷)

روزہ توڑنے والی اشیاء:

☆ جان بوجھ کر کھانے' پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(مسلم' ۱۱۵۱)

اگر کوئی بھول کر کھا پی لے تو اس پر نہ کفارہ ہے نہ قضا کیونکہ اس کا روزہ برقرار ہے۔(بخاری' ۱۹۳۳)

☆ جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(بخاری' ۱۹۳۶)

یاد رہے کہ جماع کی صورت میں قضاء کے ساتھ کفارہ بھی فرض ہے۔

☆ عمداً قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(ابو داؤد' ۲۳۸۰)

☆ حیض یا نفاس شروع ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (بخاری' ۱۹۵۱)

☆ سعودی مجلس افتاء نے یہ فتوی دیا ہے کہ روزہ دار کے لیے عضلات اور رگ میں ٹیکے سے علاج کرانا جائز ہے لیکن روزہ دار کے لیے طاقت کے ٹیکے لگوانا جائز نہیں کیونکہ یہ کھانے پینے کے معنی میں شامل ہوتے ہیں۔(فتاوی اللجنة الدائمة' ۱۰/ ۲۵۲)

☆ روزے کی حالت میں اگر احتلام ہو جائے یا مذی وغیرہ خارج ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

☆ بچے کو دودھ پلانے سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔

☆ شیخ ابن بازؒ نے یہ فتوی دیا ہے کہ ٹیسٹ وغیرہ (کے لیے خون دینے) سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔(مجموع الفتاوی لابن باز' ۲۷۴/۱۵)

روزوں کی قضاء کا بیان:

☆ جو شخص کسی شرعی عذر کی وجہ سے روزہ چھوڑ دے' اس کے لیے قضا دینا ضروری ہے۔(البقرة: ۱۸۴)

☆ مسافر اور مریض وغیرہ کے لیے روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے۔(اَیضا)

☆ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت بھی حکم میں مسافر کی طرح ہی ہے۔(ابوداؤد' ۲۳۰۸)

☆ جو شخص ایسی حالت میں فوت ہو کہ اس کے ذمے روزے تھے تو اس کا ولی (یعنی وارث) اس کی طرف سے روزے رکھے۔(بخاری' ۱۹۵۲)

☆ ورثاء کو چاہیے کہ میت کی طرف سے نذر کے روزے رکھیں۔(مسلم' ۱۱۴۸)

☆ ایسا بوڑھا شخص جو نہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اور نہ قضا دینے کی' اُسے چاہیے کہ وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا کر کفارہ ادا کر دے۔(دار قطنی' ۲/ ۲۰۵)

☆ رمضان کی قضا پے در پے روزوں کے ساتھ اور الگ الگ دونوں طرح درست ہے۔(بخاری تعلیقاً: کتاب الصوم: باب متی یقضی قضاء رمضان)

شعبان المعظم اور اس سے متعلقہ مسائل

محمد امین الرحمٰن

استقبال رمضان کا روزہ

ماہ شعبان المعظم اسلامی تقویم کا آٹھواں مہینہ ہے۔ اس مہینے میں رسول اللہ ﷺ کثرت سے روزے رکھتے۔ البتہ 29 یا 30 شعبان کو استقبال رمضان کا روزہ رکھنا جائز نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے اس مقصد کے لئے روزے نہیں رکھے۔ ہاں البتہ کوئی شعبان کے اکثر روزے رکھ رہا ہو تو اس روٹین میں وہ یہ روزہ بھی رکھ سکتا ہے۔

شب براءت کی حقیقت

بعض صوفیاء نصف شعبان کی رات کی فضیلت کے قائل ہیں اس لئے انہوں نے اس رات کی مخصوص عبادات وضع کیں مثلاً صلوٰۃ الخیر صلوٰۃ' الرغائب' صلوٰۃ الفیہ لیکن ان کا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں یا دوسرے لفظوں میں یہ بدعت ہے اور شب براءت منانا حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ پندرہ شعبان کو کوئی خصوصی عبادت یا روزہ ثابت نہیں۔

شب براءت کی بعض فرسودہ رسوم

اس رات حلوہ خوری کے لئے نبی ﷺ کے دندان مبارک شہید ہونے کا بہانہ بنایا گیا کہ آپ ﷺ کے لئے حلوہ بنایا گیا لیکن یہ جھوٹ ہے کیونکہ شوال میں جنگ احد ہوئی اور حلوہ دس ماہ بعد شعبان میں بنایا گیا عجیب منطق ہے۔

ارواح کا واپس آنا:

بعض لوگوں کے ہاں ہر جمعرات پندرہ شعبان کو ارواح کے واپس آنے کا عقیدہ رکھا جاتا ہے۔ یہ خالصتاً ہندوانہ آواگون چکر سے تصور لیا گیا ہے۔ روحیں واپس نہیں آتیں کیونکہ قرآن میں ہے

وحرام علی قریة اهلکناها انهم لا یرجعون

جن بستی والوں کو ہم ہلاک کر دیتے ہیں' ان کا پھر دنیا میں آنا حرام ہے۔

پندرہ شعبان

شیطان کی بڑی گہری چال ہے کہ وہ مسلمانوں کو اصل سے ہٹا کر نقل کی طرف لگاتا ہے یعنی سنت رسول سے دور کر کے بدعتی امور کی طرف لاتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو گمراہ کیا جا سکے۔ حدیث میں ہے جس شخص نے ایمان وثواب کی نیت سے شب قدر یعنی لیلۃ القدر میں قیام کیا (یعنی عبادت کی) اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری ومسلم) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے اور فرماتے تھے کہ رمضان کے آخری عشرے میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 2017) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر یعنی شب قدر رمضان کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں یعنی 27,25,23,21 اور 29 ویں میں ہے نہ کہ شعبان میں۔ باقی رہی یہ بات کہ نصف شعبان کی رات کو اللہ تعالیٰ بنی کلب کی بکریوں کی تعداد کے برابر لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں' یہ روایت ابن ماجہ ترمذی میں ضعیف سند کے ساتھ ہے جس پر عمل کرنا درست نہیں کیونکہ سنت سے ثابت نہیں اور ویسے تو ہر رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوتا ہے کہ ہے کوئی گناہگار جو معافی چاہتا ہو میں اسے معاف کر دوں' ہے کوئی روزی میں کشادگی کا خواہاں' میں اس کی روزی فراخ کر دوں۔ اسی طرح عوام الناس میں مجوسیوں اور آتش پرستوں کی مشابہت کا بڑا رواج پایا جاتا ہے اور نصف شعبان کی رات میں بہت پٹاخے چھوڑے جاتے ہیں تو یہ کافروں کی نقل ہے جو کہ حرام ہے۔ دوسرا فضول وقت' پیسہ اور جانیں ضائع کرتے ہیں اور طالب علموں' مریضوں' بوڑھوں' بچوں کو بے آرام اور تنگ کیا جاتا ہے جو کہ سراسر شیطانی فعل ہے۔ اللہ ہمیں مسنون اعمال کی توفیق دے۔ آمین

☆ شعبان تک رمضان کی قضاء کو مؤخر کرنا جائز ہے۔(بخاری' ۱۹۵۰)

☆ اگر کسی نے رمضان میں کسی عذر اور مرض کے بغیر ایک دن کا بھی روزہ نہ رکھا تو ساری عمر کے روزے بھی اس کا بدلہ (یعنی قضاء) نہیں ہو سکتے۔(بخاری تعلیقا: کتاب الصوم: باب إذا جامع فی رمضان)

☆ حائضہ اور نفاس والی عورت روزے نہ رکھے لیکن بعد میں قضاء دے۔(مسلم' ۳۳۵)

☆ نفلی روزوں کی قضاء ادا کرنا ضروری نہیں۔(ابوداؤد' ۲۴۵۶)

نماز تراویح کا بیان:

☆ نماز تراویح فرض نہیں بلکہ مستحب ہے۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بالجزم حکم تو نہیں دیتے تھے البتہ قیام رمضان کی ترغیب دلایا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

جس نے حالت ایمان میں اور اجر و ثواب کی غرض سے قیام رمضان میں شرکت کی' اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔(ترمذی' ۸۰۸)

☆ نماز تراویح مسجد میں باجماعت افضل ہے کیونکہ سنت نبوی ﷺ سے یہی عمل ثابت ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے صرف تین روز باجماعت نماز تراویح پڑھائی اور پھر اس اندیشے کی وجہ سے اسے ترک کر دیا کہ کہیں تراویح فرض نہ کر دی جائے لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد جب یہ اندیشہ نہ رہا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا۔(بخاری' ۱۱۲۹' ۲۰۱۲' بخاری' ۲۰۱۰)

☆ عورتیں بھی مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت تراویح میں شرکت کر سکتی ہیں۔(ترمذی' ۸۰۶)

☆ نماز تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک ہے۔(مسلم' ۷۳۶)

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رمضان اور غیر رمضان میں نبی ﷺ (رات کی نماز) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔(بخاری' ۱۱۴۷)

☆ نماز تراویح دو دو رکعت پڑھنی چاہیے۔[مسلم (۷۳۶)]

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان مصحف (یعنی قرآن) سے دیکھ کر ان کی امامت کرایا کرتا تھا۔(بخاری: کتاب الأذان: باب إمامة العبد والمولی)

☆ تین راتوں سے کم میں قرآن ختم کرنا درست نہیں۔(ابوداؤد' ۱۳۹۰)

مندرجہ بالا تمام مسائل روزہ کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب "فقہ الحدیث: کتاب الصیام" یا "مسائل روزہ کی کتاب" کا مطالعہ کیجئے۔

بقیہ علماء کنونشن

مسلمان اب فاتح بنیں گے۔یہودیوں نے چالاکی سے مسلمانوں پہ دہشت گردی کا لیبل لگا دیا۔اس وقت کفر کی چالاکیوں کا حل صرف جہاد ہے۔

حافظ عبدالرحمٰن مکی صاحب

علماء کی ذمہ داریاں

ہمارے سب کے ذہنوں میں جماعت الدعوۃ اور اس سے قبل جماعت اہل حدیث جو ہمارا اصل اساس ہے' میں علمائے اسلام کا احترام عزت و تکریم' توقیر بدرجہ اتم موجود ہے۔انبیاء کے بعد علماء ہیں محمد ﷺ کے وارث ہیں۔

ہم سب' ہماری جماعت ہمارے کارکن ہمارے ساتھی ہم خود اپنی جماعت کے اور سارے عالم اسلام کے علماء کا بے حد احترام و تکریم کرتے ہیں اور اس کو جزو ایمان سمجھتے ہیں علماء کو چاہئے کہ وہ اپنے احترام کو زیادہ سے زیادہ مستحکم کریں اور اپنی ذمہ داریوں کو پہچانیں۔میں کہتا ہوں علماء کرام آپ کا مقام و احترام دنیا میں تب مستحکم ہوگا جب تم اپنا فرض منصبی سمجھ لو گے۔

محترم علماء کرام! میں آپ سے سوال پوچھنا چاہتا ہوں آج بش کی بڑھکوں کا' دنیا میں پھیلے ظلم کا' مسلم امہ کی تذلیل کا' مسلم عورتوں کی حرمتوں کے تاراج ہونے کا' ان کی عزتوں کے چیتھڑوں کا اس دنیا میں برائیوں کے پھیلنے کا' کلوننگ کا' شرک کا' گندے اخلاق' ان سب باتوں کا علماء کے سوا کون ذمہ دار ہے؟ دنیا میں اسلام کی پستی کے ذمہ دار علماء ہیں ان سے اللہ کی طرف سے پوچھ ہوگی۔اس لئے کہ علماء مسئول ہیں۔

علماء سب کچھ بڑی تفصیل سے بخاری میں پڑھاتے ہیں مگر کتاب الجہاد و مغازی پہ آ کر سب کچھ چھوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں۔بش کہتا ہے اس وقت مقابلہ امریکہ اور مدارس' دینی جماعتوں اور جہادیوں سے ہے۔بش روتا چیختا ہے کہ مدارس اور مولوی کی دعوت نے میرا ابھر کس نکال دیا ہے۔وہ 56,57 مسلمان ملکوں کی فوجوں سے نہیں ڈرتے وہ کہتے ہیں پاکستان میں دعوت کھڑی ہوئی ہے اس دعوت کے اندر جہاد ہے' تلوار ہے' قتل و قتال ہے اس کے اندر ہماری موت ہے محترم علمائے کرام آج یہاں صورتحال آ گئی ہے۔ان کو پریشانی ہے قرآن اور مدارس کے خلاف' دعوت و جہاد کے خلاف۔

یہ اسمبلیاں' پارلیمنٹ اور یونیورسٹیاں وہ سمجھتے ہیں کہ ان سے خطرہ نہیں اگر خطرہ ہے تو صرف مساجد سے۔محترم علماء کرام آج جہاد چیلنج بن گئی ہے۔جہاد اٹھ رہا ہے' بش کی ماں مری ہوئی ہے۔امریکی قوم بش سے کہتی ہے تو نے مروا دیا ہے اور اس کے خلاف جلوس نکالتی ہے کہ بچے مر رہے ہیں۔امریکی قوم شکست خوردہ قوم بن گئی ہے۔

پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ تعالی

امیر جماعۃ الدعوۃ پاکستان

امیر جماعۃ الدعوۃ حافظ محمد سعید نے اپنے خطاب میں کہا کہ اسلام دشمن قوتیں اور بیرونی ایجنسیاں پاکستان کے اندر لوگوں کو خرید کر علماء کو شہید کروا رہی ہیں۔انتہائی دکھ کی بات ہے کہ پورے ملک میں آج یہی ماحول بن رہا ہے۔مساجد و مدارس کو ہدف بنایا گیا ہے' غیر ملکی ایجنسیوں کے ہاتھوں میں کھیلنے والے ان لوگوں کو گرفتار نہ کیا گیا تو ان کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔انہوں نے کہا کہ مولانا ابراہیم سلفی صاحب کا قتل رائیگاں نہیں جانے دیں گے ہر سطح پر اپنی ذمہ داریوں کو ادا کریں گے حکومت ٹس سے مس نہیں ہو رہی۔تفتیش کو برباد کرنے کے بہانے ڈھونڈے جا رہے ہیں۔ہم خود ابراہیم سلفی شہید کے قاتلوں کا پیچھا کریں گے۔حکومتی ذمہ داران کی دکھاوے کی کارروائیوں سے مطمئن نہیں ہیں۔انہوں نے کہا کہ مولانا ابراہیم کی شہادت کے ذمہ دار براہ راست موجودہ حکمران ہیں وہ بتائیں کہ اس سلسلہ میں کیا ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں؟ قاتلوں کو ہر صورت گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے تاکہ ملک میں امن و امان کی صورتحال بہتر ہو سکے' ان لوگوں کو کھلا چھوڑنا ملکی سلامتی کیلئے بھی خطرناک ہے۔حافظ محمد سعید نے کہا کہ ہم توڑ پھوڑ اور احتجاجی طریقے اختیار نہیں کرتے مگر مساجد و مدارس اور علماء کے خلاف ہونے والی سازشوں پر خاموش بھی نہیں رہ سکتے۔انہوں نے کہا کہ کفر کے خلاف جہاد کی سب سے بڑی ذمہ داری حکومت کی ہوتی ہے لیکن جب وہ اس عظیم فریضہ کو چھوڑ دے تو پھر مساجد و مدارس کے تحفظ کی طرح جہاد کو جاری رکھنا بھی علماء کی ذمہ داری ہوتی ہے۔آج جو دین کی روشنی نظر آ رہی ہے۔یہ علماء کی کاوشوں کا ہی نتیجہ ہے۔انہوں نے کہا کہ امریکہ کا جہاد کے بارے میں گہرا مطالعہ ہے' اسے معلوم ہے کہ جہاد کہاں سے کھڑا ہوتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ 56 مسلم ملکوں کی حکومتوں اور وسائل کی موجودگی کے باوجود وہ دینی مدارس اور علماء کو ہی اپنا مدمقابل قرار دیتا ہے۔قرآن و حدیث پر پابندی اور جہادی آیات تعلیمی نصاب سے نکالنے پر زور دیا جاتا ہے۔انہوں نے کہا کہ جہاد جاری ہے اور جاری رہے گا' کافر قوتوں کی سازشیں کبھی کامیاب نہیں ہوں گی۔

بہائی فرقہ کا لٹریچر دنیا کی آٹھ سو زبانوں' انجیل چار سو زبانوں' قرآن کا ترجمہ سو زبانوں میں جبکہ بخاری دنیا کی صرف تیرہ زبانوں میں ہے۔ہمیں محنت کی اشد ضرورت ہے

علماء کنونشن کے بعد امسال فارغ ہونے والے طلباء نے تیراکی کے مختلف سٹائلز میں تیرنے کا مظاہرہ کیا۔اس کے علاوہ جوڈو کراٹے گتکہ اور گھڑ سواری کا مظاہرہ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ وہ مجاہد اسلام بھی ہیں۔

ایڈز زدہ ہے...... یہ امریکہ ہی ہے جس میں امریکن اخبار "کنساس سٹی سٹار" کی رپورٹ کے مطابق 2000ء میں ایک ہفتے میں کوئی عام لوگ نہیں' صرف پادری ایک سو کی تعداد میں ایڈز سے ہلاک ہوئے...... باقی امریکیوں کی شرح اموات کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے...... لیکن اس کے ساتھ امریکہ اب دعویٰ کررہا ہے کہ اس نے ایڈز پر کافی حد تک قابو پالیا ہے...... اگر یہ بات اتنی درست ہوتی تو پھر کیا وجہ ہے کہ بش کی نامزدگی کے اجلاس میں بھی ہزاروں امریکی یہ نعرے لگاتے گھس گئے کہ عراق نہیں' ایڈز کے خلاف لڑو۔
(نوائے وقت۔ 3 ستمبر 2004ء)

بہر حال امریکی دعویٰ مان بھی لیا جائے تو پھر بھی UNAIDS کے مطابق امریکہ میں 8 لاکھ 90 ہزار ایڈز کے مریض پائے جاتے ہیں جبکہ نئے افراد کی تعداد 44,000 ہے۔ ان میں 20 فیصد تعداد عورتوں کی ہے۔

امریکہ میں کہا جارہا ہے کہ ہم نے کنڈومز اور مانع حمل گولیوں وغیرہ کے استعمال اور ادویات وغیرہ کے ذریعے ایڈز کو کافی حد تک کنٹرول کرلیا ہے چنانچہ ترقی پذیر بالخصوص مسلم دنیا کو بھی یہی ترغیب دی جارہی ہے کہ تم ایڈز کے اصل سبب سے تو چھٹکارا نہ پاؤ' جنسی بے راہروی اور ہم جنس پرستی پر تو کوئی قدغن نہ لگاؤ لیکن یہ کنڈومز اور مانع حمل گولیوں کو زیادہ سے زیادہ عام کرو...... تاکہ کسی کو برائی کرنے میں کوئی خطرہ نہ رہے۔

چنانچہ اس کا نتیجہ ہے کہ ہمارے ہاں اشتہارات میں یہ تو کہا جاتا ہے کہ ایڈز سے بچنے کے لئے کنڈومز کا وغیرہ کا استعمال کریں لیکن یہ کم ہی بتایا جاتا ہے کہ ایڈز سے بچنے کے لئے بیوی کے علاوہ کسی سے جنسی تعلق نہ رکھیں...... اللہ تعالیٰ کا کیسا زبردست دین فطرت ہے کہ جس نے میاں بیوی کے علاوہ تعلقات کو بیماریوں کا گھر بنا دیا اور یوں شادی کے ادارے کو پاکیزہ تر' محفوظ تر اور بلند تر کر دیا...... اس فطری حقیقت کو سمجھنے کی بجائے اہل مغرب نے سارا زور صرف کنڈومز اور دیگر احتیاطی تدابیر پر لگادیا...... ان کا پرچار یہ ہے کہ محفوظ جنسی تعلقات قائم کیجئے یعنی جنسی تعلقات کے لئے محفوظ تر طریقے استعمال کیجئے۔ تعلقات چاہے جس سے مرضی قائم کریں لیکن طریقہ محفوظ ہونا چاہئے۔ جنسی بیماریوں سے متاثرہ افراد کنڈومز وغیرہ ضرور استعمال کریں اور میاں بیوی کے علاوہ تعلقات ہوں تو پھر تو کنڈومز اور مانع حمل گولیاں لازماً استعمال کریں۔ یہ کہیں نہیں بتایا جاتا کہ جنسی بیماریوں سے بچنے کا بہترین اور محفوظ تر طریقہ یہ ہے کہ میاں بیوی صرف آپس تک محدود رہیں اور فحاشی وعریانی سے بچا جائے۔ کنڈومز کے پرچار میں یہاں تک شدت اختیار کی جارہی ہے کہ اقوام متحدہ دنیا بھر میں اپنے دفاتر میں کنڈومز کی موجودگی کو یقینی بنارہی ہے اور وہاں ملازمین کو کنڈومز وغیرہ کے استعمال کے لئے خصوصی کتابچے فراہم کیے جارہے ہیں...... کیونکہ ان دفاتر میں آزادانہ مخلوط ماحول ہوتا ہے چنانچہ بجائے اصل سبب ختم کرنے کے وہاں کنڈومز کی موجودگی پر زور دیا جارہا ہے۔ بہر حال انہوں نے اس طرح اعتراف کرلیا ہے کہ جہاں مخلوط ماحول ہوگا' وہاں جنسی تعلقات بھی ضرور قائم ہوں گے۔ ایسا ماحول اب وہ پاکستان کے دفتروں اور اداروں میں بھی قائم کررہے ہیں۔ ترقی پذیر خصوصاً مسلم

جنسی بیماریوں اور ایڈز کے ذرائع

تحقیق وتحریر: بابر علی ملک' محمد سلیم اختر

"جب کسی قوم میں فحاشی کا رواج بڑھتا ہے یہاں تک کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کرنے لگتے ہیں تو ایسے لوگوں کے درمیان طاعون اور ایسی بیماری پھیل جاتی ہے جو ان کے گزرے ہوئے اسلاف کے زمانے میں موجود نہیں تھیں۔" (الحدیث: سنن ابن ماجہ' کتاب الفتن)

نبی پاک ﷺ کے پاک ارشاد کے مطابق آج دنیا پر نظر ڈالیں تو آج دنیا میں ایسی ایسی نئی بیماریاں نظر آئیں گی جن کا وجود پہلے نہ تھا۔ دنیا میں جس طرح سے فحاشی اور عریانیت پھیل رہی ہے' اسی تیز رفتاری سے ان خوفناک بیماریوں میں اضافہ ہورہا ہے۔

1981ء میں امریکہ اور اس جیسے غلیظ اور پلید ملکوں میں ایک ایسی بیماری پیدا ہوئی جو بڑھتی ہوئی فحاشی کی وجہ سے وجود میں آئی تھی جسے "ایڈز" کے نام سے پکارا جاتا ہے جس کا چرچا ہر روز اخبارات کی زینت بنتا ہے۔

اس بیماری میں یکا یک وزن گھٹنا شروع ہوجاتا ہے اور بخار اور دست وغیرہ کی بھی علامات ظاہر ہوجاتی ہیں۔ (اس بیماری کی وجہ سے جسم کی تمام قوت مدافعت ختم ہوجاتی ہے) چنانچہ ایک معمولی سا عارضہ بھی مریض کے لئے جان لیوا ثابت ہوسکتا ہے۔ اس بیماری سے دماغ بھی براہ راست متاثر ہوتا ہے۔

امریکہ اور یورپ میں اس طرح کروڑوں لوگ ایڈز کے مریض ہیں اور وہ چلتی پھرتی زندہ لاش بنے ہوئے ہیں اور انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے وطن عزیز میں بھی ایڈز نظر آنا شروع ہوگیا ہے۔

ایڈز کا سب سے بڑا سبب جنسی اختلاط ہے۔ یہ یا تو ہم جنسی یعنی "غیر فطری عمل" سے پیدا ہوتا ہے یا ان مردوں کو لگتی ہے جو بغیر امتیاز کے زیادہ عورتوں سے تعلق رکھتے ہیں یا وہ عورتیں جو زیادہ مردوں سے جنسی تعلق رکھتی ہیں۔

امریکی محکمۂ صحت کے ایک آفیسر "اولٹن باون" کا کہنا ہے کہ اگر بڑھتے ہوئے ایڈز کو نہ روکا گیا تو آئندہ دس سالوں کے اندر کروڑوں لوگوں کے لئے موت کا خوفناک اندیشہ پیدا ہوجائے گا۔

ہمارے وطن عزیز میں بھی سازش کے تحت فحاشی اور عریانیت کو ترقی دی جارہی ہے اور یہ ترقی ایڈز کے مریضوں کے اضافے کا سبب بن رہی ہے۔ ذیل میں وہ ذرائع بیان کئے جارہے ہیں جو جنسی بیماریوں میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔

1- مانع حمل ادویات:

ان ادویات سے ایک تو فحاشی اور عریانیت میں اضافہ ہوا ہے۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ جو خواتین یہ ادویات استعمال کرتی ہیں تو وہ اپنی صحت کو برباد کرڈالتی ہیں۔ مثلاً

1- ان ادویات کے استعمال سے آنکھوں' پھیپھڑوں اور ٹانگوں میں انجماد قوت ہوتا ہے جس کی وجہ سے دل کے دورے پڑ سکتے ہیں۔
2- چھاتی یا جنسی اعضاء کا کینسر جو جان لیوا بھی ثابت ہوسکتا ہے۔

ایسی خواتین جو ان ادویات کو استعمال کرتی ہیں' وہ حد سے زیادہ موٹی اور بھدی ہوجاتی ہیں۔ اس منصوبے یا ان ادویات کی وجہ سے فحاشی میں اضافہ اس طرح ہوا کہ "منصوبہ بندی اور مانع حمل ادویات" کو جو شہرت دی گئی ہے' وہ کسی سے مخفی نہیں بلکہ بچے بچے کو منصوبہ بندی کے ترانے یاد ہیں۔ دوسری بات ان دواؤں کی وجہ سے زنا میں اضافہ ہوا ہے کیونکہ حمل ٹھہرنے کا خطرہ تو اب بہت کم ہے۔ تو پھر ڈر کس بات کا؟

2- فلمیں' کیبل' انٹرنیٹ:

یہ بھی بیہودگی کا شاہکار ہیں۔ اللہ ان کے حال پر رحم کرے۔ پاکستانی فلمیں فحاشی میں ہندوستانی اور انگلش فلموں کے مقابلوں میں کم ہوا کرتی تھیں مگر اب لوگوں کی پسندیدگی کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستانی فلموں نے بھی اپنا "معیار" بڑھا لیا ہے۔ انڈین فلمیں فحش اور لچر ہوتی ہیں۔ ان میں بیہودہ جملے عام ہوتے ہیں۔ عورتوں کا لباس بھی برائے نام ہوتا ہے اور پاکستان میں سب سے زیادہ دیکھی جانے والی فلمیں انڈین ہی ہیں۔ انگریزی فلمیں' ان کا جواب ہی نہیں۔ یہود ونصاریٰ جتنے گندے انڈے ہوتے ہیں' اتنی واہیات ان کی فلمیں ہوتی ہیں اور انگریزی برہنہ فلموں کا نشہ تو ہیروئن کے نشے سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اس نشے کے شوقین کروڑوں پاکستانی انگریزی بلیو پرنٹ فلموں کے دیوانے ہوگئے ہیں۔ انتہائی حساس رپورٹ کے مطابق پاکستانی سالانہ دس کروڑ کی بلیو فلمیں خرید رہے ہیں۔ یہ فلمیں دبئی کے راستے اسمگل ہوکر "گرین چینل" کے ذریعے کراچی اور لاہور کے بڑے تقسیم کار ویڈیو سینٹرز تک پہنچتی ہیں۔ پھر ان کی کئی لاکھ کاپیاں کرکے پورے ملک میں پھیلا دی جاتی ہیں۔

شہروں میں اکثر مقامات پہ منی سینما گھر کھلے ہوئے ہیں جن میں دن میں انڈین فلمیں اور اندھیرا ہوتے ہی بلیو پرنٹ فلمیں چلائی جاتی ہیں۔ ایسی فلمیں بعض بڑے سینما گھر بھی چلاتے ہیں اور یہ سارا کام قانون کے رکھوالوں کی حفاظت میں ہورہا ہے کیونکہ قانون کے رکھوالوں کو بڑی بڑی رقمیں "بھتہ" اور "تحفے" کی صورت میں پہنچائی جاتی ہیں۔ شہروں میں تمام پبلک مقامات پہ' عام شاہراہوں پہ اور چوکوں پر بڑے بڑے فحش فلمی پوسٹر ان نیم عریاں رنڈیوں کے پوسٹروں کو دیکھ کر عورتیں تو عورتیں' مرد بھی شرما جاتے ہیں۔ اخبارات میں ایک یا دو صفحہ فلموں کے لئے مخصوص کیا جاتا ہے تاکہ جو خواتین گھروں میں رہتی ہیں' ان تک بھی فحاشی کا یہ زہر پہنچ سکے۔

اخبارات کے علاوہ فلمی رسالے بھی ہر ماہ چھپتے ہیں۔ جن میں فلموں کی تفصیل اور فلموں میں کام کرنے والی بدکار عورتوں کی بے حیا تصویریں ہوتی ہیں۔ تصویر کے حوالے سے یہ بھی بتاتا چلوں کہ بالکل عریاں تصویروں کے البم بھی کھلم کھلا فروخت ہو رہے ہیں۔ ان تصاویر کے البم کے علاوہ ایسے گندے تصاویری میگزین بھی ردّی کاغذ کے طور پر ٹنوں کے حساب سے نہایت کم قیمت پر درآمد ہوتے ہیں۔ یہاں انہیں بک اسٹال اور کتب فروش خرید لیتے ہیں جو منہ مانگی قیمت یہ میگزین فروخت کرتے ہیں۔

آج کل انٹرنیٹ فحاشی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ نوجوان فحش ویب سائٹس دیکھ کر دن رات اپنی صحت خراب کرتے ہیں اور مختلف بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ چیٹنگ کے ذریعے بھی لڑکیوں سے دوستیاں لگاتے ہیں اور ساری ساری رات بیٹھے رہتے ہیں۔

3- قحبہ خانے:

ہر شہر میں غلاظتوں کے ڈھیر قحبہ خانوں کی شکلوں میں موجود ہیں جہاں جسموں کی خرید و فروخت کی جاتی ہے۔ حساس ایجنسیوں کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں ایک لاکھ سے زیادہ عورتیں جسم فروشی کا دھندہ کرتی ہیں۔ ان میں زیادہ تر پیشہ ور عورتیں گانے بجانے اور رقص کرنے کے لئے دیئے جانے والے اجازت نامے کی آڑ میں جسم فروشی کر رہی ہیں اور اتنی ہی تعداد میں بدکار عورتیں شرفاء کے بھیس میں سرکاری افسروں اور بدعنوان پولیس اہلکاروں کے عشرت کدوں کی زینت بنتی ہیں۔ ہزاروں محلوں' گلیوں میں بھیک مانگنے کے بہانے گاہک تلاش کر کے عصمت فروشی کرنے والی عورتوں کی تعداد میں گزشتہ برس سے کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔

2 سال پہلے انتہا پسند ہندو لیڈر بال ٹھاکرے نے ایک پلان بنایا تھا جس کے تحت 70 ہزار طوائفوں کو پاکستان اور دوسرے مسلم ممالک میں بھیجنا تھا۔ یہ تمام طوائفیں ایڈز کی مریضہ تھیں۔ شاید ایڈز زدہ طوائفوں کی کھیپ پاکستان پہنچ چکی ہے۔ جب ہی تو جسم فروش عورتوں میں اضافہ ہوا ہے اور پاکستان میں بھی ایڈز کے مریض بڑھ رہے ہیں۔

"بچوں میں فحاشی کا فروغ"...... بچوں میں فحاشی پھیلانے والے عناصر درج ذیل ہیں۔

1- ٹی وی پروگرام:

ٹی وی پر پیش کیے جانے والے چند پروگرام جو بچوں کے حوالے سے پیش کیے جاتے ہیں مثلاً بچوں کے لئے انگریزی فلمیں یا بچوں کے لئے کارٹون سیریز وغیرہ۔ انگریزی فلموں کے نام سے تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ فلمیں کیا چیز ہوتی ہیں۔ ان کے بارے میں تبصرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مگر کارٹون پر تو تبصرہ کیا جاسکتا ہے۔ S.T.N چینل روزانہ 2 اور 3 کے دورانئے کے کارٹون پروگرام پیش کرتا ہے۔ اس پروگرام میں مختلف کارٹون سیریز ہوتی ہیں۔ ان کارٹونوں میں بھی فحاشی کی بھرمار کی جاتی ہے۔ ننھے منے بچوں کو بچپن ہی سے فحاشی کا دلدادہ بنایا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں بچے وقت سے پہلے جوان ہو جاتے ہیں۔ جیسے امریکہ میں حال ہی میں ایک 30 سالہ اسکول ٹیچر اپنے 12 سال کے شاگرد کے ناجائز بچے کی ماں بن گئی۔ کیا ایسا ہی کچھ اپنے وطن میں بھی کرنے کے ارادے ہیں کیا؟

ٹی وی پر ایک چیز ریسلنگ یا انگریزی کشتی بھی پیش کی جاتی ہے' وہ بھی فحاشی کا شاہکار ہوتی ہے۔ انگریز پہلوانوں نے صرف انڈر ویئر پہنا ہوتا ہے اور اسی انڈر ویئر ہی میں وہ اپنے مخالف سے کشتی لڑتے ہیں۔

کارٹون پروگرام اور ریسلنگ کی ویڈیو فلمیں بھی بنائی جاتی ہیں۔ مردوں کی ریسلنگ کے علاوہ خواتین کی بھی کشتی کی ویڈیو بنائی جاتی ہے جو انتہائی فحش اور عریاں ہوتی ہے جنہیں بچے بڑے اور ماڈرن خواتین ویڈیو سینٹروں سے لا کر اپنے گھر میں دیکھتے ہیں۔ ان فلموں کا اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں کہ بچوں کا ذہن بچپن ہی سے ایسا بنادو کہ یہ بالغ ہونے پر انسان نہیں بلکہ حیوان سے بھی بدتر ہو جائیں۔

2- ویڈیو گیم:

آج کل گلی محلوں میں ویڈیو گیم کی بھی لعنت عام ہے۔ اس کا نشہ بھی بہت برا ہے۔ بڑوں کی نسبت بچے اس کے زیادہ شوقین ہوتے ہیں۔ ویڈیو گیم جسمانی صحت کے لئے بھی مضر ہے اور اخلاقی صحت کے لئے بھی۔

بچے پورا دن ویڈیو گیم کی دکانوں پر گزارتے ہیں۔ گھر سے جتنا جیب خرچ ملتا ہے' وہ ویڈیو گیم کی نظر ہو جاتا ہے۔ پھر بھی دل کو سکون اور چین نہیں ملتا۔ اپنے نشے کو پورا کرنے کے لئے پھر بچے ناجائز ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ ویڈیو گیم کے دکاندار انہیں چوری کی نصیحت کرتے ہیں...... پھر بچے گھروں سے چوری کرتے ہیں اور اپنا نشہ پورا کرتے ہیں۔ اس کے بعد بھی نشہ پورا نہیں ہوتا تو پھر ویڈیو گیم کھیلنے والے اوباش بچوں کے ہاتھوں میں کھیلتے ہیں۔ یعنی وہ اوباش نوجوان بچے کو ایک ٹوکن دلا کر اسے اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے۔ ویڈیو گیم خود بھی فحاشی کا شاہکار ہوتے ہیں۔ اوباش نوجوان سینیں پر، بچوں کو پان اور گٹکے کی عادت ڈال دیتے ہیں۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایسے بچے محلے کا ناسور بن جاتے ہیں۔

3- پان اور گٹکا:

پان اور گٹکے میں انتہائی حرام چیزیں استعمال ہوتی ہیں۔ مثلاً گلی ہوئی چھالیہ' کتھہ اور چونا وغیرہ اور گٹکوں میں چرس کی مقدار بھی استعمال ہوتی ہے اور ان میں استعمال ہونے والا کاغذ انتہائی فحش میگزینوں کا ہوتا ہے جو باہر سے درآمد کیے جاتے ہیں۔ یہ بدکاروں کی فحش تصویروں سے بھرے ہوتے ہیں۔ ایک تو پان اور گٹکا خود ایک زہر ہیں۔ آج کل جو گردوں کی بیماریاں چل رہی ہیں تو شراب نوشی یا پھر اسی پان اور گٹکے کا کمال ہے۔

پان اور گٹکوں سے جو بیماریاں ہو سکتی ہیں' وہ یہ ہیں:

منہ کا کینسر...... آنتوں کے زخم یا سوزش...... جگر کی خرابی...... معدے میں زخم...... گردوں میں زخم...... گردوں کا فیل ہو جانا۔

دنیا پر بھی یہی زور دیا جا رہا ہے کہ وہ کنڈوم (سائنس نخ وغیرہ) کو زیادہ سے زیادہ عام کریں...... تاکہ نہ صرف یہاں بے حیائی' بدکاری اور زناکاری عام ہو بلکہ اس طرح مسلمانوں کی آبادی بھی کم سے کم کی جاسکے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا خود امریکہ و یورپ کنڈوم وغیرہ کے استعمال سے ایڈز اور جنسی بیماریوں کے بحران سے واقعی محفوظ ہو گئے ہیں......؟ امریکی ذرائع ابلاغ اس بات کی تردید کرتے نظر آتے ہیں...... اس سے جو صورتحال بن گئی ہے' اسے اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے کہ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا...... یعنی بے تحاشا رقم خرچ کر کے 'علاج' ادویات اور کنڈوم کلچر کو فروغ دے کر ایڈز کی اگر کوئی تھوڑی بہت روک تھام ہوئی بھی ہے تو اس کے ساتھ ہی دوسری خوفناک جنسی بیماریوں نے بھی سر اٹھالیا ہے۔

دراصل یہ فحاشی' عریانی اور بے حیائی کا مادر پدر آزاد کلچر ہی ایسا ہے کہ جب تک یورپ و امریکہ اس سے نجات حاصل نہیں کریں گے' وہ ایک عذاب سے نکلیں گے بھی تو دوسرے عذاب میں گرفتار ہو جائیں گے۔

اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ امریکی ماہرین حکومت کو مشورہ دے رہے ہیں کہ جنسی عمل پر ہی سرے سے پابندی لگادی جائے۔ یہ ہے جنسی بے راہروی کا خوفناک نتیجہ کہ یہ لوگ اب میاں بیوی کے جائز تعلقات کے بھی متحمل نہیں ہو رہے۔ لیکن ہمارا انہیں پیغام ہے کہ اگر ایک بار پھر وہ جائز جنسی تعلقات پر آ جائیں اور صرف میاں بیوی تک محدود ہو جائیں اور اسلام کی تعلیمات پر مکمل عمل کریں تو ان کے یہ سارے مصائب ان شاء اللہ ختم ہو جائیں گے۔

جو بھی فرد یا قوم فحاشی اور دیگر جنسی بے راہرویوں کی دلدادہ ہوتی ہے' اس کا انجام بالآخر دردناک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا عذاب مختلف اور نت نئی ایسی جنسی بیماریوں کی صورت میں ظاہر ہو کر رہتا ہے جنہیں ڈاکٹر بھی سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں اور ان کا پہلے کوئی وجود بھی نہیں ہوتا۔

دور حاضر کی اکثر نئی بیماریوں (ایڈز اور ہیپاٹائٹس وغیرہ) کے دیگر اسباب کے علاوہ ایک بڑا سبب ڈاکٹروں اور ماہرین کے نزدیک جنسی بے راہروی بھی ہے...... لیکن انسان اس حقیقت کو نہیں سمجھتا اور وہ اصل سبب دور کرنے کی بجائے دیگر احتیاطی اقدامات کرتا رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ ایک بیماری اگر کچھ کنٹرول ہو بھی جائے تو وہ دوسری خوفناک شکل میں نمودار ہو جاتی ہے اور پھر اس پر دوبارہ تحقیق اور ریسرچ شروع ہو جاتی ہے...... اور یوں انسان بد سے بدتر انجام کی طرف بڑھتا رہتا ہے اور 1400 سال پہلے قرآن کا یہ فرمان سچ ثابت ہو کر رہتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (النور-19)

"جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں میں فحاشی پھیلے' ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔"

اسی طرح نبی آخر الزماں ﷺ کا فرمان ہے۔

جب کسی قوم میں فحاشی کا رواج بڑھتا ہے یہاں تک کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کرنے لگتے ہیں تو ایسے لوگوں کے درمیان طاعون

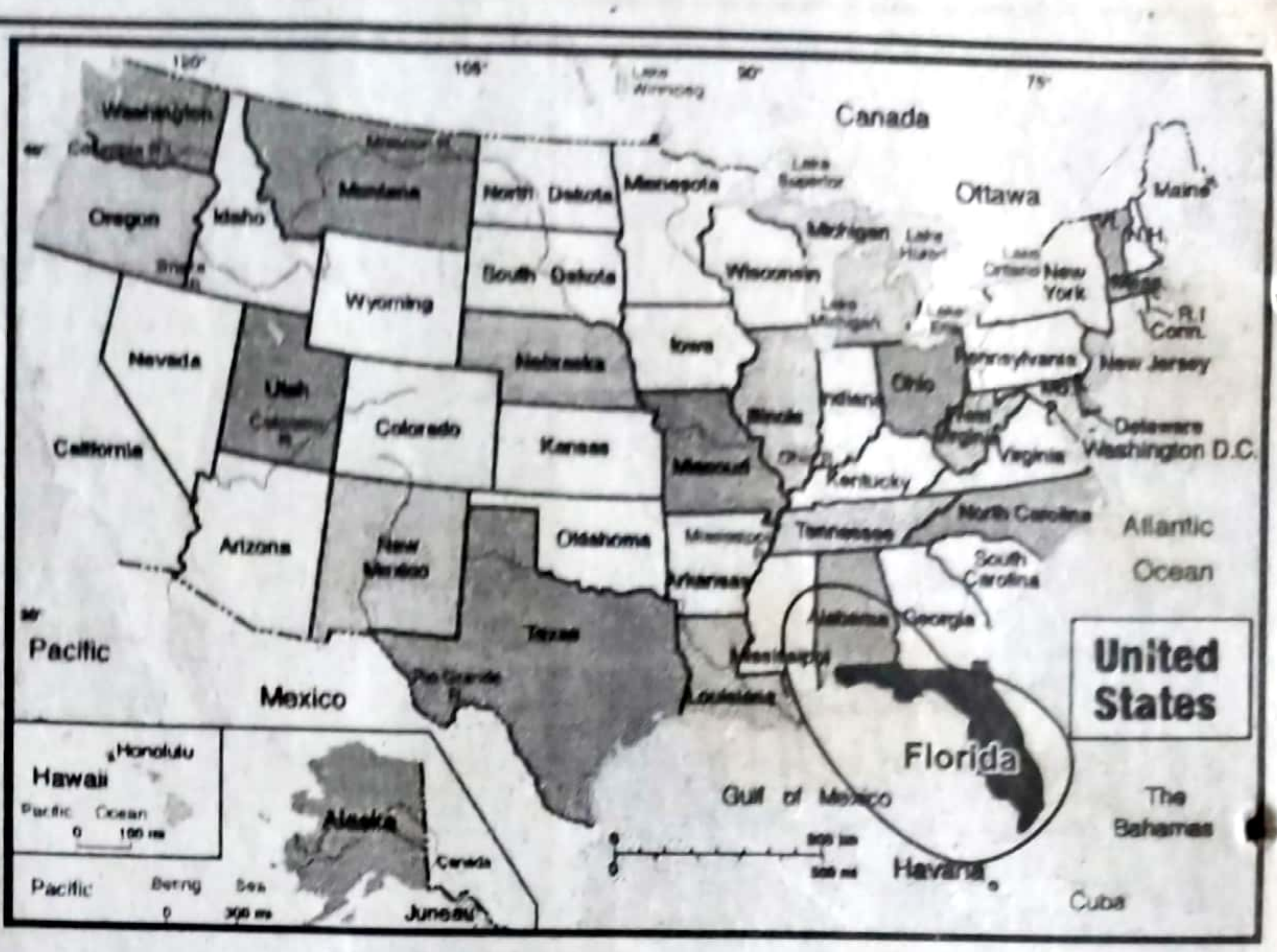

دائرے کے اندر سمندری طوفان سے متاثرہ ریاست فلوریڈا کا علاقہ ہے

اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے گزرے ہوئے اسلاف کے زمانے میں موجود نہیں تھیں۔ (سنن ابن ماجہ' کتاب الفتن)

اب یہ اللہ اور رسول ﷺ کے فرمان تو برحق ثابت ہو رہے ہیں لیکن انسان باز نہیں آتا۔

امریکہ میں ایڈز کے علاوہ دیگر خوفناک جنسی بیماریاں کیوں بڑھ رہی ہیں' امریکی دانشوروں کے خیال میں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایڈز سے تو اب ہر کوئی آگاہ ہے اور لوگ اس سے بچنے کی کامیاب تدبیریں بھی کرتے ہیں لیکن دیگر جنسی بیماریوں سے بالکل غافل ہیں۔ یہ جنسی بیماریاں کس قدر سر اٹھا چکی ہیں' اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ امریکی ہفت روزہ نیوز ویک (23 اگست 2004ء) کی رپورٹ کے مطابق دنیا میں جنسی انفیکشن سے منتقل ہونے والی بیماریوں STI,s) Sexually Transmitted Infections) کی شرح ہر سال 34 کروڑ نئے مریضوں کی صورت میں بڑھ رہی ہے اور ان میں 1990ء سے اب تک 40 فیصد اضافہ ہو چکا ہے۔ زیادہ تر یہ کیس 25 سال کی عمر کے نوجوان مردوں اور عورتوں میں ہو رہے ہیں۔ ان کی 41 فیصد تعداد غیر محفوظ جنسی طریقے استعمال کرتی ہے...... امریکہ میں اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک تو نوجوان نسل کنڈوم استعمال کرنے کے زیادہ حق میں نہیں رہی بلکہ لڑکیوں کا خیال ہے کہ جب وہ مانع حمل گولیاں ہی استعمال کر لیتی ہیں تو پھر کنڈوم کی کیا ضرورت ہے۔

دس سال پہلے میڈیکل ماہرین سیکس ورکرز (طوائفوں کے لئے اہل مغرب کی نئی اصطلاح تاکہ انہیں بھی معزز محنت کش سمجھا جائے جیسا کہ ہمارے ہاں میراثیوں اور گویوں کو آج فنکار اور سٹار وغیرہ کہا جاتا ہے جبکہ دوسری طرف بیوی کے لئے گھریلو کام کے معاوضے کا مطالبہ کر کے اسے گھر کے ایک معزز رکن کی بجائے بازاری ورکر کا روپ دے رہے ہیں اور اسے عورتوں کے حقوق کا نام دیتے ہیں)' ہم جنس پرستوں اور نشہ کرنے والوں کو ہی بڑا خطرہ سمجھتے تھے۔ اب ورلڈ بینک کی نئی رپورٹ کے مطابق 25 سال کی عمر کے تمام افراد ہی اس خوفناک خطرے کی زد میں ہیں۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ امریکہ میں خاص طور پر مذہبی قدامت پسندوں نے بھی کنڈومز کو متنازعہ بنا دیا ہے۔

نیوز ویک کے مطابق ایڈز کے علاوہ دیگر جنسی بیماریوں کے پھیلنے کی وجہ لوگوں کی یہ سوچ بھی ہے کہ وہ جب مباشرت کے لئے معروف مقام استعمال نہیں کرتے بلکہ (Oral) وغیرہ کے ذریعے ہی یہ مقصد حاصل کر لیتے ہیں تو پھر ایسا کوئی خطرہ باقی نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ امریکہ کی پنسلوینیا یونیورسٹی کے شعبہ میڈیکل اخلاقیات کا سربراہ آرتھر کیلپن بھی یہی نظریہ رکھتا ہے۔ چنانچہ اس کا نتیجہ ہے کہ اب ایڈز کے بعد ایک نئی بیماری سامنے آ گئی ہے اور وہ ہے منہ کی سوزاک...... نیوز ویک کے مطابق امریکہ میں 25 سال کی عمر کے نوجوانوں میں 1977ء سے اب تک منہ کی سوزاک (Oral gonorrhea) (جس میں منہ سوج جاتا ہے) کے کیسوں میں 60 فیصد اضافہ ہو چکا ہے۔ برطانیہ کی 25 سال عمر کی 10 فیصد خواتین بھی اسی بیماری کا شکار ہیں۔

کینیڈا میں 1998ء سے اب تک سوزاک کی شرح میں 40 فیصد اضافہ ہوا ہے...... امریکہ میں ہر سال جنسی بیماریوں کے شکار 91 لاکھ مریضوں میں سے 88 فیصد مریض ایچ پی وی (اعضائے مخصوصہ پر موکوں کی بیماری)' سوزاک (Gonorrhea) داء الخنزیر (خنزیر کا گوشت کھانے سے ہونے والی بیماری جو بہت مہلک ہے)' (Trichomoniasis) اور کلیمڈیا (Chlamydia) کی بیماریوں کے شکار ہیں۔ یوں امریکہ جس کی آبادی 30 کروڑ ہے' اس میں ایڈز سمیت دیگر خوفناک جنسی بیماریوں میں 99 لاکھ امریکن مبتلا ہیں اور چلتی پھرتی زندہ لاشیں بن چکے ہیں۔ امریکہ میں کلیمڈیا اور گنوریا کی بیماریوں میں 1995ء سے 2003ء تک علی الترتیب 69 فیصد اور 7 فیصد اضافہ ہوا ہے۔

ایڈز کی اصل وجہ: غربت و جہالت...... جنسی تعلیم کی کمی یا فحاشی و عریانی؟

قارئین کرام! ہمارے ہاں بعض سیکولر لوگ مغرب سے متاثر ہو کر سکول لائف سے ہی جنسی تعلیم کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ بلوغت کی عمر میں نوجوانوں کو جنسی تعلیم اور آگاہی دینے کے ہم بھی قائل ہیں لیکن یہ جنسی تعلیم وہ نہیں جو مغرب دینا چاہتا ہے۔ جنسی تعلیم اس بات کی ہونی چاہئے جس کی تعلیم خود ہمارے پیغمبر حکیم الامت ختمی المرتبت نبی اکرم ﷺ نے ہماری امت کو دی اور وہ یہ کہ ہمارے نوجوانوں کو بتایا جائے کہ جنسی بے راہرویوں کے دنیا و آخرت میں کیا خوفناک نتائج نکلتے ہیں۔ اس کے ساتھ ان نوجوانوں کو مناسب صحت مندانہ ہدایات بھی دی جانی چاہئیں تاکہ وہ بازاری اور اشتہاری حکیموں کی بے تحاشا لوٹ مار سے بچ سکیں اور ان سے اپنے کسی جنسی مرض کا علاج کراتے کراتے دیگر بیماریوں کا شکار نہ ہو جائیں......

اوّل تو نوجوان خواہ مخواہ اس وہم کا شکار ہو جاتے ہیں کہ شاید انہیں کوئی جنسی بیماری ہے حالانکہ عموماً یہ ان کا وہم ہوتا ہے یا نفسیاتی مسئلہ ہوتا ہے۔ دوسرے اگر کوئی بیماری ہو بھی تو اس کا سائنٹیفک طریقہ علاج بتانا چاہئے اور ساتھ دینی رہنمائی بھی دی جانی چاہئے۔ لیکن مغرب میں جس انداز میں جنسی تعلیم دی جاتی ہے اور وہ بھی مخلوط ماحول میں' اس سے تو سوائے بے حیائی اور بدکاری پھیلنے کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

ہمارے ''روشن خیال'' لوگ مغرب کی ڈکٹیشن پر کہتے ہیں کہ ایڈز وغیرہ کی وجہ محض جہالت اور غربت ہے یعنی فحاشی و عریانی کوئی وجہ ہی نہیں۔ عقل کے یہ اندھے بتائیں کہ امریکہ و یورپ میں ان بیماریوں کی آخر کیا وجہ ہے۔ وہاں تو نہ صرف سو فیصد خواندگی ہے بلکہ جنسی تعلیم بھی لازمی ہے۔ اس کے باوجود وہ جنسی بیماریوں میں ہم سے زیادہ کیوں غرق ہیں۔ ویسے اصل وجہ کا اعتراف تو مغرب کے اپنے جرائد بھی اب کر رہے ہیں لیکن ہمارے بقراطوں کو نظر نہیں آتا۔

چنانچہ نیوز ویک (23 اگست 2004ء) جنسی بیماریوں کی اصل وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے۔

A Lack of Sex Education is not

کافر آج میاں بیوی تک تعلقات محدود رکھنے کی بجائے صرف محفوظ جنسی تعلقات کا پرچار کر رہے ہیں۔ ہمیں چودہ سو سال پہلے اسلام نے جو طریقہ دیا' وہ سب سے محفوظ ہے کہ سوائے شریک حیات کے کسی سے جنسی تعلقات نہ رکھے جائیں

the Whole Story. A culture of Carefree sex is Catching on Again among Young adults... Traditional Culprits-MTV, Internet Porn & Shows Like ``Sex & the City`` as Well as Growing Popularity of bringe drinking recreational drug use, are also blamed for increasing Promiscuity.

اس ساری صورتحال کی اصل وجہ محض جنسی تعلیم کی کمی نہیں ہے۔ اس کی اصل وجہ نوجوانوں کی لاپروائی یا من موجی اور فری سیکس مخلوط کلچر ہے...... فحش ذرائع ابلاغ مثلاً ایم ٹی وی، انٹرنیٹ کی فحش سائٹس، شہر میں چلنے والے فحش پروگرام، شراب اور منشیات کا استعمال

2025ء تک ایڈز بھارت کی اقتصادی ترقی میں 40 فیصد، چین کی ترقی میں 23 فیصد اور روس کی ترقی میں بھی 40 فیصد تک کمی کا باعث بنے گی

بھی اس صورتحال کی وجوہات ہیں۔ علاوہ ازیں نیوز ویک کے مطابق امریکہ میں فضائی کرائے کم ہونے کی وجہ سے عورتوں مردوں کے پکنک ٹورز اور سیاحتی دورے بھی ان بیماریوں کے پھیلاؤ کا سبب ہیں......

قارئین کرام! ایڈز اور دوسری جنسی بیماریوں کے شکار امریکہ اور دیگر غیر مسلم ممالک کا برا ہوتا ہوا حشر آپ نے خود ان کے جرائد کی رپورٹوں سے ملاحظہ کر لیا۔ اب ہمارے ہاں جو مغرب کے بعض پروردہ اور تنخواہ دار ایجنٹ سیکس فری ماحول پیدا کرنا چاہتے ہیں، یہ مادر پدر آزاد لوگ کبھی کیبل اور ڈش کلچر یہاں لاتے ہیں، کبھی حدود قوانین کے خاتمے کے مطالبے کرتے ہیں اور کبھی بھارت کے ساتھ سرحدیں مٹانے کی باتیں کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کی غیرت بھی ختم ہو جائے اور وہ بھی کافروں کی طرح چلتی پھرتی زندہ لاشیں بن جائیں۔ ایڈز وغیرہ کے اصل اسباب یعنی فحاشی و عریانی اور مخلوط کلچر کے خاتمے کی بجائے وہ بھی مغرب والوں کی طرح یہی لیکچر دیتے نظر آتے ہیں کہ بس غیر محفوظ (Unprotected) جنسی تعلقات قائم نہ کیے جائیں۔ یعنی زنا اور ہم جنس پرستی تو ضرور کی جائے۔ صرف اتنی احتیاط کر لی جائے کہ جنسی بیماریوں سے بچنے کے لئے کنڈومز استعمال کریں۔ استعمال شدہ سرنج یا بلیڈ سے بچیں۔ خون ٹیسٹ کروا کر لگائیں اور عورتیں مانع حمل گولیوں کا استعمال بھی کر لیں اور پھر جو چاہے کریں لیکن ہم نے درج بالا مندرجات میں ملاحظہ کر لیا کہ یہ تمام احتیاطیں اختیار کرنے کے باوجود اہل امریکہ و مغرب مسلسل خطرناک جنسی بیماریوں کا شکار ہیں اور ان کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ حقیقت آج ہمیں ماننا پڑے گی کہ سب سے محفوظ طریقہ صرف وہی ہے جو اسلام نے ہمیں چودہ سو سال پہلے بتا دیا کہ سوائے شریک حیات کے کسی سے جنسی تعلقات نہ رکھے جائیں اور غیر شرعی تعلقات سے بھی صرف اسی صورت بچا جا سکتا ہے، جب اس کے اسباب بھی ختم کیے جائیں، یعنی مخلوط ماحول اور عریاں و فحش فلموں، پروگراموں پر پابندی لگائی جائے اور اس کے ساتھ اسلام کی حدود و تعزیرات کا نفاذ کیا جائے...... غیر شادی شدہ اگر زنا کرے تو اسے سو کوڑے مارے جائیں اور شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا جائے۔ اسی طرح ہم جنس پرستی کے مرتکبین کو بھی ایسی ہی عبرتناک سزائیں دی جائیں تو پوری دنیا میں یہ جنسی بیماریوں کی غلیظ اور آلودہ و متعفن فضا تھوڑے ہی عرصے میں پاک صاف اور معطر ہو سکتی ہے۔ ورنہ یہ خبیث کیس لاکھوں کی تعداد میں دنیا بھر میں اسی طرح بڑھتے رہیں گے...... اور دنیا زندہ لوگوں کا قبرستان بن جائے گی۔ غیر مسلم تو اپنی ہی جلائی ہوئی آگ میں اسی طرح بھسم ہو جائیں گے اور ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے مظالم کا کسی نہ کسی طریقے سے ان سے بدلہ لے رہا ہے۔ مسلمان ممالک اگر کچھ بچے ہوئے ہیں تو یہ اسلام پر چلنے کی برکات کی وجہ سے ہے لیکن بعض ہمارے مغرب زدہ لوگ کافروں کی اس آگ میں مسلمانوں کو بھی جلانا چاہتے ہیں۔ ان خبثاء کا گریبان پکڑنا چاہئے اور انہیں ہر صورت مسلمانوں میں فحاشی پھیلانے کے قبیح جرم سے باز رکھنا چاہئے۔ یہ ان کی نام نہاد "کاروکاری" سے کہیں زیادہ بھیانک اور ناقابل معافی جرم ہے...... امید ہے اہل پاکستان اپنے اس فرض کو پہچاننے میں غفلت نہ کریں گے۔

امریکہ میں تاریخ کا بدترین سیلاب، امریکیوں کی جنت زمین برد۔ بیگم انجم نیاز

"قدرت کی طرف سے فلوریڈا کی تباہی کا عمل اک اشارہ ہے۔ کہ ظلم اور ناانصافی اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ ہے۔"

حیران کن یا پریشان کن؟ اسے کیا کہا جائے۔ قدرت کا ایک اپنا نظام ہے، ان قوموں کو سزا اور سبق دینے کا جو دوسری قوموں پہ ظلم اور ستم ڈھاتی ہیں۔ پہلے "چارلی" پھر "فرانسس" اور آخر میں "ایوان" نامی وہ طوفانی یلغار ہے جو خونخوار غصے میں "میکسیکو" کے سمندر سے اٹھے اور انہوں نے فلوریڈا کے ساحل پہ خوفناک قیامت برپا کی...... ایمان والوں کے لئے یہ کافی ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے خفیہ ہاتھ کیسے کام کرتے ہیں...... یہ وہ موقع ہے کہ فانی انسان کو گھر کے کسی کونے میں رکھی ہوئی وہ الہامی کتاب جھاڑ پونچھ کے اور اپنے آپ کو صاف کر کے پڑھنی اور سمجھنی چاہئے۔ چونکہ اس نقلی وجاہت اور شان و شوکت میں وہ پیغام الٰہی بھول چکا ہوتا ہے۔ کچھ اصحاب اسے "خدائی انصاف" کے نام سے پکارتے ہیں۔

تھوڑا عرصہ قبل ہی امریکہ نے عراق پہ راکٹوں کی بارش کر دی اور ہزاروں کی تعداد میں معصوم سویلین آبادی کو موت کے گھاٹ سلا دیا اور جو بچے ان کے پاس نہ پانی، نہ خوراک اور نہ رہائش کے لئے چھت تھی...... یہی نہیں...... لاقانونیت نے نئے اژدھا جنم دیئے۔ چوری، ڈاکے، عصمت دری......

وہ قوم جو تیل کی دولت سے مالا مال تھی، پلک جھپکتے ہی تباہ حال تھی۔ اب آگے بڑھتے ہیں۔ 24/7 چینل کی ٹی وی سکرین پہ مسلسل وہ طوفان اور اخباروں کی شہ سرخیوں کے ساتھ ایسی تصویریں کہ مکانوں کی چھتیں گری پڑی ہیں...... ٹوٹے درختوں کی قطار سڑکوں پہ سربسجود...... سیمنٹ کے بڑے بڑے ٹوٹے پھوٹے بلاک...... اور پھر کرفیو...... لیکن یہ تصویریں عراق کی نہیں...... بلکہ خود امریکہ کی ہیں۔ ناقابل یقین حد تک مطابقت۔

"اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے اردگرد ہی مثالیں دیتا ہے۔" (القرآن)

فلوریڈا کی یہ ریاست "چمکتا سورج" یا زمین کی جنت کہلاتی ہے۔

میامی بندرگاہ پہ لہلاتے کھجوروں کے درخت، ساحل سمندر

امریکہ میں سمندری طوفان سے ہونے والے نقصانات کی تفصیل

امریکہ میں سمندری طوفانوں کو مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ 1992ء میں فلوریڈا میں آنے والے سمندری طوفان "اینڈریو" کی رفتار 175 میل فی گھنٹہ بتائی جاتی ہے۔ اینڈریو نامی اس ہری کین (طوفان) سے 26.5 بلین ڈالر کا نقصان ہوا تھا۔ گذشتہ دنوں میں امریکہ کا جنوبی علاقہ فلوریڈا بری طرح سمندری طوفان فرانسز ہری کین کی لپیٹ میں آ گیا۔ ہزاروں گھر، عمارتیں تباہ ہو گئیں۔ فرانسز سے فلوریڈا میں 20 بلین ڈالر کا نقصان ہوا۔ فرانسز سے فلوریڈا کی تباہی تھمی نہ تھی کہ ایک اور شدید طوفان "شرلے" سے تقریباً 7.4 بلین ڈالر کا نقصان ہوا۔ حالیہ طوفان آئی ون سے کم از کم 15 بلین ڈالر کا نقصان ہوا ہے۔ اب اطلاعات کے مطابق ایک اور طوفان "جینی" بھی امریکہ کی طرف رخ کر رہا ہے اور 30 لاکھ افراد متاثرہ علاقہ چھوڑ چکے ہیں۔ یہ بھی فلوریڈا کے قریب جزیرہ بہاما کا علاقہ ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس علاقے میں ایک ہی موسم میں چار مرتبہ طوفان آ چکا ہے۔ علاوہ ازیں ایک عربی سائٹ قلعہ آن لائن کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کے مسلمانوں کو معجزانہ طور پر محفوظ رکھا ہوا ہے اور وہ کسی قسم کی پریشانی کا شکار نہیں ہیں...... ایک اور اطلاع کے مطابق خوبصورت مناظر کے لئے مشہور سیرگاہ والا علاقہ بہاما صفحہ ہستی سے مٹ چکا ہے۔ سیلاب میں عمارتیں جس طرح شدید تباہ ہوئیں، اس سے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے بمباری ہوئی ہو یا شدید زلزلہ بھی آیا ہو...... لیکن امریکی حکام ہلاکتوں کی تعداد بہت کم ظاہر کر رہے ہیں۔

کی سفید ریت' نیلے سمندر کی خوبصورت لہریں اور اس پہ عورتوں کے دھوپ سے چمکتے گندمی چہرے ایسا دلکش سماں ہے' جس سے محظوظ ہونے امریکہ کا امیر طبقہ ہی نہیں 'بوڑھے بھی جنوب میں فلوریڈا کا رخ کرتے ہیں۔ کبھی یہی خواہش لئے ہوتے ہیں کہ دل کی آخری دھڑکن تک وہیں رہیں۔ انہی وجوہات سے فلوریڈا زمین کی خرید و فروخت کا سب سے بڑا مرکز ہے۔

اپنے ہم وطنوں کے لئے خون کے آنسو بہا رہے ہیں۔ جن کی کسمپرسی کی حالت کے خاتمے کے لئے تم لوگ صدر بش سے آگے آگے بڑھ کے بلین ڈالر مانگ رہے ہو۔ دوسری طرف اسی لمحے جب کہ امریکن اور اس کے اتحادی مسلسل عراق پر گن فائر اور مارٹر سے بارش کر رہے ہیں' تمہارے کیمروں کا مرکز فلوریڈا ہوتا ہے' "عراق کے لئے کیمرے بند۔" کیا یہ عجیب اتفاق ہے کہ اللہ کی توپوں اور بارود

چند ماہ پہلے امریکی جرائد عراق کی باپردہ باحیا مسلم خواتین کی مظلومی کی حالت میں تصویریں دکھاتے اور ساتھ طنزیہ طور پر لکھتے کہ یہ اللہ کو مدد کے لئے پکار رہی ہیں اور آج وہی حالت ان کے ساتھ بیت رہی ہے اور ان کا پادری امریکیوں کو تسلی دے کہ کہہ رہا ہے......
"لارڈ (اللہ تعالیٰ) کا انتظار کرو اور موسم کا انتظار کرو"

"ویسٹ پام بیچ" (West Palm Beach) کا وہ علاقہ جہاں 10 سال قبل تک یہودیوں اور رنگدار نسل کا داخلہ ممنوع تھا۔ چونکہ وہاں صرف امریکہ کا نہیں' دنیا کے امیر ترین لوگوں کا اجتماع ہوتا تھا اور "Preahers" نامی وہ ہوٹل جوان روساء اور امراء کو تفریح کا سامان مہیا کرتا تھا...... آج فرانس نامی طوفان کی وجہ سے زمین بوس ہے اور اپنے زخم خود چاٹ رہا ہے۔

"اگر ہم چاہتے تو زمین کا ایک حصہ ہی انہیں نگل جاتا۔ یا آسمان کا ایک ٹکڑا ان پر پھینک کر انہیں تباہ کر دیتے۔ بے شک اس میں ایک اشارہ ہے ان سب کے لئے جو اللہ کی طرف پلٹتے ہیں۔" (القرآن)

اس ریاست کا یہ طوفان تاریخ کے سب سے بڑے انخلاء کا باعث بنا جبکہ 28 لاکھ رہائش پذیروں کو اندرون ملک منتقل کرنا پڑا اور 80 ہزار سیاحوں اور رہائش پذیروں کو خیموں اور پناہ گاہوں میں بسایا گیا۔ جبکہ ہوٹلز' تجارتی مراکز اور دنیا کا سب سے بڑا تفریحی مرکز "Disney World" آرلینڈو شہر میں بند کر دیئے گئے۔

فلوریڈا میں بھی عراق کی طرح کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ یہ علاقہ بھی ایک جنگی محاذ کا سا سماں پیدا کر رہا ہے' بعینہٖ عراق کی طرح اور وہ قوم جس نے کبھی تنگدستی اور پسینہ دیکھا تک نہ تھا...... آج گرمی کی شدت اور اندھیرے میں دفن ہیں...... تاریکی اور غلیظ پانی ہی بسیرا ہے اور ایک گھٹن میں سانس لے رہے ہیں۔ وہ پریشان حال ہیں کہ انہیں رات بھر گرمی کی وجہ سے پسینہ میں شرابور رہنا ہوتا ہے اور ٹھنڈے پانی سے نہانے کے لئے صبح 3 بجے اٹھنا پڑتا ہے۔ جس سے ان کی زندگی اجیرن ہو چکی ہے۔ یہیں نہیں ٹھنڈی خوراک اور ٹھنڈے برگر اور نہیں معلوم کہ یہ تاریک رات کب ختم ہوگی اور وہ واپس اپنی نارمل زندگی کو لوٹیں گے۔

"زیادہ اور زیادہ کی حرص تمہیں صحیح راستے سے موڑے رکھتی ہے حتیٰ کہ تم اپنے مقبرہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر اس دن تجھ سے پوچھا جائے گا' اس آرام و آسائش کے بارے میں۔" (القرآن)

ہیلو! "امریکہ میڈیا والو" (ذرائع ابلاغ والو) تمہارے دل

کا رخ فلوریڈا کی طرف ہے۔ جیسا کہ ایک پادری نے کہا ہے "لارڈ (اللہ تعالیٰ) کا انتظار کرو اور موسم کا انتظار کرو۔" (چند ماہ پہلے امریکی جرائد عراق کی باپردہ باحیا مسلم خواتین کی مظلومی کی حالت میں تصویریں دکھاتے اور ساتھ طنزیہ طور پر لکھتے کہ یہ اللہ کو مدد کے لئے پکار رہی ہیں اور آج وہی حالت ان کے ساتھ بیت رہی ہے)

امریکہ کے بعض سر پھرے ائیر مارشل اسلام آباد پر حملے کے لئے بھی سنجیدہ ہو جاتے ہیں تا کہ اسامہ کو پکڑ کر بش کو الیکشن جتوایا جا سکے

ٹیلی ویژن کی آخری خبر کے مطابق "سامان رسد اور صبر دونوں کا فقدان ہے۔" کچھ مماثلت دیکھی جا سکتی ہے۔

آج تک صدر بش نے جو آگ عراق میں لگائی ہے' وہ بھی "رسد" کی کمی کا شکار ہے...... اور جہاں تک "صبر" کا تعلق ہے۔ وہ اس کے لئے کہاں جائیں گے سوائے اللہ کے۔

"اے ایمان والو! صبر سے کام لو اور ثابت قدم رہو اور مستقل مزاجی سے کام لو۔" (القرآن)

امریکہ شکست کی طرف جا رہا ہے۔ جیسا کہ مقامی Boca

Ratoa شہر کا "میئر" کہتا ہے "ہم ایک اور طوفان کی زد میں ہیں۔ لیکن اس دفعہ یہ "ایوان" نامی طوفان نہیں ہے بلکہ یہ طوفان عوام کا ہے جو غصے میں بھرے ہم پر حملہ آور ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ابھی تک بجلی اور پانی کا نظام بحال نہیں ہوا۔" پانی ایسا ہی غلیظ آلودہ ہے جیسا کہ عراق میں ہے۔

"Cole" (کول) جس کے اپنے گھر کے پچھلے حصے کی کیاری اچانک بجلی کے شعلے سے بھسم ہوگئی' کہتی ہے کہ پانی اور بجلی سے محروم ان بے گھر ریٹائرڈ بزرگوں کی حالت کتنی افسوسناک ہے جو اس عمر میں ایک پرسکون زندگی کا خواب دیکھ رہے ہیں۔

اب ذرا عراق پر نظر دوڑایئے۔ جہاں ہفتوں نہیں' مہینوں سے عوام نے روشنی نہیں دیکھی۔ وہاں امریکہ کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔

"بھائی چارہ' ہمدردی اور آزادی" کے وہ خوبصورت نعرے جو بش صاحب الیکشن جیتنے کے لئے منہ سے کہتے کہتے نہیں تھکتے اور ایسا روپ دھارے ہوئے ہیں جیسے کہ وہ دنیا کے دکھی انسانیت کے مسیحا ہیں۔ انہیں اپنے گھر کے پچھواڑے پہ بھی نظر دوڑانی چاہئے جہاں سب کچھ دولت کا کھیل بنا ہوا ہے۔ صرف پانی اور برف کا شمار قیمتی اشیاء کی فہرست میں ہونے لگا ہے۔

پٹرول کی قیمت آسمان کو چھونے لگی ہے۔ قدرت کی Carpet Bombing سے بچنے کے لئے بیچارے عوام کے پاس منہ مانگی قیمت ادا کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہا۔

Greag Pawa کہہ رہا ہے کہ برف کے ایک چھوٹے تھیلے کے لئے اس نے 10 ڈالر ادا کئے ہیں۔ Kleppach کے کہنے کے مطابق اسے ہوٹل کے کمرے کا کرایہ معمول سے تین گنا زیادہ ادا کرنا پڑا۔ Jerry Olmstead کو اپنے گھر پہ گرے درخت کو اٹھوانے کے لئے 10500 ڈالر ادا کرنے پڑیں گے۔ جبکہ ایک دوسری عورت کے گھر دو درخت ٹوٹ گرے ہیں۔ صفائی کے لئے 23000/ ڈالر طلب کئے گئے۔ جس پہ اس نے بے اختیار چیخ کے کہا' جاؤ' دفع ہو جاؤ۔"

دوسروں کی بدحالی سے فائدہ اٹھانے کے مسئلے کا ہی فلوریڈا کو سامنا نہیں ہے' قانون نافذ کرنے والے اداروں کو سب سے زیادہ پریشانی چوری اور لوٹ مار سے ہو رہی ہے جو ان کے لئے دردِ سر بن چکی ہے۔

آج وہ وزیر دفاع رمزفیلڈ کہاں ہیں...... جنہوں نے جب عراق کے عجائب گھر پہ حملہ کیا تھا' جہاں دنیا کے قدیم فن پارے جن

کافر آج طوائفوں اور کنجروں کو سیکس ورکرز کا نام دے رہے ہیں تا کہ انہیں بھی معزز محنت کش سمجھا جائے جبکہ بیوی کے لئے گھریلو کام کے معاوضے کا مطالبہ کر کے وہ اسے بھی خاندان کی معزز رکن کی بجائے بازاری ورکر کا روپ دے رہے ہیں اور اسے عورتوں کے حقوق کا نام دیتے ہیں حالانکہ اسلام میں خاوند پہلے ہی بڑے معزز طریقے سے بیوی کے تمام اخراجات کا کفیل ہوتا ہے

کی قیمت کا اندازہ لگانا مشکل ہے' جب لوٹ مار کا شکار ہوئے تو انہوں نے نفرت سے ناک منہ چڑھایا تھا۔ وہی نظارہ اب فلوریڈا

باقی صفحہ 36 پر

معیشت

حکومتی سرپرستی میں جوا، قوم کو کنگال کرنے کی سکیم

قاضی کاشف نیاز

میں لاہور کے ایک سٹور پر شاپنگ کے بعد ادائیگی کے لئے کاؤنٹر پر کھڑا تھا کہ میرے سے کچھ فاصلے پر ایک بے پردہ خاتون کاؤنٹر والے شخص کے ساتھ کچھ دھیمے سے انداز میں باتیں کرنے لگی...... میرا رخ اگرچہ دوسری طرف تھا لیکن مجھے ان کی باتیں بہرحال کچھ نہ کچھ سنائی دے رہی تھیں......

خاتون کہہ رہی تھی......

ہے کوئی چانس......

ابھی آپ ٹھہر جائیں...... کل پرسوں میں کچھ بڑے انعام ڈالوں گا...... میں آپ کو پھر خود ہی بتادوں گا......

اچھا چلیں۔ ٹھیک ہے......

خاتون نے کاؤنٹر والے شخص کے ساتھ تھوڑی سی اور گپ شپ کی اور پھر وہ چلی گئی۔

ان کی گفتگو سے مجھے یاد آیا کہ اس سٹور پر ایک گھی کمپنی کی طرف سے انعامی سکیم شروع کی گئی ہے۔ جس میں ٹی وی، وی سی آر اور اس طرح کے ہزاروں روپے کے انعامات رکھے گئے ہیں......

اب مجھے ان انعامی سکیموں کی اصل حقیقت معلوم ہوگئی کہ یہ جوا تو ہیں ہی، ان سکیموں میں زیادہ تر ایسے گھپلے بھی ہوتے ہیں اور عوام انعام کے لالچ میں ایک تو پیسہ ضائع کرتے ہیں اور دوسرے غیر معیاری چیزیں خریدتے ہیں۔ کیونکہ انعامی سکیم والے یا تو مہنگی چیزیں دیں گے یا پھر غیر معیاری اور کم وزن چیزیں دیں گے...... مارکیٹ میں مقابلہ کی وجہ سے وہ مہنگی چیزیں کم ہی دے سکتے ہیں۔ اس لئے زیادہ تر غیر معیاری یا کم وزن چیزوں کے ساتھ ہی یہ لوگوں کو انعام دیتے ہیں۔

انعامی سکیموں کا یہ جنون آج ہر طرف پھیلا ہوا ہے۔ شاید ہی روزمرہ استعمال کی کوئی چیز رہ گئی ہو جس پر کوئی نہ کوئی انعام نہ رکھا گیا ہو...... لوگ بھی حیران ہوتے ہیں کہ آخر ان کمپنیوں کو عوام سے اتنی ہمدردی کیسے ہوگئی ہے...... اب ظاہر ہے یہ کمپنیاں اپنی جیب سے تو انعام نہیں دیتیں...... یہ انعام بھی عوام کی جیب سے ہی نکال کر دیا جاتا ہے اور پھر انعام سے بھی زیادہ تر اپنوں کو ہی نوازا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے درج بالا سطور میں اپنی آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی مثال سے اس معاملے کو واضح کیا ہے۔

پنجاب بینک نے جو حال ہی میں پنجاب ڈویلپمنٹ فنڈ کے نام سے کروڑ پتی سکیم کا اجراء کیا ہے تو یہ بھی اس قسم کے فراڈ سے مبرا نظر نہیں آتی...... پہلی قرعہ اندازی کے موقع پر ہی انعام کے دو امیدوار سامنے آگئے...... اور دونوں کے پاس ایک ہی سیریل نمبر کے ٹکٹ تھے۔ اس معاملے کو کس طرح نبٹا جائے گا، یہ ابھی صیغۂ راز ہے اور عام لوگوں کو اس کا علم نہیں ہونے دیا گیا۔ لیکن اس سے اتنا ضرور معلوم ہوگیا کہ سرکاری نگرانی اور سرپرستی کے باوجود اس سکیم میں بھی جعلسازی ممکن ہے۔ ویسے بھی آج کل لیزر کلر پرنٹر کا دور ہے جو ایک چھپی ہوئی چیز کی نقل بعینہ اصل کی طرح نکال کر رکھ دیتا ہے بلکہ اس کا نتیجہ اصل سے بھی بہتر ہوتا ہے...... پھر جتنی ٹکٹیں شائع کی جاتی ہیں، وہ ساری تو فروخت نہیں ہوتیں...... بچ جانے والی ٹکٹوں سے بھی متعلقہ تمام افسران ہیر پھیر کرسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ جعل

آج صرف انٹرنیٹ پر آن لائن جوا 125 بلین ڈالر تک پہنچ چکا ہے

سازی کے دیگر بے شمار جدید طریقے بھی آج موجود ہیں۔

دراصل یہ جدید جوئے بازی اور قسمت آزمائی کا کام صلیبیوں نے مصر کے طویل محاصرے کے دوران شروع کیا تھا۔ انہیں اپنا فارغ وقت ایسے ہی کھیلوں پر لگادیا گیا تھا۔ آج یہ دنیا کے ہر حصے میں موجود ہے، آج صرف انٹرنیٹ پر آن لائن جوا 125 بلین ڈالر تک پہنچا ہوا ہے۔ یہ ٹکٹوں کے ذریعے اور خیراتی وفلاحی کاموں کا نام لے کر کھیلے جانے والے جوئے کے علاوہ ہے۔ برطانیہ میں یہ آن لائن لاٹری جوا، کوکا کولا سے بھی سات گنا زیادہ چلتا ہے۔ ذرائع کے

بھارتی ٹیلی ویژن چینل زی ٹی وی پہ پیش ہونے والے پروگرام کون بنے گا' کروڑ پتی نے جب مقبولیت حاصل کی تو اس سے متاثر ہوکر حکومت پنجاب نے لوگوں کو کروڑ پتی بننے کا لالچ دے کر کنگال کرنے کی شیطانی سکیم شروع کی

مطابق ہمارے ہاں کیبل کے ذریعے بھارتی ٹیلی ویژن چینل زی ٹی وی کے ذریعے لاٹری سکیم نے زبردست مقبولیت حاصل کی تو اس سے متاثر ہوکر پنجاب بینک نے بھی لوگوں کو کروڑ پتی بننے کا لالچ دینے کی یہ سکیم شروع کی...... اب ظاہر ہے یہ اس طرح کی انعامی سکیمیں یقیناً جوا ہیں جس کی اسلام میں واضح ممانعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (المائدہ۔ 90)

''اے ایمان والو! بے شک شراب، جوا، فال کے تیر پانسے گندے پلید اور شیطانی کام ہیں۔ پس ان سے رک جاؤ تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔''

اب دیکھئے مذکورہ بالا آیت میں اللہ جل شانہٗ نے شراب اور جوا کو شیطانی کام قرار دے کر ان کی ممانعت کا حکم دیتے ہوئے کہا ہے فاجتنبوہ کہ ان سے رک جاؤ۔ لیکن علامہ اقبال کے فرزند ناخلف جاوید اقبال اور ان جیسے آج کے بقراطوں کو شراب کی ممانعت کا قرآن میں کہیں حکم ہی نظر نہیں آتا...... یعنی اللہ تعالیٰ جس کام سے حکم دے کر کہہ رہے ہیں کہ اس سے رک جاؤ، اس کے باوجود انہیں وہ کام حرام نہیں نظر آتا۔ انہیں پھر بھی وہ جائز ہی نظر آتا ہے۔ دراصل ایسے لوگوں کی عقلوں اور ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچ کہا ہے۔

ختم اللہ علی قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم

''اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہریں لگادی ہیں، اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان ہی کے لئے بڑا عذاب ہے۔''

فلاحی وترقیاتی کام کی حقیقت:

پنجاب حکومت نے سوچا ہے کہ اس طرح کی انعامی سکیموں کے ذریعے وہ عوام سے ایک بڑی رقم اکٹھی کرلیں گے۔ اس میں سے کچھ رقم تو انعام اور تشہیر پر خرچ ہوگی، باقی رقم سے وہ پنجاب کے بعض ترقیاتی اور فلاحی کام کرلیں گے۔ پنجاب بینک کے مطابق انہوں نے اس سکیم کے ذریعے 20 کروڑ روپے حاصل کیے۔ اس میں سے 8 کروڑ حکومت پنجاب کو دیئے گئے...... 8 کروڑ انعامات پر خرچ ہوئے اور باقی رقم تشہیر پر خرچ ہوگئی...... اب سوال یہ ہے کہ عوام کے جمع کردہ بیس کروڑ میں سے صرف 8 کروڑ ترقیاتی اور فلاحی کاموں پر خرچ ہوں گے۔ باقی 12 کروڑ آخر کون سے فلاحی کام پر خرچ ہوئے...... اس میں تو گنتی کے صرف چند افراد کا فائدہ ہوا جبکہ ٹکٹ خریدنے والے 80 لاکھ افراد منہ دیکھتے رہ گئے۔ ان کا ذہنی اور نفسیاتی طور پر کیا حال ہوتا ہے...... یہ ان سے مل کر معلوم کیا جاسکتا ہے۔ ان کی حالت وہی ہارے ہوئے جواری کی طرح ہی ہوتی ہے...... وہ جیتنے والوں کو حکومت کے ٹاؤٹ سمجھتے ہیں اور حکمرانوں کو بھی مغلظات سے نوازتے ہیں جبکہ خود مایوسی کا شکار ہوکر نفسیاتی طور پر چڑ

کروڑ پتی سکیم سے 20 کروڑ جمع ہوئے جن میں سے 8 کروڑ پنجاب حکومت کی تجوری میں اور باقی رقم دو چار افراد کو انعام دینے کے بعد متعلقہ افراد تشہیری مہم کے نام پر ہڑپ کر گئے جبکہ ٹکٹ خریدنے والے 80 لاکھ افراد مایوسی کا شکار ہو کر منہ دیکھتے رہ گئے

چڑے ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف اگر کوئی چھوٹا یا بڑا انعام جیت جائے تو پھر اپنے آپ کو خوش قسمت (Lucky) سمجھ کر اس جوئے میں بار بار حصہ لیتا ہے جبکہ ہارنے والا بھی دوبارہ اس امید پر حصہ لیتا ہے کہ شاید اس بار اس کی قسمت بھی جاگ جائے۔ عام جوئے میں تو داؤ پر لگنے والی رقم بھی لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ غرض ساری قوم یوں قسمت کے کھیل پر لگ جاتی ہے۔ قوم میں جب یہ اجتماعی طور پر لت پڑ جائے تو قومی فلاح وترقی کا کام رک جاتا ہے۔ لوگ کاروبار اور صنعت وحرفت میں سرمایہ نہیں لگاتے۔ یوں گردش زر رک جاتی ہے اور بے روزگاری پھیلتی ہے۔

انعامی سکیموں میں زیادہ سے زیادہ ایک دو فرد انعام لیتے ہیں لیکن اجتماعی طور پر قوم کنگال ہو جاتی ہے۔ ہمارے ہاں کتا دوڑ' گھڑ دوڑ اور کرکٹ سمیت بے شمار چیزوں پر جوا ہمیشہ عام رہتا ہے...... سرکس کے تھیٹروں پر پانسے پھینک کر تیر تکوں سے چیزیں حاصل کرنا بھی عام ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ پانسوں سے کھیلنے والا گویا اپنے ہاتھوں کو سور کے خون اور گوشت میں آلودہ کرنے والا ہے۔ ''مسند'' میں ہے کہ پانسوں سے کھیل کر نماز پڑھنے والے کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص قے اور گندگی سے اور سور کے خون سے وضو کر کے نماز ادا کرے۔

آج سے سات سال پہلے پرائز بانڈز اور ان کی پرچیوں کا جوا بھی ایسی برق رفتاری سے پھیلا تھا کہ لوگوں نے اپنے اچھے بھلے کاروبار چھوڑ کر یہی کاروبار شروع کر دیئے...... نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ 42 ارب کے بانڈز ڈیلرز کے پاس تھے اور حکومت اس قدر یرغمال ہو گئی تھی کہ وہ کم از کم پرچی کے کاروبار کی بدعنوانیاں اور لوٹ کھسوٹ روکنے سے بھی قاصر ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس وقت سٹیٹ بینک آف پاکستان اور سکیورٹی اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان کو ان سکیموں پر پابندی لگانا پڑی۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے گولڈن کی انٹرنیشنل 'شینگل'

ورلڈ ٹریڈ نیٹ' ایس این انٹرنیشنل (بظاہر سود کے بغیر چیزیں دینے والی کمپنی) بزناس اور ایسی کتنی ہی ماڈرن کمپنیاں بھی عوام کو سبز باغ دکھاتے ہوئے وجود میں آئیں جو سود اور جوئے کا مرکب تھیں' ان کا فراڈ بھی آہستہ آہستہ عوام کی نظروں میں آ چکا ہے اور ہم نے مجلہ الدعوۃ کے صفحات پر شروع دن سے ہی ان کا تعاقب کر کے عوام کو ان سے ہوشیار کر دیا تھا۔

لیکن آج پی ڈی ایف کی سکیم کے ذریعے یہ سارے جوئے باز ایک بار پھر مکمل حکومتی سرپرستی کے ساتھ میدان میں آ گئے ہیں...... حکومت سمجھتی ہے کہ وہ ان سکیموں کے ذریعے قومی فلاح وترقی کا کام کر سکے گی۔ لیکن ماضی کے تجربات نے ان دعوؤں کو جھوٹا قرار دیا ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ مشرف حکومت نے آتے ہی اعلان کیا تھا کہ ملک دیوالیہ ہونے کے قریب تھا اور اب ہم نے سنبھال لیا ہے...... اسی طرح مشرف کے بعد آنے والی حکومت ہی موجودہ دور کی حقیقی صورتحال سے آگاہ کرے گی اور ایسے کئی قرائن سامنے آ بھی چکے ہیں...... ایکسپورٹ پرموشن بیورو کی 2004ء کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کا تجارتی خسارہ ایک ارب ڈالر تک پہنچ چکا ہے اور گذشتہ 6 ماہ میں ہونے والی مہنگائی نے پچھلے 6 برسوں کے ریکارڈ توڑ دیے ہیں...... غرض یہ تو موجودہ حقائق بھی ثبوت کے لئے کافی ہیں جبکہ دوسری طرف قرآن چودہ سو سال پہلے ہی ہمیں یہ بتلا چکا ہے کہ یہ شراب اور جوا اور پانسے یعنی تیر تکے اور قسمت آزمائی والے کام نہ صرف شیطانی اور پلید کام ہیں بلکہ ان سے تمہیں کوئی فلاح وترقی مل ہی نہیں سکتی۔ تب ہی تو ان کی ممانعت کا حکم دیتے ہوئے کہا

فاجتنبوه لعلكم تفلحون

''پس ان سے رک جاؤ تاکہ تم فلاح پا جاؤ''

گویا واضح ہو گیا کہ فلاح وترقی جوئے بازی میں نہیں بلکہ فلاح وترقی جوئے بازی اور ایسے پلید شیطانی کاموں کو چھوڑنے سے ہی ملے گی۔

قرآن نے ان کاموں کی ممانعت کی دوسری وجہ اس سے اگلی آیت میں ہی بیان کر دی ہے۔ فرمایا

انما يريد الشيطن ان يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلوٰة فهل انتم منتهون

''شیطان دراصل (ان کاموں کے ذریعے) یہ چاہتا ہے کہ وہ تمہارے درمیان بغض وعداوت ڈال دے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔ پس اب تو تم اس سے باز آ جاؤ گے؟

یہ ہم پر واضح ہے کہ کس طرح شراب اور جوئے سے باہمی عداوت وبغض پیدا ہوتا ہے اور پھر یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ شرابی اور جواری عموماً نماز اور اللہ کے ذکر سے بھی دور ہی ہوتا ہے۔ غرض قرآن نے تو ہر حقیقت آج سے چودہ سو سال پہلے ہی دنیا کے سامنے کھول کر رکھ دی لیکن سچ کہا اللہ تبارک وتعالیٰ نے۔

ان الانسان لكفور

''بے شک انسان ہے ہی ناشکرا۔''

بقیہ سیلاب

میں دیکھنے کو مل رہا ہے۔ عراقیوں کے رویے کو حریصانہ اور مجرمانہ کہا گیا تھا۔ آج بش انتظامیہ اپنے ہم وطنوں کے بارے میں کیا کہے گی جبکہ ان کے لئے اپنے اخبارات نمایاں لکھ رہے ہیں'' کہ مصیبت زدہ اور آفت زدہ لوگوں کو حرص کا شکار بنانا' انسانی پستی کی انتہا ہے۔''

اسی پہ بس نہیں...... ان مصیبت زدہ لوگوں کو مزید لوٹنے کے لئے مکار قسم کے فنکار پانی کے سانپ کی طرح پھر رہے ہیں...... جو دعویٰ کر رہے ہیں کہ وہ انشورنس کمپنی سے ہیں اور ان کے دعویٰ کی رقم ادا کروانے میں مددگار ہوں گے۔ فیس صرف 500 سے 2000 ڈالر تک...... جس پہ بے ساختہ ایک امریکن کو کہنا پڑا

'' یہ ہمارے جسم پہ بلا کیل نہیں بلکہ اشارہ ہے کہ مزید کتنی آفتوں سے ہم نے ٹکرانا ہے۔''

'' یہ آفت کیا ہے اور کون بتائے گا کہ یہ آفت کیا ہے؟ اس دن جبکہ انسانیت کیڑوں کی طرح بکھری پڑی ہوگی اور پہاڑ جیسا کہ گتے کی لکڑی...... اور پھر بھیا تک آگ۔'' (القرآن)

تازہ ترین خبر سنی ہے؟ امریکہ کے چند سر پھرے ائر مارشل اور ان کے ساتھ ملے ہوئے F.B.I اور C.I.A کے ساتھیوں نے تجویز پیش کی ہے کہ اعلیٰ سکیم یہی ہے کہ ''اسلام آباد'' پر بم سے حملہ کیا جائے ...... چونکہ ان کے اندازہ کے مطابق اسامہ بن لادن اسلام آباد میں چھپا ہے اور اسے مارنے کا یہی ایک طریقہ ہے۔

عراق میں بھلے امریکہ پھنسا رہے...... آخر وہ قوم کو اسامہ کے پکڑنے کی خبر تو دے سکتا ہے...... اور یہ بش کے ہاتھ میں دو کارڈ ہوں گے...... صدام...... اسامہ...... الیکشن کے دن۔

لیکن ٹھہریے......! کیا اس شخص کو پہلے فلوریڈا کو تباہی سے نہیں بچانا چاہئے......؟ جہاں قدرت بش کو معافی نہ دینے کا موڈ بنائے ہوئے ہے۔ (ڈان)

ریڈیو سٹیشن ''صدائے حریت جموں وکشمیر''

اسیران کے لئے ایک خصوصی پروگرام ''طائران قفس'' نشر ہوتا ہے۔ اس پروگرام کے انچارج ''ابو عرفان بھائی ہیں۔'' اس پروگرام میں اسیر بھائیوں کے لئے خطوط اور نظمیں بھیجی جا سکتی ہیں اور وہ اسیر بھائی ان خطوط کا جواب اس پروگرام کے ذریعے دیتے ہیں۔ اس پروگرام کے نشر ہونے کا وقت درج ذیل ہے۔

صدائے حریت جموں وکشمیر:

نشریات کے اوقات کار:

صبح سات بجے سے 9 بجے تک' 49 میٹر بینڈ...... دوپہر 12:45 سے 1:45 تک' 60 میٹر بینڈ...... شام 6 بجے سے ساڑھے سات بجے تک' 60 میٹر بینڈ...... یہ پروگرام ہر سوموار کی صبح اور منگل کی دوپہر کو نشر ہوتا ہے۔ تمام مسلمان خواتین وحضرات سے التماس ہے کہ وہ اپنے اسیر بھائیوں اور بیٹوں سے اس پروگرام کے ذریعے رابطہ کریں۔ ان کا حوصلہ بڑھائیں اور اسیروں کے گھر والے بھی اپنے پیارے بیٹوں کی خیریت دریافت کریں۔ جزاکم اللہ خیراً

اور مجھے یہ بتاتے ہوئے فخر ہو رہا ہے کہ ہمارا گاؤں ان مجاہدوں کی فہرست میں شامل ہوگیا ہے جن کا خون جہاد فی سبیل اللہ کی راہ میں بہا۔ جی ہاں 29 جولائی کو مقبوضہ کشمیر میں غاصب ہندوؤں کے خلاف لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کرنے والے مجاہد ابوبکر وقاص انجم بن محمد فاروق کی بات کر رہا ہوں ہمارے گاؤں کو بھی یہ اعزاز حاصل ہے۔ ''الحمدللہ''

الدعوۃ رسالہ بہت اچھا جارہا ہے۔ چند تجاویز دے رہا ہوں اور امید کرتا ہوں' آپ غور فرمائیں گے اور جہاں تک ممکن ہو سکا عمل کریں گے۔ ان شاءاللہ

1۔ سب سے بڑی کمی رسالے میں جو میں محسوس کرتا ہوں' وہ یہ ہے کہ وہ قارئین جو عرصہ دراز سے رسالے کا مطالعہ کر رہے ہیں ان کے لئے کوئی سلسلہ نہیں ہے۔ ایک سلسلہ ہونا چاہیے جس میں وہ قارئین جن کا ذہن بن چکا ہے' وہ اپنی تحریر کے ذریعے رسالہ کے رکن بن سکیں۔

2۔ ہمارے علماء اور دینی رسالے پاکستانی بھائیوں کو یہودی مصنوعات ترک کرنے کا مشورہ دیتے ہیں اور اس کی وجہ بھی صاف ظاہر ہے کیونکہ جو مصنوعات ہم استعمال کرتے ہیں' ان کے منافع سے وہ ہمارے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف کام کر رہے ہیں رسالے میں متواتر ان ترغیبات کو دہرانے کے ساتھ ساتھ پاکستانی مصنوعات یا مسلم ممالک کی مصنوعات کے نام بھی دیئے جائیں جنہیں پاکستانی بھائی استعمال کرسکیں۔

3۔ مقامی ساتھیوں کو ہدایت کی جائے کہ وہ لوگوں کے ساتھ رابطے میں رہیں آج مورخہ 22 اگست ہے لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ مقامی بھائیوں نے ابھی تک رسالہ فراہم نہیں کیا۔ اس ماہ کا رسالہ میں نے ایک دوست سے مستعار لے کر مطالعہ کیا ہے۔ برائے مہربانی ہمارے اس مسئلے کو حل کیا جائے۔

امید کرتا ہوں آپ ان تجاویز پر غور فرمائیں گے۔ اگر آپ نے حوصلہ افزائی کی تو ان شاءاللہ آئندہ بھی حاضر ہوتا رہوں گا۔

الحافظ جاوید عمر۔ راولپنڈی

الدعوۃ: محترم آپ کی تجاویز بہت اچھی ہیں۔ ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں گے۔ تاخیر سے بچنے کے لئے آپ مجلہ کی سالانہ خریداری حاصل کرلیں۔ مسئلہ حل ہوجائے گا۔ اپنا مضمون بھیجیں۔ دیکھ کر ہی کوئی فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

جولائی کا پرچہ میرے پاس پڑھنے کے لئے آیا۔ اس شمارے کو پڑھنے کے بعد غور کیا کہ مجھے اس ''ماہنامہ'' کے بارے اور بھی پڑھنا چاہیے۔ میں اس کو ہر ماہ پڑھنا چاہتا ہوں۔ تاکہ میں بھی آپ جیسے لوگوں میں شامل ہوجاؤں۔ جو اس نیک کام کو آگے بڑھانے میں کوشش کر رہے ہیں۔ آپ سے التماس ہے کہ مجھے یہ ماہنامہ ارسال کردیا کریں۔ بلکہ ہو سکے تو پرانے شمارے بھی ارسال کردیں۔

حمید الدین صدیقی

الدعوۃ: محترم! آپ کے جذبات قابل قدر ہیں۔ پرانے شمارے منگوانے اور نیا مجلہ مستقل لگوانے کے لئے آپ اس پتہ پر رابطہ کریں:

سرکولیشن منیجر مجلہ الدعوۃ 4 لیک روڈ چوبرجی لاہور۔ فون 7240945

میں نے مئی 2000ء کو مجلہ الدعوۃ پڑھنا شروع کیا۔ مجلہ الدعوۃ میرا پسندیدہ میگزین ہے۔ قارئین سے ملاقات بہت اچھا سلسلہ ہے۔ اس کی وساطت سے چند تجاویز دینا چاہتا ہوں۔

1۔ مجلہ الدعوۃ میں نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور سیرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک مستقل سلسلہ شروع کریں۔ 2۔ عقیدہ ومنہج کو تسلسل کے ساتھ شروع کریں۔ 3۔ خطوط کے جوابات مدیر مجلہ خود دیں۔ 4۔ سابق گلوکار جمشید جنید کا انٹرویو شائع کریں۔ 5۔ باب الدعوۃ کے رائٹر کا نام بھی لکھ دیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔

امید ہے کہ آپ ہماری تجاویز پر خندہ پیشانی سے عمل کریں گے

والسلام آپ کے بھائی ظفر عباس' محسن نذیر گوجرانوالہ

تجاویز وآراء

مجلہ کے لئے مضامین تو ادارہ سے منسلک لوگ ہی لکھتے ہیں۔ لیکن عام قارئین کے لئے جو ''سلسلہ'' قارئین سے ملاقات'' اتنا زبردست ہے کہ اس کی جتنی تعریف کریں کم ہے۔ عام قارئین کے لئے مجلہ میں صفحات بڑھانے کی کوشش کریں اور قارئین ان صفحات میں دینی اور حب الوطنی کے جذبہ سے تحریریں لکھیں تاکہ گورنمنٹ کو بھی پتہ چلے کہ یہ مخصوص لوگوں کا ٹولہ نہیں بلکہ پوری قوم کی آواز ہے اور وہ آسانی سے اس سے نظریں نہ پھیر سکے۔

اب سے پہلے میں نے مجلہ الدعوۃ کیلئے کوئی تحریر نہیں لکھی اور شاید نہ لکھتا کیونکہ میں بھی عام قارئین کی طرح صرف پڑھنے پر اکتفاء کرتا ہوں لیکن اب جس بات نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کیا ہے' وہ 22 اگست کے سنڈے ایکسپریس میں چھپنے والا ایک مضمون مع تحریر آپ کو بھیج رہا ہوں۔ میں کوئی لکھاری نہیں اس لئے جیسی بھی ہے قبول کریں۔ اگر ہو سکے تو مجلہ میں جگہ دے دیں۔ نہیں تو آپ سے کوئی شکوہ نہیں میں نے دل کا بوجھ ہلکا کرلیا۔

والسلام غفران احمد صدیقی فیصل آباد

الدعوۃ! محترم! ہر جریدے کی اپنی ایک ادارتی ٹیم ہوتی ہے جو ادارے کی پالیسی کے مطابق مضامین تیار کرتی ہے۔ اسی طرح مجلہ کی بھی اپنی ٹیم ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مجلہ میں صرف انہی کے مضامین ہی شائع ہوں۔ ہمیں جو بھی اچھی تحریر ملتی ہے' ہم اس کو شائع کرتے ہیں اور قارئین کو دعوت تحریر دیتے رہتے ہیں اور اب بھی دے رہے ہیں کہ وہ ہمیں تحاریر ارسال کریں۔

آپ اپنے شائع شدہ مضمون ارسال کرنے کی بجائے تازہ تحریر ارسال کریں تو بہتر ہوگا۔ شائع شدہ تحریریں ہم شائع نہیں کرتے۔

بزم اطفال

بھائی جان سوالیہ کہانی اور ذہن ساز کوئز کے جوابات ارسال کررہی ہوں اور ایک تحریر بھی بھیج رہی ہوں جو کہ ہمیں اسلاف کی استقامت یاد دلاتی ہے۔ امید ہے ضرور شائع کریں گے۔

اخت ابوعمار یاسر ڈیرہ اسماعیل خان

الدعوۃ: آپ کی تحریر مل گئی ہے' آئندہ شمارے میں شامل ہوجائے گی۔ ان شاءاللہ

ہم تمام گھر والوں کو آپ کا پورا مجلہ بہت پسند ہے لیکن ''جب سے بزم اطفال کا سلسلہ شروع ہوا ہے' ہمیں بھی بڑی بے قراری سے اس کا انتظار رہنے لگا ہے۔

ہم پہلی بار کسی رسالے وغیرہ میں شرکت کر رہے ہیں اس لئے سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس میں شمولیت کے لئے کیا قواعد ہیں؟ ہم نے وہ کون تھا؟ سے بزم اطفال میں شرکت کی ہے۔ دونوں لیٹر ایک ہی لفافے میں ڈال دیئے ہیں۔ کیا یہ طریقہ غلط ہے یا درست؟

شہزادہ فاروق

الدعوۃ: بزم اطفال کی پسندیدگی کا شکریہ۔ آپ ایک ہی لفافے میں کئی تحریریں بھیج سکتے ہیں مگر ہر تحریر الگ کاغذ پر ہونی چاہیے

کس طرح لیٹر لکھنا شروع کروں۔ کچھ سمجھ نہیں آرہی۔ ایک ساتھ دو قسم کی کیفیات محسوس کررہی ہوں ایک دکھ ہے جو بہت شدت سے ہو رہا ہے کہ میں ماہ اگست کی 11,10 کی تاریخوں سے ستمبر کے مجلے کا بہت ہی بے چینی سے انتظار کررہی تھی کہ اس میں میری تحریر ہوگی۔ مگر آج جب رات تقریباً 8:00 بجے مجلہ ملا تو فوراً بزم اطفال کا صفحہ نکالا کہ اس میں میری تحریر بھی ہوگی کیونکہ ماہ اگست میں آپ نے میرے لیٹر کا جواب دیا تھا اور کہا تھا کہ آئندہ مجلے میں میری تحریر شائع ہوجائے گی۔ لیکن یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ کی قسم مجھے یہ دیکھ کر بہت ہی شدید قسم کا صدمہ ہوا ہے کہ کہہ کر بھی میری تحریر کو جگہ نہ دی گئی۔ آخر کیوں؟ میں آپ سے بہت زیادہ ناراض ہوں۔ آپ نے میری تحریریں شائع نہیں کیں۔

الرعد عسکری

جہانیہ

الدعوۃ: آپ کی تحریر اس شمارے میں شامل ہے۔

اس دفعہ کے بزم اطفال میں ''غرور کا انجام'' کمپیوٹر کی کہانی'' اور'' گورنر ہوتو ایسا'' اچھی لگیں۔ اس دفعہ میں ایک نظم بھیج رہا ہوں۔ امید ہے پسند آئے گی اور اسے مجلہ الدعوۃ کی زینت بنائیں گے۔

میر طلال فاروق' گوندلانوالہ

میں بچپن ہی سے آپ کے مجلہ الدعوۃ کی ریگولر قاریہ ہوں لیکن خط پہلی دفعہ لکھ رہی ہوں۔ مجلہ الدعوۃ دنیا میں چھپنے والے تمام

باقی صفحہ 45 پر

جدید سعودیہ

ابو علی عبدالوکیل

خادم الحرمین الشریفین کی خدمات
کا اجمالی جائزہ

عابد مجید مدنی فیصل آباد

سعودی عرب کے موجودہ فرمانروا شاہ فہد بن عبدالعزیز ہیں۔ انہیں مملکت سعودی عرب پر حکومت کرتے ہوئے بیس سال گزر چکے ہیں۔ 1989ء میں شاہ فہد بن عبدالعزیز کو 300 ممتاز شخصیات کے فیصلہ کے مطابق اس سال کی مقبول ترین شخصیت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ 1982ء میں ان کا عہد حکومت شروع ہوا اس وقت سے لے کر آج تک انہوں نے انتھک کوشش اور جدوجہد کے ذریعہ سعودی عرب کو دنیا کی مجتہد اقوام کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔

شاہ فہد بن عبدالعزیز نے داخلی وخارجی دونوں طرح کی خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے خارجی طور پر افغان مجاہدین کی خصوصی امداد فرمائی اور روس پر زور دیا کہ افغانستان میں عالم اسلام کی رائے کا احترام کیا جائے اور روس کو فوراً وہاں سے نکل جانا چاہئے۔

انہی کے دور میں لبنان کے مختلف دھڑوں میں اتحاد واتفاق کے لئے لبنانی قومی اسمبلی کو طائف بلوایا اور اتحاد کی بے حد کوشش فرمائی۔ امریکہ کے صدر جارج بش کو فلسطین کے مسئلہ سے اپنی رائے سے آگاہ کیا اور اسے حقائق سے موثر انداز میں باخبر کیا۔ تاحال مسئلہ فلسطین کے حل کرنے میں سعودی عرب کی کوششیں کسی سے مخفی نہیں ہیں۔

بحرین، قطر، اردن، مغرب، الجزائر اور بعض دیگر ممالک میں اتحاد و یکجہتی کی مسلسل کوششیں کیں اور آپس کے تنازعات ختم کروائے۔

شاہ فہد بن عبدالعزیز نے یمن اور جبوتی میں سیلابوں سے ہونے والے نقصانات میں قابل قدر مالی امداد دی۔ انہوں نے ایشیاء، افریقہ، یورپ، آسٹریلیا اور امریکہ میں سینکڑوں مقامات پر مساجد تعمیر کرائیں اور اسلامک مراکز قائم کروائے جن کے ذریعہ لاکھوں انسانوں کو ہدایت ملی اور انہوں نے اسلام قبول کیا۔

شاہ فہد بن عبدالعزیز کی داخلی خدمات کا دائرہ بے حد وسیع ہے۔ چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

سڑکوں کی تعمیر:

سڑکوں کی تعمیر میں شاہ فہد بن عبدالعزیز نے خصوصی دلچسپی لی۔ لہٰذا پورے سعودی عرب میں اعلیٰ درجے کی سڑکوں کا جال بچھا دیا گیا۔ بالخصوص مکہ ومدینہ کے مابین طریق الھجرۃ (موٹروے) قابل ذکر اور معیاری سڑک ہے۔ برق رفتاری کے ساتھ سفر طے کیا جاتا ہے۔

پلوں کی تعمیر:

جدہ، مکہ مکرمہ، ریاض اور مملکت کے دوسرے بڑے شہروں میں ٹریفک کے اژدحام سے بچنے کے لئے پلوں کی تعمیر کی گئی اور آمد و رفت کو آسان بنایا گیا۔

ہسپتال اور ڈسپنسریاں:

ملک میں متعدد سرکاری ہسپتال اور ڈسپنسریاں موجود ہیں۔ جہاں اہل وطن کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ مفت طبی خدمات کا بہترین انتظام ہے۔

حرمین کی توسیع:

سعودی حکومت کی بڑی دینی خدمت حرمین شریفین کی خدمت اور توسیعی عمل ہے۔ شاہ عبدالعزیز ﷫ سے لے کر شاہ فہد بن عبدالعزیز تک ہر سعودی فرمانروا نے اپنی وسعت کی حد تک حرمین کی خدمت سرانجام دی ہے اور انہیں اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔ موجودہ سربراہ مملکت نے حرمین کی توسیع کی بنیاد 1982ء میں رکھی۔ توسیع حرمین کے لئے شاہ فہد نے چار بلین ڈالر دیئے اور اب تک 90 ملین ڈالر سے زیادہ رقم خرچ ہو چکی ہے۔ اب حرم مکی میں 15 لاکھ حجاج کے بیک وقت نماز پڑھنے کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ جب کہ مسجد نبوی میں تین لاکھ حاجی بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں۔

فراہمی آب:

مکہ مکرمہ میں فراہمی آب کا پروگرام بڑی عمدگی سے مرتب کیا گیا۔ زمزم کا پانی مکہ سے مدینہ منتقل کیا جاتا ہے۔ نیز ایام حج میں ٹھنڈے پانی کی تقسیم ہر سال جاری رہتی ہے۔ اس کے لئے شاہ فہد نے خصوصی پلانٹ لگوایا ہے۔

حجاج کرام کے لئے سہولتیں:

مملکت سعودی عرب میں اعلیٰ درجے کی بندرگاہیں موجود ہیں۔ شاہ فہد بن عبدالعزیز کے دور میں انہیں مزید بہتر بنایا گیا۔ جن کی بدولت مملکت کو مالی لحاظ سے خاصہ فائدہ ہوا اور زرمبادلہ کمایا۔

شاہ فہد قرآن اکیڈمی
سعودی حکومت کا ایک قابل فخر کارنامہ

شاہ فہد کے خصوصی کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ شاہ فہد قرآن اکیڈمی ہے۔ جسے شاہ فہد نے اپنے نام سے موسوم کیا ہے۔ یہ بہت بڑی دینی خدمت ہے۔ قرآن مجید کی طباعت واشاعت کے لئے مدینہ منورہ میں قائم کی جانے والی یہ اکیڈمی مثالی ہے۔ یہ مدینہ منورہ میں تبوک روڈ پر واقع ہے۔ اس کی عمارت جدید تعمیر کا شاہکار ہے جس پر ہزاروں ملین سعودی ریال خرچ ہوئے۔ اکیڈمی کی بلڈنگ وسیع، دفاتر، چھاپے خانے، مسجد، مارکیٹ، ہوٹل اور رہائشی کالونی پر مشتمل ہے۔ نیز وسیع وعریض تزئین پارک بھی موجود ہیں۔ چھاپے خانے میں جدید مشینری نصب ہے۔ اس سارے منصوبے کی زیارت کر کے لوگ شاہ فہد کی قرآن مجید کے ساتھ والہانہ محبت وعقیدت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اکیڈمی سے چھپنے والے قرآن مجید مترجم وغیرہ ہر سال لاکھوں کی تعداد میں پوری دنیا میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔ اکیڈمی میں شعبہ ریکارڈنگ بھی کام کرتا ہے۔ جو کہ قرآن مجید کی صوتی تجلیات کو محفوظ کر کے انہیں لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ اس اکیڈمی کی بنیاد شاہ فہد h نے ماہ صفر 1405ھ کو اپنے دست مبارک سے رکھی اور خطاب کرتے ہوئے کہا ”ہم امید رکھتے ہیں کہ قرآن مجید اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لئے اکیڈمی کا یہ منصوبہ خیر و برکت کا باعث بنے گا' میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچائے اور ہمیں صحت وطاقت سے نوازے تاکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی خدمت میں قرآن مجید نہایت عمدہ واعلیٰ اور خوبصورت انداز میں پیش کیا جا سکے اور مسلمان اس کے معانی ومطالب پر آسانی سے تدبر کر سکیں۔ شاہ فہد بن عبدالعزیز نے اس منصوبے کی منظوری دیتے ہوئے خزانے کے منہ کھول دیئے اور جملہ مالی وسائل مہیا کئے۔ منظم طریقے سے منصوبے کو چلانے کے لئے ایک مشاورتی کمیٹی تشکیل دی۔ جس کا صدر وزیر اعظم کو بنایا۔ اکیڈمی میں بہت بڑے گودام ہیں جس میں ساٹھ لاکھ قرآن حکیم کے نسخے رکھنے کی گنجائش ہے۔ اکیڈمی میں سالانہ 2 کروڑ 80 لاکھ قرآن مجید کے نسخے چھاپے جاتے ہیں اور دنیا بھر میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اس اکیڈمی سے سب سے پہلا نسخہ جمادی الاول 1405ھ کو زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آیا۔ اکیڈمی میں قرآن مجید کے ترجمہ کا شعبہ بھی قائم ہے۔ جس میں مختلف زبانوں میں ترجمہ کا کام ہو رہا ہے۔ ان میں اردو، چائنا، ترکی، انگلش اور تھائی زبانیں قابل ذکر ہیں۔

مدینہ یونیورسٹی

دنیا بھر کے تشنگان علم کی آرزوؤں کا مرکز

شہزاد شکیل

مدینہ یونیورسٹی ان تعلیمی اداروں میں سے عالمی حیثیت رکھتی ہے جس میں ہر سال 200 سے زائد ممالک کے طلبہ جمع رہتے ہیں اور سالانہ تعداد سات سے آٹھ ہزار ہوتی ہے۔ یہ یونیورسٹی شاہ فیصل رحمہ اللہ کے دور میں قائم ہوئی اور شاہ فہد رحمہ اللہ کو اس کا پہلا چانسلر مقرر کیا گیا۔ دنیا کے ہر خطے میں اس کے فارغ التحصیل موجود ہیں جو کہ دینی تبلیغی اصلاحی اور تربیتی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس میں پانچ کالجز ہیں اور ایک ایک ہائی سکول اور پرائمری سکول ہے۔ یونیورسٹی میں طلبہ بی اے کے بعد ایم اے اور پی ایچ ڈی کرتے ہیں۔ یونیورسٹی میں ہر طالب علم کو 8 ہزار ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے اور فارغ ہونے پر خصوصی امداد دی جاتی ہے اور بعض طلبہ کو دعوتی و تبلیغی ذمہ داریاں دی جاتی ہیں۔ یونیورسٹی میں ایک بہترین قسم کا ہسپتال اور لائق عملہ ہے۔ پاکستان میں یونیورسٹی کی سند کو بی اے کے برابر تسلیم کیا گیا ہے۔ لہٰذا کئی طلبہ ایم اے اور پی ایچ ڈی پنجاب یونیورسٹی سے کر چکے ہیں اور اعلیٰ مناصب پر فائز ہیں۔ اس یونیورسٹی کے پہلے وائس چانسلر شیخ عبدالعزیز بن باز مرحوم تھے اور موجودہ وائس چانسلر شیخ ڈاکٹر عبداللہ صالح العبود ہیں۔ امسال پاکستان کے 15 لڑکے اس یونیورسٹی میں قبول ہوئے ہیں۔

مرکز سنت کا قیام:

قرآن مجید کی خدمت کے ساتھ ساتھ حدیث کی خدمت کو بھی شاہ فہد نے اپنے لئے خصوصی اعزاز سمجھا اور اس کی خدمت کے لئے مرکز سنت قائم کیا۔ جو کہ مدینہ یونیورسٹی کے اشتراک کے ساتھ یونیورسٹی کی عمارت میں قائم ہے۔ راقم 1996ء میں اس مرکز کا وزٹ کر چکا ہے۔ اس میں حدیث کے مجموعے کو کمپیوٹر میں درج کرنے کا اہتمام ہے اور سیرت پر ریسرچ کا کام بھی جاری ہے۔ شاہ فہد بن عبدالعزیز قرآن و حدیث کی خدمت پر مسلمانوں کی جانب سے خراج تحسین کے مستحق ہیں۔

زراعت:

یہ اسلامی ملک زندگی کے ہر شعبے میں ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ اس میں زراعت پر بڑی منصوبہ بندی کے ساتھ عمل ہو رہا ہے۔ آبی وسائل کے لئے بند تعمیر کئے گئے ہیں اور زرعی مشینری کو بروئے کار لاکر زراعت پر توجہ دی گئی ہے۔ سعودی عرب کو چند سال قبل غیر زرعی اور صحرائی علاقہ جانا جاتا تھا لیکن شاہ فہد کے دور میں وہاں حیرت کی حد تک زرعی ترقی ہو چکی ہے۔ سعودی عرب گندم میں خود کفیل تو کیا دوسرے ملکوں کو گندم برآمد کرتا ہے۔ سبزیوں اور پھلوں کی بہتر پیداوار ہوتی ہے۔ مدینہ منورہ اور قیصر و بریرہ کے علاقے زرخیز ہیں۔ وہاں بے شمار کھجوروں کے باغات ہیں۔ رمضان المبارک اور دوسرے کئی مواقع پر ان شہروں کی پیدا کردہ کھجور پوری دنیا میں شاہ فہد کی طرف سے مفت تقسیم کی جاتی ہیں۔

تعلیم:

شاہ فہد کے کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ تعلیم کی ترقی کا بھی ہے۔ سعودی عرب تعلیم کے میدان میں ترقی یافتہ ممالک سے پیچھے نہیں ہے۔ وہاں تعلیم کا بہترین نظام ہے۔ طلبہ و طالبات کے الگ الگ سکولز اور کالجز ہیں۔ سعودی عرب میں 7 یونیورسٹیاں اور سینکڑوں کالجز ہیں۔ 12 ہزار سے زائد پرائمری اور ثانوی سکول ہیں اور چار صد سے زیادہ ایسے ادارے ہیں جہاں مختلف مضامین کی خصوصی تعلیم دی جاتی ہے۔

سعودی تعلیمی اداروں میں تعلیم مفت تو کیا ہر ماہ طلبہ کو وظائف بھی دیئے جاتے ہیں اور انہیں آمد و رفت کی سہولت بھی میسر ہوتی ہے۔ تعلیمی اداروں میں نصاب کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ دینی مضامین کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ طالب علم جہاں سائنسی مضامین اور دنیوی علوم پڑھتا ہے وہاں اسے فقہ، حدیث، تفسیر، نحو و صرف اور تاریخ کے علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں اور ان اداروں میں عقائد کی اصلاح پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔

دعوت تبلیغ کا میدان:

سعودی عرب کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ اس نے ہر سطح پر دعوتی تبلیغی اور تربیتی کاموں کی سرپرستی کی ہے اور شاہ فہد بن عبدالعزیز کے دور میں ان کاموں کی سرپرستی کی گئی ہے اور شاہ فہد بن عبدالعزیز کے دور میں ان کاموں میں وسعت پیدا کی گئی اور ان کی نگرانی کے لئے باقاعدہ ایک وزارت کے قیام کو عمل میں لایا گیا اور اس شعبے کے پہلے وزیر شیخ عبداللہ ترکی تھے۔ جبکہ اب شیخ عبدالعزیز صالح ہیں۔ اس وزارت کی زیر نگرانی پوری دنیا میں کئی دفاتر موجود ہیں جو کہ براہ راست وزارت کے مبلغین کے امور و معاملات کی نگرانی کرتے ہیں۔ پاکستان میں اس دفتر کا نام مکتب الدعوۃ سعودیہ اسلام آباد ہے۔ اس کے مدیر شیخ محمد بن سعد الدوسری ہیں۔ اس دفتر کی زیر نگرانی مبلغین مختلف مندرجہ ذیل اداروں میں کام کر رہے ہیں۔

رابطہ عالم اسلامی:

سعودی عرب نے دوسرے اسلامی ممالک سے اخوت و محبت کے روابط کو بڑھایا۔ اس عظیم مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی غرض سے ورلڈ اسلامک لیگ کے نام سے اسلامی ممالک کے مفکرین پر مشتمل ایک کونسل کی بنیاد رکھی جو کہ مسلمانوں اور انسانوں کے مسائل کو حل کرنے کے بارے میں غور و فکر کرتی ہے۔ شاہ فہد نے اس کونسل پر خصوصی توجہ دی۔ اس کے لئے ایک خاص قطعہ اراضی وقف کیا اور اس پر بہترین مثالی دفتر تعمیر کروایا۔ اس کا نام رابطہ عالم اسلامی ہے' اس کا صدر مقام مکہ مکرمہ ہی ہے اور ذیلی دفاتر پر اسلامی و غیر اسلامی ممالک میں ہیں۔

رابطہ عالم اسلامی کا ''حقیقت'' میگزین نکلتا ہے اور اس کی جانب سے مختلف ممالک میں تربیتی و اصلاحی ورکشاپس منعقد ہوتی ہیں۔ شاہ فہد بن عبدالعزیز کی ہدایت پر رابطہ کی زیر نگرانی ہر ملک کے دارالحکومت میں ایک شاندار مسجد تعمیر کروانے کے منصوبے پر عمل ہوا۔ رابطہ کی زیر نگرانی ایک اہم شعبہ فقہ اکیڈمی ہے۔ جس میں جدید مسائل کا اسلامی حل تلاش کیا جاتا ہے۔ پاکستان سے اس اکیڈمی کے رکن مولانا عبدالغفار حسن ہیں۔ نیز رابطہ کی طرف سے مفت کتابوں کی تقسیم کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس کے موجودہ ڈائریکٹر ڈاکٹر عبداللہ محسن ترکی اور جنرل سیکرٹری ناصر العبودی ہیں۔ رابطہ کی طرف سے کئی مسلمان ممالک کے طلبہ کو وظائف دیئے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے مابین اتحاد و اتفاق کی فضا کو قائم کرنے کی اس کونسل نے سر توڑ کوششیں کیں اور تا حال کر رہی ہے۔

سعودی عرب اور پاکستان:

شاہ فہد بن عبدالعزیز کو پاکستان اور پاکستانی عوام سے بے حد محبت ہے۔ پاکستان سعودی عرب کو اپنا بڑا بھائی خیال کرتا ہے۔ شاہ فہد بن عبدالعزیز اس ملک کا ایک سے زائد مرتبہ دورہ کر چکے ہیں۔ جبکہ ولی عہد' وزیر اعظم شاہ عبداللہ 3 مرتبہ دورہ کر چکے ہیں۔ پاکستان میں ان کا والہانہ استقبال کیا گیا۔

عقیدہ

اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ اور ان کا غلط استعمال

قسط نمبر 4

محمد یوسف طیبی

اسم اعظم کی تحقیق

مستدرک حاکم (۱/۵۰۵) میں بھی سیدنا ابوامامہ کے شاگرد قاسم کے حوالے سے مذکورہ بات مروی ہے۔

اسی طرح مستدرک میں ہی ولید بن مسلم کے حوالے سے بھی مذکورہ بات مروی ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ طٰہ کی آیت سے مراد (اللہ لا الہ الا ھو لہ الاسماء الحسنیٰ) نمبر ۸ ہے۔ مشکل الآثار ۱/۶۳)

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ جن علماء نے مذکورہ آیات مراد لی ہیں ان کے خیال میں الحی القیوم اسم اعظم ہے۔ ممکن ہے ان کی بات درست ہو لیکن اس پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جن احادیث میں آپ ﷺ نے اسم اعظم ہونے کی نشان دہی کی ہے ان میں سے بعض میں الحی اور القیوم کا ذکر نہیں ہے جیسے کہ سیدنا بریدہ الاسلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے۔

دوسرے علماء کا خیال ہے کہ اسم اعظم لفظ "اللہ" ہے کیونکہ

۱۔ یہ لفظ تمام مذکورہ نصوص میں موجود ہے۔ سورۃ طٰہ میں بھی آخر آیت مراد لی جائے تو یہ نام تمام نصوص میں موجود نظر آتا ہے۔ یہی قول علامہ طحاوی نے اور حافظ ابن القیم نے اختیار کیا ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سارے ناموں کو "اللہ" کی طرف منسوب کرتا ہے۔ وللہ الاسماء الحسنیٰ" اور کہا جاتا ہے کہ الرحمٰن، الرحیم، القدوس وغیرہ اللہ کے نام ہیں اور یہ نہیں کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ القدوس یا الرحمٰن کے ناموں میں سے ایک ہے۔ تو ثابت ہوا کہ لفظ اللہ اسماء اللہ الحسنیٰ کے تمام معانی پر دلالت کرتا ہے اور اس میں ساری صفات کمال کا معنی موجود ہے۔ اس کا معنی ہے 'وہ تمام مخلوقات کا الٰہ ہے۔ عظیم، محبت وخشوع اور خضوع کے لائق ہے۔ مصائب میں اس کی طرف رجوع کرنے کے لائق ہے۔ تو ثابت ہوا کہ وہ کمال ربوبیت اور رحمان کا مالک ہے اور جب وہ کمال درجے کا رب رحمت اور مالک ہے تو لازمی بات ہے کہ اس میں تمام صفات کمال موجود ہیں کیونکہ مذکورہ صفات ایسی ذات کی تو ہو نہیں سکتیں جو نہ زندہ ہو نہ سنتا ہو نہ دیکھتا ہو نہ قادر ہو، نہ کچھ کر سکتا ہو نہ بول سکتا ہو۔ مدارج السالکین ۱/۳۲، ۳۳)

لہٰذا اس کا لفظ تمام اسماء الحسنیٰ کو متضمن ہے اور یہی تمام نصوص میں موجود ہے۔ تو یہی اسم اعظم ہے۔

علامہ فخر الدین الرازی نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے کہتے ہیں اس لئے کہ لفظ اللہ کو عہد جاہلیت کے عرب بھی مانتے تھے۔ اللہ کا فرمان ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ (لقمان:۲۵)

کہ جب آپ ان سے پوچھیں کہ زمین وآسمان کس نے بنایا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ یہ نام "اللہ" تمام ناموں کی اصل ہے جیسے کہ حافظ ابن قیم رحمہ کی بات ذکر ہوئی۔ اس کے علاوہ بھی اسباب ذکر کئے ہیں۔ شرح اسماء اللہ الحسنیٰ (ص ۹۱-۹۶)

نوٹ:۔ اللہ کے اسم اعظم کے بارے میں ایک اور حدیث بیان کی جاتی ہے کہ سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اسم اللہ الاعظم فی ھاتین الایتین...... (البقرہ۔ ۱۶۳)

اور آل عمران کی پہلی آیت (الم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم) (مسند احمد ۵/۴۶۱ ابوداؤد نمبر ۱۴۹۶، الترمذی نمبر ۳۴۷۲)

اس کے علاوہ بھی اس حدیث کو محدثین نے بیان کیا مگر اس کی تمام سندوں میں عبید اللہ بن ابی زیاد القداح موجود ہے۔ جس کو امام ابن معین، ابوداؤد، النسائی، ابوحاتم وغیرہ نے ضعیف کہا ہے

دوسرے اس میں شہر بن حوشب ہے جس کو امام شعبہ، ابن عون اور امام نسائی رحمہم اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس لئے یہ حدیث ضعیف ہے۔

خلاصہ:

خلاصہ یہ رہا کہ اللہ سے اگر اسم اعظم کا واسطہ دینا ہو تو مذکورہ احادیث والے الفاظ ادا کریں رسول اللہ ﷺ کے بقول آپ نے اسم اعظم کا واسطہ دے کر دعا کی۔ اس کے علاوہ بظاہر لفظ اللہ ہی اللہ کا اسم اعظم ہے۔ الحی القیوم بھی بہت عظیم نام ہے۔ واللہ اعلم

چوتھا اصول: اسماء اللہ الحسنی میں الحاد حرام ہے

اللہ کا فرمان ہے۔ (وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ) کہ ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اللہ کے اسماء میں الحاد کرتے ہیں۔

الحد یلحد کا معنی مائل ہونا۔ حق سے ہٹ جانا۔ اسی سے قبر کی لحد ہے۔ کہ وہ سیدھے گڑھے سے ایک طرف مائل ہوتی ہے۔ اسماء اللہ الحسنی میں الحاد بھی یہی ہے کہ اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے طریقے سے روگردانی کرنا مائل ہو جانا ہے۔

الحاد کی قسمیں:۔

اللہ تعالیٰ کے ثابت شدہ اسماء اور اوصاف کا صاف انکار کر دینا جیسا کہ مکہ کے مشرک کیا کرتے تھے۔

(وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَٰنُ) (الفرقان۔ ۶۰)

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو وہ کہتے ہیں، رحمٰن کیا ہے؟

۲۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا کلی یا جزوی طور پر انکار کرنا حرام ہے۔ ایسا کرنے والوں کی کئی اقسام ہیں۔

(ا) مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی صفات واسماء کا انکار کرنا۔ پرانے زمانے سے ان کو معطلہ کہا جاتا تھا۔ آج بھی یہ لوگ کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں۔ سلطنت عمان میں جن کی حکومت ہے، وہ خوارج کی ایک قسم اباضیہ ہیں۔ وہ بعض صفات کا انکار کرتے

ہیں۔

(ii) اللہ تعالیٰ کے سات ناموں میں موجود صفات کا اقرار کرنا اور باقی کا انکار کرنا یا تاویل کرنا ان کا نام اشاعرہ یا سبعیہ ہے۔

وہ سات صفات یہ ہیں

الحیاۃ. العلم. القدرۃ. الارادۃ. السمع 'والبصر ' الکلام

تعجب یہ ہے کہ اس فکر کے حاملین دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ آج کے اس ترقی یافتہ زمانہ میں بھی ڈیلی اخبارات کے کالم نویس لاشعوری طور پر اس غلط عقیدہ کا زہر پھیلا رہے ہیں اور آج کے مسلمانوں کو ان روشن خیال اسکالروں کی بات بھی بہت اچھی لگتی ہے۔

iii۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور ان کے اندر پائی جانے والی صفات کے الفاظ کا اقرار کرنا مگر اس کے معنی کو بدل دینا۔ ان کو اہل تاویل کہتے ہیں۔

vi۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں اور ان میں موجود اوصاف کو بندوں سے تشبیہ دینا۔ ان کو مشبہ کہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی صفات ایسی ہیں جو اس کے لائق ہیں اور بندے کی صفات بندے کے لائق ہیں۔ لیس کمثلہ شئی۔ (الشوریٰ) اس جیسی کوئی چیز نہیں۔

v۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں اور اوصاف کی کیفیت اپنی طرف سے بیان کرنا جبکہ اللہ تعالیٰ نے وہ کیفیت بیان کی ہو۔ امام مالک رحمہ اللہ کے پاس ایک آدمی آیا۔ پوچھا اللہ عرش پر کیسے ہے؟ فرمایا اللہ کا عرش پر ہونا معروف ہے اور کیفیت مجہول ہے اور ایسا سوال کرنا بدعت ہے۔ پھر اس کو مجلس سے نکالنے کا حکم دے دیا۔

vi۔ اسماء اللہ اور صفات کا لفظ ماننا مگر اس کے معنی کو اللہ کے سپرد کر دینا۔ یعنی اللہ تعالیٰ الودود ہے۔ اس کے اندر موجود صفت مودت کے لفظ کا اقرار کرنا مگر اس کے معنی کرنے سے انکار کرنا۔ ان کو مفوضہ کہتے ہیں یہ بھی طریقہ ہی غلط ہے۔

الحاد کی دوسری قسم:

بندہ اپنے رب کا نام خود تجویز کرے: (خدا' God' Lord' رام' بھگوان) یہ بہت بڑی جرأت اور قبیح حرکت ہے کہ جس رب کو اس نے دیکھا نہیں' جس کا تعارف وہ خود نہ کروائے تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس کے نام خود رکھے۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ کے ناموں کا واسطہ دیا تو عام اسماء اللہ کی تمام اقسام کا ذکر کر دیا۔ فرمایا۔

إِنِّي أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ أَوْ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ ......

اے اللہ میں تیرے ناموں کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں جو نام تو نے اپنے آپ کے لئے خود تجویز کیے ہیں۔ ۲۔ یا اپنی کتاب میں نازل کیے ہیں۔ ۳۔ یا تو نے اپنی مخلوق سے کسی کو سکھائے ہیں۔ یا تو نے ان کو اپنے علم غیب میں ہی رکھنے کو ترجیح دی ہے یعنی ابھی تک کسی کو بھی نہیں بتائے

قارئین غور فرمائیں۔

کیا یہاں پانچویں قسم کی گنجائش ہے کہ یا اللہ ان ناموں کا واسطہ دیتے ہیں جو تیری مخلوق نے رکھے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کیلئے بندوں کے خودساختہ نام

بندوں نے اللہ تعالیٰ کے کئی شعوری وغیر شعوری نام رکھے ہیں جس کی چند قسمیں ہیں۔

۱۔ عیسائیوں نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ (نعوذ باللہ) تو لا محالہ رب ذوالجلال کو الاب (باپ) کا نام دیا'

قرآن مجید کی جلدوں پر جو اسمائے حسنیٰ دیئے گئے ہیں' یہ نبی ﷺ کا قول نہیں بلکہ کسی راوی کا ادراج یعنی اضافہ ہے۔ حافظ ابن کثیر اور حفاظ محدثین کا بھی یہی موقف ہے

(نعوذ باللہ)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہوئے قدیم فلاسفہ نے اس کا نام علت فاعلہ قرار دیا۔

ہمارے معاشرے میں اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا اپنی زبان میں ترجمہ کر کے اللہ کا نام بنا دیا جاتا ہے۔ مثلاً اللہ مالک ہے تو اس کے ہم معنی فارسی میں خدا' اللہ کا نام رکھ دیا گیا۔ آپ دیکھیں ہماری تحریری' تقریریں نظمیں اللہ کو اس کے اسم اعظم اللہ کی بجائے خدا' خدایا کہہ کر پکارتے ہیں اس میں بڑے بڑے علماء بھی قباحت محسوس نہیں کرتے' آخر کیوں؟

اسی طرح انگریز اللہ کو God گاڈ کہتے ہیں۔ ہمارے نیم انگریز بھی اپنے دوران کلام Oh my God تکیہ کلام اپناتے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ نے اپنا نام God رکھا ہے۔ اگر یہ ترجمہ ہے تو یاد رکھیں' ناموں کے ترجمے نہیں ہوتے۔ سیدنا ابوذر غفاری کا نام ہے جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ اس کا معنی ہے۔ ٹکڑا ابن ٹڈا۔ دونوں کیڑوں کے نام ہیں تو کیا ان کو نام کا ترجمہ کر کے پکارنا ٹھیک ہوگا؟ عبدالعزیز' عبدالسلام وغیرہ کو یوں پکارنا۔ او غالب کے غلام۔ او سلام کے غلام ادھر آؤ۔ کیا درست ہوگا؟؟

جب بندے اپنے ناموں کا ترجمہ پسند نہیں کرتے تو رب العالمین کے ناموں کا ترجمہ کرنا۔ پھر غالب اوقات انہیں کے ساتھ ہی پکارنا کیونکر درست ہوگا؟

اللہ تعالیٰ کے اوصاف وافعال سے نام بنائے جانا

یہ بھی الحاد ہے کہ اللہ کی صفات سے نام بنائے جائیں۔ کیونکہ صفات تو بندے کی بہت ہوتی ہیں جبکہ نام چند ہی ہوتے ہیں۔ مثلاً بندہ پڑھاتا ہے تو اس کا نام ہی مدرس رکھ دیں۔ اس کی بیوی اس کو مدرس ہی کہے۔ کیسا ہے؟ وہ سو جاتا ہے تو اس کا نام نومی صاحب رکھ دیں۔ وہ دوڑ لگاتا ہے تو اس کا نام بھگاڑو رکھ دیں وہ کھاتا ہے تو اس کا نام پیٹو رکھ دیں۔ وہ محنت مزدوری کرے تو کامو کہلائے جب یہ بات مخلوقات میں عیب ہے تو اللہ کے افعال وصفات کو دیکھ کر خود اس کے نام بنانا کیسے جائز ہوا؟ لیکن دیکھئے قرآن کریم کی جلد پر اور بعض مساجد میں اللہ کے اسماء لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ ان میں کئی ایک ایسے ہیں جو بلا دلیل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے افعال وصفات سے بنائے گئے ہیں۔

مثلاً حدیث میں ہے: من ستر مسلما سترہ اللہ

جس نے مسلمان کی پردہ پوشی کی' اللہ اس کی بھی پردہ پوشی کرے گا۔ اب اس سے اللہ کا نام الستار رکھ دیا گیا ہے جبکہ اس کی کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں ہے۔ اسی طرح الرشید ہے۔ الجامع ہے۔ اسی طرح ولکن اللہ یھدی من یشاء اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ یہ اللہ کا فعل ہے۔ اس سے اس کا نام الھادی رکھ دیا گیا ہے۔ اسی طرح اللہ بدیع السموات ہے تو اس کا نام البدیع رکھ دیا۔ وغیرہ تو کیا اللہ چونکہ کلام کرتا ہے تو اس کا نام متکلم رکھ دیا جائے؟ اور یخادعون اللہ وھو خادعھم وہ اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں اور اللہ ان کو دھوکہ دیتا ہے۔ ان کا دھوکہ انہیں ہی لوٹا دیتا ہے تو نعوذ باللہ اس سے اللہ کا نام الخادع یعنی دھوکہ دینے والا رکھ دیا جائے۔

قارئین غور فرمائیں' یہ کتنی بڑی جرأت ہے اور اس کا کتنا نقصان ہے۔ اس لئے ہم آئندہ کتاب وسنت سے ثابت شدہ اسماء ذکر کریں گے۔ ان کے دلائل اور شرح کے ساتھ (ان شاء اللہ) نوٹ: کسی کو اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ الرشید' الستار وغیرہ نام تو ترمذی شریف میں موجود ہیں تو سنئے۔

ترمذی شریف میں یہ حدیث موجود ہے اس کا نمبر (۳۵۷۴) ہے اس طرح ابن حبان (۲۳۸۴) اور مستدرک حاکم اور بیہقی وغیرہ میں بھی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ یہ حدیث تو کئی طرق سے آئی ہے مگر اسماء اللہ الحسنیٰ کا تذکرہ صرف اسی سند میں ہے۔ اس کے علاوہ آدم بن ابی ایاس نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ ابی ھریرہ سے مگر اس کی اسناد صحیح نہیں۔ (سنن الترمذی)

قرآن سے تعلق

ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا'' کیاتم لوگ اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں؟''

لوگوں نے جواب دیا''ہاں ہم لوگ ان دونوں باتوں کی شہادت دیتے ہیں۔''اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا''اس قرآن کا ایک سرا تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اس کا دوسرا سرا تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ پس قرآن کو مضبوطی سے تھامو تو تم سیدھی راہ سے کبھی نہیں بھٹکو گے اور نہ اس کے بعد ہلاکت سے دوچار ہوگے۔''

تشریح: یہ حدیث واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً کی بہترین تفسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو حبل اللہ کہا ہے یعنی اللہ تک پہنچنے، اس کی خوشنودی حاصل کرنے اور دنیا و آخرت میں اس کی رحمت حاصل کرنے کا واحد ذریعہ قرآن ہے (جلیل احسن ندوی کی کتاب زادِ راہ سے انتخاب)

مرسلہ: الرعد عسکری، جہانیاں

رسول اللہ ﷺ کا مزاح

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ چند صحابہؓ کرام کے پاس رونق افروز تھے۔ سب مل کر کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔ اتنے میں سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ ان کی ایک آنکھ میں تکلیف تھی۔ اس پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اگرچہ چشم آشوب میں کھجور کھانا نقصان دہ ہے۔ مگر وہ آتے ہی کھجوریں کھانے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''سبحان اللہ! تمہاری آنکھ دکھ رہی ہے اور تم کھجوریں کھا رہے ہو؟''

انہوں نے عرض کیا:''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اس آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں جو اچھی ہے۔''نبی اکرم ﷺ ان کا جواب سن کر مسکرائے کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہونے لگے۔ (مسند احمد)

مرسلہ: توصیف مجاہدہ، سیالکوٹ

قیمتی نگینہ

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی انگشتری میں ایک ایسا نگینہ جڑا ہوا تھا جس کی درست قیمت کا اندازہ جوہری بھی نہیں کر سکتے تھے۔ وہ گویا دریائے نور تھا جو رات کو دن میں بدل دیتا تھا۔ اتفاق سے ایسا ہوا کہ ایک مرتبہ سخت قحط پڑ گیا۔ لوگ مرنے لگے۔ عمر رضی اللہ عنہ کو ان حالات کا علم ہوا تو لوگوں کی امداد کے لئے اپنی انگشتری کا وہ قیمتی نگینہ بھی فروخت کر دیا اور جو قیمت ملی اس سے اناج خرید کر تقسیم کر دیا۔ جب اس بات کا علم آپ کے بہی خواہوں کو ہوا تو ان میں سے ایک نے آپ سے کہا یہ آپ نے کیا کیا کہ ایسا بیش بہا نگینہ بیچ دیا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن کر فرمایا''وہ نگینہ مجھے بھی بہت پسند تھا لیکن میں یہ بات گوارا نہیں کر سکتا کہ لوگ بھوک سے تڑپ رہے ہوں اور میں قیمتی نگینہ پہنے بیٹھا رہوں۔ کسی حکمران کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ لوگوں کو تکلیف میں مبتلا دیکھے اور اپنے آرام اور زیب و زینت کے سامان کو عزیز رکھے۔''یہ فرماتے ہوئے آپ کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔ (ماخوذ از ایام خلافت راشدہ)

مرسلہ: بنت عبدالشکور اوڈ، بہاول نگر

خشیت الٰہی کے آنسو

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے خوف اور ہیبت سے جس بندہ مومن کی آنکھوں سے آنسو نکلے اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں اور

خیال افروز باتیں

جھکنا چاہتے ہو تو اللہ کے سامنے جھکو۔
کم بولو کہ اس میں تمہاری شخصیت کا راز پوشیدہ ہے۔
ظالموں کو معاف کر دینا درحقیقت مظلوموں پر ظلم ہے۔
اچھے خیالات کے مالک کبھی تنہا نہیں ہوتے۔
کوشش بند دروازے کھول دیتی ہے۔

مرسلہ:
میر طلال فاروق، گوندلانوالہ

وہ کون تھا!

پہلی صدی ہجری کا اخیر مسلمانوں کے عروج کا زمانہ ہے یہ وہ دور ہے جب معروف دنیا کے بیشتر حصے پر اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا، تینوں براعظموں پر ان کی حکومت قائم ہے اور دنیا کی ہر طاقت ان کے سامنے سرنگوں ہے اور سرِ اطاعت خم کر چکی ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا حکمران مسلمانوں کا راستہ روکنے کی ہمت و جرأت نہیں کر سکتا۔ ان دنوں وسطِ ایشیا کے ایک مسلمان فاتح سمرقند میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں۔ اس فاتحانہ داخلے میں نہ کسی کی عزت و آبرو پر آنچ آتی ہے نہ کسی کی جائیداد اور مال وزر کو کوبُرے ارادے سے دیکھتا ہے نہ اخلاق و کردار سے ہٹ کر کوئی حرکت کسی سے سرزد ہوتی ہیکر نے میں کوتاہی ہو جاتی ہے جو محض رسمی نوعیت کی سمجھی گئی تھیں۔

لوگوں کے کہنے سننے پر بعض مقامی باشندے قاضی عساکر کے روبرو عرضداشت پیش کرتے ہیں کہ چونکہ دوران فتح فلاں فلاں شرائط کی پاس داری نہ کی گئی اس لیے یہ ساری کاروائی کالعدم قرار دی جائے اور فوج کو حکم دیا جائے کہ وہ شہر خالی کردے۔

مورخ بلاذری ''فتوح البلدان'' کے باب سمرقند میں میں لکھتا ہے کہ سمرقند کے بودھ باشندوں نے قاضی عساکر کے روبرو مسلم سپہ سالار کے خلاف عرضداشت دائر کر دی۔ قاضی نے اپنے ہی سپہ سالار کے خلاف غیر مسلموں کی شکایات سنیں ...... پھر سپہ سالار کا موقف سنا...... اور حکم دیا کہ شہر خالی کر دیا جائے چنانچہ جو شہر مسلمانوں نے شمشیر خارا شگاف سے فتح کیا تھا وہ اس کے اپنے ہی مقرر کردہ قاضی کے حکم پر بلا چوں و چرا خالی کر دیا گیا اور اہل شہر میں منادی کرا دی گئی کہ اس پورے عمل کے دوران کسی کا نقصان ہوا ہو تو شریعت اسلامی کے مطابق تاوان طلب کر سکتا ہے۔ قانون جنگ کی تاریخ میں یہ ایک منفرد مثال ہے جو اپنی نوعیت کی شاید آخری مثال ہے کہ کسی فاتح نے کسی عسکری یا سیاسی دباؤ کے بغیر محض عدالتی حکم پر قانون اور اخلاق کی پاسداری کرتے ہوئے رضائے الٰہی کے لیے سرِ تسلیم خم کر دیا ہو۔

بزم اطفال

ابوعلی عبدالوکیل

آنسو بہہ کر اس کے چہرے پر پہنچ جائیں تو اللہ اسکے لئے آتش جہنم کو حرام فرما دیں گے۔ (سنن ابن ماجہ)

مرسلہ: بنت جمیل احمد چونیا

سوال؟

وہ!
ایک عراقی بچہ
زخم زخم جس کا چہرا تھا
ماں کی نظریں کھوج رہی تھیں
وہ بے چاری سوچ رہی تھی
آخر بوسہ کہاں پہ دوں میں؟
آخر بوسہ کہاں پر دوں میں؟

مرسلہ: ثمن حناء کوٹ عبدالمالک

ذہن ساز انعامی کوئز

1۔ کیا توحید کے بغیر انسان
باقی تمام اچھے اعمال کر کے بخشا جا سکتا ہے؟
(قرآنی دلیل دیں)

2۔ کیا خلیفہ کے بغیر نماز کا فریضہ ساقط ہوسکتا ہے؟

3۔ کیا خلیفہ کی عدم موجودگی میں فریضہ جہاد موقوف ہوسکتا ہے؟

4۔ کیا علاج کے لئے غیر شرعی طریقہ استعمال کیا جا سکتا ہے چاہے اس میں ظاہراً شفاء بھی ہو؟

5۔ کیا نبی ﷺ نے پہلے ملکی معیشت مضبوط کر کے پھر جہاد شروع کیا تھا؟

آپ بتائیں کہ
یہ عظیم سپہ سالار کون تھا؟

گزشتہ ماہ کا درست جواب: یوسف بن تاشفین

درست جواب دینے والوں کے نام

شاہد بشیر، فیصل آباد۔ روح اللہ خان' کراچی ۔ سجاد علی خان' پشاور ثمینہ عاشق' شیخوپورہ ۔ فوزیہ بنت عبداللہ' کراچی ۔ راحت افتخار' شیخوپورہ ۔ شہزاد فاروق' کراچی ۔ محمد فشاء اللہ 'شیخوپورہ۔ اخت ابوعمار یاسر' ڈیرہ اسمعیل خان ۔ طیب ممتاز 'سرگودھا۔ حسنین ممتاز' سیالکوٹ ۔ ابورضوان جاوید' ملتان ۔ رابعہ ثناء ' شیخوپورہ ۔ صفیہ بن سردار رحمت خان، جدہ سعودی عرب۔

انعام حاصل کرنے والی خوش نصیب
فوزیہ عبداللہ' کراچی

گزشتہ کوئز کے انعام یافتگان

پہلا انعام: طیب ممتاز قریشی' سرگودھا
دوسرا انعام: مریم امین' لاہور
تیسرا انعام: امرحا زیب، لاہور

گزشتہ کوئز کے درست جوابات

1۔ اللہ کے سوا کسی کی قسم کھانا جائز نہیں بلکہ یہ شرک ہے۔

2۔ نبی مکرم ﷺ کی ولادت با سعادت 9 ربیع الاول کو ہوئی۔

3۔ دین اسلام اللہ کا پسندیدہ اور مکمل دین ہے، اس میں کوئی نیا کام شروع کرنا جو قرآن وسنت سے ثابت نہ ہوں بدعت کہلاتا ہے۔ سائنسی ایجادات چونکہ خالصتاً تحقیقی کام ہے اور دین نہیں بلکہ دین اس کی ترغیب دیتا ہے اس لئے ان کو بدعت نہیں کہا جا سکتا۔

4۔ آمرانہ طریقے سے آیا ہوا حکمران بھی اگر شریعت نافذ کر دے تو اسے مسترد نہیں کیا جا سکتا۔

5۔ مکہ مکرمہ سن 8 ہجری میں فتح ہوا اور اللہ نے اسے فتح مبین قرار دیا

درست جوابات دینے والوں کے نام

محمد طیب یوسف' اوکاڑہ۔ سجاد علی خان' پشاور۔ ابوسفیان' شیخوپورہ۔ احمد جہاں زیب' لاہور۔ رابعہ ثناء شیخوپورہ۔ اشتیاق احمد' فیصل آباد۔ محمد یوسف کامران' میلسی ۔ راحت افتخار' شیخوپورہ۔ حاجی محمد نصر اللہ' لاہور۔ حافظ عبداللہ' راولپنڈی۔ ثمینہ عاشق' شیخوپورہ بنت عبدالشکور اوڈ' بہاولنگر۔ حسنین امتیاز' سیالکوٹ ۔ عمیر اسحاق' شیخوپورہ۔ محمد شاہد ایوب' اوکاڑہ۔ ابویاسر مصطفیٰ' ننکانہ۔ بنت محمد اشرف' وزیرآباد۔ آسر رشید مغل' گوجرانوالہ۔ سعدیہ آصف' لاہور۔ رضوانہ سعدیہ' قصور۔ طیب ممتاز' سرگودھا۔ عائشہ ممتاز' سرگودھا۔ بنت اکرام اللہ ڈار' سیالکوٹ۔ صفیہ بنت سردار رحمت خان، جدہ سعودی عرب۔

برائیوں کی جڑ

سیدنا محمد ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا۔ وہ اسلام قبول کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ آپ ﷺ سے کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے عرض کیا...... اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھ سے بہت سے گناہ سرزد ہو جاتے ہیں، جن کا میں عادی ہو چکا ہوں اور ان کو چھوڑ نہیں سکتا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا تم مجھ سے جھوٹ چھوڑنے کا وعدہ کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا "ہاں" پھر اس نے وعدہ کیا اور چلا گیا۔ وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کتنا آسان وعدہ لیا ہے۔

ایک دن حسب عادت اس نے چوری کا ارادہ کیا تو اس کے دل میں خیال آیا کہ رسول اللہ ﷺ پوچھیں گے تو کیا جواب دوں گا اگر چوری مان لوں گا تو سزا ملے گی۔ اگر نہ مانوں تو جھوٹ ہوگا۔ یہ سوچ کر اس نے چوری کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس کے بعد جب بھی اس کا دل کسی گناہ پر آمادہ ہوتا وہ اپنے وعدے کو یاد کر لیتا۔ اس طرح وہ گناہوں سے ہٹتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ تمام گناہوں سے پاک ہوگیا۔

جھوٹ برائیوں کی جڑ ہے۔ اگر اس کو چھوڑ دیا جائے تو تمام برائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ آیئے عہد کریں کہ آئندہ کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے۔ ان شاءاللہ

مرسلہ: فریحہ انجم، پسرور

آپ بھی لکھئے

آپ کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔
آپ کی خواہش ہے کہ آپ کی تحریر شائع ہو۔
آپ مستقبل کے ادیب بننا چاہتے ہیں۔

مگر خیال رہے

تحریر مختصر، صاف، خوش خط اور کاغذ کے ایک جانب ہو۔
لکھنے کیلئے موضوع کی کوئی قید نہیں، صرف کتاب وسنت کے مطابق ہو اور مختصر ودلچسپ ہو۔
اپنی نگارشات کے اختتام پر نام و پتہ لکھنا ہرگز نہ بھولیں۔
انتخاب واقتباس کی صورت میں اصل کتاب اور مصنف کا حوالہ ضرور دیں۔
تحریر بھجوانے سے پہلے کسی بڑے، استاد یا لکھنے والے سے اصلاح لے لینا بہتر ہوگا۔

تو پھر دیر کس بات کی

اپنی تحریر آج ہی ہمیں روانہ کر دیں
مجلۃ الدعوۃ کے صفحات آپ کی صلاحیتوں کی نشوونما کے لئے حاضر ہیں

انچارج بزم اطفال
مجلۃ الدعوۃ 4-لیک روڈ
چوبرجی لاہور

زكاة
الفطر

صدقۂ فطر کے احکام ومسائل

حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

﴿زکاۃ الفطر یا صدقہ فطر﴾

صدقہ فطر کے متعلقہ چند ایک احادیث

فطر کا معنی روزہ کھولنا یا روزہ نہ رکھنا ہے۔ ماہ رمضان کے روزے پورے ہونے پر ہر مسلمان کی طرف سے ایک صاع غلہ صدقہ کرنا فرض ہے۔ اس لئے اسے زکاۃ الفطر یا زکاۃ رمضان کہا جاتا ہے۔

اس کے متعلق چند احادیث اور ان کے بعد ان سے ثابت ہونے والے مسائل درج کیے جاتے ہیں:

« عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنه قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَ الرَّفَثِ وَ طُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ مَنْ اَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكٰوةٌ مَقْبُولَةٌ وَ مَنْ اَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ »

"ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زکاۃ فطر فرض فرمائی جو روزہ دار کے لئے لغو اور بیہودہ باتوں سے پاک کرنے اور مساکین کو کھلانے کا ذریعہ ہے جو شخص اسے نماز (عید) سے پہلے ادا کردے۔ وہ مقبول زکاۃ ہے اور جو اسے نماز کے بعد ادا کرے وہ (عام) صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے۔"

(ابوداؤد، باب زکاۃ الفطر و حسنہ الالبانی)

« عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَ الْحُرِّ وَ الذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَ الصَّغِيْرِ وَ الْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلَاةِ وَ فِي رِوَايَةٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ » (صحیح بخاری: الزکاۃ/باب صدقۃ الفطر و اخرجہ الجماعۃ)

"ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع زکاۃ فطر مسلمانوں میں سے ہر غلام و آزاد مرد و عورت اور چھوٹے بڑے پر فرض فرمایا اور اسے لوگوں کے نماز عید کی طرف نکلنے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا۔ عبداللہ (ابن عمر) نے فرمایا پھر لوگوں نے گندم کے دو مد اس کے برابر سمجھ لئے۔"

« عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ اَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ اَقِطٍ اَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيْبٍ وَ فِي الرِّوَايَةِ الثَّانِيَةِ فَلَمَّا جَاءَتِ السَّمْرَاءُ قَالَ مُعَاوِيَةُ : "اَرَى مُدًّا من هذَا يَعْدِلُ مُدَّيْنِ »

(صحیح بخاری: ابواب صدقۃ الفطر)

"ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم غلے کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع یا کھجور کا ایک صاع یا پنیر کا ایک صاع یا منقی کا ایک صاع

> **اگر ممکن ہوتو صدقۂ فطر ایک جگہ جمع کر کے اجتماعی طور پر خرچ کرنا چاہئے ورنہ انفرادی طور پر دے دے**

زکاۃ الفطر نکالا کرتے تھے تو جب گندم آ گئی تو معاویہ نے فرمایا، میں سمجھتا ہوں کہ اس گندم کا ایک مد ان دوسری جنسوں کے دو مدوں کے برابر ہے۔"

« عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : « وَكَّلَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ فَاَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ .... فَقَالَ اِذَا اَوَيْتَ اِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَءْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ . اَلْحَدِيْثَ »

(صحیح البخاری باب صفۃ ابلیس و جنودہ)

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زکاۃ رمضان کی حفاظت پر مقرر فرمایا تو میرے پاس ایک شخص آیا اور غلہ بھرنے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا۔ آگے لمبا واقعہ بیان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ چور جو حقیقت میں شیطان تھا، تین راتوں تک آتا رہا اور آخری مرتبہ اس نے آیۃ الکرسی کی فضیلت بیان کر کے جان چھڑائی۔"

صدقہ فطر کن لوگوں پر فرض ہے:

صدقہ فطر مسلمانوں کے ہر آزاد و غلام، مرد و عورت اور چھوٹے بڑے پر فرض ہے حتی کہ عید سے پہلے جو بچہ پیدا ہو اس کی طرف سے بھی فرض ہے۔ غیر مسلم کی طرف سے یہ صدقہ فرض نہیں خواہ وہ کسی مسلمان کا باپ ہو یا بیٹا یا بیوی یا غلام۔ (دیکھئے حدیث نمبر 2)

گھر کا ذمہ دار اپنے زیر کفالت تمام افراد کی طرف سے صدقہ ادا کرے جن کی خوراک اس کے ذمے ہے۔ اس میں اس کے ملازم شامل نہیں۔ وہ اپنا صدقہ خود ادا کریں گے۔

بعض لوگ صدقہ فطر فرض ہونے کے لئے شرط لگاتے ہیں کہ آدمی اتنے مال کا مالک ہو جو زکاۃ کے نصاب کو پہنچتا ہو مگر صحیح بات یہ ہے کہ جس شخص کے پاس گھر کے افراد کے خورد و نوش سے زائد غلہ موجود ہو، وہ صدقہ ضرور دے۔ دوسرے لوگ اسے صدقہ دیں گے تو اس کی مسکنت کا حل بھی ہو جائے گا۔ اس کی دلیل حدیث نمبر 2 ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان پر یہ صدقہ فرض فرمایا ہے۔ اور ہر مسلمان کو ضرورت ہے کہ اس کے روزے لغو اور رفث سے پاک ہو جائیں۔ ہاں اگر خود فاقے سے ہو اور کوئی اسے صدقہ بھی نہ دے جس سے وہ صدقہ ادا کر سکے تو معافی ہے۔ ﴿لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا﴾

صدقہ فطر کا مقصد:

صدقہ فطر کا مقصد یہ ہے کہ روزے دار سے کوئی نامناسب یا بیہودہ بات ہو گئی ہو تو اس صدقے کے ذریعے معاف ہو جائے اور مساکین کے کھانے پینے اور ضرورتوں کا انتظام ہو جائے تاکہ وہ بھی عید کی خوشی میں شریک ہو سکیں اور کم از کم عید کے دن انہیں کسی کے سامنے سوال کے لئے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔ (دیکھئے حدیث نمبر: 1)

صدقہ فطر کب ادا کیا جائے؟

صدقہ فطر کا ادا کرنا عید کی نماز پر جانے سے پہلے پہلے ضروری ہے۔ اگر نماز کے بعد ادا کرے گا تو صدقہ فطر ادا نہیں ہوگا۔ (دیکھئے۔حدیث نمبر 1'2) بہتر یہ ہے کہ عید سے کچھ دن پہلے جمع کروا دیا جائے تاکہ جمع کرنے والے حضرات مساکین کو پہنچا سکیں اور وہ اپنی ضرورت کی چیزیں خرید سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا ہی ہوتا تھا جیسا کہ حدیث نمبر 4 میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو زکاۃ رمضان کی حفاظت پر مقرر فرمایا اور تین راتیں شیطان چوری کے لئے آتا رہا اس سے ظاہر ہے کہ صدقہ اس سے پہلے جمع ہونا شروع ہو چکا تھا۔

صدقہ فطر ایک جگہ جمع کرنا چاہئے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہی تھا کہ صدقہ فطر مسجد میں جمع ہوتا تھا اور مستحقین میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اب بھی یہ حکومت اسلامیہ کا فریضہ ہے۔ (دیکھئے حدیث نمبر 4) اگر یہ نعمت میسر نہ ہو تو اجتماعیت کی جو صورت بھی ممکن ہو اختیار کرنی چاہئے اور محلّہ کی مسجد میں جمع کر کے عید سے پہلے پہلے صدقہ تقسیم کر دینا چاہئے۔ اگر نہ ہو سکے تو خود ہی صدقہ فطر مساکین کو دے دے۔

صدقۃ الفطر کن چیزوں سے دیا جائے:

جو جنس لوگ بطور خوراک استعمال کرتے ہیں' اس میں سے صدقۃ الفطر ادا کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ عموماً جو' کھجور' منقی اور پنیر کھاتے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو انہی اجناس سے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا۔

ابو سعید خدری رضی اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں فطر کے دن طعام کا ایک صاع دیا کرتے تھے اور اس وقت ہمارا طعام جو' کھجور' منقی اور پنیر تھا۔

(صحیح بخاری: باب الصدقة قبل العيد)

معاویہ رضی اللہ عنہ حج یا عمرہ کے لئے آئے تو منبر پر لوگوں سے گفتگو فرمائی اور فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ شام کی گندم کے دو مد (آدھا صاع) کھجور کے ایک صاع کے برابر ہیں۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو ہمیشہ اسی طرح نکالتا رہوں گا۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں (ایک صاع) نکالتا تھا۔

(صحیح مسلم: باب زكاة الفطر على المسلمين)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک صاع کھجور کے مقابلے میں آدھا صاع گندم معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے ورنہ وہ یا کوئی اور صحابی رسول اللہ ﷺ سے یہ بات ضرور نقل فرماتے اس لئے ابو سعید خدری اور ابن عمر ہر جنس میں سے صدقہ ایک صاع ہی سمجھتے تھے اور گندم کے آدھے صاع کو لوگوں کی اپنی رائے قرار دیتے تھے۔ (دیکھئے شروع میں حدیث 3)

سنن کی بعض احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر دو آدمیوں کی طرف سے گندم کا ایک صاع دینے کا ذکر بھی آیا ہے اگرچہ بعض اہل علم نے انہیں صحیح فرمایا ہے۔ مگر اکثر اہل علم کے نزدیک وہ صحیح نہیں۔

امام بیہقی فرماتے ہیں: ''نبی ﷺ سے ایک صاع گندم دینے کی احادیث بھی آئی ہیں اور نصف صاع دینے کی بھی مگر ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں۔ میں نے ان میں سے ہر ایک کی علت ''الخلافیات'' میں بیان کر دی ہے اور ہمیں ابو سعید خدری اور ابن عمر رضی اللہ عنھم سے روایت پہنچی ہے کہ گندم کے نصف صاع کو جو کے صاع کے برابر نبی ﷺ کے بعد قرار دیا گیا ہے۔''

(السنن الكبرى للبيهقي ص:170 جلد:4)

مولانا عبید اللہ رحمانی نے بھی نصف صاع کی تمام مرفوع احادیث کو اہل العلم بالحدیث کے نزدیک مدخول قرار دیا ہے۔

صدقۂ فطر ان سفید پوشوں کو دیں جو سوال نہیں کر سکتے اور ان میں سے بھی ان فقراء کا حق سب سے زیادہ ہے جو اللہ کی راہ میں طلب علم اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے وقف ہیں

(دیکھئے مرعاة المفاتيح' رقم حديث: 1831)

اس لئے بہتر یہی ہے کہ گندم میں سے بھی ایک صاع ہی صدقہ دیا جائے خصوصاً اس لئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یا اگر ثابت ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گندم کا نصف صاع اس لئے مقرر کیا تھا کہ مدینہ میں گندم کھجور سے بہت مہنگی تھی۔ ہمارے ہاں وہ کھجور سے کہیں سستی ہے اس لئے ((صاعا من طعام)) کے مطابق جو جنس بھی لوگوں کا طعام ہو' اس میں سے ایک صاع صدقہ فطر دینا چاہئے خواہ گندم ہو یا جو یا مکئی ہو یا چاول یا چنے ہوں یا جوار باجرہ وغیرہ۔

صاع کی مقدار:

صاع تولنے کا پیمانہ نہیں بلکہ ماپنے کا پیمانہ ہے جسے پنجابی میں ٹوپہ کہتے ہیں۔ ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں۔ پنجابی میں مد کو پڑوپی کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے صاع سے ماپی جانے والی ہر جنس کا وزن ایک نہیں ہو سکتا بلکہ جو جنس بھاری ہوگی' وہ زیادہ آئے گی جیسا کہ گندم یا چاول ہیں اور جو ہلکی ہوگی وہ کم آئے گی مثلاً جو یا مکئی ہے۔'' رسالہ الزکاۃ'' کے مصنف ڈاکٹر عبد اللہ بن محمد الطیار نے اپنا تجربہ لکھا ہے کہ ''گندم'' اور ''جو'' کے وزن میں 23:28 کی نسبت ہوتی ہے۔

کتب احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع کا اندازہ پانچ رطل اور ایک رطل کا تیسرا حصہ بیان ہوا ہے جو اگرچہ عام طور پر ڈھائی کلو مشہور ہے۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ وہ گندم میں سے دو کلو سے زیادہ نہیں کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں۔

((مَدَّ يَمُدُّ مَدًّا)) کا معنیٰ ''پھیلانا'' ہے۔ عربی لغت کی معروف و معتبر کتاب قاموس میں لکھا ہے:

((الصاع اربعة امدادٍ كل مُدٍّ رِطْلٌ و ثلث . قال الداؤدی : معیاره الذی لا یختلف اربع حفنات بكفی الرجل الذی لیس بعظیم الكفین و لا صغیرهما اذ لیس كل مكان یو جد فیه صاع النبی صلی الله علیه وسلم انتهی و جربت ذالك فوجدته صحیحاً))

''یعنی صاع کے چار مد ہوتے ہیں۔ ہر مد ایک رطل اور تہائی رطل ہوتا ہے (صاع پانچ رطل اور تہائی رطل) داودی نے فرمایا کہ اس کا معیار جو مختلف نہیں ہوتا' ایسے آدمی کے دونوں ہاتھوں کی چار لپیں ہیں جس کی ہتھیلیاں نہ بڑی ہوں نہ چھوٹی' کیونکہ ہر ایک جگہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاع نہیں مل سکتا۔ صاحب قاموس فرماتے ہیں میں نے اس کا تجربہ کیا تو اسے صحیح پایا (یعنی ایسی چار لپیں پانچ رطل اور تہائی رطل کے برابر ہوتی ہیں)

اسلام دین فطرت ہے اور اس کے مقرر کردہ پیمانے بھی سادہ اور فطری ہیں۔ سعودی عرب کے مشہور مفتی شیخ عبد العزیز بن بازؒ اور انکے ساتھ ہیئۃ کبار العلماء کے اراکین نے یہی فرمایا ہے کہ صدقہ فطر ادا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ معتدل ہاتھوں والا آدمی دونوں ہاتھوں کی لپیں چار دفعہ بھر کر دے دے۔

یہ مقدار ہمارے تجربہ کے مطابق گندم میں سے دو کلو ہے۔ ہر شخص خود بھی تجربہ کر سکتا ہے۔ ہلکی جنسوں کا وزن اس سے بھی کم ہوگا۔ تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

صدقۃ الفطر میں غلہ کی بجائے قیمت ادا کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر طعام میں سے ایک صاع مقرر فرمایا ہے جس طرح بکریوں میں سے بکریاں اور اونٹوں سے اونٹ مقرر فرمائے ہیں۔ اس لئے جس شخص کے پاس گندم' چاول' آٹا ' مکئی یا کوئی بھی جنس موجود ہو جو اس کی خوراک ہے' اسے اس جنس میں سے ہی صدقہ فطر ادا کرنا چاہئے۔ اس کی قیمت نہیں دینی چاہئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہی ہے کہ طعام کا ایک صاع صدقہ فطر دیا جائے۔

البتہ اگر کسی کے گھر میں طعام کی جنس موجود نہ ہو تو جو جنس وہ بطور خوراک استعمال کرتا ہے مثلاً گندم چاول وغیرہ اس کی قیمت ادا کر دے۔ اس کیلئے خرید کر دینا ضروری نہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' جس شخص کے ذمے بنت لبون (دو سالہ اونٹنی) صدقے میں دینا ہو مگر اس کے پاس بنت مخاض

(ایک سالہ اونٹنی) ہو تو اس سے وہی لے لی جائے اور وہ اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں ادا کردے۔" (صحیح بخاری باب من بلغت عنده صدقة بنت مخاض و ليست عنده)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ((باب العرض فی الزکاۃ)) میں زکاۃ قیمت کی صورت میں ادا کرنے کے اور دلائل بھی ذکر فرمائے ہیں۔

صدقۃ الفطر کن لوگوں کو دیا جائے:

جیسا کہ (حدیث :1) میں گزرا ہے: ((زَكَاةُ الْفِطْرِ طُعْمَةٌ لِلْمَسَاكِيْنِ)) اس لئے یہ مساکین میں ہی تقسیم کرنا چاہئے' مسکین کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةَ وَ اللُّقْمَتَانِ وَ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَ لٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِىْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَ لَا يُفْطَنُ لَهُ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَ لَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ)) (صحيح بخاری : كتاب الزكاة: باب قول الله عز و جل لا يسئلون الناس الحافا)

"مسکین وہ نہیں جو لوگوں میں چکر لگاتا رہتا ہے اور ایک لقمہ اور دو لقمے اور ایک کھجور اور دو کھجوریں اسے واپس لوٹا دیتی ہیں بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنی غنا نہیں جو اسے غنی کردے اور نہ کوئی اس کے متعلق سمجھ پاتا ہے کہ اس پر صدقہ کردے۔ نہ ہی وہ کھڑا ہو کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔"

اگر دیکھا جائے تو ہمارے گرد و پیش ایسے بے شمار سفید پوش لوگ موجود ہیں جن کی یہ حالت ہے اس لئے صدقہ فطر انہی لوگوں کا حق ہے۔ پھر ان میں سے بھی ان فقراء کا حق سب سے زیادہ ہے جو اللہ کی راہ میں طلب علم اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے وقف ہیں اور اس مصروفیت کی وجہ سے کوئی کاروبار نہیں کرسکتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِى الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ﴾

(البقرہ:273)

"صدقات ان فقراء کے لئے ہیں جو اللہ کے راستے میں روک دیئے گئے ہیں۔ وہ زمین میں (کاروبار وغیرہ کے لئے) سفر نہیں کر سکتے۔ ناواقف آدمی سوال سے بچنے کی وجہ سے انہیں غنی خیال کرتا ہے۔ تو انہیں ان کی نشانی سے پہچان لے گا۔ وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔"

زکاۃ وعشر کے علاوہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہئے

یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ زکاۃ وعشر ادا کردینے کے بعد بھی آدمی کے مال میں کچھ حقوق باقی رہتے ہیں جن کا ادا کرنا ضروری ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کے پاس مال ہے اور اس کے والدین ضرورت مند ہیں تو

باقی صفحہ 38 پر ملاحظہ فرمائیں

سلسلہ نمبر 4

الدعوۃ کوئیز

قارئین کے پرزور اصرار پر معلوماتی آزمائش کا مقابلہ "الدعوۃ کوئز" کے نام سے شروع کیا گیا ہے تاکہ تاریخ' موجودہ حالات و واقعات اور امت مسلمہ کے حوالے سے یادداشت تازہ ہوتی رہے۔ درست جوابات بھیجنے کے نتیجے میں اول، دوم، سوم پوزیشن حاصل کرنے والوں کو انعامات دیئے جائیں گے۔ اگر درست جوابات بھیجنے والے احباب زیادہ ہونگے تو پھر فیصلہ قرعہ اندازی سے ہوگا۔ نیز جوابات وصول ہونے کی آخری تاریخ 25 دسمبر ہوگی۔ صرف تحریری جوابات نام و پتے کے ساتھ قابل قبول ہونگے۔ قارئین کے نام اپنا پیغام لکھنا نہ بھولئے ہوسکتا ہے کہ اول انعام آپ ہی کا ہو۔

1. قرآن حکیم میں آپ ﷺ کا اسم مبارک محمد ﷺ اور احمد ﷺ کتنی بار آیا ہے؟
2. نبی رحمت ﷺ اور سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ میں کیا رشتہ داری تھی؟
3. شاہ فیصل شہید سعودی عرب کے کب سے کب تک حکمران رہے؟
4. نبی ﷺ کے بیٹوں کے نام لکھیں؟
5. غزوہ بدر میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے کس کافر کو قتل کیا؟
6. مسیلمہ کذاب کس خلیفہ کے دور میں قتل ہوا اور اسے کس نے قتل کیا؟
7. مسلمانوں نے پہلی مرتبہ بیت المقدس کب فتح کیا؟
8. عبدالرحمٰن الداخل نے اندلس پہ کتنا عرصہ حکومت کی؟
9. یہ لوگ ہمارے حریفوں کے خلاف صف آرا ہوں گے اور ہمارے اشاروں پر چلیں گے۔ (یہ جملہ موجودہ مجلہ میں کون سے صفحے پر ہے)
10. یہی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے روس کو افغانستان کے شہروں پر قبضے کا موقعہ دیا تھا۔ (یہ جملہ موجودہ مجلہ میں کون سے صفحے پر ہے)

پہلا انعام: ریاض الصالحین اور انعام حاصل کرنے والے کی تین جملوں پر مشتمل نصیحت مجلۃ الدعوۃ میں شائع کی جائے گی۔ ان شاء اللہ

دوسرا انعام: آڈیو کیسٹیں...... (تلاوت...... ترانے...... تقاریر)

تیسرا انعام: کتاب الجامع...... (از عبدالسلام بن محمد)

نوٹ: تین بار مسلسل اول انعام جیتنے والے کو بیش قیمت کتب انعام میں دی جائیں گی اور اس کا مختصر تعارف اور نصیحت بھرا پیغام مجلہ الدعوۃ میں شائع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

اول انعام: منیر احمد لکھوی چک نمبر L-18/1 رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ

دوم انعام: ڈاکٹر محمد ارشد ناز چک نمبر 70 گ ب (رتی رتہ) جڑانوالہ فیصل آباد

سوئم انعام: محمد نوید شہزاد گلاب پورہ گوجرانوالہ کینٹ فون نمبر 261726

حوصلہ افزائی: بنت توقیر 195 مسلم ٹاؤن رینالہ خورد اوکاڑہ

(نوٹ) گذشتہ مجلہ میں سلسلہ نمبر 2 کے جوابات میں جواب نمبر 8 میں آیات کی تعداد 6232 غلطی سے درج ہوگئی تھی۔ صحیح تعداد 6236 ہے۔

سلسلہ نمبر 3 کے درست جوابات

(1) والفجر' والعصر' ثم نظر (2) شق صدر دو دفعہ ہوا' حلیمہ سعدیہ کے ہاں' معراج کے وقت (3) کوئی نماز نہیں پڑھی (4) قتل کا منصوبہ بنانے پہ (5) جرمنی' اٹلی' برطانیہ' آسٹریا' فرانس' وغیرہ (6) 1600 (7) ابو عمار' عبدالرحمٰن الداخل' شمس الرحمٰن شہید (8) نبی ﷺ نے فرمایا' دجال شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا۔ (مسلم) (9) صفحہ 24 (10) صفحہ 7

خط و کتابت: الدعوۃ کوئیز شعبہ مجلۃ الدعوۃ۔ 4 لیک روڈ' چوک چوبرجی لاہور فون-7240946

کشمیریوں کے خلاف وحشت و درندگی اس بات کے لئے کافی ہے کہ بھارتی افواج ہمارے لیے مقاتلین کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کی درندگی ہر اعتبار سے 'ظلم وعدوان' کا درجہ رکھتی ہے اور ظلم و عدوان کے خلاف اقدام جنگ خود غامدی صاحب کے نزدیک بھی جہاد ہے۔ لہٰذا اسے دہشت گردی نہیں قرار دیا جاسکتا۔ سیاچن میں پاکستانی افواج بھارتی افواج کے خلاف عرصہ دراز سے 'اعلانیہ' جنگ لڑرہی ہیں۔ ہم انڈیا کے خلاف حالت جنگ میں ہیں، ایسی حالت میں جہاد کشمیر کو دہشت گردی قرار دینا بدترین جہاد دشمنی ہے۔

اسلام میں جہادی کلچر کی گنجائش نہیں؟

اسلام جس کلچر کو پروان چڑھتے دیکھنا چاہتا ہے، اس میں 'جہاد' کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ مگر ہمارے ہاں کے متجددین اہل مغرب کی طرف سے جہاد کے خلاف پراپیگنڈہ سے اس قدر مرعوب ہیں کہ وہ 'جہادی کلچر' کو اسلامی کلچر ہی تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔ جناب غامدی صاحب نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''جس اسلام کو میں جانتا ہوں، اس میں جہادی کلچر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔''

ان کے اس جواب سے حیران ہوکر صحافی نے پوچھا کہ آپ تو وہی بات کررہے ہیں جو بش اور ٹونی بلیر کررہے ہیں؟ اس پر غامدی صاحب نے کہا کہ ''میں سیدنا محمد ﷺ کی بات کررہا ہوں اور مجھے بہت خوشی ہے کہ آج ان کی بات دوسرے لوگوں نے بھی شروع کردی ہے۔''

ہم سمجھتے ہیں کہ غامدی صاحب نے اپنے دل کی بات کو ''رسول اللہ ﷺ کی بات'' کہہ کر حد درجہ گستاخانہ جسارت کی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ رسول اکرم ﷺ نے تمام حیات طیبہ جہاد میں عملی حصہ لیتے گزاری۔ آپ ﷺ نے ۲۸ غزوات میں بہ نفس نفیس شرکت فرمائی اور ۴۰ سے زیادہ سرایا منظم کیں۔ مدینہ تشریف لانے کے بعد آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا بیشتر حصہ جہاد کی مصروفیت میں گذرا ہے۔ حتیٰ کہ وفات سے کچھ دیر پہلے بھی آپ ﷺ نے اسامہ بن زید کی قیادت میں ایک جہادی مہم روانہ فرمائی۔ مگر پاکستان کے ایک فقیہ العصر کی جسارت ملاحظہ کیجئے کہ وہ جہاد کی مخالفت کو سیرت طیبہ سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ جہاد کے متعلق غامدی صاحب کا نقطہ نظر بش اور ٹونی بلیر کے علاوہ مرزا غلام احمد قادیانی سے بھی کافی حد تک ملتا ہے جس نے اعلان کردیا تھا کہ اب جہاد کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اسے غامدی صاحب کی سادہ لوحی کہا جائے یا ان کی بے جا امریکہ نوازی کہ وہ بش اور ٹونی بلیر جیسے دشمنان اسلام کی منافقانہ اور فریب انگیز باتوں پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ ویسے غامدی صاحب کو اظہار مسرت کرنے سے پہلے بش اور ٹونی بلیر سے کنفرم کرلینا چاہئے تھا کہ وہ غامدی صاحب کی مذکورہ تین شرائط کے تحت بھی جہاد کو جائز سمجھتے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ ان تینوں شرائط کے ساتھ بھی جہاد کے خلاف ہیں، تو کیا تب بھی غامدی صاحب ان کے نقطہ نظر کو سید الانبیاء محمد ﷺ کے نقطہ نظر کے مماثل سمجھیں گے؟

جہاد کے متعلق غامدی صاحب کا آخری ارشاد یہ ہے:

''قرآن میں جس جہاد کا حکم دیا گیا ہے وہ تو اصل میں ہے ہی مذہبی جبر توڑنے کے لئے Persecution کے خلاف جہاد جس میں لوگوں کو مذہب کی آزادی دی جائے۔''

اس سلسلے میں ہماری گزارش یہ ہے کہ سیکولر طبقہ آج کل جن معنوں میں 'مذہبی جبر' کی ترکیب استعمال کرتا ہے، آج سے چودہ سو سال قبل اس لفظ کا وہ مفہوم کسی کے ذہن میں نہیں تھا۔ اور غامدی صاحب جس مذہبی آزادی کی بات کرتے ہیں، وہ اسلام کے 'آزادئ مذہب' کے تصور سے ماورا ہے۔ غامدی صاحب نے

> **علامہ صاحب یکسر فراموش کرگئے کہ امریکی حملوں کی حمایت سے ان کی پتھریلی عقلیات لوگوں کے قلب وجگر کو کس حد تک زخما سکتی ہیں**

جس مذہبی آزادی کا اظہار اپنے انٹرویو میں کیا ہے، اس میں تو 'ارتداد' کو بھی وہ نہ صرف مذہبی آزادی میں شامل سمجھتے ہیں بلکہ عین قرآنی حکم کہتے ہیں۔ غامدی صاحب مذہبی آزادی کو اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ جب انٹرویو لینے والے صحافی نے ان سے کہا کہ اقوام متحدہ کے چارٹر کو نہ چھیڑیں، وہاں تو یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ہر شخص کو مذہب بدلنے کی آزادی ہے'' تو غامدی صاحب نے بلا تامل ارشاد فرمایا: ''یہ آزادی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دی ہے۔'' قرآن مجید سے اتنی بڑی بات انہوں نے منسوب کردی مگر کسی آیت کا حوالہ نہیں دیا۔ شاید ان کے ذہن میں سورۃ بقرہ کی وہ آیت ہے ﴿لا اکراہ فی الدین﴾ یعنی ''دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔'' لیکن علما کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں جس جبر کے نہ ہونے کا ذکر ہے وہ اسلام میں داخل ہونے یا نہ ہونے کی آزادی ہے۔ اسلام میں ایک دفعہ اپنی مرضی سے داخل ہوجانے کے بعد دوبارہ واپسی اختیار کرنے کو 'ارتداد' کا نام دیا گیا ہے اور اسلام میں مرتد کی سزا موت ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی غامدی صاحب جیسا مشیر نہیں تھا، ورنہ وہ انہیں ضرور مشورہ دیتا کہ مرتدین کے خلاف جو آپ نے جنگ کا حکم دیا ہے، وہ درست نہیں ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ جدیدیت کے جنوں کے زیر اثر علامہ غامدی صاحب اسلامی تاریخ کے غیر متنازعہ فیہ مسائل کو بھی متنازعہ فیہ بنانے سے گریز نہیں کرتے۔

غامدی صاحب عجب منتخب اخلاقیات پر عمل پیرا ہیں، اسلام کے وہ احکام جو ان کے ذوق تجدد کے عین مطابق ہیں، ان کے بارے میں فرماتے ہیں'' یہ دین کی ابدی حقیقتیں ہیں، اگر ساری دنیا بھی انہیں فراموش کردے، تب بھی قائم رہیں گی۔'' مگر قرآن وسنت کے وہ احکام جو ان کے میلانِ طبع سے مطابقت نہیں رکھتے، ان کے بارے میں فوراً میزائل نما فتویٰ داغ دیتے ہیں کہ یہ جزیرۂ نمائے عرب تک مخصوص تھے، یا یہ محض 'اتمام حجت' کے لئے یہ حکم لگا جو پوری ہوچکی اور یہ کہ یہ بات اگلے وقتوں کے لوگوں کے لئے خاص تھی۔''

یہود ونصاریٰ سے دوستی نہ کرنے کے متعلق قرآنی آیات صرف آپ ﷺ کے دور کے ساتھ مخصوص تھیں؟

جب ان سے رائے لی گئی کہ قرآن مجید کی آیت ''یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے کبھی دوست نہیں ہوسکتے۔'' کے متعلق روایتی مذہبی لوگ کہتے ہیں کہ جب قرآن میں آگیا ہے تو ہم دوستی کی اجازت دینے والے کون ہیں، تو غامدی صاحب نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ''یہ بات جزیرہ نمائے عرب کے ان یہود ونصاریٰ کے بارے میں کی گئی ہے جن پر رسالت مآب ﷺ نے اتمامِ حجت کیا تھا، یہ بات قومی حیثیت میں یہود ونصاریٰ کے بارے میں نہیں کی گئی۔ اگر اس کو ان کی قومی حیثیت سے متعلق کیا جائے تو پھر اہل کتاب خواتین سے نکاح کی 'اجازت' کے کیا معنی۔ یہ نکاح کیا دوستی اور محبت کے جذبات کے بغیر ہوجائے گا...... یعنی یہ بات اس وقت کے لوگوں کے لئے خاص تھی''۔ اس معاملے کے بارے میں غامدی کا دعویٰ اور دلیل دونوں بودے اور غیر تسلی بخش ہیں۔

قرآن مجید میں یہود ونصاریٰ سے دوستی کی ممانعت کی اصل علت اور وجہ ان کی مسلمانوں کے خلاف مسلسل ریشہ دوانیاں، تعصب اور عناد تھا۔ کیا یہودی اب اس سے باز آگئے ہیں؟ ہرگز نہیں، تو پھر آج کے یہودیوں اور چودہ سو سال پہلے کے یہود و نصاریٰ کے درمیان کیا فرق ہوا؟ شروع سے لے کر اب تک مسلم فقہا نے اس آیت کا یہی مفہوم لیا ہے کہ یہ حکم مستقل ہے، کسی خاص زمانے سے مخصوص نہیں ہے۔ حدیث و آثار میں بھی اس زمانی تحدید کا ذکر نہیں ہے، یہ محض غامدی صاحب کا فساد انگیز 'اجتہاد' ہے کہ وہ قرآن مجید کے ایک صریح حکم کو بے اثر ثابت

کرنے کے لئے تاویل سوء سے کام لے رہے ہیں۔ اور یہ بات بھی اہم ہے کہ قرآن مجید کے صریح حکم کی موجودگی میں کسی اجتہاد کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ مذکورہ آیت میں جو حکم دیا گیا ہے وہ یہودیوں کی قومی حیثیت کے متعلق ہے اور اس کا ہر زمانے سے تعلق ہے۔ جہاں تک اہل کتاب خواتین سے نکاح کا معاملہ ہے۔

حقیقت میں یہ اجازت ان اہل کتاب عورتوں کے لئے سہولت پیدا کرنے کے لئے دی گئی تھی جو جنگ میں مال غنیمت کے طور پر ہاتھ آتی تھیں۔ پھر یہاں اس نکتہ کو بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ مسلمان مردوں کو تو اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی مگر مسلمان عورتوں کو اہل کتاب مردوں سے نکاح کی اجازت نہ پہلے تھی، نہ اب ہے۔

یہ راز تو علامہ جاوید غامدی صاحب اپنی حکمت و دانش کے زور پر کھول سکتے ہیں کہ اگر یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ کرنے کی ہدایت محض اس زمانے تک مخصوص تھی، تو آج تک مسلمان عورتوں پر یہ پابندی کیوں لگی چلی آ رہی ہے؟ کیا ایک ایسی قوم سے مسلمان دوستی کر سکتے ہیں، جس کے مردوں کے ساتھ مسلمان عورتوں کے نکاح کی قطعی ممانعت ہے؟

اس سے ملتا جلتا ایک اور سوال غامدی صاحب سے یہ کیا گیا:

''وہ جو روایت بیان کرتے ہیں کہ ''جزیرۃ العرب سے کافروں اور مشرکوں کو نکال دو'' اس کو حوالہ بنا کر اسامہ بن لادن بھی ایسے مطالبات کرتا ہے''؟

غامدی صاحب نے ایک دفعہ پھر اسی انداز میں جواب دیا۔ فرماتے ہیں

''وہ ایک مختلف نوعیت تھی۔ جب اللہ کے پیغمبر ﷺ کے ذریعے سے لوگوں پر حجت تمام ہو جاتی ہے تو انہیں سزا دی جاتی ہے۔ یہ مقام صرف رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص ہوتا ہے۔ انہی کا یہ منصب ہوتا ہے۔ میرا آپ کا کسی کا کوئی ایسا حق نہیں۔ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اب ایسی کوئی سزا قیامت تک کسی کو نہیں دی جا سکتی۔ وہ معاملہ وہیں ختم ہو چکا ہے۔''

غامدی صاحب نے ایک صحیح حدیث کے ردّ میں جو جذباتی دلائل دیئے ہیں، وہ اس قابل ہیں کہ انہیں اٹھا کر دیوار پر مار دیا جائے۔ کافروں اور مشرکوں کو جزیرۃ العرب سے نکالنے کا معاملہ اگر محض رسول اکرم ﷺ کی ذات تک ہی محدود ہوتا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو خیبر سے نکل جانے کا حکم کیوں دیا تھا؟ اور بعد میں دیگر علاقوں سے بھی ان کو بے دخل کر دیا گیا تھا۔ کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دین کا اتنا بھی فہم نہیں رکھتے تھے جتنا کہ ہمارے ممدوح فقیہ العصر کو دعویٰ ہے۔ اسلام تو ایک طرف، آج کل کی جدید ریاستیں معمولی سے عذر کی بنا پر لوگوں کو ریاستی حدود سے بے دخل کر دیتی ہیں اور ان پر اعتراض نہیں کیا جاتا۔ فرانس جو ایک لبرل اور 'روشن خیال' ملک ہے، اس میں پاکستان کی تبلیغی جماعت کے ارکان کے داخلہ پر پابندی ہے۔ یہ کل ہی کی بات ہے کہ یورپ کی جمہوری ریاستیں کٹر کمیونسٹوں کو اپنے ملک سے نکال دیتی تھیں۔ آج بھی امریکہ اور یورپ کے ایئرپورٹ پر کسی مسافر کے بارے میں اگر معمولی سا شک ہو جائے تو اسے واپس کر دیا جاتا ہے۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے واقعات کے بعد تو یورپ سے باریش افراد کو دہشت گردی کے شک کی بنا پر ملک بدر کیا جا رہا ہے۔ جب جدید جمہوری ریاستوں نے ایسے قوانین وضع کر رکھے ہیں تو غامدی صاحب یہ لایعنی دعویٰ کیونکر کر سکتے ہیں کہ جزیرۃ العرب سے کافروں کو نکالنے کی سزا اب قیامت تک نہیں دی جا سکتی۔

غامدی صاحب کو ماڈرن نظر آنے کا اگر شوق ہے تو اس کے بہت سے معقول طریقے بھی ہو سکتے ہیں، اس طرح کے نامعقول دلائل سے وہ اپنے ہاتھ سے اپنی حکمت و دانش کا نوحہ لکھنے کے علاوہ کوئی اور مقصد حاصل نہیں کر پائیں گے۔ نرالا پن اپنانا بری بات نہیں، مگر اسے مضحکہ خیز نہیں ہونا چاہئے، ان کے عقلی دلائل کا پائے چوبیں نہایت بے تمکین ہے۔ انہیں چاہئے کہ ایسے لولے لنگڑے دلائل گھڑنے کی بجائے اپنی 'علامیت' کا بھرم قائم رکھیں۔

آخر میں ہم نہایت زور دے کر غامدی صاحب کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں، افغانستان پر امریکی حملہ ایک بدترین ریاستی دہشت گردی ہے۔ امریکہ نے جس وحشت و درندگی اور بہیمیت کا مظاہرہ کیا ہے، اس کے لئے دہشت گردی بھی بہت نرم الفاظ ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ اس وحشیانہ عمل کے لئے کوئی مناسب لفظ موجود نہیں ہے، اسے امریکہ گردی کہا جا سکتا ہے۔ غامدی صاحب نے دہشت گردی کی جو تعریف وضع کی ہے، اس کی رو سے بھی افغانستان پر امریکی حملہ دہشت گردی ہی قرار پاتا ہے۔ کیونکہ افغان عوام غیر مقاتلین ہیں، انہوں نے امریکہ کے خلاف اعلانِ جنگ نہیں کیا۔ انہیں متنبہ کئے بغیر وحشیانہ بمباری کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اگر متنبہ کر بھی دیا جاتا تب بھی اس وسیع پیمانے پر فضائی بمباری سے ان کا بچاؤ کرنا مشکل تھا۔ جب ہر طرف سے سینکڑوں بمبار طیارے حملہ آور ہو جائیں تو بے گناہ عوام کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں رہتی۔ امریکہ فوجی تنصیبات کے ساتھ شہری آبادیوں اور نقل مکانی کرنے والے قافلوں کو بھی بموں کا نشانہ بنا رہا ہے۔ امریکہ کی عسکری قوت اور طالبان کی عسکری صلاحیت میں ایک اور ایک لاکھ کی نسبت ہے۔ ایک کمزور ترین ملک پر عسکری اعتبار سے طاقتور ترین ملک کی طرف سے کئی ہفتوں سے سینکڑوں طیاروں کے ذریعے وحشیانہ بمباری کسی صورت میں عام جنگ نہیں بلکہ بدترین ریاست گردی ہے۔ یہ اس اعتبار سے بھی دہشت گردی ہے کہ حملہ آور استعماری افواج سینکڑوں میل دور موجود ہیں، ان کے فوجیوں کو جوابی نقصان کا بھی خدشہ نہیں ہے۔ وہ آتے ہیں اور دہشت گردوں کی طرح وار کر کے واپس بحفاظت پہنچ جاتے ہیں۔ دہشت گردی اعلانیہ ہو یا غیر اعلانیہ، بہرحال دہشت گردی ہی ہوتی ہے۔ دہشت گردی درحقیقت وہ عمل ہے جو بے گناہ لوگوں میں دہشت زدگی، خوف و ہراس، عدم تحفظ اور بے چینی پیدا کر دے، لوگ غیر یقینی صورتحال کا شکار ہو جائیں، انہیں کسی بھی لمحے اپنی جان کے ضیاع کا دھڑکا لگا رہے۔ اس وقت افغان عوام کی بالکل یہی صورتحال ہے۔ وہ امریکی افواج کو دیکھ نہیں سکتے مگر انہیں ہر وقت یہی خوف دامن گیر رہتا ہے کہ کسی بھی وقت کوئی امریکی میزائل ان پر گر سکتا ہے یا کوئی طیارہ ان پر بم گرا سکتا ہے۔ پہلے امریکی بمبار طیاروں نے کابل اور دیگر شہروں پر گیارہ گھنٹے مسلسل بارود کی بارش کی۔ غامدی صاحب اس قدر وحشیانہ بمباری کو دہشت گردی تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں، مگر وہ بھارتی افواج پر مجاہدین کے حملوں کو دہشت گردی شمار کرتے ہیں۔ افغانستان پر امریکی حملے کو جائز قرار دے کر غامدی صاحب جیسے دانشور دنیا میں ظلم و عدوان کے مرتکب ظالموں کے ہاتھ بالواسطہ مضبوط کر رہے ہیں، حالانکہ انہیں ظلم کے خلاف آواز بلند کرنی چاہئے۔

بقیہ: صدقہ فطر

اس پر ان کی ضروریات پوری کرنا فرض ہے۔ اسی طرح مہمان کی ضیافت فرض ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں زکاۃ ادا کر چکا ہوں۔ اس لئے مجھ پر والدین کی خدمت یا مہمان کی مہمان نوازی لازم نہیں ہے۔ والدین کے علاوہ رشتہ داروں، مسکینوں، یتیموں کے حقوق کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔

اگر اس کا ہمسایہ بھوکا ہے اور اس کے پاس مال موجود ہے تو اس کے لئے سیر ہو کر کھانا جائز نہیں خواہ وہ زکاۃ ادا کر ہی چکا ہو۔

کفار سے لڑائی کے وقت اگر مجاہدین کو ضرورت ہو تو اسے پورا کرنا ہر اس مسلمان پر لازم ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔

مال مویشیوں والے لوگوں پر زکاۃ کے علاوہ حاجتمندوں کو کچھ نہ کچھ دودھ وغیرہ دے دینا بھی ان کے مال میں اللہ کا حق ہے۔

باغات اور فصلوں میں سے آنے جانے والوں اور مساکین کو کچھ نہ کچھ دے دینا اللہ کا حق ہے۔ سورہ قلم میں اللہ تعالیٰ نے ایک باغ والوں کا قصہ ذکر فرمایا ہے جو مساکین کو کچھ دینے سے بخل کرتے ہوئے علی الصبح پھل توڑنے کے ارادے سے چلا۔ دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے آسمانی آفت کے ذریعے پہلے ہی سارا باغ نیست و نابود کر دیا تھا۔ اس لئے صحابہ کرام اپنی کھجوروں کے پھلوں میں سے ایک آدھ خوشہ مسجد میں لا کر لٹکا دیتے تھے تاکہ فقراء مہاجرین تازہ پھل کھا لیں۔

اس لئے ہمیں زکاۃ و عشر ادا کرنے کے بعد بھی اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے رہنا چاہئے۔ کیونکہ ہمارا حقیقی مال وہی ہے جو ہم نے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔

کافر ملکوں میں رہنے کا حکم

فتوی: الشیخ محمد بن صالح بن العثیمین رحمة الله علیه
ترجمہ: محمد افضل

کافر خطوں خاص طور پر یورپ اور امریکہ میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد رہائش پذیر ہے۔ ۱۱ ستمبر کے امریکی واقعات کے بعد وہاں کے مسلمانوں کا جینا دوبھر ہو گیا ہے۔ مساجد پر حملے' دکانوں کی توڑ پھوڑ' مسلمان مسافروں کی ذلت آمیز تلاشیاں' ہتک آمیز سلوک' داڑھی والے مردوں اور پردے والی عورتوں کی زندگی خاص طور پر اجیرن ہو گئی ہے۔ جائیدادیں لوٹنے کے واقعات بھی ہو رہے ہیں۔ امریکہ نے حال ہی میں قانون پاس کیا ہے کہ کسی بھی مسلمان کو کسی بھی وارنٹ اور وجہ بتائے بغیر نہ صرف گرفتار کیا جاسکتا ہے بلکہ اسے غیر معینہ مدت تک قید بھی رکھا جاسکتا ہے۔ مسلمانوں کو بینکوں سے بڑی رقومات نکلوانے پر بھی پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ ایسے حالات میں بہت سے لوگوں نے اس کا حل دریافت کیا ہے' اس کا حل تو بعد کی بات ہے۔ پہلے اس بات کا جائزہ لیا جانا چاہئے کہ کیا مسلمانوں کو کافروں کے ملکوں میں عارضی یا مستقل رہائش اختیار کرنا بھی چاہئے یا نہیں۔ اس سلسلے میں ہم عالم اسلام کے عظیم جید عالم دین الشیخ محمد بن صالح العثیمین کا فتوی شائع کر رہے ہیں تاکہ بنیادی غلطی کو پکڑا جاسکے۔ اس کے بعد ہی موجودہ حالات کے حل کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ (ادارہ)

کافر ملکوں میں رہنا مسلمان کے دین' اخلاق و عادات اور کردار کے لئے ایک بہت بڑے خطرے والی چیز ہے۔ اس چیز کا مشاہدہ ہم خود بھی کر چکے ہیں اور دوسروں نے بھی کیا ہے۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو وہاں کچھ عرصہ رہ کر واپس آئے ہیں تو ان کے دین وایمان کی حالت وہ نہیں تھی جس کے ساتھ وہ گئے تھے۔ بعض لوگ تو فاسق بن کر لوٹتے ہیں اور بعض سب ادیان سے متنفر ہو کر لوٹتے ہیں بلکہ دیندار لوگوں سے نفرت واستہزاء کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ ان خطرات ونتائج کے پیش نظر ضروری ہے کہ کافر ملکوں میں رہنے کے بارے احتیاط اور شروط وغیرہ ذکر کی جائیں۔

کافر ملکوں میں رہنے کی دو بنیادی شرطیں ہیں:

پہلی شرط یہ ہے کہ رہنے والا اپنے دین کے بارے میں امن میں ہو یعنی اس کے پاس اتنا علم' ایمان اور پختگی ہو کہ وہ اپنے دین پر ثابت قدم رہ سکے اور پھسلنے سے بچ سکے' اس کے علاوہ اس کے دل میں کافروں سے بغض وعداوت موجود ہو اور ان کی محبت ودوستی سے دور رہے کیونکہ ان کی محبت ودوستی ایمان کے خلاف ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ﴾ (المجادلہ۔ ۲۲)

جو لوگ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ ایسا نہ پائیں گے کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن ہیں اگرچہ وہ ان کے آباء اجداد' بیٹے یا کنبے والے ہی ہوں۔

ایک دوسری جگہ پر فرمایا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿51﴾ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسَرُّوا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ ﴿52﴾﴾ (المائدہ)

مسلمانو! یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو ان کو دوست بنائے وہ انہی میں سے ہے' بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے انہیں آپ دیکھیں گے کہ وہ ان میں دوڑے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم کو ڈر ہے کہ ہم پر کوئی مصیبت نہ آجائے۔ عنقریب اللہ فتح یا کوئی کام اپنی طرف سے لائے گا تو یہ اپنے دل کی چھپائی باتوں پر پشیمان ہوں گے۔

فرمان نبوی ہے "من أحب قوما فهو منهم وأن المرء مع من أحب" کہ جس کسی قوم سے محبت کی وہ انہی میں سے ہے اور آدمی اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے محبت کرے۔ (متفق علیہ)

اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی محبت مسلمان کے لئے بہت خطرناک ہے کیونکہ ان کی محبت ان کی موافقت اور پیروی کا تقاضا کرتی ہے اور نہیں تو کم از کم آدمی ان پر انکار کرنے سے تو ضرور ہی رک جاتا ہے اسی لئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو کسی قوم سے محبت کرے وہ انہی میں سے ہے۔"

دوسری شرط یہ ہے کہ آدمی اپنے دین کا اظہار کر سکتا ہو یعنی شعائر اسلام بغیر کسی رکاوٹ کے ادا کر سکتا ہو' نماز' جمعہ' جماعت وغیرہ کی کوئی ممانعت نہ ہو۔ اسی طرح زکاۃ' روزہ اور حج جیسے اسلامی شعائر کی ادائیگی پر پابندی نہ ہو اگر ان چیزوں پر پابندی ہو تو پھر وہاں ٹھہرنا جائز نہیں بلکہ ہجرت کرنا ضروری ہے۔

ان دو بنیادی شرطوں کے بعد عرض ہے کہ دارالکفر میں رہنے کی کئی صورتیں اور قسمیں ہیں۔

پہلی قسم:

یہ ہے کہ اسلام کی دعوت و تبلیغ کی غرض سے رہا جائے۔ یہ صورت جہاد کی ایک قسم ہے اور فرض کفایہ کا درجہ رکھتی ہے شرط یہ ہے کہ دعوت و تبلیغ سے روکا نہ جارہا ہو اور نہ اس دعوت کو قبول کرنے والوں پر پابندی ہو۔ دعوت و تبلیغ کی غرض سے رہنے کی دلیل یہ ہے کہ اسلام کی دعوت دینا دین کے واجبات سے ہے اور یہ انبیاء و مرسلین کا طریقہ ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے ہر جگہ اور ہر زمانے میں تبلیغ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا "بلغوا عنی ولو آیة" میری طرف سے (دعوت) پہنچادو خواہ یک آیت ہی ہو۔ (بخاری)

دوسری قسم:

اس غرض سے بلاد کفر میں رہے کہ کافروں کے حالات کا جائزہ لیا جائے تاکہ ان کے عقیدہ کی خرابی' طریقہ عبادت کا بطلان' اخلاقی بے راہ روی اور معاشرتی بدنظمی کا پتہ لگا کر لوگوں کو باخبر کرے۔ تاکہ کہیں وہ ان سے دھوکہ نہ کھائیں اور ان کے گیت گانے والوں کی بھی آنکھیں کھل سکیں۔ اس غرض سے ٹھہرنا بھی جہاد کی ایک قسم ہے کیونکہ اس سے کفر او راہل کفر سے ڈرانا مقصود ہے اور اس کے اندر اسلام کی طرف

ترغیب بھی شامل ہے اور اسلام کی رشد وہدایت کا بیان بھی شامل ہے کیونکہ کفر کا فاسد ہونا اسلام کے فلاح وخیر کی دلیل ہے۔ چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔

یہاں اس بات کا خیال رہے کہ یہ غرض کسی بڑے شر میں مبتلا ہوئے بغیر پوری ہونا چاہئے۔ اگر کفار کے حالات وواقعات بیان کرنے سے روکا جائے تو پھر وہاں ٹھہرنے کا کوئی فائدہ نہیں اور اگر غرض پوری ہورہی ہے لیکن ساتھ ہی کوئی بڑ اشر اور خرابی بھی لازم آرہی ہے تو پھر بھی وہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ مثلاً اسلام یا پیغمبر اسلام یا اسلام کے آئمہ کو گالی دی جارہی ہو تو وہاں ٹھہرنا منع ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔ ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٠٨﴾﴾ (الأنعام)

"اور ان کو گالی مت دو جن کو وہ اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں۔ وہ زیادتی میں آکر نادانی میں اللہ کو گالی دیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر فرقے کے کاموں کو ان کے لئے مزین کردیا ہے۔ پھر ان سب کو اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانا ہے وہ ان کو بتائے گا جو وہ کرتے تھے۔"

اگر کوئی جاسوسی کے لئے وہاں ٹھہرے تاکہ ان کے منصوبوں سے آگاہ ہو اور مسلمانوں کو ان سے ڈرائے تو اس کا حکم بھی گذشتہ صورت میں ملتا جلتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حذیفہ بن یمان کو غزوہ خندق میں مشرکین کی طرف بھیجا تھا تاکہ ان کی خبر معلوم کریں۔

تیسری قسم :

یہ ہے کہ مسلمان ملک کی ضرورت کے لئے ٹھہرے اور اس کے تعلقات کو کافر ملک کے ساتھ منظم کرے جیسے سفارت خانے کا عملہ وغیرہ ان کے ٹھہرنے کا حکم ٹھہرنے کی غرض کے ساتھ منسلک ہے۔

چوتھی قسم:

یہ ہے کہ اپنی کسی خاص ضرورت مثلاً تجارت 'علاج وغیرہ کے لئے ٹھہرے ایسی صورت میں بقدر ضرورت وہاں ٹھہرنا جائز ہوگا۔

مسلمان طالبعلم کا تعلیم کے لئے کافروں کے ملک میں ٹھہرنا خطرناک ہے کیونکہ طالبعلم اپنے مقام کو پست اور اپنے استاد کو بلند سمجھتا ہے جس سے کافر استاد کی تعظیم 'ان کی آراء وافکار اور اپنے کافر کلاس فیلوز سے محبت کرنے لگتا ہے

پانچویں قسم:

یہ ہے کہ تعلیم کے لئے ٹھہرے۔ یہ اقامت بڑی خطرناک اور دین واخلاق کے لئے نقصان دہ ہے کیونکہ طالب علم اپنے مقام کو پست اور اپنے اساتذہ کے مقام کو بلند سمجھتا ہے جس سے کافر اساتذہ کی تعظیم لازم آئے گی اور ان کی آراء وافکار اور کردار سے متاثر ہو کر ان کی پیروی کرے گا۔ الا ماشاءاللہ

دوسری بات یہ ہے کہ طالب علم اپنے آپ کو استاد کا محتاج سمجھتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس سے محبت اور اس کے برے اخلاق وعادات پر مداہنت کرے گا اسی طرح طالب علم کے کلاس فیلوز بھی ہوتے ہیں جن میں بعض کو وہ دوست بنائے گا اور ان سے محبت کرے گا اور ان سے بہت سی چیزیں سیکھے گا۔

اس قسم کے خطرہ کے پیش نظر اس میں احتیاط لازم ہے اور اس میں پہلی دو شرطوں کے ساتھ مزید شرطوں کا خیال رکھا جائے۔

طلباء کے لئے پہلی شرط:

یہ ہے کہ طالب علم عقلی طور پر پختہ ہو' تاکہ اپنے نفع ونقصان کی تمیز کرسکے اور اپنے مستقبل بعید پر نظر رکھ سکے۔ کچے ذہن کے کم عمر لڑکوں کو تعلیم کے لئے باہر بھیجنا دینی اور اخلاقی لحاظ سے بڑا خطرناک ہے۔ جس کا اثر پوری امت پر پڑے گا کیونکہ وہ تعلیم مکمل کرکے واپس آئیں گے تو ان کفار کے پھونکے ہوئے زہر لے کر واپس آئیں گے جیسا کہ تجربہ اس بات کی گواہی دے رہا ہے۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو اپنے دین اور اخلاق کو تباہ کرکے واپس پلٹتے ہیں۔

دوسری شرط:

یہ ہے کہ طالب علم کے پاس شریعت کا اتنا علم ہو جس سے وہ حق وباطل کے درمیان پہچان کرسکے اور باطل کا حق کے ساتھ مقابلہ کرسکے اور ان کے باطل سے دھوکہ کھا کر اس کو حق نہ سمجھ بیٹھے اور نہ ہی حق کے بارے میں اس کے دل میں شکوک وشبہات پیدا ہوسکیں۔ ایک مسنون دعا بھی ہے کہ اَللّٰهُمَّ أَرِنِي الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنِي اِتِّبَاعَهُ وَأَرِنِي الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنِي اجْتِنَابَهُ وَلَاتَلْبِسْ عَلَيَّ حَتّٰى أَضِلَّ "اے اللہ مجھے حق کو حق دکھا اور اس کی پیروی کی توفیق دے اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق دے اور وہ مجھ پر ملتبس نہ کر کہ میں گمراہ ہو جاؤں۔"

تیسری شرط:

یہ ہے کہ طالب علم کے پاس دین ہو جو اس کی حفاظت کرے اور اسے کفر وفسوق سے بچائے۔ کمزور دین والا وہاں ٹھہرنے پر سلامت نہیں رہ سکتا کیونکہ کفر وفسوق کا حملہ مضبوط اور اس کا دفاع کمزور ہوگا۔ وہاں کفر وفسق کے اسباب زیادہ اور قوی ہیں اور جب ان کے سامنے کمزور دین والا آئے گا تو مقابلہ نہیں کرسکے گا اور وہ اپنا اثر کر دکھائیں گے۔

چوتھی شرط:

یہ ہے کہ اس علم کی واقعتا ضرورت ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے وہ ٹھہرا ہے مثلاً اس علم کے حصول میں مسلمانوں کی بھلائی ہے اور اس کے حصول کا بندوبست اس کے اپنے ملک میں نہیں ہے۔ اگر ایسا علم ہو جس میں مسلمانوں کی خیر وبھلائی نہ ہو یا ایسا علم جس کا بندوبست اس کے اپنے ملک میں موجود ہے تو اس کے حصول کے لئے کافر ملکوں میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس ٹھہرنے کے انسان کے دین 'پر برے اثرات پڑتے ہیں اور کثیر مال بھی ضائع ہوگا۔

چھٹی قسم:

یہ ہے کہ مستقل رہنے کے لئے ٹھہرے اور یہ قسم سب سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ اس میں اہل کفر کے ساتھ مکمل میل جول لازم آئے گا اور یہ شعور پیدا ہوگا کہ وہ ان کا ہم وطن ہے اور اس پر وطنیت کے تقاضے مثلاً 'محبت 'دوستی وغیرہ پورے کرنا ضروری ہیں اور وہ اپنے اہل کی تربیت اہل کفر کے درمیان کرے گا جس سے وہ ان کے اخلاق اور عادات اپنائیں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ عقیدہ وعبادت میں ان کی تقلید کریں اس لئے حدیث میں آیا ہے "جس نے مشرک کے ساتھ رہائش اختیار کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(الشیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے دیکھئے صحیح الجامع حدیث نمبر ٦١٨٦) کسی کے ساتھ سکونت اس کے ساتھ مشاکلت کی طرف بلاتی ہے۔

قیس بن ابی حازم سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان رہتا ہے۔" اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اکثر راویوں نے اسے مرسل روایت کہا ہے۔ (الشیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے دیکھئے صحیح الجامع حدیث نمبر ١٤٦١) باقی صفحہ 56 پر

درس قرآن

قسط نمبر 39

سورۃ الانعام کی تشریح وتفسیر

ابوعمر عبدالغفار المدنی حفظہ اللہ

اللہ تعالیٰ کافروں پر بے خبری کی حالت میں عذاب نہیں بھیجتا

يَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا قَالُوا
شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنفُسِنَا ۖ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿130﴾ ذَٰلِكَ أَن لَّمْ
يَكُن رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا غَافِلُونَ ﴿131﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا
يَعْمَلُونَ ﴿132﴾ (الانعام)

اے جنات اور انسانوں کی جماعت، کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے احکام بیان کرتے اور تم کو اس آج کے دن کی خبر دیتے؟ وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے اوپر اقرار کرتے ہیں۔ اور ان کو دنیاوی زندگی نے بھول میں ڈالے رکھا اور یہ لوگ اقرار کرنے والے ہوں گے کہ وہ کافر تھے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کا رب کسی بستی والوں کو کفر کے سبب ایسی حالت میں ہلاک نہیں کرتا کہ اس بستی کے رہنے والے بے خبر ہوں اور ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کے سبب درجے ملیں گے اور آپ کا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔

مفردات:

1-الم یَأْتِکُمْ = اَتٰی یَأْتِی مادہ۔ء۔ت۔ی باب ضرب یضرب= یَأْتِ اصل میں یاتی تھا۔لَم کی وجہ سے آخر سے حرف علت (ی) گر گیا کیونکہ لم حرف جازم ہے اور حالت جزم میں فعل مضارع کے آخر سے حرف علت گر جاتا ہے معنی۔ کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس۔

یَقُصُّوْنَ = قَصَّ یَقُصُّ۔مادہ۔ق ص ص معنی۔ وہ بیان کرتے تھے= باب نَصَرَ یَنْصُرُ = مضاعف

(۳) وَیُنْذِرُوْنَکُمْ = اَنْذَرَ یُنْذِرُ۔ مادہ۔ن ذ ر۔ باب افعال۔ انذار سے مراد ایسی خبر دینا جو خوف اور ڈر پر مشتمل ہو۔ یُنْذِرُوْنَکُمْ معنی۔ وہ ڈراتے تھے تم کو۔

تفسیر:۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ قیامت کے احوال ومراحل میں سے ایک مرحلہ کا ذکر فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالی اس دن جنوں و انسانوں کی جماعت وگروہ کو ڈانٹتے ہوئے خطاب فرمائیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہاری جنس سے رسول نہیں آئے تھے جو خلق ومکلّف ہونے میں تمہاری طرح تھے۔ تم ان کی بات سمجھ سکتے تھے اور وہ تمہاری بات معلوم کر سکتے تھے۔ وہ تمہیں میری واضح آیات سناتے تھے اور ان میں بیان کردہ احکام سمجھاتے تھے اور ان آیات میں موجود دلائل وبراہین سے خبردار کرتے تھے تاکہ تم صرف مجھ پر ایمان لاؤ اور صرف میری ہی عبادت کرو اور وہ ان آیات کی روشنی میں تمہارے سامنے امر ونہی اور خیر وشر اور وعد ووعید کی تفاصیل رکھتے اور کیا ان رسولوں نے تمہیں اس قیامت کے دن اور اس کے دن کے عذاب سے نہیں ڈرایا کہ تم نے ایک دن اللہ کے پاس حاضر ہونا ہے اور اس دن ہر ایک نے اپنے اعمال کے مطابق اچھا یا برا بدلہ پانا ہے۔ اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نبی ورسول جنوں اور انسانوں دونوں میں سے ہوئے ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے دونوں گروہوں کو ارشاد فرمایا کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جنات رسالت ونبوت کے معاملہ میں انسانوں ہی کے تابع ہیں۔ ان میں سے علیحدہ کوئی نبی و رسول نہیں ہوا البتہ رسولوں کا پیغام پہنچانے والے اور منذرین (ڈرانے والے) جنات میں سے ہوتے رہے ہیں۔ جو اپنی قوم (جنوں) کو اللہ کی طرف دعوت دیتے رہے ہیں اور دیتے رہیں گے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ۔ پھر جب ختم ہو گیا (یعنی رسول کی طرف سے قرآن پڑھنا) تو اپنی قوم کو خبردار کرنے کیلئے واپس لوٹ گئے۔ (۲۹۔احقاف) یہ رسول اللہ ﷺ کے ابتدائے رسالت کا واقعہ ہے کہ جب جنات کو آسمانوں سے شعلے پڑنے لگے تو انہوں نے معلوم کرنا چاہا کہ آخر وہ کونسا سبب ہے جس کی وجہ سے ہم آسمانوں کی خبروں سے محروم ہو گئے ہیں تو ان کے مختلف گروہ دنیا کے مختلف اطراف میں پھیل گئے۔ حتیٰ کہ ان میں سے ایک گروہ مکہ کے قریب وادی بطن نخلہ سے گزرا تو آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے تو جنوں نے آپ ﷺ کا قرآن سنا اور آپ ﷺ پر ایمان لائے پھر جا کر اپنی قوم کو ڈرایا جیسا کہ اس کی تفصیل سورۃ جن اور سورہ احقاف میں ہے۔ تو رسول صرف انسانوں میں سے ہوئے ہیں۔ جنوں میں سے نہیں۔ آیت میں انسانوں کو جنوں پر ترجیح دے دی گئی ہے جیسا کہ مذکر کو مونث پر ترجیح دی جاتی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کافروں کا جواب نقل کیا ہے کہ وہ اللہ کے سوال کے جواب میں کہیں گے کہ ہم اقرار کرتے ہیں اور اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں کہ ہم ہی غلط اور خطاکار تھے ہم نے ہی فسق وفجور کی راہ اپنائے رکھی ورنہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے رسول بھیج کر ہم پر اپنی حجت ودلیل پوری کر دی چونکہ دنیا کی محبت ان پر غالب آگئی اور وہ اس کی زیب وزینت اور نعمتوں اور رنگینیوں میں کھو گئے' اس دنیا نے ان کو آخرت کی یاد اور اس کی استعداد و تیاری سے غافل و بے پرواہ کر دیا جس کی وجہ سے ان کی آخرت تباہ و برباد ہو گئی جس کا وہ آخرت میں بار بار اقرار واعتراف کریں گے اور اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ دنیا میں واقعی کافر تھے اور کفر کی زندگی اختیار کئے رکھی اور اس آخرت کی زندگی کا انکار وتکذیب کرتے رہے۔ میدان محشر میں کافر و مشرک مختلف مراحل و مواقف میں مختلف مؤقف اختیار کریں گے۔ کبھی اپنے کفر وشرک کا اقرار واعتراف جیسے یہاں مذکور ہے اور جب دیکھیں گے کہ اللہ غیر مشرکوں کو معافی دے رہے ہیں تو کہیں گے کہ ہم تو مشرک نہیں تھے۔ (۲۳۔الانعام)

اللہ تعالیٰ ان کے متعلق عدل وانصاف پر مبنی اپنا حکم ارشاد فرمائیں گے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو فرقے تم سے پہلے گزر چکے ہیں' جنات میں سے بھی اور آدمیوں میں سے بھی' ان کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ۔ (الاعراف ۳۸) کیونکہ تمہارے عقائد واعمال بھی انہی کی طرح ہیں لہذا تمہارا حشر وانجام بھی ان پہلے جیسے لوگوں کی طرح ہے۔

جنات =

(۱) جن بھی انسان کی طرح ارادہ واختیار رکھنے والی مکلف مخلوق ہے۔ ان سے بھی حساب وکتاب ہوگا اور وہ بھی جنت یا جہنم میں جائیں گے۔ (الاعراف ۳۵۔۳۶)

(۲) جنوں کی تخلیق انسانوں سے پہلے ہوئی۔ ابلیس جنوں کی نسل سے ہے۔ (۵۰۔الکھف)

(۳) شیطان انسانوں وجنوں دونوں میں سے ہوتے ہیں۔ (الانعام۔ ۱۱۲)

(۴) جنوں میں بھی انسانوں کی طرح بعض نیک ہوتے ہیں اور بعض برے۔ (الجن ۱۱)

(۵) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جنوں پر فضیلت بخشی اس لئے تخلیق آدم کے بعد سے سلسلہ نبوت اولاد آدم میں ہی ہے۔ (بنی اسرائیل ۷۰)

(۶) جن انسان کو دیکھ سکتے ہیں مگر انسان انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ (الاعراف ۲۷)

(۷) جن آسمانوں کی خبریں لے آیا کرتے تھے مگر اب اس پر قدرت نہیں رکھتے۔ (الجن ۹)

(۸) جنوں کو انسانوں پر کسی قسم کا اقتدار وغلبہ نہیں دیا گیا۔ بس وہ وسوسہ ڈال کر گمراہ کر سکتے ہیں۔ (الناس)

اس کے بعد اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء ورسل علیہ السلام بھیجنے کی غرض وغایت اور علت بیان فرما رہے ہیں کہ ان کو اس لئے بھیجا گیا کہ آپ کا رب کسی بستی والوں کو کفر کے سبب ایسی حالت میں ہلاک نہیں کرتا کہ اس بستی کے رہنے والے بے خبر ہوں اور ان کو ڈرانے والا اور تنبیہ کرنے والا کوئی نہ آیا ہو کیونکہ یہ اس کی تدبیر وحکمت کے خلاف ہے اور رب ظالم نہیں کہ بغیر تنبیہ اور وعظ وارشاد کے بستی والوں کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔ (آل عمران ۱۸۲)

اور فرمایا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا اور تیرا رب کسی پر ظلم وستم نہیں کرتا۔ (الکھف۔۴۹)

اللہ تعالیٰ ممالک اور بستیوں والوں اور شہروں والوں کو اپنی طرف سے تمام براہین ودلائل پورے ہونے کے بعد اس وقت ہلاک وتباہ کرتے ہیں جب وہ اپنی نافرمانی اور مسلسل ہٹ دھرمی کی وجہ سے اللہ کے عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ یہی بات (آیت۔ ۲۴ سورۃ الفاطر۔ ۱۲۶ النحل۔ ۱۵ بنی اسرائیل ۸۔ ۹ ملک وغیرھا میں بیان کی گئی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جن وانس میں سے تمام عمل کرنے والوں کے درجات ومراتب ان کے اعمال کے مطابق ہوں گے۔ اگر نیک ہوں گے تو جنت کے درجات میں ہوں گے۔ پھر ان کے درجات میں اعمال کی کیفیت ومقدار کے مطابق تفاوت ہوگا۔ بعض افضل اور بعض مفضول ہوں گے لیکن سب اللہ کی نعمتوں میں خوش ہوں گے۔ اس طرح اہل شقاوت وخسران جہنم اور رب کے عذابات میں ہوں گے لیکن ان میں اپنے گناہوں کی وجہ سے تفاوت واختلاف ہوگا بعض جہنم کے نچلے طبقات میں ہوں گے اور بعض اس سے نیچے اور بعض اس سے نیچے۔ تھوڑی برائی والا اور زیادہ برائی والا برابر نہیں ہوگا۔ تابع ومتبوع اور رئیس ورعایا برابر نہیں ہوں گے۔ مگر ہوں گے سب عذاب میں۔

آیت کے آخر میں فرمایا کہ تیرا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں۔ وہ ان کو ان کے اعمال کے مطابق سزاو جزا دے گا۔

فوائد =

(۱) جن وانس میں اعمال کے سبب تعلق ومحبت ہے۔ پس نیک آپس میں نیکی کی وجہ سے اور برے آپس میں برائی کی وجہ سے محبت کرتے ہیں۔

(۲) دنیا کی زندگی سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔

(۳) رسل وانبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد اللہ کا اپنے بندوں پر اپنی حجت قائم کرنا ہے۔

(۴) آخرت کی جزاء وسزا اعمال کی نوعیت وکیفیت اور مقدار کے مطابق ہوگی۔

میرے دل میں ہے فقط ایک ہی آرزو

میرے دل میں ہے فقط ایک ہی آرزو
کٹ جاؤں رب کے رستے میں ہو جاؤں سرخرو
خوں کا قطرہ گرنے سے پہلے میں دیکھوں
فرشتوں کی قطاریں میں اپنے رو برو
جن کی دی ہے بشارت رب نے قرآن میں
نظر آئیں مجھ کو حوریں وہی ہو بہو
لے جائیں جب مجھے رب کے دربار میں
پہنچوں لڑکھڑائے ہوئے کر کے لہو سے وضو
پہنچ کر مالک الملک کے دربار میں
لرزوں تھراؤں اور سجدے میں گر پڑوں

(ابوعثمان عبدالشکور اوکاڑہ)

قرآن وسنت کی روشنی میں
آپ کے دینی مسائل

ابوالحسن مبشر احمد ربانی

قیامت کے دن کس نام سے پکارا جائے گا

س: قیامت کے دن میدان محشر میں کس کے نام سے انسان کو پکارا جائے گا۔ ماں کے نام سے یا باپ کے نام سے' قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔ (ام اسامہ لاہور کینٹ)

ج: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اَلْغَادِرُ یُرْفَعُ لَهُ لِوَاءٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یُقَالُ هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ" عہد توڑنے والے کے لئے قیامت والے دن ایک جھنڈا اٹھایا جائے گا اور کہا جائے گا یہ فلاں بن فلاں کی دغا بازی ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الادب ۶۱۷۷' ۶۱۷۸۔ مسلم' ابوداؤد وغیرھا)

امام بخاری نے اس حدیث پر یوں باب قائم کیا ہے "باب مایدعی الناس بآبائھم" یعنی لوگوں کو ان کے باپوں کے نام سے قیامت والے دن پکارا جائے گا۔ اس حدیث کے ان الفاظ "فلاں بن فلاں کی دغا بازی ہے" سے امام بخاری نے یہ اخذ کیا ہے کہ قیامت والے دن آدمی کو باپ کے نام سے پکارا جائے گا۔ ماں کے نام سے نہیں کیونکہ یہ نہیں فرمایا کہ یہ فلاں بن فلانہ کی دغا بازی ہے۔ امام ابن بطال فرماتے ہیں: نبی ﷺ کے اس فرمان میں ایسے لوگوں کا رد ہے جو سمجھتے ہیں کہ قیامت والے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے ہی پکارا جائے گا۔ اس لئے کہ اس میں ان کے باپوں پر پردہ ڈالا جائے گا یہ حدیث ان کے قول کے خلاف ہے۔ (شرح صحیح البخاری ۹/۳۳۵) اور جو روایات ماؤں کے نام سے پکارنے پر دلالت کرتی ہیں وہ انتہائی ضعیف اور منکر ہیں ملاحظہ ہو۔ (فتح الباری ۱۰/۵۶۳)

حصول علم کے متعلق حدیث چین

س: عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حدیث ہے "علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے۔ کیا یہ حدیث درست ہے؟ (ام اسامہ لاہور کینٹ)

ج: یہ روایت درست نہیں ہے۔ خطیب بغدادی نے اپنی کتاب "الرحلة فی طلب الحدیث" میں تین سندوں سے ذکر کی ہے جن کا دارومدار الحسن بن عطیہ عن ابی عاتکہ طریف بن سلمان عن انس پر ہے اور اسی سند سے انہوں نے تاریخ بغداد ۹/۳۶۴ میں' ابن عدی نے الکامل ۴/۱۴۳۸' ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم وفضلہ ۱/۷۔۸ میں ذکر کی ہے اور امام عقیلی نے کتاب الضعفاء الکبیر ۲/۲۳۰) میں حماد بن خالد الخیاط قال حدثنا طریف بن سلمان ابو عاتکہ قال سمعت انس بن مالک کے طریقے سے ذکر کی ہے اور ابو عاتکہ طریف بن سلمان کے سوا کسی سے چین کے الفاظ محفوظ نہیں اور طریف منکر الحدیث اور متروک راوی ہیں۔ طریف کی اس روایت کی طرف امام بخاری نے التاریخ الکبیر ۴/۳۱۰ رقم ۶۰۲۹/۳۱۳۵ میں اشارہ کر کے اسے منکر الحدیث قرار دیا ہے اور جسے امام بخاری منکر الحدیث قرار دیں' اس سے روایت لینا حلال نہیں جیسا کہ میزان الاعتدال وغیرہ میں مذکور ہے لہذا یہ روایت نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں۔ واللہ اعلم۔ ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم کی متابعت کی ہے لیکن اس سند میں یعقوب بن اسحاق العسقلانی کذاب راوی ہے جیسا کہ میزان ۴/۴۴۹ وغیرہ میں ہے۔ ابن عدی نے اس روایت کو ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے لیکن اس کی سند میں احمد بن عبداللہ الجویباری کذاب راوی ہے لہذا اس کی کوئی سند بھی علل قادحہ سے خالی نہیں۔ امام ابن الجوزی نے تو اسے موضوعات میں شمار کیا اور اسماعیل بن محمد العجلونی نے کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱/۱۳۸ میں ذکر کر کے اسے مجموعی طرق کے لحاظ سے حسن قرار دیا ہے۔ حقیقت میں یہ نہ موضوع ہے اور نہ ہی حسن بلکہ انتہائی ضعیف ہے۔ والعلم عنداللہ

نابینا سے پردہ کا مسئلہ

س: کیا یہ حدیث درست ہے کہ آپ نے سیدہ عائشہ یا کسی اور ام المومنین سے یہ فرمایا کہ آپ کی وفات کے بعد سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم کے گھر میں بغیر حجاب کے رہ سکتی ہیں۔ اگر یہ بات درست ہے تو انہی مذکور صحابی کے متعلق حدیث ہے کہ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پردہ نہ کیا تو آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ وہ دیکھ نہیں سکتے۔ آپ ﷺ تو دیکھ سکتی ہیں۔ (ام اسامہ لاہور کینٹ)

ج: ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھی اور آپ کے پاس میمونہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں تو عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور یہ معاملہ ہمیں حجاب کا حکم ملنے کے بعد کا تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا' تم دونوں اس سے حجاب کرو' ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہ نابینا نہیں نہ ہمیں دیکھتا ہے اور نہ ہی پہچانتا ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں اندھی ہو؟ کیا تم اسے نہیں دیکھتیں؟ (سنن ابی داؤد کتاب اللباس ﷺ ۴۱۱۲) مسند احمد ۶/۲۹۶ ترمذی (۲۷۷۸)

یہ روایت نبھان مولی ام سلمہ کی وجہ سے حسن ہے

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابوعمر بن حفص ﷺ نے انہیں طلاق بتہ دی (یعنی تیسری طلاق جس کے بعد خاوند وبیوی کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے) اور وہ غائب تھا (یمن کی طرف چلے گئے تھے) اس نے فاطمہ کی

طرف اپنے وکیل کو جو دے کر بھیجا وہ ناراض ہو گئیں اس نے کہا اللہ کی قسم تیرا ہمارے اوپر کوئی حق نہیں تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور آپ سے یہ بات ذکر کی آپ نے فرمایا: تیرے لئے اس کے ذمہ کوئی نفقہ وخرچہ نہیں۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر عدت گزارے۔ پھر فرمایا: یہ عورت ہے میرا صحابی اس کے پاس آئے گا۔ تم عبداللہ بن ام مکتوم کے ہاں عدت گزار لو۔ وہ نابینا آدمی ہے۔ تم وہاں اپنے کپڑے اتار سکو گی جب تیری عدت پوری ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا۔ کہتی ہیں جب میں نے عدت پوری کر لی میں نے آپ سے تذکرہ کیا کہ معاویہ بن ابی سفیان اور ابوجہم نے مجھے پیغام نکاح دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ابوجہم تو اپنے کندھے سے اپنی لاٹھی نہیں اتارتا اور معاویہ فقیر آدمی ہے۔ اس کے پاس مال نہیں۔ تو اسامہ بن زید سے نکاح کر لے۔ کہتی ہیں' میں نے اسے ناپسند کیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا' تو اسامہ کے ساتھ نکاح کر لے' میں نے اس سے نکاح کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نکاح میں خیر وبرکت ڈال دی اور اس پر میرے ساتھ رشک کیا جانے لگا۔ (صحیح مسلم کتاب الطلاق (۱۴۸۰) ابوداؤد (۲۲۸۴) نسائی (۳۲۴۴)

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ نابینے سے حجاب کا جس حدیث میں حکم ہے وہ ام سلمہ اور میمونہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے اور یہ نبی ﷺ کے عہد کا واقعہ ہے۔ نابینے کے ہاں عدت گزارنے کا مسئلہ فاطمہ بنت قیس صحابیہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔ وہ ام المومنین نہیں ہیں۔ اب رہا نابینے سے عورت کے حجاب کا مسئلہ' تو امام ابوداؤد ام سلمہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ: نابینے سے حجاب کا مسئلہ ازواج النبی ﷺ کے لئے خاص ہے۔ کیا تم عبداللہ بن ام مکتوم کے ہاں فاطمہ بنت قیس کی عدت گزارنے کی طرف نہیں دیکھتے کہ نبی ﷺ نے فاطمہ بنت قیس سے کہا' تو عبداللہ بن ام مکتوم کے ہاں عدت گزار لے وہ نابینا آدمی ہے۔ تم اس کے ہاں اپنا لباس اتار سکو گی" (ابوداؤد حدیث (۴۱۱۲) گویا امام ابوداؤد کے ہاں نابینے سے حجاب ازواج النبی ﷺ کے ساتھ خاص تھا اور عام عورتوں کے لئے اس کی رخصت ہے۔ علامہ عبدالرحمن مبارک پوری فرماتے ہیں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو اجنبی مرد کی طرف دیکھنا مطلق طور پر حرام ہے اور بعض صورتیں خاص ہیں جیسے عورت پر فتنے کا خوف ہو تا کہ اس حدیث اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حبشیوں کا کھیل دیکھنے والی حدیث کے درمیان تطبیق ہو جائے اور جنہوں نے مطلق طور پر حرام کہا ہے' وہ کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ حجاب کی آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے اور صحیح ترین بات یہ ہے کہ عورت کا مرد کی طرف ناف سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے بلا شہوت دیکھنا جائز ہے' اور یہ حدیث ورع وتقویٰ پر محمول ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ۸/۶۵) گویا مولانا مبارکپوری کے ہاں ورع وتقویٰ تو اس میں ہے کہ عورت اجنبی مرد کی طرف دیکھنے سے اجتناب کرے اور نابینے سے بھی حجاب اختیار کرے اور اسے نہ دیکھے۔ اگرچہ شہوت کے بغیر عورت اجنبی کی طرف نظر کر سکتی ہے۔ واللہ اعلم

منافع کی شرح؟

س: رزق کو حلال کرنے کے لئے کتنا منافع لینا جائز ہے اور کتنا منافع ناجائز ہے جس سے روزی حرام ہو جاتی ہے۔ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔ (ایک سائل سرگودھا)

ج: اللہ تبارک وتعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ نے منافع کی شرح ذکر نہیں کی۔ خریدار اور دوکاندار جس ریٹ پر رضامندی ظاہر کر دیں' وہ درست ہے۔ بیچنے والے کو خود ہی دیانتداری کے ساتھ منافع طے کرنا چاہئے جس سے ظلم وزیادتی نہ ہو مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے کسی کے سپرد کرتا ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں مدینہ میں چیزوں کے نرخ اور قیمتیں بڑھ گئیں لوگوں نے کہا' اے اللہ کے رسول ﷺ نرخ بہت بڑھنے لگے ہیں' آپ ہمارے لئے نرخ مقرر کر دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نرخ مقرر کرنے والا ہے۔ وہی مہنگا کرنے والا وہی سستا کرنے والا اور وہی روزی دینے والا ہے۔ میں اس بات کا امید وار ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں گا کہ کوئی آدمی مجھ سے خون یا مال میں ظلم وزیادتی پر مطالبہ کرنے والا نہ ہو گا۔ (ابوداؤد (۳۴۵۱) ترمذی' ابن ماجہ)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت نے اشیاء کی قیمتیں مقرر نہیں کیں۔ بائع اور مشتری جس ریٹ پر راضی ہو جائیں' وہ درست ہے۔

نماز میں امام کو لقمہ دینا؟

س: امام نماز میں تلاوت بھول جائے تو کیا مقتدی امام کو لقمہ دے سکتا ہے؟

ج: مسور بن یزید المالکی فرماتے ہیں' میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں موجود تھا۔ آپ نماز میں قرأت کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے کچھ آیات ترک کر دیں قرأت نہ کی۔ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے کہا' اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے اس اس طرح آیت ترک کی ہے تو رسول اللہ نے فرمایا تم نے مجھے یاد دہانی کیوں نہیں کرائی۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب الفتح علی الامام فی الصلوۃ (۹۰۷) ابن خزیمہ (۱۶۴۸) ابن حبان (۳۷۹)

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے نماز ادا کی۔ آپ ﷺ نے اس میں قرأۃ کی آپ پر قرأت خلط ملط کر دی گئی۔ جب آپ ﷺ نماز سے پھرے تو ابی بن کعب سے کہا' کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز ادا کی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں' کس چیز نے روکا تھا" (ابوداؤد بیہقی ۳/۲۱۲ شرح السنۃ (۱۶۶۵) یعنی جب نماز میں مجھ پر قرأت خلط ملط کر دی گئی تو تمہیں لقمہ دینے سے کس چیز نے روکا تھا؟ امام خطابی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: وفیه دلیل علی جواز تلقین الامام۔ اس حدیث میں امام کو لقمہ دینے کے جواز پر دلیل ہے۔ اور علی رضی اللہ عنہ سے نماز میں امام کو لقمہ دینے سے منع کرنے والی روایت جو ابوداؤد (۹۰۸) میں ہے اس کے بارے میں امام ابوداؤد نے فرمایا' اس کی سند میں ابواسحاق نے حارث سے چار روایات کے بغیر سماع نہیں کیا اور یہ روایت ان کی مسموعات میں سے نہیں ہے۔ یعنی منقطع ہے۔ اور ابواسحٰق مدلس بھی ہیں اور یہ انکی عن والی روایت ہے۔ اور دوسری علت یہ ہے کہ حارث انتہائی ضعیف راوی ہے۔

کھانے والی اشیاء ادھار لینا

س۔ کیا کھانے پینے کی اشیاء وغیرہ ادھار لی جاسکتی ہیں۔

ج: ایسی اشیاء کے ادھار لینے کا شریعت میں جواز ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے ادھار اناج خریدا اور اپنی زرہ بطور رھن اس کے پاس رکھی۔ (بخاری کتاب الرھن)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے کی عام ضرورت والی اشیاء ادھار لی جاسکتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

مجموعی نتیجہ سالانہ امتحان شعبان ۱۴۲۲ھ

جامعۃ الدعوۃ الاسلامیہ مرکز طیبہ مرید کے

	نام	کلاس	حاصل کردہ نمبر
اول:	محمد سرور	اعدادی ثانی	98%
دوم:	عثمان اللہ	اعدادی ثالث	97.7%
سوم:	محمد یوسف	چہارم	95.6%

نتیجہ سالانہ امتحانات القسم العالی

	نام	حاصل کردہ نمبر
اول:	اظہار الحق	91.5%
دوم:	عبدالغفور	89.7%
سوم:	ثناء اللہ صدیقی	89%

نوید قمر

آخری قسط

مسئولیت اور اس کے تقاضے

محمد رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے مسئول تھے اور آپ ﷺ کو اللہ رب العزت نے جو ذمہ داری دی تھی آپ ﷺ نے اس کا حق ادا کر دیا وہ ذمہ داری قرآن مجید میں جابجا بیان ہوئی ہے۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله .(الصف-9)

''وہی تو وہ ہے کہ جس نے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو تمام ادیان (باطلہ) پر غالب کر دے۔''

آپ ﷺ نے اس ذمہ داری کا حق نہایت جانفشانی' محنت' خلوص و ریاضت اور وحی الٰہی کے مطابق اس طرح سرانجام دیا کہ جب آپ ﷺ نے عمر کے آخری حصے میں میدان عرفات میں اپنے آخری حج کے موقع پر صحابہ کرام کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے اپنی مسئولیت کے بارے میں سوال کیا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پکار اٹھے۔

کہ آپ ﷺ نے نہ صرف پہنچا دیا بلکہ پہنچانے کا حق ادا کر دیا تب آپ ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر تین بار فرمایا

اے اللہ! گواہ رہنا (کہ تیرے بندے میری ادائیگی ذمہ داری کے بارے میں گواہی دے رہے ہیں کہیں میں روز قیامت پوچھ لیا جاؤں)

حدیث میں آتا ہے کہ جب نبی ﷺ کے سامنے مندرجہ ذیل آیت آتی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے کیونکہ اس میں آپ کی مسئولیت کا تذکرہ ہے۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء 41)

ترجمہ: بھلا اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے احوال بتانے والے کو بلائیں گے اور تم کو ان لوگوں کا (حال بتانے کو) گواہ طلب کریں گے۔

آج ایک مسئول یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتا کہ اس نے دعوت و جہاد کے پیغام اور ذمہ داری کو اس طرح نبھا دیا ہے کہ جس طرح نبی ﷺ نے اس کا حق ادا کیا تھا لیکن کم از کم وہ اتنی محنت تو کر سکتا ہے کہ کل روز قیامت وہ یہ بات کہہ سکے کہ یا اللہ جو مجھ میں استطاعت اور ہمت تھی میں نے کرنے کی کوشش کی۔ غلطیاں کوتاہیاں ضرور ہوئیں لیکن میں نے لوگوں پر حجت تمام کرنے کی سعی کی۔ جو قربانی میں دے سکتا تھا' جو صلاحیت استعمال کر سکتا تھا' میں نے کی۔ اے اللہ تو مجھے معاف کر دے۔

اب آیئے نبی ﷺ کی ذاتی خوبیوں اور اوصاف پر اجمالی نظر دوڑاتے ہیں تا کہ ایک بہترین مسئول بننے کے لئے جس کردار کا حامل ہونا لازمی ہے وہ ہم سب اپنی ذات میں پیدا کر کے دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کر لیں اور ایک اعلیٰ داعی' اصلاحی اور جہادی جماعت وجود میں لے آئیں۔

خطابت:

نبی ﷺ فصاحت و بلاغت میں ممتاز تھے۔ آپ ﷺ کی طبیعت کی روانی' لفظ کے نکھار' فقروں کی جزالت' معانی کی صحت اور تکلف سے دوری کے ساتھ ساتھ جوامع الکلم (جامع باتوں) سے نوازے گئے تھے۔ آپ ﷺ میں بدویوں کا ساز و ر بیان اور قوت تخاطب اور شہریوں کی سی شستگئی الفاظ اور شگفتگی و شائستگی جمع تھی۔

تربیتی کالم برائے کارکنان

بردباری:

بردباری' قوت برداشت' قدرت پا کر درگزر اور مشکلات پر صبر ایسے اوصاف تھے جن کے ذریعے اللہ نے آپ کی تربیت کی تھی۔ ہر حلیم و بردبار کی کوئی نہ کوئی لغزش اور کوئی نہ کوئی زبان کی بے احتیاطی جانی جاتی ہے مگر نبی ﷺ کی بلندی کردار کا عالم یہ تھا کہ آپ ﷺ کے خلاف دشمنوں کی ایذا رسانی اور بدمعاشوں کی خودسری و زیادتی جس قدر بڑھتی گئی آپ ﷺ کے صبر و حلم میں اسی قدر اضافہ ہوتا گیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو کاموں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ وہی کام اختیار فرماتے جو آسان ہوتا جب تک کہ وہ گناہ کا کام نہ ہوتا۔ اگر گناہ کا کام ہوتا تو آپ ﷺ سب سے بڑھ کر اس سے دور رہتے آپ ﷺ نے کبھی اپنے نفس کے لئے انتقام نہ لیا البتہ اگر اللہ کی حرمت چاک کی جاتی تو آپ ﷺ اللہ کے لئے انتقام لیتے۔ (بخاری)

سخاوت:

آپ ﷺ سب سے بڑھ کر غیظ و غضب سے دور تھے اور سب سے جلد راضی ہو جاتے تھے۔ جود و کرم کا وصف ایسا تھا کہ اس کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا تھا اس شخص کی طرح بخشش فرماتے تھے جسے فقر کا اندیشہ ہی نہ ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ سب سے بڑھ کر پیکر جود و سخا تھے اور آپ ﷺ کا دریائے سخاوت رمضان میں زیادہ جوش پر ہوتا تھا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ ﷺ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپ ﷺ نے نہیں کہہ دیا ہو۔

شجاعت:

شجاعت' بہادری اور دلیری میں بھی آپ ﷺ کا مقام سب سے بلند اور معروف تھا۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ دلیر تھے' نہایت کٹھن اور مشکل مواقع پر جبکہ اچھے اچھے جانبازوں اور بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے' آپ ﷺ اپنی جگہ برقرار رہے اور پیچھے ہٹنے کی بجائے آگے ہی بڑھتے گئے۔ پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ آئی۔

شرم و حیا:

آپ ﷺ سب سے زیادہ حیا دار اور پست نگاہ تھے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ پردہ نشین کنواری عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے جب آپ ﷺ کو کوئی بات ناگوار گزرتی تو چہرے سے پتا لگ جاتا۔ (بخاری) اپنی نظریں کسی کے چہرے پر گاڑتے نہ تھے۔ نگاہ پست رکھتے تھے اور آسمان کی نسبت زمین کی طرف نظر زیادہ دیر رہتی تھی۔ عموماً نیچی نگاہ سے تاکتے۔ حیا اور کرم نفس کا یہ عالم تھا کہ کسی سے ناگوار بات رو در رو نہ کہتے اور کسی کی کوئی ناگوار بات آپ ﷺ تک پہنچتی تو نام لے کر اس کا ذکر نہ کرتے بلکہ یوں فرماتے کہ کیا بات ہے کہ کچھ لوگ ایسا کر رہے ہیں۔

عادل اور متواضع:

آپ ﷺ سب سے زیادہ عادل' پاک دامن' صادق اللہجہ اور عظیم الامانہ تھے۔ اس کا اعتراف آپ ﷺ کے دوست دشمن سب کرتے۔ سفیان نے ہرقل کے دربار میں کھڑے ہو کر اعتراف کیا کہ وہ (نبی ﷺ) جھوٹ نہیں بولتے۔

آپ ﷺ سب سے زیادہ متواضع اور تکبر سے دور تھے جس

طرح بادشاہوں کے لئے ان کے خدام وحاشیہ بردار کھڑے رہتے ہیں اس طرح اپنے لئے آپ صحابہ کرام کو کھڑے ہونے سے منع فرماتے تھے۔ مسکینوں کی عیادت کرتے تھے، فقراء کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے غلام کی دعوت منظور فرماتے تھے۔ صحابہ کرام میں کسی امتیاز کے بغیر ایک عام آدمی کی طرح بیٹھتے تھے۔

ذاتی کام:

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ جوتے خود ٹانکتے تھے' اپنے کپڑے خود سیتے تھے اور اپنے ہاتھ سے اس طرح کام کرتے تھے جیسے تم میں کوئی آدمی اپنے گھر کے کام کاج کرتا ہے آپ ﷺ بھی انسانوں میں سے ایک انسان تھے۔ اپنے کپڑے خود ہی دیکھتے اپنی بکری خود دوھتے تھے اور اپنا کام خود کرتے تھے۔ (مشکوۃ ۵۴۰/۴)

بااخلاق وباذوق:

آپ ﷺ سب سے بڑھ کر عہد کی پابندی اور صلہ رحمی فرماتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ سب سے زیادہ شفقت اور رحم ومروت سے پیش آتے تھے' رہائش اور ادب میں سب سے اچھے تھے۔ آپ ﷺ کا اخلاق سب سے زیادہ کشادہ تھا۔ بدخلقی سے سب سے زیادہ دور ونفور تھے۔ نہ عادتاً فحش گو تھے نہ بہ تکلف فحش کہتے تھے' نہ لعنت کرتے تھے نہ بازار میں چیختے چلاتے تھے' نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیتے تھے کسی کو اپنے پیچھے چلتا ہوا نہ چھوڑتے تھے اور نہ کھانے پینے میں اپنے غلاموں اور لونڈیوں پر ترفع (فوقیت) اختیار فرماتے تھے۔ اپنے خادم کا کام خود ہی کر دیتے تھے۔ مسکینوں سے محبت کرتے ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور ان کے جنازوں میں حاضر ہوتے تھے۔ کسی فقیر (غریب) کو اس کے فقر کی وجہ سے حقیر نہیں جانتے تھے۔ ایک بار آپ ﷺ سفر میں تھے۔ ایک بکری کاٹنے پکانے کا مشورہ ہوا۔ ایک نے کہا' ذبح کرنا میرے ذمہ' دوسرے نے کہا کھال اتارنا میرے ذمہ' تیسرے نے کہا پکانا میرے ذمہ' نبی ﷺ نے فرمایا ایندھن کی لکڑیاں جمع کرنا میرے ذمہ۔ صحابہ نے عرض کیا ہم آپ ﷺ کے حصے کا کام کر دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' میں جانتا ہوں تم لوگ میرے حصے کا کام کر دو گے' لیکن میں نہیں پسند کرتا کہ تم پر امتیاز حاصل کروں کیونکہ اللہ اپنے بندے کی یہ حرکت ناپسند کرتا ہے کہ اپنے آپ کو اپنے رفقاء میں ممتاز سمجھے۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے اٹھ کر لکڑیاں جمع فرمائیں۔

ھند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ اپنی ایک طویل روایت میں کہتے ہیں'' رسول اللہ ﷺ پیہم غموں سے دوچار تھے ہمیشہ غور وفکر فرماتے رہتے تھے۔ آپ ﷺ کے لئے راحت نہ تھی۔ بلاضرورت نہ بولتے تھے دیر تک خاموش رہتے تھے۔ از اول تا آخر بات پورے منہ سے کرتے تھے' یعنی صرف منہ کے کنارے سے نہ بولتے تھے جامع اور دوٹوک کلمات کہتے تھے۔ جن میں نہ فضول گوئی ہوتی تھی نہ کوتاہی۔

سلیقہ شعاری:

نرم خو تھے' جفا جو اور حقیر نہ تھے' نعمت معمولی بھی ہوتی تو اس کی تعظیم کرتے تھے۔ کسی چیز کی مذمت نہیں فرماتے تھے۔ کھانے کی نہ برائی کرتے تھے نہ تعریف۔ حق کو کوئی نقصان پہنچاتا تو جب تک انتقام نہ لے لیتے آپ ﷺ کے غضب کو روکا نہ جا سکتا تھا البتہ کشادہ دل تھے' اپنے نفس کے لئے غضبناک ہوتے نہ انتقام لیتے۔ جب اشارہ فرماتے تو پوری ہتھیلی سے اشارہ فرماتے اور تعجب کے وقت ہتھیلی پلٹتے۔ جب غضبناک ہوتے تو رخ پھیر لیتے اور جب خوش ہوتے تو نگاہ پست فرما لیتے۔ آپ کی بیشتر ہنسی تبسم (مسکراہٹ) کی صورت میں تھی۔ مسکراتے تو دانت موتیوں کی طرح چمکتے۔

صاحب مروت:

لایعنی (بے مقصد) بات سے زبان روکے رکھتے۔ ساتھیوں کو جوڑتے تھے' توڑتے نہ تھے' ہر قوم کے معزز آدمی کی تکریم فرماتے تھے اور اسی کو ان کا والی بناتے تھے۔ لوگوں (کے شر) سے محتاط رہے اور ان سے بچاؤ اختیار فرماتے تھے لیکن اس کے لئے کسی سے اپنی خندہ جبینی ختم نہ فرماتے تھے۔

اپنے اصحاب کی خبر گیری کرتے اور لوگوں کے حالات دریافت فرماتے۔ اچھی چیز کی تحسین وتصویب فرماتے اور بری چیز کی تقبیح وتوہین۔ معتدل تھے' افراط وتفریط سے دور تھے۔ غافل نہ ہوتے تھے کہ مبادا لوگ بھی غافل یا ملول خاطر ہو جائیں۔ ہر حالت کے لئے مستعد رہتے تھے۔ حق سے کوتاہی نہ فرماتے تھے' نہ حق سے تجاوز فرما کر ناحق کی طرف جاتے تھے جو لوگ آپ کے قریب رہتے تھے وہ سب سے اچھے لوگ تھے اور ان میں بھی آپ کے نزدیک افضل وہ تھا جو سب سے بڑھ کر خیر خواہ ہو اور سب سے زیادہ قدر آپ کے نزدیک اس کی تھی جو سب سے اچھا غمگسار ومددگار ہو۔

پاکیزہ مجلس کے حامل:

آپ اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر ضرور فرماتے جگہیں متعین نہ فرماتے۔ یعنی اپنے لئے کوئی امتیازی جگہ مقرر نہ فرماتے...... جب قوم کے پاس پہنچتے تو مجلس میں جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے اور اس کا حکم بھی فرماتے۔ سب اہل مجلس پر برابر توجہ فرماتے' حتیٰ کہ کوئی یہ نہ محسوس کرتا کہ کوئی شخص آپ ﷺ کے نزدیک اس سے زیادہ باعزت ہے۔ کوئی کسی ضرورت سے آپ ﷺ کے پاس بیٹھتا یا کھڑا ہوتا تو آپ ﷺ اتنے صبر کے ساتھ اس کے لئے رکے رہتے کہ وہ خود ہی واپس ہوتا۔ کوئی کسی ضرورت کا سوال کر دیتا تو آپ ﷺ اسے عطا کیئے بغیر یا اچھی بات کہے بغیر واپس نہ فرماتے۔ آپ ﷺ نے اپنی خندہ جبینی اور اخلاق سے سب کو نوازا' یہاں تک کہ آپ ﷺ سب کے لئے باپ کا درجہ رکھتے تھے اور سب آپ کے نزدیک یکساں حق رکھتے تھے کسی کو فضیلت تھی تو تقویٰ کی بنیاد پر۔ آپ ﷺ کی مجلس حلم وحیاء اور صبر وامانت کی مجلس تھی۔ اس میں آوازیں بلند نہ کی جاتی تھیں اور نہ حرمتوں پر عیب لگتے تھے۔ یعنی کسی کی بے آبروئی کا اندیشہ نہ تھا۔ لوگ تقویٰ کی بدولت باہم محبت وہمدردی رکھتے تھے۔ بڑے کا احترام کرتے تھے چھوٹے پر رحم کرتے تھے' حاجت مند کو نوازتے تھے اور اجنبی کو انس عطا کرتے تھے۔

آپ ﷺ کے چہرے پر ہمیشہ بشاشت رہتی' سہل خو اور نرم پہلو تھے۔ جفا جو اور سخت خو نہ تھے۔ نہ چیختے چلاتے تھے نہ فحش کہتے تھے' نہ زیادہ عتاب فرماتے تھے نہ بہت تعریف کرتے تھے۔ جس چیز کی خواہش نہ ہوتی اس سے تغافل برتتے تھے۔ آپ ﷺ سے مایوسی نہیں ہوتی تھی۔ آپ ﷺ نے تین باتوں سے اپنے نفس کو محفوظ رکھا (1) ریاء سے (2) کسی چیز کی کثرت سے (3) اور لایعنی (بے مقصد) بات سے اور تین باتوں سے لوگوں کو محفوظ رکھا یعنی آپ (1) کسی کی مذمت نہیں کرتے تھے۔ (2) کسی کو عار نہیں دلاتے تھے۔ (3) اور کسی کی عیب جوئی نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ وہی بات نوک زبان پر لاتے تھے جس میں ثواب کی امید ہوتی۔ جب آپ ﷺ تکلم فرماتے تو آپ ﷺ کے ہم نشین یوں سر جھکائے ہوتے گویا سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور جب آپ ﷺ خاموش ہوتے تو لوگ گفتگو کرتے۔ لوگ آپ ﷺ کے پاس گپ بازی نہ کرتے۔ آپ ﷺ کے پاس جو کوئی بولتا سب اسی کے لئے خاموش رہتے' یہاں تک کہ وہ اپنی بات پوری کر لیتا۔ ان کی بات وہی ہوتی جو ان کا پہلا شخص کرتا جس بات سے سب لوگ ہنستے اس سے آپ ﷺ بھی ہنستے اور جس بات پر سب لوگ تعجب فرماتے اس پر آپ ﷺ بھی تعجب کرے۔ اجنبی آدمی درست کلامی سے کام لیتا تو اس پر آپ ﷺ صبر کرتے اور فرماتے'' جب تم لوگ حاجتمند کو دیکھو کہ وہ اپنی حاجت کی طلب میں ہے تو اسے سامان ضرورت سے نواز دو۔'' آپ ﷺ احسان کا بدلہ دینے والے کے سوا کسی سے ثناء کے طالب نہ ہوتے۔

خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ اپنی مجلس میں سب سے زیادہ باوقار ہوتے۔ اپنے پاؤں وغیرہ نہ پھیلاتے' بہت زیادہ خاموش رہتے۔ بلاضرورت نہ بولتے۔ جو شخص نامناسب بات بولتا اس سے رخ پھیر لیتے۔ آپ ﷺ کی ہنسی مسکراہٹ تھی اور کلام دوٹوک' نہ فضول نہ کوتاہ۔ آپ ﷺ کے صحابہ کی ہنسی بھی آپ ﷺ کی توقیر واقتدا میں مسکراہٹ ہی کی حد تک ہوتی۔ یہ اور دیگر ایسی خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے لوگ آپ ﷺ کی طرف کھنچ آئے' دلوں میں آپ ﷺ کی محبت بیٹھ گئی اور آپ ﷺ کو قیادت کا وہ مقام حاصل ہوا کہ لوگ آپ ﷺ پر وارفتہ ہو گئے۔ ان ہی خوبیوں کے سبب آپ ﷺ کی قوم کی اکڑ اور سختی نرمی میں تبدیل ہوئی۔ یہاں تک کہ یہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو گئی۔

(نبی ﷺ کے مذکورہ بالا اوصاف کی تحریر سیرت کی معروف کتاب الرحیق المختوم سے ماخوذ ہے)

اسلام، بت شکنی اور طالبان!

حسن مدنی

جب سے طالبان نے افغانستان میں بتوں کو منہدم کرنے کا اعلان کیا ہے، دنیا بھر میں اس کے خلاف شدید ردِ عمل سامنے آ رہا ہے بلکہ بعض لوگوں نے ان بتوں کی خریداری کی پیشکش بھی کی ہے اور بعض نے ان کی حفاظت پر اُٹھنے والے اِخراجات ادا کرنے کی یقین دہانی بھی کرائی ہے۔ کچھ ممالک اگر سفارتی دباؤ سے کام لے رہے ہیں تو بعض دیگر ڈرانے دھمکانے سے بھی نہیں چوک رہے۔ غرور وتکبر میں مبتلا بعض صیہونی عالمی اِداروں نے افغانستان کے ساتھ پاکستان کو بھی مطعون کرنا شروع کر رکھا ہے۔ الغرض مارچ کے پہلے عشرے سے جنوبی ایشیا کے اَخبارات میں بالخصوص اور دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ میں بالعموم اس مسئلہ کے بارے میں اپنے اپنے مفادات اور نظریات کے پیش نظر بہت کچھ لکھا جا رہا ہے۔

افغانستان کے ساتھ پاکستان میں بھی سفیروں اور عالمی نمائندوں کی آمد ورفت زوروں پر ہے۔ اسلام کے بہی خواہ اور طالبان کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے والے بھی اپنی اپنی استعداد کے مطابق تجاویز وہدایات پیش کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس مسئلہ پر بعض علمی مباحث نے بھی جنم لیا ہے کہ آیا اسلام میں مجسموں اور بتوں کو باقی رکھنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟۔ دورِ نبویؐ اور خلافت ِراشدہ میں اس بارے میں طرزِ عمل کیا رہا ہے اور اب مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟ صیہونی لابی کے آلہ کار عالمی ذرائع ابلاغ کی اسلام کے خلاف شروع کی گئی اس علمی بحث میں مسلمان بھی کود پڑے ہیں۔ یکم مارچ کو بی بی سی کے مکتوبِ پاکستان نامی پروگرام میں بھی اس موضوع پر تشکیک پیدا کرنے اور اسلامی موقف کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق اس رپورٹ میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ مجسمہ وہ ہوتا ہے جس کی پرستش ہو اور اسلام میں صرف وہ بت حرام ہیں جن کی پوجا کی جائے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ

''مجسمہ اس وقت بتا ہے جب اس کی پرستش کی جائے، اگر اس کی پرستش نہ کی جائے تو انسانی مجسمہ اور پتھر کے بنے ہوئے گھوڑے اور انگوٹھی پر کڑھے ہوئے پھول میں کوئی فرق نہیں۔ کسی بھی شے کی ٹھوس نقل مجسمہ ہے۔ اگر بت اور مجسمہ میں یہ بنیادی فرق نہ ہوتا تو آج سے ۱۴۰۰ سال قبل نئے عالمی نظام کے قیام کے لئے کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے والے پیغمبر اکرم ﷺ کے وارث سیدنا عمر بن خطابؓ مصر کی فتح کے بعد سب سے پہلے ابوالہول کے مجسمے کو گراتے جو دریائے نیل کی سرزمین پر اسلام کی آمد سے بھی دو ہزار سال قبل سے ایستادہ تھا۔ ابوالہول ساڑھے تین ہزار سال سے اب بھی سینہ تانے کھڑا ہے۔

مجسمہ اور بت کا جو فرق سیدنا عمرؓ بن خطاب کو معلوم تھا وہ افغانستان میں ملا عمر کے برسر اقتدار آتے آتے غالباً معدوم ہوگیا ہے۔ اسی لئے گذشتہ دنوں قندھار سے یہ فرمان جاری ہوا کہ تمام بت گرا دیے جائیں۔ ان میں قبل از اسلام کا مہاتما بدھ کا بامیان میں ایستادہ ۵۰ میٹر طویل پہاڑی مجسمہ بھی شامل ہے جو نہ صرف افغانستان کا بلکہ عالمی ورثہ ہے۔'' (نوائے وقت: ۳ مارچ، صفحہ آخر)

اسی رپورٹ میں بیسویں صدی کے چند شواہد کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے کہ طالبان کی بت شکن مہم کو اسلام کی حمایت حاصل نہیں بلکہ یہ محض طالبان کی انتہا پسندی کا اِعجاز ہے۔ ان مثالوں میں ۱۹۷۹ء کے انقلابِ ایران کے بعد تختِ جمشید کے پرانے آثار کو جوں کا توں باقی رہنے دینے اور پاکستان میں موہنجوداڑو اور ہڑپہ تہذیب کے نشانات کی حفاظت وغیرہ کے اقدامات شامل ہیں۔ مزید برآں ۱۹۴۹ء میں چین کے کمیونسٹ انقلاب کے دوران ایک مسجد کے تحفظ کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جس کی تعمیر کی نسبت ایک صحابی رسولؐ کی طرف کی جاتی ہے کہ غیر مسلم چینیوں نے اس مسجد کو آج تک باقی رکھا ہوا ہے۔

تھائی لینڈ کی وزارتِ خارجہ نے بت شکنی کی اس مہم کا رخ موڑنے کی کوشش اس انداز میں کی ہے کہ اگر کل افغانستان میں امن قائم ہوجائے تو یہ تاریخی نوادرات غیر ملکی سیاحوں کی توجہ کا مرکز بن کر ملکی آمدنی میں اضافے کا سبب بن سکتے ہیں (نوائے وقت: ۲۸ فروری) بعض نے افغانستان میں قحط کے خاتمے کے لئے ان بتوں کی فروخت کو افغان قوم کے لئے موزوں قرار دیا ہے۔ اب تک جاپان، ایران، بھارت، نیویارک کی کوآپریٹو کونسل اور متعدد عجائب گھروں کی طرف سے ان بتوں کو خریدنے کی آفرز کی جاچکی ہیں۔ اخبارات کے مطابق مولانا سمیع الحق نے بھی طالبان کو ان بتوں کو فروخت کرنے، عجائب گھروں کے حوالے کردینے یا مصر کی مثال سامنے رکھتے ہوئے بطورِ عبرت رکھ چھوڑنے اور ان کی عبادت روک دینے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ (نوائے وقت: ۲۸ فروری)

افغانستان میں یہ بت طلوعِ اسلام سے قبل کے ہیں جن میں کابل میوزیم میں ۶۰۰ کے قریب بت اور بامیان میں گوتم بدھ کے ۶۵ اور ۳۴ میٹر اونچے دو مجسموں کے بارے میں دنیا میں زیادہ تشویش پائی جاتی ہے۔

عالمی صورتحال اور سیاسی حکمتِ عملی سے قطع نظر پہلے ہم ان صفحات میں ان مغالطوں کا جائزہ پیش کریں گے جو اسلام کے تصورِ اصنام کے بارے میں پھیلائے جا رہے ہیں۔ کیونکہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اسلام کی من مانی تعبیر کرتا پھرے اور مسلمانوں کے اَذہان میں تشکیک پیدا کرے۔

پوجے اور نہ پوجے جانے والی بتوں !

بی بی سی کا یہ دعویٰ مغالطہ آمیز ہے کہ اسلام میں پوجے اور نہ پوجے جانے والے بتوں میں فرق ہے جسے اس نے بت اور مجسمے کے فرق سے تعبیر کیا ہے۔ اسلام میں اس طرح کی کوئی تقسیم نہیں ملتی۔ بلکہ اسلام میں نہ صرف مجسموں کی مخالفت کی گئی ہے بلکہ ایسے نشانات

یا علامات کو بھی جائز نہیں سمجھا گیا جو مقدس مجھی جا سکتی ہیں۔ اسلام کی رو سے تصویر جائز نہ ہونے کی اہم بنیاد یہی ہے کہ کل کلاں اس سے عقیدت کا تصور وابستہ ہو کر اس کی پوجا شروع ہو سکتی ہے۔ چنانچہ آج بھی محتاط علماء تصویر کو جائز قرار نہیں دیتے۔ گو کہ اوّلین مرحلہ میں تصویر کو بھی عبادت کے مقصد کے لئے کبھی نہیں رکھا جاتا بلکہ بتدریج اس سے مشرکانہ عقائد وابستہ ہوتے ہیں جیسا کہ بت پرستی بھی اسی طرح تدریجاً عمل میں آئی ہے۔ اس لئے یہ کہنا بالکل بے جا ہے کہ جس بت کی عبادت نہیں ہوتی، اس کو باقی رکھنے کا جواز ہے۔ بالفرض آج اس کی عبادت نہیں ہوتی لیکن کل کلاں اس کی عبادت شروع ہو جانے کے اِمکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بہت سی بزرگ ہستیاں ایسی ہیں جو اپنی زندگی میں اپنے جیسے انسانوں سے مرادیں مانگنے اور حاجت روائی سے لوگوں کو روکتی رہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ لوگوں نے ان سے بھی اس طرح کی عقیدت قائم کر لی اور چند صدیوں کے بعد ان کی عبادت شروع کر دی۔

عیسائی نہ صلیب نمایاں کریں، نہ خنزیر کو ظاہر کریں، نہ آگ کو بلند کریں اور نہ شراب کھلے عام پئیں اور حاکم وقت کو چاہئے کہ وہ انہیں ان کاموں سے روک کر رکھے۔
(حدیث رسول اللہ ﷺ امام احمد)

یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم نے اس بارے میں 'صنم' سے بھی ایک وسیع تر اصطلاح استعمال کی ہے، اور اس میں صنم سے ملتے جلتے اَلفاظ تماثیل اور اَوثان کے بھی آئے ہیں۔ صنم تو خود تراشیدہ بت اور مورتیوں کو کہتے ہیں جبکہ 'تمثال' کا ترجمہ مورت یا کسی کی مشابہت میں تیار کی جانے والی شے کے ہیں۔ لیکن وَثن کا لفظ اس سے بھی وسیع تر ہے۔ ہر وہ شے جو کسی نیک شخصیت سے منسوب ہو کر احترام اور معبودیت کا مرتبہ پا جائے، اسے وَثن کہا جاتا ہے۔

لاکھوں مسلمانوں کے قتل اور قرآن جلانے پر خاموش رہنے والے......
بتوں کو بچانے کے لئے چیخ پڑے

طبریؒ نے مجاہدؒ سے ذکر کیا ہے کہ 'صنم' اسے کہتے ہیں جو کسی کی صورت پر بنایا جائے جبکہ وثن ان اشیا پر بھی بولا جاتا ہے جو (چاہے صورتوں کے بغیر (ہوں لیکن) احترام کے لائق سمجھی جائیں۔ یعنی وثن کا لفظ صنم سے بھی عام ہے۔ (کتاب التوحید: ص ۶۴) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: لسان العرب: ج ۱۳/ ص ۴۴۲

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ہونے والی قبر کے بارے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد... اشتد غضب الله علی قوم اتخذوا قبور أنبیائهم مساجد (موطأ: ۱/ ۱۸۲)

"اے اللہ! میری قبر کو ایسی محترم شے نہ بنا دینا جس کی عبادت کی جائے...... اللہ تعالیٰ ان قوموں پر بہت ناراض ہوا جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا"

نبی کریم ﷺ کی قبر نعوذ باللہ آپ کا مجسمہ نہیں ہے لیکن یہ چونکہ رحمت للعالمین سے منسوب زمین کا ایک حصہ ہے لہٰذا اہل اسلام کو اسے وَثن بنانے سے منع کر دیا گیا۔ اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ (۲۲/ ۳۰)

"تو 'اَوثان' کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو"

یہاں بھی صنم کی بجائے وثن کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے اسلامی شریعت مجسموں اور بتوں سے بھی پہلے غیر اللہ کی عبادت کی طرف لے جانے والی ہر چیز کو حرام قرار دیتی ہے یہی شریعتِ اسلامیہ کا امتیاز ہے کہ وہ نہ صرف برائی بلکہ برائی کے رستوں کا بھی سدباب کرتی ہے۔ علاوہ ازیں قرآنِ کریم میں ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل: ۳۶)

"اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو"

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتَابِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ﴾

"کیا آپ نے ان لوگوں پر غور نہیں کیا جنہیں کتاب اللہ سے حصہ ملا ہے پھر بھی وہ جِبت اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں" (النساء: ۵۱)

طاغوت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اللہ کے ماسوا کی عبادت کی طرف لے جانے والی ہو جبکہ جِبت اَوہام و خرافات، ٹونے ٹوٹکے وغیرہ پر اعتقاد کے لئے بولا جاتا ہے۔ (مترادفات القرآن: ص ۱۸۳)

ان تمام آیات میں ایسی اشیاء کی عبادت ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فرق نہیں کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بی بی سی کا دعویٰ فکری ضلالت کا آئینہ دار ہے جو اسلام سے چور دروازے کھول کر بت پرستی اور طاغوت کی پرستش کی راہ ہموار کرنا چاہتا ہے۔

اہرامِ مصر اور ابوالہول کا مجسمہ

بی بی سی کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ "سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فتح مصر کے بعد مصر کے بتوں اور مجسموں کو باقی رکھا۔ مجسمہ اور بت کا جو فرق سیدنا عمرؓ بن خطاب کو معلوم تھا، وہ افغانستان میں طالبان کے برسراقتدار آتے آتے غالباً معدوم ہو گیا ہے۔"

لیکن حقیقت یوں نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ مصر معاہدۂ جنگ کی صورت میں خلافتِ اسلامی میں شامل ہوا اور اس معاہدۂ جنگ میں یہ بات شامل تھی کہ مصر کے عبادت خانوں کی حفاظت کی جائے گی۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلافت راشدہ میں ان عبادت خانوں کو توڑا نہیں گیا۔ اُموی خلیفہ مامون الرشید کے دور میں اہرامِ مصر کو منہدم کرنے کا منصوبہ پیش کیا گیا، جس کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے۔ سب سے پہلے تو اہرامِ مصر کے بارے میں پڑھئے:

وقد ذکر أن بعض ملوك الاسلام شرع یهدم بعضها فإذا خراج مصر لا یفیٔ بقلعها وهی من الحجر والرخام وأنها قبور لملوك وكان الملك منهم إذا مات وضع فی حوض من حجارة ویسمی بمصر والشام الجرون وأطبق علیه ثم بنی من الهرم علی مقدار ما

یبرون من ارتفاع الأساس ثم یحمل الحوض ویوضع وسط الهرم ثم یقنطر علیه البنیان ثم یرفعون البناء علی المقدار الذی یرونه ویجعل باب الهرم تحت الهرم ثم یحفرله طریق فی الأرض ویعقد أزج طوله تحت الأرض مائة ذراع أو أکثر ---- الخ

''بعض مسلمان بادشاہوں نے اہرام مصر کو منہدم کرنا شروع کیا لیکن اس انہدام کے مصارف مصر سے حاصل ہونے والے کل خراج سے بھی زیادہ تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہرام مصر پتھروں اور عظیم چٹانوں سے تعمیر کیے گئے۔ دراصل یہ شاہانِ مصر کی قبریں ہیں۔ بادشاہ جب مرجاتا تو اسے پتھروں کے ایک حوض کے درمیان رکھ کر اوپر سے ڈھانپ دیا جاتا (مصر اور شام میں اسے 'جرون' کہا جاتا ہے)۔ پھر وہ جتنا بلند چاہتے، ایک مضبوط حصار تعمیر کرتے، پھر اس حوض کو اٹھا کر اس ہرم کے درمیان رکھا جاتا۔ پھر اس کی بنیادوں پر پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جاتا۔ اس کی بنیادیں وہ اس قدر اونچی کرتے جتنا وہ چاہتے۔ ہرم کا دروازہ ہرم کے نیچے کی سمت بنایا جاتا، اس کا راستہ زیرزمین اس قدر طویل کھدوالیا جاتا کہ وہ زمین کے اندر ۱۰۰ ہاتھ یا اس سے زیادہ گہرا ہوتا۔ ہر ہرم کا دروازہ اسی انداز پر تعمیر ہوتا۔ اور یہ لوگ اس تک پہنچنے کے پرپیچ راستے تعمیر کرتے جب اس سے فارغ ہوتے تو اوپر سے نیچے کی طرف کھدائی کرتے۔ یہ مصری بادشاہوں کی عادت تھی اور اس سے ان کی قوم کی اطاعت پسندی، صبر اور قوت کا پتہ بھی چلتا ہے'' (کتاب المواعظ والاعتبار للمقریزی: ۱/۱۱۵)

اس کے اخراجات اور اس بارے میں کی جانے والی کوششوں کا تذکرہ ابوالحسن مسعودی نے بھی اپنی کتاب 'اخبار الزمان' میں کیا ہے:

ہونے والے اخراجات کا اندازہ لگایا تو وہ اخراجات متوقع سونے کی مالیت سے بھی کہیں زیادہ تھے۔ مامون شاہانِ مصر کے یہ انتظامات دیکھ کر حیران وششدر رہ گیا اور اس نے یہ سونا ملکی خزانے میں جمع کرا کے اس مہم کو بند کروا دیا'' (بحوالہ المواعظ والاعتبار للمقریزی: ص ۱۱۳)

''یہی کوشش بعد ازاں سلطان صلاح الدین ایوبی کی بیٹے عثمان نے بھی کی۔ اس نے پتھر توڑنے والوں کی جمعیت اکٹھی کی، اور فوج کو بھی اس میں شریک کیا۔ ۸ ماہ یہ لوگ اس مہم میں لگے رہے

> **خلیفہ مامون الرشید نے عظیم الجثہ زنانہ مجسمہ جو دریائے نیل کے دوسرے کنارے فسطاط میں تھا' منہدم کروادیا اور اس بت کو توڑ کر اس کے پتھر مسجد کی تعمیر میں لگادیئے تھے**

لیکن مال اور تدبیر کے بیش بہا نقصان کے پیش نظر آخرکار اس کو ترک کردیا''۔ (ص ۱۱۵، ۱۲۱)

ان میں سے ایسے بت جو توڑے جاسکتے تھے، انہیں خلیفہ مامون نے طویل محنت ومشقت کے بعد منہدم کروادیا۔ منہدم ہونے والے ان بتوں میں وہ عظیم الجثہ زنانہ مجسمہ بھی شامل تھا جو دریائے نیل کے دوسرے کنارے فسطاط میں نصب تھا۔ کتبِ تاریخ میں اس کے بارے میں جو حالات بیان کیے گئے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے

> **ہر وہ آلہ جو شرک کے لئے معاون ثابت ہوچا ہے جیسا بھی ہو صنم ہو یا وثن یا صلیب' یا شرک پر مشتمل کتب ہوں' ان سب کی خرید وفروخت ممنوع ہے۔ ان سب کو ضائع کردینا اور ختم کردینا واجب ہے**

''خلیفہ مامون الرشید جب مصر آیا اور اس نے اَہرام مصر دیکھے تو انہیں منہدم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اسے کہا گیا کہ ایسا کرنا بہت مشکل ہے لیکن خلیفہ اپنے عزم پر قائم رہا۔ چنانچہ آگ کے بڑے الاؤ جلائے گئے، سیسہ اور تانبا پگھلایا گیا، لوہاروں اور معماروں کی ایک بڑی جماعت کو اس کام میں لگایا گیا حتیٰ کہ اس پر بہت سا مال صرف ہوا۔ انہوں نے ۲۰ ہاتھ کے قریب دیواروں کی چوڑائی پیمائش کی۔ حتیٰ کہ جب وہ دیوار کے آخر تک پہنچے تو وہاں انہیں بڑی تعداد میں سونے کے سکے ملے، ایک ہزار دینار کے قریب جن میں ہر ایک کا وزن ایک اوقیہ تھا۔ مامون ان سکوں کی صفائی اور سونے کا معیار دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ جب اس نے اس مہم پر صرف

کہ یہ مجسمہ غالباً آیسس (Isis) دیوی اور اس کے بچے ہورس (Horus) کا تھا۔ اس بت کی پشت دریائے نیل کی طرف تھی۔ اسے دریائے نیل کی طغیانی سے بچانے والا بت تصور کیا جاتا تھا۔ اس بت کو توڑ کر اس کے پتھر مسجد کی تعمیر میں لگا دیے گئے'' (ایضاً ص ۱۱۸)

کتبِ تاریخ کے ان اقتباسات سے اہرام مصر کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ مصر کے بت اور مجسمے گرانے کی کوششیں تو کئی بار کی گئیں لیکن انہیں کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔ اب بیسویں صدی میں جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے اَہرام مصر کو توڑا پھوڑا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اہرام مصر کی مکمل دریافت بھی بیسویں صدی کے اوائل میں ہوئی، جس کے بعد اس میں دفن خزانوں کو لوٹنے کے لئے حرص کے مارے لوگوں میں ایک مقابلہ شروع ہوگیا۔ ان اَہرام نے بہت افراد کی جانیں بھی لیں اور بہت لوگ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوئے۔ جدید ٹیکنالوجی کو بروئے کار لاتے ہوئے یہاں سے بڑی تعداد میں مجسمے نکال کر مصری عجائب گھر اور دنیا کے بڑے میوزیم میں بھی سجائے گئے۔ اب جبکہ وہ مسائل باقی نہیں رہے جن کی بنا پر اہرامِ مصر کے مجسموں کو توڑا نہ جاسکا تھا تو مسلم حکمرانوں میں اطاعت اور اسلام کی پیروی کا وہ جذبہ ہی سرد پڑ چکا ہے اور تمام مسلم دنیا مغرب کے سیاسی یا فکری استعمار کا شکار ہے لہٰذا آج مصر میں یہ مجسمے بڑی تعداد میں عجائب گھروں کی زینت بنے نظر آتے ہیں۔

أبو الهول : بی بی سی کی رپورٹ میں ابوالہول (Sphinx) کے مجسمے کی بات کی گئی ہے کہ مسلمانوں نے جب مصر فتح کیا تو اس عظیم بت کو منہدم نہیں کیا گیا اور وہ بت آج تک باقی چلا آرہا ہے۔

ابوالہول کا مجسمہ ۳۹ میٹر اونچا اور ۲۰ میٹر چوڑا ہے، جس کا سر انسان کا اور دھڑ شیر کا سا ہے۔ اس کے بارے میں روایات یہ ہیں کہ یہ صرف ایک مجسمہ نہیں تھا بلکہ اس طرح ایک انسان کو سزا دی گئی تھی کہ شیر کے دھڑ میں اس کے جسم کو چنوا کر اسے قابل عبرت بنادیا گیا تھا۔ تاریخی لحاظ سے یہ مقامِ تعظیم (عبادت) نہیں بلکہ مقامِ عبرت ہے۔ کیونکہ یہ کسی بزرگ ہستی کی یاد میں پتھروں کی مورت نہیں بلکہ ایک جیتے جاگتے انسان کو سزا دینے کی یادگار ہے۔ چنانچہ اس سے تعظیم کے اثرات کی بجائے خوف وہیبت کے اَثرات مرتب ہوتے ہیں۔ چنانچہ 'اُردو دائرۂ معارف' میں ابوالہول کا ترجمہ 'خوف کا باپ' کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ''عرب اسے وہم آمیز خوف کے ساتھ دیکھتے تھے''۔ (جلد ۱، ص ۹۳۱)

جیتے جاگتے انسانوں کے نقش اور مجسمے میں بڑا فرق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف ممیوں کو بتوں اور مجسموں کے حکم میں نہیں لایا جاتا۔ فرعونِ موسیٰ کی ممی آج تک بطورِ عبرت موجود ہے اور ابوالہول کے بارے میں کسی نے بت کا سا حکم اختیار کرنے کا خیال پیش نہیں کیا۔ بعض لوگوں کو اس کے باوجود یہ خیال گزرا کہ لوگ اس سے بت پرستی میں مبتلا ہوسکتے ہیں تو انہوں نے انفرادی طور پر اس کو منہدم کرنے کی کوششیں کیں۔ تاریخ نگار المقدسی کے بیان کے مطابق انہی کوششوں سے ۹۸۵ء میں اس کا چہرہ صحیح سالم نہ رہا۔ مقریزی نے بیان کیا ہے کہ ۷۸۰ھ/۱۳۷۸ء میں شیخ محمد صائم الدہر نے مجسموں کو ختم کرنے کی مہم میں اس کو بھی توڑنے کی بہت کوشش کی لیکن اس میں وہ پوری طرح کامیاب نہ ہوا۔ بعض مؤرخین کے نزدیک اس کی ناک کا بہت مختصر ہونا اور چہرے کا مسخ ایسی ہی کوششوں کی بنا پر ہے۔

مصر کی فتح......معاہدۂ صلح کے ذریعے

بعض لوگوں نے اپنی بات میں رنگ بھرنے کے لئے مصر کی فتح کو دورِ نبوی کا واقعہ بتلایا ہے لیکن یہ صریح تاریخی مغالطہ ہے کیونکہ مصر دورِ فاروقی میں سیدنا عمرو بن العاص ؓ کے ہاتھوں ۲۰ ہجری میں خلافتِ اسلامیہ میں داخل ہوا۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ بی بی سی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مصر فتح کیا گیا تھا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مصر فتح ہوکر اسلامی خلافت میں شامل نہیں ہوا جس طرح دوسرے علاقے مفتوح ہوتے ہیں بلکہ مصر معاہدۂ صلح کی صورت میں خلافتِ اسلامیہ کا حصہ بنا۔ مفتوح ہونے والے اور معاہدے کی صورت میں اسلام لانے والے ہر دو سے غالب آنے والے کا برتاؤ مختلف ہوتا ہے۔ معاہدے کی صورت میں غلبہ پانے والے معاہدہ کی شرائط کے پابند ہوتے ہیں۔ اس بنا پر بالفرض اگر ابوالہول کا مجسمہ ایک بت بھی ہوتا تو ممکن تھا کہ معاہدہ کی شرائط کی پاسداری میں اسے باقی رہنے دیا جاتا۔ چنانچہ مستند کتبِ تاریخ میں ان شرائط معاہدہ کا تذکرہ یوں ملتا ہے

بسم الله الرحمن الرحيم ، هذا ما أعطى عمرو بن العاص أهل مصر من الأمان على أنفسهم وملّتهم وأموالهم وكنائسهم وصُلُبِهم وبرهم وبحرهم لا يدخل عليهم شيئ من ذلك ولا ينتقض (النجوم الزاهرة فى ملوك مصر والقاهرة : ١/ ٢٥)

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ عہد نامہ ہے جس کی رو سے عمرؓو بن العاص نے اہلِ مصر کی جانوں، اَدیان، اَموال، کنیساؤں اور ان کی صلیبوں اور ان کے بحر و بر کو اَمان دی۔ ان چیزوں کے بارے میں کوئی دخل اندازی نہیں کی جائے گی اور اس عہد نامہ کو توڑا نہیں جائے گا......الخ۔''

اس عہد نامہ سے پتہ چلتا ہے کہ مصر اسلامی قلمرو میں 'اہل ذمہ' کی حیثیت سے ۲۰ ھ میں داخل ہوا اور ان کے عبادت خانوں کی حفاظت کا معاہدہ کیا گیا۔ آہستہ آہستہ اسلام زور پکڑتا گیا اور ملکی داخلی تبدیلی کے نتیجے میں مصر میں چند صدیوں کے بعد اسلامی حکومت قائم ہوئی جیسا کہ آگے ذکر ہوگا۔

معاہدے کی صورت میں مغلوب ہونے والے اہل خیبر کی زمین کا معاملہ بھی اس بارے میں کافی دلیل ہے کہ خیبر جب فتح کیا گیا تو اہل خیبر سے ان کی زمینیں لے کر مال غنیمت کا حصہ نہیں بنائی گئیں بلکہ انہیں شرائط معاہدہ کے تحت ان کی ملکیت میں ہی رہنے دیا گیا جس میں وہ کاشتکاری کیا کرتے تھے۔ بعد ازاں سیدنا عمرؓ نے اپنے دور میں حدیث نبوی کی پیروی کرتے ہوئے ان یہودیوں کو جلاوطن کیا۔

دراصل بی بی سی کے مبصرین اسلام کی درست ترجمانی کی بجائے اسلامی شریعت کو توڑ مروڑ کر اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ سادہ مسلمانوں کو دھوکہ دیا جاسکے۔ اگر یہ لوگ واقعتاً اسلام کی درست ترجمانی کرنا چاہیں تو اس کے لئے زیادہ واضح مثال دورِ عمر کی بجائے خود دورِ نبویؐ میں موجود ہے اور وہ بھی ایسی صورت میں جب مقابلے میں آنے والے مفتوح ہوئے نہ کہ کسی معاہدے کی بنا پر

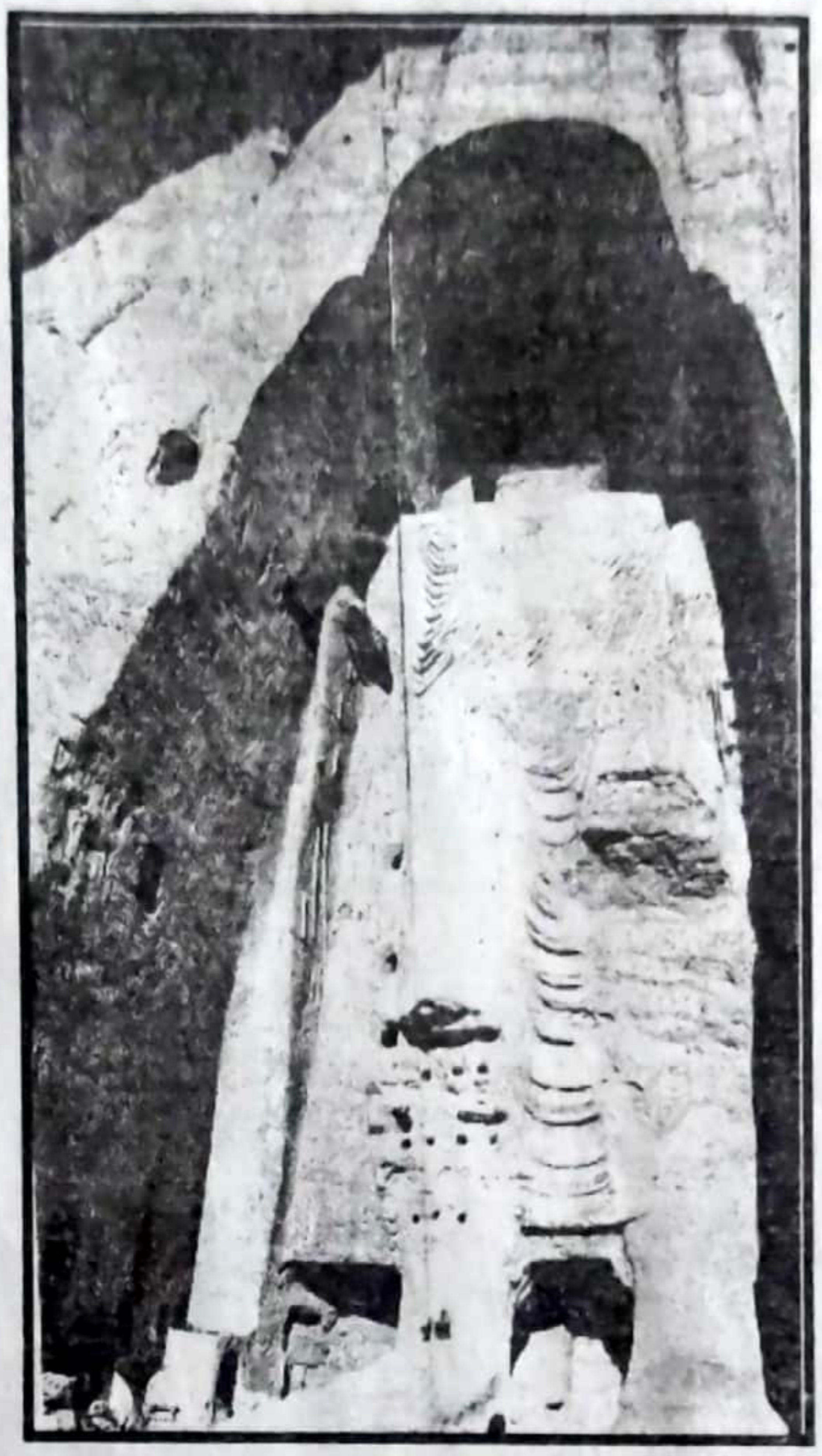

گوتم بدھ کا تباہ شدہ بت

انہوں نے اطاعت اختیار کی۔ اس کی بہترین مثال فتح مکہ ہے۔ اگر بتوں کو محفوظ رکھنے اور ان کا اعزاز و اکرام برقرار رکھنے کے لئے اسلام آیا ہوتا تو نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقع پر ضرور بتوں کے بچاؤ اور ان کی حفاظت کی تدبیر/ رعایت فرماتے۔ کیونکہ فتح مکہ کے موقع پر مفتوحین سے، دیگر مفتوحین کے مقابلے میں مختلف سلوک والی کئی رعایتیں کی گئی تھیں جن میں چند ایک یہ ہیں:

۱۔ مکہ کو جنگی یورش کے نتیجے میں فتح کیا گیا لیکن کسی کو لونڈی/ غلام نہ بنایا گیا۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والوں کو 'عتقاء' کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا ہے۔

۲۔ مکہ کی زمین کو فاتحین میں تقسیم نہ کیا گیا۔

۳۔ اہل مکہ کے ساز و سامان کو مال غنیمت بنا کر اس کے حصے بھی تقسیم نہیں کئے گئے۔

۴۔ اہل مکہ کے سردار ابوسفیان کو سزا دینے کی بجائے ان کے گھر کو جائے امان قرار دیا گیا۔

۵۔ مکہ والوں کے ظلم وستم اور متعدد جنگی تدابیر میں ملوث ہونے کے باوجود ان سب کے لئے عام معافی کا اعلان کیا گیا۔

فتح مکہ اور بت شکنی کی مہم

فتح مکہ میں دوسری جنگوں کے بالمقابل متعدد مخصوص اَحکام کی رعایت کی گئی۔ اگر اس بات کی کوئی گنجائش ہوتی کہ وہاں بتوں کو بچایا جاسکتا تو نبی کریم ﷺ ضرور اس کا بھی حکم فرماتے۔ لیکن آپؐ نے جنگ سے فارغ ہونے کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ بیت اللہ کے اندر سیدنا علیؓ کی معیت میں تشریف لے گئے اور خود اپنے دستِ مبارک سے ۳۶۰ بتوں سے بیت اللہ کو پاک کرنا شروع کیا۔ بیت اللہ میں بعض بت اس قدر اونچے تھے کہ آپ کی لاٹھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھی چنانچہ سیدنا علیؓ نے آپ ﷺ کو پیش کش کی کہ آپؐ میرے کندھوں پر سوار ہو کر بلند ہوجائیں اور بت گرا دیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''علیؓ! تم نبوت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے، آؤ میں تمہیں بلند کرتا ہوں اور تم انہیں گرادو''

یاد رہے کہ ان بتوں میں آپ ﷺ کے جد امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے بت بھی تھے۔ (الرحیق المختوم اردو: ص ۲۵۲) اگر اسلام میں بتوں کا کوئی جواز ہوتا تو آپ کائنات کی مقبول ترین ہستی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا بت ضرور بچا لیتے۔ لیکن لمحے بھر کو بھی ایسا شائبہ وہاں پیدا نہ ہوا۔ اور آپ ﷺ کعبہ کو بتوں سے پاک صاف کر کے نکلے۔

اگر بتوں کی عبادت ہی ان کو گرانے کا سبب ہوتی تو مکہ میں غلبہ اسلام کے بعد صنم پرستی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔ اس امکان کے باوجود آپ کا بتوں کو گرا دینے کا مطلب اس کے علاوہ اور کیا ہے کہ اسلام میں بتوں کے لئے اس طرح کی کوئی تفریق نہیں کہ اس کی عبادت کی جاتی ہے یا نہیں؟

ممتاز سیرت نگار ابن ہشامؒ اپنی کتاب میں باسند بیان کرتے ہیں اور صحیح مسلم میں بھی موجود ہے کہ

''فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے تو آپ اونٹنی پر سوار تھے، اس پر بیٹھے بیٹھے طواف کیا، بیت اللہ کے چاروں طرف سیسے سے جڑے ہوئے بت نصب تھے۔ آپؐ کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی، آپؐ بتوں کی طرف اشارہ کرتے جاتے اور فرماتے جاتے: جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ''حق آگیا اور باطل چلا گیا، بے شک باطل زائل ہونے اور جانے والا ہی تھا'' چنانچہ ہر بت جس کی طرف آپ اشارہ کرتے جاتے وہ گدی کے بل اور جس کی گدی کی طرف اشارہ کرتے وہ چہرے کے بل خود بخود گرتا جاتا تھا، یہاں تک کہ کوئی بت بھی باقی نہ رہا جو گر نہ گیا ہو'' (صحیح مسلم،

باب إزالة الأصنام من حول الكعبة: حدیث ۴۲۹۱ اور سیرت ابن ہشام مترجم از مولانا غلام رسول مہر، ص ۴۸۴)

حافظ ابن کثیرؒ سیرت ابن ہشامؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

''فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے تو اس میں ملائکہ وغیرہ کی تصاویر دیکھیں، ابراہیم علیہ السلام کی تصویر دیکھی، ان کے ہاتھ میں فال کے تیر تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ انہیں غارت کرے، انہوں نے ہمارے جد امجد کو فال گر بنا دیا، ابراہیم کو فال گیری سے کیا نسبت؟ ابراہیم نہ یہودی تھے، نہ نصرانی لیکن سیدھے راستے والے مسلمان تھے اور مشرکوں سے نہ تھے پھر آپ ﷺ کے حکم سے سب تصاویر مٹا دی گئیں'' (سیرت النبی ترجمہ مولانا ہدایت اللہ ندوی: ج ۲، ص ۳۹۶)

اس کے بعد امام احمدؒ کے حوالے سے سیدنا جابرؓ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ کعبہ کے اندر تصویریں منقش تھیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کے مٹانے کا حکم دیا تو سیدنا عمرؓ نے کپڑا تر کر کے ان کو مٹا دیا، رسول اللہ ﷺ بعد میں اندر آئے تو اس میں کوئی تصویر نہ تھی۔''

فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہدایت کا تذکرہ امام نسائیؒ نے کیا ہے:

عن أبى الطفيل قال لما فتح رسول اللهؐ مكة بعث خالد بن الوليد إلى نخلة وكانت بها العزى فأتاها خالد وكانت على ثلاث سمرات فقطع السمرات و هدم البيت الذى كان عليها، ثم أتى النبىؐ فأخبره فقال "ارجع فانك لم تصنع شيئا" فرجع خالد، فلما أبصرته السدنة وهم حجبتها أمعنوا فى الحيل وهم يقولون: ياعزى، ياعزى فأتاها خالد فإذا امراة عريانة ناشرة شعرها تحثوا التراب على رأسها فغمسها بالسيف حتى قتلها، ثم رجع إلى رسول اللهؐ فأخبره فقال تلك العزى (تفسیر ابن کثیر: ج ۴، ص ۳۹۴)

''جب نبی کریم ﷺ نے مکہ فتح کیا تو خالد بن ولید ؓ کو نخلہ مقام پر بھیجا وہاں پر عزیٰ (نامی عورت تھی جس کی عبادت کی جاتی) تھی۔ خالدؓ وہاں پہنچے تو وہاں ببول کے تین درخت تھے، آپ نے انہیں کاٹ دیا اور ان پر قائم عمارت کو ڈھا دیا۔ پھر آپ نے نبی کریم ﷺ کو آ کر اپنا کارنامہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: دوبارہ جاؤ تم کچھ بھی کر کے نہیں آئے۔ تو سیدنا خالدؓ دوبارہ لوٹے، جب ان کو مجاوروں نے دیکھا تو ان سے مکر و فریب کرنے لگے اور یا عزیٰ یا عزیٰ پکارنے لگے۔ سیدنا خالدؓ نے قریب آ کر دیکھا تو ایک ننگی عورت اپنے اوپر مٹی ڈالے ہوئے تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے (جس طرح ہمارے ہاں ملنگ زمین میں لیٹے ہوتے ہیں) آپؓ نے اس کو تلوار چبھوئی اور اپنی تلوار سے اس کو قتل کر دیا، واپس جا کر نبی کریم ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''عزیٰ یہ تھی''۔

تفسیر ابن کثیر میں سورہ نجم کی آیات ﴿أَفَرَءَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى وَ مَنَوٰةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى﴾ کے تحت نبی کریم ﷺ کی بت شکن مہم کا تذکرہ بالاختصار یوں ہے:

''قبیلہ ثقیف کے بت 'لات' کو ڈھانے کے لئے نبی کریم ﷺ نے مغیرہ بن شعبہ ؓ اور ابوسفیان ؓ صخر بن حرب کو طائف بھیجا جنہوں نے اس کو ڈھا کر اس جگہ مسجد تعمیر کر دی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بت سیدنا علی ؓ کے ہاتھوں تباہ ہوا۔ اسی طرح ذوالخلصة نامی بت جسے لوگ دوسرا کعبہ کہا کرتے تھے، کو نبی کریم ﷺ نے سیدنا جریرؓ بن عبداللہ کے ہاتھوں فنا کروایا۔ فلس نامی بت سیدنا علیؓ نے توڑا اور یہاں سے دو تلواریں رسوب اور مخزوم لے کر گئے جو نبی کریم ﷺ نے انہیں ہی عطا کر دیں۔ قبیلہ حمیر اور اہل یمن کا بت خانہ صنعاء میں ریام کے نام سے تھا جس میں ایک سیاہ کتا بھی تھا، اس بت خانہ کی بھی آپؐ نے اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ رضا نامی بنو ربیعہ بن سعد کا بت خانہ مستوغر بن ربیعہ بن کعب نے ڈھایا...... الخ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر مترجم: ج ۵، ص ۲۱۰)

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ بت شکنی کے لئے خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو روانہ فرماتے رہے اور جزیرۂ عرب کے نامور بت خانوں کو آپ نے اپنی حیات طیبہ میں منہدم کرا دیا۔

سیدنا علی ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كان رسول الله ﷺ فى جنازة، فقال: أيكم ينطلق إلى المدينة فلا يدع بها وثنا إلاكسره ولا قبرا إلاسواه ولا صورة إلا لطّخها؟ فقال رجل: أنا يارسول الله فانطلق فهاب أهل المدينة فرجع، فقال علي: أنا أنطلق يارسول الله، قال فَانْطَلِقْ فَانْطَلَقَ ثُمَّ رَجَعَ فقال: يارسول الله! لم أدع بها وثنا إلا كسرته ولا قبرا إلا سويته ولا صورة إلا لطختها، ثم قال الرسول ﷺ: من عاد إلى صَنعة شيئ من هذا فقد كفر بما أنزل على محمد رواه أحمد بإسناد حسن (مسند احمد: ج ۲، ص ۸۷...... مجمع الزوائد: ج ۵، ص ۱۷۳...... فقہ السنہ: ۳/ ۴۹۹)

''نبی کریم ﷺ ایک جنازہ میں تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم میں کون آدمی ہے جو مدینہ میں جائے وہاں کوئی بت (وثن) نہ چھوڑے مگر اس کو توڑ دے، کسی اونچی قبر کو نہ چھوڑے مگر اس کو زمین سے ملا دے، کوئی تصویر نہ دیکھے مگر اس کو مٹا ڈالے۔ ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں یہ کام کروں گا۔ یہ آدمی چلا گیا لیکن اہل مدینہ نے اس کو اس کام سے ڈرایا تو وہ گھبرا کر واپس لوٹ آیا۔ تب سیدنا علی ؓ نے کہا کہ میں یہ کام کرتا ہوں۔ آپؐ نے کہا: جاؤ تو سیدنا علی ؓ گئے اور کچھ دیر بعد واپس لوٹ آئے اور کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے اس میں کوئی وثن نہیں چھوڑا اور نہ کوئی اونچی قبر مگر اسے زمین سے برابر کر دیا، کوئی تصویر نہ چھوڑی مگر اس کو مٹا ڈالا ہے۔ تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے بھی ایسے برے کام پھر کئے تو گویا اس نے شریعت محمدیؐ سے کفر کیا''

سیدنا علی ؓ نے اپنے دور خلافت میں ابوالہیاج اسدی کو خود اس کام کے لئے مامور کیا اور فرمایا:

> نبی کریم ﷺ ایک جنازہ میں تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''تم میں کون سا آدمی ہے جو مدینہ میں جائے وہاں کوئی بت (وثن) نہ چھوڑے مگر اس کو توڑ دے، کسی اونچی قبر کو نہ چھوڑے مگر اسے زمین کے برابر کر دے، کوئی تصویر نہ دیکھے مگر اسے مٹا ڈالے

ألا أبعثك على ما بعثني عليه رسول الله ﷺ؟ ألا تدع تمثالا إلا طمسته، ولا قبرا مشرفاً إلا سويته (صحیح مسلم، باب الأمر بتسوية القبر: حدیث ۹۶۹)

''کیا میں تجھے اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے نبی کریم ﷺ نے مجھے مامور فرمایا تھا، وہ یہ کہ تو کوئی تمثال (مجسمہ) نہ چھوڑ مگر اس کو مٹا ڈال اور کوئی عالیشان قبر نہ چھوڑ مگر اس کو برابر کر دے''

سرزمین اسلام میں بتوں کو باقی رکھنا اور نمایاں کرنا

اسلامی شریعت کی روشنی میں یہ بات تو بخوبی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی کہ اسلام میں بتوں کا کوئی جواز نہیں ملتا اور مسلمانوں کو بتوں کے باقی رکھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ جہاں تک اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کا تعلق ہے کہ انہیں بت پرستی کی کس حد تک اجازت دی جاسکتی ہے یا غیر مذاہب کے عبادت خانوں کے بارے میں اسلام کیا نقطہ نظر رکھتا ہے۔ تو اس بارے میں چند نکات درج ذیل ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ سے قاہرہ کے کنیساؤں (گرجاؤں) کو عیسائیوں کے لئے عبادت گاہ کے طور پر کھولنے کے بارے میں پوچھا گیا، اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ کنیسے دور فاروقی اور خلافت راشدہ میں موجود تھے اور انہوں نے ان کو منہدم نہیں کیا تو علامہ ابن تیمیہؒ نے اس نکتے کی وضاحت میں فرمایا:

''اوّل تو یہ بات ہی غلط ہے کہ قاہرہ میں دور فاروقی میں یہ کنیسے موجود تھے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ قاہرہ کا شہر سیدنا عمر ؓ کے تین سو سال بعد، بغداد، بصرہ، کوفہ اور واسط کے بعد بسایا گیا۔

مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو شہر مسلمان تعمیر کریں تو اہل ذمہ اس میں اپنا معبد خانہ تعمیر نہیں کر سکتے، جن شہروں کو مسلمان معاہدۂ صلح کی صورت میں فتح کریں اور ان میں وہ سابقہ معبد خانوں کی حفاظت کا معاہدہ کریں اور مزید بنانے سے روک دیں تو اس مقام پر بھی مزید معبد خانے تعمیر نہیں کئے جا سکتے۔

اس طرح جن شہروں میں مسلمان رہتے ہوں اور ان میں مسلمانوں کی مساجد ہوں، اسلامی حکومت کے لئے ضروری ہے کہ وہ وہاں شعائر کفر کو ظاہر کرنے (1) سے غیر مسلموں کو روکے، ہاں وہ اندرون معبد خانہ اپنے شعائر نمایاں کر سکتے ہیں۔

غیر مسلموں کے بعد مصر کے جو حکمران آئے وہ غالی رافضی (جو اپنے اماموں میں اللہ تعالیٰ کے حلول کا عقیدہ رکھتے) تھے جن کا دور حکومت دو سو سال سے زیادہ ہے، یہ لوگ بھی صرف ظاہراً اسلام کے نام لیوا تھے اور اندر سے کفر محض چھپائے ہوئے تھے۔ ان روافض کے بارے میں مسلمان عوام، بادشاہ اور فقہاءِ اسلام کا اتفاق رہا ہے کہ یہ اسلام سے خارج ہیں اور ان سے لڑائی کی جا سکتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے تاتار کو مسلمانوں سے جنگ پر اکسایا۔ ان غالی بادشاہوں کے وزرا کبھی یہودی رہے ہیں کبھی عیسائی، جنہوں نے ارض مصر میں بہت سے کنیسے تعمیر کئے۔ ان کے دور میں مصر میں عیسائیوں کی قوت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ساحل شام اپنے قبضہ میں لے لیا حتیٰ کہ نور الدین زنگیؒ نے اسے بازیاب کرایا۔ صلاح الدینؒ کی جنگی کارروائیوں کے نتیجے میں آخر مصر ۱۲ویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کے زیر نگیں آیا۔"

(اقتباسات فتاویٰ ابن تیمیہ: ج ۲۸ ص ۶۳۲ تا ۶۳۹)

علامہ ابن تیمیہؒ کا یہ قول کہ دار الاسلام میں غیر مسلموں کے معبد خانے نہ ہوں، نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی بنا پر ہے:

۱۔ لا خصاء فی الاسلام ولا کنیسة

"اسلام میں خصی ہونے کی اجازت ہے نہ کنیسا کی"

(کتاب الاموال از ابو عبید بن سلام، ص: ۱۳۷)

۲۔ اسی طرح طاؤسؒ فرماتے ہیں:

لا ینبغی بیت رحمة أن یکون عند بیت عذاب

(ایضاً: ص ۱۳۸)

"جائز نہیں کہ بیت رحمت (مسجد) کے ساتھ بیت عذاب (غیر مسلموں کے معبد خانے) ہوں"

یہی بات علامہ ابن قیم جوزی نے أحكام أهل الذمة میں کہی ہے، فرماتے ہیں:

"جب صلیب کفر کے نمایاں شعارات میں سے ایک ہے تو اس کو بلاد اسلامیہ میں ظاہر کرنا بھی منع ہوا۔ جیسا کہ امام احمدؒ نے یہ روایت کیا ہے: "ولا یرفعون صلیبا ولا یظهروا خنزیرا ولا یرفعوا نارا ولا یظهروا خمرا وعلی الإمام منعهم من ذلك"

"نہ یہ صلیب نمایاں کریں، نہ خنزیر کو ظاہر کریں، نہ آگ کو بلند کریں اور نہ شراب کھلے عام پئیں اور حاکم وقت کو چاہئے کہ انہیں ان کاموں سے روک کر رکھے۔"

اسی طرح مصنف عبدالرزاقؒ میں روایت ہے کہ معمر نے میمون بن مہران سے روایت کیا: سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے امراءِ حکومت کو لکھا کہ "شام میں عیسائیوں کو ناقوس بجانے سے روک کے رکھیں، یہ لوگ اپنے کنیساؤں کے اوپر صلیب نمایاں نہ کریں۔ تنبیہ کے باوجود اگر کسی نے اس کا ارتکاب کیا تو اس کی رہائش گاہ بتانے والے کے قبضہ میں دے دی جائے گی۔"

علامہ ابن قیمؒ مزید فرماتے ہیں:

"صلیب کو ظاہر کرنا اور بتوں کو ظاہر کرنا برابر ہے کیونکہ صلیب عیسائیوں کا اسی طرح معبود ہے جیسے بت، اسی لئے عیسائیوں کو صلیب کے پجاری بھی کہا جاتا ہے۔ عیسائیوں کو کنیساؤں کے دروازوں اور بیرونی دیواروں پر صلیب بنانے کی اجازت نہیں دی جائے گی، لیکن اگر وہ درون خانہ اس کو لگائیں تو اس پر کوئی پکڑ نہیں" (ص: ۷۱۹)

سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ نبی ﷺ گھر میں کوئی ایسی چیز نہ چھوڑتے جس میں صلیب کی شبیہ ہوتی مگر اس کو توڑ ڈالتے۔ (بخاری باب نقض الصور حدیث 5952

اسی طرح صحیح بخاری میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے:

إن عائشة حدثته أن النبی لم یکن یترک فی بیته شیئا فیه تصالیب إلا نقضه

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ گھر میں کوئی ایسی شے نہ چھوڑتے جس میں صلیب کی شبیہ ہوتی مگر اس کو توڑ ڈالتے" (باب نقض الصور: حدیث ۵۹۵۲)

اسلامی تعلیمات اس بارے میں بڑی واضح ہیں کہ دار الاسلام میں غیر مسلموں کو اپنے مذہب سے وابستگی کی اسی حد تک اجازت ہے جہاں تک وہ مسلمانوں کے عقائد پر اثر انداز نہ ہوں۔ اگر وہ اپنی تعلیمات کی مسلمانوں میں تبلیغ شروع کر دیں تو ایسے غیر مسلموں کو دار الاسلام میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ اسلام کی تعلیمات اس بارے میں بھی واضح ہیں کہ کن مذاہب کے ساتھ مفاہمت (معاہدۂ صلح) ہو سکتی ہے۔ اس میں بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ مذاہب شرک کی لعنت سے پاک ہوں۔ چنانچہ جمہور ائمہ کے نزدیک اہل ذمہ صرف اہل کتاب ہی ہو سکتے ہیں جبکہ نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث کے مطابق اس میں مجوس کو اختلافی طور پر شامل کیا جا سکتا ہے۔ جو مذاہب ان تین کے ماسوا ہوں، ان سے جنگ کے بعد اسلام قبول کرنے یا ان کو مقتول (قتل) کر لینے کے سوا اسلام میں کوئی دیگر صورت نہیں۔ یہ مذہب امام احمدؒ اور شافعیؒ کا ہے جبکہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالک کی رائے میں جزیرۂ عرب کے ماسوا تمام کفار سے جزیہ لے کر ان سے معاہدۂ صلح ہو سکتا ہے۔ (المغنی لابن قدامہ: ج ۱۳ ص ۲۰۸، ۲۰۲)

اسی طرح فقہاءِ اسلام نے دائمی جزیہ پر مبنی معاہدۂ صلح میں بھی دو شرطوں کی پابندی ضروری قرار دی ہے، اول یہ کہ وہ ہر سال جزیہ ادا کرتے رہیں گے، دوم اسلامی احکام کی بھی ظاہری رعایت و پاسداری کریں گے یعنی منکرات کے ارتکاب سے بھی دور رہیں گے۔ (ایضاً: ۲۰۷)

بتوں کی فروخت:

افغانستان میں پیش آنے والی حالیہ صورتحال سے پریشان ہو کر بعض لوگ طالبان کو ان بتوں کو فروخت کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں، جس پر طالبان نے درست موقف اپنایا ہے کہ مسلمان بت شکن ہو سکتا ہے، بت فروش نہیں۔ اسلام کی رو سے بتوں اور مجسموں کی فروخت ممنوع ہے کیونکہ اس طرح یہ بھی بدترین گناہ 'شرک' کی ترویج میں ہی ایک مدد ہے۔ ان بتوں کو اگر ان کے پجاریوں کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا تو ظاہر بات ہے کہ وہ اس کی پوجا ہی کریں گے چنانچہ صحیح مسلم میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا ہے:

إن الله و رسوله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والأصنام

"نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا: بے شک اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے" (صحیح مسلم، باب تحریم بیع الخمر: حدیث ۱۵۸۱)

علامہ ابن قیمؒ اپنی کتاب 'زاد المعاد' میں اس حدیث کی شرح کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"جہاں تک بتوں کی فروخت سے روکنے کا تعلق ہے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہر وہ آلہ جو شرک کے لئے معاون ثابت ہو چاہے جیسا بھی ہو، صنم ہو یا وثن یا صلیب، یا شرک پر مشتمل کتب ہیں، ان سب کی خرید و فروخت ممنوع ہے۔ ان سب کو ضائع کر دینا اور ختم کر دینا واجب ہے۔ ان کی فروخت گویا اس کام کی نشوونما اور حفاظت کا ایک ذریعہ تصور ہوگی۔ چنانچہ اصنام کی فروخت دیگر اشیاء کی فروخت سے زیادہ سنگین ہے کیونکہ ہر شے کی ممانعت اس کے داخلی فساد کی بنا پر ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اصنام کا ذکر آخر میں اس کے کمتر گناہ ہونے کی بنا پر نہیں فرمایا بلکہ تدریجاً سنگین سے سنگین امر کو بیان کیا

باقی صفحہ 62 پر ملاحظہ فرمائیں

عقیدہ و منہج

دروس: پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ تعالیٰ

قسط نمبر 7

توحید الوہیت

توحید الہ یا توحید الوہیت کو توحید العبادۃ بھی کہتے ہیں۔

توحید الوہیت کی تعریف ہم یوں کر سکتے ہیں کہ

"بندے کے تمام افعال اور عبادات صرف اور صرف اکیلے اللہ کے لئے خاص ہوں' اس میں کوئی اور شریک نہ ہو"

یا آسان لفظوں میں کہہ سکتے ہیں کہ

"عبادت کو اللہ کے لئے خالص کرنا اور کسی کو شریک نہ کرنا'

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کا ارشاد ہے۔

والهكم اله واحد لا اله الا هو الرحمن الرحيم

اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اس رحمٰن و رحیم کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ (البقرہ۔163)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فليكن اول ما تدعوهم اليه شهادة ان لا اله الا الله

پہلی چیز جس کی طرف تو لوگوں کو دعوت دے' اس بات کی شہادت ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

بخاری کی ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں۔

الى ان يوحدوا الله

یعنی سب سے پہلے اللہ کے ایک ہونے کی دعوت دی جائے۔

اللہ کی عبادت میں زبانی' مالی اور جسمانی ہر طرح کی عبادات شامل ہیں۔ جیسا کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ سے کہلوایا۔

قل ان صلوتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين لا شريك له وبذلك امرت وانا اول المسلمين

کہو میری نماز' میرے تمام امور قربانی' میرا جینا' میرا مرنا سب کچھ اللہ تعالیٰ رب العالمین کیلئے ہے' جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں۔ (الانعام۔162)

توحید الوہیت ہمیں بتاتی ہے کہ تمام عبادات مثلاً دعا' ذبح نذر نیاز' نماز' روزہ' حج اور قربانی صدقہ وغیرہ خالص اللہ کے لئے کی جائیں۔ کسی دوسرے کی رضا' عبادت یا خوشنودی اس میں شامل نہ ہو۔ دعا مانگی جائے تو صرف اللہ سے مانگی جائے۔ اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کیا جائے کہ اللہ سے بھی مانگے اور اس کے ساتھ کسی اور کے واسطے یا وسیلے کو بھی شامل کرے۔ دعا اور ذکر اہم ترین عبادات ہیں۔ تمام عبادات اللہ ہی کے لئے خالص ہونی چاہئیں۔ اللہ ہی کا ذکر کیا جائے۔ کسی اور کے نام کے وظیفے نہ کئے جائیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کو اسی طرح پکارا جاتا ہے' جس طرح اللہ کو پکارنا چاہئے۔ تکلیف اور مشکل کے وقت بعض اللہ کے نیک بندوں سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ یا غوث یا دستگیر ہماری مدد کیجئے۔ یا علی ہماری مشکل حل کیجئے۔ اسی طرح انبیاء کا نام لے کر انہیں پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا۔ بعض لوگ فرشتوں کا نام لے کر انہیں مدد کے لئے پکارتے ہیں۔ یہ چیزیں توحید الوہیت کے منافی ہیں۔ اسی طرح جسمانی عبادات میں نماز اور طواف وغیرہ اللہ کے لئے خالص ہو۔ قیام' رکوع اور سجدہ وغیرہ کی کوئی حالت غیر اللہ کے لئے جائز نہیں۔ بعض لوگ احتراماً بڑوں کے لئے قیام کی حالت اختیار کرتے ہیں۔ قومی ترانے کے لئے قیام کرتے ہیں اور بعض لوگ کسی بڑے کی موت کی خبر پر احتراماً قیام کی حالت بناتے ہیں۔ ایسی تمام کیفیات غلط ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسے قیام نہ کرو جیسے عجمی لوگ قیام کرتے ہیں۔ دور جاہلیت میں بڑوں کے لئے قیام کیا جاتا تھا۔ اکثر لوگ یہ کہہ کر گنجائش نکالتے ہیں کہ ہم عبادت سمجھ کر تو نہیں کرتے۔ حالانکہ نبی ﷺ نے عجمیوں کی مشابہت سے منع کیا ہے۔ کیا ہم تصور کر سکتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کسی کے لئے عبادات کا قیام کر سکتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ صحابہؓ کے بارے میں ایسا گمان نہیں ہو سکتا۔ لیکن غور کرنے والی بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو عجمیوں کے قیام کی مشابہت سے روکا ہے۔ اس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ عبادت کا نقطہ نظر نہ بھی ہو' پھر بھی کفار کی مشابہت سے بچنا چاہئے۔ بعض وکلاء اور قانون دان طبقے کے بارے میں دیکھا گیا ہے کہ وہ بڑے جج کے سامنے آتے وقت جھکتے ہیں' پھر کھڑے ہوتے ہیں اور بات کرنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ یہ صریحاً انگریز کی مشابہت ہے۔ ان کے ہاں عدالت کی کرسی پر بیٹھے ہوئے جج کو قانون کی علامت سمجھ کر اس کے لئے قیام بھی کیا جاتا ہے اور رکوع بھی۔ جبکہ اسلام میں ایسا تصور ہرگز نہیں ہے۔ سب اللہ کے بندے ہیں' سب اللہ کے سامنے جھکنے والے ہیں' کوئی انسان اللہ کے حکم کی علامت بن کر اس حیثیت پر فائز نہیں ہوتا کہ اس کے سامنے جھکا جائے۔ ایسا کرنا باطل ہے۔ اسی طرح قبروں وغیرہ پر سجدہ کی کوئی شکل جائز نہیں۔ قبر پر سجدہ شرک ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم عبادت کا سجدہ نہیں کرتے۔ تعظیمی سجدہ کرتے ہیں۔ انہیں یہ سمجھانا چاہئے کہ امت محمد ﷺ میں تعظیمی سجدہ بھی غیر اللہ کے لئے جائز نہیں ہے۔ ذبح' قربانی اور نذر و نیاز وغیرہ بھی صرف اللہ کے لئے ہونے چاہئیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ ذبح کرتے وقت یا نذر نیاز دیتے وقت یہ نیت رکھی جائے کہ یہ اللہ کے لئے بھی ہے اور ہمارے فلاں بزرگ' پیر یا فقیر وغیرہ کے نام کی بھی ہے جیسے ہمارے معاشرے میں عموماً یہ کہا جاتا ہے نذر اللہ نیاز حسین ؓ۔ یعنی نذر تو اللہ کے لئے لیکن نیاز حسین ؓ کی ہے حالانکہ نذر اور نیاز دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ گویا ہم اقرار کر رہے ہوتے ہیں کہ فلاں چیز اللہ کے نام کی نذر بھی ہے اور حسین ؓ کے نام کی بھی ہے۔ اسی طرح گیارہویں والے پیر کے نام کی نذر دی جاتی ہے اور دیگر پیروں ولیوں کے نام پر بھی نذر نیاز اور صدقے وغیرہ کئے جاتے ہیں۔ سیاہ رنگ کے بکرے چھترے خصوصی طور پر پیروں کے نام پر صدقہ کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عقیدے کی اس غلطی کو بیان کرتے ہوئے شرک میں مبتلا لوگوں کا طرز عمل واضح فرمایا:۔

فقالوا هذا لله بزعمهم وهذا لشركائنا

وہ بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے۔ (الانعام۔136)

اللہ تعالیٰ نے ان کے ایسے مشرکانہ عمل کا انجام بیان کرتے ہوئے ان پر واضح کر دیا کہ جو کچھ بھی پیش کرنا ہے' نذر کرنی ہے' صدقہ کرنا ہے یا نیاز دینی ہے' سب کچھ صرف اور صرف خالص اللہ کے لئے پیش کرو۔ اگر کچھ اللہ کے لئے پیش کرنا ہے اور کچھ غیر اللہ کے لئے تو اللہ نے فرما دیا کہ پھر تم سب کچھ لے جاؤ۔ مجھے تمہاری کسی

چیز کی ضرورت نہیں اور نہ مجھے تمہاری ایسی کوئی چیز پہنچتی ہے۔ فرمایا

فما کان لشر کائهم فلا یصل الی الله وما کان لله فهو یصل الی شر کائهم ساء ما یحکمون

پھر جو چیز ان کے شریکوں کی ہوتی ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتی اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے شریکوں کی طرف پہنچ جاتی ہے۔ کیا ہی برے فیصلے وہ کرتے ہیں۔ (الانعام 136)

گویا اللہ نے واضح کر دیا کہ جو بھی عبادت کرنی ہے جو بھی عمل پیش کرنا ہے تو وہ خالص میرے لئے پیش کرو..... اگر دوسروں کے لئے بھی کرنا ہے اور میرے لئے بھی کرنا ہے تو پھر اللہ کہتے ہیں کہ سب کچھ دوسروں کے لئے ہی کرو۔ میرے لئے کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں تو صرف وہ عمل قبول کروں گا جو صرف اور صرف خالص میرے لئے کیا جائے۔ اسی چیز کا نام توحید الوہیت ہے۔

توحید ربوبیت توحید الوہیت کی دلیل ہے

چونکہ توحید ربوبیت میں افعال اللہ کے ہوتے ہیں اور ان میں اللہ کے شریک کی نفی کی جاتی ہے اور توحید الوہیت میں بندے کے تمام افعال کو اللہ کے لئے خالص کیا جاتا ہے اس لئے توحید ربوبیت کو توحید الوہیت کے لئے بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار یہی اسلوب دعوت اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے اللہ کا خالق مالک اور رازق ہونا پیش کیا جاتا ہے اور بار بار توجہ دلائی جاتی ہے کہ جب سب کچھ پیدا کرنے والا اللہ ہے تو پھر ساری عبادتیں خالص اللہ کے لئے کیوں نہ ہوں۔ جب خالق و مالک اور رازق اللہ ہے تو عبادت اللہ کے غیر کے لئے کیوں ہو۔ بیشتر مکی سورتوں میں یہ اسلوب دعوت اختیار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ سورہ نمل میں متعدد آیات مسلسل اس موضوع پر ہیں۔ ملاحظہ کریں

"بھلا بتاؤ تو کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ کس نے آسمان سے بارش برسائی؟ پھر اس سے ہرے بھرے بارونق باغات اگا دیئے؟ ان باغوں کے درختوں کو تم ہرگز نہ اگا سکتے' کیا (ان کے بنانے میں) اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ (نہیں نہیں) بلکہ یہ لوگ کج رو ہیں۔ کیا وہ جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں جاری کر دیں اور اس کے لئے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان روک بنا دی' کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر کچھ جانتے ہی نہیں۔ بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے' کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے' کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے۔ تم بہت کم نصیحت و عبرت حاصل کرتے ہو۔ کیا وہ جو تمہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھاتا ہے اور جو اپنی رحمت سے پہلے ہی خوشخبریاں دینے والی ہوائیں چلاتا ہے' کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے جنہیں یہ شریک کرتے ہیں' ان کے شرک سے اللہ بلند و بالاتر ہے۔ (النمل ۶۰۔۶۳)

مکہ کے مشرکین ربوبیت میں توحید کو مانتے تھے جبکہ الوہیت میں شرک کرتے تھے۔ اس لئے قرآن نے توحید الوہیت کو بہت وضاحت سے پیش کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ اصل مقصود توحید الوہیت ہے۔ تمام انبیاء اسی توحید کو واضح کرنے اور پیش کرنے آئے تھے اور قوموں نے نبیوں سے اختلاف الوہیت کے مسئلے پر کیا۔ چنانچہ شریعت اسلامیہ کی بنیاد توحید الوہیت پر ہے۔ یہی تمام انبیاء کا منہج ہے۔ دعوت کا اصل ہے اور اسی کے قیام کے لئے جہاد ہے۔

توحید......سب سے زیادہ حساس مسئلہ

عبادت میں توحید اور شرک کا مسئلہ سب سے زیادہ حساس ہے۔ قرآن حکیم نے اس مسئلہ کو بہت زیادہ نکھارا ہے۔ دوسرے مسئلہ میں قرآن عموماً اصولی راہنمائی دیتا ہے اور تفصیلات احادیث میں ملتی ہیں لیکن توحید خصوصاً توحیدِ عبادت کے مسئلے میں جزئیات بھی بیان کی گئی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ توحید میں ذرا سی جھول بھی بڑی بڑی غلطیوں کی بنیاد بن جاتی ہے۔ جمیع مسائل و امور شریعت کا دارو مدار توحید خصوصاً توحید الوہیت پر ہے اور تمام خرابیوں کی جڑ شرک ہے۔ اسی لئے تمام انبیاء کی دعوت میں پہلا اور بنیادی مسئلہ توحید کی دعوت تھی۔ جب قوموں کو توحید سمجھ آ جاتی تو انہیں پورا دین سمجھانا آسان ہوتا اور دین پر عمل دشوار نہ رہتا۔ توحید پر ہی لوگ متحد ہوتے ہیں اور قوت بنتے ہیں۔ ماضی میں قوموں میں بگاڑ اس مسئلے پر آیا اور توحید چھوڑ کر شرک اختیار کرنے کی وجہ سے قوموں پر عذاب آئے۔ آج بھی اصل مسئلہ توحید ہی ہے۔ قرآنی حکمتیں اختیار کر کے توحید کی دعوت پہنچائی جائے اور سمجھائی جائے۔ مسئلہ توحید سمجھنے اور سمجھانے میں بہت آسان ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ قرآنی دلائل اور نبوی ﷺ اسلوبِ دعوت کو اختیار کیا جائے۔ مخاطب دعوت کا صحیح احاطہ کیا جائے۔ اس کے بارے میں صحیح معلومات ہوں۔ اسے کیا شکوک ہیں؟ ان کے جواب کے لئے کیا دلائل ہیں؟ دلیل کی قوت' اخلاق اور حکمت' اسلوب دعوت میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ اس وقت مسلم معاشرے میں توحید کا مسئلہ عام لوگوں کے ہاں واضح نہیں ہے۔ اکثر لوگ بے خبر ہیں۔ دعوت کی شدید کمی ہے۔ لوگ توحید کی بنیادی چیزوں کو ماننے کے باوجود بے خبر ہیں اور شرک کی بہت سی آمیزش بے خبری یا غلط فہمی کی وجہ سے پائی جاتی ہے۔ اس صورت حال میں داعی کی ذمہ داری ہے کہ وہ کلمہ گو لوگوں کو کافر و مشرک کے فتوے لگا کر بھگانے یا بدکانے کے بجائے انہیں دلائل کے ساتھ سمجھائے۔ لوگ توحید کو مانتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔ جب دلائل اور اسلوب حکمت کے ساتھ سمجھایا جائے تو فوراً مان لیتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ

یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ عام آدمی قرآن و حدیث کے دلائل سے بہت جلد قائل ہو جاتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اسی اسلوب کو اختیار کریں اور دعوتِ توحید کو عام کریں۔

شبہے کا ازالہ

عقیدہ توحید کو سمجھنے سمجھانے میں ایک بڑے شبہے کا ازالہ ضروری ہے۔ عام طور پر "من دون اللہ" کے قرآنی الفاظ کو خاص طریقے سے بیان کر کے یہ گنجائش نکالی جاتی ہے کہ انبیاء' صلحاء' فرشتے اور دیگر اللہ کے برگزیدہ بندے "من دون اللہ" کے ضمن میں نہیں آتے۔ مکہ کے مشرکین نے پتھروں کے جو بت تراش رکھے تھے' وہی من دون اللہ ہیں۔ گویا کہ اگر کسی نبی یا نیک بندے کے نام کا ورد و وظیفہ کیا جائے یا ان کے نام کا صدقہ دیا جائے تو اس میں ان کے مطابق حرج اس لئے نہیں کہ وہ نبی یا ولی غیر اللہ نہیں بلکہ وہ تو اللہ کے مقرب ہیں لہذا من دون اللہ میں نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف شبہ ہے۔ اگر جان بوجھ کر کوئی ایسا کہتا ہے تو اسے اللہ سے ڈرنا چاہئے۔ اپنے اور دوسروں کے عقیدے کی فکر کرنا چاہئے اور قرآن کے الفاظ اور اصطلاحات کو اپنی مرضی سے استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ اس پر بہت بڑی وعید ہے۔ قرآن حکیم کی متعدد آیات میں "من دون اللہ" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ان پر غور کرنے سے اصلاح ہو سکتی ہے۔ سورہ التوبہ میں ہے:۔

اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله والمسیح ابن مریم وما امروا الا لیعبدوا الها واحدا لا اله الا هو سبحانه عما یشرکون۔ (التوبہ۔ 31)

ترجمہ:۔ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور مشائخ کو رب بنا رکھا ہے۔ اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ ان کو صرف اسی قدر حکم تھا کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں جبکہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ (اللہ) پاک ہے ان چیزوں سے جنہیں یہ لوگ اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

آیت مذکورہ سے یہ بات واضح ہے کہ "من دون اللہ" سے مراد بت نہیں۔ قرآنی آیت میں اللہ تعالیٰ خود بیان کر رہے ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء و مشائخ کو رب بنا رکھا تھا۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین جو روایات لائے ہیں' ان سے واضح ہوتا ہے کہ اہل کتاب اپنے علماء و مشائخ کے حکم کو حلال و حرام میں دلیل مانتے تھے۔ یہ اختیار صرف اللہ کا ہے کہ جسے چاہے وہ حلال کہہ دے یا حرام قرار دے دے۔ انہوں نے بزرگوں اور علماء کو اس مقام پر فائز کر دیا تھا تو یہاں "من دون اللہ" کے الفاظ ان کے لئے استعمال ہو رہے ہیں۔ اسی طرح اس آیت میں مسیح علیہ السلام کو بھی "من دون اللہ" میں شامل کیا گیا ہے۔

اسی طرح سورہ المائدۃ میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھیں گے۔

اذ قال الله یعیسی ابن مریم ء انت قلت للناس اتخذونی وامی الهین من دون الله......الی آخرالایۃ)

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ کہے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو معبود قرار دے لو تو وہ عرض کریں گے کہ اے اللہ تو پاک ہے۔ یہ میرے لئے روا نہیں کہ ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو تجھے ضرور معلوم ہوگا۔ تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے۔ بلاشبہ تو ہی غیب کی باتیں جاننے والا ہے۔ (المائدہ۔116)

مذکورہ آیت میں ''من دون اللہ'' کے الفاظ عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کیلئے استعمال ہوئے ہیں۔ سورۃ آل عمران میں اس مسئلے کی اور بھی وضاحت ہو جاتی ہے۔ آیت 79 میں اللہ فرماتے ہیں۔

''کسی انسان کے لئے یہ زیبا نہیں کہ اللہ اسے کتاب وحکمت اور نبوت عطا کرے پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ لوگو! اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ اللہ پرست بن جاؤ اس لئے کہ تم کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور اس لئے کہ تم کتاب کو پڑھتے ہو۔ اور نہ وہ یہ کہے گا کہ تم فرشتوں اور انبیاء کو رب سمجھو۔ کیا وہ تمہیں کفر کی تلقین کرے گا بعد اس کے کہ تم اسلام قبول کر چکے ہو۔

آیت مبارکہ کی تفسیر میں جو روایات ثابت ہیں مطابق ان کے نجران سے ایک وفد خاتم النبیین محمد ﷺ کے پاس آیا تھا۔ انہوں نے بہت سی باتیں رسول اللہ ﷺ سے پوچھیں۔ کچھ لوگوں نے یہ سوال کیا کہ جس طرح نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام کی پرستش کی تو کیا آپ کی پرستش بھی کی جائے تو نبی ﷺ نے فرمایا' معاذ اللہ ہم ایسا نہیں کرتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یہاں بھی ''من دون اللہ'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں گویا کہ کسی نبی کی بھی عبادت نہیں ہو سکتی۔ یہ حق صرف رب العالمین کا ہے۔ اگر کسی نبی کو عبادت کے لئے پکارا جائے گا تو وہ بھی ''من دون اللہ'' میں شامل ہوگا۔ اگلی آیت میں مزید وضاحت کے طور پر فرشتوں کا نبیوں کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء اولیاء اور فرشتوں میں سے کسی کی طرف کسی قسم کی عبادت کی نسبت نہیں کی جاسکتی۔ بزرگوں کی نیکی' تقویٰ اور درجات کی بلندی کی وجہ سے انہیں اللہ کے سوا عبادت کے لائق نہیں سمجھا جاسکتا۔ اگر کسی نبی' ولی' فرشتے کو سجدہ کیا جائے یا ان کے نام کا ورد وظیفہ کیا جائے یا ان کے نام کا صدقہ اور نذر و نیاز کی جائے تو اس کا کوئی جواز یہ کہہ کر پیش نہیں کیا جاسکتا کہ یہ بندے اللہ کے مقرب ہیں۔ اللہ نے قرآن میں بار بار یہ واضح کیا ہے کہ اللہ کے مقرب بندے اللہ کی عبادت میں شریک نہیں۔ سب کو من دون اللہ میں شامل کرکے اللہ نے حقیقت واضح کردی ہے۔ جہاں تک اہل مکہ کے بتوں کا تعلق ہے جنہیں ''من دون اللہ'' سے مراد سمجھا گیا ہے' وہ بھی بزرگوں اور نبیوں اور ولیوں سے منسوب تھے۔ پتھر کی مورتیاں کوئی چیز نہیں۔ ہمیشہ ان کے پیچھے اہم شخصیات رہی ہیں۔ آج بھی وہ قومیں جو مورتیوں کو پوجتی ہیں' وہ مورتیوں کو شخصیات سے وابستہ کرکے ان سے قصے کہانیاں منسوب کرتی ہیں۔

افغانستان میں بت ٹوٹے تو اہل کفر نے طوفان اٹھا دیا۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ بت گوتم بدھ کے تھے۔ صرف پتھر کی مورتی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اصل اہمیت گوتم بدھ کی سمجھی جاتی ہے۔ جب اس کے نام کے بت ٹوٹے تو کافروں کے مشرکانہ جذبات بھڑکے' اس سے ساری حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ نبی ﷺ نے بیت اللہ سے نکال کر جو بت توڑے تھے' وہ جد الانبیاء ابراہیم علیہ السلام اور دیگر صالحین عرب کے ناموں سے منسوب تھے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ من دون اللہ سے مراد ہر وہ شخص ہے جسے اللہ کا شریک بنایا جائے۔

بقیہ انسانی حقوق

سے ڈرنے والے حکمران ہوں گے وہ اتنے مضبوط ہو جائیں گے جیسے صدیوں پہلے تھے

جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے وعدہ کر رکھا ہے کہ اگر تم سچے مومن بن جاؤ گے تو تمہیں غالب کر دوں گا۔ لہذا اب مسلمان جہاد کے لئے دوبارہ مضبوطی سے کمربستہ ہو جائیں۔ تیاری کریں اور اپنے ایمانی جذبہ کو بھی مضبوط تر کریں۔

6۔ ہمیں اپنی شامت اعمال کا ذمہ دار مغرب اور امریکہ کو نہیں ٹھہرانا چاہئے۔ ایسا کرنا ہمارے لئے اچھا نہیں ہے۔ یہ حکومتیں اور ایجنسیاں کبھی بھی ہم مسلمانوں کے لئے اور اسلام کے لئے مخلص نہیں ہو سکتیں۔ ہمیں اپنے حالات خود سنوارنے ہوں گے اور اپنے گھروں' اپنے معاشرہ اور اپنے ملکوں میں تبدیلی لانا ہوگی اور تمام دنیا کے مسلمان اس وقت تک مضبوط نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ تمام کے تمام جدید علوم' دین اور جہاد سب کو ساتھ لے کر چلیں۔

آیئے! کامیابیوں کی راہ پر گامزن ہو جائیں جس طرح کے رسول اللہ ﷺ کا خاندان آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام پر عمل کیا تھا' ایسے ہی ہم عمل کرنا شروع کردیں۔

بقیہ تربیتی کالم

دیکھوں اپنی شامیں دیکھوں دوپہریں اور راتیں دیکھوں، دنیا والوں کو تو میں بڑے دھوکے دے سکتا ہوں بڑی باتیں کہہ سکتا ہوں

اگر بندہ خود غور کرے کہ میں ہوں کیا؟ جہاد کرتا ہوں اور میرا عمل میرا کردار' میرا ذہن اور میری مجبوریوں کے سلسلے' میری جکڑبندیاں، اور وہ چیزیں جو میرے راستے کی دیوار بنتی ہیں وہ کون کون سی ہیں اتنا کمزور ہوں میں جہاد کرنے والا اور جہاد کا نام لینے والا؟

لیکن جو ایمان والے ہوتے ہیں انھوں نے دلوں میں بہت سے بت نہیں بسائے ہوتے۔ کہیں کوئی خاندانوں کا بت ہے۔ کہیں کوئی برادریوں کا بت موجود ہے۔ کہیں اولادوں کی محبتیں ہیں۔ کہیں بیویوں کی محبتیں ہیں۔ کہیں عارضی مفادات کے چکر ہیں۔ اس سینے میں ایک ہی دل دھڑکتا ہے جو کہ سارا کا سارا اس خالق کی رضا کیلئے دھڑکنا چاہیے۔

جہاد والے لوگ ہجرتوں والے ہوتے ہیں یہ کل کی شہادتوں والے ہوتے ہیں۔ انھوں نے باقی لوگوں کے لیے دعوت بننا ہوتا ہے چراغ راہ بننا ہوتا ہے' اگر یہ رخصتیں ڈھونڈنا شروع ہو جائیں تو ان کو دیکھنے والے لوگ کہاں کہاں گریں گے؟ کیسے اٹھیں گے؟ وہ لوگ جن کے لئے انھوں نے نمونہ بننا ہے۔

بھائیو! یاد رکھو اگر ہم جہاد کرنا چاہتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد سے پہلے کا مرحلہ ہجرت کا ہے۔ ہم سارے لوگ دیکھیں کہ ہم جہاد کے لئے کس حد تک مخلص ہیں۔ اپنی مصروفیات کو دیکھو اپنے مفادات اور دنیا کو دیکھو کہ ہم سارے لوگ جہاد اور ہجرتوں کے لئے تیار ہیں۔ کہیں کوئی چیز میرے پاؤں کی بیڑی تو نہیں۔ کہیں کوئی محبت میرے راستے کی دیوار تو نہیں بنی ہوئی۔ ہم جائزہ لیں کہ کیا ہم واقعی ہجرتیں کرنے والے ہیں۔ کہیں کوئی دکان، مجھے روک تو نہیں لے گی؟ میرا عہدہ' میری ڈگری' میرا سٹیٹس' مجھے روک تو نہیں لے گا؟ کوئی یہاں کی محبت کوئی چیز جہاد کے راستے کی دیوار تو نہیں بن گئی؟ کہیں میں نے اتنی انوسٹمنٹ' اتنی محنت تو نہیں کر لی کہ کل کو یہ مجھے جہاد کے راستے سے روک دے۔

میری نیکیاں اللہ کے پاس پہنچتی رہیں میرے قافلہ رحمت کو سمیٹتی رہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے اکیلے کا گناہ پورے لشکر کو لے ڈوبے۔ ایک آدمی سارے سارے قافلوں' لشکروں کی منزلوں اور راستوں کو گما دیتا ہے۔ ایسا نہ ہو' اللہ نہ کرے کہ میں اپنے قافلے میں ایسا انسان بن جاؤں کہ جس کا گناہ پورے لشکر کو روک لے۔

بھائیو! ہم نے ایسے عمل کرنے ہیں جن سے اس لشکر کو بھی کوئی تکلیف نہ ہو بلکہ سکون اور ترقی کا باعث بنے۔ ہم نے تو اپنے رب سے مناجات اور دعائیں کریں گے اچھی اچھی۔ اور ہم کبھی وہ کام نہیں کریں گے جس سے اللہ ناراض ہو جائے اور اگر کوئی غلطی ہوگئی تو فوراً توبہ کریں گے اور عہد کریں گے کہ اے اللہ میں بھول گیا تھا اب کی بار نہیں بھولوں گا بھائیو اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں سچا پکا اور مخلص دین کا داعی بنائے تاکہ قربانیاں ہمارے لیے مشکل نہ رہیں۔

پلاٹس برائے فروخت

2 عدد پلاٹ کارنر رقبہ 42 مرلہ'

تین اطراف کشادہ گلیاں بالمقابل جامع مسجد ام القریٰ اہلحدیث

مرکز طیبہ مریدکے

رابطہ کے لئے: ... عبدالمجید سلفی

فون نمبر 84756 - 254756 - موبائل 4854928-03020

برطانیہ میکڈونلڈ اور پاگل گائیں

قاضی کاشف نیاز

ایڈز کے بعد یورپ کو ایک اور پراسرار عفریت نے جکڑ لیا ہے۔ برطانیہ اس کا خصوصی شکار ہے۔ وہ برطانیہ جو آج لشکر طیبہ کو دہشت گرد قرار دے رہا ہے' گائے کے پجاری ہندو ظالموں کے پنجوں سے مظلوم کشمیری مسلمانوں کو چھڑانے والے مجاہدوں کو امن اور انسانیت کا دشمن کہہ رہا ہے' اسی برطانیہ پر آج ایسا عذاب مسلط ہو چکا ہے کہ وہ اس سے جان چھڑانے کے لئے اپنے ہندو لالہ کی گاؤ ماتا کو لاکھوں کی تعداد میں زندہ جلانے پر مجبور ہو چکا ہے اور خود ہندو لالہ بھی اپنی گاؤ ماتا کا یہ حشر بے بسی سے دیکھنے پر مجبور ہے۔ برطانیہ والوں کو خطرہ ہے کہ کہیں ان بیمار پاگل گائیوں کے گوشت کھانے سے وہ خود پاگل نہ ہو جائیں اور پاگل گائیوں کی طرح وہ بھی کہیں سر ٹکرا ٹکرا کر ہلاک نہ ہو جائیں۔ اس پراسرار بیماری جسے Mad Cow Disease کہا گیا ہے اور اسے Foot & Mouth Disease یعنی ''منہ کھر'' کی بیماری کا نام بھی دیا جا رہا ہے حالانکہ منہ کھر کی بیماری کوئی نئی نہیں ہے' یہ ایک پرانی بیماری ہے جو جانوروں میں ایک وائرس کے پھیلنے سے عموماً ہو جاتی ہے۔ اس میں پاؤں اور منہ پر چھالے سے بن جاتے ہیں' جن میں بعد میں زخم بن جاتے ہیں' دودھ بہت کم ہو جاتا ہے' اس کا تدارک ممکن ہوتا ہے۔ تاہم میڈ کاؤ ایک بالکل نئی قسم کی بیماری ہے۔ اس میں جانور ذہنی طور پر پاگل پن کا شکار ہو جاتا ہے۔ دیوار سے ٹکریں مارتا ہے۔ گول دائرے میں چکر لگانے لگ جاتا ہے۔ انسانوں اور جانوروں کو کاٹنے لگتا ہے۔ یہ دونوں بیماریاں اکٹھی بھی پائی جا سکتی ہیں۔ اور یہ انسانوں کے لئے بھی خطرناک ہے۔ اس بارے میں جب ہمارے ویٹرنری ڈاکٹر محترم گلریز صاحب نے انٹرنیٹ پر تحقیقی مواد دیکھا تو وہاں بھی اس بات کی تصدیق ہوئی کہ یہ ایک نئی بیماری ہے جس کا وجود پہلے کبھی نہیں پایا گیا۔ University of ILLinois at Urbana Champaign کے پیش کردہ مواد میں اس بیماری کو میڈیکل زبان میں Bovine Spongiform Encephalopathy (BSE) کا نام دیا گیا ہے۔ اس میں واضح طور پر لکھا ہے۔

اس مرض کے تحت ہونے والی 75 فیصلہ اموات کا تعلق برطانیہ سے ہے۔ 1995ء سے اب تک ان اموات میں چار گنا اضافہ ہو چکا ہے

Bovine spongiform encephalopathy (BSE) is a fatal brain disease of cattle. The disease is believed to be caused by a self -replicating" Protein (a Prion) rather than a bacterium or virus

''بوائن سپانجی فارم جانوروں کی ایک مہلک دماغی بیماری ہے۔ یہ بیماری نہ تو کسی بیکٹیریا سے پیدا ہوتی ہے نہ ہی وائرس سے بلکہ خود بخود پیدا ہونے والی ایک مضر قسم کی پروٹین (جسے پری اونز Prions کہتے ہیں) کے پیدا ہونے سے ہوتی ہے۔''

کہا جاتا ہے کہ اس بیماری کا سب سے پہلے انکشاف اپریل 1985ء میں ہوا تھا۔ 1990ء کے بعد سے برطانیہ میں BSE کے ایک لاکھ تہتر ہزار 173000 کیس جانوروں میں پائے گئے۔ یہ وبا 1992-93ء میں اپنے عروج پر پہنچ گئی جب ہر ہفتے ایسے کیسوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ گئی اور اب بھی تمام تر احتیاطی تدابیر کے باوجود ہر ہفتے ایک سو کے قریب کیس رپورٹ ہوتے ہیں۔

یہ بیماری صرف برطانیہ ہی نہیں بلکہ یورپ کے بیشتر ممالک میں پھیل چکی ہے۔ آئرلینڈ میں 337 کیس' فرانس میں 51' پرتگال میں 195 اور سوئٹزرلینڈ میں 283 کیس پائے گئے ہیں۔ تاہم اس مرض سے ہونے والی 75 فیصد اموات کا تعلق برطانیہ سے ہے۔

جانوروں میں منہ کھر اور میڈ کاؤ کی بیماریاں اکٹھی بھی پائی جا سکتی ہیں۔ میڈ کاؤ کی بیماری خطرناک ہے جو انسانوں میں یہ بیماری پاگل گائے کا گوشت کھانے سے منتقل ہو رہی ہے جسے CJD (Creuztfeldt-Jakob disease) کا نام دیا گیا ہے۔ برطانیہ میں 1995ء سے اب تک گائے کے پاگل پن سے ہلاک ہونے والے انسانوں کی تعداد میں چار گنا اضافہ ہو چکا ہے۔ اس مرض کی وجہ سے برطانیہ کے ایک لاکھ 80 ہزار جانور متاثر ہوئے ہیں۔ جس سے اس ملک کی گوشت کی صنعت پر بڑے مضر اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ایک تازہ رپورٹ کے مطابق ورم دماغ کے اس مرض میں برطانیہ میں 23 فیصد سالانہ کے حساب سے اضافہ ہو رہا ہے اور یہ مرض لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں میں زیادہ پھیل رہا ہے۔

اس سلسلے میں سب سے بڑی مشکل یہ حائل ہے کہ ماہرین اس مرض کے دماغ میں حضانت (Incuibation) کی مدت کا تعین نہیں کر پا رہے۔ یہ مرض بعض صورتوں میں 20 سال تک دماغ میں پرورش پاتا رہتا ہے۔ اس لئے اس کی علامات کا کھوج لگانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس مرض میں دماغ میں ورم ہو کر سوراخ ہو جاتے ہیں۔

میڈ کاؤ بیماری کی بڑی وجہ گائیوں کو پیش کی جانے والی وہ خوراک قرار دی جا رہی ہے جو متاثرہ بیمار جانوروں کی ہڈیوں اور گوشت سے تیار کی جاتی ہے۔

قارئین کرام! ایک قابل ذکر بات ہے کہ مغربی سائنسدان ایک عرصے سے جانوروں کو جلد بڑا اور صحت مند کرنے کے لئے بہت سے غیر فطری طریقوں پر عمل پیرا ہیں۔ جانوروں کو جان بوجھ کر ایسی گندی غذائیں دی جاتی ہیں کہ انہیں کھا کر وہ اپنی طبعی مدت سے پہلے بڑے ہو جائیں اور دودھ بھی جلد اور زیادہ دیں اور ان کا گوشت بھی سرخ اور خوشنما ہو۔ مغربی ممالک میں جانوروں کی فیڈ یا خوراک کی تیاری میں خنزیر کے کھر، کان، جسم کے اندرونی اعضاء اور دیگر باقیات سے بننے والی چیزیں (Hog Meal) شامل کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں چار چیزوں کی حرمت کا تاکید کئی بار اکٹھے ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہوا

انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر و ما اھل بہ لغیر اللہ

تم پر مردار، خون، سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام (کسی جن، دیوتا، نبی، صحابی، پیر، ولی مثلاً گیارہویں والے پیر وغیرہ کا نام) پکارا گیا ہو، حرام ہے۔ (البقرۃ-173)

اللہ عزوجل نے جو چیز حرام قرار دی ہے تو اس کے کھانے کا نقصان آخرت میں ملنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی یقیناً ہوتا ہے اور آج یہ حرام چیزیں استعمال کرنے کے بدترین نتائج دنیا میں بھی ہمارے سامنے ہیں۔ میڈ کاؤ بیماری کے سلسلے میں بہت سے شواہد ہیں کہ ان متاثرہ گائیوں کو سور کا گوشت بھی استعمال کرایا جاتا ہوگا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ غیر مسلموں میں سور کا گوشت عام استعمال ہوتا ہے۔ دوسرے ان کے ہاں سوروں اور دیگر جانوروں کے فارم اکٹھے ہی ہوتے ہیں۔ مغربی سائنسدان سوروں کے ساتھ دیگر جانوروں کے ملاپ کے تجربات بھی عام کرتے رہتے ہیں جبکہ طبی طور پر سور سب سے زیادہ جراثیم زدہ جانور ہوتا ہے اور بیمار سور تو جراثیم کا گھر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسی غلیظ چیز کے غلیظ نقصان تو ہوتے ہی ہیں۔ میڈ کاؤ بیماری کے سلسلے میں انٹرنیٹ پر پیش کردہ مواد کو دیکھا جائے تو اس میں بھی سوروں پر خاص نظر رکھنے کی احتیاط ہر جگہ نظر آتی ہے۔

> **میکڈونلڈ کا مشن اور مطلب ہی یہودی ثقافت کو فروغ دینا ہے۔ اسی لئے ان ریسٹورانوں میں مغربی ماحول اور میڈ کاؤ کی بنی غذا مہیا کی جا رہی ہے**

ہمارے ہاں برائلر مرغیوں میں بھی گندی غذا استعمال کی جاتی ہے۔ اگرچہ ان میں خنزیر تو شامل نہیں لیکن بیمار اور مردہ جانوروں کا گوشت، خون، ان کی ہڈیاں، پر، آنتیں اور گلی سڑی مچھلیاں استعمال کی جاتی ہیں۔ اور عموماً انہیں ٹریٹ بھی نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ اس وجہ سے مغربی ممالک کے ساتھ ساتھ یہاں بھی ہیپاٹائٹس، یرقان اور کینسر ایسی بیماریوں میں تشویشناک حد تک اضافہ ہو چکا ہے۔ اس خوراک میں بیماریوں کے 46 فیصد جراثیم ہوتے ہیں جو انسانی جسم میں منتقل ہو رہے ہیں۔

یہ خوشنما میکڈونلڈ بیف برگر کھانے سے پہلے سوچ لیں، کہیں ان میں میڈ کاؤ کا گوشت تو نہیں

میڈ کاؤ کی ہلاکت خیز تباہی کی وجہ سے دنیا بھر کے ممالک نے برطانوی گوشت کی درآمد پر فوری پابندی لگا دی ہے جس سے برطانیہ جو ''گریٹ بریٹین'' کہلاتا ہے، کی معیشت کو زبردست دھچکا لگا ہے۔ حالانکہ دنیا کے ایک تہائی سے زائد رقبہ پر حکومت کرنے والا برطانیہ اب صرف خاص برطانیہ تک محدود ہے لیکن اب بھی ''گریٹ'' شاید اس لئے وہ خود کو کہتے ہیں کیونکہ دنیا کے نئے سامراج امریکہ کے ساتھ برطانیہ ایک بڑا اور استاد پارٹنر ہے۔ گویا اب وہ بادشاہ سے زیادہ بادشاہ گر ہے۔ دنیا کے دو سب سے بڑے قضیئے مسئلہ فلسطین اور مسئلہ کشمیر پیدا کرنے والا برطانیہ تھا جو آج تک حل ہونے کو نہیں آرہے اور اب یہ امریکہ کے ساتھ مل کر نہ صرف دنیا کو مزید نت نئے پیچیدہ مسائل میں گرفتار کر رہا ہے بلکہ خود امریکہ کو بھی دن بدن بری طرح پھنسا رہا ہے۔ آج برطانیہ دنیا کے بڑے بڑے دہشت گردوں کی سب سے محفوظ پناہ گاہ ہے۔ عالم اسلام کا جو بھی علیحدگی پسند لسانیت پرست اور اسلام دشمن لیڈر ہوتا ہے، اسے برطانیہ ہی پناہ دیتا ہے۔ شیطان رشدی کی حفاظت پر کروڑوں پونڈ لٹانے والا برطانیہ ہی ہے لیکن اگر کوئی اسلام اور جہاد کا نام لے تو یہ برطانیہ اس کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ یہ وہی برطانیہ ہے جس کے وزیر اعظم جان میجر نے اپنے وزیر ڈگلس ہاگ کے نام خفیہ خط لکھا اور اس میں بوسنیا کے بارے میں برطانیہ کے عزائم بتاتے ہوئے لکھا تھا

''ہم اس بات کی ہر ممکن کوشش کریں گے کہ بوسنیا ہرزیگووینا کے حصے بخرے کریں، اس کو تباہ و برباد کریں اور ایک ''اسلامی ریاست'' جو یورپ کے اندر قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، اس کے خاتمے تک اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ ایک سخت پالیسی محسوس ہو لیکن خارجہ اور دولت مشترکہ کے دفتر میں پالیسی سازوں اور مسلح افواج سے بزور اصرار کہوں گا کہ یہی ''سچی سیاست'' ہے جو مستقبل میں ایک مستحکم یورپ کے لئے لازمی ہے۔ جس کا اخلاقی نظام ''عیسائی تہذیب اور اخلاقیات'' پر استوار کرنا ہے۔''

یہ برطانیہ کی اسی دہشت گردانہ پالیسی کا نتیجہ ہے کہ آج کئی برسوں کے بعد بھی بوسنیا اور کوسووا سے مسلمانوں کی بڑی بڑی اجتماعی قبریں دریافت ہو رہی ہیں۔ جان میجر کے ان مذموم صلیبی اور کریہہ عزائم پر مشتمل اس خفیہ خط سے اب پوری دنیا آگاہ ہے اور پھر اس کے مطابق بوسنیا کا جو حشر کیا گیا، وہ بھی پوری دنیا میں انسانی حقوق کے نام نہاد نام لیواؤں کے سامنے ہے۔ لیکن اس کھلی دہشت گردی پر امن اور انصاف کے کسی ٹھیکیدار نے کہیں چوں تک نہیں کی۔ البتہ جو مجاہد یہ دہشت گردی ختم کرنے کے لئے کمربستہ ہیں، انہیں آنکھیں بند کر کے کسی دلیل کے بغیر دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے۔

عراق کے معاملے میں بھی برطانیہ نے یہی پالیسی اپنائی ہے اور امریکہ کے کندھے پر بندوق رکھ کر اس خطے میں اپنی چودھراہٹ دکھانے کی کوشش میں ہے۔ شاید وہ دنیا کے ہر قضیئے میں امریکہ کو آگے رکھ کر اور اس کا پورا ساتھ دے کر اپنی ''عظمت رفتہ'' کو بحال ہوتا دیکھتا ہے۔ چنانچہ اپنے اس جذبے کی تسکین کے لئے وہ امریکہ کی ہر دہشت گردی کی سب سے بڑھ کر حمایت کرتا ہے۔ لیکن جس قدر وہ اپنے برتری کی نمود کے لئے پاگل ہوتا جا رہا ہے تو اللہ نے بھی اب اسے مکمل طور پر پاگل بلکہ اچھوت بنانے کا بندوبست کر دیا ہے۔ برطانوی گوشت اور اس کی اشیاء کی درآمد پر جو پوری دنیا میں پابندیاں لگ رہی ہیں تو یہ اس کے اچھوت بننے کا آغاز ہے۔ لیکن فی الحال اس کے پاگل پن کی انتہا دیکھئے کہ دن رات کتوں اور سوروں سے پیار کرنے اور انسانوں سے زیادہ جانوروں کو تحفظ دینے والے جب ان انگریزوں کو میڈ کاؤ کی خطرناک بیماری کا علم ہوا تو یہ اس قدر خوفزدہ ہوتے ہیں کہ پھر ان بے زبان جانوروں کے تمام حقوق بھول جاتے ہیں اور غصے میں آکر 2 لاکھ سے زائد گائیوں کو زندہ جلا کر دفن کر دیتے ہیں اور ابھی مزید کئی لاکھ گائیوں کو اس طرح مارا جا رہا ہے حالانکہ انہیں مار کر بھی جلایا جاسکتا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جانوروں سے ہمدردی اور ان کے حقوق کے دعوے بھی ویسے ہی کرتے ہیں جیسے انسانوں کے حقوق کی بات کرتے ہیں۔ جب انہیں اپنا مفاد عزیز ہو تو بوسنیا، کوسووا، عراق، فلسطین وغیرہ میں لاکھوں

انسانوں کا خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اسی طرح جانوروں سے کچھ خطرہ ہوا تو انہیں بھی بے دردی سے مارنے لگے۔

اب دیکھئے ہمارے دین نے جانوروں سے کس پیارے انداز سے ان کی صفات اور خدمات کا ذکر کر کے ان سے محبت و ہمدردی کی تعلیم دی ہے۔ سورۃ الانعام میں فرمایا

وما من دآبة فی الارض ولا طائرٍ یطیر بجناحیه الا امم امثالکم

اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلتے ہیں اور جتنے پرندے اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں، وہ سب کے سب تمہاری طرح قومیں ہیں۔ (الانعام-38)

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے چوپائے بنائے۔ ان میں سے کسی پر تم سوار ہوتے ہو اور کسی کا گوشت کھاتے ہو اور تمہارے واسطے ان میں بہت سے فائدے ہیں اور تا کہ اپنے سینے میں چھپی ہوئی حاجتوں کو انہی پر سواری کر کے تم حاصل کر لو اور ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر تم لدے پھرتے ہو۔ (المومن-80-79)

اور تمہارے لئے چوپایوں میں بڑا سبق ہے کہ ان کے پیٹ میں سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ تم کو پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے۔ (النحل-66)

سورۃ الزمر میں فرمایا.....

اس نے تم سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے۔ پھر اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور تمہارے لئے چوپایوں میں سے آٹھ نر و مادہ اتارے۔ (الزمر-6)

برطانیہ بغیر دلیل کے لشکر طیبہ کو دہشت گرد قرار دے رہا ہے حالانکہ...... برطانیہ دنیا بھر کے علیحدگی پسند اور لسانیت پرست، اسلام دشمن دہشت گردوں کی بڑی پناہ گاہ ہے۔ شیطان رشدی کی حفاظت پر بھی اس نے کروڑوں پاؤنڈ خرچ کر دیئے...... لیکن اب میڈ کاؤ کی صورت میں اللہ کا عذاب برطانیہ پر نازل ہو چکا ہے۔

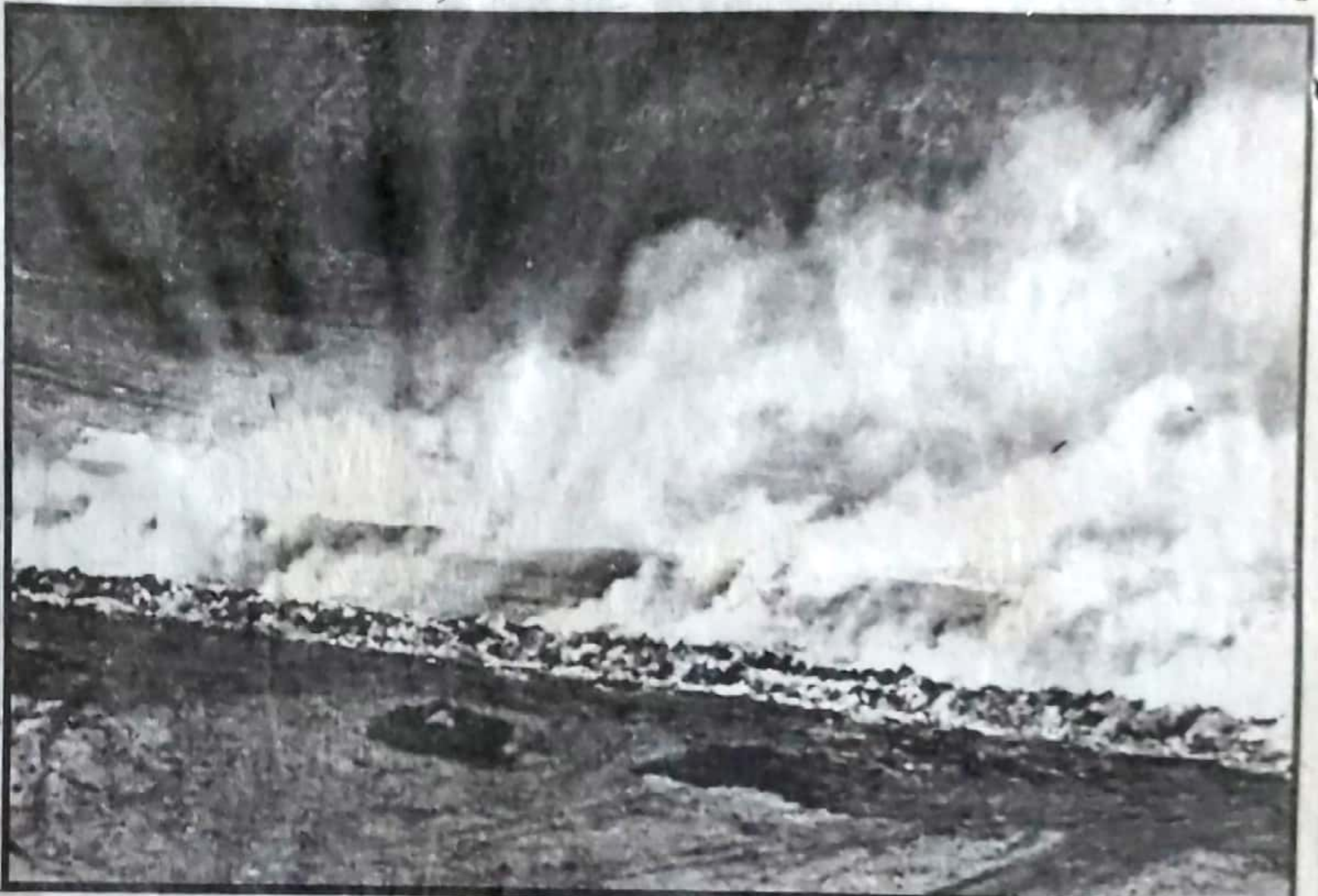

جانوروں کے حقوق کے علمبردار برطانیہ میں میڈ کاؤ بیماری سے متاثرہ لاکھوں گائیوں کو بے رحمی سے زندہ جلانے کے مناظر

اور پھر اپنے ان احسانات کے ذکر کرنے کے بعد اللہ رب کریم نے فرمایا۔

ان تکفروا فان اللہ غنی عنکم

(پھر بھی) اگر تم ناشکری کرو تو (یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ تو (سب) سے بے نیاز ہے (الزمر-7)

جانوروں سے ہر ممکن حسن سلوک کی اسلام نے کس قدر تعلیم دی ہے اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ نبی ﷺ کی ایک حدیث کے مطابق ایک عورت صرف اس وجہ سے جہنم میں چلی گئی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ کر رکھا تھا اور اسے نہ تو کوئی خوراک دی اور نہ ہی چھوڑا۔ اور وہ اسی طرح بھوکی مر گئی۔ (بخاری)

غرض اسلام تو جانوروں سے بھی بہترین سلوک کی تعلیم دیتا ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے تعلیم دی کہ اگر ذبح بھی کرنا ہو تو تب بھی انہیں تیز چھری سے کرو تا کہ انہیں کم سے کم اذیت پہنچے۔ لیکن آج جانوروں کے حقوق کے علمبردار لاکھوں بے زبان گائیوں کو زندہ تڑپا تڑپا کر جلا رہے ہیں اور اس پر کسی طرف سے کوئی اف بھی نہیں ہوئی۔

میڈ کاؤ کی اس بیماری کی روک تھام کے لئے اقدامات ضرور کرنے چاہئیں لیکن جانوروں سے ہمدردی کے تمام تقاضے پورے کر کے اور اس کے ساتھ وہ اصل اسباب بھی دور کرنے چاہئیں جن کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچی...... جانوروں کی افزائش کے غیر فطری طریقے اور حرام اور غلیظ غذائیں ترک کرنا ہوں گی۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اہل وطن بھی اس معاملے میں عبرت پکڑیں۔ حیرانی کی بات ہے کہ امریکہ نے تو اس بیماری کی خطرناک مضرت کے پیش نظر اپنے استاد پارٹنر برطانیہ کا بھی کوئی لحاظ نہیں کیا اور اس نے 1989ء سے برطانیہ سمیت اس مرض سے متاثرہ تمام ممالک گوشت کی درآمدات پر پابندی لگا دی ہے جبکہ چند سال پہلے امریکہ نے 1980ء کے بعد سے خون دینے والے ہر اس شخص پر تاحیات پابندی لگا دی جس نے برطانیہ اور آئر لینڈ میں چھ ماہ بھی گزارے ہوں۔ اب اس پابندی کا دائرہ دوسرے متاثرہ ممالک تک بھی وسیع کیا جا رہا ہے۔ یہ لوگ اس قدر احتیاطیں کر رہے ہیں جبکہ ہمارے ہاں محض سٹیٹس کو کے لئے یہ مضر صحت گوشت میکڈونلڈ اور دوسرے بڑے بڑے ہوٹلوں میں منگایا جا رہا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ میکڈونلڈ کے جنرل مینجر علی یوسف کا کہنا ہے کہ وہ یہ گوشت برطانیہ سے نہیں بلکہ جنوبی افریقہ سے منگوا رہے ہیں۔ حالانکہ جنوبی افریقہ خود ایک بڑا متاثرہ ملک ہے۔ عام طور پر جنوبی افریقہ کی بھی گوشت کی بیشتر پراڈکٹس پر پابندی لگ چکی ہے۔ جنوبی افریقہ کے ہائی کمشنر اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ جنوبی افریقہ

ایک بچی میکڈونلڈ برگر کھانے لگی تو اس میں سے چوہے کا سر نکلا جو دانت، ناک، آنکھوں اور مونچھوں سمیت تھا

میکڈونلڈ برگرز کی انتہائی ناگوار بو کی وجہ سے اس خدشے کو تقویت ملتی ہے کہ اس میں سور یا میڈ کاؤ کی آمیزش ضرور ہے۔ اس بو کو آج بھی چیک کیا جاسکتا ہے

سے پاکستان گوشت درآمد کیا جا رہا ہے تاہم انہوں نے میڈ کاؤ کے گوشت کی تردید کی ہے البتہ منہ کھر کے جراثیم کی اس میں تصدیق کی ہے حالانکہ گوشت ان میں سے کسی بھی بیماری کے جراثیم کا شکار ہو یہ انسان کے لئے سخت مضر ہوتا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود پاکستان میں جنوبی افریقہ کے مضر صحت گوشت کی درآمد کا سلسلہ جاری ہے۔ ان پاگل گائیوں کو جنوبی افریقہ میں کیمیکل سے تیار شدہ مصنوعی غذا دے کر گوشت کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ پاکستان میں ایسے مضر گوشت کے ٹیسٹ کے لئے اعلیٰ قسم کی مطلوبہ لیبارٹری نہیں ہے۔ ایسی لیبارٹریاں صرف لندن' نیویارک اور ملبورن آسٹریلیا میں ہیں اور ان کے ٹیسٹ کے لئے ایسا گوشت وہاں بھیجا جانا چاہئے۔

کچھ عرصہ پہلے بلدیہ لاہور نے میکڈونلڈ کو اس مضر صحت گوشت کی درآمد پر نوٹس بھی جاری کیا تھا۔ لیکن بالآخر یہ اقدام کسی نتیجے پر پہنچے بغیر ہمارے اداروں کی روایتی کرپشن کی نذر ہوگیا اور اب میکڈونلڈ برانچوں کا جال بڑی تیزی سے ملک میں پھیلایا جا رہا ہے۔ لاہور میں ہر ماہ دو ماہ بعد ایک برانچ کا اضافہ ہو رہا ہے۔ اب تک

جانوروں کے حقوق کے علمبردار
لاکھوں گائیوں کو زندہ جلا رہے ہیں
حالانکہ انہیں مار کر بھی جلایا جاسکتا تھا

9 کے قریب برانچیں لاہور میں کھل چکی ہیں۔ کراچی میں بھی یہی صورتحال ہے اور اس انتہائی نفع بخش کاروبار کو خوب وسعت دی جا رہی ہے۔

میکڈونلڈ برگر کی قیمت شروع میں کم سے کم 60 روپے تک تھی لیکن جب سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ میکڈونلڈ جنوبی افریقہ سے میڈ کاؤ کا گوشت منگواتا ہے تو اس کے بعد سے گاہکوں کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے میکڈونلڈ برگر کی کم سے کم قیمت 25 روپے تک کر دی گئی ہے جبکہ انارکلی شاپنگ فیسٹیول میں گاہکوں کو میکڈونلڈ برگر کے انعامی کوپن الگ دیئے جا رہے ہیں۔ یہ سب کچھ اس بات کی غمازی ہے کہ دال میں ضرور کچھ کالا ہے بلکہ یقینی طور پر کالا ہے۔

میکڈونلڈ برگر کی ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس میں سے انتہائی ناگوار قسم کی بو آتی ہے۔ میکڈونلڈ برگر کے بارے میں ابھی جب یہ انکشاف نہیں ہوا تھا کہ اس میں پاگل گائیوں کا گوشت استعمال ہوتا ہے تو اس وقت بھی بہت سے لوگ اس کی اسی بو کی وجہ سے یہ برگر پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن ہماری ایلیٹ کلاس کا کیا کیجئے کہ وہ محض اپنے سٹیٹس کے اظہار کے لئے یہ انتہائی بو بھرے برگر بھی کھانا گوارا کرتی رہی۔ حالانکہ یہ وہ کلاس ہے جو بڑے گوشت کا بھی نام لینا بھی پسند نہیں کرتی لیکن یہی گوشت اور وہ بھی مضر صحت' جب اسے اعلیٰ ریسٹورانوں اور فائیو سٹار ہوٹلوں میں سجا کر پیش کیا گیا تو اس نے چھوٹے گوشت سے بھی کئی گنا مہنگے نرخوں پر لے کر کھانا قبول کر لیا۔ مغربی ثقافت کی یوں اندھا دھند اور بے وقوفانہ تقلید کی اس

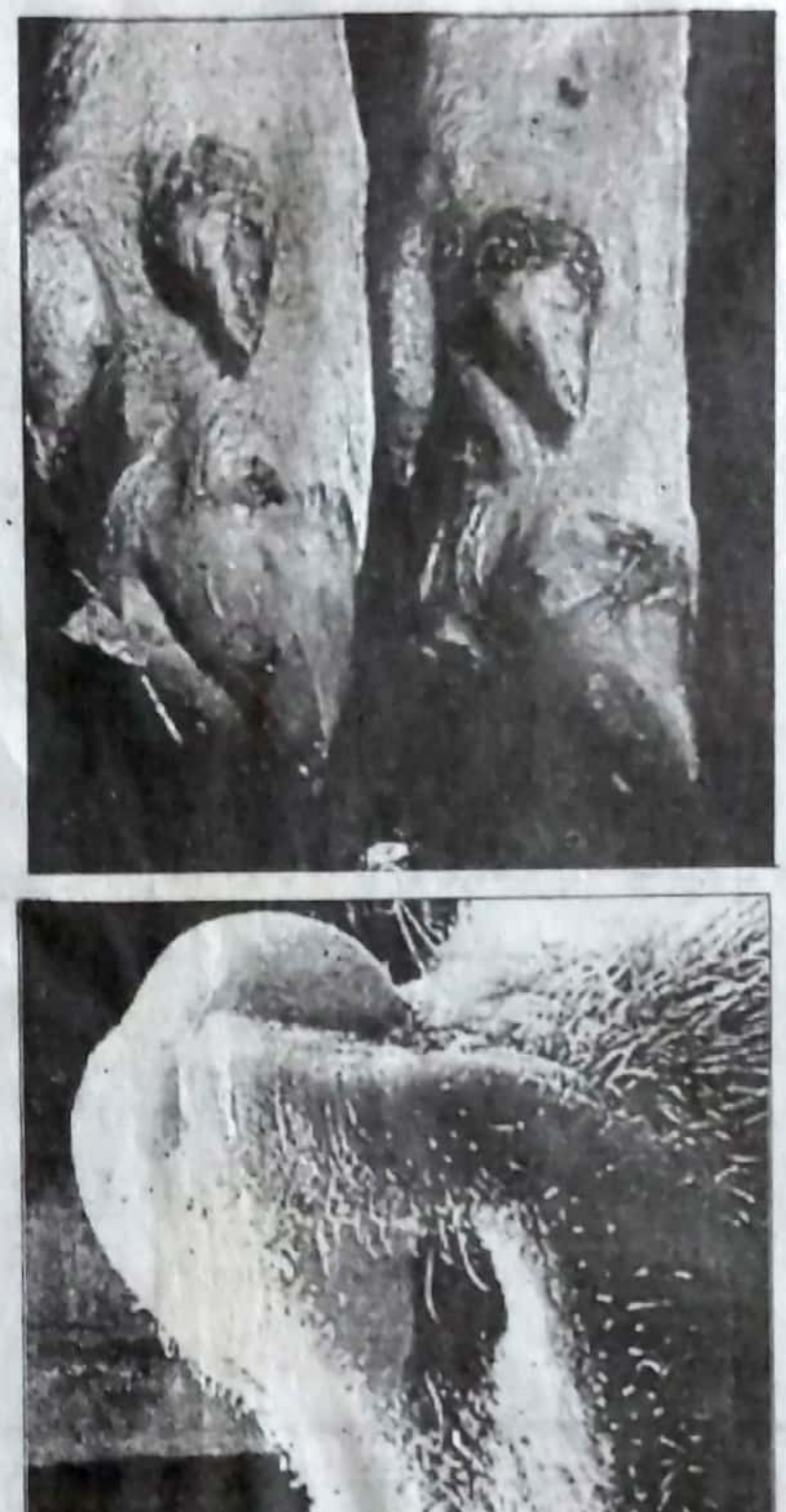

بیماری سے متاثرہ گائیوں کے کھر اور ناک

سے بڑی مثال اور کیا ہوگی..... میکڈونلڈ برگروں میں یہ بدبو اب بھی اسی طرح ہے اور اسے کسی وقت بھی چیک کیا جاسکتا ہے۔

میکڈونلڈ والے اپنی عام اشیاء کی تیاری میں بھی حد درجہ بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں۔ اس سلسلے کا ایک دلچسپ اور عبرتناک واقعہ ملاحظہ کریں جو ہمیں ایک بھائی نے ای میل پر بھیجا ہے۔ اس کے مطابق چند ہفتے قبل امریکہ میں ایک خاتون اپنے 6 اور 8 سال کے دو بچوں کے ساتھ میکڈونلڈ ریسٹوران میں داخل ہوئی۔ اس نے بچوں کے لئے چکن میک نگٹز اور اپنے لئے ہیم برگر کا آرڈر دیا۔ اس کا چھ سالہ بچہ چکن نگٹز کھانے کی بجائے وہاں موجود کھیلوں میں دلچسپی لینے لگتا ہے چنانچہ ماں نے یہ چکن خود کھانے کا فیصلہ کر لیا..... مگر یہ کیا ہوا...... وہ حقیقتاً نہیں دیکھ رہی تھی کہ وہ کیا کرنے لگی ہے۔ وہ اپنے چھ سالہ بچے کو کھیلتے ہوئے دیکھنے میں حد درجہ محو تھی اور اسی محویت میں وہ جوں ہی کھانے لگتی ہے اچانک اس کا آٹھ سالہ بیٹا چلاتا ہے...... مم اسے مت کھاؤ!! وہ اپنے آپ سے کہتی ہے کیوں۔ پھر اس کی نظر چکن پر پڑتی ہے۔ وہ محسوس کرتی ہے کہ اگرچہ اسے فرائی کیا گیا ہے لیکن یہ چکن کے سر یعنی کلغی سمیت بغیر کوئی پر اتارے فرائی کیا گیا ہے۔ اسے اس قدر بے احتیاطی کی کچھ سمجھ نہیں آئی۔ میکڈونلڈ کا منیجر اسے اس کوتاہی کے بدلے دو ہفتے کے مفت کھانے کی پیشکش کرتا ہے۔ مگر خاتون نے حکام کو اس کی شکایت کرنے کا فیصلہ کر لیا اور بالآخر میکڈونلڈ والوں سے اس بے احتیاطی پر ایک لاکھ ڈالر حاصل کئے۔

دیکھئے امریکہ میں اتنی بے احتیاطی پر خاتون نے کس قدر جرمانہ وصول کیا ہے لیکن ہمارے ہاں میکڈونلڈز میں کھلے عام جنوبی افریقہ سے مضر گوشت منگوایا جا رہا ہے اور اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا جا رہا۔ اسی طرح حال ہی میں ٹورنٹو کے ایک مقامی خاندان نے

میکڈونلڈ کے منیجر کے مطابق وہ جنوبی افریقہ سے میڈ کاؤ سے پاک گوشت منگواتے ہیں حالانکہ جنوبی افریقہ میڈ کاؤ سے متاثرہ بڑا ملک ہے

مکڈونلڈ کے خلاف ایک کروڑ ڈالر کا قانونی دعویٰ دائر کیا ہے۔ دعویٰ میں الزام لگایا ہے کہ 9 سالہ بچی ایان عبدی عاما جون 1999ء میں مکڈونلڈ کا برگر کھانے لگی تو اس میں سے چوہے کا سر نکلا۔ اس چوہے کی آنکھیں' دانت' ناک اور مونچھیں بھی سالم تھیں۔ اس برگر کو کھانے سے بچی شدید بیمار رہنے لگی۔

قارئین کرام! اس واقع میں آپ نے یہ بھی ملاحظہ کیا کہ خاتون نے ہیم برگر (Ham burger) بھی منگوایا تھا جو دراصل سور کی ران کے گوشت سے بنا ہوتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ بیرون ملک میکڈونلڈ برگرز میں سور کا گوشت عام شامل ہوتا ہے اور

پاکستان میں ایسے برگرز کی ناگوار بو کی وجہ سے اس خدشے کو تقویت ملتی ہے کہ یہاں بھی سور کے گوشت کی یا کم از کم میڈ کاؤ کی آمیزش ضرور ہے۔ جیسی غذا ہوتی ہے انسانی عادات پر بھی ویسے ہی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ غلیظ جانوروں کے گوشت کے ساتھ غلیظ اثرات مرتب ہوتے ہیں اور میکڈونلڈ کا مقصد بھی یہی ہے۔

میکڈونلڈ کا مشن اور مطلب ہی یہودی ثقافت کو فروغ

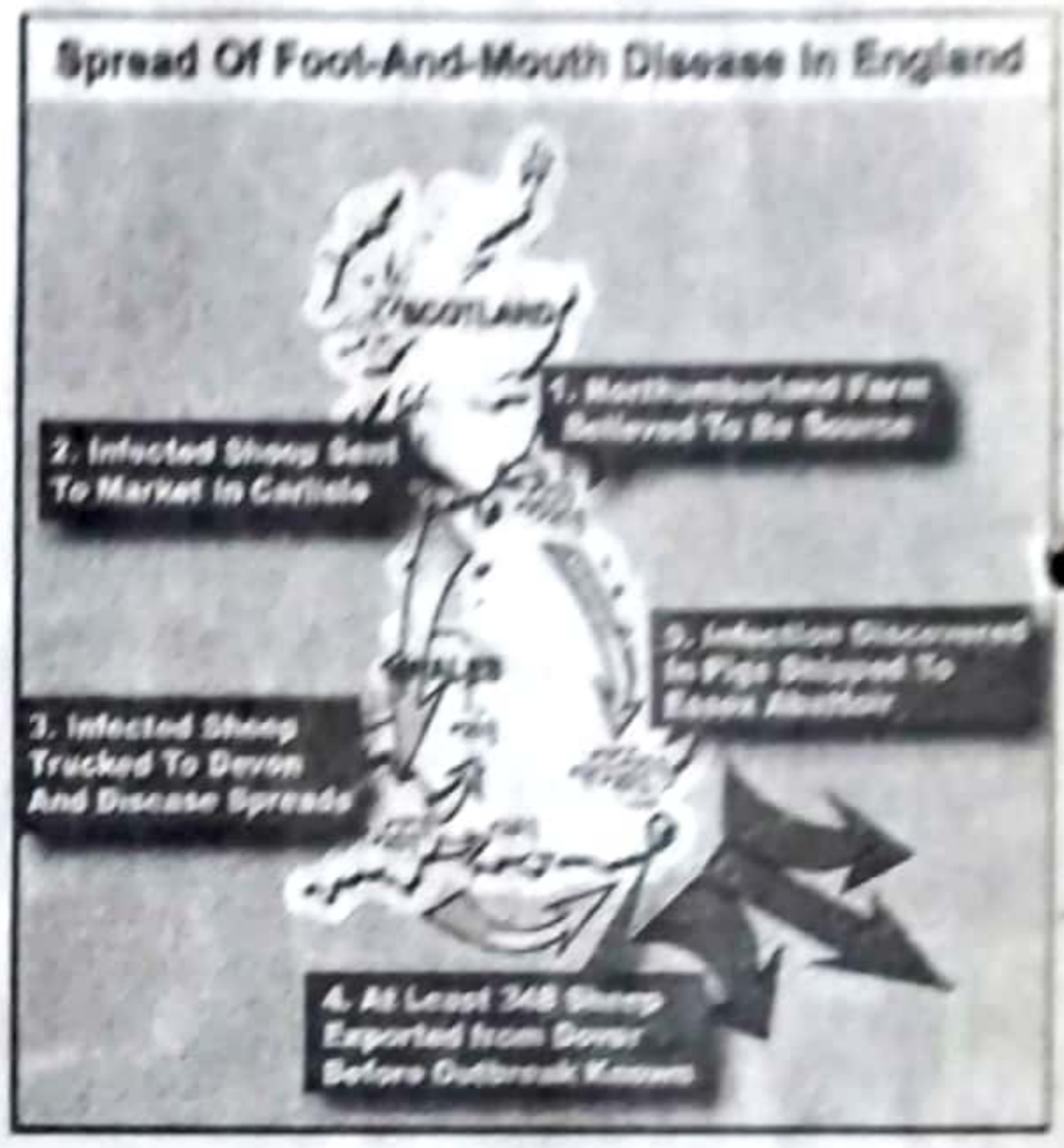

دینا ہے۔ کے ایف سی' ڈائیوو اور اس طرح کے ادارے اپنے انہی مقاصد کے تحت پاکستان میں وارد ہوئے ہیں۔ جب یہ ادارے نئے نئے کھلے تو پاکستان میں انہوں نے ہی سب سے پہلے لڑکوں اور لڑکیوں کو اکٹھے ویٹرز کے طور پر کھڑا کیا۔ لوگوں کے بے پناہ رش میں یہ میل اور فی میل ویٹرز بڑی تعداد میں اکٹھے ایک ہی کاؤنٹر پر بڑی تیزی سے ایک دوسرے سے ٹکراتے اور مس کرتے ہوئے لوگوں کی "خدمت" کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ بہت بڑی ٹی وی سکرین پر عریاں پاپ انگلش گانے الگ دکھائے جاتے ہیں۔ پروگرام یہ ہے کہ جب لوگ بڑی سکرین پر عریاں پاپ گانے دیکھنے کے عادی

BAN ON EXPORT OF SOUTH AFRICAN PRODUCTS BECAUSE OF FMD STATUS QUO ON 02/01/2001

BRAZIL	Bovine, goat and ovine embryos from RSA
CZECH REPUBLIC	Wool from RSA
E.U.	Fresh meat from RSA. Exception of [illegible]
FRENCH POLYNESIA	Cloven hoofed livestock and game, meat and meat products from RSA
KENYA	Cloven hoofed livestock and game, meat and meat products from RSA
KUWAIT	Fresh meat from RSA
MALAWI	Cloven hoofed livestock and game, meat and meat products from RSA
MAURITIUS	Cloven hoofed livestock and game, meat and meat products from RSA
MOZAMBIQUE	Cloven hoofed livestock, game and fresh meat from RSA
NAMIBIA	Cloven hoofed livestock and game, meat and meat products including meat [illegible]
NEW ZEALAND	Pork from RSA
PAKISTAN	Cloven hoofed livestock and game, meat and meat products from RSA. [illegible] and other cloven hoofed animals from RSA
SINGAPORE	Pork from KwaZulu Natal
SLOVENIA	Skins and hides from RSA
SPAIN	Live game from RSA
SWAZILAND	Cloven hoofed livestock and game, meat and meat products including meat [illegible]
TURKEY	Skins and hides from RSA
UNITED STATES OF AMERICA	Live ruminants and swine and fresh (chilled or frozen) meat [illegible]
ZAMBIA	Cloven hoofed livestock and game, meat and meat products from RSA
ZIMBABWE	Cloven hoofed livestock and game, meat and meat products including meat [illegible] from RSA

میکڈونلڈ والوں کا کہنا ہے کہ وہ جنوبی افریقہ سے میڈ کاؤ سے پاک گوشت منگواتے ہیں حالانکہ جنوبی افریقہ خود متاثرہ ملک ہے۔ انٹرنیٹ پر دی گئی لسٹ جس کے مطابق جنوبی افریقہ کے گوشت کی تمام پراڈکٹس پر پابندی ہے

ہو جائیں گے تو پھر ان ریستورانوں کو آہستہ آہستہ کلبوں اور ناچ گانوں میں بدل دیا جائے گا جہاں لڑکے لڑکیاں خود بھی مل کر یہ پاپ گانے گا سکیں گے۔ دوسری طرف ڈائیوو نے بس "ہوسٹس" کی صورت میں لڑکیاں فراہم کی ہیں حالانکہ مردوں کو بھی رکھا جاسکتا تھا جن کی بڑی تعداد پاکستان میں بے روزگار بیٹھی ہے۔ یوں غیر ملکی سرمایہ کاری کے نام پر ان غیر ملکی کمپنیوں نے مغربی ثقافت کو یہاں پروان چڑھانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ایک طرف لوگوں کو شرم و حیاء سے عاری کیا' دوسری طرف اب پاگل گائیوں کا گوشت کھلا کر انہیں ذہنی طور پر بھی ختم کر کے مارنا چاہتے ہیں۔ حیرانی کی بات ہے کہ اگر گائے کے گوشت کا برگر ہی کھلانا ہے تو جنوبی افریقہ سے منگوانے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا یہاں گائیں کم ہیں یا جنوبی افریقہ کی گائیں زیادہ لذیذ ہوتی ہیں۔ عالمی طور پر یہ مسلمہ اصول ہے کہ کسی بھی ادارے کے لئے مقامی طور پر خام مال زیادہ سستا پڑتا ہے لیکن یہ کیسی گائے ہے جو جنوبی افریقہ سے منگوا کر بھی سستی پڑتی ہے۔

ہماری حکومت سے گزارش ہے کہ اگر وہ اس معاملے کو دینی اعتبار سے نہیں دیکھنا چاہتی تو کم از کم انسانی لحاظ سے ہی دیکھ لے۔ یہ وباء اللہ نے برطانیہ ایسے ملکوں پر نازل کی ہے اور وہیں پر ہی یہ وباء رہنے دینی چاہئے..... اگر ہم نے ان سے عبرت نہ پکڑی تو یہاں بھی اس کا شکار زیادہ تر وہی لوگ ہی ہوں گے جو ان کے دوست 'مغرب پسند اور دین سے بیزار ہیں اور اللہ کے دیئے ہوئے مال کو اللہ کی راہ میں لگانے کی بجائے ان کی راہ میں لگاتے ہیں جو مغرب میں ذہنی اور اخلاقی طور پر دیوالیہ اور پاگل ہو کر ٹکریں مار رہے ہیں اور ہمیں بھی

میکڈونلڈ کی بے احتیاطی کا نمونہ۔ برگر میں چکن کو کھال اور پر اتارے بغیر فرائی کر دیا گیا۔ بیسن میں لپٹے اور چھپے ہوئے چکن کے سر پر کلغی دیکھی جاسکتی ہے۔

اسی دیوالیہ پن کا شکار کرنا چاہتے ہیں..... اللہ ان کے فتنوں سے بچائے اور ان ظالموں کو ان کے اپنے ہاتھوں سے ہی تباہ و برباد کر دے۔ آمین

جہاد فنڈ

78/5R سیکٹر یوسف والا ماسٹر سعید الرحمٰن کی بہن نے مجاہدین کو چار عدد سونے کی چوڑیاں جہاد فنڈ میں دیں اور اسی گاؤں کی ایک اور بہن نے بھی چار طلائی چوڑیاں جہاد فنڈ میں دیں۔ اللہ تعالیٰ ان بہنوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

تحصیلی دفتر فقیر والی

مجاہدین لشکر طیبہ لاری اڈہ فقیر والی فون نمبر: 069/540677

نیا دفتر بیرانی جام نواز علی

بیت المجاہدین لشکر طیبہ صوفی سینٹر مین بازار بیرانی تحصیل جام نواز علی

تبدیلی ایڈریس

مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد

معزز قارئین کو اطلاع دی جاتی ہے کہ مکتبہ اسلامیہ بھوانہ سے بیرون امین پور بازار بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ فیصل آباد شفٹ ہو گیا ہے۔ احباب نوٹ فرمالیں۔ فون: 631204

الرحمٰن جیولرز

ہمارے ہاں جدید ڈیزائنوں کے زیورات کیڈیم سے تیار کئے جاتے ہیں۔

نوٹ۔ سونے کی گارنٹی اور واپسی زیورات پر کوئی کاٹ نہیں لی جائے گی۔

مولوی یوسف گولڈ لیبارٹری صرافہ بازار لاہور فون: 7413787

تبدیلی دفتر میاں چنوں

دفتر مرکز الدعوۃ والارشاد و مجاہدین لشکر طیبہ نزد شاہین چوک میاں چنوں فون نمبر- 661367

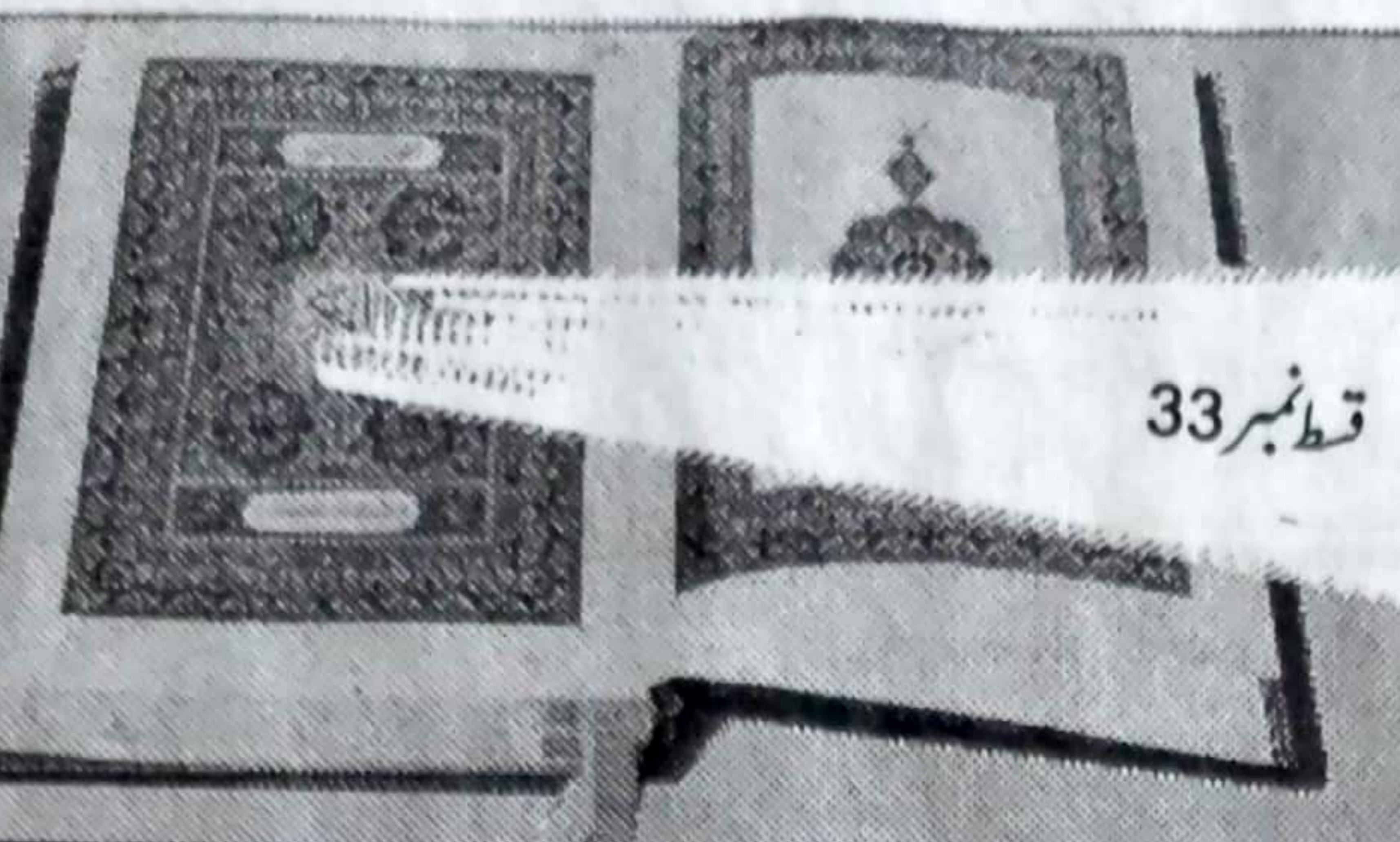

درس القرآن

قسط نمبر 33

سورہ الانعام کی تشریح وتفسیر

ابو عمر عبد الغفار المدنی حفظہ اللہ

جھوٹے خداؤں کو گالی مت دو

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوْا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ☆ وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ☆ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ (الانعام 108 تا 110)

اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالی کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ جہالت کی وجہ سے حد سے گزر کر اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کریں گے۔ ہم نے اسی طرح ہر طبقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے۔ پھر اپنے رب ہی کے پاس ان کو جانا ہے سو وہ ان کو بتلادے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے۔ اور ان لوگوں نے قسموں میں بڑا زور لگا کر اللہ تعالی کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آجائے تو وہ ضرور ہی اس پر ایمان لے آئیں گے، آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ نشانیاں جس وقت آجائیں گی یہ لوگ تب بھی ایمان نہ لائیں گے اور ہم بھی ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسا کہ یہ لوگ اس پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں حیران رہنے دیں گے۔

مفردات:

1۔ وَلَاتَسُبُّوا= سَبَّ يَسُبُّ سَبًّا = مثل مَدَّ يَمُدُّ مَدًّا۔ (مضاعف از نَصَرَ يَنْصُرُ) السَّبُّ کا معنی گالی دینا

2۔ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ= مؤکد اور پختہ قسمیں

3۔ يَعْمَهُوْنَ = عَمِهَ يَعْمَهُ از باب منع یمنع۔ اَلْعَمَهُ کا معنی حیران ہونا اور تردد کرنا ہے۔

تفسیر:۔ اللہ تعالی اپنے مومن بندوں کی تعلیم وتربیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمارہے ہیں کہ مشرکوں کے معبودوں کو گالی مت دو اور ان کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے معبودوں کی محبت میں چڑ کر ظلم وزیادتی اور حق سے تجاوز کرتے ہوئے اور اللہ تعالی کے مقام اور اس کی شان سے جہالت ونادانی کی بناء پر اللہ تعالی کو گالی دیں گے' اگرچہ اصولی طور پر جھوٹے معبودوں کو گالی دینا اور ان کو برا بھلا کہنا جائز ہے' لیکن سد ذریعہ وسبب کی بناء پر منع ہے' کیونکہ مباح کام پر عمل کرنا اس وقت ناجائز ہے جب اس پر عمل کرنے سے اس سے بڑی خرابی کا ارتکاب ہورہا ہو' کیونکہ مشرکین کے ان جھوٹے معبودوں کی تو کوئی حقیقت وعزت نہیں' لیکن ان کو برا بھلا کہنے سے مشرک لوگ اللہ تعالی کو جو گالی دیں گے تو یہ بہت بڑی گستاخی وبے ادبی ہوگی۔ یہ اسی طرح ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "تم کسی کے ماں باپ کو گالی مت دو کہ اس طرح تم خود اپنے والدین کے لئے گالی کا سبب بن جاؤ گے۔" (مسلم شریف۔ کتاب الایمان۔ باب بیان

الکبائر واکبرھا)

اور ایک روایت میں اپنے والدین کو گالی دلانے والے کو ملعون قرار دیا گیا جب اپنے والدین کو گالی دلانے کا سبب بننے والا ملعون ہے تو جو مشرکوں کے معبودوں کو گالی نکال کر اللہ تعالیٰ کو گالی دلانے کا سبب بنے تو وہ کتنا بڑا ملعون ہوگا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں جاری وساری قانون کا ذکر فرمایا کہ جب انسان کسی عمل اور چیز کو پسند کرتا ہے اور اس میں رغبت رکھتا ہے تو وہ عمل اور چیز اس کی نظروں میں مزین وخوبصورت بن جاتی ہے اگرچہ حقیقت میں وہ نہایت قبیح ہو۔ مشرکین کو بھی اپنا شرک وکفر بڑا اچھا اور خوبصورت لگتا ہے۔ وہ اپنے جھوٹے معبودوں اور مشکل کشاؤں پر تنقید برداشت نہیں کرسکتے۔

کس قدر جہالت وبدبختی ہے کہ مشرک اپنے طاغوت اور پتھر کے معبود سے چڑ کر اللہ رب العالمین اور مالک الملک کو برا بھلا کہتے ہیں۔ العیاذ باللہ

آج کے اہل شرک وبدعت کا رویہ بھی اسی طرح ہے کہ شیطان کے گمراہ کرنے کی وجہ سے ان کو اپنی شرک وبدعت والی قبیح راہ حسین اور مزین نظر آتی ہے۔ جب فوت شدگان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ غوث وداتا اور دستگیر ومشکل کشا نہیں، یہ ساری صفات اور اختیارات اللہ رب العالمین کے ہیں، تو چونکہ وہ ان فوت شدگان کو اللہ تعالیٰ والی صفات کا حامل سمجھتے ہیں، اس لئے وہ چڑ کر کہتے ہیں کہ اس میں ان بزرگوں کی توہین ہے۔

اور پھر داعیان حق اور توحید وسنت کی دعوت دینے والوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور کبھی کبھی اللہ کے متعلق بھی نامناسب اور گستاخی کی بات کر جاتے ہیں۔ العیاذ باللہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام مخلوق بالآخر اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جائے گی اور ان کے اعمال وہاں پیش ہوں گے اور اللہ تعالیٰ سب کو ان کے اعمال کی بابت بتائیں گے کہ کس کے عمل اچھے ہیں اور وہ انکے اچھے بدلے کا مستحق ہے اور کس کے عمل برے ہیں چاہے وہ ان کو اچھا ہی سمجھتا رہا، لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ان کی سزا سے نہیں بچ سکے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کافروں کی روش بیان کررہے ہیں کہ وہ مؤکد اور پختہ قسمیں اٹھاتے ہیں کہ اگر محمد ﷺ انہیں ان کی خواہش کے مطابق کوئی معجزہ دکھائیں جیسے صفا پہاڑ کا سونا بننا یا عصاء موسیٰ اور صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی طرح تو وہ ضرور بالضرور ایمان لائیں گے۔ کافروں کا یہ معجزہ ونشانی کا سوال صرف تعنت اور ہٹ دھرمی کے طور پر تھا ورنہ رسول اللہ ﷺ کی صداقت پر جو بے شمار واضح دلائل وبراہین موجود تھے۔ ان کی موجودگی میں اور کسی معجزہ ونشانی کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

اور پھر نشانیوں ومعجزات پر اختیار صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، نبی ورسول کا نہیں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رسول اللہ ﷺ آپ کہہ دیں کہ ہر قسم کی نشانیاں ومعجزات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ لہٰذا جو معجزہ ونشانی تم مانگ رہے ہو یا کوئی اور معجزہ ونشانی، میرے بس میں نہیں کہ میں تمہیں دکھاؤں، یہ اللہ تعالیٰ کے ملک واختیار میں ہے اور اس کی مشیت پر منحصر ہے۔ اگر وہ دکھانا چاہے گا دکھادے گا اور اگر نہیں دکھانا چاہے گا تو نہیں دکھائے گا۔ لہٰذا تمہارا مجھ سے معجزہ ونشانی کا مطالبہ سراسر ظلم وزیادتی پر مبنی ہے کیونکہ ان پر میرا اختیار ہے اور نہ میرا یہ دعویٰ ہے۔ میری ذمہ داری حق کی وضاحت اور اس کا پہنچانا ہے اور وہ میں ادا کرچکا ہوں

اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی ورسول سے معجزہ اپنی حکمت ومشیت کے مطابق دکھاتے ہیں۔ لوگوں کی خواہش ومطالبے پر نہیں کیونکہ اگر کسی قوم کے مطالبے وخواہش پر معجزہ دکھایا جائے، پھر وہ نہ مانیں اور انکار وہٹ دھرمی جاری رکھیں تو ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قانون اور طریقہ یہ ہے کہ وہ فوراً عذاب الٰہی میں گرفتار ہوجاتے ہیں لہٰذا ان کے لئے یہی بہتر ہے کہ ان کو نشانی نہ دکھائی جائے۔

بعض مسلمانوں کی خواہش تھی کہ ان کو کوئی نہ کوئی نشانی دکھادی جائے تاکہ وہ کافر جو معجزہ دیکھنے کے بعد ایمان لانے پر بڑی مؤکد وپختہ قسمیں کھارہے ہیں شائد ان میں سے ایمان لے آئیں مسلمانوں کی اس خواہش کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ باوجود نشانی دیکھنے کے بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ کیونکہ یہ کافر اپنے تکبر وعناد میں بہت آگے جاچکے ہیں اور ایسے لوگوں کے ہدایت پر آنے کے مواقع بہت کم ہوتے ہیں۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان نہ لانے کی علت اور سبب بیان کیا کہ جب ان کے پاس پہلی دفعہ اسلام وایمان کی دعوت پہنچی اور انہوں نے اس سے تکبر وعناد کی بناء پر استغناء وبے پرواہی کی روش اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بطور سزا وعتاب ان کو اپنی ہدایت ودین سے محروم کردیا کہ ان کے دلوں کو دین حق سے پھیر دیا کہ وہ اب اس کو سمجھ ہی نہیں سکتے اور آنکھوں کو دین حق سے پھیر دیا کہ اب انہیں حق کو دیکھنے کی طاقت وصلاحیت ہی نہیں اور ان کو شرک وظلم کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ایسے حیران وسرگرداں چھوڑ دیا کہ وہ حق کو باطل سے، ہدایت کو گمراہی سے پہچان ہی نہیں سکتے جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ (الصف۔5)

ترجمہ: پس جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو (اور) ٹیڑھا کردیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ (الانفال۔24)

ترجمہ: اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان آڑ بن جایا کرتا ہے۔

اور یہودیوں کے متعلق فرمایا:

بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا (النساء۔155)

ترجمہ = حالانکہ دراصل ان کے کفر کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے۔ اس لئے یہ تھوڑے ہی ایمان لاتے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ ابتداء میں کسی کو گمراہ نہیں کرتے بلکہ اپنی سنت کے مطابق سب کے لئے ہدایت وگمراہی کے دونوں راستے واضح کرتے ہیں اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دے کر دونوں راستوں کا اختیار دے دیتے ہیں۔ چاہے تو اس پر عمل کرے اور چاہے تو اس پر۔ کسی ایک راہ کو بھی اختیار کرنے پر بھی مجبور نہیں کیا گیا جیسا کہ فرمایا:

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا۔ (الدھر۔3)

ترجمہ = ہم نے اسے راہ دکھائی۔ اب خواہ وہ شکر گزار بنے خواہ ناشکرا۔

جیسا کہ فرمایا

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف29)

ترجمہ = اعلان کردے کہ یہ سراسر برحق قرآن تمہارے رب کی طرف سے ہے اور اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

اس کے بعد اگر کوئی نیکی کی راہ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہدایت کی راہیں کھول دیتے ہیں۔

اور اگر کوئی گمراہی کی راہ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو کئی بار مہلت دیتے ہیں اور بعض اوقات اس کی روگردانی پر اس کو اپنی آزمائشوں کے ذریعہ تنبیہ وسرزنش کرتے ہیں۔ تاکہ وہ راہ راست پر آکر آخرت کے عذاب سے بچ سکے۔

لیکن اگر وہ دعوت وتنبیہ کے باوجود ہدایت اور حق کی راہ سے مسلسل روگردانی کرے اور ضد وعناد کی روش اپنائے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوکر اس کو سزا دیتے ہیں کہ اس کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنی ہدایت سے محروم کردیتے ہیں۔ لہٰذا سوچ وفکر اور کسب واختیار بندے کا اپنا ہوتا ہے اور گمراہی کی راہ اس کی غلط سوچ وفکر اور غلط کسب واختیار کی بناء پر ملتی ہے۔ اس طرح تقدیری لحاظ سے مشیت الٰہی غالب ہوجاتی ہے اور یہی مطلب ہے ان آیات کا جن

باقی صفحہ 33 پر ملاحظہ فرمائیں

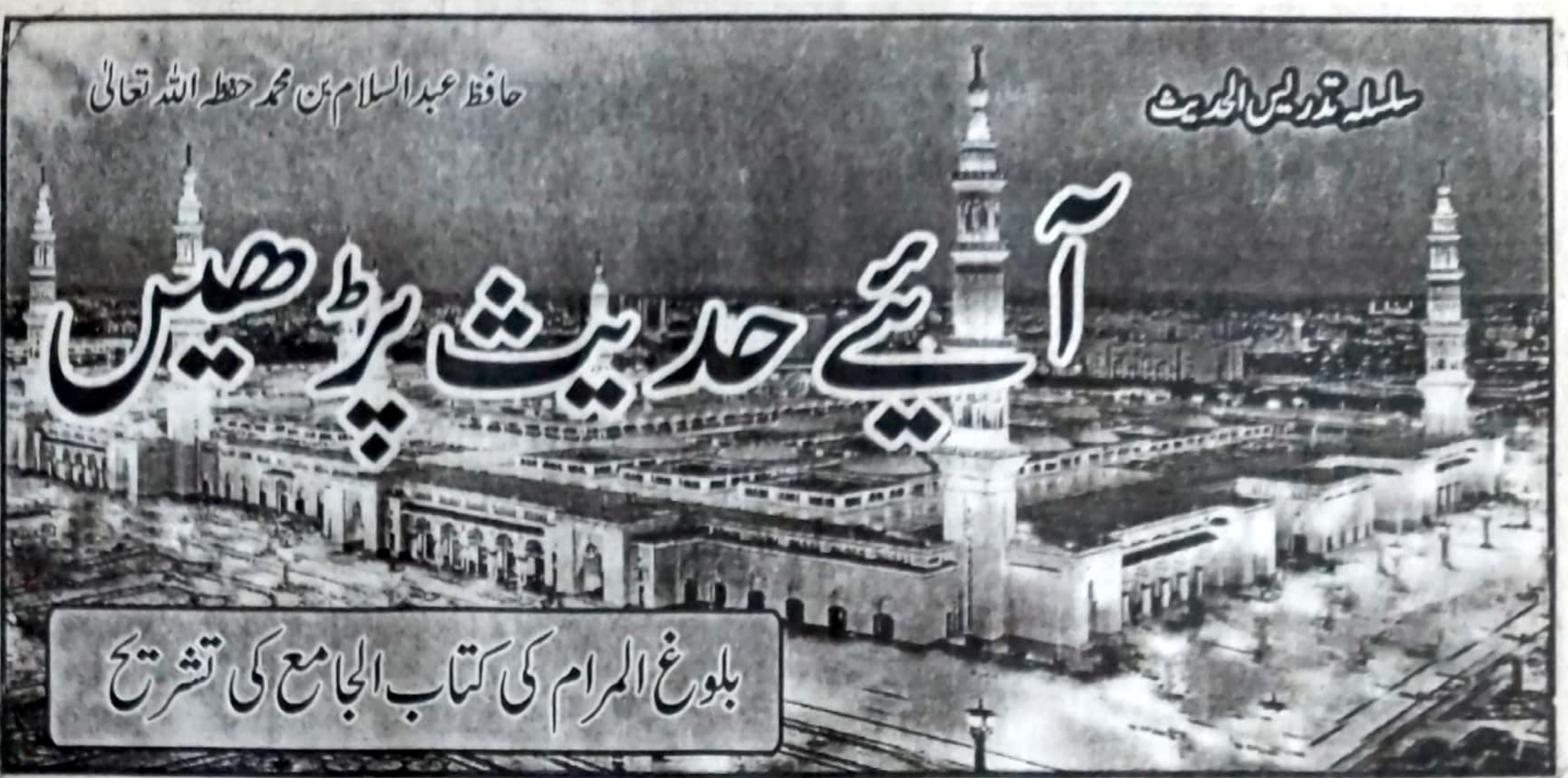

سلسلہ تدریس الحدیث

حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ تعالیٰ

آئیے حدیث پڑھیں

بلوغ المرام کی کتاب الجامع کی تشریح

اخوت ایمانی کو نقصان پہنچانے والی اشیاء کی ممانعت

قسط نمبر 34

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَاتَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ : لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوَى هَاهُنَا وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ - (أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ)

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ایک دوسرے پر حسد نہ کرو' ایک دوسرے کے مقابلے میں ارادۂ خرید کے بغیر بولی نہ بڑھاؤ' ایک دوسرے سے دلی دشمنی نہ رکھو' ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے اور نہ اسے حقیر جانتا ہے۔ تقویٰ یہاں ہے اور آپ ﷺ اپنے سینے کی طرف تین مرتبہ اشارہ فرماتے تھے۔ آدمی کے بُرا ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اپنے مسلم بھائی کو حقیر جانے' مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے اس کا خون' اس کا مال اور اس کی عزت۔" (اسے مسلم نے روایت کیا)

تخریج: مسلم (البر والصلۃ/32) وغیرہ دیکھئے تحفۃ الاشراف (486/10)

مفردات:

بِحَسْبِ امْرِئٍ میں باء زائدہ ہے اور حسب امری مبتداء ہے اور أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ جملہ بن کر مصدر کی تاویل میں ہو کر اس کی خبر ہے۔

فوائد: 1 ((لَا تَحَاسَدُوا)) یہ باب تفاعل ہے جو دو شخصوں کے درمیان ہوتا ہے۔ ایک دوسرے پر حسد مت کرو۔ کوئی حسد کرے تو اس کے جواب میں بھی اس پر حسد نہ کرو۔ حالانکہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے کی اجازت ہے:

﴿وَجَزَاؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا﴾ (الشوریٰ 40/42)

"برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے۔"

مگر مسلمان پر حسد کے جواب میں بھی حسد جائز نہیں تو جو تم پر حسد نہیں کرتا' اس پر حسد تو بطریق اولیٰ حرام ہے۔ حسد کی تفصیل اور علاج کے لئے دیکھئے اسی باب کی پہلی حدیث۔

2۔ ((وَلَا تَنَاجَشُوا)) یہ بھی باب تفاعل ہے۔ لغت میں نجش کا معنی شکار کو اس کی جگہ سے اٹھانا اور نکالنا ہے تاکہ پھر

اسے شکار کیا جا سکے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ جب کوئی سامان فروخت ہو رہا ہو' بولی میں اس کی قیمت لگائی جا رہی ہو تو کوئی شخص دوسرے سے بڑھ کر اس کی قیمت لگا دے جب کہ اس کا ارادہ اسے خریدنے کا نہ ہو تاکہ دھوکے میں آ کر کوئی دوسرا شخص اس سے بڑھ کر قیمت لگا کر پھنس جائے۔ یہ دھوکا ایک دوسرے کے مقابلے میں کرنا بھی حرام ہے۔ تو اس شخص کے ساتھ بدرجہ اولیٰ حرام ہے جو آپ سے یہ معاملہ نہیں کرتا۔

3۔ ((وَلَا تَبَاغَضُوا)) یہ بھی تحاسدوا کی طرح باب تفاعل ہے۔ اور اس میں بھی وہی نکتہ موجود ہے کہ جو مسلمان تم سے بغض رکھے تم مقابلے میں بھی اس سے بغض مت رکھو اور اگر کوئی تم سے بغض نہیں رکھتا' اس سے بغض رکھنا تو اور زیادہ برا ہے۔ اس حکم کی رو سے وہ کام بھی حرام ٹھہرے جن سے آپس میں دلی عداوت پیدا ہوتی ہے۔

4۔ ((لَا تَدَابَرُوا)) یہ دبر یعنی پیٹھ سے باب تفاعل ہے۔ ایک دوسرے کی طرف پیٹھ مت کرو۔ مراد یہ ہے کہ ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو۔ ایک دوسرے سے بول چال بند نہ کرو کیونکہ جب دو آدمی ایک دوسرے کو چھوڑ دیتے ہیں تو وہ ایک دوسرے سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ یہ حالت تین دن سے زیادہ رکھنا حرام ہے۔

5۔ ایک دوسرے کی بیع پر بیع مت کرو: جب دو مسلمانوں کی آپس میں بیع ہو چکے تو کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ بیچنے والے سے کہے کہ تم یہ چیز میرے ہاتھ میں فروخت کرو۔ میں تمہیں زیادہ قیمت دیتا ہوں۔ نہ خریدنے والے سے یہ کہنا جائز ہے کہ تم یہ چیز مجھ سے خریدو۔ میں تمہیں سستی دیتا ہوں۔ پہلی بیع فسخ کر دو۔ اس سے آپس میں شدید عداوت پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح اگر دو فریقوں میں نکاح کی بات طے ہو چکی ہے' صرف عقد باقی ہے تو کسی تیسرے کو ان کی بات ختم کروا کر اپنا پیغام بھیجنا جائز نہیں۔ ہاں اگر بیع طے نہیں ہوئی اور اسی طرح ابھی رشتہ طے نہیں ہوا تو ہر شخص خریدنے کے لئے کہہ سکتا ہے کہ میں اتنی قیمت پر خریدتا ہوں۔ اسی طرح ہر شخص نکاح کا پیغام دے سکتا ہے۔

6۔ اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ: یعنی اللہ کے بندے ہو تو اس کا حکم مانو۔ بندے کا کیا کام ہے کہ اپنی بات چلائے۔ پانچ چیزوں سے منع کرنے کے بعد حکم دیا کہ نسبی بھائیوں کی طرح آپس میں بھائی بن جاؤ۔ تمہارے درمیان سگے بھائیوں کی طرح باہمی شفقت' رحمت' محبت' غمخواری' معاونت اور خیر خواہی ہونا چاہئے۔

7۔ وہ چیزیں جن سے اسلامی اخوت کا اظہار ہوتا ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا 'مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ پھر اس اخوت کو ظاہر کرنے والی تین چیزیں بیان فرمائیں۔ 1۔ وہ اس پر ظلم نہیں کرتا۔ نہ اس کی جان پر نہ مال پر نہ عزت پر۔ 2۔ وہ اس کی مدد نہیں چھوڑتا' اگر وہ مظلوم ہے تو اسے ظلم سے بچاتا ہے۔ اگر وہ ظالم ہے تو اس کی مدد اس طرح کرتا ہے کہ اسے ظلم سے روکتا ہے۔ 3۔ اسے حقیر نہیں جانتا۔ کیونکہ مسلمان کو حقیر جاننے کی ابتداء تکبر سے ہوتی ہے اور تکبر ایمان کے منافی ہے۔ صحیح مسلم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ (صحیح مسلم ح: 91' الایمان 93)

تکبر حق کے انکار اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔"

متکبر آدمی دوسرے کو حقیر جاننے کی وجہ سے انہیں اس لائق ہی نہیں سمجھتا کہ ان کے بھی کچھ حقوق ہیں جنہیں ادا کرنا اس پر فرض ہے۔

تقویٰ کیا ہے اور کہاں ہوتا ہے؟: تقویٰ کا لفظی معنی ڈرنا اور بچنا ہے۔ اللہ کا تقویٰ یہ ہے کہ اس کے ثواب کی امید کے ساتھ اس کے تمام احکام پر عمل کیا جائے اور اس کے عذاب سے بچنے کے لئے اس کی تمام منع کردہ چیزوں سے اجتناب کیا جائے۔ تقویٰ دل میں ہوتا ہے اور اس کا اثر تمام اعضاء پر ظاہر ہوتا ہے۔

مسلمان کو حقیر جاننے کا گناہ: فرمایا "آدمی کو برا ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ اپنے مسلم بھائی کو حقیر جانے" کیونکہ اسے حقیر جاننے کی وجہ تکبر ہے اور تکبر اللہ تعالیٰ سے مقابلہ ہے۔ یہ صرف اللہ کو زیب دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ)) (صحیح ابی داود' ح: 3666' اللباس 28)

"کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے۔ جس شخص نے ان دونوں میں سے کسی ایک پر مجھ سے مقابلہ کیا' میں اسے آگ میں پھینک دوں گا۔"

اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ)) (مسلم)

"وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہوگا۔"

10۔ كُلُّ مُسْلِمٍ اور كُلُّ الْمُسْلِمِ میں فرق: کل مسلم کا معنی ہے ہر ایک مسلمان اور کل المسلم کا معنی ہے مسلمان کا کل' مسلمان کا ہر ہر حصہ' مسلمان کی ہر چیز' رسول اللہ ﷺ نے خود ہی وضاحت فرما دی کہ مسلمان کی ہر ایک چیز اس کا خون اس کا مال اور اس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

بقیہ درس قرآن

میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ۔ (الشوریٰ۔30)

ترجمہ = تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرما لیتا ہے۔

فوائد:۔

1۔ ہر وہ قول و فعل حرام ہے جو اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کو گالی دلانے یا ان کی گستاخی کا سبب بنے۔

2۔ اللہ تعالیٰ کی سنت و طریقہ کا بیان کہ تمام لوگوں کو اپنے اعمال مزین اور خوبصورت نظر آتے ہیں چاہے اچھے ہوں یا برے۔

3۔ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور معجزات کے مشاہدہ کے بعد ضروری نہیں کہ سب دیکھنے والے ہی ایمان لے آئیں بلکہ ایمان وہی لائیں گے جن کی قسمت میں ہوگا۔

جہاد اور مجاہدین سے محبت کرنیوالوں کیلئے عظیم خوشخبری
الجہاد ڈائری
ہند شکن نمبر
پاکستان بھر کے مراکز اور اجتماع 2001 کے موقع پر
الجہاد کمیونیکیشن کے سٹال سے حاصل کریں
نئے جہادی ترانے اور تقاریر کی کیسٹیں
خصوصاً استاد المجاہدین امیر معسکر ام القریٰ
ابو انس عبدالمالک شہیدؒ کی یادوں پر مشتمل
نئی کیسٹ "ایک عظیم استاد جو بچھڑ گئے"
منظر عام پر ...... ان شاء اللہ
الجہاد کمیونیکیشن اینڈ کیسٹ لائبریری امین پور بازار فیصل آباد فون 632175

عقیقہ مسنون ہے

س:۔ عقیقہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ دور جاہلیت کی رسم ہے اور اس کی ادائیگی نہیں کرنی چاہئے؟

ج: اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے اور ہماری دینی دنیوی ہر طرح کی راہنمائی کرتا ہے۔ اہل اسلام کے ہاں جب بھی کوئی بچہ جنم لیتا ہے تو اسلام نے اس کے متعلق بھی کئی احکامات جاری کیے ہیں جن میں سے ایک اہم مسئلہ عقیقہ کا بھی ہے۔ عقیقے کی مشروعیت پر کئی ایک احادیث صحیحہ صریحہ دلالت کرتی ہیں۔

ا۔ سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى

(صحیح البخاری کتاب العقیقۃ باب اماطۃ الاذی عن الصبی فی العقیقۃ (۵۴۷۲) مسند احمد ۴/۱۸، ۲۱۴، ۲۱۵ بیہقی ۹/۲۹۸، ۲۹۹ کتاب الاضاحی (۱۵۱۵) ابوداؤد (۲۸۳۹) ابن ماجہ (۳۱۶۴) ابن خزیمہ (۲۰۶۷) مسند حمیدی (۸۲۳) دارمی ۲/۸۱)

ہر لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے پس اس کی طرف سے خون بہاؤ یعنی عقیقہ کرو اور اس سے گندگی دور کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی کے ہاں بچہ پیدا ہو تو اس کا عقیقہ کرنا چاہئے رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے اور گندگی دور کرنے کا مطلب اس کا سر منڈایا جائے ابوداؤد اور مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں گندگی دور کرنے سے اگر سر منڈانا مراد نہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز ہے؟

۲۔ سیدنا سمرۃ بن جندب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ"

(ابوداؤد کتاب الضحایا باب فی العقیقۃ (۲۸۳۷) ترمذی کتاب الاضاحی باب من العقیقۃ (۱۵۲۲) (بخاری ۵۴۷۲) نسائی کتاب العقیقۃ باب متی یعق (۴۲۳۱) ابن ماجہ کتاب الذبائح (۳۱۶۵) مسند احمد ۵/۷، ۱۲، ۱۷، ۲۲ دارمی ۲/۸۱)

ہر لڑکا اپنے عقیقے کے ساتھ گروی ہے اس کی طرف سے ساتویں دن ذبح کیا جائے اور اس کا سر منڈایا جائے۔ گروی کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے تو وہ قیامت والے دن سفارش نہیں کرے گا۔ (تحفۃ الاحوذی ۵/۹۷ طبع بیروت)

۳۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُمْ عَنِ الْغُلَامِ

قرآن وسنت کی روشنی میں
آپ کے دینی مسائل

مبشر احمد ربانی

شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ (ترمذی کتاب الضحایا (۱۵۱۳) ابن ماجہ کتاب الذبائح (۳۱۶۳) مسند احمد ۶/۳۱، ۸۲، ۱۵۸)

یقیناً رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں برابر ایک جیسی ذبح کی جائیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔

۴۔ ام کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ "عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ"

ابوداؤد کتاب الضحایا باب فی العقیقۃ (۲۸۳۴) نسائی کتاب العقیقۃ باب العقیقۃ عن الجاریۃ (۴۲۲۷) ترمذی کتاب الاضاحی (۱۵۱۴) ابن ماجہ (۳۱۶۲) ابن حبان (۱۰۶۰) دارمی ۲/۸۱ مسند حمیدی (۳۴۵) مسند احمد ۶/۴۲۲)

لڑکے کی طرف سے دو برابر بکریاں ذبح کی جائیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔

ترمذی کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا

"عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْأُنْثَى وَاحِدَةٌ وَلَا يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا أَمْ إِنَاثًا"

لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری اور تمہیں کچھ نقصان نہیں ہوگا نر ذبح کرو یا مادہ۔

ابو بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں " كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا وُلِدَ لِأَحَدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاةً وَلَطَخَ رَأْسَهُ بِدَمِهَا فَلَمَّا جَاءَ اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ كُنَّا نَذْبَحُ شَاةً وَنَحْلِقُ رَأْسَهُ وَنُلَطِّخُهُ بِزَعْفَرَانٍ

(ابوداؤد کتاب الضحایا (۲۸۴۳) بیہقی ۹/۳۰۲، ۳۰۳ تمہید ۴/۳۱۹

زمانہ جاہلیت میں جب ہمارے ہاں کسی کے گھر لڑکا پیدا ہوتا تو وہ ایک بکری ذبح کرتا اور اس کے خون سے بچے کا سر رنگتا جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نعمت دی تو ہم بکری ذبح کرتے اور اس کا سر مونڈتے اور اسے زعفران مل دیتے ہیں۔

۶۔ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان الیہود تعق عن الغلام کبشا ولا تعق عن الجاریۃ فعقوا واذبحوا عن الغلام کبشین عن الجاریۃ کبشا (مسند بزار، بیہقی ۹/۳۰۲ (کشف الاستار ۱۲۳۳)

بے شک یہودی لڑکے کی طرف سے ایک مینڈھا ذبح کرتے اور لڑکی کا عقیقہ نہیں کرتے تھے۔ تم عقیقہ کرو اور لڑکے کی طرف سے دو مینڈھے اور لڑکی کی طرف سے ایک مینڈھا ذبح کرو علامہ ہیثمی فرماتے ہیں اس کی سند میں ابو حفص الشاعر اور اس کے باپ کا ترجمہ مجھے نہیں ملا (مجمع الزوائد ۳/۵۸)

ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے عقیقہ کے متعلق ایک صحیح حدیث بھی مروی ہے جس کے راویوں کو علامہ ہیثمی نے صحیح کے راوی قرار دیا ہے۔ ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى '(مسند بزار (۱۲۳۶ کشف الاستار)
ہر لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے اذیت دور کرو۔

۷۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے بارے میں سوال کیا گیا آپ نے فرمایا: اللہ عقوق پسند نہیں کرتا گویا کہ آپ نے یہ نام ناپسند کیا اور فرمایا: مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ....(الحدیث)
(ابوداؤد کتاب الضحایا (۲۸۴۲) نسائی کتاب العقیقۃ (۴۲۲۳) بیہقی ۹/۳۰۰)

جس کے ہاں بچہ پیدا ہو وہ اس کی طرف سے پسند کرے تو قربانی کرے لڑکے کی طرف سے دو برابر عمر کی بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لایحب الله العقوق "اللہ عقوق پسند نہیں کرتا۔ حدیث کے اس جملہ میں عقیقہ کی توہین نہیں ہے اور نہ ہی اس کے وجوب کو گرانا ہے صرف آپ نے نام کو ناپسند کیا ہے اور یہ پسند کیا ہے کہ اس کا اس سے کوئی بہتر نام ہو جیسے "نسیکہ" یا "ذبیحہ"۔

۸۔ انس رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ "ان النبی ﷺ عق عن نفسه بعد ما بعث نبیا" (بزار (۲۳۷ا کشف الاستار) عبدالرزاق (۷۹۶۰) طبرانی اوسط ۱/۵۲۹ (۹۹۸)
بے شک نبی ﷺ نے نبی مبعوث ہونے کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ کیا۔

مسند بزار کی سند مین عبداللہ بن المحرر ہے جس کے بارے امام بزار فرماتے ہیں: یہ انتہائی کمزور ہے اس کی وہ روایت لکھی جاتی ہے جو اس کے علاوہ کسی کے پاس نہ پائی جائے۔

مجمع الزوائد ۴/۵۹) میں علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اسے امام بزار اور امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور طبرانی کے راوی صحیح کے راوی ہیں ہیثم بن جمیل کے علاوہ اور وہ ثقہ ہے اور طبرانی کے شیخ احمد بن مسعود الخیاط المقدسی کا ترجمہ میزان میں نہیں ہے۔

مجمع الزوائد کے محقق علامہ عبداللہ محمد الدرویش فرماتے ہیں: احمد بن مسعود کا ترجمہ مختصر طور پر ابن عساکر کی تاریخ دمشق ۲/۸۹ میں موجود ہے دیکھیں سیر الاعلام النبلاء ۱۳/۲۴۴) (بقیۃ الرائد فی تحقیق مجمع الزوائد ۴/۹۴)

علامہ ذہبی نے اسے المحدث الامام قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس نے عمرو بن ابی مسلمہ التنیسی، الہیثم بن جمیل الانطاکی اور کئی راویوں سے روایت بیان کی ہے اور اس سے ابو عوانہ الاسفرائینی اور ابوالقاسم الطمرانی اور دیگر لوگوں نے روایت لی ہے امام طبرانی نے اس سے بیت المقدس میں ملاقات کی ہے واللہ اعلم (تہذیب سیر الاعلام النبلاء ۱/۵۲۲)

۹۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راویت ہے کہ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا (ابوداؤد کتاب الضحایا (۲۸۴۱) المنتقی لابن الجارود (۹۱۱، ۹۱۲) النسائی (۴۲۳۰) عبدالرزاق ۴/۳۳۰ مشکل الآثار ۱/۴۵۷ طبرانی کبیر (۱۱۸۳۸، ۱۱۸۵۶) جلد نمبر ۱۱ بیہقی ۹/۲۹۹، ۳۰۲ حلیۃ الاولیاء ۷/۱۱۶ اخبار اصبہان ۲/۱۵۱ تاریخ بغداد ۱۰/۱۵۱)
بے شک رسول اللہ ﷺ نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے عقیقے میں ایک ایک 'مینڈھا ذبح کیا۔

نسائی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالی عنہما کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کئے۔ علامہ البانی نے اسے صحیح سنن النسائی ۳/۸۸۵ (۳۹۳۵) اور ارواء الغلیل ۴/۳۷۹ میں صحیح قرار دیا ہے۔

۱۰۔ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "ان رسول الله ﷺ عق عن الحسن والحسين بكبشين" بے شک رسول اللہ ﷺ نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے کی طرف سے دو مینڈھے عقیقہ کئے۔ (مجمع الزوائد (۶۱۸۸) البزار (۱۲۳۵ کشف) مسند ابی یعلی (۲۹۴۵) ۵/۳۲۴ بیہقی ۹/۲۹۹ المطالب العالیہ (۲۲۶۱) ابن حبان ((۱۰۶۱ موارد) طبرانی اوسط (۱۸۹۹) ارواء الغلیل ۴/۳۸۱) اس کی سند میں قتادہ مدلس ہیں۔

۱۱۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "ان رسول الله ﷺ عق عن الحسن والحسين" (مسند ابی یعلی (۱۹۳۳) المطالب العالیہ (۲۲۶۰) مجمع الزوائد (۶۱۸۷) علامہ ہیثمی فرماتے ہیں اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن اس کی سند میں ابوالزبیر مدلس ہیں) بے شک رسول اللہ ﷺ نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے عقیقہ کیا۔

اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا العقيقة حق على الغلام شاتان مكافئتان وعن الجارية شاة (مجمع الزوائد ۶۱۸۶ مسند احمد ۶/۴۵۶ طبرانی کبیر ۲۴/۱۸۳۔ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں اس کے راوی قابل حجت ہیں۔
عقیقہ حق ہے لڑکے کی طرف سے دو مساوی بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔

مندرجہ بالا احادیث صحیحہ وحسنہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ بچے کی ولادت پر عقیقہ کرنا اسلامی احکامات میں سے ہے اور اس کے متعلق اللہ کے نبی ﷺ نے امر فرمایا ہے عقیقے کی مشروعیت پر ائمہ محدثین رحمھم اللہ کا اتفاق ہے صرف اس کے مسنون یا واجب ہونے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔ لہذا بعض جدید مفکرین اور نام نہاد دانشوروں نے جو اس کی مشروعیت کا انکار کیا ہے یہ اسلامی احکامات سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے یا پھر تجاہل عارفانہ ہے۔ بہر کیف احادیث رسول ﷺ اس کی مشروعیت پر بالکل واضح ہیں اور اسی پر امت مسلمہ کا مسلسل عمل چلا آرہا ہے۔

تنبیہ: حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقے کے متعلق آپ نے مذکورہ روایات میں ملاحظہ کیا ہے کہ بعض میں ہر ایک کی طرف سے ایک مینڈھا اور بعض میں دو مینڈھوں کا ذکر ہوا ہے۔

علامہ البانی فرماتے ہیں: کہ دو مینڈھوں والی بات قابل اخذ و اعتماد ہے اس کی دو وجہیں ہیں۔ ا۔ دو مینڈھوں والی زیادت ثقہ راویوں نے بیان کی ہے اور زیادت ثقہ مقبول ہے خصوصاً جب وہ ایسے طرق سے آئے جن کے مخارج مختلف ہوں (یعنی کئی صحابہ سے مروی ہو)

۲۔ یہ اس مسئلہ میں مروی قولی احادیث کے موافق ہے جو لڑکے کی طرف سے دو بکریوں کو واجب کرتی ہیں۔ ارواء الغلیل ۴/۳۸۴)

عائشہ، ام کرز رضی اللہ عنہما کی قولی احادیث تو اوپر ذکر ہو چکی ہیں۔ اس سلسلے میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک قولی حدیث موجود ہے۔ جسے امام طحاوی ۱/۴۵۸ امام بزار اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا "للغلام عقيقتان وللجارية عقيقة" لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک عقیقہ ہے۔ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں اس کی سند میں عمران بن عیینہ میں کمزوری ہے اسے ابن معین اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے علامہ البانی فرماتے ہیں۔ اس کی سند شواہد میں جید ہے اور طحاوی کی سند عمران بن عیینہ سے محفوظ و سالم ہے۔ (الارواء الغلیل ۴/۳۹۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی عقیقے کے متعلق یہ روایات بیان کرکے فرماتے ہیں۔

یہ احادیث جمہور کے مذہب کی دلیل ہیں کہ لڑکے اور لڑکی کے عقیقے میں فرق ہے۔ امام مالک سے روایت ہے کہ اس میں لڑکا اور لڑکی برابر ہیں ہر ایک کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کی جائے۔ انہوں نے ابوداؤد کی اس حدیث سے حجت لی ہے جس میں ہے کہ نبی ﷺ نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ایک مینڈھا ذبح کیا۔ اس میں حجت نہیں ہے اس لئے کہ ابوالشیخ نے ایک دوسری سند از عکرمہ از ابن عباس ذکر کی ہے جس میں الفاظ "كبشين كبشين" ہیں یعنی دو دو مینڈھے عقیقے میں ذبح کئے اسی طرح عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند

سے بھی اس نے روایت کی ہے۔ ابوداؤد کی روایت کو ثبوت فرض کرلیا جائے تو پھر بھی اس میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس کے ساتھ ان متواتر حدیثوں کو رد کیا جائے جو لڑکے کے لئے دو بکریوں پر منصوص ہیں۔ بلکہ اس کی غایت یہ ہے کہ ایک بکری کا عقیقہ جائز ہے۔ اور یہ بھی اسی طرح ہے اس لئے کہ تعداد شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔ (فتح الباری ۹/۵۹۲)

مولانا عبدالحی لکھنوی اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں کہ "لڑکے کے عقیقہ میں دو بکرے ذبح کرنے چاہئے تاہم استطاعت اور قدرت نہ ہونے کی صورت میں ایک پر بھی اکتفاء درست ہے" (فتاوی عبدالحی ص ۳۹۸)

بہرکیف عقیقہ ایک اسلامی شعار ہے جس کی مشروعیت پر احادیث متواترہ دلالت کرتی ہیں۔ اس کا انکار کسی طرح بھی درست نہیں یہ زمانہ جاہلیت میں بھی تھا جسے اسلام نے بھی جاری رکھا ہے اور جاہلیت میں جو بکرے کے خون کے ساتھ بچے کا سر رنگتے تھے اسلام میں بچہ کا سر منڈانے کے بعد اس پر زعفران لگاتے ہیں۔ واللہ اعلم

امام ابن قیم ابن منذر سے نقل کرتے ہیں کہ "عقیقے کی سنت کا اہل رائے نے انکار کیا ہے اور انہوں نے اس مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت احادیث اور صحابہ تابعین کے آثار کی مخالفت کی ہے۔ (تحفۃ المودود ص ۲۷)

عورت کا ذاتی مال اور خاوند کی اجازت

س۔ کیا عورت اپنا ذاتی مال خاوند کی مرضی کے بغیر خرچ کر سکتی ہے۔ اگر عورت اپنا ذاتی مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہے تو کیا خاوند سے اجازت لے اسی طرح اگر عورت برائی کے کاموں میں مال صرف کرے تو کیا خاوند اسے منع کر سکتا ہے؟ (نیاز۔ ملتان)

ج۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مرد کو عورت پر حکمران بنایا ہے تاکہ اس کے معاملات کی صحیح نگرانی کرے اور اس کو پیش آنے والے مصائب میں اس کی حفاظت کا موجب بنے ارشاد باری تعالی ہے۔

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ...... (النساء: ۳۴)

مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالی نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ اس آیت کریمہ میں مرد کی حاکمیت و قوامیت کی کئی وجوہات ہیں جن میں سے ایک فضیلت وہی ہے جو مردانہ قوت ودماغی صلاحیت پر مبنی ہے جس میں مرد کو عورت سے خلقی طور پر ممتاز بنایا گیا ہے۔

اسی طرح مجموعی لحاظ سے مرد کو عورت پر فضیلت دیتے ہوئے مرد کی گواہی مکمل اور عورت کی ادھوری رکھی گئی ہے ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتیں گواہی دیتی ہیں اور رسول کریم ﷺ نے اسے عورت کے عقل کا نقصان قرار دیا ہے۔

بہرکیف شریعت نے مرد کو عورت پر حکمران بنایا ہے اور اس کی حکمرانی کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی اہلیہ کو شرع کا پابند رکھے اور جو امور حکمت ومصالح پر مبنی ہوں ان پر عورت کی توجہ کو مرکوز رکھے مرد کو جو عورت پر حقوق عطا کئے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عورت کے پاس اگر اپنا ذاتی مال ہو تو وہ اسے خرچ کرتے وقت خاوند سے مشورہ کرے اور اجازت لے کر نیکی کے کاموں میں مال خرچ کرے۔

۱۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" لَا يَجُوزُ لِامْرَأَةٍ امْرٌ فِي مَالِهَا إِذَا مَلَكَ زَوْجُهَا عِصْمَتَهَا "(ابوداؤد کتاب الاجارۃ باب فی عطیۃ المرأۃ بغیر اذن زوجھا (۳۵۴۶) سنن النسائی کتاب العمری باب عطیۃ المرأۃ بغیر اذن زوجھا (۳۷۶۵) بیہقی ۶/۶۰ مستدرک حاکم ۲/۴۷ مسند احمد ۲/۲۲۱ ابن ماجہ (۲۳۸۸)

عورت کا کوئی اختیار اپنے مال میں جائز نہیں جب خاوند اس کی عصمت کا مالک بن گیا۔

۲۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ "لَمَّا فَتَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَامَ خَطِيبًا فَقَالَ فِي خُطْبَتِهِ لَا يَجُوزُ لِامْرَأَةٍ عَطِيَّةٌ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا (سنن النسائی کتاب العمری باب عطیۃ المراۃ بغیر اذن زوجھا (۳۷۶۶) وکتاب الزکاۃ باب عطیۃ المراۃ بغیر اذن زوجھا (۲۵۳۹) ابوداؤد کتاب الاجارۃ باب فی عطیۃ المرأۃ بغیر اذن زوجھا (۳۵۴۷) مسند احمد ۲/۲۰۷ بیہقی ۲/۶۰ شرح السنۃ ۴/۳۱۷ سلسلۃ الصحیحۃ (۸۲۵)

جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے آپ نے اپنے خطبے میں فرمایا عورت کے لئے خاوند کی اجازت کے بغیر عطیہ دینا جائز نہیں۔

خاوند کی اجازت کے متعلق امام نووی فرماتے ہیں:۔

اجازت کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ خرچہ اور صدقہ وخیرات میں صریح اجازت

۲۔ ایسی اجازت جو عرف سے سمجھی جائے جیسے سائل کو روٹی وغیرہ کا ٹکڑا دینا جیسا کہ عام طور پر گھروں میں معروف ہوتا ہے اور خاوند کی رضا اور روز مرہ کے معاملات کی وجہ سے معروف ہوتی ہے ایسے خرچ پر خاوند نہیں بولتا اور سمع ودرگزر میں وہ عام لوگوں کی طرح ہے تو اجازت صریح کی ضرورت نہیں اور اگر خاوند کی رضامندی مشکوک ہو یا اس کا بخل معلوم ہو تو عورت کے لئے خاوند کے مال سے اس کی رضامندی حاصل کئے بغیر صدقہ وغیرہ دینا جائز نہیں اس میں صریح اجازت کی ضرورت ہے۔ (ملخص از حاشیہ سندھی علی النسائی ۵/۶۹،۷۰)

اھل علم کے ہاں یہ بات مختلف فیہ ہے کہ وہ عورت جو رشد وہدایت والی ہو اور سمجھ بوجھ رکھتی ہو کیا اسے اپنے جمیع مال میں تصرف کا حق حاصل ہے یا نہیں۔ امام ابوحنیفہ 'امام شافعی اور امام ابن منذر اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ اسے اپنے مال میں تصرف کا حق حاصل ہے۔ اور امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ اسے ثلث سے زائد مال خاوند کی اجازت کے بغیر خرچ نہیں کرنا چاہئے۔

اور بعض اہل علم جیسے امام طاؤس 'لیث اور علامہ البانی وغیرہ کا موقف یہ ہے کہ عورت کو اپنے خاص مال میں تصرف کرنے کے لئے خاوند کی اجازت حاصل کرنی چاہئے اس میں خاوند کی حاکمیت جو اللہ تعالی نے اسے عورت پر عطا کی ہے پوری ہوتی ہے۔ لیکن خاوند کے لئے یہ جائز نہیں۔ جب وہ سچا مسلمان ہو کہ اس حکم میں خیانت کرے اور عورت پر جبر سے کام لے اور اسے اس کے ذاتی مال میں وہاں تصرف کرنے سے روکے جہاں ان دونوں کا کوئی نقصان نہیں اور یہ حق لڑکی کے ولی کے حق کے ساتھ کس قدر مشابہت رکھتا ہے کہ لڑکی کو جائز نہیں کہ وہ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے جب ولی لڑکی کے لئے نکاح میں رکاوٹ ڈالے تو معاملہ شرعی قاضی کی طرف منتقل کیا جائے گا تاکہ وہ انصاف کرے اسی طرح عورت کے مال کا حکم ہے جب خاوند اس پر ظلم وجبر کرے اور اسے جائز تصرف سے روکے تو قاضی اس کے لئے انصاف مہیا کرے گا۔ (سلسلہ صحیحہ للشیخ البانی ۲/۴۲۰)

جمہور ائمہ نے قرآن حکیم کی اس آیت سے دلیل لی ہے کہ عورت کے اندر اگر سوچ وسمجھ اور مال کے تصرف کرنے میں رشد وہدایت موجود ہو تو اسے اپنا مال صرف کرنے کا حق حاصل ہے

ارشاد باری تعالی ہے۔ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ (النساء:۶) اگر تم ان میں رشد پاؤ تو ان کے مال ان کے حوالے کردو۔

اس آیت میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ وہ یتیم بچے بچیاں جن کے کفیل تم بنائے گئے ہو جب وہ بلوغت کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان میں جب مال خرچ کرنے کے متعلق تم رشد وہدایت دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کردو۔ اس آیت میں رشد کے بعد مطلق طور پر ان کے مال ان کے سپرد کرنے کا کہا جارہا ہے لہذا عورت اصلاً اس بات کی مجاز ہے کہ وہ اپنا مال خرچ کر سکتی ہے۔ اس طرح انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا والی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے صدقہ کے متعلق سوال کیا کہ کیا ان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے خاوند پر صدقہ کریں تو

باقی صفحہ 56 پر ملاحظہ فرمائیں

حقوق زوجین

قسط نمبر 5

بیوی کے حقوق

محمد یوسف طیبی

قارئین کرام عورت کے حق استمتاع کا ذکر پڑھ چکے ہیں مگر اس میں کچھ شرعی آداب قابل ذکر ہیں جن کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

1۔ **ایام مخصوصہ میں احتیاط**

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے کچھ بیماریاں مقدر کی ہیں۔ ان میں احتیاط کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ **یسئلونک عن المحیض قل ھواذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن حتیٰ یطھرن۔ (البقرۃ)**

اے محمد ﷺ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں تو ان کو بتلایئے کہ یہ بیماری ہے اور ان دنوں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ وہ پاک ہوجائیں۔

یہی حال نفاس کا بھی ہے۔ یہ دو بیماریاں ہیں اور ان دنوں میں احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے طرفین کو کئی مہلک بیماریاں لاحق ہوجاتی ہیں اور گناہ الگ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جتنی چیزیں حرام کی ہیں ان میں یا تو کوئی فائدہ نہیں ہے یا پھر فائدہ سے نقصان زیادہ ہے۔ انسان کے لئے مفید اشیاء اللہ نے بالکل حرام نہیں کیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

من أتی حائضا...... کہ جس شخص نے ایام مخصوصہ میں پرہیز نہ کیا یا 'قوم لوط والا فعل کیا۔ اس نے شریعت محمدی کا انکار کر دیا۔ (عشرت انساء۔ ص 135 حدیث نمبر 131)

ایک دفعہ عمر بن خطاب حاضر ہوئے اور کہا اے محمد رسول ﷺ ''ھلکت'' میں ہلاک ہوگیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کس نے تجھے ہلاک کیا؟ کہا

''حولت رحلی اللیلۃ'' کہ میں نے اپنا کجاوہ یا خیمہ تبدیل کردیا۔ یہ کنایہ تھا کہ میں آج اپنی حاجت ایسے پوری کی جیسے جانور کرتے ہیں تو آپ ﷺ خاموش رہے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

نساء کم حرث لکم فاتوا حرثکم أنی شئتم ''(البقرہ)

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں پس اپنی کھیتی کو جہاں سے چاہو آؤ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انداز استمتاع سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بس مخصوص ایام اور فعل قوم لوط سے بچو۔

أقبل وأدبر واتق الحیض والدبر '(عشرۃ النساء' ص 114' حدیث نمبر 91' آداب زفاف للالبانی ص 103)

مذکورہ بالا حدیث سے جہاں یہ ثابت ہوا کہ طریق کار سے حکم نہیں بدلتا وہاں یہ آداب شرعیۃ بھی ثابت ہوتے ہیں کہ مخصوص ایام اور فعل قوم لوط سے بچنا چاہیے۔

تاہم یہودیوں کی عادت تھی کہ ان دنوں عورت سے الگ تھلگ ہوجاتے' نہ مل کر کھانا کھاتے نہ مل بیٹھتے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت پر آسانی فرمادی اور فرمایا:

افعلوا کل شئی الا الجماع '(صحیح مسلم 711/3)

کہ جماع کے سوا دوسرا کوئی کام بھی ممنوع نہیں ہے۔

2۔ **فعل قوم لوط!**

اس کا جزوی طور پر تذکرہ ہو چکا ہے۔ یہ بہت شنیع اور غیر فطری عمل ہے کہ جسے کوئی جانور بھی نہیں کرتا' لوط علیہ السلام کی قوم میں جب یہ وبا پھیلی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھروں کی بارش کر دی اور ان کو تباہ کردیا۔ بعض لوگوں نے آیت کریمہ 'فاتوا حرثکم أنی شئتم'' سے یہ سمجھ لیا کہ خاوند کے لئے ہر جگہ حلال ہے' حالانکہ ایسا نہیں ہے یہ قول سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے اس کی نسبت صحیح نہیں ہے اور یہ کام بھی درست نہیں...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

''**نساء کم حرث لکم فاتوا حرثکم أنی شئتم**'' اس آیت میں کھیتی والی جگہ کا ذکر اور اجازت ہے جو جگہ کھیتی نہیں وہاں اجازت نہیں ہے۔

سیدنا خزیمہ بن ثابت اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **ان اللہ لا یستحیی من الحق**...... اللہ تعالیٰ حق (بات کرنے سے) نہیں شرماتا۔ اپنی بیویوں سے قوم لوط والا فعل نہ کیا کرو۔ (النساء ص 119 نمبر 96' آداب زفاف ص 103)

دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی مرد یا عورت سے ایسی حرکت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف دیکھے گا بھی نہیں۔

(عشرۃ النساء ص 78' حدیث نمبر 115) علامہ البانی رحمۃ اللہ نے اسے حسن کہا ہے' دیکھئے آداب زفاف۔ ص 105

لیکن افسوس کی بات ہے کہ معاشرہ میں بے حیائی عام ہے مگر ان مسائل کو پوچھنے یا بتانے کے لئے حیا کو آڑ بنالیا جاتا ہے۔

رمضان کے دنوں کا پرہیز:

ارشاد ربانی ہے۔'' **احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نساء کم** ...... (البقرۃ 187)

کہ تمہارے لئے رمضان کی راتیں جماع کے لئے حلال کردی گئی ہیں' اس سے ثابت ہوا کہ رمضان کے دن بدستور حرام ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک آدمی آیا کہا میں تو جل گیا' آپ ﷺ نے فرمایا تجھے کس نے جلادیا؟ بولا میں نے رمضان میں بیوی سے ہم بستری کرلی' تو آپ ﷺ نے فرمایا دو ماہ کے روزے رکھو۔ اس نے کہا میں طاقت نہیں رکھتا' فرمایا 60 مساکین کو کھانا کھلاؤ' کہتا ہے مدینہ میں مجھ سے زیادہ فقیر کوئی نہیں ہے۔ آپ ﷺ خاموش ہوئے پھر کچھ کھجوریں آئیں تو فرمایا یہ لے جا اور صدقہ کردے۔ (صحیح بخاری مع فتح 190/4 حدیث نمبر 1435)

بیوی کا دوسرا اور تیسرا حق...... نان ونفقہ' کپڑا

نان ونفقہ: اس سے مراد عورت کی ضروریات زندگی ہیں' کہ جن کے بغیر گزارہ نہ چلتا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔'' **لینفق ذوسعۃ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما آتاہ اللہ لا یکلف اللہ نفسا الا ما آتاھا سیجعل اللہ بعد عسر یسرا** (الطلاق۔7)

صاحب حیثیت آدمی اپنی حیثیت سے خرچ کرے اور جس کا رزق تنگ کردیا گیا ہو وہ اتنے سے ہی خرچ کرے جتنا اللہ نے اس کو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عنقریب تنگی کے بعد آسانی کردے گا۔

دوسری آیت میں یوں ہے۔'' **وعلی المولود لہ رزقھن و کسوتھن بالمعروف**۔'' (233' البقرہ)

کہ بچوں کی ماں کا رزق اور کپڑے والد کے ذمہ ہیں۔ معروف طریقے سے۔ یعنی جس معیار کا کھانا اور کپڑے ان

کے یہاں متعارف ہوں ویسے کپڑے اور کھانا بچے کی ماں کو دیا جائے۔

صحیح مسلم میں ہے' سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں خطاب فرماتے ہوئے کہا۔ان بیویوں کا تم پر یہ حق ہے کہ ان کو کھانا اور کپڑے معروف طریقے سے دو۔ (184/8) امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بیوی کا نفقہ اور کپڑے پورے کرنا خاوند پر واجب ہے۔

سیدنا معاویہ القشیری رضی اللہ عنہ نے یہی سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ "ماحق زوجة آحد ناعليه"؟ کہ ہم پر بیوی کا کیا حق ہے۔؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تو کھانا کھائے تو اس کو بھی کھلائے اور جب تو کپڑا پہنے تو اس کو بھی پہنائے اور یہ کہ تو اس کے چہرے پر نہ مارے' بدصورت ہونے کا طعنہ نہ دے اور نہ بددعا دے اور نہ ہی اس سے علیحدگی اختیار کر...... مگر گھر کے اندر۔ (سنن ابی داؤ' تحقیق الالبانی 402/2 حدیث نمبر 1875) حتیٰ کہ اگر خاوند کنجوس ہو تو بیوی بغیر اجازت بھی اپنا حق لے سکتی ہے۔

ہند بنت عتبہ شکایت لے کر آئیں اور کہا۔ ان أبا سفيان رجل شحيح و ليس يعطيني مايكفيني وولدي...... کہ میرا خاوند ابوسفیان ہاتھ تنگ رکھتا ہے اور مجھے اتنا نہیں دیتا جو میرے اور اولاد کے لئے کافی ہو' پھر مجھے چپکے سے لینا پڑتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا صرف اتنا لے لیا کرو جتنا تجھے اور تیری اولاد کے لئے کافی ہو سکے۔ (صحیح بخاری مع الفتح 418/9 حدیث نمبر 5364)

رسول اللہ ﷺ نے نفقہ و کپڑے وغیرہ کا معیار "معروف" کو رکھا ہے۔ لہٰذا عورتوں کو چاہئے کہ اسراف و تبذیر سے بچتے ہوئے مطالبات کیا کریں۔ نہ تو اتنی کثرت سے کپڑے خریدیں کہ ہر ہر مناسبت' عید' رمضان' شادی بلکہ ہر رشتہ دار کے پاس جانے کے لئے الگ الگ سوٹ ہو جائیں اور نہ ہی مہنگے سے مہنگے کپڑے کا مطالبہ ہونا چاہئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اچھا کپڑا آیا میں نے پہن لیا آپ ﷺ ناراض ہو گئے...... تو میں نے اس کے ٹکڑے کر کے اپنی عورتوں میں بانٹ دیئے۔ (صحیح بخاری مع الفتح 422/9 حدیث نمبر 5366) یہاں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے ابن منیر کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ اگرچہ خاوند پر کپڑا مہیا کرنا واجب ہے۔ لیکن فاطمہ رضی اللہ عنہا کپڑے کے ٹکڑے پر راضی ہو گئیں۔ خاوند کی مالی حالت کا خیال کرتے ہوئے۔ ہاں واقعتاً خاوند بیوی کو اپنے حقوق و فرائض میں ایک دوسرے کا خیال کرنا چاہئے تب یہ گاڑی چلتی ہے۔

چوتھا' حق رہائش:

بیوی کا حق ہے کہ اسے رہائش دی جائے اگرچہ متواضع ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولاتضاروهن لتضيقوا عليهن. (الطلاق ـ 6)

ان کو وہیں رہائش دو جہاں تم رہتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق اور ان کو نقصان نہ دو کہ ان کو تنگ کر سکو (تاکہ گھر سے نکل جانے پر مجبور ہو جائیں) اگرچہ یہ آیت اور نفقہ کی آیات طلاق شدہ عورت کے لئے نازل ہوئیں لیکن اگر طلاق والی عورت عدت میں نفقہ و سکنی کی مستحق ہے تو بیوی تو زیادہ اولیت رکھتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں...... اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بیوی کو نفقہ کپڑا وغیرہ دینا خاوند پر واجب ہے مگر یہ کہ وہ نافرمان ہو' (المغنی 230/9 و شرح صحیح مسلم للنووی 184/8)

پانچواں اہم حق' بیویوں میں عدل کرنا:

خاوند کا حق اگر تعدد زواج ہے تو بیویوں کا یہ حق ہے کہ ان کے درمیان عدل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں زیادہ شادیوں کا ذکر کیا وہیں یہ بھی فرمایا کہ...... **فان خفتم ألا تعدلوا فواحدة أوما ملكت ايمانكم .ذالک ادنى الا تعولوا (النساء -3)**

اگر تمہیں خطرہ ہو کہ آپ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی رکھو یا پھر لونڈی رکھو۔ یہ زیادہ بہتر ہے کہ تم ظلم سے بچ سکو۔

زیادہ شادیاں اس دور کی مصلحت کا تقاضا ہے لیکن ظلم فساد ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ فساد سے بچنا مصلحت کے حصول سے بہتر ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے عدل نہ کر پانے والے کو ایک سے زیادہ شادی کی اجازت نہیں دی۔

لیکن عدل کس حد تک واجب ہے بلکہ ممکن ہے۔

اس میں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گھڑی پر دیکھ کر برابر وقت دینا اور ترازو پر تول کر کھانا دینا عدل ہے حالانکہ شریعت نے مسلمان کو اس حد تک مکلف نہیں کیا بلکہ اس کو ناممکن کہا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے...... **ولن تستطيعوا ان تعدلوا بين النساء ولوحرصتم فلا تميلوا كل الميل فتذروها كالمعلقة** (نساء-129)

تم ہرگز بیویوں کے درمیان عدل نہیں کر سکتے اگرچہ پوری کوشش بھی کر لو مگر مکمل رجحان ایک کی طرف نہ کر لو کہ دوسری لٹکی ہوئی ہو کر رہ جائے۔

یعنی اس کو بالکل اہمیت ہی نہ دو اور نہ ہی طلاق دو کہ دوسری شادی کرے بلکہ وہ درمیان میں لٹک کر رہ جائے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ مکمل انصاف تو ممکن ہی نہیں ہے۔ لیکن حتیٰ الوسع انصاف کرنا فرض ہے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں' بے انصافی کے ڈر سے دوسری شادی ناجائز کر کے اللہ تعالیٰ نے ثابت کر دیا کہ انصاف کرنا فرض ہے۔ (تفسیر قرطبی 10/5)

خود رسول اللہ ﷺ کمال درج کا انصاف کرتے حتیٰ کہ مرض الموت میں بھی باریاں قائم تھیں' لیکن آپ ﷺ کی چاہت تھی کہ آپ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں قرار پائیں تو فرماتے:

أين أنا غدا أين أناغدا (صحیح البخاری مع الفتح 777/9 حدیث نمبر 5217) کل میری کہاں باری ہے؟ کل میری کہاں باری ہے؟ تو پھر دوسری بیویوں کی اجازت سے آپ ﷺ نے آخری دن اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزارے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

من كانت له امرأتان فمال الى آحد هما جاء يوم القيامة وشقه مائل (سنن ابی داؤد و تحقیق الالبانی 400/2 حدیث نمبر 1867)

جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف مائل ہو جائے تو قیامت کے دن وہ آئے گا اور اس کی ایک طرف فالج زدہ ہو گی۔

صاحب عون المعبود فرماتے ہیں مائل کا مطلب فالج زدہ اور اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بیویوں کے درمیان عدل واجب اور بے انصافی حرام ہے۔ (181/5)

لہٰذا تمام بیویوں کے درمیان نفقہ و رہائش' کپڑے' اور رات گزارنے میں عدل واجب ہے۔ تاہم ہر بیوی کو اس کے تقاضے کے مطابق دیا جائے گا لیکن نوعیت ایک ہو۔ اس طرح کھانا دانہ ہے تو ہر ایک کی خوراک اپنی ہے۔ لیکن معیار ایک ہو۔ یہی حال گھر کا ہے۔ مثلاً اگر ایک عورت ٹیچر ہے تو خاوند اپنی طرف سے برابر سلوک کرے۔ لیکن اگر وہ اپنا معیار قائم کرنا چاہتی ہے تو خود کرے۔ اسی طرح اگر ایک بیوی کے بچے زیادہ ہوں اور دوسری کے اولاد کم یا بالکل نہ ہو تو بھی بحیثیت بیوی برابر سلوک ہو گا۔ لیکن بچوں کو الگ خرچہ دیا جائے گا۔ یعنی بیویوں کا بیویوں سے تقابل ہو گا اور اولاد کا اولاد کے ساتھ تقابل ہو گا اور ہر دو میدانوں میں عدل واجب ہے' جہاں تک اوقات کی تقسیم کا تعلق ہے۔

اس کا بقیہ بیان آئندہ قسط میں ہو گا۔ ان شاء اللہ

نئے دفاتر ضلع مردان اور صوابی

دفتر مرکز الدعوۃ والارشاد مجاہدین لشکر طیبہ سپر مارکیٹ تخت بھائی

مردان فون: 551734-551393

دفتر لشکر طیبہ مردان...... مین چوک رستم بازار ضلع مردان

دفتر لشکر طیبہ صوابی...... ملک امان مارکیٹ ٹوپی بازار صوابی

فون 72424

بیت المجاہدین اوباڑو

بیت المجاہدین لشکر طیبہ بالمقابل میاں افتخار احمد زرعی سروسز مین روڈ اوباڑو ضلع گھوٹکی فون: 07097-88470

کشمیریوں کی لشکر طیبہ سے محبت

جب سری انگر ائیر پورٹ پر فدائی حملہ میں لشکر طیبہ کے چھ مجاہد شہید ہوئے تو ان کی لاشوں کو حاصل کرنے کے لئے ہزاروں کشمیری بچے عورتیں' مائیں' بہنیں' ائیر پورٹ پہنچ گئیں اور جوانوں نے بھی اپنے سینے کھول دیئے بھارتی درندوں نے لاٹھی چارج کیا اور گولیاں بھی چلائیں۔ مشتاق زرگر کا خراج تحسین

O الحمدللہ وہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل سے خوش ہیں وہ اس بات پر خوش ہیں کہ ان کے بیٹے ان شاء اللہ جنت میں ہونگے۔ اب تو ہر کشمیری کی خواہش ہے کہ اس کا بیٹا جہاد میں شہید ہو۔ وہ حد سے زیادہ خوش ہیں۔

☆ بہت سے لوگ جو زیر حراست ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن کے متعلق یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہیں وہ لوگ موجودہ صورتحال اور بھارتی حکومت کے سیز فائر کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔؟

O جو لوگ جیل میں ہیں وہ بھی جہاد کر رہے ہیں اور جو گم ہو گئے وہ بھی اللہ کے فضل سے اللہ نے چاہا تو کامیاب ہوں گے۔ بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو مجاہد بھی نہیں تھے سول لوگ تھے۔ جنہیں زیر حراست شہید کر دیا گیا پھر ان کی لاش گھر والوں کو دے دی گئی یا واپس ہی نہیں کی گئیں وہ بھی اللہ کے فضل سے کامیاب ہو گئے۔ ان شاء اللہ

☆ اسیری کا تمام عرصہ کن کن جیلوں میں رہے اور وہاں بھارتی فوج مجاہدین پر کیا کیا ظلم وستم ڈھاتی ہے؟

O میں اینٹروگیشن سنٹرز جن میں پاپا ٹو' تہاڑ جیل' جودھ پور' تکو تالاب شامل ہیں' میں تشدد برداشت کرتا رہا پھر کوٹ بھلوال جیل اور پھر سرینگر سنٹرل جیل رہا جہاں سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے رہائی نصیب فرمائی۔

جیلوں میں بھارتی فوج ہمارے اوپر بہت ظلم کرتی ہے کیونکہ وہ ہمارے دشمن ہیں' ہم مسلمان ہیں اور وہ کافر' ایسے ایسے مظالم کرتے ہیں کہ جن کا ذکر ممکن ہی نہیں' بہت سے مہمان مجاہدین بھی ان مظالم کا شکار ہوئے اور حرکت کے سجاد افغانی کو ہمارے سامنے تشدد سے شہید کیا گیا۔

بھارتی جیلوں میں مجاہدین پر ڈھائے جانے والے مظالم کا تصور کر کے ہی انسان کانپ جاتا ہے۔ جیلوں میں مجاہدین کے جسموں میں ڈرل مشین سے سوراخ کیے جاتے ہیں' مجاہدین اور بہت سے سول کشمیری جنہیں ناحق کسی وجہ کے بغیر گرفتار کر لیا جاتا ہے' اپنی حسب منشاء بیانات حاصل کرنے کے لئے جلتے STOVE پر بٹھا دیا جاتا ہے جس سے وہ جل جاتے ہیں۔ مرد بے کار ہو جاتے ہیں۔ نازک اعضاء میں پائپ ڈال کر اسے کرنٹ لگا دیا جاتا ہے۔

سرینگر نور باغ میں بھگوان پورہ میں ایک نوجوان طارق کو S.T.F والوں نے پکڑ لیا پھر سرف پاؤڈر اور سرخ مرچ پانی میں حل کر کے اسے پلا دی گئی۔ پھر دستر خوان کا تین میٹر ٹکڑا ڈنڈے کے ساتھ اس کے منہ کے راستے سے اندر ٹھونس دیا گیا اور جب اسے قے آنے لگی تو پیاز کاٹ کر اس کے منہ میں ڈال دیا گیا۔ جس سے وہ پندرہ منٹ بعد ہی شہید ہو گیا۔

نور باغ کے ہی ایک دوسرے مجاہد کو برہنہ کر کے ہیٹر پر بٹھا کر باندھ دیا گیا جس سے وہ جل کر شہید ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

ذہنی اذیت کا سب سے دردناک لمحہ وہ ہوتا ہے جب ایک مجاہد کو کسی کمرہ میں بند کر دیا جاتا ہے اور پھر اس کے دوسرے مجاہد بھائی کو اس کے ساتھ والے کمرے میں لا کر اس پر ظلم وستم کے وہ پہاڑ توڑے جاتے ہیں جن کا اظہار لفظوں میں ممکن نہیں یہ وہ کیفیت ہے جس کو صرف دل ہی محسوس کر سکتا ہے۔

جیلوں میں مجاہدین کے جسموں میں ڈرل مشین سے سوراخ کیے جاتے ہیں۔ بے گناہوں سے حسب منشا بیانات کے حصول کی خاطر جلتے ہوئے چولہے (STOVE) پر بٹھا کر جلا دیا جاتا ہے اور نازک اعضا میں لوہے کا پائپ ڈال کر کرنٹ لگا دیا جاتا ہے۔

☆ جہادی تنظیموں کے آپس میں تعلقات پر کچھ روشنی ڈالیں۔؟

O یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ اب تمام مجاہد تنظیمیں آپس میں بہت تعاون کر رہی ہیں اور حال ہی میں آپ نے دیکھا مجاہدین اکثر و بیشتر آپریشن مشترکہ کر رہے ہیں۔

☆ حال ہی میں لشکر طیبہ اور العمر مجاہدین نے کئی ایک کارروائیاں کی ہیں ان سے وادی کی عسکری صورت حال پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں؟

O لشکر طیبہ اور العمر مجاہدین نے بڑی شاندار کارروائیاں کی ہیں جن میں فدائی مشن بھی شامل ہیں۔ اہل کشمیر اس سے بہت خوش ہوئے ہیں کیونکہ انڈیا پروپیگنڈہ کر رہا تھا کہ فدائی مشن لشکر طیبہ کر رہا ہے۔ اب اللہ کے فضل سے العمر مجاہدین بھی لشکر کے شانہ بشانہ یہ کام کر رہے ہیں تو اس بات سے انڈیا کو بڑی تکلیف ہوئی ہے۔ الحمدللہ

بقیہ آپ کے سوال

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (بخاری وغیرہ)

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو اجازت دی اور یہ شرط ذکر نہیں کی۔ اس لئے کہ جس فرد کی طرف اس کا مال رشد کی وجہ سے لوٹانا واجب ہے۔ اس کے لئے اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز ہے۔ مزید دیکھیں۔ (المغنی لابن قدامہ ۶/ ۶۰۴)

بہر کیف یہ دلائل عام ہیں اور ان میں خاوند کی اجازت کا ذکر نہیں اور یہ بات معلوم و معروف ہے کہ عدم ذکر سے نفی ثابت نہیں ہوتی اور ان عموم کی تخصیص اوپر ذکر کردہ احادیث سے ہو جاتی ہے کہ عورت کو مال صرف کرتے وقت عطیہ' صدقہ وخیرات کرتے وقت خاوند کی اجازت حاصل کر لینی چاہئے اور یہ اجازت ان کے حق میں بہتر ہے تاکہ خاوند اور بیوی کی زندگی بہتر طریقے سے گزرے اور اذن صریح کی وہاں اجازت لینی چاہئے جہاں خاوند رکاوٹ کا باعث ہو یا معلوم ہو کہ وہ اس بات پر ناراض ہے اور اگر عرف عام کے مطابق عورت صدقہ وخیرات کرتی ہے اور خاوند کو بھی معلوم ہے اور وہ منع نہیں کرتا تو یہ بھی اس کی طرف سے اجازت ہے۔ صحابیات کے صدقہ وخیرات کے جو واقعات ہیں جن میں اجازت کا ذکر نہیں شاید وہ اسی وجہ سے ہیں کہ صحابہ کرام بھی صدقہ وخیرات پسند کرتے تھے اور ان کی طرح ان کی ازواج بھی نیک اور دیندار تھیں وہ انہیں صدقہ وخیرات سے منع نہیں کرتے ہوں گے۔

اور عورت کو اگر خاوند نیکی کے کاموں میں اس کا ذاتی مال صرف کرنے سے منع کرے تو قاضی کی طرف معاملہ پہنچایا جائے تاکہ وہ انصاف کرے جیسا کہ عورت کے نکاح کے معاملہ میں جب ولی جائز مقام پر نکاح میں رکاوٹ ہو تو عورت کی رضا حاصل کئے بغیر نکاح نہیں کرنا چاہئے اور مسلمان حکمران کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور اگر عورت مال کو تباہ و برباد کرتی ہو تو خاوند کو روکنے کا پورا پورا حق ہے کیونکہ وہ عورت کا حکمران اور راعی ہے اور راعی کا حق ہے کہ وہ اپنی رعایا میں شرعی امور کا نفاذ کرے جیسا کہ حدیث کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ سے واضح ہے۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

گزشتہ سے پیوستہ

مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی حفظہ اللہ

اسلامی قانون شہادت اور وعدہ معاف گواہ

جنوری 2001ء کے مجلۃ الدعوۃ میں محترم مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی حفظہ اللہ نے صدر مملکت کے اختیار معافی کی شرعی حیثیت پر روشنی ڈالی تھی۔ اس سلسلے میں وعدہ معاف گواہ کی شرعی حیثیت کا جائزہ لینا ابھی باقی تھا جواب قارئین کے استفادہ کے لئے پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

ایک صحیح انسانی معاشرہ فقط عدل کی بنیاد پر قائم ہو سکتا ہے اور قیام عدل کے لئے ضروری ہے کہ اجتماعی معاشرت میں پیدا ہونے والے باہمی تنازعات کو حقائق و بینات کی اساس پر حل کیا جائے اور ہر صاحب حق کو اس کا حق وصول کرنے کے ساتھ ساتھ ظالم و غاصب کا ہاتھ بھی روکا جائے۔ اس سلسلہ میں اگرچہ ہمیشہ سے انسان کوشاں رہا ہے اور تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں کے نزول کا سب سے بڑا مقصد بھی میزان عدل کا قائم کرنا ہی رہا ہے تاہم قرآن حکیم کی تعلیمات اس میں حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہیں اور اپنے موضوع پر کافی و شافی بھی۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ الخ

ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل و معجزات دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتابیں اتاریں اور میزان عدل اتاری تاکہ لوگ عدل و انصاف کو قائم کریں۔ (الحدید 57\25)

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا

ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب (قرآن) حق کے ساتھ اتاری ہے تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کی تعلیم و تفہیم کے مطابق لوگوں کے درمیان (حق و انصاف کے) فیصلے کریں اور آپ خیانت کاروں کے کبھی وکیل نہ بنیں۔ (النساء ۴/۱۰۵)

اور چونکہ دار القضاء (محکمہ عدلیہ) لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کے قائم کرنے کا اہم ترین اور سب سے بڑا وسیلہ ہے اس لئے اسلام نے دار القضاء اور نظام قضاء کو سب سے زیادہ اہمیت دی اور شریعت اسلامیہ کے اولین قاضی خود محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ......

کسی بھی مومن مرد و عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو انہیں ان کے فیصلہ میں کسی طرح کا اختیار ہو۔ (احزاب ۳۳/۳۶)

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

تیرے رب کی قسم ہے' وہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے۔ جب تک آپ کو اپنے مابین پیدا ہونے والے تنازعات میں حاکم و قاضی نہ بنالیں اور پھر اپنے دلوں میں آپ کے فیصلوں کے بارے کوئی خلجان بھی محسوس نہ کریں بلکہ ان کو صمیم قلب سے تسلیم کر لیں۔ (النساء ۴/۶۵)

شہادت کی قانونی اہمیت

باہمی تنازعات کے حل کے لئے شہادت کی قانونی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اثبات دعویٰ کے تسلیم شدہ حتی کہ مسلمہ بین الامم ذرائع میں سے سب سے بڑا اور اہم ذریعہ شہادت ہی ہے۔ اگرچہ فقہاء و مجتہدین نے اس کا درجہ (کسی کے اپنے) اقرار کے بعد متعین کیا ہے لیکن اقرار بجائے خود ایک شہادت ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اقرار شہادت علی النفس ہے اور معروف شہادت شہادت علی الغیر ہے۔ اللہ تعالیٰ اقرار کی تعریف شہادت کے ساتھ فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ (النساء 4/135)

اے ایماندار و انصاف قائم کرنے والے اور اللہ کے لئے شہادت دینے والے بنو خواہ (وہ شہادت) تمہارے اپنے خلاف کیوں نہ ہو۔

اثبات دعویٰ کے دیگر ذرائع درج ذیل ہیں: (۱) اقرار (۲) حلف (۳) دستاویزات خطیہ بشرطیکہ جعلی نہ ہوں (۴) قرائن قطعیہ (۵) مساہمت یعنی حقوق مساوی ہونے کی صورت میں قرعہ اندازی۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: (آل عمران ۳/۱۸ البقرہ ۲/۲۸۲-۲۸۳- المائدہ ۵/۱۰۶- ۱۰۷ الطلاق ۶۵/۲ الحجرات ۴۹/۶- النور ۲۴/۴) و صحیح البخاری کتاب الشہادات ۲۵۹۳ تا ۲۶۹۳ و کتاب الاحکام ۷۱۰۵ تا ۷۱۰۶)

شہادت سے بشرطیکہ عادلہ ہو' مدعی کا دعویٰ ثابت ہو جاتا ہے اور قاضی اس کی بنیاد پر امضاء حکم کا پابند ہے۔ کسی بھی مدعی سے خواہ وہ کیسا بھی دعویٰ کرے' طلب حقوق ہو' رد مظالم یا استیفاء شروط۔ سب سے پہلا تقاضا دلیل اور بینہ پیش کرنے کا ہوتا ہے اور سب سے بڑا بینہ شہادت ہے جو قاطع خصومت اور رافع منازعت ہے۔ قاضی اپنے فیصلے کی بنیاد دلیل و حجت پر رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يَأْتِينِي الْخَصْمُ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ (وفی روایۃ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ) فَأَقْضِي لَهُ عَلَى نَحْوِ مِمَّا أَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ بِشَيْءٍ فَلَا يَأْخُذْهُ منه شَيْئًا فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ (بخاری کتاب الاحکام باب من قضی لہ بحق اخیہ فلا یاخذہ) ورواہ مسلم فی کتاب الاقضیہ وابوداؤد والترمذی والنسائی)

میں ایک انسان ہی تو ہوں۔ میرے پاس فریقین آتے ہیں اور بسا اوقات ایک فریق اپنی دلیل اور حجت عمدہ طریقے پر پیش کرتا ہے اور میں شنیدہ حجت کے مطابق فیصلہ کر دیتا ہوں چنانچہ جس کے لئے میں اس کے بھائی کے حق میں سے کسی چیز کا فیصلہ (ظاہری دلیل و حجت کی بناء پر) کردوں تو وہ ہرگز اس سے وصول نہ کرے۔ یقیناً یہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہے۔

اس سے معلوم ہے کہ حقوق و دعاوی میں شہادت اور حجت فیصلہ کن شئ ہے۔ اسی لئے اسلام نے شہادت عادلہ کے لئے گواہ میں درج ذیل اوصاف کا موجود ہونا ضروری قرار دیا ہے تاکہ جھوٹی اور غیر عادلہ شہادت کی بنا پر لوگوں کے حقوق پامال نہ ہوں۔

قبول شہادت (عادلہ) کی شرائط:

۱۔ اسلام ۔ ۲ عدالت۔ ۳۔ بلوغت۔ ۴۔ عقل۔ ۵۔ قادر الکلام ہونا۔ ۶۔ حفظ و ضبط۔ ۷۔ غیر متہم ہونا۔

چنانچہ کافر کی شہادت مسلمان پر ناقابل قبول ہے کیونکہ وہ وَأَشْهِدُوا ذَوَى عَدْلٍ مِنْكُمْ الخ (الطلاق ۲) وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا (النساء ۱۴۱) کے سراسر خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے میں سے عادل گواہ بنانے کا حکم دیتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کبھی بھی کافروں کے لئے مسلمانوں پر کوئی (غلبہ و تعلی) کا راستہ نہ بنائے گا۔

البتہ بعض مخصوص حالات میں مثلاً دوران سفر بوقت وصیت او آخر ان من غیر کم کے تحت اس کی اجازت دے دی گئی ہے (المائدہ ۵/۱۰۶۔ ۱۰۷) یا پھر کفار کے باہمی معاملات میں ان کی شہادت باہمی مقبول ہے (فقہ السنہ و بدایۃ المجتہد کتاب الشہادات) اور عدالت کی شرط کی بنا پر فاسق و فاجر کذاب و مفتری اور مجہول الحال گواہ کی شہادت مردود ہے۔ بالخصوص محصنہ عفیفہ عورتوں یا ایسے مردوں پر قذف کی تہمت لگانیوالا شخص مردود الشہادہ ہے الا یہ کہ خالص توبہ کرے (النور ۲۴/۴)

بلوغت و عقل کی شرط اس لئے ضروری ہے کہ نابالغ اور غیر عاقل شہادت اور ادائیگی شہادت دونوں صلاحیتوں سے عاری ہیں لہٰذا وہ بطور گواہ قابل قبول نہیں ہو سکتے۔ الا یہ کہ نابالغ بچوں کا باہمی معاملہ ہو اور قاضی کو ان کی صداقت کا شرائط معتبرہ کے مطابق یقین حاصل ہو جائے۔ (الموطا ص ۳۶۵۔ وفقہ السنہ ۳/۳۲۲)

گواہ کے لئے قادر الکلام اور صاحب حفظ و ضبط ہونے کی شرائط کے بغیر شہادت کی ادائیگی اور اس کی صحت کا وثوق ممکن نہیں لہٰذا ضروری ہے کہ گواہ قادر الکلام یا قادر علی الکتابۃ (صاحب تحریر)

اور شہادت اس کے علم میں محفوظ و مضبوط بھی ہو۔

غیر متہم ہونا:

اس سے مراد یہ ہے کہ گواہ کا شہادت کے ساتھ کوئی مفاد وابستہ نہ ہو اور نہ ہی اس کو مشہود علیہ (جس کے متعلق گواہی دے رہا ہو) کے ساتھ کوئی عداوت ہو۔

کیونکہ ایسی صورت میں گواہ عادل مسلمان ہونے کے باوجود وقتی مفاد کی خاطر راہ راست سے بھٹک سکتا ہے اور مفاد بہت بڑا ہونے کی صورت میں یا عداوت انتہائی حد تک ہونے کی شکل میں اس کے جھوٹ پر آمادہ ہونے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں لہٰذا قاضی حالات کی شدت و خفت کے مطابق اس کی شہادت رد یا قبول کرنے کے لئے اجتہادی صلاحیتوں سے استفادہ کرے گا اور اپنے علم صحیح کے مطابق فیصلہ میں بااختیار ہوگا۔

جمہور صحابہ و تابعین بالخصوص خلفاء ثلاثہ ماسوائے عمر بن الخطاب و اکثر علماء سلف و خلف کا یہی قول ہے کہ متہم شخص کی شہادت غیر مقبول ہے اور یہ شہادت عادلہ کے سراسر منافی ہے۔ اس سلسلہ میں نصوص حدیث کا مختصر نمونہ ملاحظہ ہو:

عن عمرو بن شعیب عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ شَهَادَةَ الْخَائِنِ وَالْخَائِنَةِ وَذِي الْغِمْرِ عَلَى أَخِيهِ وَرَدَّ شَهَادَةَ الْقَانِعِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ وَأَجَازَهَا لِغَيْرِهِمْ قَالَ أَبُو دَاوُد الْغِمْرُ الْحِنَةُ وَالشَّحْنَاءُ (ابوداؤد مع المعالم ۳۴۵۵)

عمرو بن شعیب اپنے باپ اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیانت کار مرد و عورت اور بھائی کے ساتھ عداوت رکھنے والے کی شہادت کو رد فرمایا ہے (جبکہ اس کے خلاف ہو) اسی طرح جو شخص کسی صاحب خانہ کے ساتھ گزارہ کرتا ہو (خادم وغیرہ) کی شہادت (جبکہ ان کے حق میں ہو) رد فرمائی ہے البتہ دوسروں کے لئے اس کی گواہی جائز ہے۔

> اسلام میں گواہ کے لئے غیر متہم ہونا شرط ہے یعنی اس کا کوئی مفاد وابستہ نہ ہو جبکہ وعدہ معاف گواہ اپنے مفاد کی وجہ سے متہم ہے۔ اس لئے ایسی گواہی قابل قبول نہیں

وفی روایۃ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ وَلَا زَانٍ وَلَا زَانِيَةٍ وَلَا ذِي غِمْرٍ عَلَى أَخِيهِ (ابوداؤد مع المعالم ۳۴۵۶)

ایک راویت کے مطابق ارشاد فرمایا: کسی خیانت کار مرد یا عورت کسی زانی مرد یا زانیہ عورت کی شہادت جائز نہیں ہے۔ اسی طرح کسی عداوت والے شخص کی شہادت اپنے بھائی کے خلاف جائز نہیں ہے۔ واضح ہو کہ عمرو بن شعیب کی عن ابیہ عن جدہ والی روایات جمہور محدثین و فقہاء کے بقول مقبول اور قابل استدلال ہیں۔ امام ابوداؤد و حافظ منذری صاحب مختصر السنن نے مذکورہ دونوں حدیثوں پر کوئی جرح نہیں کی لہٰذا یہ مقبول مجتمع بہ ہیں۔ امام حاکم و دیگر جامعین صحاح نے ان کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام مالک نے الموطا میں خلیفہ ثانی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا فیصلہ نقل فرمایا ہے:

و حَدَّثَنِي مَالِك أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ خَصْمٍ وَلَا ظَنِينٍ (الموطا باب ما جاء فی الشہادات ص ۴۶۰)

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مخالف اور متہم شخص کی گواہی کو مردود قرار دیا ہے۔

امام خطابی معالم السنن میں رقمطراز ہیں: ومعنی رد ھذہ الشھادۃ التھمۃ فی جر النفع الی نفسہ الخ (معالم السنن للخطابی ۵/۲۱۸)

مذکورہ بالا گواہوں کی شہادت رد کرنیکی وجوہات ہیں: کہ صاحب خانہ کا ملازم وغیرہ کے مفادات اسی گھر کے ساتھ وابستہ ہیں لہٰذا اس کی گواہی بحق صاحب خانہ اس کے اپنے مفاد میں ہے گویا وہ اپنی ذات کیلئے گواہی دے رہا ہے جبکہ اپنی ذات یا ذاتی مفاد کے لئے شہادت کا عقل و شریعت میں کوئی جواز نہیں ہو سکتا ہے۔

مثلاً زید خالد کے حق میں یہ شہادت دیتا ہے کہ اس نے فلاں مکان خرید کیا ہے جبکہ زید خود اس مکان کی فروخت پر حق شفعہ کا دعویدار ہے چنانچہ اس شہادت سے نہ صرف خالد کے لئے بیع ثابت ہو گی بلکہ خود گواہ یعنی زید کے لئے حق شفعہ کا جواز بھی فراہم ہو جائے گا۔

یا مثلاً زید کے لئے قاضی نے فیصلہ کیا کہ اس کا قرضہ خالد پر ثابت ہے لیکن خالد بنظر عدالت مفلس ہے پھر زید روبرو عدالت یہ گواہی دے کہ خالد اگرچہ مفلس یعنی کنگال ہے لیکن اس کے فلاں شخص کے پاس اس قدر روپے موجود ہیں اور خالد اس سے انکاری ہو۔ اس میں زید کا مفاد یہ ہے کہ خالد کے روپے ثابت ہونے سے اس کا قرضہ بھی واپس ہو جائے گا وہ اپنے مفاد کے لئے شہادت دے رہا ہے۔

وعدہ معاف گواہ متہم ہے:

چونکہ وعدہ معاف گواہ کو اس بات کی یقین دہانی کرائی جاتی ہے کہ شہادت کی صورت میں اس کے خلاف قانونی کارروائی نہ ہو گی۔ لہٰذا وہ مدعی علیہ کے خلاف نہیں بلکہ اپنے مفاد کے لئے شہادت دیتا ہے اور یہ مفاد بعض اوقات جاں بخشی کے علاوہ بھاری معاوضوں کی صورت میں بھی ہوتا ہے۔ خصوصاً جبکہ وعدہ معاف گواہ سلطانی گواہ ہو۔ بلکہ ایسے مفاد پرست ضمیر فروش گواہوں کو بسا اوقات قوموں کی گردنوں پر آئندہ کیلئے بھی مسلط کر دیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وعدہ معاف گواہ نے باقیماندہ ملزمان کے خلاف ارتکاب جرم کی شہادت دے کر اپنے مجرم ہونے کا بھی واضح اور صاف اقرار کر لیا ہے۔ اور اقرار و اعتراف 'جرم ثابت کرنے کے لئے مہذب دنیا کے مسلمہ قانون کے مطابق سب سے بڑی حجت ہے۔ قرآن بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو (النساء 135/4)

وقال رسول اللہ ﷺ: وقل الحق ولو علی نفسک۔ (الجامع الصغیر 5004)

ہمیشہ حق بات کہو اگرچہ اپنے نفس کے خلاف کیوں نہ ہو۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ عَلَى امْرَأَةِ هَذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَاعْتَرَفَتْ

فَرَجَمَهَا (رواہ البخاری ومسلم فی الحدود)

اقبالی مجرم کو سزا لازمی ہے:

اے انس اس شخص کی عورت کے پاس جاؤ۔ اگر وہ اس کے عسیف یعنی ملازم کے ساتھ زنا کا اعتراف کرلے تو اسے رجم کی سزا دے دو چنانچہ اس عورت نے اعتراف کرلیا اور اسے سنگسار کر دیا گیا۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا أَتَاهُ فَأَقَرَّ عِنْدَهُ أَنَّهُ زَنَى بِامْرَأَةٍ سَمَّاهَا لَهُ فَبَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَرْأَةِ فَسَأَلَهَا عَنْ ذَلِكَ فَأَنْكَرَتْ أَنْ تَكُونَ زَنَتْ فَجَلَدَهُ الْحَدَّ وَتَرَكَهَا (رواہ ابوداؤد بسند حسن 4301)

سہل بن سعد رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور اقرار کیا کہ اس نے فلانی عورت (نام لے کر) کے ساتھ زنا کیا ہے آپ ﷺ نے مذکورہ عورت کو بلایا اور اس سے وضاحت پوچھی تو اس نے صاف انکار کیا چنانچہ آپ نے اس اقراری شخص کو زنا کی حد لگائی اور عورت کو چھوڑ دیا۔

معلوم ہوا کہ اقبالی مجرم کو دیگر مجرمان پر شہادت دینے کی بنا پر معاف کرنا عدل وانصاف کے تقاضوں کے منافی اور اسلامی عدل کے ضابطوں کی صریح خلاف ورزی ہے۔

وعدہ معاف گواہ مجرم اور مفتری

حقیقت یہ ہے کہ وعدہ معاف گواہ دوہرا مجرم ہے۔ اس نے اقبال جرم کیا ہے اور دیگر چند ایسے افراد پر ارتکاب جرم کی شہادت دی ہے جو کم از کم اس مفاد پرست اور ضمیر فروش شخص کی گواہی سے فرد جرم عاید کئے جانے کے مستحق نہیں ہوں گے جب تک۔ ان کے علاوہ کوئی شہادت عادلہ یا اقرار اس کو ثابت نہ کردے۔ لہذا یہ بحیثیت متہم وظنین اور بحیثیت مفاد پرست کذاب ومفتری شمار ہوگا۔ یعنی اپنے حق میں اقبالی مجرم اور دوسروں کی نسبت قاذف ومفتری تصور کیا جائے گا لہذا اس کو جرم کی نوعیت کے مطابق سزا دینے کے علاوہ قذف وافتراء کی الگ سزا دی جائے گی۔ جس کی تفصیل سورۃ النور کی آیات ۱۱ تا ۲۰ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ واضح ہو کہ اس ضابطہ کا اطلاق صرف حدود میں ہوگا۔

قذف وافتراء کا قرآنی اصول:

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ الخ (النور ۲۴/۴ و ۵)

جو لوگ پاک دامن آزاد عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور پھر چار مرد بطور (عینی) گواہ پیش نہ کر سکیں تو ان کو اسی (۸۰) کوڑے لگاؤ اور کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو اور وہی لوگ فاسق وبدکار ہیں۔ البتہ جو اس (اتہام طرازی کے بعد توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح (رجوع وغیرہ) کرلیں تو یقینا اللہ تعالیٰ صاحب مغفرت اور مہربان ہے۔

چنانچہ جب قاذف پورے چار عاقل وبالغ اور عادل مسلمان مرد عینی گواہ پیش نہ کر سکیں تو حد قذف کی سزا سے کسی صورت نہ بچ سکیں گے۔ (النساء ۲۴/۴ و ۱۳-۴/۱۵)

حتی کہ اگر قاذف خاوند اور مقذوفہ (الزام علیہا) اس کی بیوی بھی ہو تو بھی قاذف سے مذکورہ شرائط کے حامل چار گواہ ہر حالت میں مطلوب ہوں گے وگرنہ فریقین لعان کریں گے اور ان کو ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لئے الگ کر دیا جائے گا۔ (النور ۲۴/۶-۱۰) وصحیح بخاری ابواب اللعان ۲/۷۹۸ تا ۸۰۱)

چار گواہوں کی شرط پوری کرنا اتنا ضروری ہے کہ قاذف اگر حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ جیسے شعراء اسلام اور مہاجر صحابہ بھی ہوں اور حمنہ بنت جحش جیسی مومنہ اور رسول اللہ ﷺ کی سالی ہی کیوں نہ ہوں حد قذف کی سزا سے نہ بچ سکیں گے اور نہ بچ سکے۔ خود رسول اللہ نے ﷺ بحکم قرآن ان پر حد جاری فرمائی ملاحظہ ہو:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَ عُذْرِي قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ ذَلِكَ وَتَلَا تَعْنِي الْقُرْآنَ فَلَمَّا نَزَلَ مِنَ الْمِنْبَرِ أَمَرَ بِالرَّجُلَيْنِ وَالْمَرْأَةِ فَضُرِبُوا حَدَّهُمْ وَفِي رِوَايَةٍ فَأَمَرَ بِرَجُلَيْنِ وَامْرَأَةٍ مِمَّنْ تَكَلَّمَ بِالْفَاحِشَةِ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ وَمِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ وَحَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ (رواہ الترمذی وحسنه ابوداؤد والنسائی۔ مختصر السنن ۴۳۰۹، ۴۳۱۰)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب قرآن حکیم میں میری برأت کی آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ ان کی تلاوت فرمائی اور منبر سے اتر کر لغو باتوں کی الزام تراشی کرنے والے دو مردوں حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ اور ایک عورت حمنہ بنت جحش پر حد جاری کرنے کا حکم دیا جو جاری کر دی گئی۔

صحابہ کرام ؓ کے فیصلے

متہم گواہ کے متعلق صحابہ ؓ کے چند فیصلے ملاحظہ ہوں:

قال عمر لاتجوزو شهادة خصم ولا ظنين۔ (المغنی ۹/۱۷۵)

مخالف اور متہم شخص کی شہادت کسی طور جائز نہیں ہے۔

ایضا ملاحظہ ہو:

(الموطا ۲/۷۲۰ سنن البیہقی ۱۰/۲۰۱) (مصنف عبدالرزاق ۷/۳۲۷)

نتیجہ: وعدہ معاف گواہ کے متہم ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اور دنیا کی کوئی عدالت شہادت میں مشابہات اور مشتبہات کو قبول نہیں کرتی حتی کہ تحریروں اور آوازوں میں بھی مشابہت کی امکانیت کی بنا پر ہی انہیں بطور شہادت قبول نہیں کیا جاتا۔ لیکن حیرت ہے کہ وعدہ معاف گواہ کے مفاد پرست اور متہم ہونے میں کوئی شک نہ ہونے کے باوجود اس شہادت کو عدالتیں کیسے اثبات دعوی کے لئے تنہا قابل قبول سمجھتی ہیں حالانکہ باوجود اس شہادت کے یہاں سب سے بڑا اشتباہ موجود ہے بلکہ خود پیدا کیا گیا ہے۔ لہذا ہم سمجھتے ہیں کہ محض وعدہ معاف گواہ کی شہادت پر مشہود علیہ پر فرد جرم عائد کرنا عدل وانصاف کے تمام تقاضوں کی نفی ہے۔ مسلمان حکمرانوں اور قاضیوں کو اس مشتبہ شہادت کے سیاسی اغراض ومقاصد پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی حیثیت متعین کرنی چاہیے۔

اور ادرؤ الحدود بالشبهات کے ضابطہ عدل کے تحت ایسی مشتبہات کو بینات قاطعات کا درجہ ہرگز نہیں دینا چاہیے۔ قاضی کا سزا کو معاف یا اس میں تخفیف کر دینا یقینا اللہ کے ہاں بلا دلیل قولی سزا دینے سے سہل تر ہے۔

آج عدالتیں تحریروں اور آوازوں میں مشابہت کے امکان کی وجہ سے ہی انہیں بطور شہادت قبول نہیں کرتیں لیکن وعدہ معاف گواہ کی قطعی مشکوک گواہی کو تنہا قبول کرلیتی ہیں۔

دفتر لشکر طیبہ اوباڑو
بالمقابل میاں افتخار احمد زرعی سروسز مین روڈ اوباڑو ضلع گھوٹکی۔ فون 8870-07097

قاضی کاشف نیاز

اصلی اور جعلی ”بہشتی دروازے“ کی پہچان

گذشتہ ماہ پاکپتن میں ”بہشتی دروازے“ پر اچانک بھگدڑ مچ جانے سے 60 افراد ہلاک ہو گئے۔ اس واقعہ کے بارے میں بہت سی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ یقیناً لوگ جاننا چاہتے ہیں کہ آیا اس میں سجادہ نشین کا قصور تھا جو دیر سے ”بہشتی“ دروازہ کھولنے پہنچے یا اس میں انتظامیہ کی نااہلی تھی۔ لیکن لوگوں کے ذہنوں میں سب سے بڑا سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ کیا واقعی یہ ”بہشتی دروازہ“ ہے۔ کیا قرآن و حدیث کے علاوہ کسی اور دلیل سے دنیا کے کسی دروازے کو بہشتی دروازہ قرار دیا جا سکتا ہے اور اگر یہ ”بہشتی دروازہ“ ہی ہے تو کیا کسی بہشتی دروازے پر اس قدر افسوسناک تصادم اور انسانی جانوں کی یوں ہلاکتیں ہو سکتی ہیں؟

جعلی اور اصلی جنتی دروازے کی علامتیں

اصلی جنتی دروازے پر یوں دھکے اور پھینٹے نہیں پڑتے

جو بھی اس دربار کا چکر لگاتا ہے خاص طور پر محرم کے دنوں میں جب یہ ”بہشتی دروازہ“ کھولا جاتا ہے تو ایسے تمام لوگوں کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ اس ”بہشتی دروازے“ میں داخل ہونے والوں کو سارا دن سخت گرمی اور پسینوں میں شرابور ہو کر میلوں لمبی لائن میں کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ اس نام نہاد ”جنت“ کے داروغوں کے ڈنڈے، دھکے اور پھینٹے انہیں الگ کھانا پڑتے ہیں اور اس دفعہ تو بدنظمی، تصادم اور دھکوں کا یہ عالم رہا کہ ”بہشت“ میں داخل ہونے کے درجنوں امیدوار مارے گئے۔ کتنے ہی سہاگ لٹ گئے۔ کئی والدین کی آنکھوں کے نور ان سے جدا ہو گئے۔ کئی بوڑھے والدین اور بہنوں کے سہارے اس نام نہاد ”جنتی دروازے“ کی بھینٹ چڑھ گئے اور کئی معصوم بچوں کے باپ ان سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ پھر بھی اس دروازے کو ”جنتی دروازہ“ کہا جاتا ہے۔ سوچئے کیا یہ ”جنتی دروازہ“ ہے یا ”خونی دروازہ“ قیامت کے دن جس کی طرف یوں لوگوں کو دھکے مار مار کر اور بے حال کر کے لے جایا جائے گا، اس کا ذکر قرآن کریم نے یوں کیا ہے۔

یوم یدعون الی نار جھنم دعا

اس روز انہیں دھکے مار مار کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ (طور-13)

غرض یہ علامتیں تو جہنم کی طرف لے جانے والی ہیں۔ یہ کسی ”جنتی دروازے“ کی طرف لے جانے والی علامتیں ہرگز نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی ایک بنیادی صفت بیان فرمائی......

اصلی اور نقلی جنت کا موسم

لا یرون فیھا شمسا ولا زمھریرا

اہل جنت نہ تو جنت میں دھوپ (گرمی) دیکھیں گے اور نہ سخت سردی (الدھر 13/76)

یعنی اصلی جنت میں نہ تو زیادہ سردی ہوگی نہ زیادہ گرمی۔ ہمیشہ انتہائی خوشگوار موسم ہوگا۔ اب اس دروازے کو ”بہشتی دروازہ“ سمجھنے والے خود فیصلہ کر لیں کہ جب وہ اس دروازے کے اندر کی ”جنت“ میں داخل ہوتے ہیں تو یہاں دنیا کے موسموں کے مطابق یا تو سخت گرمی ہوتی ہے اور بدبودار پسینوں کے بھبھوکوں سے لوگوں کا برا حال ہوتا ہے یا پھر سخت سردی ہوتی ہے کہ جس سے بچاؤ کے لئے لوگوں کو کہیں سے چادر اور کمبل تک ملنا مشکل ہو جاتے ہیں۔

> یہ کیسا جنتی دروازہ ہے جس سے گزر کر باہر آنے والے دوبارہ دنیا کے غلیظ کاموں میں اس طرح مصروف ہو جاتے ہیں جیسے پہلے تھے۔ نماز داڑھی کی پابندی تو دور کی بات ہے یہ بہشتی چرس، افیون اور بھنگ بھی اسی طرح پیتے ہیں جیسے پہلے پیتے تھے

اصلی اور جعلی بہشتی دروازے کی چوڑائی

جنتی دروازے پر اس بار جو تصادم ہوا تو اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ اس کا دروازہ بہت چھوٹا ہے جیسا کہ ہمارے ہاں عام گھروں کے دروازے ہوتے ہیں۔ پھر اس سے ملحقہ گلیاں انتہائی تنگ ہیں کہ جن میں سے تین چار آدمی بھی بیک وقت نہیں چل سکتے۔ یہ تو ہے نام نہاد جنتی دروازے کی تنگی کا عالم۔ اب ذرا اصلی جنتی دروازے کی طرف دیکھئے کہ کس قدر چوڑائی ہوگی۔ اس بارے میں صحیح بخاری میں ہمارے ہادیٔ کامل رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے......

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جنت کے دو کواڑوں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا مکہ اور حمیر شہر کے درمیان یا مکہ اور بصریٰ شہر کے درمیان ہے (1250 کلومیٹر تقریباً)

جبکہ صحیح مسلم میں مکہ اور ہجر بستی کے درمیان کا فاصلہ ہے۔ (1160 کلومیٹر تقریباً)

یہ جنت کے ایک دروازے کی چوڑائی ہے جبکہ جنت کے ایسے آٹھ دروازے ہیں۔ (مسلم)

جب اس دنیاوی ”جنتی دروازے“ کے کمرے میں داخل ہوا جاتا ہے تو یہ کمرہ بھی اس قدر ہی چھوٹا ہے جیسا کہ ہمارے ہاں عام چھوٹے کمرے ہوتے ہیں۔ گویا یہ اس نام نہاد جنتی دروازے کے اندر کی ”جنت“ کی چوڑائی ہے جبکہ اصلی جنتی دروازے کے اندر جو جنت ہوگی، اب اس کی چوڑائی بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا......

سابقوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا کعرض السماء والارض

اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف لپکو کہ جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے۔ (الحدید 21)

جنت کی یہ عالیشان وسعت ایک ایسی لازمی صفت اور

علامت ہے کہ جس کا خصوصی تذکرہ کر کے اللہ نے اپنے بندوں کو رغبت دلائی ہے کہ چلنا ہے تو ایسی جنت کی طرف چلو...... لپکنا ہے تو ایسی جنت کی طرف لپکو...... کوشش کرنی ہے تو ایسی جنت کے لئے کرو...... اپنا مال' اپنا پسینہ اور اپنا خون بہانا ہے تو ایسی جنت کے لئے بہاؤ کہ جس کی چوڑائی تمام آسمانوں اور زمین جتنی ہے۔ یہ اتنی بڑی جنت ہوگی کہ تمام زمانوں کے بے شمار جنتی داخل کرنے کے بعد اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ جنتی کو بھی اس قدر دینے کے بعد کہ اللہ اسے پوری دنیا سے بھی دگنا دے گا (مسلم) یعنی دنیا کے رقبے اور دنیا کی تمام نعمتوں سے بھی زیادہ دینے کے بعد پھر بھی کتنی ہی جنت بچی رہے گی۔ یہاں تک کہ آخری آدمی کو جب جنت میں جانے کے لئے کہا جائے گا تو وہ (یہ سمجھ کر کہ اب تو ساری جنت لوگوں کو الاٹ ہو کر ختم ہو چکی ہوگی) کہے گا' میرے پروردگار کیسے داخل ہو جاؤں جب کہ سب لوگ اپنے محلات میں چلے گئے اور انہوں نے اپنی اپنی جگہیں اور نعمتیں سنبھال لیں! تب اسے کہا جائے گا'' کیا تو اس بات پر خوش ہو جائے گا کہ تجھے وہ کچھ دیا جائے جو دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کے پاس تھا۔'' تو وہ کہے گا' میرے رب میں راضی ہو گیا' پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے'' تیرے لئے یہ بھی ہے اور اتنا ہی اور بھی عطا کرتا ہوں'' اتنا پھر اور۔ اس کے بعد پھر اتنا اور۔ مزید اتنا ہی اور (یعنی چار بادشاہوں جتنی سلطنت اور وہ بھی جنت کی) پانچویں مرتبہ وہ جنتی کہے گا۔'' میرے رب! میں راضی ہو گیا' ہر طرح راضی' اللہ فرمائیں گے یہ سب تیرا۔ مزید دس گنا تیرے لئے اور ہر وہ چیز تجھے ملے گی جو تیرا دل چاہے اور تیری آنکھ کو پسند آ جائے۔ وہ آدمی کہے گا۔ پروردگار میں راضی ہی راضی (مسلم کتاب الایمان)

غرض ایک ادنیٰ سے ادنیٰ جنتی کو کئی دنیاؤں اور دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں سے بھی زیادہ سلطنت و نعمت عطا کرنے کے بعد بھی یہ جنت کسی تنگ دامنی کا شکوہ تو کیا کرے گی بلکہ ھل من مزید کی صدا دے رہی ہوگی چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا......

فان اللہ عزوجل ینشیء لھا خلقا

اللہ تعالیٰ (جنت کو بھرنے کے لئے) ایک اور نئی مخلوق پیدا فرمائیں گے۔ (بخاری)

یہ ہے اللہ کی جنت اور جنتی دروازے کی چوڑائی اور وسعت کا عالم۔ اس جنت کے دروازے پر اور اس جنت کے اندر نہ تو کوئی رش پڑنے کا احتمال ہو گا' نہ کسی کو دھکے پڑیں گے بلکہ معمولی سی تکلیف بھی نہ ہوگی۔ جنتی اس حقیقی جنت اور اس کی بے حد و حساب نعمتوں کو دیکھ کر خود بول اٹھیں گے۔

وقالوا الحمدللہ الذی اذھب عنا الحزن ان ربنا لغفور شکور الذی احلنا دار المقامۃ من فضلہ لا یمسنا فیھا نصب ولا یمسنا فیھا لغوب

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ یقیناً ہمارا رب بڑا بخشنے والا قدر دان ہے جس نے اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے والے گھر میں اتارا۔ ہمیں اس جنت میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہمیں یہاں تھکن ہوگی۔ (فاطر 35-34)

اصلی جنتی دروازے پر کوئی سفارش نہ چلے گی

محکمہ اوقاف کی طرف سے اس دروازے سے گزرنے والے دیوان خاندان' ان کے مہمان اور دیگر وی آئی پی افراد کے لئے خصوصی پاس اور ٹکٹ جاری کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ جو جتنا زیادہ بااثر' سرمایہ دار' دنیادار یا چاہے کرپٹ ہی ہو' وہ یہ پاس حاصل کر کے آسانی سے اس دروازے سے گزر جاتا ہے۔ ان کے لئے محفوظ شمالی گیٹ کا راستہ مخصوص کیا گیا ہے جبکہ غریب اور کمزور افراد لائنوں میں لگ کر اور دھکے کھا کھا کر مشرقی دروازے سے ہو کر بڑی مشکل سے گزرتے ہیں اور اگر تھوڑی سی بھی بھگدڑ مچ جائے تو مرنا بھی انہیں ہی پڑتا ہے...... کیا اصلی آسمانی اور حقیقی جنتی دروازوں پر یہ اقرباء پروری ممکن ہے؟ بلکہ وہاں تو اللہ کا صاف اعلان ہے کہ کسی بڑے سے بڑے بادشاہ' جاگیردار' وڈیرے' پیر' مخدوم' سرمایہ دار' ایم این اے' ایم پی اے غرض کسی کی بھی نہ تو سفارش چلے گی نہ کوئی رشوت اور نہ کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا۔

واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا ولا یقبل منھا شفاعۃ ولا یوخذ منھا عدل ولا ھم ینصرون

اس دن سے ڈرو جب کوئی کسی کو نفع نہ دے گا اور نہ شفاعت اور سفارش قبول ہوگی اور نہ کوئی بدلہ اور فدیہ لیا جائے گا اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔ (البقرۃ۔48)

> حقیقی جنت میں داخل ہونے والے کبھی دوبارہ دنیا میں نہیں آتے لیکن ''جنتی دروازے'' میں داخل ہونے والوں کو دوبارہ اسی دنیا میں دھکیل دیا جاتا ہے جہاں سے وہ آئے تھے

حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ بھی قیامت کے دن جس کی سفارش کریں گے اللہ کے حکم سے ہی کریں گے۔ من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ۔ اس کی اجازت کے بغیر کون ہے جو سفارش کر سکے (البقرۃ۔255) اور یہ سفارش بھی صرف اہل ایمان و توحید کے حق میں ہوگی۔ (بخاری)

یہاں تو یہ حال ہے کہ کرپٹ اور بااثر امیر لوگ ''جنتی دروازے'' سے پہلے گزر جاتے ہیں لیکن قیامت کے دن اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث کے مطابق غریب مسلمان امیر مسلمانوں سے آدھا دن پہلے جنت میں پہنچ جائیں گے اور قیامت کا آدھا دن 500 سال کا ہوگا۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

کیا کوئی شخص اپنی مرضی سے جنت کا دروازہ کھول اور بند کر سکتا ہے؟

قارئین کرام! یہ بھی ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ اصلی جنت کا دروازہ خود سرور کائنات' فخر موجودات' شمس الضحیٰ' بدرالدجیٰ' احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفی ﷺ کے جنت جانے پر ہی سب سے پہلے کھولا جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا (مسلم)

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا......

میں قیامت کے روز جنت کے دروازے کے پاس آؤں گا۔ پھر میں دروازے پر دستک دوں گا تو دربان کہے گا کون؟ میں کہوں گا محمد (ﷺ) تب وہ کہے گا' کیوں نہیں مجھے یہی تو حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ ﷺ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولوں۔ (مسلم۔ کتاب الایمان)

متذکرہ احادیث میں واضح طور پر لوگوں کو بتا دیا گیا کہ قیامت کے دن جنت کا دروازہ سب سے پہلے آپ ﷺ کے آنے پر کھولا جائے گا۔ اس سے پہلے جنت کے داروغے بھی یہ دروازہ کھولنے یا بند کرنے کے مجاز نہیں۔ لیکن آج دنیا میں ہی بہشتی دروازہ بننے اور ہر سال اس کے کھولنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اور یہ کھولنے والے بھی وہ سجادہ نشین ہوتے ہیں جن کے چہروں پر سنت رسول ﷺ تک نہیں ہوتی اور جنہوں نے لوگوں کی عزتوں اور ان کے مال و ایمان پر ڈاکہ ڈال ڈال کر بڑی بڑی جاگیریں بنائی ہوتی ہیں۔ اسی سے اندازہ ہو جانا چاہئے کہ جس بہشتی دروازہ کے کھولنے والے ایسے جعلی مسلمان ہوں تو ایسا دروازہ بھی جعلی بہشتی دروازہ ہی ہو سکتا ہے۔

اس سلسلے کا ایک دلچسپ اور سبق آموز واقعہ یہ ہے کہ جون 1996ء میں اس دربار کی گدی نشینی پر زبردست جھگڑا ہو گیا۔ ایک طرف گدی نشین دیوان مودود مسعود تھا' دوسری طرف مسز فوزیہ بختیار دیوان تھی۔ دونوں کے درمیان مریدوں کا مال ہڑپ کرنے اور گدی پر قبضہ کرنے کی جنگ اس قدر شدت اختیار کر گئی کہ اس دوران گدی نشین دیوان مودود مسعود پر قاتلانہ حملہ ہو گیا۔ اگرچہ وہ اس حملے میں بچ گئے لیکن انہوں نے اب یہ دھمکی دی کہ'' آئندہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر مجھ پر قاتلانہ حملے میں ملوث ملزموں کو گرفتار نہ کیا گیا تو وہ آج درگاہ شریف کا ''بہشتی دروازہ'' نہیں کھولیں گے۔ (جنگ 23-5-96)

قارئین کرام! اب خود سوچئے کیا ایسا دروازہ بہشتی دروازہ

ہوسکتا ہے کہ جس کے داروغوں کے درمیان اگر ذاتی جنگ چھڑ جائے تو وہ اسے نہ کھولنے کی دھمکی دے دیں۔ حقیقی آسمانی جنت کے دروازے کا داروغہ تو کبھی یہ جرأت کر ہی نہیں سکتا کہ وہ اپنی مرضی سے جب چاہے بہشتی دروازہ بند کرے اور جب چاہے کھول دے۔ اس سے زیادہ اس ''بہشتی دروازے'' کے جعلی ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے..... ایسے دروازوں کو ان کے داروغوں اور وہاں پہنچنے والے لوگوں سے ہی پہچان لینا چاہئے۔

جعلی بہشتی دروازے پر من دخل هذه الباب امن (جو اس دروازے میں داخل ہوگیا' وہ امن پا گیا) کے الفاظ واضح طور پر نظر آ رہے ہیں حالانکہ اللہ نے قرآن میں یہ اعزاز صرف خانہ کعبہ کو عطا فرمایا تھا۔ (آل عمران۔ 97)

اصلی بہشتی دروازے پر جو لوگ داخل ہونے کے لئے پہنچیں گے' وہ ایمان اور توحید والے ہوں گے' شریعت پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے والے ہوں گے۔ ان کے چہرے سنت رسول ﷺ سے مزین اور ان کی پیشانیاں سجدوں کے نشانات سے چمک رہی ہوں گی۔ جبکہ جعلی جنتی دروازے پر پہنچنے والے لوگوں کا کیا حال ہوتا ہے' وہاں کیسے کیسے حیاء سوز' غیر شرعی اور شرکیہ مناظر ہوتے ہیں' آئیے ذرا اس کی ایک مشاہداتی رپورٹ ملاحظہ کریں جو راقم نے حالیہ عرس سے کچھ عرصہ پیشتر مرتب کی تھی۔ اس کے کچھ مندرجات چونکہ تازہ واقعہ کے پس منظر میں زیادہ قابل استفادہ ہیں' اس لئے اس کا کچھ خلاصہ دوبارہ پیش خدمت ہے۔ اس رپورٹ سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ بابا فرید کی قبر پر جہاں آج ''بہشتی دروازہ'' ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے' اس سے پہلے یہ مزار کے قریب ایک اور جگہ پر تھا......

دو جگہوں پر ''بہشتی دروازے'' کا دعویٰ اور ان کی آنکھوں دیکھی عبرتناک رپورٹ:

بابا فرید کے مزار پر پہنچے تو وہاں اردگرد لگی ایرانی سرکس' ہیجڑوں کے فحش ڈانس' موت کے کنوئیں اور جوئے کے پروگراموں کا طوفان بدتمیزی برپا تھا۔ حیران تھے کہ کیا کسی ''بہشتی دروازے'' پر ایسا منظر ہوسکتا ہے۔ اس کی تاب نہ لاتے ہوئے ہم آگے بڑھے تو بابا فرید کے مزار کے قریب خواجہ عزیز مکی کے دربار پر پہنچے۔ انہیں یہاں صحابیٔ رسول مشہور کیا گیا ہے حالانکہ خواجہ کا لفظ ہی بتانے کے لئے کافی ہے کہ عربوں میں ایسی ذات کا وجود ہی نہ تھا۔ یہ تو برصغیر کی ذات ہے۔ پھر بھی انہیں صحابی رسول ﷺ لکھا اور کہا جاتا ہے۔ اور بابا فرید کی قبر پر جانے سے پہلے یہاں لازمی حاضری کی ہدایت کی جاتی ہے۔ اب اس مزار پر کیا ہو رہا تھا' اس کی آگے رپورٹ ملاحظہ کیجئے۔

''مزار کے احاطے اور اس سے متصل مسجد میں عورتوں اور مردوں کا ہجوم ہے۔ خصوصاً مسجد میں تو تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی۔ آپ سوچتے ہوں گے' لوگوں نے مسجد کو زیادہ آباد کیا ہوا تھا۔ یہ تو اچھی بات ہے۔ لیکن یہ حضرات یہاں کوئی نماز اور ذکر واذکار کرنے نہیں بلکہ سونے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ عورتیں' مرد سب بلا امتیاز مسجد کے پورے احاطے میں اس طرح لیٹے ہوئے تھے کہ غلطی سے کوئی بندہ نماز پڑھنے کا ارادہ کرلے تو ایک انچ جگہ بھی اسے نہ ملے۔ مزار کے ساتھ محفل سماع جاری تھی۔ اس میں ایک صاحب کو حال چڑھے تو وہ سیدھے ایک عورت پر جاگرے جو دوسری عورتوں کے ساتھ قوالی سے خوب لطف اندوز ہو رہی تھی۔

مزار سے نکلیں تو دائیں طرف گلی میں ایک چھوٹی سی کچی چار دیواری نظر آتی ہے۔ یہاں بھی محفل سماع جاری تھی بلکہ پہلی تمام محافل سماع سے زیادہ عنفوان شباب پر تھی۔ یہاں بھی ایک بابا جی پر حال طاری تھا اور عورتیں مرد اسے ویل دے رہے تھے۔ پہلے تو ہم نے اس جگہ کو عام سی جگہ سمجھا لیکن کچھ غور سے اس کی دیواروں پر پڑھا تو لکھا ہوا تھا

''گودڑی حضرت بابا صاحب''

یہ جگہ پہلے بابا صاحب کا بہشتی دروازہ تھا۔ یہیں بابا حضور نے جادوگر بشنر ناتھ جوگی سے مقابلہ کیا اور اس کو زیر کر کے حلقہ بگوش اسلام کیا۔

چار دیواری کے اندر ایک کونے میں رنگ برنگے کپڑوں کے ٹکڑوں سے سلی ہوئی گودڑی پڑی تھی۔ اس پر پیسے بھی پڑے ہوئے تھے اور گودڑی کو رنگین الیکٹرک مرچوں سے لپیٹا گیا تھا تاکہ وہ لوگوں کو چمکتی دمکتی نظر آئے۔ ہم سوچتے تھے کہ بہشتی دروازہ صرف وہی ہے جو بابا فرید کی قبر کے ساتھ ہے لیکن اب یہاں معلوم ہوا کہ ایسا ایک یہ بھی دروازہ رہا ہے۔ وحشت صرف یہ ہو رہی تھی کہ یہ کیسا بہشتی دروازہ ہے جو پہلے کبھی تھا اور اب نہیں ہے۔ کیا بہشتی دروازہ ایسا ہوتا ہے کہ آج بہشتی ہے' کل نہیں۔ ہم اسی ادھیڑ بن میں تھے کہ ادھر اس سابقہ بہشتی دروازے کی چوکھٹ پر محفل سماع پورے جوبن پر پہنچ گئی۔ ایک 25,24 سالہ نوجوان بے پردہ عورت حال ڈالنے والے بابا کو خوب ویلیں دے رہی تھی۔ ایک اور درمیانی عمر کی عورت اور بابا جی اکٹھے ہی حال ڈالنے لگے اور تھوڑی دیر بعد بابا جی تو حال سے بے حال ہو کر گر پڑے اور عورت اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ بابا جی کے کچھ مرید اور یہ مریدنی اسے مل کر دبانے لگے۔ پھر ہوش میں آکر بابا بیٹھ گیا اور بیٹھا بھی اس طرح کہ اس کا گھٹنا عورت کی ران پر تھا اور عورت اس کا بازو دبا رہی تھی۔ قوال بڑی مستی سے یہ فقرہ چبا چبا کر گا رہے تھے۔

تینوں ویکھی جاواں سامنے بٹھا کے
تینوں ویکھی جاواں......................

اور پھر یہ سامنے بیٹھی ہوئی بابا جی کی مریدنی بابا جی کا بازو دباتے دباتے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے پر پھیرنے لگی اور بار بار اسے چومنے کے انداز میں اپنی عقیدت کا اظہار کرتی تھی۔ سابقہ بہشتی دروازے کی چوکھٹ پر جمی ہوئی یہ محفل بتا رہی تھی کہ لوگ اس دروازے کو ''بہشتی دروازے'' سے کم نہیں سمجھتے۔ ورنہ عورتیں مرد اس دروازے پر آکے یوں حال سے بے حال نہ ہوتے۔

جب ہم بابا فرید کے مزار پر موجود ''مشہور بہشتی دروازہ'' پر پہنچے تو وہاں اس سے زیادہ برا حال تھا۔ اس دروازے سے گزرنے والوں کی بڑی بڑی لمبی لمبی لائنیں لگی تھی۔ داڑھی منڈے' نمازوں سے بے نیاز' عقیدہ توحید سے بے خبر' نام نہاد بہشتی دروازے میں داخل ہونے کے لئے سخت ترین گرمی میں کئی کئی گھنٹوں سے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ یہ ایسے بہشتی ہیں جنہیں اس جنت کے داروغے (پولیس والے) ڈنڈوں اور لاٹھیوں سے پیٹتے تھے اور پھر یہ ''بہشتی'' اس ''بہشت'' میں داخل ہوتے جس کے دروازے پر یہ لکھا گیا تھا۔

باب جنت

من دخل هذه باب امن

حسب الارشاد

جناب سرور کائنات ﷺ

اس قدر جھوٹ اور کذب حالانکہ اللہ نے قرآن میں اپنے کعبہ کے بارے میں یہ فرمایا تھا۔

ومن دخله كان امنا (آل عمران. 97)

اور جو اس میں داخل ہو گیا' اسے امن مل گیا۔

لیکن اپنی طرف سے عربی الفاظ بنا کر بڑی جسارت سے نبی اکرم ﷺ سے یہ فرمان منسوب کر دیا گیا کہ یہ باب جنت ہے۔ جو اس میں داخل ہو گیا' وہ امن یعنی نجات پا گیا۔ اور اسے بابا فرید کے قبوری دروازہ پر چسپاں کر دیا گیا اور دلیل یہ دی گئی کہ خواجہ نظام الدین اولیاء کو روحانی طور پر نبی اکرم ﷺ نے اس دروازے کے بارے میں یہ الفاظ کہے تھے اور پھر خواجہ صاحب نے یہ اعلان مسجد کے مینار پر کھڑے ہو کر کیا (بہشتی دروازہ۔ مرتب صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری)

> **حیرانی کی بات یہ ہے کہ خود بابا فرید نے کہیں بھی اس دروازے کو "بہشتی دروازہ" قرار نہیں دیا اور نہ اس سے گزرنے والوں کو بہشتی کہا..... لیکن بعد میں ان کے مجاوروں نے اپنے کاروبار کے لئے یہ گمراہ کن باتیں مشہور کر دیں**

اس بہشتی دروازے کے جہنمی ہونے کے لئے تو یہی بات کافی ہے کہ اس سے گزرنے والے بہشتیوں کے ساتھ وہی سلوک روا تھا جو قیامت کے دن جہنمیوں کے ساتھ روا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ جہنم کے داروغوں سے قیامت کے دن فرمائے گا۔

پکڑو اسے..... اس کی گردن میں طوق ڈال دو۔ پھر اسے جہنم میں جھونک دو۔ پھر اس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔ (الحاقۃ 30-32)

یہاں بھی لوگ زمینی جہنم کے داروغوں سے لاٹھیاں اور ڈنڈے کھا کر زمینی جہنمی دروازے میں داخل ہوتے اور پھر اسی جست میں یہ داروغے انہیں بری طرح دھکا دے کر باہر اٹھا کر واپس اسی دنیا میں پھینک دیتے ہیں جہاں سے وہ آئے تھے اور پھر یہ اپنے آپ کو بہشتی سمجھنے والے دنیا کے غلیظ ترین کاموں میں دوبارہ اسی طرح مصروف ہو جاتے ہیں جس طرح وہ پہلے تھے۔ نماز' داڑھی کی پابندی تو دور کی بات ہے' یہ بہشتی چرس' افیون اور بھنگ اسی طرح پیتے رہتے ہیں جیسے پہلے پیتے تھے اور پھر وہ یہ سارے خلاف سنت اعمال کیوں نہ سرانجام دیتے' ان کی اس جنت کا نگران اعلیٰ یعنی دربار کا سجادہ نشین بھی کوئی ان سے مختلف نہیں تھا۔ وہ بھی اسی طرح داڑھی منڈا اور شریعت کی پابندیوں سے آزاد تھا۔ یہاں کے اس سجادہ نشین کو دیوان مودود مسعود چشتی کہا جاتا ہے۔ بہشتی دروازے کی قفل کشائی سب سے پہلے انہی کے ہاتھوں سے ہوتی ہے۔ یہ بہشتی دروازہ وہ نماز مغرب اور عشاء کے درمیان عموماً کھولتے ہیں اور صبح چھ بجے بند کر دیا جاتا ہے۔ 5 محرم سے 10 محرم تک مختلف راتوں میں بہشتی دروازہ کھولنے کی جو تقریبات اور رسومات ہوتی ہیں' ان کی ذرا جھلک ملاحظہ کریں۔

نام نہاد بہشتی دروازہ کھولنے کی رسومات

اس تقریب کا ہر مرحلہ شروع ہونے سے پہلے ایک گولہ داغا جاتا ہے۔ پہلا گولہ چلنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب قبلہ دیوان مودود مسعود صاحب تیار ہونے کے لئے باتھ روم جا رہے ہیں۔ دوسرا گولہ چلنے کا مطلب ہے کہ دیوان صاحب غسل فرما کر تشریف لا چکے ہیں۔ بس اب قفل کشائی کی تقریب کا باقاعدہ آغاز ہونے والا ہے۔ تیسرا گولہ چلنے کے بعد دیوان صاحب پہلے بابا فرید کی قبر پر جائیں گے۔ وہاں ان کے سر مبارک پر زعفران اور صندل میں بھگوئی ہوئی زرد رنگ کی پگڑی باندھی جائے گی۔ یاد رہے کہ زرد یا بسنتی رنگ ہندوؤں کا پسندیدہ رنگ ہے۔ اس کے بعد قبلہ دیوان صاحب اپنے دست مبارک سے پیچہ جات تقسیم فرمائیں گے جو اولاد فرید اور دیگر خاص و عام میں بطور تبرک تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور پھر دیوان صاحب بہشتی دروازہ کھول دیں گے اور اندر داخل ہو کر مزار پر رکھی ہوئی شربت سے لبریز پیالیاں بغیر ہاتھ لگائے نوش فرمائیں گے۔ بغیر ہاتھ لگائے شربت پینے کا عمل تو اسی طرح ہو سکتا ہے' جیسے پرندے پیتے ہیں یا ایسا منظر شہر میں گھوڑوں' گدھوں کے لئے بنائی گئی حوض پر دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن دیوان صاحب شاید اس طرح نہ پیتے ہوں کیونکہ وہ جو کچھ بھی ہیں' آخر انسان ہیں' شاید اپنی کسی کرامت کے تحت یہ پیالیاں خود بخود ان کے دہن مبارک سے لگ جاتی ہوں گی۔ ایک اور بات کہ یہ مجاور صاحبان اپنے آپ کو سگ دربار (دربار کا کتا) وغیرہ بہت فخر سے کہلواتے ہیں۔ تو ہو سکتا ہے ان میں اس وقت اصلی سگ والی کیفیت پیدا ہو جاتی ہو اور ہم انسان بے چارے سمجھ نہ سکے ہوں۔

عشق پیچوں کی رسم!

''قبلہ'' دیوان صاحب اس کے بعد سب زائرین کے لئے دعا فرماتے ہیں اور بعد میں نوری دروازے سے باہر تشریف لاتے ہیں اور صحن میں موجود ایک اونچے چبوترہ پر سیڑھی کے ذریعے چڑھ کر اوپر کھڑے ہو کر آستانہ میں موجود زائرین میں پیچہ جات تقسیم فرماتے ہیں۔ (پیچہ جات کو عشق پیچوں کی رسم کہا جاتا ہے جو 5 محرم کو بہشتی دروازہ کھولنے سے قبل ادا کی جاتی ہے۔ اس رسم میں سجادہ نشین صاحب ہندوؤں کے پسندیدہ زرد رنگ میں ڈبویا ہوا ایک کپڑا

پاکپتن میں بابا فرید کے دربار پر قائم جعلی بہشتی دروازہ کا منظر

دو سے تین باز زائرین پر چھڑکتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جس پر زرد رنگ کا ایک قطرہ بھی گر جاتا ہے' وہ جنتی ہو جاتا ہے۔ اس عمل کے بعد زائرین میں زرد رنگ کے دھاگے بھی تقسیم کئے جاتے ہیں جنہیں گلے میں ڈال کر زائرین فخر محسوس کرتے ہیں اور ان دھاگوں کو بھی جنت کی نشانی قرار دیا جاتا ہے) اس طرح اس دن کی رسومات پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتی ہیں اور قبلہ دیوان صاحب براستہ سماع خانہ وعقب موج دریا سے ہوتے ہوئے رسمی دروازہ پر تشریف لے جاتے ہیں۔

اب وہاں آتش بازی کا مبارک مظاہرہ دیکھتے ہیں اور پھر واپس قوالی کے ساتھ اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے جاتے ہیں۔ یہ رسومات 5 محرم سے 10 محرم تک مختلف انداز میں اس طرح جاری رہتی ہیں۔

تو یہ ہیں درباری دنیا کے رنگیلے دیوان اور مجاور۔ اللہ کی پناہ ایسے لوگوں اور ان کے ایسے مذہب سے جس کا شریعت محمدیہ سے ذرا بھی واسطہ نہیں۔

یاد رہے کہ دیوان صاحب نے عرس کے دوران ان رسموں کی پوری تفصیل باقاعدہ ایک اشتہار میں چھپوائی ہوئی تھی۔

منیجر دیوان مودود مسعود سے ملاقات

دربار کا جائزہ لیتے ہوئے ایک دن ہماری ملاقات دیوان مودود مسعود صاحب کے منیجر سے ہوگئی۔ ان کا نام شاہد علی شاہد ہے۔ ان سے دیوان صاحب کی کچہری میں ملاقات ہوئی۔ ہم نے جب ان سے کچہری کا یہاں مطلب پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہاں دراصل پہلے دیوان صاحب لوگوں کے فیصلہ جات کرتے تھے۔

سجادہ نشین نے خود کو مقدس بنانے کے لئے ''جنتی دروازہ'' کھولنے کی مضحکہ خیز رسومات بنائی ہوئی ہیں۔ پہلے ایک گولہ داغا جاتا ہے جس کا مطلب دیوان صاحب تیار ہونے کے لئے باتھ روم جارہے ہیں۔ دوسرا گولہ چلنے کا مطلب ہے' دیوان صاحب غسل فرما چکے ہیں۔ اور تیسرے گولے کا مطلب ہے دیوان صاحب اب بہشتی دروازہ کھولنے کے لئے تشریف لارہے ہیں

انہوں نے کہا کہ پہلے تو پاکپتن کا کافی علاقہ دریائے ستلج تک اس مزار سے ملحق تھا۔ مگر بعد میں اس کی حدود کم ہوتی گئیں۔ 316 مربع اراضی اوقاف نے ضبط کرلی۔ پھر بھی 400 مربع اراضی مزار کے نام ہے۔ اس کے بعد بھی اوقاف والے مزار کی کچھ نہ کچھ زمین ہتھیاتے رہتے ہیں۔ منیجر صاحب نے بتایا کہ ان سے پہلے والے دیوان صاحب کے ساتھ میں 1955ء سے منسلک ہوا۔

ہمارے اس سوال پر کہ موجودہ دیوان صاحب نے داڑھی کیوں نہیں رکھی ہوئی جب کہ یہ مسلمان کہلاتے ہیں اور مومن ہونے کا بنیادی تقاضہ بھی ہے تو انہوں نے کہا کہ بس انہوں نے داڑھی نہیں رکھی۔ نماز پڑھتے ہیں' حج کیا ہے۔ جب چاہیں گے داڑھی بھی رکھ لیں گے۔ خیر ہم نے سوچا کہ دیوان صاحب کو داڑھی کے تکلف کی ضرورت بھی کیا ہے۔ جنت ان کے گھر کی ہے۔ جب چاہیں دروازہ کھول کر اس میں داخل ہوجائیں۔ وہ تو نماز' حج وغیرہ کا کبھی کبھار اہتمام بھی اضافی طور پر ہی کرتے ہوں گے۔ ورنہ ایسے پہنچے ہوئے بزرگ اس عمل کے کہاں مکلف ہیں اور پھر اس کے ساتھ انہوں نے سینکڑوں مربع کی جنت الگ سنبھالی ہوئی ہے اور اس میں سے بھی انہیں شکوہ ہے کہ اوقاف نے ان کی کچھ زمین کیوں ضبط کی ہے۔ دیوان صاحب اپنے ایک اشتہار میں یہ مطالبہ کرچکے ہیں کہ پورا دربار انہیں واپس دلایا جائے اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس طرح دربار پر عورتوں کی بے حرمتی نہیں ہوگی۔ حالانکہ ان کی اصل خواہش یہی ہے کہ ہم اس طرح دربار اور اس کی اراضی کے بلاشرکت غیرے مالک بن جائیں گے۔ دوسرے پیروں کی طرح انہیں بھی عیش وعشرت کے بھرپور مواقع ملیں گے۔ بہرحال دیوان صاحب کے اس منیجر صاحب سے گفتگو میں علم ہوا کہ ان کے ہاں نرینہ اولاد نہیں ہے۔ ہم ان سے کہے بغیر نہ رہ سکے کہ جناب یہ پیر' دربار' مزار' آستانے تو بنے ہی اسی لئے ہیں اور ان کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ ہمارے واسطے سے لوگوں کو بیٹے دیئے جاتے ہیں۔ بے شمار لوگ ان مزاروں آستانوں کی خاک ہی اس لئے چھانتے ہیں کہ انہیں کسی طرح بیٹا مل جائے۔ اس کے بدلے ان کے ساتھ مالی' ایمانی اور اخلاقی طور پر کچھ بھی ہوجائے' وہ اس سے بے پرواہ ہوتے ہیں' تو آپ تو ان آستانوں میں سے ایک بڑے آستانے کے دیوان صاحب کے منیجر ہیں اور پھر آپ کے اتنے پرانے ان سے تعلقات ہیں۔ کیا آپ کی خدمت کے عوض آپ کا کوئی استحقاق نہیں تھا۔ ہمارے اس طرح کے سوال پر منیجر صاحب پہلے تو خود بھی پریشان ہوگئے پھر آخر کار یہ کہہ کر جان چھڑانے لگے کہ میں نے اس طرف کبھی غور ہی نہیں کیا۔ بس میں اسے اللہ کی رضا سمجھتا ہوں اور میں اس پر راضی ہوں۔ اللہ کرے منیجر صاحب کا عقیدہ واقعتاً ایسے ہی ہو اور ان کا عقیدہ اور زیادہ خالص' حقیقت پسندانہ اور قرآن وسنت کے مطابق ہو۔ لیکن اگر ان کا عقیدہ یہی ہے تو یہ صرف انہی کے لئے کیوں۔ اگر انہیں اس حقیقت کا ادارک ہوگیا ہے کہ قرآن کے مطابق کوئی مخلوق اور کوئی مردہ' زندہ بزرگ کسی کی بگڑی بنانے والا نہیں۔ شاید انہوں نے ایسے پیروں کی زندگیاں قریب سے دیکھ کر اندازہ لگالیا ہوگا کہ حقیقت کیا ہے۔ صرف لوگوں کو اپنا مرید اور غلام بنانا اور مزاروں کے بنائے ہوئے خودساختہ مشکل کشاؤں کا لوگوں کو فریب دے کر ان سے مال بٹورنا ان کا اصل مشن ہے۔ تو چاہئے تو یہ تھا کہ منیجر صاحب حق کی اس راہ پر آگے بڑھتے اور لوگوں کو بھی اصل بات سے آگاہ کرتے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اتنا عرصہ وہ خود بھی قبوری تجارت کے ان ٹھیکیداروں کے کاروبار میں حصہ دار رہ چکے ہیں' اس لئے کلیۃً اس مفاد سے وہ بھی ہاتھ نہیں دھونا چاہتے۔ وہ خود تو ان درباری پیروں سے لٹنا نہیں چاہتے' نہ ان سے مانگتے ہیں لیکن لوگوں کو بے وقوف بنانے کے کام میں کسی نہ کسی طرح شریک ہیں۔

سجادہ نشینوں کی جاگیروں کا راز اور ''بہشتی دروازے'' پر ہلاکتوں کا سبب

قارئین کرام! اس جعلی بہشتی دروازے پر ہونے والی غیر شرعی رسومات کی چشم دید رپورٹ آپ نے ملاحظہ کی۔ اس سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ یہ سب سجادہ نشینوں' مخدوموں اور پیروں کا ویسا ہی پھیلایا ہوا کاروبار ہے جس طرح کہ عیسائی پادری لوگوں کو لوٹنے کے لئے جنت کے ٹکٹ اور مغفرت کے پروانے بیچتے ہیں۔ یہ بہشتی دروازوں کا ڈرامہ انہوں نے صرف اور صرف لوگوں کو لوٹنے اور بڑی بڑی جاگیریں بنانے کے لئے رچایا ہے۔ حیرانی کی بات تو یہ ہے کہ خود بابا فرید نے کہیں بھی اس دروازے کو بہشتی دروازہ قرار نہیں دیا اور نہ اس سے گزرنے والے کو بہشتی کہا لیکن بعد میں ان کے مجاوروں نے خود ہی یہ غلط باتیں بنا کر مشہور کردیا۔ ان مخدوموں' پیروں اور سجادہ نشینوں کا طریقہ واردات یہی ہے کہ کسی نہ کسی غیر اہم اور عام سی چیز کو مشہور ولیوں بلکہ انبیاء اور صحابہؓ تک سے منسوب کردیتے ہیں اور پھر ان کی برکات کی ایسی تشہیر کرتے ہیں کہ ضعیف الاعتقاد لوگ اپنی عزت اور اپنا مال سب کچھ لٹانے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔ • آج کسی بھی بڑی درگاہ کے سجادہ نشین کو دیکھ لیں' اس کے پاس دولت کی یوں ریل پیل ہوگی کہ کسی بڑے سے بڑے تاجر کے پاس بھی شاید اتنی دولت نہ ہو۔ سلطان باہو کے دربار کے سجادہ نشینوں کے کئی کئی کمرے نوٹوں سے بھرے ہوتے ہیں۔ فیصل صالح حیات نے بے نظیر دور میں اپنے دربار کی تعمیر کے نام پر نصف کروڑ سے زائد کی رقم حاصل کی۔ ان درباروں اور ان کے سجادہ نشینوں کے لئے حکومت کی طرف سے لاکھوں کی سالانہ گرانٹ الگ دی جاتی ہے۔ محکمہ اوقاف کے مطابق دربار بہاؤ الدین زکریا (ملتان) کے لئے تین لاکھ' دربار بلھے شاہ (قصور) اور دربار میاں میر (لاہور) کے لئے سوا سوا لاکھ روپے' دربار خواجہ غلام فرید (کوٹ مٹھن راجن پور) کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار' دربار شاہ جمال (لاہور) کے لئے ساٹھ ہزار' دربار مادھول لال حسین (لاہور) اور دربار علی الحق (سیالکوٹ) کے لئے پچاس پچاس ہزار روپے اور دربار بابا فرید کے لئے ڈیڑھ لاکھ روپے گرانٹ دی جاتی ہے۔

پنجاب اور سندھ کے گیلانی' قریشی' رجوعہ' شاہ جیونہ' مزاری' لغاری' دریشک' کھوسہ' پگاڑہ اور طالب المولیٰ خاندان کے وسیع رقبے اسی ''روحانی کاروبار'' کے مرہون منت ہیں۔ پاکپتن دربار کا سجادہ نشین بھی سینکڑوں مربعوں کا مالک ہے۔ انہی خاندانوں کی اکثریت ایم این اے' ایم پی اے اور وزیراعظم' وزیراعلیٰ اور صدر وغیرہ بن کر ملک پر حکومت کرتی رہی ہے۔ ان میں سے اکثر ایسے جاگیردار پیر ہیں جنہیں یہ بڑی بڑی جاگیریں انگریزوں اور سکھوں سے وفاداری کے عوض ملیں۔ انگریزوں کی حد درجہ اور ذلت آمیز غلامانہ خوشامد پر مبنی ان کے خطوط آج بھی ریکارڈ میں موجود ہیں جنہیں پڑھ کر آج کا مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ کیا ایسے لوگ مسلمان کہلانے کے قابل بھی تھے چہ جائیکہ وہ مسلمانوں کے نمائندے اور لیڈر بن جائیں۔ یہ حقائق ہم مجلۃ الدعوۃ میں پہلے بھی شائع کرچکے ہیں اور اس

پر آج بہت سی کتابیں بھی ناقابل تردید ثبوت بن کر موجود ہیں۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے سکھوں اور انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے والے مجاہدین بالاکوٹ سے غداری کر کے بھی بڑی بڑی جاگیریں حاصل کیں۔ اس کی گواہی دیتے ہوئے جناب وکیل انجم اپنی کتاب "سیاست کے فرعون" میں لکھتے ہیں۔

"ایک اور بڑے نواب کی وسیع وعریض جاگیر سید احمد بریلوی (شہید بالاکوٹ) علیہ الرحمہ سے دغا کا صلہ ہے۔"

یہ ہیں وہ لوگ جو اس قدر غداری کر کے بھی مسلمانوں کے مخدوم کہلاتے ہیں۔

آج پاکپتن کے نام نہاد بہشتی دروازے پر جو ہلاکتیں ہوئیں تو اس کا سبب بھی اخبارات میں یہی بتایا گیا کہ جناب مخدوم سجادہ نشین مودود مسعود صاحب انتظامیہ سے کئی گھنٹے بحث کر کے یہ بات منوانے کی کوشش کرتے رہے کہ حکومت کی طرف سے ان کا وظیفہ ڈیڑھ لاکھ سے پندرہ لاکھ کیا جائے۔ چنانچہ اس وجہ سے دروازہ کھولنے میں بہت لیٹ ہوگئی اور رش بڑھنے سے یہ حادثہ ہوگیا۔ سینکڑوں مربعوں کا مالک ہونے اور مریدوں کے بیش بہا نذرانوں کے باوجود بھی ہمارے ان مخدوموں کو یہ وظیفہ بہت کم نظر آتا ہے۔ چنانچہ عموی طور پر یہ دروازہ جو شام 7:30 تک کھل جاتا ہے' گیارہ بجے رات کھلا۔ اتنی تاخیر کی وجہ سے رش بے پناہ بڑھ گیا۔ چنانچہ انتظامیہ کی طرف سے کچھ یقین دہانی اور منت ترلے کے بعد جناب مخدوم صاحب حسب روایت ڈولی پر بیٹھ کر "بہشتی دروازہ" کھولنے کے لئے تشریف لائے۔

دیوان مسعود کے ساتھ کئی ہزار وی آئی پی لوگ بھی اپنے مخصوص اور محفوظ شمالی راستے سے بہشتی دروازے سے گزرے لیکن اس دفعہ زیادہ لیٹ ہونے کی وجہ سے ان کے لئے بھی یہ راستہ محفوظ نہ رہا۔ دیوان مسعود جونہی دروازہ کھولنے کے بعد باہر چبوترہ پر جا کر بچہ جات تقسیم کرنے لگے اس دوران دیگر ہزاروں زائرین بھی شمالی راستے سے ہی دربار میں داخل ہونے کے لئے بڑھے۔ دونوں جانب سے زائرین سیڑھیوں پر اس طرح ٹکرائے کہ درجنوں فرش پر کچلے گئے اور سینکڑوں زخمی ہوگئے اور اس طرح دیوان خاندان کے بھی کچھ افراد اس دفعہ اس بھگدڑ میں کام آگئے۔ گدی نشین دیوان مودود جن کی ماڈل ٹاؤن لاہور میں بھی عالیشان کوٹھی ہے ایک انٹرویو میں تسلیم کر چکے ہیں کہ ان کا محکمۂ اوقاف سے وظیفے کا جھگڑا چل رہا تھا تاہم ان کے مطابق اس موقع پر ان کے دیر سے پہنچنے کی وجہ یہ ہرگز نہیں تھی۔ یہ بھی اطلاعات ہیں کہ دوسری طرف سے آنے والے زائرین دیوان مسعود کے مخالف گروپ سے تعلق رکھتے تھے۔ یوں گدی نشینی کے دو حریفوں کی باہمی رقابت کا نتیجہ عام لوگوں کو بھی بھگتنا پڑا۔

اب قارئین کرام اور ایسے پیروں' مخدوموں کے مریدین حضرات خود فیصلہ فرمائیں کہ اپنی ذاتی جاہ وحشت اور دولت وعزت کے لئے اپنے مریدوں کو مروانے والے کیا پیر اور مخدوم کہلانے کے حقدار ہیں اور کیا ایسے پیروں کے پاس کوئی جنتی دروازہ ہوسکتا ہے۔ اللہ نے اس کائنات کی سب سے عظیم ہستی نبی اخرالزماں ﷺ کو بھی دنیا میں ایسا کوئی بہشتی دروازہ نہیں دیا تو پھر انسانوں کی جان ومال' ایمان اور عزتوں کے دشمن ایسے مخدوموں اور سجادہ نشینوں کو اللہ اپنی کسی جنت کا مقدس

محکمہ اوقاف کی طرف سے چند مشہور درباروں کے سجادہ نشینوں کو ملنے والی خصوصی گرانٹ

دربار بہاؤالدین زکریا (ملتان)	3 لاکھ روپے
دربار بابا فرید (پاکپتن)	ڈیڑھ لاکھ روپے
دربار بلھے شاہ (قصور)	سوا لاکھ روپے
دربار میاں میر (لاہور)	سوا لاکھ روپے
دربار خواجہ غلام فرید (کوٹ مٹھن راجن پور)	ایک لاکھ روپے
دربار شاہ جمال (لاہور)	60 ہزار روپے
دربار مادھولال حسین (لاہور)	50 ہزار روپے
دربار علی الحق (سیالکوٹ)	50 ہزار روپے

قارئین کرام! اوپر کا نقشہ آپ نے ملاحظہ کیا۔ دربار بابا فرید کا سجادہ نشین ڈیڑھ لاکھ روپیہ وظیفہ وصول کرتا ہے جبکہ مریدوں کے بیش بہا نذرانے اور سینکڑوں مربعوں کی ملکیت اس کے علاوہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ سجادہ نشین صاحب مزار پر عرس کے دوران آخر وقت تک انتظامیہ سے یہ بحث کرتے رہے کہ ان کا وظیفہ ڈیڑھ لاکھ سے پندرہ لاکھ کر دیا جائے پھر وہ "جنتی دروازہ" کھولیں گے چنانچہ اس بحث میں بہت لیٹ ہونے اور رش بڑھ جانے کی وجہ سے حالیہ خوفناک حادثہ پیش آیا۔

دروازہ کیسے عطا کر سکتے ہیں۔ نبی ﷺ نے صرف اپنے منبر اور اپنے گھر کے درمیان کی جگہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ (ریاض الجنۃ) ہے۔ (بخاری) اسی طرح حجر اسود کے بارے میں بھی بتایا گیا کہ اللہ نے اسے جنت سے اتارا تھا (ترمذی) لیکن اس کے باوجود یہ کہیں نہیں بتایا گیا کہ ریاض الجنۃ میں آنے والا یا حجر اسود کو چومنے والا لازمی جنتی ہو جائے گا۔ جنت کا دارومدار پھر بھی ایمان' توحید اور عمل صالح پر ہی رکھا گیا۔ اور پھر یہ اہل ایمان بھی اللہ کی خصوصی رحمت سے ہی جنت میں جا سکیں گے۔ (مسلم) کیونکہ انسان چاہے جتنے بھی اچھے اعمال کر لے تب بھی وہ اللہ کی عبادت اور اللہ کی نعمتوں کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ کی رحمت ہی ہوگی جو اہل ایمان کو جنت میں لے جائے گی۔

جنت کے حقدار کون؟

اللہ نے اپنے قرآن میں صاف اعلان فرمایا۔

"ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء" یقینا اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کئے جانے کو نہیں بخشتا۔ اس کے علاوہ جس کو چاہے بخش دیتا ہے۔ (النساء-48)

اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے............

میں سب رحم کرنے والوں سے کہیں زیادہ مہربان ہوں۔ ان سب کو جنت میں داخل کر دو جو میرے ساتھ معمولی سا شرک بھی نہیں کرتے تھے۔ (مسند احمد)

گویا جنت میں داخلے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ انسان توحید پر کامل ایمان رکھتا ہو۔ صرف اللہ کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی زندہ یا مردہ کو نہ پکارتا ہو۔ نہ کسی بت کو سجدہ کرتا ہو۔ نہ کسی قبر پر جھکتا ہو۔ نہ وہاں چڑھاوے چڑھاتا ہو نہ قبر والوں کو اپنی مشکلوں کے حل کے لئے پکارتا ہو۔ ہر قسم کے شرک سے بچنا نجات کے لئے لازمی مسئلہ ہے۔ اس کے بعد دیگر اعمال صالحہ ہیں۔ یہ بات یوں سمجھنی چاہئے کہ جیسے ایک نوکری کے لئے بنیادی اہلیت بی اے' ایم اے یا ایم ایس سی وغیرہ ہوتی ہے۔ اگر یہ بنیادی اہلیت نہ ہو تو ایسی پوسٹ کے لئے کوئی درخواست بھی نہیں دے سکتا لیکن جو لوگ اس بنیادی اہلیت کو پورا کرتے ہوں تو اس کے بعد ادارے کے ذمہ داران امیدواروں کا انٹرویو یا ٹیسٹ وغیرہ بھی لیتے ہیں اور ہر طرح سے جانچ پرکھ کر کسی امیدوار کو رکھا جاتا ہے۔ یہی معیار جنت حاصل کرنے والوں کے لئے ہے۔ اگرچہ توحید بنیادی شرط ہے لیکن قیامت کے دن دیگر اعمال بھی دیکھے جائیں گے۔ امیدواروں کو عمل' اخلاق' کردار اور اتباع سنت وغیرہ کے پیمانوں سے بھی جانچا اور پرکھا جائے گا اور پھر جا کر لوگ جنت کے صحیح مستحق ٹھہریں گے اور ان میں سب سے بڑا اور سخت ترین پیمانہ جہاد کا ہوگا۔ اللہ نے قرآن کریم میں اسی بارے میں مسلمانوں کو واشگاف انداز میں بتا دیا.....

ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصبرین

کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم جنت میں (بس یوں ہی) چلے جاؤ گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اب تک یہ نہیں جانچا کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں؟ (آل عمران-142)

اللہ کے نبی ﷺ نے بھی اسی لئے فرمایا۔

ان السیوف مفاتیح الجنۃ (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجہاد)

"بے شک تلواریں جنت کی چابیاں ہیں"

یعنی حقیقی جنت کے دروازے جہاد کی تلواروں سے کھلیں گے۔ لیکن آج جہاد سے بیزار لوگ "جنتی دروازہ" کھولنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ جنتی دروازہ بھی جعلی ہے اور اسے کھولنے والے بھی جعلی۔

تو آئیے اپنے آپ کو اللہ کی عظیم الشان اور اصلی جنت کا حقدار بنانے کیلئے توحید اور

باقی صفحہ 26 پر ملاحظہ فرمائیں

ہی غلط ہے۔ ارے حیدرآباد جونا گڑھ کا مقدمہ تو تم نے لڑا ہی نہیں۔ دعوت دیتے چلے جاؤ۔ تحریر اور تقریر سے بھی اور لٹریچر کے ذریعہ بھی۔

بے نظیر، نواز شریف، مشرف سب کی پالیسی ایک ہے۔ جمہوریت آمریت میں کوئی فرق نہیں۔ یہ سارے کافرانہ نظام ہیں اور فراڈ ہیں

ابھی Pending پڑا ہے۔ ابھی وہ فائلیں بند پڑی ہیں۔ مجاہدین ساری فائلیں کھولیں گے۔ یہ اسلام کا مقدمہ لڑنے والے ہی کشمیر کا مقدمہ لڑیں گے۔ باہر جہاد چلے گا اندر دعوت پھیلے گی۔

آج کچھ بھائیوں نے جگہ جگہ خلافت کے بینرز لگا رکھے ہیں۔ یہ بے چارے آئے کہاں سے ہیں؟ برطانیہ سے برطانیہ ہندوستان و پاکستان کے ماحول سے خوب واقف ہے۔ یہاں کے لوگوں نے جب جہاد شروع کیا تو انہیں سکھایا' شور مچایا کہ پہلے خلافت ہونی چاہئے؟ پھر جہاد ہونا چاہئے۔ مجھے خوب یاد ہے۔ سید بدیع الدین شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ ہمارے ساتھ کشمیر گئے۔ بہت سارے علماء اکٹھے تھے۔ سب نے جہاد کے حق میں فتویٰ دیا۔ سید صاحب کو ایک نوجوان کہتا ہے' شاہ صاحب خلیفہ تو ہے نہیں تو پھر جہاد کیسا؟ کہنے لگے بیٹا ایسا کر کہ تو گھر جا کر سو جا اور آسمان سے

مجلہ الدعوۃ پھیلاؤ۔ جہاد کا لٹریچر پھیلاؤ۔ ان شاء اللہ لوگ دعوت قبول کریں گے۔ آپ نے بغیر اشتہار کے یہ اجتماع کیا ہے' کوئی اشتہار نہیں۔ کوئی بینر نہیں۔ اعلانات نہیں۔ بھائیو لوگوں کے دلوں میں اللہ نے آپ کی بہت محبت ڈال دی۔ اللہ نے ان چیزوں سے تمہیں بچا لیا۔ بے نیاز کر دیا۔ اب ان چیزوں کے اوپر خرچ کرنے کی ضرورت نہیں۔ کرنے والا یہ کام ہے کہ تربیتی پروگرام زیادہ سے زیادہ کرو۔ نوجوانوں کو گلی محلے سے اکٹھا کرو۔ ان کو نماز' دعائیں' شرمگاہ کی حفاظت' آنکھوں کی حفاظت' عقائد' قرآن کی تلاوت و ترجمہ سمجھائیں۔ اسی طرح میری بہنیں اپنے عمل و کردار سے دین کی دعوت دیں۔ چھوٹے پیمانے پر کام شروع کریں۔ کرتی چلی جائیں۔ ساتھی محنت کریں۔ قافلے تیار کریں اور انہیں معسکرات میں بھیجیں۔ ہر گلی محلہ چوراہے میں ہر جگہ ہر محلہ میں دعوت دیں۔ کوئی گالی دے تو

> **اللہ جہاد اور جہادی تیاری کو قوت کہتا ہے لیکن ہمارے حکمران معیشت کو قوت سمجھ کر امریکہ اور آئی ایم ایف کے سامنے سجدے کرتے ہیں**

تیرے گھر کی چھت پر خلیفہ آئے گا۔ تب اس کے ساتھ مل کر جہاد کرنا۔ اس وقت تک تو آرام کر۔ میرے بھائیو سن لو! جہاد اصل مسئلہ ہے۔ امت مسلمہ ظلم کا شکار ہے۔ اس ظلم کے خاتمہ کے لئے جہاد ہے۔ جہاد کی تیاریاں ہیں۔ جہیں سے اللہ تعالیٰ سارے راستے کھولے گا۔ قوت پیدا ہوگی تو خلافت بھی آ جائے گی۔

میرے محترم بھائیو تم میں سے ہر شخص اسلام کا داعی بن جائے۔ فرقہ جماعت کا داعی نہیں۔ اسلام کتاب و سنت کا نام ہے اس کے داعی بنو۔ اخلاق' دلیل کی قوت' صبر و استقامت' یہ دعوت کے عناصر ہیں ان کو لے کر مسلمانوں کو اصلاح کی دعوت دو اور غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینا۔ تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ یہ لوگ صرف بندوق کی نالی سے لڑنے والے نہیں۔ گھر گھر دعوت پھیلا دو۔ اپنے گھر سے شروع کرو۔ اپنے محلہ سے شروع کرو۔ اپنی برادری خاندان سے شروع کرو۔ یہ نہیں کہ دنیا کو تو دعوت دو اور اپنے گھر کی خبر نہ ہو۔ اپنے گھر کو پاک کرو۔ اپنے ماحول کو پاک کرو۔ ہر ایک کو

الجھنا نہیں۔ کوئی پمفلٹ لکھے جواب نہیں دینا۔ کسی کی غلط چیز کا جواب نہیں دینا۔ اس طرح ان شاء اللہ دعوت آگے بڑھانی ہے۔ مسلمان پر ہاتھ نہیں کھولنا۔ ہم نے ہاتھ کھولنا ہے تو بے ایمان ہندوؤں پر کھولنا ہے۔ اگر مسلمان پہ ہاتھ کھل گیا تو پھر ہمارے ہاتھوں میں غیر مسلموں سے لڑنے کی ہمت نہیں رہے گی۔

سازشوں کا شکار نہیں ہونا۔ اسلحہ نہیں لہرانا کہ ہم لشکر طیبہ والے طاقتور ہیں۔ جو نوجوان ایسا سوچتا ہے' وہ لشکر کے منہج کو سمجھا ہی نہیں۔ بھائیو ہم بڑے عاجز لوگ ہیں۔ ہم اگر کچھ کام کر رہے ہیں تو اللہ کی مدد سے کر رہے ہیں۔ جس کے دل میں یہ خیال در آئے گا' وہ ہمارے کام میں رکاوٹ بن جائے گا۔ نقصان پہنچائے گا۔ اللہ کے لئے اس نقصان سے بچ جاؤ۔ دعوت کا زیادہ سے زیادہ کام کرو۔ لوگوں کو دورہ عامہ کرواؤ اور دورہ صفہ کرواؤ۔ اسی طرح سے الدعوۃ ماڈل سکولز میں داخلے زیادہ سے زیادہ کروانے ہیں۔ مجاہدین کے لئے گندم کی مہم چلانا ہے۔ مجاہدین کے لئے فنڈز اکٹھا کرنے ہیں۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے۔ یا اللہ یہ لوگ جو تیرے لئے آئے' تیرے لئے میدان میں پہنچے' تیرے لئے واپس جائیں گے۔ ان کے گناہ معاف کر دے۔ آمین

آخر میں محترم حافظ صاحب نے دنیا بھر کے مجاہدین اور مسلمانوں کے حق میں خصوصی دعا کی۔

بقیہ: بہشتی دروازہ

جہاد کی اس عظیم' روشن اور سیدھی شاہراہ پر ابھی سے چل کھڑے ہوں۔ باقی سب راستے اور دروازے جعلی ہیں۔ اس راستے پہ چل کر ہم قیامت کے دن اصلی اور حقیقی جنتی دروازے پر پہنچ جائیں گے۔ ان شاء اللہ اور پھر اس اصلی جنتی دروازے کی سب سے منفرد پہچان یہی ہوگی کہ یہاں دھکے' لاٹھیاں اور چھینٹے نہیں پڑیں گے' یہ تو جعلی جنت کی طرف جانے کی علامتیں ہیں جبکہ حقیقی جنت کی طرف جانے والوں کی زبردست عزت افزائی ہوگی اور جنت کے دربان خود بڑھ چڑھ کر جنتیوں کا یوں استقبال کریں گے......

حتىٰ اذا جاؤها وفتحت ابوابها وقال لهم خزنتها سلم عليكم طبتم فادخلوها خلدين

حتیٰ کہ جب وہ جنت کے پاس آ جائیں گے اور اس کے دروازے پہلے ہی کھولے جا چکے ہوں گے تو اس کے دربان ان سے کہیں گے ''سلام ہو تم پر'' بڑے اچھے رہے ہو تم۔ اب اس جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔ (الزمر۔73)

یعنی ایک دفعہ اس جنت میں داخل ہو کر دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجا جائے گا جیسا کہ جعلی جنتی دروازوں میں داخل ہونے والوں کو چند ہی لمحوں بعد دوبارہ اسی دنیا میں دھکیل دیا جاتا ہے جہاں سے وہ آئے تھے...... یہ سب علامتیں جعلی بہشتی دروازے کی ہیں۔ انہیں پہچانیے اور اصلی جنتی دروازے کی طرف توحید اور جہاد کی شاہراہ پر آج ہی سفر شروع کر دیجئے۔ جنت فوراً آپ کا مقدر بنے گی۔ ان شاء اللہ

انگریزی مترجم کی ضرورت ہے

مجلات' ویب سائٹ اور کتابوں کا اردو سے انگریزی ترجمہ کرنے کے لئے ایک مترجم کی ضرورت ہے۔ امیدوار 25,24 مئی کو

بمقام: 48 ر چنا بلاک اقبال ٹاؤن لاہور

بوقت: صبح 10 بجے سے رات 9 بجے تک ملاقات کریں۔

منجانب: شعبہ مجلات مرکز الدعوۃ والارشاد لاہور PH-7842281

تبدیلی فون مرکزی دفتر لاہور

مرکزی دفتر 5 چیمبرلین روڈ لاہور کے فون نمبر 7231106 کی بجائے نئے نمبر 7666108 کا استعمال کیجئے۔

مبشر احمد ربانی

سورۃ الواقعہ کے فضائل

س۔ سورۃ الواقعہ کے بارے میں ہم نے سنا ہے کہ جو آدمی رات کو پڑھے تو اللہ پاک اس سے رزق کی تنگی ہٹا دیتے ہیں۔ کیا قرضدار آدمی اس کو دن کے اندر بھی پڑھ سکتا ہے۔ مہربانی کر کے قرآن و حدیث سے آگاہ کریں اس کے علاوہ قرضدار کے لئے اور وظیفے جو قرآن و حدیث میں ملتے ہیں ضرور بتائیں۔
(ایک سائل۔ بھکر)

ج۔ سورۃ الواقعہ کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ سورت غنی اور تونگری والی ہے جو اسے رات کو پڑھے اپنے اہل و عیال کو پڑھائے اسے فاقہ کبھی نہیں پہنچتا۔ لیکن اس کے متعلق مروی روایات ضعیف اور موضوع ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کہتے ہوئے سنا 'مَنْ قَرَءَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ فِی كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ أَبَدًا قَالَ وَقَدْ أَمَرْتُ بَنَاتِی أَنْ يَقْرَأْنَهَا كُلَّ لَيْلَةٍ

جس شخص نے ہر رات سورۃ الواقعہ تلاوت کی اسے فاقہ کبھی بھی نہیں پہنچے گا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنی بیٹیوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اسے ہر رات تلاوت کریں۔

(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی (۶۸۰) المطالب العالیۃ (۳۷۶۵) شعب الایمان للبیہقی باب فی تعظیم القرآن (۲۴۹۸) العلل المتناھیۃ ۱/۱۰۵ تفسیر ابن کثیر تفسیر سورۃ الواقعہ ص ۱۲۹۳ مطبوعہ مکتبہ دارالسلام)

ابن کثیر اور شعبہ الایمان بیہقی میں یہ بھی ہے کہ عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ 'عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کے لئے گئے تو کہا۔ آپ کو کیا شکوہ ہے؟ تو انہوں نے کہا۔ اپنے گناہوں کا' پھر کہا آپ کی کیا خواہش ہے؟ تو انہوں نے کہا۔ اپنے رب کی رحمت کی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کسی طبیب کو بھیج دوں کہنے لگے طبیب نے ہی تو بیمار کیا ہے۔ پھر کہا میں تمہارے لئے کچھ مال کا حکم دوں؟ کہنے لگے ایک دن پہلے آپ نے مجھے اس سے منع کیا ہے۔ مجھے اس کی حاجت نہیں عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اسے اپنے اہل عیال کے لئے چھوڑ دینا۔ کہنے لگے میں نے انہیں ایک ایسی چیز کی تعلیم دی ہے جب وہ اسے پڑھیں گے تو فقیر نہیں ہوں گے میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے جس نے ہر رات سورۃ الواقعہ کی تلاوت کی وہ فقیر نہیں ہوگا۔ یہ روایت ضعیف و مضطرب ہے۔

۱۔ اس کی سند میں شجاع یا ابو الشجاع مجہول راوی ہے امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ھذا حدیث منکر' وشجاع والسری ولا اعرفھما" یہ روایت منکر ہے اور اس کی سند میں شجاع اور السری کو میں نہیں پہچانتا)

(العلل المتناھیہ ۱/۱۰۵ میزان الاعتدال ۲/۲۶۵ ' ۴/۵۳۶) لسان المیزان ۶/۹۲ ۱۳ السری کی توثیق میزان وغیرہ میں موجود ہے۔

۲۔ اسی طرح اس کی سند میں ابو طیبہ یا ابو ظبیہ بھی مجہول ہے (میزان الاعتدال ۴/۵۴۲ تقریب ص ۴۱۳)

۳۔ اس کی سند میں اضطراب بھی ہے السری کے شاگردوں نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ اس کا استاد شجاع ہے یا ابو الشجاع اسی طرح شجاع کے استاد میں بھی اختلاف ہے کہ وہ ابو فاطمہ ہے یا ابو ظبیہ پھر انہوں نے ابو ظبیہ کا لفظ ضبط کرنے میں بھی اختلاف کیا ہے کہ وہ ابو ظبیہ ہے یا ابو طیبہ

۴۔ اور یہ ابو ظبیہ عیسی بن سلیمان الجرجانی ہے اور اس کی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت منقطع ہے تفصیل کے لئے دیکھیں (لسان المیزان ۷/۶۱ اور تعلیق العلل المتناھیہ ص ۱/۱۰۵)

۵۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے ضعف کی چار وجوہ بیان کرتے ہیں۔

۱۔ یہ منقطع ہے جیسا کہ امام دار قطنی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔
اس کا متن منکر ہے جیسا کہ امام احمد نے ذکر کیا۔
۳۔ اس کے راوی ضعیف ہیں جیسا کہ امام ابن جوزی نے کہا
۴۔ یہ روایت مضطرب ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر امام احمد 'امام ابو حاتم 'امام ابن ابی حاتم 'امام دار قطنی 'امام بیہقی وغیرھم کا اجماع ہے۔ ملاحظہ ہو (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ ۱/۳۰۵ رقم ۲۸۹)

۲۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعا روایت ہے کہ "مَنْ قَرَءَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ كُلَّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ أَبَدًا وَمَنْ قَرَا كُلَّ لَيْلَةٍ ﴿لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ لَقِیَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَجْهُهُ فِیْ صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ" جس شخص نے ہر رات سورۃ الواقعہ تلاوت کی اسے کبھی بھی فاقہ نہیں پہنچے گا اور جس نے ہر رات (لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ) کی تلاوت کی وہ اللہ سے قیامت والے دن اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا۔

تذکرۃ الموضوعات ص: ۷۸ ذیل الاحادیث الموضوعۃ (۱۷۷)
اس کی سند میں احمد بن محمد بن عمر الیمامی کذاب راوی ہے جس کی وجہ سے یہ روایت موضوع و من گھڑت ہے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ ۱/۳۰۵ (۲۹۰) کتاب المجروحین ۱/۱۴۳ میزان ۱/۱۴۳)

۳۔ انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے کہ مَنْ قَرَءَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ وَتَعَلَّمَهَا لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ وَلَمْ يَفْتَقِرْ هُوَ وَأَهْلُ بَيْتِهِ جس نے سورۃ الواقعہ کی تلاوت کی اور اسے سیکھا وہ غافل لوگوں میں نہیں لکھا جائے گا اور وہ اس کے گھر والے فقیر نہیں ہوں گے۔

امام سیوطی نے "ذیل الاحادیث الموضوعہ" (۲۷۷) میں سے ابو الشیخ کی روایت بطریق عبدالقدوس بن حبیب از حسن از

انس مرفوع بیان کیا ہے اور فرمایا ہے: عبدالقدوس بن حبیب متروک ہے امام ابن حبان نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت وضع کرتا تھا امام عبداللہ بن مبارک نے اسے کذاب قرار دیا ہے ملاحظہ ہو۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ ۱/۳۰۶ (۳۹۱))

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سورۃ الواقعہ کے متعلق مروی روایات ضعیف اور موضوع ہیں۔ بہت سارے خطیب اور واعظ اس روایت کو بیان کرتے ہوئے اور وظائف واوراد بتانے والے مشائخ بھی اسے اپنے مریدوں کو تلقین کرتے ہیں اور فراخی رزق کے لئے یہ فضائل کیلنڈروں کی صورت میں شائع بھی کئے جاتے ہیں اس کی وجہ عام طور پر یہ ہے کہ خطباء اور واعظین کو روایت کے صحت وسقم سے کوئی غرض نہیں ہوتی اور کچھ اھل علم اس مسئلہ میں متساہل ہیں وہ فضائل اعمال میں ضعیف روایت بھی قبول کئے جاتے ہیں۔ ہمارے نزدیک کسی عمل کی فضیلت واستحباب ایک خالص شرعی مسئلہ ہے اس میں ایسی روایت قابل حجت اور لائق استناد ہے جس میں کوئی علت قادحہ نہ ہو جو اسے ضعیف بنادے۔ ضعیف روایت کا ضعف بیان کرنا اہل علم پر لازم ہے اگر وہ ضعف بیان نہیں کریں گے تو عام لوگ اسے صحیح سمجھ کر قبول کرتے جائیں گے۔ اور مسائل کے لئے صحیح اور حسن احادیث کے علاوہ کسی سے حجت نہیں پکڑنی چاہئے اور یہ مذہب بڑے بڑے ائمہ محدثین کا ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَلَایَجُوْزُ اَنْ یَعْتَمِدَ فِی الشَّرِیْعَۃِ عَلَی الْاَحَادِیْثِ الضَّعِیْفَۃِ الَّتِی لَیْسَتِ صَحِیْحَۃِ وَلَا حَسَنَۃِ

(قاعدہ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ ص: ۱۱۲‘۱۱۳)

شریعت میں ایسی احادیث ضعیفہ جو نہ صحیح ہیں اور نہ حسن قابل اعتماد نہیں مشہور حنفی عالم محمد زاہد کوثری نے لکھا ہے کہ ”ضعیف روایت کو مطلق طور پر نہ لینا۔ امام بخاری‘ امام مسلم امام ابو بکر بن العربی جو اپنے دور کے بہت بڑے مالکی عالم تھے‘ امام ابو شامہ المقدسی جو اپنے وقت کے کبیر شافعی عالم تھے‘ امام ابن حزم اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب ہے اور ان کا اس مسئلہ میں قوی غیر مہمل بیان ہے۔ (مقالات کوثری ص: ۴۵‘۴۶)

مزید تفصیل کے لئے دیکھیں راقم کی کتاب ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ جلد دوم کا مقدمہ۔ لہذا ضعیف روایات مطلق طور پر قابل حجت نہیں۔ فضائل میں اور نہ مسائل میں فقر وتنگ دستی کے لئے اللہ تعالی سے اخلاص سے دعا کریں وہ ضرور دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا موسی علیہ السلام نے اللہ تعالی سے دعا کی ”رَبِّ اِنِّي لِمَا اَنزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ“ (القصص ۲۸: ۲۴)

اے میرے پروردگار تو بھلائی میں سے جو کچھ میری طرف اتارے میں اس کا محتاج ہوں۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مکاتب غلام ان کے پاس آیا اور کہنے لگا میں اپنی مکاتبت سے عاجز آچکا ہوں آپ میرا تعاون کریں۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے سکھائے تھے اگر تیرے اوپر صیر پہاڑ جتنا بھی قرض ہو اللہ تعالی اسے اتار دے گا جو انہوں نے یہ دعا بتلائی۔ ” اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ اے اللہ اپنے حلال کے ذریعے اپنے حرام سے میری کفایت فرما اور اپنے فضل کے ساتھ مجھے اپنے علاوہ سے غنی کردے۔ (ترمذی کتاب الدعوات (۳۵۶۴) مسند احمد ۱/۱۵۳ مستدرک حاکم ۱/۵۳۸)

مزید وظائف اوراد کے لئے راقم کی کتاب ” پریشانیوں سے نجات“ ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا طلق بن علی کے واقعہ کی حقیقت

س:۔ عام طور پر ذکر واذکار کے موضوع پر مطبوعہ کتب میں ایک روایت درج ہوتی ہے کہ سیدنا طلق فرماتے ہیں کہ ایک شخص سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ کا مکان جل گیا۔ انہوں نے فرمایا نہیں جلا پھر دوسرے شخص نے یہی خبر دی تو فرمایا: نہیں جلا پھر تیسرے شخص نے یہی اطلاع دی تو فرمایا: نہیں جلا پھر ایک اور شخص نے آکر کہا کہ اے ابو درداء آگ کے شرارے بہت بلند ہوئے مگر جب آپ کے مکان تک آگ پہنچی تو بجھ گئی فرمایا مجھے معلوم تھا کہ اللہ تعالی ایسے نہیں کرے گا کیونکہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ جو شخص صبح کے وقت یہ کلمات پڑھ لے شام تک اس کو کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی میں نے صبح یہ کلمات پڑھے تھے اس لئے مجھے یقین تھا کہ میرا مکان نہیں جل سکتا۔ وہ کلمات یہ ہیں

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّی لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَا لَمْ يَكُنْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِی وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّی عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ واقعہ صحیح ودرست ہے اور اس روایت کی کیا حیثیت ہے؟

ج۔ یہ روایت عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی (۵۷‘۵۸) کنز العمال (۳۵۸۳) الاسماء والصفات للبیہقی ۱/۲۶۹‘۲۷۰ کتاب الاذکار للنووی (۲۴۸) ص ۱۱۶ میں موجود ہے اس کی ایک سند میں الاغلب بن تمیم ہے جسے امام ابن حبان اور امام بخاری نے منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ (التاریخ الصغیر ۲/۲۱۶ کتاب المجروحین ۱/۱۷۵) اور امام بخاری جسے منکر الحدیث قرار دیں اس سے روایت لینا حلال نہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں ”كُلُّ مَنْ قُلْتُ فِيْهِ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ فَلَا تَحِلُّ الرِّوَايَةُ عَنْهُ“ (میزان الاعتدال ۲/۱۶۰۲/۶ قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۵۸ طبقات الشافعیہ الکبری للسبکی ۲/۹ الرفع والتکمیل ص ۲۰۸ فتح المغیث للسخاوی ۱/۴۰۰ تدریب الراوی ۱/۳۴۹)

ہر وہ شخص جس کے بارے میں ”منکر الحدیث“ کہوں اس سے روایت حلال نہیں۔

دوسری سند میں معان ابو عبداللہ اور اس کا استاذ دونوں مجہول راوی ہیں لہذا یہ روایت درست نہیں۔

افضل کون؟

س۔ ایک حدیث میں ہے کہ دو صحابی تھے ایک شہید ہو گیا دوسرا چالیس دن بعد طبعی موت مر گیا اور پہلے جنت میں پہنچ گیا کیونکہ اس نے بعد میں زیادہ نیکیاں کرلی تھیں اس حدیث کا کیا مفہوم ہے کہ نمازی آدمی اپنی نمازوں کی وجہ سے شہید سے زیادہ رتبہ پا گیا۔ کئی لوگ یہ حدیث بیان کر کے جہاد کی مخالفت بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نمازیں پڑھتے رہو شہید سے بھی زیادہ مقام ملے گا اس حدیث کی صحیح تفہیم کیا ہے۔؟ (ایک سائل لاہور)

ج۔ پہلے اصل حدیث ملاحظہ فرمائیں پھر اس کا مفہوم ذکر کرتا ہوں۔ بتوفیق اللہ تعالی

ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو قضاعہ میں سے دو آدمی نبی کریم ﷺ کے ساتھ اسلام لائے ان دونوں میں سے ایک اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا اور دوسرا ایک سال بعد اللہ کو پیارا ہوا۔ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ بعد میں فوت ہونے والا شہید سے پہلے جنت میں داخل ہو گیا۔ طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے بڑا تعجب ہوا میں نے صبح رسول اللہ ﷺ کے پاس اس بات کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اَلَيْسَ قَدْ صَامَ بَعْدَهُ رَمَضَانَ وَصَلَّى سِتَّةَ آلَافِ رَكْعَةٍ اَوْ كَذَا وَكَذَا رَكْعَةً صَلٰوةَ السَّنَةِ“ کیا اس نے بعد میں رمضان کے روزے نہیں رکھے اور چھ ہزار رکعات نماز یا اتنی اتنی رکعات سال بھر ادا نہیں کیں۔

(مسند احمد ۲/۳۳۳ الترغیب والترھیب ۱/۲۴۴ مجمع الزوائد ۱۰/۲۰۷ طبع جدید ۱۰/۳۳۹ امام منذری اور علامہ ہیثمی نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے

اسی طرح طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ جو خواب دیکھنے والے ہیں ان کی زبانی بھی یہ حدیث موجود ہے

(سنن ابن ماجہ کتاب تعبیر الرویا باب تعبیر الرویا (۳۹۲۵) بیہقی ۳/۲/۷۲ مشکل الاثار للطحاوی ۳/۱۰۰ صحیح ابن حبان)

اس صحیح حدیث سے بعض لوگ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ نماز پڑھنے والا اور روزہ رکھنے والا شخص شہید سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔ لہٰذا نماز روزہ کرتے رہو جہاد کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ یہ فلسفہ بالکل غلط ہے اور نہ ہی حدیث کا یہ مفہوم ہے کہ نماز روزہ کرتے رہیں اور جہاد نہ کریں بلکہ یہ دونوں شخص مجاہد بھی تھے اور نمازی بھی تھے۔ امام طحاوی نے مشکل الآثار میں اس مسئلہ کو شرح وبسط کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ یہ دونوں شخص مہاجرین میں سے تھے اور دونوں نے اکٹھے ہجرت کی اور دونوں جہاد وغیرہ اعمال میں برابر تھے ایک تو محاذ جنگ میں شہید ہو گیا اور دوسرا مرابط (محاذ جنگ پر پہرہ دار یا ہر وقت جہاد کے لئے تیار) تھا اور اس کے ساتھ اسے دیگر اعمال صالحہ کا موقعہ بھی مل گیا اور مرابط کے بارے میں یہ حدیث بھی ہے کہ مرابط کا عمل واجر جاری رہتا ہے لہٰذا یہ بعد میں فوت ہونے والا اپنے زائد اعمال کی وجہ سے اپنے بھائی سے آگے نکل گیا۔ ملاحظہ ہو۔ (مشکل الآثار ۳/۱۰۳)

معلوم ہوا کہ یہ دونوں صحابی مہاجر و مجاہد تھے اور ایک مجاہد شہید ہو گیا جبکہ دوسرا مجاہد اپنے سال کے اعمال صالحہ کی وجہ سے آگے نکل گیا۔ لہٰذا بعض متصوفین اور منکرین جہاد کا اس روایت سے استدلال کر کے جہاد چھوڑ کر گھر بیٹھے رہنا اور اللہ ہو کا تصور باندھ کر مصنوعی ذکر کے طریقوں میں مشغول رہنا اور لوگوں کو جہاد سے روکنا ایک مغالطہ اور دھوکہ ہے اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے اور یہ بھی یاد رہے کہ کچھ لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں اپنے اعمال صالحہ کی بنا پر صدیقیت کے مقام پر فائز ہو جاتے ہیں اور شہداء سے بھی آگے نکل جاتے ہیں لیکن یہ مقام مکمل دین اسلام کو اپنانے اور عمل پیرا ہونے سے ہی ملتا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ جیسے عمل صالح اور ایمان کا انکار کر کے نہ صدیقیت کا مقام ملتا ہے اور نہ ہی شہادت کا۔

اس حدیث کے اور بھی شواہد ہیں۔ عبید اللہ بن خالد السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کے درمیان مواخات قائم کی ان میں سے ایک شہید کر دیا گیا اور دوسرا اس کے بعد فوت ہوا ہم نے اس کا جنازہ پڑھا نبی ﷺ نے فرمایا تم نے کیا کہا؟ صحابہ نے کہا ہم نے اس کے لئے دعا کی "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ اَللّٰهُمَّ أَلْحِقْهُ بِصَاحِبِهِ "اے اللہ تو اسے بخش دے اے اللہ تو اس پر رحم فرما۔ اے اللہ اسے اس کے ساتھی کے ساتھ ملا دے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: فَأَيْنَ صَلَاتُهُ بَعْدَ صَلَاتِهِ وَأَيْنَ عَمَلُهُ بَعْدَ عَمَلِهِ فَلَمَا بَيْنَهُمَا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اس کی نماز اس کی نماز کے بعد کہاں گئی اور اس کا عمل اس کے عمل کے بعد کہاں گیا؟ ان دونوں کے درمیان آسمان وزمین کا فرق ہے۔

(سنن النسائی کتاب الجنائز باب الدعا (۱۹۸۴) سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی النور یری عند قبر الشہید (۲۵۲۴) مسند احمد ۲/۵۰۰ کتاب الزھد لابن المبارک (۱۳۴۱) مسند (۷۹) کتاب الزھد للبیہقی (۶۳۳)

میت کو قبر میں اتارنے کا طریقہ

س: میت کو قبر میں کیسے اتارا جائے؟ نیز میت کو اتارتے وقت بسم الله علی ملة رسول الله کی کیا حیثیت ہے۔ (ابوہاشم۔ لاہور)

ج:۔ میت کو جس وقت قبر میں اتارنا ہو تو سنت یہ ہے کہ پاؤں کی جانب سے اتارا جائے۔ ابو اسحاقؒ سے روایت ہے کہ "أَوْصَى الْحَارِثُ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أَدْخَلَهُ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيِ الْقَبْرِ وَقَالَ هٰذَا مِنَ السُّنَّةِ"

(سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب فی المیت یدخل من قبل رجلیه (3211) بیہقی 54/4 ابن ابی شیبہ مطبوعہ ہند 328/3

حارث نے وصیت کی کہ ان کی نماز جنازہ عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ پڑھائیں۔ انہوں نے اس کا جنازہ پڑھا۔ پھر ان کو قبر میں پاؤں کی طرف سے داخل کیا اور فرمایا: یہ سنت میں سے ہے۔ امام بیہقیؒ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں

هذا اسناد صحيح وقد قال هذا من السنة فصار كالمسند "یہ سند صحیح ہے اور کبھی یوں کہا۔ یہ سنت میں سے ہے اور مسند حدیث کی طرح ہے۔

صحابیؓ رسول کا کسی امر کے بارے میں یوں کہنا کہ یہ سنت میں سے ہے اس سے مراد نبی کریم ﷺ کی ہی سنت ہوتی ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: واصحاب النبی ﷺ لایقولون: السنة الا لسنة رسول الله ﷺ ان شاء الله۔ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت کا لفظ صرف سنت رسول پر ہی بولتے ہیں۔ ان شاء اللہ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد دوم ص:245)

امام محمد بن سیرینؒ سے روایت ہے کہ: كنت مع انس فی جنازة فامر بالميت فادخل من قبل رجليه (ابن ابی شیبہ 327/3 مطبوعہ ہند مسند احمد 429/1) میں ایک جنازہ میں انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا انہوں نے میت کے متعلق حکم دیا کہ پاؤں کی جانب سے قبر میں داخل کی گئی عمرو بن مہاجر سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کا جب بیٹا فوت ہوا تو انہوں نے بھی پاؤں کی طرف سے قبر میں داخل کرنے کا حکم دیا۔ (ابن ابی شیبہ 328/3)

سنن ابن ماجہ (1552) میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قبلہ کی طرف سے قبر مبارک میں رکھا گیا لیکن یہ روایت عطیہ عوفی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

مندرجہ بالا آثار صحیحہ سے معلوم ہوا کہ میت کو قبر میں پاؤں کی جانب سے اتارنا مسنون ہے۔ اور میت کو قبر میں اتارتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یا بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ پڑھنا بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب میت کو قبر میں رکھتے اور ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم اپنے مردوں کو قبروں میں اتارو تو کہو۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ (اور ایک روایت میں مِلَّةِ) رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ (سنن ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی الدعا للمیت اذا وضع فی قبرہ (3213) ابن ماجہ (1550) ترمذی (1046) صحیح ابن حبان (773) المستدرک للحاکم 366/1 بیہقی 55/4 المنتقی لابن الجارود (548) اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے حسن اور امام حاکمؒ وامام ذہبیؒ نے شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ مسند احمد 27/2`40`59`69 مسند عبد بن حمید (816) عمل الیوم واللیلۃ للنسائی (1088) مسند ابی یعلی (5755)

اس حدیث کا ایک صحیح شاہد البیاضی رضی اللہ عنہ سے المستدرک للحاکم 1\366 میں موجود ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا المیت اذا وضع فی قبره فلیقل الذین یضعونه حین یوضع فی اللحد : بسم الله وبالله وعلی ملة رسول الله ﷺ جب میت کو قبر میں رکھا جائے تو اس کو لحد میں رکھتے وقت رکھنے والے کہیں۔

"بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَ لَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ" لہٰذا یہ کلمات کہنا صحیح حدیث کی رو سے مسنون ہیں۔

الدعوۃ ماڈل سکول مراد آباد سیالکوٹ کا شاندار نتیجہ

الدعوۃ ماڈل سکول مراد آباد آف سیالکوٹ مڈل سٹینڈرڈ بورڈ کے طالب علم صہیب نعیم نے 662 نمبر لے کر بورڈ میں اول پوزیشن حاصل کی اور بطور انعام سائیکل حاصل کی۔ پورے سنٹر میں 72 سکول تھے جس میں الدعوۃ ماڈل سکول کی پہلی پوزیشن رہی۔ شاندار رزلٹ کا لوگوں پر انتہائی اچھا اثر ہوا اور والدین سکول میں بچوں کو داخل کروانے کے لئے دھڑا دھڑ سکول کا رخ کر رہے ہیں۔

الداعی: الدعوۃ ماڈل سکول مراد آباد سیالکوٹ
فون نمبر 272351-267955

نومبر 2000ء کے مجلہ الدعوۃ میں شادی کرنے کی اہمیت اور فوائد پر مضمون تھا۔ پھر یہ سلسلہ حقوق الزوجین کی طرف چلا گیا۔ یہ سلسلہ بھی اگرچہ ساتھ ساتھ جاری رہے گا تاہم شادی کی اہمیت کے بعد شادی کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا اس مجلہ میں اسی موضوع پر مضمون حاضر ہے (ادارہ)

شادی میں تاخیر کے اسباب و اثرات

محمد یوسف طیبی

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔ ہر وقت اس کو گمراہ کرنے اور اللہ کی جماعت سے نکال کر اپنی جماعت میں لانے کی کوشش میں رہتا ہے اور پھر نظر بھی نہیں آتا گویا انسانی خفیہ ایجنسیوں کی طرح ہر وقت انسان کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے' اگر کوئی بھوکا اور فقیر ہو تو اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اگر کوئی مالدار ہو تو اس کو سرکشی پر ابھارتا ہے۔ اگر انسان جوانی کی عمر کو پہنچ جائے تو شہوت کو پورا کرنا اس کی مجبوری ہوتی ہے اور اگر حیلے بہانے یا مجبوری سے وہ شادی نہ کر سکے تو شیطان مردود اس کو غلط کاری کے نت نئے طریقے بتاتا ہے۔ جس میں پڑ کر وہ دنیا میں صحت و ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور اگر توبہ نصیب نہ ہو تو آخرت بھی تباہ کر لیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شریعت میں شادی کو بالکل آسان کر دیا ہے اور پھر بھی اگر وہ نہ کر سکے تو اس کا حل یہ بتایا ہے کہ وہ بہت زیادہ روزے رکھے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ کوئی شخص اگر بھوک کے ہاتھوں جاں بلب ہونے کی حد تک مجبور ہو تو اس اضطراری حالت میں اس کو حرام کی بقدر ضرورت اجازت دی ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ (البقرہ ۱۷۳)

لیکن اگر کوئی شہوت کے ہاتھوں مجبور ہو تو اس کو حرام کاری کی اجازت نہیں دی بلکہ اس کو روزے رکھنے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ حرام خوری کا تعلق اس مجبور کی ذات کے ساتھ ہی ہے جبکہ حرام کاری سے پورا معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے اور روزہ رکھنے سے اللہ کا خوف آتا ہے اور انسان گناہ سے بچ جاتا ہے۔

اس لئے رسول اللہ ﷺ نے شادی مؤخر کرنے سے منع فرمایا۔ فرمایا تین چیزوں کو مؤخر نہ کرو۔ ان میں سے ایک یہ کہ لڑکی کی شادی کو۔ جب وہ جوان ہو جائے۔

اور مرد کے بارے میں فرمایا' اگر تمہارے پاس ایسا شخص رشتہ مانگنے کے لئے آئے کہ جس کا دین اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو رشتہ دے دیا کرو۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ و فسادات برپا ہو جائیں گے۔ (سنن ترمذی کتاب الصلواۃ)

یہی وجہ ہے کہ عہد نبوت میں شادی کو بہت آسان سمجھا جاتا تھا۔ اس ضمن میں ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

ہجرت مدینہ ہو چکی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے کپڑوں پر زرد رنگ کے نشانات دیکھے۔ تو فرمایا عبدالرحمٰن یہ کس چیز کے نشان ہیں۔؟ بولے اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے شادی کی ہے۔ یہ خوشبو (زعفران) کے نشان ہیں۔ پوچھا حق مہر کتنا ہے؟ بولے کھجور کی ایک گٹھلی کے برابر سونا۔ آپ ﷺ نے برکت کی دعا دی۔ پھر فرمایا! اولم ولو بشاۃ ۔ کہ ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی ذبح کرو۔ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب الصفرہ حدیث نمبر ۴۸۲۷)

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے صحابہ کرام کی شادیاں بہت سادہ تھیں۔ مدینہ کی چھوٹی سی بستی میں سردار دو جہاں موجود ہیں اور جانثار صحابی شادی کرتا ہے۔ بلاتا ہے اور نہ ہی بتانے کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور پھر خود رسول اللہ ﷺ بھی اس پر ذرہ برابر ناراضگی کا اظہار نہیں کرتے بلکہ برکت کی دعا فرماتے ہیں۔ اور ولیمہ کی نصیحت فرماتے ہیں۔ گویا اسلام نے یہ ثابت کر دیا کہ کھانے پینے کی طرح شادی کی حاجت بھی ایک طبعی تقاضا ہے اور اس کو اتنا ہی آسان ہونا چاہئے جتنا کہ روٹی و پانی کا حصول آسان ہے۔

تاخیر کے اسباب!

1- جہیز

ایک دور تھا کہ مسلمان تاجر جہاں بھی جاتا تھا' اسلام کی شمع سے اس علاقے کو منور کر دیا کرتا تھا مگر افسوس ہے کہ مسلمان برصغیر میں سینکڑوں سال رہے لیکن انہوں نے الٹا ہندوؤں کے رسم و رواج کو اپنا لیا۔ ان رسوم میں سے ایک جہیز ہے۔ جب سے لڑکی پیدا ہوتی ہے' گھر میں صف ماتم بچھ جاتی ہے اور جہیز کی تیاری شروع ہو جاتی ہے۔ (الا ماشاء اللہ) اور پھر جب تک جہیز کی مطلوبہ مقدار حاصل نہیں ہو جاتی' اس وقت تک شادی کو لیٹ کر دیا جاتا ہے۔ اس کام کے لئے لوٹ کھسوٹ اور رشوت و سود خوری سب کو روا رکھا جاتا ہے

اگر تمہارے پاس ایسا شخص رشتہ مانگنے کے لئے آئے جس کا دین اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو رشتہ دے دیا کرو اگر ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ و فسادات برپا ہو جائیں گے۔ فرمان نبوی ﷺ ۔ بحوالہ ترمذی

بلکہ اتنا قرض بھی لے لیا جاتا ہے جس کو بچی کا والد آئندہ زندگی میں چکاتا رہتا ہے اور لڑکے کی طرف سے بھی کمال ڈھٹائی اور بے غیرتی کا ثبوت دیا جاتا ہے اور سامان کی لسٹ پیش کی جاتی ہے حالانکہ اسلام میں اس چیز کا کوئی تصور تک نہیں ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

﴿ الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ﴾ (النساء ۳۴)

کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں کا حاکم بنایا ہے ایک اس لئے کہ اللہ نے ان کو ان پر فضیلت دی ہے۔ دوسرا اس لئے کہ یہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

تو جب لڑکا سارا مال سسرال سے مانگتا ہے اور خود خرچ نہیں کرتا تو پھر اس کو مرد بننے کی کیا ضرورت ہے۔

ایک زیادتی لڑکی کی طرف سے بھی ہوتی ہے جب وہ کہتی ہے کہ اگر میرا جہیز نہیں لینا چاہتا تو پھر ساری لسٹ پوری کرو حالانکہ جس قدر خاوند برتن' بستر وغیرہ مہیا کر سکے' اس پر صبر کرنا چاہئے اور ظاہری معیار زندگی کے بہانے خاوند کو پریشان نہیں کرنا چاہئے۔

2- مہر!

بعض اسلامی ممالک میں بہت بڑا مہر سب سے بڑی رکاوٹ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شادیاں لیٹ ہو رہی ہیں۔

مہر ہی کے سلسلہ میں یہ باتیں بھی قابل غور ہیں کہ بعض صاحب حیثیت لوگ 32 روپے کچھ پیسے ہی پر اکتفا کرتے ہیں اور اس کو شرعی مہر سمجھتے ہیں۔ یہ محض جھوٹ کا پلندہ ہے اور شریعت میں کہیں ثابت نہیں۔ حیثیت کے باوجود اتنا کم دینا عورت کی حق تلفی ہے۔ عورت' خاوند کی حیثیت کے مطابق مناسب مہر لے سکتی ہے۔ دوسری طرف سے بعض کنگلے نمود و نمائش کے لئے لمبا چوڑا مہر لکھوا دیتے ہیں پھر پہلے ہی دن اپنے مرد ہونے کے ناطے عورت کو بلیک میل کرتے ہیں اور مہر معاف کرنے کی بھیک مانگتے ہیں۔ یہ بات شریعت کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ مردانگی کے بھی خلاف ہے اور محض تکلف بھی ہے بلکہ مہر اپنی طاقت کے مطابق ہونا چاہئے جو قابل ادا ہو۔ دونوں طرف افراط و تفریط سے بچنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے خاوند کے نفقات کو اس کی طاقت سے مشروط کیا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں۔

﴿ لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ﴾ (الطلاق۔ ۷)

پھر صاحب حیثیت خاوند اپنی وسعت کے مطابق خرچہ کرے اور جس کا رزق تنگ ہو گیا ہو وہ اتنے سے ہی خرچ کرے جتنا اسے دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دیئے ہوئے سے زیادہ کا انسان کو پابند نہیں بنایا۔

﴿ أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ ﴾ (الطلاق ۶)

کہ ان (عورتوں) کو وہیں رہائش دو جہاں تم خود رہتے ہو۔ اپنی حیثیت کے مطابق۔

یہی وجہ ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ مہر کے لئے "التمس ولو خاتما من حديد۔" کہ کوئی لوہے کی انگوٹھی ہی تلاش کر لاؤ اور پھر قرآن کی آیت پر ہی نکاح کر دیتے ہیں۔ دوسری طرف عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا مہر دیتے ہیں۔ (بخاری شریف)

رشتہ نہیں ملتا!

آپ یہ بات ہر خاص و عام کو کہتے ہوئے سنیں گے کہ ہم تو بہت جلدی میں ہیں مگر رشتہ نہیں ملتا اور یہ بات کسی حد تک درست بھی

کھانے پینے کی طرح شادی کی حاجت بھی ایک طبعی تقاضا ہے اور اس کو اتنا ہی آسان ہونا چاہئے جتنا کہ روٹی و پانی کا حصول آسان ہے

ہے مگر اس کے چند اسباب ہیں۔

1- ایک یہ کہ مسلمان برادری ازم کے خول میں جکڑے ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی وٹہ سٹہ کی شرط بھی لگ جاتی ہے۔ چنانچہ کتنے ہی علاقوں میں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ مجھے تو اپنی بہن کا رشتہ دے دے۔ میں تجھے اپنی بہن یا بیٹی دوں گا اور بسا اوقات وہ بچی ابھی پیدا بھی نہیں ہوئی ہوتی۔ لہٰذا اس کی متوقع پیدائش کا انتظار کیا

فلاں موچی' انصاری' ملک یا ترکھان ہے یہ تو حرفت ہے اس کی بنیاد پر مسلمان کو بانٹنا محض حماقت ہے

جاتا ہے۔ اس طرح برادری ازم کے بت کی پرستش کی جاتی ہے اور لڑکیاں لڑکے کے انتظار میں بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ پھر اگر شادی کی نوبت آ ہی جائے تو جوڑے میں اتنا تفاوت ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے احساسات کا صحیح ادراک نہیں کر پاتے۔ جس سے خفیہ یارانے لگتے ہیں یا پھر طلاق تک نوبت آ جاتی ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾ (الحجرات۔ ۱۳)

لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد و عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تا کہ تعارف کرو اسکو۔ درحقیقت اللہ کے ہاں تم میں زیادہ معزز و محترم وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

قبیلہ و برادری صرف باہمی تعارف کے لئے ہیں ورنہ ہم ایک باپ کی اولاد ہیں۔ جہاں تک پیشوں کا تعلق ہے کہ فلاں موچی' انصاری' ملک' ترکھان ہے' یہ تو حرفت ہے۔ اس کی بنیاد پر مسلمانوں کو بانٹنا تو محض حماقت ہے۔ پھر بسا اوقات مطلوبہ لڑکے کی اپنی صنعت کچھ اور ہوتی ہے اور باپ کی کچھ اور۔ اگر وہ لڑکا باپ کے پیشے کی وجہ سے بالفرض قابل نفرت ہے تو خود لڑکے کے اپنے کام کاج کی وجہ وہ محبوب کیوں نہیں بن جاتا؟

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ایمان کمزور ہیں ورنہ ایمان کا سب سے مضبوط کڑا (تعلق) یہ ہے کہ انسان' برادری اور پیشوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے "اللہ ہی کے لئے محبت کرے اور اسی ہی کی وجہ سے کسی سے نفرت کرے یعنی بغض رکھے۔"

2- دوسرا سبب بچے کی ناپسندیدگی کا یہ ہے کہ بر سر روزگار نہیں ہے۔ یہ بھی ایک خوامخواہ کا بہانہ ہے' ورنہ کتنے ہی لوگ شادی کے بعد بے روزگار ہو جاتے ہیں تو کیا ان کی عورتیں طلاق لے لیتی ہیں؟

اور عفت محفوظ رکھنے کی غرض سے شادی کرنے والے کے بارے میں تو اللہ فرماتا ہے۔

﴿ وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴾ (النور۔ ۳۲)

اور اپنے غیر شادی شدہ مرد و زن کی شادیاں کر دو اور اپنے غلام و لونڈیوں میں سے بھی نیکو کاروں کی شادیاں کر دیا کرو' اگر وہ فقیر ہونگے تو اللہ تعالیٰ ان کو غنی کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ بہت وسعت والا اور علم والا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمیوں کا خود رب العالمین نے ذمہ اٹھا لیا ہے۔ ان میں سے ایک وہ آدمی ہے جو عفت کی حفاظت کے لئے شادی کرتا ہے۔

3- تیسرا سبب نام نہاد تعلیم کا بہانہ!

رشتہ پسند نہ آنے کا اس وقت بہت بڑا بہانہ یہ ہے کہ تعلیم نہیں ہے۔ اس سے دینی تعلیم نہیں مراد لی جاتی بلکہ دنیاوی تعلیم کو

معیار سمجھا جاتا ہے اور یہ تعلیم علم نہیں فن ہے اور دنیا کمانے کے طریقے ہیں۔ اس دور میں رشتہ اس لئے رد کر دیا جاتا ہے کہ اس کو دنیا کمانے کے گر نہیں آتے۔ اگر لڑکے کو کمائی کرنے کا سلیقہ نہیں تو یہ بہانہ قدرے معقول ہے لیکن جائز نہیں۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے' لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ یہاں بیچاری بچی کو بھی اس لئے راندہ درگاہ کر دیا

مظاہرہ کرتے ہوئے خودکشی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

تیسرا یہ کہ یہ کہاں کا تقدس ہے کہ عورت کو دہری ڈیوٹی سونپی جائے۔ وہ گھر بھی سنبھالے اور کمائے بھی خود۔ کیا یہ ظلم نہیں؟ جبکہ خاوند جو کہ نسبتاً طاقتور بھی ہوتا ہے' وہ فارغ رہے یا ایک ڈیوٹی کرے۔

زندگی گزارتی ہے۔

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾ (الفرقان۔۷۴)

اے اللہ ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت فرما اور ہمیں متقین کا امام بنا دے۔ آمین

مدینہ کی چھوٹی سی بستی میں نبی ﷺ موجود ہیں اور جانثار صحابی شادی کرتا ہے آپ ﷺ کو بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا پھر اللہ کے رسول ﷺ بھی ان پہ ناراض نہیں ہوئے اور برکت کی دعا فرماتے ہیں۔

جاتا ہے کہ اس نے MBA,BA,FA نہیں کیا اور کوئی نوکری نہیں کرتی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے روزی کمانے کی ذمہ داری خاوند پر لگائی ہے۔

ہمارے تعلیمی نظام میں بچوں کی روحانی و اسلامی تربیت کا کوئی اہتمام نہیں ہے۔ اس تعلیم کو حاصل کرنے والا جاہل مرکب یعنی دوہرا جاہل بن جاتا ہے' کہ جاہل بھی ہوتا ہے اور اپنے تئیں پڑھا لکھا سمجھتا ہے۔ گویا اسے اپنی لاعلمی کا بھی علم نہیں ہوتا۔ اور یہ فنی تعلیم ہمارے یہاں شادیوں کا معیار بن چکی ہے۔ روزانہ والد صاحب بچوں اور بچیوں کو لئے لئے پھرتے ہیں تاکہ یہ کچھ پڑھ لیں اور شادی لیٹ کر دی جاتی ہے' اگرچہ لڑکے والے شادی کا مطالبہ ہی کیوں نہ کر رہے ہوں۔ پھر جب تعلیم مکمل ہوتی ہے۔ یعنی وہ کمانے کے قابل ہو جاتی ہے تو شادی کی اصل عمر گزر چکی ہوتی ہے۔ تب نوکری شروع کر لیتی ہے کہ اتنا زیادہ پڑھنے کا کیا فائدہ۔ اگر کمائی ہی نہ کی۔ اس طرح ساری عمر گزر جاتی ہے اور اس کی معاشرہ میں ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔

معزز قارئین! اللہ تعالیٰ نے انسان کی مشینری کو بنایا ہے اور اس کو وہی صحیح جانتا ہے۔ اسی نے مرد و زن کے دائرہ کار کی حد بندی کی ہے۔ خاوند کا کام چار دیواری سے باہر کے عمومی کام کرنا اور کما کر لانا ہے جبکہ عورت امور خانہ داری اور بچوں کی پرورش کرتی ہے۔

اب اگر یہی صنف نازک خود گاڑی چلا کر دفتر کی زینت بنے گی اور خاوند نکھٹو گھر بیٹھے گا تو ساری گاڑی ہی الٹی ہو جائے گی اور یہ عورت کی آزادی نہیں بلکہ بربادی ہے۔ اس سے معاشرہ تباہ ہوتا ہے۔ مغرب کا معاشرہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

دوسرے یہ کہ جب عورتیں مردوں والے کام کریں گی تو پھر بے شمار مرد بے کار ہو جائیں گے اور یہی آج کل ہو رہا ہے۔ ایک طرف تو خاوند اور بیوی دونوں کام کر رہے ہیں اور مال بنا کر عارضی دنیا کا "معیار" بلند کر رہے ہیں دوسری طرف بیوی تو خانہ دار خاتون ہے مگر خاوند روزگار کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے اور کئی بے صبری کا

عزیز بھائیو! لڑکیوں کو صرف وہ دنیاوی تعلیم دیں جس کی معاشرہ کو ضرورت ہے۔ جیسے نرسنگ ہے یا ٹیچنگ وغیرہ لیکن دوسرے پیشہ وارانہ فنون سکھانے کے بہت نقصانات ہوتے ہیں' معاشرہ میں طلاق کی کثرت اس وجہ سے بھی ہے کیونکہ شادی اس وقت کامیاب ہوتی ہے جب لڑکی کشتیاں جلا کر سسرال جاتی ہیں۔ جب اس کے سامنے دوسرا دروازہ بھی کھلا رہتا ہے کہ اگر اس نے چھوڑ دیا تو نوکری کر لوں گی تو اس کی طبع میں نخوت و انانیت موجود رہتی ہے۔ چنانچہ زندگی کھچاؤ کا شکار ہو جاتی ہے' اولاد برباد ہو جاتی ہے' گھر اجڑ جاتا ہے اور بقیہ عمر ملازمت میں گزرتی ہے یا پھر بچوں کے حصول کے لئے عدالتوں کے دھکے کھانے میں گزر جاتی ہے۔

جبکہ وہ عورت جس کے پاس صرف ایک ہی راستہ ہوتا ہے کہ اس کو اپنے گھر میں ہر قیمت پر بسنا ہے تو وہ اطاعت گزار' فرمانبردار بن کر خاوند کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاتی ہے اور کامیاب

انعامی مُقابلہ

مقبوضہ کشمیر کے لوگوں نے لشکر طیبہ سے اظہار محبت اور عالم کفر کے علاقائی ولسانی پروپیگنڈے کو توڑتے ہوئے زمزمہ بلند کیا۔

لشکر سے رشتہ کیا......لا الہ الا اللہ

ہم اپنے لکھاری قارئین کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس پر نظم لکھیں۔ جس میں اس توحید کے رشتے کی وضاحت کریں۔ کشمیریوں کا شکریہ ادا کریں۔ کافروں کے پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دیں تاکہ عالم کفر کی کمر ٹوٹ جائے۔

بہترین نظم مجلہ الدعوۃ میں واضح کر کے شائع کی جائے گی اور انعامی کتب ارسال کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ

نظم پہنچنے کی آخری تاریخ 24 مئی ہے تاہم اس میں اضافہ بھی ممکن ہے۔

شعبہ مجلہ الدعوۃ

5 چیمبرلین روڈ لاہور

ممتاز عالم دین شیخ الحدیث حافظ محمد عبداللہ سرپرست مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جماعتی احباب میں بالخصوص اور دینی حلقوں میں بالعموم یہ خبر انتہائی افسوس سے سنی جائے گی کہ ممتاز عالم دین شیخ الحدیث حافظ محمد عبداللہ جو کہ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے سرپرست تھے' طویل علالت کے بعد 86 برس کی عمر میں وفات پا گئے۔

وہ کافی عرصہ سے صاحب فراش تھے۔ ان کی جماعتی وملی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ انہوں نے دین کی خاطر شب و روز انتہائی محنت سے کام کیا۔ آپ مرکزی جمعیت کے مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ گذشتہ تقریباً دس سال سے جمعیت اہلحدیث کے امیر اور بعد ازاں سرپرست بھی رہے۔ آپ ایک جید عالم دین تھے۔ انہوں نے چالیس سال تک درس و تدریس کا کام کیا۔

تحریک پاکستان' تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مسلک اہلحدیث کی ممتاز درس گاہ جامعہ محمدیہ اہلحدیث جی ٹی روڈ کے ناظم و سرپرست تھے۔ ان کا علمی حلقہ بہت وسیع تھا۔ ملک اور بیرون ملک ان کے تلامذہ دن رات دین کی اشاعت میں مشغول ہیں۔ ان کے جنازہ میں ملک بھر کے ممتاز علماء دین نے شرکت کی۔ پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب امیر مرکز الدعوۃ والارشاد نے مرکز الدعوۃ کے ذمہ داران اور ساتھیوں سمیت نماز جنازہ میں شرکت کی۔ ادارہ دعا گو ہے کہ اللہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی لغزشوں سے درگزر کرے اور انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

قسط نمبر 59

درس قرآن

الکلام المونس فی تفسیر سورۃ یونس

سورۂ یونس کی تشریح و تفسیر

ابو عمر عبد الغفار المدنی حفظہ اللہ

تمہارا حقیقی داتا اللہ کے سوا بھلا کون ہے؟ پھر کیوں بھٹکتے پھرتے ہو؟

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ
الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ (31)
فَذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ (32) كَذَٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَةُ
رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ فَسَقُوا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (33) (یونس ۳۱ تا ۳۳)

آپ (ﷺ) کہئے کہ وہ کون ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ ضرور وہ یہی کہیں گے کہ "اللہ" تو ان سے کہئے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے' سو یہ ہے اللہ تعالیٰ جو تمہارا ربّ حقیقی ہے پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے' پھر کہاں پھرے جاتے ہو؟۔ اسی طرح آپ کے ربّ کی یہ بات کہ یہ ایمان نہ لائیں گے' تمام فاسق لوگوں کے حق میں ثابت ہو چکی ہے۔

مفردات:

۱۔ یدبر الامر۔ یدبر کا مادہ = د۔ب۔ر ہے اور یہ دبر یدبر (باب تفعیل) سے واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم ہے اس کا معنی ہے کہ وہ ہر امر (معاملہ) کی تدبیر کرتا ہے۔

۲۔ تُصْرَفُوْنَ۔ کا مادہ ص۔ر۔ف = ہے اور یہ صرف یصرف (باب ضرب یضرب) سے جمع مذکر حاضر فعل مضارع مجہول ہے۔ اس کا معنی ہے تم کہاں پھرے جاتے ہو یعنی حق اور واضح لائن کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو۔

۳۔ فَسَقُوْا کا مادہ: ف۔س۔ق = ہے اور یہ فَسَقَ یَفْسِقُ (باب ضرب یضرب) یا فسق یَفْسُقُ (باب نصر ینصر) سے جمع مذکر غائب فعل ماضی معلوم ہے۔ اس کا معنی ہے وہ فاسق ہو گئے یعنی اللہ کی اطاعت سے نکل گئے کیونکہ الفسق کا معنی خروج عن الطاعة اطاعت سے نکل جانا" ہے۔

تفسیر:

چونکہ قرآن مجید کے اولین مخاطب اہل مکہ وغیرہ اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت کے قائل ہونے کے باوجود اس کی توحید الوہیت کے منکر تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعدد مقامات میں توحید ربوبیت کو توحید الوہیت کی دلیل کے طور پر پیش کیا کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے خالق' مالک' رازق اور مدبر و متصرف ہونا اور زندگی و موت کا مالک ہونا تسلیم کرتے ہو تو پھر یہ بھی تمہیں تسلیم کرنا چاہئے کہ الوہیت اور ہر قسم کی عبادت بدنی (زبانی' قلبی اعضاء وارکان) اور مالی (نذر و نیاز اور ذبح کرنا وغیرہ) کا مستحق بھی صرف اور صرف وہ اللہ ہے کیونکہ عبادت کے لائق اور مستحق وہی ذات ہے جو پیدا کرنے کے بعد تمام مخلوق کے رزق اور ضروریات کا انتظام کرتا ہے اور زندگی و موت کا مالک ہے اور جو مدبر و متصرف اور مختار کل ہے۔

لہٰذا جب تمام مخلوق' بڑے چھوٹے' اپنے وجود اپنے

رزق اور اپنی ضروریات میں ایک اللہ کے محتاج ہیں تو محتاج و ضرورت مند تو الہ معبود، مشکل کشا نہیں ہو سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعدد مقامات میں توحید ربوبیت کو توحید الوہیت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ان میں سے ایک یہ مقام بھی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ان لوگوں سے سوال کریں کہ تمہیں آسمان وزمین سے رزق کون پہنچاتا ہے آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے غلہ جات اور پھل وسبزیاں اگا کر جیسے دوسرے مقام پر فرمایا (ترجمہ) انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھ لے (۲۴) کہ ہم نے خوب پانی برسایا، پھر پھاڑا زمین کو اچھی طرح، پھر اس میں اناج اگائے، اور انگور اور ترکاری، اور زیتون اور کھجور، اور گنجان باغات، اور میوہ اور (گھاس) چارہ (بھی اگایا)، تمہارے استعمال وفائدہ کیلئے اور تمہارے چوپایوں کے لئے۔ (عبس ۲۴ تا ۳۲)

اور زمین کی کانوں سے نکلنے والے اور دھاتوں کے ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو رزق پہنچاتے ہیں اور اے رسول ﷺ ان سے یہ بھی پوچھ کہ وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اگر چاہے تو تمہارے پاس سننے اور دیکھنے کی طاقت رکھے اور تمہیں اس سے فائدہ دے اور اگر چاہے تو تم سے یہ نعمتیں لے لے۔ پس تم اندھے اور بہرے ہو جاؤ نہ دیکھ سکو اور نہ سن سکو اور اگر چاہے تو کسی کی دیکھنے اور سننے کی طاقتیں زیادہ کردے اور کسی کی کم اور تمام مخلوق اس کے آگے بے بس اور بے کس ہو جائے جیسے فرمایا۔

ترجمہ کہہ دیجئے کہ وہی (اللہ) ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے کان آنکھیں اور دل بنائے تم بہت ہی کم شکر گزاری کرتے ہو۔ (الملک ۲۳) اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کی سننے اور دیکھنے کی طاقت ختم کردے تو اس کے سوا کون ہے جو یہ عطا کرے۔ جیسے کہ فرمایا

ترجمہ: آپ کہئے کہ یہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت اور بصارت بالکل لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود ہے کہ یہ تم کو پھر دے دے آپ دیکھئے تو ہم کس طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے پیش کررہے ہیں پھر بھی یہ اعراض کرتے ہیں۔ (الانعام۔ ۴۶)

اور ان سے یہ بھی پوچھ کہ وہ کون ہے جو مردہ سے زندہ نکالتا ہے جیسے بے جان نطفہ سے انسان اور انڈہ سے پرندہ اور دانے سے بالی اور گٹھلی سے کھجور اور کافر سے مؤمن۔ اور زندہ سے مردہ نکالتا ہے۔ جیسے انسان سے بے جان نطفہ اور پرندہ سے انڈہ اور بالی سے دانہ اور کھجور سے گٹھلی اور مؤمن سے کافر۔

اور ان سے یہ بھی پوچھ کہ تمام امور کی تدبیر کرنے والا کون ہے جو زمین وآسمان میں رات ودن کو لاتا ہے اور لے جاتا ہے اور بارشیں برساتا ہے اور زندگی وموت دیتا ہے غناء اور فقر دیتا ہے اور تندرستی وبیماری لاتا ہے اور لے جاتا ہے اور اس کائنات کے تمام امور کی تدبیر کرتا ہے اور اس کا مالک ومختار ہے۔ وہ جس کو چاہے پناہ دے اور جس کی چاہے گرفت کرے زمین وآسمان اور اس کے درمیان کی تمام مخلوق، فرشتے جن وانس، چرند وپرند اور سمندری وخشکی کی مخلوق وغیرہ سب اسی کے محتاج وراس کے ماتحت ہیں۔

وہ جس سے چاہے پوچھ لے اور اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا جیسے فرمایا

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ

ترجمہ: وہ اپنے کاموں کیلئے (کسی کے آگے) جواب دہ نہیں اور سب (اس کے آگے) جواب دہ ہیں۔ (الانبیاء۔ ۲۳)

اے رسول جب آپ ان مشرکین سے یہ چار باتیں پوچھیں گے کہ ۱۔ تمہیں آسمان وزمین سے رزق دینے والا کون ہے اور ۲۔ کانوں وآنکھوں پر اختیار رکھنے والا کون ہے اور ۳۔ مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ نکالنے والا کون ہے اور ۴۔ کائنات میں تمام امور کی تدبیر کرنے والا کون ہے؟ تو وہ مشرکین یقیناً یہی کہیں گے کہ یہ سارے کام کرنے والا تو اللہ ہے کیونکہ ان کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہیں ہے اس لئے کہ ان کا اعتقاد ہے کہ اللہ کے ساتھ ان کاموں میں کوئی شریک نہیں پس جب یہ سارے کام کرنے والا ایک اللہ ہی ہے اور اس کے سوا ان پر کوئی قادر ومختار ہیں تو پھر تم اس اللہ بادشاہ، مالک ورازق، مدبر ومتصرف اور مختار کل سے ڈرتے کیوں نہیں اور اس کے دنیاوی واخروی عذابات سے بچنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے اس کی توحید قائم کرکے اور اس کے ساتھ شرک ترک کرکے اور اپنی آراء وجہالت سے بنائے ہوئے بتوں ومعبودوں سے براءت کا اظہار کرکے۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ ہے تمہارا سچا رب جو تمہیں آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے انگوریاں نکال کر رزق مہیا کرتا ہے اور مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ نکالتا ہے اور دیکھنے وسننے کی طاقت عطا فرماتا ہے اور کائنات کے تمام امور کی تدبیر کرتا ہے اور اس سچے رب کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں لہٰذا تمہارے بنائے ہوئے معبود ومشکل کشا جھوٹے ہیں جیسا کہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی ایک طویل دعا موجود ہے۔ جس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

اللهم انت الحق ووعدك الحق ولقائك الحق

ترجمہ: اے اللہ! آپ ہی حق ہیں اور آپ کا وعدہ حق ہے اور آپ کی ملاقات حق ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الدعوات۔ باب الدعاء اذا انتبه من الليل)

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا سوائے گمراہی کے؟ پھر کہاں پھرے جاتے ہو؟ کہاں جارہے ہو؟

یعنی رب 'الہ' (معبود) تو صرف یہی ہے جس کے متعلق تمہیں خود اعتراف ہے ہر چیز کا خالق ومالک اور مدبر وہی ہے پھر اس معبود کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنانا اور مشکل کشا جاننا گمراہی کے سوا کچھ نہیں آخر اتنی سیدھی بات تمہیں کیوں نہیں سمجھ آتی اور تم حق کی معرفت اور اس کے اعتراف کے باوجود گمراہی کی طرف پھرے جاتے ہو۔ بڑے تعجب وحیرانگی کی بات ہے لہٰذا توحید ربوبیت کے متعلق تمہارا عقیدہ حق ودرست ہے کہ خالق ومالک اور متصرف صرف اللہ ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ عبادت بھی صرف اسی کی کی جائے یہی بات حق اور سچ ہے اور اس کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت اور اس کا سورنا پکارنا سراسر گمراہی ہے۔ واقعی اللہ خالق، مالک، رازق، زندگی وموت کے مالک، احسانات کرنے والے اور تکالیف سے بچانے والے کو چھوڑ کر مخلوق بے بس، مجبور اور مقہور کی عبادت اور جو اپنے نفع ونقصان کے مالک نہ ہوں ان کو مدد ودستگیری کے لئے پکارنا سراسر حماقت وجہالت اور گمراہی ہے، برا ہو اس شرک کا اور ویل وہلاکت ہو اس روش کی۔ اس آیت میں بیان کردہ توحید ربوبیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید الوہیت کے لئے پیش کیا کہ اگر تمہیں اس کا اعتراف ہے کہ خالق، مالک، رازق، زندگی وموت کا مالک، بارش برسانے والا صرف ایک اللہ ہے تو ہر قسم کی عبادت کے لائق ومستحق اور سورنے پکارنے کا حقدار اور نذر ونیاز کے لائق بھی صرف ایک اللہ ہے اس کے ساتھ کوئی بڑا چھوٹا شریک وساجھی نہیں۔ قرآن پاک کے متعدد مقامات میں توحید ربوبیت کو توحید الوہیت کی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے مثلاً دیکھئے۔ البقرہ۔ ۲۱۔ ۲۲، آل عمران ۲،۵، الانعام ۱ تا ۳، الاعراف ۵۴، ۵۵۔ یونس ۳۔ الرعد ۲ تا ۴ اور ۱۵۔ ۱۶، المومنون ۷۸ تا ۸۱ اور ۸۴ تا ۸۹ النمل ۵۹ تا ۶۴۔ العنکبوت ۶۱ تا ۶۳ اور الزخرف ۹ تا ۱۴)

اس آیت میں غور وفکر کرنے سے یہ بات عیاں اور واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے اولین مخاطب اور بہت بڑے کافر ومشرک ابوجہل اور ابولہب، شیبہ ولید، امیہ، عقبہ، ابی بن خلف وغیرہ اللہ کی توحید ربوبیت کے قائل تھے، وہ اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ رازق صرف ایک اللہ ہے اور دیکھنے اور سننے کی طاقت صرف ایک اللہ دیتا ہے اور زندگی وموت صرف اور صرف ایک اللہ کے ہاتھ میں ہے اور کائنات میں تدبیر وتصرف اللہ کے اختیار میں ہے لیکن انتہائی

افسوس کا مقام ہے کہ کئی کلمہ گو اور اسلام کا دعوی کرنے والے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے سات پشتیے، پندرہ پشتیے مسلمان، دس دس ہزار مرتبہ کلمہ شریف کا ورد کرنے والے اپنے شرکیہ عقائد میں مشرکین مکہ سے بھی بڑھ گئے کہ مشرکین مکہ تو صرف ایک اللہ کو رازق جانتے تھے اور کلمہ گو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ اور بھی رازق ہیں چنانچہ لاہور اور اس کے گردو نواح کے اکثر لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ہمیں رزق علی ہجویری دیتے ہیں جس کو وہ داتا گنج بخش مانتے ہیں ان سے کوئی پوچھے تمہارا کیا حال ہے کیسی گزران ہے؟ تو جواب دیتے ہیں کہ داتا دے رہا ہے اور ہم کھا رہے ہیں۔(استغفر اللہ)

حالانکہ اللہ کے بغیر کوئی داتا (دینے والا) نہیں اور اللہ کے سوا کوئی گنج بخش کیا سوئی بخش، تنکا بخش، ذرہ بخش بھی نہیں۔

پاکپتن اور اس کے گردو نواح میں رہنے والوں سے پوچھو تمہاری گزاران کیسی ہے؟ تو جواب دیں گے کہ بابا فرید دے رہا ہے اس کا دیا ہوا کھا رہے ہیں۔ العیاذ باللہ

اسی طرح ہر علاقہ شرک میں خود کفیل ہے اور ہر علاقہ کے علیحدہ علیحدہ رازق ہیں۔ استغفر اللہ

اہل مکہ کا عقیدہ تھا کہ سننے دیکھنے کی طاقت اللہ کے اختیار میں ہے کسی کو دے یا نہ دے، زیادہ دے یا کم دے لیکن ان نام نہاد مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ فلاں قبر و مزار پر جانے سے سننے کی طاقت ملتی ہے فلاں بزرگ کے کنوئیں کے پانی سے آنکھوں کو شفا ہوتی ہے اور بینائی ملتی ہے فلاں ڈھیری کی مٹی میں شفا ہے۔ العیاذ باللہ

اہل مکہ کا عقیدہ تھا کہ زندگی و موت کا مالک صرف ایک اللہ ہے لیکن کلمہ گو مشرک یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ بزرگ بھی زندگی و موت کے مالک ہیں جیسا کہ عبدالقادر جیلانی اور دوسرے بزرگوں کے متعلق جھوٹے قصے بنائے ہوئے ہیں کہ انہوں نے مردوں کو زندہ کیا۔ سیدنا جیلانی کے نام کی گیارھویں دینے کا سبب بھی ایک جھوٹا قصہ بتاتے ہیں کہ ایک مائی نے ایک دفعہ گیارھویں نہیں دی تھی تو پیر عبدالقادر جیلانی نے غصہ میں آکر اس کے بیٹے کو اس کی بارات سمیت غرق کر دیا تھا۔ پھر بارہ سال بعد اس ڈوبے ہوئے بیڑے کو پار لگایا تھا اور اس بارات کے دولہا شاہ دولہ سرکار گجرات والے تھے۔ پھر اپنے ہاتھ سے چارٹ بنا کر اس میں ایک بیڑا دکھایا گیا ہے جس کو ایک بزرگ پانی سے نکال رہے ہیں اور دولہا کی ماں باہر کھڑی دیکھ رہی ہے حالانکہ یہ قصہ سراسر جھوٹا ہے کیونکہ یہ تاریخی طور پر کسی بھی معتبر کتاب سے ثابت نہیں دوسری بات یہ ہے کہ جیسے بیان کیا جاتا ہے کہ گیارھویں فرض نہیں بلکہ کوئی دے تو ثواب ہے نہ دے تو کوئی گناہ نہیں۔(قرآن و حدیث کی رو سے گیارھویں دینا سخت گناہ ہے اور یہ خنزیر کے گوشت کی طرح ہے کیونکہ یہ نذر غیر اللہ ہے) اور مائی گیارھویں کی منکر نہیں ہوئی تھی بس ایک دفعہ اس سے چوک ہو گئی۔

اب غور و فکر کرنے کی بات یہ ہے کہ جب فرض ہی نہیں اور مائی منکر بھی نہیں ہوئی تو اتنی بڑی سزا کہ اس کے بیٹے دولہا کو اس کی بارات سمیت ڈبو کر بارہ سال ان کو پانی میں رکھا اور پیر صاحب غصہ میں اس مائی کو ڈبونا بھول گئے جو اصل قصور وار تھی اور باقی بے گناہوں کو ڈبو دیا۔

پھر یہ بات بھی بالکل بے سروپا ہے کہ بارات کے دولہا شاہ دولہ سرکار تھے کیونکہ شاہ دولہ گیارھویں صدی میں گزرے ہیں اور عبدالقادر جیلانی ان سے تقریباً پانچ سو سال پہلے چھٹی صدی میں گزرے ہیں۔ اب دیکھو اس سارے قصے میں جہالت تھوک کے حساب سے نیلام ہو رہی ہے نہ کوئی سوچتا ہے نہ غور و فکر کرتا ہے بلکہ جو سوچنے اور غور و فکر کرنے کی دعوت دے اس کو وہابی، لامذہب وغیرہ کہہ کر اپنی جان چھڑا لی جاتی ہے یا یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ جہاں کوئی لگا ہے لگا رہنے دو، اس کا ایک مطلب تو یہ ہوا کہ کوئی شرک کر رہا ہے، کوئی بے نماز ہے، کوئی بدکاری کرتا ہے، کوئی حرام کھاتا ہے، کوئی کسی پر ظلم کر رہا ہے سب کو لگا رہنے دو کیسی بے ہودہ بات ہے جس پر اکثریت لگی ہوئی ہے؟

اور کیسی یہ بے تکی بات کہی جاتی ہے کہ جس بات کا پتہ نہ ہو وہ نہیں پوچھی جاتی حالانکہ ایک بچہ بھی یہ سمجھتا ہے کہ جس بات کا پتہ نہ ہو وہ پوچھی جاتی ہے کبھی یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ آپ اور ہیں ہم اور ہیں حالانکہ سب کلمہ گو ہیں اصل میں یہ سب بے سروپا اور بے تکی باتیں کرنے کا مقصد اپنے آپ کو بچانا ہے اور لوگوں کو تحقیق کرنے اور غور و فکر کرنے سے روکنا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر تحقیق کرنے اور غور و فکر کرنے کا حکم دیا ہے اور خالق، مالک ہو کر اپنے غلاموں و نوکروں سے دلائل کے ساتھ بات کی ہے کبھی رات دن کے آنے جانے کے دلائل، بارش برسنے کے دلائل، کبھی چاند و سورج اور ستاروں کے دلائل، کبھی کھیتی باڑی کے دلائل، کبھی انسان کی پیدائش کے دلائل، کبھی جمادات و نباتات اور حیوانات کے دلائل وغیرہ۔

الغرض اللہ تعالیٰ تو بادشاہ ہو کر نقلی و عقلی دلائل دے کر اپنے بندوں، غلاموں سے دلیل کے ساتھ بات کرتے ہیں اور شرک و بدعت کے علمبردار، لوگوں سے تحقیق اور غور و فکر کا حق چھین کر ان کو شرک و بدعت کے اندھیروں میں دھکیلتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معمولی سوجھ بوجھ والا آدمی اور معمولی غور و فکر کرنے والا بھی ان بے عقل باتوں اور بے سروپا قصوں کا باغی و منکر ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ایک دفعہ کشتی میں بیٹھنے والوں نے جب عبدالقادر جیلانی کو پکارا اور کہا کہ اے گیارھویں والی سرکار! یہ کشتی اور اس کی سواریاں تیرے حوالے تو ایک آدمی کشتی سے باہر آ گیا پوچھنے پر اس نے بتایا کہ مجھے جلدی ہے اور جس کے سپرد تم نے یہ کشتی کی ہے وہ بارہ سال پانی میں رکھے گا پھر پار لگائے گا۔ نہ تو میرے پاس اتنا وقت ہے اور نہ ہی میں اتنا عرصہ پانی میں رہ کر غوطے کھانے کی طاقت رکھتا ہوں اب اس آدمی نے معمولی غور و فکر کر کے اہل شرک و بدعت کے مشہور اور محبوب نظریہ و عقیدہ پر چوٹ کر کے اسے پاش پاش کر دیا اور وہ سارے دیکھتے ہی رہ گئے۔ بس ایسے ہی ہیں ان کے سب نظریات و عقائد اور اعمال و افعال جن کی بنیاد اوہام و ظنون اور فاسد خیالات و آراء اور جھوٹی خواہشات اور بے جا خوش فہمیوں پر ہے۔ اللہ ان سے بچائے اور کتاب و سنت کی بصیرت و شعور عطا فرمائے۔ آمین

مشرکین مکہ کا عقیدہ تھا کہ کائنات کا نظام چلانے والا صرف ایک اللہ ہے کہیں رات ہے کہیں دن ہے کہیں سردی ہے کہیں گرمی ہے کہیں بہار ہے کہیں خزاں ہے کوئی غنی ہے کوئی فقیر ہے کوئی خوش ہے کوئی غمگین ہے کوئی تندرست ہے کوئی بیمار ہے۔ کہیں شادی ہے کہیں جنازہ ہے وغیرہ۔ یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہو رہا ہے۔ نام نہاد مسلمانوں اور کلمہ گو مشرکوں کا عقیدہ ہے کہ یہ سارے کام اللہ کے بندے قبروں و مزاروں میں لیٹے لیٹے کر رہے ہیں فلاں قبر سے بخار دور ہوتا ہے فلاں درگاہ سے پھنسیاں دور ہوتی ہیں اور فلاں مزار سے اولاد ملتی ہے۔ فلاں بزرگ سے فلاں ضرورت پوری ہوتی ہے۔ العیاذ باللہ

اب غور و فکر کرنے کی بات یہ ہے کہ مشرکین مکہ سب سے بڑے مشرکین و کافر ہو کر توحید ربوبیت کے تو قائل تھے توحید الوہیت کے منکر تھے یعنی وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ خالق، مالک، رازق، زندگی و موت کا مالک، تدبیر و تصرف کا اختیار رکھنے والا صرف ایک اللہ ہے لیکن اس بات کے منکر تھے کہ تمام عبادتوں (سورنا پکارنا، رکوع و سجدہ، نذر و نیاز، ذبائح و قربانیاں، استعانت و فریاد رسی وغیرہ) کا مستحق صرف ایک اللہ ہے وہ کہتے تھے کہ اللہ کے نیک بندے و بزرگ جن کی انہوں نے مورتیاں و بت بنا رکھے تھے ان کو بھی سورا و پکارا جا سکتا ہے اور ان کے لئے بھی نذر و نیاز اور ذبح کرنا جائز ہے اور ان کے لئے بھی رکوع و سجدہ و طواف جائز ہے اور یہ بھی دستگیر و فریاد رس ہیں۔

لیکن افسوس کی بات ہے کہ یہ نام نہاد مسلمان کلمہ گو مشرک مشرکین مکہ سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گئے کہ یہ توحید ربوبیت کے بھی منکر اور توحید الوہیت کے بھی منکر یعنی جس

کے وہ قائل تھے وہ اس سے بھی منکر' شیطان نے جو کام مشرکین مکہ سے بتوں اور مورتیوں کے ساتھ کروائے وہی کام کلمہ گو مشرکوں سے 'قبروں ومزاروں کے ساتھ کروائے وہ بھی بتوں کی نذرونیاز دیتے تھے اور ان کو پکارتے تھے اور ان کے لئے ذبح کرتے تھے اور وہاں چلہ کشیاں کرتے تھے اور وہاں کپڑے چڑھاتے تھے۔ قبر پرست بھی قبروں کے ساتھ یہ سارا کچھ کرتے ہیں۔ مشرکین مکہ یہ سارا کچھ کرنے کے باوجود کہتے تھے کہ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے جیسا کہ سورہ زمر میں ہے۔

ترجمہ: اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کر دیں۔ (الزمر)

قبر پرست بھی قبروں کے ساتھ یہ سارا کچھ کرنے کے باوجود کہتے ہیں۔ کہ ہم ان کو رب تو نہیں مانتے ہم تو ان کے ذریعہ رب کے قریب ہوتے ہیں۔

تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ (البقرہ ۱۱۸)

ترجمہ: ان کے اور ان کے دل یکساں ہوگئے۔

شیطان ہمیشہ مشرکین ومبتدعین اور گمراہوں کے لئے ان کے اعمال وافعال مزین وخوبصورت کرکے پیش کرتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کے متعدد مقامات پر ہے۔ مثلاً

میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا' شیطان نے ان کے کام انہیں بھلے کرکے دکھلا کر صحیح راہ سے روک دیا ہے پس وہ ہدایت پر نہیں آتے۔ 'کہ اسی اللہ کے لئے سجدے کریں جو آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ چیزوں کو باہر نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو وہ سب کچھ جانتا ہے۔ (النمل ۲۴۔۲۵)

اس لئے شیطان نے قبر پرستوں کو بتوں ومورتیوں پر لگانے کی بجائے ان سے بتوں ومورتیوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے کام قبروں کے ساتھ کروائے کیونکہ مقصود تو کام ہے نام سے نہیں۔ العیاذ باللہ

اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فاسق لوگوں کے حق میں اللہ کی یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے جیسے مشرکین اپنے تمام تر اعترافات کے باوجود اپنے شرک پر قائم ودائم ہیں۔ اسی طرح یہ فاسق بھی ایمان لانے والے نہیں کیونکہ یہ غلط راستہ چھوڑ کر صحیح راہ اور سمت کی طرف آنے کے لئے تیار ہی نہیں ہیں تو ہدایت اور ایمان انہیں کس طرح نصیب ہو؟ اصل میں جب کوئی شخص شر وفساد میں حد سے بڑھ جائے تو اس کے خیر وبھلائی کی طرف آنے کے امکانات معدوم ہو جاتے ہیں اللہ کی سنن وطریقہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے لئے کفر واسلام' ہدایت وگمراہی' خیر وشر واضح کر دیئے ہیں اور ہر ایک کو عقل وشعور اور غور وفکر کی صلاحیت عطا فرما کر اختیار دے دیا ہے کہ چاہے اس کو اختیار کر اور چاہے اس کو۔ دونوں راستوں میں سے کسی کی طرف جبر واکراہ نہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا۔

بے شک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے امتحان کے لئے پیدا کیا اور اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔ ہم نے اسے راہ دکھائی اور اب خواہ وہ شکر گزار بنے خواہ ناشکرا۔ (الدھر۔ ۲'۳)

اب اگر کوئی غلط راہ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے غلط راہ پر چلا دیتے ہیں۔ اب غلطی وقصور اور کسب واختیار تو بندے کا ہے اور قضاوقدر اللہ کی طرف سے ہے۔ جیسے فرمایا

فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ (الصف۔ ۵)

ترجمہ: پس جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ نے ان کے دلوں کو (اور) ٹیڑھا کر دیا۔

یعنی جب انہوں نے علم کے باوجود جہالت کی راہ اختیار کی اور حق پر باطل' ایمان پر کفر اور خیر پر شر کو ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ نے ناراض ہو کر بطور سزا ان کو ہمیشہ کے لئے اپنی ہدایت سے محروم کر دیا اب ابتداء اور کسب واختیار بندہ کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بطور سزا ان کے دل ہدایت سے پھیرتا ہے۔ یہی اللہ کی سنت وطریقہ ہے جس میں تبدیلی نہیں ہوتی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

سو آپ اللہ کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے اور آپ اللہ کے دستور کو کبھی منتقل ہوتا ہوا نہ پائیں گے۔ (فاطر۔ ۴۳)

فوائد:

۱۔ مشرکین عرب توحید ربوبیت (اللہ کا خالق ومالک' رازق' زندگی وموت کا مالک ہونا) کے قائل اور توحید الوہیت (اللہ کا تمام زبانی وبدنی ومالی عبادات کا مستحق ہونا سورنا پکارنا' رکوع وسجدہ' نذر ونیاز اور جانور ذبح کرنا' اس کا حکم وقانون ماننا) کے منکر تھے۔

۲۔ محض توحید ربوبیت کا اقرار فائدہ مند نہیں اور صرف اس سے انسان مسلمان ومومن نہیں ہو سکتا جب تک توحید الوہیت کا اقرار نہ کرے۔

۳۔ حق کے بعد گمراہی ہے جو حق پر نہیں وہ گمراہ ہے درمیانی کوئی راہ نہیں۔

۴۔ شر وفساد اور گمراہی میں انہماک ودوام خیر وفلاح اور ہدایت سے محرومی کا سبب ہے۔

بقیہ کالے پیلے عامل

کرکے عمل شروع کر دینا اسی طرح گھاٹے کا سودا ہے' بے سود اور وقت کا ضیاع ہے۔ جس طرح اوپر عامل صاحب کے واقعہ کے نکلنے والے نتائج صفر ہے۔ بازاری کتب جن میں بہت سے نامور مصنفین کی کتب بھی شامل ہیں انہوں نے بعض وظائف کو پرانی کتابوں سے نقل کرکے پیش کر دیا ہے۔ ان میں اکثر وظائف قاتل ایمان اور شرک کے زہر سے آلودہ ہیں جو خلق الٰہی کی راہنمائی کی بجائے انہیں گمراہ کرنے کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ جادو اور ٹونے کے علاج پر مشتمل وظائف وعملیات پر دسترس حاصل کرنے کے لئے ڈھیروں کتب کے مطالعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ عام قاری کو ان سے فائدے کی بجائے الٹا نقصان ہی پہنچتا ہے۔ سوائے ان چند ایک کتابوں کے جن میں مسنون وظائف بیان کیے گئے ہیں۔ جو لوگ عملیات سیکھنے' کرنے کے خواہش مند ہیں' مسنون وظائف کے ذخیرے میں ان کی راہنمائی کا بیش بہا خزانہ موجود ہے۔ اس سے استفادہ کرنا سب سے نفع بخش سودا ہے' جس کو کرنے میں کسی ہچکچاہٹ سے کام نہیں لینا چاہئے۔

حال ہی میں اردو عربی کتب کا ترجمہ نظر سے گزرا' ان کتب میں درج وظائف کو بہت دل کش انداز میں اس گارنٹی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ کرنے والے کو سو فیصد کامیابی حاصل ہوگی۔ میں نے ان کتابوں پر شرعی نقطہ نظر سے تبصرہ کی خاطر مولانا حنیف یزدانی صاحب سے رجوع کیا تو انہوں نے عملیات کی ان کتابوں کے بعد اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا

رمل' جعفر' مسمریزم' کہانت اور نجوم' دست شناسی وغیرہ یہ سحر ہی کی شاخیں ہیں۔ قرآن وحدیث کی رو سے سحر کفر ہے اور ساحر کافر ہے اور ساحر کی سزا شریعت اسلامیہ میں قتل ہے کیوں کہ اس کے جادو سے کسی کے ہلاک ہونے کا امکان ہوتا ہے۔

سورج' چاند اور ستارے کارخانہ کائنات کے کل پرزے ضرور ہیں۔ یہ سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مخلوقات ہیں اور اس کے حکم کی پابند ہیں۔ انسان مخدوم ہے اور یہ چیزیں خادم ہیں۔ معبود ومختار متصرف فی الکائنات نہیں جیسا کہ اقبال نے بھی فرمایا

ستارہ کیا تری تقدیر کی خبر دے گا
وہ خود فراخی افلاک میں ہے خوار و زبوں

اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات کا خالق' مالک' رازق اور حقیقی بادشاہ ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

نوٹ: شوال کے ماہ میں کوئی سے چھ دنوں کے روزے رکھنا انتہائی فضیلت رکھتے ہیں۔ نبی ﷺ سے منقول ہے کہ رمضان کے ایک ماہ کے روزے اور شوال کے چھ دنوں کے روزے رکھنے سے پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوتا ہے

عیدالفطر اور اس کے تقاضے

محمد امین الرحمٰن بن حنیف

دیکھنا رمضان کی ساری نیک کمائی اس ایک دن میں ہی رائیگاں نہ ہو جائے

عید کا مستحق کون؟

عید......اس لفظ کا معنی ہے لوٹ کر آنے والا......یعنی یہ ایسی خوشی ایسا موقعہ ہے جو کہ ہر سال لوٹ کر آتا ہے۔ فطر کا معنی افطار یعنی روزہ کھولنا ہے۔ مراد اس ترکیب سے یہ ہے کہ رمضان کے روزے کا ایک ماہی سالانہ پیریڈ ختم ہوا......آج مسلمان مسنون خوشی کا اظہار کریں گے جس کا اپنا ایک ضابطہ اخلاق اور دائرہ ہے۔ یہ خوشی اس بات کی ہے کہ مسلمین نے روزہ رکھ کر اپنے رب کو خوش کر کے جنت میں داخلے کے امیدواران میں اندراج کروالیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

للصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه.

روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک اس وقت جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور ایک خوشی اس وقت ہوگی جب اللہ تعالیٰ سے اس کی ملاقات ہوگی۔

تو عید درحقیقت روزے کے مقاصد کو پالینے ہی کی خوشی ہے۔ روزوں کے دوران روزہ دار نے بعض حلال کام بھی ایک ماہ کیلئے روزے کی حالت میں اللہ کے حکم پر ترک کئے رکھے۔ وہ چاہتا تو لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر یہ کام کر سکتا تھا لیکن یہ درجہ احسان پر فائز ہونے کا نتیجہ ہے کہ وہ ایسے کام بھی نہیں کرتا۔

تقویٰ کے حصول کے لئے یہ ایک نادر تربیت ہے۔ رمضان میں نفلی قیام' صدقہ اور تلاوت کلام حکیم کا اپنا ایک مزہ ہے اور اس کا ثواب دیگر مہینوں کی عبادت مالی و بدنی سے ستر گناہ زیادہ ہوتا ہے تو نماز میں بھی اعلیٰ حیثیت درجہ احسان کی ہے اور وہ ہر وقت اپنے آپ کو اللہ کی نگرانی میں تصور کرنا ہے حدیث جبریل میں ہے۔

ما الاحسان یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم؟

اے اللہ کے رسول! عبادت کا اعلیٰ درجہ کیا ہے

تو رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل کو جواب دیا'

ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك

یہ کہ تو اللہ کی عبادت یہ تصور رکھتے ہوئے کرے گا کہ تو خود اسے دیکھ رہا ہے پس اگر تو ایسا نہ کر سکے پس بے شک وہ تجھے دیکھ ہی رہا ہے۔

اسلام چاہتا ہے کہ رمضان میں بندہ تقویٰ کو پا کر متقی بن جائے۔ تقویٰ کے معانی: گناہوں سے بچنا' اللہ کی ناراضگی سے بچنا' اس کے پسندیدہ کام کو انجام دینا اور ناپسندیدہ کام سے بچنا' اس سے رحمت کی امید رکھنا' مایوسی ناامیدی سے بچنا' اس کے احکام کو بجالانا' اس کے منع کردہ کاموں سے بچنا۔

کیا وہ شخص جسے ہم صدقہ فطر کا مستحق سمجھتے ہیں وہ کیا صرف عید کے موقعہ پر ہی تعاون کا مستحق ہے' نہیں بلکہ مواخاۃ مدینہ سے یہ درس ملتا ہے کہ اس کے مستقل روزگار کی کوئی راہ نکالنا ہوگی

تو اللہ نے متقین کو جو نصائح فرمائے ہیں اور تقویٰ کے مفہوم پر جو آیات قرآن میں وارد فرمائی ہیں' وہ تقریباً 259 ہیں۔ اور تقویٰ کے مترادف الفاظ خشی' خاف' اشفق' حذر' خشع' راع' اوجس' وھف وجل' رھب کے الفاظ بھی تفاوت معانی کے ساتھ بیسیوں آیات میں استعمال ہوئے جو کہ اپنے اندر معانی ومفاہیم کے ابلاغ کا بحر ذخار ہیں۔ ہر آیت ایک خطبہ کی حیثیت رکھتی ہے اور ایک ایک آیت پر اگر چاہیں تو کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

ہونا تو یہ چاہئے کہ ہم عید والے دن تقویٰ سے لبریز ہو چکے ہوں اور اللہ کے رنگ میں صحیح طور پر رنگے ہوئے ہوں۔ ہم خلوت وجلوت میں اللہ سے ڈرنے والے اور لوگوں کو بھی اللہ سے ڈرانے والے بن جائیں۔ اللہ کی رضا کو تلاش کرنے والے بنیں۔ اپنا احتساب کرنے والے بنیں اور مواسات پر عمل پیرا ہونے والے بنیں اور اپنے پاس سے نئی نئی خوشیاں عیدیں جشن نہ ایجاد کرتے پھریں۔ اگر ہم نے ایسا تقویٰ پیدا کرلیا تو گویا ہم نے رمضان کا حق ادا کیا اور عید کے مستحق بن گئے۔

صدقہ فطر اور اس کے تقاضے:

عید کا دن آنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا ضروری ہے ایک صاع وزن غلہ جو کہ روزمرہ خوراک ہو وہ ادا کرنا چاہئے۔ یہ مہاجرین مجاہدین یا قریبی یتیم مسکین ہمسایہ ہو ان کا حق ہے جو کہ انہیں ادا کرنا ضروری ہے۔ روزوں کے دوران جو سستی وکوتاہی ہو جاتی ہے' اس کے کفارے کا سبب بنتا ہے۔ اور یہی چیز ہمیں سارا سال جاری رکھنی چاہئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ شخص جس کو ہم صدقہ فطر کا مستحق سمجھتے ہیں اور اسے صدقہ فطر ادا کرتے ہیں' وہ کیا صرف عید کے موقعہ پر ہی تعاون کا مستحق ہے؟ نہیں اس کے مستقل روزگار کی کوئی صورت نکالنا ضروری ہے۔ اخوت اسلامی کا یہ تقاضا ہے۔ مواخاۃ مدینہ کا منظر پیش نظر رکھئے کس طرح کی عظیم الشان و نادر مثال اسلام نے پیش کی ہے۔ مہاجرین وانصار میں بھائی چارہ قائم کیا۔ انصار بھائی اپنے مہاجر بھائی کو گھر لے گیا اور کہا میرے دو کمرے ہیں ایک کمرہ تم لے لو۔ باغیچہ میں سے آدھے درخت تیرے آدھے میرے۔ کس قدر افسوس ہے کہ آج ہماری سستی کوتاہی کی وجہ سے کافر اپنی NGOs کے ذریعے بے روزگار نوجوان کو پیسے روزگار' یورپ امریکہ کے ویزے اور بیوی کے لالچ دے کر قادیانی' عیسائی بنا رہے ہیں۔ ان کے تعلیمی ادارے اسلام سے نفرت کرنے والے' نام مسلمان پیدا کر رہے ہیں کیا ہمارے صاحب حیثیت لوگوں کو اس طرف توجہ کرنے کا وقت ابھی نہیں آیا؟

ایک طرف یہ کافر ثقافتی غزوہ فکری میں مسلمانوں کو مرتد بنا

رہے ہیں تو دوسری طرف مختلف قسم کی فیملی پلاننگ کے ذریعے فحاشی وزنا کاری کو پھیلا رہے ہیں۔ نیز رہی سہی کسر وہ مسلمان ملکوں پر بمباری کر کے انہیں ختم کرنے میں نکال دیتے ہیں۔ ہندوستان' برما' افغانستان' کشمیر' چیچنیا' فلپائن' عراق فلسطین میں ہر جگہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے تو ان کے مقابلے کے لئے مجاہدین کے شانہ بشانہ کھڑا ہونا بھی تقویٰ کا حصہ ہے۔ کافروں کے ستائے ہوئے مہاجرین جن کی نسلیں کیمپوں میں جنم لے کر جوان ہو چکی ہیں' ان کے گھر بنانے اور بسانے کی ضرورت ہے۔ ہم نے ان کے بارے میں کیا سوچا ہے؟ ہم نے عید پہ اپنے کپڑے اچھے اچھے بنالیئے لیکن اپنے ان بھائیوں کو بھول گئے جو آٹھ لاکھ ہندو آرمی کے مقابلہ میں صف آراء ہیں اور اپنی عید جنتوں میں جا کر منانے کا عزم رکھتے ہوئے دن رات اپنی جانیں ہتھیلیوں پر لئے ہوئے کٹ رہے ہیں اور کافروں کو بھی کاٹ رہے ہیں۔ ہم نے ان عورتوں کے لئے کیا کیا جو عید پہ سارا سارا دن کمروں میں بند ہو کر روتی ہیں۔ اس لئے روتی ہیں کہ انہیں ہندوؤں' سکھوں کی قید سے بچانے کے لئے کوئی محمد بن قاسم نہیں آیا۔ ہم نے سحری میں بھی گھروں میں نعمتوں کے ڈھیر خوب لگائے خوب کھایا اتنا کھایا کہ شام کے وقت تک بھی بھوک قریب نہیں آتی تھی اور پھر شام کے وقت ڈھیر لگاتے ہیں۔ انواع واقسام کے کھانے ہیں لیکن ہمیں کافروں کے گھیرے میں آئے ہوئے مسلمان یاد نہیں آتے جن پہ امریکہ اور برطانیہ B-52 بمبار طیاروں کے ذریعے کروز میزائلوں' ڈیزی کٹر تھرموبیرک (آکسیجن کم کر ڈالنے والے اور انتہائی مہلک بموں کی ماں) ایسے بم دن رات برسا کر انہیں ختم کر رہے ہیں۔ ظلم کی جدید سے جدید ترین تکنیک آج یہ کافر اپنے قید خانوں میں مسلمانوں پہ آزما رہے ہیں۔ پھر بھی ہمیں ان کی یاد نہیں آتی۔ ہم نئی نئی عیاشی ڈھونڈنے میں مشغول ہیں۔ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ نے ابھی پہلے رمضان کے 16 روزے ہی رکھے تھے کہ اللہ نے ان کی تربیت آزمانے کا فیصلہ کر لیا اور سترہ رمضان کو دنیا نے یوم الفرقان کا منظر دیکھا کہ دنیا کا سب سے بڑا جاہل اور اس وقت کا فرعون اور بش ابو جہل موت کے گھاٹ اتر گیا۔ صحابہ کے پاس کھانے کے لئے جو کا موٹا آٹا ہوتا تھا' گندم کی روٹی تو شاید انہوں نے دیکھی تک نہ ہو۔

ہم نے کتنے ہی رمضان گزار دیئے لیکن ہم کوئی بدر کوئی احد نہ بچا سکے۔

رمضان کیسا عظیم الشان ماہ ہے کہ اس کی آخری طاق راتوں میں اللہ نے لوگوں کے لئے ہدایت یعنی وحی قرآن وحدیث کے نزول کا آغاز فرمایا اور رمضان میں ہی کافروں پہ فتح عطا فرمائی۔ عید الفطر دراصل تنزیل وحی کے آغاز کی بھی خوشی ہے۔ 27 رمضان کو مکہ فتح ہوا۔ محمد بن قاسم سندھ کو رمضان میں فتح کرتا ہے۔ پاکستان 27 رمضان میں قائم ہوا۔ بہت کم پاکستانی مسلمان ہوں گے جنہیں اس بات کا پتہ ہو۔ افسوس جس سن ہجرت سے ہمیں اسلام کی پہچان حاصل ہونا تھی ہم نے اسے صلیبی نصاب کی سولی پر چڑھا دیا۔

چاہیے تو یہ تھا کہ ہمارے تعلیمی اداروں میں قرآن وحدیث پڑھایا جاتا...... عربی جس کے ذریعے قرآن وحدیث کے قریب ہونا تھا' اس کے فروغ کے لئے بکثرت حکومتی لیول پر ادارے بنتے لیکن اگر حکومت اس بات کا اہتمام نہیں کرتی تو ہم کیوں سوئے ہوئے ہیں؟ ہمیں اگر نبی ﷺ سے واقعی سچی محبت ہے تو پھر ہم ان کی پیاری زبان عربی سے اتنا دور کیوں ہیں اور جس طرح آج انگریزی زبان وثقافت کو پوجا جا رہا ہے' کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ ہمیں نعوذ باللہ نبی ﷺ سے زبانی کلامی منافقانہ انداز کی محبت ہے؟ ہر موقعے کی دعا عربی میں ہے۔ نماز عربی میں' افطار کی دعا عربی میں' عید کے تین دن چلتے پھرتے تکبیرات عربی میں' گھر داخل ودخول کی دعائیں عربی میں کھانے کی دعا عربی میں لیکن اس سب کے باوجود ہم پوری قوم پہ ایک نکمی زبان کو مسلط کر رہے ہیں جو کہ عیسائی کلچر کے فروغ اور اسلام سے غداری کرنے والوں کی فوج تیار کر رہی ہے اور قوم کی اکثریت کو نالائق بنا رہی ہے۔ رمضان کے روزوں کا اہتمام قیام' قیام کے دوران تلاوت کلام حکیم اور لیلۃ القدر کی تلاش میں طاق راتوں کے قیام کے بارے میں فرداً فرداً نبی ﷺ نے فرمایا۔ (جو یہ کام کرے) اللہ ان کے پہلے گناہوں کو معاف کر دیں گے بشرطیکہ ایمان اور احتساب نفس ساتھ ساتھ ہوں۔

ہم صبح وشام ہر طرح کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن ہمیں کافروں کے گھیرے میں آئے ہوئے مسلمان یاد نہیں آتے جن پہ امریکہ وبرطانیہ بی باون طیاروں کے ذریعے کروز میزائلوں ڈیزی کٹر' تھرموبیرک ایسی بموں کی مائیں دن رات برسا کر انہیں ختم کر رہے ہیں...... ہم کب جاگیں گے؟

احتساب نفس:

یہ بھی اپنے آپ کو رسمی مسلمان بننے کی بجائے عملی مسلمان بنانے کی ترغیب ہے۔ ہم نے عمل والا دین بے عملی کی علامت بنا کے رکھ دیا ہے۔ عرب کے بگڑے ہوئے معاشرے کو جونہی ہدایت کی روشنی ملی تو ان کی زندگیاں کس طرح بدل گئیں' تاریخ اس سے بھری پڑی ہے۔ آج ہم ایک ایک رات میں غیر شرعی طور پر سارا قرآن پڑھ جانے کی کوشش تو کرتے ہیں لیکن دو آیات روزانہ سمجھ کر پڑھنے کا' اس پر غور وفکر کرنے اور اس پر عمل کرنے کا وقت ہمارے پاس نہیں۔

روزہ رکھ کر فلمیں دیکھ کر' گانے سن کر یا ٹی وی دیکھ کر یا باتصویر رنگین ناول ورسائل پڑھ کر وقت گزاری کرتے ہیں۔ حالانکہ جس گھر میں کتے اور جاندار کی تصاویر ہوں اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے خیر سے ہمارے بڑے لوگ کتوں کو پالنے کا شوق رکھتے ہیں نبی کے گھر میں کتا گھس گیا تو ہفتوں تک جبریل وحی لے کر نہ آئے۔ نماز کا ترجمہ نہیں سیکھیں گے اور بچوں کو انگلش میڈیم میں پڑھائیں گے۔ اگر گھر میں کوئی معذور بچہ ہو تو اسے مدرسہ میں بھیج دیں گے۔ سودی بنکوں میں رقم جمع ہے۔ کاروبار میں سود ہے۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی جو اسکیموں میں سرمایہ لگا ہے۔ رشوت کا چلن اسی طرح جاری ہے۔ رمضان میں عارضی طور پر بند کر بھی لیا تو باقی گیارہ مہینوں میں اس کی کسر نکال دیتی ہے۔ نماز بھی صرف رمضان میں پڑھنی ہی ہے۔ گلے میں تعویذ' ہاتھ میں کڑا' پاؤں میں کڑا' زبان پہ غیر اللہ کی پکار' شرکیہ عقائد' بدعی اعمال کی بھرمار' ذوق عبادت اور گانے کی عادت پھر کیسے پائیں ہم کیمیائے سعادت؟

انہیں ذوق عبادت بھی ہے اور گانے کی عادت بھی
دعائیں ان کے منہ سے نکلتی ہیں ٹھمریاں ہو کر

تو ہمیں اپنے عقائد واعمال کا احتسابی جائزہ لیتے رہنا چاہئے اور اسے اپنی عادت میں شامل کر لینا چاہئے تاکہ پورا سال ہم اپنے آپ کو اللہ کی نگرانی میں سمجھتے ہوئے گناہوں سے باز رہیں۔ بعض لوگ انما الاعمال بالنیات کا انتہائی ردی اور بازاری معنی کرتے ہیں اور دوسروں سے اسے منوانے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی واضح غیر شرعی حرکت میں مبتلا ہے تو اسے تحفظ دینے کے لئے کہیں گے کہ جی ہو سکتا ہے کہ اس کی نیت اچھی ہی ہو۔ ہم عرض کریں گے کہ اللہ کی رضا والے سارے اعمال شریعت میں موجود ہیں۔ اس کے مطابق عمل ہو اور نیت اللہ کی رضا ہو تب وہ عمل قبول ہوگا۔ اب ساز بجانا شریعت میں حرام ہے' اس سے کس طرح اللہ کو منایا جا سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے روزوں کے احکام کے درمیان میں قبولیت دعا کا مژدہ سنایا ہے۔ فرمایا

واذا سالك عبادى عنى فانى قريب اجيب دعوة الداع اذا دعان فليستجيبوا لى وليومنوا بى لعلهم يرشدون

اے پیارے نبی! میرے بندے آپ سے میرے متعلق دریافت کرتے ہیں پس بے شک میں تو قریب ہوں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے پس اسے چاہیے کہ میری بات (قرآن وحدیث) کو مان لے اور میرے ساتھ کما حقہ

ایمان لائے تاکہ وہ ہدایت پا جائیں۔

اس میں بھی بڑی واضح حکمت ہے کہ رمضان میں دعا قبول ہونے کے مواقع بہت ہیں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میں قریب ہوں۔ اللہ کا ایک اسم صفاتی بھی "قریب" ہے۔ ایک آیت میں ہے میں تمہاری شہ رگ سے بھی قریب تر ہوں۔ اب اکثریت عوام دین سے بے بہرہ اللہ کے علاوہ اوروں کو پکارتی ہے۔ بدعی اعمال کرتی اور جادو کو گناہ نہیں سمجھتی۔ جادوگروں' نجومیوں' کالے پیلے عاملوں کو کافر سمجھنے کی بجائے ان کے زیر اثر ہے تو دعائیں کیسے قبول ہوں گی؟

آج لمحہ فکریہ ہے ان لوگوں کے لئے جو داڑھیاں منڈواتے ہیں یا کٹواتے ہیں کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ کسی نبی یا صحابی نے یہ کام کیا ہو؟ تاریخ سے ثابت ہے کہ یہ کام لوط علیہ السلام کی قوم نے کیا اور اس کے بعد پھر صلیبیوں نے بیت المقدس پر حملوں کے دوران کیا۔ تو کیا رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو دیکھنا گوارا کریں گے جبکہ آپ نے ایسے داڑھی منڈے لوگوں سے چہرہ پھیر لیا تھا۔ داڑھی دین کا شعار ہے فطرت ہے۔ جہاں ختنہ کا حکم ہے اسی حدیث میں داڑھی کا حکم ہے۔ اگر بغیر ختنوں کے لوگ غیر مسلم کہلاتے ہیں تو داڑھی منڈے لوگوں کو فکر کرنی چاہئے اور رمضان کے تقوے کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی اس روش کو بدلیں۔ عید کے دن رستہ بدلنے کی حکمت بھی یہی ہے کہ ہم اپنی غلطیوں کوتاہیوں سستیوں والی ڈگر ترک کریں۔

عیدالفطر کے مسنون وغیر مسنون اعمال

عیدالفطر کے دن کچھ نہ کچھ میٹھی چیز کھا کے جائیں۔ جس راستے سے جائیں' واپسی کسی دوسرے راستے سے آئیں۔ تکبیرات بلند آوازوں میں پڑھیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر کبیرا الحمد للہ کثیرا سبحان اللہ بکرۃ واصیلا اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہی ہیں بہت بہت تعریفیں میں پاک ہے اللہ اس کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں اور کروں گا۔

راستے میں آتے جاتے یہ پڑھنا ہے گھر میں یا باہر بیٹھے ہوئے وقفے وقفے سے یہ پڑھنا ہے۔ اس کے معنی بھی ہم غور سے سمجھیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ یہی ترجمہ صحیح ہے اور بہت بڑا والا ترجمہ غلط ہے۔ ہم اللہ کو اگر سب سے بڑا سمجھتے ہیں تو پھر ہم اپنا حاجت روا مردوں کو کیوں سمجھتے ہیں؟ اگر ہم صدق دل سے اللہ کو بڑا سمجھتے ہیں تو امریکہ اور دیگر کافر مالک کو بڑا کیوں سمجھتے ہیں؟ اگر ہم صدق دل سے اللہ کی بڑائی کو مانتے ہیں اور صرف اسی سے ڈرتے ہیں اور صرف اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی کی عبادت کرتے ہوں تو پھر اللہ نے مومنین کی ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ مومن اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے۔ اللہ اکبر نبی ﷺ کا نعرہ تھا اور جب یہودی خیبر سے نکالے گئے تو یہ نعرہ لگایا:

اللہ اکبر خربت خیبر. واذا نزلنا فی ساحۃ قوم فساء صباح المنذرین.

اللہ سب سے بڑا ہے خیبر کی خرابی ہو۔ اور جب ہم کسی قوم کی صحن میں اترتے ہیں تو ایسی ڈرائی جانے والی قوم کی صبح بری ہوتی ہے۔

آپ اندازہ لگائیں شیطان نے ہمیں کہاں کہاں بھٹکایا۔ اللہ اکبر کے نعرے کی بجائے یا علی' یا فرید یا بابا ہو یا ہجویری حق ہو' ہو ہو ایسے نعرے رواج دیے گئے۔ تو تقویٰ کا یہ تقاضا ہے کہ ہم اپنے عقائد کی اصلاح کریں دین کا پختہ علم حاصل کریں۔ بچوں کو دین کی تعلیم اس شوق سے دلائیں جس شوق سے انگلش میڈیم پڑھا رہے ہیں کہ یہی تعلیم دنیا میں عزت کا باعث بنے گی اور آخرت میں بھی صرف اور صرف یہی دینی تعلیم کام آئے گی۔

عید پہ تحفے تحائف کا تبادلہ کرنا چاہئے۔ خوشبو' کپڑے' اچھے کھانے' دینی کتب (تفسیر وحدیث) اس ذیل میں آتے ہیں۔ عید کے دن جنگی وجہادی کھیلیں اور اسلحے کی نمائش ہونی چاہئے۔ صحابہ

مسلمان دوکانداروں نے عیسائیوں کے کرسمس کارڈز دیکھے تو انہوں نے کہا ہم کیا کسی سے کم ہیں انہوں نے عید کارڈز نکال لئے جن میں سے اکثر لچر پن ہوتا ہے یہ فضول خرچی اور بدعت وگمراہی اور غیر مسلموں کی مکمل مشابہت ہے جو کہ حرام ہے

کرام ایک عید کے دن مسجد نبوی میں جنگی کھیلیں کھیل رہے تھے اور نبی ﷺ مسجد کی دیوار کے ساتھ لگ کر دیکھ رہے تھے۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ ﷺ کے کندھے کے سہارے ان جنگی مشقوں کا معائنہ کیا۔ یہ تھا صحابہ کا عید منانے کا انداز۔

آج ہم پوری کوشش کرتے ہیں کہ ماہ رمضان کی کمائی ہوئی نیکیاں آج عید کے دن عید رات میں ہی برائیوں کے سمندر میں خوب اچھی طرح غرق کر کے رہیں گے۔ نوجوان جوئے اور بدکاری تک پہنچنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ گینگ ترتیب پاتے ہیں اور کسی گندی سے گندی جگہ پر عیاشی پروگرام کے لئے پہنچتے ہیں۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں مترفین' اونچے طبقے کی بابت بتایا ہے کہ جب ہم کسی قوم کو تباہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس قوم کے طبقہ امراء کو برائیوں' اللہ کی نافرمانیوں کی چاٹ لگا دیتے ہیں۔ سپارٹا چھوٹی سے ریاست تھی۔ چاروں طرف سے دشمنوں میں گھری ہوئی جب تک جنگی تربیت میں ہر گھرانا اپنے بچے بھیجتا رہا تو اس وقت تک وہ ناقابل شکست رہے اور جونہی کچھ لوگوں نے اس پروگرام کی مخالفت کی یہ تربیتی مشقتی پروگرام نہ چل سکا۔ یہ ریاست دشمنوں کے سامنے نہ ٹھہر سکی اور وہ لوگ جو دنیا میں مانے ہوئے سخت جنگجو اور مارشل قوم تھے نیست و نابود ہو گئی اور کہا جاتا ہے اسے عیاشی نے تباہ کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے تمہاری مسکینی غریبی کا کچھ خوف نہیں مجھے ڈر ہے کہ جب مال کی فراوانی ہو جائے گی اس وقت دین میں کمزور ہو جاؤ گے۔

چاند رات کو مردوں اور خواتین کی بڑی تعداد خریداری کے لئے نکلتی ہے اور اس قدر رش ہو جاتا ہے کہ جس میں حیاء وایمان کے سب پیمانے ٹوٹ جاتے ہیں حالانکہ اگر خریداری کے لئے عام دنوں میں نکلا جائے تو چیزیں بھی سستی ملتی ہیں اور ایمان کی خرابی بھی کم ہوتی ہے۔

عید کارڈز......ایک صلیبی نقالی

ہمارے بچپن میں انگریزی قاعدہ کے حروف تہجی میں ایکس فار کرسمس کارڈ تھا ہمیں اس کی کچھ سمجھ نہ تھی کہ یہ کیا ہوتا ہے جب ہم ذرا بڑے ہوئے تو عیسائیوں کے کارڈ دیکھے کہ 25 دسمبر کو ایک دوسرے کو دیتے ہیں اس لئے ہمیں یہ کام برا لگتا تھا۔ پھر وہ گرجوں کو جھنڈیوں سے سجاتے تھے پھر جب ہم ذرا جوان ہوئے تو مسلمان دوکانداروں نے سوچا ہم کیا کسی سے کم ہیں انہوں نے عید کارڈز نکال لئے۔ اور آج ایک روپے سے لے کر سینکڑوں روپوں تک کے کارڈز موجود ہیں ان میں قرآنی آیات والے بھی ہوں گے مگر لچر پن لئے کارڈز بھاری تعداد میں ہیں۔ بہر حال عید کارڈز عیسائیوں کی نقالی ہے اور کافروں کی نقالی سے بچنا دین کا حصہ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا من تشبہ بقوم فھو منھم۔ جو کوئی بھی کسی قوم کی نقالی کرتا ہے یعنی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی میں سے ہوگا۔

تو ہمیں ان فضول چیزوں پہ خرچ کرنے سے بچنا چاہئے ہم پر تو بہت سے قرض ہیں وہ قرض چکانے ہیں۔ ان شاء اللہ۔ ہمیں یہ پیسہ' رقم اللہ کے دین کی سربلندی پہ لگانی چاہئے۔ یہ جان اللہ نے دی مال اللہ نے دیا۔ ان کے متعلق سوال ہوگا تو پھر ہم اللہ کو کیا جواب دیں گے؟ جوانی اور مال کے بارے میں بالخصوص سوال ہوگا۔ تو پھر ہمیں ہر غیر مسلم قوم کی مشابہت سے بچنا ضروری ہے۔ ہر روز نماز میں ہم پڑھتے ہیں۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ آمین۔ یا اللہ! ہمیں سیدھی رات راہ (دین حق) پہ چلا۔ ان لوگوں کی راہ پہ کہ جن پہ تو نے انعام کیا (انبیاء صدیقین صحابہ کرام اور اعمال صالح کرنے والے) علاوہ ان لوگوں کی راہ کے جن پر تیرا غضب ہوا اور جو گمراہ ہیں۔ الٰہی قبول فرما۔

تو اس میں انبیاء صحابہ کرام اور ان صحابہ میں سے شہداء اور صالح ترین لوگوں غازیوں کی راہ پر چلنے کی دعا کرتے ہیں غیر مسلموں کی راہ سے بچائے جانے کی دعائیں کرتے ہیں جن پہ اللہ

نے غصہ فرمایا اور جو کہ صریحاً گمراہ ہیں۔ قرآن وحدیث اور محمد ﷺ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ پہلی کتابوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بہت زیادہ خبریں تھیں اور آج بھی یہ خبریں ہندوؤں عیسائیوں یہودیوں کی کتب میں موجود ہیں۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ وہ لوگ تو اسلام قبول نہیں کرتے اور عیاش مسلمان ان کی نقالی کرتے ہیں اور ان کے کلچر سے متاثر ہیں۔ بجائے اس کے کہ ہم مسلمان ان غیر مسلموں کو مسلمان کریں الٹا ہم ان کے سامنے لیٹ رہے ہیں اور اپنے بھائیوں کو ان کے ہاتھوں مروا رہے ہیں اور گرفتار کر کے ان کے حوالے کر رہے ہیں۔ یہ صریحاً منافقت اور غداری ہے۔ ہمیں آج عید کے دن اللہ کے حضور توبہ کرنی چاہئے حکمرانوں کو بھی توبہ کرنی چاہئے اور پہلے کئے ہوئے گناہوں کے دھبے بڑی عظیم نیکیاں کر کے دھونا ہوں گے اور اپنے اعمال ناموں کی ساری سیاہیاں دھو لنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

دامان توکل کی یہ خوبی ہے کہ اس میں
پیوند تو ہو سکتے ہیں مگر دھبے نہیں ہوتے

علی رضی اللہ عنہ عید کے دن سوکھی روٹی کھا رہے تھے پرانے کپڑے ہی پہنے ہوئے تھے تو کسی نے وجہ دریافت کی تو فرمایا

ہمارا وہ دن عید ہوتا ہے جس دن ہم اللہ کی نافرمانی سے بچ جائیں۔ عید نئے کپڑے سے نہیں بلکہ اللہ کی رضا پانے سے ہوتی ہے۔

بہر حال اپنے بچوں کو خرچ دیتے وقت ان بچوں کا خیال ضرور رکھئے گا جن کے والدین کافروں نے قتل کر دیئے ان ماؤں کا خیال ضرور رکھئے گا جن کے بچوں کو کافروں نے قتل کر دیا یا جن کی آنکھیں نکال کر ٹانگیں کاٹ کر اپاہج بنا دیا گیا۔ ان بوڑھوں کا خیال ضرور رکھئے گا جن کی بچیاں کافر فوج اٹھا لے گئی اور آج تک ان کا پتہ نہیں چل سکا یا اجتماعی زیادتیاں کرنے کے بعد قتل کر دی گئیں۔ ایک فلسطینی ماں کو آنکھوں سے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ پاکستانی مجاہدہ کو اپنی بپتا سناتی ہے کہ اسرائیلی فوجی گھر میں آئے بچیوں سے زیادتی کر کے شہید کر دیا میں نے کہا مجھ بڑھیا کو ہی یہ منظر دیکھنے سے پہلے قتل کر دیا ہوتا۔ تو ایک اسرائیلی درندے نے چاقو نکالا اور میری دونوں آنکھوں کو چیر کر ان کا پانی بہا دیا اسی وقت سے اندھی ہوں ہاں میرے عزیز بھائی! بیان کی تلخی معاف' ان تلخ حقائق کو ضرور سامنے رکھنا خود عید منا ؤ لیکن اپنے ذہنوں سے ان مظلوموں کی یاد کو محو نہ کر دینا جن کا دکھ تیرا ہے' جن کے درد تیرے درد ہیں۔

بقیہ غازی

... نہ رہے تھے۔ ابھی وہ تذبذب میں کھڑے سوچ رہے تھے کہ کیا کریں تو اچانک ہم سے 200 میٹر نیچے کی طرف ہمارے اور فوجیوں کے درمیان ایک ہندو چرواہا نمودار ہوا۔ اس نے کندھے پر کلہاڑی رکھی ہوئی تھی جیسے ہی وہ کلہاڑی سورج کی روشنی پڑنے سے چمکی تو فوجیوں نے اسے مجاہد سمجھ کر فائر کھول دیا۔ بہت سی گولیاں لگنے سے وہ ادھر ہی ہلاک ہو گیا اور اس کی دس بارہ بکریاں بھی گولیوں کی نظر ہو گئیں۔ صوبیدار نے پھر فوجیوں کو ترش لہجے میں اوپر چڑھنے کا حکم دیا تو ایک فوجی نے اپنی گن کی ساری گولیاں صوبیدار کے سینے میں اتار دیں۔ اب کچھ تو اسی راستے سے جہاں سے وہ آئے تھے واپس چل پڑے اور کچھ دوسرے راستہ سے نالے کے ساتھ چلنے لگے۔ میں نے بھائیوں سے کہا کہ ہم نالے پہ اوپر بیٹھ کر گھات لگا کر ان کو شکار کرتے ہیں چنانچہ فوراً ہم تیزی سے نالے پہ ایک جگہ بیٹھ گئے۔ دس منٹ کے بعد فوجی باتیں کرتے ہمارے قریب پہنچے تو ہم نے ان پہ فائر کھول دیا۔ ہماری یلغار ان کے آٹھ بندے مردار کر گئی باقی جو بچے انہوں نے پیچھے کی جانب دوڑ لگا دی اور جسے جہاں پوزیشن ملی وہیں پہ ہم سے مقابلہ شروع کر دیا۔ فائرنگ کی آواز سن کر جو اوپر ان کی پوسٹیں تھیں انہوں نے اندھا دھند ہمیں مارنے کے لئے مارٹر شیلنگ شروع کر دیں لیکن صیاد آپ ہی اپنے جال میں پھنس گیا اور ان کے مزید چھ فوجی مردار ہو گئے۔ یہ لڑائی شام تک چلتی رہی رات کا اندھیرا ہوتے ہی ہم اس علاقے سے دور نکل گئے۔ اس طرح مخبروں کی ہلاکت کے ساتھ صوبیدار اور چودہ فوجیوں کی ہتیا ہو گئی۔

جولائی 2003ء کی بات ہے ہم تین بھائی نوشہرہ کے علاقے میں سفر کر رہے تھے۔ ہم آرام کی غرض سے ایک دریائی نالے کے پل کے نیچے بیٹھ گئے۔ اس نالے کے ساتھ ساتھ نوشہرہ جانے والی سڑک تھی اور جس جگہ پل کے نیچے ہم بیٹھے تھے ادھر ارد گرد کی مقامی آبادی کا مین سٹاپ تھا۔ سٹاپ سے نوشہرہ کا بریگیڈ ہیڈ کوارٹر صرف تین کلو میٹر تھا۔ جب ہم آرام کے لئے بیٹھے تو گیارہ بجے کا وقت تھا۔ اسی دوران ہم نے دیکھا کہ ایک لڑکی نے ہمیں بغور دیکھا پھر دیکھنے کے بعد وہاں سے دوڑ لگا دی۔ لڑکی کی عمر بمشکل دس بارہ سال ہو گی۔ یہ علاقہ ایسا تھا کہ یہاں سے کبھی کوئی مجاہد سلامت نہ گیا تھا۔ قریب ہی کیمپ تھا اور ظالمانہ LOC بھی قریب تھا سلئے چاروں طرف ان کی پوسٹیں تھیں' معمول کا گشت بھی ہوتا تھا۔ پھر سب سے بڑی بات کہ یہاں کی مکمل آبادی ہندو اور سکھ تھی اور ہر گھر مخبروں کا اڈہ تھا۔ میں نے بھائیوں سے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ اب یہ لڑکی اپنے گھر جا کر بتائے گی اور گھر کے مرد سیدھے ہیڈ کوارٹر جائیں گے۔ لہٰذا اب مقابلہ اور شہادت یقینی لگتی ہے۔ تو میرا مشورہ یہ ہے کہ مخبروں کے اس گڑھ میں مقابلہ نہ کر سکیں گے لہٰذا آؤ ہم خود آگے بڑھ کر ہیڈ کوارٹر پہ فدائی ایکشن کرتے ہیں۔ یہ طے کر کے ہم وہاں سے ہیڈ کوارٹر کی طرف چل پڑے ابھی ہم دو کلو میٹر ہی چلے تھے کہ ہمیں دور سے آرمی آتی نظر آئی۔ ہم ادھر ہی گل عباسی اور آدمی کے قد کے برابر اگی جھاڑیوں میں چھپ گئے۔ آرمی سے دس میٹر آگے آگے مخبر چل رہا تھا اور 80 کے قریب فوجی خوش گپیاں کرتے اس خیال سے اپنے گنیں کندھوں پہ لٹکائے آ رہے تھے کہ ہم لوگ پل کے نیچے بیٹھے ہوں گے اور وہ آتے ہی ہمارا محاصرہ کر کے ہمیں شہید کر دیں گے اور پھر میڈیا میں دکھایا جائے گا ہماری لاشیں میدان میں پڑی ہوں گی اور وہ لوگ سینہ تانے کھڑے ہوں گے کہ ہم نے اگر وادیوں کا صفایا کر دیا۔ جب آرمی ہم سے سو میٹر دور رہ گئی تو میں نے بھائیوں سے کہا جیسے ہی مخبر میرے سامنے آئے گا میں گرنیڈ آرمی پہ پھینک کر جمپ کر کے مخبر کو پکڑ کر اس کا گلا کاٹوں گا۔ آپ نے گرنیڈ پھٹتے ہی بدحواس فوجیوں پر فائر کھول دینا ہے اور انہیں نشست لیکر جوابی فائر کا موقعہ ہی نہیں دینا۔ چنانچہ جیسے ہی مخبر میرے سامنے آیا میں نے آرمی پہ گرنیڈ پھینکا اور جمپ کر کے مخبر کو دبوچ کر نہایت پھرتی سے تیز دھار خنجر سے اس کی شہ رگ کاٹ دی۔ ایک طرف مخبر کی لاش تڑپ رہی تھی اور دوسری طرف آرمی دم دبا کر پیچھے کی طرف بھاگ رہی تھی اور ساتھی ان کو نشانہ لے لے کر گرا رہے تھے میں بھی فوراً اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کار خیر میں شامل ہو گیا۔ آرمی نے کچھ دور جا کر خود کو سنبھالا اور جوابی فائر کھول دیا۔ تین بجے تک لڑائی ہوتی رہی۔ ہم جھاڑیوں کی اوٹ میں پوزیشنیں تبدیل کر کے مقابلہ کرتے رہے۔ ہم لوگ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کا ورد زبان کئے گولیوں کی بارش میں چلتے رہے۔ ہم لوگ روڈ پہ چل رہے تھے قریب کوئی جنگل یا مضبوط اوٹ نہ تھی۔ سڑک پہ چلتے چلتے ہم نے دیکھا کہ بڑی تعداد میں بلیک کیٹ کمانڈوز بلندی سے نیچے اتر رہے ہیں۔ میں نے بھائیوں سے کہا کہ اس رجھ پہ چڑھ کر نالے میں چلتے ہیں اور پھر آرمی کو دھوکہ دے کر دوسرے نالے میں چلے جائیں گے۔ ہمیں نالے میں اوپر چڑھتا دیکھ کر انہوں نے قریبی پوسٹ سے وکرس گن کا فائر تیز کر دیا۔ ہم اتنی دیر میں پہلے والے نالے کو چھوڑ کر دوسرے نالے میں داخل ہو چکے تھے۔ اب ہم نے مزید چلنے کی بجائے بہتر یہی سمجھا کہ کسی جگہ پوزیشن لے کر بیٹھ جائیں یہاں جنگل یا جھاڑیاں تو تھیں نہیں ہم نے دیکھا قریب ہی دو تین بڑے بڑے پتھر ہیں اور ان کے ساتھ انجیر کا درخت تھا ہم ادھر ہی بیٹھ گئے اور قرآن کی یہ آیات بار بار تلاوت کرنے لگے۔

وجعلنا من بين ايديهم سدا ومن خلفهم سدا فاغشيناهم فهم لا يبصرون

اسی دوران بلیک کیٹ کا ایک گروپ ہمیں تلاش کرتے ہوئے ہمارے پاس پہنچا اور ہم سے چھ میٹر کے فاصلے تک آ کر باتیں کرتے کرتے وہ دوسری طرف نکل گئے۔

شام کے وقت صوبیدار کی قیادت میں فوج نیچے سے اوپر سرچنگ کرتے ہوئے آئی اور ہم سے چند میٹر کے فاصلے پہ ہمیں ان کی باتیں سنائی دیتی رہیں۔ صوبیدار نے وہیں کھڑے کھڑے علاقے کا کریک ڈاؤن کرنے کے بعد پارٹیاں متعین کیں۔ مجھے پتہ چل گیا کہ یہ لوگ کہاں کہاں کھڑے ہوں گے تو میں نے بھائیوں سے کہا اب ہمیں رات چاند کے ڈوبنے تک یہیں بیٹھنا ہے۔ چنانچہ رات کے ساڑھے گیارہ بجے ہم وہاں سے بحفاظت نکل آئے اس معرکے میں مخبر سمیت ان کے گیارہ بندے مردار ہوئے۔

5 نومبر: 1 مار آستین جہادی بوٹ تلے کچلا گیا' مال غنیمت کی بڑی مقدار دے گیا

بارہمولہ' تحصیل بانڈی پورہ کے علاقہ لاگرش پورہ میں انڈین آرمی کے بدنام ترین مخبر کوبرا کو مجاہدین کرام نے گرفتار کرلیا۔ تفتیشی یونٹ نے تحقیقات کرنے کے بعد اسے گولی مار کر ہلاک کردیا اور اس کے قبضہ سے انڈین آرمی کی طرف سے دی گئی۔ایک گن 3 عدد میگزین 250 راؤنڈز ایک عدد پوچ اور ایک گھڑی برآمد کرلی۔

5 نومبر: 8 انسان دشمن بھارتی فوجی موت کے گھاٹ اتار دیئے' 1 زخمی

بارہمولہ' تحصیل بانڈی پورہ کے علاقہ میں فدائیان کتاب وسنت حرکت میں تھے کہ انڈین آرمی نے دن کے 12:00 بجے گھات لگا کر حملہ کردیا۔تمام مجاہدین اللہ کے فضل سے محفوظ رہے۔ بعد میں مجاہدین نے واپس جانے والی آرمی پر ایک مشترکہ گھات لگا کر حملہ کردیا۔ 4 گھنٹے تک مجاہدین کرام اور دشمن میں فائرنگ ہوتی رہی جس میں 8 بھارتی مارے گئے اور ایک زخمی ہوا۔تمام مجاہدین اللہ کے فضل سے کامیاب کارروائی کے بعد محفوظ ٹھکانے پر پہنچ گئے۔

الحمدللہ علی ذالک

بھارتی فوجی ہیڈ کوارٹر پہ فدائی حملہ۔3 فوجی ہلاک۔اننت ناگ 3 فوجی مردار 4 مجاہد شہید

مقبوضہ جموں کشمیر میں مجاہدین نے سری نگر بادامی باغ ہیڈ کوارٹر پہ فدائی حملہ کردیا۔بھارتی ذرائع اور کشمیر میڈیا سروس کے مطابق بھارت نے 3 فوجیوں کی ہلاکت کی تصدیق کردی ہے۔ اس فدائی حملہ کی ذمہ داری المنصورین' الناصرین اور اسلامی فرنٹ نے قبول کی ہے۔ ادھر اننت ناگ میں مجاہدین نے گھات لگا کر فوجی کیمپ پہ راکٹوں سے حملہ کردیا جس میں بھارتی فوج کے مطابق ان کے تین فوجی مردار ہو گئے اور اسی جھڑپ میں چار مجاہد بھی جام شہادت نوش کر گئے۔

بقیہ — اختلاف مطالع

کو خود ہی تسلیم بھی کرلیا ہے۔لکھتے ہیں کہ:

''مشرق ومغرب کی رؤیت میں اتنا فرق ضرور ہے کہ جس دن مغربی دنیا میں چاند نظر آئے گا' مشرق میں نظر نہیں آئے گا''

نیز یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حجاز میں جب غروب آفتاب کا وقت ہوتا ہے' ہمارے یہاں رات کے دس بج چکے ہوتے ہیں۔اہل حجاز چاند دیکھ سکتے ہیں لیکن ہم نہیں دیکھ سکتے''

گویا ہماری رؤیت اہل حجاز کے مقابلہ میں دوسرے دن

ہوگی۔اب اس دورنگی کا جسے آپ علماء کی معتبری' تنگ نظری اور فساد فی الارض سے تعبیر کرتے ہیں'' کا یہ حل پیش فرمایا ہے کہ

''حکومت حجاز رؤیت ہلال کے بعد فوراً اعلان کردے' ہمیں گو اس اعلان کی خبر عشاء کے بعد ملے گی اور ہم ذرا دیر سے اعلان کرسکیں گے۔تاہم اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مشرق سے مغرب تک رات کی گردش زیادہ سے زیادہ 12 گھنٹوں میں ختم ہو جاتی ہے۔تمام زمین اتنی ہی ہے۔دن کی گردش بھی 12 گھنٹوں میں پوری ہوتی ہے چوبیس گھنٹوں میں دونوں گردشیں (یہ رات اور دن کے الگ الگ گردشوں والا لطیفہ بھی کیا خوب بیان فرمایا ہے اور اس کی حقیقت کو بھی یہ رئیس المنکرین ہی بہتر جان سکتے ہیں) ختم ہو جاتی ہے۔اس لئے رات کے کسی حصہ میں ساری دنیا کو مطلع کیا جاسکتا ہے۔دن نکلنے اور تاریخ بدلنے سے پہلے ہم اپنی تاریخ ایک بنا سکتے ہیں۔''

اس حل میں الفاظ کے چکر میں پڑ کر کوئی مطمئن ہو جائے یا اپنے آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کرلے تو الگ بات ہے ورنہ تھوڑا سا غور کرنے سے اس حل کی سطحیت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔سوال یہ ہے کہ یہ ضروری تو نہیں کہ سب سے پہلے چاند اہل حجاز ہی کو نظر آئے (جیسے حضرت معاویہ ؓ کے دور میں چاند شام میں نظر آ گیا لیکن حجاز میں نظر نہیں آیا) یہ بھی تو ممکن ہے کہ چاند سب سے پہلے لندن میں نظر آئے۔اگر ایسی صورت ہو تو دنیا بھر کے لئے اعلان کون کرے گا؟ اور کہاں سے ہوگا؟

ہم بفرض تسلیم سمجھ لیتے ہیں کہ لندن کے مسلمان حجاز کی حکومت کو فوراً رؤیت ہلال سے مطلع کرتے ہیں تو جب لندن میں شام کے چھ بجے ہوں گے' حجاز میں 9 بجے رات کا وقت ہوگا اور پاکستان میں 11 بجے رات' جاپان میں صبح کے 4 بجے جب وہ لوگ روزہ رکھ چکے ہوں گے اور آسٹریلیا میں 10 بجے جبکہ یہاں کے لوگوں کو روزہ رکھے 6 گھنٹے گزر چکے ہوں گے۔جب یہ اعلان آسٹریلیا میں سنا جائے گا تو وہاں کا مسلمان کیا کرے گا؟ آیا روزہ توڑ دے اور اسی دن عید پڑھے یا دوسرے دن؟ اہل حجاز سے دونوں صورتوں میں مطابقت ناممکن ہے۔پہلی صورت تو واضح ہے کہ یہ لوگ ایک دن پہلے عید پڑھیں گے۔دوسری صورت میں یہ لوگ اس وقت عید پڑھیں گے جب اہل حجاز عید کا دن گزار کر رات کا ایک حصہ سو چکے ہوں گے۔تو پھر یہ کیسا اتحاد اور کیا وحدت ہوئی؟ سوچنے کی بات ہے کہ اگر یہ وحدت ممکن ہوتی تو پھر گھڑیوں کو آگے پیچھے کرنے اور بین الاقوامی تاریخی خط تجویز کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ صاحب رسالہ مذکورہ نے اس مشکل کا حل پیش کرتے وقت صرف حجاز اور پاکستان ہی کو کیوں ملحوظ رکھا ہے؟ ظاہر ہے کہ اگر وہ امریکہ یا جاپان یا آسٹریلیا کے وقت کا حجاز کے وقت سے مقابلہ کرتے تو اس مشکل کے حل میں مزید مشکل پیدا ہوتی تھی۔لہٰذا انہوں نے اس طرف سے صرف نظر میں ہی عافیت سمجھی۔

مذہبی تہواروں میں وحدت و اتحاد:

یہ سب تجاویز ''اتحاد بین المسلمین'' کے نام پر پیش کی جاتی ہیں۔سوچنے کی بات ہے کہ آیا اسلام نے تہواروں میں اس قسم کی وحدت کو کچھ اہمیت بھی دی ہے؟ ظاہر ہے کہ اگر فی الواقعہ یہ کوئی اہم چیز ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین ضرور اس اہم کام کی طرف توجہ فرماتے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیسویں رمضان روزہ رکھا تھا۔ رؤیت ہلال کی آس پاس سے شہادت مل گئی تو آپ نے روزہ افطار کرنے کا حکم دیا اور بعجہ دیر عید دوسرے روز کی۔اگر وحدت عید اتنی ہی اہم چیز تھی تو آپ عید کی نماز دیر سے بھی پڑھ سکتے تھے۔عید کی نماز آخر نفلی نماز ہے۔(اور عید الاضحیٰ تو حجاج کے پروگرام میں سرے سے شامل ہی نہیں) تو معمولی تاخیر کے لئے اتحاد بین المسلمین جیسے ''عظیم مقصد'' کا کیوں لحاظ نہ رکھا گیا؟

حضرت کریب والے واقعہ میں حضرت ابن عباس ؓ کو جب مکمل شرعی شہادت کا ثبوت مل گیا تو کیا آپ نے یا معاویہ ؓ نے وحدت عید کی کوشش فرمائی؟ وہ لوگ اسلامی روح کو ہم سے بدرجہا بہتر سمجھتے تھے اور بھلائی کے کاموں پر حریص بھی بہت زیادہ تھے اور اس کام کو سرانجام دینے کے لئے وقت بھی موجود تھا۔

حضرت عمر ؓ جیسے مفکر اور مدبر' جو مصالح عامہ کے بے شمار امور کے موجد سمجھے جاتے ہیں' مدینہ منورہ کی لاکھوں میل پھیلی ہوئی سلطنت پر حسن وخوبی سے کنٹرول کیا۔آپ اگر چاہتے تو کیا ''اتحاد بین المسلمین'' کے اس ذریعہ پر عمل درآمد نہ کرا سکتے تھے؟ بات بات پر مجلس شوریٰ بلا کر فوری فیصلہ صادر فرمادیا کرتے تھے مگر کبھی وحدت عید یا رمضان کا مسئلہ زیر بحث نہ آیا۔اگر اس دور میں بھی ایسی مثال نہیں ملتی تو آج اس مسئلہ پر اس قدر اصرار کیوں ہے؟

اسلام میں عیدین کی حیثیت عبادت اور شکرانہ کی نماز ادا کرنے کی ہے' جشن منانے کی نہیں ہے۔اسلام نے ان دنوں میں عید کی نماز کے علاوہ اور کوئی پروگرام پیش نہیں کیا۔اور حجاج کرام کے لئے تو سرے سے نماز عید الاضحیٰ حج کے ارکان میں شامل ہی نہیں ہے۔

اتحاد بین المسلمین کے لئے شریعت مطہرہ نے جن امور کی تاکید فرمائی ہے' ان میں فرقہ پرستی سے اجتناب' فرض نمازوں کی باجماعت ادائیگی' نظام زکوٰۃ کا قیام' حج کا اجتماع اور ایسے دوسرے بہت سے امور ہیں' ان پر تو آج کا مسلمان کچھ توجہ دینے کو تیار نہیں ہے لیکن دوسرے مذاہب کی دیکھا دیکھی جن کی مذہبی دلچسپی کی انتہا ہی مذہبی تہوار منانے تک محدود ہے' عیدین وغیرہ میں وحدت پر زور دے رہا ہے اور یہ مذہب سے بیگانگت کا لازمی نتیجہ ہے کہ انسان اہم امور سے قطع نظر کرلیتا ہے اور اپنا سارا زور غیر اہم امور پر صرف کرنے لگتا ہے۔(جاری ہے)

قرآن و سنت کی روشنی میں

آپ کے دینی مسائل

مبشر احمد ربانی

عقیقہ کیلئے اونٹ یا گائے کا حکم؟

س: کیا عقیقہ کے لئے اونٹ' گائے ذبح کر سکتے ہیں اس کے متعلق نیل الاوطار میں طبرانی کے حوالے سے جو روایت درج ہے کیا وہ صحیح ہے؟ (حبیب الرحمن' فتح پور گجرات)

ج: عقیقہ کے بارے مسنون یہ ہے کہ بکرے' چھترے ذبح کیے جائیں اونٹ یا گائے ذبح نہ کیے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور میں گائے اور اونٹ کثیر تعداد میں موجود تھے نبی ﷺ نے نہ ہی اونٹ اور گائے کا عقیقہ کیا اور نہ ہی اس میں عقیقہ کے لئے حصہ ڈالا۔ اگر یہ چیز مشروع ہوتی تو نبی ﷺ سے اس کی رخصت ضرور مل جاتی۔ آپ نے عقیقہ میں مینڈھے ذبح کیے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنْ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا

(ابوداؤد کتاب الضحایا فی العقیقہ (۲۸۴۱)

بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ایک مینڈھا عقیقہ کیا اور نسائی کتاب العقیقہ کم یعق عن الجاریۃ (۴۲۳۰) میں الفاظ یوں ہیں۔"

عَقَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِكَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ

رسول اللہ ﷺ نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو دو مینڈھے عقیقہ کیے۔

ام کرز الکعبیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا " عَنْ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنْ الْجَارِيَةِ شَاةٌ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ایک جیسی اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کی جائے۔ (ابوداؤد کتاب الضحایا باب فی العقیقہ (۲۸۳۴) سنن النسائی کتاب العقیقہ عن الجاریۃ (۴۲۲۷)

اس مفہوم کی کئی ایک احادیث صحیحہ موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول و فعل یہی ہے کہ عقیقہ میں بکرے' چھترے ہی ذبح کیے جائیں۔ رہی نیل الاوطار میں طبرانی کی روایت تو وہ موضوع و من گھڑت ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے

امام طبرانی فرماتے ہیں حدثنا ابراہیم بن احمد بن مروان الواسطی حدثنا عبدالملك بن معروف الخياط الواسطى حدثنا مسعدة بن اليسع عن حريث بن السائب عن الحسن عن انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ من وله له غلام فليعق من الابل او البقر أو الغنم (طبرانی صغیر رقم (۲۲۹) ص ۱۰۲ ط جدید مجمع الزوائد کتاب الصید والذبائح باب العقیقہ (۶۱۹۵)

اس روایت کی سند میں درج ذیل علل ہیں۔

۱۔ امام طبرانی کے استاذ ابراہیم بن احمد بن مروان الواسطی کے بارے میں امام دار قطنی فرماتے ہیں لیس بالقوی یہ پختہ راوی نہیں ہے۔ (لسان المیزان ۱/۴۱ میزان الاعتدال ۱/ ۱۳۳ ط جدید المغنی فی الضعفاء ۱/ ۱۵ تاریخ بغداد ۶/ ۵ تاریخ اسلام للذہبی وفیات ۲۸۱/ ۲۹۰ ص ۱۰۰ رقم الترجمہ ۱۰۸)

عبدالملک بن معروف الخیاط الواسطی غیر معروف ہے اور کتب رجال میں اس کا ترجمہ موجود نہیں شیخ البانی فرماتے ہیں" وهو غير معروف ليس له ترجمة فی شیء من كتب الرجال" (ارواء الغلیل ۴/ ۳۹۴)

مسعدہ بن الیسع الباہلی کذاب راوی ہے علامہ ہیثمی مجمع الزوائد میں اس روایت کے بعد فرماتے ہیں "فيه مسعدة بن اليسع وهو كذاب " اس کی سند میں مسعدہ بن الیسع ہے اور وہ کذاب راوی ہے۔ علامہ ذھبی فرماتے ہیں "هالك "کذبہ ابوداؤد' امام ابوداؤد نے اس کی تکذیب کی ہے۔ احمد بن حنبل فرماتے ہیں ہم نے لمبے عرصے سے اس کی روایت کو پھاڑ دیا ہے۔ (میزان الاعتدال ۴/ ۹۸ لسان المیزان ۶/ ۶۹۱) اسے امام احمد' یحیٰی بن معین ابوخیثمہ نے ساقط قرار دیا ہے۔ یحیٰی بن ایوب سے سوال کیا گیا مسعدہ کی روایت کیوں چھوڑی گئی؟ انہوں نے کہا یہ ایسی روایت بیان کرتا ہے جس کا محدثین نے انکار کیا ہے اس نے کہا ہمیں جعفر بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا" میں نے چمگادڑ دیکھی جس کا ختنہ کیا ہوا تھا" (لسان المیزان ۲/ ۱۶۹۲ اس کے مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو الجامع فی العلل للامام احمد ۲/ ۱۸۶ تاریخ کبیر رقم (۲۲۹)

۴: حریث بن سائب التمیمی الھلالی البصری مختلف فیہ ہے۔

اسے ابوحاتم رازی نے ضعیف الحدیث کہا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں لیس بشئی اور ساجی نے کہا ضعیف ہے جبکہ ابن حجر فرماتے ہیں "صدوق يخطى" یحیٰی نے ثقہ' یعقوب بن سفیان نے کہا" شيخ ثبت لا باس به" اور ابن حبان نے کتاب الثقات میں درج کیا ہے ملاحظہ ہو (تحریر تقریب التھذیب ۱/ ۲۶۲)

۵۔ حسن بصری مدلس ہیں اور ان کی روایت معنعن ہے اور مدلس راوی کے بارے یہ قاعدہ اصول حدیث میں موجود ہے کہ جب تک وہ اپنے استاد سے حدیث سننے کی وضاحت نہ کرے اتنی دیر تک اس کی روایت صحیح نہیں ہوتی۔ امام شافعی فرماتے ہیں

لانقبل من مدلس حديثا حتى يقول فيه "حدثنى" او "سمعت" (الرسالۃ ص :۳۸۰ رقم الفقرہ :۱۰۳۵) ہم مدلس راوی سے حدیث قبول نہیں کرتے یہاں تک کہ وہ اپنی حدیث میں حدثنی یا سمعت کہے۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ سند ساقط ہے اور اول سے آخر تک اس میں علل قادحہ ہیں اور سب سے قوی علت مسعدۃ بن الیسع کا کذاب ہونا ہے اور کذاب راوی کی روایت موضوع قرار دی جاتی ہے لہذا یہ روایت جعلی اور من گھڑت ہے اس سے استدلال کرنا درست نہیں اور اس روایت کی تغلیط سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں ہے کہ نفس لعبد الرحمن بن ابی بکر غلام فقیل لعائشه رضی الله عنها عقى عنه جزورا فقالت معاذ الله ولكن ما قال رسول الله شاتان مكافئتان " (بیہقی کتاب الضحایا ۹/ ۳۰۱ ارواء الغلیل ۴/ ۳۹۰)

عبدالرحمن بن ابی بکر کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا اس کی طرف سے ایک اونٹ عقیقہ کروانہوں نے کہا معاذ اللہ لیکن جو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا (وہ ہے) دو بکریاں ایک جیسی علامہ البانی فرماتے ہیں: اسنادہ حسن (ارواء الغلیل ۴/ ۳۹۰)

اس کی سند حسن ہے۔ مذکورہ بالا دلائل سے واضح ہو گیا کہ گائے اور اونٹ عقیقہ میں ذبح نہیں کیے جائیں گے۔ عقیقہ میں مسنون

بھیڑ بکریاں ہی ہیں اور ان کی قلت بھی نہیں ہے۔

عقیقہ کے موقع پر رسوم ورواج؟

س: آج کل عقیقہ کے موقع پر لوگ مہندی وغیرہ کے رسم ورواج کرتے ہیں ان کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ (عبدالکبیر واوی سون سکیسر خوشاب)

ج: اللہ تبارک وتعالی نے ہمیں عبادات ومعاملات میں رسول اکرم ﷺ کے اسوہ کا پابند بنایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کیا لیکن اس موقعہ پر آپ کی خواتین اور دیگر صحابیات کے بارے میں کہیں بھی یہ بات ثابت نہیں کہ انہوں نے مہندی 'گانا بجانا' طبلے سارنگیاں وغیرہ جیسی محرمات کا ارتکاب کیا ہو اور سائل کے سوال سے یہ بات عیاں اور واضح ہے کہ یہ رسم ہے اور رسومات کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں رسومات اغیار قوموں کے طور طریقوں کو کہا جاتا ہے۔ عقیقہ کا صحیح ثواب تب ملے گا جب اسے سنت رسول کے مطابق کیا جائے گا۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ

(صحیح مسلم عن عائشہ رضی اللہ عنہا کتاب الاقضیہ ۱۸/۱۷۱۸)

جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں ہے۔ وہ مردود ہے' لہذا ایسا عمل کبھی بھی اللہ کے ہاں درجہ قبولیت تک نہیں پہنچتا جو شرع کے خلاف ہو اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے بعید ہو۔

خلع طلاق نہیں فسخ نکاح ہے

س: میری بھتیجی کا نکاح عمران اعجاز جو امریکہ میں مقیم ہے سے مورخہ ۱۰ جنوری ۲۰۰۰ کو ہوا تھا اور پھر پاکستان سے رخصتی ۲ مئی ۲۰۰۲ کو ہوئی مگر امریکہ میں لڑکی سے اچھا سلوک نہ کیا گیا لہذا تقریبا ۵ ماہ بعد یعنی ۲۰۰۲/۹/۲۸ کو بذریعہ پولیس لڑکی برآمد کر لی گئی اور واپس پاکستان آگئی دونوں میاں بیوی کے گھریلو حالات کچھ اس حد تک بگڑ گئے کہ صلح کی کوشش کامیاب نہ ہوئی لہذا مورخہ ۲۰۰۳/۲/۲۰ کو عدالت فیملی کورٹ جج صاحب اوکاڑہ میں خلع کی درخواست دی گئی جس نے مناسب کارروائی کرتے ہوئے مورخہ ۲۰۰۳ء/۷/۱۹ کو خلع کی درخواست منظور کرتے ہوئے لڑکی کے حق میں فیصلہ دے دیا اور نکاح کو فسخ قرار دے دیا آپ سے سوال یہ ہے کہ اس ڈگری کے جاری ہونے کے بعد آگے لڑکی کا نکاہ کرنا چاہتے ہیں اس کا شرعی طریقہ کیا ہے؟ (بشیر احمد ضیاء سبزہ زار لاہور)

ج: کتاب وسنت کی نصوص صحیحہ صریحہ کی رو سے خلع فسخ نکاح شمار ہوتا ہے اور عورت ایک ماہواری کی عدت گزارنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کروانے کی مجاز ٹھہرتی ہے کیونکہ خلع طلاق نہیں فسخ نکاح ہے اور اس کی عدت ایک حیض ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص نے سوال کیا

"رجل طلق امراته تطليقتين ثم اختلف منه ايتزوجها؟ قال نعم ليس الخلع بطلاق ذكر الله الطلاق فى اول الاية وآخرها والخلع فيما بين ذلك فليس الخلع شيئى ثم قرأ "الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان" ثم قرأ "فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره" (تفسیر ابن کثیر تحقیق عبدالرزاق مہدی ۱/ ۵۵۳)

ایک شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دیں اور پھر عورت نے اس سے خلع لے لیا کیا اب وہ اس عورت سے شادی کر سکتا ہے؟ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہاں خلع طلاق نہیں اللہ تعالی نے آیت کے شروع اور آخر میں طلاق کا ذکر کیا ہے اور خلع اس کے درمیان ہے۔ خلع کوئی چیز نہیں پھر انہوں نے تلاوت کی "طلاق (رجعی) دوبار ہے پھر اچھے طریقے سے روک لینا ہے یا شائستگی سے چھوڑ دینا ہے" پھر انہوں نے پڑھا۔ اگر (تیسری) طلاق دے دے تو اس کے بعد عورت اس کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرلے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بات کا مطلب یہ ہے کہ طلاق والی آیت کریمہ کی شروع میں اللہ نے دو طلاقوں کا ذکر کیا ہے پھر آگے تیسری طلاق کا ذکر ہے اور خلع ان کے درمیان میں بیان کیا ہے اگر خلع کو طلاق شمار کیا جائے تو تین کی بجائے چار طلاقیں بن جاتی ہیں جس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے لہذا ثابت ہوا کہ خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ نکاح ہے اور اگر کوئی آدمی اپنی منکوحہ کو دو طلاقیں دے چکا ہے پھر اس کے بعد عورت خلع کی ڈگری حاصل کر لیتی ہے اس کے بعد ان کا نکاح آپس میں ہو سکتا ہے کیونکہ خلع کو تیسری طلاق شمار نہیں بلکہ اس کو فسخ نکاح قرار دیا جائے گا۔

امام ابن کثیر اس کے بعد فرماتے ہیں

"هذا الذى ذهب اليه ابن عباس رضى الله عنهما من ان الخلع ليس بطلاق وانما هو فسخ هو رواية عن امير المومنين عثمان بن عفان وابن عمر وهو قول طاؤس وعكرمه وبه يقول احمد بن حنبل واسحاق بن راهويه وابوثور وداؤد بن على الظاهرى وهو مذهب الشافعى فى القديم وهو ظاهر الآية الكريمه" (ابن کثیر ۱/ ۵۵۳)

یہی وہ بات ہے کہ جس کی طرف عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما گئے ہیں کہ خلع طلاق نہیں فسخ نکاح ہے اور یہی روایت امیر المومنین عثمان بن عفان اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے ہے۔ اور امام طاؤس اور عکرمہ کا بھی یہ قول ہے اور یہی بات امام احمد' امام اسحاق بن راھویہ' امام ابو ثور' امام داؤد ظاہری کہتے ہیں اور امام شافعی کا قدیم مذہب بھی یہی ہے اور یہی بات آیت کریمہ سے ظاہر ہے۔ بعض ائمہ کے نزدیک خلع طلاق بائن ہے لیکن اس کی کوئی پختہ دلیل موجود نہیں۔ قرآنی آیت کے ظاہر سے یہی معنی متبادر ہوتا ہے۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ خلع والی عورت کی عدت ایک حیض ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةَ اخْتَلَعَتْ مِنْهُ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَّتَهَا حَيْضَةً

(ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی الخلع (۲۲۲۹) ترمذی کتاب الطلاق باب ما جاء فی الخلع (۱۱۸۵) المستدرک علی الصحیحین ۲/ ۲۰۶ (۲۸۷۹) اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح کہا اور امام ذھبی نے ان کی موافقت کی ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: بلاشبہ ثابت بن قیس کی بیوی نے ان سے خلع لیا تو نبی ﷺ نے اس کی عدت ایک حیض قرار دی۔

امام خطابی فرماتے ہیں "هذا ادل شئى على ان الخلع فسخ وليس بطلاق لان الله تعالى قال "وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ (البقرہ:۲۲۸) فلوكانت هذه مطلقة لم يقتصر لها على قرء واحد" انتهى (معالم السنن ۳/ ۶۵۶ تحفۃ الاحوذی ۴/ ۴۰۷)

یہ سب سے بڑی دلیل ہے اس بات پر کہ خلع فسخ نکاح ہے طلاق نہیں اس لئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا "طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں اگر خلع لینے والی عورت مطلقہ شمار ہوتی تو نبی ﷺ اس کے لئے ایک حیض عدت گزارنے پر اقتصار نہ کرتے۔

مذکورہ روایت کو بعض راویوں نے مرسل بھی بیان کیا ہے لیکن جب کوئی روایت ایک طریق سے مرسل اور دوسرے طریق سے موصول مروی ہو تو روایت موصول ہی سمجھی جاتی ہے اور یہ کوئی علت قادحہ نہیں ہوتی جیسا کہ اصول حدیث کی کتب میں واضح ہے۔

امام ترمذی اس مسئلہ میں اہل علم صحابہ کا اختلاف نقل کرنے کے ساتھ امام اسحاق بن راھویہ کا قول کہ مختلعہ کی عدت ایک حیض ہے کے بارے نقل کرتے ہیں

"وان ذهب ذاهب الى هذا فهو مذهب قوى" (ترمذی مع تحفہ ۴/ ۴۰۸)

اگر کوئی شخص اس پر عمل کرے تو یہ مذہب قوی ہے۔

ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

"انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دور میں اپنے شوہر سے خلع لیا تو نبی ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ایک حیض تک عدت گزاریں۔"

یہ حدیث بھی صحیح ہے امام ترمذی فرماتے ہیں "حدیث الربیع بنت معوذ الصحیح انها امرت ان تعتد بحیضة "ربیع بنت معوذ کی حدیث صحیح ہے کہ انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ایک حیض عدت گزارے۔ (ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ۲/۴۰۶ ابن ماجہ باب عدۃ المختلعہ

مذکورہ بالا دلائل صحیحہ صریحہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ جس عورت نے اپنے شوہر سے خلع لے لیا ہو اس کی عدت ایک حیض ہے تین نہیں اور وہ ایک حیض عدت گزارنے کے بعد اگر کسی دوسرے آدمی سے شادی کرنے کی خواہش مند ہو تو کرا سکتی ہے۔ اس میں شرعی طور پر کوئی قباحت نہیں۔ دلائل کی رو سے یہی موقف قوی و درست ہے۔ جو لوگ خلع کو طلاق شمار کرتے ہیں ان کے پاس کوئی واضح اور پختہ دلیل نہیں ہے۔ ان کے نزدیک تین حیض عدت گزار کر اس کا عقد ثانی ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم

واقعہ وفات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

سوال: اھل سنت کی کتاب تاریخ حبیب السیر جزء سوم جلد اول ص ۵۸ میں لکھا ہے کہ ربیع الابرار اور کامل السفینہ میں ہے کہ ۵۷ھ میں معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے یزید کی بیعت لینے کی خاطر امام حسین علیہ السلام، عبداللہ بن عمر، عبدالرحمن بن ابی بکر اور عبداللہ بن الزبیر کو یزید کی بیعت کے بارے دکھ پہنچایا۔ بی بی عائشہ نے یزید کی بیعت لینے کے بارے معاویہ کو برا بھلا کہا معاویہ نے کسی عزیز کے گھر کنواں کھدوایا اور گھاس سے اس کا منہ بند کر دیا اور اس پر آبنوس کی کرسی رکھدی تو بی بی عائشہ کو دعوت دی اور مہمان بنا کر اس کرسی پر بٹھایا بس بیٹھنے کی دیر تھی کہ اماں جی اس کنویں میں گر گئیں معاویہ نے کنواں بند کروادیا اور مدینہ سے مکہ چلا گیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بی بی عائشہ کی وفات واقعی اس طرح ہوئی یا کہ اصل طبعی موت واقع ہوئی صحیح بات کیا ہے۔

ج: اولا یہ بات یاد رہے کہ ربیع الابرار کامل السفینہ کتابوں کی کوئی حیثیت نہیں ان کے مؤلفین نامعلوم ہیں اور اہل سنت کے ہاں ان کتب کا کوئی مقام نہیں اور ان کے مؤلفین کا مذہب کیا تھا سنی، شیعہ، خارجی، معتزلی اور یہ کس صدی اور سن میں پیدا ہوئے کہاں کے رہنے والے تھے ان کی علمی حیثیت کیا تھی، محدثین کے ہاں ان کی توثیق و تعدیل یا تجریح و تقدیح معلوم نہیں۔ تو ایسے مجہول مصنفین کی بات کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ محدثین کے ہاں تو روایت کی درستگی کے لئے سند و متن کا صحیح ہونا ضروری ہے اور جس بات کی کوئی پختہ سند ہی نہ ہو اسے قابل حجت کیسے مان لیا جائے۔ اھل سنت کے ثقہ امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں۔

"الاسناد عندی من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء ولکن اذا قیل له من حدثك؟ بقی" میرے نزدیک سند دین میں سے ہے اگر سند نہ ہوتی تو جو شخص جو کچھ چاہتا کہہ دیتا لیکن جب اسے کہا جائے تجھے کس نے بیان کیا ہے؟ تو وہ خاموش ہو جائے گا۔ (الاسناد من الدین ص: ۱۷)

عتبہ بن ابی حکیم بیان کرتے ہیں کہ وہ اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ متروک کے پاس تھے۔ اور اس ضعیف و متروک راوی کے پاس امام زھری بھی موجود تھے۔ اسحٰق بن عبداللہ بن ابی فروہ کہنے لگا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ [illegible] امام زھری نے اسے کہا: قاتلك الله یا ابن ابی فروه ما اجرأك علی الله؟ لا تسند حدیثك تحدثنا بأحادیث لیس لها خطم ولا أزمة (الاسناد ص: ۱۸)

اللہ تجھے ہلاک کرے اے ابن ابی فروہ تو اللہ پر کتنا دلیر واقع ہوا ہے؟ اپنی روایت کی سند بیان نہیں کرتا تو ہمیں ایسی روایات بیان کرتا ہے جن کو کوئی لگامیں اور مہاریں نہیں ہیں خطام و زمام اس لگام کو کہتے ہیں جس کے ساتھ اونٹ کو چلایا جاتا ہے۔

یعنی جیسے اونٹ کو مہار و لگام کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے اور اس کی حرکت سے اونٹ کا چلنا معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح احادیث کی پہچان وضبط اس کی اسانید و رجال سے ہوتی ہے۔ اور جس اونٹ کی لگام نہ ہو وہ انسان کے قابو میں نہیں رہتا اور بھاگ جاتا ہے۔ لہٰذا اسانید کے بغیر روایات قابل اعتبار نہیں۔ اور دشمنان صحابہ کرام کا یہی وطیرہ ہے کہ وہ جعلی اور من گھڑت روایات کو بنیاد بنا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اور اللہ تعالی انہیں ہدایت نصیب کرے۔ آمین

ثانیا: یہ واقعہ تاریخی اعتبار سے بھی درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ یزید کی ولی عہدی کی بیعت ۵۶ھ میں لی گئی تھی اور عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم صحیح قول کے مطابق ۵۳ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ ملاحظہ ہو ولی الدین خطیب تبریزی کی کتاب اکمال فی اسماء الرجال" ص ۶۳ تقریب ص ۱۹۹ الکاشف للذھبی ۱/۶۲۲ خلاصہ خزرجی ۲/۱۲۶)

لہٰذا یہ واقعہ درست نہیں کیونکہ ۵۳ھ میں فوت ہونے والے صحابی دوبارہ زندہ ہو کر ۵۷ھ میں اس دار فانی میں آ گئے تھے۔

ثالثا:

واقعہ وفات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یوں ہے کہ امیر معاویہ کی خلافت کا آخری زمانہ ہے اس وقت ان کی عمر ۶۷ برس تھی ۵۷ ہجری میں ماہ رمضان میں بیمار ہوئیں چند روز تک علیل رہیں کوئی خیریت دریافت کرتا تو فرما دیتیں اچھی ہوں جو لوگ عیادت کو آتے بشارت دیتے۔ فرماتیں کاش میں پتھر ہوتی کاش میں کسی جنگل کی جڑی بوٹی ہوتی۔ اور پھر حکم دیا کہ مجھے بقیع غرقد میں رات کو دفن کیا جائے۔ ان پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھا اور ان کی قبر میں عبداللہ اور عروہ دونوں بھائی جو زبیر کے بیٹے تھے اور قاسم بن محمد بن ابی بکر، عبداللہ بن محمد بن ابی بکر اور عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی بکر اترے رضی اللہ عنہم اجمعین

ملاحظہ ہو سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا ص ۱۵۲-۱۵۵، اسد الغابہ ۷/۱۸۹ اکمال فی اسماء الرجال ص ۶۱۲ الاصابہ ۸/۲۳۵ الاستیعاب ۴/۴۳۸، ۴۳۹ وغیرھا

اس سے معلوم ہوا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا اپنی طبعی موت سے اس دار فانی سے رخصت ہوئیں اور عشاء کی نماز کے بعد رات کو ان کا جنازہ پڑھا گیا ان کے بھتیجوں اور بھانجوں نے انہیں قبر میں اتارا اور بقیع غرقد میں دفن کی گئیں سوال میں ذکر کردہ افسانے کی کوئی صحیح سند موجود نہیں یہ دشمنان صحابہ کرام کی وضع کردہ کہانی ہے حقیقت سے کوسوں دور ہے۔ کوئی بھی صاحب عقل و خرد اس واقعہ کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

زمزم کے فوائد

س: کیا کسی صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے اللہ تعالی اسے پورا کر دیتا ہے اور اس کی فضیلت میں محدثین کے ہاں کوئی صحیح حدیث موجود ہے۔ دلائل سے واضح کریں۔ (رابعہ لاہور)

ج: بلاشبہ آب زمزم کے فضائل بہت زیادہ ہیں اور یہ اللہ تبارک و تعالی کی آیات بینات میں سے ایک واضح نشانی ہے اور کثیر البرکات ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "خیر ماء علی وجه الارض ماء زمزم فیه طعام الطعم وشفاء السقم"

(المعجم الکبیر للطبرانی ۱۱/۸۱ (۱۱۱۶۷) الترغیب والترھیب (۱۷۵۳) الجامع الصغیر مع فیض القدیر ۳/۶۵۱ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۳/۴۴-۴۶ احادیث مختارہ للضیاء المقدسی) مجمع الزوائد ۳/۲۸۶ علامہ ہیثمی اور امام منذری نے اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ابن حبان نے صحیح اور سیوطی نے حسن قرار دیا ہے۔ اسی طرح ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "زمزم طعام طعم وشفاء سقم" زمزم پینے والے کو سیراب کرنے والا اور بیماری سے شفاء ہے۔

الترغیب والترھیب (۱۷۵۴) مسند بزار (کشف الاستار ۱/۱۱۷۱)

باقی صفحہ 31 پر

قسط نمبر 4

شرک و بدعات

کالے پیلے عاملوں کی وارداتیں اور اُن کا خوفناک انجام

کیا ٹیلی پیتھی کا عملیات کے ساتھ تعلق ہے؟

اس سے پہلے کہ میں اس سوال کی وضاحت، عمل کا تعارف اور اس کو کرنے کی صورت میں پہنچنے والے نقصانات کو اپنے سالہاسال کے تجربات کی روشنی میں بیان کروں تا کہ آپ کو صحیح حقیقت کی تہہ تک پہنچنے میں آسانی رہے۔ میں سمجھتا ہوں پہلے آپ کو اخباری اشتہارات کے ذریعے لوگوں کو بے وقوف بنا کر لوٹنے والے نوسر بازوں کے طریقہ واردات سے آگاہ کروں تا کہ وہ سیدھے سادھے افراد جو ان اشتہارات سے متاثر ہو کر آسانی سے دھوکہ دہی کا شکار ہو سکتے ہیں، وہ قبل از وقت ان کورسز سے پہنچنے والے نقصانات اور گمراہی سے بچ جائیں۔

ڈاکٹر صاحب کا وہ اشتہار پڑھ کر جس کا آپ پہلے مطالعہ کر چکے ہیں، ہم نے ان کے دیئے ہوئے پتہ پر مزید تفصیلات کے لئے خط ارسال کیا۔ اس کے جواب میں انہوں نے ہمیں ایک بروشر بھیجا۔ اس میں درج چند پیراگراف اور سادہ لوح افراد سے بھاری رقوم ہتھیانے کے لئے مختلف کورسز کی تفصیلات پڑھنے کے بعد آپ کو بخوبی اندازہ ہوگا کہ اس قسم کے انسٹی ٹیوٹ نہ صرف غیر اسلامی افکار کا کھلے عام پرچار کر کے لوگوں میں گمراہ کن نظریات کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان سے اس کا معاوضہ بھی وصول کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اپنے تعارفی بروشر میں رقمطراز ہیں کہ

"موجودہ دور میں علم کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ ہر روز ایسی ایسی نئی کتب اور نظریات سامنے آ رہے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے اور بلاشبہ محسوس ہوتا ہے کہ انسان ستاروں پر کمند ڈال رہا ہے۔ لیکن ہر طالب علم میں اتنی استطاعت نہیں کہ وہ ان مہنگی کتابوں کو خرید سکے۔ ہر طالب علم انگریزی زبان میں اتنی مہارت نہیں رکھتا کہ وہ ان کتابوں کو سمجھ سکے اور ان کے مفہوم سے فائدہ اٹھائے۔ ان تمام باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے انتہائی نیک نیتی اور خلوص کے جذبے کے ساتھ یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جدید نفسیاتی علوم کو ہر اس طالب علم تک پہنچایا جائے جو اسے سیکھنے اور اس کے ذریعے اپنی زندگی میں مثبت تبدیلی کا خواہاں ہے۔ جب مجھے کوئی طالب علم دور دراز سے خط بھیجتا ہے تو مجھے بے حد خوشی ہوتی ہے اور جب ان لیکچرز کے مطالعہ کے بعد وہ خط لکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اسے ان لیکچرز سے علم کی روشنی بھی ملی ہے اور حوصلہ بھی تو میں ذات باری تعالیٰ کا شکر گزار ہوتا ہوں کہ اس نے مجھے ان علوم کو پہنچانے کی سعادت عطا کی۔"

محترم ڈاکٹر صاحب اپنے انسٹی ٹیوٹ کے مقاصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ہپناٹزم اور پیرا سائیکالوجی نفسیات کی ایک شاخ ہے۔ یہ ایک جدید نفسیاتی علم ہے جو ہمارے ماورائے حس ادراک، ٹیلی پیتھی، ہپناٹزم، ارتکاز توجہ، مراقبہ، شعور کی بدلی ہوئی حالت، برقی مقناطیسی توانائی، شعوری اور تحت الشعور ذہن سے بحث کرتا ہے۔ ہپناٹزم کی مدد سے آپ نہ صرف اپنے اندر بلکہ رشتہ دار اور دیگر افراد میں مثبت تبدیلیاں پیدا کر سکتے ہیں۔ بے اعتمادی، بے چینی، گھبراہٹ، اکتاہٹ، خوف، نشے، غصے اور تمام بری عادات سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔ امتحان میں اعلیٰ کامیابی، ارتکاز توجہ، دوسروں کو متاثر کرنا، فاقے اور دوا کے بغیر وزن کم کرنا، ذہنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا، ترقی اور آمدنی کے نئے راستے تلاش کرنے کے لئے تحت الشعوری (Sub-conscious mind) ذہن کو متحرک کرنا شامل ہے۔ اگر مرض ناقابل علاج، ناقابل تشخیص ہو یا دوا اثر نہ کرے تو ہپناٹزم پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ ایک جدید نفسیاتی اور سائنسی طریقہ علاج ہے۔ ڈاکٹرز، ہومیوپیتھک، حکماء اور روحانی معالجین کے لئے نادر موقعہ۔ اس کے علاوہ ریکی، مراقبہ جیسے علوم بھی سکھائے جاتے ہیں۔ پیرا سائیکالوجی، مراقبہ اور ہپناٹزم کی مدد سے آپ اپنی زندگی کو با مقصد، پر وقار اور کامیاب بنا سکتے ہیں اور ہر ناممکن کو ممکن میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات استفادہ کر سکتے ہیں۔ آپ ادارے کے ان لیکچرز کا مطالعہ یقین اور سنجیدگی سے کرنے کے بعد اپنے اندر ایک نیا جوش، نیا جذبہ، نیا ولولہ اور نئی توانائی محسوس کریں گے۔ اپنی ذات کو زندگی کے رحم و کرم پر مت چھوڑیئے۔ منفی طرز فکر ختم کیجئے اور مثبت طرز فکر اپنایئے۔ خوشی اور کامیابی آپ کی منتظر ہے لیکن یہ فیصلہ تو بہرحال آپ کو کرنا ہے کہ آپ اپنی موجودہ زندگی سے مطمئن ہیں یا اس میں خوشگوار تبدیلی چاہتے ہیں۔ فیصلہ آپ کیجئے۔ کامیابی کا راستہ ہم بتائیں گے۔ کل کا انتظار کیوں؟ غریب وہ نہیں جس کے پاس دولت نہیں، پرانی روش چھوڑیئے، نئی روش اپنایئے۔ آپ ادارے سے کوئی ایک کورس کیجئے طریقہ تعلیم پسند آئے تو تعلیم جاری رکھئے ورنہ سمجھ لیجئے ایک تجربہ ہی سہی۔ ادارے کی طرف سے اس وقت درج ذیل کورسز پیش کئے

نبی ﷺ نے تعویذ لٹکانے سے مطلق ہی منع کیا ہے چاہے وہ قرآنی ہو یا شیطانی۔ عموماً تعویذات میں شیاطین اور بڑے بڑے کافروں کو پکارا جاتا ہے ان کے نام لکھے جاتے ہیں اور بحق فلاں اور بحرمت فلاں لکھا ہوتا ہے جو کہ شرک ہے اور شیاطین اور عاملین کا اسلام و ایمان سے رشتہ کٹ جاتا ہے

"جا رہے ہیں۔۔۔۔۔رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال کیجئے۔"

یہ تھا ڈاکٹر صاحب کے انسٹی ٹیوٹ کا تعارف اور طریقہ واردات۔

پاکستان میں جو لوگ اس قسم کے علوم سیکھنے میں عمر عزیز کا بہترین حصہ ضائع کر چکے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ٹیلی پیتھی، ہپناٹزم اور پیرا سائیکالوجی حقیقت میں جھوٹ اور فرضی خیالات پر مبنی ہے۔ پاکستان میں ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کے فرسودہ نظریات عام لوگوں تک پہنچانے میں مقبول عام قسط وار ناول "دیوتا" نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ مصنف نے اس ناول میں فرضی کرداروں کو ان علوم پر دسترس حاصل ہونے کی بدولت لامحدود طاقتوں کا مالک دکھایا۔ اس کے علاوہ اس کے دیکھا دیکھی بعض ناعاقبت اندیش مصنفین نے دولت کے حصول کی خاطر ان موضوعات پر متعدد کتب تصنیف کیں جنہیں پڑھ کر ہزاروں نوجوانوں نے اپنی زندگیاں برباد کر ڈالیں۔ میرے علم میں بہت سے ایسے نوجوان ہیں جو ان کتابوں کی مدد سے ان علوم پر دسترس حاصل کرنے کے چکر میں ذہنی توازن کھو بیٹھے۔ اب میں آپ کو اصل حقیقت سے آگاہ کروں گا کہ آخر وہ کون سی وجہ ہے جس کے باعث کتابوں سے پڑھ کر ٹیلی پیتھی سیکھنے والوں کی اکثریت مختلف مصائب کا شکار ہو جاتی ہے یا ان کا ذہنی توازن برقرار نہیں رہتا۔

حقیقت یہ ہے کہ ٹیلی پیتھی وغیرہ پراسرار علوم کی ایک قسم ہے حالانکہ اس عمل کو کرنے کے دوران نہ تو کوئی شرکیہ کلمات ادا کرنے پڑتے ہیں اور نہ ہی کوئی موکل حاضر ہوتا ہے۔ اس کے باوجود اس عمل کو کرنے والے دس فیصد لوگ ناتجربہ کاری یا استاد کی لاپرواہی کے سبب اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں جبکہ 80 فیصد کا ذہنی توازن خراب ہو جاتا ہے۔ صرف دس فیصد ایسے بدنصیب ہیں جو اس عمل میں کامیابی حاصل کر کے ظاہری نمود و نمائش اور عارضی دنیاوی کامیابی سے ہمکنار ہو جاتے ہیں لیکن اپنی عاقبت تباہ کر دیتے ہیں۔ اکثر لوگوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ ٹیلی پیتھی علم نفسیات کی ایک شاخ سے تعلق رکھتی ہے لیکن میں اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ اس عمل کا شمار شیطانی علوم میں تو کیا جا سکتا ہے لیکن اس کو نفسیات کی ایک شاخ قرار دینا صریحاً دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر صاحب نے علوم کے جو فوائد گنوائے ہیں ان کا حقیقت سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ جو لوگ اس قسم کے مذموم دھندوں کے ذریعے لوگوں کی زندگیوں سے کھیل رہے ہیں، انہیں روز قیامت اللہ کے حضور جواب دہی کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ بعض عامل حضرات یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے سخت محنت کے ذریعے اس علم (ہپناٹزم وغیرہ) کو حاصل کیا ہے، وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ ان پیشہ ور عاملوں نے اس کا باقاعدہ عمل کیا ہوتا ہے لیکن عام لوگوں کو سچ بات بتانے کی بجائے حقیقت کے برعکس بے سروپا اور جھوٹی معلومات کے ذریعے اصل حقیقت کو ظاہر نہیں کرتے۔ یہ اور وہ تمام عملیات جو عام بازاری کتب میں کثرت کے ساتھ ملتے ہیں، کبھی بھول کر بھی ان کتب سے عملیات میں مدد نہیں لینی چاہئے۔

اگر میرے پاس جن ہوتے تو میں کشمیر نہ آزاد کرا لیتا

میں ایک نوسرباز کو جانتا ہوں جس کا تعلق گوجرانوالہ سے ہے۔ اس نے یہ عمل کیا ہوا تھا۔ میرے ایک جاننے والے بھی اس کی کرامت سے متاثر ہو کر اس کے گرویدہ ہوئے۔ بعد میں اس کا انجام کیا ہوا، اس کی تفصیل وہ خود بیان کرتے ہیں۔

"میرا نام شیخ امجد صدیق ہے۔ میرا بڑا بھائی جس کی اس وقت عمر 31 سال ہے، اس کو وہم کی بیماری ہو گئی۔ ہم تقریباً 8 سال سے اس کا علاج کرا رہے ہیں۔ اس عرصہ میں علاج کی غرض سے تقریباً 30 کے قریب دم درود کرنے والوں سے رابطہ کیا۔ ان میں عیسائی، پیر، مولوی، شیعہ، سنی، دیوبندی یعنی ہر جگہ گیا ہوں۔ ان کے ایک مرتبہ گھر آنے کی فیس 200 سے 500 روپے تک بھی ادا کرتا

پاکستان میں جو لوگ پراسرار علوم سیکھنے میں عمر عزیز کا بہترین حصہ ضائع کر چکے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ٹیلی پیتھی، ہپناٹزم اور پیرا سائیکالوجی حقیقت میں جھوٹ اور فرضی خیالات پر مبنی ہیں۔ ان فرسودہ نظریات کو پاکستان میں عام کرنے میں مقبول عام قسط وار ناول "دیوتا" نے اہم کردار ادا کیا

رہا ہوں۔ ہر پیر کا علیحدہ طریقہ علاج اور مختلف تشخیص تھی۔ تمام تر کوششوں کے باوجود آج بھی میرے بھائی کی حالت ویسے ہی ہے۔ ان تمام لوگوں سے مل کر جو تجربہ مجھے حاصل ہوا ہے، اس کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ پیشہ ور عاملوں کی اکثریت دھوکہ بازی سے مجبور لوگوں کی جیبوں پر ہاتھ صاف کرتی ہے۔ مجھے سب سے زیادہ جس بات کا افسوس ہے، وہ یہ ہے کہ مہر نواز سے ہمارا تعارف انہوں نے کرایا جو ہمارے پیر تھے اور ہمارا سارا خاندان ان کا عقیدت مند تھا۔ یہ ان دنوں کا قصہ ہے جب میرا بڑا بھائی زاہد صدیق گھر کے ماحول سے تنگ آ کر ہمارے پیروں کے دربار پر رہنے کے لئے چلا گیا کہ شاید مجھے آرام آ جائے۔ جب 15 دن بعد میں اس کی خبر گیری کے لئے وہاں گیا، بھائی کی وہی کیفیت تھی۔ جب میں نے بھائی سے حال احوال دریافت کیا تو اس نے بھی کہا کہ مجھے کوئی فرق نہیں پڑا۔ ابھی ہم باتیں کر رہے تھے کہ پیر صاحب کا بھتیجا وہاں آ گیا۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ کہیں سے اس کا علاج کرا دیں، ہم بہت پریشان ہیں۔ وہ مجھے کہنے لگا کہ ایک پیر صاحب میری نظر میں ہیں۔ ایک مرتبہ ہمارے دربار کے درختوں میں اچانک آگ بھڑک اٹھی تھی۔ ہم سب پانی ڈال ڈال کر بے بس ہو گئے لیکن آگ بجھنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ پھر ہمارے والد صاحب کا ایک مرید جو خود بھی پیر ہے، اس نے اپنے علم کے زور پر اس آگ کو قابو کیا۔ آپ کی ملاقات اس سے کراؤں گا۔ اگر آپ کے بھائی پر جنات کا سایہ ہوا تو وہ منٹوں میں تمام جنات نکال دے گا۔ اللہ کی قدرت کہ ہماری گفتگو کے دوران پیر صاحب تشریف لے آئے۔ شاہ صاحب فرمانے لگے کہ لو جی جن کی بات کر رہا تھا، وہ آ گئے۔ اس پیر کا نام مہر نواز اور گوجرانوالہ سے اس کا تعلق تھا۔ انہوں نے مجھ سے گھر کے حالات دریافت کئے اور بھائی کے متعلق تفصیل سے گفتگو کی۔

مہر نواز کہنے لگا کہ آپ مجھے اپنے گھر لے جائیں۔ میں پیر صاحب کے بھتیجے، پیر مہر نواز اور اپنے بھائی کو ساتھ لے کر گھر آ گیا۔ مہر نواز نے ہم سے ایک خالی بوتل منگوائی۔ اس میں سرسوں کا تیل ڈال کر اس کو تپائی پر رکھا اور ایک کپڑا اس پر ڈال کر منہ میں کچھ پڑھا اور بوتل غائب کر دی۔ ہم سب گھر والے یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ہمارے دل میں خیال تھا کہ یہ شخص ضرور ہمیں پریشانیوں سے نجات دلائے گا۔ ابھی ہم یہ سوچ ہی رہے تھے کہ وہ بوتل تیزی کے ساتھ اوپر سے نیچے تپائی پر گری لیکن ٹوٹی نہیں۔ ہم اس سے بہت متاثر ہوئے کہ یہ تو علم میں ہمارے پیروں سے بھی آگے ہے۔ اب ہماری تمام مشکلیں حل ہو جائیں گی۔ مہر نواز نے ہم سے چینی اور سبز الائچی منگوا کر اس پر دم کیا اور تیل کی مالش سارے جسم پر کرنے کی تاکید کی اور کہا کہ آپ فکر نہ کریں۔ آپ کا مریض بالکل ٹھیک ہو جائے گا مگر ایک شرط ہے کہ آپ کو صدقہ دینا پڑے گا۔ اس نے کہا کہ گھر کے غیر شادی شدہ افراد کو نکال کر باقی اہل خانہ کا فی کس ساڑھے 22 کلو بکرے کا گوشت صدقہ کرنا ہے۔ یہ تقریباً رات کا وقت تھا۔ میں نے کہا کہ مہر صاحب اس وقت فوراً اتنا گوشت نہیں ملے گا تو وہ کہنے لگا کہ آپ مجھے اتنی رقم میں ادائیگی کریں۔ میں گوشت خرید کر جانوروں کو ڈال دوں گا۔ ہم اس سے اتنا متاثر ہو چکے تھے کہ ہمیں انکار کرنے کی جرأت ہی نہیں ہوئی۔ اس وقت ہمارے اہل خانہ کی تعداد کے حساب سے ساڑھے بائیس کلو گوشت کی قیمت مبلغ 16750 روپے بنی تو میں نے پیروں کے بھتیجے کو ایک طرف علیحدہ کر کے کہا کہ شاہ صاحب آپ کو ہمارے گھر کے حالات کا علم ہے۔ ہم فوراً اتنی رقم ادا نہیں کر سکتے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ کے بھائی کو آرام آ جائے گا۔ آپ میری ضمانت پر رقم ادا کریں۔ اس وقت گھر میں صرف پانچ ہزار روپے موجود تھے۔ میں نے وہ دے دیے اور کہا کہ باقی رقم آرام آنے کے بعد ادا کر دوں گا۔ مہر نواز نے پانچ ہزار روپے اپنے پاس رکھے اور کہنے لگے کہ مجھے معلوم ہے آپ

جادو' مسمریزم' ٹیلی پیتھی' ہپناٹزم' مراقبہ ایسے غیر اسلامی شیطانی فنون سیکھنے کے چکروں میں ہزاروں نوجوان اپنا ایمان' مال اور ذہنی توازن کھو چکے ہیں۔ ان فنون کو نفسیات قرار دینا صریح دھوکہ ہے۔ دراصل یہ شیاطین کی عبادت اور شیطانی طریقے ہیں جن سے بچنا فرض ہے

کے حالات ٹھیک نہیں لیکن میں صدقہ کی رقم اکٹھی وصول کرتا ہوں۔

میرے والدین نے ہمسایوں سے دو ہزار ادھار مانگ کر ان کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ بس ہمارے پاس یہی کچھ تھا لیکن اس نے وہ رقم قبول کرنے کی بجائے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ آپ کو بھائی کی زندگی عزیز ہے یا دولت تو میں نے جواب دیا کہ مہر صاحب جو کچھ ہمارے پاس تھا' ہم نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا تو مہر نواز کہنے لگا کہ میرے پاس ایسا علم ہے جس کے ذریعے گھر کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر لیتا ہوں۔ تمہارے پاس رقم موجود ہے اور تم نے اسے تجوری میں رکھا ہوا ہے۔ اگر تم وہ رقم نہ لے کر آئے تو میں وہاں سے رقم غائب کر دوں گا۔ یہ بات سن کر میرا رنگ اڑ گیا کیونکہ تجوری میں واقعی رقم موجود تھی۔ میں نے اس ڈر سے کہ کہیں یہ رقم وہاں سے غائب نہ کر دے رقم لا کر اس کے حوالے کر دی تو مہر نواز خوش ہو کر کہنے لگا کہ امجد تمہارے حالات ٹھیک نہیں۔ تمہیں ایک تحفہ دے کر جاتا ہوں۔ تم بھی کیا یاد کرو گے۔

ہمارے گھر میں ایک چھوٹا میز تھا۔ اس نے اس پر ہاتھ رکھ کر اوپر کپڑا ڈال کر کچھ پڑھا۔ جب کپڑا ہٹایا تو نیچے سو روپے والا انعامی بانڈ موجود تھا۔ اس نے وہ بانڈ مجھے دے دیا اور اس کا نمبر نوٹ کر کے کہنے لگا کہ اسے تم اپنے پاس رکھ لو میں اپنے موکلوں کے ذریعے یہ بانڈ نمبر قرعہ اندازی میں شامل کرا دوں گا اور تمہارا کوئی نہ کوئی انعام ضرور نکل آئے گا۔ ہم نے جو رقم جمع کی وہ کل 8200 روپے ہوئے۔ جانے سے پہلے مہر نواز نے وہ رقم رومال میں لپیٹ کر اوپر دھاگے کے ساتھ باندھ کر اس کو اسی میز پر رکھ کر اوپر ہاتھ رکھا اور اس پر کپڑا ڈال کر کچھ پڑھا۔ جب اس نے کپڑا ہٹایا تو رقم وہاں سے غائب تھی۔ جب میں نے حیرت سے پوچھا کہ رقم کہاں گئی؟ تو وہ کہنے لگا کہ آپ کا صدقہ قبول ہو گیا۔ رقم اوپر پہنچ گئی ہے۔ اب آپ کا بھائی صحت یاب ہو جائے گا۔ مہر نواز نے باقی رقم 8550 روپے کے لئے ہمیں سات دن کی مہلت دی۔ مہلت گزرنے کے بعد جناب گھر تشریف لائے اور بتایا کہ آپ کے بھائی کے خون میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔ آپ کے تمام اہل خانہ پر جادو کیا گیا ہے اور کاروبار پر بھی بندش لگی ہوئی ہے۔ وہ کہنے لگے کہ جادو اور کاروبار کی بندش تو میں آج ہی ختم کر دوں گا لیکن خون کی صفائی دو تین دن بعد آ کر کروں گا۔ آپ دو تین بوتل خون کا انتظام کر کے رکھیں۔ اس کے بعد اس نے ہم سے ایک بڑی پرات منگوائی۔ ہاتھ کو اس پرات کے اوپر فضا میں رکھ کر اوپر کپڑا ڈالا اور کچھ پڑھا تو پرات میں بہت زور سے کسی کے گرنے کی آواز آئی۔ جب کپڑا ہٹایا گیا تو اس میں ایک پرانی قسم کا زنگ آلود تالا' چار عدد کھلونا نما کپڑے کی گڑیاں جن میں کامن پنیں لگی ہوئی تھیں اور بوسیدہ مٹی تھی۔ بہر حال اس نے ہمارے سامنے گڑیوں سے پنیں نکال لیں اور کہا کہ آج کے بعد تم جادو سے آزاد ہو گئے ہو۔ اس کے بعد اس نے زنگ آلود تالا کھولا اور کہا کہ کاروبار پر بندش بھی ختم کر دی ہے۔ ہم اس سے اتنے متاثر ہو چکے تھے کہ وہ جو بات بھی کرتا' ہم اسے من وعن تسلیم کر لیتے۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر وہ کہنے لگا کہ آپ کا 75 فیصد کام ہو گیا ہے جبکہ 25 فیصد کام دو دن بعد آ کر کر دوں گا۔ ہم نے اسی وقت بقایا رقم 8550 روپے بنتی تھی' اپنے پیروں کے بھتیجے کے حوالہ کی جو ان کے ساتھ ہی آیا تھا۔ حامد شاہ صاحب نے وہ رقم گن کر مہر نواز کو پکڑا دی لیکن مہر نواز نے رقم گنے بغیر اپنی جیب میں ڈال لی۔ تھوڑی دیر گزرنے کے بعد اس پر کپکپی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ مہر نواز نے رقم نکال کر گننا شروع کر دی اور اس میں سے 150 روپے مجھے واپس کر دیئے کہ یہ رقم آپ نے غلطی سے زائد ادا کر دی ہے کیونکہ میرے موکلوں نے مجھے بتایا ہے کہ حرام نہیں کھانا اور ان کی اضافی رقم واپس کر دو۔ میں حیران تھا کہ ہم نے دو مرتبہ گن کر رقم پوری ادا کی ہے لیکن میں نے خاموشی سے 150 روپے اپنے پاس رکھ لیے۔ اس کے بعد اس نے ہم سے اجازت لی اور جاتے ہوئے وہ گڑیاں' تالا اور مٹی اپنی گاڑی میں رکھ لی۔ اس کے پاس پرانے رنگ کی پرانی 14 نمبر آسمانی رنگ کی گاڑی تھی اور یہ کہہ کر رخصت ہوا کہ دو دن بعد دوبارہ آؤں گا اور میرے پیروں کو بھی تاکید کی کہ آپ نے اس دن ضرور آنا ہے تاکہ ان کا کام مکمل کر کے ان سے دعائیں لیں۔ میرے پیر صاحب تو آ گئے لیکن مہر نواز نہ آیا۔ مہر نواز جاتے ہوئے مجھے اپنے گھر کا موبائل فون نمبر دے گیا تھا۔ میں نے فون پر رابطہ کرنے کی کوشش کی۔ موبائل فون نمبر تو کسی نے اٹینڈ نہیں کیا لیکن گھر کا نمبر مل گیا۔ گھر سے اہلیہ نے جواب دیا کہ مہر صاحب اسلام آباد کسی میجر کا کام کرنے گئے ہیں۔ دو دن بعد آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ جب یہ دو دن بھی گزر گئے اور وہ نہ آئے تو میرے دل میں وسوسے پیدا ہونے شروع ہو گئے کہ اتنی رقم بھی دے دی ہے لیکن بھائی کی صحت بھی ابھی تک ٹھیک نہیں ہوئی۔ اب پیر صاحب کو ساتھ لے کر گوجرانوالہ اس کے گھر پہنچا۔ ہمارے بار بار دستک دینے پر اس کی بیوی باہر آئی اور کہنے لگی کہ مہر صاحب ابھی تک اسلام آباد سے واپس نہیں آئے۔ ہم پیغام دے کر واپس آ گئے۔

اس کے پندرہ دن بعد اس نے فون کیا' اپنی مجبوریاں بیان کیں اور پانچ سات دن بعد آنے کا وعدہ کیا۔ جب اس نے مسلسل وعدہ خلافی کی تو ایک دن میں نے اس کے گھر فون کیا تو اس کی بیوی نے فون اٹھایا۔ میرے اور اس کے درمیان تلخ جملوں کا تبادلہ ہوا۔ میں نے اسے دھمکی دی کہ اگر مہر نواز نے کام نہیں کرنا تو ہماری رقم واپس کر دے۔ نہیں تو میں آپ کے محلے میں آ کر معززین کو اکٹھا کروں گا۔ اس کے دوسرے ہی روز مہر نواز کا فون آ گیا کہ تم نے میری بیوی کے ساتھ بدتمیزی کی ہے۔ اب میں نے آپ کے بھائی کا علاج نہیں کرنا اور نہ ہی رقم واپس کرنی ہے تم جو کر سکتے ہو کر لو۔ یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ وہ شاید اسی بہانے کی تلاش میں تھا۔ اب مجھے احساس ہوا کہ ہمارے ساتھ فراڈ ہو گیا ہے۔ میں نے اپنے پیروں کو تمام صورتحال سے آگاہ کیا تو وہ کہنے لگے کہ چند دن انتظار کر لو۔ اگر وہ نہ آئے تو ہمارے آستانے پر آ جانا۔ ہم تمہارے ساتھ اس کے پاس جائیں گے۔ جب چند دن بعد میں دربار پہنچا تو انہوں نے بھی ٹال مٹول سے کام لیا۔ (بعد میں مجھے مہر نواز نے بتایا کہ تمہارے پیروں نے آدھی رقم کا حصہ وصول کر لیا تھا۔ اس لئے وہ میرے پاس نہیں آ سکتے تھے) میں نے دربار کے چکروں سے تنگ آ کر خود ہی مہر نواز سے رقم وصول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے اس کے گھر کے بہت چکر لگائے۔ بارہویں چکر میں میرا اس کا آمنا سامنا ہو گیا۔ اب پہلے والی عقیدت ختم ہو چکی تھی۔ اس نے مجھے صاف کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ میں تو بس فراڈ کے ذریعے اپنا کام نکالتا ہوں۔ اگر میرے پاس جن ہوتے تو میں کشمیر نہ آزاد کرا لیتا۔ جب اس کی اصلیت کھل کر میرے سامنے آ گئی تو میں نے اپنے دوستوں کو اکٹھا کر کے اس کے گھر کے بار بار چکر لگائے۔ جب کسی طرح نہ بنی تو ہم گوجرانوالہ کے ایک سابق ایم این اے کے بھتیجے ضیاء اللہ بٹ کے پاس کسی کی معرفت پہنچے۔ اس کا اپنے علاقے میں کافی اثر و رسوخ تھا۔ وہ ہمارے ساتھ اس کے گھر گئے تو مجبوراً مہر نواز نے رقم ادا کرنے کی حامی بھری اور ساتھ کہا کہ میں نے تمہیں ایک پائی بھی واپس نہیں کرنی تھی لیکن اب تم انہیں ساتھ لے کر آئے ہو۔ تمہاری قسمت اچھی ہے۔ اس کے بعد اس نے قسطوں میں مجھے آدھی رقم ادا کی اور آدھی یہ کہہ کر دبا لی کہ آدھی رقم کا مطالبہ پیروں سے کرو کیونکہ انہوں نے حصہ وصول کیا ہے۔ جب میں نے اپنے پیروں سے بقیہ رقم کا تقاضا کیا تو انہوں نے انکار کر دیا کہ وہ جھوٹا ہے۔ ہم نے کوئی حصہ وصول نہیں کیا۔ مجھے افسوس صرف اس بات کا ہے اگر ہمارے پیروں کو یہ علم تھا کہ یہ جھوٹا اور فراڈیا ہے تو مجھے اس سے آگاہ کرتے۔ میں تو اپنے پیروں پر اعتماد کر کے لٹ گیا۔

عامل اور بازاری کتب میں درج ذیل وظائف:

پراسرار علوم پر تحقیق کے آغاز کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ میرے ایک قریبی عزیز نے مجھے بتایا کہ ہم پر کسی نے بہت جادو کر رکھا ہے جس کی وجہ سے ہم بہت پریشان ہیں۔ اگر ہو سکے

پیر مہر نواز نے 30 عدد عاملوں کے ڈسے ہوئے خاندان کو شعبدے دکھا کر علاج کے لئے 8200 بٹور لئے۔ پھر 8550 روپے اڑا لئے۔ آرام نہ آنے اور پول کھلنے پر بہت خوار کر کے آدھی رقم واپس کر دی اور کہا' اگر میرے پاس جن ہوتے تو میں کشمیر نہ آزاد کروا لیتا۔ امجد صدیق گوجرانوالہ

تو اس سلسلہ میں ہمارے ساتھ تعاون کرو۔ ان دنوں نہ تو عملیات کے اسرار و رموز سے کچھ آگاہی تھی اور نہ ہی کبھی عملیات کو پرکھنے کا موقع ملا تھا۔ اس لئے اپنے عزیز کے ہمراہ ایک ماہر عامل کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جو میرے جاننے والے تھے اور اپنے کمالات کی وجہ سے کافی شہرت رکھتے تھے۔

میرے عزیز نے عامل صاحب کو تمام حالات بتائے' عامل صاحب نے بہت سوچ بچار کے بعد جادو کے توڑ کا جو عمل بتایا' اس کو کرنا میرے عزیز کے بس کی بات نہیں تھی۔ مگر عامل صاحب نے یقین دھانی کرائی کہ اگر ان کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا جائے تو جادو کا اثر ختم ہونے کی مکمل ضمانت دیتا ہوں۔ یہ ایک مشکل ترین عمل تھا جس میں اکیس دن بلاناغہ نماز فجر سے پہلے ایک تعویز کسی ایسے چوراہے میں جلانا تھا جہاں سے کم از کم ایک گھنٹہ بعد بھی کسی شخص کا گزر نہ ہو۔ اس احتیاط کا مقصد یہ تھا کہ اس تعویز کے اثرات بد میں کوئی دوسرا ابلا وجہ مبتلا نہ ہو جائے۔

اس عمل کی شرط میں یہ بھی شامل تھا کہ جب نماز فجر سے پہلے تعویذ جلانے کے لئے گھر سے نکلیں تو نہ ہی راستے میں کسی سے بات کرنی ہے اور نہ ہی کسی کے پکارنے پر پیچھے مڑ کر دیکھنا ہے۔ جبکہ عامل نے ساتھ یہ بھی وضاحت کر دی کہ اس عمل کو کرنے والا مختلف خطرات سے دوچار بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً تعویذ جلانے والے کو جنات ہر طریقے سے روکنے کی کوشش کریں گے۔ اسے جان سے مار دینے کی دھمکیاں بھی برداشت کرنا ہوں گی اور اگر تعویذ جلانے والا ڈر گیا یا اس نے کسی کے پکارنے پر پیچھے مڑ کر دیکھا تو نتیجہ کچھ بھی نکل سکتا ہے۔

ہم یہ عمل سن کر چپ چاپ واپس آ گئے کہ سوچ کر آپ کو جواب دیں گے۔ میں نے اپنے عزیز سے دریافت کیا کہ کیا ارادہ ہے تو وہ کسی صورت اس عمل کو کرنے پر آمادہ نہ ہوئے' مجھے اس عمل کو کرنے میں تجسس پیدا ہوا اور امید کی کرن نظر آئی کہ شاید اس طرح ہی میرے عزیزوں کو پریشانی سے نجات مل جائے۔ میں نے اس کے لئے کوئی دوسرا متبادل راستہ تلاش کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے لئے عامل صاحب سے رابطہ کیا گیا اور ان سے درخواست کی کہ اگر کسی دوسرے شخص کے ذریعے اس عمل کو کرایا جائے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں۔ اس پر عامل نے فرمایا کہ جادو والے گھر کے افراد کے علاوہ اگر کوئی دوسرا شخص ان کے لئے یہ عمل کرنا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ تعویذ کو ان کے گھر سے لے کر جائے اور چوراہے میں جلانے کے بعد دوبارہ ان کے گھر کی دہلیز تک واپس آئے تو عمل میں کامیابی ہو سکتی ہے۔

اس اجازت کے بعد میں نے اپنے ایک قریبی دوست محمد خان صاحب سے اس پریشانی کا ذکر کیا تو انہوں نے اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے کہا کہ چاہے جو بھی ہو' میں ان شاء اللہ کام کو ضرور کروں گا حالانکہ میں نے انہیں تمام خطرات سے آگاہ کر دیا جو اس عمل کو کرنے کے دوران پیش آ سکتے تھے۔ مگر انہوں نے کمال مہربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی حامی بھر لی۔ خان صاحب کی ہاں سے ہمارا یہ مسئلہ تو حل ہو گیا کہ ہماری جگہ وہ قربانی دیں گے مگر جادو ٹونہ کے علاج کے لئے مذکورہ عمل ہمارے لئے کسی آزمائش سے کم نہ تھا کیونکہ فجر کی نماز سے پہلے منہ اندھیرے کسی اجنبی شخص کا بلاناغہ کسی کے گھر جا کر تعویذ وصول کرنا اور پھر دوبارہ واپس بھی آنا نہ صرف جگ ہنسائی کا باعث بن سکتا تھا بلکہ اہل محلہ کے ذہنوں میں کئی قسم کے خدشات کو جنم دے سکتا تھا۔ لیکن مرتا کیا نہ کرتا' کے مصداق اس ناگوار طریقہ علاج کو اس لئے اختیار کرنے پر آمادہ ہونا پڑا کہ شاید اسی طرح جادو کے اثرات سے جان چھوٹ جائے۔

بالآخر عامل صاحب کو بتا دیا گیا کہ فلاں شخص اس عمل کو کرنے پر تیار ہے لہٰذا مہربانی فرما کر تعویذ لکھ کر عنایت فرما دیں تاکہ عمل کا باقاعدہ آغاز کیا جا سکے۔ عامل صاحب نے اس عمل کو شروع کرنے سے پہلے خان صاحب کو ناصحانہ انداز میں ڈرایا کہ تم خواہ مخواہ کیوں اپنی جان خطرے میں ڈال رہے ہو' مگر شکر ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں استقامت عطا فرمائی اور وہ اپنے وعدے پر مضبوطی سے قائم رہے۔ مجبوراً عامل صاحب کو تعویذ لکھ کر دینے ہی پڑے۔

جس سال یہ واقعہ پیش آیا' ان دنوں سخت سردی کا موسم تھا۔ خان صاحب کا گھر میرے عزیز کے گھر سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر تھا اور جو چوراہا شہر سے باہر تعویذ جلانے کے لئے منتخب کیا گیا تھا' وہ مزید ایک کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔

اللہ اللہ کر کے عمل کا آغاز ہوا۔ اب خان صاحب کا معمول یہ تھا کہ فجر کی نماز سے ایک گھنٹہ پہلے وہ اپنے گھر والوں سے چوری چھپے سائیکل پر سوار ہو کر میرے عزیز کے گھر پہنچتے۔ وہاں سے تعویذ وصول کر کے شہر سے ایک کلومیٹر دور مخصوص چوراہے پر جا کر تعویذ جلاتے اور دوبارہ واپس عزیزوں کے گھر کی دہلیز پر پہنچ کر اپنا عمل مکمل کرتے اور پھر اپنے گھر جاتے۔ جب خان صاحب پہلے دن تعویذ جلانے کے لئے گئے تو ہم سب بہت پریشان تھے کہ نہ جانے کیا ہو جائے۔ لہٰذا سب نے ان کی کامیابی کے لئے بہت دعائیں کیں مگر ان کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آیا جس کی عامل صاحب نے قبل از وقت پیش گوئی کی تھی۔ اسی طرح اکیس دن بخیر و عافیت گزر گئے۔

میرے اس عظیم دوست نے اپنی جان پر کھیل کر اکیس دن بہت سخت ذمہ داری نبھائی کہ جس کی ہم کسی سے توقع نہیں کر سکتے تھے بلکہ ہم خود بھی اس عمل کو بلاناغہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ بہر حال اس عمل کو مکمل کرنے کے دوران ہم نے عامل صاحب کی بتائی ہوئی تمام شرائط پر سختی کے ساتھ عمل کیا۔ یہاں تک کہ خان صاحب نے فجر سے پہلے کے جن راستوں سے گزرنا تھا' وہاں پر تعینات تمام چوکیداروں کو قبل از وقت آگاہ کر دیا تھا کہ انہیں کسی نے پیچھے سے آواز نہیں دینی۔ اس احتیاط کا مقصد بھی یہی تھا کہ عمل کرنے میں کوئی کوتاہی نہ ہو۔

جب اکیس دن مکمل ہو گئے تو اس کے بعد جو نتیجہ نکلا' وہ بالکل صفر تھا کیونکہ جادو کا معاملہ جوں کا توں رہا اور بجائے افاقہ ہونے کے مرض شدت اختیار کر گیا۔ ہم سب کو اس واقعہ سے شدید صدمہ ہوا کہ ہماری تمام محنت رائیگاں گئی۔ جب عامل صاحب سے کہا گیا کہ جناب آخر کیا وجہ ہے کہ آپ کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرنے کے باوجود کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں ہوا تو وہ کہنے لگے کہ جادو کا یہ وار میرے اندازے سے بھی سخت نکلا۔ اس کے لئے مزید محنت درکار ہے مگر ہم نے دوبارہ ان کی خدمات حاصل کرنے سے توبہ کر لی۔

درحقیقت عامل صاحب نے جو اتنا مشکل عمل بتایا تھا' ان کو معلوم تھا کہ میرے عزیز اس عمل کو کرنے کی ہمت نہیں رکھتے اور کوئی دوسرا شخص کسی کی خاطر اتنی بڑی قربانی دینے کے لئے کبھی بھی تیار نہ ہوگا۔ اس طرح میری قابلیت کا بھرم رہ جائے گا اور میں کہہ سکوں گا کہ میں نے تو بہت مجرب عمل بتایا تھا لیکن آپ ہی سے کچھ نہ ہو سکا۔ غیر متوقع طور پر وہ خود آزمائش کے شکنجے میں آ گئے' ورنہ ہو سکتا تھا کہ میں ان کے معتبر ہونے کا یقین کر بیٹھتا۔ کسی نے صحیح کہا ہے کہ ضرورت مند دیوانہ ہوتا ہے ورنہ شاید میں کبھی بھی اس کربناک عمل کرنے میں دلچسپی کا اظہار نہ کرتا۔

جس طرح اس قسم کے عاملوں کی غلط رہنمائی سے کچھ حاصل نہیں ہوتا' اسی طرح عملیات کے موضوع پر دستیاب کتب جو بازار میں باآسانی مل جاتی ہیں' ان میں درج ذیل عملیات کے عجیب و غریب خواص اور وظائف کے فوائد پر مشتمل دعوے محض جھوٹ کا پلندہ ہوتے ہیں۔ شائقین کے جذبات کی تسکین اور ان کی آرزوؤں کی تکمیل کے لئے ہر کتاب کا مصنف یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ انسانیت کی بھلائی کی خاطر اتنے نادر و نایاب عملیات کو منظر عام پر لا رہا ہے۔ ورنہ وہ انہیں سنبھال کر رکھتا اور کسی کو ان کی ہوا نہ لگنے دیتا۔

ان بازاری کتب میں درج وظائف پر بلا تحقیق آنکھیں بند

باقی صفحہ 7 پر

بقیہ

آپ کے مسائل

علامہ ہیثمی مجمع الزوائد ۳/ ۲۸۶ میں فرماتے ہیں "رواہ البزار والطبرانی فی الصغیر ورجال البزار رجال الصحیح" اسے بزار اور طبرانی نے المعجم الصغیر میں روایت کیا ہے اور بزار کے راوی صحیح کے راوی ہیں "طُعْمُ" کے لفظ کو طَعَمْ بھی پڑھا گیا ہے اس صورت میں یہ مصدر ہے اور اس کا مطلب ہے کہ پینے والے کو کفایت کرتا ہے اور اسے "طُعُوْمُ" بھی پڑھا گیا ہے یعنی طا اور عین دونوں پر پیش۔ اس صورت میں یہ "طعوم" کی جمع ہے اور ترجمہ ہوگا بہت زیادہ کھانے والے لوگوں کا کھانا مزید تفصیل کیلئے دیکھیں مشارق الانوار للقاضی عیاض ۱/ ۵۱۵ آب زمزم کی فضیلت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب معراج ہوئی تو جبریل نے آکر زمزم کے پانی سے آپ کے قلب مبارک کو غسل دیا جیسا کہ صحیح البخاری کتاب الصلوۃ باب کیف فرضت الصلوات فی الاسراء اور صحیح مسلم کتاب الایمان باب الاسراء میں موجود ہے۔

اور یہ بات کئی ایک ائمہ نے اپنے مشاہدات میں بیان کی ہے کہ آب زمزم واقعی کھانے سے کفایت کرتا ہے امام ابن القیم زاد المعاد ۴/ ۳۹۳ میں رقمطراز ہیں۔

میں نے ایسے آدمی کا مشاہدہ کیا ہے جو آب زمزم سے کتنی کے دن غذائیت حاصل کرتا تقریباً نصف ماہ یا اس سے زائد اور اسے بھوک نہیں لگتی تھی اور لوگوں کے ساتھ عام آدمی کی طرح طواف کرتا اور اس نے مجھے بتایا کہ بسا اوقات اس پر یہ کیفیت چالیس دن تک باقی رہتی۔ علامہ فاکہی نے اخبار مکہ ۲/ ۴۷ میں لکھا ہے کہ صفیہ بنت بحرہ کہتی ہیں میں نے ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کا ایک بڑا پیالہ دیکھا جو مسجد میں رکھا ہوتا تھا اس میں زمزم کا پانی ڈالا جاتا تھا جب ہم اپنے گھر والوں سے کھانا مانگتے تو وہ کہتے ام ہانی کے پیالے کی طرف چلے جاؤ۔ بہر کیف زمزم کے پانی کے بہت سارے فوائد ہیں جن میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ زمزم جس نیک مقصد کیلئے پیا جائے اللہ تبارک وتعالیٰ وہ پورا کردیتا ہے۔ علامہ فاکہی نے اخبار مکہ ۲/ ۴۳ میں بطریق ابن اسحاق لکھا

عباد بن عبداللہ بن الزبیر فرماتے ہیں جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا ہم نے بھی ان کے ساتھ حج کیا جب انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کی پھر زمزم کے پاس سے گزرتے ہوئے صفا کو نکلنے لگے تو کہا اے لڑکے میرے لئے زمزم کا ایک ڈول نکال ان کیلئے ڈول نکالا گیا انہوں نے پیا اور اپنے سر اور چہرے پر بھی انڈیلا اور کہنے لگے زمزم شفا ہے اور جس مقصد کیلئے پیا جائے وہ حل ہو جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب "جزء ماء زمزم لما شرب لہ" میں فرماتے ہیں

یہ سند موقوف ہونے کے ساتھ حسن ہے اور اس حدیث کے لئے جس بھی سند پر میں واقف ہوا ہوں ان سب سے بہتر ہے۔

بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے۔ اس لئے کہ اس میں جو بات بتائی گئی ہے اس میں رائے اور اجتہاد کو دخل نہیں ہے۔ ماء زمزم لما شرب لہ یہ روایت امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں (۳۰۶۲) میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے

ابن حجر نے اس کی سند میں دو علتیں بیان کی ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن المؤمل کو امام نسائی' امام دار قطنی نے ضعیف ابوزرعہ اور ابوحاتم نے لیس بقوی اور امام احمد نے اس کی روایات کو منکر کہا ہے اور ابن عدی نے کہا ہے کہ اس کی روایات میں ضعف بین اور واضح ہے۔ امام یحییٰ بن معین کے اقوال مختلف ہیں ایک قول میں ضعیف اور دوسرے میں لیس بہ باس کہا ابن سعد نے کہا ثقہ اور قلیل الحدیث ہے۔ امام بخاری نے علل کبیر میں مقارب الحدیث' ابن شاہین نے صالح' ابن نمیر نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (تہذیب الکمال ۴/ ۲۹۸ مع تعلیق للدکتور بشار عواد) ایسے راوی کی روایت کو کم از کم متابعات وشواہد میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

دوسری علت یہ ہے کہ ولید بن مسلم مدلس ہے اور تدلیس تسویہ کرتا ہے ایسے راوی کی روایت اتنی دیر تک قبول نہیں کی جاسکتی جب تک کہ وہ اپنی اور اپنے شیخ کی تصریح بالسماع نہ کرے۔

لیکن یہ علت قادحہ نہیں ہے کیونکہ عبداللہ بن مؤمل سے یہ روایت ولید بن مسلم کے علاوہ بھی مروی ہے۔ مسند احمد ۳/ ۳۵۷ میں عبداللہ بن ولید نے اور اخبار مکہ للفاکہی ۲/ ۴۷ میں زید بن الحباب اور محمد بن حبیب مولی آل باذان نے اور عمر بن شبہ کی تاریخ مکہ میں المعاضی بن عمران اور ابو احمد الزبیر نے اور الکامل ابن عدی میں معن بن عیسی نے بھی عبداللہ بن المؤمل سے روایت کیا ہے۔

اور یہ روایت عبداللہ بن عباس سے سنن الدار قطنی میں بھی ہے۔

عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زمزم کا پانی جس غرض کے لئے پیا جائے وہ پوری ہوتی ہے۔ اگر تم اس لئے پیو کہ اس کے ذریعے تم شفا چاہتے ہو تو اللہ تمہیں شفا عطا کرے گا اور اگر تم نے اس لئے پیا کہ تم سیراب ہو جاؤ تو اللہ تمہیں سیراب کردے گا اور اگر تم اس لئے پیو کہ تم اپنی پیاس ختم کردو تو اللہ اسے ختم کردے گا۔ یہ جبریل کے پاؤں کی ضرب ہے اور اللہ تعالیٰ کا اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلانا ہے۔

(دار قطنی ۲/ ۵۴۵ (۲۷۰۲) المستدرک ۱/ ۴۷۳)

امام حاکم نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اگر جارودی سے سالم رہے۔

اس روایت کو امام ذہبی نے میزان ۳/ ۱۷۵ میں عمر بن الحسن بن علی کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے جو کہ دار قطنی کا استاد ہے ابن حجر نے اس پر ذہبی کے کلام کو رد کیا ہے اور بتلایا ہے کہ عمر بن حسن اس میں منفرد نہیں بلکہ حاکم کے استاد علی بن حمشاذ ثقہ و ثبت نے اس کی متابعت کی ہے۔

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں سفیان بن عیینہ سے اسے اسی طرح بیان کیا ہے اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں عبدالجبار بن العلاء از ابن عیینہ اسی طرح مرسل ہی بیان کیا ہے عبدالرزاق نے اپنی المصنف ۵/ ۱۱۸ رقم ۹۱۲۳ میں اور فاکہی نے تاریخ مکہ میں عبدالرزاق کے طریق سے ہی ازرقی نے تاریخ مکہ میں عن جدہ عن ابی عیینہ مرسل ہی بیان کیا ہے۔ اور یہی معتمد ہے اور جس نے موصول کا حکم لگایا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

ملخص از جزء ماء زمزم لما شرب لہ" لابن حجر۔ تقی الدین الفاسی نے اخبار مکہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے ابن حجر فرماتے ہیں "اسناد کل فیهما واہ خلا عبرة بهما" ان ہر دو کی اسناد کمزور ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ (جزء ماء زمزم ص ۱۸۹)

بہر کیف معاویہ رضی اللہ عنہ کا جو اوپر موقوف اثر ذکر کیا ہے اسے اس کے ساتھ ملا کر یہ روایت درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اس حدیث کا مرتبہ حافظین حدیث کے نزدیک یہ ہے کہ ان تمام طرق کے اجتماع سے یہ احتجاج پکڑنے کے لائق ہو جاتی ہے۔

بہت سارے ائمہ حدیث نے آب زمزم کو مختلف نیک مقاصد کیلئے استعمال کیا اللہ نے ان کے مقاصد پورے کردیئے۔ ابن حجر اپنے جزء میں فرماتے ہیں میں نے اسے ایک مرتبہ پیا اور اللہ سے دعا کی کہ مجھے حفظ حدیث میں امام ذہبی جیسی حالت عطا کردے اور میں اس وقت حدیث کا ابتدائی طالب علم تھا۔ پھر میں نے ایک مدت بعد حج کیا جو تقریباً ۲۰ سال کے قریب ہے اس میں اپنے اندر اس سے زائد رتبے کی طلب پاتا تھا پھر میں نے اس سے اونچے رتبے کا سوال کیا مجھے اللہ سے امید ہے کہ میں اسے پالوں گا۔ ابن حجر ابوبکر بن المقری کے فوائد میں سے سوید بن سعید کے طریق سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں کہا میں نے ابن مبارک کو زمزم میں داخل ہوتے دیکھا تو انہوں نے کہا اے اللہ عبداللہ بن المؤمل مجھے ابو الزبیر از جابر حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آب زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اے اللہ میں اس لئے پی رہا ہوں کہ قیامت کے دن کی پیاس سے بچ جاؤں مزید تفصیل کے لئے ابن حجر کا جزء اس سلسلہ میں مطالعہ کریں۔

کیا ایک ہی دن تمام مُسلمان عید وغیرہ منا سکتے ہیں؟

ایک جذباتی خواہش کا شرعی، عقلی اور سائنسی جائزہ

مولانا عبدالرحمن کیلانیؒ

رؤیت ہلال اور اختلاف مطالع

نیا چاند اور رؤیت ہلال:

موجودہ نظریہ کے مطابق یہ امر مسلمہ ہے کہ سورج، چاند اور زمین ایک قمری ماہ میں دوبار ایک سیدھ میں آ جاتے ہیں اور یہ واقعات اس وقت ہوتے ہیں جب چاند زمین کے گرد گردش کرتا ہوا زمین کے مدار کو قطع کرتے ہوئے گزرتا ہے۔ جب زمین سورج اور چاند کے درمیان واقع ہو تو یہ چودھویں رات کا موقعہ ہوتا ہے اور جب چاند سورج اور زمین کے درمیان واقع ہوتا ہے تو عموماً ۲۸ ویں رات (قمری ماہ) کا موقعہ ہوتا ہے۔ تاہم ۲۷ اور ۲۹ قمری تاریخ کو بھی ہوسکتا ہے۔ چاندگرہن جب کبھی لگتا ہے تو پہلی صورت یا چودھویں رات کو لگتا ہے اور سورج گرہن دوسری صورت میں لگتا ہے لیکن یہ موقع کبھی کبھار پیش آتا ہے جس کی وجوہ دوسری ہیں۔

نیا چاند:

دوسری صورت میں جب چاند اہل زمین سے مکمل طور پر غائب ہوجاتا ہے تو قمری حساب میں اس کا یہ مطلب سمجھا جاتا ہے کہ پچھلا قمری مہینہ ختم ہوگیا۔ اس موقع کو اجتماع نیرین یا قران اور انگریزی میں "Conjunction" کہتے ہیں۔ جب چاند مکمل طور پر غائب ہوجاتا ہے۔ تو یہ محض ایک لمحہ کا وقت ہوتا ہے۔ اس کے بعد تقویم (کیلنڈر) کے حساب سے نیا چاند شروع ہوجاتا ہے۔ ایک قران سے دوسرے قران تک کا درمیانی وقفہ اوسطاً ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ ہے۔ یہ وقفہ کسی ماہ پانچ چھ گھنٹے تک بڑھ بھی سکتا ہے اور اسی طرح کسی ماہ اتنا ہی کم بھی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اس کا کوئی معین وقت نہیں۔ یہ صبح 9 بجے بھی ہوسکتا ہے اور رات کے 11 بجے بھی مگر یہ ضروری نہیں کہ جس دن یہ قران واقع ہوا ہے اسی رات چاند نظر آ جائے۔ وجہ یہ ہے کہ ایک تو چاند انتہائی باریک ہوتا ہے۔ دوسرے مغربی افق پر شفق کی سرخی جو تقریباً پون گھنٹہ تک اثر انداز رہتی ہے، ایسے چاند کے نظر آنے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

ایک دن کی یا پورے چوبیس گھنٹے کی عمر کا چاند کتنا پتلا ہوتا ہے، اس کا اندازہ یوں ہوسکتا ہے کہ آپ ایک خربوزہ لیں۔ اس پر قاشوں کی صرف آٹھ دس لکیریں ہوتی ہیں۔ اگر آپ اس خربوزہ کو اسی رخ 30 برابر حصوں میں کاٹ دیں تو ایک قاش کی جتنی موٹائی درمیان سے ہوگی، وہی ایک دن کے چاند کی موٹائی ہے لیکن لمبائی پورا نصف دائرہ نہیں بلکہ بہت کم ہوگی۔

چاند کی اپنی چال مغرب سے مشرق کو ہے جو ایک قمری ماہ میں زمین کے افق پر چکر لگاتا ہے۔

بالفاظ دیگر چاند روزانہ $360 / 29\frac{1}{2} =$ تقریباً 12 درجے مغرب سے مشرق کو سفر کرتا ہے اور جب قران واقع ہوتا ہے تو اسی لمحہ بعد چاند سورج سے پیچھے رہنا شروع ہوجاتا ہے۔

ہندی تقویم کے مطابق جب تک چاند اور سورج کے درمیان 12 درجے کا فاصلہ نہیں ہوجاتا، چاند کے نظر آنے کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ البتہ یونانی تقویم میں اسے $11\frac{1}{2}$ درجے تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن یہ تو نظریاتی بحث ہے۔ عملاً یہ ہوتا ہے کہ 30 گھنٹے سے پہلے یا 15 ڈگری فاصلہ سے کم پر چاند کم ہی نظر آتا ہے۔

> **نئے چاند کا واقع ہونا اور بات ہے اور اس کا نظر آ جانا یا رؤیت ہلال اور چیز ہے۔ شرعی طور پر اس بات کو نہ سمجھنے والے محکمۂ فلکیات وموسمیات کو اس مسئلہ میں ملوث کرنا چاہتے ہیں**

مندرجہ بالا تصریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نئے چاند کا واقع ہونا اور بات ہے اور اس کا نظر آ جانا یا رویت ہلال (پہلی کا چاند دیکھنا) چیزے دگر ہے۔

ہم ایک نقشہ پیش کر رہے ہیں جس سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

1- ہمارے علاقہ میں قران اور رویت ہلال کا درمیانی وقفہ کم از کم 2 دن تین گھنٹے اور چالیس منٹ ہے اور زیادہ سے زیادہ 2 دن اکیس گھنٹے اور 48 منٹ ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ یہ بحث تو آگے چل کر آئے گی۔ سردست یہ بتلانا مطلوب ہے کہ نیا چاند ہونا الگ چیز ہے اور نئے چاند کا نظر آنا الگ چیز ہے۔ نیز یہ کہ قران اور رویت میں کم از کم دو دن کا فرق ضرور ہوتا ہے۔

2- 1398ھ دورِ صغیر ہجری کا اٹھارواں سال ہے جو لیپ کا سال ہے اور اس کے دن 354 کے بجائے 355 ہوں گے۔ یہ بحث بھی آگے چل کر تفصیل سے پیش کی جاری ہے۔

3- قران کے لحاظ سے ایک قمری مہینہ 29 دن کا ہو تو وہی مہینہ رویت کے لحاظ سے 30 دن کا ہوسکتا ہے اور اس کے برعکس بھی، مگر قمری سال ہر صورت میں برابر دنوں کا ہوگا۔

4- اس نقشہ میں 30 دن کے دو ماہ اکٹھے آئے ہیں اور ایسا اکثر ہوتا رہتا ہے بلکہ کبھی کبھار 30 دن کے تین ماہ بھی آ سکتے ہیں۔ اسی طرح کبھی کبھار 29 دن کے بھی دو ماہ اکٹھے آ سکتے ہیں۔

سب سے پہلے رویت کہاں ہوتی ہے؟

قران کا وقت تو محض ایک لمحہ ہوتا ہے اور ساری دنیا کے لئے

چاند کا مسئلہ کیسے حل ہو سکتا ہے

قران کا یہی وقت ہے لیکن رویت ہلال کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ اس زمین کے کون سے حصہ میں پہلے چاند نظر آئے گا' اس کا انحصار تین باتوں پر ہے۔ ایک یہ کہ چاند قابل دید عمر (27 گھنٹے سے 30 گھنٹے تک) کو پہنچ چکا ہو اور دوسرے یہ کہ اس وقت سورج کون سے مقامات طول بلد پر غروب ہو رہا ہے اور تیسرے یہ کہ غروب آفتاب تک چاند کم از کم 15 درجے بلند ہو۔ (1412ھ یکم شوال کو عید الفطر پاکستان میں بھی جمعہ کو ہوتی ہے اور سعودی عرب میں بھی۔ اس کی وجوہ بھی وہی ہیں جو اوپر ذکر کی گئی ہیں مگر ایسا اتفاق کبھی کبھار ہی ہوتا ہے)15 درجے طے کرنے میں چاند کو تقریباً ایک گھنٹہ لگ جاتا ہے اور تقریباً پون گھنٹہ تو شفق کی سرخی ہی ایسے باریک چاند کو دیکھنے میں رکاوٹ بنی رہتی ہے۔ اسی لئے یہ علاقہ دراصل متنازعہ فیہ علاقہ ہوتا ہے۔ اس علاقہ سے مغرب کے علاقوں میں تو چاند بہر حال نظر آ جائے گا اور مشرق کے علاقوں میں یقیناً نظر نہیں آئے گا اور اس متنازعہ فیہ علاقہ کی حد اندازاً 5 درجے طول بلد ہی ہو سکتی ہے۔ یعنی شفق کی سرخی زائل ہونے پر اگر چاند پانچ سات درجے بلند ہو اور مطلع بھی ابر آلود یا غبار آلود نہ ہو تو چاند نظر آ جائے گا۔ ورنہ نہیں۔ چاند کے اس طرح مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں نظر آنے کو اختلاف مطالع کہا جاتا ہے۔ (اختلاف مطالع کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے کے لئے طول بلد اور عرض بلد کا علم ہونا ضروری ہے۔ اس سے متعلق کتاب کا مضمون ہم یہاں بغرض اختصار دینے سے قاصر ہیں۔ ادارہ)

معیاری وقت:

موجودہ نظریہ کے مطابق زمین اپنے محور کے گرد 24 گھنٹے میں ایک چکر پورا کرتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں دن رات پیدا ہوتے ہیں۔ گویا زمین 24 گھنٹے میں 360 درجے طول بلد گھوم جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ زمین ایک گھنٹہ میں 15 درجے طول بلد گھومتی ہے اور یہ رفتار خط استوا پر 1038 میل فی گھنٹہ بنتی ہے۔ خط سرطان یا جدی پر یہ رفتار 1005=15x67 میل فی گھنٹہ ہو گی اور ایک درجہ طول بلد 4 منٹ میں طے ہوتا ہے۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ

ایک مخصوص (ا) پر جو 30 درجے طول بلد مشرق میں واقع ہے۔ مقام (ب) سے جو 40 درجے مشرق میں واقع ہے' سورج 40-30=10 درجے 4x منٹ =40 منٹ بعد طلوع ہو گا کیونکہ حقیقتاً مقام (ا) مقام (ب) سے 10 درجے مغرب میں واقع ہے۔

اسی طرح مقام (ب) 10 درجے طول بلد مغرب میں واقع ہو گا تو وہاں سورج مقام (ا) سے 30 + 10 = 40 x 4 منٹ =160 منٹ یا 2 گھنٹہ 40 منٹ بعد طلوع ہو گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زمین کی محوری گردش کلاک کی سوئیوں کے برعکس (Anticlock Wise) حرکت کرتی ہے جو بائیں سے دائیں یا مغرب سے مشرق کو گھومتی ہے۔

یعنی جو مقامات مشرق کی جانب واقع ہوں گے' وہاں سورج 4 منٹ فی درجہ کے حساب سے پہلے نمودار ہو گا اور جو مقامات مغرب میں ہیں' وہاں اسی حساب سے بعد میں طلوع ہو گا۔ مثلاً لاہور کا درجہ طول بلد 75 درجہ مشرق ہے اور مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ 40 درجے مشرق' تو سورج مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں لاہور کی نسبت 75-40= 35x4=140 یا 2 گھنٹے 20 منٹ بعد میں طلوع ہو گا۔

مطلع کیا ہے:؟

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ایک ہی خط طول بلد پر واقع تمام مقامات پر سورج اور چاند ایک ہی وقت طلوع ہوں گے اور ایک ہی وقت غروب ہوں گے۔ مثلاً حیدر آباد سندھ' کابل اور تاشقند کا طول بلد تقریباً ۶۸ درجہ مشرق ہے تو اگر حیدر آباد میں سورج صبح چھ بج کر ۲۳ منٹ پر طلوع ہو گا تو کابل اور تاشقند میں بھی اسی وقت ہو گا اور اگر تاشقند میں چاند غروب آفتاب کے بعد نظر آ گیا ہے تو ان مقامات پر ضرور نظر آنا چاہئے۔ بشرطیکہ ابر یا فضا کی کثافت آڑے نہ آئے۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حیدر آباد' کابل اور تاشقند کا مطلع ایک ہے۔

اس کی مزید وضاحت یوں کی جا سکتی ہے کہ ایک مقام (ا) لاہور سے پورے 180 درجے مغرب میں واقع ہے۔ یعنی اگر لاہور کا درجہ طول بلد 75 درجے مشرق ہے تو مقام (ا) 105 درجے مغرب ہے۔ تو 23 مارچ یا 23 ستمبر کو جس وقت لاہور میں سورج طلوع ہو گا مقام (ا) پر غروب ہو رہا ہو گا اور رات شروع ہو جائے گی۔ گویا مقام (ا) اور لاہور کے مطالع بالکل ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔

معیاری اور مقامی اوقات:

عیسوی تقویم میں دن (دن رات کا مجموعہ) آدھی رات یعنی رات کے بارہ بجے سے شروع ہو کر دوسرے دن آدھی رات کو 12 بجے ختم ہوتا ہے اور یہ کوشش کی گئی ہے کہ دنیا کے تقریباً ہر مقام پر نصف النہار یا زوال آفتاب کے وقت دوپہر کے 12 بج رہے ہوں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ساری دنیا کو 24 منطقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ منطقہ 15 درجے طول بلد پر مشتمل ہوتا ہے جیسا کہ پہلے بتلایا گیا ہے' گرینچ (لندن) کے قریب واقع طول بلد کو صفر درجہ یا نصف النہار اولیٰ تسلیم کیا گیا ہے۔ لہٰذا گرینچ کا وقت ہی اصل معیاری وقت (Standard Time) قرار دیا گیا ہے۔ اب ایک مقام جو گرینچ سے ایک منطقہ وقت یا 15 درجے طول بلد مشرق میں واقع ہے' وہاں زوال کے وقت گھڑی کو 12 بجانے کے لئے گرینچ کے وقت سے ایک گھنٹہ گھڑی آگے رکھنا پڑے گی اور دوسرا مقام جو گرینچ سے 15 درجے طول بلد غربی میں واقع ہے' وہاں گھڑی پیچھے رکھنا ہو گی۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ لاہور کا درجہ طول بلد ۷۵ درجے شرقی یا گرینچ سے وقت کے پانچ منطقوں کی دوری پر مشرق میں واقع ہے۔ تو جس وقت گرینچ میں دوپہر کے بارہ بج رہے ہوں گے' لاہور میں 5 بجے شام کا وقت ہو گا۔

وقت میں اس مطابقت کے لئے' کہ ہر مقام پر دن (نئی تاریخ) آدھی رات سے شروع ہو' یہ طریق اختیار کیا گیا ہے کہ مشرق کی سمت جاتے وقت ہر 15 درجے کی مسافت کے بعد گھڑی ایک گھنٹہ آگے کر لی جائے اور مغرب کو سفر کرتے وقت ہر 15 درجے طے کرنے کے بعد گھڑی کو ایک گھنٹہ پیچھے کر لیا جائے۔ اس طریق کار

سے ایک اور الجھن پیش آتی ہے جو درج ذیل ہے۔

فرض کیجئے کہ گرینچ سے دو ہوائی جہاز، یکم جولائی بروز منگل 12 بجے دوپہر اوسطاً 500 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑتے ہیں۔ ایک بالکل مشرق کو اڑتا ہے اور دوسرا مغرب کو اور دونوں 180 درجے طول بلد یا نصف محیط زمین یا تقریباً $12\frac{1}{2}$ ہزار میل کا فاصلہ 25 گھنٹے میں طے کر کے ۱۸۰ درجے شرقی اور غربی طول بلد پر آ ملتے ہیں تو جو جہاز مشرق کی طرف سفر کرے گا، وہ 12 گھنٹے اپنی گھڑی کو آگے کرے گا تو اس کی گھڑی 25 گھنٹے گزرنے کے بعد 2 جولائی ایک بجے دوپہر کے بجائے 3 جولائی بروز جمعرات ایک بجے رات کا وقت ظاہر کرے گی۔ (یعنی 25 گھنٹے میں 12 گھنٹے جمع کرنے سے 37 گھنٹے کا وقفہ ظاہر کرے گی) اور جو جہاز مغرب کی طرف سفر کر رہا ہوگا، اس کی گھڑی 25 گھنٹے کی بجائے 25-12=13 گھنٹے ظاہر کرے گی۔ اس کی گھڑی پر 2 جولائی بروز بدھ رات کا ایک بج رہا ہوگا۔ گویا پورے ایک دن کا فرق پڑ جائے گا۔

بین الاقوامی تاریخی خط:

اس الجھن کا حل یہ تجویز کیا گیا ہے کہ جو ہوائی جہاز یا بحری جہاز سفر کرتے ہوئے اس 180 درجے کے طول بلد کو (جو کہ شرقی اور غربی ایک ہی خط ہے) پار کرتے ہوئے مغرب سے مشرق کی طرف جاتے ہیں، وہ اپنی گھڑیوں میں تاریخ ایک دن آگے کر لیتے ہیں اور جو جہاز مشرق سے مغرب کی طرف جاتے ہیں، وہ ایک دن پیچھے کر لیتے ہیں کیونکہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی طول بلد پر واقع مقامات پر 2 جولائی بدھ بھی ہو اور 3 جولائی جمعرات بھی۔ اس 180 درجے طول بلد کو جہاں ایک دن اور تاریخ زیادہ یا کم کر لیتے ہیں، بین الاقوامی خط تاریخ (International Date Line) کہتے ہیں۔ یہ خط زیادہ تر سمندر میں واقع ہے۔ کہیں کہیں اسے بعض جزیروں کے ایک طرف سے گزارنے کے لئے یا سمندر میں رکھنے کے لئے کچھ ٹیڑھا کر دیا گیا ہے تاکہ ایک ہی آباد مقام پر بیک وقت دو تاریخیں نہ ہوں۔ یہ خط شمالی امریکہ کے مغرب اور روس سے مشرق کی طرف ان دونوں کے درمیان سے گزرتا ہے۔ گویا گرینچ سے لے کر اس تاریخی خط تک کے مشرقی ممالک مشرق کہلاتے ہیں۔ بعض یورپی ممالک اور افریقہ وغیرہ مشرق قریب ہے۔ حجاز، عراق، ایران وغیرہ مشرق وسطی ہے۔ برما، ہند چینی، جاپان اور چین وغیرہ مشرق بعید ہے اور یہ سب مشرقی طول بلد کے ممالک ہیں۔ اسی طرح سکنڈے نیویا، شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ مغربی طول بلد والے ممالک ہیں اور اس تاریخی خط پر مشرق اور مغرب دونوں کی انتہا ہوتی ہے۔

روٴیت ہلال یعنی چاند نظر آنے یا نہ آنے کا تعلق مطلع سے ہے۔ ہر علاقے کا مطلع مختلف ہوتا ہے۔ اسی اختلاف مطالع کا مولانا عبدالرحمن کیلانی نے 25 سال قبل اپنی کتاب "الشمس والقمر بحسبان" میں بھرپور تحقیقی جائزہ لیا تھا اور شرعی و عقلی اور سائنسی دلائل سے ثابت کیا تھا کہ اختلاف مطالع کی وجہ سے دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کا ایک ہی دن عید وغیرہ منانا ممکن نہیں۔ دیگر علمی و تاریخی پیچیدگیاں کھڑی ہو جائیں گی۔ رمضان میں چاند کے نظر آنے کا بارے میں اگر وقتی طور پر کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو مسلمانوں کو اس پر جھگڑنے کی ضرورت نہیں۔ احادیث کے مطابق اگلے ماہ کا چاند دیکھ کر یہ اختلاف خود بخود رفع ہو جاتا ہے اور اگر پچھلے ماہ کے چاند کی غلطی لگی ہو اگلے ماہ قضا روزہ رکھنے کی شریعت میں سہولت موجود ہے۔ اس مسئلہ کو تفصیلی طور پر سمجھنے کے لئے ہم مولانا عبدالرحمن کیلانی کی پرمغز تحقیقی کتاب سے کچھ منتخب اقتباسات قارئین کے استفادے کیلئے پیش کر رہے ہیں۔ اس مسئلے کو زیادہ بہتر طور پر سمجھنے کے قارئین ان کی کتاب "الشمس والقمر بحسبان" کا مکمل مطالعہ فرمائیں۔

تاریخ کا اختلاف:

روٴیت ہلال میں تاریخ کا اختلاف عموماً مشاہدہ میں آتا رہتا ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ کسی مقام پر ایک مخصوص دن مثلاً۔ 10 فروری 1978ء کو یکم ربیع الاول ہو، دوسرے مقام پر اسی تاریخ کو 2 ربیع الاول ہو اور کسی اور مقام پر 3 ربیع الاول بھی ہو۔ پچھلے باب میں درج شدہ تفاصیل سے اس کی وجہ کسی حد تک سمجھ میں آ سکتی ہے۔ اب ہم اس کی مزید وضاحت کریں گے۔

اس اختلاف کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جیسا سنا جاتا ہے بعض اسلامی ممالک نے روٴیت ہلال کے شرعی طریقہ کو چھوڑ کر قران ہی کو نئے چاند کی بنیاد قرار دے دیا ہے۔ یہ ایک غیر شرعی فعل ہے جس کا شریعت اسلامیہ میں کوئی جواز نہیں ہے۔ اگرچہ اس طرح بھی قمری سال کے ایام کی تعداد میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تاہم تاریخوں میں فرق واقع ہونا ایک ناگزیر بات ہے۔

۲۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ عصر حاضر میں معیاری اوقات مقرر کر کے ایک دن کا فرق، جو سورج کو دنیا کے تمام مقامات پر طلوع ہونے میں لگتا ہے، نکال دیا گیا ہے۔ اگر یہ اختراعی طریقہ استعمال نہ کیا جائے تو شمسی اور قمری تاریخوں میں پورے ایک دن کا فرق کم ہو سکتا ہے۔ اگر ہم یہ چاہیں کہ ہم بھی اسی طریقہ سے روٴیت ہلال میں سے ایک دن کا فرق کم کر دیں تو ہمارے لئے اس کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ یہ بھی کبیسہ یا نسئی کی ایک شکل ہے جس سے مسلمانوں کو روک دیا گیا ہے۔ اگر شمسی اوقات کو علی حالہ رہنے دیا جاتا تو دنیا بھر میں چاند کی تاریخ میں صرف ایک دن کا فرق ہو سکتا تھا۔ اور اس ایک دن کے فرق کو دور کرنے کا حل سوچنا ناممکنات سے ہے۔ وجہ یہ ہے کہ سورج تو دنیا بھر کے تمام مقامات پر 24 گھنٹے کے دوران طلوع ہوتا ہے۔ لیکن چاند کو تمام دنیا کے مقامات پر طلوع ہونے کے لئے 24 گھنٹے 49 منٹ کی مدت درکار ہے۔ چاند 24 گھنٹے میں زمین کے $347\frac{3}{4}$ درجات طول بلد پر تو طلوع ہو سکتا ہے باقی $12\frac{1}{4}$ درجات طول بلد یعنی خط استوا کے لحاظ سے تقریباً 350 میل کے رقبہ میں دوسرے دن نظر آئے گا۔

3۔ ان دو وجوہ کے علاوہ تیسری وجہ وقت کے شمار کا طریق کار ہے۔ عیسوی تقویم میں رات کے بارہ بجے کے بعد نئی تاریخ شروع ہوتی ہے جبکہ قمری تقویم میں غروب آفتاب کے بعد نئی تاریخ شروع ہو جاتی ہے۔ ہندی تقویم میں نئی تاریخ طلوع آفتاب سے شروع ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں بھی دن رات کا ذکر فرمایا ہے تو پہلے رات کا ذکر آتا ہے۔ وقت کا یہ جداگانہ دستور بھی روٴیت ہلال میں فرق پیدا کرنے کا سبب بن جاتا ہے جیسا کہ نقشہ بالا سے ظاہر ہے۔

اب ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ آیا کوئی ایسی تدبیر اختیار کی جا سکتی ہے جس سے یہ فرق ختم ہو سکے یا کم ہو سکے۔ ہم نہ تو موجودہ معیاری وقت کے نظام کو بدل سکتے ہیں اور نہ ہی قمری تقویم کو شمسی کے مطابق کر کے خود چاند کے لئے معیاری وقت مقرر کر کے ایک دن کا فرق نکال سکتے ہیں لہٰذا شمسی اور قمری تقویم میں اس وجہ سے ایک دن کا فرق موجود رہے گا۔

چاند دنیا کے تقریباً ستائیسویں حصہ پر بہر حال دوسرے دن نظر آئے گا۔ یہ فرق بھی ایسا فرق ہے جسے ہم روٴیت کی شرعی قیود میں رہ کر کسی صورت بھی رفع نہیں کر سکتے۔

ہم زیادہ سے زیادہ یہی کچھ کر سکتے ہیں کہ ابر یا فضا کی کثافت کی وجہ سے اگر چاند نظر نہیں آ رہا تو شہادت کی بناء پر مطلع کا لحاظ رکھتے ہوئے اس اختلاف کو دور کر دیں۔ اس طرح قریبی علاقوں میں ایک دن کا فرق دور کیا جا سکتا ہے لیکن کچھ مقامات، دنیا کے ستائیسویں حصہ میں، دو دن کا فرق بھی ہو سکتا ہے۔

ابر کی وجہ سے رؤیت ہلال میں اختلاف ایک اضافی چیز ہے جو قمری تقویم پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس اختلاف کو شہادت کے ذریعہ بہر حال دور کر دینا چاہئے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ:

کسی دن ہلال کسی مقام پر مغربی افق سے 18 درجے بلندی پر ہے تو اسے ضرور نظر آنا چاہئے مگر ابر کی وجہ سے نظر نہیں آسکا تو شریعت نے اس کا نہایت آسان حل بتا دیا کہ اگر چاند دیکھنے کی آس پاس کے علاقہ سے کوئی معتبر شہادت میسر آسکتی ہے تو اس پر اعتبار کیا جائے گا ورنہ پچھلا مہینہ 30 کا شمار کرنا ہوگا۔

مطلع کی حدود:

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ علم ہیئت کی رو سے آس پاس کے علاقہ کی حدود کیا ہیں؟

اگر چاند بالکل ہمارے سر پر چمک رہا ہو تو اسے ہم 90 درجہ کے زاویہ کی بلندی قرار دیتے ہیں۔ یہ چاند سات دنوں میں مغربی افق سے نصف آسمان تک پہنچا ہے گویا یہ سات دن میں 90 درجے کا فاصلہ طے کر کے آیا ہے۔ چونکہ ہر گول چیز کے 360 درجے قرار دیئے گئے ہیں لہٰذا چاند کا آسمان پر درجوں کے حساب سے فاصلہ اور ہمارا زاویہ نگاہ ایک ہی بات ہے۔

بالکل ایسے ہی صورت حال زمین کے درجات طول بلد کی ہے۔ ایک ہی طول بلد پر واقع تمام شہروں یا ملکوں کا چاند و سورج دونوں کے حساب سے مطلع ایک ہی ہوتا ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مقام الف پر ہلال 81 درجے زاویہ بلندی پر مشاہدہ کیا گیا تو اس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

1۔ یہ ہلال سورج غروب ہونے کے ایک گھنٹہ 15 منٹ بعد غروب ہوگا اور شفق کی وجہ سے نماز مغرب کے بعد ہی نظر آسکتا ہے۔

2۔ مغرب میں اس چاند کا مطلع غیر محدود ہے اور مغربی مقامات میں اس کا نظر آنا بہر حال یقینی ہے۔

3۔ مشرق میں اس کا مطلع کی حد 5 درجے مزید طول بلد مشرقی کا فاصلہ ہوگا کیونکہ 13 درجے کا چاند نظر نہیں آتا۔

5 درجے مشرق میں واقع مقام ب پر یہ چاند نظر آئے گا اور 5 درجے طول بلد کا سیدھا شرقاً غرباً فاصلہ:

(الف) خط استوا پر $5 \times 69\frac{1}{2}$ میل ہوگا = 346 میل سیدھا مشرق کو۔

(ب) خط جدی یا سرطان پر $5 \times 67 = 335$ میل سیدھا مشرق کو ہوگا۔

(ج) $66\frac{1}{2}$ درجے جدی یا خط سرطان پر تقریباً $46 \times 5 = 230$ میل سیدھا مشرق کو ہوگا۔

(د) $66\frac{1}{2}$ درجے کے اوپر کے مقامات پر وحدت ہلال پر ایک دم بہت زیادہ اثر پڑ جاتا ہے۔

یہی وہ فاصلہ ہے جسے ایک مطلع کی حد شمار کیا جاسکتا ہے۔ اس میں وہ فاصلہ بھی شامل ہے جن لوگوں نے یہ نیا چاند دیکھ لیا ہے اور وہ فاصلہ بھی جہاں کے لوگ اسے دیکھ سکتے ہیں۔

مطلع کی حد کے متعلق آئمہ سلف کے اقوال میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے لیکن آج کل طول بلد کے تعین اور اس کے مطابق معیاری وقت کے تعین نے اس مسئلہ کو کافی حد تک حل کر دیا ہے۔ کئی اسلامی ممالک میں سارے ملک میں معیاری وقت ایک ہی ہوتا ہے خواہ اس کا فاصلہ 15 ڈگری طول بلد سے زیادہ ہو مثلاً سعودی عرب 35 درجے سے 56 درجے طول بلد شرقی یعنی 21 درجے پر پھیلا ہوا ہے لیکن ملک بھر میں ان کا معیاری وقت ایک ہی ہے یعنی گرینچ ٹائم سے 3 گھنٹے پہلے۔ رؤیت ہلال کے لئے حکومت کمیٹی مقرر کر دیتی ہے جو شہادات کی توثیق کے بعد رؤیت ہلال کا اعلان کر دیتی ہے۔ اور اس کو پورے ملک کی رؤیت قرار دے دیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس حکومت نے ملک بھر کے لئے ایک ہی مطلع قرار دے کر اختلاف کو ختم کر دیا ہے۔

ایسی ہی صورت حال بھارت میں ہے جس کا طول بلد 70 تا 89 یعنی 19 درجے ہے۔ وہاں بھی ایک ہی معیاری وقت ہے اور وہاں کی رؤیت بھی ملک بھر کے لئے ایک ہی رؤیت ہے البتہ چند ممالک ایسے بھی ہیں جو بہت زیادہ درجوں پر پھیلے ہوئے ہیں مثلاً چین، روس اور کینیڈا۔ ان کے مختلف علاقوں میں معیاری وقت بھی الگ ہے اور اسی طرح مطالع بھی۔

ایک مسلمان یا حکومت کے اختیار میں یہی کچھ تھا کہ مطالع کے اختلاف کو حتی الامکان ختم کر دے۔ لیکن اس کے باوجود ایک طبقہ اسلامی تاریخوں کے اختلاف میں سخت مضطرب ہے۔ آج کل جدید ذہن کے طبقہ میں یہ خیال ابھر رہا ہے کہ مسلمانوں کے تہواروں میں وحدت بہت ضروری ہے۔ لہٰذا چاند کی رؤیت کی تعیین آلات رصد کے ذریعہ کر کے پورے عالم اسلام میں ایک ہی دن روزے رکھنے اور عید منانے کا فیصلہ کیا جانا چاہئے۔ ایک صاحب تو اس جوش اتحاد میں یہاں تک کہہ گئے کہ:

"ہمارے نبی امی تھے، صحابہ کرام بھی ان پڑھ تھے۔ انہیں چاند کا حساب معلوم نہ تھا۔ لہٰذا اس وقت کی مصلحت یہی تھی کہ رؤیت ہلال کو احکام دین کی بنیاد قرار دیا جائے۔ (ایسے خیالات غالباً نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہیں۔ "انا امة امية لانكتب ولانحسب" (متفق علیہ) ہم ان پڑھ امت ہیں، ہم لکھنا اور حساب کرنا نہیں جانتے! پھر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں کو کھول کر بلند کر کے بتلایا کہ: "مہینہ اتنا بھی (یعنی 30 دن کا) ہوتا ہے اور اتنا یعنی 29 دن کا) بھی ہوتا ہے۔" حالانکہ اس ارشاد سے آپ کا مقصد امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو علم ہیئت اور قمری حساب کے گورکھ دھندے سے نجات دلا کر سیدھے اور فطری طریق رؤیت پر عمل پیرا کرنا تھا۔ جیسا کہ شریعت نے ہر معاملہ میں اس امر کو ملحوظ رکھا ہے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ اس دور میں علم ہیئت اور نجوم پرستی (علم جوتش) لازم وملزوم چیزیں متصور ہوتی تھیں جس کا اثر آج تک موجود ہے۔ لہٰذا اس قسم کے علم نجوم سے عوام کا ذہن پاک رکھنا مقصود تھا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر رؤیت ہلال کی بجائے قمری حساب یا قران کے وقت کو بنیاد قرار دیا جائے تو بھی تمام دنیا میں وقت کی یکسانیت محال ہے۔ جس کی تفصیل آگے آئے گی) لیکن اب مسلمان لوگ چاند کا حساب خوب جانتے ہیں اور بہت پہلے معلوم کر لیتے ہیں کہ نیا چاند کب ہوگا۔ آلات رسل و رسائل کے ذریعہ دنیا بھر کے کونہ کونہ میں خبر بھی کی جاسکتی ہے تو اب مسلمانوں کو رؤیت ہلال کی بناء پر مختلف دنوں میں تیوہار بنانے کی ریت ترک کر دینا چاہئے اور ایک مقررہ اعلان کے تحت تمام دنیا میں روزہ رکھنے، عیدین وغیرہ کا ایک ہی دن اہتمام کرنا چاہئے۔"

اس سب سے بڑھ کر یہ کہ رابطۂ عالم اسلامی کی تاسیسی مجلس نے اپنے تیرھویں اجلاس میں، جو شعبان 1391ھ کو مکہ مکرمہ میں ہوا، چند قرار دادیں پاس کیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ "اسلامی ممالک میں رؤیت ہلال"، (غنیمت ہے کہ اس قرار داد میں "نئے چاند" کی بجائے رؤیت ہلال کو بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ لیکن مشکل مسئلہ یہ ہے کہ چاند 24 گھنٹوں میں دنیا کے تمام مقامات پر طلوع نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اگر اس "وحدت" پر زور دیا جائے تو یہ عملاً "رؤیت ہلال" کی شرعی بنیاد کی نفی ہوگی) کا ایک ایسا نظام بنایا جائے کہ اگر مغرب یا ایران میں چاند نظر آئے تو دنیا کے تمام مسلمانوں کیلئے ضروری ہو کہ "اسی رؤیت" کی بنا پر روزے رکھیں اور افطار کریں۔ قرار داد میں یہ بھی طے پایا کہ رابطہ کا سیکرٹریٹ تمام سربراہان ممالک اسلامیہ سے رابطہ قائم کرے اور ان سے اس پر عمل درآمد کیلئے کہے۔

وحدت تاریخ و اوقات نئے چاند کی رو سے

ہم ایسے سب حضرات کی اس "نیک تمنا" کی قدر ضرور

غیر مسلموں کی دلچسپی کی انتہا مذہبی تہوار منانے تک محدود ہے۔ ہم بھی ان کی دیکھا دیکھی اتحاد کیلئے ایک ہی دن تہوار منانے پر زور دیتے ہیں حالانکہ اتحاد بین المسلمین کیلئے شریعت مطہرہ نے جن امور کی تاکید فرمائی ہے ان میں فرقہ پرستی سے اجتناب، فرض نمازوں کی باجماعت ادائیگی، نظام زکوٰۃ کا قیام، حج کا اجتماع اور ایسے دوسرے بہت سے امور زیادہ اہم ہیں

کرتے ہیں لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ان ''علم دوست حضرات'' کے اتحاد و وحدت کی یہ آرزو علم ہیئت کی رو سے بھی پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ رویت ہلال پر تو کئی چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس کی بجائے اگر ''نئے چاند'' یا قران کو ہی بنیاد قرار دیا جائے تو بھی پوری دنیا میں ایسا اتحاد ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ

اس سال 1978ء میں شوال کا ''نیا چاند'' لندن میں شام کے 4 بج کر 9 منٹ پر وقوع پذیر ہوگا اور تاریخ 2 ستمبر ہوگی۔ اسی لمحہ حجاز مقدس میں شام کے 7 بج کر 9 منٹ، پاکستان میں 9 بج کر 9 منٹ رات، مشرقی پاکستان میں دس بج کر 9 منٹ رات اور جزائر فجی اور سائبیریا میں چار بج کر 9 منٹ سحری کا وقت ہوگا اور تاریخ 2 ستمبر ہی ہوگی۔ کیونکہ یہ مقامات بین الاقوامی تاریخی خط کے مشرق میں واقع ہیں۔

حکومت حجاز اسی قران کے لمحہ یعنی 2 ستمبر 7 بج کر 9 منٹ رات کو دوسرے دن عید منانے کا اعلان کرتی ہے تو جزائر فجی اور سائبیریا کا مسلمان اس وقت کیا طریق اختیار کرے گا۔ اگر اس دن یعنی 2 ستمبر کو عید کرے تو اتحاد ممکن نہیں کہ حجاز میں عید 3 ستمبر کو ہوگی اور اگر روزہ رکھے تو کیوں رکھے ''نیا چاند'' تو ہو چکا! یہی صورت حال روزے شروع کرنے یا دوسرے امور میں بھی پیش آ سکتی ہے۔

وحدت تاریخ رویت ہلال کی رو سے:

یہ تو تھا نئے چاند یا قران کا مسئلہ۔ اب ہم دیکھیں گے کہ اگر نئے چاند کے بجائے رویت ہلال کو ہی بنیاد قرار دیا جائے تو آیا یہ وحدت و اتحاد ممکن ہے؟ یہ بات پہلے واضح کی جا چکی ہے کہ قران اور رویت ہلال دو الگ الگ چیزیں ہیں اور ان دونوں میں ایک ہی مقام پر 24 سے لے کر 30 گھنٹے تک کا وقفہ ہو سکتا ہے اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ علم ہیئت کی رو سے چاند کی رویت کے لئے دنیا بھر کے تمام مقامات پر 24 گھنٹے کی بجائے 24 گھنٹے 49 منٹ کا عرصہ درکار ہے تو اگر دنیا بھر کیلئے رویت ہلال کا اعلان کر دیا جائے تو اس سے مثال بالا سے بھی زیادہ الجھن پیش آ سکتی ہے مثلاً اوپر والی مثال میں 3 ستمبر 1978ء کو مکہ مکرمہ میں رویت کی شہادت مل جاتی ہے اور ساڑھے سات بجے شام اگلے دن کے لئے عید کا اعلان کر دیا جاتا ہے تو میکسیکو (شمالی امریکہ) میں اس وقت ساڑھے نو بجے دن کا وقت ہوگا۔ کیا لوگ اس دن روزہ پورا کر کے دوسرے دن عید منائیں گے یا فوراً افطار کر کے اسی دن اور اسی وقت عید ادا کریں گے۔ ان دونوں صورتوں میں سے کس صورت سے وحدت کی کوئی صورت ممکن ہے؟

میں کہتا ہوں کہ اگر شرعی احکام کو بالکل ہی پشت ڈال دیا جائے تو بھی جس وحدت و اتحاد کی تمنا کی جاتی ہے، پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ وضعی طریق سے عیسوی کیلنڈر میں گھڑیوں کو آگے پیچھے کرنے سے غلط تاریخ یا ایک دن کی کمی بیشی کرنے سے یعنی ایک ہی دن میں دو طرح کی پیوندکاری سے جو عیسوی تاریخ میں یکسانیت پیدا کی گئی ہے، اس سے حقیقی صورت حال میں تو کچھ فرق نہیں پڑ سکتا۔

رویت ہلال کی بناء پر کسی مقررہ تاریخ میں دو دن کا فرق پڑ سکتا ہے لیکن بہت ہی کم مقامات پر یعنی دنیا کے ستائیسویں حصے میں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ دو دن کا فرق بسا اوقات مشاہدہ میں آ رہا ہے، جس کی وجہ وہی اختراعی طریق ہے جس کی بناء پر عیسوی تقویم میں ایک دن کے فرق کو جو سیارگان کی چال کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ فرق بھی قمری تاریخ پر جا پڑتا ہے۔ اگر یہ وضعی طریق کار ختم کر دیا جائے تو قمری تاریخوں میں اختلاف خود بخود کم ہو جائے گا۔

> **وحدت عیدین کے علمبرداروں کے دلائل کی شرعی حیثیت کچھ نہیں ہے کیونکہ اسلام نے ہر علاقے کے لئے ان کی اپنی رویت کو بنیاد قرار دیا ہے۔ ابر یا فضا کی کثافت کی وجہ سے اختلاف ہو سکتا تھا۔ اسے شہادت (گواہی) سے دور کر دیا ہے البتہ اختلاف مطالع کا لحاظ ضرور رکھا ہے**

اب یہ حضرات چاہتے ہیں کہ اسی طرح وضعی طریق کار سے قمری تاریخوں کا اختلاف ختم کیا جائے۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ یہ وضعیت کبیسہ یا نسیئ سے پوری پوری مشابہت رکھتی ہے جس کی قمری تقویم میں گنجائش نہیں ہے اور جس سے مسلمانوں کو سختی سے منع کر دیا گیا ہے۔

بادل، بارش یا فضا کی کثافت کی بنا پر چاند کا نظر نہ آنا تقویم پر کچھ اثر نہیں ڈالتا۔ یہ اختلاف محض مقامی قسم کا ہوتا ہے اور ایسا اختلاف رویت ہلال کمیٹیاں یا مقامی حکومتیں شہادت کی بنا پر اعلان کے ذریعے دور کر سکتی ہیں بشرطیکہ مطلع ایک ہی ہو، مختلف نہ ہو۔ اختلاف مطالع کی حقیقت ہم پچھلے باب میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں اور قمری تاریخ میں اختلاف کی یہی ایک قسم ہے جسے ہم حسن تدبیر سے دور کر سکتے ہیں۔

اعلانات کے ذریعہ دنیا بھر میں قمری تاریخ کو ایک بنانے کا مسئلہ بہت ٹیڑھا ہے اور کسی مخصوص دن میں مخصوص وقت پر شعائر کی ادائیگی میں اتحاد اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اگر ہم چاہیں کہ حج کے دن حجاج کرام کی دعاؤں کے وقت ہم بھی ان کے ساتھ شریک ہو کر یہ عبادت بجا لائیں تو یہ مشکل سی بات ہوگی۔ کیونکہ 9 ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد سے لے کر شام تک حجاج کرام میدان عرفات میں دعائیں کرتے ہیں۔ یہی حج کا رکن اعظم اور اصل حج ہے۔ غروب آفتاب کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر انہیں مشعر الحرام پہنچنا ہوتا ہے۔ اس وقت ہند اور چین کے مسلمان گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں اور آسٹریلیا میں سحری کا وقت ہوتا ہے۔ کیا وقت کی اس مطابقت کے لئے مسلمانوں کو مکلف ٹھہرایا جا سکتا ہے؟

یہی حال یوم النحر یعنی قربانی کے دن کا ہے۔ 10 ذی الحجہ کو حجاج دن طلوع ہونے کے بعد مزدلفہ سے منیٰ آتے ہیں، پھر جمرے مارتے ہیں۔ اسکے بعد قربانی کا وقت آتا ہے۔ گویا طلوع آفتاب سے تقریباً 3 گھنٹہ بعد قربانی کا وقت آتا ہے۔ اور ہم اس وقت قربانی کا گوشت پکا کھا کر ہضم بھی کر چکے ہوتے ہیں۔ تو کیا یہ حجاج کے کام سے مطابقت ہوگی یا مسابقت؟ پھر ایسے علاقے بھی ہیں جہاں کے مسلمان یہ قربانی کا دن گزار کر رات کو سونے کی تیاری کر رہے ہوں گے اور ادھر یہ کیفیت ہوگی کہ حجاج کرام ابھی مزدلفہ سے روانہ بھی نہ ہوئے ہوں گے۔ علیٰ ہذا القیاس ہماری نمازوں کا بھی یہی حال ہے کہ ان میں اوقات کی وحدت محال ہے۔ اہل حجاز جس وقت ظہر کی نماز ادا کرتے ہیں تو ہم عصر کی نماز کی تیاری میں مصروف ہوتے ہیں اور جب فجر ادا کرتے ہیں تو یہاں سورج خاصا بلند ہو چکا ہوتا ہے۔

اختلاف مطالع ادلّہ شرعیہ کی روشنی میں

میں نے اب تک جو کچھ لکھا ہے، علم ہیئت کے مطابق لکھا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ شریعت مطہرہ کا مسلمانوں پر یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے مسلمانوں کو قمری حساب کی بھول بھلیوں سے نکال کر رویت ہلال کے فطری اور سادہ مشاہدہ پر احکام کی بجا آوری کی تلقین فرمائی ہے۔ اور ہر علاقے کے لئے ان کی اپنی رویت کو بنیاد قرار دیا ہے۔ جہاں تک ابر یا فضا کی کثافت کی وجہ سے اختلاف ہو سکتا تھا، اسے شہادت سے دور کر دیا ہے۔ البتہ اختلاف مطالع کا لحاظ ضرور رکھا ہے۔

بعض حضرات متاخرین نے مطالع کے اختلاف کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ لیکن احادیث صحیحہ اور قرون اولیٰ کے آثار اتنے معتبر ہیں کہ ان کے مقابلہ میں ان حضرات کے اقوال کی کچھ حیثیت نہیں رہ جاتی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ رویت ہلال اور اختلاف مطالع کو ادلہ شرعیہ کی روشنی میں ثابت کرنے کے لئے قلم اٹھاؤں کیونکہ اس میدان میں بہت حد تک تسلی بخش کام ہو چکا ہے (ملاحظہ ہو رسالہ ''تبیان الادلہ فی اثبات الاھلہ'' از شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن العام للاشراف الدیلی (مکہ مکرمہ) اس رسالہ کا ترجمہ محمد رفیق صاحب اثری نے اردو میں کیا جو ''الاعتصام'' میں قسط وار اور رسالہ ''محدث'' محرم صفر 1395ھ میں یکجا شائع ہوا۔ اس رسالہ میں مصنف نے اس مسئلہ کے جملہ پہلوؤں پر عقلی و نقلی دلائل سے سیر حاصل بحث کی ہے۔ اب یہ رسالہ علیحدہ بھی شائع ہو چکا ہے) مگر انہی دنوں ایک اور رسالہ ''راحۃ العوام'' نظر سے گزرا جس کے مولف اس اتحاد کیلئے

''تڑپ'' رکھتے ہیں۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوا کہ اس رسالہ کے چیدہ چیدہ چیدہ اقتباسات قارئین کے سامنے پیش کئے جائیں اور مختصراً ان دلائل کا جائزہ بھی پیش کیا جائے۔

مخالفین کے دلائل کا جائزہ

رسالہ راحۃ العوام سے چند اقتباسات:

اس وقت رسالہ مذکورہ مسمی بہ ''راحۃ العوام باتحاد العلماء والحکام فی مسئلۃ العید والصیام'' سامنے پڑا ہے۔ اس کے مصنف رئیس المفکرین بھی ہیں۔ رأس المتکلمین بھی' اور فقیہ الزمان بھی' اور وہ الحاج حضرت مولانا محمد بلال صاحب خطیب نشاط سٹی تربیلہ ڈیم ہیں۔ جیسا کہ رسالہ کے نام سے ظاہر ہے' آپ روزہ اور عید کے لئے اتحاد بین المسلمین کے لئے بڑے مضطرب ہیں' رؤیت ہلال کی حقیقت لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

1۔ رؤیت ہلال کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں دراصل کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ متقدمین' متاخرین' فقہاء کرام' علمائے سائنس' علمائے شریعت حنفی' مالکی' حنبلی سب کا اس پر اتفاق ہے کہ دنیا کے کسی کونے میں بھی نیا چاند نظر آ جائے تو اس پر عمل کرنا سب پر لازم و واجب ہے اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ جب چاند سورج سے پیچھے ہوگیا تو نیا چاند ہوگیا۔ اب یہ سب دنیا کے لئے نیا چاند ہے۔ یہی پاکستان کے لئے نیا چاند ہے' بھارت کے لئے نیا چاند ہے' عرب و عراق' ایران' انڈونیشیا غرضیکہ تمام دنیا کے لئے نیا چاند ہے'' (صفحہ 13 صفحہ مذکورہ)

2۔ آگے چل کر لکھتے ہیں

اب جو انکار کرے گا کہ شرعی حجت میں کوئی کمی ہے تو وہ صرف اپنی معتبری میں کمی دیکھنے کی وجہ سے کرے گا کہ یہ فیصلہ اس کے پاس کیوں نہیں آیا' کسی دوسرے کے پاس یہ فیصلہ کیوں گیا؟ اس لئے وہ معتبر صاحب فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ ہمارا مطلع اور ہے' ان کا مطلع اور ہے' انکار کیلئے یہ بہانے تلاش کرے گا حالانکہ تمام کتابوں کے حوالہ جات سے یہ ثابت ہوگیا کہ شریعت محمدی نے اس میں اور دوسری کوئی گنجائش نہیں رکھی۔ کیونکہ رؤیت ثابت ہوگئی'' (صفحہ ایضاً)

3۔ آگے چل کر ''مشرق و مغرب کی رؤیت میں فرق'' کے تحت لکھتے ہیں:

''مشرق و مغرب میں رؤیت ہلال کا اتنا فرق ضرور ہے کہ جس دن مغربی دنیا میں چاند نظر آئے گا' اس تاریخ کو مشرق میں چاند نظر نہیں آئے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت مشرق والوں کے مطلع سے چاند گزر رہا تھا' اس وقت چاند سورج کی شعاعوں میں تھا۔ پھر چند گھنٹے بعد جب مغرب والوں کے مطلع سے گزرا تو سورج کی شعاعوں سے الگ ہو چکا تھا۔ لہٰذا مغرب والوں کو نظر آ گیا۔ یہ ایک معلوم مسئلہ ہے کہ چاند کی رفتار سورج سے کم ہوتی ہے۔ اس رفتار کی کمی کی وجہ سے چند گھنٹوں کے بعد ہی چاند سورج سے کافی پیچھے رہ جاتا ہے۔ مثلاً پاکستان میں غروب آفتاب کا وقت 5 بجے تھا اور یہی وقت حجاز مقدس میں ظہر کا ہوتا ہے۔

اس لحاظ سے جب سرزمین حجاز میں سورج غروب ہو رہا ہوتا ہے تو یہاں دس بج چکے ہوتے ہیں۔ تو اب اس وقت میں چاند سورج کی شعاعوں سے پیچھے رہ کر وہاں نظر آ سکتا ہے۔ اب اس وقت وہاں اگر نظر آ گیا تو انتظار ختم ہوگیا۔ یہی ساری دنیا کا چاند ہے۔ اب صرف صحیح اطلاع ملنے کی انتظار ہے۔ وہاں کے ذرائع ریڈیو ٹیلویژن وغیرہ نے نشر کر دیا تو پھر انتظار کا کیا مطلب ہوا؟ اب صرف اتحاد کو ختم کرنا' اختلاف کا نعرہ بلند کرنا' اپنی معتبری ثابت کرنا' فتنہ و فساد برپا کرنا' مسلمانوں کو دکھ دینا' غیر مسلموں کو تمسخر کا موقع دینا اور اسلام پر بدنما داغ لگانا مقصود ہوتا ہے۔ غیر مسلم دنیا جتنی بھی ہے' اس معاملے میں ان کا مکمل اتفاق ہے۔ ان کے مذہبی تہوار تمام دنیا میں ایک ہی تاریخ کو منائے جاتے ہیں۔ ویسے بھی جس دن کسی ماہ کی یکم تاریخ ہوتی ہے' اس دن پاکستان میں بھی یکم ہی ہوتی ہے۔ کوئی جگہ ایسی نہیں ملے گی جہاں دوسری تاریخ ہو۔ امریکہ و انگلستان میں بھی' فرانس' جرمنی' روس' چین' یوگوسلاویہ اور سوئٹزرلینڈ میں یکم ہی ہوتی ہے'' (صفحہ 17)

> **اگر رویت ہلال کے شرعی طریقے کی بجائے ماہرین فلکیات و موسمیات آلات رصد کے ذریعے چاند دیکھ کر فیصلہ کریں' تب بھی پوری دنیا کے مسلمان عملاً ایک دن عید نہیں منا سکتے**

4۔ آگے چل کر اس مشکل کا حل پیش کرتے ہیں:

''اس سلسلہ میں ہماری مشکلات یہ ہیں کہ رات کے ابتدائی حصہ میں نماز مغرب یا نماز عشاء کے متصلاً بعد نہ اعلان کر سکیں گے۔ رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد اعلان کریں گے۔ دیر سے پیدا ہونے والی مشکلات کے لئے عوام کو یہ بتائیں کہ اعلان حکومت خود کرے گی۔ اس پر ہم اور آپ سب عمل کریں گے۔

یہاں خود ساختہ معتبریوں پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور عصری رقابتیں آڑے نہیں آ سکیں گی۔ اگر اعلان میں کچھ تاخیر ہوگئی تو کوئی حرج نہیں کیونکہ مشرق سے مغرب تک رات کی گردش زیادہ سے زیادہ 12 گھنٹوں میں ختم ہو جاتی ہے۔ تمام زمین اتنی ہی ہے۔ دن کی گردش بھی بارہ گھنٹوں میں پوری ہوتی ہے۔ چوبیس گھنٹوں میں دونوں گردشیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لئے رات کے کسی حصہ میں دنیا کو مطلع کیا جا سکتا ہے۔ دن نکلنے اور تاریخ بدلنے سے پہلے ہم اپنی تاریخ ایک بنا سکتے ہیں' تمام خوشیوں کو اپنا سکتے ہیں۔ نیک نامیوں' اتحاد و محبت اور ایک مسلکی کو زندہ کر سکتے ہیں (صفحہ 10 رسالہ مذکورہ)

مذکورہ بالا اقتباسات رسالہ مذکورہ کا نچوڑ ہیں۔ ان اقتباسات میں خط کشیدہ الفاظ خصوصی توجہ کے مستحق ہیں' انہی پر ہم تبصرہ کریں گے۔

راحۃ العوام کے اقتباسات پر تبصرہ:

اقتباس نمبر ایک میں آپ نے دونوں باتوں کا اکٹھا کر دیا ہے۔ حالانکہ ''نیا چاند'' اور ''نئے چاند کا نظر آنا'' دو الگ الگ امور ہیں اور ان کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ اس لئے ہم نئے چاند کی بات چھوڑ کر نئے چاند کے نظر آنے کے متعلق احادیث پیش کرتے ہیں کیونکہ ''نئے چاند'' کی شرعی حیثیت کچھ نہیں ہے۔ (جو لوگ ''چاند'' دیکھنے سے پہلے روزے شروع کریں یا عید منائیں' وہ آپ کے نافرمان ہیں۔ ارشاد نبوی ہے۔

وعن عمار بن یاسر ﷺ قال من صام الیوم الذی یشک فیه فقد عصی ابا القاسم ﷺ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی' دارمی' ابن ماجه)

عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر فرماتے ہیں ''جس شخص نے شک کے دن روزہ رکھا' اس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اختلاف مطالع کے اعتبار پر شرعی دلائل

۱۔ عن عبدالله بن عمر قال قال رسول الله تعالی علیه وسلم ولاتصوموا حتی تروا الهلال ولاتفطروا حتی تروا فان غم علیکم فاقدروا له و قال الشهر تسع وعشرون لیلة فلاتصوموا حتی تروه فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثین (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک نیا چاند نہ دیکھ لو' روزے مت رکھنا شروع کرو اور جب تک نیا چاند دیکھ نہ لو' روزے مت چھوڑو' اگر ابر محیط ہو جائے تو اس مہینہ کو پورا ہونے دو'' اور فرمایا ''مہینہ انتیس رات کا بھی ہوتا ہے۔ سو جب تک نیا چاند دیکھ نہ لو' روزے رکھنا مت شروع کرو۔ پھر اگر ابر محیط ہو تو تمیں 30 کی گنتی پوری کرو۔

2. عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلاثین. (بخاری' مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نئے چاند کو دیکھ کر روزے رکھو اور نیا چاند دیکھ کر ہی افطار کرو۔ اگر کسی وجہ سے چاند نظر نہ آ سکے تو شعبان کے 30 دن پورے کرو۔''

3۔ اختلاف مطالع کو سب ائمہ محدثین معتبر سمجھتے تھے۔ امام

ترمذی' ابوداؤد اور امام نووی شارح مسلم سب نے اس موضوع پر الگ الگ باب قائم کئے ہیں۔ درج ذیل حدیث ان سب کتب حدیث میں موجود ہے۔

عن كريب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته الى معاوية بالشام قال فقدمت الشام فقضيت حاجتها واستهل على رمضان وانا بالشام فرايت الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت الى المدينه فى آخر الشهر فسالنى عبدالله بن عباس رضى الله عنهما ثم ذكر الهلال فقال متى رأيتم الهلال؟ فقلت رايناه ليلة الجمعة فقال انت رايته ؟ قلت نعم! راه الناس وصاموا وصام معاوية. فقال لكنا رأيناه ليلة السبت فلاتزال نصوم حتى تكمل ثلاثين او نراه " فقلت اولا تكتفى برؤيت معاوية و صيامه؟ فقال لاهكذا امرنا رسول الله ﷺ

کریب کہتے ہیں کہ ام الفضل بنت الحارث نے مجھے شام میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ میں وہاں گیا اور اس کا کام پورا کیا۔ وہیں رمضان کا چاند نظر آیا۔ جبکہ میں شام میں تھا۔ میں نے خود بھی جمعہ کی رات کو چاند دیکھا۔ پھر آخر ماہ (رمضان) میں مدینہ آیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے کہا ہم نے جمعہ کی رات کو دیکھا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''کیا تم نے خود بھی دیکھا تھا؟'' میں نے کہا ''ہاں اور بہت سے لوگوں نے بھی دیکھا اور اس کے مطابق روزے رکھے۔ خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہم نے تو ہفتہ کی رات چاند دیکھا' ہم تیس 30 روزے مکمل کریں گے الا یہ کہ خود چاند دیکھ لیں۔ میں نے کہا' آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رویت کا اعتبار نہیں کرتے؟ انہوں نے فرمایا' نہیں یہ بات نہیں (بلکہ) ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی حکم فرمایا ہے''

ظاہر ہے کہ یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رویت کی شہادت کو غیر معتبر قرار نہیں دیا۔ بلکہ مطلع کے اختلاف کی بنا پر اہل شام کی رویت کو اپنے علاقہ کے لئے معتبر نہیں سمجھا۔ اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرمادی کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ یہ حدیث اختلاف مطالع پر ایک صریح دلیل ہے۔ دمشق (شام) مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ دونوں سے 5 درجے طول بلد مغرب کو ہے۔ یہ دونوں مقامات مقدسہ تقریباً 40 درجے طول بلد شرقی پر واقع ہیں جبکہ دمشق 35 درجے طول بلد شرقی پر واقع ہے۔ اگر مشرق میں واقع ہوتا تو مطلع کے اختلاف کی گنجائش نہ تھی۔

4۔ مطلع کے اختلاف سے متعلق امام ابن ابی شیبہ نے المصنف میں یہ حدیث درج فرمائی ہے:

حدثنا ابن ادريس عبدالله بن سعيد قال ذكروا بالمدينة رؤية الهلال وقالوا اهل استاوه قد رأوه فقال القاسم والسالم: مالنا و لاهل استاوه

عبداللہ بن سعید فرماتے ہیں' مدینہ میں رویت ہلال کی بات چھڑی۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اہل استاوہ نے چاند دیکھ لیا ہے۔ قاسم اور سالم دونوں نے فرمایا۔ ہمارا اہل استاوہ سے کیا تعلق اور واسطہ؟

ان احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے علاقہ کی شہادت کو معتبر سمجھتے تھے۔ دوسرے علاقہ کی شہادت سے انہیں کچھ دلچسپی نہ تھی۔ ان احادیث کی روشنی میں اب رسالہ مذکورہ کے اقتباس کی عبارت دوبارہ ملاحظہ فرمایئے کہ

رویت ہلال کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں دراصل کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ متقدمین' متاخرین فقہاء کرام' علمائے سائنس' علمائے شریعت حنفی مالکی' حنبلی سب کا اس پر اتفاق ہے کہ دنیا کے کسی کونے میں بھی نیا چاند نظر آ جائے تو اس پر عمل کرنا سب پر لازم وواجب ہے۔

ہم بوجہ طوالت ائمہ کے اقوال سے صرف نظر کرتے ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک اقوال کے مقابلہ میں احادیث بہت زیادہ معتبر ہیں۔ دوسرے اس وجہ سے بھی کہ اگر تمام ائمہ کے اقوال کا احاطہ کیا جائے تو یہ اقوال فتاویٰ بھی 80 فیصد کے لگ بھگ صاحب رسالہ کے نظریہ کے خلاف وارد ہیں۔

اب ہم یہ دیکھیں گے کہ صاحب موصوف نے تمام کتابوں کے حوالہ جات سے جو مطلع کے اختلاف کو غیر معتبر قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ ''یہ مسئلہ عربی' فارسی' اردو کی سب کتابوں میں موجود ہے تو یہ سب کتب کون کون سی ہیں اور ان حوالہ جات کی حقیقت کیا ہے؟

اتفاق سے ان حوالہ جات میں حدیث کے ایک ٹکڑے کے اردو ترجمہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا پہلے وہی ملاحظہ فرمایئے۔ فرماتے ہیں:

مثلاً مغربی دنیا میں چاند دیکھا گیا' مشرق میں نظر نہیں آیا۔ اور پھر مشرق والوں کو مغرب والوں کے دیکھنے کی خبر معتبر ذرائع سے پہنچ جائے تو اس پر عمل کرنا لازم ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان جو کتب احادیث میں موجود ہے'' کہ روزہ رکھو چاند دیکھنے سے اور افطار کرو چاند دیکھنے سے'' تو چاند دیکھنا عام ہے کہ دنیا کے کسی حصے میں چاند دیکھا جائے تو اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے اور حنفی' مالکی' حنبلی مذاہب کا اس پر اتفاق ہے اور یہی حقیقت ہے۔ (صفحہ 7 رسالہ مذکور)

حدیث کا ترجمہ تو صرف یہ ہے کہ'' روزہ رکھو چاند دیکھنے سے اور افطار کرو چاند دیکھنے سے'' اس مفہوم ۔ سے تو کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف ہے تو صرف اس مشرق اور مغرب سب کو ایک کردینے پر ہے۔ یہ مشرق ومغرب اور پوری دنیا کے الفاظ کون سی دلیل کے تحت درمیان میں آ گئے؟............ اگر یہی طرز استدلال ہو تو پھر آخر کیا کچھ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں کیا جاسکتا؟

آپ نے ائمہ کے فتاویٰ کے جو حوالہ جات پیش کئے ہیں جو تمام عربی' فارسی اردو کی کتابوں کو محیط ہیں' صرف چھ ہیں:

فتاویٰ عربی درمختار' فتاویٰ شامی رد المحتار' خلاصۃ الفتاویٰ' فتاویٰ عالمگیری' عزیز الفتاویٰ اور امداد الفتاویٰ...... ان میں سے آپ نے وہ عبارات نقل فرمائی ہیں جو مفید مطلب ہیں۔ پھر ان عبارتوں سے جس طرح مطلب براری کی گئی ہے' اس کا نمونہ آپ اوپر ملاحظہ کرچکے ہیں۔

دیانت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ایک مذہب یا ایک مصنف کے تمام اقوال بیان کردیئے جائیں ہیں اور پھر نتیجہ اخذ کیا جائے۔ یہ طریق پسندیدہ نہیں کہ جہاں سے کوئی بات مفید مطلب ملے' ان سب کو اکٹھا کر کے اپنے مخصوص نظریہ کی حمایت میں پیش کردیا جائے۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ائمہ کی ایک قلیل تعداد نے اختلاف مطالع کو غیر معتبر سمجھا ہے لیکن بیشتر ائمہ کے اقوال احادیث اور علم ہیئت کے اصول چونکہ اختلاف مطالع کی تائید کرتے ہیں لہٰذا ان چند اقوال کو کچھ اہمیت نہیں دی جاسکتی۔

مشرق ومغرب کی رؤیت میں فرق

اس عنوان کے تحت صاحب موصوف نے مطلع کے اختلاف

باقی صفحہ 10 پر

تازہ صورتحال میں اہل پاکستان حدیث کے مطابق عید کا چاند دیکھ کر اختلاف دور کرلیں۔ حافظ عبدالسلام بن محمد مدیر جامعۃ الدعوۃ الاسلامیہ مرید کے

رمضان کے چاند کے بارے میں ملک بھر میں پھیلے ہوئے شکوک وشبہات کے بارے میں محترم حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی صورتحال کا صحیح حل ہمیں پیش کیا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اور اگر بادل ہو جائے تو شعبان کی گنتی یعنی 30 دن پورے کرلو۔ اس کے علاوہ نبی ﷺ نے شک کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ جب تک چاند دیکھنے کا یقین نہ ہو' روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔ ان احادیث کے مطابق ہم نے شعبان کے تیس دن پورے کرنے کے بعد رویت ہلال کمیٹی کے اعلان کی رو سے روزے شروع کئے اور اب چاند دیکھ کر عید کریں گے اور اگر اس سلسلے میں کوئی غلطی ہوگی تو نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق چاند دیکھ کر دور ہو جائے گی۔ اگر 28 رمضان کے بعد چاند نظر آتا ہے تو عید کے بعد ایک روزے کی قضا دے دی جائے گی جبکہ عید چاند دیکھ کر ہی ادا کی جائے گی۔ علاوہ ازیں تمام مسلمانوں سے خصوصی درخواست ہے کہ وہ عید کا چاند دیکھنے کا خاص اہتمام کریں اور کسی ممکنہ غلطی کا ازالہ کرنے کے لئے رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کو اپنی شہادتوں سے بروقت مطلع کر کے اپنا شرعی فریضہ ادا کردیں۔

عقیدہ

وسیلہ اور اس کا مفہوم

قرآن وحدیث کی روشنی میں

محمد یوسف شاہد

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات (Code of life) ہے اور اس کے ماننے والوں کا من حیث المجموع یہ عقیدہ رہا ہے کہ اسلام یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مجموعہ کو سب سے زیادہ بہتر اگر کسی نے سمجھا ہے تو وہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام ہیں۔

وسیلہ کا مروجہ نظریہ توحید کے تصور کو ہمیشہ تعدد اور اشراک کی منزل کی طرف گامزن کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ رہا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وسیلہ کی اصطلاح جن معانی میں صحابہ اور تابعین میں مستعمل تھی' ان معنوں میں اس کا استعمال بعد کے زمانوں میں اس طرح برقرار نہیں رہا۔ چنانچہ اس لفظ کو قصداً غلط رنگ دیا جاتا رہا ہے۔ پورے قرآن پاک میں صرف دو مقامات ایسے ہیں جہاں پر وسیلہ کا لفظ استعمال ہوا۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ (المائدہ:۳۵)

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا (بنی اسرائیل:۵۷)

(جن لوگوں کو یہ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے پروردگار کے پاس وسیلہ (قرب) چاہتے ہیں کہ کون زیادہ مقرب ہے اور اسی کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اسی کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ تیرے رب کا عذاب واقعی ڈرنے کی چیز ہے)

پس اللہ کی طرف سے جس وسیلہ کا حکم دیا گیا ہے اور جس کے متعلق بتایا گیا ہے' وہ عبادات کے ذریعہ سے اس عظیم الشان ہستی کا تقرب ہے۔ پس یہ وسیلہ جس کی تلاش کا اللہ نے مومنوں کو حکم دیا ہے' تمام مسنون عبادات پر مشتمل ہے۔ لہٰذا وسیلہ جس کی جستجو کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ پس یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کے ذریعہ سے اللہ کا قرب حاصل کیا جائے بجز اس کے اللہ تک کسی کیلئے کوئی وسیلہ ہے ہی نہیں۔

اب اہل بدعت اور ضعیف الاعتقاد لوگ معاملے کی گہرائی تک نہ پہنچ سکے اور ارادتاً یا لاشعوری طور پر قرآن پاک کی تشریح و تفسیر میں اپنی رائے کو ٹھونس کر قرآن پاک کے مفہوم کو سبوتاژ کیا گیا۔ قرآن پاک کے مفسر اول محمد ﷺ' جن کے بارے میں خود رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ

کے فرامین اور ان کے صحابہ کے آثار سے یہ بات ہم تک پہنچی ہے کہ وسیلہ جو کہ ذریعہ قربت الٰہی ہے' اس کی تین اقسام ہیں جن کو مشروع قرار دیا جا سکتا ہے۔ دیگر جتنی اقسام ہیں' سب شرک وبدعت کے زمرے میں آتی ہیں۔ مشروع اقسام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اسماء وصفات الٰہی کا وسیلہ۔ ۲۔ نیک اعمال کا وسیلہ
۳۔ صلحاء سے دعا کروانے کا وسیلہ۔

> **نیک اعمال کا وسیلہ بھی وسیلہ کی ایک بنیادی قسم ہے اس کی تشریح میں غار والوں کا واقعہ بہت اہم ہے۔ اسماء وصفات الٰہی کا وسیلہ بھی ثابت ہے جس کی دلیل وہ دعائیں ہیں جن میں اللہ کو صفاتی نام سے پکارا جاتا ہے اور صلحاء سے دعا کروانا بھی وسیلے کی قسم ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے لئے کوئی وسیلہ نہیں ہے**

۱۔ اسماء وصفات الٰہی کا وسیلہ:

اللہ رب العزت کی ذات لامتناہی اور ان گنت صفات کی حامل ہے اور اس کے خوبصورت اور شان والے نام ہیں ان میں سے بعض صفات اس ذات باری کے اپنے ناموں سے بھی واضح ہیں۔ مثلاً رحمان سے رحمت' غفور سے مغفرت' علیم سے علم وغیرہ اور بعض دوسری صفات جو ذرا سی تشریح طلب ہیں اور بعض وہ صفات ہیں جو خاص اس کی ہستی سے متعلق ہیں۔ یعنی اس کا علم' اس کی عزت اس کی قدرت وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کی ان متذکرہ صفات کے حوالے سے اس کی ذات کو پکارنا خود نبی رحمت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ مثلاً آپ ﷺ کی مندرجہ ذیل دعاؤں میں اس وسیلہ کا استعمال کیا گیا ہے۔

۱۔ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ

اے دلوں کے پھیرنے والے' میرا دل اپنے دین پر جمادے

يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ

ترجمہ: اے حی' اے قیوم میں تیری رحمت کے ذریعے فریاد کرتا ہوں

ان مذکورہ بالا دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کو اس کے کسی اسم یا کسی صفت کا واسطہ دے کر پکارا گیا ہے۔ مثلاً مقلب القلوب اللہ کی یہ صفت ہے کہ وہ دلوں کو پھیرتا ہے اور قائم کرتا ہے۔ دوسری دعا میں حی وقیوم' اس کے ہمیشہ زندہ ہونے اور قائم رہنے والا ہونے کا اعتراف کرنے کے بعد اس کی رحمت کو بطور استغاثہ یا وسیلہ استعمال کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وسیلہ کو پسند کیا اور ایک مقام پر اس لئے یہ ارشاد فرمایا

وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا

یہ ایک عام کلیہ ہے کہ جس قسم کا کام مطلوب ہو' اس قسم کی صفت سے پکارا جائے۔

۲۔ نیک اعمال کا وسیلہ:

نیک اعمال کا وسیلہ بھی وسیلہ کی ایک بنیادی قسم ہے اور اس کی تشریح میں غار والوں کا واقعہ بڑی اہمیت کا حامل ہے جنہوں نے اپنے اپنے نیک اعمال کا اللہ کو واسطہ دیا تو غار کا پتھر ہٹ گیا۔ اسی طرح کئی اور تصریحات ہیں جو قرآن وسنت میں اس وسیلے کی تائید میں وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے کچھ حسب

ذیل ہیں۔

۱۔رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ

اے ہمارے رب ہم نے ایک اعلان کرنے والے کو سنا جو ایمان کے لئے پکار رہا تھا کہ تم اپنے رب کے ساتھ ایمان لاؤ۔ پس ہم اپنے رب کے ساتھ ایمان لائے پس تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری خطاؤں کو مٹا دے اور ہمیں نیکوکاروں کے ساتھ پورا پورا اجر عطا فرمایا۔

اب اس دعا میں ہمیں نیک اعمال کے وسیلہ کے ساتھ مانگنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ سب سے پہلے اپنے ایمان کا ذکر کیا گیا چونکہ اعمال صالحہ کی بنیاد ایمان کامل ہے اور ویسے بھی بذات خود ایمان کامل افضل ترین نیکیوں میں سے ایک ہے۔ چنانچہ اس وسیلہ کے بعد اس بات کی قوی تر امید ہے کہ اللہ اس کے گناہوں کو معاف کر دیں گے۔

اسی طرح کتب احادیث میں یہ حدیث بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ قاریٔ قرآن کو مانگنے والوں سے بھی زیادہ دیتا ہے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ قرآن کا قاری اپنے نیک عمل کے ذریعے اللہ کی قربت تلاش کر رہا ہے۔

۳۔ صلحاء سے دعا کروانے کا وسیلہ:

صلحاء سے دعا کروانے کا وسیلہ' وسیلے کی ایک نہایت اہم اور بنیادی قسم ہے اور یہی وہ قسم ہے جس کے صحیح مفہوم کو نہ سمجھنے کی بنیاد پر بہت سے لوگ گمراہی کا شکار ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت کے آداب کو بھی جب نظر انداز کیا گیا تو یہ چیز بھی ٹھوکر لگنے کا سبب بنی۔ احادیث میں جہاں کہیں بھی توسل نبی ﷺ کا ذکر کیا گیا وہاں پر آپ ﷺ کی دعا کے ساتھ توسل مقصود ہے نہ کہ آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ اس بات کو تقویت ان ارشادات سے پہنچتی ہے جو امیر المومنین عمر فاروق اور امیر معاویہ سے صادر ہوئے ہیں کہ جب بارش کی دعا کے لئے ان دو عظیم ہستیوں کو ضرورت پڑی تو ان ہستیوں نے جو الفاظ کہے' وہ مسئلے کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ کہے

اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ

(صحیح بخاری)

اے اللہ ہم تیرے نبی (کی دعا) کے ذریعے تیرا واسطہ طلب کرتے تھے تو تو ہمیں بارش عطا کرتا تھا اور اب ہم تیرا وسیلہ اپنے نبی کے چچا کے ذریعے چاہتے ہیں (راوی نے کہا) کہ انہیں بارش عطا ہو جاتی تھی۔

وسیلے کا مسئلہ سمجھنے میں عام لوگوں کو مغالطہ بھی اس وجہ سے ہوا کہ جہاں بھی حدیث میں توسل نبی ﷺ کا ذکر آیا تو اسے آپ ﷺ کی دعا کا توسل سمجھنے کی بجائے آپ ﷺ کی ذات کو توسل سمجھا گیا جو کہ غلط ہے

یہ الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب زندہ تھے تو ان کے ذریعے دعا کرائی جاتی تھی جب آپ فوت ہو گئے تو پھر اگر ذات کا وسیلہ جائز ہوتا تو آپ کی ذات کو اب بھی وسیلہ بنایا جاتا لیکن صحابہ نے یہ وسیلہ اختیار نہیں کیا بلکہ آپ کے چچا سے دعا کرائی گئی گویا وسیلہ ذات نبی ﷺ کا نہ تھا بلکہ دعائے نبی ﷺ کا تھا کیونکہ ذات رسول اللہ ﷺ مدفون حالت میں موجود تھی جبکہ دعائے نبی موجود نہ تھی۔ اس ضمن میں یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہئے کہ رسول اللہ کی وہ دعائیں جو بعض اعمال کرنے والوں کے حق میں یا خلاف کی گئی ہیں' وہ دعائیں اپنے اثرات کے لحاظ سے جاری و ساری رہیں گی اور ہر صاحب عمل ان سے فیض یاب ہوگا۔ مثلاً آپ ﷺ کی یہ دعا کہ

اگر نبی ﷺ کی ذات کا وسیلہ درست ہوتا تو صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی ذات کو وفات کے بعد وسیلہ بناتے لیکن صحابہ آپ کی وفات کے بعد دعا کرنے کروانے لئے آپ ﷺ کے چچا عباسؓ کے پاس جاتے

اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو میری حدیث کو آگے پہنچائے۔ اسی طرح جبرئیل نے جب ماہ رمضان کو ضائع کرنے والے آپ ﷺ کے نام پر درود نہ پڑھنے والے اور والدین کی فرمانبرداری نہ کرنے والے کے لئے باعث وعید کا ذکر کیا اور آپ نے ہر بار آمین کہا تو یہ وعید بھی تا قیامت ہے۔

اگر کوئی رسول اللہ کی ذات کا وسیلہ چاہے تو جائز نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کی ذات ہمارے اعمال کے اجزاء میں سے ہے نہ صفات الٰہیہ میں سے اور نہ صلحاء سے کرائی گئی دعا میں سے ہے' تاہم بعض صورتیں ایسی ہیں جہاں تک آپ ﷺ کی ذات سے تعلق ہمارے کام آسکتا ہے مثلاً نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر جب درود بھیجا جائے تو اس درود پاک کا وسیلہ نیک اعمال کے وسیلے کے زمرے میں آئے گا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو صحیح عقیدہ و منہج پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

اذان کے بعد وسیلہ والی دعا

اللَّهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ

ترجمہ: اے اللہ اس مکمل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے رب' محمد ﷺ کو مقام وسیلہ (اپنا قرب) عطا فرما اور اسے مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے اس کے ساتھ وعدہ فرمایا۔

اس حدیث میں وسیلہ سے مراد قرب الٰہی کا ترین مقام (مقام محمود) ہے کہ جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مقام محمود وہ مرتبہ جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندے کو عطا فرمائے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔

بقیہ انٹرویو

کمرے میں داخل ہوا تو پولیس والا آ گیا۔ اس نے دور سے کہا او پاکستانی آ ؤ تھانے میں۔ اس طرح اسے رات تھانے میں گزارنا پڑی۔ اسی طرح کا واقعہ ہندوستانی تاجر نے سنایا جو اس کے ساتھ کراچی میں پیش آیا۔ پھر دونوں تاجر کمیٹیوں کے نمائندوں نے بات چیت کی اور اس نتیجے پر پہنچے کہ ان حالات میں جب تک کشمیر کا مسئلہ ہے تجارت ممکن نہیں۔ تاجر خواہ پاکستانی ہو یا ہندوستانی' ہم اپنی بے عزتی نہیں کرا سکتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب تک اس پاکستانی تاجر یا ہندوستانی تاجر کے لئے اس ملک میں یا بھارت میں شکوک سے بالاتر ماحول نہ ہوگا تب تک ٹریڈ ممکن نہیں اور یہ ماحول پیدا کرنے کے لئے مسئلہ کشمیر کو حل کرنا ہوگا۔ اسی طرح جب تک شکوک سے بالاتر ماحول نہ ہوگا تب تک کھیلوں کا میدان بھی جنگ کا میدان بن جائے گا۔

آپ کے جریدے کے نام کے حوالے سے کہوں گا کہ موجودہ صورتحال میں تبلیغ بھی ممکن نہیں۔ ہندوستان تبلیغ کے لئے بہت زرخیز زمین ہے مگر یہ جو مخالفت و مخاصمت ہے' اس میں تبلیغ کا ماحول ممکن نہیں۔ ہندوستانی قائدین اور مہاجنوں کو اندازہ ہے کہ اگر امن ہو گیا تو اسلام پھیل جائے گا۔ دلتوں میں اسلام پھیلے گا اور مذاہب کا تقابلی مطالعہ کرنے والے اسلام قبول کر لیں گے۔ میرے خیال میں یہ تبلیغ میں رکاوٹ کے لئے نفرت کی دیوار کھڑی کی گئی ہے۔

مجلہ الدعوۃ کا سائنسی سلسلہ

القرآن و علم الافلاک

قسط نمبر 2

سورج تاروں اور سیاروں کی مختلف حرکات

potelmy اور Hipparchus نے حساب لگایا کہ زمین ساکن ہے جبکہ سورج چاند اور سیارے اس کے گرد گھوم رہے ہیں David bergamini and the editors of life: The universe 13: published by time life International (netherland) N.v1964

بالکل زمانہ قریب تک جدید سائنس دان یہ نظریہ رکھتے تھے کہ سورج ساکن ہے اور زمین گھوم رہی ہے۔ پس بعض جدید لوگ قرآن میں یہ پڑھ کر حیران ہوتے تھے کہ سورج بھی متحرک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم نے 1500 سال پہلے یہ اعلان کر دیا تھا کہ تمام سماوی اجرام اور خود زمین بھی لگاتار متحرک ہیں۔ مزید اللہ تعالیٰ ان کی حرکات کو کنٹرول کرتا ہے اور انہیں ان کی حدود سے باہر نہیں جانے دیتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ان اللہ یمسک السماوات والارض ان تزولا. ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ (فاطر۔41)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہی زمین و آسمان کو کنٹرول میں رکھا ہے۔ پس وہ اپنی راہ سے ہٹ نہیں سکتے۔ اور اگر وہ اپنی راہ سے ہٹ جائیں تو اللہ کے علاوہ کون ان کو قابو میں لا سکتا ہے۔

اب قرآنی آیت کل فی فلك يسبحون یعنی ان میں سے ہر ایک اپنے دائرہ میں گھوم رہا ہے' کا تفصیلی معنی زیر غور لایا جا سکتا ہے۔ اس آیت میں لفظ کل قابل غور ہے یعنی زمین بھی دیگر اجرام فلکی کی مانند ہے' گول اور اپنے اپنے افلاک میں رواں دواں ان طاقتوں کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں' وہی ان کو قابو کیے ہیں۔

ڈیساؤ Asimov لکھتا ہے

The extinctions should, therefore, occur at random. The 30-million-year period of galactic Plane-crossing for the Sun does not seem to translate into a 30-million-year cycle of mass extinctions on Earth.

p34 exploring the earth and the (cosmos

ترجمہ! پس یہ اس سے بھی پیچیدہ معاملہ ہے۔ کیونکہ نہ صرف زمین ہی سورج کے گرد حرکت کر رہی ہے بلکہ وہ سورج کو ساتھ لئے کہکشاں کے مرکز کے گرد حرکت کر رہی ہے۔ پھر سورج اور زمین کہکشاں سمیت قریبی کہکشاؤں کے درمیان ایک خاص راستے (path) پر چلے جا رہے ہیں۔ بلکہ عام طور سے کہکشاؤں کے درمیان ایک خاص راہ پر چل رہے ہیں۔ ان تمام اشیاء جن کا اوپر ذکر ہوا ہے' ان میں سب سے آسانی سے دن کو محسوس نظر آنے والی چیز

ریاض الحسن نوری

مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان

> زمانہ قریب میں سائنسدان یہ نظریہ رکھتے تھے کہ سورج ساکن ہے اور زمین گھوم رہی ہے۔ پس بعض جدید لوگ قرآن مجید میں پڑھ کر حیران ہوئے تھے کہ سورج بھی متحرک ہے

سورج ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اسی کا ذکر مندرجہ ذیل آیت میں کیا ہے تا کہ عام لوگ بھی اس کا ادراک کر سکیں۔

والشمس تجری لمستقر لھا ذالک تقدیر العزیز العلیم (یٰسین۔39)

یعنی سورج اپنے ایک بتائے ہوئے مستقر پر چل رہا ہے۔ یہ اس کی حرکات اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ہیں جو عزیز بھی ہے اور علیم بھی ہے۔

ڈیوڈ برگامنی David bergamini اور لائف کے ایڈیٹر حضرات سورج کی حرکت کا ذکر کرتے ہوئے اس کی سوانح کے ذکر کے دوران سورج کے راستے کا خمار نقشہ یوں کھینچتے ہیں جس کی تصویر درج ذیل ہے۔

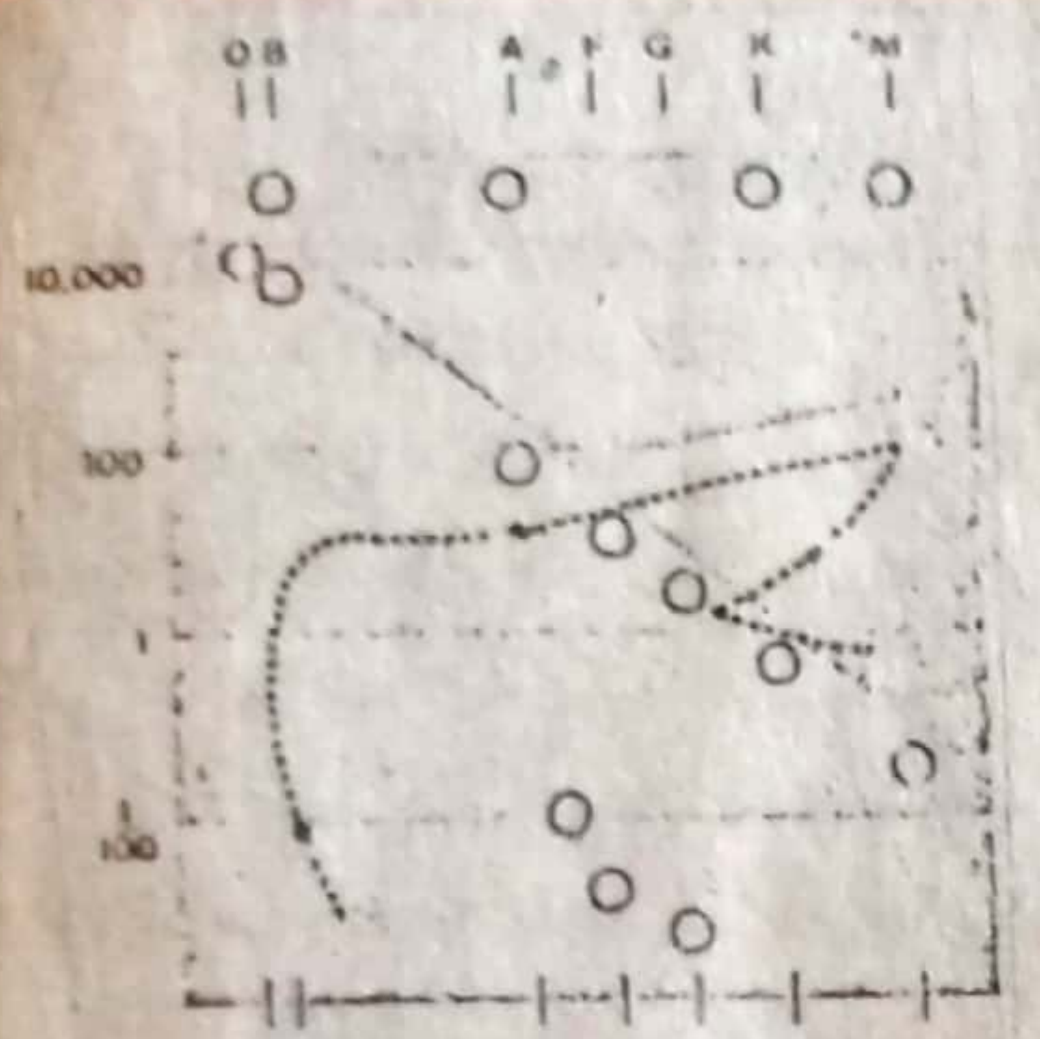

The sun's evolution, plotted on the colour-brightness graph (on pages 118-119), is shown from birth to death. It coalesced 5,000 million years ago from a gas cloud into a smallish red star, which quickly heated up to assume its present form as a yellow star on the main sequence. Here it will remain, unchanged, for another 5,000 million years before its nuclear activities become unstable and swell it into red gianthood. This turbulent phase will quickly pass, and the sun's course will be to the left and downwards on the graph, indicating a tendency to get smaller and hotter before it slides slowly towards white dwarfism.

(David Bergamini: The Universe: 132 published by Time-Life International 1964).

انہوں نے سورج کی پیدائش سے اس کی موت (اگر یہ موت حکم الٰہی سے وقت سے پہلے نہ آ جائے) تک کا گراف کھینچا ہے کہ سورج آج سے پانچ ہزار ملین سال پہلے گیس کے بادل کے سمٹ جانے سے معرض وجود میں آیا تھا۔ شروع میں یہ چھوٹا سا سرخ ستارہ تھا جو پھر جلد ہی گرم ہو کر موجودہ زرد ستارہ کی شکل اختیار کر گیا۔ اس موجودہ حالت میں اس کے پانچ ہزار ملین سال اور گزر جائیں گے۔ قبل اس کے کہ نیوکلیائی (nuclei) عمل کی بنا پر اس کا استحکام قائم نہ رہ سکے اور یہ پھیل اور پھول کر سرخ رنگ کا دیو بن جائے۔ اس کی یہ حالت بھی جلد گزر جائے گی اور یہ اس راستہ پر چل پڑے گا جو گراف

س بائیں جانب جنوبی رخ اختیار کرتا دکھایا گیا ہے۔ یوں یہ آہستہ آہستہ چھوٹے سے چھوٹا اور گرم سے گرم ترین ہوتا جائے گا حتی کہ یہ سفید بونا بننے کی راہ پر چل پڑے گا۔ (white dwarf) گویا دوی النظر میں تو یہی اس کی زندگی کا راستہ دکھائی دیتا ہے مگر اس کو کسی سے کوئی حادثہ بھی پیش آسکتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی اچانک تبدیلی بھی آسکتی ہے۔

غرضیکہ قرآنی آیت کا مطلب تو یہی ہے کہ فی الحال انسانوں کی اس زمین پر زندگی کے زمانے میں سورج ایک خاص مقررہ مستقر پر چلا جا رہا ہے۔ باقی سارا اختیار اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا اس موجودہ کائناتی نظام کو ختم کر کے قیامت برپا کر دے گا۔

مذکورہ بالا کتاب کے 20 سال بعد ایک اور کتاب شائع ہوئی ہے اس میں carl sagan یوں لکھتے ہیں

ہمارا گھر کہکشاں کے غیر معروف خطہ میں واقعہ ہے جہاں کہ سورج کی مانند دیگر ستارے بھی کہکشاں کے مرکز کے گرد 250 ملین سال میں ایک دورہ لگاتے ہیں۔

لیکن کہکشاں کے مرکز کے گرد دورہ کرنے کے علاوہ سورج کی ایک اور حرکت بھی ہے۔ یہ حرکت اوپر نیچے اچھلنے کی حرکت ہے۔ جب بھی سورج کہکشاں کے فرضی مرکزی سطح سے گزرتا ہے تو ایسی ہی حرکت کرتا ہے۔ جب سورج اپنے دورہ کی آخری حد میں کہکشاں کی مرکزی سطح سے 230 ملین نوری سال بلندی پر ہوتا ہے تو کشش ثقل کی بناء پر وہ اپنے نیچے کے ستاروں گیس اور دخان (دھوئیں) کی طرف کھنچتا ہے۔ پھر اپنے رخ کو الٹ کر واپس ہو جاتا ہے۔ لیکن کہکشاں کی سطح حقیقی نہیں بلکہ فرضی سطح ہے۔ جب سورج وہاں پہنچتا ہے تو اس کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے اور اس کو روکنے والی کوئی چیز نہیں ہوتی پس سورج اچھل کر دوسری طرف نکل آتا ہے۔ یوں اس گرد و غبار (دخان) اور ان ستاروں کی وجہ سے جو وہ پیچھے چھوڑ چکا ہوتا ہے اس کی رفتار سست ہو جاتی ہے حتی کہ وہ تقریباً 230 ملین نوری سال پر کہکشاں کی مرکزی سطح کی دوسری طرف نکل آتا ہے۔ وہاں رکتا ہے اور پھر واپس اپنی راہ پر چل پڑتا ہے۔ کیونکہ سورج ایک ایسے مکمل خلا میں سفر کر رہا ہے کہ جس سے زیادہ عمدہ خلا ہمارے علم میں نہیں ہے۔ اس وجہ سے اس کی حرکت کو کم کرنے کے لئے کوئی مزاحمت موجود نہیں ہے پس ایک مکمل لچکدار بڑی گیند کی مانند جس کو آپ بار بار فرش پر بچوں کی طرح ہاتھ سے مار مار کر کھیلتے ہوں اسی طرح سورج اوپر نیچے ہمیشہ اچھلتا اور گرتا رہتا ہے۔ اس کی یہ حرکت ہمیشہ چلنے والی مشین کی مانند ہے جب تک کہ بہت سارا مادہ ہمارے گرد و نواح میں داخل نہ ہو جائے یا یہاں سے خارج نہ ہو جائے۔ ہمارے سورج کی یہ اچھل کود جاری رہے گی حتی کہ سورج کی موت واقع نہ ہو جائے۔

سائنسدانوں کے مطابق سورج کی ایک حرکت اوپر نیچے اچھلنے کی بھی ہے۔ تصویر میں اسے واضح کیا گیا ہے۔ سورج کی حرکت کی قرآن بھی تصدیق کرتا ہے

سورج کی انہی حرکات کے پیش نظر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

والشمس تجری لمستقر لھا ذالک تقدیر العزیز العلیم

اللہ تعالیٰ نے سورہ یٰسین میں خاص طور پر سورج کے اس پیچیدہ طریقہ سفر کا ذکر فرمایا ہے۔ جس کی تفصیلات اوپر بیان ہوئی ہیں تا کہ جب دنیا کے سائنس دان سورج کی ان گوناگوں حرکتوں کو دریافت کریں تو ان پر واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ خالق کائنات نے ازل سے ہی سورج کی ان حرکات کو مقدر و مقرر کر دیا تھا اور اس علم کو سائنسی دور آنے سے 1500 سال پہلے اپنے پیارے اور آخری نبی ﷺ کو وحی بھی کر دیا تھا۔

carl sagan نے سورج کی ان حرکات کی ایک عمدہ رنگین تصویر بھی اپنی کتاب میں دی ہے۔ جس کے نیچے وہ یوں لکھتا ہے۔

کہکشاں میں سورج کی حرکت سورج کہکشاں کے عظیم دسرخ چمکدار اور پھیلے ہوئے قلب کے گرد ہر چوتھائی بلین سالوں میں ایک بار دورہ کرتا ہے۔ جیسے سورج کہکشاں کے مرکز کے گرد آہستہ آہستہ دورہ کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ زیادہ تیزی کے ساتھ وہ اوپر نیچے اچھل کود بھی کرتا ہے۔ یہ اچھل کود ہر 60 ملین سالوں میں ایک بار مکمل ہوتی ہے۔ اس طرح سے سورج ہر 30 ملین سالوں میں ایک بار کہکشاں کی مرکزی سطح کو پار کرتا ہے۔ کیا زمین پر تباہیوں اور جانداروں کے عدم وجود کا کچھ تعلق اس 30 ملین سالہ وقفوں سے ہے؟

carl sagan لمبی بحث کے بعد مندرجہ ذیل نتیجے پر پہنچتا ہے۔

"پس عدم وجود کی تباہیاں کسی حساب و اندازہ کے بغیر واقعہ ہوتی ہیں۔ سورج کے تیس ملین سال بعد کی کہکشاں کی سطح کو پار کرنے کا کوئی تعلق زمین پر عدم وجود (extinctions) کی تباہیوں سے نہیں ہے۔ Carl sagan کے اصل الفاظ یوں ہیں۔

Then of course, it is more complicated than that too. For not only is Earth moving about the sun. But it is moving with the sun about the center of the galaxy and with the galaxy in a path within the local group of galaxies and among the galaxies generally.

carl sagan and druyan: COMET 260, 261 michael joseph London, (1984

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

والشمس تجری لمستقر لھا ذلک تقدیر العزیز العلیم (یٰسین 39)

یعنی سورج اپنے مقرر کردہ طریقہ سے اپنے سفر پر رواں دواں ہے۔ اس کی یہ حرکات اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ہیں جو عزیز بھی ہے اور علیم بھی۔

گویا تمام حرکات اضافی ہیں اور کوئی چیز ساکن نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم اللیل والنھار واتاکم من کل ما سالتموہ وان تعدوا نعمت اللہ لاتحصوھا ان الانسان لظلوم کفار (ابراھیم 34;33)

یعنی اور مسخر کیا تمہارے لئے سورج اور چاند کو جو لگاتار حرکت میں ہیں اور مسخر کیا رات و دن کو تمہارے لئے اور دی تم کو ہر چیز جو تم نے زبان حال سے طلب کی۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو ہرگز نہ کر سکو گے۔ بے شک انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

ابھی تک کائنات میں کوئی ایسی جگہ یا سیارہ معلوم نہیں ہو سکا جہاں انسان جیسی مخلوق بستی ہو تو گویا یہ سب کائنات انسان ہی کے لئے پیدا کی گئی ہے اور اس کا سارا پیچیدہ اور حیران کن نظام بھی انسان ہی کے لئے تخلیق دیا گیا ہے لیکن انسان ان تمام نعمتوں کو دیکھتے ہوئے بھی بے انصافی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم رب العالمین کا شکر ادا نہیں کرتا۔

پھر موجودہ سائنسی دریافت سے لوگوں کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ اس کائنات میں بے شمار کہکشائیں ہیں جن میں سے ایک ہماری کہکشاں بھی ہے۔ پھر یہ تمام کہکشائیں بہت ہی برق رفتاری سے ایک دوسری سے دور بھاگی چلی جا رہی ہے۔ یوں گویا تمام کائنات مکمل طور پر پھیل رہی ہے۔ یہ جدید دریافت قرآن کریم یوں بیان ہوئی ہے۔

والسماء بنیھا باید وانا لموسعون (الذاریات 47)

یعنی آسمانی بلندیوں کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے تخلیق کیا اور ہم ہی اسے پھیلانے والے ہیں۔ وسعت دینے والے ہیں۔

وسعت توسیع کا معنی پھیلنا ہے اور یہ الفاظ اردو میں مستعمل میں ہیں۔

لیکن دوسری جگہ قرآن میں اس کا بھی ذکر آیا ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے کہ ہم اس تمام کائنات کو لپیٹ دیں گے اور وہ سکڑ کر مختصر ہو جائے گی پھر ایک نئی کائنات بنائی جائے گی۔ اس کا تذکرہ ہم بعد میں کریں گے۔

اولاد کی تربیت کیسے کریں؟

ابن سرور فیصل آباد

واذ قال لقمان لابنه وهو يعظه يبنى لاتشرک بالله ان الشرک لظلم عظيم

اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے بیٹا اللہ کا شریک کسے کو بھی مت بنانا۔ بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔

قرآن پاک کی سورۃ لقمان کی ان آیات میں لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت کرنے کا ذکر ہے۔ اسی سورت میں چند آیات کے بعد مزید نصیحت کی کہ: اے بیٹے نماز قائم کرنے کا حکم برائی سے منع کر۔ اور مصیبت پر صبر کر بیشک یہ پر عزیمت کام ہیں۔ لوگوں سے اپنا منہ نہ پھلا اور زمین پر اکڑ کر نہ چل کیونکہ اللہ متکبر شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا۔

تمام والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی اولاد کی تربیت ایسی ہو کہ وہ ایک نظام کے خوگر ہو جائیں۔ مصائب کو برداشت کرنے کا حوصلہ' اپنی ذات پر اعتماد ہو اپنے پاؤں پر خود کھڑے ہو سکیں۔ اپنی عقل سے کام لیں۔ ان کی رائے نپی تلی ہو۔ اپنے ہاتھوں سے بوجھ اٹھا سکیں اور عملی زندگی میں کامیاب ہوں۔

تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد انسانیت کی اصلاح وفلاح اور تربیت انسان تھا۔ تمام نبی اپنی امتوں کی تربیت کے لئے مبعوث ہوئے اور اس فرض کی ادائیگی میں کوشاں رہے تا آنکہ امت میں اصلاح کی گنجائش موجود رہی یا ان کی آنے والی نسلوں میں ہی خیر کی کوئی کرن دکھائی دی۔

سیدنا نوح علیہ السلام نو سو سال اولوالعزمی سے اپنی امت کی تربیت کے لئے کوشش کرتے رہے لیکن قوم اپنی اصلاح کرنے کو تیار نہ تھی اور مزید ان کی اولاد بھی انہی کے نقش قدم پر رواں دواں تھی۔ چنانچہ نوح علیہ السلام نے ایسی بے توفیق قوم کے لئے عذاب کی دعا مانگی اور رب قہار نے سیلاب سے قوم نوح کو برباد کر دیا۔

قوم ثمود جن میں سیدنا صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر مبعوث کیا گیا تھا یہ قوم بھی وعظ ونصیحت کے باوجود سرکشی پر آمادہ رہی اور اسی سبب سے عذاب کا شکار ہو کر نیست ونابود ہو گئی۔

نبی آخر الزمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب مکہ کے رویہ سے دلبرداشتہ ہو کر وادی طائف میں بسلسلہ تبلیغ اسلام اور دعوت واصلاح تشریف لائے کلمہ وحدانیت سنانے کی پاداش میں اور جرم حق گوئی میں سردار دو عالم رحمت عالم ﷺ کے جسم اطہر کو پتھر برسا کر لہولہان کر دیا گیا۔ اس موقع پر آپ سے اہل طائف کی تباہی کے لئے دعا مانگنے کی استدعا کی گئی لیکن طائف والوں کی اولاد میں خیر اور اصلاح کی امید پر آپ نے ان کی تباہی کیلئے بددعا نہ فرمائی۔

دین اسلام کے آنے والے دنوں میں اسی طائف سے قبول اسلام کے بعد تربیت حاصل کرنے والوں نے پیغام ربانی کو ارض معلوم تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیا۔ عظیم مسلم جرنیل' فاتح سندھ' نوجوان مسلم محمد بن قاسم اسی طائف کے ثقفی قبیلے کا ایک فرد تھا۔

ہر نبی کی امت اس کی روحانی اولاد کہلاتی ہے اور اس امت کی اصلاح وتربیت نبی کے ذمہ ہوتی ہے انبیاء کے پیروکار اپنے راہبر وراہنما سے مسائل حیات کا حل سیکھتے ہیں اور اپنی اصلاح کے

> **تربیت اولاد کے ضمن میں معلم اور ادارہ کے انتخاب کی اہمیت صحابیہ رسول ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اس طرح واضح کی کہ اپنے بیٹے انس رضی اللہ عنہ کو تربیت کی خاطر کائنات کے سب سے عظیم انسان رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا**

ساتھ آنے والی نسلوں کی تربیت وتعلیم کے لئے بھی لائحہ عمل وضع کرتے ہیں۔

مسلمان تمام انبیاء ورسل کو برحق سمجھ کر محمد ﷺ کو آخری رسول مانتے ہوئے شریعت محمدیہ کی پیروی واتباع کرتے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ مسلمانوں کے لئے نمونہ ہے اور آپ کے ساتھیوں' صحابہ کا طرز عمل مشعل راہ ہے کیونکہ انہوں نے زندگی بسر کرنے کا ڈھنگ براہ راست پیغمبر آخر الزماں ﷺ سے سیکھا۔

تربیت اولاد کے ضمن میں معلم اور ادارہ کے انتخاب کی اہمیت صحابیہ رسول ام سلیم نے اس طرح واضح کی کہ جب انہیں اپنے بیٹے انس کی تربیت وتعلیم کے لئے ایک مربی ومعلم کی ضرورت محسوس ہوئی تو اپنے جگر گوشے کو انگلی سے پکڑ کر کائنات کے سب سے عظیم انسان' گفتار وکردار میں ہم آہنگ شخصیت' وحی الٰہی کے ترجمان کے پاس لا کر اس رحمت عالم ﷺ کے سپرد کر کے حقیقت تربیت بیان کر دی کہ!

آغوش صدف جس کے نصیبوں میں نہیں
وہ قطرہ نیساں کبھی گوہر نہیں بنتا

اسی آغوش تربیت نے کم سن معوذ ومعاذ کو حق وباطل کا شعور بخش کر چلتی تلواروں اور برستے تیروں میں حیات جاوداں کے حصول میں سرگرم ہونے کا حوصلہ بخش کر ابوجہل کو پیام اجل سنانے کا اہتمام فرمایا۔

آغوش تربیت اور مناسب نگہداشت وپرداخت ننھے معصوموں کے کردار عمل میں تحرک پیدا کر کے کارزار حیات میں انہیں وسعت افلاک سے ہمکنار ہونے کا حوصلہ بخش دیتی ہے۔ حرمت اسلام پر اپنے چار جواں سال بیٹے قربان کرنے والی ماں خنسا رضی اللہ عنہا آغاز معرکہ سے قبل بیٹوں سے خطاب کر کے نصیحت کرتی ہیں۔ میرے بیٹو! تمہاری ماں عفت وعصمت کا پیکر مجسم ہے کہ نہ اپنے بھائیوں کو رسوا کیا نہ ہی شوہر کی عزت داغدار کی۔ میدان قتال میں تم ایسے ہی دین اسلام کی عزت وحرمت کا پاس رکھنا۔

ان جیسی ہی عظیم باکردار ماؤں نے امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل' امام بخاری اور امام ابن تیمیہ رحمہم اللہ جیسے علماء وفقیہان دین کو آغوش محبت میں پروان چڑھایا جو آسمان علم ودانش پر چاند بن کر طلوع ہوئے اور سورج بن کر چمکے۔

عبدالمالک اصمعی' ابن الہیثم' جابر بن حیان' علی ابن طبری' محمد بن موسیٰ الخوارزمی' ابن مسکویہ اور ابن خلدون ایسے عظیم سائنس دان ڈاکٹرز' فلاسفرز اور ہیئت دان انہیں عظیم ماؤں کی گود میں پروان چڑھے جن کی تربیت نے انہیں عمل پیہم اور حقائق کو پرکھ کر جہاں نو آباد کرنے کی جستجو اور حوصلہ سے نوازا۔

دین حق کے پیروکار' آخری رسول کے امتی' روشن تاریخ اور شاندار ماضی وروایات کے حامل' ہر شعبہ زندگی میں انفرادیت کے

حامل افراد فطری اعلیٰ تربیتی نظام رکھنے والے مسلمان کارزار حیات میں دینی اور دنیوی ہر دو میدان میں ایسے اعلیٰ اور عظیم لوگ پیدا کرنے سے آج قاصر کیوں ہیں؟

سبب اس کا یہ ہے کہ دین کو عمل کے بجائے محض عقیدت واحترام اور تقدیس کا محور قرار دے کر نظام زندگی غیروں سے مستعار مانگ کر کامیابی وکامرانی کے حصول کی احمقانہ روش اختیار کی جارہی

آغوش تربیت اور مناسب نگہداشت ننھے معصوموں کے کردار عمل میں تحریک پیدا کر کے کارزار حیات میں انہیں وسعت افلاک سے ہمکنار ہونے کا حوصلہ بخش دیتی ہے۔ خنساء رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹوں کو جنگ میں بھیجنے سے پہلے اپنے کردار اور دینی غیرت پر درس دیا

ہے۔ غلامانہ روش اور فکری انحطاط کا یہ عالم ہے کہ مسلمان بچوں کے ہیرو اور نمونہ ابوبکر عمر عثمان علی خالد بن ولید ابوعبیدہ اور سعد بن ابی وقاص کی بجائے ہالی وڈ اور بالی وڈ کے مشرک کافر اور اداکار دگلوکار اور کرکٹ کے کھلاڑی ہیں۔ عائشہ فاطمہ خولہ اور خنسا جیسی عظیم پاکباز خواتین کے کردار کی وارث امت محمدیہ کی بچیاں جو عفت وعصمت وحیا کا پیکر مجسم تھی اداکاراؤں فاحشاؤں اور رسوائے زمانہ عورتوں کے نقش قدم پر چلنے پر فخر محسوس کرتی ہیں۔

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمین پر آسماں نے ہم کو دے مارا

مسلمان بچہ گالی دے تو اس کی خود اعتمادی پر ناز کیا جاتا ہے۔ بزرگوں کی توہین کرے تو اس کی ماڈرن سوچ کے قصیدے پڑھے جاتے ہیں۔ کافروں کی نقالی کرے تو اس کی ترقی پسندی پر باچھیں کھل کھل جاتی ہیں۔

اسلام نے ایک مکمل اور جامع نظام تربیت دیا لیکن مسلمان اسے چودہ سو سال پرانا دین قرار دے کر فطری قوانین وضوابط کو فرسودہ اور دقیانوسی سمجھ کر عیسائیت یہودیت اور ہندوازم کے ملاوٹ شدہ انسانی ذہن کی تخلیق بظاہر ماڈریٹ نظام میں پناہ ڈھونڈتے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ اسلام تمام ادیان سے زیادہ ماڈرن دین ہے۔ تمام ادیان اسلام کے مقابل فرسودہ ہیں۔ ان کے قوانین بوگس تعلیمات مسخ شدہ اور عیسائیت و یہودیت کی کتب اگرچہ الہامی مگر تحریف شدہ اور ناقابل اعتبار ہیں اسلام آخری الہامی دین ہے جس کی الہامی کتاب قرآن مجید اپنی اصل شکل میں محفوظ ہے۔ اسلام امن و آشتی کا پیامبر جامع دین ہے جو تمام مسائل حیات کا حل پیش کرتا ہے۔ اسی سلسلہ میں اسلام کے نظام تربیت اولاد کا ایک جائزہ حسب ذیل ہے۔

بچے کی تربیت کے چار ادوار

ماہرین بچے کے تربیتی کے مراحل کو چار ادوار میں تقسیم کرتے ہیں

i۔ پیدائش سے دو سال کی عمر۔
ii۔ دو سے سات سال کی عمر۔
iii۔ سات سے بارہ سال کی عمر۔
iv۔ بارہ سے ستائیس سال کی عمر۔

بچپن انسانی زندگی کی تمہید ہے اور ایام شیر خوارگی اس کا دیباچہ ہے یہی وہ نازک اور اہم عمر ہے جو بچے کے لاشعور پر ماحول کے گہرے اثرات مرتب کر کے اس کی پوری زندگی کے عروج وزوال کی داستان ترتیب دیتی ہے انہی بشری تقاضوں کے پیش نظر قرآن مجید میں حکم دیا گیا۔

والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة وعلی المولود له رزقھن وکسوتھن بالمعروف

"مائیں اپنے بچوں کو دو سال کی عمر تک دودھ پلائیں۔ جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہیں بچے کے باپ پر ہمت واستطاعت کے مطابق معروف طریقہ سے ان کیلئے خوراک اور کپڑا مہیا کرنا فرض ہے۔"

ماہرین تسلیم کرتے ہیں کہ ماں کا دودھ نہ صرف بچے کی جسمانی صلاحیتوں بلکہ اس کے ذہنی اور فکری رویوں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ ایک صالح ماں بچے کو دودھ پلاتے ہوئے محبت کی آغوش میں لے کر اسے کامیاب انسان بنانے کا آغاز کرتی ہے۔ عقائد کی پختگی اور اسلامی شعائر کی پابندی کو لازم ٹھہرا کر وہ بچے کے لاشعور میں غیر محسوس طریقہ سے اللہ کی وحدانیت وحقانیت اور حق وباطل کے امتیازات کا نقش بٹھانا شروع کرتی ہے۔ بچے کا والد حلال رزق کما کر بچے پر خرچ کرتا ہے اور یوں ایک کامیاب وکامران انسان کی پرورش کا عمل شروع ہوتا ہے۔

جوں جوں عمر بڑھتی ہے بچے میں ارتقائی عوامل ظہور پذیر ہوتے ہیں وہ بولنا شروع کرتا ہے۔ ابتدا میں ایک دو الفاظ پھر توتلی باتیں اور بالآخر صاف اور واضح الفاظ میں اظہار مطلب ادا کرنے لگتا ہے۔ بچہ بولنا شروع کرے اور اس کی زبان سے ادا ہونے والے پہلے الفاظ لا الہ الا اللہ ہوں۔ آغاز سے ہی اللہ کا نام ورد زبان کیا جائے۔ ذکر الٰہی کی طرف مائل کیا جائے۔ کیونکہ جس کا اول وآخر کلمہ لا الہ الا اللہ ہو وہی دنیا وآخرت میں کامیاب وکامران ٹھہرے گا۔

سات سال کی عمر سے بچوں کو نماز کی تلقین کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ زندگی کے سفر میں قدم قدم پر انسان کو سہارے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ تکالیف ومصائب میں تشفی وسکون کی طلب ہوتی ہے۔ جس شخص کا تعلق اپنے پیدا کرنے والے رب سے مضبوط ہو۔ زندگی میں رب تعالیٰ سے مصائب ومشکلات میں وہ اتنا ہی زیادہ رجوع کرنے والا ہوگا اور اللہ سے بڑھ کر انسان کو صبر وسکون دینے والا کون ہے۔ یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ عموماً سمجھا جاتا ہے چونکہ بچے کو سات سال کی عمر سے نماز کا حکم ہے اس لئے اس عمر سے قبل اسے مسجد میں لے جانا ضروری نہیں۔ مسجد مسلمانوں کا مرکز ومحور ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ اور صحابہ مسجد میں بیٹھ کر ہی عظیم الشان سلطنتوں کے تختے الٹنے کی منصوبہ بندی کر کے لشکر روانہ کرتے تھے۔ مسجد ہی سے انسانی حیات کے جملہ مسائل اور ان کے حل کے لئے دعوت وتبلیغ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس لئے بچے کو ابتدائی سات سال (جو کہ عمر انسانی کا ایک اہم مرحلہ ہے) مسجد سے دور رکھنا قطعاً مفید نہیں بلکہ جب وہ چلنے پھرنے لگے تو والد کی ذمہ داری ہے کہ خود وضو کر کے مسجد کی طرف جائے تو اپنے بیٹے کو بھی انگلی پکڑ کر ساتھ لے جائے تاکہ بچہ مسجد کے ماحول سے مانوس ہو اور اسے یہ حقیقت ذہن نشین ہوجائے کہ مسجد اس کی زندگی کا مرکز ومحور ہے۔

دس سال کی عمر دور بلوغت کا آغاز ہے۔۔ اس عمر میں بچہ حقائق کو تجربات کی کسوٹی پر پرکھنے کے قابل ہوجاتا ہے۔ اچھائی برائی کا ایک واضح تصور ذہن میں ابھر چکا ہوتا ہے۔ اس حصہ عمر میں جن عادات واطوار کو لازمہ شخصیت بنادیا جائے تاعمر وہ انسانی اعمال اور رویوں میں دخیل رہتی ہیں۔ پس دس سال کی عمر سے نماز فرض کردی گئی تاکہ خالق ومالک ارض وسما کی عبودیت وبندگی اطاعت ووفاشعاری انسانی طبیعت میں رچ بس جائے۔ بچے کو شعوری طور پر یہ تصور اور عقیدہ دیا جاتا ہے کہ وہ رحمان کا بندہ ہے۔ اس کے تمام اعمال وافعال کی نگرانی ہورہی ہے اور روز حساب اسے جواب دہ ہونا ہے۔ وہ اپنی مرضی کا مالک نہیں بلکہ اس کی معیشت معاشرت تمدن تہذیب رسم ورواج عادت واخلاق سب ایک خاص احاطہ کے پابند ہیں۔

دس سال کی عمر میں نماز فرض کردی گئی تاکہ خالق کی عبودیت وبندگی اطاعت ووفاشعاری انسانی طبیعت میں رچ بس جائے آغاز بلوغت سے جنسی انگیخت کے پیش نظر بچوں کے بستر علیحدہ کرنے کا حکم اور لڑکے لڑکیوں کو اکٹھا سلانے کی ممانعت وارد ہوئی ہے

آغاز بلوغت ایک نازک مرحلہ ہے۔ انسانی جسم میں متنوع

تبدیلیاں اس عمر میں رونما ہوتی ہیں اور جنسی جذبات میں انگیخت پیدا ہوتی ہے۔ جسمانی و روحانی تقاضوں کی پیش نظر دس سال کی عمر سے بچوں کے بستر علیحدہ کرنے اور لڑکے لڑکیوں کو اکٹھا سلانے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ انسانی فطرت میں تجسس کا عنصر وافر پایا جاتا ہے اور نامعلوم حقائق تک رسائی کا داعیہ ہر انسان میں موجود ہے۔ اس لئے جنسی جذبات میں اعتدال اور متوازن شخصیت کی تعمیر کے لئے مندرجہ بالا حکم پر سختی سے عمل درآمد اشد ضروری ہے۔

اجزاء کے ملنے سے کسی شے کی مکمل ہیئت سامنے آتی ہے اور تربیت کے مراحل میں ہر پہلو اور رویے سے بچوں کی نگرانی اور تربیت ضروری ہے۔ اس ضمن میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی تربیت وشخصیت ایک واضح مثال ہے۔

جناب خلیل اللہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے لخت جگر جناب ذبیح اللہ سیدنا اسماعیل السلام سے مخاطب ہیں

یبنی انی اری فی المنام انی اذبحک

میرے بیٹے میں نے خواب میں تجھے اپنے ہاتھوں ذبح ہوتے ہوئے دیکھا ہوں۔

سیدنا اسماعیل علیہ السلام جواب دے رہے ہیں

قال یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شآء اللہ من الصابرین

ابا جان جو حکم آپ کو ملا ہے اسے پورا کیجئے مجھے آپ ان شاء اللہ صبر کرنے والا پائیں گے

دس سال کی عمر میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی تربیت کا یہ معیار ہے کہ اللہ کے حکم پر اپنی جان بھی قربان کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔

یہ فیضان نظر تھا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

بارہ سال کی عمر سے بچپن کی دہلیز پار کر کے بچہ جوانی کی حدود میں داخلہ کی تیاری کرتا ہے۔ مغربی مفکرین بالغ بچے کو خود مختار قرار دے کر اسے مکمل آزادی دینے کی حمایت کرتے ہیں۔ ان کے بقول بچہ اب اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور اسے مزید تربیت کی حاجت نہیں ہے۔ جبکہ تربیت انسانی ایسا ہمہ جہت عمل ہے جو زندگی کے کسی موڑ پر جمود کا شکار نہیں ہوتا۔ نصیحت انسان کو فائدہ دیتی ہے۔ یاد دہانی اور اصلاح سے اعمال میں درستگی اور بہتری پیدا ہوتی ہے۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام بستر مرگ پر پڑے ہیں اور اپنے جوان بیٹوں سے دریافت کرتے ہیں۔

ما تعبدون من بعدی

میرے بعد کس کی عبادت کرو گے

قالوا نعبد الھک والہ آبائک ابراھیم واسماعیل واسحق

بیٹوں نے جواب دیا۔ ہم آپ کے رب آپ کے آباء ابراہیم، اسماعیل اور اسحق علیہم السلام کے پروردگار کی عبادت کریں گے۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام نے عمر عزیز کے آخری لمحات میں بھی بیٹوں کی تربیت اور عبودیت الٰہی کے فریضہ کی یاد دہانی کرا کے یہ حقیقت واضح کی کہ تربیت ایک عمل مسلسل ہے۔

اسلام محض مجموعہ عبادات نہیں بلکہ دین فطرت ہے اور دین کی پابندی میں ہی کامیابی ہے۔ چونکہ ہر شخص اپنی اولاد کو نیک اور کامیاب دیکھنے کا آرزو مند ہوتا ہے اور یہ مقاصد اسلامی شعائر واحکام کی پابندی اور صالح تربیت سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں اور اسی طریق سے اسلاف کے منہج پر داعیان حق کی وہ جماعت تیار ہو سکے گی جو ایک طرف منبر ومحراب کے وارث بن کر دین حق کو تمام دنیا میں پھیلانے کے لئے دعوت واصلاح اور جہاد وقتال کا فریضہ سرانجام دیں گے اور دوسری طرف ستاروں پر کمندیں ڈالنے کا عزم لے کر سائنس وٹیکنالوجی کے میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے کے قابل ہوں گے۔

دس سال کی عمر میں بچہ حقائق کو تجربات کی کسوٹی پر پرکھنے کے قابل ہو جاتا ہے' اچھائی برائی کا ایک واضح تصور ذہن میں ابھر چکا ہوتا ہے' اس عمر کی عادات تاعمر انسانی اعمال اور رویوں میں دخیل رہتی ہیں

بچوں کی نفسیات اور چند باتیں

1۔ اولاد آپ کا اثاثہ ہے اس کی قدر کریں۔

2۔ اپنے بچے کو گھر میں بھرپور توجہ' پیار اور اپنائیت کا ماحول فراہم کریں تا کہ گھر سے باہر دلچسپیوں کی تلاش میں وہ غلط سوسائٹی کا شکار ہونے سے بچ سکے۔

3۔ بچے کی غلطیوں کی اصلاح ضرور کریں نہ کہ سرزنش اور بے جا سزا سے منفی ردعمل کا شکار بنائیں۔

4۔ جیسا رویہ' لہجہ اور بول چال کا انداز آپ بچوں کے سامنے اپنائیں گے لامحالہ بچے بھی اسی کو اختیار کریں گے۔ اس لئے اپنے رویہ کو نرم' لہجہ کو شستہ اور بول چال کو آداب واخلاق سے مزین کریں۔

5۔ بچوں کو گھر پر مناسب وقت دیں۔ عدم اختلاط سے دوریاں بڑھتی ہیں اور یوں رشتوں کی اہمیت ہی ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔

6۔ بچے کی عمر اور عقل کے مطابق گھریلو امور میں اس سے مشورہ لیں۔ گھر کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں اسے شریک کریں تا کہ بچے میں خود اعتمادی اور قوت فیصلہ پروان چڑھے۔

7۔ بچے کے جائز مطالبات حتی الوسع پورے کریں اور ناجائز مطالبات پورے کرنے سے انکار کرتے ہوئے ہمیشہ خیال رکھیں کہ بچے عموماً جائز اور ناجائز کا فرق نہیں سمجھتے اس لئے انہیں مطمئن کرنا ضروری ہے تا کہ احساس محرومی جنم نہ لے۔

8۔ بچے کو کسی محرومی کا طعنہ دیں نہ ہی کبھی اس کا مذاق اڑائیں۔

9۔ بچے کی غلطیوں سے حتی الامکان درگزر کریں۔ دوسروں کے سامنے کبھی مت ڈانٹیں۔ تنہائی میں احسن طریقہ سے اصلاح کریں۔

10۔ مہمانوں' رشتہ داروں کے سامنے بچے کی خامیاں بیان نہ کریں بلکہ اس کی تعریف کریں۔

11۔ بچہ کوئی نقصان کر دے تو اسے یہ احساس نہ دلائیں کہ ٹوٹنے والی چیز بچے سے زیادہ اہم ہے اسلئے اس کی پٹائی اور ڈانٹ ضروری ہے۔

12۔ بچے کے علم میں لائے بغیر اس کی اندرون خانہ اور گھر سے باہر سرگرمیوں کی نگرانی ضرور کریں۔ بچوں کے سکول بیگ اور کتابوں کاپیوں کا جائزہ لیتے رہا کریں۔ اگر خرابی نظر آئے تو حکمت سے اصلاح کریں۔

13۔ بچوں کو درسی کتب کے علاوہ بھی معلوماتی' تاریخی اور اصلاحی کتب ورسائل کے مطالعہ کی عادت ڈالیں۔

14۔ بچہ خود کو اہم سمجھتا ہے اور آپ اسے پوری اہمیت دیجئے۔

15۔ بچے کو اتنا اعتماد دیں کہ وہ اپنے تمام مسائل آپ سے بیان کر سکے۔

مخیر احباب سے تعاون کی اپیل

مرکز الدعوۃ المحمدیہ میں عرصہ سات سال سے دینی تعلیم (درس نظامی)' حفظ القرآن کے شعبے کام کر رہے ہیں۔ نیز طلباء کو میٹرک تک دنیاوی پڑھانے کا بھی اہتمام ہے۔ الحمدللہ اس جامعہ کو کفر کے خلاف پانچ نوجوانوں کی شہادت پیش کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ مرکز الدعوۃ المحمدیہ کے فارغ التحصیل طلباء میدان عمل میں بھرپور خدمات پیش کر رہے ہیں۔

اب مدرسہ کی نئی عمارت کی تعمیر کا کام شروع ہے۔ مخیر احباب سے گزارش ہے کہ دل کھول کر تعاون کریں۔

برائے رابطہ: ابو شہید محمد عابد 53 گ ب منصور پور ڈھیسیاں تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد

منیر احمد' ٹریڈ سنٹر فلیٹ نمبر 9 چوک یتیم خانہ 180 ملتان روڈ لاہور فون نمبر 042-7466342

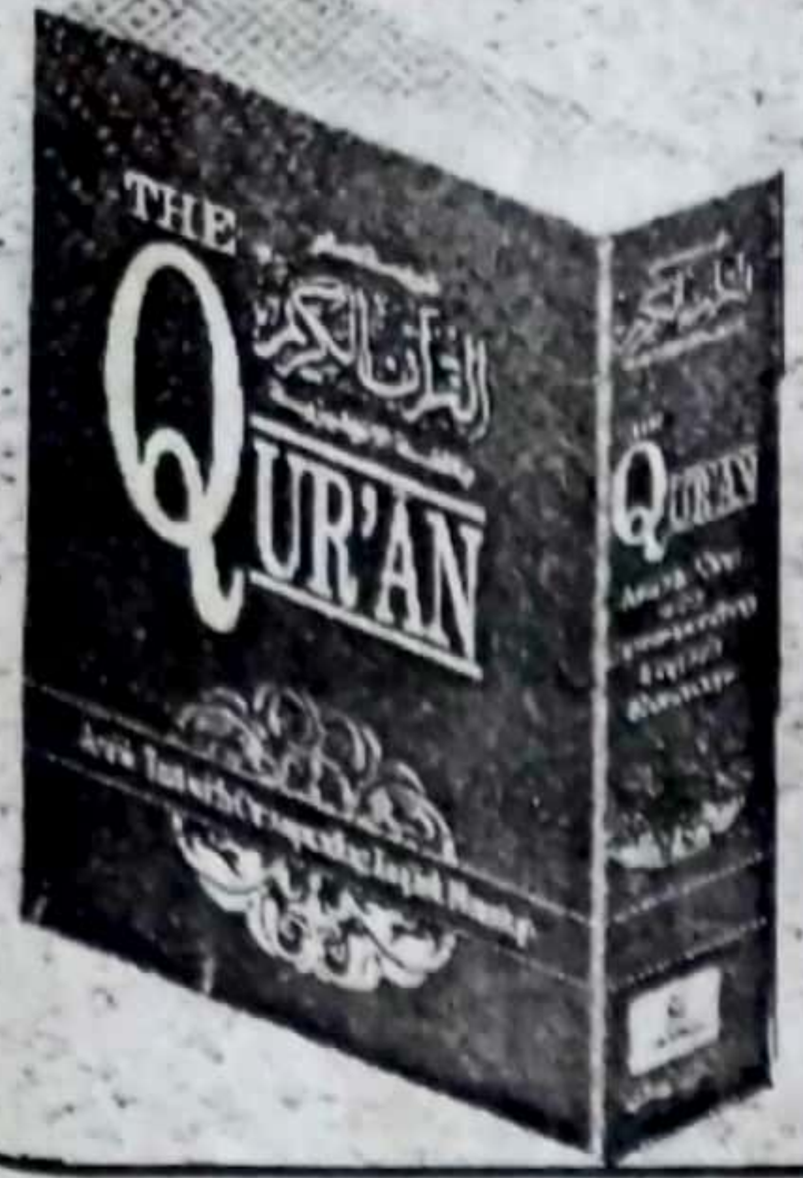

درس القرآن

الکلام المونس فی تفسیر سورۃ یونس

سورۂ یونس کی تشریح وتفسیر

قسط نمبر 62

ابو عمر عبد الغفار المدنی حفظہ اللہ

جنہوں نے اللہ کے پاس جانے کو جھٹلایا وہ خسارہ پانے والے اور بے ہدایت ٹھہرے

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ط قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ (45) وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ (46) وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ج فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (47) وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (48. سورہ یونس)

''اور ان کو وہ دن یاد دلایئے جس میں اللہ ان کو (اپنے حضور) جمع کرے گا کہ گویا وہ (دنیا میں) سارے دن کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچاننے کو کھڑے ہوں گے۔ واقعی خسارے میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے پاس جانے کو جھٹلایا اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے (45) اور جس کا ان سے ہم وعدہ کر رہے ہیں اس میں سے کچھ تھوڑا سا اگر ہم آپ کو دکھلا دیں یا (تو ان کو ایسا محسوس ہوگا) ہم آپ کو وفات دے دیں، سو ہمارے پاس تو ان کو آنا ہی ہے۔ پھر اللہ ان کے سب افعال پر گواہ ہے (46) اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہے، سو جب ان کا وہ رسول آ چکتا ہے ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا (47) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا؟ اگر تم سچے ہو۔'' (48)

مفردات:

1- يَحْشُرُهُمْ: کا مادہ ''ح، ش، ر'' ہے اور یہ حَشَرَ يَحْشُرُ (باب نَصَرَ يَنْصُرُ) سے فعل مضارع معلوم واحد مذکر غائب ہے اور ھم ضمیر برائے جمع مذکر غائب ہے ''حشر'' کے معنی ''جمع ہونا'' ہے۔ یعنی وہ (اللہ تعالیٰ) ان سب (کافروں و مجرموں) کو (اپنے حضور) جمع کرے گا۔

2- نُرِيَنَّكَ: کا مادہ ''ر، ء، ی'' ہے اور یہ اَرٰى يُرِى (باب افعال) سے فعل مضارع معلوم جمع متکلم با نون تاکید ثقیلہ ہے اور ''ک'' برائے خطاب واحد مذکر حاضر ہے۔ رأی کا معنی دیکھنا ہے یعنی اگر ہم آپ کو دکھلا دیں۔

3- نَتَوَفَّيَنَّكَ: کا مادہ ''و، ف، ی'' ہے اور یہ تَوَفّٰى يَتَوَفّٰى (باب تفعل) سے فعل مضارع معلوم جمع متکلم با نون تاکید ثقیلہ ہے اور ''ک'' برائے خطاب واحد مذکر حاضر ہے اور اس کا معنیٰ ہم آپ کو وفات دے دیں ہے۔

تفسیر:

گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین اور مجرمین و مکذبین کے قرآن سے اعراض و انکار اور احکام الٰہیہ سے دوری اور فرار کا تذکرہ تھا اور یہ کہ وہ ضد، تعصب اور ہٹ دھرمی کی بناء پر رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کو نہیں مانتے تھے چونکہ ان کی اس روش و عادت کا بڑا سبب دنیا کی محبت اور اس کی آسائشوں میں مگن ہو جانا اور اس کی نعمتوں و لذتوں میں کھو جانے کی وجہ سے آخرت سے غفلت اور اس کا انکار و فراموشی ہے۔

اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں آخرت کی حقیقت اور اس کی پائیداری اور اس کے مقابلہ میں دنیا کی بے ثباتی اور اس کے فنا ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اے رسول ﷺ! آپ ان کو اس دن کے متعلق بتائیں جس دن اللہ تعالیٰ ان کو ان کی قبروں سے زندہ نکال کر اپنے سامنے جمع کرے گا اور اس دن ان پر ان کی دنیاوی زندگی کی حقیقت کھل جائے گی اور محشر کے عذاب اور اس کی سختیاں دیکھ کر دنیا کی ساری عیش و عشرت اور لذتیں بھول جائیں گے اور دنیا کی گزری ہوئی طویل و عریض زندگی انہیں ایسے معلوم ہوگی کہ گویا کہ وہ دنیا میں ایک آدھ گھڑی ہی رہے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ. (الأحقاف-35)

''یہ جس دن اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں تو (انہیں یہ معلوم ہونے لگے گا کہ وہ) دن کی ایک گھڑی ہی (دنیا میں) ٹھہرے تھے۔''

اور فرمایا

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا. (النازعات-46)

''جس روز یہ اسے دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ صرف دن کا آخری حصہ یا اوّل حصہ ہی (دنیا میں) رہے ہیں۔''

اور فرمایا

ترجمہ: ''جس دن صور پھونکا جائے گا اور گنہگاروں کو ہم اس دن (دہشت کی وجہ سے) نیلی پیلی آنکھوں کے ساتھ گھیر لائیں گے (102) وہ آپس میں چپکے چپکے کہہ رہے ہوں گے کہ ہم تو (دنیا میں) صرف دس دن ہی رہے (103) جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اس کی حقیقت سے ہم باخبر ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اچھی راہ والا کہہ رہا ہوگا کہ تم صرف ایک ہی دن رہے۔ (104۔ طٰہٰ)

اور فرمایا

ترجمہ: اور جس دن قیامت برپا ہوجائے گی' گنہگار لوگ قسمیں کھائیں گے کہ (دنیا میں) ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے اسی طرح یہ بہکے ہوئے ہی رہے۔ (الروم۔55)

اور فرمایا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ تم زمین میں باعتبار برسوں کی گنتی کے کس قدر رہے؟ (112) وہ کہیں گے ایک دن یا ایک دن سے بھی کم' گنتی گننے والوں سے بھی پوچھ لیجئے (113) اللہ تعالیٰ فرمائے گا فی الواقع تم وہاں بہت ہی کم رہے ہو اے کاش! تم اسے پہلے ہی سے جان لیتے؟ (114).....

(المؤمنون۔112 تا 114)

اور محشر میں مجرمین ایک دوسرے کو پہچانیں گے جیسے کہ دنیا میں ایک دوسرے کو پہچانتے تھے لیکن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ. (المدثر. ۳۸)

''ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے۔''

ہر کوئی اپنے اقارب واحباب سے دور بھاگے گا اور کسی کو کسی سے کوئی سروکار نہیں ہوگا حتی کہ والد اولاد اور اولاد والد کے کام نہیں آئے گی۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: پس جبکہ کان بہرے کردینے والی (قیامت) آجائے گی (۳۳) اس دن آدمی اپنے بھائی سے (۳۴) اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے (۳۵) اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا (۳۶) ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایسی فکر (دامن گیر) ہوگی جو اس کے لئے کافی ہوگی۔ (۳۷)

(عبس۔۳۳ تا ۳۷)

اور فرمایا

ترجمہ: اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا۔ (۱۰) (حالانکہ) ایک دوسرے کو دکھا دیئے جائیں گے' گنہگار اس دن کے عذاب کے بدلے فدیے میں اپنے بیٹوں کو۔ (۱۱) اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو۔ (۱۲) اور اپنے کنبے کو جو اسے پناہ دیتا تھا۔ (۱۳) اور روئے زمین کے سب لوگوں کو دینا چاہے گا کہ پھر یہ اسے نجات دلا دے۔ (۱۴)

(۱۰ تا ۱۴۔ المعارج)

اور فرمایا

ترجمہ: لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس دن باپ اپنے بیٹے کو کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کا ذرا سا بھی نفع کرنے والا ہوگا (یاد رکھو) اللہ کا وعدہ سچا ہے (دیکھو) تمہیں زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز (شیطان) تمہیں دھوکے میں ڈال دے۔ (لقمان۔۳۳)

اور فرمایا

ترجمہ: پس جبکہ صور پھونک دیا جائے گا' اس دن نہ تو آپس کے رشتے ہی رہیں گے' نہ آپس کی پوچھ گچھ۔ (المؤمنون-101)

اس دن کفار ومشرکین اور مجرمین ومکذبین خسارے میں ہوں گے۔ جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا یعنی آخرت کے وقوع اور اللہ کے ہاں پیش ہونے اور حساب وکتاب کا انکار کیا اور جو ہدایت پر نہ تھے بلکہ گمراہی اور غلط راہ پر تھے۔

اس لئے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی اور اس کی فانی نعمتوں اور اس کی عارضی قیادت وسیادت کی وجہ سے اپنی اور اپنے اہل وعیال اور اپنے ماتحتوں کی اخروی زندگی تباہ کردی کہ جنت کی نعمتوں سے محروم ہوکر جہنم کے عذاب کے مستحق ہوگئے۔ یہ بہت بڑا خسارہ ہے اس سے بڑا اور خسارہ کوئی نہیں کہ قیامت کے دن انسان حسرت و ندامت سے دوچار ہو اور اس کی اپنے اقارب واحباء اور اصدقاء سے مفارقت وجدائی بھی ہوجائے۔

خاص طور پر جب یہ لوگ مومنوں کو دیکھیں گے کہ وہ آج ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے راحت وسکون میں ہیں اور محشر کے عذاب وسختیوں سے ہر طرح محفوظ ومامون ہیں تو ان پر اپنا غلط راہ پر ہونا اور اپنی دنیا کی زندگی کی بے راہ روی اچھی طرح واضح ہوجائے گی کہ آج ہم اس غلط روش اور طریقہ کی وجہ سے ہلاکت وخسارہ سے دوچار ہیں۔ ان مکذبین کے خسارہ وہلاکت کا بیان دوسرے مقام پر بھی ہے۔ جیسا کہ فرمایا

ترجمہ: بے شک خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ سے ملنے کی تکذیب کی' یہاں تک کہ جب وہ معین وقت ان پر دفعتاً آپہنچے گا' کہیں گے کہ ہائے افسوس! ہماری کوتاہی پر جو اس کے بارے میں ہوئی اور حالت ان کی یہ ہوگی کہ وہ اپنے بار اپنی کمر پر لادے ہوں گے' خوب سن لو کہ بری ہوگی وہ چیز جس کو وہ لادیں گے۔

(الانعام-31)

اور فرمایا

ترجمہ: ان لوگوں کو اور کسی بات کا انتظار نہیں صرف اس کے اخیر نتیجہ کا انتظار ہے' جس روز اس کا اخیر نتیجہ پیش آئے گا اور اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے یوں کہیں گے کہ واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی سچی باتیں لائے تھے' سو اب کیا کوئی ہمارا سفارشی ہے کہ وہ ہماری سفارش کردے یا کیا ہم پھر واپس بھیجے جاسکتے ہیں تاکہ ہم لوگ ان اعمال کے' جن کو ہم کیا کرتے تھے' برخلاف دوسرے اعمال کریں۔ بے شک ان لوگوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈال دیا اور یہ جو جو باتیں تراشتے تھے سب گم ہوگئیں۔ (الاعراف-53)

اور فرمایا

ترجمہ: یہی لوگ ہیں جن کے لئے برا عذاب ہے اور آخرت میں بھی وہ سخت نقصان یافتہ ہیں۔ (النمل۔5)

اور فرمایا

ترجمہ: یہی ہیں جنہوں نے اپنا نقصان آپ کرلیا اور وہ سب کچھ ان سے کھو گیا' جو انہوں نے گھڑ رکھا تھا۔ بے شک یہی لوگ آخرت میں زیاں کار ہوں گے۔ (ھود۔22-21)

اور فرمایا

ترجمہ: اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ (المرسلات۔15)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمارہے ہیں کہ اے رسول ﷺ! آپ ان مکذبین ومجرمین کے متعلق پریشان نہ ہوں اور ان کے بارے میں حزن وملال میں مبتلا نہ ہوں اور ان کے بارے میں جلدی نہ کریں اس لئے کہ آپ کے مخالفین ضرور ناکام ہوں گے اور ہم نے جو ان سے عذاب کے وعدے کر رکھے ہیں وہ ضرور ان کو پہنچیں گے جیسا کہ ان سے پہلے مشرکین ومکذبین کو ہمارا عذاب پہنچ چکا ہے۔ یا تو یہ عذاب ان کو دنیا میں آپ کی زندگی میں ہی پہنچے گا کہ آپ ان کو اپنی آنکھوں سے عذاب میں گرفتار ہوتا دیکھیں گے اور ان مجرموں کے بارے میں آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی لیکن اگر آپ اس سے پہلے ہی دنیا سے چلے گئے یعنی وفات پاگئے تو پھر بھی یہ ہمارے عذاب سے نہیں بچ سکیں گے کیونکہ بالآخر کفار ومشرکین نے ہمارے پاس ہی آنا ہے اور ہم ان کے سارے عقائد ونظریات اور اعمال واحوال سے بخوبی واقف اور آگاہ ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ومشیت کے مطابق اگر کفار ومشرکین دنیوی عذاب سے بچ بھی گئے تو ان کے لئے آخرت کا عذاب ضروری ویقینی ہے اس سے کسی صورت بھی مفر ونجات ممکن نہیں اور وہ دنیوی عذاب کے مقابلہ میں کہیں زیادہ شدید اور دردناک ہے۔ (العیاذ باللہ) اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کے مکذبین ومعاندین کے لئے سخت وعید اور رسول اللہ ﷺ کے لئے بڑی تسلی وحوصلہ ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی سنت وطریقہ ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا. (فاطر. ۴۳)

''سو آپ اللہ کے دستور کو بدلتا ہوا نہیں پائیں گے۔''

اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اتمام حجت کے لئے ہر امت وگروہ میں ایک رسول بھیجتے ہیں جو ان کو اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے اور اپنی اطاعت واتباع کی تلقین کرتا ہے۔ پس جب وہ رسول اپنی امت کے پاس واضح دلائل لے کر آتا ہے تو وہ امت دو گروہوں میں تقسیم ہوجاتی ہے۔ ایک گروہ تو اس رسول پر ایمان لاتا ہے اور اس کی بیان کردہ باتوں کی تصدیق کرتا ہے اور ایک گروہ اس کی تکذیب وانکار کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیتے ہیں۔ یعنی مومنوں کو نجات دے دیتے ہیں اور جھٹلانے والوں کو ہلاک کردیتے ہیں اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جاتا تاکہ ان کے پاس رسول بھیجنے سے پہلے عذاب آجائے یہ اللہ کا طریقہ نہیں۔ جیسا کہ فرمایا

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا.

''اور ہماری عادت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی عذاب دینے لگیں۔'' (بنی اسرائیل۔15)

اس لئے اللہ تعالیٰ کی عادت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے اور اتمام حجت سے قبل کسی کو عذاب دے یا اس کے جرم سے زیادہ اس کی گرفت کرے۔ پس آپ کا انکار کرنے والوں اور آپ کی مخالفت

باقی صفحہ 31 پر

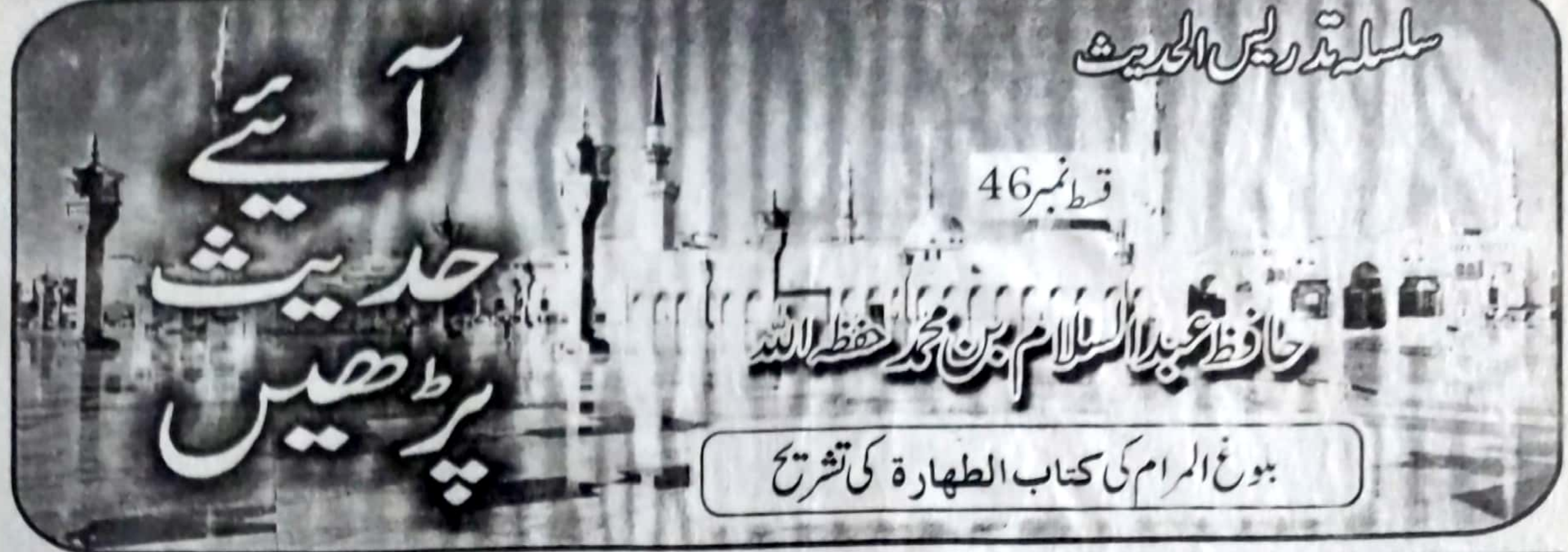

42/14 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَءُوا بِمَيَامِنِكُمْ (اخرجه الاربعة وصححه ابن خزيمة)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب وضوء کرو تو اپنی دائیں طرف سے ابتداء کرو۔

اسے چاروں نے روایت کیا اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا:

تخریج: (صحیح) ابوداؤد (۴۱'۴۱) ابن ماجہ (۴۰۲) ترمذی اور نسائی میں یہ الفاظ نہیں ہیں ان میں یہ الفاظ ہیں کان رسول الله ﷺ اذا لبس قميصا بدا بميامنه۔ رسول اللہ ﷺ جب قمیض پہنتے تو اس کی دائیں طرف سے ابتدا کرتے۔

مفردات۔

میامن۔ میمنۃ کی جمع ہے دائیں جانب

فوائد۔ ۱۔ اس حدیث میں وضوء کے اعضاء میں دائیں طرف سے ابتداء کا حکم ہے جو وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ اگرچہ اکثر فقہاء دائیں طرف سے ابتداء کو صرف مستحب قرار دیتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ حدیث کے الفاظ یعجبہ اور یحب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل پسندیدہ تو ہے مگر واجب نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ پسندیدہ ہونا وجوب کے منافی نہیں اور اگر کوئی واضح قرینہ نہ ہو تو امر وجوب کے لئے ہی ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا ہمیشہ کا عمل بھی یہی ہے۔ بائیں طرف سے کسی عضو کے دھونے کی ابتداء آپ سے ایک مرتبہ بھی ثابت نہیں۔ اور قرآن مجید میں وضوء کے حکم کی تفسیر وہی معتبر ہوگی جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے کی ہے۔

۲۔ جو اعضاء دو' دو ہیں ان میں تو دائیں اور بائیں کا خیال رکھا جائے گا مگر سر اور چہرہ ایک ایک عضو ہی ہے اور رسول اللہ ﷺ سے پورا چہرہ دھونے اور پورے سر کا مسح کرنے کا ہی ذکر آیا ہے اس لئے اس میں یہ پابندی نہیں ہوگی۔

پگڑی پر مسح

۴۳/۱۵ وعن المغیرہ بن شعبة رضی الله عنه ان النبی ﷺ توضا فمسح بنا صيته وعلى العمامة والخفين اخرجه مسلم

"مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کیا تو اپنی پیشانی کے بالوں پر اور پگڑی پر اور موزوں پر مسح کیا۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

تخریج: صحیح مسلم الطہارہ/۸۳

مفردات: ناصیہ۔ کا ترجمہ عام طور پر پیشانی کیا جاتا ہے حالانکہ اس سے مراد پیشانی کے ساتھ ملا ہوا سر کا حصہ ہے۔ جہاں بال ہوتے ہیں۔ سر کا اگلا حصہ، سر کے اگلے حصے کے لیے بال...... جمع نواصی ونا صیات۔

العمامۃ: عین کے کسرہ کے ساتھ۔ کپڑا جو سر پر لپیٹا جائے' پگڑی جمع عمائم وعمامہ۔

مغیرہ بن شعبہ مسعود الثقفی ابومحمد یا ابوعیسی کنیت ہے۔ خندق کے زمانہ میں اسلام لائے اور حدیبیہ اور اس کے بعد غزوات میں شریک ہوئے۔ انہیں ان کی عقل و ذہانت کی وجہ سے مغیرہ الرائی کہا

جاتا تھا۔ جنگ یمامہ، شام کی فتوحات اور قادسیہ میں بھی شریک ہوئے۔ شعبی اور زہری نے فرمایا یہ عرب کے مدبر لوگوں سے تھے۔ قبیصہ بن جابر نے فرمایا' اگر کسی شہر کے سات دروازے ہوں جن میں سے کسی دروازے سے بھی زبردست چال کے بغیر نکلنا ممکن نہ ہو تو مغیرہ سبھی دروازوں سے نکل جائیں گے۔ بڑے عقل مند' ادیب' سمجھدار' دانشمند اور صاحب تدبیر تھے۔ ابن عبدالبر نے فرمایا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ کا حاکم بنایا۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے خلاف شہادتیں پہنچیں تو انہوں نے انہیں معزول کر دیا۔ پھر کوفہ کا والی بنا دیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں برقرار رکھا۔ پھر فتنے کے زمانے میں علیحدہ رہے' پھر علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان محاکمہ کی مجلس میں بھی حاضر ہوئے۔ صحیح قول کے مطابق سنہ ۵۰ ہجری میں فوت ہوئے۔ (مرعاۃ)

فوائد:

1- اس حدیث سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ پورے سر کا مسح کرنے کی بجائے صرف ناصیہ کا مسح کر لیا جائے تو کافی ہے۔ بلکہ بعض نے اس حدیث کو دلیل بنا کر سر کے چوتھے حصہ کا مسح کافی قرار دیا اور استدلال اس طرح کیا کہ ناصیہ پورے سر کے چوتھائی کے برابر ہوتی ہے۔ اس لئے سر کے بھی چوتھے حصے کا مسح کافی ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ سے ایک دفعہ بھی سر کے بعض حصے کا مسح ثابت نہیں' بلکہ آپ ﷺ ہمیشہ پورے سر کا مسح کرتے تھے۔ حدیث کی کسی کتاب میں یہ حدیث صرف ان الفاظ کے ساتھ نہیں آئی جن الفاظ میں بعض کتب فقہ کے مصنفین نے اس دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے۔ انه توضا فمسح بنا صيته یعنی آپ نے وضو کیا اور ناصیہ کا مسح کیا بلکہ ساتھ عمامہ کا بھی ذکر ہے۔ اس لئے ناصیہ کا مسح صرف اس صورت میں کافی ہوگا' جب اس کے ساتھ سر کے باقی حصہ کا بھی مسح کیا جائے یا باقی حصے پر پگڑی کا مسح کیا جائے۔

2- اس حدیث میں پگڑی کے ساتھ ناصیہ کا مسح بھی آیا ہے۔ اس لئے بعض اہل علم نے صرف پگڑی پر مسح کا انکار کر دیا اور صرف اس صورت میں پگڑی کا مسح درست قرار دیا۔ جب اس کے ساتھ سر کے کچھ حصے کا مسح بھی کیا جائے مگر حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے تین طرح کا سر کا مسح آیا ہے۔ اس لئے تینوں طریقے درست ہیں۔ ان میں سے کسی کا انکار درست نہیں۔ ایک تو پورے سر کا مسح جیسا کہ اکثر احادیث میں آیا ہے۔ دوسرا سر کے کچھ حصے کے ساتھ پگڑی کا مسح...... جیسا کہ زیر شرح حدیث میں ہے...... تیسرا صرف پگڑی کا جیسا کہ بہت سی احادیث میں آیا ہے۔ ان میں سے ایک عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ فرماتے ہیں رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَسَحَ عَلَى عِمَامَتِهِ وَخُفَّيْهِ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے پگڑی اور موزوں پر مسح کیا۔ (صحیح بخاری حدیث ۲۰۵) اس کے علاوہ بلال' سلمان' ابوامامہ' خزیمہ بن ثابت' ابوطلحہ' ابوذر اور انس رضی اللہ عنہم سے صرف پگڑی یا خمار پر مسح کی احادیث مروی ہیں۔ جیسا کہ زیلعی نے نصب الرایہ میں ذکر کیا ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ سے پگڑی کا مسح ثابت ہونے کے بعد کسی عالم کی تقلید کی وجہ سے اس کا انکار درست نہیں۔

3- بعض حضرات نے پگڑی پر مسح کے لئے کچھ شرطیں اپنے پاس سے بڑھائی ہیں۔ مثلاً سر کا کوئی حصہ پگڑی سے خالی نہ ہو یا پگڑی موزے کی طرح باوضو حالت میں پہنی ہو مگر ایسی کوئی شرط رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ اس لئے ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

4- بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

رايت رسول الله ﷺ مسح على الخفين و الخمار (صحیح مسلم باب المسح على الناصية و العمامة)

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ نے موزوں پر اور خمار پر مسح کیا۔ خمار اس کپڑے کو کہتے ہیں جس سے سر ڈھانپا جائے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف پگڑی ہی نہیں رومال یا ٹوپی پر بھی مسح ہو سکتا ہے اور عورت اپنے دوپٹے پر بھی مسح کر سکتی ہے۔ کیونکہ اس کو بھی خمار کہا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے صرف مردوں کو پگڑی پر مسح کی اجازت دی ہے اور عورتوں کے لئے ہر حال میں صرف سر پر مسح ضروری قرار دیا ہے۔ بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ان کی بات کی تردید ہوتی ہے۔ موزوں پر مسح کا مسئلہ آگے مستقل باب میں آ رہا ہے۔

وضو میں ترتیب

۴۴/۱۶ وعن جابر رضی اللہ عنہ فی صفة حج النبی ﷺ قال ﷺ "ابد ء وا بما بدأ الله به" اخرجه النسائی هكذا بلفظ الامر و هو عند مسلم بلفظ الخبر.

اور جابر رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کی یہ حدیث حج کے بیان میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے ساتھ ابتداء کرو جس کے ساتھ اللہ نے ابتداء کی ہے۔ اسے نسائی نے اسی طرح امر کے لفظ سے روایت کیا ہے اور مسلم میں یہ روایت خبر کے لفظ کے ساتھ ہے۔

تخریج: مسلم (الحج ۱۴۷)' احمد (۳/۳۹۴)' ترمذی (۸۶۲/۲۹۶۷) ' نسائی (۵/۲۳۵)' تحفۃ الاشراف (ح/۲۵۹۵)

فوائد:

جابر عبداللہ بن عمرو بن حرام الانصاری الخزرجی السلمی ابو عبداللہ مشہور صحابی ہیں۔ صغرسنی میں عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ شریک ہوئے۔ عقبہ اولیٰ میں شریک نہیں تھے۔ بخاری نے ذکر کیا کہ بدر میں شریک تھے اور اس دن ساتھیوں کو پانی لا کر دیتے تھے اور باپ کے منع کرنے کی وجہ سے جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ اس کے بعد نبی ﷺ کے ساتھ اٹھارہ غزوات میں شریک ہوئے۔ بہت سی احادیث کے حافظ اور راوی ہیں۔ آخر عمر میں نابینا ہو گئے مسجد نبوی میں ان کا باقاعدہ حلقہ ہوتا تھا۔ سنہ ۷۴ یا ۷۷ میں مدینہ میں فوت ہوئے۔ یہ آخری صحابی ہیں جو مدینہ میں فوت ہوئے (سبل و مرعاۃ)

2- فی صفۃ حج النبی ﷺ یعنی یہ جملہ اس جلیل القدر لمبی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔ جس میں جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے آخری حج کا آنکھوں دیکھا حال نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس میں ہے کہ پھر آپ (بیت اللہ کے طواف کے بعد) دروازے سے نکلے' یعنی حرم کے دروازے سے صفا کی طرف نکلے۔ جب صفا کے قریب پہنچے تو پڑھا "ان الصفا و المروة من شعائر الله" اس کے بعد مسلم کے الفاظ ہیں (نبد ء بما بد ء الله به)۔ ہم اس سے ابتداء کریں گے' جس سے اللہ نے ابتداء کی ہے۔ یعنی آیت میں چونکہ صفا کا ذکر مروہ سے پہلے آیا ہے۔ اس لئے ہم صفا سے سعی کی ابتداء کریں گے۔ نَبْدَءُ فعل مضارع ہے اور خبر ہے نسائی میں امر کے الفاظ ہیں یعنی وہ الفاظ ہیں جو اوپر حدیث میں ذکر ہوئے ہیں۔ ابد ا وا بمابدا الله به۔ اس کے ساتھ ابتداء کرو جس کے ساتھ اللہ نے ابتداء کی ہے۔ حج کی حدیث کا یہ ٹکڑا وضو کے باب میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں جس چیز کو پہلے ذکر کیا ہے' ہمیں بھی اس سے ابتداء کرنی چاہیے کیونکہ اس حکیم مطلق کے کلام میں کسی چیز کو دوسری چیز سے پہلے ذکر کرنا حکمت سے خالی نہیں۔ اس میں وہی چیز پہلے آئے گی جسے عملاً پہلے ہونا چاہئے۔ اس لئے سیبویہ نے فرمایا کہ عرب پہلے اس چیز کو ذکر کرتے ہیں جو ان کے خیال میں زیادہ اہمیت کی حامل ہو۔ حدیث کے الفاظ اگرچہ حج کے موقع پر بولے گئے ہیں مگر لفظ عام ہیں اور عام الفاظ صرف اسی موقعہ کے ساتھ خاص نہیں ہوتے جس پر وہ بولے جائیں اس میں "ما" موصولہ ہے اور موصولات عام ہوتے ہیں۔ وضو کی آیت یعنی

"فاغسلوا وجوهكم وايد يكم الى المر افق و

باقی صفحہ 50 پر

عقیدہ

اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ اور ان کا غلط استعمال

قسط نمبر 3

محمد یوسف طیبی

اسم اعظم کا واسطہ:

☆ دوسری حدیث میں ہے' سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دعا کرتے ہوئے سنا جو کہہ رہا تھا۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ (سنن الترمذی کتاب الدعوات باب جامع الدعوات)

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس واسطے سے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اللہ ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے تو ایک ہے بے نیاز ہے کہ جس نے نہ کسی کو جنا' اور نہ جنا گیا اور نہ ہی اس کا کوئی ہم سر ہے۔ وہ ایک ہے۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے واسطے سے مانگا ہے کہ جس کے واسطے سے جب بھی اس سے مانگا گیا وہ ضرور حاجت روائی کرتا ہے اور جب بھی اس کے واسطے سے سلوک کیا جاتا ہے' وہ ضرور دیتا ہے۔

☆ تیسری حدیث سنن ابی داؤد میں ہے' سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے' میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نماز میں یہ دعا مانگ رہا تھا۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْحَنَانُ الْمَنَّانُ بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس واسطے سے کہ سب تعریفیں تیری ہیں۔ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے' تو نرم خو' احسان جتلانے والا ہے' زمین و آسمان بغیر نمونے کے بنانے والا ہے۔ اے جلال و عزت والے' اے ہمیشہ سے زندہ اور قائم رہنے والے۔

تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے اللہ کے اسم اعظم کے واسطے سے سوال کیا ہے کہ جب بھی اس سے اس کے واسطے سے پکارا گیا تو اس نے ضرور جواب دیا اور جب بھی اس واسطے سے سوال کیا گیا تو اس نے ضرور عنایت فرمایا۔ (سنن ابی داؤد نمبر ۱۴۹۵ مسند احمد ۱۵۸/۳)

یہاں ابھی صرف اللہ کے ناموں سے واسطہ دینے کا طریقہ بتانا مقصود ہے' اسم اعظم کی بحث آگے آئے گی ان شاء اللہ

☆ ہر حدیث کی کتاب میں دعاؤں کا باب کھول کر دیکھیں' کیسے کیسے اللہ کے ناموں اور صفات کے واسطے سے دعا کی گئی ہے۔ جیسے فرمایا

يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ

(سنن ترمذی کتاب الدعوات نمبر ۳٤٤٦)

اے حی اور قیوم تیری رحمت کے واسطے سے' میں تجھ سے مدد کا سوال کرتا ہوں۔

> اللہ تعالیٰ کے نام ..... ضربیں لگانے' چلے کاٹنے اور دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کا واسطہ دے کر آخرت کی بہتری مانگنا چاہئے

مختلف حاجات کے لئے اللہ کے ناموں کا استعمال

اس کے علاوہ اپنی حاجت کے حساب سے' معنی کے لحاظ سے جو نام مبارک مناسب ہو' اس کے واسطے سے دعا کی جا سکتی ہے۔ مثلاً اللہ سے رحم کی اپیل کرنی ہو تو رحمٰن رحیم وغیرہ کا واسطہ دیا جا سکتا ہے۔ اپنے گناہوں کا بار ہلکا کرنا ہو تو عفو' غفور' الستیر ہونے کا واسطہ دیا جا سکتا ہے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا کہ لیلۃ القدر میں یہ دعا پڑھیں۔

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي

اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے۔ معاف کرنے کو پسند کرتا ہے تو مجھے معاف کر دے۔ (سنن الترمذی کتاب الدعوات باب منہ)

اسی طرح اگر تنگ دستی کا علاج مطلوب ہو تو اللہ کے غنی' معطی اور رزاق ہونے کا واسطہ دے سکتا ہے۔

اس طرح اگر لاچار و مجبور ہو تو اللہ تعالیٰ کے علیم' عالم' قدیر اور قہار اور قریب ہونے کا واسطہ دیا جا سکتا ہے۔

یعنی اپنی حاجت سے جو نام مطابقت رکھتا ہو' اس کے ساتھ دعا مانگے۔ یہ بات خلاف عقل ہے کہ کوئی کہے:

اے غفور و رحیم اور ودود کافروں کو تباہ کر دے بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ اے عزیز' جبار اور قوی کافروں کو ہلاک کر دے۔ وغیرہ

اسماء اللہ تعالیٰ اور لوگوں کی شعبدہ بازیاں

اس زمانے میں جہاں اکثر چیزیں ملاوٹ والی ملتی ہیں' وہاں دین خالص بھی بڑی محنت سے ہی ملتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ بعض روزنامہ اخبارات' مجلات میں اسماء الحسنیٰ کے نام سے اوٹ پٹانگ باتیں لکھی جاتی ہیں اور پھر اس کی تاثیر بتانے کے لئے لوگوں کے خطوط کے حوالے سے لکھا جاتا ہے کہ آپ کا بتایا ہوا فلاں وظیفہ از حد مفید رہا۔ ایسے مضامین میں درج ذیل کمزوریاں ہوتی ہیں۔

۱۔ رب العالمین کے خود ساختہ نام رکھنا

۲۔ ان کے وظیفہ کی تعداد خود مخصوص کرنا

۳۔ ان وظائف کا طریقہ کار خود گھڑ لینا

۴۔ ان کی تاثیر کا من گھڑت ہونا

۵۔ ان کے اجر و ثواب کا من گھڑت ہونا

اصل مسئلہ یہ ہے کہ آج کا مسلمان (الا ماشاء اللہ) جیسے خود دوائی بنانے کی بجائے بنی بنائی حاصل کرنا چاہتا ہے' اسی طرح

وہ خود اذکار' تلاوت' عبادات' آداب شریعہ اور شرعی احتیاطات کی بجائے چاہتا ہے کہ وہ تو من مانی زندگی گزارے۔ البتہ اگر کسی قسم کا مسئلہ لاحق ہو جائے تو ریڈی میڈ تعویذ یا کم از کم ایسے وظائف کا پتہ چل جائے جس سے اس کا مسئلہ حل ہو جائے۔ باقی امور میں چاہے شریعت پر عمل کرے یا نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کے شعبدہ باز بھی شریعت کی حدود و قیود سے بالا ہو کر ہر مرض اور ہر پریشانی پر کوئی نہ کوئی تعویذ یا وظیفہ بنا لیتے ہیں جس سے مریض کو شفا اور پریشان کی پریشانی ختم ہو یا نہ ہو' ان کا دھندا چلتا رہتا ہے اور کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ پریشانی تو شیطان نے کھڑی کی ہوتی ہے' لیکن الٹے سیدھے وظائف کر کے اللہ کو ناراض اور شیطان کو راضی کر لیا جاتا ہے تو شیطان کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ شیطان وقتی طور پر اپنا شر روک لیتا ہے جس سے مریض عافیت محسوس کرتا ہے۔

لہٰذا قارئین کرام! اللہ کے اسماء وصفات کا وظیفہ کرنے کا بہترین طریقہ تو وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ یا پھر کسی بھی حاجت پر معنوی اعتبار سے مناسب ناموں کا انتخاب کیا جائے اور اپنی زبان میں اس کے واسطے سے دعا کی جائے۔

یاد رہے کہ ان مبارک ناموں کا اصل مقصد معرفت الٰہی ہے کیونکہ ان ناموں میں اللہ کے اوصاف و کمالات مضمر ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کا تعارف حاصل ہوتا ہے اور جب بندہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے تو اس سے بندے کی زندگی یکسر بدل جاتی ہے۔ اور مثبت تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔

۱۔ ایمان کی حلاوت و چاشنی محسوس ہوتی ہے جو بندے کو جنت کی طرف کھینچتی ہے۔

۲۔ معرفت اسماء الٰہی عبادت ہے۔ اس سے عبادت میں سرور پیدا ہوتا ہے۔

۳۔ رب ذوالجلال کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے حیاء کا رشتہ قائم ہوتا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق بڑھتا ہے۔ دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے۔

۵۔ اللہ کی نگرانی کا تصور آتا ہے۔ جس سے سارے اعمال درست ہو جاتے ہیں۔

۶۔ تقویٰ و خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے جس سے ہر عمل کا اجر بڑھ جاتا ہے۔

۷۔ اللہ سے امیدیں وابستہ ہوتی ہیں' مایوسیوں کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔

۸۔ اللہ کی تعظیم میں اضافہ ہوتا ہے۔

۹۔ اللہ پر توکل بڑھتا ہے' حسن ظن پیدا ہوتا ہے۔

۱۰۔ اللہ کی عظمت اجاگر ہونے سے عاجزی' انکساری پیدا ہوتی ہے۔

ان تمام مقاصد کے لئے ہم کتاب وسنت سے اللہ کے ثابت شدہ نام بمع مناسب شرح پیش کریں گے۔ (چند ضروری گزارشات کے بعد)

روز محشر جب اللہ تعالیٰ سخت غصے میں ہوں گے تو پھر نبی رحمت اللہ ذوالجلال کے سکھائے گئے کلمات سے سجدہ کی حالت میں حمد وثنا کریں گے تو اللہ سفارش قبول کرنے کا اشارہ دیں گے

تیسرا اصول۔ اللہ تعالیٰ کے نام صرف ننانوے نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نام بیشمار ہیں۔ ان کی تعداد صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ جب ان مبارک اسماء کا واسطہ دیتے تو فرماتے 'اے اللہ میں ان ناموں کے واسطہ سے بھی سوال کرتا ہوں جو آپ نے ابھی تک کسی کو نہیں بتائے۔

أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ (حدیث گزر چکی ہے)

دوسری دلیل یہ ہے کہ جب ہم قرآن وسنت میں تلاش کرتے ہیں تو ننانوے سے زیادہ اسماء مبارکہ دریافت ہو جاتے ہیں جو دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام صرف ننانوے نہیں ہیں۔

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

قَالَ لِلَّهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ اسْمًا مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَإِنَّ اللَّهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ وفى رواية لَايَحْفَظُهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ. (صحیح البخاری حدیث نمبر ۲۷۳۶' ۶۴۱۰' صحیح مسلم۔ نمبر ۲۶۷۷)

اللہ کے ننانوے نام ایسے ہیں کہ جن کو جو شمار کرے گا' جنت میں جائے گا۔ وہ دیکھتا ہے اور وتر اکیلے (طاق) کو ہی پسند کرتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے' ان ناموں کو کوئی بھی یاد نہیں کرے گا مگر جنت میں جائے گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے بے شمار ناموں میں ننانوے ایسے ہیں کہ جن کو یاد کرنے کا یہ اجر ہے۔ اگر یہاں ناموں کی کل تعداد بتانا مقصود ہوتا تو عبارت یوں ہوتی۔ اللہ کے نام ننانوے ہیں' جو ان کو یاد کرے گا' جنت میں جائے گا۔ (القواعد المثلی: ص ۱۰)

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ صحیح بات جمہور علماء کی ہے کہ مذکورہ حدیث میں ناموں کی کل تعداد بتانا مقصود نہیں ہے۔ دیکھیں درتعارض العقل والنقل ۳/ ۳۳۲' ۳۳۳' مجموع الفتاوی ۶/ ۳۸۱)

اس کی مثال یوں سمجھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (صحیح البخاری)

کہ اللہ کے پاس سو درجے ہیں جن کو اللہ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے تیار کیا ہے۔ ہر دو درجوں کا فاصلہ زمین و آسمان جتنا ہے۔

تو اس حدیث سے یہ بات سمجھ لینا کہ جنت میں ایک سو سے زیادہ درجے موجود ہی نہیں ہیں یہ بات درست نہیں' اگر ایسا ہو تو پھر شہداء اور انبیاء کا مقام کہاں ہوگا؟

جیسا کہ آپ پیچھے پڑھ چکے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

من احصاها دخل الجنة

کہ جس نے ان ننانوے ناموں کو یاد کیا وہ جنت میں جائے گا تو اب سمجھیں کہ یاد کرنے سے کیا مراد ہے؟

احصى يحصى کا معنی شمار کرنا گننا بھی ہوتا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں

وَأَحْصَى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (الجن ۲۸)

کہ اللہ نے ہر چیز کو گن رکھا ہے۔

تو گن وہی سکتا ہے جس نے زبانی یاد کیا ہوا ہو۔ پھر یہ کہ مذکورہ حدیث میں "حفظها" یعنی یاد کرنے کے لفظ بھی مذکور ہیں کہ احصا کا معنی ہوا حفظ کرنا (یہ بات امام خطابی نے شان الدعاء ص ۲۶ میں بیان کی ہے۔ دیکھیں المنہج الاسمی فی شرح اسماء اللہ الحسنی لمحمد الحمود ۱/ ۴۶۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں حفظها کا معنی زبانی یاد کرنا لازمی نہیں کیونکہ اس سے حفظ معنی بھی مراد ہو سکتا ہے جیسے کتاب میں دیکھ کر ہی ہو۔

الاصیلی فرماتے ہیں اس سے مراد خالی شمار کرنا نہیں یہ کام تو فاجر بھی کر سکتا ہے۔ اس سے مراد ان اسماء کا علم حاصل کرنا ہے یہی بات ابن عطیہ اور ابو نعیم رحمھم اللہ نے بھی کی ہے۔ (فتح الباری ۱۱/ ۲۲۶)

باقی صفحہ 42 پر

احصاء کا دوسرا معنی طاقت رکھنا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں

عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ (المزمل ۲۰)

کہ اللہ نے جان لیا کہ تم اس (لمبے قیام) کی طاقت نہیں رکھتے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی۔

تو معنی یوں ہوگا کہ ان اسماء کی طاقت رکھے ان کا معنی سمجھ کر ان کے تقاضے پورے کرے اور نصیحت حاصل کرے۔ (شان الدعا ص ۲۷/۲۸) فتح الباری ۱۱/۲۲۵_۲۲۶)

میرے استاد ڈاکٹر محمد سلیمان تمیمی لکھتے ہیں۔ احصاء سے مراد ہے کہ ان اسماء کے الفاظ صحیح تلفظ کے ساتھ حفظ کرنا ان کے معانی یاد کرنا اور اس کے تقاضے اور احکام پر عمل کرنا۔ (معتقد اہل السنۃ والجماعۃ فی توحید الاسماء والصفات ص ۳۸‘۳۹)

پھر وضاحت کرتے ہیں کہ اسماء اللہ الحسنٰی کا علم رکھنا اور یہ اعتقاد کہ یہ کام واقعہ اللہ کے ہیں عبادت ہے پھر دل کا ان کے معانی کو سمجھنا اور ان کے احکام و تقاضے سمجھنا اور یہ شعور پیدا کرنا کہ جب میں اس کو پکارتا ہوں وہ جواب دیتا ہے۔ یہ بھی عبادت ہے۔

مثلا اللہ کا نام ہے "السمیع" تو اس پر ایمان واحصاء یوں ہو گا۔

۱۔ اس کو یاد کریں اور ایمان رکھیں کہ یہ اللہ کا نام ہے۔

۲۔ ان میں موجود صفت "السمع سننا" پر ایمان رکھیں۔

۳۔ اس نام کے حکم کا اعتقاد رکھنا اور وہ یہ ہے کہ اللہ کی صفت سننا ہے بھی وہ ہر سری و ظاہری آوازوں کو واقعتاً سنتا بھی ہے۔

۴۔ اس نام کے تقاضے یہ ہیں کہ اللہ کا خوف بندے پر طاری رہے اور وہ اس کی نگرانی کا تصور رکھے۔ اور اس سے حیاء کرے۔

جیسے دو آدمی سرگوشی کرتے ہیں۔ خفیہ بات کرتے ہیں کہ اس بات کا اگر فلاں کو پتہ چلا تو نقصان ہوگا۔ والد کو پتہ چلا تو حیاء آئے گی۔ وغیرہ تو چونکہ اللہ ہر بات کو سنتا ہے اس لئے وہ زیادہ لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ خوف وخشیت رکھی جائے۔ اس سے حیا کیا جائے۔

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں۔ اللہ کے ہر نام کی ' علم ' معرفت اور حال کے اعتبار سے خاص عبادت ہوتی ہے۔

یعنی اللہ کے نام کا علم اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس نام کے اندر پائی جانے والی صفت کمال کا مالک ہے۔ یہ اعتقاد رکھنا عبادت ہے جو کہ اس نام کے ساتھ خاص ہے۔

حال کے اعتبار سے خاص عبادت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر نام کی بندے کے دل پر تاثیر الگ الگ ہوتی ہے۔ مثلا جب وہ "القوی" کو پڑھتا ہے تو اس کے اندر قوت پیدا ہوتی ہے حوصلہ بڑھتا ہے۔ توکل پیدا ہوتا ہے غم واندوہ چھٹ جاتے ہیں۔ اور پھر یہی تاثیر اس کے اخلاق و سلوک اور رویہ پر اثر ڈالتی ہے اس کے اعمال درست ہوجاتے ہیں مدارج السالکین ۳/ ۳۵۸‘ ۳۵۹)

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے نام ضربیں لگانے کے لئے نہیں‘ چلے کاٹنے کے لئے اور دنیاوی غلط فوائد حاصل کرنے کے لئے نہیں کہ خفیہ دوستیوں کی کامیابی اور بدکاری کی تسہیل کے لئے استعمال کئے جائیں۔ بلکہ ان کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کی بہتری کا سوال کیا جائے۔ ان آداب وقواعد کے تحت جو اوپر بیان ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنٰی کا ذکر اور ان کے واسطہ سے اگر دعائیں کی جائیں تو ان کا بندے پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ اس کا عقیدہ‘ اخلاق وکردار بلکہ دنیا و آخرت بہتر ہو جاتے ہیں

گویا اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنٰی کا ذکر اور ان کے واسطے سے اگر صحیح طریقے سے دعائیں کی جائیں تو ان کا بندے پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ اس کا عقیدہ سلوک‘ اخلاق ‘کردار بلکہ دنیا و آخرت سب درست ہو جاتے ہیں۔ اللہ کا خوف اور عظمت وہیبت دل میں ایسی جاگزیں ہوتی ہے کہ سارے جسم کی اصلاح ہوجاتی ہے۔ اسی لئے فرمایا' من احصاھا دخل الجنۃ' جو شخص ان کو شمار کرنے کا حق ادا کرتا ہے اس کی ایسی حالت بدل جاتی ہے کہ وہ اس کے نتیجہ میں جنت میں چلا جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ایک فاحشہ عورت کتے کو پانی پلا کر جنت میں چلی گئی۔ (بخاری شریف)

اگر اتنی بات ہوتی تو لمبی چوڑی عبادات کی بجائے تمام فساق وفجار چند کتے پال لیتے اور ان کی خدمت کر کے جنت لے لیتے۔ نہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ کتے کو پانی پلا کر اس عورت کی حالت بدل گئی۔ عمل درست ہوگئے نتیجتاً وہ جنت میں چلی گئی۔ یا یوں سمجھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"

قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ (خَالِصًا) مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

کہ جس نے سچے دل سے کلمہ پڑھ لیا وہ جنت میں ضرور چلا جائے گا تو مطلب یہ ہے کہ وہ اس کا معنی بھی سمجھے۔ اس کے تقاضے بھی پورے کرے ورنہ مکہ کے مشرک اس کلمے کا انکار نہ کرتے۔ وہ اس لئے نہیں پڑھتے تھے کہ وہ جانتے تھے اس کے تقاضے کیا ہیں۔ اس طرح اسماء اللہ الحسنٰی کا ورد وظیفہ کسی کی مشکل حل کرنے بیماری دور کرنے کے لئے کرنا بہت چھوٹا مقصد ہے اور جو بھی ایسا کرتا ہے مراد پالیتا ہے پہلے خواہ وہ مشرک بے نمازہی کیوں نہ ہو کیونکہ دنیا کے فوائد تو اللہ تعالیٰ بے دینوں کو زیادہ دیتا ہے لیکن جو شخص ان اسماء سے جنت کا حصول بھی چاہتا ہے اس کے لئے مذکورہ آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

اسم اعظم کا واسطہ

اللہ تعالیٰ کے بعض نام بعض سے زیادہ اعلیٰ واعظم ہیں۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کی بعض کلام بھی بعض سے زیادہ افضل ہے۔ جیسے سورہ الاخلاص کے بارے میں فرمایا کہ یہ قرآن کے تیسرے حصے کے برابر ہے۔ (سنن الترمذی کتاب فضائل القرآن باب سورۃ الاخلاص)

دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب میں قیامت والے دن سفارش کے لئے سجدہ کروں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے اپنی مدح وثنا کے مخصوص کلمات سکھائے گا تب اللہ تعالیٰ سفارش قبول کرنے کا اشارہ دے گا جبکہ دوسرے تمام انبیاء یہی کہہ رہے ہوں گے آج ہمارا رب اتنے غصے میں ہے کہ جتنا غصہ اللہ کو کبھی نہیں تھا۔ (صحیح البخاری کتاب التوحید باب کلام الرب عزوجل یوم القیامۃ مع الانبیاء وغیرھم) تو چونکہ غصہ مخصوص ہے اس لئے مدح وثناء کے الفاظ بھی مخصوص ہی ہوں گے

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اسم اعظم کے ساتھ دعاؤں سے اللہ تعالیٰ ضرور عنایت فرماتا ہے‘ اس سلسلہ میں چند احادیث کا تذکرہ آپ نے پڑھ لیا۔ مزید وضاحت کے لئے چند نصوص پیش کرتے ہیں۔

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اسم اللہ ﷺ الاعظم فی سور من القرآن ثلاث البقرہ۔ آل عمران وطہ (سنن ابن ماجہ "۳۸۵۶" مشکل الآثار ۱/ ۶۳)

کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم قرآن کی تین سورتوں ‘البقرہ آل عمران اور طہ میں ہے۔ علامہ طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ابو حفص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے ان تین سورتوں میں ایک چیز دیکھی جو دوسری سورتوں میں نہیں ہے۔

البقرہ میں آیۃ الکرسی اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (البقرہ:۲۵۵)

اور آل عمران میں

الم (۱) اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (آل عمران:۲)

طہ میں

وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا۔ (طہ:۱۱۱)

(جاری ہے)

مڈبھیڑ ہوگئی۔ مجاہدین اور بھارتی فوج میں وقفے وقفے سے فائرنگ کا تبادلہ ہوتا رہا۔ تاہم مجاہدین اس علاقہ سے نکل گئے۔ رات مجاہدین کا دشمن سے پھر ٹکراؤ ہوا تو معرکہ اگلے دن تک لڑا جاتا رہا جس میں بھارتی فوج کے 9 اہلکار مارے گئے جبکہ 15 شدید زخمی ہوئے۔ اسی معرکہ میں لڑتے ہوئے درج ذیل مجاہدین کرام نے بھی شہادت کا بلند مرتبہ حاصل کیا۔ ان شاءاللہ

1- **ابوعبداللہ منتظر عبدالمجید طارق** بن محمد حنیف

2- **ابوالقاسم مجاہدالحق** بن عبدالحق

3- **ابونصر محمد بلال** بن محمد یٰسین

30 مئی: 4 ظالم شمشان گھاٹ پر‘ متعدد زخمیگھاٹ پر

راجوری‘ تحصیل تھنہ منڈی میں فدائیان کتاب وسنت محوسفر تھے کہ اسی دوران انڈین آرمی سے اچانک ٹکراؤ ہوا۔ رات 10:00 بجے کے قریب فائرنگ کا تبادلہ ہوا۔ لیکن مجاہدین جنگل کی طرف نکل گئے۔ یہاں پر مجاہدین کرام کی بھارتی فوج کے ساتھ ہونے والی لڑائی میں 4 فوجی اہلکار مارے گئے اور متعدد زخمی ہوئے جبکہ درج ذیل مجاہد فی سبیل اللہ بھی لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان شاءاللہ

ابوحمزہ محمد سفیان بن عبدالجبار

30 مئی: 3 ٹاسکی مردار‘ 4 زخمیار

اسلام آباد‘ تحصیل بج بہاڑہ‘ علاقہ ٹاؤن میں فدائیان کتاب وسنت کے ایک مجاہد فی سبیل اللہ نے دن 12:30 بجے ٹاسک فورس کی گاڑی میں گرنیڈ پھینکا جس کے پھٹنے سے ٹاسک فورس کے 3 اہلکار ہلاک اور 4 شدید زخمی ہوئے۔

یکم جون: بارودی کارروائی‘ 3 سورمے مارے گئے

پونچھ‘ تحصیل سرنکوٹ‘ علاقہ مڑہ میں فدائیان کتاب وسنت موجود تھے کہ VDC والوں نے دیکھ لیا اور آرمی کو مخبری کردی۔

16 مئی: 6 ایمان دشمن ٹھکانے لگادیئے

رینگر‘ اکھال گاؤں میں انڈین آرمی آپریشن کررہی تھی کہ دن کے 11:00 بجے فدائیان کتاب وسنت کے سرفروشوں نے گھات لگاکر حملہ کردیا۔ ڈیڑھ گھنٹہ تک مجاہدین کرام اور بھارتی فوج میں شدید لڑائی ہوتی رہی جس میں دشمن کے 6 فوجی اہلکار مارے گئے‘ تمام مجاہدین خیریت سے علاقہ سے نکل گئے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

مئی: 2 ظالم قتل‘ 12 زخمی

بارہمولہ‘ تحصیل سوناواری میں فدائیان کتاب وسنت نے بھارتی فوج کے خلاف ایک اسپیشل مشن پر تھے کہ اسی دوران انڈین آرمی سے ٹکراؤ ہوا۔ دشمن کی ایک پارٹی پر نظر پڑتے ہی مجاہدین نے فائر کھول دیا۔ دوپہر 2:30 بجے سے اگلے دن 8:00 بجے تک کم وبیش 20 گھنٹے تک مجاہدین کرام اور بھارتی فوج میں شدید لڑائی ہوتی رہی۔ سورج نکلنے پر بھی ابھی تک دشمن کے 2 فوجی اہلکاروں کی لاشیں میدان میں پڑی تھیں اور 12 زخموں سے چور اپنے اہلکاروں کو دشمن ابھی تک نہیں اٹھا سکا تھا جبکہ اسی معرکہ میں حق وباطل میں اسلام کے درج ذیل فرزندوں نے شہادت کا بلند منصب حاصل کیا۔ ان شاءاللہ

1- **ابوحمزہ ثانی محمد وسیم** بن عبدالحئی

2- **ابوحذیفہ عزیزالرحمٰن** بن محمد نذیر

داستان ظلم لکھوں تو کس کس کی لکھوں

مسلمانان کشمیر پر بھارتی مظالم اور ان کے صبرواستقامت کے چند لہورنگ مناظر

وما لكم لا تقاتلون في سبيل الله والمستضعفين من الرجال والنساء والولدان الذين يقولون ربنا اخرجنا من هذه القرية الظالم اهلها واجعل لنا من لدنك وليا واجعل لنا من لدنك نصيرا ○ (النساء: 75)

’’اور تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان کمزور مردوں‘ عورتوں اور بچوں کو چھڑانے کے لئے نہیں لڑتے جو کہتے ہیں‘ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی حمایتی مقرر فرمادے اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی مددگار عطا فرمادے۔‘‘

آج کون نہیں جانتا کہ کشمیر‘ فلسطین‘ عراق‘ افغانستان‘ چیچنیا‘ بوسنیا‘ انڈونیشیا اور اس کے علاوہ بہت سے ممالک میں مسلمانوں پر ظلم ہورہا ہے۔ آج آخر وجہ کیا ہے کہ پوری دنیا میں ظلم وستم کی چکی میں پس رہے ہیں تو صرف مسلمان۔ اگر عزتیں غیر محفوظ ہیں تو صرف مسلمانوں کی۔ دنیا میں اگر سب سے گھٹیا قوم تسلیم کیا جاتا ہے تو صرف مسلمانوں کو...... آخر اس کی وجہ کیا ہے......؟

لمحہ فکریہ ہے! کہ اس کے باوجود آج مسلمانوں کی نوجوان نسل یا تو کرکٹ کے میدانوں میں‘ فحاشی کے اڈوں پر...... سنوکر کلبوں میں...... سینما گھروں میں...... کیا...... یہ سب چیزیں کہیں ہمیں ظلم کی چکی میں تو نہیں دھکیل رہیں؟ آج ہماری پسپائی کی وجہ یہ تو نہیں؟ کیا ہم آج اپنے اسلاف یعنی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ‘ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ‘ صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ‘ محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ‘ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے راستے سے منحرف تو نہیں ہوگئے؟

کیا جس رستے پر ہم چل رہے ہیں یہ عزت اور ترقی کا راستہ ہے یا ذلت وپسپائی کا راستہ؟

ابوتیمیہ ثانی مصدق رضا‘ رحیم یار خان

آج!

اللہ کا قرآن ہمیں پکارتا ہے۔

اے مسلمانو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم ان کمزور مردوں‘ عورتوں اور بچوں کو چھڑانے کے لئے نہیں نکلتے جو پکار پکار کر اپنے ربّ سے دعائیں کرتے ہیں۔ اے ہمارے ربّ! ہمیں اس بستی سے نکال لے یا پھر ہماری طرف کوئی اپنی طرف سے مددگار بھیج۔

اللہ اکبر! مجھے وہ منظر یاد آگیا جب گجرات کی ایک مظلوم ماں پکار پکار کر کہہ رہی تھی۔ ’’مسلمانو! امت محمد ﷺ کی مدد کرو! مسلمانو! امت محمد ﷺ کی مدد کرو۔‘‘ اور وہ زاروقطار رو رہی تھی۔ کہ آج ہماری مدد کون کرے گا؟

پوری امت مسلمہ تو آج ترقی کے چکروں میں ہے وہ تو بڑے بڑے سکالر‘ گریجویٹ اور پی ایچ ڈی ڈاکٹر بننے کے چکروں میں ہے۔؟

اے مسلمانو! تم تو اس نبی ﷺ کے امتی ہو کہ جس کے دور میں ایک یہودی لڑکی بازار سے سودا سلف لینے گئی اور دکاندار یہودی لڑکے نے شرارت کی کہ اس کی چادر کو کسی چیز کے ساتھ لٹکا دیا۔ جب وہ جانے لگی تو اس کے سر سے چادر اتر گئی۔ وہ بھاگی بھاگی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی کہنے لگی‘ اے نبی ﷺ میری عزت لوٹ لی گئی۔ آپ ﷺ نے فوراً اپنے سر سے عمامہ مبارک اتارا اس کے دو حصے کیے۔ ایک اس یہودی لڑکی کے سر پر رکھا اور دوسرا اپنے سر مبارک پر‘ پوچھنے والے صحابی نے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ وہ تو ایک یہودی کی بیٹی ہے۔ فرمایا! بیٹیاں خواہ مسلمانوں کی ہوں یا یہودیوں کی‘ بیٹیاں بیٹیاں ہی ہوا کرتی ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے آواز لگائی‘ کون ہے جو اس یہودی لڑکے کا سر قلم کرکے اس لڑکی کو انصاف دلائے۔ پھر ایک صحابی نے اس لڑکے کا سر قلم کرکے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔

اے مسلمانو! تم تو لوگوں کی عزتوں کے رکھوالے ہوا کرتے

کیا حدود آرڈیننس اور قانون توہینِ رسالت میں تبدیلی کی ضرورت ہے

ایک علمی وتحقیقی جائزہ

قسط نمبر 2

محمد یوسف طیبی

حدود اور عقلی دلائل:

آیئے اب ہم عقلی اعتبار سے بھی غور کر لیتے ہیں کہ اللہ کی حدود انسانوں اور معاشرے کے لئے کس قدر مفید اور ضروری ہیں۔ اسلام میں حدود درج ذیل ہیں۔

۱۔ چوری ۲۔ زنا ۳۔ تہمت زنا ۴۔ راہزنی ۵۔ قتل۔

۶۔ شراب نوشی۔ ۷۔ مرتد ہونا۔ ۸۔ بغاوت کرنا

دراصل یہ تمام حدود و تعزیرات حقوق انسانی کے تحفظ کے لئے ہیں اور ان مجرموں کے خلاف ہیں جو کسی طور سے بھی انسانی حقوق کی پامالی چاہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں جو لوگ ان سزاؤں کو حقوق انسانی کے خلاف اور وحشیانہ قرار دیتے ہیں حقیقت میں ان کو جرائم پیشہ انسان" کے حقوق کا تحفظ عزیز ہوتا ہے۔

حدود اور شہریوں کے حقوق:۔

چونکہ یہ سزائیں مجرموں کے خلاف ہیں اور عام شریف شہریوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت ہیں۔ تو آیئے دیکھتے ہیں اسلام میں شہریوں کے کیا حقوق ہیں اور حدود اللہ کس طرح ان کی حفاظت کرتے ہیں۔

جینے کا حق: (قاتلوں ڈاکوؤں کی سزا)

انسان کا بنیادی حق ہے کہ اس کی جان کی حفاظت کی جائے اور ہر اس ظالم کا قلع قمع کیا جائے جو اس کے لئے خطرہ ہو۔ قبل از اسلام ایک ایک لڑائی اتنا طول پکڑتی تھی کہ چالیس سے چار سو سال تک قتل وغارت گری کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ختم کر دیا اور فرمایا

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّاُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ ۱۷۹)

تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔

اس لئے کہ جب مقتول کے ورثاء خود ہی قاتل سے بدلہ لیں گے تو وہ چاہیں گے کہ ان کا سارا خاندان ختم کر دیا جائے جنہوں نے ان کے پیارے ابو یا عزیز کو قتل کیا۔ پھر دوسرا یہ چاہے گا کہ اس فریق کے بچے بھی نہ چھوڑے جائیں لیکن جب حکومت قصاص لے گی تو اس کے متوازی کوئی اپنی حکومت نہیں چلا سکے گا۔ جس سے قتل وخون کا یہ لمبا سلسلہ ختم ہو کر رہ جائے گا اسی لئے کہ قصاص میں زندگی ہے۔ قصاص سے معاشرہ میں قتل وخونریزی ختم ہو جاتی ہے اور اس کو حیات جاودانی حاصل ہو جاتی ہے جبکہ اس حد کو ختم کرنے سے انتقام کی آگ بڑھکتی جاتی ہے اور طوائف الملوکی 'انارکی' اضطراب اور بدامنی میں اضافہ ہوتا ہے۔

بدامنی پھیلانے کا سبب راہزن ڈکیت بھی ہوتے ہیں جو خوف وہراس اور دہشت پھیلاتے ہیں۔ اصل میں دہشت گرد یہی ہوتے ہیں۔ ان کا حال قاتل اور چور سے زیادہ گھناؤنا ہوتا ہے اور یہ جان ومال بھی لوٹتے ہیں اور دہشت بھی پھیلاتے ہیں۔ اس لئے ان کی سزا عام چوری اور قتل سے زیادہ سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (المائدہ ۳۳)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑائی کرتے ہیں اور زمین پر فساد مچاتے ہیں ان کی سزا صرف یہ ہے کہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں یا ان کو سولی چڑھا دیا جائے یا ان کا ایک ہاتھ اور دوسری ٹانگ کاٹ دی جائے یا ان کو جلاوطن کر دیا جائے۔

قارئین غور فرمائیں' اس سے بڑھ کر انسانی حقوق کی پاسداری کیا ہوگی کہ معاشرے کا امن عامہ تباہ کرنے والے پر خالق اتنا ناراض ہوتا ہے کہ کڑی سزا سناتا ہے۔ اب اس سزا کو فرسودہ قرار دیکر مجرموں کو پناہ دینا اور سزا سے بچالینا کہاں کے حقوق انسانی کا تحفظ ہے؟

مال کی حفاظت کا حق (چوروں کی سزا)

انسان جب امن وامان میں آسودہ ہو تو اس کو مال بڑھانے کا موقع ملتا ہے۔ اس کو مال سے شدید محبت ہے وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (الفجر) اب اگر کوئی ظالم اس پر ظلم کر کے اس کا مال ہتھیالے تو اس کو بہت غصہ آتا ہے اس کے کئے ہوئے وعدے ختم ہو جاتے ہیں۔ امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے تو رب چاہتا ہے کہ اگر وہ شخص مجھے مل جائے تو اس کو جان سے ماردوں جبکہ چور چاہتا ہے کہ اس کو کوئی تکلیف نہ آئے اور وہ مال ہضم کر جائے۔ اب کون ہے جو ان میں انصاف کرے اور ہر انسان کو اس کا حق دے۔ وہ اس کا خالق ومالک ہے۔ وہ نہ تو صاحب مال کے غصے کے پیش نظر اس کے ملزم کو ناجائز سزا دیتا ہے اور نہ ہی ظالم کو مال ہضم کرنے کی اجازت دیتا ہے بلکہ جس قدر جرم ہے اسی قدر سزا دیتا ہے۔ وہ چوری کرنے والے ہاتھ کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے اور ہمیشہ دوسروں کے لئے عبرت کا نشان بنا ان کے

> ہمارا نظریہ خلافت یہ ہے کہ کوئی حکمران جس طرح بھی اقتدار میں آئے اگر وہ اللہ کا قانون نافذ کر دے تو ہم اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں خواہ وہ عربی ہو یا عجمی کالا ہو یا گورا

اموال محفوظ رہتا ہے۔ یوں اللہ اپنے بندوں کے حقوق کی پاسداری کرتے دکھاتا ہے۔ (دیکھیں المائدہ ۳۸)

دوسری طرف نام نہاد حقوق انسانی کی تنظیمیں ان سزاوں کو وحشیانہ قرار دے کر مجرم کو تحفظ دیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اس طرح تو معاشرہ ٹنڈا (بغیر بازو کے) ہو جائے گا۔ میرا سوال ہے کہ کیا ہمارا سارا معاشرہ چوروں کا ہے جیسا کہ یہ تنظیمیں سمجھتی ہیں؟ ہرگز نہیں یہ معاشرہ اچھے لوگوں کا ہے۔ چند لوگ جرائم پیشہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عہد نبوت ﷺ میں اکا دکا چوروں کے ہاتھ کٹے تھے۔ لوگوں کے اموال محفوظ ہو گئے۔ اور یہی حال سعودی عرب کا بھی ہوا۔ ابھی پچھلے سال کی بات ہے، میں نے حرم مکہ میں سونے کی انگوٹھی پڑی ہوئی دیکھی تو اٹھانے کی بجائے پولیس والے کو بتایا اس نے کہا میں بھی کب سے دیکھ رہا ہوں یعنی حدود کے خوف سے اس نے بھی نہ اٹھائی۔

شاہ فیصل شہید امریکہ کے دورے پر تھے کہ وہیں انہیں خبر ملی کہ ایک بہت بڑے ہال میں آپ کا خطاب ہے اور اس میں آپ سے سوال وجواب بھی ہوں گے اور یہ سوال بھی کیا جائے گا کہ سعودی عرب میں جمہوریت کیوں نہیں لائی جاتی اور وہاں انسانی حقوق پامال ہوتے ہیں۔ تو شاہ فیصل اس پروگرام میں چلے گئے۔ جب یہی سوال ہوا تو انہوں نے سامعین کو یہ بتا کر حیران کر دیا کہ تمہارے شہر نیویارک میں ایک دن کے اوسط جرائم کی تعداد پانچ ہزار ہے جبکہ پورے سعودی عرب میں ایسی تعداد ماہانہ پانچ جرائم سے بھی کم ہے۔ انہوں نے حدود اللہ کے نفاذ کی برکات بیان کرتے ہوئے کہا۔

"ہم نے امن آبادی کے ہاتھ کاٹ کر حاصل نہیں کیا۔ سعودی عرب میں ابتدائی دور سے اب تک صرف سات یا آٹھ آدمیوں کو ہاتھ کاٹنے کی سزا دی گئی اور وہ بھی ابتدائی زمانہ میں دی گئی۔ صرف چند آدمیوں کو یہ سزا دے کر ہم نے سارے ملک میں آبادی کے جان ومال کو محفوظ کر دیا ہے۔"

چنانچہ ان کا موقف تھا کہ وہ اسلام کے ایسے بابرکت نظام کی موجودگی میں مغرب کے سیکولر جمہوری نظام کو کیوں قبول کریں جبکہ اسلامی نظام میں انسانی حقوق کا تحفظ سب سے زیادہ موجود ہے۔

مزید ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۴۰۸ھ، ۱۹۸۸ء میں پورے سعودیہ میں ایک ہزار فرد کی نسبت سے جرائم 32%. تھے جبکہ یہ نسبت امریکہ میں 77.26% مغربی جرمنی میں 41.71% ڈنمارک میں 60.52% آسٹریلیا میں 75.00% تھی۔ اب آپ اندازہ لگائیں۔ شریعت اسلامیہ کس طرح لوگوں کے حقوق کی نگہداشت کرتی ہے۔

عزت وآبرو کی حفاظت کا حق: (زانیوں اور قاذفوں کی سزا)

انسان چاہے کتنے ہی امن وامان سے ہو پانی، پیسہ بھی خوب ہو اور غیرت کی دولت سے بھی مالا مال ہو تو وہ کبھی گوارا

اللہ کا قانون اگر کسی آمر کے ذریعے بھی آجائے تو اس کو زیادہ حق ہے کہ اسے نافذ کیا جائے اور کافروں کے قوانین اگر اسمبلی کے ذریعے آئیں تو پھر بھی انہیں رد کر دیا جائے

نہیں کرے گا کہ اس کی عزت خراب ہو، وہ معاشرے میں ذلیل ہو۔ عزت کی خرابی دو طرح سے ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کی بیٹی بہن سے کوئی بدکاری کرے اور دوسرے اس طرح کہ اس پر یا اس کی بہو بیٹی پر بدکاری کی جھوٹی تہمت لگ جائے تو انسان معاشرے میں منہ دکھانے کا نہیں رہ جاتا اور بدکاری سے تو عزت بھی خراب ہوتی ہے اور انسانی نسل بھی برباد ہوتی ہے۔ ایسی اولاد پیدا ہوتی ہے جو جننے والوں کے لئے ننگ وعار ہوتی ہے۔ ان کی تربیت تو دور کی بات ہے ان کی نسبت سے بھی لوگ دور بھاگتے ہیں۔ یہ وہ جرائم ہیں جو واقعتا ہو رہے ہیں۔ جھوٹی تہمت ہو، تو دو صورتوں میں گہرے اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ کتنے ہی لوگ ان کی وجہ سے علاقہ چھوڑ جاتے ہیں اور کتنے ہی خودکشی تک کر لیتے ہیں اور کتنے ہی ملزمان کو قتل کر دیتے ہیں۔ آئے دن ایسی خبریں اخبارات کی زینت بنتی ہیں کہ بھائی نے بہن کو غلط چال چلن کے شبہ میں قتل کر دیا لیکن آیئے دیکھتے ہیں اسی انسان کا رب اس مسئلہ کو کیسے حل کرتا ہے۔

اگر واقعتا زنا سرزد ہو جائے تو فرمایا

اَلْبِکْرُ بِالْبِکْرِ جَلْدُ مِائَۃٍ وَتَغْرِیْبُ سَنَۃٍ

کنوارا جوڑا ہو تو سو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لئے جلاوطن کر دو۔

تاکہ ان کی عزت اور رشتہ داروں کی عزت واپس لوٹ آئے۔ اگر شادی شدہ ہونے کے باوجود اس گھناؤنے فعل کا ارتکاب کرے تو فرمایا ۱۰۰ کوڑے کے بعد پتھر مار مار کر رجم کر دیا جائے کیونکہ یہ لوگ اب معاشرے کا ناسور بن چکے ہیں۔ یہ ان کی نسلوں کو برباد کر کے مادر پدر آزاد معاشرہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

رجم کا یہ حکم قرآن میں بھی نازل ہوا تھا پھر اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔ حکم باقی رہا۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چند واقعات رجم کے ہوئے اور کچھ عہد صحابہ میں بھی اور یہ قانون فطرت ہے اور تعجب یہ ہے کہ اس کی مخالفت کرنے والوں (عیسائی ویہودی) کے اصل مذہب میں بھی اس کی سزا رجم ہی ہے۔

اس بات کی قرآن نے بھی تصدیق کی ہے۔ جب یہودی ایک شادی شدہ زانی جوڑے کے بارے میں پیغمبر آخر الزمان محمد ﷺ سے فیصلہ لینے کے لئے آئے تو وہ چاہتے تھے کہ آپ رجم کی بجائے کوڑوں کی سزا دیں لیکن آپ ﷺ نے رجم کی سزا ہی دی۔ چنانچہ سورۃ مائدہ میں یہودیوں کی اس خواہش کا رد کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا:

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ

یہ (یہودی) کیسے تم سے دوسرے فیصلے کی امید کرتے ہیں جبکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم (رجم) ہے۔ (المائدہ۔ ۴۳)

گویا قرآن نے تصدیق کر دی کہ رجم کا حکم تورات میں بھی تھا اور پھر نبی ﷺ نے اپنے آخری دور میں سابقہ موسوی شریعت کے اس حکم کو بحال رکھا اور یہ بھی یاد رہے کہ اس حکم کی بحالی کا ذکر سورۃ مائدہ میں موجود ہے جو قرآن کی نازل ہونے والی بالکل آخری سورتوں میں سے ہے جس میں اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الخ والی آیت بھی موجود ہے۔ اس لئے امت محمدیہ پر آج بھی یہ حکم سابقہ امتوں کی طرح لاگو ہے۔

عزت کی خرابی کی دوسری شکل ہے کہ انسان پر بدکاری کی جھوٹی تہمت لگا دی جائے۔ یہ بھی بہت بڑا جرم ہے۔ اس سے انتقام کی آگ بڑھکتی ہے۔ قاذف کو قتل بھی کر دیا جاتا ہے۔ تہمت زدہ آدمی نظریں اٹھا کر نہیں چل سکتا۔ زمین اس کے لئے تنگ ہو جاتی ہے۔ اس لئے اللہ نے ان کی سزا بھی ویسی ہی دی کہ ۸۰ کوڑے جب مجرم کو لگیں گے تو جسم پر تکلیف کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں کے سامنے جھوٹا قرار پائے گا اور مظلوم کی عزت بحال ہو جائے گی بلکہ دوسری سزا یہ سنائی کہ وہ بلیک لسٹ

یہ کہنا انتہائی جہالت ہے کہ اللہ کی حدیں کسی آمر نے بنائی ہیں۔ حدود تو اللہ ذوالجلال کی طرف سے ہیں جنہیں علماء اور ماہرین قانون نے مرتب کیا ہے

ہو جائے گا۔ آئندہ اس کی گواہی قبول نہیں ہو گی اور وہ فاسق سمجھا جائے گا۔ الا یہ کہ وہ توبہ کر کے اپنی حالت سنوار لے۔ (النور ۴، ۵)

عقل وخرد کی حفاظت کا حق: (شرابیوں کی سزا)

دنیا میں طرح طرح کی مخلوقات ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ (الغاشیہ)

دیکھتے نہیں ہو کہ اونٹ کو کیسے بنایا گیا۔ یہ عجیب الخلق

یہ ان اللہ کی نشانی ہے مگر ہم اس وقت حیران ہو جاتے ہیں جب بیسیوں اونٹ قطار میں ایک بچے کی قیادت میں چل رہے ہوتے ہیں جبکہ یہ بچہ بہت ہی کمزور اور یہ مخلوق بہت زیادہ طاقتور ہے تو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے سامنے یہ سب کچھ مسخر کر دیا۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا (الاسراء ۷۰)

ہم نے آدم زادوں کو عزت دی اور ان کو خشکی و تری کی سواریاں مہیا کیں اور پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا اور ان کو اپنی بہت

شریعت میں حکمران کمی بیشی کریں یہ بڑی جسارت ہے اور اپنے آپ کو رب ذوالجلال کے عرش کا حقدار سمجھنے کے مترادف ہے

ساری مخلوقات پر فضیلت دی۔

قارئین یہ فضیلت اس لئے ہے کہ یہ انسان سمجھ سوچ کی طاقت رکھتا ہے جبکہ دوسرے جانداروں میں یہ چیز نہیں۔ عقل کا معنی باندھنا ہوتا ہے۔ اس سے عقال ہے جس رسی سے اونٹ کا گھٹنا باندھا جاتا ہے' اسے عربی میں عقال کہتے ہیں اور عرب لوگ نشانی کے طور پر آج بھی اس کو سر پر رکھ لیتے ہیں۔ تو عقل انسان کو باندھ دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انسان کی عقل جاتی رہتی ہے تو اس کے سب بندھن ٹوٹ جاتے ہیں۔ ماں' بہن' بیوی برابر ہو جاتی ہیں اور وہ حیوانوں جیسی حرکات شروع کر دیتا ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ اس کی عقل کی بھی حفاظت کی جائے تاکہ یہ انسانیت کے دائرے میں رہ سکے۔

اس لئے رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے شراب نوشی کی حرمت کو بتدریج نازل فرمایا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پہلے سے خریدی ہوئی شراب بھی گرا دی اور آپ ﷺ نے شراب کے لئے استعمال ہونے والے برتن کا استعمال بھی وقتی طور پر منع فرما دیا اور شراب کو سرکہ بنانے سے بھی منع فرمایا

اور جس نے پھر شراب پی اس کی ڈنڈوں اور جوتوں کے ساتھ پٹائی کی۔ پھر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں شرابی کو چالیس کوڑے مارے اور جب دیکھا کہ اس سے یہ لوگ باز نہیں آئے تو سزا ۸۰ کوڑے کر دی۔ (صحیح مسلم کتاب الحدود باب حد الخمر' مسند احمد ۳/۱۷۶ عن انس۔ صحیح البخاری کتاب الحدود باب ضرب شارب الخمر)

بعض لوگ اتنے تنومند تھے کہ ۸۰ کوڑے بھی ان کو شراب سے باز رکھنے کیلئے کافی نہ تھے۔ ابو محجن ثقفی رحمہ اللہ بھرپور جوانی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ شراب کی لت پڑ گئی۔ کئی بار سزا ملی مگر خواہش پھر غالب آ جاتی۔ شیطان غلطی کروا دیتا۔ اتنے میں قادسیہ کا معرکہ ہوا اور امیر المجاہدین نے ابو محجن کو شراب نوشی کی یہ سزا دی کہ اس کو معرکہ میں شرکت سے منع کر دیا گیا۔ دشمن مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ ہے۔ یہ پہلی دفعہ ہے کہ معرکہ رات کو بھی جاری رہتا ہے۔ غبار اڑتا ہے۔ اسلحہ سے اسلحہ ٹکراتا ہے۔ نہ جانے کون مارتا ہے اور کون مرتا ہے۔ حتیٰ کہ خون ہو جاتا ہے اعضاء کٹ چکے ہیں۔ کھوپڑیاں اڑ رہی ہیں۔ ابو محجن' امیر معرکہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے خیمہ کے قریب زنجیر سے جکڑا ہوا ہے مگر منظر انتہائی ہیبت ہے کہ ابو محجن کے جذبات تھم نہیں پا رہے۔ آخر کار فی البدیہ عربی کے اشعار پڑھتا ہے۔ جن میں جہادی میدان سے دور رہنے پر اپنی بے بسی کا بڑے پر سوز انداز میں ذکر کرتا ہے اور سپہ سالار اسلام سعد بن ابی وقاص کی بیوی سے میدان جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کرتا ہے۔ شراب کے معاملے میں بھی وہ اپنے رجوع کا وعدہ کرتا ہے اور قسم کھاتا ہے کہ وہ معرکے کے فوراً بعد اسی حالت میں واپس آ جائے گا۔ چنانچہ سیدہ سلمیٰ رحمہا اللہ نے انہیں اپنے خاوند کا چتکبرا گھوڑا دے کر آزاد کر دیا۔

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں حیران ہوں کہ جھپٹنا میری گھوڑی بلقاء کا ہے اور یلغار ابو محجن کی ہے جبکہ یہ دونوں میرے گھر کے پاس باندھے ہوئے ہیں تو یہ ننگی کمر والا کون ہے جو دشمنوں کی صفوں کو پھاڑتا ہی چلا جا رہا ہے۔ ان کے کشتوں کے پشتے لگاتا جا رہا ہے اور کوئی دشمن مقابلہ کر ہی نہیں پا رہا۔ خیال ہوا کہ شاید ابو محجن ہی ہو' مگر اس وقت میری حیرانی کی انتہا نہ رہی جب اللہ نے فتح دی تو دیکھتا ہوں کہ ابو محجن اور گھوڑی دونوں گھر میں بندھے ہوئے ہیں۔ بہرحال ابو محجن اور گھوڑے پر گرد و غبار کے اثرات سے انہیں سارا معاملہ معلوم

زنا سے انسانوں کی نسل برباد ہوتی ہے۔ مادر پدر آزاد معاشرہ جنم لیتا ہے جن کے سر پہ شفیق باپ کا سایہ نہ رحیم ماں کی عاطفت ہوتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے زنا کے مرتکب کنوارے کو کوڑوں اور شادی شدہ کی صورت میں رجم کی سزا سنائی ہے

ہو گیا۔

نوٹ: شراب نوشی کی سزا حاکم کے اجتہاد پر منحصر ہوتی ہے۔ سعودی حکومت نے ہیروئن کھانے' خرید و فروخت کرنے والے کی سزا موت تجویز کی ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ منشیات کے خاتمہ کے متعلق بظاہر سارے کافر اور مسلمان ایک رائے رکھتے ہیں مگر یہ بات عیاں ہے کہ اسلامی حدود کے نفاذ کے بغیر اس لعنت سے چھٹکارا حاصل کرنا ممکن نہیں۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ طالبان نے حدود کے نفاذ کے ساتھ جہاں امن قائم کیا' وہاں منشیات پر مکمل کنٹرول کیا اور اربوں روپے کے خشخاش کے کھیت جلا دیئے گئے جبکہ امریکہ کے قبضہ کے بعد افغانستان میں یہ دھندا عروج پر ہے جبکہ وہ اس کے خاتمہ کے لئے کروڑوں روپے کا بجٹ خرچ کرتا ہے۔

انسان کے ایمان کی سلامتی کا حق

(مرتد کی سزا)

جتنے حقوق انسانی کا ذکر ہوا' ان کا تعلق اس فانی دنیا سے ہے جبکہ وہ اخروی زندگی جس نے ہمیشہ رہنا ہے' اس کی کامیابی کے لئے لازمی ہے کہ انسان کا ایمان درست ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لن تدخلوا الجنة حتى تومنوا

کوئی اس وقت تک جنت میں نہیں جا سکتا جب تک ایمان درست نہ ہو۔

چونکہ دنیا میں دھمکی یا لالچ کے زور پر ہمیشہ کافر اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے رہے ہیں' مسلمانوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو مرتد ہونے پر ابھارتے رہے ہیں' اس لئے اسلام نے جہاں زکوٰۃ کا نظام قائم کیا' آپس میں تکافل اجتماعی کا سلسلہ چلایا' ایک دوسرے کے کام آنے کی فضیلتیں بیان کیں' وہاں اسلام لانے کے بعد اس سے نکلنے کو بھی جرم قرار دیا۔

رسول اللہ ﷺ فرمایا:

مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ (صحیح البخاری باب لا یعذب بعذاب اللہ کتاب الجہاد)

جس نے اپنا دین بدل لیا' اس کو قتل کر دو

اور فرمایا کہ

لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ الثَّيِّبُ الزَّانِي وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ

(متفق علیہ صحیح البخاری کتب الدیات باب قول اللہ ان النفس بالنفس)

جو شخص گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں' اس کا خون کرنا حرام ہے سوائے تین صورتوں کے کہ اگر وہ شادی کے بعد زنا کرے' یا قتل کے بدلے قتل یا وہ جس نے اپنا دین ترک کر دیا ہو اور جماعت کو چھوڑ دیا ہو۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

وجہ نہیں کہ گواہوں کا اصل معیار سامنے نہ آئے مگر جس آدمی کو اس بات کا بخوبی احساس ہو کہ گواہی دینے کے چکر میں اس کی عزت نفس کا جنازہ نکل جائے گا تو اسے کیا ضرورت ہے گواہی دے کر بلا ضرورت تذلیل مول لینے کی۔ انگریزی نظام انصاف کا بغور جائزہ لینے کے بعد یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہاں کی عدالتوں کا مزاج شاعرانہ زبان میں کسی سنگ دل محبوب سے زیادہ نازک ہے کہ ان کی توہین بڑی جلدی ہوتی ہے مثلاً کوئی سادہ لوح دیہاتی اگر روایتی ادب آداب یا عبارات کو ناواقفیت کی بنا پر نظر انداز کر کے تھوڑی سی بلند آواز میں بول پڑا تو توہین عدالت' وکیل صفائی یا وکیل استغاثہ کو ان کی بدنیتی پر مبنی سوالات پر ٹوک دیا تو توہین عدالت' وکیل کو واسطہ بنائے بغیر کسی مظلوم کا براہ راست عدالت کو مخاطب کرنا توہین عدالت' سرخ روشنائی سے لکھی ہوئی درخواست سے کئے ہوئے دستخط توہین عدالت اور...... الغرض یہاں عوام کی عزت کی بحالی کیلئے کیا گیا ہر کام توہین عدالت ہے۔ جس کا مطلب یہی ہے کہ اس نظام کی تکریم عوام الناس کی توہین میں ہے اور یہ اصول بھی کسی تبصرے کا محتاج نہیں۔

5۔ اس نظام کی ایک اور خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں عام آدمی کے لئے کوئی لچک نہیں اس کے برعکس ''خواص'' کے لئے کئی جگہ پر ''گنجائشیں'' موجود ہیں' اس حقیقت سے انکار نہیں کہ قانون کی نظر میں انسانی جذبات کی کوئی قیمت نہیں لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ قانون عوام کی طرف بیلف بھیجتے وقت یا جائیداد قرق یا نیلام کرتے وقت چادر اور چار دیواری کا تقدس ہی پامال کر دے بلکہ حق تو یہ ہے کہ معاملہ جہاں عزت کا ہو وہاں نسبتاً نرم رویہ اختیار کیا جائے لیکن انگریزی نظام انصاف کے اعضاء و جوارح کو دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ یہ انسان نہیں پتھر ہیں کہ ان کے نزدیک کسی کی ماں' بہن بیٹی' بیوی یا بہو کی کوئی عزت نہیں بلکہ بلا امتیاز یہ نظام ان سب کی شدید ترین توہین کرتا ہے اور اس کا نتیجہ بالکل واضح ہے کہ لوگ اس نظام سے بڑی تیزی سے باغی ہو رہے ہیں۔

بقیہ: درس قرآن

کرنے والوں کو ڈرنا چاہئے کہ پہلے مکذبین کی طرح نہ ہوں اور ان کی مشابہت اختیار نہ کریں جو اپنے رسول کے انکار اور اس کی مخالفت کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے ورنہ یہ بھی انہی کی طرح ہلاک و برباد کر دیئے جائیں گے۔

دوسرے مفہوم کے مطابق اس آیت کا تعلق قیامت کے دن کے ساتھ ہے کہ جب قیامت کے دن ہر امت اپنے رسول کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جناب پہنچے گی تو سب کے اعمال نامے ساتھ ہوں گے اور فرشتے بھی بطور گواہ پیش ہوں گے اور ہر امت اور اس کے رسول کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔

جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ: اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی'

نامہ اعمال حاضر کئے جائیں گے۔ نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان حق حق فیصلے کر دیئے جائیں گے اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے۔ (الزمر۔69)

حدیث میں آتا ہے کہ امت محمد ﷺ کا فیصلہ سب سے پہلے کیا جائے گا۔

نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ الْمُقْضٰی لَھُمْ قَبْلَ الْخَلَائِقِ. (صحیح مسلم ۲/۵۸۵)

''ہم اگرچہ سب کے بعد آنے والے ہیں لیکن قیامت کے دن سب کے آگے ہوں گے اور تمام مخلوق سے پہلے ہمارا فیصلہ ہوگا۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کفار و مکذبین کے عناد و ہٹ دھرمی کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب ان کو عذاب اور قیامت کے آنے کی اطلاع دے کر ڈرایا جاتا ہے تو اپنی حماقت و نادانی کے ساتھ سوال کرتے ہیں کہ وہ عذاب اور قیامت کب ہوگی؟ یعنی اس کا متعین وقت کون سا ہے؟

جیسا کہ دوسرے مقام پر بھی ان کی اس روش کا تذکرہ ہے۔

ترجمہ: اس کی جلدی انہیں پڑی ہے جو اسے نہیں مانتے' اور جو اس پر یقین رکھتے ہیں وہ تو اس سے ڈر رہے ہیں' انہیں اس کے حق ہونے کا پورا علم ہے۔ یاد رکھو! جو لوگ قیامت کے معاملہ میں لڑ جھگڑ رہے ہیں' وہ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ (الشوریٰ۔18)

اصل بات عذاب سے قبل ڈرنا اور اس سے بچنے کی تیاری و کوشش کرنا ہے۔ اس کا مانگنا و طلب کرنا نہیں یہ تو حماقت و سراسر نادانی ہے۔

فوائد:

1- آخرت اور بعث بعد الموت یعنی حشر و نشر کا ثبوت۔

2- منکرین آخرت و مکذبین حشر و نشر کے خسران و ہلاک کا بیان۔

3- رسول اللہ ﷺ کے لئے حوصلہ و تسلی اور کفار و مکذبین کے لئے وعید و دھمکی۔

4- قیامت کے دن حساب و کتاب کی کیفیت کا بیان کہ ہم ہر رسول اور اس کی امت کے درمیان اعمال ناموں اور فرشتوں کی گواہی کے مطابق فیصلہ کریں گے۔

بقیہ: فیملی چینل

ہے۔ اگر اب بھی ہم نے اپنے مورچوں کو مضبوط نہ کیا تو بہت تباہی ہوگی۔ اٹھو اور اپنے حصے کا حق ادا کرو۔ کنفکیشنری کی دنیا سے ملٹی قوموں کے حسین تصورات تک اور الیکٹرانکس کے پرتعیش سامان سے سگریٹ تک...... ہر اشتہار...... اشتہا انگیز' عریاں اور فحش...... ان برائیوں سے نفرت کا اظہار کرو...... ان کا محاسبہ کرو...... اپنی بات پہنچاؤ پریس میں...... سرکاری اداروں میں...... منبر و محراب میں...... تعلیمی اداروں میں...... ہر جگہ...... ہر اس شخص تک...... جو زندہ ہو...... جو اللہ کو اپنا رب مانتا ہو...... جو رسول ﷺ سے حقیقی محبت کرتا ہو اور یاد رکھو کہ...... ہوش میں آنے کا بھی ایک وقت ہوتا ہے اس کے بعد کوئی دیوار...... کوئی چار دیواری پناہ نہیں دے سکتی۔

جاگو جاگو خدارا بہت سو لیا
دین ایمان غفلت میں سب کھو دیا
اگر اب بھی نہ جاگے تو محشر میں پچھتاؤ گے
اپنی بے عملیوں کی سزا پاؤ گے

بے مثل عمارت

علی جبران، بہاولنگر

وہ ایک شہزادہ تھا۔ آغاز شباب پر اس نے اپنی سلطنت میں ایک نہایت خوبصورت باغ لگوایا اور اس باغ میں ایک نہایت حسین اور خوبصورت عمارت تعمیر کروائی۔ جب باغ اور عمارت کی تکمیل ہو گئی تو اس نے اپنے والد اور عمائدین کو مدعو کیا۔

جب بادشاہ نے باغ اور عمارت کو دیکھا تو بہت خوش ہوا مگر سب کچھ دیکھ کر بیٹے سے کہا: ''بیٹے باغ اور عمارت اگرچہ بہت ہی خوبصورت اور دلکش ہے، لیکن اس طرح کا باغ اور اس طرح کی عمارت ہر ایک امیر بنا سکتا ہے۔ بادشاہوں کی شان تو اس کی متقاضی ہے کہ ایسی عمارت کی طرح ڈالیں کہ دوسرے اس کی مثل نہ بنا سکیں۔'' بیٹے نے ادب سے پوچھا: وہ کون سی عمارت ہے جس کا آپ ذکر فرما رہے ہیں' بادشاہ نے جواب دیا' اس عمارت سے مراد اہل علم کے دل ہیں۔ اس عمارت کی زمین میں اگر تم اپنے احسان اور محبت کی تخم ریزی کرو اور بارآور ہو تو اس کے پھل البتہ اس قابل ہوں گے کہ ان کے چکھنے سے تمہیں دین و دنیا کی سعادت کا مزہ ملے گا۔'' اور پھر اس ہونہار اور سعادت مند بیٹے نے واقعی باپ کی نصیحت پر عمل کیا اور ایسی سلطنت کی بنیاد رکھی کہ آج اس عہد کا علم و انصاف، سخاوت اور شجاعت و بہادری الف لیلوی داستانیں محسوس ہوتی ہیں۔ یہ ناصح باپ امیر سبکتگین اور سعادت مند بیٹا سلطان محمود غزنوی تھا۔

دعائے صحت کی اپیل

والد محترم شیخ الحدیث مولانا محمد رفیق (آف سمندری) کافی عرصہ سے صاحب فراش ہیں اور اب نقاہت پہلے سے بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ قارئین اور خصوصاً ان کے تلامذہ کرام سے گزارش ہے کہ ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیراً

عبداللہ رفیق دارالعلوم محمدیہ ریلوے لوکو ورکشاپ مغلپورہ لاہور

اپیل برائے مسجد

چکوال کے غریب علاقہ میں 11 مرلے کے پلاٹ پر مسجد زیر تعمیر ہے۔ ایک کمرہ بن چکا ہے۔ جہاں جمعہ اور جماعت باقاعدگی کے ساتھ جاری ہیں۔ باقی تعمیر کے لئے احباب نقد رقم اور میٹریل وغیرہ کے ذریعے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

جامع مسجد دارالسلام عقب نیو غلہ منڈی ریلوے روڈ چکوال

عبدالغفار و طارق یوسف اکاؤنٹ نمبر 90-225 کرنٹ

اکاؤنٹ حبیب بینک لمیٹڈ ڈھروال برانچ چکوال

فون نمبر 0573-554540

دُوسری شادی

کِتنی ضرُوری؟

الشیخ محمد عاقل، جدہ

ایک علمی و تحقیقی سلسلہ

قارئین کرام! دوسری شادی کے موضوع پر ہم نے اس شمارے سے ایک علمی مباحثہ شروع کیا ہے۔ آپ بھی قرآن و حدیث صحیحہ کے دلائل کے ساتھ اس مباحثہ میں شریک ہو سکتے ہیں۔ (ادارہ)

اسلام میں دوسری شادی ایک ایسا ایشو ہے جس کو دوسرے مذاہب کے ماننے والوں نے سب سے زیادہ تنقید کا نشانہ بنایا ہے کہ اسلام مردوں کو چار شادیوں کی اجازت دے کر عورتوں پر ظلم کرتا ہے کچھ مسلمان بھی اس معاملے میں افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ کچھ مسلمان خواتین میں بھی اندر ہی اندر اس بات کی کسک ہے کہ اسلام نے مردوں کو دوسری شادی کی اجازت کا سرٹیفکیٹ دے کر ہمیں مصیبت میں ڈال دیا ہے اور مرد اس مردانگی اور زعم میں مبتلا ہے کہ اللہ کا فرمان ہے۔ پورا کرنے پر ثواب ہی ہوگا۔ باقی فرمان چاہے پورے ہوں یا نہ ہوں۔

سب سے پہلے تو میں یہ عرض کرتا چلوں کہ یہ تحریر نہ تو دوسری شادی کی حمایت میں ہے اور نہ ہی مخالفت میں!! بلکہ اس کا مقصد دوسری شادی کے حوالے سے قرآن و سنت کی رو سے شعوری بیداری جگانا ہے اور افراط و تفریط سے بچانا ہے۔ اسلام نے دوسری شادی کی اجازت کیوں دی؟ کن حالات میں دی؟ اگر دی تو پھر اس کی شرائط کیا ہیں؟

اسلام کے علاوہ اور کوئی ایسا مذہب نہیں جس نے ازواج کی کم از کم تعداد مقرر کر دی ہو۔ چاہے وہ عیسائیت ہو یا ہندوازم یا بدھ مت یا کوئی اور مذہب۔ بائبل اور گیتا میں ازواج کی تعداد کا کہیں تذکرہ نہیں جس کے مطابق ان کے مذہب کا کوئی بھی انسان بکثرت شادیاں کر سکتا تھا' یہ صرف حال سے چند صدیاں پہلے کا ذکر ہے جب مختلف مذاہب کی قومیں Civilized ہوئیں تو ان مذہبی رہنماؤں نے ایک شادی کی قید لگائی' اور قانونی طور پر بھی ایک شادی کا قانون پاس کیا گیا' اگرچہ ان کی مقدس کتابوں میں اس کی کوئی قید نہیں ہے۔ اس سے پہلے ان قوموں میں ازواج کی تعداد لامحدود ہوتی تھی۔

آج ہم اس نازک موضوع پر قرآن و سنت کی رو سے پرکھ روشنی ڈالیں گے۔ آپ کو یہ سن کر شاید حیرت ہو کہ

''اسلام وہ واحد مذہب ہے جو چار شادیوں تک کی اجازت دے کر ترغیب صرف ایک شادی کی دیتا ہے''

ترجمہ اور اگر تم کو اس بات کا احتمال ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہو' نکاح کر لو۔ دو دو عورتوں اور اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے۔ پس اگر تمہیں اس بات کا احتمال ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی بی بی پر بس کرو۔ یا جو لونڈی تمہاری ملک میں ہو وہی سہی۔ اس امر میں زیادتی نہ ہونے کے قریب تر ہے۔ (سورۃ النساء:3)

ثابت ہوگی اور کتنے ہی ایسے ہوں گے جو دو یا زیادہ سے زیادہ شادیاں کر کے بھی بہترین انصاف کا مظاہرہ کر رہے ہوں گے۔

تو گویا دوسری شادی کی یہ اجازت اس بات پر منحصر ہے کہ آیا آپ انصاف کر بھی سکتے ہیں یا نہیں؟

لیکن ترغیب اس امر کی دی جا رہی ہے کہ صرف ایک شادی کرنے میں زیادتی نہ ہونے کا زیادہ امکان ہے۔ ایک مسلمان ایک شادی کر کے بھی اپنے آپ کو متقی ثابت کر سکتا ہے۔ آگے اسی سورہ میں بیان کیا جاتا ہے۔

''اور تم سے یہ تو کبھی نہ ہو سکے گا کہ سب بیبیوں میں برابری رکھو گو تمہارا کتنا ہی جی چاہے تو تم بالکل ایک ہی طرف نہ ڈھل جاؤ جس سے اس کو ایسا کر دو جیسے کوئی ادھر میں لٹکی ہو اور اگر اصلاح کر لو اور احتیاط رکھو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والا' بڑا رحمت والا ہے۔''

دنیا کے اکثر حالات میں عورتیں زیادہ اور مرد کم رہے ہیں۔ بیوہ عورتیں زیادہ' رنڈوے مرد کم اور قیامت کے قریب تو ایک مرد 50 عورتوں کا نگران ہوگا تو دوسری شادی کیسے غیر ضروری ہوگی؟

اس آیت کے پہلے حصے کی مختصر تفسیر یہ ہے کہ ان میں ان لوگوں کو نصیحت کی جا رہی ہے جو یتیم لڑکیوں کے ولی ہیں کہ وہ یتیم لڑکیاں جن کی مال و جائیداد اور عفت کی حفاظت ولی کی غیر موجودگی میں ان کی ذمہ داری ہے' ان کے معاملے میں انصاف سے کام لو کہ کہیں ان کے مال اور حسن کی بنا پر تم ان سے زیادتی نہ کر بیٹھو' بلاشبہ یتیم کے مال پر قابض ہونے پر اسلام میں سخت وعید ہے۔

اس کے بعد اگلے حصے میں چار شادیوں کی اجازت ہے۔ یعنی اسلام نے چودہ سو سال پہلے ازواج کی کم از کم ایک مقرر تعداد متعین کی جو اس سے پہلے کسی مذہب میں متعین نہ تھی لیکن غور کیجیے قرآن ایک امر کو جائز قرار دینے پر بھی ترغیب کس بات کی دے رہا ہے۔

ہم میں سے کتنے ہی ایسے ہوں گے جو ایک بیوی سے انصاف نہ کر پاتے ہوں گے تو ان کی دوسری شادی قرآن و سنت سے مذاق ہی

(سورۃ النساء:129)

اس آیت میں قرآن نے خود ہی واضح کر دیا کہ تم بالکل برابری ہرگز نہ کر سکتے۔ لہٰذا نیک نیتی سے اپنی اصلاح کی کوشش کرتے رہو۔ یعنی دوسری شادی کی اجازت صرف اور صرف اس صورت میں ہے جب تمہیں غالب احتمال اس بات کا ہو کہ تم حتی الامکان انصاف کر سکتے ہو۔ کیونکہ مکمل برابری تو تم قرآن کے مطابق ہرگز نہیں کر سکتے۔

لہٰذا دوسری شادی ایک استثنائی صورت ہے' قطعی حکم نہیں کہ جس کا بجا لانا لازمی امر ہے۔ عام طور پر غیر مسلمین میں یہ نظریہ پایا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں دوسری شادی لازمی ہے۔

''وہ کیا وجوہات ہیں جن کی بنا پر دوسری شادی کی اجازت دی گئی''

اسلام وہ واحد دین ہے جو قیامت تک کے لئے دین فطرت ہے اور شریعت کے جو بھی قوانین واحکامات ہیں' اُن کی کسی بھی شق سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی بھی انسان پر ظلم ہو۔ انفرادی طور پر تو ہر ایک وجہ پر روشنی ڈالنا مشکل ہوگا۔ ہر ایک کے الگ الگ حالات ہوں گے اور اس کے لئے ہر مسلمان کو چاہے مرد ہو یا عورت' قرآن وسنت کی رو سے خود ہی یہ تعین کرنا ہوگا کہ آیا دوسری شادی ان کے حق میں بہتر ہے بھی یا نہیں مگر اجتماعی طور پر آیئے ان وجوہات پر روشنی ڈالیں جن کی بنا پر دوسری شادی کی اجازت دی گئی۔

وجوہات:

(دنیا بھر میں خواتین کی تعداد میں زیادتی)

متعدد احادیث سے ثابت ہے جوں جوں قیامت قریب آئے گی' عورتوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ پچاس پچاس عورتوں کا نگران ایک مرد رہ جائے گا۔ (بخاری' احمد' مسلم)

مردوں کی شرح اموات میں زیادتی:

فطرتاً لڑکے اور لڑکی کی شرح پیدائش تقریباً برابر ہوتی ہے مگر قدرتی طور پر لڑکی میں جراثیم سے مدافعت زیادہ ہوتی ہے جس کی بنا پر اکثر لڑکے اپنی کم عمری میں ہی زیادہ موت کا شکار ہوتے ہیں' اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف جنگوں' حادثات' بیماریوں اور دیگر امور کی بناء پر بھی مرد شرحاً زیادہ موت کا شکار ہوتے ہیں۔ طبعی طور پر بھی مردوں کی شرح اموات زیادہ ہیں' دنیا کے کسی بھی معاشرے پر نظر دوڑائیں آپ کو بیوائیں زیادہ نظر آئیں گی رنڈوے کم۔ خواتین کی تعداد میں روز بروز اضافہ کی ایک وجہ مردوں کی شرح اموات میں اضافہ بھی ہے۔

''اسلام اگر صرف ایک شادی کی شرط لگا دیتا تو معاشرے میں توازن ناممکن ہو جاتا''

فرض کیجئے آپ کے ملک میں دس ملین مرد ہیں اور بارہ ملین خواتین!!! اب باقی دو ملین خواتین کے ساتھ کیا کیا جائے۔ فرض کیجئے ان دو ملین زیادہ خواتین میں آپ کی اپنی بہن یا اپنی بیٹی بھی شامل ہے' چاہے وہ کنواری ہو یا بیوہ یا مطلقہ!!! اب آپ کے پاس دو راستے ہیں۔ یا تو آپ کسی ایسے شادی شدہ بندے سے اپنی بیٹی یا بہن کی شادی کر دیں جسے آپ اور آپ کی بہن یا بیٹی اسلام اور قرآن کی شرائط کی رو سے قابل سمجھیں کہ جو دو یا دو سے زیادہ ازواج کی آسانی کفالت کر سکتا ہے اور ہر معاملے میں توازن قائم رکھ سکتا ہے یا آپ اپنی بہن یا بیٹی کی (اگرچہ کہ وہ کنواری بھی ہو) ساری عمر شادی ہی نہ کریں۔

اسلام نے آپ کو اس مشکل مرحلے میں ایک راستہ بھی دے دیا ہے۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آج امریکہ ویورپ کے انتہائی ترقی یافتہ ہونے کے باوجود اس مسئلے کا کوئی حل نہیں اور معاشرہ بے راہ روی اور عدم توازن کا شکار ہے مگر اس مسئلے کو قرآن نے چودہ سو سال پہلے ہی حل کر دیا۔

''دوسری شادی کرنے کی شرائط''

یوں تو جو شرائط ایک شادی میں ضروری ہیں' وہی دوسری شادی میں بھی ہیں وہ یہاں زیر بحث نہیں ہیں۔ جو اضافی شرائط ہیں' ہم ان پر روشنی ڈالیں گے۔ دوسری شادی کرنے والا اس قابل ہو کہ

1۔ بیک وقت دو یا دو سے زیادہ گھرانوں کی با آسانی کفالت کرسکتا ہو۔

اسلام نے چودہ سو سال پہلے ازواج کی کم از کم ایک مقرر تعداد متعین کی جو اس سے پہلے کسی مذہب میں متعین نہ تھی

2۔ ہر بیوی کی الگ الگ رہائش کا انتظام کرسکتا ہو۔ آپ ﷺ نے ہر بیوی کی الگ الگ رہائش کا انتظام کیا۔

3۔ نان ونفقہ میں' ازدواجی امور میں' رہن سہن کی جو سہولیات ہوں' ان میں عدل وانصاف قائم رکھ سکے۔

4۔ دو یا دو سے زیادہ ازواج کے درمیان حسن سلوک میں میانہ روی اور عدل وانصاف قائم رکھ سکے۔

یہ ممکن ہے کہ قلبی رجحان کسی ایک جانب ہو۔ اس پر مواخذہ نہیں مگر یہ نہ ہو کہ اس قلبی رجحان کی بدولت آپ نان ونفقہ' رہائش اور حسن سلوک یا دیگر معاملات میں انصاف کا دامن چھوڑیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کو تمام ازواج میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بہت محبوب تھیں مگر اس کے باوجود آپ ﷺ نے ازواج کے درمیان ہر معاملے میں انصاف اور برابری کو لے کر چلتے ہوئے توازن کی تلقین کی ہے۔

اسلام میں احکامات کے پانچ لیول ہیں:

1۔ فرض (ایسا کام جس کا ادا کرنا لازمی ہو)

2۔ مستحب (ایسا کام جو لازمی نہ ہو مگر کرنے کی ترغیب دی گئی ہو)

3۔ مباح (ایسا کام جو لازمی نہ ہو مگر کچھ صورتوں میں اجازت ہو)

4۔ مکروہ (ایسا کام جس کی کراہت کے ساتھ اجازت ہے' یا جس کو Discourage کیا گیا ہو)

5۔ حرام (ایسا کام جس کی سختی سے ممانعت ہو اور اس کا کرنا گناہ ہو)

دوسری شادی کی اجازت ''مباح'' کی Category میں آتی ہے یعنی ایسا امر جو لازمی نہ ہو مگر کچھ شرائط اور کچھ وجوہات کی بناء پر اجازت ہو۔

اللہ تعالیٰ ازواج سے متعلق قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ

''اور ان سے اچھا برتاؤ کرو۔ پھر اگر تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔'' (سورۃ النساء:55)

''دوسری شادی کو عیب سمجھنے کی وجوہات''

اب آیئے حالیہ احوال کی طرف! اسلام کی طرف سے اجازت اور سنت رسول ﷺ سمجھ کر دوسری شادی تو کر لی جاتی ہے مگر بعد کی جو سنتیں ہیں' بعد کی جو شرائط ہیں' بعد کے جو حقوق وفرائض ہیں' بعد میں جس عدل وانصاف کی تلقین ہے' ان کا کوئی پرسان حال نہیں' یعنی میٹھا میٹھا ہپ ہپ' کڑوا کڑوا تھو تھو...... یہ وہ دوسری شادی ہوتی ہے جو زیادہ تر (جب) نفسانی خواہشات اور عیاشی کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ یا اس بناء پر کی جاتی ہے کہ پہلی بیوی پسند نہیں!!! (تو) اس صورت میں جب دوسری شادی کرتے ہیں تو بس دوسری کے ہی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ زندگی کے مسائل بجائے سنورنے کے اور بگڑتے چلے جاتے ہیں اور یہ سب دین سے دوری اور اخلاقی بگاڑ کی وجہ سے ہوتا ہے۔

دوسری شادی ایک استثنائی صورت ہے' قطعی حکم نہیں کہ جس کا بجالانا لازمی امر ہے۔

عام طور پر غیر مسلمین میں یہ نظریہ پایا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں دوسری شادی لازمی ہے

دینی فہم کی کمی اور معاشرے سے متاثر سوچ:

عام مسلمانوں میں دینی فہم کی کمی ہوتی ہے۔ مذہبی حلقے میں اس کو مذہبی فریضہ سمجھ کر Promote تو کیا جاتا ہے' مگر حقوق وفرائض اور شرائط کی صحیح عکاسی نہیں کیا جاتی۔ خود خواتین عملی طور پر یہ دیکھتی ہیں کہ عام طور پر مرد دو بیویوں کے درمیان انصاف نہیں رکھتا' آپس میں دو بیویوں کے درمیان جلن' حسد اور مسابقت کی جنگ شروع ہو جاتی ہے' بچوں کی پرورش اور تربیت متاثر ہوتی ہے' جس کی بنا پر لوگ دوسری شادی کر کے عدم توازن کا شکار ہوتے ہیں چونکہ معاشرہ صدیوں سے رسم ورواج کا پابند چلا آرہا ہے اور معاشرے میں یہ عمومی سوچ رائج ہے کہ دوسری شادی ایک عیب ہے۔ لہٰذا صدیوں سے متاثر شدہ ذہن دوسری شادی کو تسلیم نہیں کرتا۔ خاص طور پر خواتین کے دماغ میں یہ سوچ ہوتی ہے کہ دوسری بیوی نے ان

باقی صفحہ 61 پر

قرآن وسنت کی روشنی میں آپ کے دینی مسائل

مولانا مبشر احمد ربانی

خطیب منبر پر دعا کرے تو کیا آمین کہنا جائز ہے؟

س: کیا خطیب کے منبر پر دعا کرتے وقت آمین کہنا درست ہے یا نہیں؟ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دے کر عند اللہ ماجور وعندنا مشکور ہوں۔ (محمد اصغر سلفی کراچی)

ج: خطیب کا منبر پر دعا کرنا بھی صحیح ودرست ہے اسی طرح اس کی دعا پر سامعین اگر آمین کہہ دیں تو یہ بھی شرعاً جائز ہے اس میں کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ حبیب بن مسلمہ الفہری رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے وہ ایک لشکر کے امیر بنائے گئے انہوں نے اپنی سواری کو چاک وچوبند کیا جب دشمن سے سامنا ہوا تو لوگوں سے کہنے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے (لایجتمع ملأ فیدعو ویؤمن سائرھم الا أجابھم اللہ) کوئی بھی گروہ جمع نہیں ہوتا کہ ان میں سے کوئی شخص دعا کرتا ہے اور باقی سارے آمین کہتے ہیں مگر اللہ ان کی دعا کو قبول کرتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اللہ کی حمد وثنا کی اور کہا اے اللہ ہمارے خونوں کی حفاظت فرما اور ہمیں شہداء کے اجر کی طرح اجر عطا فرما...... (طبرانی کبیر ۴/۲۴ مستدرک حاکم ۴/۱۷۴ طبع جدید مجمع الزوائد (۱۷۳۴۷) ۲۶۷/۱۰)

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے عبداللہ بن لھیعہ کے وہ حسن الحدیث ہے۔ یہ سند حسن ہے کیونکہ عبداللہ بن لھیعہ سے اس حدیث کو ابو عبدالرحمن عبداللہ بن یزید المقری نے بیان کیا ہے اور وہ ان عبادلہ اربعہ میں سے ہیں جن کا سماع ابن لھیعہ میں اختلاط سے پہلے کا ہے اور ان کی حدیث اس سے صحیح ہوتی ہے۔ اس حدیث کے عموم سے معلوم ہوا کہ جس وقت بھی کوئی آدمی دعا کرے اور دیگر لوگ اس پر آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ دعا قبول کرتا ہے اور اس عموم میں خطبہ کے دوران دعا بھی آجاتی ہے۔ لہٰذا خطیب کی دعا پر آمین کہنا جائز ومشروع ہے اور نماز استسقاء کے لئے نبی ﷺ نے جب خطبہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔

کیا شوال میں شادی درست ہے؟

س: کیا عیدین کے درمیان یعنی عید الفطر کے بعد شوال کے مہینہ میں آدمی شادی کر سکتا ہے۔ بعض مکتبہ فکر کے لوگوں سے یہ بات سننے میں آئی ہے کہ اس وقت شادی کرنا مکروہ ہے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں (سنت اللہ سعادت کراچی)

ج: شوال اور محرم سمیت اسلام کے تمام مہینوں کے تمام دنوں میں شادی کی کوئی ممانعت نہیں۔ عید الفطر کے بعد ماہ شوال میں شادی کرنا بھی جائز ودرست ہے خود رسول اللہ نے شوال کے مہینے میں شادی کی ہے۔ عہد جاہلیت میں اسے بہتر نہیں سمجھا جاتا تھا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ"

تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَوَّالٍ وَبَنَى بِي فِي شَوَّالٍ فَأَيُّ نِسَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَحْظَى عِنْدَهُ مِنِّي فکانت تستحب اندتدخل نساء ھافی شوال۔

(مسند احمد ۴۰/۳۱۹ صحیح مسلم کتاب النکاح (۱۴۲۳) ترمذی ابواب النکاح (۱۰۹۳) نسائی کتاب النکاح باب التزویج فی شوال ۵۳۵۳) ابن ماجہ کتاب النکاح (۱۹۹۰) عبدالرزاق (۱۰۴۵۹) مسند عبد بن حمید (۱۵۰۸) مسند اسحٰق بن راہویہ (۷۲۴) صحیح ابن حبان (۴۰۵۸) طبرانی کبیر ۲۳/۶۸) بیہقی ۷/۲۹۰ طبرانی اوسط (۶۹۵۵)

رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ شوال میں شادی کی اور شوال میں ہی آپ ﷺ نے میرے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کئے۔ آپ ﷺ کی ازواج میں سے کونسی عورت آپ کے ہاں مجھ سے زیادہ نصیب والی تھی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی (رشتہ دار) عورتوں کے لئے بھی پسند کرتی تھیں کہ شوال میں ان کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کئے جائیں۔ علامہ سندھی مسند احمد کے حاشیہ میں رقمطراز ہیں کہ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد اس سے ان لوگوں کا رد ہے جو دو عیدوں کے درمیان نکاح کو جائز نہیں سمجھتے۔ (مسند احمد ۴۰/۳۱۹)

امام ابن کثیر فرماتے ہیں

وفی دخولہ ﷺ بھا فی شوال رد لما یتوھمہ بعض الناس من کراھیۃ الدخول بین العیدین خشیۃ المفارقۃ بین الزوجین وھذا لیس بشئی (البدایہ والنھایہ ۳/۴۱)

رسول اللہ ﷺ کا ماہ شوال میں بی بی عائشہ کے پاس آنے میں ان لوگوں کا رد ہے جو اس وہم کا شکار ہیں کہ عیدین کے درمیان شادی کرنا مکروہ ہے۔ وہ اس ڈر سے شادی نہیں کرتے تھے کہ شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی ہو جائے گی اور یہ کوئی بات نہیں ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی اس حدیث پر یوں تبویب کی ہے۔

باب استحباب التزوج والتزويج فی شوال واستحباب الدخول فيه

ماہ شوال میں شادی کرنے کرانے کا مستحب ہونا اور اس ماہ میں عورت کے پاس داخل ہونے کا استحباب

پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی شرح میں فرماتے ھیں (فیہ استحباب التزویج والدخول فی شوال، وقد نص اصحابنا علی استحبابہ واستدلوا بھذا الحدیث وقصدت عائشہ بھذا الکلام رد ما کانت الجاھلیۃ علیہ وما یتخلیہ بعض العوام الیوم من کراھۃ التزوج والتزویج والدخول فی شوال وھذا باطل لا اصل لہ وھو من اثار الجاھلیۃ کانوا یتطیرون بذالک لما فی اسم شوال من الا شالۃ والرفع)

(شرح صحیح مسلم ۹/۱۷۹) دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث سے شوال میں شادی کرنے کرانے اور بیوی کے پاس داخل ہونے کا استحباب معلوم ہوتا ہے اور ہمارے اصحاب نے اس کے مستحب ہونے کو نصاذ کر کیا ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کلام کے ذریعے دور جاہلیت اور آج کے بعض عوام کے اس خیال کے رد کا قصد کیا ہے کہ شوال میں شادی کرنا کرانا اور بیوی کے پاس جانا مکروہ ہے۔ یہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ جاہلیت کے آثار میں سے ہے لوگ اس سے بدشگونی لیتے تھے اس لئے کہ شوال کا نام اشالہ اور رفع سے ماخوذ ہے۔ یعنی اس ماہ میں کیا ہوا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

دور جاہلیت کی بدشگونی کی وجہ یہ تھی کہ شوال کا معنی بلند کرنا، متفرق کرنا اور خشک ہونا وغیرہ کے ہیں اس نام سے بدشگونی لیتے ہوئے وہ لوگ سمجھتے تھے کہ شوال میں کیا ہوا نکاح درست نہیں خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی پڑ جاتی ہے۔

علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ ماہ شوال خصوصیت کے ساتھ "شالت الابل" سے ماخوذ ہے جس کے معنی اونٹوں کے مستی سے دم اٹھانے کے ہیں چونکہ اونٹنیاں ان دونوں میں مستی سے نروں کی تلاش میں دم اٹھائے پھرا کرتی تھیں اس مناسبت سے ان دنوں کو ماہ شوال کے دنوں سے موسوم کر دیا گیا گو عربوں کا شکار کے لئے اپنے گھروں کو خالی چھوڑ کر باہر چلے جانا اور جنگلوں اور شکار گاہوں میں متفرق ہو جانا نیز ان کی اونٹنیوں کا دودھ خشک ہو جانا بھی اتفاق سے انہی ایام میں واقع ہوا کرتا تھا۔ (تکوین کائنات ص ۲-۱)

علامہ ابن منظور رقم طراز ہیں

کانت العرب تطیر من عقد المناکح فیه وتقول ان المنکوحة تمتنع من ناکحها کما تمتنع طروقة الجمل اذا لقحت وشالت بذنبها فابطل النبی ﷺ طیرتهم وقالت عائشه رضی الله عنها تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَوَّالٍ وَبَنَى بِي فِي شَوَّالٍ فَأَيُّ نِسَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَحْظَى عِنْدَهُ مِنِّي (لسان العرب ۷/ ۲۴۳)

عرب اس ماہ میں شادی کرنے والے سے بدشگونی لیتے تھے اور کہتے تھے کہ منکوحہ کو اس کے شوہر سے دور کر دیا جائے گا جیسا کہ اونٹ کی جفتی سے اونٹنی کو دور کر دیا جاتا ہے اس کا دودھ خشک ہو جاتا ہے اور وہ اپنی دم اونچی کرتی ہے۔ نبی ﷺ نے ان کے شگون کو باطل کر دیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ شوال میں نکاح کیا اور شوال میں ہی میرے پاس آئے آپ کی ازواج میں سے کون سی عورت آپ ﷺ کے ہاں مجھ سے زیادہ نصیب والی تھی۔ نیز دیکھیں تاج العروس ۱۴/ ۳۹۸) وغیرہ اور یہ بھی یاد رہے کہ اسلام میں بدشگونی باطل و حرام ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے

لا عدوی ولا طیرة

کوئی بیماری متعدی نہیں اور نہ ہی بدشگونی ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الطب ۵۷۵۷)

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا "الطیرة شرک" "بدشگونی شرک ہے" بدشگونی شرک ہے۔

(مسند احمد ۱/ ۴۵۰ (۴۱۹۴) (ترمذی ۱۶۱۴) ابن ماجہ (۳۵۳۸) مسند ابی یعلی (۵۲۱۹) الادب المفرد (۹۰۹) المستدرک للحاکم ۱/ ۱۸٬۱۷ ابو داؤد (۳۹۱۰) بیہقی ۸/ ۱۳۹ امام حاکم نے اسے صحیح کہا اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ بدفالی و بدشگونی شرکیہ امور میں سے ہے اور جاہلیت کا کام ہے ماہ شوال میں شادی سے رکنا یا روکنا بالکل ناجائز ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خود شوال میں شادی کی ہے اور بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اپنی لڑکیوں اور عورتوں کی شادیاں شوال میں بہتر سمجھتی تھیں۔ اس لئے جاہلیت، توہم پرستی اور مشتبہ امور سے کلی اجتناب کیا جائے اور سنت رسول اللہ ﷺ سے محبت کی جائے۔

لواطت کی سزا

س: ہمارے معاشرے میں فعل قوم لوط کی کثرت عروج پر پہنچی ہوئی ہے ایسی صورت میں ایک گروہ علم کی آڑ میں یہ بات پھیلا رہا ہے کہ اس بارے میں جو فاعل اور مفعول پر حد کی احادیث ہیں وہ ضعیف ہیں براہ مہربانی اس مسئلے کی وضاحت کریں اور اس سلسلے میں فاعل کا اور راضی مفعول کا کیا حکم ہے۔ (ڈاکٹر ابو عبداللہ عبدالرشید کورنگی کراچی)

ج: عمل قوم لوط اتنا گھناؤنا اور مبنی بر خباثت عمل ہے اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے اللہ نے اس عمل کو فحش قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ (النمل ۵۴)

اور لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا کیا تم فحاشی پر اتراتے ہو اور تم دیکھتے ہو۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ (العنکبوت:۲۸)

اور لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا بے شک تم البتہ فحاشی کو آتے ہو جہان والوں میں سے کسی نے بھی اس فعل پر تم سے سبقت نہیں کی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ یہ عمل فحاشی و بے حیائی پر مبنی ہے اس کی سزا حدیث صحیح میں قتل کی وارد ہوئی ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ

جسے تم قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو کرنے والے اور کروانے والے دونوں کو قتل کر دو۔

(المنتقی لابن الجارود (۸۲۰) ابو دوٗد ۴۴۶۲) ترمذی (۱۴۵۶) ابن ماجہ (۲۵۶۱) مسند احمد ۱/ ۳۰۰ دار قطنی ۳/ ۱۲۲ المستدرک ۴/ ۳۵۵ بیہقی ۸/ ۲۳۲ زاد المعاد ۵/ ۴۰ طبرانی کبیر ۱۱/ ۱۶۹ (۱۱۵۲۷) شرح السنۃ ۱۰/ ۳۰۸ الحاوی للفتاوی ۲/ ۱۱۰ ارواء الغلیل (۲۳۵۰) ۸/ ۱۶٬ ۱۷) اس حدیث کو امام حاکم، امام ذہبی، امام ابن الجارود امام ضیاء مقدسی امام ابن قیم، علامہ سیوطی، علامہ البانی، علامہ ابو اسحٰق الحوینی وغیرھم نے صحیح کہا ہے۔

بعض لوگوں نے اس کی سند میں عمرو بن ابی عمرو پر کچھ کلام کیا ہے۔ لیکن امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "**حدیثه صالح حسن منحط عن الرتبة العلیاء من الصحیح (میزان ۳/ ۲۸۲) تہذیب ۴/ ۳۲۹)**

اس کی حدیث صالح حسن صحیح کے اعلیٰ رتبہ سے نیچے اترتی ہے۔

ابن حجر فرماتے ہیں ثقه ربما وهم (تقریب) ثقہ ہے بسا اوقات اسے وہم ہو جاتا ہے۔

دکتور بشار عواد ابن حجر پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بل صدوق حسن الحدیث فقد وثقه ابوزرعه والعجلی واحتج به البخاری ومسلم فی صحیحهما وقال ابوحاتم واحمد وابن عدی لاباس به (تحریر تقریب التہذیب ۳/ ۱۰۲، ۱۰۱

بلکہ یہ صدوق حسن الحدیث ہے ابوزرعہ رازی، عجلی نے اس کی توثیق کی ہے اور بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں اس سے حجت پکڑی ہے اور ابو حاتم، احمد اور ابن عدی نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بہر کیف جمہور ائمہ محدثین کے ہاں عمرو بن ابی عمرو حسن الحدیث ہے لہذا یہ روایت قابل حجت ہے اور اس کے بعض متابع بھی ہیں جیسا کہ داؤد بن الحصین کی روایت ابن ماجہ، دار قطنی، بیہقی اور احمد وغیرہ میں اور عباد بن منصور کی روایت حاکم بیہقی اور ابن عساکر کے ہاں موجود ہے۔

اس کے علاوہ اس کے شواہد بھی ہیں جیسا کہ حدیث ابی ہریرۃ جسے ابو یعلی نے اپنی مسند میں بایں سند بیان کیا ہے۔

حدثنا عبدالغفار بن عبدالله بن الزبیر حدثنا علی بن مسهر عن محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی هریرة قال قال رسول الله من وقع علی بهیمة فاقتلوه واقتلوها معه

جو شخص کسی چوپائے سے بدفعلی کرے اسے قتل کر دو اور اس کے ساتھ چوپائے کو بھی قتل کر دو۔ (ابو یعلی ۱۰/ ۳۸۹ (۵۹۸۷)

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں

فیه محمد بن عمرو بن علقمه وحدیثه حسن بقیه رجاله ثقات (مجمع الزوائد ۶/ ۲۷۳ طبع قدیم ۶/ ۴۲۱ (۱۰۶۴۱) طبع جدید

اس کی سند میں محمد بن عمرو بن علقمہ ہے اور اس کی حدیث حسن ہے اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں علامہ سیوطی نے اس کے اور بھی شواہد ذکر کئے ہیں جس کی تفصیل الحاوی للفتاوی میں موجود ہے اور سید بدیع الدین شاہ راشدی نے "القندیل المشعول" میں اس پر مفصل بحث لکھی ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی المصنف کتاب الحدود ۶/ ۴۹۵ طبع ملتان میں ذکر کیا ہے کہ جن دنوں عثمان رضی اللہ عنہ کو گھر میں محصور کر دیا گیا تو انہوں نے لوگوں سے کہا **اما علمتم انه لایحل دم امری مسلم الا باربعة رجل عمل عمل قوم لوط**

کیا تمہیں علم نہیں کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں سوائے چار لوگوں کے۔ ایک آدمی وہ ہے جس نے قوم لوط کا عمل کیا

علامہ سیوطی نے لکھا ہے "اسنادہ صحیح" اس کی سند صحیح ہے۔

ابن ابی شیبہ اور الہیثم بن خلف الدوری نے (ذم اللواط" (۴۸، ۸۲) میں صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ "**سئل ابن عباس ماحد اللوطی قال ینظر اعلی بناء فی القریة فیرمی به منکسا ثم یتبع بالحجارة**"

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ لواطت کرنے والے کی حد کیا ہے تو انہوں نے فرمایا، دیہات میں اونچی عمارت

یعنی چاہئے اور اس کے اوپر سے اسے اوندھا گرادیا جائے پھر اس پر پتھر برسائے جائیں۔ امام ابن قیم رقمطراز ہیں۔

وقال ابن القصار وشيخنا اجمعت الصحابه على قتله وانما اختلفوا في كيفية قتله فقال ابوبكر صديق يرمى من شاهق وقال علي رضي الله عنه يهدم عليه حائط وقال ابن عباس يقتلان بالحجارة فهذا اتفاق منهم على قتله" (زاد المعاد ٥/ ٤٠)

ابن القصار اور ہمارے شیخ امام ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ لواطت کرنے والے کے قتل پر صحابہ کا اجماع ہے۔ صرف انہوں نے اس کے قتل کی کیفیت میں اختلاف کیا ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اسے بلند پہاڑ سے گرادیا جائے۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا اس پر دیوار گرادی جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا دونوں کو پتھروں سے قتل کردیا جائے۔ یہ لواطت کرنے کے قتل پر ان کی جانب سے اتفاق ہے۔

لہذا اس عمل شنیع کے مرتکب کی سزا قتل ہے اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو چکا ہے۔

خطباء وواعظین کے لطیفے

س: آج کل بعض خطباء اپنی تقاریر و دروس میں لطیفے سنا کر قرآنی آیات کے ساتھ مذاق کرتے ہیں مثلاً ایک مشہور بات ہے کہ ایک مولوی صاحب نماز پڑھا رہے تھے۔ حلوہ سامنے تھا۔ اچانک بلی اسے کھانے آگئی۔ وہ ولا تقربا هذه الشجرة والی آیت پڑھ رہے تھے انہوں نے شجرة کی شین کو کھینچ کر پڑھا اور بلی بھگادی۔ اس طرح کہتے ہیں کہ بھوک کی وجہ سے انتڑیاں قل هو الله پڑھ رہی ہیں اس کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ (ڈاکٹر عبدالرشید کورنگی کراچی)

ج: خطباء اور واعظین کو اپنے وعظ و نصیحت میں جھوٹی باتیں بیان کر کے عوام کو ہنسانے سے گریز کرنا چاہئے اور سنجیدگی و متانت سے تبلیغ کرنی چاہئے۔ جو لوگ جھوٹی باتیں بیان کر کے عوام کو ہنساتے ہیں ان کے لئے تباہی و بربادی ہے۔

بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ کی سند سے رسول اللہ کا فرمان ہے۔

وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكْذِبُ وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ

ویل ہے اس شخص کے لئے جو بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے تاکہ اس کے ساتھ لوگوں کو ہنسائے۔ ویل ہے اس کے لئے۔ پھر ویل ہے اس کے لئے (ابوداود (٤٩٩٠) ترمذی ٢٣١٥) مشکوۃ (٤٨٣٨)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے جھوٹی بات بیان کر کے ہنسانے والے کے لئے تین مرتبہ ویل یعنی تباہی، بربادی و ہلاکت بیان کی ہے۔ اسی طرح قرآن کی آیات کے ساتھ لطیفے بنا کر ہنسانا اور جھوٹی کہانیاں گھڑنا کفر ہے۔ ایسی مجالس جن میں اللہ اور اس کی آیات کا استہزاء کیا جا رہا ہو اس میں شرکت نہیں کرنی چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

قل أبالله وآياته ورسوله كنتم تستهزئون (توبہ ٦٥)

کہہ دیجئے کیا اللہ اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ تم استہزاء کرتے ہو۔ پھر فرمایا (لا تعتذروا قد كفرتم بعد إيمانكم (توبہ ٦٦)

تم عذر نہ کرو۔ تم تو ایمان لا کر کفر کر چکے ہو

لہذا قرآنی آیات کے ساتھ استہزاء اور ٹھٹھا حرام ہے ایسا کرنے والے کفر کے مرتکب ہیں۔ انہیں اپنے عمل سے سچی توبہ کرنی چاہئے۔

قبر میں روح کے لوٹائے جانے کا حکم

س: کیا قبر میں میت سے سوال وجواب ہوتے ہیں اور روح کو لوٹایا جاتا ہے صحیح حدیث سے ثابت کریں (عبدالرحمن مکان نمبر ۲ گلی نمبر ٤٠ گولڈن مارکیٹ یتیم خانہ ملتان روڈ لاہور)

ج: قبر کے اندر سوال وجواب بالکل برحق ہیں سوائے معتزلہ کے ان کا کسی نے انکار نہیں کیا عقائد کی کتب میں آئمہ محدثین نے اس کا بھرپور ذکر کیا گیا ہے۔ براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا

الْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَذَلِكَ قَوْلُهُ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وفي رواية عن النبي صلي الله عليه وسلم قَالَ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ قَالَ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ فَيُقَالُ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّيَ اللَّهُ وَنَبِيِّي مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(متفق علیہ۔ مشکوۃ المصابیح باب اثبات عذاب القبر الفصل الاول ص ٢٤)

مسلم آدمی سے جب قبر میں سوال کیا جاتا ہے وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں یہی اللہ کا قول ہے "اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت کے ساتھ مضبوط کرتا ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور نبی ﷺ سے ایک روایت ہے کہ آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت کے ساتھ پختہ رکھتا ہے' عذاب قبر کے بارے نازل ہوئی ہے اسے کہا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ " يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ (ابراہیم: ١٤/ ٢٧) رسول اللہ ﷺ کی صراحت کے مطابق قبر کے سوال وجواب اور عذاب قبر کے بارے نازل ہوئی ہے۔ لہذا قبر کے سوال برحق ہیں اور عذاب قبر بھی برحق ہے۔ اسی طرح وہ احادیث صحیحہ جن میں عذاب قبر سے پناہ مانگی گئی ہے وہ بھی اس کے حق ہونے اور روز روشن کی طرح ظاہر وباہر ہیں۔ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی صحیح کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "عذاب القبر حق" عذاب قبر حق ہے اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔

رہا اعادہ روح کا مسئلہ تو اس کے متعلق براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی ایک مفصل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا "ويعاد روحه في جسده" اس کے جسم میں روح لوٹائی جاتی ہے اس حدیث کو امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ مشکوۃ المصابیح باب اثبات عذاب القبر ص ٢٦) اسی طرح الفقہ الاکبر جو امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب ہے اس میں بھی اعادہ روح کا ذکر ہے اور یہ عقیدہ کا مسئلہ سمجھا گیا ہے بہرکیف کتاب وسنت کے بے شمار دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ اس بات پر موجود ہیں کہ عذاب قبر حق ہے قبر میں اعادہ روح ہوتا ہے اور سوال وجواب ہوتے ہیں اور اس سے مجال انکار نہیں جو لوگ تاویلات فاسدہ اور خیالات کاسدہ اور کج باردہ سے اپنے غلط عقائد کو ترویج دے رہے ہیں ان کے پاس قرآن وحدیث سے کوئی بھی دلیل موجود نہیں جو عذاب قبر کی نفی کرتی ہو اور ایسے لوگوں کا اہل سنت واہل حدیث سے کوئی تعلق نہیں وہ معتزلی افکار کے حامل لوگ ہیں۔

شہداء کا قرض چکانا ہے

دیس کے بیٹو باہر نکلو دین کی آن بچاؤ تم
گر جینا ہے عزت سے تو فرض جہاد نبھاؤ تم
آج ستم کے گھور اندھیرے دھرتی سے منہ موڑیں گے
ظلم وستم کو سہنے والے زنجیروں کو توڑیں گے
ظلم کا سورج ڈوب رہا ہے لاؤ امن کی ناؤ تم
گر جینا ہے عزت سے تو فرض جہاد نبھاؤ تم
اب کشمیر کی اس وادی کی آگ بجھانا ہے تم نے
اور اسلام کے سب شہداء کا قرض چکانا ہے تم نے
ظالم کے پنجے سے مسجد اقصیٰ کو چھڑواؤ تم
اگر جینا ہے عزت سے تو فرض جہاد نبھاؤ تم
امن کا شور مچانے والے دھرتی کے غدار بھی ہیں
بزدل ہیں بے مذہب ہیں اسلام سے یہ بیزار بھی ہیں

(ابو جابر محمد ظہیر، وزیر آباد)

آؤٹ فٹ جو شاید ایک کمپنی پر مشتمل ہے' کا کوڈ نام ہے جو کہ سر ساوا کیمپ (Sarsaw Camp) میں واقع ہے۔ اس یونٹ کو خصوصی ہتھیاروں اور تربیت کے ساتھ لیس کر کے منظم کیا گیا ہے۔

''را'' پاکستان کی کلاسیفائیڈ جاسوسی بڑی مہارت سے کر رہی ہے۔ اقوام متحدہ کے کارکنان کے کور میں گمراہ بدکردار آفیسروں کو آلۂ کار کے طور پر استعمال کرنا اس کا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے

جس کی ذمہ داریوں میں ''خصوصی خفیہ آپریشنز'' بھارت اور بیرون بھارت انجام دینا ہیں۔ ایک ہے ساوارا کیمپ (Sawara Camp) یہ سہارنپور سے تقریباً 5 کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ساوارا ایک عارضی کیمپ ہے جو تخریب کاروں کی تربیت کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ اس کیمپ میں سفید پوش بھارتی کمانڈوز تخریب کاروں کو اے کے 47' پستول' 9 ملی میٹر گرنیڈ پھینکنے' نقشہ پڑھنے' دھماکہ خیز مواد کی تیاری' بم دھماکے' چھاپہ مار کارروائی اور گھات لگا کر حملہ کرنے کے علاوہ خصوصی حالات میں ڈاکہ زنی اور چھاتہ برداری کی تربیت بھی دی جاتی ہے۔ یہاں عموماً پہلے سے کسی حد تک تربیت یافتہ دہشت گرد

بھارت نے پاکستان میں دہشت گردی کے فروغ کے لئے SSF نامی ادارہ بنا رکھا ہے جس کے تحت چالیس تخریبی کیمپ کام کر رہے ہیں جن میں گمراہ پاکستانیوں کو تخریب کاری کی تربیت دی جاتی ہے

لائے جاتے ہیں۔ یہاں عرصۂ تربیت 4 ہفتوں تک محیط ہے۔ ساوارا کیمپ سے تقریباً ایک کلو میٹر کی دوری پر ایک اور اسی نوعیت کا تربیتی مرکز ''ایس کیمپ ii'' (S Capm ii) بھی موجود ہے۔ یوں تو ''را'' اپنی ہمسایہ مملکتوں میں سے کسی کو بھی رعایت دینے پر تیار نہیں اور ہر ملک میں اس کا خفیہ آپریشن کسی نہ کسی طور جاری ہی رہتا ہے۔ لیکن پاکستان کے خلاف ''را'' اپنے چانکیائی آپریشن خصوصاً جاری رکھتی ہے۔ اسٹیبلشمنٹ آف پائیوش انوسٹمنٹ اینڈ فنانس پرائیویٹ لمیٹڈ (Establshment of Piyoush Investment and Finance P.V.T.Ltd) کے

اس وقت تقریباً پچاس ہزار ''را'' کے ایجنٹ سندھ بلوچستان میں سرگرم عمل ہیں۔ انہیں پیسہ' تربیت' ہتھیار' وائرلیس سیٹ اور بھارتی وہسکی سے مسلح کر کے ڈاکوؤں' اغوا کاروں کے روپ میں بھیجا گیا ہے اور کئی مقامی سردار اور وڈیرے ان کی پشت پر ہیں

نام پر ''را'' نے اپنے اعلیٰ دماغوں پر مشتمل ایک تنظیم کھڑی کی ہے۔ جس کا مقصد پاکستان میں جاسوسی آپریشن کی تدوین و تربیت

اور نگرانی ہے۔ اس مقصد کے لئے دہلی میں دو اپارٹمنٹس قائم ہیں۔ یہ ان 25 سیف ہاؤسز کے علاوہ ہیں۔ جہاں سے پاکستان کے خلاف کوئی نہ کوئی آپریشن ''را'' لانچ کرتی رہتی ہے...... ان تمام کیمپوں

سے تربیت مکمل کر لینے والے دہشت گردوں نے پاکستان کے انتہائی حساس مقامات پر بم دھماکے اور بہترین افراد کو ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنا کر فرقہ ورانہ و نسلی فسادات کو ہوا دی۔

86ء سے 90ء تک ''را'' کی سندھ میں تخریبی سرگرمیاں اپنے نقطہ عروج کو چھو رہی تھیں۔ کیونکہ اس دوران ''را'' کو افغان انٹیلی جنس ''خاد'' اور روسی انٹیلی جنس کے جی بی کا مکمل تعاون بھی حاصل تھا اور یہ مشترکہ آپریشن کرتی تھیں۔ اس دوران 1600 بم دھماکے کیے گئے۔ جسمیں ایک ہزار سے زائد بے گناہوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے اور 3800 سے زیادہ شہری زخمی اور معذور ہو گئے۔

مصدقہ اطلاعات کے مطابق اس وقت تقریباً 50 ہزار ''را'' کے ایجنٹ سندھ بلوچستان میں سرگرم عمل ہیں۔ ان ایجنٹوں کو پیسہ' تربیت' ہتھیار' وائرلیس سیٹوں اور بھارتی وہسکی سے مسلح کر کے میدان میں اتارا گیا ہے۔ سندھ کے دیہی علاقے آج ڈاکوؤں' اغوا کاروں' ڈرگ اور اسلحہ مافیا کی گرفت میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو ''را'' کی تربیت کے ساتھ ساتھ چند مقامی وڈیروں اور جرائم پیشہ سرداروں کی پشت پناہی بھی حاصل ہے...... یہ تھی ایک ہلکی سی جھلک ''را'' کی تخریب کاریوں کی۔

پاکستان میں ''را'' کے ایجنٹوں نے کیا کیا گل کھلائے اور کتنے گھروں کے پھولوں کو بے دردی سے مسلا' یہ ایک الگ داستان ہے۔ اس وقت زیر بحث یہی معاملہ ہے کہ کراچی' بلوچستان میں دہشت گردی کون کر رہا ہے؟ اس حوالے سے بعض اہم سوالوں کا جواب تلاش کرنا نہایت ضروری ہے۔

-1 ان وارداتوں کا مقصد کیا ہے؟

-2 کون سے داخلی یا خارجی عناصر ان وارداتوں میں ملوث ہو سکتے ہیں؟

-3 ان عناصر کو بے نقاب کرنے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے امن قائم کرنے والے اداروں کی ذمہ داری کیا ہے؟

-4 اس طرح کی دہشت گردانہ کارروائیوں پر قابو پانے کے لئے ہم کیا حکمت عملی اپنا سکتے ہیں؟

ان وارداتوں کا مقصد بظاہر تو یہی نظر آتا ہے کہ پاکستان میں فساد اور افراتفری کی فضا پیدا کی جائے۔ شیعہ اور سنی برادری کو آپس میں لڑایا جائے۔ امن وامان کا مسئلہ پیدا کر کے حکومت سندھ اور حکومت پاکستان پر دباؤ بڑھایا جائے اور قومی یکجہتی کو اس قدر نقصان پہنچایا جائے کہ کسی بھی مسئلے پر پاکستان کے عوام میں اتفاق رائے پیدا نہ ہو...... کراچی کے ساتھ ساتھ کوئٹہ میں راکٹوں کی بارش نے اس تاثر کو مزید تقویت پہنچائی ہے کہ دہشت گرد آزادانہ طور پر جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ ہم سانپ کو مارنے کی بجائے لکیریں پیٹتے رہتے ہیں۔ ابھی تک یہی تعین نہیں کر سکے کہ ان دہشت گردی کی وارداتوں کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟

جنوری 2004ء کے اعلان اسلام آباد کے بعد سے ہم نے بھارت اور ''را'' کا نام لینا چھوڑ دیا ہے اور دہشت گردی کی ہر واردات نام نہاد ''القاعدہ'' کے سر تھوپ دیتے یا خود اپنے ''شرپسندوں'' کے نام لگا دیتے ہیں۔ حکمران کہتے ہیں کہ اب تک ہونے والی ہر واردات کا مجرم پکڑا جا چکا ہے لیکن ایسا ہوا ہوتا تو آتش و آہن کا یہ کھیل ختم ہو چکا ہوتا۔ پولیس کی خانہ پری کو ''مجرموں کی گرفتاری'' سمجھ لینے کا فریب وزراء تو کھا سکتے ہیں لیکن اہل ہوش طبقہ اس پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کرنے کا کام یہی ہے کہ ہم خیالی گھوڑے دوڑانے کی بجائے فکر اور تدبر سے کام لیں۔ دہشت گردی کی ان وارداتوں کا بغور مطالعہ کریں اور اصل مجرموں تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ ہر واردات کے ڈانڈے بیٹھے بٹھائے ''القاعدہ'' یا کسی مذہبی تنظیم سے ملا دینے کے بہانوں سے امن قائم نہیں ہو سکتا۔

بقیہ: آئے حدیث پڑھیں

امسحوا برؤ سکم وار جلکم الی الکعبین"

بھی اس حکم کے تحت داخل ہے کہ "ابدا وا بما بدا الله بهٗ" اس لئے ابتداء چہرہ دھونے سے ہوگی' پھر بازو' پھر سر کا مسح' پھر پاؤں کا دھونا آئے گا۔ آیت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ دایاں ہاتھ یا پاؤں پہلے دھویا جائے یا بایاں۔ اس کے لئے مصنف نے وضو میں تمام اعضاء کو دائیں طرف سے شروع کرنے کی حدیث ذکر کی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں وضو میں اعضاء کی یہ ترتیب جو قرآن میں آئی ہے واجب نہیں مگر ان کا قول درست نہیں کیونکہ ایک بھی صحیح حدیث ایسی نہیں جس میں یہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ بھی اس ترتیب کے خلاف وضو کیا ہو۔ آیت میں چہرہ اور بازو دھونے اور پاؤں دھونے کے درمیان سر کے مسح کا ذکر کرنے سے بھی ظاہر ہے کہ یہ ترتیب ضروری ہے۔

-3 بہتر یہ تھا کہ مصنف پہلے یہ حدیث لاتے اور اس سے وضو میں ترتیب پر استدلال فرماتے' اس کے بعد ہر عضو میں دائیں طرف سے ابتداء کی حدیث لاتے۔ (سبل)

بزم اطفال

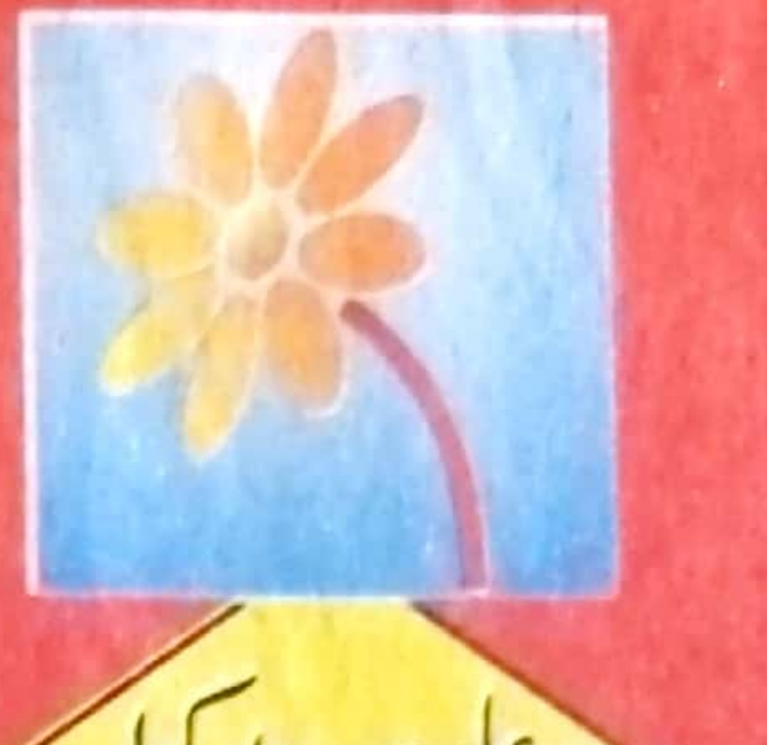

ابو علی عبدالوکیل

مثالی حکمران

موسم گرما کی ایک ٹھنڈی رات تھی۔ صحرائی علاقوں میں جہاں دن کے وقت دھوپ کی تمازت کے باعث ریت پر پاؤں نہیں رکھے جاسکتے' راتیں خوب ٹھنڈی اور خوشگوار ہوتی ہیں' فاروق اعظمؓ حسب معمول آج بھی شب کا کچھ حصہ آرام کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے۔ گشت کرتے کرتے آپ شہر سے باہر نکل آئے۔ دیکھا دور ایک جگہ ایک خیمہ میں دیا روشن ہے۔ فاروق اعظمؓ کے قدم تیزی سے اس خیمہ کی جانب بڑھنے لگے۔ قریب پہنچے تو دیکھا' خیمہ کے باہر ایک شخص اپنا سر پکڑے پریشان بیٹھا ہے۔ فاروق اعظمؓ نے اسے سلام کیا' لیکن وہ شخص تھا کہ جیسے اس پر کوئی اثر ہی نہیں ہوا۔ آپؓ نے دوبارہ بلند آواز سے کہا: السلام علیکم۔ لیکن وہ شخص اسی طرح سر جھکائے بیٹھا رہا۔ جیسے اسے کسی کی آمد کا کچھ علم ہی نہ ہو۔ اب فاروق اعظمؓ اس کے بالکل قریب پہنچے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور پوچھا۔

''کیا بات ہے؟ آپ بہت پریشان معلوم ہوتے ہیں۔''

''ہاں''۔ اس شخص نے سر اٹھاتے ہوئے کہا: میں مسافر ہوں اور اس وقت سخت پریشانی کے عالم میں ہوں۔''

اللہ خیر کرے' اپنی پریشانی بیان کرو' شاید میں تمہاری کچھ مدد کرسکوں؟

اتنے میں خیمہ کے اندر سے کسی عورت کے رونے کی آواز آئی' وہ بیچاری درد سے بری طرح کراہ رہی تھی۔ فاروق اعظمؓ نے پوچھا' کیا تمہاری بیوی بیمار ہے؟ مسافر بولا: ہاں' اسے اس وقت ایک دایہ کی ضرورت ہے۔ میں اس وجہ سے سخت پریشان ہوں' اللہ تعالیٰ کے سوا ہمارا کوئی مددگار نہیں۔ فاروق اعظمؓ نے مسافر کو تسلی دیتے ہوئے کہا: تم کچھ فکر نہ کرو۔ میں ابھی دایہ کا بندوبست کرتا ہوں۔ اللہ نے چاہا تو سب کام ٹھیک ٹھاک ہوجائے گا۔

مسافر سے یہ بات کہہ کر فاروق اعظمؓ تیزی سے اپنے گھر گئے' بیوی کو جگایا' اور مسافر کی تمام مصیبت اس سے بیان کی۔ بیوی بولی۔ جلدی چلیں' میں مسافر کی بیوی کی مدد کروں گی۔

فاروق اعظمؓ: کچھ کھانے کا سامان بھی ساتھ لے لو' خبر نہیں ان بیچاروں نے کچھ کھایا بھی ہے یا نہیں۔

بیوی: اس وقت گھر میں تھوڑا سا آٹا اور زیتون کا تیل موجود ہے۔

فاروق اعظمؓ: کچھ اس کے علاوہ؟

بیوی: تھوڑا سا بکری کا دودھ بھی ہے۔

فاروق اعظمؓ: کچھ اور؟

بیوی: اللہ کی قسم' اس کے علاوہ گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں۔

فاروق اعظمؓ: تم جلدی سے یہ سب سامان باندھو' تاکہ ہم جلد ان لوگوں کی مدد کے لئے وہاں پہنچ سکیں۔

بیوی نے جلدی سے یہ سب سامان باندھا تو فاروق اعظمؓ نے گٹھڑی سر پر اٹھائی اور دونوں تیز تیز مدینہ منورہ سے باہر صحرا کی طرف جانے لگے۔ وہاں پہنچے' بدو اسی حال میں خیمہ سے باہر پریشان بیٹھا تھا۔

فاروق اعظمؓ نے اسے سلام کے بعد کہا: میری بیوی کو خیمہ کے اندر جانے کی اجازت دیں تاکہ یہ آپ کی بیوی کی کچھ مدد کرسکے۔ مسافر نے کہا: میں آپ کا کس منہ سے شکریہ ادا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی صورت میں میرے پاس ایک فرشتہ بھیج دیا ہے۔

فاروق اعظمؓ نے کہا: میں آپ کے لئے کھانا لایا ہوں۔ شاید آپ نے پریشانی میں کچھ کھایا بھی نہیں ہوگا۔ یہ کہہ کر گٹھڑی سے کھانا نکال کر مسافر کے سامنے رکھا۔ مسافر واقعی بھوکا تھا' کھانا دیکھتے ہی جیسے اس کی جان میں جان آئی۔ فوراً کھانا شروع کر دیا۔ جب کھا چکا تو فاروق اعظمؓ سے مخاطب ہو کر بولا: کیا تم مدینہ منورہ کے رہنے والے ہو؟

وکیل جبران

فاروق اعظمؓ: میری پیدائش مکہ معظمہ کی ہے۔

مسافر: کیا تمہارے مالک نے تمہیں آزاد کر دیا ہے۔

فاروق اعظمؓ: انہوں نے مجھے مسلمانوں کی خدمت کا کام سونپا ہے

مسافر: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے؟

فاروق اعظمؓ: الحمد للہ! میں عمر بھر بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کروں تو اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

مسافر: تو مجھے رسول اللہ ﷺ کے فضائل سناؤ۔

فاروق اعظمؓ: آپ ﷺ خلق عظیم کے حامل تھے۔ قرآن مجید میں جابجا آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ مذکور ہیں۔

ابھی یہ باتیں جاری تھیں کہ خیمہ کے اندر سے نومولود کے رونے کی آواز آئی۔ اتنے میں خیمہ کا پردہ سرکا اور فاروق اعظمؓ کی بیوی کی آواز آئی: امیر المومنین! اپنے دوست کو مبارکباد دیں' اللہ تعالیٰ نے اسے فرزند عطا فرمایا ہے۔

''امیر المومنین'' کے لفظ سے مسافر چونکا' خوشی کی اتنی بڑی خبر سننے کے باوجود اس پر خوف کے مارے لرزہ طاری ہوگیا۔ کانپتے ہونٹوں سے بولا: یاامیر المومنین! مجھے معاف فرمادیجئے میں آپ سے بڑی گستاخی کے ساتھ پیش آرہا ہوں۔

فاروق اعظمؓ نے اس بچے کی پیدائش پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا: تم کچھ فکر نہ کرو' تم ہرگز کسی گستاخی سے پیش نہیں آئے۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے تمہاری خدمت کے لئے بروقت یہاں بھیج دیا۔ اگر میں مدینہ منورہ میں اپنے گھر میں آرام سے پڑا سویا ہوتا تو یقیناً قیامت کے روز مجھ سے تمہاری اس پریشانی اور مصیبت کے بارے میں سخت سوال ہوتا' میرے آقا محمد رسول اللہ ﷺ نے میرے ذمے یہی کام لگایا ہے کہ میں خلق خدا کی خدمت کروں۔ میں راتوں کو جاگتا ہوں' تاکہ لوگ آرام سے سوئیں۔ میں نے اپنے آقا ﷺ کی زبان مبارک سے سنا تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حکمران ہو' اس کو سب سے زیادہ بھاری حساب دینا ہوگا' اور وہ سب سے زیادہ سخت حساب کے خطرے میں مبتلا ہوگا۔

مسافر نے دیکھا کہ امیر المومنین فاروق اعظمؓ قیامت میں احتساب کے خوف سے زارو قطار رو رہے ہیں۔ جب ان کی حالت ذرا سنبھلی تو آپ نے مسافر سے کہا:

''میرے بھائی! میرے لئے دعائے خیر کرتے رہنا' میری گردن میں امت محمدیہ ﷺ کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ مجھے ڈر آتا ہے کہ دریائے فرات کے کنارے بکری کا ایک بچہ بھی اگر ہلاک ہوجائے تو اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کے بارے میں بھی سخت باز پرس کرے گا۔

(بحوالہ الفاروق)

واہ کیا بات ہے

آپ نے کوئی کتاب یا رسالہ پڑھا اور اسے پڑھتے ہوئے آپ کے منہ سے بے اختیار ''واہ کیا بات ہے'' نکل گیا۔ تو اس خیال افروز بات' اقوال یا کوئی بھی اچھی اور مختصر تحریر جو آپ کو پسند آئی' ایک الگ کاغذ پر خوشخط تحریر کرکے اس کتاب/ اخبار/ رسالہ کے نام اور تحریر کے مصنف کے نام کے ساتھ ہمیں ارسال کردیں۔ ہم اسے آپ کے نام کے ساتھ شائع کریں گے۔

اللہ کا سپاہی

عامر شکیل

یہ ۶۵۸ھ کی ایک گرم دوپہر تھی۔ قاہرہ کے در و دیوار گرم لو کے تھپیڑوں سے جھلس رہے تھے۔ اس وقت دھوپ سے خائف سبھی کمروں میں تھے۔ سڑکیں دور دور تک سنسان نظر آتی تھیں۔ البتہ تھوڑی دیر بعد حفاظت کے لئے متعین خلیفہ کے سپاہیوں کے قدموں کی آواز اس سناٹے کو ختم کر دیتی۔ ان کے گزر جانے کے بعد پھر ویسے ہی سناٹا چھا جاتا۔

اس خاموشی کو اچانک انتہائی بھاری بھرکم بوٹوں کی آواز نے متاثر کر دیا۔ چوکنے سپاہی فوراً اس آواز کے تعاقب میں بھاگ کر ادھر آئے۔ ان کے سامنے سفارتی لباس پہنے دو شخص کھڑے تھے۔ لمبے لمبے بال، میلے جیکٹ، کپڑے بھی انتہائی میلے، دانت میل سے پیلے، چہروں پر ظلم و سربریت کا عکس، انداز انتہائی وحشیانہ اور چلنے کا انداز بھی متکبرانہ تھا۔ یہ لوگ اپنے حلئے سے پہچانے جا رہے تھے کہ یہ تاتاری ہیں۔ وہ تاتاری جن کے ظلم و ستم سے بچے کھچے لوگ قاہرہ میں پناہ گزین تھے۔ تاتاری اب تک دنیا کے بیشتر حصے کو اپنے وحشی پن کا نشانہ بنا چکے تھے۔ مسلمانوں کے ملکوں سے صرف ایک مصر ہی ان کی دست برد سے محفوظ تھا۔ مگر تاتاری سفیروں کی آمد کی خبر نے اہل قاہرہ کو بھی جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ تاتاریوں کے ہاتھوں تباہ ہونے والے علاقوں کے بچے کھچے تباہ حال مسلمانوں نے مصر کو جائے پناہ سمجھتے ہوئے وہاں کا رخ کیا تھا۔ قاہرہ کے گلی کوچے پناہ گزینوں سے بھرے پڑے تھے۔ ان پناہ گزینوں نے تاتاریوں کی درندگی کے مظاہرے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے اس لئے وہ تاتاریوں سے خوفزدہ تھے اور ان کی آمد کی خبر سن کر ان کی زبان سے یہی الفاظ نکلے تھے۔

"تاتاری سفیروں کی آمد کا مطلب تباہی و بربادی" "تاتاری خدا کا قہر ہیں" "تاتاری ناقابل شکست ہیں" "تاتاری انسان نہیں بلکہ کوئی اور مخلوق ہیں"

اس طرح کی مختلف آوازیں قاہرہ میں ہر طرف گونج رہی تھیں اور وہ لوگ جنہوں نے تاتاریوں کو نہیں دیکھا تھا، وہ بھی اپنے دلوں میں تاتاریوں کی وحشت محسوس کر رہے تھے۔ لیکن انہی گلیوں اور بازاروں میں کچھ نوجوان ایسے بھی تھے جن کے چہروں پر خوف و ہراس کی بجائے غم و غصے کی سرخی تھی۔ ان نوجوانوں کے ہاتھ بے اختیار تلواروں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ نعرے لگا رہے تھے کہ

"ہم بغداد کا بدلہ لیں گے"

"اللہ کی قسم تاتاریوں کو سبق سکھا دیں گے"

"ایک بھی تاتاری بچ کر نہیں جا سکے گا"

تاتاری سفیر، جن کی آمد کی خبر نے قاہرہ میں ہل چل مچا دی تھی۔ اس وقت مصر کے بادشاہ ملک المظفر سیف الدین کے دربار میں کھڑے تھے۔ ان کا انداز ایسا تھا کہ جیسے مصر ان کی جاگیر اور ملک المظفر ان کا غلام ہے۔ انہوں نے درباری آداب کی ذرا برابر بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے نہایت گستاخانہ انداز میں اپنے آقا ہلاکو خاں کا خط ملک المظفر کے سامنے پھینک دیا۔ ملک المظفر نے ان کے اس گستاخانہ رویئے کو نہایت تحمل سے برداشت کرتے ہوئے ہلاکو خان کا خط پڑھوا کر سنا، خط میں لکھا تھا۔

"یہ اس کا فرمان ہے جو ساری دنیا کا آقا ہے۔ اپنی شہری پناہیں ختم کر دو اور اطاعت قبول کر لو۔ اگر ایسا کرو گے تو تمہیں امن و چین سے زندہ رہنے دیا جائے گا، ورنہ تمہارے ساتھ جو ہو گا، اسے بلند و بالا آسمان کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔"

ابھی دربار میں خاموشی طاری تھی چند لمحے بعد سلطان نہایت نرم لہجے میں ایلچیوں سے یوں گویا ہوا

"ہلاکو کا ہم نے کچھ نہیں بگاڑا اس لئے اسے ہم پر حملہ کرنے سے باز رہنا چاہئے۔" سلطان کے جواب سے تاتاریوں کے بگڑے ہوئے چہرے مزید بگڑ گئے اور وہ نہایت بدتہذیبی سے بولے۔

"تم نہایت خودسر اور ضدی حکمران ہو۔ تم ہم سے واقف نہیں، ورنہ انکار نہ کرتے۔" ایلچیوں کا لہجہ سلطان کی برداشت سے باہر تھا "تم ایلچی ہو اور ایلچی ہی رہو اپنا لہجہ درست رکھو اور ہمیں سبق نہ پڑھاؤ" سلطان کی آواز میں غصہ تھا۔ سلطان کی بات سن کر تاتاری ایلچی غصہ سے چلانے لگے۔ "تم ہماری بات نہیں مانو گے، ہماری طاقت اور شجاعت کے افسانے شاید تم نے سنے نہیں۔" ایلچیوں کے گستاخانہ جواب سن کر امرائے مصر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا "خاموش"۔ پہلی صف میں بیٹھے ایک نوجوان امیر کی آواز سے دربار لرز اٹھا۔ اس کی تلوار میان سے باہر آ چکی تھی۔ "اگر مجھے سلطان کا لحاظ نہ ہوتا تو اللہ کی قسم تمہاری گردنیں تمہارے دھڑ سے علیحدہ کر چکا ہوتا۔" نوجوان کی آواز جوش غضب سے لرز رہی تھی۔

"سلطان معظم! ان کا رویہ سفارتی آداب کے منافی ہے۔ شاید ہلاکو نے اپنے سپاہیوں کو نہتے انسانوں کے قتل کے سوا کچھ نہیں سکھایا۔ ورنہ یہ اس طرح یہاں چلا نہ رہے ہوتے۔ مجھے اجازت دیں کہ ان کے سر کاٹ کر لاشیں قاہرہ کے چوراہوں پر لٹکا دوں تا کہ آئندہ ہلاکو اپنے ایلچیوں کو مصر بھیجتے وقت سفارتی آداب ضرور سکھائے۔" یہ امیر جس کی تلوار بھرے دربار میں تاتاریوں کے خلاف میان سے باہر آ گئی تھی اور جس نے تاتاریوں کی سربریدہ لاشوں کو دیدہ عبرت نگاہ بنا کر مصر کے چوراہوں پر لٹکا دیا تھا، وہ مصری عوام کے لئے ناواقف نہیں تھا۔ ابھی چند ہی سال قبل منصور کے میدان میں لڑی جانے والی ساتویں صلیبی جنگ میں اس نوجوان کی حیرت انگیز حربی چالوں نے عیسائی لشکر کو عبرتناک شکست سے دوچار کیا تھا۔ منصورہ کا یہ مرد میدان جس کا بچپن غلاموں کی منڈیوں میں بکتے ہوئے گزرا، اہل مصر کی دھڑکنوں میں بستا تھا اور لوگ اسے "امیر رکن الدین بیبرس" کے نام سے جانتے تھے۔

مؤرخین نے سلطان بیبرس کی شجاعت، انصاف پروری، شوق جہاد، سخت کوشی، جود و سخا، بیدار مغزی اور عسکری قابلیت کی بے انتہا تعریف کی ہے۔ سلطان بیبرس کا عہد حکومت درحقیقت مسلمانوں کے عروج کا دور تھا۔ اس کے تدبر، معاملہ فہمی، عدل و انصاف اور شجاعت کی داستانیں صدیوں تک مصری قہوہ خانوں میں سنائی جاتی رہیں۔

(کتاب "اللہ کے سپاہی" سے اقتباس)

شہر خالی کر دیا جائے...

پہلی صدی ہجری کا اخیر مسلمانوں کے عروج کا زمانہ ہے۔ یہ وہ دور ہے جب معروف دنیا کے بیشتر حصے پر اسلام کا پرچم لہرا رہا ہے۔ تینوں براعظموں پر ان کی حکومت قائم ہے۔ دنیا کی ہر طاقت ان کے سامنے سرنگوں ہے اور سراطاعت خم کر چکی ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا حکمران مسلمانوں کا راستہ روکنے کی ہمت و جرأت نہیں کر سکتا لیکن ان دنوں وسطی ایشیا کے مسلمان فاتح قتیبہ بن مسلم سمرقند میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں۔ اس فاتحانہ داخلے میں نہ کسی کی عزت و آبرو پر آنچ آتی ہے نہ کسی کی جائیداد اور مال و زر کو کوئی برے ارادے سے دیکھتا ہے۔ نہ اخلاق و کردار سے ہٹ کر کوئی حرکت کسی سے سرزد ہوتی ہے، لیکن اس فاتحانہ داخلے کے موقع پر بعض ایسی شرائط کی پاسداری کرنے میں کوتاہی ہو جاتی ہے جو محض رسمی نوعیت کی سمجھی گئی تھیں۔

لوگوں کے کہنے، سننے پر بعض مقامی باشندے قاضی عساکر کے روبرو عرض داشت پیش کرتے ہیں کہ چونکہ دوران فتح فلاں فلاں شرائط کی پاس داری نہ کی گئی۔ اس لئے یہ ساری کارروائی کالعدم قرار دی جائے اور فوج کو حکم دیا جائے کہ وہ شہر خالی کر دے۔

مورخ بلاذری فتوح البلدان کے باب سمرقند میں لکھتا ہے کہ سمرقند کے بودھ باشندوں نے قاضی عساکر کے روبرو قتیبہ بن مسلم کے خلاف عرضداشت دائر کر دی۔ قاضی نے اپنے ہی سپہ سالار کے خلاف غیر مسلموں کی شکایات سنیں...... پھر سپہ سالار کا موقف سنا...... اور حکم دیا کہ شہر خالی کر دیا جائے۔ چنانچہ جو شہر فاتح اعظم نے شمشیر خاراشگاف سے فتح کیا تھا وہ اس کے اپنے ہی مقرر کردہ قاضی کے حکم پر بلاچوں چرا خالی کر دیا۔ اہل شہر میں منادی کرا دی گئی کہ اس پورے عمل کے دوران کسی کا نقصان ہوا ہو تو شریعت اسلامی کے مطابق تاوان طلب کر سکتا ہے۔ قانون جنگ کی تاریخ میں یہ ایک منفرد مثال ہے جو اپنی نوعیت کی شاید آخری مثال ہے کہ کسی فاتح نے کسی عسکری یا سیاسی دباؤ کے بغیر محض عدالتی حکم پر قانون اور اخلاق کی پاسداری کرتے ہوئے رضائے الٰہی کے لئے سر تسلیم خم کر دیا ہو۔

مرسلہ: عفان جاوید

رسول کریم ﷺ کا اخلاق

ملک عرب میں ہبار نامی ایک شخص تھا' جو اسلام کا سخت دشمن تھا۔ بدر کی لڑائی کے بعد نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا مکہ سے مدینہ جا رہی تھیں کہ ہبار نے حملہ کر کے انہیں زخمی کر دیا۔ زینب رضی اللہ عنہا بے ہوش ہو گئیں۔ آپ کے ساتھی آپ کو مدینہ لائے مگر نبی اکرم ﷺ کی یہ چہیتی بیٹی وفات پا گئیں۔

مکہ فتح ہو گیا اور لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ ہبار بھی ان میں شامل تھا۔ اس کو اپنا کارنامہ یاد تھا۔ شرم سے گردن جھکی ہوئی تھی' جسم خوف سے کانپ رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کا رحم و کرم جوش میں آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا

''ہبار تیرا قصور معاف کیا۔''

یہ سن کر وہ آگے بڑھا۔ گردن جھکی ہوئی تھی' زبان میں ہمت نہ تھی کہ شکریہ ادا کرے۔ ہبار نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور کہا ''آپ کو جیسا سنا تھا' ویسا ہی پایا ہے۔''

یہی دلوں کو موم کرنے والا اخلاق تھا جو اسلام کے تیزی سے پھیلنے کی ایک زبردست وجہ بھی تھا۔ (مرسلہ: انس منیر' جڑانوالہ)

کہاں سے ملے مثال ایسے حکمران کی

نصف رات بیت چکی تھی۔ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بیت المال میں بیٹھے سرکاری حساب و کتاب میں مصروف تھے۔ چراغ کی لو جھلملا رہی تھی۔ اسی عالم میں ایک شخص نے اندر آنے کی اجازت طلب کی' آپ نے اسے بلا لیا اور پوچھا ''کوئی کام ہے مجھ سے'' اس شخص نے جواب دیا ''امیر المومنین! مجھے اپنے گھریلو مسائل پر آپ سے چند باتیں کرنا ہیں۔'' سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے پھونک مار کر چراغ بجھا دیا اور نووارد سے کہا ''ہاں' اب بتاؤ تمہیں کون سی باتیں کرنا ہیں؟'' نووارد نے حیرت سے پوچھا ''لیکن آپ نے چراغ کیوں بجھا دیا؟'' آپ نے جواب دیا ''چراغ کا تیل بیت المال کا ہے اور اسے میں غیر سرکاری باتوں میں استعمال نہیں کر سکتا کیونکہ یہ بددیانتی ہے۔''

مرسلہ: عبدالباسط شاکر، بدین

ذہن ساز انعامی کوئز

1. کیا مشکلات میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی پکارا جا سکتا ہے؟ (ایک قرآنی آیت سے دلیل دیں)
2. اعمال کی بنیاد کس چیز پر ہے؟ (ایک حدیث بیان کریں)
3. اسلامی ریاست میں اقتدار اعلیٰ کا مالک کون ہوتا ہے؟
4. غسیل الملائکہ کس صحابی کا اعزاز ہے؟
5. سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر کتنے حملے کیے؟

نوٹ: آپ کے جوابات ہمیں 15 جولائی تک موصول ہو جانے چاہئیں۔

خط و کتابت کے لیے

انچارج بزم اطفال

ماہنامہ مجلہ الدعوۃ 4 لیک روڈ، چوبرجی لاہور

اطاعت ہو تو ایسی

محمود غزنوی کا دربار لگا تھا۔ وزراء' حکماء' امراء سب حاضر تھے اور حسب مراتب بیٹھے تھے۔ پاس ہی ایاز ہاتھ باندھے نظریں جھکائے کھڑا تھا محمود نے داروغہ کو آواز دی۔ وہ کورنش بجالاتے ہوئے حاضر ہوا۔ حکم دیا خزانے میں جو سب سے زیادہ قیمتی اور انمول پتھر ہے' وہ حاضر کیا جائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ دنیا کا سب سے زیادہ قیمتی اور نایاب پتھر حاضر کیا گیا اور بادشاہ وقت کے سامنے رکھا گیا۔ محمود غزنوی نے حکم دیا یہ پتھر وزیر اعظم کے ہاتھوں میں دیا جائے۔ بیش بہا پتھر اب وزیر اعظم کے ہاتھوں میں تھا۔ حکم ہوا' اسے زمین پر اس طرح مارو کہ یہ ریزہ ریزہ ہو جائے۔

وزیر اعظم نے نہایت ادب و احترام سے جواب دیا۔ جہاں پناہ جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں۔ ''کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔'' محمود غزنوی نے تمکنت سے پوچھا۔ وزیر اعظم گویا ہوا۔

''عالی جاہ! یہ پتھر بے حد قیمتی ہے' انمول ہے' اسے ضائع کرنا شاہی خزانے کو نقصان پہنچانا ہے۔'' محمود غزنوی نے کہا' ٹھیک ہے اگر تمہیں شاہی خزانے کا اتنا ہی پاس ہے تو یہ پتھر وزیر خزانہ کے ہاتھوں میں دے دو تاکہ میرے حکم کی تعمیل ہو۔ وزیر خزانہ نے بھی وہی عذر پیش کیا۔ غرض دربار میں حاضر جس کسی کو بھی پتھر توڑنے کا حکم دیا گیا' اس نے انمول نایاب بیش قیمت جان کر اور شاہی خزانے کا نقصان سمجھ کر اسے نہیں توڑا اور شاہی خزانے سے اپنی وابستگی اور بادشاہ سے اپنی وفاداری کا ثبوت دیا۔

آخر میں وہ پتھر ایاز کے ہاتھوں میں دیا گیا۔ ایاز کے ہاتھ فضا میں بلند ہوئے اور ایک چھناکے کے ساتھ اس نے پتھر کو زمین پر دے مارا اور وہ انمول پتھر چور چور ہو گیا۔ چاروں طرف سے ایاز کے خلاف آوازیں بلند ہوئیں۔ عالی جاہ! اس نے خزانے کا بڑا بھاری نقصان کیا۔ جہاں پناہ! اس نے نایاب پتھر ضائع کیا۔ ظل سبحانی اس ناقدرے نے انمول پتھر کی قدر نہیں جانی۔ بادشاہ اس نادان نے شاہی خزانے کو ایسا نقصان پہنچایا جس کی تلافی ممکن نہیں۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ سب ہی نے اپنے دل کی بھڑاس نکال لی اور اپنی وفاداریاں ظاہر کیں۔ جب طوفان تھم گیا' دربار میں خاموشی چھا گئی۔ تب محمود گویا ہوا' میرے نزدیک ایاز تم سب سے بڑھ کر ہے۔ وہ مجھے بے حد عزیز ہے۔ میں اس کی قدر کرتا ہوں۔ اس سے محبت کرتا ہوں' کیونکہ وہ میرا ہر حکم مانتا ہے۔ سچا غلام وہ ہے جو اپنے آقا کے سامنے خندہ پیشانی سے سر تسلیم خم کر لے۔ تم سب نے میرا کہا نہیں مانا مگر اس نے اپنے آقا کا دل رکھنے کے لئے اس کی بات مان لی۔ اسے کہتے ہیں اطاعت گزاری اور فرمانبرداری۔ یہ کہہ کر محمود نے دربار برخاست کر دیا۔

مرسلہ: عبداللہ غزنوی' گجرات

محل سے کھنڈر تک

اندلس کے مسلم حکمرانوں میں سلطان عبدالرحمٰن ثالث مشہور ہے۔ وہ 300ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور 350ھ میں 72 سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس کی ایک عیسائی بیوی تھی جس کا نام زہرا تھا۔

سلطان نے اپنی اس بیوی کے نام پر قرطبہ کے کنارے ایک شاندار محل تعمیر کیا اور اس کا نام الزہراء رکھا۔ چار میل لمبا اور تین میل چوڑا یہ محل اتنا بڑا تھا کہ لوگ اس کو قصر الزہراء کے بجائے مدینۃ الزہراء کہنے لگے۔ اس محل کی تعمیر 325ھ میں شروع ہوئی اور پچیس سال میں 350ھ میں مکمل ہوئی۔

اس محل کے بنانے پر دس ہزار معمار، چار ہزار اونٹ اور خچر روزانہ کام کرتے تھے۔ اس میں 4316 برج اور ستون تھے۔ سنگ مرمر اور دوسرے بہت سے قیمتی سامان فرانس، ترکی، یونان، شام اور افریقہ کے ملکوں کے بادشاہوں نے بطور تحفہ دیئے تھے۔ اس کی چھتوں میں سونے چاندی کا کام اس کثرت سے کیا گیا تھا کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا جائیں۔ اس محل کے نظام اور نگرانی کے لیے 13750 ملازم مقرر تھے۔ اس کے علاوہ 13382 غلام تھے۔ حرم سرا کے اندر چھ ہزار عورتیں خدمت گزاری کے لیے حاضر رہا کرتی تھیں۔ سارا قصر باغات اور فواروں سے گلزار رہا کرتا تھا۔ یورپ اور دیگر ممالک سے سیاح بکثرت اس محل کو دیکھنے آتے۔

مگر اس عظیم الشان محل کا انجام کیا ہوا۔ 25 سال میں موجودہ معیار سے ایک کھرب روپیہ سے بھی زیادہ میں بننے والا محل صرف پچاس سال میں ختم ہو گیا۔ اندلس کے مسلم حکمرانوں کے باہمی اختلافات کی وجہ سے عیسائیوں نے ان کے اوپر قابو پا لیا اور ان کو شکست دے کر ان کا نام و نشان تک مٹا ڈالا۔ قرطبہ کا الزہراء کھنڈر بنا دیا گیا۔

اس کے بعد اس پر زمانہ کی گرد پڑتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ موجودہ زمانہ میں اس مقام کی کھدائی کی گئی مگر کھدائی کرنے والوں کو وہاں ٹوٹی ہوئی نالیوں کے سوا اور کچھ نہیں ملا۔

مرسلہ: مقصود احمد ساجد

کس شان سے پھوٹے گی سحر

اے انجم شب تاب ادھر دیکھتے رہنا
کس شان سے پھوٹے گی سحر دیکھتے رہنا
محسوس ہوئی ہے مجھے مقتل میں گھٹن سی
خطرے میں ہے قاتل کا بھی سر دیکھتے رہنا
گزرے ہیں جو چاہت میں تری دار و رسن سے
کھولیں گے وہی باب ظفر دیکھتے رہنا
اچھلا ہے چٹانوں میں جہاں خون شہیداں
پھوٹیں گے وہاں لعل و گہر دیکھتے رہنا
ہم مر کے بھی اس خاک میں ہیں زندہ جاوید
باندھیں گے عدو رخت سفر دیکھتے رہنا
اے جنت ارضی اللہ کی قسم ہم
اجلائیں گے پھر تیرے نگر دیکھتے رہنا

علی جبران

بقیہ: روداد قفس

کے بعد ضربات حق سے اسے پاش پاش کر کے سچے ربّ کو اپنے من میں بسالیا اور احد میں شہادت کا جام پیا تو نبی رحمت ﷺ کی زبان اقدس سے یہ مژدہ جانفزا ملا کہ میں عمرو کو لنگڑاتی ٹانگ سے جنت کو روندتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

ہندوستان کی تاریخ میں سومنات کا مہابت سلطان محمود کی ٹھوکروں پہ تھا تو ہزاروں پجاری دولت کے انبار لئے اپنے ربّ کو بچانے کے لئے ہاتھ جوڑے منت وسماجت کر رہے تھے' رو رہے تھے'

جیل میں ہمارے درس قرآن کی بازگشت اچھا چکر کی مسجد تک جا پہنچی۔ مسجد انتظامیہ نے ہمیں دعوت دی کہ آپ نماز ظہر کے بعد یہاں بھی درس دیں۔

گڑگڑا رہے تھے مگر اس بت شکن سلطان نے سومنات کو ٹکڑے کرتے ہوئے کہا' میں بت شکن ہوں' بت فروش نہیں۔ میں نے ہر جی حل کو قرآن وسنت کے دلائل دے کر واضح کیا کہ دنیا میں اگر کوئی سچا دین ہے تو وہ اسلام ہے۔ اس کے بعد اسے ایک کتاب پڑھنے کے لئے دی۔

ہماری دعوت وتبلیغ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے عملے کے لوگوں کے دل نرم کر دیئے۔ انہوں نے ہمیں بند وارڈ میں جمعہ ادا کرنے کی اجازت دی جو بند وارڈ کی تاریخ میں پہلا واقعہ تھا۔ اس طرح بند وارڈ کے انچارج نے ایک دن کہا' آپ کو کوئی ضرورت ہو تو بتائیں۔ میں نے انہیں کہا' ہمیں تو کوئی ضرورت نہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ بند میں قید لوگوں کی دعوت کریں۔ انہوں نے اجازت دی اور ہمارے ساتھیوں نے پندرہ دنوں میں دو دفعہ بند والے قیدیوں کی دعوت کی۔

پندرہ دن کے بعد ہمیں بند وارڈ سے اچھا چکر (سندھی میں اچھا سفید کو کہتے ہیں) میں منتقل کر دیا گیا۔ اچھا چکر میں تیرہ سو آدمی تھے۔ ہر بیرک میں 70 آدمیوں کو رکھا گیا تھا جو جگہ کی تنگی کی وجہ سے ایک دوسرے سے جڑ کر سوتے۔ اچھا چکر میں ایک مسجد بھی تھی جس میں ظہر اور عصر کی نماز باجماعت ہوتی' باقی نمازیں بیرک میں ہی ادا ہوتیں۔ ویسے بھی جیل میں یہ بات مشہور ہے کہ جو لوگ جیل میں ہیں' ان پر نماز فرض نہیں بلکہ معاف ہے کیونکہ وہ پہلے ہی ابتلاء میں ہیں۔ اسی طرح ایک اور بات بھی مشہور ہے کہ جیل کو یوسف علیہ السلام کی دعا ہے کہ جیل ہمیشہ آباد رہے گی۔ لوگ بیرک میں انفرادی نمازیں پڑھتے تھے۔ میں نے انہیں ترغیب دلائی کہ جماعت میں زیادہ ثواب ہے۔ لوگ بخوشی نماز باجماعت پڑھنے لگے۔ دو تین روز بعد میں نے تجویز دی کہ اگر نماز عصر کے بعد دو تین آیات کا ترجمہ بیان کیا جائے تو کیسا رہے گا۔ تین چار آدمیوں نے فی الفور میری اس تجویز کو سراہا اور یوں بعد نماز عصر درس قرآن شروع ہو گیا۔ پھر ہم نے باہر سے کتابیں منگوائیں جن میں بلوغ المرام بھی تھی۔ ہمارے درس قرآن کی بازگشت اچھا چکر کی مسجد تک جا پہنچی۔ مسجد انتظامیہ نے ہمیں دعوت دی کہ آپ نماز ظہر کے بعد یہاں بھی درس دیں۔ الحمدللہ تین ماہ تک مسجد میں درس کا سلسلہ چلتا رہا۔

جیل میں ہم نے خدمت خلق کا کام بھی کیا۔ جیل میں ایک بیرک نمبر 13 تھی۔ اس میں وہ لوگ رہتے ہیں جن کی ملاقات کے لئے باہر سے کوئی بندہ نہیں آتا۔ جیل میں قیدیوں کی ملاقات نہ ہو تو بندہ بھوکا مر جاتا ہے۔ بیرک نمبر 13 میں واٹر سپلائی مکمل نہ تھی۔ عصر کے بعد بند ہونے کے بعد صبح سات بجے تک پانی بیرک میں نہ جاتا جس سے وہاں قید لوگوں کو شدید مشکل کا سامنا تھا۔ میں نے جیل انتظامیہ سے بات کر کے باہر اپنے بھائیوں سے رابطہ کیا اور پھر ایک ہزار فٹ لمبی پائپ لائن بچھا کر ان کے لئے پانی کا انتظام کیا گیا۔ اچھا چکر مسجد کی چھت شکستہ تھی' سیمنٹ وغیرہ منگوا کر اس کی مرمت کروائی۔ مسجد کے ساتھ الیکٹرک واٹر کولر لگا ہوا تھا جو مدت سے خراب پڑا تھا۔ جیل کی انتظامیہ کبھی خود سے کوئی کام نہیں کرتی بلکہ جو لوگ قید ہیں انہی پہ بوجھ ڈالتی ہے۔ قیدیوں میں اتنی استطاعت ہوتی نہیں کہ وہ یہ کام کروائیں۔ میں نے بھائیوں کے تعاون سے واٹر کولر صحیح کرا دیا۔ ڈبل وارڈ جو کہ ذہنی طور پر پسماندہ لوگوں کا وارڈ تھا۔ اللہ نے اس کی مرمت کا کام بھی ہمارے بھائیوں سے لیا۔ الحمدللہ

بند وارڈ میں جب تھے تو پورے وارڈ میں بدبو اس قدر تھی کہ وہاں رہنا ممکن نہ تھا۔ ہم نے وہاں صفائی کروائی اور اپنے خرچ پہ پورے وارڈ میں (رنگ وروغن کروایا) اس کے علاوہ مخصوص لوگوں کو ادویات اور دیگر ضرورت کی اشیاء مہیا کر دیتے تھے۔ خدمت خلق کی وجہ سے لوگ ہمارا احترام کرتے اور ہماری بات غور سے سنتے۔

ٹنڈو غلام علی سندھ کا ایک علاقہ ہے۔ جہاں سے ایک مشہور ڈاکو بشیر رند بھی ہمارے ساتھ قید تھا۔ وہ روزانہ مسجد میں آ کر ہمارا درس سنتا اور سب سے اگلی صف میں آ کر بیٹھتا۔ اکثر اس سے سوال وجواب ہوتے۔ اسے یہ بات سمجھائی کہ اللہ نے آپ کو طاقت' قوت اور ذہن اس لئے دیا ہے کہ اسے اللہ کے دین کے لئے استعمال کریں نہ کہ منفی سرگرمیوں میں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ہماری بات ڈال دی اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ رہائی کے بعد باقی زندگی اللہ کے دین کے لئے بسر کرے گا۔

اسی طرح حیدرآباد کے رہائشی چھ بھائی تھے۔ قبضہ گروپ نے ان سے ان کا مکان چھین لیا اور پھر پانچ بھائیوں کو گرفتار بھی کروا دیا۔ قبضہ گروپ نے چھ مہینے تک انہیں عدالت نہ جانے دیا۔ جب عدالت میں پیشی نہ ہو تو کیس بھی نہیں چلتا اور لوگ سالوں تک یونہی جیل میں سڑتے رہتے ہیں۔ ہم نے ان سے تعاون کیا اور ان کی پہلی پیشی پہ ہی رہائی ہو گی۔ ان بھائیوں پہ اس تعاون کا بہت اثر ہوا انہوں نے کہا ہمارے علاقے میں پہلے آپ کی جماعت کا کام نہیں تھا مگر اب ہم یہ ذمہ داری لیتے ہیں اور اپنے علاقے میں دعوت وجہاد کا کام کریں گے۔

جیل میں بہت سے غیر ملکی بھی قید تھے۔ جن میں سے اکثریت کا تعلق افریقی ممالک سے تھا۔ دو چار کے سوا تمام منشیات کے سمگلر تھے۔ یہ لوگ منشیات یہاں سے خرید کر اپنے ملک لے جاتے تھے جہاں سے امریکہ اور یورپی ممالک بھیجی جاتیں۔ میں نے انہیں وائس آف اسلام مطالعہ کے لئے دیا۔ ان میں سے ایک نائیجرین جس کا نام آسکر اور جو مذہباً عیسائی تھا' سے جہاد کے موضوع پہ گفتگو ہوئی۔ میں نے اسے دلائل سے یہ بات سمجھائی کہ جہاد ہمیشہ ظالم کے خلاف ہوتا ہے خواہ وہ کسی بھی نسل اور مذہب کا ہیرو ہو۔ اس وقت کشمیر' فلسطین' عراق اور افغانستان میں مظلوم مسلمان ہیں۔ اس نے کہا اگر یہ جہاد ہے تو میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔

تین ماہ بعد ہماری ضمانت ہوئی تو لوگ کافی تعداد میں ملنے آئے میں نے ان سے گھروں کے پتے لئے۔ اپنی جگہ ایک عمر قید والے قیدی کی درس قرآن وحدیث کی ذمہ داری لگائی اور پھر یہ عزم کیا کہ جیل میں دعوتی کام کو جاری رکھیں گے بلکہ پورے ملک کی جیلوں میں دعوتی نظم قائم کریں گے...... رہائی کے بعد الحمدللہ مسلسل اپنے پیچھے قائم کردہ نظم سے رابطہ رکھا ہے جس میں ایک بہت بڑا مسئلہ ادویات کا ہے۔ باہر آنے کے بعد بھاری مقدار میں ادویات جیل کے ہسپتال روانہ کی ہیں۔ الحمدللہ

بقیہ: دوسری شادی کیوں ضروری؟

کے حق پر ڈاکہ ڈالا ہے اور عدم توازن کی بنا پر لوگوں کو یہ تو گوارا ہوتا ہے کہ ہماری بہن یا بیٹی ساری زندگی کنواری رہے مگر یہ منظور نہیں کہ دوسری شادی والے شخص سے شادی کر دی جائے اور معاشرے سے متاثر شدہ دوسرے لوگوں میں یہ منفی رجحان پیدا ہوتا ہے کہ دوسری شادی کسی صورت کرنی ہی نہیں چاہئے۔

یہ وہ سوچ ہے جو قرآن وسنت کے منافی ہے۔ یقیناً دوسری شادی کا ہر شخص مکلف نہیں ہو سکتا' مگر کچھ صورتیں ایسی بھی ہیں کہ دوسری شادی ممکن ہے (جن پر ہم روشنی ڈال چکے ہیں)

"پیغام"

ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم (مرد وخواتین) کو اپنی سوچ کو خود غرضی اور ذاتی مفاد سے ہٹا کر قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھالیں۔ اور قرآن وسنت کے ہر فرمان کی روح کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ یقیناً اس میں ہم سب کی بھلائی اور فلاح پوشیدہ ہے۔ اور آنے والے وقت سے ہم آہنگ ہونے کا تقاضا ہے۔

بقیہ: موساد کا عراقی ایجنٹ

امریکہ کو ان سرحدی علاقوں میں مسلسل ناکامی کا سامنا ہے۔ اب شمالی عراق میں موساد مقامی ایجنٹوں کے ذریعے مجاہدین کے حامی افراد کی نشاندہی حاصل کر کے امریکی افواج کو مہیا کرتی ہے۔ جس پر امریکی فضائیہ ان مجاہدین کے ٹھکانوں پر حملے کرتی ہے جس میں بے گناہ عراقی مسلمانوں کا زیادہ جانی نقصان ہوتا ہے۔ اس بنا پر اب مجاہدین نے اپنی صفوں میں بھی انٹیلی جنس دستے تشکیل دیئے ہیں جو ان مقامی امریکی ایجنٹوں کا پتہ چلاتے ہیں۔ جن کی مخبری پر امریکی فضائیہ شہری آبادی کو نشانہ بناتی ہے۔

قسط نمبر 53

درس قرآن

الکلام المونس فی تفسیر سورۃ یونس

سورۂ یونس کی تشریح وتفسیر

ابوعمر عبدالغفار المدنی حفظہ اللہ

انسان مشکل میں اللہ کو خوب یاد کرتا ہے لیکن خوشحالی میں اسے یکسر بھول جاتا ہے

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ
لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿11﴾ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا
كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَنْ لَمْ يَدْعُنَا إِلَى ضُرٍّ مَسَّهُ كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ ﴿12﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا
لِيُؤْمِنُوا كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿13﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ
كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿14﴾ (یونس)

ترجمہ: اور اگر اللہ لوگوں پر جلدی سے نقصان واقع کر دیا کرتا جس طرح وہ فائدہ کے لئے جلدی مچاتے ہیں تو ان کا وعدہ کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا۔ سو ہم ان لوگوں کو جن کو ہمارے پاس آنے کا یقین نہیں ہے ان کے حال پر چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکے رہیں اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے لیٹے، بیٹھے اور کھڑے بھی۔ پھر جب ہم اس کی تکلیف اس سے ہٹا دیتے ہیں تو وہ ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے اپنی تکلیف کیلئے جو اسے پہنچی تھی کبھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا، ان حد سے گزرنے والوں (مسرفین) کے اعمال کو، ان کے لئے اسی طرح خوشنما بنا دیا گیا ہے اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا جب کہ انہوں نے ظلم کیا حالانکہ ان کے پاس ان کے پیغمبر بھی دلائل لے کر آئے، اور وہ ایسے کب تھے کہ ایمان لے آتے؟ ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں پھر ان کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے ان کے تم کو جانشین کیا تاکہ ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو۔

مفردات:۔ طغیان باب طغی یطغی (منع یا علم یعلم) کا مصدر ہے جس کا معنی حد سے بڑھنا اور سرکشی وشرارت ہے۔ دریا میں طغیانی آگئی کا مطلب ہے کہ پانی اس کے کناروں سے تجاوز کر گیا۔ (بڑھ گیا) طاغوت کو طاغوت اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مخلوق اور خالق کے ماتحت ہونے کے باوجود مقام بندگی وعاجزی سے تجاوز کرکے سرکش وشریر بن گیا ہے۔

۲۔ یعمھون = عمہ یعمہ (باب علم یعلم) میں سے جمع مذکر غائب فعل مضارع معلوم ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ وہ سرگرداں وپریشان ہیں۔

۳۔ قرون = قرن کی جمع ہے' قرن سے سو (۱۰۰) یا اسی (۸۰) سال کا زمانہ۔ اس سے ایک صدی (سو سال) کے زمانہ کے لوگ مراد لئے جاتے ہیں۔ کیونکہ عام طور پر ایک قوم (نسل) کا زمانہ ایک صدی پر مشتمل ہوتا ہے اسلئے قرن سے مراد ایک قوم اور قرون سے مراد کئی اقوام ہیں۔

۴۔ خلائف = خلیفۃ کی جمع ہے جس کا معنی "نائب اور جانشین" ہے۔

تفسیر =

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت وشفقت' حلم وعفو کا بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت زیادہ مہربان ہیں۔ جب لوگ اللہ تعالیٰ سے خیر وفلاح اور اچھائی اور بھلائی طلب کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی جلد سنتے ہیں اور ان کو ان کی مطلوب خیر وبھلائی عطا فرمادیتے ہیں۔ لیکن انسان غصہ اور تنگی کی بناء پر اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے اور اپنے مال واقارب کے لئے بددعائیں اور لعنتیں کرتا ہے تو وہ ہم قبول نہیں کرتے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ گھبرا کر زبان سے تو اپنے لئے اور اپنی اولاد کیلئے اور اپنے مال کیلئے ہلاکتیں مانگ رہا ہے لیکن اس کے دل میں ایسا ارادہ نہیں ہے۔ اور اگر ہم انسانوں کی بددعاؤں کے مطابق ان کو ہلاک وتباہ کرنا شروع کردیں تو پھر جلد ہی یہ لوگ موت وتباہی کا شکار ہوکر اپنے انجام کو پہنچ جائیں اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے لئے اپنی اولاد کے لئے اور اپنے مال ومتاع کے لئے بددعائیں مت کیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری بددعائیں اس گھڑی کو پالیں جس میں اللہ تعالیٰ دعائیں قبول کرتے ہیں پس وہ تمہاری بددعائیں قبول فرمالے۔ سنن ابی داؤد کتاب الوتر باب النھی عن ان یدعوا الانسان علی اہلہ ومالہ۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الزھد)

یہ آیت سورہ بنی اسرائیل کی آیت کی طرح ہے کہ اور انسان برائی کی دعائیں مانگنے لگتا ہے بالکل اس کی اپنی بھلائی کی دعا کی طرح 'انسان ہے ہی بڑا جلد باز۔ (بنی اسرائیل۔۱۱)

دوسرا مفہوم اس آیت کا یہ ہے کہ جس طرح انسان خیر وفلاح طلب کرنے میں جلدی کرتا ہے اس طرح شر وبرائی کی طلب میں بھی بڑا جلد باز ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں سے کہتا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب لے کر آؤ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو جیسا کہ قرآن میں اہل مکہ کا طرز عمل بیان کیا گیا ہے۔ اور جب کہ ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ قرآن واقعی آپ کی طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کردے۔ (الانفال۔۳۲)

اور فرمایا=

یہ لوگ آپ سے عذاب کی جلدی کررہے ہیں اگر میری طرف سے مقرر کیا ہوا وقت نہ ہوتا تو ابھی تک ان کے پاس عذاب آچکا ہوتا۔ (العنکبوت۔۵۳)

اور فرمایا

ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کا سوال کیا جو ہونے والا ہے۔ (المعارج۔۱)

اور فرمایا

یا آپ آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کرکے گرادیں جیسا کہ آپ کا گمان ہے۔ (بنی اسرائیل۔۹۲)

اب اللہ تعالیٰ اگر ان لوگوں کے مطالبہ پر جلد عذاب بھیج دیتے تو یہ سب کبھی کے موت وہلاکت سے دوچار ہوچکے ہوتے لیکن ہم مہلت دے کر انہیں پورا موقعہ دیتے ہیں۔

اس آیت کا تیسرا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت وشفقت کی وجہ سے لوگوں پر مہربانی کرنے میں جلدی کرتے ہیں اسی طرح اگر ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کی گرفت اور ان کو سزا دینے میں بھی جلدی کریں تو یہ سارے ہلاک وتباہ ہوجائیں اور کوئی جاندار بھی نہ بچے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب گرفت کرنے لگتا تو روئے زمین پر ایک جاندار کو بھی نہ چھوڑتا لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک میعاد معین تک مہلت دے رہا ہے۔ سو جب ان کی وہ میعاد آپہنچے گی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آپ دیکھ لے گا۔ (فاطر۔۴۵)

آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ چونکہ ہم اپنی رحمت وشفقت کی وجہ سے بندوں کو ان کی بداعمالیوں اور جلد بازیوں کے باوجود عذاب وہلاکت سے دوچار نہیں کرتے اس لئے ہم ان لوگوں کو بھی مہلت دیتے ہیں اور جلد عذاب سے دوچار نہیں کرتے جن کو ہماری ملاقات کا یقین نہیں یعنی آخرت کے منکر ہیں اور وہ اپنی سرکشی ونافرمانی میں سرگرداں وپریشان ہیں اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے متعلق ایک حقیقت بیان کی ہے کہ انسان کی طبیعت وفطرت ہے کہ جب وہ کسی مصیبت وتکلیف میں گرفتار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو سچے دل سے پکارنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے کئی عہد وپیمان اور اعتراف واقرار کرتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے لیٹے ہوئے یعنی تمام حالتوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا والتجا کرتا ہے اور توبہ واستغفار کرتا ہے کہ اے اللہ میری تکلیف دور کر' میری مشکل کشائی اور حاجت روائی فرما میری دستگیری وفریاد رسی فرما اب میں تیری حکم عدولی ونافرمانی نہیں کروں گا جب اللہ اس کی مصیبت دور فرمادیتے ہیں تو پھر سب کچھ بھول جاتا ہے نہ اسے اللہ یاد رہتا ہے اور نہ اللہ سے کئے ہوئے عہد وپیمان یاد رہتے ہیں اور نہ اپنے اعترافات اور اقرارات کا پاس رکھتا ہے پھر اسے اپنے خود ساختہ مشکل کشاء وحاجت روا اور دستگیر وفریادرس یاد آنے لگتے ہیں۔ اور ایسا ہوجاتا ہے کہ گویا اس نے اپنی تکلیف کے لئے جو اسے پہنچی تھی کبھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا جیسا کہ مشرکین مکہ اور دوسرے مشرکین کی عادت قرآن مجید میں ذکر کی گئی ہے۔

اور سمندروں میں مصیبت پہنچتے ہی جنہیں تم پکارتے تھے سب گم ہوجاتے ہیں صرف اللہ باقی رہ جاتا ہے پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ (بنی اسرائیل ۶۷)

ایک اور مقام پر فرمایا۔

اور جب ہم لوگوں کو اس امر کے بعد کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھادیتے ہیں تو وہ فوراً ہی ہماری آیتوں کے بارے میں چالیں چلنے لگتے ہیں' آپ کہہ دیجئے کہ اللہ چال چلنے میں تم سے زیادہ تیز ہے' بالیقین ہمارے فرشتے تمہاری سب چالوں کو لکھ رہے ہیں۔ وہ اللہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں چلاتا ہے' یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعے سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں ان پر ایک جھونکا سخت ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ (برے) آگھرے' (اس وقت) سب خالص اعتقاد کرکے اللہ ہی کو پکارتے ہیں کہ اگر تو ہم کو اس سے بچالے تو ہم ضرور شکرگزار بن جائیں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو بچالیتا ہے تو فوراً ہی وہ زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں اے لوگو! یہ تمہاری سرکشی تمہارے لئے وبال ہونے والی ہے دنیاوی زندگی کے (چند) فائدے ہیں' پھر ہمارے پاس تم کو آنا ہے پھر ہم سب تمہارا کیا ہوا تم کو بتلادیں گے (یونس ۲۱۔۲۳)

اور فرمایا

اور جب ان پر موجیں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو وہ (نہایت) خلوص کے ساتھ اعتقاد کرکے اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔ پھر جب وہ (باری تعالیٰ) انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف پہنچاتا ہے تو کچھ ان میں سے اعتدال پر رہتے ہیں' اور ہماری آیتوں کا انکار صرف وہی کرتے ہیں جو بدعہد اور ناشکرے ہوں۔ (لقمان ۳۲)

باقی صفحہ 55 پر

ٹیلیفون کا غیر مُحتاط اِستعمال

خواتین کیلئے تباہی کا زینہ

''فون کی گھنٹی بجتی ہے...... پھر دوبارہ سہ بارہ بجتی ہے...... گھر میں موجود بچی آگے بڑھتی ہے' رسیور اٹھاتی ہے اور ''ہیلو'' کہنے کے ساتھ ہی کہتے ہے ''جی فرمائیے! آپ نے کس سے ملنا ہے'' جواب میں کسی کا فرضی نام پکارا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے ''اس نام کا یہاں کوئی فرد نہیں رہتا' سوری رانگ نمبر'' اور پھر وہ فون بند کردیتی ہے۔ لیکن جونہی وہ رسیور رکھتی ہے فون کی گھنٹی دوبارہ چیخ اٹھتی ہے' وہ دوبارہ رسیور اٹھاتی ہے تو دوسری طرف سے آواز آتی ہے کہ ''اگر اس نام کا کوئی فرد گھر میں موجود نہیں تو آپ سے تو بات ہوسکتی ہے' رانگ نمبر ہی سہی لیکن یہ تو تہذیب اور شائستگی کے خلاف ہے کہ بات پوری کیے بغیر ہی فون بند کر دیا جائے۔'' یوں وہ شیطان بات سے بات نکال کر اس دوشیزہ کو باتوں میں الجھالیتا ہے اور نہایت سلجھے' دھیمے' مہذب اور شائستہ مگر مصنوعی اور خود ساختہ لہجے میں گفتگو کرتا چلا جاتا ہے اور اس پاک دامن بچی کو اپنے پرفریب جال میں پھانستا چلا جاتا ہے۔ اب یہ قسمت جلی بچی نے جو فلموں کے ہیرو دیکھ کر اپنے ذہن میں ایک آئیڈیل بنا رکھا ہوتا ہے کہ اس کا ہونے والا جیون ساتھی ایسی ایسی خوبیوں کا مالک ہوگا' وہ سمجھتی ہے کہ فون پر بات کرنے والا ہی اس کا آئیڈیل معلوم ہوتا ہے اور پھر یہ غیر شرعی' غیر فطری' غیر مہذب تصور ہی اس کو مزید گفتگو کرنے کا حوصلہ فراہم کرتا ہے۔

وہ سمجھتی ہے کہ یہ تو وہی ہے جس کے میں نے ایک عرصے سے سپنے دیکھے تھے۔ لہٰذا اس کو اپنا آئیڈیل بنا کر اب وہ روزانہ گھنٹوں اس سے ٹیلی فونک گفتگو کرتی ہے' اس دوران گھر والے کوئی خاص نوٹس نہیں لیتے بلکہ سرف نظر کرتے ہیں' اگر کوئی پوچھ بھی لے کہ وہ کہہ دیتی ہے کہ میں سہیلی سے بات کر رہی ہوں۔ یوں یہ شیطان اس کو گھر سے باہر نکل کر مخصوص طے شدہ مقام پر ملاقات کرنے پر اکساتا ہے اور پھر ملاقاتیں ہوتی ہیں...... ایک وقت آتا ہے کہ یہ لعین مردود اس کو بہلا پھسلا کر مکمل طور پر گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور یہ دوشیزہ آئیڈیل کے غیر شرعی تصور کی بنا پر اپنے اس ٹیلی فونک دوست کے ساتھ گھر سے قدم باہر نکالتی ہے اور رسوائیوں کی شاہراہ پر محو سفر ہو جاتی ہے۔

جب گھر والوں کو پتہ چلتا ہے تو ان کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں' وہ بہت تلاش کرتے ہیں...... ہر طرف سے ناکامی کے بعد جب حقیقت ان پر منکشف ہوتی ہے تو ان کے سر شرم سے جھک جاتے ہیں کہ یہ کیا ہوگیا...... بھائی ہیں کہ ندامت و شرمندگی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ ایک طرف کھڑے مٹھیاں بھینچ رہے ہیں...... ہاتھوں کو کاٹ رہے ہیں...... باپ آنسو بہائے جا رہا ہے...... کہ اب وہ لوگوں کو کیا منہ دکھائے گا...... اب اس کی پگڑی سر سے گر کر پاؤں میں آپڑی ہے...... لوگوں کی باتوں اور طعنوں کو کیسے برداشت کرے گا...... ماں ایک طرف بیٹھی بین کیے جا رہی ہے کہ ہائے میری بچی نجانے کس حال میں ہے کہاں ہے؟؟ اور ساتھ ہی اس کو یہ بھی غم کھائے جا رہا ہے کہ الزام مجھ پر ہی آنا ہے کہ تمہاری چشم پوشی غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے یہ دن دیکھنا پڑا اگر تو آنکھیں کھول کر رکھتی تو بدنامیاں آج ہمارے دروازے پر ڈیرہ نہ ڈالتیں۔

چند ماہ بعد بھائی بدنامیوں کے اس عذاب سے کسی حد تک نجات پانے کے لئے شہر ہی چھوڑ جاتے ہیں اور کسی دوسرے شہر میں جا کر رہنا شروع کر دیتے ہیں کہ اگر یہاں رہے تو لوگوں کی تیر کی طرح چبھتی نظروں' ذو معنی اشاروں' تیر و نشتر کی طرح کاٹ دار طعنوں کا عذاب ان کو ذہنی مریض بنادے گا۔ ایک عرصہ گزرنے کے بعد بھی دوشیزہ لٹی پٹی' رسوائی و بدنامی کے داغ' اپنی عصمت کی سفید چادر پر لگوائے' اپنے بابل کا دروازہ کھٹکھٹا رہی ہوتی ہے۔ گویا کہ اب وہ ہمیشگی والا کبھی نہ ختم ہونے والا رسوائیوں کا عذاب اپنے ساتھ لا چکی ہوتی ہے۔

قارئین! یہ کسی ایک مخصوص گھر کی داستان نہیں بلکہ ہمارے معاشرے میں آپ کو ایسی سینکڑوں نہیں ہزاروں کربناک داستانیں بکھری پڑی ملیں گی کہ شرعی رہنمائی نہ ہونے کی بنا پر ٹیلی فون کے ذریعہ مؤمنہ عفت و پاکیزگی کی محافظ بہنوں کو شیطانوں اور لعینوں نے شکار کیا اور پھر ہمیشہ کے لئے رسوائیوں کے دردناک عذاب میں مبتلا کر کے چلتے بنے۔''

ایسی ہی بہنوں کے لئے اور اپنی دوسری بہنوں کے لئے بھی کہ جو محفوظ ہیں لیکن کسی وقت بھی ان کے مکر وفریب کے پھندے میں پھنسنے کا اندیشہ ہے' کی رہنمائی اور حفاظت کیلئے...... **بھائی طاہر نقاش** نے سپنوں کا شہزادہ کا نام سے کتاب ترتیب دی جس میں سعاد بنت محمد فرج الریاض سعودی عرب کا کتابچہ ''فتی الاحلام'' بھی شامل ہے۔ اس کا ترجمہ محترم بھائی ظفر اقبال نے کیا ہے۔ مذکورہ کتاب کا خلاصہ بہنوں کے استفادے کے لئے پیش خدمت ہے۔

گلی گلی قائم شکار گاہیں یعنی پی سی اوز کیا گل کھلاتے ہیں؟

محترم قارئین کرام! یہ جگہ جگہ' گلی گلی' محلہ در محلہ ہر چوک اور نکڑ پر قائم پی سی او...... ہاں ہاں...... یہ پبلک کال آفس' پبلک بوتھ...... یہ ان لوگوں کی شکار گاہیں بن چکی ہیں کہ جن کے دل برائی کا مرض ہے کہ جس کو شیطان ہمیشہ بڑھاتا رہتا ہے اور وہ ہر وقت مسلم امت کی بیٹیوں کو شکار کرنے کے لئے مختلف قسم کے پاپڑ بیلتے نظر آتے ہیں۔ نت نئی تدابیر اختیار کرتے ہیں کہ جو عفت مآب بیٹیوں کے اذہان وقلوب کے کسی گوشے میں کبھی آ بھی نہیں سکتیں...... کہ کوئی ان کو شکار کرنے کے لئے اس طرح کے مذموم منصوبے بنا رہا ہوگا۔ بالکل جنگل کے شکاری کی مانند۔ اس گھناؤنے جرم میں پی سی او مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس میں ان کے مالک جو ان کو چلاتے ہیں برابر

لاہور میں چند سال پیشتر شہناز نامی عورت نے ٹیلی فونک معاشقے میں اپنے تاجر خاوند جاوید کو قتل کروا دیا اور قاتل بھی جیل میں ہی مر گیا

کے شریک ہیں۔ بلکہ ان سے بھی بڑے مجرم ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے معاشرے کے ایسے بگڑتے نوجوانوں کے لئے اپنی پی سی او میں الگ چھوٹے چھوٹے مستقل طور پر کمرے بنا چھوڑے ہیں کہ جہاں ٹیلی فون سیٹ پڑا ہوتا ہے۔ نوجوان کمرے کا دروازہ بند کر کے جہاں چاہتا ہے خود نمبر ملاتا ہے اور پھر جو دل میں آئے واہیات بکتا رہتا ہے۔ جتنی دیر دل چاہے گفتگو کے دورانیے کو طول دیتا ہے۔

حقیقی ضرورت مند پی سی او کی سہولت سے محروم اور......

یہ دورانیہ عام طور پر گھنٹوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اسی بنا پر پی سی او کا مالک اکثر یہ بہانہ بناتا ہے کہ اگر ہم صحیح لوگوں کو کہ جن کو واقعی کال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے' کو فون کروائیں تو ہم کبھی بھی اپنے تمام اخراجات پورے نہ کر سکیں اور ہماری آمدنی کبھی بھی اتنی نہ ہو جتنی کہ اب ہو رہی ہے۔

اگر ایک دل کی برائی کا شکار شخص فون کر رہا ہو اور ضرورت مند کھڑے ہوں تو پی سی او کا مالک کبھی نہیں کہے گا کہ تم بات ختم کر دو یا مختصر کرو کہ دوسروں نے بھی بات کرنی ہے' خواہ اس کے سب گاہک چلے جائیں' اس لئے کہ اس کو پتہ ہے کہ یہ دو تین گاہک زیادہ سے زیادہ مجھے 20 یا 25 روپے دے دیں گے جب کہ یہ عاشق جو مصروف گفتگو ہے اور میرا مستقل گاہک ہے کم از کم گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تو لگائے گا ہی تو کیوں میں اسے ناراض کروں اور پھر اس نے تو روزانہ آنا ہے جب کہ یہ ضرورت مند تو شاید مسافر ہو' کہ آج آیا کل نہ ہی آئے۔ عصمتوں کے یہ قاتل جب کسی بچی کو گمراہ کر دیتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ اب ہمارے جال میں پھنس گئی ہے تو پھر اس کو یہ طریقہ بتاتے ہیں کہ اگر گھر میں تنگی ہو یا ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ ممکن نہ ہو تو پھر مجھے فلاں ٹائم اتنے بجے سے اتنے بجے تک فلاں نمبر پر کسی پی سی او سے آ کر فون کرنا۔ اب اس گمراہ ہونے والی بچی کا وطیرہ بن جاتا ہے کہ وہ پی سی او سے جا کر اس سے گھنٹوں محو گفتگو رہتی ہے۔ اسی طرح بعض پی سی او والوں نے ایک فالتو نمبر لگوایا ہوتا ہے کہ جو استعمال نہیں ہوتا۔ یہ ٹیلی فونک عاشق مذکورہ غیر مصروف نمبر لڑکیوں کو دیتے ہیں کہ مجھے اس نمبر پر فون کرنا۔ یوں وہ لڑکی کسی پی سی او سے دوسرے پی سی او میں موجود غیر مصروف فون پر کال کرتی ہے اور یوں یہ رابطہ پوائنٹ مستقل ہو جاتا ہے اور پی سی او کا مالک اس آنے والی کال سننے کے وقت کے اعتبار سے طے شدہ مخصوص قیمت عاشق سے وصول کرتا ہے' یوں وہ دوگنی چوگنی کمائی کرتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ کمائی نہیں کر رہا ہوتا بلکہ اپنی حمیت 'غیرت' خودی اور عزت و شرف کا سودا کر رہا ہوتا ہے۔

عبدالدینار بن کر اپنی رزالت' کمینگی' حرص وطمع کا اظہار کر کے حرام روزی کما رہا ہوتا ہے جو کہ یقیناً اس کی اولاد کی بہتر پرورش نہیں کر سکتی بلکہ اس پر اس کے برے اثرات مرتب کرتی ہے اور یہ دولت آخرت میں اس کے لئے آگ کا انگارہ ثابت ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مومنوں میں فحاشی پھیل جائے تو جہنم ان کا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنوا لهم عذاب الیم فی الدنیا والاخرة والله یعلم وانتم لا تعلمون (النور: 19/24)

"بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں فحاشی (عریانی و بدکاری) کی باتیں عام ہوں' ان کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دردناک عذاب کا مزا چکھنا پڑے گا۔ اور (چھپی ہوئی غیب کی باتیں صرف) اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

چشم کشا حقائق:

تو بتانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ پی سی او اصل میں عفت مآب بچیوں کے شکار کے لئے عزتوں عصمتوں کے قاتل اور لٹیروں کے لئے وہ شکار گاہیں بن چکی ہیں کہ جہاں وہ اپنے شکار کو گھیر کر لاتے ہیں اور پھر آسانی سے مل کر اس کو شکار کرتے ہیں۔ یہ شکار گاہیں ہماری اولادوں کو ہماری بچیوں اور بہنوں کو گمراہ کر کے کیا بنانا چاہتی ہیں؟ اور یہ کہ ان شکار گاہوں میں کیا ہوتا ہے؟ ایک جھلک دکھانے کے لئے میں ہفت روزہ صحافت 24 فروری 1995ء کی ایک رپورٹ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس کے مطالعہ سے آپ اندازہ لگا سکیں گے کہ یہ پی سی او کتنے غلیظ سنٹرز بن چکے ہیں جو صرف امت مسلمہ کی بھولی بھالی بچیوں کو شکار کرنے کے لئے اس گھناؤنے کردار کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ہفت روزہ صحافت لکھتا ہے۔

پی سی او یعنی پبلک کال آفس بظاہر عوام کی سہولت کے لئے قائم ہیں تاکہ بوقت ضرورت وہاں سے ایمرجنسی کی صورت میں ٹیلی فون کیا جا سکے۔ اسی مقصد کے لئے شہر میں مختلف مقامات پر ٹیلی فون بوسٹرز بھی نصب ہیں۔ جہاں ٹیلی فون کرنے کے لئے کریڈٹ کارڈ کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ یونٹس کے حساب سے رقم ادا کر کے کہیں سے بھی لئے جا سکتے ہیں' اس کے علاوہ اب موبائل بھی حاضر ہے کہ اگر آپ کے پاس موبائل فون ہے تو آپ کو اپنی گاڑی' ہوٹل کے کمرے حتیٰ کہ باتھ روم میں بھی کسی کا پیغام موصول ہو سکتا ہے۔

بعض ایسے گھرانے جہاں جوان بیٹے' بیٹیاں موجود ہوں یا جہاں والدین نے بل زیادہ آنے کے اندیشے کے پیش نظر ٹیلی فون لاک کیا ہوا یا ایسے گھرانے جہاں ٹیلی فون کو محض اس اندیشے سے بند الماری یا شوکیس میں تالے کے اندر رکھا جاتا ہے۔ مبادا ان کے بچے کوئی رانگ نمبر سن کر بہک نہ جائیں۔ اسی قسم کے گھرانوں کے جو بچے یہ پابندیاں برداشت نہیں کرتے اور اچھے خاصے بگڑ چکے ہوتے ہیں یا جنہوں نے باہر ہی باہر دوستیاں پال رکھی ہوتی ہیں' ان سب کے لئے جگہ جگہ قائم پی سی او اور فٹ پاتھ پر نصب ٹیلی فون بوسٹرز حاضر ہیں۔

طلباء وطالبات تباہی کی اندھی راہوں پر:

راقم نے اس سلسلے میں شہر میں قائم بہت سے پی سی او کا جائزہ لیا' ان کے مالکان سے تبادلہ خیال کیا اور یہاں پر موجود لمبی کالیں کرنے والے نوجوان طبقے کا جائزہ بھی لیا جن کی اکثریت طلبا برادری سے ہوتی ہے' جن کے کندھے پر کتابوں کا بوجھ اور دل میں کسی کی محبت کے قرض کا بوجھ ہوتا ہے۔ جسے ہلکا کرنے کے لئے وہ یہاں پر اپنے پیاروں کو لمبی لمبی کالیں کر کے بھاری جیب کو بھی اس قدر ہلکا کر دیتے ہیں کہ پی سی او سے باہر نکلتے وقت ان کی جیب میں پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہوتی اور وہ ویگن کنڈیکٹر کو ایک روپیہ بھی ادا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتے' اس لئے کہ انہوں نے اپنے جیب خرچ کی آخری پائی تک اپنے کسی "پیارے" کے نام کیے جانے والے ٹیلی فون کی نذر کر دی ہوتی ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اکثر و بیشتر پی سی او کی آمدن کا بڑا ذریعہ یہی نوجوان نسل ہے۔ ایک پی سی او کے مالک ناصر وقار سے جب اس بارے میں بات ہوئی تو انہوں نے کہا ایک عام آدمی کی کال ہمیں مہنگی پڑتی ہے جو تین روپے فی کال دے کر ہمارے ٹیلی فون کو اپنی ملکیت سمجھ لیتا ہے اور جب تک اس کے ہاتھ سے ٹیلی فون ریسیور نہ چھینو وہ مخاطب سے "ہور کی حال اے' ہور کی حال اے" کی تکرار نہیں چھوڑتا۔ جب کہ اس کے مقابلے میں ہمارے پی سی او پر جو عاشقانہ مزاج رکھنے والے ٹیلی فون کرنے آتے ہیں وہ ہم سے پیسوں کی ادائیگی پر بالکل بحث مباحثہ نہیں کرتے بلکہ اگر کسی نوجوان کو ٹیلی فون پر اس کی محبوبہ مل جائے تو اس خوشی میں وہ ہمیں ایک کے دس دے جاتا ہے۔ اس لئے ہم دعا کرتے رہتے ہیں کہ یا اللہ دو چار دل پھینک جوانوں کو آج ہمارے پی سی او پر بھجوا دے' تاکہ ہماری دیہاڑی لگ جائے کیونکہ ایسے دو منچلے عاشق بھی ہمارے پی سی او پر آجائیں تو دیہاڑی لگ جاتی ہے۔

زبان کی زناکاری کے مراکز:

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اب پی سی او کے مالکان نے بھی طویل اور پرائیویٹ فون کرنے والے لڑکے اور لڑکیوں کے لئے الگ سے کیبن بنا دیئے ہیں' جہاں ان کی گفتگو نہ تو کوئی سنتا ہے اور نہ کوئی ان کے بیچ مخل ہوتا ہے۔ ندیم نامی پبلک کال آفس کے ایک مالک نے بتایا کہ ان کے پاس کئی ایسے عاشقان بھی آتے ہیں جنہوں نے فی

کال کے بجائے فی گھنٹہ کے حساب سے ٹیلی فون کال کی فیس ہم سے طے کر رکھی ہے۔ مثلاً ایک گھنٹے کی مسلسل کال کا یہ لوگ سو سے ڈیڑھ سو روپیہ بخوشی دے دیتے ہیں جب کہ اصولاً ایک ہی ڈائل ہوتا ہے۔ یوں یہ ساری رقم پی سی او کے مالک کے لئے ایک طرح کا بونس ہوتی ہے۔ موصوف نے یہ بھی بتایا کہ ایسے نوجوان لڑکے لڑکیاں جن کے گھر پر ٹیلی فون نہیں ہوتے انہوں نے اپنے واقف کار پی سی او مالکان سے یہ معاہدہ بھی کیا ہوتا ہے کہ وہ دونوں فریقوں کے ٹیلی فون پر ایک دوسرے کے لئے پیغام بھی نوٹ کریں۔ مثلاً ایک فریق انہیں فون پر پیغام دیتا ہے کہ دوسرے فریق کا جب فون آئے تو اسے کہہ دیں کہ وہ اسے پانچ بجے لارنس گارڈن میں قائداعظم لائبریری میں ملے۔ اس سوال پر کیا ایسی اضافی خدمت کا بھی آپ کوئی معاوضہ لیتے ہیں۔؟ پی سی او کے مالک نے کہا! جناب ہم اتنے بے حس بھی نہیں ہیں' تھوک کے گاہکوں کو کچھ نہ کچھ رعایت تو ہمیں دینی چاہئے۔

ایسے ہی ایک عاشق صاحب جو ایک پبلک کال آفس کے اکلوتے فون پر قبضہ جمائے اپنی کسی گرل فرینڈ سے محو گفتگو تھے' انہیں جب ایمرجنسی فون کرنے والے دوسرے گاہکوں نے ذرا سختی سے بات جلد مکمل کرنے کے لئے کہا تو ان حضرت نے جیب سے سو کا نوٹ نکال کر پی سی او کے مالک کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا ''ابھی مزید آدھے گھنٹے تک میں Busy ہوں' اپنے گاہکوں سے کہہ دو مجھے ڈسٹرب نہ کریں'' پی سی او مالک نے لپک کر سو کا نوٹ اس بازاری عاشق کے ہاتھ سے چھینا اور اپنے دوسرے گاہکوں سے معذرت کرلی۔ جن میں سے کسی نے ہسپتال فون کرنا ہوگا' کسی نے دفتر ضروری اطلاع بھجوانی ہوگی اور کسی نے اپنے عزیزوں کو فوتگی کی اطلاع دینا ہوگی۔

گوالمنڈی میں قائم ایک پی سی او کے مالک کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا کہ لڑکوں کی نسبت لڑکیاں زیادہ پریشان کرتی ہیں۔ جن کی اپنے پیاروں سے باتیں ختم ہی نہیں ہوتیں۔ سکول اور کالج ٹائم میں ہمارے پی سی او پر ایسی کئی طالبات آتی ہیں' جنہوں نے کندھوں پر کتابوں کے بیگ لٹکائے ہوتے ہیں اور مخصوص نمبر ڈائل کر کے مخاطب سے گھنٹوں محو گفتگو رہتی ہیں۔ پچھلے ایک ماہ سے میرے پاس مستقل دو لڑکیاں آرہی ہیں جو غالباً سگی بہنیں ہیں اور مقامی کالج کی طالبات ہیں۔ چھٹی کے وقت وہ میرے پی سی او پر آجاتی ہیں۔ بڑی بہن فون ڈائل کر کے بات شروع کرتی ہے اور مخاطب سے بڑے جذباتی انداز میں دل' پھول' شبنم' ستاروں اور موسموں کی باتیں کرنے کے بعد ریسیور اپنی بہن کے ہاتھ میں تھما دیتی ہے اور اس کی چھوٹی بہن بھی مخاطب سے اپنی بہن کی طرح سے ہی رومانٹک گفتگو شروع کر دیتی ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی آخر یہ چکر کیا ہے۔ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ دونوں بہنیں ہیں؟ ہم نے سوال کیا' جس پر اس نے بتایا اس حقیقت کا انکشاف اس روز ہوا جب دونوں نے مجھ سے اپنے اپنے کالج کارڈ کی فوٹو کاپیاں کروائی تھیں۔ دونوں کے ناموں کے آگے ایک ہی ولدیت اور ایک ہی گھر کا پتہ تھا۔ کیا اس ٹھوس ثبوت کے بعد بھی شک کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

گلی گلی' کوچے کوچے' اس وقت جو پبلک کال آفس کھلے ہیں ان کے مالکان کا کہنا ہے کہ اگر ان کے ہاں بازاری عاشق اور دل پھینک لڑکے لڑکیاں ٹیلی فون کرنے نہ آئیں تو شاید ان کا کاروبار ہی ٹھپ ہو کر رہ جائے کیونکہ اب تقریباً ہر دوسرے یا تیسرے گھر میں ٹیلی فون کی سہولت موجود ہے۔ اگرچہ پرائیویٹ فون کرنے والے لڑکوں' لڑکیوں کے گھروں پر بھی ٹیلی فون لگے ہوتے ہیں مگر ان کی مجبوری یہ ہوتی ہے کہ وہ گھر والوں کے سامنے اس قسم کے طویل ٹیلی فون نہیں کر سکتے۔ لہٰذا وہ ہمارے پی سی او کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اسی لئے بستے گھر اجڑتے ہیں:

میرے ایک جاننے والے بھی پی سی او چلاتے ہیں۔ انہوں نے مجھے ایک دلچسپ واقعہ سنایا' وہ کہنے لگے ''میرے پی سی او پر ایک نوجوان لڑکی جو شادی شدہ تھی' اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ روزانہ کسی کو فون کرنے آیا کرتی تھی اور دیر تک کسی شخص سے اس حد تک جذباتی اور بے باک گفتگو کرتی رہتی تھی کہ وہاں پر کھڑے دوسرے گاہک بھی شرما جایا کرتے تھے۔ یہ نوجوان لڑکی اپنے ساتھ دس بارہ سال کی جس چھوٹی بچی کو لایا کرتی تھی۔ ایک روز جب یہ بچی اپنی بڑی بہن کے طویل فون سے اکتا کر بار بار اسے فون بند کرنے کا تقاضا کرتی رہی تھی تو نوجوان لڑکی نے اپنی چھوٹی بہن کے پھول سے گال پر تھپڑ جڑ دیا' جس پر وہ بچی رو پڑی اور روتے ہوئے اپنی بڑی بہن سے کہنے لگی ''میں بھی گھر جا کے شریف بھائی سے کہوں گی کہ تو اپنے پہلے خاوند کو روز فون کرتی ہے۔'' بچی کے اس دھماکہ خیز انکشاف پر فون کرنے والی لڑکی کے چہرے کی جو کیفیت ہوئی وہ بیان نہیں کی جاسکتی۔ اس واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ پی سی او پر کیسے کیسے لوگ اور کس کس مقصد کے لئے آتے ہیں۔

فٹ پاتھوں پر لگے ٹیلی فون بوسٹرز کون استعمال کرتے ہیں؟

یہ تو خبر کہانیاں پی سی او کے حوالے سے ہیں مگر لڑکوں کے قریب فٹ پاتھوں پر لگے ٹیلی فون بوسٹرز پر جو گھنٹوں پیار کہانیاں چلتی ہیں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ 95 فیصد کریڈٹ کارڈ دل پھینک لڑکے لڑکیاں خریدتے ہیں جو انتہائی حساس قسم کی گفتگو جو کسی فرد کے سامنے نہیں کی جاسکتی وہ فٹ پاتھ پر نصب ٹیلی فون بوسٹرز کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔ چونکہ ٹیلی فون بوسٹرز پر طویل کال کی کوئی پابندی نہیں اور دوسرا جتنے آپ کے پاس یونٹ ہیں آپ انہیں استعمال کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اکثر لڑکے' لڑکیاں صرف ایک ایک کال پر سو سو یونٹ خرچ کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو دی آئی پی کلاس ہے جسے ہم پجارو اور موبائل کلچر سوسائٹی کہہ سکتے ہیں' اس کے لئے ایسا کوئی مسئلہ نہیں وہ اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر بھی موبائل پر دل کی بھڑاس نکال لیتے ہیں۔

بہر حال ہماری نوجوان نسل کا ایک طبقہ پی سی او' ٹیلی فون بوسٹرز اور موبائل سے جو کام لے رہا ہے اگرچہ اس پر کوئی قانونی ضابطہ یا پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔ کوئی یہ قابل دست اندازی جرم بھی نہیں ہے۔ البتہ مذہبی اور اخلاقی اعتبار سے یہ بات سوچنے والی ہے کہ آخر ہماری نوجوان نسل کس طرف جارہی ہے۔ ان کے والدین اور بزرگ ان کو چیک کیوں نہیں کرتے' ان کے معمولات کا نوٹس کیوں نہیں لیتے' سوال یہ بھی ہے کیا محکمہ ٹیلی فون کوئی ایسا ضابطہ بنا سکتا ہے کہ پبلک کال آفس کو ایمرجنسی اور ناگزیر پیغامات کے سوا کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہ کیا جاسکے۔ ایسی حرکتیں کرنے والی نسل سے براہ راست بھی یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ کیا وہ اس قابل ہیں کہ قومی ذمہ داریوں کا بوجھ ان کے کندھوں پر ڈالا جاسکے؟

ٹیلی فون پر عشق کرنے والوں کا بھیانک انجام:

ماہنامہ مون لاہور دسمبر 1992ء نے اپنی اشاعت میں ٹیلی فون پر عشق کرنے والوں کے متعلق ایک عبرت انگیز سروے شائع کیا۔ یہاں صرف اس کے دو واقعات آپ کے سامنے رکھتے ہیں جو شریعت سے روگردانی کرنے کے نتیجے میں ہونے والی تباہی کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

ٹیلی فونک عشق کی بنا پر خاوند کو قتل کروادیا:

لاہور میں ایک تاجر جاوید عزیز کے قتل کی واردات کے دوران یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا تھا کہ دونوں کے مابین جنسی تعلق کی ابتداء ٹیلی فون کا ''رانگ نمبر'' مل جانے سے ہوئی تھی۔ اس ''رانگ نمبر'' کی ابتداء نے ایک مشرقی عورت کو اپنے خاوند کو قتل تک کرنے پر آمادہ کر دیا۔ اس مقدمہ قتل کے ملزم اختر علی خاں تو جیل میں دم توڑ گئے تھے جب کہ شہناز کو سزائے موت ہوئی تھی۔ لیکن بعد میں بے نظیر بھٹو کے عہد میں اسے معافی مل گئی۔ ان دنوں شہناز ایک کاروباری ادارے میں سیکرٹری کی حیثیت سے ٹیلی فون ریسو کرتی ہے۔

ریل گاڑی کے نیچے سر دے دیا:

ملتان میڈیکل کالج کے ایک ذہین طالب علم کے بارے میں ایک دلچسپ اور افسوسناک واقعہ بھی اخبارات کی زینت بن چکا ہے۔ میڈیکل کے ذہین طالب علم اسد کو زرینہ نامی لڑکی ٹیلی فون کیا کرتی تھی۔ دونوں کے درمیان محبت انتہا کو پہنچ گئی اور مسلسل ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اسد نے زرینہ کے ساتھ کئی ملاقاتیں کیں۔ یہ نوجوان زرینہ کے عشق میں اس حد تک آگے چلا گیا کہ وہ اکثر اپنی کلاس سے بھی غیر حاضر پایا جانے لگا۔ اس کے نتیجہ میں کالج کے پرنسپل نے اسے کالج سے نکال دیا۔ زرینہ کی محبت میں یہ قربانی دینے کے بعد اسے والدین نے بھی گھر سے نکال دیا۔ حیرت انگیز بات یہ

تھی کہ زرینہ نے اسے یہ بھی نہیں بتایا کہ وہ طوائف زادی ہے۔ جب اسد کو زرینہ کی اصلیت کا علم ہوا تو بھی اس نے زرینہ سے شادی کرنے کو اپنی زندگی کا مشن بنایا۔ کالج سے نکالے جانے کے بعد اسد نے ایک پرائیویٹ فرم میں ملازمت اختیار کرلی۔ تھوڑے عرصے کے بعد اس کو محسوس ہوا کہ زرینہ اس سے دور ہوتی جارہی ہے۔ جب اس نے زرینہ سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ ''میں نے تو اس اسد سے محبت کی تھی جس کے بارے میں اسے یقین تھا کہ ڈاکٹر بن کر نہ صرف دولت کمائے گا بلکہ معاشرے میں اعلیٰ مقام بھی حاصل کرے گا۔'' اس کے نتیجہ میں دونوں کے درمیان نفرت ہوئی تو اسد نے خودکشی کرنا چاہی لیکن اس کے دوستوں نے اسے بچالیا۔ جب زرینہ کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے اسد کے دوستوں کے اصرار پر جھوٹا عشق کرنے کی حامی بھرلی۔ ایک روز اسد نے زرینہ سے شادی کے لئے کہا تو اس نے کہا کہ ''اسے شادی کرنے کے لئے میری والدہ کو پچاس ہزار روپے ادا کرنا پڑیں گے۔'' اسد نے زرینہ کی ماں کی یہ شرط پوری کرنے کے لئے اپنے گھر سے پچاس ہزار روپے کی رقم چوری کرکے زرینہ کی والدہ کے حوالے کردی مگر طوائف زادی رقم حاصل کرنے کے بعد وعدہ سے منحرف ہوگئی۔ اس صورتحال نے اسد کو اس قدر دلبرداشتہ کردیا کہ اس نے ریل گاڑی کے نیچے آکر خودکشی کرلی اور اپنی جیب میں جملہ لکھ کر ڈال لیا ''بھوک کے ہاتھوں تنگ آکر خودکشی کررہا ہوں۔'' اسد کے جو دوست اس کے ٹیلی فونک معاشقے کو جانتے تھے۔ انہوں نے زرینہ کو احساس دلایا لیکن طوائف زادی نے یہ کہہ ٹال دیا کہ وہ تو اسد کے عشق کو بھی عام تماش بینوں کے انداز میں لے رہی تھی۔ جب پولیس نے تلاشی کے دوران اسد کی ڈائری برآمد کی تو اس میں اس نے زرینہ کے نام ناکام حسرتوں پر مبنی ایک خط لکھا ہوا تھا۔ جس کے آخری جملہ سے ہر اہل دل رو اٹھا لکھا تھا ''میں مرنے کے لئے جارہا ہوں' جان دے کر بھی تیری رسوائی پسند نہیں کروں گا' یہی وجہ ہے کہ میں بھوک کو اپنی موت کا ذمہ دار قرار دے رہا ہوں۔''

ٹیلی فون پر عشق کرنے والے ایک جوڑے کی کہانی بہت عبرتناک ہے۔ ایک نوجوان کالج میں زیرِ تعلیم تھا۔ اکمل نامی اس نوجوان کو لڑکیوں کے ساتھ عشقیہ گفتگو کرنے کی عادت تھی۔ ایک روز اس نے شازیہ نامی لڑکی کو اپنی چکنی چپڑی باتوں کا شکار بنالیا۔ شازیہ ایک فرم میں ملازمت کرتی تھی اور دونوں فرضی ناموں سے ایک دوسرے کے ساتھ عشق و محبت کا ''فریضہ'' نبھاتے رہے۔ اکمل کو دو تین بار گفتگو کے بعد لڑکی کو اعتماد میں لینے کا فن آتا تھا۔ ایک روز سے نے شازیہ کو بھی باغ جناح میں ملاقات کی دعوت دے ڈالی۔ مقررہ جگہ پر دونوں آگئے۔ لیکن اس وقت دونوں کے چہرے شرم سے لٹک گئے جب انہیں احساس ہوا کہ وہ تو بہن بھائی ہیں۔ پتہ چلا ہے کہ اکمل اس روز سے ایسا غائب ہوا ہے کہ اس نے گھر والوں کو اپنی شکل تک نہیں دکھائی۔ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے کوئی نہیں جانتا۔

سپنوں کے شہزادے کی خواہش مند دوشیزہ کے لئے چند نصیحتیں اور ہدایتیں:

از سعاد بنت فرج (تلخیص شدہ)

(غیر محرم لڑکے) بوائے فرینڈ سے ٹیلی فون پر پہلی ملاقات پر سارے معاملات نہایت خوبصورت محسوس ہوتے ہیں اور تعلقات میں نہایت گرم جوشی دکھائی جاتی ہے۔ سپنوں میں آنے والا شہزادہ موسم بہار میں کھلنے والے سدابہار گلاب کے غنچے کی طرح لگتا ہے اور بے شمار وعدے کرتا ہے کیونکہ ہر نوجوان لڑکی کے تصور میں یہ بات راسخ ہوتی ہے کہ اسے جو شہزادہ ملے گا وہ تمام انسانی صفات حمیدہ سے متصف ہوگا۔ اسی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے شیطان کا یہ آلہ کار ہر پہلو سے لڑکی کے گرد اپنے حصار کو مضبوط کرے گا اور اپنے ہی منہ اپنی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملادے گا۔ وہ مظلومہ ناپختہ عقل و شعور والی اس کی ہر بات پر مہر تصدیق ثبت کرتی جائے گی۔ ''شہزادے'' کی باتوں سے ایسا لگے گا گویا یہ وہی تو ہے جو اسے خوابوں میں نظر آتا تھا اور جس کے متعلق سوچ کر اس کے گلابی رخساروں پر (حیاء کی) سرخی کے ڈورے چھا جاتے تھے۔ میری بھولی بہن! ابتداء میں وہ تجھے شعر سنائے گا جن کا موضوع عشق و محبت اور انسانی ہمدردی' ایثار اور قربانی ہوگا' وہ تجھے محبت کی جھوٹی کہاوتیں بھی سنائے گا اور تجھے ہر طرح سے دھوکہ دینے کی پوری کوشش کرے گا (تاکہ تمہارے دل میں وہ کسی حد تک جگہ بنانے میں کامیاب ہوجائے کہ جس کی بنا پر ہی اسے مستقبل میں کامیابی حاصل کرنا ہے) کچھ دنوں کے بعد مظلوم لڑکی کو اپنے ساتھ ہونے والے سانحہ کی خبر ہوگی کہ (دل و دماغ کے) تمام امور پر اس کا کنٹرول ختم ہوچکا ہے اور شہزادے کا جھوٹ اس کی عقل اور دل (کو مفلوج کرکے اس) پر کنٹرول حاصل کرچکا ہے۔

لیکن ابھی آزمائش کی گھڑیاں ختم نہیں ہوئیں' ابھی ذلت کی اور بھی تنگنائیاں اور اتھاہ گہرائیاں باقی ہیں کہ جہاں اس بیچاری کو دھکیلا اور پھینکا جائے گا۔ وہ اسے باور کرائے گا کہ کتنی ہی مدت سے میں تجھے تلاش کررہا تھا۔ مجھے معلوم ہوچکا تھا کہ تیرے بغیر میری زندگی بے رنگ و بے بو تھی' میں کسی ایسے دل کی تلاش میں سرگرداں تھا جو میرے ساتھ محبت کرتا ہو اور ایسی ہستی کو ڈھونڈ رہا تھا جو میرے خیالات کو سمجھ جائے اور ایسے انسان کی تلاش میں گم تھا جو مجھے اپنی آغوش محبت میں لے کر ضائع ہونے سے بچالے۔ (اور اب انتہائی تلاش و جستجو کے بعد وہ گوہر نایاب مجھے تمہاری شکل میں مل گیا ہے' اب مجھے زندگی کا مقصد مل گیا ہے' تم مل گئی ہو تو گویا مجھے پوری دنیا کی دولت مل گئی ہے) اس بیچاری' مظلوم لڑکی نے اس کی ہر بات کو سچ جانا جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی' اس لڑکی کو لوٹنے کے بعد وہ شکاری اس سے فارغ ہوکر کسی نئے شکار کو تلاش کرتے ہوئے کسی اور مظلوم لڑکی کے ساتھ رابطہ کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے اور اس کے ساتھ بھی پھر دوبارہ مکاری اور دھوکہ دہی پر مبنی رٹی رٹائی یہی رومانوی باتیں کرنے لگتا ہے۔

اے میری بھولی بہن!

لہٰذا پہلی ٹیلی فونک بات چیت کے دوران ہی تجھے ہوشیار ہوجانا چاہئے۔ تجھے یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ ذلت و عار اور بدنامی کا زہر آلود خنجر ان ظالموں نے تیرے لئے بالکل تیار کررکھا ہے کہ موقعہ ملتے ہی یہ تیرے دل میں اتار دیا جائے گا...... پس تو اللہ کا خوف کر...... اپنی ذات کی اپنی عزت کی' اپنی عصمت کی حفاظت کر...... وگرنہ تو ایک جرم عظیم کا ارتکاب کرنے والی ہے...... کہ جب تو اپنے والدین اور بہن بھائیوں کو دھوکہ دے کر اور ان سے چھپ کر کسی غیر محرم مرد کو اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ اپنے بکواسات کا عکس تیرے دل میں دیکھ لے اور تیرا دوسرا جرم یہ ہوتا ہے کہ جب تو اس کا شکار ہوجاتی ہے تو پھر بھی اس کے مظالم پر رضامندی اور آمادگی کا اظہار کرتی ہے اور اس کے ہر ظلم محسوس کرتے ہوئے بھی اس پر چپ رہتی ہے۔

ایسی صورت میں تو جرم عظیم کی مرتکب ہوتی ہے وہ اس طرح کہ تو یہ ایسا کرکے اپنے اوپر اور مسلمان معاشرے کے اوپر بہت بڑا ظلم کررہی ہوتی ہے۔

گھر سے بے گھر ہونا:

گھر میں والدین ہوں یا بہن بھائی' کوئی بھی بیٹی کے ساتھ کبھی بخل سے کام نہیں لیتا بلکہ سب حتیٰ المقدور جہاں تک ہوسکے اس کی خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ خوش رہے۔ لیکن فطرت سے مجبور ہر لڑکی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ کوئی مرد اسے اپنی آغوش میں سمیٹ لے اور زندگی بھر اس پر اپنی محبت نچھاور کرتا رہے۔

ابتداء میں بات کرتے وقت زبان میں لکنت نمایاں ہوتی ہے' جملے مکمل کرنے میں دشواری ہوتی ہے کیونکہ یہ پہلا تجربہ ہوتا ہے کہ کوئی غیر محرم مرد اس کے دل کے تاروں کو چھیڑتا ہے اور پریم کا گیت اسے سناتا ہے۔ جب دوسری طرف سے شہزادے کو پورا یقین ہوجاتا ہے کہ دوشیزہ اس کے مکروفریب کے خوبصورت جال میں پھنس چکی ہے تو آخرکار اسے اپنا ٹیلی فون نمبر دے کر فون بند کردیتا ہے کہ اگر ضرورت محسوس کرو تو مجھے اس نمبر پر فون کرلینا۔ اس طرح وہ دھوکے باز اس معصوم لڑکی کو امانت میں خیانت اور عزت و احترام کی بجائے ذلت و رسوائی پر آمادہ کرتا ہے کیونکہ وہ نفسیاتی حملے کا ماہر ہوتا ہے۔

دوسری رات بذات خود دوشیزہ ریسیور اٹھاتی ہے حالانکہ نمبر ملاتے وقت اس کا ہاتھ کانپ رہا ہوتا ہے جونہی وقت مقررہ پر خوابوں کا شہزادہ ٹیلی فون کی گھنٹی سنتا ہے' پھر وہ نو دریافت دوشیزہ کی آواز سنتا ہے تو اس کو یقین ہوجاتا ہے کہ وہ اس کے جال میں پھنس چکی ہے۔

وہ اسے آرزوئیں دلاتا ہے' وعدے کرتا ہے' جھوٹے سہانے سپنے دکھاتا ہے اور اپنے آپ کو مال ودولت اور کار کوٹھی والا بتلاتا ہے۔ پھر کیا ہوتا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ "میرا دل چاہتا ہے کہ تیرا چہرہ دیکھوں۔" پوری ڈھٹائی کے ساتھ یہ چور انہی ننگے الفاظ میں فرمائش کرتا ہے۔ وہ بیچاری' سادہ لوح' سادہ زبان میں کہتی ہے کہ نہ تو میری منگنی کا پیغام دے اور نہ تو مجھ کو گھر سے باہر لے جا وغیرہ وغیرہ۔

مزید وہ اضافہ کرتے ہوئے کہتی ہے" میں کسی مرد کے ساتھ بات کرتے ہوئے ڈرتی ہوں۔ مجھے شرم وحیاء آڑے آتی ہے کہ گھر سے نکل کر خفیہ طور پر تیرے پاس ملاقات کے لئے آؤں۔ عین ممکن ہے کہ کوئی ہمیں دیکھ لے۔" وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جواب میں وہ چور اسے ڈراتے ہوئے کہتا ہے "اگر تو نے میری بات ٹھکرائی تو میں تجھ سے تعلقات توڑ دوں گا اور اگر دو دنوں کے اندر اندر میری خواہش کی تکمیل نہ کی تو آئندہ میں تجھ سے بات چیت نہیں کروں گا۔" پھر فوراً ٹیلی فون بند کر دیتا ہے۔

دوشیزہ اس مرد کو دل سے چاہ رہی ہوتی ہے۔ اسی کو اپنی آرزوؤں کا محور اور اپنا آئیڈیل سمجھ چکی ہوتی ہے۔ وہ افسردہ ہو جاتی ہے کیونکہ بزعم خود اس نے اپنے محبوب کو ناراض کر دیا ہوتا ہے۔ شیطان اسے مزید ڈراتا ہے کہ تو نے ایک معصوم انسان کو ایذاء پہنچائی ہے۔ اگر تو نے اس کی خواہش کی تکمیل نہ کی تو اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔ ایک ہی دن کے وقفے سے اس کی پریشانی اور ہیجانی کیفیت اسے مجبور کر دیتی ہے کہ وہ اپنے ٹیلی فونک محبوب کو فون کرے کہ وہ اس کو ملنے پر آمادہ ہے۔ یعنی اسے اپنا چہرہ دکھائے گی۔ لیکن صرف کھڑکی میں سے وہ چور فوراً اس کی شرط قبول کر لیتا ہے کیونکہ اس کے پاس اس سے اگلے اقدام کے لئے بھی ایک ترکیب ہوتی ہے۔ جب وہ گھر کے پچھواڑے میں پہنچ جاتا ہے (اس سے دور سے ہی ملاقات کرتا ہے) تو وہ اس کو بلیک میل کرتے ہوئے اور دھمکی دیتے ہوئے اس سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ باہر چلے ورنہ وہ اسے ان خفیہ تعلقات کی وجہ سے رسوا کر سکتا ہے اور اپنی زندگی سنوارنے کے لئے کسی اور مجبور کو تلاش کر لے گا۔ اس طرح وہ ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ابتداء میں لڑکی تردد کرتی ہے' ڈرتی ہے' شرماتی ہے۔ لیکن آخر کار اس کے ساتھ اپنے گھر سے باہر جانے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ کہاں کے لئے؟ مصیبت اور رسوائی کے گڑھے میں گرنے کے لئے۔ ہاں جی! وہ اس کے لئے زندگی بھر کی رسوائی کا سبب بنے گا۔

لوچ دار اور لچکدار گفتگو کرنے سے عورتوں کو ممانعت:

اس میں پنہاں حکمتیں: بلاشک وشبہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اسلام نے عورت کو غیر محرم مردوں سے لوچ دار اور لچکدار گفتگو کرنے اور زیب وزینت اور بناؤ سنگھار کر کے مردوں کے سامنے جانے سے صرف اس لئے منع کیا کہ وہ محفوظ اور پاک دامن رہیں اور ہر قسم کے فتنے اور فساد سے بچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"اے نبی ﷺ کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو تو (غیر مردوں) سے پست آواز میں بات نہ کرو۔ ورنہ تو بیمار دل والا انسان غلط مطلب لے سکتا ہے اور تم اچھی بات کیا کرو۔" (احزاب: 33-32)

درج بالا آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ ان کو اس بات سے ڈرا رہا ہے کہ جب وہ غیر محرم مردوں سے گفتگو کریں تو باریک آواز میں بات نہ کریں جس سے مردوں کی شہوت بھڑک اٹھے اور ان کے جذبات میں آگ لگ جائے اور بشری تقاضے کے مطابق ان کے دلوں کی امراض پر غلبہ پالیں۔

یہ خطاب کن عورتوں سے ہو رہا ہے......؟ یہ نبی ﷺ کی بیویاں اور مؤمنوں کی مائیں تھیں۔ جن کے متعلق کوئی غلط نہیں سوچ سکتا اور عقل سلیم یہ بات سوچ بھی نہیں سکتی کہ ان پاکباز عورتوں کے متعلق بھی ایسا خیال کسی کے دل میں آ سکتا ہے۔

نیز اس بات پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ تنبیہ کس زمانے میں آسمان سے اتری؟ وہ زمانہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جیسی مقدس ہستیوں کا تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام بشریت میں سے چن لیا تھا۔ اللہ ہی عورتوں اور مردوں کا خالق ہے۔

وہ یہ حقیقت بخوبی جانتا ہے کہ عورت جب نرم آواز میں بات کرے گی تو دلوں میں چھپی خواہشات بھڑکیں گی اور فتنہ وفساد کے دریاؤں میں طغیانی آجائے گی۔ مزید یہ بھی اللہ کے علم میں تھا کہ مریض دلوں والے ہر زمانے اور ہر قوم میں ہوں گے اور یہ بات بھی اللہ کے علم میں تھی کہ نجاست اور غلاظت وخباثت سے اس وقت تک نہیں بچا جاسکتا جب تک نجس اسباب سے پرہیز نہ کیا جائے۔

ایسی صورت میں عورتوں اور طہارت میں کیا تعلق رہا؟ کس طرح ممکن ہے کہ اس آلودہ فضا میں طہارت کو رواج دیا جائے۔ جس طہارت کے نفاذ کے لئے اللہ تعالیٰ اس مقدس معاشرے کی عورتوں کو نصیحت کر رہے ہیں۔ جب کہ ہمارے ہاں عورتیں بذات خود اپنی ذات' اپنی حرکات اور اپنی آوازوں کو باعث فتنہ بنا رہی ہیں۔ لہٰذا اے بہن! تجھے نہایت احتیاط کی ضرورت ہے۔ جو بھی انسان نما شیطان تجھے دعوت دے کہ "آ! دل کا حال سنو اور سناؤ......تو خبردار! یہ بہت بری ذلت ناک اور ہلاکت خیز بیماری ہے۔ اس لعین کی دعوت کو تو فوراً ٹھکرا دے کیونکہ اس دعوت کو قبول کرنے کا لازمی نتیجہ تیری اور تیرے جیسی دیگر مسلمان دوشیزاؤں کے لئے تباہی ہوگا۔"

یہ دعوت تجھے ایسے لوگوں سے مل رہی ہے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی امانت میں خیانت کی بلکہ اپنی عزت اور پورے مسلمان معاشرے کی عزت میں خیانت کی۔ بلاشک وشبہ وہ تیرے دشمن ہیں کیونکہ وہ تجھے ذلتوں اور رسوائیوں کی طرف بلا رہے ہیں کہ جن ذلتوں کا تجھے ابھی شعور نہیں۔ لہٰذا (جب کوئی کسی بھی ذریعہ سے تجھ تک پہنچنے یا رابطہ کرنے کی کوشش کرے تو) تو ان کو ایسی دوٹوک بات کہہ جو تاریخ میں سنہری الفاظ میں لکھی جائے۔ تو پوری وضاحت اور جرأت سے کہہ دے کہ جو کوئی شر اور فساد کی طرف بلانا چاہے' میرے ہاں اس کی بات سننے کیلئے یا اس کا احترام کرنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

عزت کو خاک میں ملانا اور تکریم وشرافت کو پامال کرنا:

اے میری پیاری بہن! اگر تو کسی کی بیوی ہے تو کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تیرا خاوند تیرے علاوہ کسی اور کے ساتھ پیار کی پینگیں بڑھائے؟ اور اگر تو غیر شادی شدہ ہے تو کیا کسی نوجوان کی اس بات کی تو تصدیق کرے گی کہ صرف تو ہی اس کی اکیلی محبوبہ ہے۔ جس نوجوان کی یادداشت میں درجنوں لڑکیوں کے ٹیلی فون نمبر محفوظ ہوں' اسے بے حیاء لوگوں میں ذکی اور اصلی مرد کہا جاتا ہے۔ (یہ ان کی اصطلاح ہے) لیکن تجھے ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے پہلے یہ سوچنا چاہئے۔

ابتداء میں تیری تعریف کرتے ہوئے تمام مرد کہیں گے کہ "تو اکیلی سماج کا مقابلہ کر سکتی ہے اور تجھے خوب پھلائیں گے۔۔ آخر کار جب تجھ پر قابو پالیں گے تو تجھے برباد کر دیں گے۔

ابتداء میں تیری خوبصورتی کی تعریف کریں گے۔ لیکن جب تجھے حاصل کر لیں گے تو "زانیہ" اور "طوائف" کا لقب دیں گے۔

ابتداء میں حسن کی ملکہ کا خطاب دیں گے لیکن ایک سال کے بعد تجھے "فاحشہ اور کمینی" کہیں گے۔

اے میری بہن!

اکثر نوجوانوں اور دوشیزاؤں کے بقول ٹیلی فون حوصلہ افزائی کا ایک بہانہ ہے۔ لیکن تجھے بخوبی علم ہونا چاہئے کہ ایک ہزار میل دور واقع منزل کی طرف سفر' پہلا قدم اٹھا کر کیا جاتا ہے اور تو نے شاید اپنے قلب وذہن میں پہلے قدم کی حقیقت کو جان لیا ہو کہ ٹیلی فون پر پہلا رابطہ' یا تردد یا سوچ' یا اس طرح کی کوئی اور کوشش پہلا قدم شمار ہوتا ہے اور پھر پہلے قدم یا پہلی سیڑھی کے ساتھ دوسرا قدم یا دوسری سیڑھی ملی ہوتی ہے۔

اور جب کوئی پہلا قدم اٹھا لیتا ہے یا لیتی ہے تو پھر دوسرا قدم اٹھانے سے باز رہنا اکثر اوقات ناممکن ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ملتان میڈیکل کالج کے طالب علم اسد نے ٹیلی فونک محبوبہ زرینہ نامی طوائف زادی کے پیچھے اپنی تعلیم اور گھر بار کو خیر باد کہہ دیا

''یاایها الذین امنوا لا تتبعوا خطوات الشیطان و من یتبع خطوات الشیطان فانه یامر بالفحشاء والمنکر''(النور 21/24)

''اے مومنو! شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو۔ پس جو کوئی شیطان کے قدموں کی پیروی کرتا ہے' وہ یقیناً بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے۔''

شیطان لعین کا یہ ایجنٹ بڑا ڈھیٹ ہے۔ ابتداء میں وہ دوشیزہ کو شادی کا جھانسہ دے کر پھانستا ہے اور اسے ادھر ادھر کے مضبوط دلائل دے کر مطمئن کرتا ہے کہ وہ نوجوان (بھیڑیا) واقعی اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اسے چاہئے کہ بڑھ کر یہ ہیرا تھام لے اور خوش قسمت شہزادی بن جائے۔ اسی طرح اپنے قلب و ذہن پر چھا جانے والے خواب کی تعبیر دیکھ لے۔ یعنی اس لڑکے سے شادی کرلے۔ (ایسے موقع پر تجھ پر احتیاط واجب ہوگئی ہے۔ لیکن دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ لڑکی اس موقع پر اپنے آپ کو کہتی ہے کہ) تو اس شہزادے کے ساتھ منافقانہ رویہ اختیار مت کر اور نہ ہی اس کے مزاج کے خلاف کوئی کام کر اور اس کا کوئی مطالبہ مت ٹھکرا۔ چونکہ وہ اس بات سے ڈرتی ہے کہ کہیں وہ اپنی رائے تبدیل نہ کرلے۔ لہٰذا اسے ہر لحاظ سے خوش کرنے کی کوشش کرتی ہے تاکہ وہ واقعی اس سے شادی کرلے۔ اسی بنا پر وہ جونہی کوئی مطالبہ کرتا ہے یہ بیچاری فوراً پورا کرتی ہے اور اگر وہ مطالبہ کرے کہ کسی مسئلہ پر وہ اس کے ساتھ تبادلہ خیال کرے تو وہ ایسا کرتی ہے اور اگر وہ یہ مطالبہ کرے کہ وہ اس کا دیدار کرنا چاہتا ہے' وہ بالکل انکار نہیں کرتی۔ چاہے وہ کوئی انداز اختیار کرے۔

اور (پھر بعد میں) وہ انسان نما شیطان ''ٹیلی فونک فرینڈ'' لڑکی کی رسوائیاں دیکھ کر قہقہے لگاتا ہے اور خوش ہوتا ہے کہ کتنی کامیابی کے ساتھ اس نے ایک لڑکی کو بے وقوف بنایا ہوتا ہے اور اب وہ کسی اور کے ساتھ یہ کھیل کھیل رہا ہوتا ہے۔

میری بہنا!...... تو ان ظالموں کے ساتھ دوستی لگا کر کیا حاصل کرنا چاہتی ہے؟...... ابتدا میں تو اپنے والدین کے گھر میں ہوگی۔ پھر اگر اللہ چاہے تو اپنے خاوند کے گھر جا کر بے تاج ملکہ بن جائے گی اور آئندہ تو روشن مستقبل والی اولاد کو پالے گی۔

اگر تو اپنا دروازہ بند رکھے اور کسی نوجوان (بھیڑیے) اور زہریلے ناگ کا فون نہ سنے کہ جو تیری عزت کی دھجیاں اڑانا چاہتا ہے اور تیری معصومیت کو نوچنا چاہتا ہے۔ تو تُو نہ صرف اپنی حفاظت کرلے گی بلکہ اپنی بیٹیوں کی شرافت اور پاکدامنی اور عفت و عصمت (اور ان کے محفوظ و مامون اور باعزت مستقبل) کی محافظ بھی بنے گی۔ ان شاء اللہ

خبردار اے بہن!

خبردار!...... کسی قسم کی تصویر مت بنوانا کیونکہ انسان نما بھیڑیوں کا بہت بڑا اور کارآمد ہتھیار لڑکی کی تصویر ہوتا ہے اور اس کے ذریعے وہ لڑکیوں کی عزت و آبرو کو خاک میں ملاتے ہیں' اسے ہمیشہ خوفزدہ کرتے رہتے ہیں تاکہ جب چاہیں اس کی چیر پھاڑ کرسکیں۔ خصوصاً جب کوئی دوشیزہ اپنے بناوٹی محبوب کے ساتھ باہر جانے پر آمادگی ظاہر نہ کرے تو وہ تصویر کے ذریعے اسے پھانستا ہے۔

خبردار!...... کبھی بھی کسی کو محبت بھرے خطوط مت لکھنا۔ ایسے خطوط بھی بلیک میلنگ کا بڑا ذریعہ ہیں۔

خبردار!...... کبھی رنگین رسالوں اور ڈائجسٹوں کے قریب بھی نہ جانا کیونکہ ایسے رسائل اپنے رنگین اور چمکیلے صفحات کے اندر میٹھا زہر چھپائے ہوئے ہوتے ہیں۔ نیز ملحدانہ اور غیر مہذبانہ افکار نشر کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

خبردار!...... قسط وار ڈرامے اور گمراہ کن جنسی بے راہروی پھیلانے والی (اور عام) فلموں سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ یہ اشیاء شرم و حیاء کی قاتل ہوتی ہیں اور انسانیت کو تباہ کرنے والی اور اخلاق و اقدار کو فناء کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ خصوصاً یہود و نصاریٰ اور ہنود کی ایجاد کردہ اشیاء جو صرف اس لئے مہیا کی جاتی ہیں تاکہ تجھے تیرے ایمان اور تیری عفت سے بیگانہ کردیں۔

خبردار!...... بناؤ سنگھار اور زیبائش و آرائش کرکے بازار مت جانا کیونکہ اس طرح تو اپنے آپ کو فتنہ و فساد میں پھنسائے گی۔

خبردار!...... گمراہ ہونے والی اور گمراہ کرنے والی سہیلیوں سے بچ کیونکہ وہ اپنی بیماری کو پھیلانے کا ذریعہ بنتی ہیں۔

خبردار!...... ہر قسم کے کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے اپنے آپ کو حتی الوسع بچا کیونکہ گناہوں کا ارتکاب انسان کی بدبختی اور ہلاکت کا سبب عظیم ہے بلکہ گناہوں کی وجہ سے نعمتیں ختم ہوجاتی ہیں اور اللہ کا انتقام لازم ہوجاتا ہے اور مصیبتیں اور پریشانیاں گناہگاروں کو گھیر لیتی ہیں۔

آخر میں ہم تجھے خصوصی نصیحت کرتے ہیں کہ ملک الموت (موت کے فرشتے) کی آمد کا خیال رکھ کہ وہ کسی بھی وقت تیری روح قبض کرنے کے لئے آسکتا ہے۔ لہٰذا تو توبہ نصوح اور اعمال صالحہ کے ذریعے اس گھڑی کے لئے تیار رہ کیونکہ تجھے علم نہیں کہ موت کا فرشتہ کب تجھ پر حملہ آور ہونے والا ہے۔

آداب واحکام برائے ٹیلی فون

☆ فون عشاء کے بعد جب لوگوں کے سونے کا وقت ہوتا ہے نہ کیا جائے کیونکہ جسے رات سوتے میں بے آرام کردیا جائے تو ہوسکتا ہے اسے بعد میں نیند ہی نہ آئے اور پورا دن جس کی مصروفیت ہو تو اسے پھر نیند کے لئے رات کا ہی انتظار کرنا ہوگا اور یقیناً ڈھنگ سے وہ اپنے فرائض منصبی ادا نہیں کرپائے گا۔

☆ جسے فون کیا جائے اس کے قیمتی وقت کا احساس رکھا جائے اور بات کے لئے مختصر اور جامع الفاظ پہلے سے سوچ لئے جائیں۔

☆ اگر پہلی کوشش پہ فون کسی نے نہیں اٹھایا تو پھر سمجھ لیں وہ ابھی مصروف ہیں یا آرام کررہے ہیں اس لئے یہ بات کچھ وقت کے لئے مؤخر کردیجئے۔ کیونکہ شرعی آداب میں سے یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ دستک دی جائے' سلام کہا جائے اگر جواب نہ آئے تو تھوڑی دیر بعد دوسری دستک دی جائے اگر پھر بھی جواب نہ آئے تیسری اور آخری دستک پہ جواب نہ آئے واپس چلے آیئے۔

☆ مسجد یا مجلس میں ہوں تو موبائل بند کردیں تاکہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو البتہ ہنگامی حالت میں یا حسب ضرورت جب بھی فون کریں تو کسی کو بھی ناگوار نہ گزرے گا۔

☆ خوشی کی خبر کے لئے آدھی رات کے بعد فون قطعاً درست نہیں جبکہ فوتگی وغیرہ کی اطلاع ایک ہنگامی مسئلہ ہے اور جتنی جلدی ہوسکے نہایت قریبی عزیزوں کو فون کیا جائے۔

☆ فون پر ہیلو کی بجائے السلام علیکم کہا جائے جائے اور سیدھی دو ٹوک اور سچی گفتگو اللہ سے ڈرتے ہوئے کی جائے۔

☆ غیر محرم سے گفتگو قطعاً درست نہیں۔ ہاں کسی امر کی اطلاع کے لئے گھر کے ذمہ دار فرد ہی سے بات کی جائے یا پیغام نوٹ کروا دیا جائے۔ رانگ نمبر کا فون فوری بند کردیا جائے۔ ٹیلی فون پہ رانگ نمبر کی گفتگو یا غیر محرم سے گفتگو ایسے ہی ہے جیسا کہ کسی کے گھر بغیر اجازت گھسا جائے جبکہ بغیر اجازت دروازے سے جھانکنے کی شرعی سزا ذہن میں رکھیں حدیث میں ہے ''جو شخص کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے جھانکے تو گھر والوں کو اجازت ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں۔ (بخاری حدیث نمبر۔ 6888)

☆ مخاطب سے نہایت ادب واحترام سے گفتگو کریں لیکن اگر غیر محرم مرد آپ سے یا آپ کو بامر مجبوری اس مرد سے بات کرنا پڑے تو لہجہ میں نرمی نہیں ہونی چاہئے۔

☆ بعض لوگ کہیں کسی دفتر کا یا سرکاری فون کھلا دیکھتے ہیں جہاں پہ ان کا کوئی جاننے والا ملازم ہوتا ہے تو فون کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور ڈائری کھول کر بیٹھ جاتے ہیں اور اندرون اور بیرون شہر کالیں کرنا شروع کردیتے ہیں حالانکہ ان کو کوئی ضرورت بھی نہیں ہوتی محض مفت کا فون دیکھ کر ''بہتی گنگا میں ہاتھ دھولو'' کے مصداق ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنا اور دوسروں کا وقت اور پیسہ ضائع کرتے ہیں اور محض وقت گزارنے کے لئے یوں کہتے جاتے ہیں ''اور سنائیں کیا حال ہیں' کوئی مزید نئی تازی' وقت کیسا گزر رہا ہے' ہور کی حال اے وغیرہ۔'' ان کی اس حرکت سے اپنی رسوائی اور سبکی تو ہوتی ہی ہے جس کے مہمان ہیں ان کی عزت میں بھی فرق ڈالتے ہیں۔

☆ آواز بلند کی بجائے درمیانی رکھیں تاکہ فون سننے والا اور قریب بیٹھے ہوئے لوگ ناگواری محسوس نہ کریں۔

☆ اگر آپ کے پاس کسی پڑوسی یا ساتھی کا فون پہ پیغام آتا ہے

باقی صفحہ 56 پر

بقیہ: آپ کے سوال

تمہیں کیا ہے کہ میری طرف دیکھتے ہو؟ قوم نے اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر مارنا شروع کیا جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرا رہے ہیں میں نے ان سے جھگڑنے کا ارادہ کیا لیکن خاموش ہو گیا جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے آپ نے مجھے بلایا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ نے مجھے مارا نہ ڈانٹا اور نہ برا کہا میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد تعلیم دینے والا اتنا اچھا کوئی معلم نہیں دیکھا آپ نے فرمایا: یقیناً ہماری اس نماز میں لوگوں کا کلام درست نہیں یہ تو تسبیح، و تکبیر اور تلاوت قرآن ہے۔ اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتدی کا وظیفہ یہ ہے کہ وہ نماز میں سکوت اختیار کرے اپنی آواز بلند نہ کرے صحابہ کرام ﷺ نبی کریم ﷺ کے پیچھے آواز بلند نہیں کرتے تھے معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب غلطی سے چھینک مارنے والے کو اونچی آواز میں یرحمک اللہ کہہ دیا تو صحابہ انہیں گھورنے لگے۔ اس حدیث میں "یسکتوننی" اور بعض طرق میں "یصمتوننی" کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ مقتدی خاموش رہے گا۔ ہاں جہر مقتدی کے لئے جائز ہوگا مگر اس جگہ جائز ہوگا جس کی دلیل مل جائے۔

اسی طرح صحیح البخاری وغیرہ میں امام کی اقتداء کے متعلق احادیث میں ہے کہ "فَإِذَا كَبَّرَ الْإِمَامُ فَكَبِّرُوا" جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو سے پتہ چلتا ہے کہ امام تکبیر جہری کہے گا کیونکہ مقتدی کو امام کی تکبیر کا تبھی علم ہوگا جب امام تکبیر اونچی کہے گا اور یہ بھی یاد رہے کہ نماز اللہ کے ذکر کے لئے پڑھی جاتی ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے "اقم الصلوۃ لذکری" نماز میرے ذکر کے لئے قائم کرو اور ذکر کے متعلق اللہ کا حکم ہے "وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ" (الاعراف: ۲۰۵) اپنے رب کو اپنے نفس میں یاد کر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر کا اصول تو یہی ہے کہ اسے آہستہ کیا جائے سوائے اس کے کہ جہر کی دلیل آجائے۔ امام کے جہر کی دلیلیں تو اوپر ذکر کر دی گئی ہیں جو مقتدی کی تکبیرات کے جہر کا مدعی ہو وہ اس کی دلیل پیش کرے یہ بات علمائے احناف کو بھی مسلم ہے جیسا کہ ان کی کتاب مجموعہ رسائل جلد اول تحقیق مسئلہ آمین میں لکھا ہے کہ "قرآن پاک کے ان ہی ارشادات اور روایات سے نماز کے باقی اذکار کا آہستہ پڑھنا ثابت ہو گیا" پھر آگے فائدہ دوم کے تحت لکھا ہے اصل قاعدہ یہی ہے کہ دعا اور ذکر آہستہ پڑھے جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو دلوں کے بھید سے بھی واقف ہے ہاں بعض اذکار میں اللہ کی یاد کے ساتھ انسانوں کو اطلاع دینا بھی مقصود ہوتا ہے اور انسان دل کی آواز کو سن نہیں سکتا اس لئے انسانوں کو سنانے کے لئے وہاں آواز بلند کی جاتی ہے جیسے اذان میں انسانوں کو بلانا اقامت میں مقتدیوں کو بتانا مقصود ہوتا ہے۔ امام تکبیرات انتقال اور سلام اونچی آواز سے کہتے ہیں کیونکہ مقتدیوں کو اطلاع دینا مقصود ہے لیکن مقتدی اور اکیلے نمازی کو یہ ضرورت نہیں اس لئے وہ آہستہ کہتا ہے۔

لہٰذا احناف کے اور ہمارے اس متفقہ اصول قرآنی کے مطابق مقتدی تو تکبیر آہستہ ہی کہے گا بہر کیف قرآن وسنت کے بے شمار دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ مقتدی آہستہ اور خاموشی سے ذکر واذکار اور تلاوت کرے گا جبکہ امام تکبیرات وقرات جہری کرے گا یاد رہے ایسے حیلے چال بازیاں بعض افراد کی جانب سے کتاب وسنت سے لوگوں کو دور کرنے کے لئے اختیار کی جاتی ہیں تاکہ انہیں بتایا جائے کہ دین اسلام پورا قرآن وحدیث میں نہیں بلکہ سارے کا سارا دین ان کی مزعومہ فقہ میں ہے اور اس کے لئے آج کل کئی واعظ وخطیب اور کم علم متعصب لوگ بڑی محنت کر رہے ہیں اور دن رات یہ باور کرانے کی سعی لاحاصل کر رہے ہیں کہ قرآن وحدیث ہماری مکمل راہنمائی نہیں کرتے۔ اعاذنا اللہ منہم

اور اللہ تعالیٰ راہ صواب پر استقامت نصیب فرمائے۔ اور کتاب وسنت کے دامن سے وابستہ رکھے اور زیغ وضلال سے محفوظ فرمائے۔ آمین

بقیہ: قرآن اور عصری تحقیقات

مشاہدات کو "قرآنی حقائق" کے تابع ثابت کر سکتے ہیں۔ وہ اگر خود براہ راست ابھی کسی وسیع تحقیقی مہم کا آغاز نہیں کر سکتے تو کم از کم دوسروں کے فراہم کردہ مواد اور معلومات کا جائزہ تو لیں، دوسروں سے مل کر کام کرتے ہوئے اپنا نقطۂ نظر استعمال کریں اور ان کی غلطیوں پر گرفت کریں۔

لیکن مشکل یہ بھی تو ہے کہ جہاں موجودہ زمانے کے عام مسلمان سائنس کو دوسروں کی جاگیر سمجھے ہوئے ہیں، وہاں مسلمان سائنس دانوں کو ذہنی غلامی کا روگ لگا ہوا ہے اور وہ ہر مفروضے، نظریئے اور قانون پر بلا چون وچرا ایمان لے آتے ہیں جو غیر مسلم دماغوں نے مرتب کر کے ان کے سامنے رکھ دیا ہو بلکہ بسا اوقات وہ ان باطل فلسفوں کے پرجوش وکیل بھی بن جاتے ہیں جو مغرب کی ملحدانہ ذہنیت نے قیاس سے کام لے کر سائنس کی تحقیقات کی اساس پر کھڑے کیے ہیں اور پھر ان کے حق میں اونچی علمی سطح پر نہایت زبردست پروپیگنڈا کیا ہے۔

یہ کیفیت قرون اولیٰ اور قرون وسطیٰ کے سائنسدانوں میں بہت ہی کم دیکھی جاتی ہے۔ اس کے لئے ایک سادہ سی مثال سامنے آتی ہے جو ان کی ذہنی آزادی کی دلیل ہے۔ جب عربوں نے جالینوس کے یونانی طریق علاج کو اپنایا تو انہوں نے دواؤں کے یونانی سسٹم سے نگھروں کو بالکل خارج کر دیا۔ جڑی بوٹیوں کے نگھروں کی بجائے انہوں نے معجونیں، چٹنیاں، مربے اور شربت وغیرہ تیار کر کے نئی راہیں نکالیں۔ ان میں سے بعض چیزیں زمانہ حال کے جدید ایلوپیتھک فارما کوپیا اور کوڈیکس میں موجود ہیں لیکن بیسویں صدی کے مسلمانوں نے مغربی طب کو اپنایا تو ان میں کوئی ادنیٰ ترمیم کرنے کی جرأت موجود نہ تھی۔ انہوں نے عیسائیوں کی طرح متروک نگھروں کو چپ چاپ قبول کر لیا۔ ہمارے ڈاکٹر اور دواساز ابھی تک الکوحل تک کو ترک کرنے کا اقدام نہیں کر سکے حالانکہ الکوحل کے مقاصد پورے کرنے کے لئے مسلمان اطبا صدیوں پہلے دوسری موثر تدبیریں پیش کر چکے ہیں ■

بقیہ: تذکرہ شہداء

جہادی راہوں کو اپنائیں تاکہ ہمارے گھروں سے غازی اور شہید نکلتے رہیں

وصیت نامہ ابوحنظلہ محمد رمضان

پیارے ابا جان، امی جان اور دیگر اہل خانہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں ذرا وہاں چلا ہوں مجھے یاد کرتے رہنا
میرے بعد میرے بھائیوں یہ جہاد کرتے رہنا

پیارے والدین! جب آپ کو یہ کاغذ کا ٹکڑا ملے گا تو میں اس وقت اللہ کی جنت میں پہنچ چکا ہوں گا۔ پیاری امی جان اور ابو جان! میں اگر ساری زندگی آپ کے پاؤں دھو دھو کر پیتا رہتا تو بھی آپ کا حق ادا نہ کر سکتا لیکن اب مجھے امید ہوئی ہے کہ آخرت میں خیر کا باعث بنوں گا۔

پیاری بہنو! آپ بھی نماز کی پابندی کرنا اور پردے کو لازمی کرنا اور اپنی اولادوں کو بھی پردے کی تاکید کرنا اور ان کی پرورش اسلامی طریقے سے کرنا۔ اگر اسلام کو آپ کے بیٹوں کے خون کی ضرورت پڑے تو دریغ نہ کرنا اور میری تمام رشتے داروں سے گزارش ہے کہ وہ نمازوں کی پابندی کریں اور اپنے گھروں میں اسلام نافذ کریں اور گھروں میں پردے کا اہتمام کریں اور ٹی وی جیسی لعنت کو نکال دیں۔ قرآن پاک کی تلاوت کو عام کریں اور جہادی راہوں کو اپنائیں تاکہ قیامت تک کے لئے ہمارے گھروں سے غازی اور شہید نکلتے رہیں اور قیامت کے دن ہمارا خاندان عظیم ترین خاندانوں میں سے ہو۔

کچھ سوچ کر ہی ہوا تھا موج دریا کا حریف
ورنہ مجھے بھی پتہ تھا کہ عافیت ساحل میں ہے

والسلام — ملنے کا پتہ

جنت الفردوس ...... (ان شاء اللہ)

آپ کا بیٹا محمد رمضان ابوحنظلہ

ہر امت کے لئے فتنہ والی حدیث کی تحقیق

س: کیا یہ کوئی حدیث ہے کہ ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔ اگر یہ کوئی حدیث ہے تو اس کی تخریج درکار ہے۔ (ابوایوب۔ ضلع لاہور)

ج: اللہ تعالیٰ نے ہر امت کی ابتلاء و آزمائش کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کی پیروی کرتی ہے یا ہوائے نفسانی کے پیچھے پڑتی ہے اس دنیا میں اللہ نے جن امتحانات سے انسان کو گزارنا ہے ان میں سے ایک مال بھی ہے۔ جو آدمی اپنے مال ومتاع کو اللہ کی رضامندی اور خوشنودی کے حصول لئے کے فی سبیل اللہ خرچ کرتا ہے وہ قابل رشک ہے اور جو دنیاوی جاہ وجلال' کفر وشرک کی اشاعت' آلات طرب اور ڈھول وسارنگی کی خرید وفروخت' گندے ڈائجسٹ' گانے بجانے کے آلات' فلمی سی ڈیز وغیرھا میں اپنا مال برباد کرتا ہے وہ دنیا وآخرت میں خائب وخاسر ہے مال کو فتنہ تو خود الہ العالمین نے قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ "(انفال: ۲۸) جان لو تمہارے اموال اور اولاد فتنہ ہیں۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں راقم ہیں: فتنہ سے مراد تمہارا اختبار وامتحان ہے۔ وہ تمہیں اموال واولاد عطا کر کے دیکھنا چاہتا ہے کہ تم اس پر اس کا شکر بجالاتے اور اطاعت کرتے ہو یا ان اموال کے ذریعے تم اس سے بے رغبت ہو جاتے اور منہ موڑ لیتے ہو۔ جیسے اللہ نے فرمایا ہے "إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ" (التغابن۔ ۱۵) تمہارے اموال واولاد فتنہ ہیں اور اس اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے اور ایک مقام پر فرمایا " وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً" (الانبیاء۔ ۳۵) ہم امتحان کے لئے شر اور خیر کے ذریعے تمہاری ابتلاء کرتے ہیں ایک مقام پر فرمایا" يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ" (المنافقون۔ ۹)

اے ایمان والو! تمہیں تمہارے اموال اور اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جن لوگوں نے یہ کام کیا وہ خسارہ پانے والے ہیں۔ مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ مال وزر انسان کی ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے۔ مال کے ذریعے انسان کا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے بلکہ اس دل پر حصول مال' حفاظت مال ہوس وحرص اور اس کے بڑھنے کی فکر کے گھنے پردے پڑ جاتے ہیں اور دل سیاہ ہو جاتا ہے اور اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور جس آدمی کے اندر اس قسم کے امراض جگہ پکڑ لیں اس کے لئے مال ومتاع کا اکٹھا کرنا درست نہیں ایسے لوگوں کے متعلق اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "لَا تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوا فِي الدُّنْيَا "صنعت وتجارت اور زراعت وغیرہ کو اختیار نہ کرو تم دنیا کی رغبت میں پڑ جاؤ گے۔ (صحیح ابن حبان (۷۱۰) مسند ابی یعلی (۵۲۰۰) مسند احمد ۱/۴۲۶ تاریخ بغداد ۱/۱۸ مسند حمیدی (۱۲۲) ترمذی (۲۳۲۹) مستدرک حاکم ۴/۳۲۲) ابن ابی شیبہ ۱۳/۲۴۱ کتاب الزھد احمد بن حنبل ص ۲۹ مسند طیالسی ۲/۷۴۔ ۷۵ اخبار اصبہان ۲/۱۱۶) دنیا کا مال ومتاع' صنعت وحرفت تجارت وزراعت ایسے لوگوں کو کرنی چاہئے جو اس کی وجہ سے اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔ نماز ادا کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں جیسے اللہ نے فرمایا "رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ (النور: ۳۷) اللہ کے گھر میں ایسے آدمی ہیں جنہیں تجارت اور کاروبار اللہ کے ذکر' نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے سے غافل نہیں کرتے وہ ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں پلٹ جائیں گی۔

بہر کیف مال ودولت ایک ایسی آزمائش ہے جسمیں پڑ کر انسان فتنے کا شکار ہو جاتا ہے اور اطاعت الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے آپ نے جس حدیث کے متعلق سوال کیا ہے وہ کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا "إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً وَإِنَّ فِتْنَةَ أُمَّتِي الْمَالُ" ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہوتا ہے اور یقیناً میری امت کا فتنہ مال ہے۔ یہ حدیث صحیح ابن حبان ۵/۹۱۔ ۹۲ (۳۲۱۲) ترمذی کتاب الزھد (۲۳۳۷) تاریخ کبیر للبخاری ۷/۲۲۲) طبرانی کبیر ۱۹/۱۷۹ مسند الشہاب للقضاعی (۱۰۲۲' ۱۰۲۳) مستدرک حاکم ۴/۳۱۸ مسند احمد ۴/۱۶۰ اسد الغابۃ ۴/۴۸۵ الاستیعاب ۹/۲۵۱ الاصابۃ ۸/۳۰۲۔ ۳۰۳ اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے امام ابن عبدالبر نے فرمایا (ھو حدیث صحیح" امام منذری نے الترغیب والترھیب ۴/۱۷۸ ذکر کر کے فرمایا اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح الاسناد کہا ہے۔

نماز جنازہ کی صفوں کی تعداد

س: کیا نماز جنازہ کے لئے طاق صفیں بنانا ضروری ہیں یا کہ جفت بھی بنائی جا سکتی ہیں؟

ج: نماز جنازہ کے لئے طاق صفیں بنانا ضروری نہیں بلکہ جفت بھی بنائی جا سکتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے پاس جب نجاشی کی وفات کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا "إِنَّ أَخًا لَكُمْ قَدْ مَاتَ فَقُومُوا فَصَلُّوا عَلَيْهِ قَالَ فَقُمْنَا فَصَفَّنَا صَفَّيْنِ" یقیناً تمہارا بھائی فوت ہو چکا ہے اٹھو اس کا جنازہ پڑھو جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم اٹھے آپ نے ہماری دو صفیں بنا دیں۔ (صحیح مسلم کتاب الجنائز باب صلوۃ النبی ﷺ علی النجاشی وھو غائب ۶۶/۹۵۲)

اس حدیث سے واضح ہو گیا جنازے کی صفیں دو بھی ہو سکتی ہیں کیونکہ نجاشی کا جنازہ پڑھانے کے لئے آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دو صفیں بنائی تھیں۔ لہذا طاق صفیں بنانا کوئی ضروری نہیں۔

نماز میں قضائے حاجت کا مسئلہ

س: اگر کسی آدمی کو حالت نماز میں پیشاب تنگ کر رہا ہو تو کیا ایسی صورت میں نماز ادا کرنا درست ہے؟

ج: حالت نماز میں اگر پیشاب کی حاجت ہو جائے تو نماز ترک کر کے قضائے حاجت کی جائے پھر نماز ادا کر لی جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ" کھانے کی موجودگی میں اور جب دو خبیث ترین اشیاء دھکیل رہی ہوں نماز نہیں ہوتی۔

دو خبیث ترین اشیاء سے مراد پیشاب وپاخانہ ہیں۔ اس طرح زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذا اراد احدکم الغائط فلیبداء به قبل الصلوۃ

جب تم میں سے کوئی ایک پاخانہ کرنا چاہتا ہو تو وہ اسے نماز سے پہلے کرلے۔

(بدایۃ المجتہد ۱/۱۳۱) لہذا پہلے قضائے حاجت کرلی جائے پھر نماز پڑھی جائے تاکہ نماز اطمینان وسکون سے ادا کی جا سکے۔

امام اور مقتدی کی تکبیر و تسمیع

س: امام اللہ اکبر بلند آواز سے ہے جبکہ مقتدی آہستہ امام سمع اللہ لمن حمدہ بلند آواز سے کہتا ہے جبکہ مقتدی آہستہ کہتے ہیں آپ اگر قرآن وحدیث کے دعویدار ہیں تو قرآن یا صحیح حدیث سے ثابت کریں۔ (ذوالقرنین۔ ڈیرہ غازی خان)

ج: نماز ایک اہم ترین عبادت ہے اور اس کا طریقہ کار رسول مکرم ﷺ کے ذریعے ہمیں بتایا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ جب نماز پڑھاتے تھے تو جہری تکبیر کہتے تھے جیسا کہ سعید بن الحارث بن المعلی بیان کرتے ہیں "صَلَّى لَنَا أَبُو سَعِيدٍ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيرِ حِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ وَحِينَ سَجَدَ وَحِينَ رَفَعَ وَحِينَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ (صحیح البخاری کتاب الاذان باب یکبر وھو ینھض من السجدتین (۸۲۵)

ہمیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو انہوں نے جس وقت سجدے سے سر اٹھایا اور جس وقت (دوسرا) سجدہ کیا اور جس وقت سر اٹھایا اور جس وقت دو رکعتوں سے اٹھے اونچی تکبیر کہی اور فرمایا میں نے اس طرح نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے۔

سعید بن الحارث فرماتے ہیں "اشْتَكَى أَبُو هُرَيْرَةَ أَوْ غَابَ فَصَلَّى لَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيرِ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَحِينَ رَكَعَ وَحِينَ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَحِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ وَحِينَ سَجَدَ وَحِينَ قَامَ بَيْنَ الرَّكْعَتَيْنِ حَتَّى قَضَى صَلَاتَهُ عَلَى ذَلِكَ فَلَمَّا صَلَّى قِيلَ لَهُ قَدِ اخْتَلَفَ النَّاسُ عَلَى صَلَاتِكَ فَخَرَجَ فَقَامَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ وَاللَّهِ مَا أُبَالِي اخْتَلَفَتْ صَلَاتُكُمْ أَوْ لَمْ تَخْتَلِفْ هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي (المستدرک علی الصحیحین رقم (۸۴۴) ۱/۲۲۳ ط قدیم السنن الکبری للبیہقی کتاب الصلوۃ باب جہر الامام بالتکبیر ۲/۱۸) ابویعلی (۱۲۲۹) صحیح ابن خزیمہ (۵۸۰) مسند احمد (۱۱۱۴۰) ۱۷/۲۲۴، ۲۲۵)

باقی صفحہ 23 پر

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار یا غائب تھے تو ہمیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی انہوں نے جس وقت نماز شروع کی، رکوع میں گئے اور رکوع سے سیدھے کھڑے ہوئے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور سجدے سے اپنا سر اٹھایا دوسرا سجدہ کیا اور سر اٹھایا اور دو رکعتوں سے اٹھے تو اونچی آواز سے تکبیر کہی یہاں تک کہ اپنی نماز مکمل کی انہیں کہا گیا یقیناً لوگوں نے آپ کی نماز کے بارے اختلاف کیا ہے ابوسعید رضی اللہ عنہ نکلے اور منبر پر چڑھے اور کہا۔ اے لوگو بلاشبہ اللہ کی قسم تمہاری نماز مختلف ہو یا نہ ہو مجھے کوئی پروا نہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں میں تکبیر جہری اور سری کہنے میں اختلاف رونما ہوا تھا اور مروان وغیرہ بنو امیہ کے لوگ تکبیر آہستہ کہتے تھے جس کی وجہ سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی نماز پر اختلاف کیا گیا تو انہوں نے اونچی تکبیریں کہہ کر نماز پڑھائی اور لوگوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز اسی طرح تھی یہ حدیث اس مسئلہ پر بالکل واضح ہے کہ امام تکبیریں جہراً کہے گا اور امام بیہقی نے بھی اس حدیث پر باب امام کی جہری تکبیر کا ہی قائم کیا ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ بیمار ہوئے جس بیماری میں آپ نے وفات پائی آپ کے پاس ایک آدمی نے آکر نماز کی اطلاع دی آپ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں نے کہا یقیناً ابوبکر کچے دل کے آدمی ہیں اگر وہ آپ کی جگہ پر کھڑے ہوگئے رو پڑیں گے اور قرات پر قدرت نہ رکھ سکیں گے۔ آپ نے فرمایا ابوبکر کو حکم دو وہ نماز پڑھائیں میں نے پھر وہی بات کہی آپ نے تیسری یا چوتھی دفعہ فرمایا:

تم تو صواحب یوسف ہو ابوبکر کو حکم دو وہ نماز پڑھائیں انہوں نے نماز پڑھائی پھر نبی ﷺ دو آدمیوں کا سہارا لے کر نکلے گویا کہ میں آپ کی طرف دیکھ رہی ہوں آپ کے پاؤں زمین پر لکیریں کھینچ رہے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے اور نبی ﷺ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔

"ابوبکر یسمع الناس التکبیر اور ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو تکبیر سنا رہے تھے۔ (صحیح البخاری کتاب الاذان باب من اسمع الناس تکبیر الامام (۷۱۲) صحیح مسلم کتاب الصلوۃ ۹۶/۴۱۸)

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "اشْتَكَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ وَهُوَ قَاعِدٌ وَأَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ تَكْبِيرَهُ (صحیح مسلم کتاب الصلوۃ ۸۴/۴۱۳ المسند المستخرج (۹۲۰) ابوداود (۶۰۶) نسائی کبری (۵۳۵) ابن ماجہ (۱۲۴۰) ابن حبان (۲۱۲۲) مسند احمد ۳/۳۳۴ الادب المفرد (۹۴۸) ابن خزیمہ (۴۸۶) سنن النسائی (۱۱۹۹) ابویعلی (۱۸۹۶) ابوعوانہ ۲/۱۰۸ طحاوی ۱/۴۰۴ المسند الجامع ۳/۴۷۳۔۴۷۴

رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے ہم نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی آپ بیٹھے ہوئے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو آپ کی تکبیر سنا رہے تھے

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَأَبُو بَكْرٍ خَلْفَهُ فَإِذَا كَبَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ أَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُنَا (سنن النسائی (۷۹۷) (مسلم ۸/۴۱۳)

ہمیں نبی ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی اور ابوبکر آپ کے پیچھے تھے جب رسول اللہ ﷺ تکبیر کہتے ابوبکر ہمیں تکبیر سناتے تھے۔

ان احادیث صحیحہ سے بھی معلوم ہوا کہ امام تکبیر جہراً کہے گا اور مقتدی آہستہ اگر مقتدی ہی تکبیر جہری کہتے ہوتے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو انہیں رسول اللہ کی تکبیر سنانے کی ضرورت نہ تھی۔

معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ "وَبَيْنَا أَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ فَحَدَّقَنِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ وَا ثُكْلَ أُمِّيَاهُ مَا لَكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ قَالَ فَضَرَبَ الْقَوْمُ بِأَيْدِيهِمْ عَلَى أَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُسَكِّتُونِي لَكِنِّي سَكَتُّ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَانِي بِأَبِي وَأُمِّي هُوَ مَا ضَرَبَنِي وَلَا كَهَرَنِي وَلَا سَبَّنِي مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ قَالَ إِنَّ صَلَاتَنَا هَذِهِ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ" الحدیث

(سنن النسائی کتاب الصلوۃ باب الکلام فی الصلوۃ (۱۲۱۷) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ باب تحریم الکلام فی الصلوۃ ۳۳/ ابوداود کتاب الصلوۃ باب تشمیت العاطس فی الصلوۃ (۹۳۰) مسند احمد (۲۳۷۶۲) ۳۹/۱۷۵ دارمی (۱۵۰۳) الاحاد والمثانی (۱۳۹۹) ابن الجارود (۲۱۲) ابن خزیمہ (۸۵۹) ابوعوانہ (۱۷۲۸) ابن حبان (۲۲۴۷) بیہقی ۲/۲۴۹۔۲۵۰ الاسماء والصفات للبیہقی ص ۴۲۱ التمہید ۲۲/۷۹۔۸۰ خلق افعال العباد (۱۹۳) نسائی کبری (۵۵۶) طبرانی کبیر ۱۹/۹۴۵، ۹۴۸)

میں اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نماز میں تھا قوم میں سے ایک آدمی نے چھینک ماری میں نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے قوم مجھے گھورنے لگی میں نے کہا مجھے میری ماں گم پائے

قرآن اور عصری تحقیقات

مجلہ الدعوۃ کا نیا سائنسی سلسلہ

ریاض الحسن نوری

قرآن اللہ کا قول ہے اور کائنات اللہ کا فعل۔ سائنس اس کائنات کے اصولوں کو مادی طور پر سمجھنے کی کوشش کا نام ہے۔ سائنس کی صحیح اور مسلمہ چیزوں اور قرآن کی صحیح تفسیر میں تضاد کا کوئی سوال ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فعل اور قول میں تضاد نہیں ہوسکتا۔ تضاد اور غلط فہمی اس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ خود ہمارا علم ناقص ہو۔

قرآن کے فہم میں ہمارے علم کا نقص کئی وجوہ سے ہوتا ہے۔ کبھی سلف صالحین کے اقوال سے روگردانی کرنے یا ان کی تمام آرا پر محیط نہ ہونے کی وجہ سے، کبھی صحیح، ضعیف اور موضوع روایات میں ٹھیک طور پر تمیز نہ کرنے اور جانچ میں درایت سے کام نہ لینے سے ہم قرآنی حقائق کا مکمل اور صحیح شعور نہیں کر پاتے۔ بعض اوقات ہٹ دھرمی اور تعصب یا اباحت پسندی کی وجہ سے بھی کچھ لوگ الٹی پلٹی تفسیریں کرنے لگتے ہیں۔

ایک سعی ناتمام:

سائنس بجائے خود مادی حقیقتوں کی تلاش کی ایک سعی ناتمام اور ایک سفر مسلسل ہے۔ سائنس کے سامنے جب کسی مسئلے پر کافی مواد جمع ہو جاتا ہے اور کسی حقیقت کی جھلک محسوس ہونے لگتی ہے تو قیاس یا مفروضہ Hypothesis نمودار ہوتا ہے۔ پھر جب بہت سے سائنس دان اس کو تسلیم کر لیتے ہیں اور اس کے مزید ثبوت مل جاتے ہیں تو اس کو نظریہ Theory کا مقام دے دیا جاتا ہے۔ پھر جب ایک لمبے عرصے تک اس نظریے کے پے درپے ثبوت دنیا بھر میں بہم پہنچتے رہتے ہیں اور سب سائنس دان اس سے متفق ہو جاتے ہیں تو اس نظریے کو قانون Law کا رتبہ دے دیا جاتا ہے۔ اصولی طور پر قانون بننے کے بعد اس نظریے میں تبدیلی یا ترمیم نہیں ہونی چاہیے لیکن کیا کیجئے کہ انسانی علم ہے ہی اتنا ناقص کہ قانون بنانے کے بعد بھی ترمیمات ہونے کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ ایک زمانے میں قانون Gravitational Law کو ترمیم سے بالا سمجھا جاتا تھا لیکن آئن سٹائن نے آ کر اس کو بھی ناقص قرار دے کر اس میں ترمیم کر ڈالی۔ سر جیمز جین کے نزدیک بیسویں صدی کی سب سے بڑی دریافت آئن سٹائن کی یہی تھیوری ہے۔ لطف یہ ہے کہ قانون کو ایک تھیوری نے توڑ ڈالا۔ حالانکہ تھیوری قانون سے کم درجہ پر ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ نظریہ اضافت کو ابھی تک قانون کا مقام نہیں دیا جا سکا۔[1] اس طرح سائنس تلاش حقیقت کے راستے پر آہستہ آہستہ بھٹک بھٹک کر رینگ رہی ہے۔

غیر سائنس دانوں کی سائنس پرستی:

جو لوگ سائنس کے اس پورے نشو و ارتقاء سے واقف ہیں، وہ جب آرٹس کی ڈگریاں لینے والے اصحاب کو، سائنس کی تھیوریاں (مثلاً ڈاردن تھیوری) قرآن پر ٹھونسنے کے لئے کوشاں دیکھتے ہیں تو اس طفلانہ مشغلے پر ان کو ہنسی آ جاتی ہے۔ قرآن کو مغربی نظریات کے تابع بنانے کے لئے جن حضرات نے پچھلے پچاس برس میں سرگرمی دکھائی اور ان میں جو ٹیم آج میدان میں معرکہ آراء ہے، یہ سب لوگ سائنس کی تسبیح پڑھتے ہیں، مگر اپنے زمانۂ تعلیم میں سائنس سے فرار کر کے انہوں نے آرٹس میں ڈگریاں لیں۔ پس یہ حضرات نہ تو اسلام سے کماحقہ واقف ہیں اور نہ سائنس سے، (البتہ سائنس سے مرعوب ضرور ہیں) اور رٹ دونوں کی لگاتے ہیں۔

ناطقہ سربہ گریباں ہے اسے کیا کہیے

۱۔ اب تو مغربی محققین میں مخالفین نظریہ ارتقا Anti Evolutionists کا گروہ بھی پیدا ہو گیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے Comparative Religions by A.C. Bouquet

ایک چھوٹا سا مگر اہم انکشاف:

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ یونانی سائنس کے بانی تھے لیکن آثار قدیمہ کی جدید کھدائیوں سے معلوم ہوا ہے کہ یہ صحیح نہیں۔ بابل اور اس کے ارد گرد کے لوگ (جس علاقے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے) Euclid کے مشہور تکونی مسئلہ کو Euclid سے سترہ سو سال پہلے جانتے تھے۔ ان کی بنائی ہوئی تکونی شکلیں جو مٹی کی تختیوں پر دستیاب ہوئی ہیں، اس بات کا ناقابل تردید ثبوت ہیں۔[2]

۲۔ ملاحظہ ہو۔ نیویارک ٹائمز مورخہ 8 جنوری 1950ء ص ۲۸

قدیم بیٹری سیل:

مزید سنئے کہ ہمارے پیغمبروں کی سرزمین میں مشہور شہر بغداد کے قریب سے بجلی کا ایک سیل CELL کھدوائی میں نکلا ہے، جس کا حال جارج گیمو GEORGE GAMOW مشہور ایٹمی سائنس دان نے لکھا ہے۔[3] اور یہ رائے قائم کی ہے کہ بجلی کے سیل اس زمانے میں زیورات پر سونے کی پالش چڑھانے کے لئے استعمال ہوتے تھے۔ بعد میں یہ علم دنیا سے ناپید ہو گیا اور پھر زمانہ قریب میں Dottore Galvani نے اس کو دوبارہ دریافت کیا۔

۳۔ ملاحظہ ہو اس کی کتاب ''سورج کی پیدائش اور موت'' Birth & death of the sun ص ۲۹، ۳۰

ایک روسی سائنس دان کے مطالعات:

مغربی سائنسدانوں کے انکشافات اور ان پر مبنی قیاسات سے اتنی حیرت نہیں ہوتی جتنی کے بعض نئے روسی سائنسدانوں کی دریافت سے ہوتی ہے۔ اب روسی سائنسدان بھی اللہ اور بائبل کا ذکر کرنے لگے ہیں۔ اس سلسلہ میں پراگریس پبلشرز ماسکو کی شائع کردہ ایک کتاب بڑی دلچسپ ہے جس کا نام ''بہ جادۂ انکشاف'' On the Track of Discovery ہے۔

اس کتاب میں روسی ماہر طبیعات میٹسٹ اگریسٹ Matest Agrest لکھتا ہے کہ نیچر کے دائرے میں بہت سے ناقابل حل عجائبات ہیں اور ان کی تعداد سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ بڑھتی جا رہی ہے۔

قدیم باتوں کی نئی توجیہات:

اس کی مثال دیتے ہوئے اس نے بتایا ہے کہ دنیا کے بعض حصوں میں شیشہ نما عجیب چیزیں پائی گئی ہیں جن کو Tektites

کہا جاتا ہے۔ ان میں ریڈیائی الومنیم اور بریلیم پائی جاتی ہے۔ ان کے متعلق اب تک کے قائم کردہ نظریات تسلی بخش نہیں ہیں اور Tektites کا وجود آج تک معمہ بنا ہوا ہے۔ پھر یہ کہ اس مادیت پرست اور عقلیت زدہ معاشرے کا سائنس دان پرانی مذہبی اور روایتی داستانوں LEGEND کو اہمیت دیتے ہوئے کہتا ہے کہ بہت سی پرانی کہانیاں ہم کو ملتی ہیں جن میں لوگوں کے آسمان پر جانے اور آسمان سے لوگوں کے زمین پر آنے کا ذکر ملتا ہے۔ اسی طرح بائبل میں جو کہ سب سے پرانی لکھی ہوئی چیزوں میں سے ہے، ہم یہ درج پاتے ہیں کہ قدیم زمانے میں زمین پر جن دیو رہتے تھے۔ (۶:۴ Gen.Ch وغیرہ ۱)

ایسی ہی ایک اور مثال پر بحث کرتے ہوئے روسی ماہر طبیعات کہتا ہے کہ زمانہ قدیم کے لوگ بہت سی ایسی باتیں جانتے تھے جو ہمارے موجودہ علم کے مطابق صرف پچھلے سو سال کے عرصے میں ایجاد ہونے والے جدید آلات سے ہی ثابت کی جاسکتی ہیں۔ ان میں سے ایک قابل غور بات یہ ہے کہ مشتری کے گرد جو چاند گھوم رہے ہیں ان کا ذکر ہم کو جدید سائنسی دریافت سے بہت پہلے روایات میں ملتا ہے۔ یہ سائنسی دریافت ۱۸۷۷ء میں Asaph Hall نے کی۔ حقیقت میں فرانسیسی ماہر فلکیات بیلے Baily نے اس روایت کو بنیاد بنا کر یہ رائے دی ہے کہ قدیم زمانے میں ایک قوم ایسی گزر چکی ہے جو فلکیات کے علم میں ید طولیٰ رکھتی تھی۔ یہ قوم اب ناپید ہو چکی ہے۔ یہی نظریہ مشہور جرمن ماہر فلکیات و ریاضی کارل گاس CARL GAUSS نے اپنے لیکچروں میں ۱۸۱۹ء میں بیان کیا تھا جو اس نظریاتی فلکیات Theoretical Astronomy کے موضوع پر دیئے تھے۔

۱۔ بائبل کا تصور نبوت بھی عجیب ہے گویا کہ یہ کوئی جائیداد منقولہ ہے جسے مورث کسی کو بھی اٹھا کے دے سکتا ہے۔

۲۔ دیکھئے لائف بائبل نمبر ص ۳۱،۳۹،۴۰

۱۔ واضح رہے کہ اب بہت سی عوامی اور مذہبی روایاتی باتوں LEGEND کو جنہیں پہلے اوہام قرار دیا جاتا تھا، اب سائنس میں اہمیت مل گئی ہے، بلکہ بعض صورتوں میں کسی قدیم روایت کو رہنما بنا کر تحقیق شروع کی جاتی ہے اور بالآخر اس روایت کی بنیادیں مل جاتی ہیں۔ مثلاً یہ قدیم عوامی روایت کہ زخموں سے خون کے جریان پر چاند کی حرکات کا اثر پڑتا ہے، اب ثابت ہو چکی ہے اور اس سلسلے میں مشاہدات کا تذکرہ ٹائم نیویارک میں آیا ہے۔

سنگین معمے:

بڑی بڑی جسامت Structures کے قدیم کھنڈرات دنیا کے مختلف حصوں میں ملتے ہیں جو عقل انسانی کے لئے معمہ بن کر رہ گئے ہیں۔ مثال کے طور پر مشہور تاریخی ہیکل Trilithow جو بعلبک میں Anti-Lebnon پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے وہ بڑے بڑے پتھروں سے بنا ہوا ہے۔ جو ذرا بھدے طور سے تراشے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض ۲۰ میٹر (۷۰ فٹ) لمبے ہیں اور جن کا وزن ایک ہزار ٹن ہے۔۱

یہ بھاری پتھر ایک کان سے کاٹے گئے تھے اور زمین سے ۷ میٹر (تقریباً ۲۸ فٹ) اوپر اٹھائے گئے تھے۔ یہ ایسا کام ہے جو کہ موجودہ دور کے سائنس دانوں کے لئے اپنے تمام آلات کی مدد سے بھی کٹھن ہے۔ ایک ایسا ہی بڑا پتھر جو ۲۱ میٹر (۶۷ فٹ) لمبا اور ۴ میٹر (۱۶ فٹ) چوڑا اور ۴.۲ میٹر (۱۴ فٹ) اونچا ہے۔ یہ پتھر تراشا تو گیا ہے، لیکن چٹان سے کاٹ کر بالکل علیحدہ نہیں کیا گیا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے اس کو تراشا وہ اسے یونہی کان میں چھوڑ کر چلے گئے۔ روسی مصنف کا اندازہ ہے کہ چالیس ہزار آدمی مل کر اس کو اپنی جگہ سے بمشکل کھسکا سکتے ہیں۔ وہ سوال یہ اٹھاتا ہے کہ ان جناتی چٹانوں کو کس نے کاٹا؟ کب اور کس مقصد کے لئے؟ یہ ایک حل طلب معمہ ہے۔ آج بہت سی ایسی باتیں جو پہلے ناقابل یقین اور بناوٹی سمجھی جاتی تھیں، سچ ثابت ہو رہی ہیں اور پھر یہ اعتراف بھی کرتا ہے کہ تہذیب کی ترقی نے بار بار ہمیں اپنی تاریخی سمجھ بوجھ HISTORICAL COMMONSENSE پر نظر ثانی کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اس لئے ان معموں اور ان جیسے دیگر معموں پر ہمارے مرتب کردہ نظریات کی روشنی میں دوبارہ نظر ڈالنے کی ضرورت ہے اور ان سوالات کے جوابات تک پہنچنے کے لئے نئے طریقوں سے کاوش کرنا لازم ہے۔ آخر کن لوگوں نے یہ بڑی بڑی عمارات بنائیں؟

۱۔ یاد رہے کہ اہرام مصر کے پتھر صرف ۲/۱ ٹن سے لے کر ۱۵ ٹن وزنی ہیں (صفحہ ۱۰ Reader`s Digest, May 1963) اس لئے ان پتھروں سے انہیں کوئی نسبت نہیں۔

چالیس فٹ لمبے انسان:

اس بحث کو چھیڑ کر روسی ماہر طبیعات نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ یہ بڑے بڑے پتھر ان لوگوں نے کاٹے ہیں جو کسی زمانے میں مشتری سے زمین پر آئے تھے۔۱

یہ کچھ عرصہ یہاں ٹھہرے اور محیر العقول کام کیے۔ خوش قسمتی سے سائنس دان مذکور کو ایک غار میں ایک ڈرائینگ بھی مل گئی (جس کی تصویر کتاب میں شامل ہے) جو مصنف کی رائے میں خلا بازوں Spaceman کے لباس میں ملبوس شخص سے ملتی جلتی ہے اور ۶ میٹر (۲۴ فٹ) لمبی ہے۔ تصویر چونکہ آدھے بالائی حصہ جسم کی ہے، اس لئے اندازہ کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کا قد تقریباً ۴۰ فٹ تھا۔۲

۱۔ کیا عجب کہ سوچنے کی یہ نئی روجیں دور جدید کو ایک دن اس واقعہ کے اعتراف پر بھی مجبور کر دیں کہ آدم علیہ السلام کو کسی دوسرے مقام سے زمین پر اتارا گیا۔

۲۔ ان قیاس آرائیوں کو پیش نظر رکھ کے سوچئے کہ سائنسی اور تاریخی تحقیقات کی بنیاد پر کس طرح گونا گوں آراء قائم کی جاسکتی ہیں اور اب تک ایسی جن باتوں کو ہم سائنس کے حوالے سے ناقابل تردید حقائق مانتے چلے آرہے ہیں (مثلاً نظریہ ارتقاء) کل ان کے بخیے بھی ادھڑ سکتے ہیں۔

مسلمان کے نقطۂ نظر سے:

لیکن اس کے برعکس جب مسلمان کے سامنے جناتی چٹانوں کا تذکرہ معمہ آتا ہے، جن کو روسی سائنس دان خود بھی جناتی چٹانوں کا نام دیتا ہے، تو قرآن کا علم رکھنے والا شخص فوراً پکار اٹھے گا کہ یہ کام تو سیدنا سلیمان علیہ السلام کے جنوں کا ہے۔ (چاہے وہ مشتری سے آئے ہوں یا زمین پر رہنے والے ہوں) ذرا سورۃ سبا کی متعلقہ آیات کے ترجمے پر غور فرمایئے۔

''اور سلیمان علیہ السلام کے لئے ہم نے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اس (ہوا) کی صبح کی منزل ایک مہینہ بھر کی (راہ) ہوتی اور رات کی (منزل) ایک ماہ کی اور ہم نے اس کے لئے تانبہ کا چشمہ بہا دیا اور جنات میں بعضے وہ تھے جو ان کے رب کے حکم سے ان کے آگے کام کرتے تھے اور (ہمارا فیصلہ تھا کہ) ان میں سے جو شخص ہمارے اس حکم سے سرتابی کرے گا ہم اس کو (آخرت میں) دوزخ کا عذاب چکھادیں گے۔ وہ جنات ان کے لئے وہ وہ چیزیں بناتے جو ان کو (بنوانا) منظور ہوتیں۔ بڑی بڑی عمارتیں اور پیکر اور لگن (ایسے بڑے) جیسے حوض اور (بڑی بڑی) دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہیں۔ اے داؤد کے خاندان والو! تم سب شکر ادا کرنے کے لئے نیک کام کیا کرو اور میرے بندوں میں شکر گزار کم ہی ہوتے ہیں۔ پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر دیمک کہ وہ سلیمان کے عصا کو کھاتا تھا، سو جب وہ گر پڑے تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے۔''

تفسیری روایات میں لکھا ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام ایک لمبے عرصے تک لکڑی کے عصا کا سہارا لئے رہے اور جنات آپ کو زندہ سلامت سمجھ کر عمارتیں بنانے کا کام کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جب دیمک نے عصا کو کھالیا اور عصا کے ٹوٹنے سے آپ کا جسد مبارک گر پڑا تو اس وقت جنوں کو اندازہ ہوا کہ آپ وفات پا چکے ہیں۔ ان کی وفات کا علم ہوتے ہی سارے جن کام چھوڑ کر نو دو گیارہ ہو گئے۔

راقم کی رائے میں یہ چٹان اسی زمانے سے متعلق معلوم ہوتی ہے اور اسی لئے ادھوری کان کے اندر رہ گئی ہے۔ ورنہ اس کام کو نامکمل چھوڑنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ دیگر یہ کہ پتھر تراشنے کا کام قدرے بھدے طریقے سے کیا گیا ہے، اس میں بہت اعلیٰ درجہ کی صفائی نہیں ہے۔ اس سے بھی یہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس کام کو ماہر سنگ تراشوں نے نہیں بلکہ جنوں نے سرانجام دیا ہے۔

مسئلہ کا ایک اور پہلو:

بعلبک کے متعلق ثابت ہے کہ وہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کی قلمرو میں شامل تھا۔ لیکن ہیکل سلیمانی کی طرح بعلبک میں آپ کا کوئی بلڈنگ بنوانا عام طور سے مشہور نہیں۔ لیکن اس مسئلے پر مطالعہ کرتے ہوئے جب ہم نے یاقوت حموی کی معجم البلدان اٹھائی تو معلوم ہوا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے بعلبک میں ملکہ بلقیس کے

لئے محل بنوایا تھا۔ ان کے خاص الفاظ یہ ہیں۔

ان بعلبک کانت مہر بلقیس و بہاقصر سلیمان بن داؤد علیہ السلام' وھومبنی علی اساطین الرخام

ترجمہ: بعلبک کا محل بلقیس کو مہر میں دیا گیا۔ اور وہیں سلیمان بن داؤد علیہما السلام کا محل بھی تھا جو سنگ سرخ کے ستونوں پر بنا ہوا تھا۔

غالباً ہیکل سلیمانی کی تعمیر سے فراغت کے بعد سیدنا سلیمان علیہ السلام نے جنوں کو بعلبک میں محل بنانے کا حکم دیا ہوگا۔ یا ممکن ہے کہ ساتھ ساتھ دونوں جگہ تعمیر چل رہی ہو۔ غرضیکہ قرآنی آیات سے اس ادھورے جناتی پتھر کا معمہ صحیح طور پر حل ہو جاتا ہے۔ پھر قرآن میں (سورہ ص) سیدنا سلیمان علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر ہے ''قال رب اغفرلی وھب لی ملکالا ینبغی لا حد من بعدی'' (اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھے ایسی حکومت عطا کر جو میرے بعد کسی اور کو نہ مل سکے) پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہوا اور جنوں وغیرہ پر ایسی حکومت دی کہ اس کے اثرات آج بھی روسی و دیگر سائنسدانوں کے لئے معمہ بنے ہوئے ہیں اور سب لوگ انگشت بدنداں ہیں۔ رہا ۲۰ فٹ لمبی تصویر کا معمہ تو یہ تصویر ایک جن کی خیالی تصویر سے زیادہ ملتی جلتی ہے' لیکن نامکمل چٹان تو حقیقت ہے۔ اس لئے اصل معمہ جناتی چٹانوں کا ہے جو قرآنی آیات سے بہترین طور پر حل ہو جاتا ہے۔

ابتداً عقیدہ توحید سے ہوئی:

اسی طرح اسلام' قرآن اور توریت کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت کو بنی نوع انسان شروع ہی سے تسلیم کرتے چلے آرہے ہیں لیکن بعض سائنس دان اور جدید عقلیت پرست فلسفی اس کے منکر تھے اور کہتے تھے کہ انسان پہلے پہل جس جس چیز سے خوف کھاتا تھا اس کو پوجتا تھا اس طرح اس نے بہت سے خداؤں اور دیوتاؤں کا تصور پیدا کرلیا۔ بعد میں آہستہ آہستہ ذہنی ارتقا کے ذریعے وحدانیت کا ظہور ہوا۔ لیکن موجودہ زمانے میں افریقہ کے بعض محروم علم Pygmy قبائل جو ہمیشہ سے تہذیب و تمدن اور باہر کی دنیا سے الگ تھلگ رہے ہیں' ان کا تحقیقی جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوا ہے کہ ان میں بھی وحدانیت موجود ہے اور شروع سے چلی آرہی ہے۔ اس سے بعض نئے محققین اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ انسان شروع ہی سے ایک اللہ کا قائل رہا ہے۔[1]

گویا اسلام کے اس نظریے کی تائید ہو رہی ہے کہ دراصل توحید ہی انسان کا اصلی مذہب تھا اور بعد میں لوگ جب بگاڑ کا شکار ہوئے تو انہوں نے شرک کی راہیں نکالیں۔ ان کی اصلاح کے لئے بار بار پیغمبر آتے رہے اور لوگوں کو توحید کی راہ پر ڈالتے رہے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ میں اس کے شواہد کثرت سے ملتے ہیں۔

ا۔ تفصیل اور ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو۔
Reach of Mind (A 319) Pelican Books

سدومیوں کی تباہی کا واقعہ:

قوم لوط کے مسکن SODOM اور گومور GOMMORRAH کی تباہی کے جو واقعات بائبل میں درج ہیں' ان کے بارے میں روسی سائنس پیٹسٹ اگریسٹ نے اپنی تصنیف میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ان کی نوعیت ایٹمی دھماکے کی سی ہے۔ اس سلسلے میں اس نے واقعہ کی تفصیلات بیان کرکے اس میں سے ایسے پہلو اجاگر کیے ہیں جو ایٹمی دھماکے کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔[2]

غور فرمائیے کہ یہ مادہ پرست اور ملحد اس سرزمین کا سائنس دان ہے۔ جہاں مذہب دشمنی ایک اصول کی حیثیت سے نافذ چلی آرہی ہے اور پھر اس کا دائرہ تحقیق بھی خاص طور پر طبیعیات ہے اور طبیعات کا موضوع مادہ ہے۔ اب اسی سرزمین سے بائبل کی مذہبی روایات (جو صحیح ترین شکل میں قرآن میں مندرج ہیں) کی توثیق ہونے لگی ہے اور وہ بھی مادی سائنس کے ذرائع سے۔

یہاں تک تو پہنچے یہاں تک تو آئے

ا۔ ملاحظہ ہو۔ اسے بھی بوکویٹ کی کتاب Comparative religion ص ۴۲'۴۳۔ Schmidt نے جو ڈھیروں ثبوت فراہم کیے ہیں۔ اس سے مغربی Anti Evolutionists محققین کے نظریات کی تائید ہوتی ہے۔ افسوس اس کی کتب پاکستان میں دستیاب نہیں ہیں۔ ہماری لائبریریاں سخت کس مپرسی کی حالت میں ہیں۔ کاش جتنا روپیہ ناچ گانوں پر خرچ ہوتا ہے اس کا دسواں حصہ ہی لائبریریوں پر صرف ہو جائے۔

۲۔ دیکھئے اس کی کتاب On the track of discovery (ص ۱۲ تا ۱۵)

ہواؤں کی بارآوری:

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ (الحجر۔ ۱۵)۔ (ہم نے بارآور کرنے والی ہوائیں بھیجیں) اب علم نباتات والے جانتے ہیں کہ کس طرح ہواؤں کے ذریعے نر درختوں کے Pollens مادہ درختوں تک پہنچتے ہیں۔ مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ کے اسی احسان کی طرف اشارہ ہے کہ ہوائیں کس طرح چل کر پھلوں کی تعداد میں اضافہ کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ قرآن کا بیان کردہ قانون زوجیت (کہ ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا کرکے پیدا کیا) بھی ثابت ہو چکا ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے لئے قرآن وحدیث اور سائنس کی مختلف شاخوں کا علم ضروری ہے جو آج کل بہت کم لوگوں کو حاصل ہے۔ جس طرح کسی زمانے میں منطق وغیرہ کو درس نظامی کا جزو بنایا گیا تھا' اسی طرح آج سائنس کو بھی درس نظامی کا جزو بنانا چاہئے۔

''قانون زوجیت'' کا ایک اہم اطلاق:

قرآن نے قانون زوجیت (جس کی ایک شاخ قانون اضداد بھی ہے) کو بیان کرتے ہوئے بعض جگہ لطیف اشاروں سے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ جہاں دنیا بھی تنہا نہیں ہو سکتی بلکہ دنیا کے ساتھ آخرت کا ہونا قانون زوجیت کا تقاضا ہے۔

اس بحث کے حق میں حال ہی میں مجلّہ ''کاروانِ سائنس'' (ج ۴۔ شمارہ ۳'۴) میں ایک اچھا معلوماتی مقالہ شائع ہوا ہے۔ جسے مدیر مجلّہ جناب عظمت علی خان نے قلمبند کیا ہے۔ عنوان ہے ''مادہ اور ضد مادہ'' اس مضمون میں ایک دلچسپ اور اہم نظریے کی مختلف کڑیوں کی دریافت کا حال بیان کیا ہے۔ پہلے یہ دریافت ہوا کہ مادی ذرات کے ساتھ ''ضدات'' Anti- Particles بھی پائے جاتے ہیں پھر الیکٹران کے بالمقابل ضد الیکٹران Anti Electron کا انکشاف ہوا۔ پھر ضد نیوٹران Anti Neutron اور ضد ڈیوٹران Anti Deutron کا علم ہوا۔ پھر آگے چلے تو وحدت نظریہ کائنات کے اصول کے تحت بات یہاں تک پہنچی کہ مادہ کے بالمقابل ضد مادہ Anti Matter کا وجود بھی ہے۔ پھر کہکشانی نظام کی ضد کا تصور Anti Galaxies پیدا ہوا اور نتیجہ یہ نکلا کہ

''......آج کے بیشتر ماہرین طبیعات وریاضی کا خیال ہے کہ خلا میں کسی نہ کسی جگہ ہماری اس کائنات کا بھی آئینوی توام Looking Glass Twin یا عکس موجود ہے۔ ان کو یہ بھی یقین ہے کہ کائنات کے اس توام کا وجود لازمی طور پر ہونا چاہئے۔''

یعنی اس نظریے کا ایک سرا تو مسئلہ اعیان سے جاملتا ہے اور دوسرا سرا اسلام کے تصور آخرت سے۔ کوئی اور دنیا بھی ہے جس کا نظام اس دنیا کے ساتھ شدید مماثلتیں رکھنے کے باوجود مختلف بھی ہے۔ اس نظریے کے حاملین بھی یہ کہتے ہیں کہ ایک طرف یہ دونوں دنیائیں باہم دگر ہیں اور دوسری طرف یہ بھی کہ ان میں ''تشاکل'' موجود ہے۔

مسلمانوں کی کوتاہی:

افسوس اس بات کا ہے کہ جو تحقیقات موجودہ زمانے میں ہو رہی ہیں' ان میں مسلمانوں کا کوئی قابل ذکر حصہ نہیں ہے۔ اور تو چھوڑیئے' حال ہی میں بحیرہ مردار سے برآمد شدہ طوماروں اور پلندوں Dead Sea Scrolls تک سے مسلمانوں نے کوئی دلچسپی نہیں لی' حالانکہ تاریخی و مذہبی ریکارڈ کے اس دفینہ کی برآمدگی ان کے گھر کا معاملہ تھی۔ تحقیقاتی سرگرمیوں سے مسلمانوں کی یہ بے تعلقی غیر مسلم محققین کو موقع دیتی ہے کہ وہ اپنے لادینی یا مذہبی نقطۂ ہائے نظر یا سیاسی اور سامراجی مفاد کے مطابق جس طرح چاہیں کسی دریافت شدہ چیز کی توجیہ کریں۔ ذرا سوچئے کہ اب جبکہ غیر مسلم بلکہ بسا اوقات اسلام دشمن اور مذہب دشمن محققین کے اخذ کردہ نتائج بھی قرآن کی صداقت کو واضح کرنے میں معاون ہوتے ہیں' اگر خود مسلمان آگے بڑھ کر سائنس اور تاریخی تحقیق کے میدانوں میں اتریں تو وہ زیادہ صحیح علمی نقطہ نظر اور جذبہ ایمانی سے کام لے کر مطالعات و

باقی صفحہ 23 پر

اور فرمایا:

اور انسان کو جب کبھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ خوب رجوع ہو کر اپنے رب کو پکارتا ہے' پھر جب اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس سے نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ اس سے پہلے جو دعا کرتا تھا اسے (بالکل) بھول جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے شریک مقرر کرنے لگتا ہے جس سے (اوروں کو بھی) اس کی راہ سے بہکائے' آپ کہہ دیجئے! کہ اپنے کفر کا فائدہ کچھ دن اور اٹھا لو (آخر) تو دوزخیوں میں سے ہونے والا ہے۔ (الزمر۔۸)

ان آیات کے علاوہ اس مضمون کے لئے مندرجہ ذیل آیت دیکھئے۔ (العنکبوت ۶۵۔۶۶' الروم ۳۳۔۳۴' الزمر ۴۹' حم السجدہ ۴۹۔۵۱' الفجر ۱۵'۱۶)

اور جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی دعا سے قریش پر مسلط کردہ قحط دور ہوا تو ان لوگوں کی وہی سرکشیاں اور بداعمالیاں دوبارہ لوٹ آئیں جن میں وہ پہلے مگن تھے اور دوبارہ اپنے معبودوں سے وہی تعلق ولگاؤ رکھنے لگے جس پر وہ پہلے کاربند تھے اور قحط کی مصیبت کے وقت جو اللہ کی طرف رجوع کیا تھا اس کو چھوڑ کر پھر اپنی پہلی روش اور غفلتوں میں ڈوب گئے اور انہیں اپنے کام اچھے اور خوبصورت لگنے لگے کیونکہ شیطان نے ان کے برے کاموں کو ان کے لئے مزین وخوبصورت بنادیا۔

اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ انسان مصیبت کے وقت اس سے دعائیں کرے اور التجائیں کرتے روئے' گڑگڑائے لیکن جب اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت وتکلیف دور فرمادیں تو وہ اللہ کا حق ادا نہ کرے۔ اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرنے کی بجائے اس کے ساتھ شرک کرے اور اس کی مخلوق میں سے اس کے شریک وساجھی بنائے اور اس کی اطاعت کی بجائے اس کی نافرمانی کرے اور مصیبت کے دور ہونے پر اس کا شکر کرنے کی بجائے اس کی ناشکری کرے۔ افسوس تو یہ ہے کہ کفار ومشرکین کے اس گھناؤنے اور غلط رویہ کی طرح بعض مسلمانوں کی بھی یہ عادت وروش ہے کہ وہ مصائب وتکالیف میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور خوب دعائیں اور توبہ واستغفار کرتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ ان کی مصیبت وتکلیف دور کردیتے ہیں تو وہ نہ صرف اللہ کی بارگاہ میں دعا وتضرع سے غافل اور لاپرواہ ہوجاتے ہیں بلکہ اللہ نے ان کی دعائیں قبول کرکے ان کو جس مصیبت سے نجات دی ہوتی ہے ان کو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جیسے کافر اور بدعمل مسلمان مصیبت میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور مصیبت دور ہوتے ہی بہت جلد اللہ کو بھلادیتے ہیں اور ان کا یہ طرز عمل' دعا سے اعراض اللہ کا شکر ادا کرنے سے غفلت' خواہشات وشہوات میں شمولیت' شیطان نے ان کے لئے مزین وخوبصورت بنادیا ہے بالکل اس طرح ظلم وشر میں حد سے بڑھنے والوں کے اعمال بھی شیطان نے ان کے لئے مزین وخوشنما بنادیئے ہیں اس لئے وہ اس شر وفساد کی راہ پر جمے ہوئے ہیں۔ یہ مضمون متعدد آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ مثلا

اور شیطان نے انہیں ان کی بداعمالیاں آراستہ کر دکھائی تھیں۔ (العنکبوت۔۳۸)

اور اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں ان کے معبودوں نے ان کی اولاد کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے تاکہ وہ ان کو برباد کریں اور تاکہ ان کے دین کو ان پر مشتبہ کردیں اور اللہ کو منظور ہوتا تو یہ ایسا کام نہ کرتے تو آپ ان کو اور جو کچھ یہ غلط باتیں بنا رہے ہیں یونہی رہنے دیجئے۔ (الانعام ۱۳۷)

اور فرمایا

واللہ! ہم نے تجھ سے پہلے کی امتوں کی طرف بھی اپنے رسول بھیجے لیکن شیطان نے ان کے بداعمال ان کی نگاہوں میں آراستہ کردیئے' وہ شیطان آج بھی ان کا رفیق بنا ہوا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (النحل ۶۳)

اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ اور دوسرے کفار ومشرکین' بدعمل اور حد سے بڑھنے والے لوگوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ اگر تم اپنی روش اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں ہلاک وتباہ کردیں گے جیسے ہم نے تم سے پہلے بہت سی اقوام اور گروہوں اور عاد وثمود وقوم فرعون وغیرہ کو ہلاک کردیا جب انہوں نے ظلم کیا یعنی شرک اور دوسروں پر ظلم وزیادتی اور تسلط وغضب کی راہ اختیار کی۔ حالانکہ پیغمبروں نے ان کو دلائل وبراہین سے سمجھایا بس وہ بے ایمانی کی راہ پر لگے رہے تو ہم نے ان کو ہلاک کردیا کیونکہ ہم مجرموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے تھے۔

یہ مضمون بھی متعدد آیات میں ہے۔ مثلاً "اور ہم نے بہت سی وہ بستیاں تباہ کردیں جو اپنی عیش وعشرت میں اترانے لگی تھیں' یہ ہیں ان کی رہائش کی جگہیں جو ان کے بعد بہت ہی کم آباد کی گئیں اور ہم ہی ہیں آخر سب کچھ کے وارث۔" (القصص ۵۸)

اور فرمایا کیا اس بات نے بھی انہیں ہدایت نہیں دی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کردیا جن کے مکانوں میں یہ چل پھر رہے ہیں۔ اس میں تو (بڑی) نشانیاں ہیں کیا پھر بھی یہ نہیں سنتے: (السجدہ ۲۶)

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اہل عرب گزشتہ اقوام کی ہلاکت وتباہی کے بعد ہم نے تمہیں ان کے جانشین بنایا اور اس زمین پر آباد کیا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیا کام کرتے ہو اور کیسا طرز عمل اختیار کرتے ہو اگر تم بھی انہیں کی راہ پر چلے اور انہیں کی روش اپنائی تو پھر تمہارا انجام بھی ان سے مختلف نہیں ہوگا کیونکہ اللہ کی سنت وطریقہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

جیسا کہ فرمایا

فلن تجد لسنة الله تبديلا ولن تجد لسنة الله تحويلا

سو آپ اللہ کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہیں پائیں گے اور آپ اللہ کے دستور کو کبھی منتقل ہوتا ہوا نہیں پائیں گے۔ (فاطر ۴۳)

فوائد

۱۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بیان کہ وہ بندوں کی خیر وفلاح کے متعلق دعاؤں کی طرح ان کی بددعائیں قبول نہیں کرتا ورنہ وہ ہلاک ہوجاتے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کافروں ونافرمانوں کو مہلت دیتے ہیں تاکہ وہ سنبھل جائیں اور درست ہوجائیں۔

۳۔ کافر وبدعمل مسلمان شدت میں اللہ کو یاد کرتا ہے لیکن تکلیف دور ہونے کے بعد اور خوشحالی آجانے کے بعد اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے

۴۔ اہل جرائم اور اہل شر وفساد کو دنیا وآخرت کے عذاب کی تنبیہ۔

دعائے صحت کی اپیل

سرسید ٹاؤن B بلاک فیصل آباد میں جماعت کے اہم رکن عبدالوارث کے بڑے بھائی طویل عرصہ سے بیمار ہیں۔ قارئین سے ان کے لئے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

تبدیلی دفتر حیدر آباد

1- الانفال ٹرسٹ' شعبہ خدمت' جماعۃ الدعوۃ حیدر آباد زون مین تلک چاڑی حیدر آباد۔ فون نمبر 0221-616800

2- جماعۃ الدعوۃ بدین...... مرکز ومسجد معاذ بن جبلؓ نزد کھوسکی بس اسٹاپ بدین۔ فون نمبر 0227-61622

جامعہ باب الاسلام حیدر آباد

جامعہ باب الاسلام حیدر آباد میں شعبہ درس نظامی عرصہ 6 سال ...... شعبہ تحفیظ القرآن ...... اعدادی' پہلی کلاس میں داخلے جاری ہیں...... خواہشمند طالب علم مڈل پاس یا اردو لکھنا پڑھنا جانتا ہو' تحصیلی مسئول کے تزکیہ کے ساتھ سرپرست کا آنا ضروری ہے۔

منجانب: مدیر جامعہ باب الاسلام نزد اسرائی یونیورسٹی حیدر آباد۔ فون نمبر 0221-616800

بقیہ ٹیلی فون

تو ضرور پہنچائیں یہ آپ کا اخلاقی فرض ہے اور مسلمانوں کے حقوق میں سے خیر خواہی بھی ایک نہایت اہم حق ہے۔

☆ کسی کا فون اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا چوری ہے اور فون کو تجسس کا ذریعہ بنانا بھی گناہ ہے اور بغیر تعارف اور ٹیلی فون کا مقصد بتائے بغیر رسیور کو کریڈل پہ رکھ دینا بھی بداخلاقی ہے۔ نیز عورتوں کو ٹیلی فون آپریٹر کے طور پر رکھنا بھی فتنہ وفساد اور اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔

☆ موبائل فون کو فیشن کے طور پر اپنانا درست نہیں۔ یہ صرف ضرورت مند کا حق ہے۔ موبائل فون ڈرائیونگ کرتے ہوئے اگر اٹینڈ کرنا پڑے تو گاڑی سائیڈ پہ کھڑی کر کے سنیں۔

☆ پہیلیاں نہ بجھوائیں اپنا معروف تعارف کروائیں۔

بعض اوقات فون رسیو کرنے والا جواباً پوچھتا ہے کہ ''آپ اپنا تعارف کروائیں اور بتائیں کہ آپ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں' تو اس وقت فون کرنے والے کو اپنا تعارف کروانا چاہئے کہ جس نام سے وہ اپنے عزیزوں رشتہ داروں' دوستوں میں معروف ہو۔ بعض لوگ فون پر غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے اپنا غلط تعارف کرواتے ہیں یا فون پر اس طرح کا رویہ اپناتے ہیں'' کیا آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟ اب آپ اونچے لوگ ہوگئے ہیں' کہاں پہچانیں گے ہم غریبوں کو' ذرا تھوڑا سا غور کریں' دماغ پر زور دے کر سمجھنے کی کوشش تو کریں۔'' وغیرہ

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں'' میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکھٹایا آپ ﷺ نے فرمایا کون؟ میں نے عرض کیا'' میں'' آپ ﷺ نے فرمایا میں میں کیا؟ گویا آپ ﷺ کو میرا میں کہنا ناپسند لگا۔

اگر بات کرنے سے معذرت کر لی جائے یا گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے' یا واپس ہونے کو کہا جائے تو دل میں کوئی بات لائے بغیر واپس لوٹ جانا چاہئے۔

شعبہ ملازمین کا قیام

مختلف سرکاری محکمہ جات اور کارخانہ جات میں کام کرنے والے احباب دعوت وجہاد کے کام کو منظم کرنے کے لئے رابطہ فرمائیں۔

برائے رابطہ: محبوب الرحمٰن'

4۔ لیک روڈ چوبرجی لاہور

فون: 7240946- 7240940

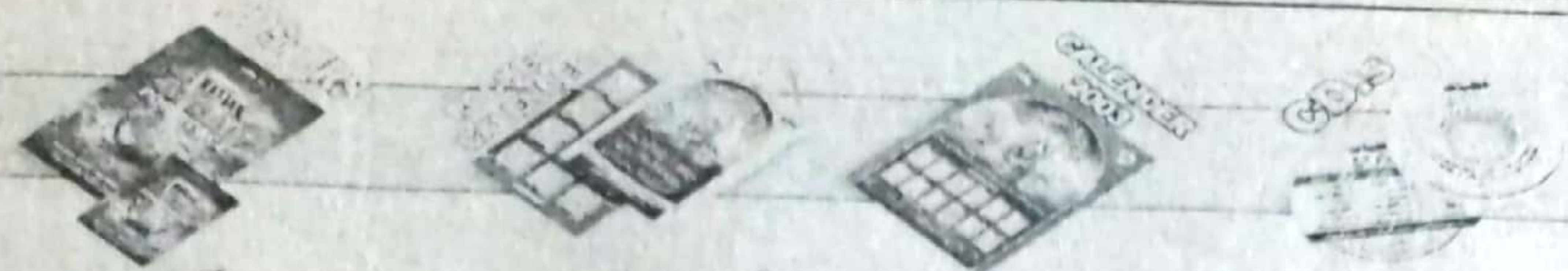

اسلامی سی ڈی، دیدہ زیب پوسٹرز، اسٹکرز اور کیلنڈر 2003ء کے بعد

شعبہ نشرواشاعت

طلباء جماعۃ الدعوۃ پاکستان کی

ایک اور فخریہ پیش کش

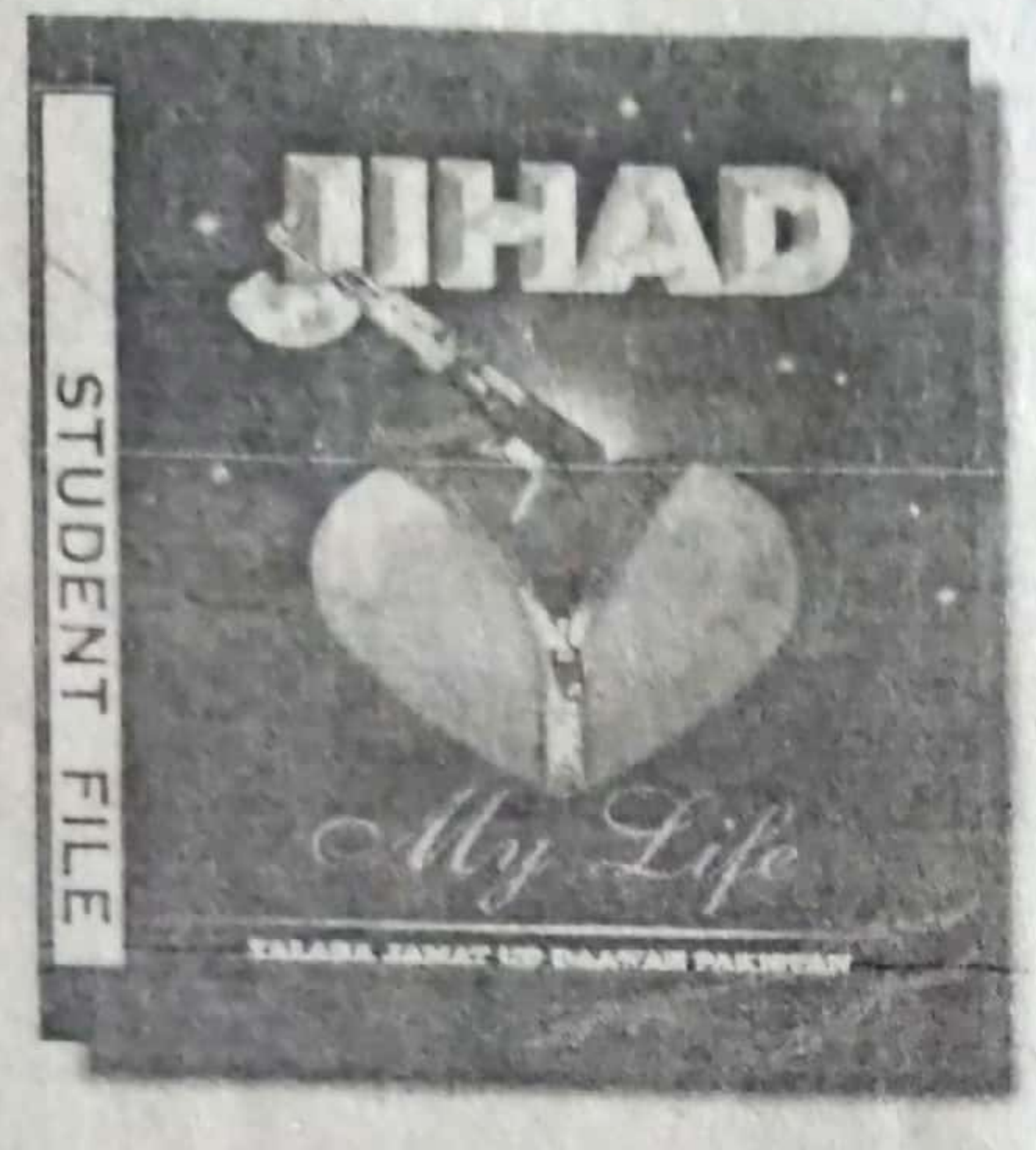

سٹوڈنٹ فائل

خوبصورت اور دلآویز

طلباء جماعۃ الدعوۃ کے علاقائی دفاتر

مرکزی دفتر شعبہ طلباء، چوبرجی سے حاصل کریں۔

شعبہ نشرواشاعت طلباء جماعۃ الدعوۃ پاکستان Ph: 7230552 Fax: 7240946

www.jamatdawa.org E-mail: zerbetaiba@yahoo.com

مجلہ الدعوۃ کے آئندہ شمارہ میں پڑھیے (ان شاء اللہ)

افغانستان میں شمالی اتحاد کی قید سے آزاد ہونے والے

مُجاہد

سے انٹرویو...... درد میں ڈوبے حقیقی واقعات کے ساتھ

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ

'' جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتا'' (ترمذی)

عیدالاضحیٰ کے موقع پر جماعت الدعوۃ پاکستان کے ساتھ قربانی کی کھالوں کے سلسلے میں بھرپور تعاون کرنے پر

ہم اسلامیان پاکستان کے شکر گزار ہیں

اللہ تعالیٰ آپکے اعمال صالح میں برکت فرمائے۔ (آمین)

الداعی الی الخیر: جماعۃ الدعوۃ پاکستان

خالد بن ولید ؓ کی مدبرانہ قیادت اور عراق کی فتح

ابو یحییٰ محمد زکریا زاہد

11 ہجری کے اختتام تک 10 ماہ کے اندر اندر خیر البشر بعد الانبیاء والرسل' اول خلیفۃ الرسول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فہم وفراست' اسلامی حمیت' دینی غیرت' جرأت ایمانی اور فیصلہ جات میں پختگی کے ساتھ پورے جزیرہ عرب میں فتنوں کی بیخ کنی کے بعد مکمل طور پر کنٹرول حاصل کر لیا۔ مشرکین ومرتدین سے پورا جزیرہ پاک اور صاف ہو چکا تھا۔ عرب کے کسی گوشہ اور حصہ پر شرک وارتداد کی کوئی سیاہی باقی نہ بچی تھی۔ (سوائے نجران کے عیسائیوں اور خیبر کے یہودیوں کے۔ جنہوں نے جزیہ اور نصف آمدنی مزارعت پر صلح کر لی تھی۔)

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ٹھیک اپنے مرتبے اور مقام کے موافق ہمت واستقلال سے کام لیا اور اس کٹھن ترین مرحلے کو اللہ کی خاص مدد کے ساتھ طے کیا۔ امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "المنتظم فی تاریخ الملوک والامم (جلد نمبر 4 ص 87) میں ابو رجاء العطاردی رحمہ اللہ کی روایت نقل کی ہے۔ وہ مدینہ منورہ گئے اور بیان کرتے ہیں کہ: ''میں نے لوگوں کو ایک جگہ رش کئے ہوئے پایا۔ ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ دوسرے ایک صاحب کے سر کو بوسہ دیتے ہوئے کہہ رہے تھے'' میں آپ پر قربان! اللہ کی قسم! اگر آپ نہ ہوتے تو ہم (ان فتنوں کی وجہ سے) ہلاک ہو گئے تھے۔'' میں نے لوگوں سے پوچھا: یہ دونوں بزرگ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ: بوسہ لینے والے عمر ہیں اور ''سر'' ابو بکر کا ہے۔'' رضی اللہ عنہما

جب نجد ویمامہ اور یمن کے حالات قابو میں آ گئے۔ جزیرہ عرب میں کوئی شورش باقی نہ بچی تو خلیفۃ الرسول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ رب العالمین کے آخری اور مکمل دین' عالمی دین اسلام کو دعوت وجہاد کے ذریعے پوری دنیا تک پہنچانے کے لئے داعیان ومجاہدین کی ایک نئی ترتیب لگائی۔ حجاز اور حجاز کے درمیانی علاقے نجد میں مقیم عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جو مسلمان مرتد نہیں ہوئے اور اسلام پر بدستور قائم رہے ہیں انہیں ہمراہ لیتے ہوئے بالائی عراق پر حملہ آور ہوں اور مقام مصیخ سے اپنی کارروائیوں کا آغاز کریں۔

ادھر یمامہ میں مقیم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اپنے لشکر کو لئے ہوئے نکلیں اور زیریں علاقے پر یلغار کریں۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مرکز خلافت سے حکم پہنچتے ہی محرم 12 ہجری کو یمامہ سے روانہ ہو گئے۔۔ (جزیرہ عرب کے مشرقی' شمال مشرقی' شمالی اور شمال مغربی علاقوں کا تذکرہ ہونے لگا ہے۔ اگر آپ انہیں نقشے کی مدد اور نئے ناموں سے پہچان لیں تو بات سمجھنی نہایت آسان رہے گی۔) خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے' عراق کی مہم کا امیر مقرر کئے جانے کا حکم ملتے ہی روانگی سے قبل عراقی صوبے میں مختلف مقامات پر پہلے سے موجود مجاہدین کے کمانڈروں سیدنا حرملہ' سیدنا سُلمیٰ' سیدنا مثنیٰ بن حارثہ الشیبانی اور سیدنا مذعور رضی اللہ عنہم کو لکھا کہ اپنے اپنے جہادی دستوں ساتھ مقام ابلہ (آج کل کے ابادان) پر پہنچ جائیں۔ سعودی مملکت کے مشرقی شہر ''دمام'' سے جنوب مشرق میں سرسبز وشاداب علاقے یمامہ (آج کل اس کا نام غالباً القطیف ہے) سے کوچ کرتے ہوئے لشکر خالد دمام' ظہران' الجبیل' الخبر' الخفجی اور کویت کو عبور کرتے ہوئے راہنمائی کرنے والے گائیڈ کے ہمراہ خلیج فارس کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف سفر کرتے ہوئے ''ابلہ'' کے مقام پر جا پہنچا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں دریائے دجلہ وفرات خلیج فارس میں آ کر گرتے ہیں۔ جس علاقے کو روندتے ہوئے لشکر خالد یہاں پہنچا تھا۔ اس دور میں یہاں بنو بکر بن وائل' بنو تمیم' بنو اسد اور بنو قیس کی چھوٹی چھوٹی آبادیوں کے علاوہ قابل ذکر کوئی بڑا شہر آباد نہ تھا۔ یہ سارا علاقہ انتہائی گرم خشک' چھوٹی چھوٹی سنگلاخ پہاڑیوں پر مشتمل تھا۔ (اور آج بھی ہے) کہ تیز ہواؤں اور آندھیوں کے ساتھ صحراؤں سے اٹھ اٹھ کر آنے والی ریت نے انہیں ڈھانپ رکھا ہے۔ پانی کا دور دور تک نشان بھی نہیں ملتا۔ (قدرتی تیل' گیس کی یہاں زیر زمین بہتات ہے اور سعودیہ' کویت' عراق وغیرہ خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ جگہ جگہ تیل کے کنویں (تیل نکالنے والے پلانٹ) نظر آتے ہیں۔

لشکر خالد ابلہ پہنچا تو باقی دستے بھی پہنچ گئے۔ سیدنا خالد ؓ نے تمام لشکر اسلامی کی موجودات لیں تو کل اٹھارہ ہزار مجاہدین کی فوج بنی۔ جن میں سے 8 ہزار مذکورہ بالا چاروں سرداروں (سیدنا حرملؓ' سُلمیٰ' مذعور' مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہم) کے 2 ہزار' سپہ سالار خالد بن ولید ؓ کے اپنے اور دس ہزار سپاہی بنو ربیعہ اور بنو مضر کے جوان کے ساتھ راستے میں مل گئے تھے۔ مرکز خلافت کی طرف سے ہدایت تھی کہ خالد بن ولید ؓ اپنے ساتھ (عراق) چلنے کے لئے کسی کو مجبور نہ کریں اور نہ ہی ایسے لوگوں سے مدد کے طلبگار ہوں جو مرتد ہونے کے بعد دوبارہ اسلام میں داخل ہو گئے ہوں۔ ادھر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں خالد کی روانگی کے بعد امدادی دستے تیار کرنے شروع کر دیے۔ ابلہ پر نامکمل سا کنٹرول حاصل کرنے کے بعد لشکر خالد دریائے فرات کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے بصرہ کی طرف بڑھا۔ یاد رہے کہ بصرہ کے قریب آ کر دجلہ وفرات آپس میں مل جاتے ہیں اور پھر ایک دریا بن کر ابلہ کے مقام پر خلیج فارس میں جا گرتا ہے۔ بصرہ سے اوپر شمال کی طرف دونوں دریاؤں کا ڈیلٹا (درمیانی علاقہ) بابل' بغداد اور انبار تک سواد کہلاتا تھا۔ اور اس اوپر والے علاقے کو الجزیرہ کہا جاتا تھا۔ بصرہ میں قطبہ بن قتادہ الدوسی رضی اللہ عنہ اپنے مجاہدین کے ساتھ پہلے سے ہی موجود تھے۔

راستے میں ''قریات'' بانقیا' باروسما اور الیس نامی بستیوں پر مشتمل ایک علاقے پر لشکر اسلام فروکش ہوا۔ یہاں کے سردار بص بہری ابن صلوبا نے ایک ہزار چادروں اور ایک ہزار درہم (دس ہزار دینار) کے جزیہ پر مسلمانوں سے صلح کر لی۔ یہ پہلا جزیہ تھا جو ملک عراق پر لگا۔ سیدنا خالد ؓ نے ابن صلوبا السوادی کو امن وامان کا وثیقہ لکھ دیا۔ ہشام بن ولید نے اس تحریر پر اپنی گواہی ثبت کی اور لشکر خالد جنوبی عراق کے عربی دار الحکومت اور مشہور شہر ''حیرہ'' کی طرف روانہ ہو گیا۔

حیرہ...... ساسانی خاندان کے مورث اعلیٰ ایرانی حکمران ''اردشیر'' کے دور میں بادیہ العراق اور جزیرہ کے ربیعی اور مضری قبائل پر جزیمۃ الوضاح'' کا دار الحکومت تھا۔ 268ء میں جزیمہ فوت

ہو گیا اور عمرو بن نصر لخمی اس کا جانشین ہوا۔ یہ قبیلہ لخم کا پہلا حکمران تھا۔ قباذ بن فیروز (ایرانی بادشاہ) تک لخمیوں کی یہاں حکومت رہی۔ قباذ کے بعد ایرانی حکومت کی باگ ڈور کسریٰ نوشیروان کے ہاتھ میں آ گئی اور اس نے منذر بن ماء السماء کو حیرہ کا بادشاہ بنا دیا۔ نعمان بن منذر کے عہد تک حیرہ کی حکمرانی اسی کی نسل میں رہی۔ جب لشکر اسلام کا سیل رواں حیرہ میں داخل ہوا تو اس وقت قبیصہ بن ایاس بن حیہ الطائی کی یہاں حکومت تھی اور اسے اقتدار پر آئے صرف آٹھ ماہ ہی گزرے تھے۔

حیرہ کا محل وقوع نہایت مناسب حال اور موزوں تھا۔ یہاں کی آب و ہوا صحت بخش تھی۔ حیرہ کے قریب بہت سے قلعے اور محلات تھے جن میں سے کسی ایرانی بادشاہ کا بنوایا ہوا ایک ''قصر ابیض' (White House) بھی تھا۔ یہ شہر تمدن کے ایک خاص معیار کو پہنچ گیا تھا۔ بادشاہوں کے دربار میں شعراء جمع رہتے تھے۔ حیرہ کے لوگ فن کتابت کو بخوبی جانتے تھے۔ وہیں سے یہ فن عربوں میں پھیلا۔ اسلامی فتوحات کے بعد اگرچہ یہ شہر ایک عرصے تک موجود رہا مگر بعد والے ادوار میں عدم توجہی کی وجہ سے اجڑتا چلا گیا۔ اور بالآخر ''حیرہ'' روئے زمین پر سے معدوم ہو گیا۔ اب تو اس کی جائے وقوع پر ایک چراگاہ' چند پست ٹیلے اور ٹھیکروں کے ڈھیر اس کے ماضی کی یاد دلاتے ہیں۔)

لشکر اسلام سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت حیرہ میں داخل ہوا تو قبیصہ بن ایاس اپنے سرداروں کے ہمراہ شہر سے باہر نکلا۔ سیدنا خالد ﷺ نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو اسلام کی دعوت دی اور کہا: اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو وہ ساری رعایتیں تمہیں ملیں گی جو دیگر مسلمانوں کو ملتی ہیں۔ انکار ہو تو جزیہ دو۔ بصورت دیگر یاد رکھو میں

> میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا اور وہ یہ کہہ رہے تھے ''میں آپ پر قربان! اللہ کی قسم اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ان فتنوں کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہوتے۔ ابو رجاء العطاردی

ایک ایسی قوم لے کر آیا ہوں جو موت سے اس قدر زیادہ محبت کرتی ہے جتنی تمہیں زندگی سے بھی نہ ہو۔ ہم تم سے اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔''

قبیصہ کہنے لگے: ''ہمیں آپ کے ساتھ لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم اپنے دین پر قائم رہیں گے اور آپ کو جزیہ دیں گے۔'' خالد بن ولید ﷺ کہنے لگے: ''تمہاری بربادی ہو! کفر تو گمراہی کا ایک وسیع و عریض بیابان ہے اور اس وقت عربوں میں وہ آدمی سب سے زیادہ بیوقوف شمار ہو رہا ہے جو اس میں سفر کرے'' قبیصہ واقعتاً بیوقوف نکلا اور اسلام نہ لایا۔ 90 ہزار درہم سالانہ پر صلح کر لی۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ''قریات اور حیرہ'' کے جزیے وصول کر کے مدینہ منورہ روانہ کر دیئے۔ مغیرہ بن عتبہ کا بیان ہے کہ ابو بکر صدیق ﷺ نے خالد بن ولید ﷺ کو زیریں عراق سے اور عیاض بن غنم ﷺ کو بالائی عراق سے ملک ایران پر لشکر کشی کا حکم دیتے ہوئے لکھا تھا کہ تم میں سے جو سردار ''حیرہ'' کو پہلے فتح کر لے گا وہی عراق کا گورنر ہوگا۔ چنانچہ خالد بن ولید ﷺ پہلے پہنچ گئے اور اسے فتح کرنے کے بعد عراق کے پہلے مسلمان گورنر مقرر ہوئے۔ لشکر خالد کچھ دنوں تک یہاں رکا رہا۔ (رضی اللہ عنہم جمیعا)

> **سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں 18 ہزار کے لشکر اسلام نے ایک لاکھ ایرانی مجوسیوں کے ساتھ معرکہ آرائی میں ستر ہزار ایرانیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا' میدان حفیر میں لڑے جانے والے اس معرکہ کو ذات السلاسل بھی کہتے ہیں**

یہیں پر قیام کے دوران خالد بن ولید ﷺ نے جنوبی عراق کے تمام سرداروں' رؤساء اور چوہدریوں کی طرف ایک منشور عام روانہ کیا جس میں انہیں اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ عدم قبول کی صورت میں جزیہ اور انکار کی صورت میں لڑائی کی وارننگ تھی۔ جب مقامی سرداروں نے اس تحریر کو پڑھا تو حیران و پریشان ہو گئے۔ اس پورے علاقے کی ایرانی فوجوں کا سپہ سالار اعلیٰ ''ہرمز'' نامی ایک سردار تھا جو خشکی پر عربوں سے اور سمندر میں ہند' سندھ والوں سے لڑا کرتا تھا۔ سیدنا خالد ﷺ نے اس کی طرف ایک خط الگ سے لکھ دیا۔ جس کا مضمون بھی وہی تھا جو منشور عام کا تھا۔ ہرمز یہ خط لے کر کسریٰ ایران اردشیر کے دربار میں جا حاضر ہوا۔

جب یہ خط ایرانی فرعون کسریٰ کے دربار میں پہنچا تو وہاں ہلچل مچ گئی۔ اپنے دور کی سب سے بڑی طاغوتی طاقت کے جبابرہ اللہ کے شیر سیف من سیوف اللہ کی تحریر پڑھ کر غیض و غضب سے لال پیلے ہو گئے۔ تب انہوں نے مشورہ کیا اور اسلامی افواج کا مقابلہ کرنے کے لئے پورے جوش کے ساتھ تیاری میں لگ گئے۔ ادھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کی ترتیب قائم کی اور پھر ''حفیر'' نامی مقام پر دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ ایک طرف اٹھارہ ہزار اللہ کے شیر تھے اور دوسری طرف ایک لاکھ آتش پرست سپاہیوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔

جنگ کے آغاز میں ''ہرمز'' للکارتا' ڈکارتا ہوا باہر نکلا اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چیلنج کرنے لگا۔ اللہ کا شیر گھوڑے پر سوار مقابلے میں آیا اور آناً فاناً اپنے رب کے دشمن کو تہہ تیغ کر دیا۔ یہ دیکھ کر دونوں فوجیں گتھم گتھا ہو گئیں اور جنگ مغلوبہ کا آغاز ہوا۔ تھوڑی ہی دیر بعد مجوسیوں نے دوڑیں لگا دیں۔ اللہ کے شیر پیچھے دوڑے اور دشمن کا خوب قتل عام کیا۔

اس جنگ میں دشمن اپنے تیس ہزار متکبر سپاہی پابند سلاسل اس دکھاوے کی بنیاد پر میدان میں لایا تھا کہ ہم بھاگنے والے نہیں میدانوں میں کٹ جانے والے لوگ ہیں پھر عبادالرحمٰن نے ان کی یہ آرزو بھی پوری کر دی۔ اگلی صبح میدان حفیر میں لاشوں کے ڈھیر پڑے تھے انہیں کوئی اٹھانے والا بھی نہ تھا۔ 25 من سونا اور بے شمار اسلحے سمیت ہرمز کا وہ خود بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگا کہ جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی۔ تاریخ میں اس جنگ کو ''معرکہ ذات السلاسل'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ ایرانی حکومت کی باقاعدہ پہلی شکست تھی۔ (اس کی تفصیل مجلۃ الدعوۃ کے شمارہ نمبر 7 جولائی 2000ء میں گزر چکی ہے) اس جنگ میں مجوسیوں کے ستر ہزار آدمی جہنم واصل ہوئے اور دریائے فرات ان کے خون سے سرخ ہو گیا۔ اسی دن سے اس نہر کا نام ''خونی نہر'' پڑ گیا۔

مال غنیمت کا خمس نکال کر سیدنا زر بن کلیب رحمہ اللہ کے ہاتھ مرکز خلافت کی طرف روانہ کرنے کے بعد سپہ سالار اسلام خالد بن ولید ﷺ نے باقی غنیمت فوج میں تقسیم کی اور بصرہ کی طرف کوچ کا حکم دیا۔ ساتھ ہی مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ان کے بریگیڈ کی قیادت سونپتے ہوئے مفرورین کا پیچھا کرنے کے لئے روانہ فرمایا

> **مثنیٰ بن حارثہ مزار کے مقام پر ایرانی لشکر سے ٹکرائے تو تیس ہزار مجوسی ادھر کھیت رہے**

جنگ ذات السلاسل کے بعد لشکر اسلامی اور مجوسی سپاہ کے درمیان معرکہ پہ معرکے ہوتے رہے اور اللہ ذوالجلال والاکرام نے ہر مقام پر اہل ایمان کو نصرت و فتح اور ڈھیروں مال غنیمت سے نوازا۔ ان معرکوں کا بالاختصار جائزہ لیتے ہوئے ہم) اپنے موضوع سے متعلق بات کو آگے بڑھاتے ہیں۔ معتبر تاریخی مصادر اور ثقہ مراجع کی ورق گردانی' روایات کو ایک دوسرے سے ملانے اور سیاق وسباق پر غور فکر کے بعد یوں سمجھ آتا ہے کہ

نمبر 1:۔ ماہ محرم 12 ہجرت میں یمامہ سے کوچ کر کے مقام ابلہ پر قیام' سارے لشکر کی ترتیب' قریات و حیرہ کی تسخیر اور حفیر کے

مقام پر معرکہ ذات السلاسل مکمل ہو چکے تھے۔ اسی دوران ایرانی جرنیل ''ہرمز'' جنگ میں مارا گیا۔

نمبر 2:۔ ماہ صفر 12 ہجری میں مثنیٰ ومعنی ابناء حارثہ الشیبانی رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں ''قلعہ المرأۃ'' اور قلعۃ الرجل'' فتح ہوئے مقام ''مزار'' پر دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ دشمن کے تیس ہزار سپاہی اپنے تینوں بڑے سرداروں۔ قارن' انوشجان اور قباذ سمیت مقتول ہوئے۔ اس ماہ صفر میں ہی صحرائی جانب کسکر کے قریب دلجہ کے مقام پر ایک اور معرکہ ہوا جس میں دشمن کے ہزاروں سپاہی تہہ تیغ ہوئے اور ان کا کمانڈر ''اندرزغر'' بھاگ کر ایسی جگہ چلا گیا جہاں پانی نہ تھا اور وہیں پر وہ پیاس سے مر گیا۔

نمبر 3: ربیع الاول 12 ہجری میں معرکہ الیس پیش آیا جس میں 70 ہزار مجوسی کام آئے ان کے بڑے بڑے سردار بھی مارے گئے۔ اس جنگ میں شریک ایرانی فوج کے اکثر سپاہی امغیشیا نامی شہر کے تھے جو بغیر لڑے ہی مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔ اسی طرح دریائے فرات کے کنارے ایک اور بستی بادقلی' ہاتھ آ گئی۔ خبر ملی کہ اہالیان حیرہ بغاوت پر اتر آئے ہیں۔ خالد بن ولید ﷛ نے دوبارہ پھر حیرہ کا رخ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرے نے طول کھینچا تو ''حیرہ'' کے سرداروں نے دوبارہ پھر دو لاکھ درہم سالانہ جزیے پر صلح کر لی۔

نمبر 4: ربیع الثانی تا شوال 12 ہجری سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یہاں ''حیرہ'' میں ہی مقیم رہے اور یہیں سے مختلف علاقوں کی جانب جہادی بریگیڈ اور عمال کی تقرری کر کے روانہ فرماتے رہے۔ اسی دوران آپ نے ایک خط منشور خاص کے طور پر اور دوسرا منشور عام بنا کر ایرانی رؤساء وامراء اور عامۃ الناس کی طرف روانہ کیے۔ اسی مدت کے دوران ''انبار'' اور ''عین التمر'' کے مقام پر دو معرکے پیش آئے جن میں اللہ رب العالمین نے مسلمانوں کو بہت بڑی فتح عطا کی۔ معرکہ عین التمر میں یہاں کے قلعہ سے وہ چالیس بچے ہاتھ لگے جنہیں کبار صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا گیا اور ان کی ایسی تربیت ہوئی کہ بعد والے دور میں وہ تاریخ کے ماتھے کا سنہری جھومر بن گئے۔ ان کی اولادوں نے تاریخ میں بڑا نام پیدا کیا۔ جن دنوں خالد بن ولید ﷛ نے عین التمر کو فتح کیا انہی دنوں عیاض بن غنم عرب کے مشرک اور نصرانی قبائل کو زیر کرتے ہوئے دومۃ الجندل کے دونوں حکمرانوں اکیدر بن عبدالملک اور جودی بن ربیعہ سے برسر مقابلہ تھے۔ دونوں رئیس متحد ہو کر سیدنا عیاض کے خلاف لڑ رہے تھے۔ انہوں نے ایک بڑی جمعیت مہیا کر لی تھی۔ عیاض نے اس صورت حال سے سیدنا خالد ﷛ کو آگاہ کیا اور مدد کے طلبگار ہوئے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حیرہ سے سیدنا قعقاع بن عمرو رضی اللہ کو اپنا نائب بنا کر دومۃ الجندل کی طرف خود روانہ ہوئے۔ عیاض وخالد دونوں سرداروں نے دومہ کے دونوں رئیسوں اکیدر وجودی پر الگ الگ سے حملہ کیا اور سیدنا خالد ﷛ کے سپاہیوں نے اکیدر کو ہلاک کر دیا۔ جودی کو زندہ پکڑ لیا گیا اور پھر اسے اس قلعے کے سامنے قتل کر دیا گیا کہ جس میں مفرورین جمع ہو گئے تھے۔ قلعہ پر دھاوا بول کر بزور شمشیر اسے فتح کر لیا گیا۔ علاقہ وقلعہ عیاض کے سپرد کر کے سیدنا خالد واپس حیرہ آ گئے۔

لشکر خالد جب فرات کے مغربی کنارے پہ پہنچا تو رومی پورے کروفر کے ساتھ مقابلے پر آمادہ تھے' خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں دریا پار کر کے اپنی طرف آنے کے لئے کہا اور ایسی تکنیک سے لڑائی کی کہ ایک لاکھ رومی فوجی تہہ تیغ ہو گئے

ادھر اہل فارس نے قعقاع بن عمرو ﷛ کے خلاف فوجیں جمع کرنا شروع کر دیں۔ دربار ایران سے دو نامی گرامی سردار زرمہر اور روزبہ ایک عظیم لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ سیدنا قعقاع ﷛ نے بھی تیاری کی اور حیرہ سے روانہ ہو کر حصید کے مقام پر دشمن سے جا ٹکرائے بڑی خون ریز جنگ ہوئی۔ ایرانیوں کے دونوں سردار مارے گئے اور نصف سے زیادہ فوج مسلمانوں کے ہاتھوں مقتول ہوئی اور باقی لوگ بھاگ گئے۔ اتنے عرصے میں سیدنا خالد ﷛ بھی واپس پہنچ گئے

پھر مصیخ کے مقام پر خالد بن ولید' قعقاع بن عمرو اور ابولیلیٰ نے دشمن کو ناکوں چنے چبوائے اور ان کے سرداروں سمیت ہزارہا سپاہی جہنم واصل ہوئے۔ بے شمار مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔

نمبر 5۔ ذی القعدہ 12 ہجری: حصید' خنافس۔ مصیخ' ذُمیل اور رُضاب جیسے چھوٹے چھوٹے معرکوں سے فارغ ہونے کے بعد فراض کی طرف متوجہ ہوئے۔ فراض ملک شام' عراق اور الجزیرہ کے درمیان دریائے فرات کے مغربی کنارے پر واقع تھا اور یہاں رومی لشکر خیمہ زن تھا۔ رومیوں کو یہاں کے ایرانی سرداروں کی حمایت بھی حاصل تھی اور عرب قبائل بنوتغلب' بنوایاد اور بنونمران کے پشت پناہ تھے۔

خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب منشور بعنوان قبول اسلام یا پھر جزیہ بصورت دیگر شمشیر اور ساتھ ہی یہ انتباہ کہ یاد رکھنا ہم وہ لوگ ہیں جنہیں موت اتنی پسند ہے کہ جتنی تمہیں زندگی پسند ہے'' تمام قبائل کو بھیجا تو تمام لوگوں کے قدموں تلے سے زمین نکل گئی

جب لشکر خالد یہاں (دریائے کے مشرقی کنارے) پہنچا تو رومیوں نے پیغام بھیجا کہ یا تو تم دریا کے اس پار آ جاؤ اور یا پھر ہمیں اسے عبور کرنے دو تا کہ دو دو ہاتھ ہو جائیں سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے ایک مدبرانہ فیصلے کرتے ہوئے جواب بھیجا کہ تم لوگ ہی پار آ جاؤ۔ لشکر اسلام نے رومیوں کو اپنے سے نچلی جانب دریا عبور کرنے پر مجبور کیا اور پھر باوجود اس کے کہ مجاہدین مسلسل جہاد وقتال اور سفر کر کے تھکے ہوئے تھے' اس بے جگری سے لڑے کہ رومیوں کے چھکے چھڑا دیے۔ یہاں ایک لاکھ رومی تہہ تیغ ہوئے۔ یہ جنگ نصف ذی القعدہ 12 ہجری کو ہوئی تھی سیدنا خالد ﷛ دس دن تک یہاں رکے رہے اور پھر 25 ذی القعدہ کو سیدنا عاصم بن عمرو ﷛ کی قیادت میں لشکر اسلام حیرہ کی طرف روانہ کر دیا۔ تجرۃ بن الاعز رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری ساقہ میں لگائی اور خود بھی لشکر کے آخر میں رہے۔ لوگ یہ سمجھے کہ آپ ساقہ میں ہیں جبکہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے چند معتمد ساتھیوں کے ہمراہ حج کی نیت سے مکہ مکرمہ کا رخ کیا۔

حج سے فارغ ہو کر سیدھے حیرہ پہنچے۔ کسی کو وہم وگمان بھی نہ ہوا کہ سیدنا خالد حج کر کے آئے ہیں۔ مگر یہ خبر چھپی نہ رہ سکی اور کسی ذریعے سے خلیفۃ الرسول (ﷺ) ابوبکر رضی اللہ عنہ تک جا پہنچی۔ بہت ناراض ہوئے خط لکھ کر تنبیہ بھی کی اور...... انہیں نئی مہمات کیلئے شام کی طرف روانگی کا حکم جاری کر دیا اور لکھا کہ اب آپ عراق چھوڑیں اور ''یرموک'' پہنچ کر دیگر اسلامی لشکروں کے ساتھ جا ملیں۔

سیدنا خالد ﷛ ماہ ربیع الاول 13 ہجری کو حیرہ سے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ محرم 12 ہجری سے ربیع الاول 13 ہجری تک ایک سال دو ماہ کی قلیل مدت میں بیسیوں خونریز معرکے لڑے۔ قدم قدم پر اپنے دور کے طاقتور دشمن سے مقابلہ ہوا۔ ہر معرکے میں دشمن کی فوج کئی گناہ اور افرادی اور عسکری قوت کے ساتھ صف آرا ہوئی اور پھر ملک بھی ان کا' مگر ہر لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے مسلم سپاہ کو فتح نصیب فرمائی۔ علاقے پر قبضہ بھی ہو گیا اور بیش بہا مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ ایرانیوں کی مغرور قوم پر سیف من سیوف اللہ کے قوت بازو' عزم واستقلال' ماہرانہ طریقہ جنگ اور مدبرانہ فیصلوں سے عربوں کی دھاک بیٹھ گئی۔ یہ بات مشہور ہو گئی کہ جس لشکر کی قیادت خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ میں ہو اسے کبھی شکست نہیں ہوتی۔

تبدیلی دفتر

ہارون آباد میں دفتر کا نیا دفتر جماعۃ الدعوۃ' سلفیہ مسجد ہاؤسنگ کالونی ہارون آباد فون نمبر 0691-50617۔

نیا دفتر ننکانہ

تحصیل ننکانہ میں جماعۃ الدعوۃ کا نیا دفتر ریلوے روڈ دو آبہ چوک بالائی منزل میاں ٹمبر سٹور ننکانہ' فون نمبر 04941-876313

شهر رمضان الذي انزل فيه القرآن

برکات و احکام رمضان

مبشر احمد ربانی

رمضان المبارک کا مہینہ بڑی خیر و برکت والا ہے۔ اس کے آغاز سے ہی جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔ انسان کو گمراہ کرنے والے سرکش و بڑے بڑے شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ اس ماہ کی آمد پر مساجد کی رونق اس قدر دوبالا ہو جاتی ہے کہ باقی ایام میں اتنی رونق دکھائی نہیں دیتی۔ لوگ تلاوت قرآن' ذکر باری تعالیٰ' صدقات و خیرات' قیام اللیل اور دیگر نیکیوں میں بکثرت حصہ لیتے ہیں۔ غرض جتنے فضائل اس ماہ کو حاصل ہیں' وہ کسی اور کو نہیں۔ چند ایک اہم ترین خصوصیات اس ماہ کی درج ذیل ہیں۔

شہر القرآن اس مبارک مہینے میں اللہ وحدہ لاشریک نے اپنی اس کتاب مقدس کو نازل کیا ہے جسے ھدی للناس اور شفاء المومنین بنایا جس کے مقابل آج تک کوئی ایسی کتاب دنیا میں نہیں پائی گئی اور نہ ہی قیامت تک ایسی کتاب کوئی لا سکتا ہے جس کا ایک ایک حرف لاریب اور اعجاز سے بھرا پڑا ہے جو صراط مستقیم اور رشد و ہدایت کی راہ کو واضح کرنے والی ہے' جسے رمضان المبارک کی خیر و برکت سے پر عظمت رات میں نازل کیا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدی للناس وبینات من الهدی والفرقان فمن شهد منکم الشهر فلیصمه (البقرہ ۱۸۵)

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا جو کہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت اور حق کو ناحق سے پہچاننے کی کھلی کھلی دلیلیں ہیں۔ جو کوئی تم میں سے اس مہینہ میں حاضر ہو' وہ اس میں روزے رکھے۔

جنت کے دروازوں کا کھلنا اور جہنم کے دروازوں کا بند ہونا.

اس ماہ مبارک میں زمین پر "شر" میں کمی واقع ہوتی ہے' اس لئے کہ سرکش شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں اور جس طرح وہ غیر رمضان میں فساد پھیلاتے ہیں' اس طرح اس ماہ میں نہیں پھیلاتے۔ لوگ روزہ' قرات قرآن اور تمام ایسی عبادات میں مشغول ہوتے ہیں جو نفس کی مرمت و تہذیب کرتی ہیں۔ سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اذا جاء رمضان فتحت ابواب الجنة وغلقت ابواب النیران وصفدت الشیاطین (بخاری ۹۷/۴ مسلم ۱۰۷۹)

جب رمضان المبارک کی آمد ہوتی ہے' جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ اور یہ سارا معاملہ رمضان المبارک کی پہلی رات میں طے پا جاتا ہے جیسا کہ سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ اذا کان اول لیلة من شهر رمضان صفدت الشیاطین ومردة الجن وغلقت ابواب النار فلم یفتح منها باب وفتحت ابواب الجنة فلم یغلق منها باب وینادی منادیا باغی الخیر اقبل ویاباغی الشر اقصر ولله عتقاء من النار وذالک کل لیلة ترمذی (۶۸۲) ابن ماجہ (۱۶۴۲) ابن خزیمہ ۱۸۸/۳

جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطانوں اور سرکش جنوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور آگ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بھی کھولا نہیں جاتا۔ اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا۔ اور ایک آواز لگانے والا آواز دیتا ہے اے خیر کے طالب' آگے آ' اور اے برائی کے طالب' رک جا اور اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ لوگ آگ سے آزاد کئے جاتے ہیں اور یہ (آزادی کا معاملہ) ہر رات ہوتا رہتا ہے۔

دعائے رسول اللہ اور رمضان المبارک

سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

رغم انف رجل ذکرت عنده فلم یصل علی ورغم انف رجل دخل علیه رمضان ثم انسلخ قبل ان یغفر له ورغم انف رجل ادرک عنده ابواه الکبر او احدهما فلم یدخلاه الجنة ترمذی۔ مشکوۃ ۸۶/۱

اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس پر رمضان کا مہینہ آئے اور گزر جائے اور اس کی بخشش کا موجب نہ بنے۔ اور اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک اس کے پاس بوڑھا ہو جائے اور وہ اس کے لئے جنت کے داخلے کا باعث نہ بنیں۔

رمضان المبارک اور عمرہ

سیدنا عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں

سمعت ابن عباس یحدثنا قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لامراة من الانصار سماها ابن عباس فنسیت اسمها ما منعک ان تحجی معنا قالت لم یکن لنا الا ناضحان فحج ابو ولدها وابنها علی ناضح وترک لنا ناضحا ننضح علیه قال فاذا جاء رمضان فاعتمری فان عمرة فیه تعدل حجة (مسلم ۴۰۹/۱)

میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری عورت سے کہا' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا نام لیا لیکن میں اس عورت کا نام بھول گیا ہوں' تمہیں ہمارے ساتھ حج پر جانے میں کون سی چیز مانع ہے؟ تو اس عورت نے کہا ہمارے پاس صرف دو اونٹ ہیں۔ ایک پر میرا شوہر اور بیٹا دونوں حج پر گئے ہیں اور ہمارے لئے گھر پر باقی ایک اونٹ ہے جس پر ہم پانی وغیرہ لاد کر لاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے کہا جب رمضان المبارک کا مہینہ آئے تو عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان المبارک کا عمرہ حج کے برابر ثواب رکھتا ہے۔

رمضان کا چاند

رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہئے۔ اسلامی مہینہ

کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا' شعبان المعظم کی ۲۹ تاریخ کو اگر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان المعظم کے ۳۰ دن پورے کرلے۔ اگر شعبان کی آخری تاریخ اور رمضان المبارک کی یکم میں شک ہو تو روزہ نہ رکھے بلکہ شعبان کے ۳۰ پورے شمار کرکے اس شک کا ازالہ کرلے کیونکہ اسلامی مہینہ ۳۰ دن سے زائد کا نہیں ہوتا۔ سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته فان غم علیکم فاکملوا شعبان ثلاثین بخاری ۱۰۶/۴ مسلم (۱۰۸۱)

چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی افطار کرو۔ اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کرلو۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

ولا تصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروہ فان غم علیکم فاقدروا له (بخاری ۱۰۲/۴ مسلم (۱۰۸۰)

اتنی دیر تک روزہ نہ رکھو جب تک تم چاند نہ دیکھ لو اور اتنی دیر تک روزہ افطار نہ کرو جب تک تم چاند دیکھ نہ لو اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو چاند کا اندازہ کرو۔

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اذا جاء رمضان فصوموا ثلاثین الا ان تروا الھلال قبل ذلک "مشکل الآثار للطحاوی رقم (۵۰۱)

مسند احمد ۳۷۷/۴ طبرانی کبیر ۱۷۱/۱۷ الارواء (۹۰۱) للشیخ الالبانی

جب رمضان المبارک کی آمد ہو جائے تو تیس روزے رکھو سوائے اس کے کہ تم اس سے پہلے چاند دیکھ لو۔

سیدنا عمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

من صام الیوم الذی یشک فیه فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ علیه وسلم

جس نے مشکوک دن کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم محمد ﷺ کی نافرمانی کی۔ (بخاری ۱۱۹/۴ ابوداؤد (۲۳۳۴) ترمذی (۶۸۶) ابن ماجہ (۱۶۴۴) نسائی (۲۱۸۸) تغلیق التعلیق ۱۳۱/۳-۱۳۲)

رمضان کے چاند کے گواہ

رؤیت ہلال کے ثبوت کے لئے دو عادل مسلمانوں کی گواہی ہونی چاہئے جیساکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته وانسکوا لھا فان غم علیکم فاکملوا ثلاثین فان شھد شاھدان فصوموا وافطروا (نسائی ۱۳۲/۴ مسند احمد ۳۲۱/۴ دار قطنی ۱۶۷/۲)

چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اسے دیکھ کر ہی افطار کرو اور اسی کی بنا پر قربانی کرو۔ اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو تیس دن مکمل کرو۔ اگر دو گواہ گواہی دیں تو روزہ رکھو اور افطار کرو۔

اور اگر ایک مسلمان کی ہی گواہی ملے تو وہ بھی کفایت کرتی ہے جیساکہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

ترای الناس الھلال فاخبرت النبی صلی اللہ علیه وسلم انی رایته فصام وامر الناس بصیامه ابوداؤد (۲۳۴۲) دارمی ۴/۲ ابن حبان (۸۷۱) حاکم ۴۲۳/۱ بیہقی ۲۱۲/۴

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے التلخیص الحبیر ۱۸۷/۲)

لوگوں نے چاند دیکھنا شروع کیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ میں نے چاند کو دیکھا ہے تو آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اس بات کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال انی رایت الھلال یعنی رمضان فقال اتشھد ان لا اله الا اللہ فقال نعم قال اتشھد ان محمدا رسول اللہ قال نعم قال یا بلال اذن فی الناس فلیصوموا غدا (ابوداؤد)

ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا' میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں تو اس نے کہا ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اس نے کہا ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا اے بلال لوگوں میں اعلان کردو کہ وہ کل روزہ رکھیں۔

اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ رؤیت ہلال کے بارے میں ایک آدمی کی گواہی بھی کافی ہوتی ہے' یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر چاند کی گواہی دینے والے کے بارے میں پوری طرح آگاہی نہ ہو تو اس کے بارے میں تسلی اور اطمینان کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت اور رسول اللہ کی رسالت کی گواہی دیتا ہو۔

رؤیت ہلال کی دعا

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نیا چاند دیکھتے تو کہتے

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّهٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰهُ

ترمذی (۳۴۴۷) مسند احمد ۱۶۲/۱ دارمی (۱۶۹۵) حاکم ۲۸۵/۴ سلسلة الاحادیث الصحیحه (۱۸۱۶)

اے اللہ یہ چاند ہم پر امن و ایمان اور سلامتی و اسلام کے ساتھ نکال' (اے چاند) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔

روزہ

عربی زبان میں روزہ کے لئے لفظ "صوم" مستعمل ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں

الصوم والصیام فی اللغة "الامساک" وقال الراغب الصوم فی الاصل الامساک عن الفعل فتح الباری ۱۰۲/۴

صوم اور صیام کا لغوی معنی "رکنا" ہے۔ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں اصل میں صوم کا معنی "کام سے رکنا" ہے۔

وفی الشرع امساک مخصوص فی زمن مخصوص بشرائط مخصوصة

اصطلاح شرع میں مخصوص وقت میں' مخصوص شرائط کے ساتھ' مخصوص رکنا ہے۔ فتح الباری ۱۰۲/۴

فرضیت روزہ

رمضان المبارک کے روزے کی فرضیت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (بقرہ۔ ۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیساکہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم پرہیزگار بنو۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔ فمن شھد منکم الشھر فلیصمه (بقرہ ۱۸۵)

جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو وہ روزہ رکھے۔

روزہ کب فرض ہوا؟

محدث امیر یمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وکان مبدء فرضه فی السنة الثانیة من الھجرة (سبل السلام ۱۵۰/۱ روزے کی فرضیت کی ابتداء سن دو ہجری میں ہوئی۔

روزے کا ثواب

سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا

من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه (بخاری ۹۹/۴ مسلم (۷۵۹)

جس نے رمضان کا روزہ ایمان اور ثواب سمجھ کر رکھا اس کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

سیدنا عمرو بن مرہ الجھنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال یا رسول اللہ ارایت ان شھدت ان لا اله الا اللہ وانک رسول اللہ وصلیت الخمس وادیت الزکوة وصمت رمضان وقمته فممن انا قال من الصدیقین والشھداء ابن حبان (۱۹)

ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول اگر میں اس بات کی گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں' میں پانچ نمازیں ادا کروں اور زکاۃ دوں' رمضان کے روزے رکھوں اور اس کا قیام کروں تو میں کن لوگوں میں شمار ہوں گا؟ آپ ﷺ

نے فرمایا صدیقین اور شہداء میں۔
سیانا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الصوم لی وانا اجزی بہ (متفق علیہ)
روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا یا میں ہی اس کی جزا ہوں۔

سحری

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فصل ما بین صیامنا وصیام اھل الکتاب اکلۃ السحر (مسلم۔۱۰۹۶)
ہمارے اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان حد فاصل سحری کھانا ہے
سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا البرکۃ فی ثلاثۃ الجماعۃ والثرید والسحور (طبرانی کبیر ۔۶۱۲۷) ذکر اخبار اصبہان ۱/۵۷ مجمع الزوائد ۳/ ۱۵۱ موضح اوھام الجمع والتفریق ۱/ ۲۶۳
تین چیزوں میں برکت ہے۔ جماعت' ثرید اور سحری۔
سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تسحروا فان فی السحور برکۃ سحری کھاؤ کیونکہ سحری کے کھانے میں برکت ہے (بخاری ۴/۱۲۰ مسلم ۔۱۰۹۵)

بہترین سحری

سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نعم سحور المومن التمر (ابوداؤد ۲/ ۳۰۳ ابن حبان (۲۲۳) بیہقی ۴/ ۲۳۷
مومن کی بہترین سحری کھجور کھانا ہے۔

تاخیر سحری

سحری تاخیر سے کھانا مستحب ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کھائی' جب سحری سے فارغ ہوئے تو نبی ﷺ نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ آپ کے سحری سے فارغ ہونے اور فجر کی ادائیگی میں اتنا فاصلہ تھا کہ آدمی تقریباً پچاس آیتیں تلاوت کرلیتا ہے۔
سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تسحرنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم قام الی الصلوۃ قلت کم کان بین الاذان والسحور ؟ قال قدر خمسین آیۃ
بخاری ۴/۱۱۸ مسلم (۱۰۹۷)
ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھائی۔ پھر آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے (سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے زید رضی اللہ عنہ سے کہا اذان اور سحری میں کتنا فاصلہ تھا؟ تو انہوں نے کہا تقریباً پچاس آیات کا۔

نوٹ۔ سحری کی کوئی خاص دعا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

افطاری

ارشاد باری تعالیٰ ہے ثم اتموا الصیام الی اللیل روزہ رات تک پورا کرو۔ نبی ﷺ سے اس کی تفسیر یہ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اذا اقبل اللیل من ھھنا وادبر النھار من ھھنا فقد افطر الصائم بخاری ۱/ ۲۶۲
جب رات اس (مشرق) کی طرف سے آجائے اور دن اس مغرب کی طرف جائے تو روزہ دار روزہ کھول دے۔
سیدنا عمرو بن میمون الاودی سے مروی ہے کہ
کان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسرع الناس افطارا وابطاھم سحورا (مصنف عبدالرزاق ۷۵۹۱ فتح الباری ۴/۱۹۹ مجمع الزوائد ۳/ ۱۵۴)
محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لوگوں سے جلد افطار کرنے والے اور سحری تاخیر سے کھانے والے تھے۔
سھل بن سعد سے مروی ہے لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر بخاری ۴/ ۱۷۳ مسلم (۱۰۹۳)
لوگ ہمیشہ بھلائی پر رہیں گے جب تک وہ افطاری میں جلدی کریں گے ابوداؤد ۲/ ۳۰۵ اور ابن حبان (۲۲۴) کی روایت میں افطاری تاخیر سے کرنے کو یہودیوں اور عیسائیوں کا عمل بتایا گیا ہے۔

افطاری کس چیز کے ساتھ کی جائے

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفطر علی رطبات قبل ان یصلی فان لم یکن رطبات فتمرات فان لم یکن تمرات حسا حسوات من ماء (مسند احمد ۳/ ۱۶۳ ابوداؤد ۲/۳۰۶ ابن خزیمہ ۳/ ۲۷۷۔۲۸۷ ترمذی ۳/ ۷۰
نبی ﷺ نماز (مغرب) سے قبل تر کھجوروں کے ساتھ روزہ افطار کرتے اور اگر تر کھجوریں میسر نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں (چھوہاروں) سے روزہ افطار کرتے اور اگر خشک کھجوریں نہ ملتیں تو پانی کے چند گھونٹ بھر لیتے۔

افطاری کے وقت کیا کہے؟

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
ان للصائم عن فطرہ لدعوۃ ما ترد
ابن ماجہ ۱/ ۵۵۷ حاکم ۱/ ۴۲۲ طیالسی (۲۹۹) ابن السنی (۱۲۸)
روزہ دار کی افطاری کے وقت دعا رد نہیں کی جاتی۔
لہٰذا روزہ دار کو روزہ افطار کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنی چاہئیں جو دین و دنیا کی بہتری کے متعلق ہوں۔

افطاری کی دعا

رسول اللہ ﷺ افطاری کے وقت یہ دعا کرتے تھے
ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ابوداؤد ۲/ ۳۰۶ بیہقی ۴/ ۲۳۹ حاکم ۱/ ۴۲۲ ابن السنی (۱۲۸) عمل الیوم واللیل (۲۶۹) دار قطنی ۲/ ۱۸۵)
پیاس چلی گئی۔ رگیں تر ہوگئیں اور اجر ثابت ہوگیا اگر اللہ نے چاہا۔

روزہ افطار کرانا

رسول اللہ نے فرمایا
من فطر صائما کان لہ مثل اجرہ غیر انہ لا ینقص من اجر الصائم شیئا احمد ۴/ ۱۱۴' ۱۱۵' ۱۱۶ ۔ ۵/ ۱۹۲ ترمذی (۸۰۴) ابن ماجہ ۱۷۴۶) ابن حبان (۸۹۵)
جس نے روزے دار کو روزہ افطار کروایا' اس کا اجر روزے دار کی طرح ہے اور اللہ تعالیٰ روزہ دار کے اجر سے کچھ بھی کم نہیں کرتا۔

افطاری کروانے والے کے لئے دعا

اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ وَاَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ ابن ابی شیبہ ۳/ ۱۰۰ احمد ۳/ ۱۱۸ عمل الیوم واللیلہ (۲۶۸) عبدالرزاق ۴/ ۳۱۱
تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا اور فرشتوں نے تمہارے اوپر دعا کی اور روزے داروں نے تمہارے پاس روزہ افطار کیا۔

مباحات روزہ

۱۔ مسواک کرنا' بخاری ۲/ ۳۱۱ مسلم (۲۵۲)
۲۔ حالت جنابت میں سحری کھانا پھر بعد میں غسل کرنا۔ (بخاری ۴/ ۱۲۳ مسلم (۱۱۰۹)
۳۔ بیوی سے ملاقات وبوسہ لینا بشرطیکہ اپنے اوپر کنٹرول ہو۔ (بخاری ۴/ ۱۳۱ مسلم (۱۱۰۶)
۴۔ حالت روزہ میں سینگی لگوانا۔ (بخاری ۴/ ۱۵۵ ناسخ الحدیث ومنسوخہ لابن شاہین (۳۳۴۔۳۳۸)
۵۔ کسی چیز کو چکھنا جو حلق میں داخل نہ ہو۔ (بخاری ۴/ ۱۵۴ ابن ابی شیبہ ۳/ ۴۷ بیہقی ۴/ ۲۶۱
۶۔ سرمہ لگانا اور ناک میں دوائی ڈالنا۔ (بخاری ۴/ ۱۵۳ تغلیق التعلیق ۳/ ۱۵۳' ۱۵۲)
۷۔ غسل کرنا۔ (ابوداؤد ۲۳۶۵) احمد ۵/ ۳۷۶۔ ۳۸۰' ۴۰۸' ۴۳۰)
۸۔ بھیگا کپڑا اوڑھنا۔ (بخاری ۴/ ۱۵۳)

۹- گردو غبار مکھی وغیرہ کا حلق میں چلے جانا- (فتح الباری ۱/ ۱۵۵)

۱۰- قے کا آجانا- (ترمذی ۱/۹۰)

۱۱- بھول کر کھانا پینا- بخاری ۴/۱۳۵ مسلم (۱۱۵۵)

مفسدات روزہ

جان بوجھ کر کھانا پینا- (بخاری ۴/۱۳۵ مسلم (۱۱۵۵)

۲- جان بوجھ کر قے کرنا- (ابوداؤد ۲/۳۱۰ ترمذی ۳/۷۹ ابن ماجہ ۱/۵۳۶

۳- حیض ونفاس - (بخاری ۴/۴۲۹ مسلم (۳۳۵)

۴- جماع کرنا- (بخاری ۱۱/۵۱۶ مسلم (۱۱۱۱) ترمذی (۷۲۴)

ممنوعات روزہ

۱- جھوٹ اور اعمال بد - (بخاری ۴/۹۹)

۲- لڑائی اور گالی گلوچ- ابن خزیمہ (۱۹۹۶) حاکم ۱/۴۳۰-۴۳۱)

۳- ناک میں پانی ڈالتے وقت مبالغہ کرنا- (ترمذی ۳/۱۴۶' ابوداؤد ۲/۳۰۸' احمد ۴/۳۲ ابن ابی شیبہ ۳/ ۱۰۱ ابن ماجہ (۴۰۷)

رخصت روزہ

۱- مسافر (بقرہ- ۱۸۵)

۲- مریض کے لئے- (بقرہ- ۱۸۵)

۳- حائضہ اور نفاس والی خواتین کے لئے (بخاری ۴/۴۲۹ مسلم (۳۳۵)

۴- حاملہ اور دودھ پلانے والی خواتین کے لئے (ترمذی (۷۱۵) نسائی ۴/۱۸۰ ابوداؤد (۲۴۰۸) ابن ماجہ (۱۶۶۷)

۵- بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت - (بخاری ۴۵۰۵) شرح السنہ ۶/۳۱۶ نیل الاوطار ۴/۳۱۵ ارواء الغلیل ۴/ ۲۲-۲۵)

قضاء روزہ

اگر رمضان المبارک میں روزے کسی وجہ سے متروک ہو جائیں تو بعد میں ان کی قضا ضروری ہے- (بخاری ۴/۱۶۶- مسلم (۱۱۴۶)

روزوں کی قضا مسلسل یا متفرق دونوں طرح جائز ہے- (بخاری ۴/ ۱۸۹ تغلیق التعلیق ۳/۱۸۶)

اور ابوھریرہ ؓ سے مرفوعا جو روایت مروی ہے کہ من کان علیہ صوم من رمضان فلیسرد ولا یقطعہ جس کے ذمہ رمضان کے روزے ہوں وہ انہیں مسلسل رکھے- انقطاع نہ کرے- یہ روایت ضعیف ہے- اس کی سند میں عبدالرحمن بن ابراہیم ضعیف ہے- ملاحظہ ہو التلخیص الحبیر ۲/۲۰۶ سلسلہ ضعیفہ ۲/ ۱۳۷

۲- جو آدمی اس حال میں مرجائے کہ اس کے ذمہ روزوں کی نذر تھی تو اس کی طرف سے اس کا وارث یہ روزے رکھے (بخاری ۴/۱۱۲)

کفارہ

جو آدمی اپنی بیوی سے رمضان المبارک میں دن کے وقت جماع کرے' اس پر روزے کی قضاء اور کفارہ لازم ہوتا ہے جیسا کہ سیدنا ابوھریرہ ؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا' اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں ہلاک ہو گیا- آپ ﷺ نے فرمایا' تجھے کس چیز نے ہلاک کیا؟ اس نے کہا میں رمضان میں اپنی بیوی پر واقع ہوگیا- آپ ﷺ نے فرمایا' کیا تو ایک گردن آزاد کرنے کی طاقت رکھتا ہے- اس نے کہا نہیں- پھر آپ نے کہا' کیا تو دو ماہ متواتر روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہے- اس نے کہا' نہیں' آپ ﷺ نے کہا کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت رکھتا ہے- اس نے کہا نہیں- آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جا- وہ بیٹھ گیا- نبی ﷺ کے پاس ایک ٹوکرا کھجوروں کا لایا گیا- آپ نے اسے کہا' اسے صدقہ کردے- تو اس نے کہا ان دو ٹیلوں کے درمیان مجھ سے زیادہ کوئی فقیر نہیں- آپ ﷺ ہنس پڑے حتی کہ آپ ﷺ کی داڑھیں ظاہر ہوگئیں- آپ ﷺ نے فرمایا' اس کو پکڑ لے اور گھر والوں کو کھلادے- (بخاری ۱۱/۵۱۶ مسلم (۱۱۱۱) ترمذی (۷۲۴) شرح السنہ ۶/۲۸۸ ابوداؤد (۲۳۹۰) دارمی ۲/ ۱۱ ابن ماجہ (۱۶۷۱) ابن ابی شیبہ ۲/ ۱۸۳-۱۸۴ ابن خزیمہ ۳/۲۱۶ ابن الجارود (۱۳۹) موطا ۱/ ۲۹۷ عبدالرزاق ۴/۱۹۶

۲- اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو آدمی کفارہ کی ادائیگی سے عاجز ہو تو کفارہ اس سے ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالی کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا- ارشاد باری تعالی ہے لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا (بقرہ- ۲۸۳) اللہ تعالی کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا-

۳- اور عورت کو بھی کفارہ لازم نہیں ہوتا- اس لئے نبی ﷺ کو ایسے عمل کی خبر دی گئی جو کہ خاوند اور اس کی بیوی کے درمیان رونما ہوا لیکن نبی ﷺ نے صرف مرد پر ہی کفارہ لازم قرار دیا- عورت کے اوپر آپ ﷺ نے یہ حکم جاری نہیں کیا- واللہ اعلم

بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں' وہ ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلادیں- سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "الشیخ الکبیر والمراۃ الکبیرۃ لایستطیعان ان یصوما فیطعمان مکان کل یوم مسکینا" (بخاری (۴۵۰۵) شرح السنہ ۶/۳۱۶ فتح الباری ۸/۱۸۰ نیل الاوطار ۴/ ۳۱۵ ارواء الغلیل ۴/ ۲۲-۲۵

وہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں' وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلادیں- امام ابن منذر نے اپنی کتاب "الاجماع" (۱۲۹) میں اسی مسئلہ پر اجماع نقل کیا ہے- امام دار قطنی نے ۲/۲۰۷ میں عبداللہ بن عباس ؓ سے یہی مسئلہ نقل کیا کہ انہوں نے وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین" آیت پڑھی اور فرمایا

هو الشیخ الکبیر الذی لایستطیع الصیام فیفطر ویطعم عن کل یوم مسکینا نصف صاع من حنطۃ

اس آیت سے مراد وہ بڑی عمر والا آدمی ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہو- ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو آدھا صاع گندم دے دے- (حوالہ سابقہ)

سیدنا انس ؓ سے مروی ہے کہ

"انہ ضعف علی الصوم عاما" فصنع جفنۃ ثرید ودعا ثلاثین مسکینا فاشبعھم" دار قطنی ۲/۲۰۷ ایک سال وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہوگئے تو انہوں نے ایک بڑے برتن میں ثرید بنایا اور تیس مسکینوں کو بلا کر کھلادیا-

۲- حاملہ اور مرضعہ (دودھ پلانے والی) کو روزہ رکھنے کی وجہ سے اپنے اوپر یا اپنے بچے پر نقصان کا خوف ہو تو انہیں بھی رخصت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں بلکہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلادیں- اس کی دلیل یہ ہے کہ

"وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین" یہ آیت بوڑھے مرد' بوڑھی عورت' حاملہ اور مرضعہ جب اپنے نفس یا بچے پر خائف ہوں تو ان کے ساتھ خاص ہے کہ اپنے روزے کا فدیہ دے دیں- جیسا کہ ابن الجارود (۳۸۱) بیہقی ۴/۲۳۰ ابوداؤد (۲۳۱۸) میں مروی ہے-

سیدنا نافع بیان کرتے ہیں کہ

"ان ابن عمر سئل عن المراۃ الحامل اذا خافت علی ولدھا فقال "تفطر وتطعم مکان کل یوم مسکینا مدا من حنطۃ بیہقی ۴/۲۳۰

سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ سے حاملہ عورت جسے روزہ رکھنے کی وجہ سے اپنے بچے پر نقصان کا اندیشہ ہو' کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا "روزہ افطار کرلے اور ہر دن کے عوض ایک مسکین کو گندم کا ایک مد کھلا دے- دار قطنی ۱/۲۰۷ پر سیدنا ابن عمر ؓ سے مروی ہے کہ "الحامل والمرضع تفطر ولا تقضی" کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت روزہ افطار کرے' قضا نہ دے- اسی طرح دار قطنی میں دوسری سند سے یہ مروی ہے کہ

"ان امراتہ سالتہ وھی حبلی فقال افطری واطعمی عن کل یوم مسکینا ولا تقضی" ان کی بیوی نے ان سے پوچھا کہ وہ حاملہ ہے تو فرمانے لگے روزہ چھوڑ دے اور ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا دے اور قضا نہ دے-

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حاملہ اور مرضعہ کو روزے میں اسی طرح رخصت ہے جس طرح مسافر کو اور مسافر بعد میں قضا دے گا اسی طرح حاملہ اور مرضعہ بھی بعد میں قضا دیں گی- یہ بات

ٹھیک نہیں۔ اس لئے کہ قرآن مجید نے مسافر کے روزے کی رخصت کو بیان کرتے ہوئے کہا "فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر" جو کوئی تم میں سے بیمار یا سفر پر ہو تو روزوں کی گنتی دوسرے دنوں میں پورا کرے۔ اور جو آدمی روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھے' اس کے لئے رخصت یوں بیان کی "وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین"
جنہیں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو' وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ میں دے دیں
پس معلوم ہوا کہ حاملہ اور مرضعہ جنہیں روزہ رکھنے کی بنا پر اپنے اوپر یا اپنے بچے کے اوپر نقصان کا خطرہ ہو' وہ ایک مسکین کا کھانا ہر دن کے عوض فدیہ دیں جیسا کہ اوپر ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایات میں گزر چکا ہے۔

لیلۃ القدر

ارشاد باری تعالیٰ ہے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادراک مالیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شھر تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلام ھی حتی مطلع الفجر
ہم نے اس قرآن کو قدر والی رات میں نازل کیا اور آپ کو کیا معلوم کہ قدر والی رات کیا ہے؟ قدر والی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس رات میں فرشتے اور روح القدس اپنے رب کے حکم سے ہر امر خیر کے ساتھ اترتے ہیں۔ یہ رات سلامتی اور امن کی ہے طلوع فجر تک
دوسرے مقام پر فرمایا
انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین فیھا یفرق کل امر حکیم (الدخان ۳-۴)
ہم نے اس قرآن کو برکت والی رات میں اتارا۔ بے شک ہم ڈرانے والے ہیں۔ اس رات ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

لیلۃ القدر کے قیام کا ثواب

سیدنا ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ (بخاری ۴/۲۱۷ مسلم (۷۵۹)
جس نے لیلۃ القدر کا قیام ایمان و ثواب سمجھ کر کیا' اس کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

لیلۃ القدر کی دعا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ اگر مجھے لیلۃ القدر کا علم ہوجائے تو میں کیا کہوں آپ ﷺ نے فرمایا تو کہہ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ
ترمذی (۳۷۶۰) ابن ماجہ (۳۸۵۰)
اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے۔ معافی کو پسند کرتا ہے پس تو مجھے معاف کردے۔

لیلۃ القدر کی تلاش

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من عشر الاواخر من رمضان بخاری ۴/۲۲۵ مسلم (۱۱۶۹) رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر تلاش کرو۔ لیلۃ القدر کے لئے کسی رات کا یقین کرلینا صحیح نہیں بلکہ یہ آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی بھی ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے محنت خود بھی کرنی چاہئے اور اپنے گھروالوں کو بھی جگانا چاہئے۔
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
"کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد مئزرہ واحیی لیلہ وایقظ اھلہ" بخاری ۴/۲۳۳ مسلم (۱۱۷۴)
جب رمضان کے آخری دس دن آتے تو نبی اکرم ﷺ (عبادت کے لئے) کمربستہ ہوجاتے۔ رات کو جاگتے اور اپنے اھل وعیال کو بھی جگاتے۔

لیلۃ القدر کی علامات

سیدنا ابی بن کعب ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
صبحۃ لیلۃ القدر تطلع الشمس لا شعاع لھا کانھا طست حتی ترتفع "مسلم (۷۶۲)
لیلۃ القدر کی صبح کو سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ بلند ہونے تک ایک تھال کی طرح ہوتا ہے۔ اس کی شعاع نہیں ہوتی۔
سیدنا ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ کے پاس لیلۃ القدر کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا تم میں سے کون اسے یاد رکھتا ہے۔ اس رات جب چاند نکلتا ہے تو وہ بڑے تھال کے کنارے کی طرح ہوتا ہے۔ (مسلم (۱۱۷۰)
سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
شب قدر بڑی آسانی سے گزرنے والی معتدل رات ہے۔ نہ گرمی زیادہ ہوتی ہے نہ ہی ٹھنڈک۔ اس کی صبح کو سورج جب طلوع ہوتا ہے تو مدھم سرخی والا ہوتا ہے۔ مسند طیالسی (۳۴۹) ابن خزیمہ ۳/۲۳۱ البزار ۱/۴۸۶

اعتکاف

اعتکاف کا لغوی معنی ٹھہرنا ہے۔ (المصباح المنیر ۲/۴۲۴ العرب ۹/۲۵۲)
اصطلاح میں عبادت کی غرض سے مسجد کو لازم پکڑنے کے ہیں۔ اعتکاف کرنے والے کو معتکِف کہتے ہیں اور جائے اعتکاف کو معتکَف کہتے ہیں یعنی کاف کی زبر کے ساتھ۔ رمضان وغیر رمضان سال کے کسی دن بھی اعتکاف کیا جاسکتا ہے نبی ﷺ سے شوال کے آخری عشرے کا اعتکاف بھی ثابت ہے ملاحظہ ہو بخاری ۴/۲۲۶ مسلم (۱۱۷۳) سیدنا عمر ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا' میں نے جاہلیت میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی تھی۔ آپ نے فرمایا اوف بنذرک فاعتکف لیلۃ اپنی نذر پوری کر اور ایک رات کا اعتکاف بیٹھ جا۔ بخاری ۴/۲۳۷ مسلم (۱۶۵۶) لیکن سب سے افضل اعتکاف رمضان المبارک کا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف فی کل رمضان عشرۃ ایام فلما کان العام الذی قبض فیہ اعتکف عشرین یوما" بخاری ۴/۲۴۵
رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں ۱۰ دن اعتکاف بیٹھتے تھے جس سال آپ ﷺ فوت ہوئے' آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔
اعتکاف کے لئے مسجد کا ہونا مشروط ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد" البقرہ ۱۸۷ اور تم ان عورتوں سے مجامعت نہ کرو اس حال میں کہ تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھنے والے ہو۔
اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کے لئے مسجد کا ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا عورتیں بھی اگر اعتکاف بیٹھیں تو وہ مسجد میں بیٹھیں گھر میں اعتکاف بیٹھنے کی کوئی دلیل شرعی موجود نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات مسجد میں اعتکاف بیٹھا کرتی تھیں۔ ابوداؤد مع عون ۷/۱۴۲' ۱۴۳
جمہور محدثین کے نزدیک اعتکاف کے لئے جامع مسجد ہونی چاہئے جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ لا اعتکاف الا فی مسجد جامع ابوداؤد ۱/۳۳۵ اعتکاف صرف جامع مسجد میں ہوتا ہے۔

نماز تراویح

نبی کریم ﷺ نے فرمایا من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ (بخاری)
جس نے رمضان المبارک کا قیام ایمان اور ثواب سمجھ کر کیا' اس کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔
نماز تراویح کو قیام رمضان' صلوۃ رمضان' صلاۃ الوتر' قیام اللیل وصلوۃ اللیل بھی کہا جاتا ہے۔
اس کا وقت نماز عشاء سے لے کر نماز فجر تک ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فیما بین ان یفرغ من صلوۃ العشاء الی الفجر احدی عشرۃ رکعۃ ویسلم بین کل رکعتین ویوتر بواحدۃ (مسلم ۱/۲۵۴)

باقی صفحہ ۱۴ پر

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

غزوہ بدر ۔ جنگی سٹرٹیجی کے آئینے میں

میجر (ر) شیخ محمد نصیر

تو نے دیکھا ہے کبھی اے دیدہ عبرت کہ گل
ہو کے پیدا خاک سے رنگین قبا کیونکر ہوا!

مدینہ منورہ سے تقریباً ۱۳۰ کلو میٹر دور ایک کنواں ہے جس کا نام بدر ہے۔ رمضان المبارک ۲ ھ میں قریش مکہ (کفار) اور مدینہ منورہ کے مسلمانوں کے درمیان جو معرکہ پیش آیا، اسے غزوہ بدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ غزوہ اس مہم کو کہا جاتا ہے جس میں نبی مکرم ﷺ نے بنفس مجاہد خود حصہ لیا ہو۔

ابھی تک کتب واشاعت میں غزوہ بدر کا زیادہ تر بیان تاریخی یا دینی کارنامے کے لحاظ سے کیا جاتا رہا ہے۔ اب ان شاء اللہ آپ کے سامنے غزوہ بدر کا بیان بلحاظ مجاہد اعظم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے جہادی کردار اور اسلامی جنگی حکمت عملی کے پیش نظر کیا جائے گا۔ غزوہ بدر اگرچہ زمانہ حال کی جنگوں کے مقابلے میں ایک چھوٹا سا معرکہ ہے مگر جنگی نکتہ نگاہ سے بے مثال معرکہ ہے اور تاریخ ساز اہمیت کا حامل ہے۔

اسلامی تاریخ **میں** غزوہ بدر حق وباطل کا عظیم الشان معرکہ ہے اور مجاہد اعظم ﷺ اور صحابہ کرام کی عظمت کا نشان اس غزوہ سے واضح ہوتا ہے۔ اسلامی لشکر کی بے سروسامانی، لشکر کفار کی کثرت اسلحہ کی فراوانی کے مد نظر عام جنگی اصولوں کی بنیاد پر جنگ کرنے کا کوئی جواز نہ تھا مگر نبی مکرم ﷺ نے اللہ کے وعدے پر پورا بھروسہ کرتے ہوئے کفار سے ٹکرانے کا فیصلہ کیا۔

قریش مکہ پوری تیاری کرکے آئے تھے۔ تقریباً تمام رؤسائے عرب لشکر میں شامل تھے۔ جنگی کارروائی کے لئے طبل وطارے ساتھ لائے تھے۔ ان کا منصوبہ تھا کہ اسلام کے بانی اور مسلمانوں کو ختم کردیا جائے۔

لشکروں کا موازنہ

	لشکر اسلام	لشکر کفار
تعداد	۳۱۳	۹۵۰
تلواریں	۸	۲۰۰ اندازاً
زرہیں	۶	۶۰۰
گھوڑے	۲	۱۰۰
اونٹ	۷۰	۷۰۰

مندرجہ بالا موازنہ سے واضح ہے کہ مسلمان اور کفار افواج کی تعداد، اسلحہ اور سواری (رسالہ) کے تناسب میں زبردست فرق تھا۔ لیکن اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی۔ اگر اتنا زیادہ فرق نہ ہوتا تو مجاہد اعظم ﷺ کے جہادی کردار، صحابہ کرام کی جانثاری اور دین اسلام کا حق ہونا کیسے اجاگر ہوتا، حق وباطل کے فرق کا کیسے **پتہ** چلتا۔ اسی تفرق کی وجہ سے قرآن پاک میں بدر کے دن کو یوم الفرقان کہا گیا ہے یعنی حق وباطل میں فرق کرنے والا دن!

ماہ رمضان ۲ ھ کے شروع میں مجاہد اعظم ﷺ کو خبر ملی کہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ سامان حرب وضرب حاصل کرنے کے لئے شام روانہ ہوچکا ہے اور اس تجارت میں مکہ کے ہر گھرانے نے حصہ لیا ہے۔ نیز یہ کہ قریش مکہ مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے تیاریاں مکمل کرچکے ہیں۔ چنانچہ اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے مجاہد اعظم ﷺ نے بھی ۳۱۳ صحابہ کرامؓ کے ساتھ ۸ رمضان المبارک ۲ ھ کو مدینہ منورہ سے کوچ فرمایا۔

آپ نے لشکر کو باقاعدہ فوجی طریقہ پر تقسیم کیا۔ مقدمۃ الجیش، قسم اکبر اور ساقہ میں ترتیب دی۔ لشکر میں تین علمبردار مقرر فرمائے۔ سواریاں کم تھیں۔ اس لئے تین تین، چار چار مجاہدین کو ایک اونٹ ملا۔ آپ کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہ اور مرثد بن ابی مرثد غنوی ؓ تھے جو باری باری اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ دوران سفر آپ ﷺ کے ساتھیوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ آپ سوار رہیں۔ ہم پیادہ سفر کریں گے، یہ سن کر مجاہد اعظم ﷺ نے فرمایا، تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو اور نہ میں تم سے اجر کے معاملے میں زیادہ بے نیاز ہوں، اس طرح مجاہد اعظم ﷺ نے جہادی مساوات کی ایک اعلیٰ مثال قائم کردی۔

راز داری کے لئے آپ نے لشکر کے اونٹوں کی گھنٹیاں اتروادیں۔ سفر میں خصوصی راستہ اختیار فرمایا۔ مقام صفراء پہنچنے سے پہلے آپ نے دو صحابہؓ کو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے بدر کی طرف روانہ فرمایا۔ آپ وادی ذفران پہنچے تو اطلاع ملی کہ قریش جنگ کے لئے مکہ سے روانہ ہوچکے ہیں۔

چونکہ صحابہ کرام جنگ کے لئے پوری طرح مسلح نہ تھے اور کفار کی جنگی تیاری کی خبر بھی مل چکی تھی، اس لئے مجاہد اعظم نے جنگ سے پہلے دفاعی حکمت **عملی** کو اپناتے ہوئے مہاجر وانصار سے قریش مکہ کے ساتھ جنگ کرنے کے متعلق رائے لی۔ صحابہ کرامؓ نے جہادی ولولے کا ثبوت دیتے ہوئے ہر حال میں اطاعت کا اظہار کیا۔ اس موقع پر حضرت مقداد بن اسود ؓ نے جو بیان دیا، وہ تاقیامت ان کی عظمت کی یادگار بن گیا۔

حضرت ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مقداد بن اسود ؓ کی ایسی بات دیکھی کہ اگر وہ مجھے حاصل ہوتی تو اس کے مقابلے میں دنیا کی کسی نعمت کو محبوب نہ رکھتا۔ وہ یہ بات

بے سروسامانی کے باوجود صحابہ کرام کا ڈٹ جانا آج کے مسلمان کے لئے ایک سبق ہے

ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو کافروں سے قتال کی رغبت دلا رہے تھے کہ اتنے میں مقداد ؓ آگئے اور انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ ہم اس طرح نہیں کہیں گے جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہہ دیا تھا کہ تو اور تیرا رب جاؤ اور قوم عمالقہ سے قتال کرو۔ ہم آپ کے دائیں بائیں، آگے اور پیچھے سے دشمن سے قتال کریں گے۔"

ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ مقداد ؓ کے یہ کہتے ہی رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک روشن ہو گیا اور مقداد ؓ کی گفتگو سے آپ خوش ہو گئے۔ مقداد ؓ نے بھی جیسا دعویٰ کیا تھا غزوہ بدر میں ویسا ہی کر دکھایا۔

حضرت مقداد ؓ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ اگر ہمارے مجاہدین کا معیار بن جائیں تو ان کو ہمیشہ دشمن پر فتح و کامرانی نصیب ہوگی' خواہ دشمن تعداد و اسلحہ میں زیادہ اور قوی ہی کیوں نہ ہو۔ غزوہ بدر اس کی واضح مثال ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین

نہ ہمت ہارو اور نہ غم کھاؤ اگر تم ایمان والے ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔ (آل عمران ۱۳۹)

حضرت مقداد ؓ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی نافرمانی کا جو حوالہ دیا اس کا ذکر قرآن پاک میں ہے فرعون سے نجات دلانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو وادی سینا میں لے آئے۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اپنے وطن ملک شام پر جہاد و قتال کی ترغیب دی۔ شام کا علاقہ سرسبز و شاداب تھا اور مرکزی حیثیت رکھتا تھا مگر بنی اسرائیل پر غلامانہ ذہنیت غالب آچکی تھی۔ وہ ذلت کے عادی تھے۔ ان کے دماغ مفلوج تھے۔ ان کے خیال میں فرعون کی غلامی جہاد و قتال کی آزادی سے بہتر تھی جس میں انکی بیویاں بیوہ ہو جائیں اور بچے یتیم رہ جائیں۔ قرآن نے اس منظر کو اس طرح بیان کیا ہے۔

کہنے لگے (موسیٰ علیہ السلام کی قوم) اے موسیٰ علیہ السلام ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں۔ پس تم اور تمہارا رب جاؤ اور (ان سے) قتال کرو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ (المائدہ ۲۴ تا ۲۶)

چنانچہ بنی اسرائیل (قوم یہود) نے بزدلی دکھائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حکم نہ مانا اور جہاد و قتال سے صاف انکار کر دیا۔ اللہ جل جلالہ نے انہیں قوم فاسق ٹھہرایا اور ان کو نافرمانی کی سزا دی اور وہ چالیس سال تک تیہ کے ریگستان میں مارے مارے پھرتے رہے۔

یاد رکھنے کی بات ہے کہ جہاد و قتال نہ کرنے والی قوم اللہ کے ہاں فاسق (گنہگار) قوم ہے خواہ وہ نماز' روزے اور عبادت میں کتنی ہی پابند کیوں نہ ہو۔

نشان راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مرد راہ داں کے لئے!

صحابہ کرامؓ سے مشورہ لینے کے بعد مجاہد اعظم ﷺ نے قریش سے جنگ کرنے کا فیصلہ دے دیا اور بدر کی طرف روانہ ہو گئے۔ بدر پہنچنے سے پہلے آپ نے ایک طلایہ گرد دستہ قریش کی معلومات حاصل کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ اس دستے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ' حضرت زبیر ؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ شامل تھے۔ یہ دستہ (دشمن کی جاسوسی کرنے والا) بدر کے گھاٹ تک پہنچا اور قریش کے دو نوعمر غلام گرفتار کر لایا۔ احوال دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ قریش ٹیلے کے عقب تک پہنچ چکے تھے۔ مجاہد اعظم ﷺ نے بذات خود ان قیدیوں سے تفتیش کی اور قریش کی تعداد کے متعلق پوچھا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

آپ ﷺ نے ان سے پوچھا' قریش کتنے اونٹ ہر روز ذبح کرتے ہیں؟

غلاموں نے جواب دیا' ایک دن نو دوسرے دن دس

اس پر آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو بتایا کہ قریش کی تعداد نو سو اور ہزار کے درمیان ہے۔

پھر آپ کے استفسار پر قیدیوں کی زبانی معلوم ہوا کہ قریش کے بڑے بڑے سردار لشکر میں شریک ہیں۔ اسی سے پتہ چلا کہ قریش جنگ کے لئے تیار ہو کر آئے ہیں۔ نیز اس بر وقت معلومات کا یہ فائدہ ہوا کہ صحابہ کرامؓ نفسیاتی طور پر جنگ کے لئے تیار ہو گئے اور جہاد کا ایک خصوصی ولولہ پیدا ہو گیا۔

حکمت عملی کے تحت مشورہ سے میدان جنگ کا چناؤ کیا گیا جو بعد میں معرکہ آرائی کے دوران نہایت مفید ثابت ہوا۔ ایک اونچے مقام پر مجاہد اعظم ﷺ کے لئے ایک چھپر "عریش" تیار کیا گیا جہاں سے بخوبی میدان جنگ کا نظارہ ہو سکتا تھا۔ پڑاؤ کے قریب ایک پانی کا تالاب بھی تیار کیا گیا۔ مجاہدین کو رات کا کچھ حصہ آرام و نیند کے لئے بھی مل گیا۔

۱۷ رمضان بروز جمعہ کی صبح تازہ دم مجاہدین کی صف بندی کی گئی جس کی آپ نے بنفس نفیس درستی فرمائی۔ مختلف جماعتوں کے امیر مقرر فرمائے۔ ساتھ ہی جنگ کے احکامات کی سختی سے پابندی کی ہدایت فرمائی اور حکم دیا کہ تیر صرف اس وقت چلائے جائیں جب دشمن تیروں کی زد میں آجائے' جسے آج کل کی فوجی اصطلاح میں (Shoot to kill Distance) کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے جنگ کے شعار (Pass Words) مقرر فرمائے۔ پھر آپ عریش (command post) پر تشریف لے گئے۔ مزید ہدایات بھیجنے و رابطہ کے لئے چند سوار آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔

مجاہدین کی بے سروسامانی اور تعداد میں کمی کی بنا پر بظاہر مجاہدین کی فتح کا کوئی امکان نہ تھا۔ مجاہد اعظم ﷺ نے موقع کی نزاکت کو بھانپ لیا تھا۔ اس لئے جنگ شروع ہونے سے پہلے آپ نے نہایت عجز و انکساری' توکل و خلوص اور کامل یقین اور ایمان کے ساتھ اللہ پاک کے سامنے التجا کی

اے اللہ! یہ سامنے قریش ہیں جو سب سامان حرب و ضرب سے لیس ہو کر آئے ہیں تاکہ تیرے رسول کو جھٹلائیں۔

یا اللہ! اب آجائے تیری وہ مدد جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے۔

اے اللہ اگر آج ان مٹھی بھر مجاہدوں کو تو نے ہلاک ہونے دیا پھر (روئے زمین پر) تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

اللہ پاک نے اپنے محبوب ﷺ کی یقین و ایمان سے بھری ہوئی دعا قبول فرمائی اور مجاہدین کو فرشتوں کی امداد اور فتح کی بشارت دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

جب تم (نبی اکرم ﷺ) اپنے رب سے فریاد کرتے تھے۔ پس رب نے تمہاری دعا قبول کرلی (اور فرمایا) یقیناً تمہاری ایک ہزار فرشتوں سے امداد کرنے والا ہوں جو پے در پے آئیں گے۔ اور یہ تو تمہارے لئے خوش خبری اور تمہارے دلوں کے اطمینان کے لئے تھا ورنہ فتح و نصرت تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ (الانفال ۹)

ان آیات میں تاقیامت یہ سبق ذہن نشین کرایا گیا کہ ظاہری اسباب خواہ کچھ ہوں' فتح و نصرت اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے اور وہ اہل حق ہی کو غلبہ عطا فرماتا ہے۔ نیز اللہ پاک کی نصرت کے ذرائع محدود نہیں' حکمت کے تحت جو ذریعہ مناسب ہو' وہی بنا دیا جاتا ہے۔ بہر صورت اللہ پاک کی نصرت کے اعلان نے صحابہ کرامؓ میں بے پایاں استقامت اور جرات پیدا کر دی۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی!

جنگ شروع ہونے سے پہلے مشرکوں میں سے عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ اور ولید بن عتبہ میدان میں آئے اور ذاتی مبارزت کے لئے للکارا۔ ان کے مقابلے میں مجاہد اعظم ﷺ نے عبیدہ ابن الحرث ؓ' حمزہ بن عبدالمطلب ؓ اور علی بن ابی طالب ؓ کو روانہ فرمایا۔ سیدنا حمزہ ؓ اور سیدنا علی ؓ نے ایک ایک وار ہی میں اپنے مدمقابل کو قتل کر دیا جبکہ عبیدہ ؓ اور عتبہ ایک دوسرے پر وار کرتے رہے اور دونوں زخمی ہو گئے۔ اتنے میں سیدنا حمزہ ؓ اور سیدنا علی ؓ دونوں عتبہ پر حملہ آور ہوئے اور اس کو قتل کر دیا اور عبیدہ ؓ کو زخمی حالت میں اٹھا لائے۔

اپنے تین نامور سرداروں کے قتل کی ذلت کو قریش برداشت نہ کر سکے۔ انہوں نے فوری طور پر مجموعی حملہ کر دیا

اس وقت مجاہد اعظم ﷺ بھی اپنے مجاہدین کے پاس پہنچ گئے۔ کفار آگے بڑھے اور مجاہدین صف بستہ ہو کر تیروں سے ان کا استقبال کرتے رہے اور چن چن کر قریش کے سرداروں کو تیروں کا نشانہ بناتے رہے۔ کفار نزدیک پہنچ گئے تو نیزوں کی جنگ شروع ہو گئی۔ نبی مکرم ﷺ نے دشمن کے سامنے سینہ سپر ہونے والوں کو جنت کی بشارت دی۔ عمیر ابن الحمام ؓ نے جب یہ اعلان سنا تو بول اٹھے واللہ اب جنت سے کیا دوری رہ گئی ہے' اس وقت ان کے ہاتھ میں کچھ کھجوریں تھیں' وہ پھینک دیں اور دشمنوں پر حملہ آور ہوئے۔ کئی کفار کو قتل کر کے شہادت پائی۔

مجاہد اعظم ﷺ کی ترغیب سے مجاہدین کا جذبہ جہاد آسمان کو چھو رہا تھا۔ دو نو عمر مجاہد معاذ ؓ و معوذ ؓ پسران عفراء دشمنوں میں گھس گئے اور ابو جہل کو واصل جہنم کیا۔ جب معرکہ کارزار گرم ہو گیا تو مجاہد اعظم بھی قتال میں شریک ہو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں

"جب جنگ خطرناک صورت اختیار کر لیتی تو ہم رسول اللہ ﷺ کے زیر سایہ اپنے آپ کو بچایا کرتے۔ دشمن کی طرف آپ ﷺ سے زیادہ قریب کوئی نہ ہوتا"

مجاہد اعظم ﷺ کی موجودگی صحابہ کرام کے لئے کامیابی کی ضمانت تھی۔ صحابہ کرامؓ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر اللہ کی راہ میں فدا ہونا چاہتے تھے۔ فدائین کے اس ٹولے کے سامنے باطل کا یہ گروہ چند گھنٹے بھی نہ ٹھہر سکا۔ جنگ میں ۷۰ کفار ہلاک ہوئے اور ستر کو قیدی بنا لیا گیا۔ باقی کفار نے میدان جنگ سے فرار کی راہ اختیار کی۔ مسلمانوں کو اللہ پاک نے فتح عطا فرمائی۔

بدر میں مکہ کے بڑے بڑے سردار قتل ہو چکے تھے۔ شکست خوردہ قریش جب واپس پہنچے تو مکہ کا ہر گھر ماتم کدہ بن گیا۔

مجاہد اعظم ﷺ اور مجاہدین کا فتح یاب لشکر بمع مال غنیمت اور قیدیوں کے جب مدینہ منورہ پہنچا تو مدینہ منورہ کی فضا بدل گئی۔ مسلمانوں کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔

مال غنیمت پر اختلاف رائے ہوا تو اللہ پاک نے مسلمانوں کے لئے نیا اسلامی قانون نازل فرمایا جس کی تفصیل سورہ الانفال میں ہے۔ علامہ اقبال نے اس کی یوں عقدہ کشائی کی۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی!

اسلام سے پہلے جنگی قیدیوں کے ساتھ انسانیت سوز اور ظالمانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ بدر کے قیدیوں کے متعلق بھی اختلاف رائے تھی مگر اس میں بھی رحمت اللعالمین نے نیا قانون عطا کیا۔ قیدیوں کو فدیہ اور احسان سے رہائی کا حکم دیا نیز فرمایا لستوصوا بالاساری خیرا یعنی قیدیوں کے ساتھ ازراہ خیر نیکی کرو' جس پر صحابہؓ نے عمل کیا۔ کئی صحابہؓ خود فاقے کر کے قیدیوں کو کھانا کھلاتے رہے!

یقیناً غزوہ بدر اہل بصیرت کے لئے سبق و نصیحت ہے۔ اسلام کے اس پہلے غزوہ ہی میں اہل ایمان پر مکمل واضح کر دیا گیا کہ فتح و کامیابی کا دارومدار افواج کی کثرت یا اسلحہ کی فراوانی پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت پر ہے۔ فتح اہل ایمان ہی کا مقدر ہے۔ ان شاء اللہ

بدر کا دن' برما' فلپائن' فلسطین اور کشمیر کے مجاہدوں کے لئے حوصلہ افزائی اور نوید کا دن ہے۔ اللہ پاک حق و باطل کو ایسے ہی واضح کرتا ہے۔ زمانہ حال میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ فلسطین کے نہتے مجاہدین سے گھبرا کر اسرائیل دیگر مسلمان ممالک کو ورغلا کر سمجھوتے کی کوشش کر رہا ہے۔ افغانی مجاہدین نے روس کا تار و پود بکھیر دیا ہے۔ اب ان شاء اللہ بھارت اور یورپ کی باری ہے۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ شروع ہو چکی ہے۔ بوسنیا اور کشمیر کی قربانیوں نے عالم اسلام کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ امید ہے اسی قربانی ہی کی بدولت اسلامی متحدہ محاذ قیام میں آئے گا جس میں اسلامی امہ کی دفاعی افواج دنیا بھر کے مظلوموں کو (خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم) ظالموں سے نجات دلائیں گی۔

غزوہ بدر کے بیان سے ایک امر کی وضاحت عین ضروری ہے۔ غزوہ میں بے سروسامانی سے کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے کہ مسلمانوں کو حرب و ضرب کی تیاری کی ضرورت ہی نہیں۔ ایسا نہیں کیونکہ قرآن پاک میں واضح حکم موجود ہے واعدوا لھم ما استطعتم اسلام کے ہر فرد اور حکومت پر فرض ہے کہ وہ باطل سے ٹکرانے کے لئے بروقت پوری تیاری رکھے۔ ہاں اگر حتی الامکان تیاری کے باوجود مجاہدین میں کچھ کمی یا خامی رہ جائے یا مسلمان دشمن کے مقابلے میں افواج و قوت کا اجتماع نہ کر سکیں تو اس میں فکر کی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت پر بھروسہ کرتے ہوئے دشمن کے مقابلے میں ڈٹ جائیں۔ غلبہ ان شاء اللہ مجاہدین ہی کا ہو گا۔

چنانچہ غزوہ بدر میں اہل ایمان نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ غزوہ میں مجاہد اعظم ﷺ نے جنگی اصول مثلاً افواج کی ترتیب' راز داری' مخبری' ربط و ضبط وغیرہ بہترین طریقے پر عمل میں لائے۔ مال غنیمت کی احسن تقسیم اور جنگی قیدیوں سے حسن سلوک کی تاکید فرمائی غرضیکہ غزوہ بدر نہ صرف دینی جہاد کے لحاظ سے بلکہ جنگی نقطہ نظر سے بھی مجاہد اعظم ﷺ کا ایک شاہکار ہے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کا خراج تحسین

غزوہ بدر نہ صرف تاریخ اسلام کا زبردست معرکہ ہے بلکہ ساری دنیا کا اہم تاریخی واقعہ ہے۔

jan-1

بقیہ : شہداء

راقمؒ پروفیسر مشتاق احمد سلفی اور تحصیل کمالہ کے مسئول ماسٹر حبیب اللہ ساتھیوں سمیت شہید بھائی کے گھر پہنچے والدین اور بہن بھائی گھر میں موجود تھے۔ شہادت کی خبر سننے کے بعد فطری تقاضے کے تحت والد کی آنکھوں سے آنسو آ گئے لیکن حوصلہ کرتے ہوئے انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور یہ بات کہنے لگے کہ میرا بیٹا جب یہاں سے گیا تھا تو جاتے ہوئے یہ بات بطور وصیت کہہ کر گیا تھا کہ جب مجاہد بھائی آپ کے پاس آئیں تو آپ نے ان کو شربت پلانا ہے تو ہمارے روکنے کے باوجود شہید بھائی کے والد نور محمد نے پیپسی کی بوتلیں منگوائیں اور ہماری تواضع کی اور فرمانے لگے کہ آپ میرے بیٹے کی وصیت پر عمل کریں اور شربت پئیں۔ بعد ازاں بھائی کی وصیت راقم نے پڑھ کر سنائی جو کہ نومبر ۱۹۹۶ء کے مجلہ الدعوۃ میں چھپ چکی ہے۔ اس کے بعد شہید کی فضیلت اور جہاد کی اہمیت پر راقم نے گفتگو کی۔

ابو ہجرت شہیدؒ کی غائبانہ نماز جنازہ ۲۲ اکتوبر بروز منگل بعد نماز عصر کوٹ پٹھانہ کے میونسپل ہسپتال میں جو کہ شہید کے گھر کے ساتھ ہی ملحقہ تھا۔ پروفیسر حافظ عبد الرحمان مکی صاحب نے پڑھائی۔ نماز جنازہ سے قبل چوہدری نذیر احمد صاحب نے جہاد پر گفتگو فرمائی اور پھر راقم نے وصیت نامہ پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد پروفیسر عبد الرحمان مکی صاحب نے اصلاح معاشرہ پر گفتگو کی۔ خاص طور پر کافر اور مسلمان کے ظاہری فرق داڑھی اور نماز کی پابندی پر گفتگو کی جس کا لوگوں پر بہت اثر ہوا۔

شہید کے والد محترم نور محمد جو کہ بہت غریب اور سادہ انسان ہیں' کہنے لگے کہ ہمیں اپنے اس بیٹے کی کبھی کسی کی زبان سے شکایت نہیں ملی۔ بچپن سے لے کر جوانی تک شریف النفس تھا۔ ۱۹۸۹ء میں ہم نے اس کی شادی کر دی اور شادی کے بعد یہ فیصل آباد محنت مزدوری کے لئے چلا گیا اور اپنی والدہ اور ہمشیرہ کو بھی ساتھ لے گیا۔ پھر وہاں سے اس کو چند مجاہد ملے تو یہ ان کے ساتھ فیصل آباد مرکز میں پہنچا۔ وہاں سے اس نے اکیس دن کی تربیت کے لئے معسکر طیبہ میں جانے کا پروگرام بنا لیا۔ اپنی والدہ اور ہمشیرہ کو گھر چھوڑ گیا۔ جب ٹریننگ کر کے واپس آیا تو پھر اس کا دل گھر میں نہ لگا اور ہمیں دین کے مسئلے بتاتا رہتا۔ اپنی بیوی کو دین کی باتیں سناتا لیکن وہ نہ مانتی۔ بالآخر اس کو ۱۹۹۲ء میں طلاق دے دی۔ اس کا ایک چھوٹا سا بچہ ہے کہ جس کی عمر تقریباً ۵ سال ہے۔ بعد ازاں وہ فیصل آباد میں کام کرتا رہا اور وہاں سے اس نے دورہ خاصہ کیا اور فیصل آباد دفتر میں لیبرونگ کے شعبہ سے منسلک رہا۔ پھر وہاں سے جہاد کے لئے کشمیر چلا گیا۔ ہم نے اسے اجازت دی اور وہ خوشی سے گیا۔ وہ ہمیشہ گھر میں بہنوں کو پردہ اور نماز کا حکم کرتا تھا۔

ابو ہجرت شہید کے والد محترم فرما رہے تھے کہ جاتے ہوئے یہ بات کہہ کر گیا کہ مجھے اس موت سے نفرت ہے کہ میں یہاں دولت کماتے ہوئے مر جاؤں مجھے تو شہادت کی موت پسند ہے۔ لہٰذا میرا بیٹا شہادت کی موت کو حاصل کر گیا' اس نے اپنا مقصد پا لیا۔ ہم اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ نے ہمارے بیٹے کی قربانی کو قبول کیا۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ اس کی شہادت کو قبول فرمائے اور اس کے بیٹے کو اپنے باپ کا نعم البدل بنائے۔ آمین (رپورٹ سید عبد الوحید شاہ)

روزہ — طبی فوائد

از حکیم ہدایت اللہ۔ تاندلیانوالہ

روزہ اسلام کے پانچ بنیادی ستونوں میں سے ایک ہے۔ روزہ کو اللہ تعالی نے مومنین پر فرض قرار دیا ہے۔ اسی طرح دوسری امتوں میں بھی روزہ کو فرض قرار دیا گیا۔ اللہ تعالی چونکہ انسان کے خالق ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ اگر انسانی جسم کے نظام میں کوئی خرابی پیدا ہوجائے تو اس کو کیسے دور کیا جا سکتا ہے؟ ہمارا جسم پورے گیارہ مہینہ مصروف عمل رہتا ہے۔ اس طرح اگر جسم میں کوئی خرابی وغیرہ پیدا ہوجائے تو روزہ کے ذریعے اس کو دور کیا جا سکتا ہے اور انسانی جسم کی اصلاح ہوجاتی ہے۔ دنیا کے تمام ڈاکٹرز اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں کہ اگر کئی گھنٹے تک کھانا پینا چھوڑ دیا جائے تو بہت سی بیماریوں کا علاج ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹروں کے نزدیک معدہ کی اصلاح اور درستی و رطوبات فاضلہ کی کمی اور فضلات کا دور ہونا اسی وقت ممکن ہے جب معدہ کو اتنی دیر تک خالی رکھا جائے کہ اس کا خالی ہونا خاص طور پر محسوس ہو اور **طبیعت** کو ضبط نفس کا موقع ملے۔ اسلام نے اس مقصد کے لئے بارہ تیرہ گھنٹے کی مدت مقرر کی ہے۔ جو لوگ روزہ رکھتے ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ اتنی مدت تک کھانا پینا چھوڑ دینے سے سر سے لے کر پاؤں تک روزہ کا اثر پھیل جاتا ہے اور رگ رگ میں ایک خاص کیفیت نمایاں ہوتی ہے۔ اگر ڈاکٹروں کا روزہ **(ڈائٹنگ)** رکھا جائے جس میں کھانا تو بند کر دیا جاتا ہے لیکن تھوڑی دیر بعد پانی، پھلوں کا رس یا دودھ استعمال کیا جاتا ہے، تو یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ آج اسلامی روزہ کی یہ ادھوری صورت دانش مندان یورپ کے نزدیک صدہا بیماریوں کا واحد علاج ثابت ہو رہی ہے۔ اور ایک دن ان کے تجربے اور مشاہدے ضرور اس حد تک وسیع ہوں گے کہ وہ اسلامی روزوں اور وہ بھی ایک مہینے کے روزوں کو انسانی صحت کا بڑا ذریعہ خیال کریں گے۔

جسمانی قوتوں پر روزہ کا اثر

اللہ تعالی نے جسم کے اندر قوت مدبرہ پیدا کی ہے۔ یہ قوت مدبرہ کسی خارجی تدبیر کے بغیر ہر وقت انسانی جسم کی قوتوں کی حفاظ اور ان کی طرف سے مدافعت میں لگی رہتی ہے۔ قوت مدبرہ کو مدد دینے والی تدبیروں میں سے ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ کھانا پینا چھوڑ دیا جائے۔ یہ بات کہ روزہ میں شفاء کی زبردست صلاحیت ہے، اس طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ ترک غذا سے بدن کی وہ قوت جو غذا کو ہر وقت ہضم کرنے میں لگی رہتی ہے، بچی رہتی ہے اور قوت مدبرہ کے ساتھ مل کر امراض کو باہر نکالنے میں لگ جاتی ہے۔

ڈاکٹر جوئل شو، اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

"اس اصول پر تمام ڈاکٹرز متفق ہیں کہ ترک خورد و نوش ازالہ مرض کے لئے ایک خاص تدبیر ہے۔ ہمارا مشاہدہ بتاتا ہے کہ تمام حیوانی اجسام میں قدرت کا یہ قانون جاری ہے کہ وہ چیزیں جن میں زندگی کے اثرات نہیں پائے جاتے اور جن میں کہنگی اور فرسودگی پائی جاتی ہے، ان کو بدن سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ جسم کی کھال، ناخنوں اور بالوں میں نمایاں طور پر اس قانون پر عمل درآمد کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ سانپ کو دیکھئے کہ وہ برابر اپنی کینچلی

> **روزے ختم ہونے کے بعد بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ چند روز تک ہلکی غذا کم مقدار میں استعمال کریں۔**

بدلتا رہتا ہے۔ ترک خورد و نوش سے قوت مدبرہ کو زیادہ طاقت مل جاتی ہے کہ وہ بدن کے مضر و غیر حیات بخش اجزاء اور فضلات کو جلد سے جلد خارج کر دے" اس طرح جب انسان روزہ رکھتا ہے تو بدن بذات خود اپنی امراض کو نکال باہر پھینکتا ہے۔ کیونکہ کئی کلو غذا جو تیس فٹ کی نالیوں میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ اسے ہضم کرنا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ اس طرح اس قوت کو اس کے مقررہ فرائض سے ہٹا کر بیماریوں کے اخراج کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ روزہ کے دوران بے کار اور مردہ مادے سب سے پہلے خارج ہوتے ہیں اور اعضاء کو اپنے طبعی افعال انجام دینے کی صلاحیت عود کر آتی ہے۔

روزہ رکھنے کے بعد خون کے تصفیے کا عمل جاری ہوجاتا ہے۔ خون کے متعلق جو تجربہ کیا گیا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ روزہ سے خون میں سرخ ذرات زیادہ تعداد میں پیدا ہوئے اور سفید ذرات کی کمی ہوئی۔

روزہ اعضاء پر سے ایک بڑے بوجھ کو دور کر دیتا ہے اور ان کو اتنی طاقت دیتا ہے کہ وہ تمام بدن میں خون کی گردش کے معاون بن سکیں۔ اسی طرح سے دل کو موقع ملتا ہے کہ وہ اپنی حالت کو سنبھال لے اور اس کا طبعی فعل درست ہوجائے۔ اسی لئے روزہ سے عموماً دل کی بے قاعدگی دور ہوجاتی ہے اور دوران خون بھی صحیح ہوجاتا ہے۔

معدہ اور آنتوں پر روزہ کا بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ اگر گیارہ مہینے ان کو اپنی طاقت سے زیادہ مصروف رہنا پڑتا تھا تو روزہ کی حالت میں ان کو کام سے آرام کا موقع مل جاتا ہے۔ معدہ کا تناؤ اور کھنچاؤ بھی دور ہوجاتا ہے اور وہ اپنی اصلی حالت پر واپس آجاتا ہے۔ اور چونکہ معدہ اس سے قبل ہر وقت غذا کو ہضم کرنے میں مصروف رہتا تھا، اس لئے روزہ رکھنے سے اسے آرام کا موقع ملتا ہے۔ اس طرح سے معدہ از سر نو تازہ اور جوان ہوجاتا ہے۔ روزے سے آنتوں وغیرہ کی بھی صفائی ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اس سے قبل غذا ہر وقت آنتوں میں موجود رہتی تھی۔ معدہ ایک عضلاتی عضو ہے جس طرح دوسرے عضلات کو آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح معدہ کو بھی آرام کی ضرورت پڑتی ہے۔ تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ معدہ کے مریض اگر روزہ رکھیں تو ان کی اکثریت روزہ رکھنے سے صحت یاب ہوتی ہے۔ جب غذا کا آخری جزو بھی ہضم ہوجاتا ہے اور معدہ بالکل خالی ہوجاتا ہے تو اصلاحی صورت رونما ہونے لگتی ہے۔ ٹوٹے ہوئے خلیات کی جگہ نئے خلیے بنتے ہیں۔

روزہ سے تصفیہ کا جو عمل ہوتا ہے۔ اس سے جگر اور گردوں کو خاص طور پر فائدہ پہنچتا ہے۔ اگرچہ روزہ کے ابتدائی دنوں میں ان پر کچھ بار بھی پڑتا ہے۔ اگر تلی بڑھ گئی ہو تو روزہ رکھنے سے گھٹنے لگتی ہے اور بڑی تیزی سے اپنی اصلی حالت میں واپس آتی ہے۔ جگر کا پھوڑا پوری طرح اور مکمل طور پر روزہ سے صحیح ہوجاتا ہے۔ اسی طرح گردوں کی بھی بہت سی شکایتیں دور ہوجاتی ہیں۔ کیونکہ اس طرح جگر اور گردوں کی محنت کم ہوجاتی ہے۔

پھیپھڑے براہ راست خون صاف کرتے ہیں۔ اس لئے ان پر براہ راست روزہ کے فوائد کا اثر ہوتا ہے۔ اگر **پھیپھڑے** میں خون منجمد ہو تو بڑی تیزی سے یہ شکایت رفع ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہوا کی نالیاں صاف ہوجاتی ہیں۔ حلق بھی خوب صاف ہوجاتا ہے۔ روزہ سے آواز سریلی اور بلند ہوجاتی ہے۔

روزہ کی حالت میں پھیپھڑے فضلات کو بڑی تیزی کے ساتھ خارج کرتے ہیں۔ اس سے خون اچھی طرح صاف ہوجاتا ہے اور خون کی صفائی سے تمام نظام جسمانی میں صحت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

نظام عصبی اور دماغ پر روزہ کا اثر نمایاں ہوتا ہے۔ روزہ سے دماغ اور اعصاب کا فعل بہت کچھ اصلاح کرلیتا ہے۔ عام فالج اور ایک طرف کے فالج میں روزہ سے عام طور پر شفایابی حاصل ہوتی ہے۔ درد شقیقہ اور مالیخولیا جیسے امراض بھی دور ہوجاتے ہیں۔ وہ خون جو پٹھوں اور دماغ کے خلیات کو غذا پہنچاتا ہے' رفتہ رفتہ صاف ہوجاتا ہے۔ اس کی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور نتیجہ کے طور پر اعصاب میں قوت اور چستی معلوم ہوتی ہے۔ ان باتوں کا دماغی قوتوں پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ روزہ سے دماغی قوتیں بڑھ جاتی ہیں۔ حافظ قوی ہوجاتا ہے۔ یکسوئی' استقلال اور استدلال کی قوتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ حواس خمسہ پر روزہ کا حیرت انگیز اثر پڑتا ہے۔ بینائی میں نمایاں اضافہ ہوتا ہے۔ یہی حالت سننے اور سونگھنے کی قوتوں کی ہوتی ہے۔ اور یہ قوتیں تیز ہوجاتی ہیں۔ لوگوں کا بہرہ پن اور بھاری پن بھی دور ہوجاتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ کانوں کے اندرونی حصہ میں انجماد خون رفع ہوجاتا ہے اور ہوا کی گزرگاہ وسیع ہوجاتی ہے اور اسی طرح کانوں کے پردوں پر ہوا کا مناسب دباؤ پڑتا ہے۔ قوت ذائقہ کی تمام خرابیاں روزہ سے دور ہوجاتی ہیں۔

زبان پر روزہ کا خاص اثر دیکھا گیا ہے۔ زبان کیسی ہی صاف کیوں نہ ہو' روزہ کے بعد اس پر ایک تہہ سی چڑھ جاتی ہے۔ اور روز بروز یہ تہہ موٹی ہوتی جاتی ہے۔ روزہ کی حالت میں قوت مدبرہ بدن کے تمام فضلات کو خارج کرتی ہے۔ لہٰذا زبان پر جو موٹی تہہ چڑھ جاتی ہے' وہ بدن کی فالتو رطوبات کی ہوتی ہے۔ اور یہ امر اس بات کا ثبوت ہے کہ بدن کی فاضل رطوبات خارج ہوکر بدن میں تندرستی پیدا ہورہی ہے۔

روزہ میں انسان کا وزن بھی کم ہوجاتا ہے۔ روزہ کے ابتدائی دنوں میں زیادہ تیزی کے ساتھ وزن گھٹتا ہے۔ لیکن بعد میں آہستہ آہستہ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آنتوں سے فضلات میل کچیل اور گندے مادے خارج ہوجاتے ہیں اور کوئی دوسری چیز ان کی قائم مقام نہیں۔ یہ کمی وزن کی حقیقی کمی نہیں بلکہ عارضی ہے۔ کیونکہ کئی لوگ روزانہ کئی کئی کلو خوراک کھاجاتے ہیں۔ جبکہ روزہ میں یہ خوراک کم ہوجاتی ہے۔ روزہ کے بعد جب خوراک دوبارہ شروع کی جاتی ہے تو وزن بڑھ جاتا ہے۔

مختلف امراض پر روزہ کا اثر

یہ دعوی تو نہیں کیا جاسکتا کہ تمام امراض میں روزہ شفا بخش ثابت ہوتا ہے البتہ اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ صرف روزہ کے ذریعے اتنی بیماریوں میں شفا حاصل ہوتی ہے کہ کسی دوسری واحد تدبیر سے ناممکن ہے۔ اگر کسی بیماری کے ناقابل علاج ہونے سے پہلے روزہ رکھا جائے تو سخت بیماریوں میں بھی اس کے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ایسی بیماریوں میں جو کسی عضو کی بربادی اور تباہی سے تعلق نہیں رکھتیں' روزہ کے فوائد لاثانی ہیں۔

جن بیماریوں میں بدن لاغر اور کمزور ہوجاتا ہے' ان میں روزہ رکھنا نہایت مفید ہے۔ روزہ سے اکثر عام جسمانی کمزوری کے مریض تندرست ہوگئے اور ان کا وزن بھی ایک حد تک بڑھ گیا۔ واضح رہے کہ کم خوری سے لاغری پیدا نہیں ہوتی۔ بہت لوگ ایسے ہیں جو بہت زیادہ کھاتے ہیں پھر بھی لاغر رہتے ہیں۔ سرطان یا کینسر میں روزہ سے اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ درد میں تخفیف ہوجاتی ہے۔ اگر کینسر اپنے ابتدائی مرحلے میں ہو تو روزہ فائدہ دیتا ہے۔ اس طرح زندگی کچھ بڑھ جاتی ہے اور تکلیف کم ہوجاتی ہے۔ اسی طرح دل اگر بڑھ گیا ہو تو روزہ رکھنے سے ٹھیک ہوجاتا ہے۔ اگر دماغ کو کوئی صدمہ پہنچے جس سے وہ ہل جائے تو روزہ نہایت مفید ہے۔ کیونکہ روزہ سے حواس خمسہ کو طاقت ملتی ہے۔

> **چند دنوں کے روزوں سے فضلات جسم سے خارج نہیں ہوتے' اس لئے پورے مہینے کے روزے رکھنے چاہئیں۔**

ہسٹریا' مالیخولیا اور مراق وغیرہ میں جو جسم کے گندے مادوں کی وجہ سے پیدا ہوں' روزہ نہایت مفید ہے۔ ان امراض میں غدود جن عوارض میں مبتلا ہوجاتے ہیں' روزہ ان کو دور کردیتا ہے اور صحت بحال ہوجاتی ہے۔ واضح رہے کہ جب انسان زیادہ لاغر ہوجاتا ہے تو اسے غذا سے بہت کم فائدہ پہنچتا ہے۔ کیونکہ غذا نہ اچھی طرح ہضم ہوتی ہے اور نہ جزو بدن بنتی ہے۔ غذا خواہ کتنی ہی کم یا کتنی ہی زیادہ کیوں نہ استعمال کی جائے' وہ وزن کی مقدار نہیں بڑھا سکتی جب تک بخوبی ہضم ہوکر جزو بدن نہ بن جائے۔ اکثر حالات میں اس شکایت کو رفع کرنے کی تدبیر صرف یہ ہے کہ آلات ہضم کو مکمل آرام پہنچایا جائے۔ ہاضمہ کو موقع دیا جائے کہ وہ غذا کو ہضم کرنے والے لعابات پیدا کرنے کی صلاحیت از سرنو حاصل کریں۔ غذا کو ہضم کرنے والی نالیوں میں جو رکاوٹیں واقع ہوں' ان کو دور کیا جائے۔ روزہ سے یہ سب کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ روزہ سے بدن غذا کو ہضم کرکے اپنے اندر جذب کرنے لگتا ہے کیونکہ معدے کو بارہ تیرہ گھنٹے تک مکمل آرام کا موقع ملتا ہے۔ معدہ مضبوط ہوتا ہے اور ہاضمہ کو قوت ملتی ہے۔ اس سے وزن بڑھ جاتا ہے اور صحت بھی درست ہوجاتی ہے۔

بدن کو جب روگ لگ جاتا ہے تو اعضائے رئیسہ میں رکاوٹیں پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ خرابیاں تمام اعضائے بدن کے خلیات تک جا پہنچتی ہیں۔ روزہ کے دوران خلیات کی عملی قوت بڑھ جاتی ہے۔ جس کی بناء پر خود اعضاء بھی توانا ہوجاتے ہیں۔ چونکہ افراد کی زندگی اور بودوباش مختلف ہے۔ اس لئے چند دنوں کے روزوں سے فضلات جسم سے خارج نہیں ہوتے' اس لئے ضروری ہے کہ مکمل طور پر مہینے کے روزے رکھے جائیں۔

روزہ سے نزلہ بھی دور ہوجاتا ہے۔ جن لوگوں کو عموماً نزلہ رہتا ہے' روزہ سے دور ہوجاتا ہے۔ چونکہ نزلہ عموماً بدہضمی سے رہتا ہے' اس لئے روزہ رکھنے سے ہاضمہ درست ہوجاتا ہے اور نزلہ ختم ہوجاتا ہے۔ اسی طرح جسم میں جو تیزابیت پیدا ہوجاتی ہے' وہ بھی روزہ رکھنے سے ختم ہوجاتی ہے۔ روزہ جسم سے تیزابی مادے خارج کرتا ہے اور بدن میں از سرنو توازن پیدا ہوتا ہے۔

ایک مہینے کے روزے انسان کے لئے ایک **تشخیصی پیمانہ** کا کام بھی دیتے ہیں۔ اس کے ذریعے سے بدن کی کمزور اور پوشیدہ بیماریاں آشکارا ہوجاتی ہے۔ اور افعال یا اعضاء کی درستی یا نادرستی کا بھی پتہ چلتا ہے نیز وہ عوارض جن کی طرف سے بے پروائی برتی گئی تھی' روزہ کے دوران از سرنو نمایاں ہوجاتے ہیں۔

روزوں کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد بڑی احتیاط کی ضرورت ہے چند روز تک ہلکی زود ہضم غذا کم مقدار میں استعمال کریں۔ رفتہ رفتہ جب معدہ اور آنتیں برداشت کرنے لگیں تو اس وقت معمولی کھانا پینا شروع کریں۔ اس طرح ان فائدوں میں کمی واقع ہونے کا اندیشہ نہیں جو روزہ سے حاصل ہوتے ہیں۔

طیبہ وال کلاک

خصوصیات ☆ مرکز کے مونو اور پرچم والا خوبصورت رنگین ڈائل
☆ دیدہ زیب رنگوں اور ڈیزائنوں میں خوبصورت معیاری باڈی
☆ جدید جاپانی مشین کے ساتھ
☆ قرآنی آیت بمعہ ترجمہ سے مزین
☆ کلاک کا کلاک اور دعوت کی دعوت
☆ خود بھی خریدیں اور اپنے دوستوں کو بھی بہترین تحفہ دیں۔

رابطہ کیلئے ○ حافظ محمد داؤد رزیالہ وزاچ گوجرانوالہ پوسٹ کوڈ نمبر 52311
○ ضلعی دفتر طیبہ روڈ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ
○ مرکزی دفتر 5 چیمبرلین روڈ موچی دروازہ لاہور

نچھاور کیں۔ خصوصاً وقت طعام صبر وضبط اور ایثار' ہر اعتبار سے مثالی نوعیت کا تھا۔ محنت کش الجہاد لیبر ہال کے پروگرام ختم ہونے پر اپنے خیموں کو واپس جاتے ہوئے اس قدر اطمینان سے اٹھتے کہ معمولی سی گرد بھی نہ اڑتی۔

الجہاد لیبر ہال میں لیبر ونگ کے ساتھیوں کی دوسری تربیتی نشست سے خالد منصور صاحب نے افتتاحی خطاب کیا۔ انہوں نے محنت کشوں پر زور دیا کہ محنت کش کافر قوموں کے عزائم کو سمجھیں۔ اپنے دوست اور دشمن میں تمیز کریں۔ انہوں نے برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی حکومت اور موجودہ صورتحال پر سیر حاصل گفتگو کی جس سے حاضرین میں جوش وجذبہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ بعد ازاں امیر مرکز الدعوۃ والارشاد پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب لیبر بستی کے معائنہ کے لئے تشریف لائے۔ انہوں نے محنت کشوں کے معاش اور موجودہ ٹریڈ یونین کے مذموم مقاصد پر کھل کر بات کی۔ انہوں نے کہا۔

"محنت کشوں کے لئے بونس انکریمنٹ یا پرکشش مراعات دلانے کی قطعاً کوئی بات مرکز کے پروگرام میں کبھی بھی شامل نہیں رہی۔ اور الحمد للہ ہمارے ساتھ شامل لوگ ان ہی بنیادوں پر سوچتے ہیں۔ بلکہ ہم تو اخروی زندگی کے انعام کو حاصل کرنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اس وعدے کے لئے افراد سازی کرتے ہیں جس وعدے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم اور اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی احادیث میں نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اخروی زندگی کی تیاری سے اس دنیا میں بھی فائدہ ہے اور آخرت میں تو یہ انعامات مومن کے لئے بہر کیف یقینی ہیں۔ انہوں نے محنت کشوں پر زور دیا کہ وہ کتاب وسنت کی تعلیمات کو اپنے عمل سے اجاگر کریں۔ کیونکہ تبلیغ عمل سے بہت زیادہ موثر ہوتی ہے۔"

الجہاد لیبر ہال میں محنت کشوں کی آخری نشست جمعہ کے روز ساڑھے نو بجے صبح برپا ہوئی۔ جس سے راقم الحروف نے خطاب کیا۔ اس نشست کے اختتام پر ۵۰ سے زائد شرکاء اجتماع نے اپنے گھروں سے ٹی وی نکالنے کا اعلان کیا اور تقریباً ۲۰۰ افراد نے اللہ کے حکم کے مطابق داڑھی رکھنے کا فیصلہ کیا۔ اسی طرح تقریباً ۳۰۰ افراد نے پابندی سے نماز پنج گانہ ادا کرنے کا عہد کیا اور اللہ سے استقامت کی توفیق طلب کی۔ مجاہدین کے جہادی عمل سے متاثر ہو کر ۷۰ کے قریب افراد نے ابتدائی جہادی تربیت حاصل کرنے کے لئے معسکر طیبہ جانے کا ارادہ کیا۔ (ان شاء اللہ) محنت کشوں کو جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے راقم الحروف نے شرکائے نشست کو بتلایا کہ اب تک دس محنت کش ساتھی جہاد کشمیر میں اللہ کے حضور اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر چکے ہیں اور حال ہی میں چند روز قبل ابو عبداللہ اکبر شاہ (جو علامہ ٹیکسٹائل ملز رائے ونڈ میں ملازم تھے۔) انہوں نے ہندو فوج کے خلاف ایک معرکے میں جام شہادت نوش کیا ہے۔ ہم سب بھائیوں کو بھی چاہئے کہ ان عظیم ساتھیوں کے نقش قدم پر چلیں تاکہ آخرت کی کامیابی ہمارا مقدر بن سکے۔ اسی نشست میں ابو ولید بھائی (مسئول رابطہ لیبر ونگ) جو ڈیڑھ سال تک ہندو کافروں کے خلاف وادی کشمیر میں برسرپیکار رہے' انہوں نے لشکر طیبہ کے مجاہدین کے چند معرکوں کی مختصر روداد حاضرین کو سنائی جسے سن کر شرکائے اجتماع کی اکثریت کی آنکھیں بھیگ گئیں اور نشست میں عجب ایمانی کیفیت پیدا ہو گئی۔ مختصر یہ کہ اجتماع ۹۶ء میں محنت کشوں کی شمولیت ہر اعتبار سے بھرپور دینی جذبوں کی ترجمان تھی۔

بقیہ: اخبار وآراء

ہو چکا ہے۔ ہرقل کو اپنے ہم پایہ عالم کا خط ملا تو وہ شام کے شہر حمص کے محل میں تھا چنانچہ اس نے روم کے بڑے بڑے سرداروں کو محل میں جمع کر لیا اور دروازے بند کرنے کا حکم دے دیا اور پھر سرداروں سے مخاطب ہو کر کہا!

اگر فلاح اور بھلائی چاہتے ہو اور یہ بھی کہ تمہاری بادشاہت قائم رہے تو اس نبی کی بیعت کر لو۔

یہ سنتے ہی سارے لوگ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے مگر وہ بند تھے۔ اب جب ہرقل نے یہ منظر دیکھا تو ملازموں سے کہا۔ انہیں میرے پاس لا بٹھاؤ چنانچہ وہ دوبارہ آکر بیٹھے تو بادشاہ نے کہا' میں نے تو تمہیں صرف یہ دیکھنے کے لئے کہا تھا کہ بھلا تم اپنے دین پر کس قدر پختہ ہو؟

چارلس بھی یقیناً ایسے ہی ایک اجتماع سے مخاطب تھے۔ اپنے بڑے ہرقل کی طرح اسلام کی تعریفیں اور خوبیاں تو بیان کر رہے ہیں مگر دیکھنے والی بات یہ ہے کہ وہ ہرقل کی پیروی کرتا ہے یا کہ اپنے من کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام کے دامن کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے؟

بقیہ: مسائل رمضان

نبی ﷺ نماز عشاء اور نماز فجر کے درمیان گیارہ رکعت ادا کرتے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور ایک رکعت وتر ادا کرتے ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ کی صلوۃ رمضان کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا۔

ماکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ (بخاری ۱۲/۳ مسلم ۷۳۶)

رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔

اسی طرح سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے بسند حسن یہ حدیث مروی ہے کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما احیی بالناس لیلۃ فی رمضان صلی ثمانی رکعات و اوتر (صحیح ابن حبان (۹۲۰) طبرانی صغیر (۱۰۸) قیام اللیل (۹۰)

نبی ﷺ جب رمضان میں رات کے وقت لوگوں کے ساتھ بیدار ہوتے تو آٹھ رکعتیں ادا کرتے اور وتر پڑھتے۔

علامہ ابن ہمام حنفی فرماتے ہیں۔ "فتحصل من ھذا کلمہ ان قیام رمضان سنۃ احدی عشرۃ رکعۃ (فتح القدیر ۱/ ۴۰۷

اس ساری بحث کا ماحصل یہ ہے کہ تراویح گیارہ رکعت سنت ہے۔ یہی بات ملا علی قاری حنفی نے مرقاۃ ۱/ ۱۹۴ اور علامہ انور کاشمیری حنفی نے العرف الشذی ۱/ ۱۶۶ پر تسلیم کی ہے۔

جامع مسجد طیبہ اہلحدیث تلواڑہ
(سوہدرہ) تحصیل وزیر آباد زیر تعمیر

تمام مخیر احباب کی خدمت میں اپیل کی جاتی ہے کہ مسجد ھذا کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔ جزاکم اللہ خیرا
عطیات براہ راست جمع کروانے کے لئے الائیڈ بینک تلواڑہ ڈاک خانہ سوہدرہ (وزیر آباد) اکاؤنٹ نمبر ۲۴۴ پر رابطہ کریں۔ (شکریہ)

عبادت وریاضت کے موسم بہار۔ ماہ صیام۔ کی آمد آمد ہے۔ فیوض وبرکات کے ان چند ایام اور محدود لمحات سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لئے رسول رحمت ﷺ کے اسوہ حسنہ کی مکمل پیروی کیجئے۔ آپ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں روزوں سے متعلق اہم مسائل مثلاً ● نیت کے مسائل ● چاند دیکھنے کے مسائل ● سحر وافطاری کے مسائل ● روزے میں جائز اور ناجائز امور ● نماز تراویح ● اعتکاف ● لیلۃ القدر ● صدقہ فطر اور ● نماز عید کے مسائل پر مشتمل

کتاب الصیام
کا مطالعہ کیجئے

محمد اقبال کیلانی کی تالیف

رعایتی قیمت صرف ۲۷ روپے

چند اہم خصوصیات:
صحیح اور حسن درجہ کی احادیث کے حوالہ سے ۱۸۰ مسائل کا خوبصورت مجموعہ ○ مسائل کی وضاحت کا انتہائی سادہ اور منفرد انداز ○ احادیث کا عام فہم اور سلیس اردو ترجمہ ○ ذاتی تبصرے یا رائے سے مکمل احتراز ○ روزوں کے بارے میں ضعیف اور موضوع احادیث پر مشتمل الگ باب ○ چارٹ کی مدد سے اصطلاحات حدیث کا مختصر تعارف ○ دار الافتاء والدعوہ والارشاد، الریاض، سعودی عرب سے منظور شدہ ○ دیدہ زیب اور خوبصورت طباعت

مطبوعہ کتب:
۱- کتاب التوحید
۲- کتاب اتباع السنۃ
۳- کتاب الطھارۃ
۴- کتاب الصلاۃ
۵- کتاب الجنائز
۶- کتاب الصلاۃ علی النبی
۷- کتاب الدعاء
۸- کتاب الزکاۃ
۹- کتاب الصیام
۱۰- کتاب الحج و العمرۃ
۱۱- کتاب الجھاد

رابطہ کیلئے: **حدیث پبلیکیشنز**: ۲۔ شیش محل روڈ، لاہور، پاکستان

قرآن و سنت کی روشنی میں

مبشر احمد ربانی

آپ کے سوال

عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا

س - قرآن میں آتا ہے
وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم (النور - ۳۲)
دوسری جگہ فرمایا -
قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمته الله (الزمر - ۵۳)
ان دونوں آیات میں عباد کا لفظ غلام اور خادم کے معنی میں استعمال ہوا ہے نہ کہ عبادت گزار کے معنوں میں لہٰذا ان آیات کی روشنی میں عبد المصطفی' عبد الرسول یا عبد النبی کے نام رکھنے میں کیا مضائقہ ہے؟ وضاحت کریں
ج - لفظ عبد ایک مشترک لفظ ہے جس کے معنی عابد یعنی عبادت گزار کے بھی آتے ہیں اور خادم و غلام کے معنی میں بھی مستعمل ہے - جب عبد کی اضافت و نسبت غیر اللہ کی طرف ہوتی ہے تو اس کا مطلب خادم اور غلام ہی ہوتا ہے - جیساکہ مذکورہ بالا آیت میں ہے
والصالحین من عبادکم - عباد کی نسبت کم ضمیر کی طرف ہے
لیکن نام اور تسمیہ کے محل پر عموما یہ لفظ عبادت کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس لئے ایسے مواقع پر اس کا استعمال درست نہیں کیونکہ اس میں شرک کا شبہ پایا جاتا ہے - کئی ایک ایسی احادیث صحیحہ ہیں جن میں اسماء کے تعین کے وقت عبد کی اضافت اللہ تبارک وتعالی کی جانب ہے جیساکہ ارشاد نبوی ہے
سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - احب الاسماء الی الله عبدالله وعبدالرحمن
مسلم ۶/ ۱۶۹ ابو داؤد مع عون ۴/ ۴۴۳ ترمذی مع تحفہ ۴/ ۲۹ ابن ماجہ ۲/ ۴۰۴
اللہ تعالی کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں - ان دونوں ناموں میں لفظ عبد کی اضافت بالترتیب لفظ اللہ اور الرحمن کی طرف ہے اور یہ دونوں باری تعالی کے نام ہیں - وہ اسماء جن میں عبد کی اضافت غیر اللہ کی جانب تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بدل ڈالا تھا جیساکہ امام ابن عبد البر الاستیعاب میں لکھتے ہیں کہ
عبدالله بن ابی قحافه ابو بکر الصدیق رضی الله عنه کان اسمه فی الجاهلیه عبد الکعبه فسماه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عبدالله -
سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام دور جاہلیت میں عبد الکعبہ تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبد اللہ رکھا -
الاستیعاب برحاشیہ الاصابہ ۲/ ۲۳۴
اسی طرح سیدنا عبد الرحمن بن عوف کا نام زمانہ جاہلیت میں عبد عمرو تھا - بعض نے کہا عبد الکعبہ تھا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبد الرحمن رکھ دیا -
الاستیعاب ۲/ ۳۸۷
سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کا نام دور جاہلیت میں عبد شمس تھا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر عبد الرحمن رکھ دیا -
الاصابہ ۴/ ۲۰۰ الاستیعاب ۴/ ۲۰۰ - ۲۰۷
ابن ابی شیبہ میں حدیث ہے کہ وفد علی النبی قوم فسمعهم یسمون عبد الحجر فقال له ما اسمک فقال عبد الحجر فقال له رسول الله انما انت عبدالله
ایک قبیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا - آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کے لوگوں کو عبد الحجر کے نام سے پکارتے ہوئے ایک آدمی کو سنا - آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے - اس نے کہا عبد الحجر تو آپ نے فرمایا تیرا نام عبد اللہ ہے
بحوالہ تحسین الاسماء ۱۷
ایک حدیث میں آپ نے فرمایا

تعس عبدالدینار وعبدالدرهم وعبدالقطیفه
بخاری مع فتح ۸۱/۶ ابن ماجه (۴۱۳۶)

درہم اور دینار اور چادر کا بندہ تباہ ہو گیا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عبد کی اضافت اسماء میں جب غیر اللہ کی طرف ہوتی ہے تو یہ لفظ عبادت کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے ناموں کو بدلا کیونکہ یہ شرکیہ نام ہیں۔ اگر انہیں شرکیہ نہ سمجھا جائے تو پھر بھی ان میں شرک کی بو ضرور موجود ہے۔ شاہ ولی اللہ رقم طراز ہیں۔

ومنها انهم کانو ایسمون ابنائهم عبد العزی وعبد شمس ونحوذلک وقد ثبت فی احادیث لا تحص ان النبی غیر اسماء الصحابه عبد العزی وعبد شمس ونحوها الی عبد الله وعبد الرحمن وما اشبههما فهذه اشباح وقوالب للشرک نهی الشارع عنها لکونها قوالب له والله اعلم۔

(حجۃ اللہ البالغہ ۶۳/۱ باب اقسام الشرک)

مشرکین کی شرک کی اقسام میں سے ایک یہ تھی کہ لوگ اپنی اولاد کے نام عبد العزی اور عبد شمس وغیرہ رکھتے تھے۔ اور بے شمار احادیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کے ناموں کو عبد العزی اور عبد شمس سے بدل کر عبد اللہ اور عبد الرحمن وغیرہ رکھے۔ یہ شرک کے دروازے اور سانچے ہیں۔ شرع نے ان ناموں سے اس لئے منع کیا ہے کہ یہ اس کے سانچے ہیں۔ واللہ اعلم۔

اسی طرح حنفی علماء کرام ملا علی قاری مشکوۃ کی شرح مرقاۃ میں رقمطراز ہیں

ولا یجوز عبد الحارث ولا عبد النبی ولا عبرة بماشاع فیمابین الناس

عبد الحارث، عبد النبی وغیرہ نام رکھنا جائز نہیں اور لوگوں میں جو یہ نام رائج ہیں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ ۵۱۳/۸ تحت حدیث رقم (۴۷۵۲)

ملا قاری حنفی کی اس تصریح سے یہ بات عیاں ہو گئی کہ عبد الحارث اور عبد النبی وغیرہ نام رکھنے جائز نہیں۔

رہا قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسهم سے یہ استدلال کرنا کہ نبی ﷺ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ کہیں کہ۔ اے میرے بندو۔ یہ سراسر باطل ہے اور قرآن حکیم کے خلاف ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔

ماکان لبشر ان یوتیه الله الکتاب والحکم والنبوة ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون الله ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون (آل عمران۔ ۷۹)

کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کی بجائے تم میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہے گا کہ سچے ربانی بنو جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضہ ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔ اس آیت کریمہ میں صاف فرمایا ہے کہ نبی ﷺ کے لائق نہیں کہ وہ لوگوں سے کہے کہ تم میرے عبد بن جاؤ۔ اس بات کی مزید تائید رسول اللہ ﷺ کی اس بات سے ہوتی ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لا یقولن احدکم عبدی وامتی کلکم عبید الله وکل نسائکم اماء الله ولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتائی وفتاتی ولا یقل العبد ربی ولکن لیقل سیدی۔ رواہ مسلم۔ مشکوۃ مع مرقاۃ ۵۱۹/۸ باب الاسامی کتاب الادب

ہرگز تم میں کوئی شخص نہ کہے عبدی (میرا بندہ) اور میری لونڈی۔ سب مرد تمہارے اللہ کے بندے اور سب عورتیں تمہاری اللہ کی لونڈیاں ہیں بلکہ یوں کہے میرا غلام اور میری لڑکی۔ میرا خادم اور میری خادمہ اور غلام مالک کو ربی نہ کہے بلکہ مالک کو سیدی کہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی فرد کو اس بات کی اجازت نہیں کہ کسی دوسرے شخص کو عبدی کہے۔ اور جس کام سے خود رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہو، کیا آپ اس کا ارتکاب کر سکتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عبد کا لفظ غلام و خادم کے معنوں میں مستعمل ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے ولا یقل العبد ربی لیکن پھر بھی کسی کو اجازت نہیں دی کہ وہ عبدی کہے کہ کسی فرد کی نسبت عبودیت میں اپنی طرف کرے۔ یہ صرف اللہ تعالی کی طرف اضافت درست ہے۔ غیر اللہ کی طرف اس کی اضافت کر کے اسماء رکھنا جائز نہیں اور کم از کم شرک کی بو سے خالی نہیں۔

قل یا عبادی الذین میں لفظ قل یعنی آپ ﷺ کہیں، کا مطلب یہ ہے کہ آگے جو یا عبادی ہے "اس کی نسبت فرمان خداوندی کی طرف ہے نہ کہ یہ مطلب کہ آپ ﷺ بندوں کی اضافت اپنی طرف کر رہے ہیں۔ اس کی ممانعت سورۃ آل عمران کی آیت ۷۹ جو اوپر مذکور ہوئی ہے، اس میں بھی ہے اور آپ ﷺ کی مذکورہ حدیث میں بھی۔ اور مزاج قرآن کے بھی خلاف ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ جو ساری زندگی غیر اللہ کی عبودیت سے منع کرتے رہے اور عبد العزی و عبد الشمس جیسے اسماء کو بدلتے رہے تو کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ عباد کی اضافت اپنی طرف کر کے عبد النبی یا عبد المصطفی کہتے۔

اور سورہ نور کی ایک آیت نمبر ۳۲ میں عبادکم سے مراد خادم ہی ہے جیسا کہ یہ لفظ اماء کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے اور اس کی توضیح مذکورہ حدیث میں ہی ہو جاتی ہے جس میں خادم کو عبد کہا گیا ہے لیکن اس کی اضافت اپنی طرف کر کے بلانے کی کسی بھی کو اجازت نہیں دی گئی بلکہ لا یقولن احدکم عبدی کہہ کر ممانعت کر دی ہے۔

لہذا عبد المصطفی، عبد النبی، عبد الرسول وغیرہ نام رکھنا ناروا اور ناجائز ہیں۔ کسی طرح بھی درست نہیں۔

رخصتی سے پہلے طلاق

س۔ ہماری ایک عزیزہ کا نکاح کچھ عرصہ قبل ایک شخص سے پڑھا گیا لیکن رخصتی نہیں کی گئی کہ اس شخص نے اسے طلاق دے دی۔ اب دوبارہ دونوں گھرانے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ اب اس کی کیا شکل ہے۔ اس میں رجوع ہو گا یا نیا نکاح پڑھا جائے گا۔

(ایک سائل لوہاری لاہور)

ج۔ ایسی عورتیں جن کو خاوند نے چھونے سے قبل ہی طلاق دے ڈالی ہو، ان کی عدت نہیں ہوتی۔ اس لئے رجوع والا کوئی مسئلہ نہیں کیونکہ طلاق رجعی کا تعلق عدت کے ساتھ ہے۔ یہ ایک طلاق بائنہ ہے۔ اب از سرنو نکاح پڑھ کر دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

یا ایها الذین آمنوا اذا نکحتم المومنت ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فمالکم علیهن من عدة تعتدونها فمتعوهن وسرحوهن سراحا جمیلا (احزاب۔ ۴۹)

اے ایمان والو جب تم مومنہ عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انہیں چھونے سے قبل طلاق دے ڈالو تو تمہاری طرف سے ان پر کوئی عدت نہیں جس کے پورا ہونے کا تم مطالبہ کر سکو۔ انہیں کچھ مال دو اور بھلے طریقے سے رخصت کرو۔

اس آیت کریمہ میں عدت کے ساقط ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مرد کا حق رجوع ختم ہو جاتا ہے اور عورت کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ طلاق کے فورا بعد جس سے چاہے نکاح کروا سکتی ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

هذا امر مجمع علیه بین العلماء ان المراة اذا طلقت قبل الدخول بها لا عدة علیها فتذهب فتزوج فی فورها ماشائت۔

تفسیر ابن کثیر ۵۴۸/۳

اس مسئلہ پر علماء کے درمیان اجماع ہے کہ جب عورت کو دخول سے قبل طلاق دے دی جائے تو اس پر کوئی عدت نہیں۔ طلاق کے فورا بعد جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مرد اگر اپنی بیوی کو چھونے سے قبل طلاق دے دے تو مرد کا حق رجوع باقی نہیں رہتا بلکہ ایک طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اب اگر وہی آپس میں اکٹھے رہنا چاہیں اور ازدواجی تعلقات استوار کرنے کے خواہش مند ہوں تو از سرنو نکاح کر کے اپنی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اس میں شرعا کوئی ممانعت نہیں۔

کیا تحیۃ المسجد ہر وقت پڑھی جا سکتی ہے؟

س۔ ہمارے درمیان آج کل یہ مسئلہ کافی اختلافی شکل اختیار کر

گیا ہے کہ تحیۃ المسجد پڑھنا لازمی ہے یا کہ نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اوقات نہی میں انہیں ادا نہ کیا جائے جیسا کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت بعض کہتے ہیں کہ اسے ہر وقت پڑھ سکتے ہیں۔ آپ قرآن و سنت کی رو سے ہماری صحیح رہنمائی کریں جزاک اللہ خیرا۔ (محمد اسلم۔ کھیوڑہ)

ج۔ اس مسئلہ میں ہمارے نزدیک صحیح ترین بات یہ ہے کہ تحیۃ المسجد کسی وقت بھی ادا کئے جا سکتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم عام ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابو قتادہ السلمی سے مروی ہے کہ

ان رسول اللہ قال اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس۔

موطا ۱/ ۱۶۲ بخاری ۱/ ۷ ۴۴ مسلم (۷۱۴) ترمذی (۳۱۶) شرح السنہ ۲/ ۳۶۵

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بھی تم میں سے کوئی آدمی مسجد میں داخل ہو تو وہ بیٹھنے سے قبل دو رکعتیں ادا کرے۔

سیدنا ابو قتادہ ؓ سے صحیح مسلم میں مروی ہے کہ

دخلت المسجد و رسول اللہ جالس بین ظہرانی الناس قال فجلست فقال رسول اللہ ما منعک ان ترکع رکعتین قبل ان تجلس قال فقلت یا رسول اللہ رأیتک جالسا والناس جلوس قال فاذا دخل احدکم المسجد فلا یجلس حتی یرکع رکعتین

۔

صحیح مسلم ۱/ ۲۴۸ مسند احمد ۵/ ۳۰۵ (۲۲۰۹۵)

میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی جا کر بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تجھے بیٹھنے سے قبل دو رکعتیں پڑھنے میں کیا چیز مانع ہوئی؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے آپ ﷺ کو اور لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا، جب بھی تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اتنی دیر تک نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعتیں ادا کر لے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان دو رکعتوں کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ سیدنا ابو قتادہ ؓ جب دو رکعتیں پڑھے بغیر بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے دو رکعتیں نہ پڑھنے کی وجہ پوچھی۔ پھر عام حکم دیا کہ مسجد میں داخل ہونے والا شخص دو رکعتوں کی ادائیگی کے بغیر نہ بیٹھے۔

ان دو رکعتوں کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جمعہ والے دن دوران خطبہ کسی شخص کو بولنے کی اجازت نہیں جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

اذا قلت لصاحبک انصت والامام یخطب یوم الجمعہ فقد لغوت۔

جب تم نے جمعہ والے دن امام کے خطبہ کے دوران اپنے ساتھی سے کہا۔ چپ ہو جاؤ تو تو نے بیکار بات کی۔

موطا ۱/ ۱۰۳ مسلم (۸۵۱) بخاری مع فتح ۲/ ۴۱۴ شرح السنہ ۴/ ۲۵۸

لیکن دوران خطبہ اگر کوئی شخص آئے تو اسے بھی دو رکعت ادا کرنے کا حکم ہے جیسا کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ ؓ سے مروی ہے کہ

دخل رجل یوم الجمعہ المسجد والنبی یخطب فقال لہ اصلیت؟ فقال لا، قال "فصل رکعتین"

بخاری ۲/ ۳۴۲ مسلم (۸۷۵) احمد ۳/ ۲۹۷، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۸۹ ترمذی (۵۱۰)

ایک آدمی جمعہ والے دن مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اس سے کہا کہ کیا تو نے نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا، دو رکعتیں ادا کرو۔

اور صحیح مسلم (۸۷۵) میں ہے کہ سلیک غطفانی جمعہ والے دن اس وقت مسجد میں آئے۔ جب آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے تو وہ بیٹھ گئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب بھی تم میں سے کوئی شخص جمعہ والے دن مسجد میں آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ دو رکعتیں ہلکی سی ادا کر لے۔ پھر بیٹھے۔

ان احادیث صحیحہ صریحہ سے معلوم ہوا کہ جب بھی کوئی آدمی مسجد میں داخل ہو تو اسے دو رکعتیں پڑھے بغیر بیٹھنا نہیں چاہیے۔

یہ دو رکعت اس لئے بھی پڑھنا ضروری ہے کہ یہ سبب والی نمازوں میں سے ہے جیسا کہ طواف کی نماز، سورج گرہن کی نماز، ایسی تمام نمازیں ممنوعہ اوقات میں بھی ادا کی جا سکتی ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے نماز کسوف کے متعلق فرمایا۔

ان الشمس والقمر آیتان من آیات اللہ

بینک میں رقم رکھنا اور بینک کی نوکری

س۔ میرے پاس کچھ رقم ہے جسے میں نے بطور امانت بنک میں رکھا ہے اور بنک کے علاوہ کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں میں یہ رقم بطور امانت رکھ سکوں۔ کیا میرا یہ عمل درست ہے۔ میری کتاب و سنت کی روشنی میں رہنمائی کریں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ میرا ایک عزیز بنک میں کلرک ہے۔ اس کی یہ نوکری درست ہے کہ نہیں۔ (اجنید۔ سرگودھا)

ج۔ بنک میں رقم کو بطور امانت رکھنا درست نہیں خواہ آپ اس پر سود نہ لیتے ہوں کیونکہ بنک اس رقم کو سودی امور پر استعمال کرتا ہے اور یہ گناہ پر تعاون ہے جس کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب۔ (مائدہ۔ ۲)

نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کیا کرو۔ گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کیا کرو اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو یقیناً اللہ تعالی سخت عذاب دینے والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ گناہ میں تعاون جائز نہیں۔ اگر کوئی شخص بنک کے علاوہ کوئی اور جگہ امانت رکھنے کے لئے نہ پائے تو اس مجبوری کی بنا پر اتنی دیر تک بنک میں کرنٹ اکاؤنٹ میں اپنی رقم رکھ لے جب تک اس کا صحیح انتظام نہیں ہو جاتا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔

وقد فصل ما حرم علیکم الا ما اضطررتم الیہ۔ (انعام۔ ۱۱۹)

اور اللہ تعالی نے جو تمہارے اوپر حرام قرار دیا ہے اس کی تفصیل تمہارے لئے بیان کر دی ہے الا یہ کہ تم کسی بات پر مجبور ہو جاؤ۔

اور جب اس کے لئے آپ کو کوئی صحیح جگہ مل جائے تو آپ اپنی رقم بنک سے نکلوا لیں اور اس کو صحیح مقام پر منتقل کر دیں تاکہ گناہ پر تعاون سے بچ جائیں۔

آپ کے سوال کے دوسرے حصے کا جواب یہ ہے کہ بنک کی ملازمت کرنا حرام ہے۔ اس کے بارے میں ایک حدیث صحیح درج کرتا ہوں۔

سیدنا جابر ؓ سے مروی ہے کہ

لعن رسول اللہ آکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاہدیہ وقال ہم سواء

مسلم (۱۵۹۸) شرح السنہ ۸/ ۵۴

رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے اور اس کی تحریر لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا کہ یہ سب لوگ گناہ میں برابر ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سود لکھنے والا بھی لعنت کا مرتکب اور سود کھانے کھلانے کے ساتھ گناہ میں برابر ہیں۔ اس لئے بنک کی نوکری کرنا، کلرک و منیجر بننا بالکل حرام ہے اور سود خور کے ساتھ مل کر جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کرتا ہے، وہ برابر کے گناہ میں شریک ہے لہذا یہ سروس ترک کر کے کوئی جائز و حلال سروس اختیار کرنی چاہئے

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واکمل

dec-29

تلاش گمشدگی

حافظ ذکاء الرحمن ولد محمد ابراہیم عمر تقریبا ۱۳ سال رنگ گندمی قد تقریبا ۳ فٹ جو کہ جامعہ رحمانیہ نیو گارڈن ٹاؤن لاہور کا طالب علم ہے۔ ۴ جولائی 1995 سے لاپتہ ہے جس بھائی کو اس بارے میں علم ہو یا کسی مدرسہ میں ہو تو اس پتہ پر اطلاع دیں۔

ڈاکٹر محمد ابراہیم گگا چک نمبر ۲۹ تحصیل پتوکی ضلع قصور یا دفتر مرکز الدعوۃ والارشاد پتوکی

قسط نمبر 1

کیا حدود آرڈیننس اور قانون توہینِ رسالت میں تبدیلی کی ضرورت ہے

ایک علمی و تحقیقی جائزہ

محمد یوسف طیبی

اسلام اللہ تعالیٰ کا ایسا فطری قانون ہے کہ جس پر عمل کرنے والے شخص کی آخرت تو بہتر ہوتی ہی ہے' دنیائے فانی بھی بہتر ہو جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (النحل ۹۷)

جو شخص خواہ مرد ہو یا عورت' نیک کام کرتا ہے اور وہ مومن ہے' ہم اس کو بہترین زندگی عنایت فرمادیتے ہیں اور ان کو (آخرت میں بھی) ان کے اعمال کا بہترین اجر عنایت فرمائیں گے۔

اس آیت میں زندگی کی بہتری کا راز دو چیزوں کو بتایا گیا ہے۔ ایک ایمانیات' عقائد و نظریات وافکار کا صحیح ہونا۔ اگر عقائد میں شرک ہو تو نہ تو کوئی عمل قبول ہوگا اور نہ اس کی زندگی اچھی ہوگی۔

دوسرے یہ کہ اعمال بھی صالح ہوں اور صالح اعمال کی کسوٹی رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے۔ ہر وہ کام جو آپ نے عبادت قرار دیا ہو' آپ کے بیان کردہ یا عمل کردہ طریقہ سے کرنا ہی اس کام کو نیک بناتا ہے اور کام سنت سے ثابت نہ ہو یا ثابت تو ہو مگر اس کا طریق کار بناوٹی ہو تو وہ کام قابل قبول نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ

جس نے ایسا کام کیا جس پر ہمارا امر نہیں ہے وہ کام مردود ہے

لہٰذا عقائد و اعمال' حدود و تعزیرات سمیت سارے اسلام پر عمل ایک معاشرے کو مثالی بنا کر رکھ دیتا ہے اور یہ بات کافروں نے بھی سمجھ لی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی حدود میں سے بیشتر کو مختلف ناموں سے کافروں نے بھی اپنا رکھا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام ہی سلامتی والا دین ہے

مجھے امریکہ میں کام کرنے والے ڈاکٹر انس صاحب نے کئی برس پہلے بتایا کہ وہاں کی جیلوں میں اسلام کی تبلیغ کرنے والے کو سالانہ ایک لاکھ ڈالر وظیفہ دیا جاتا ہے۔ میں حیران ہوا تو انہوں نے کہا کہ ان کو اسلام سے کوئی محبت نہیں بلکہ وہ یہ کام اس لئے کرتے ہیں تاکہ جرائم پیشہ لوگ جرم سے باز آجائیں اور معاشرے میں قدرے امن قائم ہو سکے۔ لہٰذا امن کی بحالی کیلئے ان کو یہ بات بھی قبول ہے کہ ان کا جرائم پیشہ طبقہ مسلمان ہو جائے کیونکہ وہ اپنے خالق کے فطری نظام اسلام سے دور رہ کر دنیا سے تنگ آچکے ہیں۔ ان کو سکون میسر نہیں۔ اس سکون کے لئے کبھی وہ ہیروئن کھاتے ہیں' کبھی کتوں سے پیار کرتے ہیں' کبھی جنسی بے راہ روی کا سہارا لیتے ہیں مگر یہ سارے کام ان کی زندگی کو زیادہ تنگ کرتے چلے جاتے ہیں۔

> **مغرب زدہ لوگ سوچیں کہ امریکی جیلوں میں اسلام کی تبلیغ کرنے والے کو سالانہ ایک لاکھ ڈالر تنخواہ کیوں ملتی ہے کیونکہ ان کے نزدیک اسلامی نظام معاشرت ہی جرائم پیشہ افراد کو درست کرتا ہے**

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا (طٰہٰ)

جو شخص میرے ذکر سے روگردانی کرکے زندگی گزارتا ہے ہم اس کی زندگی تنگ کر دیتے ہیں۔

اور اس کے ذکر سے مراد مکمل اسلام ہے کتاب وسنت ہے' اللہ کا فرمان ہے......

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

ہمیں نے اس ذکر (قرآن وسنت) کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

قارئین! کافر جو مسلمانوں کے ازلی دشمن ہیں' وہ اگرچہ اسلام کے شہری اصول اپنا کر فائدہ اٹھالیں مگر وہ نہیں چاہتے کہ مسلمان اپنے اسلام پر عمل پیرا ہو کر دونوں جہانوں میں کامیاب ہو سکیں۔ اللہ کا فرمان ہے

وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ

وہ ہر ایسا کام چاہتے ہیں جو تم کو مشقت میں ڈال دے۔

ان کافروں نے سب سے پہلے خلافت اسلامیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے چھوٹے چھوٹے ملک بنادیئے۔ پھر ان کو غلام بنا کر اسلامی نظام کو عملی طور پر بھی ختم کر دیا اور ان کے آئین بھی بدل دیئے لیکن شاید وقتی رد عمل سے بچنے کے لئے چند عائلی قوانین باقی رہنے دیئے جن کو آئندہ کے راؤنڈ میں ختم کروانا تھا۔

چنانچہ دنیا میں اسلام کے نام پر بننے والے واحد ملک پاکستان پر انگریز کا قانون نافذ کر دیا گیا۔ پھر رہی سہی کسر ایوب خان نے عائلی قوانین میں لادینی ترامیم کرکے نکال دی۔ اللہ کو نہ جانے کیا منظور تھا۔ جنرل محمد ضیاء الحق کا زمانہ آیا۔ انہوں نے جہاں اور کچھ اچھے کام کئے' وہاں اسلامی حدود کو آرڈیننس کے طور پر نافذ کر دیا۔ اگرچہ اس میں چند امور قابل اصلاح ضرور تھے۔ ان کے بعد عملی طور پر تو قریب قریب ان کو معطل ہی کیا جا چکا ہے۔ مگر دنیا کے کافر جن کو موجودہ گئی گزری شکل میں بھی پاکستان ہضم نہیں ہوتا' اس کے "کانٹے" نکالتے رہتے ہیں۔ کبھی نصاب تعلیم سے قرآن نکال کر' کبھی حکومتوں سے مجاہدین کے خلاف کارروائیاں کروا کر اور کبھی مدارس کے خلاف ایکشن کروا کے وہ اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے رہتے ہیں' یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ پاکستان کو ہڑپ کر لینا چاہتے ہیں اور اس کو (اللہ نہ کرے) منہ

میں ڈالنے سے پہلے اس کے کانٹے صاف کرنا چاہتے ہیں تا کہ یہ "تر نوالہ" بن کر ہضم ہو جائے۔

اور ہمارے حکمران اگرچہ داخلی وخارجی بے شمار مصائب اور بحرانوں میں گھرے ہوئے محسوس ہوتے ہیں مگر اغیار کی چاکری کے لئے پھر بھی ان کو وقت نکالنا پڑتا ہے۔ چنانچہ صدر مملکت نے حال ہی میں بیان دیا ہے کہ ہم حدود آرڈیننس اور ناموس رسالت قانون پر نظر ثانی کر رہے ہیں اور حقوق انسانی کے تحفظ کے لئے ہم نے ایک آزاد وخود مختار کمیشن تشکیل دے دیا ہے۔

تعجب کی بات ہے کہ حدود وتعزیرات کے قانون کی مخالفت کرنے والے کھل کر اس کی جزئیات پر اعتراض کرنے کی واضح جسارت نہیں کرتے البتہ ان کے بکھرے ہوئے چند ایک اعتراضات سامنے آتے ہیں جن کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

پہلا اعتراض: حدود آرڈیننس آمر کا بنایا ہوا ہے:

یہ پاگل پن کی بات ہے کہ اللہ کی حدیں کسی آمر نے بنائی ہیں! حدود قرآن حکیم وسنت مطہرہ میں سے لی گئی ہیں اور مرتب کرنے والے دسیوں علماء وماہرین قوانین ہیں تو یہ حدود آمر ضیاء الحق کی کیسے ہو گئیں؟

ان علماء میں محمد یوسف بنوری، خواجہ قمر الدین، مفتی سید سیاح الدین کاکا خیل، مفتی محمد حسین نعیمی، مفتی محمد تقی عثمانی، محمد حنیف ندوی، ایک مصری عالم دین کے علاوہ اے کے بروہی اور جسٹس کے ایم اے صمدانی وغیرہ شامل ہیں۔ ہمارا نظریہ خلافت یہ ہے کہ کوئی حکمران خواہ جمہوری ہو آمر ہو، قوت سے آئے یا انقلاب سے، اگر وہ برسر اقتدار آکر اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ کرتا ہے، ہم اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں خواہ وہ عربی ہو یا عجمی، کالا ہو یا گورا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ مُجَدَّعٌ مَا أَقَامَ فِيكُمْ كِتَابَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

اے لوگو! اللہ سے ڈرو! تم پر احکام سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے۔ اگرچہ تم پر کالا حبشی ناک کٹا غلام ہی حکمران کیوں نہ بن جائے۔ چاہے اس کا سر منقی جیسا ہو۔ ہاں البتہ اگر ہمیں حکومت سازی کا اختیار حاصل ہو جائے تو ہمیں لازم ہے کہ ہم ایسے شخص کو حکمران بنائیں جو ہاشمی ہو اور عام لوگوں سے زیادہ اوصاف حمیدہ سے متصف ہو۔

لہٰذا گھر والا اگر رات کو دیوار پھلانگ کر بھی اپنے گھر میں داخل ہو تو وہ مجرم نہیں اور چور دن دہاڑے اگر دروازے سے بھی گھس جائے تو مجرم ہی ہے۔ اللہ کا قانون اگر آمر کے ذریعے بھی آجائے تو اس کو زیادہ حق ہے کہ اس کو نافذ کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور کافروں کے قوانین اگر اسمبلی کے ذریعے بھی آئیں تو وہ اس قابل ہیں کہ رد کر دیئے جائیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس حدود آرڈیننس کو دستور پاکستان ۱۹۷۳ء کے آرٹیکل (نمبر ۲۷۰) کے تحت آئینی جواز حاصل ہو گیا، ۱۹۸۵ء کی قومی اسمبلی نے انہیں پاس کر کے قانون کا حصہ بنادیا۔

حدود کی منسوخی خلاف آئین بھی ہے:

ان حدود کی منسوخی خلاف شریعت ہے اور خلاف قانون اور خلاف شرع بھی ہے اس لئے کہ اللہ کے قانون کو منسوخ کرنے یا ترمیم کرنے کا اختیار کسی کو نہیں دیا گیا، خود محمد رسول اللہ اپنی مرضی سے اللہ کے قاعدے بدلنے کے مجاز نہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ(٤٤) لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ(٤٥) ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ(٤٦) فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ

اگر (میرا رسول محمد ﷺ) ہمارے ذمہ اپنی طرف سے کچھ باتیں لگا دیتا تو ہم اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر ان کی شہ رگ کاٹ کر رکھ دیتے اور تم میں سے کوئی رکاوٹ بھی نہ بن سکتا۔

لہٰذا بہت بڑی جرات ہے کہ شریعت اسلامیہ میں کمی بیشی کی جائے اور اپنے آپ کو رب ذوالجلال کے عرش کا حقدار سمجھا جائے۔ یہ کفر ہے اور قابل صد مذمت ہے۔

دوسری طرف یہ ترامیم خلاف قانون بھی ہیں کیونکہ دستور پاکستان کے آرٹیکل نمبر ۲۲۷ میں واضح لکھا ہے کہ تمام قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھالا جائے اور کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو قرآن وسنت کے احکام کے منافی ہو۔

اب پہلے سے نافذ العمل اسلامی حدود کو منسوخ کرنے کی قانون بھی اجازت نہیں دیتا بلکہ سفارش کرتا ہے کہ باقی غیر اسلامی قوانین کو بھی اسلامی بنایا جائے اور اسی مقصد کیلئے آرٹیکل (نمبر ۲۲۸) کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل بنائی گئی تھی۔

اعتراض نمبر ۲: زنا بالجبر اور بالرضا میں فرق نہیں

بعض طالع آزما یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ان حدود میں یہ فرق نہیں کیا گیا کہ آیا زنا کا ارتکاب طرفین کی خوشی سے ہوا یا جبراً ہوا۔ ہاں اسلام نے ان دونوں حالتوں میں فرق کیا ہے اگر عورت سے زنا جبراً ہوا ہو تو اسلام عورت کو سزا نہیں دیتا اور مرد کی سزا زیادہ ہو جاتی ہے۔ ایک زنا کی سزا، دوسرے جبر واستبداد کی۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کیس آیا کہ ایسی عورت حاملہ ہو گئی جس کا خاوند ہی نہیں تھا۔ آپ نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میری نیند بہت شدید ہے۔ میں سو رہی تھی کہ کسی نے بدکاری کر ڈالی۔ میرے جاگنے سے قبل وہ جا چکا تھا۔ تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اس کا عذر قبول فرمایا اور اس کو سزا سے بچا لیا۔ (مسند سعید بن منصور) منار السبیل ۲/۱۷/۳)

لیکن اگر زنا کی ان دو قسموں میں فرق کرنے سے مراد یہ ہے کہ بخوشی زنا کی اجازت ہونی چاہئے اور صرف بالجبر کی سزا ہونی چاہئے تو یہ خلاف شریعت بات ہے۔ انسان کی جان، مال، عزت وآبرو، اس کی ملکیت نہیں ہے، نہ تو اپنا کمایا ہوا مال اس کو ضائع کرنے کی اجازت ہے اور نہ اپنی جان ختم کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی عصمت فروشی کی۔ اگر عصمت فروشی جائز ہوتی تو خودکشی بھی جائز ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانے میں جتنی بھی زنا کی سزائیں دی ہیں، وہ سب باہمی رضامندی کے زنا تھے۔ مگر آپ نے سزائیں صادر فرمائیں۔ اس لئے کہ بدکاری کسی کا ذاتی مسئلہ ہی نہیں ہے بلکہ اس کے بہت برے اثرات معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں۔ انسانوں کی نسل برباد ہوتی ہے۔ مادر پدر آزاد معاشرہ جنم لیتا ہے۔ جن کے سر پر نہ شفیق باپ کا سایہ ہوتا ہے نہ رحیم ماں کی حفاظت۔ اس سے ایسے بچے پیدا ہوتے ہیں جن کی تربیت نہیں ہو پاتی، وہ چور ڈکیت بن جاتے ہیں کیونکہ ایسے قبیح افعال کرتے وقت ان کو نہ کسی باپ کی شرم ہوتی ہے نہ خاندان کا پاس۔ اس طرح وہ معاشرے کا ناسور بن جاتے ہیں اور دوسری طرف وہ احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں۔ محرومی کا یہی احساس ہے کہ ایک بچے نے ہیلری کلنٹن کو خط لکھا تھا کہ مجھے ایک مرد لا دیں جس کو میں باپ کہہ سکوں۔ ایسے بچوں کی تعداد یورپین معاشرہ میں تقریباً ایک تہائی ہے۔

اسلام نے نسل محفوظ رکھنے کا بہت اہتمام کیا۔ طلاق کے بعد عدت ہوتی ہے تاکہ رحم کی حالت معلوم ہو سکے۔ اگر حاملہ ہے تو عدت وضع حمل ہو جاتی ہے۔ حتی کہ جنگ میں پکڑی گئی لونڈی کے حقوق بھی اسلام نے محفوظ رکھے ہیں۔ وہ اگر کنواری نہیں ہے، اس کی بھی عدت ہے۔ پھر اگر وہ باپ کے حصے میں آتی ہے تو بیٹا وغیرہ اس کے قریب نہیں جا سکتے حتی کہ اگر مالک لونڈی کی کسی غلام سے شادی کر دے تو مالک بھی اس کے پاس نہیں جا سکتا!

اس طرح نسل محفوظ ہو جاتی ہے۔ ہر آدمی کو یقین ہوتا ہے کہ اس کی طرف منسوب بچہ اسی کا ہے، وہ اس کا خیال رکھتا ہے تربیت کر کے اس کو معاشرے میں اعلیٰ مقام عنایت کرتا ہے۔

غیرت کے نام پر قتل:

غیرت کے نام پر قتل کے گھناؤنے فعل کا نشانہ بھی خواہ مخواہ حدود آرڈیننس کو بنایا جاتا ہے۔ بھئی اس قانون میں کہاں لکھا ہے کہ غیرت کے نام پر قتل جائز ہے۔ لیکن یہ صرف بدکار کو بچانا چاہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مغرب کا معاشرہ یہ چاہتا ہے کہ کتے چھوڑ دیئے جائیں اور پتھر باندھ دیئے جائیں۔ بدکاری اور اس کے اسباب گانے فلمیں، رقص، شراب کو عام کیا جائے اور غیرت کو ختم کیا جائے۔ جیسے انہوں نے اپنے ممالک میں کیا ہے، لڑکی کمال ڈھٹائی کے ساتھ باپ کو بتا کر جاتی ہے کہ میں اپنے یار کے ساتھ جا رہی ہوں اور اگر وہ منع کرے تو اس کو پولیس اٹھا لے جاتی ہے اور اگر یہ لوگ غیرت کے نام پر قتل روکنا چاہتے ہیں تو ان کو چاہئے کہ قاتل کو ہی سزا نہ دیں، بدکار کو بھی دیں۔ پھر دیکھیں یہ دونوں جرم کیسے ختم ہوتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۳: حدود و قوانین وحشیانہ ہیں:

انسان کو رب نے بنایا۔ اس کے بارے میں حدود قوانین بھی رب نے نازل فرمائے۔ درمیان میں ایک جبریل علیہ السلام ہیں دوسرے محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اب وحشی کہاں سے آگئے۔ پھر ان حدود کو آپ ﷺ نے نافذ فرمایا اور خود فیصلے صادر فرمائے۔ تو یہ "وحشیانہ" کی زد میں غور فرمائیں کہ کون کون آتا ہے' کیا یہ کہنا کفر صراح نہیں؟ لیکن یہ باتیں تو اس کے لئے ہیں جو ایمان کا پختہ ہو۔

حدود آرڈیننس اور قانون توہین رسالت میں تبدیلی کے بارے میں ملک کے جید علماء اور ماہرین قانون کی الدعوۃ سے گفتگو

انٹرویو: محمد قاسم

> سوال 1۔ پرویز مشرف نے حدود آرڈیننس اور قانون توہین رسالت میں نظر ثانی اور ترمیم کا عندیہ دیا ہے۔ اس سلسلے آپ کے تاثرات کیا ہیں؟
>
> سوال 2۔ توہین رسالت کے الزام میں بعض مسلمانوں کو بھی ناجائز پھنسایا گیا اس کی روشنی میں کیا اس قانون کی واقعی اصلاح نہیں ہونی چاہیے؟

مسلمانوں کے خلاف مقدمات اس مغربی پروپیگنڈہ کا توڑ کرتے ہیں کہ قانون توہین رسالت ﷺ صرف غیر مسلموں کیلئے ہے

ظفر علی راجا' ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

جہاں تک حدود آرڈیننس اور توہین رسالت کے قوانین میں نظر ثانی یا ترمیم کا تعلق ہے تو جنرل پرویز مشرف صاحب برسر اقتدار آنے کے بعد سے متعدد مرتبہ اس عندیے کا اظہار کر چکے ہیں۔ اس عندیے کا محرک دراصل دو عوامل ہیں۔ یعنی خود جنرل صاحب کی ''روشن خیالی'' اور مغربی دنیا کا دباؤ...... ابھی یہ تحقیق ہونا باقی ہے کہ ''روشن خیالی'' جنرل مشرف کی فطرت میں شروع ہی سے شامل تھی یا پھر امریکی دباؤ نے انہیں ''روشن خیالی'' کا پیکر پہنایا ہے۔

اب آیئے اس سوال کے قانونی پہلوؤں کی جانب...... کسی بھی فوجداری قانون کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک حصہ جرم کی تعریف اور سزا کے بیان پر مشتمل ہوتا ہے جبکہ دوسرے حصے میں ایف آئی اے کے اندراج سے سزا کے مرحلے تک پہنچنے کا طریقہ کار واضح کیا جاتا ہے۔ جہاں تک حدود آرڈیننس کا تعلق ہے تو یہ قوانین 1979ء میں نافذ کئے گئے تھے۔ ان قوانین کے آغاز میں بیان کیا گیا ہے کہ ان کے نفاذ کا واحد مقصد رائج الوقت قوانین کو ان سانچوں میں ڈھالنا ہے جو قرآن اور سنت نے مقرر کیے ہیں۔ ان قوانین کے تحت قرآن و سنت میں بیان کردہ قذف' چوری' ڈاکہ' شراب نوشی اور جنسی جرائم کی اسلامی سزائیں لاگو کی گئیں۔

اس کے ساتھ ہی قانون کا دوسرا حصہ (یعنی اس پر عمل کیسے کیا جائے گا) بھی ضوابط کی صورت میں نافذ کیا گیا۔ پاکستان کی اعلیٰ ترین عدالتیں بارہا یہ رولنگ دے چکی ہیں کہ قرآن و سنت کے وضع کردہ قوانین اور سزائیں ناقابل تنسیخ ہیں۔ لہٰذا جنرل پرویز مشرف صاحب کے عندیہ کے باوجود ایسا کرنا غیر اسلامی' غیر آئینی اور غیر قانونی ہوگا۔ کیونکہ آئین کے تحت خود جنرل پرویز مشرف صاحب بھی پاکستان میں اسلامی طرز معاشرت رائج کرنے کے پابند ہیں۔ ہاں جہاں تک ان قوانین کے عمل درآمد کے طریقہ کار اور ضوابط کا تعلق ہے تو اگر کہیں کوئی مشکل پیش آ رہی ہو تو مفاد عامہ کے تحت اس پر غور و خوض کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل سے رائے لی جاسکتی ہے اور پھر اس رائے کی روشنی میں ترمیمی بل قومی اسمبلی اور سینٹ سے پاس کروایا جاسکتا ہے۔ یاد رہے کہ اگر ان ضوابط کو پیچیدہ بنا کر ایسی صورت دے دی جائے کہ قرآن و سنت کے احکام کاغذ پر تو قائم رہیں لیکن عملاً ان کا نفاذ ناممکن ہو جائے تو یہ عمل بدنیتی پر مبنی تصور ہوگا اور اسلامیان پاکستان ایسی کوئی ڈنڈی مارنے کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ اس سے قبل ماضی قریب میں ایسی ایک کوشش ناکام ہو چکی ہے۔ جب توہین رسالت کے جرم میں ایف آئی آر کے اندراج کا طریقہ دوسرے جرائم میں دیئے گئے طریقہ سے الگ کر دیا گیا تھا۔ اگر حکومت کا تجویز کردہ طریقہ نافذ ہو جاتا تو توہین رسالت کا قانون عملاً غیر مؤثر ہو کر رہ جاتا لیکن حکومت کی اس تجویز پر عوامی مخالفت کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا اور آخر جنرل پرویز مشرف صاحب کو بہ نفس نفیس یہ اعلان کرنا پڑا کہ حکومت نے اپنی تجویز واپس لے لی ہے۔ جنرل صاحب کی طرف سے اسلامی قوانین میں ترمیم اور تبدیلی کا تازہ عندیہ بھی اگر ماضی قریب کی تاریخ کو دہرانے کا سبب بنے تو کسی کو تعجب نہیں ہوگا۔

یہ بات درست ہے کہ بہت سے مسلمانوں کے خلاف بھی تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی کے تحت توہین رسالت کے مقدمات قائم ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے حقائق مغربی دنیا کے پراپیگنڈے کا توڑ کرنے میں بہت مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ مغربی دنیا آئے دن یہ ڈھنڈورا پیٹتی رہتی ہے کہ اس قانون کے ذریعے غیر مسلموں کو ہراساں کیا جاتا ہے اور انہیں مقدمات میں پھنسا دیا جاتا ہے۔ توہین رسالت کا قانون دراصل پیغمبر اسلام سے متعلق نازیبا باتیں' سب و شتم' جھوٹ اور افتراء کو روکنے کا قانون ہے اور اس میں مسلم یا غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ جہاں تک جھوٹے مقدمات کا تعلق ہے تو اس کی اجازت توہین رسالت تو کیا کسی بھی دوسرے معاملے میں بھی نہیں دی جاسکتی۔ پھر مقدمہ قائم ہوتے ہی کسی کو سزا کا مستوجب تو قرار نہیں دے دیا جاتا۔ ہر ملزم کو اپنی صفائی کا پورا حق حاصل ہوتا ہے۔ بہت سے عیسائیوں' قادیانیوں اور مسلمانوں کی مثالیں موجود ہیں جن پر 295۔سی کے تحت مقدمات درج ہوئے لیکن عدالتوں نے الزام ثابت نہ ہونے پر انہیں بری کر دیا۔ توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگانا خود ایک بہت سنجیدہ جرم ہے۔

اس لئے مقدمہ جھوٹا ثابت ہو جانے پر مدعی کے خلاف سخت تادیبی کارروائی عین قرین انصاف ہے اور اس سلسلے میں قانون سازی کر کے سخت سزا تجویز کرنا ضروری ہے تاکہ جھوٹے مقدمات کا اندراج اپنے انجام کو پہنچ سکے۔

حدود اللہ ناقابل ترمیم ہیں۔ اطلاق کی غلطی سے بچنے کے لئے جید علماء کا بورڈ بٹھا لیا جائے۔

مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی' جماعۃ الدعوۃ پاکستان

1- توہین رسالت یعنی سب و شتم رسول ﷺ یا رسول اللہ ﷺ کی ذات اور کسی کے بارے میں سوقیانہ زبان استعمال کرنا یا ایسا کوئی عمل کرنا جس سے آپ ﷺ کی عظیم المرتبت ہستی کی عزت و وقار مجروح ہو' کھلا کفر اور بے دینی ہے' کوئی مسلمان اس کا ارتکاب نہیں کر سکتا الا یہ کہ اس کے باطن میں نفاق پوشیدہ ہو۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے جابجا رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی کو حرام قرار دیا ہے اور اس کو منافقین کا شعار بتلایا ہے۔ تاہم اس کے اطلاق میں بعض لوگ محبت و عقیدت کے عامیانہ تصور کو پیش نظر رکھ کر بعض اوقات رسول کے سچے پیروکاروں اور آپ ﷺ کی اتباع میں جان دینے والوں کو ہی غلط فہمی سے گستاخ رسول بنا ڈالتے ہیں۔ لہٰذا محبت و عقیدت اور اتباع کا صحیح اسلامی تصور ہی اس کا معیار ہونا چاہیے۔ بہرحال توہین رسالت آرڈیننس میں کسی ترمیم کی کوئی گنجائش نہیں۔ اطلاق کی غلطی سے بچنے کے لئے جید علماء کا بورڈ تشکیل دیا جاسکتا ہے جو محب و گستاخ کا صحیح مفہوم متعین کرے۔

2- حدود آرڈیننس میں ترمیم و اصلاح کا جو عندیہ صدر مشرف نے دیا ہے' وہ اہل مغرب کی اندھی تقلید کا شاخسانہ ہے۔ حدود اللہ' اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ متعین سزائیں ہیں۔ جن میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں اور انسداد جرائم کے لئے خلافت راشدہ و عہد نبوت میں مذکورہ حدود کے ثمرات اہل دنیا نے دیکھ لئے ہیں۔ کفار کو ان سزاؤں کی سنگینی پر شدید اعتراض ہے جبکہ وہ خود سیاسی مخالفین کو اس سے کہیں زیادہ سنگین سزاؤں سے دوچار کرتے ہیں۔ سزاؤں کی سنگینی' جرائم کی سنگینی کی بنیاد پر ہے اور اسلامی معاشرہ کے لئے اس کے ثمرات عملاً

دیکھے جا چکے ہیں۔

لہٰذا حدود اللہ میں ترمیم کا عندیہ کھلا الحاد ہے جو مسلمان حکمران کفار کی خوشنودی کے لئے اختیار کر رہے ہیں۔ علماء امت کا فرض ہے کہ بے دینی کے اس سیلاب کے آگے بند باندھنے کی خاطر متحدہ کوششیں بروئے کار لائیں۔

قانون توہین رسالتؐ اور حدود آرڈیننس کسی ایک فرد کی دماغی کاوش کا نتیجہ نہیں

محمد اسماعیل قریشی سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ

قانون توہین رسالت اور حدود آرڈیننس کسی ایک شخص کی دماغی کاوش کا نتیجہ نہیں بلکہ میری بحیثیت چیئرمین ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس فیڈرل شریعت کورٹ میں دائر کردہ پٹیشن پر متفقہ فیصلہ ہوا ہے۔ جس میں ملک کے تمام مکاتب فکر کے علماء نے اس آئینی پٹیشن کی اجتماعی تائید کی کہ قرآن وسنت اور اجماع' امت کا قانون ہے۔ پھر سپریم کورٹ نے بھی اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ حدود آرڈیننس بھی سپریم کورٹ نے مسلم جیورسٹس ایسوسی ایشن کی درخواست پر اسے نافذ کرنے کا حکم دیا تھا۔

جہاں ہم نے حدود آرڈیننس کا مسودہ پیش کیا جس پر سپریم کورٹ کی ہدایت پر ایک کمیشن قائم ہوا جس میں چوٹی کے قانون دان اور علماء جن میں جناب جسٹس افضل چیمہ' جناب اے کے بروہی' خالد ایم اسحاق' ڈاکٹر معروف دوالیبی' جسٹس محمد تقی عثمانی' مفتی سیاح الدین کاکاخیل اور حافظ صلاح الدین یوسف جیسے فاضل حضرات نے قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لے کے حدود آرڈیننس حکومت کو پیش کیا۔ حدود کا قانون' قانون الٰہی ہے جو قرآن وسنت کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ اس میں کسی ریاست کے صدر کی کیا مجال' پوری امت کو بھی سوئی کی نوک کے برابر ترمیم کا حق حاصل نہیں۔

جہاں تک بیرونی پریشر یعنی یورپ اور امریکہ کا تعلق ہے' اس کے لئے یہ کہنا کافی ہے کہ ہیومن رائٹس کمیشن آف امریکہ سال 2003ء کی رپورٹ جو سال 2004ء کے آغاز میں آئی ہے' اس میں قانون توہین رسالتؐ اور حدود آرڈیننس کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے اور اس میں ترامیم کے لئے زور دیا گیا ہے کہ یہ انسانی حقوق کے منافی ہیں جبکہ انسانی حقوق کا چارٹر احترام انسانیت سکھاتا ہے۔ قانون توہین رسالت احترام رسالتؐ کا تقاضا کرتا ہے جو انسانیت کا قانون ہے۔ امریکہ نے گوانتاناموبے میں پاکستانیوں اور افغانیوں کے ساتھ' ابوغریب جیل میں عراقیوں کے ساتھ جو بہیمانہ اور غیر انسانی سلوک کیا ہے اگر وہی انسانی حقوق کا تحفظ ہے تو اسے اس کی شدید مذمت کرنا چاہئے مگر ہماری حکومت کو اس کی توفیق نہیں ہوئی ہے۔

امریکہ کو ہماری پارلیمنٹ کے منظور شدہ قانون میں مداخلت کا کیا حق حاصل ہے۔ ملک میں لاقانونیت عروج پر ہے۔ غربت کی لکیر آخری حدوں کو چھو رہی ہے۔ روز افلاس سے تنگ آ کر لوگ خودکشی کر رہے ہیں۔ اس بارے میں صدر مملکت کو توجہ کرنا چاہئے نہ کہ اسلام کے متفقہ مسائل پر طبع آزمائی کر کے اپنا اور قوم کی دولت اور وقت ضائع کرنا چاہئے۔ اس لئے حکومت کی طرف سے نیشنل کمیشن کے بعد کسی اور آزاد کمیشن (جو ہر قید و بند سے آزاد ہو) کو قائم کرنے کی کوشش ملک کو سنگین خطرات سے دوچار کر دے گی۔ اس لئے جنرل پرویز مشرف ان غلط اور ناروا تجاویز کو فوراً واپس لیں اور نیشنل خواتین کمیشن کی سفارشات کو مسترد کر دیں ورنہ ملک میں خطرناک بحران پیدا ہوگا۔ ملک عزیز کے قانون دان اور آئین وقانون اسلامی کے پاسبان ہیں' ایسے لادینی رجحانات کی پوری قوت کے ساتھ مزاحمت کریں گے۔

توہین رسالتؐ کا قانون اپنی جگہ بالکل درست ہے اگر کوئی فرقہ کسی دوسرے فرقے کے شخص کو یا کسی غیر مسلم کو پھنساتا ہے تو اس کا مطلب اب یہ نہیں کہ قانون غلط ہو گیا۔ قانون ہے کہ قتل نہیں ہونا چاہئے اور اگر کوئی قتل وغارت گری کرتا ہے۔ جیسا کہ ابھی حال ہی میں گجرات میں قتل ہوئے تو اس کا کیا مطلب ہے کہ قانون غلط ہے۔

قانون اپنی جگہ درست ہے مگر وہ لوگ جو عدل وانصاف کی مسند پر براجمان ہیں' وہ بے بس ہیں اور مجرم کے ہاتھوں قانون کی دھجیاں بکھرتی ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی قانون توہین رسالتؐ کا غلط استعمال کرتا ہے تو امت کے صاحب اقتدار مجرم ہیں جنہوں نے اپنی ذمہ داریوں سے غفلت برتتے ہوئے ایک فرد کو قانون کے غلط استعمال کی اجازت دی۔

پرویز مشرف معاشرے میں بے دینی اور زنا عام کرنا چاہتا ہے

حافظ عبدالرحمٰن انصاری ایڈووکیٹ سابق صدر ہائیکورٹ بار

مشرف یا کوئی اور ہو' کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کو بدلے۔ ہاں اگر وہ کوئی خامی سمجھتا ہے تو وہ پوائنٹ آؤٹ کرے۔ پرویز مشرف تو سیکولر شخص ہے جو حدود کی تنسیخ اسی لئے کرنا چاہتا ہے کہ معاشرہ بے دین بنے اور زنا عام ہو۔ آج بعض لوگ حدود آرڈیننس کی منسوخی کا واویلا یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ اسے ضیاء الحق کے دور میں مرتب کیا گیا۔

ضیاء الحق ڈکٹیٹر تھا جس نے اقتدار پہ شب خون مارا۔ اب یہ لوگ ایک بدترین ڈکٹیٹر کے ذریعے جس نے افغانستان میں مسلمانوں کے قتل عام کے لئے خود کو پیش کیا' شریعت کو معطل کروانا چاہتے ہیں۔ امت کسی صورت چند سیکولر لوگوں کے ناپاک عزائم کو کامیاب نہیں ہونے دیں گی۔

قانون توہین رسالتؐ کو استعمال کرتے ہوئے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینا چاہئے اور بڑی احتیاط سے استعمال کیا جائے تا کہ کسی سے زیادتی نہ ہو۔

قانون درست ہیں البتہ کسی سے زیادتی نہیں ہونی چاہئے

جناب احمد اویس صدر ہائی کورٹ بار لاہور

حدود آرڈیننس میں ترمیم ضروری نہیں' کسی بھی قانون کو استعمال کرتے ہوئے اس کی روح کو مدنظر رکھیں۔ اس کے غلط استعمال سے بچیں۔ ہمارے ہاں پولیس قانون کا غلط استعمال کرتی ہے۔ لوگ لاعلمی کی وجہ سے قانون کے غلط استعمال ہونے پہ قانون کو ہی غلط سمجھ بیٹھتے ہیں حالانکہ قانون تو درست ہے۔ اصل کارروائی تو ان لوگوں کے خلاف ہونی چاہئے۔ پاکستان میں بعض دفعہ کوئی بات کسی اور تناظر میں کہی جاتی ہے مگر اسے رنگ کوئی اور دے دیا جاتا ہے۔

کسی مسلمان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ اپنے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرے۔ اگر کوئی ایسی غلطی کرتا ہے تو قانون چھان پھٹک کے بعد اسے سزا دے۔ اسی طرح غیر مسلم جو اقلیت میں ہیں' وہ کم تعداد میں ہونے کی بنا پہ ایسا قدم نہیں اٹھاتے۔ اگر وہ بھی یہ جسارت کریں تو ان کو بھی سزا ملنی چاہئے۔ لیکن کسی سے کوئی زیادتی نہیں ہونی چاہئے۔

اسلامی قوانین کے خلاف شور مچانے والے تو کسی قرآنی قانون کو بھی نہیں مانتے

حافظ صلاح الدین یوسف سابق ممبر اسلامی نظریاتی کونسل

جہاں تک حدود آرڈیننس کا تعلق ہے تو اس میں لفظی اصلاح کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے مگر اصل حدود وہ ہیں جو شرعی نصوص پر مشتمل ہیں۔ ان میں کمی بیشی کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ علاوہ ازیں موجودہ قانون حدود آرڈیننس میں تنازع ترمیم والی کوئی بات نہیں ہے۔

ڈیڑھ سال قبل اسلامی نظریاتی کونسل کا اجلاس حدود آرڈیننس پہ نظرثانی کے لئے بلایا گیا جس میں قانون دان اور راقم سمیت علمائے کرام شامل ہوئے۔ اس اجلاس میں ایک ایک شق اور لفظ پہ غور و غوض ہوا۔ جائزہ لیا گیا۔ کوئی بات بھی ایسی نہ پائی گئی جو قابل گرفت ہو۔ حدود آرڈیننس کے خلاف شور مچانے والے سرے سے ہی قرآنی قوانین کو نہیں مانتے۔ انہیں تو شور مچانے کا بہانہ چاہئے۔

توہین رسالت کا قانون بالکل صحیح ہے۔ اصل بات نفاذ کی ہے۔ اگر نفاذ مخلصانہ ہو اور پولیس یا دوسرے عناصر انصاف کی فراہمی یقینی بنائیں تو کبھی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی۔

صرف اسلامی نظریاتی کونسل اصلاح کر سکتی ہے

مولانا عبدالمالک شیخ الحدیث جامعہ منصورہ

ہم حدود آرڈیننس منسوخ نہیں ہونے دیں گے۔ علماء اگر کوئی سقم سمجھتے ہیں تو اسلامی نظریاتی کونسل کا اجلاس بلا کر اس کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ لیکن حدود کی تنسیخ کر کے پاکستان کو سیکولر بنانے کی کسی سازش کو برداشت نہیں کریں گے۔

قانون توہین رسالت اپنی جگہ بالکل درست ہے۔ ان لوگوں کا سدباب ضرور ہونا چاہئے جو مسلکی تعصب' ذاتی دشمنی کی وجہ سے لوگوں کو پھنسواتے ہیں۔

درس القرآن

قسط نمبر 61

الکلام المونس فی تفسیر سورۃ یونس

سورۂ یونس کی تشریح وتفسیر

ابو عمر عبد الغفار المدنی حفظہ اللہ

بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتے لیکن لوگ خود اپنی جانوں پہ ظلم کرتے ہیں

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿41﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ
اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿42﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا
يُبْصِرُوْنَ ﴿43﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَـيْـــًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿44﴾ (یونس ۴۱تا۴۴)

اور اگر یہ تمہاری تکذیب کریں تو کہہ دو کہ مجھ کو میرے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال کا'' تم میرے عملوں کے جوابدہ نہیں ہو اور میں تمہارے عملوں کا جوابدہ نہیں ہوں۔ اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو کیا تم بہروں کو سناؤ گے اگرچہ کچھ بھی سنتے سمجھتے نہ ہوں اور بعض ایسے ہیں کہ تمہاری طرف دیکھتے ہیں تو کیا تم اندھوں کو رستہ دکھاؤ گے اگرچہ کچھ بھی دیکھتے (بھالتے) نہ ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتے لیکن لوگ خود اپنی جانوں پہ ظلم کرتے ہیں۔

مفردات:

1۔ کذبوک کا مادہ ک۔ ذ۔ ب ہے اور یہ کذب یکذب (باب تفعیل) سے فعل ماضی معلوم جمع مذکر غائب ہے اور ''ک'' خطاب کے لئے ہے تکذیب کا معنی ''جھٹلانا'' ہے یعنی اگر وہ (کفار) آپ کو جھٹلاتے ہیں۔

2۔ یستمعون = کا مادہ ''س۔ م۔ ع'' ہے اور یہ استمع یستمع (باب افتعال) سے فعل مضارع معلوم جمع مذکر غائب ہے استماع کا معنی کان لگا کر (یعنی توجہ سے) سننا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ (کافر) آپ کی طرف کان لگا کر (بظاہر) سنتے ہیں۔

3۔ لا یبصرون کا مادہ ب۔ ص۔ ر ہے اور یہ ابصر یبصر (ثلاثی مزید فیہ کے باب افعال) سے فعل نفی معلوم جمع مذکر غائب ہے اس کا معنی ہے وہ (کافر) نہیں دیکھتے یعنی کافر اندھے ہونے کے ساتھ ساتھ دل کی بصیرت سے بھی محروم ہیں۔

تفسیر:

گزشتہ آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی صفات کاملہ اور اس کی الوہیت کا بیان اور قرآن مجید وصاحب قرآن رسول اللہ ﷺ کی صداقت وحقانیت واضح کی گئی تھی۔ اب اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو ارشاد فرمارہے ہیں کہ اگر آپ کے سمجھانے اور دلائل پیش کرنے کے باوجود بھی یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں اور آپ کی دعوت کا انکار کرتے ہیں تو آپ بھی ان کی پروانہ کریں اور ان سے اور ان کے اعمال وافعال اور طرز عمل سے براءت وبے زاری کا اعلان کریں کہ تم میرے اعمال اور طریقے سے بری ہو اور میں تمہارے اعمال اور طریقے سے بیزار ولاتعلق ہوں مجھے میرے اعمال کی جزا ملے گی اور تمہیں اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ میرے اعمال کا تم سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور تمہارے اعمال کی بابت مجھ سے سوال نہیں ہوگا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر ایک نے اپنے اعمال کا جوابدہ ہونا ہے۔ وہاں ہر شخص سے اس کے اچھے یا برے اعمال کے مطابق سلوک کیا جائے گا لہٰذا تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا کر میں بری الذمہ ہو چکا ہوں کیونکہ میری ذمہ داری صرف اور صرف دعوت وتبلیغ ہے جیسا کہ سورۃ الکافرون میں ہے۔

آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو! نہ میں عبادت کروں گا اس کی جس کی تم عبادت کرتے ہو نہ تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں پرستش کروں گا جس کی تم نے پرستش کی اور نہ تم اس کی پرستش کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کر رہا ہوں۔ تمہارا لئے تمہارا دین ہے اور میرا لئے میرا دین ہے۔ (الکافرون)

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رسول ﷺ ظاہری طور پر تو یہ لوگ قرآن کریم اور آپ کی اچھی اور فصیح باتیں سنتے ہیں لیکن چونکہ ان کا مقصد ان سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کرنا نہیں اس لئے وہ ان میں غور وفکر نہیں کرتے اور وہ ان کی طرف توجہ د دھیان نہیں دیتے اس طرح یہ آیات واحادیث ان کے لئے نافع اور

فائدہ مند نہیں سو ان کی مثال اس بہرے جیسی ہے جس کو بہرے پن کے ساتھ ساتھ عقل وشعور بھی نہیں۔

وہ نہیں سنتے نہ اشاروں سے سمجھتے ہیں بالکل کورے اور بے بہرہ ہیں کیونکہ عقل مند بہرا پھر بھی اشارہ سے کچھ سمجھ لیتا ہے لیکن یہ لوگ بالکل گئے گزرے ہیں۔

اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے رسول ﷺ ان کفار میں سے بعض آپ کی طرف دیکھتے ہیں اور جو اللہ نے آپ کو بہترین اخلاق اور اچھی طبیعت اور صدق وامانت اور کمال حوصلہ عطا فرمایا ہے اسے ملاحظہ کرتے ہیں لیکن ایمان نہیں لاتے اور ہدایت سے بہرہ ور نہیں ہوتے حالانکہ اہل فہم وفراست اور اہل بصیرت کے لئے آپ کی صداقت وحقانیت کو جانچنے اور پرکھنے کے لئے یہ دلائل کافی ہیں لیکن یہ آپ کو مومنوں کی طرح ایمان اور ہدایت لانے کے لئے نہیں دیکھتے بلکہ مزاح وحقارت کے طور پر دیکھتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا۔ (الفرقان 42)

ترجمہ: اور تمہیں جب بھی دیکھتے ہیں تو تم سے مسخراپن کرنے لگتے ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اس لئے ان کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی ان کی مثال اس اندھے جیسی ہے جو ظاہری بصارت کے ساتھ ساتھ دل کی بصارت سے خالی ہے بھلا کیا آپ ایسے شخص کو راستہ دکھلا سکتے ہیں؟ یہ استفہام انکاری ہے یعنی نہیں دکھلا سکتے کیونکہ بعض اندھے ظاہری بصارت سے محروم ہونے کے باوجود دل کی بصارت سے مالا مال ہوتے ہیں اس لئے وہ بات سمجھ لیتے ہیں لیکن یہ کفار ومکذبین تو ایسے اندھے ہیں جو ظاہری بصارت اور دل کی بصیرت دونوں سے محروم ہیں۔

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تسلی دی ہے۔ اگر یہ لوگ ہدایت قبول نہیں کرتے اور راہ راست پر نہیں آتے تو اس میں آپ کی کوئی کمی وکوتاہی نہیں آتی آپ نے تبلیغ رسالت کا حق ادا کر دیا ہے اور تکبر وتعصب سے بچے ہوئے اور عقل وشعور سے مالا مال لوگ آپ کی دعوت سے متاثر ہو کر ہدایت ربانی کو قبول کر رہے ہیں۔ اور یہ کافر، تکبر وتکذیب اور عناد وہٹ دھرمی سے متصف اور بصارت وبصیرت سے محروم لوگ ہیں۔ اس ہدایت سے دور ہیں اس لئے کہ وہ بے عقل، بہروں اور بے بصیرت اندھوں جیسے ہیں لہٰذا رشد وہدایت ان کے بس کی بات نہیں۔ اس لئے آپ حوصلہ وتسلی رکھیں اور جس طرح ایک طبیب وحکیم ایسے مریض سے لاتعلق ہو جاتا ہے اور اس سے اعراض کر لیتا ہے جو علاج کرانے میں سنجیدہ نہ ہو اور اس کی ہدایات کی پرواہ نہ کرتا ہو آپ بھی ایسے بے شعور، بہروں اور بے وقوف اندھوں سے اعراض کر لیں جو حق وہدایت کی باتیں سنجیدگی سے نہیں سنتے اور آپ کی نبوت ورسالت کی علامات ونشانیوں میں غور وفکر نہیں کرتے۔ یعنی قوت سماعت اور قوت بصارت ہونے کے باوجود ان سے صحیح معنی میں فائدہ نہیں اٹھاتے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔

اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں جن کے دل ایسے ہیں جن سے وہ نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے وہ نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے وہ نہیں سنتے یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں یہی لوگ غافل ہیں۔ (الاعراف: 179)

یہ جانوروں جیسے اس لئے ہیں کہ ان کا سننا اور دیکھنا بالکل جانوروں کی طرح ہے وہ بھی عقل وفہم سے محروم یہ بھی محروم اور ان سے بدتر اس لئے کہ جانوروں میں تو عقل وفہم کا ملکہ ہے ہی نہیں جبکہ یہ لوگ ملکہ ہونے کے باوجود اس سے مستفید نہیں ہوتے۔

جیسا کہ فرمایا

بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (الحج 42)

اس کے بعد اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ یقینی اور پختہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا اس نے تو تمام لوگوں کو سب صلاحیتوں سے نوازا ہے دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سننے کیلئے کان اور سوچنے کے لئے عقل دی جس سے حق وباطل اور صحیح وغلط اور سچ وجھوٹ کے درمیان فرق وتمیز کر سکتے ہیں لیکن اگر وہ ضد وتعصب اور تکبر وانکار کی بناء پر اللہ کی دی ہوئی ان صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے اور وہ اپنے آپ کو ہدایت سے محروم رکھ کے اللہ تعالیٰ کے دنیوی واخروی عذابات وعقابات کے مستحق بنتے ہیں اور اپنی جانوں کو مصیبت میں ڈالتے ہیں تو اس طرح وہ اپنی جانوں پر خود ظلم کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو کسی پر ظلم نہیں کرتے نہ کسی کی برائیوں میں اضافہ کرتے ہیں اور نہ ہی کسی کی نیکیوں میں کمی کرتے ہیں۔

جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا کہ اے نبی! ہم ان حقانی آیتوں کی تلاوت آپ پر کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ لوگوں پر ظلم کرنے کا نہیں۔ (آل عمران 108)

اور فرمایا۔ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ (آل عمران 117)

اور فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ

بے شک اللہ تعالیٰ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ (النساء 40)

اور فرمایا

میرے ہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں اپنے بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا ہوں۔ (ق 29)

اور فرمایا

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ

ترجمہ: یہ ان اعمال کی وجہ سے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھے تھے یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔ (الحج 10)

اور جیسا کہ حدیث میں ہے:

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ اپنے رب سے بیان کرتے ہیں۔ (حدیث قدسی ہے) کہ اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر دیا ہے اور میں نے ظلم کو تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ یہاں تک کہ حدیث کے آخر میں ہے کہ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کو میں نے تمہارے لئے محفوظ کر رکھا ہے پھر میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا پس جو اچھے اعمال پائے وہ اللہ کی تعریف کرے اور جو برے اعمال پائے وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔

(مسلم شریف۔ کتاب البر والصلۃ۔ باب تحریم الظلم۔ حدیث نمبر 6572)

فوائد

1۔ رسول اللہ ﷺ کے لئے حوصلہ وتسلی کا بیان۔

2۔ قرآن وسنت کے منکرین ومکذبین بے عقل وشعور اور دل کے اندھے ہیں۔

3۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو کفار ومشرکین کے دلائل کے رد وابطال کی تعلیم۔

4۔ اللہ تعالیٰ سے ظلم وزیادتی کی نفی اور انسان کے اپنے نفس پر ظلم کا اثبات۔

اب عہد غلامی کی وہ عادات بھلا دو

اب عہد غلامی کی وہ عادات بھلا دو
ہر بچے کو اسلام پہ مر مٹنا سکھا دو
اک مرکز ملی پہ اکٹھا کرو سب کو
بکھرے ہوئے شیرازہ کو تو آپس میں ملا دو
تم شیروں کی اولاد ہو تنظیم وعمل سے
ملت کے ہر اک فرد کو تم شیر بنا دو
اب ہاتھ میں شمشیر لو ملت کے نگہبانو
پہلا سا وہی نعرۂ تکبیر سنا دو
مومن کے لئے سایہ شمشیر ہے جنت
تم دل سے ہر اندیشۂ باطل کو مٹا دو
پیدا کرو پھر خود میں وہی روح ایوبی
پھر نعرہ تکبیر سے دنیا کو ہلا دو
تم قہر خدا بن کے گرو دشمن دیں پر
ہر دشمن اسلام کی ہستی کو مٹا دو
ہر مسلم خوابیدہ کو اے انور علوی
اب وقت ہے جھنجھوڑ کے تم اس کو جگا دو

محمد انور علوی، محلہ ناصر آباد، رحیم یار خان

تھی۔ چنانچہ 20 کروڑ مسلمانوں میں سے صرف 32 ایس پی اور 12 ڈی آئی جی مسلمان رہ گئے۔ صرف ایک صوبے میں انسپکٹر جنرل پولیس مسلمان تھا۔ اسے بھی او ایس ڈی لگا دیا گیا جبکہ تو مسلمان پولیس افسر ترقی کے منتظر تھے انہیں ایڈوانی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا۔ نئی دہلی کے 68 تھانوں میں کسی وقت 18 تھانوں کے انچارج مسلمان تھے لیکن واجپائی دور میں کسی تھانے میں کوئی مسلمان

> **اقوام متحدہ کے ورلڈ فوڈ پروگرام کی ایک رپورٹ کے مطابق بھوکوں کی تعداد کے لحاظ سے بھارت دنیا بھر میں پہلے نمبر پر ہے**

انچارج نہ رہا۔ اسی طرح واجپائی حکومت نے بھارتی فوج میں افسر کے عہدوں پر مسلمانوں کی بھرتی پر بھی پابندی لگا دی تھی۔

بھارتی صوبے مدھیہ پردیش میں گاؤکشی پر پابندی لگائی گئی اس کے ساتھ اگر فساد میں کوئی مسلمان مارا جاتا اور پولیس کا کوئی افسر اسے بچانے کی کوشش کرتا تو وہ بھی معطل کر دیا جاتا۔

مسلمانوں اور اقلیتوں کے متعلق یہ امتیازی سلوک صرف نچلی اور عوامی سطح پر ہی کارفرما نہیں بلکہ حکومت کا اعلیٰ ترین اشرافیہ بھی اس میں برابر ملوث رہتا ہے۔ اس کا اندازہ صرف اس سے لگائیں کہ حالیہ الیکشن میں واجپائی نے بڑی دیدہ دلیری سے یہاں تک کہا کہ ہمیں مسلمانوں اور اقلیتوں کے ووٹوں کی ضرورت نہیں ...... لیکن جب فضا اپنے خلاف بنتے دیکھی تو پھر منافقانہ طور پر مسلمانوں کو یہ بھی کہا جانے لگا کہ وہ بی جے پی کو اپنا دوست سمجھیں۔ اس کے قریب ہو کر اسے سمجھیں۔

مسلمانوں کی طرح دیگر اقلیتوں کا بھی بھارت میں برا حال ہے۔ 1984ء سے اب تک تین لاکھ کے قریب سکھوں کو قتل کیا جا چکا ہے اور ناگالینڈ میں 1947ء سے اب تک اڑھائی لاکھ سے زائد مسیحیوں کو قتل کیا جا چکا ہے۔ جبکہ ہندو مذہب چھوڑ کر مسلمان یا عیسائی ہونے والوں کو زبردستی دوبارہ ہندو بنایا جا رہا ہے۔ نچلی ذات کے لوگوں سے آج کے ماڈرن دور اور نام نہاد ماڈرن بھارت میں سلوک کا یہ عالم ہے کہ دلت مرد کا اونچی ذات کی عورت سے شادی کرنا جرم سمجھا جاتا ہے' تھوڑا عرصہ پہلے دیہاتی پنچایت کے دلت ورگ سے اتفاق رائے سے چنے گئے چیئرمین کو پانچ سال تک حلف برداری سے روکے رکھا گیا کہ وہ نیچ ذات سے تعلق رکھتا ہے جبکہ گاؤں میں برہمن بھی آباد ہیں۔ بھارت میں مسلمان ہونا یا ذات پات کا قائل نہ ہونا ناقابل معافی جرم ہے۔ کچھ عرصہ قبل بھارتی ریاست اڑیسہ میں ہندو مذہب قبول نہ کرنے پر 6 عیسائی خواتین سمیت 7 افراد قتل کر دیے گئے جبکہ 6 مسیحی مردوں اور عورتوں کے سر مونڈ دیے گئے تھے۔

بقیہ آپ کے مسائل

کیا کولون والی خوشبو لگانا حلال ہے یا حرام؟

سوال: کولون والی خوشبو لگانے کے متعلق جھگڑا پیدا ہو گیا کہ آیا ایک باوضو مسلمان اس کے استعمال کے بعد نیا وضو کرے یا اگر اس کے جسم پر پڑ جائے تو اس کے لئے نہانا ضروری ہے؟
(عبدالرحمن۔ ع۔ ا)

جواب۔ مشہور خوشبو کولون سپرٹ کے عنصر سے خالی نہیں ہوتی اور ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق سپرٹ ایک نشہ آور مادہ ہے لہٰذا اس کا استعمال ترک کرنا واجب ہے اور اس کی بجائے ایسی خوشبو استعمال کی جائے جس میں سپرٹ شامل نہ ہو ...... رہا وضو کا مسئلہ تو وہ واجب نہیں اور اگر بدن کے کسی حصے پر لگ جائے تو غسل واجب نہیں۔ کیونکہ اس کی نجاست پر کوئی واضح دلیل موجود نہیں ...... اور توفیق دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

امی ہونے سے کیا مراد؟

سوال: ہم اکثر رسائل و جرائد میں پڑھتے ہیں اور گزرگاہوں پر ایسے اعلان دیکھتے ہیں جن میں امی ہونے کا رونا رویا جاتا ہے اور اسے پسماندگی کی علامت سمجھا جاتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو امی کی صفت سے موصوف کرتے ہوئے فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ

وہی (اللہ ہی) تو ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا۔ (الجمعہ:۲)

میں امید رکھتا ہوں کہ آپ اس کی وضاحت فرمائیں گے۔ (محمد۔ ع۔ الریاض)

جواب: محمد ﷺ کی امت میں عرب و عجم کے جو لوگ تھے وہ نہ پڑھ سکتے تھے اور نہ لکھ سکتے تھے۔ لہٰذا انہیں "امی" کا نام دیا گیا اور جو لوگ پڑھ لکھ سکتے تھے وہ ان پڑھ لوگوں کی نسبت بہت کم تھے اور محمد ﷺ خود بھی لکھا ہوا پڑھ سکتے تھے اور نہ لکھ سکتے تھے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا كُنتَ تَتْلُوا مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ

اس سے پہلے آپ نہ کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے اور نہ اسے اپنے ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے۔ ایسا ہوتا تو اہل باطل ضرور شک کرتے۔ (العنکبوت:۴۸)

اور یہ چیز آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی سچائی کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے کیونکہ آپ ﷺ لوگوں کے پاس ایک ایسی عظیم کتاب لائے جس نے عرب و عجم سب کو اس کی مثل لانے سے عاجز بنا دیا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی کیا۔ روح الامین جبریل علیہ السلام اس وحی کو لے کر آپ پر اترتے تھے۔ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ طریقے اور پہلے لوگوں کے بہت سے علوم وہی بیان فرمائے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے گزشتہ زمانہ کی بہت سی باتوں کی خبر دی جو ہو چکی تھیں اور آخر زمانہ کی ان چیزوں کی خبر دی جو ہونے والی ہیں۔ اور ان باتوں کو بھی جو قیامت کے دن ہوں گی۔ جیسے آپ ﷺ نے جنت اور دوزخ کے احوال اور ان میں داخل ہونے والوں کی خبر دی اور یہی وہ فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دوسروں پر دی۔ اسی کتاب سے آپ نے لوگوں کی اس کے بلند مقامات تک رہنمائی کی اور امی آپ ﷺ کی رسالت کا وصف ہے اور امت کے امی ہونے سے یہ مقصود ہرگز نہیں ہے کہ انہیں امی رہنے کی ہی ترغیب دلائی گئی ہے۔ مقصود تو بعثت کے وقت ان کے ماضی اور حال کی خبر دینا تھی۔ جس وقت محمد ﷺ ان کی طرف مبعوث ہوئے۔ چنانچہ کتاب و سنت میں ایسے دلائل موجود ہیں جن میں علم حاصل کرنے' لکھنے اور امی ہونے کی حالت سے خروج کی ترغیب دی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ

آپ کہہ دیجئے کہ وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے' دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (الزمر:۹)

نیز فرمایا ......

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

اللہ تعالیٰ سے صرف عالم لوگ ہی ڈرتے ہیں۔ (فاطر:۲۸)

اور نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ

جس شخص نے ایسی راہ اختیار کی جس سے وہ علم حاصل کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کو جانے والی راہ آسان بنا دیتا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ

جس شخص سے اللہ تعالیٰ بھلائی کرنے کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔

اس حدیث کی صحت پر شیخین کا اتفاق ہے اور اس معنی میں اور بھی بہت سی آیات و احادیث ہیں ...... اور توفیق دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

مکتبہ دارالاندلس

دارالاندلس کی تمام مطبوعات دستیاب

بالمقابل چاولہ بک سنٹر اردو بازار

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

-0300,630262

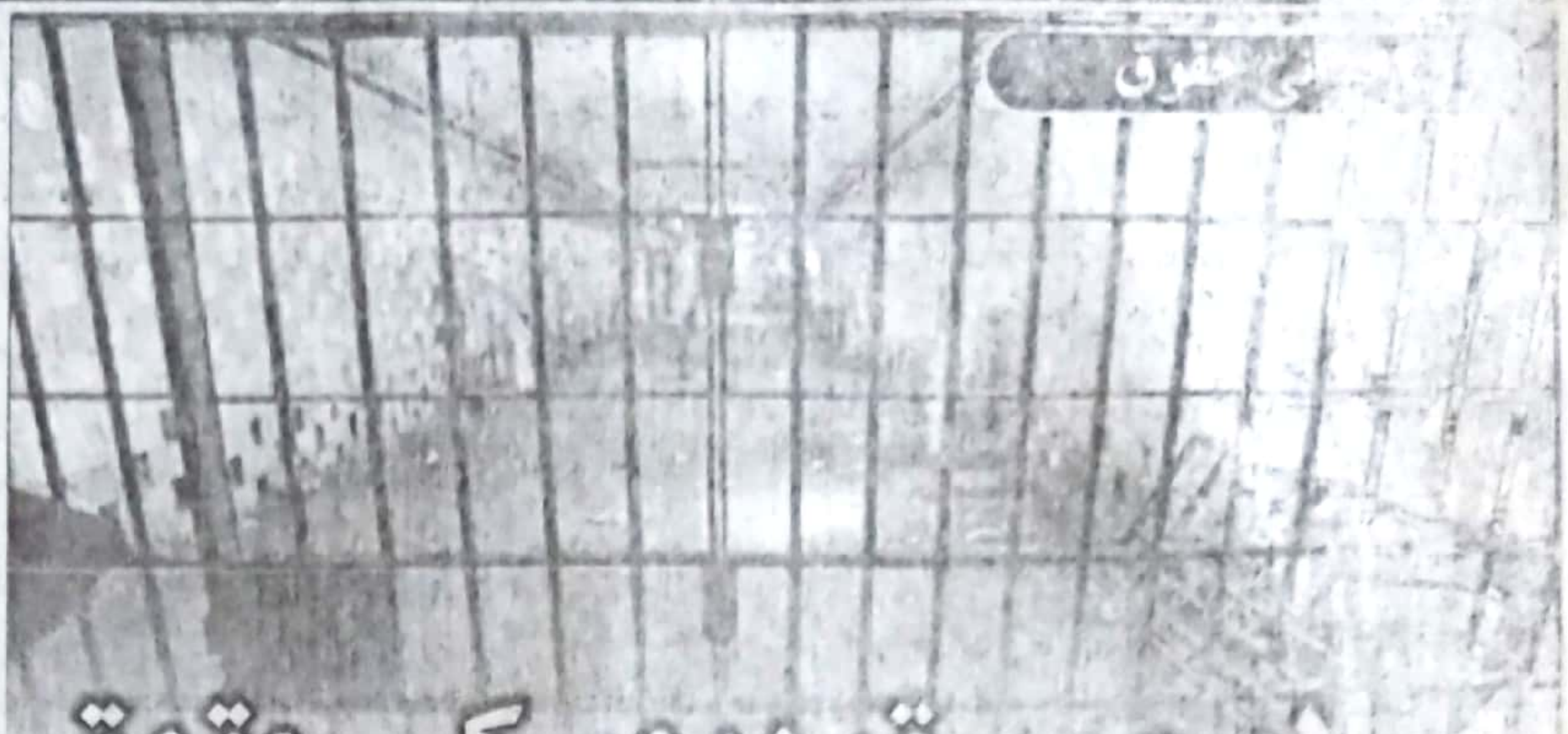

...م میں قیدیوں کے حقوق

...کے حسن سلوک کے عدیم المثال اور کافروں کے ظالمانہ وکریہہ مناظر

محمد طیب مظہر

اسلام ... ی طور پر رحمت ورافت کا دین ہے جو اپنے ماننے والوں کو ... شی کا درس دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل اگر ... انسانیت کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح نظر آئے گی کہ یہ کائنات ... اور تاریکی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی ... تھی۔ جس طرح بڑی مچھلیاں سمندر میں چھوٹی مچھلیوں کو نگل جاتی ہیں اور فضائے بسیط میں بڑے پرندے چھوٹے پرندوں کا گوشت نوچ ... ہیں ... اسی طرح بڑے قبائل کمزور قبائل کا استحصال کرتے تھے ... اگر کوئی قبیلہ کسی علاقے پر غالب آجاتا تو مفتوح علاقے ... کے ... لوں کو قتل کرنا ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنانا ان کی عبادت گاہوں کو مسمار کرنا ان کی فصلوں کو جلانا کوئی اخلاقی جرم تصور نہیں کیا جاتا تھا۔ اور جو لوگ قیدی بنالئے جاتے تھے ان کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا اس کی تصویر مولانا الطاف حسین حالی یوں کھینچتے ہیں۔

اسیروں کو کسی اندھے کنویں میں ڈال دیتے تھے
کنویں کے منہ پہ سل پتھر کی لاکر ڈال دیتے تھے
کبھی سوکھا ہوا ٹکڑا کبھی بد ذائقہ پانی
کیا کرتے تھے فاتح اسی طرح قیدی کی مہمانی
پہلے دست و بازو توڑ دیتے تھے
زمیں میں گاڑ کر پھر ان پر کتے چھوڑ دیتے تھے
کبھی زندوں کے تن سے بوٹیاں نچوائی جاتی تھیں
سلاخیں گرم کرکے جسم پر برسائی جاتی تھیں
کبھی پٹوایا جاتا تھا انہیں پرخار کوڑوں سے
کبھی روندوایا جاتا تھا اونٹوں اور گھوڑوں سے

انتقام کا جذبہ یوں دل میں ٹھاٹھیں مارتا تھا کہ زندہ تو زندہ مُردوں کے بھی ہاتھ پاؤں ناک کان وغیرہ کاٹ دیئے جاتے تھے۔ مقتول کا کلیجہ نکال کر چبانا کوئی مشکل بات نہ تھی۔ آج دیکھیں کیا گوانتاناموا ور عراق کے قیدیوں کے ساتھ انسانی حقوق کے نام نہاد علمبرداروں نے عہد جاہلیت کو بھی پیچھے نہیں چھوڑ دیا۔ آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول رحمت ﷺ نے انسانیت کو قیدیوں کے حقوق کے بارے میں کیا احکامات صادر فرمائے ہیں۔

ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما واسیرا انما نطعمکم لوجه الله لا نرید منکم جزاً ولا شکورا

اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلارہے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ'' (الدھر۔۸ ' ۹)

قدیم زمانہ میں دستور یہ تھا کہ قیدیوں کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں لگا کر روزانہ باہر نکالا جاتا تھا اور وہ سڑکوں یا محلوں میں بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے تھے بعد میں اسلامی حکومت نے یہ طریقہ بند کردیا۔ شاہ رفیع الدین دہلویؒ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''یہاں قیدی سے مراد ہر قیدی ہے چاہے مسلمان ہو یا کافر۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بدر کے روز رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو حکم دیا کہ وہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ اس حکم کی تعمیل میں صحابہ کرام ؓ قیدیوں کو اپنے سے بہتر کھانا کھلاتے حالانکہ وہ قیدی مسلمان نہ تھے۔ ظاہر ہے مسلمان قیدی کا تو اس سے بھی زیادہ حق ہے''۔

علامہ شبلی نعمانی سیرت النبی ﷺ جلد اول صفحہ ۱۹۳ پر قمطراز ہیں ''اسیران جنگ دو دو' چار چار صحابہ ؓ میں تقسیم کردیئے گئے اور ارشاد ہوا کہ قیدیوں کو آرام کے ساتھ رکھا جائے۔ صحابہ ؓ نے ان کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور خود کھجور کھا کر گزارا کرتے تھے۔ ان قیدیوں میں ابوعزیز بھی تھے جو سیدنا مصعب بن

قیدیوں پر مظالم کی لرزہ خیز داستان

ابوغریب جیل میں عراقی قیدیوں کے ساتھ وحشیانہ، انسانیت سوز اور اخلاق باختہ سلوک نے مہذب امریکہ کی قلعی کھول دی

...یوں کے امریکی عقوبت خانے گوانتانامو کیمپ کا حوالہ ... تین سال قبل افغانستان پر امریکی حملے کے بعد ... میں آیا۔ جب یہ الزام لگا کہ نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور ... پینٹاگون پر حملے ''القاعدہ'' نے کروائے ہیں' جس کی قیادت ... یمن اور سوڈان میں کام کر رہی تھی' منتقل ہو کر افغانستان ... گئی ہے۔ اسی بات کا سہارا لے کر طالبان کی اسلامی ... افغانستان کو تباہ وبرباد کر دیا گیا اور پھر وہاں مزاحمت کرنے والے مسلمانوں کے جہاز بھر بھر کر گوانتانامو کے نظر بندی کیمپ ... منتقل کیے جاتے رہے جو دنیا بھر کے عقوبت خانوں میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے بعد عراق سے بھی جنگی قیدی وہاں ... پاکستان اور دوسرے کئی ممالک سے بھی امریکہ کے ... نے والوں کو یہاں لا لا کر بند کیا جاتا رہا۔ اس کے ... امریکی فوجیوں کا کہنا ہے کہ یہاں جو بدنصیب لائے ... کو پتا نہیں ہوتا کہ وہ کبھی یہاں سے زندہ باہر نکل ... سکیں گے۔

اس نظر بندی کیمپ میں 45 ممالک کے قیدی بند ہیں۔ جن میں سے بیشتر مسلمان ہیں۔ یہاں لائے جانے والے قیدیوں سے پانچ فیصد پہلے ایک برس ہی میں پوچھ گچھ کرنے والوں کے ہاتھوں طرح طرح کی اذیت سہنے کے باعث پاگل پن یا شدید نفسیاتی امراض کا شکار ہوجاتے ہیں۔ اکثر وبیشتر قیدی حالات سے گھبرا کر

ابوعلی عبدالوکیل
Wakeeljabran@yahoo.com

خودکشی کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض بستر کی چادر سی کے طور پر استعمال کرکے پھانسی لگنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ایک ایسا ہی قیدی کئی ماہ تک بے ہوش رہنے کے بعد اب ہسپتال میں زیر علاج ہے۔

تفتیش کے دوران تیز روشنیوں اور شدید گرمی میں ان کی جلد جلائی جاتی ہے حتیٰ کہ وہ دماغی توازن کھو بیٹھتے اور اپنی جان ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک چھبیس سالہ امریکی پولیس افسر سٹاف سارجنٹ ولیم انجلو کا کہنا ہے ''کوئی شخص صحیح ہو یا غلط' بے گناہ ہو یا مجرم دو سال کی قید اسے مکمل طور پر توڑ کر رکھ دیتی ہے اور وہ رہا ہوجانے کے بعد بھی (جس کا امکان بہت کم ہوتا ہے) معمول کی زندگی نہیں گزار سکتا''۔ اس کا کہنا ہے کہ صرف دو سال کے اندر خودکشی کی بتیس وارداتیں ہوچکی ہیں۔

افغانستان کے بعد بش کی دہشت گردی کا نشانہ بننے والے عراقیوں پر ابوغریب جیل میں کیا قیامت گزری؟ یہ آج کی مہذب دنیا' امریکہ اور اس کے حواری یورپ کے منہ پر طمانچہ ہے۔ عراق کو تخت وتاراج کرنے کے بعد وہاں کے باشندوں کو گرفتار کرکے ابوغریب جیل میں ڈال کر قیدیوں کے ساتھ جو غیر انسانی اور ظالمانہ

عمیر رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ ان کا بیان ہے مجھے جن انصاریوں نے اپنے گھر میں قید کر رکھا تھا۔ جب صبح یا شام کا کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں اٹھالیتے۔ مجھے شرم آتی اور میں روٹی ان کے ہاتھ میں دے دیتا۔ لیکن وہ ہاتھ بھی نہ لگاتے اور مجھے ہی دوبارہ واپس کر دیتے اور یہ اس بناء پر تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تاکید کی تھی کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے''۔

نبی اکرم ﷺ نے اسیران جنگ کی نسبت تاکید کی کہ ان کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔ غزوہ حنین میں چھ ہزار اسیر تھے سب چھوڑ دیئے گئے اور آپ نے ان کے پہننے کے لئے چھ ہزار جوڑے (مصر کے کپڑے کے) عنایت فرمائے

قیدیوں میں سے ایک شخص سہیل بن عمرو تھا جو نہایت فصیح اللسان تھا اور عام مجمعوں میں نبی ﷺ کے خلاف تقریریں کیا کرتا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' یارسول اللہ ﷺ اس کے دو نیچے کے دانت اکھڑوا دیجئے تاکہ پھر اچھا نہ بول سکے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اگر اس کے عضو بگاڑ دوں گا (مثلہ کروں گا) تو گو نبی ہوں لیکن اللہ اس کی جزاء میں میرے اعضا بھی بگاڑ دے گا۔ (تاریخ طبری۔ ص ۱۳۳۸)

بہر حال اسیران جنگ سے چار چار ہزار درہم فدیہ لیا گیا لیکن جو لوگ ناداری کی وجہ سے فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے' وہ چھوڑ دیئے گئے۔ ان میں سے جو لکھنا جانتے تھے' ان کو حکم ہوا کہ دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں تو چھوڑ دیئے جائیں گے۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔

محمد حسین ہیکل حیات محمد ﷺ میں غزوہ بدر کے قیدیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''قیدیوں میں ایک شاعر ابوعزہ (عمرو بن عبداللہ بن عمیر الجمحی) نے عرض کیا' میری پانچ لڑکیاں ہیں جن کا میرے بعد کوئی کفیل نہیں نہ ان کے پاس گزر بسر کے لئے کوئی اثاثہ ہے۔ اے محمد ﷺ اگر آپ میری ان بچیوں پر ترس کھا کر رہا کر دیں تو میں آپ کے خلاف کسی کو نہ ابھاروں گا نہ خود آپ کے مقابلہ میں آؤں گا۔ بدر کے قیدیوں میں سے یہی ایک قیدی تھا جسے بغیر فدیہ کے رہا کیا گیا''

انصار نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ ہمارے بھانجے ہیں۔ ہم ان کا فدیہ چھوڑ دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے مساوات کی بنا پر گوارا نہیں کیا اور ان کو بھی فدیہ ادا کرنا پڑا۔

10 رمضان المبارک 8ھ کو لشکر نبوی نہایت عظمت وشان سے مکہ معظمہ کی طرف بڑھا۔ دس ہزار آراستہ فوجیں رکاب میں تھیں قبائل عرب راہ میں آکر ملتے جاتے تھے مر الظہران پہنچ کر لشکر نے پڑاؤ ڈالا تو فوجیں دور دور تک پھیل گئیں۔ خیمۂ نبوی ﷺ پر جو دستہ متعین تھا' اس نے ابوسفیان کو دیکھ لیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جذبہ ایمان کو ضبط نہ کر سکے تیز قدمی سے آگے بڑھے اور بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی کہ کفر کے استیصال کا وقت آگیا لیکن سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے جان بخشی کی درخواست کی۔ ابوسفیان کے تمام پچھلے کارنامے اب سب کے سامنے تھے اور ایک ایک چیز اس کے قتل کی دعویدار تھی۔ اسلام کی عداوت' مدینہ پر بار بار حملہ' قبائل عرب کا اشتعال' رسول اللہ ﷺ کے خفیہ قتل کرنے کی سازش' ان میں سے ہر چیز ان کے خون کی قیمت ہو سکتی تھی لیکن ان سب سے بالاتر ایک اور چیز ''عفو نبوی تھا'' کسی نے ابوسفیان کے کان میں آہستہ سے کہا کہ ''خوف کا مقام نہیں'' (تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۶۳۲)

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے سرکار کائنات ﷺ! ابوسفیان جاہ پسند آدمی ہے۔ اس کی عزت افزائی کریں۔ آپ نے فرمایا اچھا'' جو شخص کعبہ میں پناہ لے گا اور جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا' اس کو بھی پناہ دی جائے۔ ابوسفیان اپنی یہ عزت افزائی دیکھ کر خوش ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کا شمار زمانہ جاہلیت کے بارعب عرب بادشاہوں میں ہوتا ہے اور قبیلہ بنو حنیفہ کے قابل رشک سردار تھے۔ جب دعوت اسلام کا خط ملا تو اس نے بڑی حقارت سے دیکھا۔ اس کی سطوت ونخوت نے اسے گھناؤنا جرم کرنے پر آمادہ کیا۔ حق بات سننے کیلئے اس کے کان بہرے ہو گئے پھر اس پر جنون طاری ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دے اور مناسب موقع کی تلاش میں رہا۔ ایک دفعہ اسے موقعہ ملا۔ وہ دبے پاؤں نبی کریم ﷺ پر پیچھے سے وار کرنے ہی والا تھا' لیکن اس کے چچا نے اس کا ہاتھ روک دیا۔ اس طرح آپ اللہ کے فضل سے دشمن کے شر سے محفوظ رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد ثمامہ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ بیت اللہ کی زیارت کی جائے۔ وہ یمامہ سے سوئے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ ان کی دلی تمنا تھی کہ طواف کعبہ کریں۔ ثمامہ ابھی مدینہ کے قریب ہی تھے کہ لشکر اسلام کے سپاہیوں نے پکڑ لیا اور مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ مجاہدین نے سوچا' رسول رحمت ﷺ قیدی کو دیکھ لیں اور اس کے متعلق جو حکم فرمائیں اس کی تعمیل کی جائے۔ سرکار کائنات ﷺ مسجد میں تشریف لائے قیدی کو دیکھا تو لشکریوں سے پوچھا تم جانتے ہو یہ قیدی کون ہے؟ سب نے کہا ہمیں تو علم نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' یہ ثمامہ بن اثال ہے۔ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ پھر رسول اکرم ﷺ گھر تشریف لائے اور فرمایا' گھر میں جو

سلوک کیا گیا وہ انسانیت کے نام پر ایک بدنما دھبہ ہے۔ امریکی دوغلی حکمت عملی کا المناک پہلو یہ ہے کہ 1990ء کے عشرے میں جب موجودہ صدر ڈبلیو بش کے باپ نے عراق پر جنگ ٹھونسی تھی تب اس نے انسانی حقوق کے عالمی منشور سے اپنی جنگی مشینری کو مستثنیٰ کرالیا۔ اب بھی صدر ڈبلیو بش نے خود کو اپنے وزیر خارجہ جنرل کولن پاول اور پینٹاگون کے اعلیٰ افسروں اور جرنیلوں سمیت جنگی جرائم کے ارتکاب کے الزام میں مقدمہ چلانے سے بری الذمہ قرار دے دیا ہے یعنی وہ جس قوم کو بھی چاہیں دنیا کے نقشے سے نیست ونابود کریں' کوئی انہیں پکڑ نہیں سکتا۔

اس لحاظ سے عالمی ادارے بجا طور پر کہہ رہے ہیں کہ دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد خود جارج ڈبلیو بش ہے۔

ایک طرف مہذب دنیا کے دعویدار امریکہ ویورپ نے اپنے مہذب ہونے کے دعوے کے اظہار کے لئے جانوروں کے تحفظ کے لئے انجمنیں قائم کر رکھی ہیں' کتوں اور خنزیروں کو ان کے آئین میں تحفظ حاصل ہے' ان کے حقوق متعین ہیں' ان کی خوراک کا معیار پرکھا جاتا ہے' ان کو منرل واٹر پلایا جاتا ہے اور ان کو ائیر کنڈیشنڈ رہائش فراہم کی جاتی ہے تو دوسری طرف انسانوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جارہا ہے کہ اس کی تفصیل پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

میڈیا میں آنے والی رپورٹس اور تصویروں کے مطابق امریکی فوجیوں نے عراق کے مختلف علاقوں سے گرفتار کیے گئے قیدیوں کے چہروں پر بوریاں چڑھائیں' ان کے ہاتھ باندھے اور انہیں ابوغریب لے آئے۔ وہاں سب کے سامنے ان کو برہنہ کیا

ظلم وستم نے امریکہ کے اس نامعقول دعوے کی بھی قلعی کھول دی ہے کہ افغانستان اور عراق پر حملے کا مقصد عوام کی آزادی اور جمہوریت کی بحالی تھا

گیا' عورتوں اور مردوں کو بے لباس کر کے ایک دوسرے کے سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ سب سے پہلے سب کو مکے مارے گئے' ان کے چہروں پر تھپڑ مارے گئے' ان کے پیٹ' کمر اور پیٹھ پر ٹھوکریں ماری گئیں اور پھر انہیں سیدھا کھڑا کر کے ان کے ننگے پاؤں پر چھلانگیں لگائی گئیں۔ برہنگی کی حالت میں ہی ان کی تصویریں بنائی گئیں اور پھر انہیں جنسی طور پر ہراساں کیا گیا۔

مردوں اور عورتوں کی اس حال میں تصاویر بنائی گئیں' ننگے مردوں کو اپنے منہ پر عورتوں کے زیر جامہ پہننے پر مجبور کیا گیا اور مردوں' عورتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہم جنسی پر مجبور کیا گیا۔ مردوں کو لکڑی کے صندوقوں پر کھڑا کر کے بجلی کے جھٹکے دیئے گئے۔ ان کے سر پر ریت کی بوریاں رکھی گئیں۔ ان کے ہاتھوں اور نازک اعضاء پر تاریں باندھ کر ان میں کرنٹ چھوڑا گیا۔ یہ مظلوم شخص سر پر رکھے بوجھ سے تھک کر فرش پر پاؤں رکھتا تو اسے شدید جھٹکا لگتا' وہ چیخ مارتا اور دوبارہ صندوق پر کھڑا ہو جاتا۔

مردوں کو ایک دوسرے پر جنسی فعل کرنے پر مجبور کیا گیا اور اس عمل کی ویڈیو بنائی گئی تو ان بے بس قیدیوں سے خود ان کے ہاتھوں سے ان کی رانوں پر لکھوایا گیا کہ ''میں زانی ہوں۔'' ان کے گلے میں کتے کا پٹہ ڈال کر انہیں بھونکنے پر مجبور کیا گیا۔ 800 بریگیڈ کے فوجیوں نے سب کے سامنے عراقی عورتوں سے زیادتی کی اور پھر مردوں کو ان سے زیادتی پر مجبور کیا گیا' جو انکار کرتا اس کی کمر پشت پر ٹھوکریں ماری جاتیں اور جو عراقی تشدد کی تاب نہ لاتے ہوئے اس دنیا سے چل بستا اس کی نعش کی تصویریں اور ویڈیو بنائی

کھانا ہے وہ ثمامہ بن اثال کے لئے بھیج دیا جائے۔ پھر حکم دیا میری اونٹنی کا دودھ صبح وشام اسے پلایا جائے۔ پھر آپ ثمامہ کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ اسے اسلام کی دعوت دیں۔ آپ نے بڑے ہی مشفقانہ انداز میں دریافت کیا' ثمامہ کیا رائے ہے۔ اس نے جواب دیا بہتر ہے اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو یقیناً ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جس نے آپ کے صحابہ کرام کا خون بہایا۔ اگر معاف فرمادیں تو ایک قدردان پر مہربانی ہوگی۔ اگر مال چاہتے ہو تو جس قدر فرمائیں' مال آپ کی خدمت میں پیش کردیا جائے گا۔ رسول اکرم ﷺ واپس چلے گئے اور اسے دو دن تک اسی حالت میں رہنے دیا۔ لیکن کھانا پانی اور دودھ باقاعدگی سے انہیں ملتا رہا۔ تین دن تک ثمامہ سے یہی سوال ہوتے رہے۔ اس کے بعد رسول رحمت ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو حکم دیا کہ اسے آزاد کردو۔ آپ کا یہ حسن سلوک دیکھ کر ثمامہ بن اثال نے اسلام قبول کرلیا۔" (حیات صحابہ کے درخشاں پہلو ص ۶۵ محمود احمد غضنفر)

غزوہ حنین جو شوال ۸ ھ میں وقوع پذیر ہوا' اس غزوہ میں اسیران جنگ کی تعداد ہزاروں سے زیادہ تھی ان میں شیماء بھی تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی رضاعی بہن تھیں۔ لشکر اسلام نے جب ان کو گرفتار کیا تو انہوں نے کہا' میں تمہارے پیغمبر کی بہن ہوں۔ لوگ تصدیق کیلئے نبی ﷺ کے پاس لائے انہوں نے پیٹھ کھول کر دکھائی کہ ایک دفعہ بچپن میں آپ نے دانت سے کاٹ لیا تھا۔ یہ اس کا نشان ہے۔ فرط محبت سے آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ان کے بیٹھنے کیلئے خود ردائے مبارک بچھائی۔ محبت کی باتیں کیں۔ چند شتر' بکریاں عنایت فرمائیں اور ارشاد کیا جی چاہے تو میرے گھر چل کر رہو اور گھر جانا چاہو تو وہاں پہنچا دیا جائے گا۔ انہوں نے خاندان کی محبت سے وطن جانا چاہا چنانچہ عزت واحترام کے ساتھ پہنچا دی گئیں۔" (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۶۲۸)

سید سلیمان ندوی سیرت النبی ج ۱ میں رقمطراز ہیں۔"

حنین کے اسیران جنگ ابھی تک جعرانہ میں محفوظ تھے' ایک معزز سفارت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی کہ اسیران جنگ کو رہا کریں۔ یہ وہ قبیلہ تھا کہ آپ کی رضاعی والدہ سیدہ حلیمہ اس قبیلہ کی تھیں۔ رئیس قبیلہ زہیر بن حرد نے کھڑے ہوئے تقریر کی اور رسول اللہ ﷺ کی طرف مخاطب ہوکر کہا' جو عورتیں چھپروں میں محبوس ہیں' انہی میں آپ کی پھوپھیاں اور خالائیں ہیں۔ اللہ کی قسم اگر سلاطین عرب میں سے کسی نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا تو ان سے بہت کچھ امیدیں ہوتیں اور آپ سے تو اور بھی زیادہ توقعات ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا' خاندان عبدالمطلب کا جس قدر حصہ ہے' وہ تمہارا ہے لیکن عام رہائی کی تدبیر یہ ہے کہ نماز کے بعد جب مجمع ہو تو سب کے سامنے درخواست پیش کرو۔ نماز ظہر کے بعد ان لوگوں نے درخواست پیش کی آپ ﷺ نے فرمایا' مجھ کو صرف اپنے خاندان پر اختیار ہے لیکن میں تمام مسلمانوں سے ان کے لئے سفارش کرتا ہوں' مہاجرین اور انصار بول اٹھے ہمارا حصہ بھی حاضر ہے۔ اس طرح چھ ہزار لونڈی غلام دفعتاً آزاد ہوگئے۔

نبی اکرم ﷺ کا دستور تھا کہ جب کسی مہم پر فوج بھیجی جاتی تو سردار لشکر کو جو احکام دیئے جاتے' ان میں ایک لازمی حکم یہ بھی ہوتا۔

"لاتقتلوا شیخا فانیا ولا طفلا ولا صغیرا ولا امراۃ
(مسلم باب الجہاد)

ترجمہ: "کسی بوڑھے کو' بچے کو' کمسن کو' عورت کو قتل نہ کرو"

قبل از اسلام معمول تھا کہ اگر دشمن قابو میں آجاتا تو اس کو تیروں کا نشانہ بناتے یا تلوار سے قتل کر دیتے۔ عربی میں اس طریقہ کو صبر کہا جاتا۔ نبی اکرم ﷺ نے نہایت سختی سے اس کو روک دیا۔

اسیران جنگ کے ساتھ عرب نہایت برا سلوک کرتے تھے اور تمام قوموں میں یہی طریقہ جاری تھا۔ صلیبی جنگ میں یورپین سلطنتیں جب مسلمانوں کو لڑائیوں میں گرفتار کرتی تھیں تو ان سے جانوروں کی طرح کام لیتی تھیں۔ علامہ ابن جبیر جب حروب صلیبیہ کے زمانے میں سسلی سے گزرے تو یہ حالت دیکھ کر تڑپ اٹھے چنانچہ لکھتے ہیں۔

"اور منجملہ ان دردانگیز حالات کے جوان شہروں میں نظر آتے ہیں' اسیران اسلام ہیں جو بیڑیاں پہنے نظر آتے ہیں اور جن سے سخت محنت شاقہ لی جاتی ہے اور اسی طرح مسلمان عورتیں پنڈلیوں میں لوہے کے کڑے پہنے سخت محنت شاقہ سے کام کرتی ہیں جن کو دیکھ کر دل پھٹ جاتا ہے۔"

نبی اکرم ﷺ نے اسیران جنگ کی نسبت تاکید کی کہ ان کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔ غزوہ حنین میں چھ ہزار اسیر تھے سب چھوڑ دیئے گئے اور آپ نے ان کے پہننے کے لئے چھ ہزار

نبی ﷺ کو قتل کرنے کی کوششیں کرنے والا ثمامہ گرفتار ہوا تو تین دن اس کو بہترین کھانا اور اونٹنی کا دودھ پیش کیا جاتا رہا چوتھے روز اس کو رہا کر دیا گیا' نبی اکرم ﷺ کے حسن سلوک سے متاثر ہوکر اس نے اسلام قبول کرلیا

جاتی۔ اگر اس ظلم وستم میں کوئی مظلوم عراقی اللہ کو یاد کرتے ہوئے کوئی قرآنی آیات پڑھنے کی کوشش کرتا تو انہیں ایک دوسرے کی غلاظت کھانے پر مجبور کیا جاتا۔

ایک تصویر میں ایک برہنہ قیدی پر' جس کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے ہیں اور اس پر دو خونخوار کتے چھوڑے جارہے ہیں۔ اخبارات میں شائع ہونے والی اس سے اگلی تصویر میں کتوں کے کاٹنے سے اس زخمی قیدی کی ٹانگ سے خون بہہ رہا ہے' وہ زمین پر گرا ہوا ہے اور امریکی فوجی اس پر سوار ہے۔ اسی طرح ایک تصویر میں قیدیوں پر سوار ایک امریکی عورت مسکرا رہی ہے۔ دوسری تصویر میں ایک امریکی ظالم زخموں سے نڈھال قیدیوں پر کھڑا فتح کا نشان بنا رہا ہے۔ ابوغریب جیل میں قید نوعمر عراقی بچوں سے بھی امریکی فوجی زیادتی کرتے رہے اور اس قبیح عمل کی ویڈیو بھی بنائی۔

ریڈ کراس کی رپورٹ کے مطابق دوران تفتیش قیدیوں پر تشدد اور بدسلوکی امریکی فوجیوں کا معمول رہا ہے۔ ریڈ کراس کے بعض کارکنوں کے مطابق انہوں نے خود عراقی قیدیوں پر ظلم وتشدد ہوتے دیکھا ہے۔ بعض قیدیوں کو برہنہ کرکے کنکریٹ کے سیلوں میں رکھا گیا۔ قیدیوں کے جسموں پر جلنے اور کٹنے کے نشانات بھی دیکھے گئے' قیدیوں کے منہ پر کپڑا ٹھونس کر انہیں مارنے پیٹنے کے ساتھ انہیں ہر طرح کی ذہنی وجسمانی اذیتیں دی گئیں۔

امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ کا کہنا ہے کہ اس نے سینکڑوں ایسی تصاویر اور ویڈیوز دیکھی ہیں جن میں تشدد کے ایسے نئے طریقے سامنے آئے ہیں جو اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے۔ اپنے حلفیہ بیانات میں عراقی قیدیوں نے بتایا کہ انہیں مارا پیٹا گیا اور جنسی طور پر ذلیل کیا گیا اس کے علاوہ انہیں سور کا گوشت کھانے اور شراب پینے پر مجبور کیا گیا۔

تازہ ترین تصویروں میں جو دکھایا گیا ہے اس میں انسانی نجاست سے لتھڑے ہوئے ایک قیدی کو راہداری میں چلایا جارہا ہے۔ ایک قیدی جس کے چہرے پر غلاف چڑھا ہوا ہے' تقریباً بے ہوش ہونے والا اور ایک قیدی زمین پر گرا ہوا ہے اور اسے ایک امریکی فوجی مار رہا ہے۔ واشنگٹن پوسٹ کی رپورٹ میں ایک ویڈیو کے حصے بھی بیان کیے گئے ہیں جس میں ایک قیدی کو جیل کے دروازے کی سلاخوں سے باندھا گیا ہے۔ وہ بار بار اپنا سر سلاخوں میں مارتا ہے بالآخر بے ہوش ہوکر کیمرہ مین کے پیروں پر گر جاتا ہے۔ ان تصاویر کے ساتھ چھپنے والی رپورٹ میں امین سعید الشیخ نامی ایک قیدی نے بتایا ہے کہ ایک امریکی سپاہی نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کس چیز پر یقین ہے؟ اس کے اس جواب پر کہ اسے اللہ پر یقین ہے۔ ایک سپاہی نے اس کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر ضربیں لگائیں اور اسے اسلام کو گالیاں دینے کو کہا۔ اس پر اس نے اپنے مذہب کو گالیاں دیں اور اخبار کے مطابق اس سے عیسیٰ علیہ السلام کا شکریہ ادا کروایا گیا جس کی وجہ سے وہ زندہ بچ گیا۔ دوسرے قیدیوں نے بتایا ہے کہ جیل پہنچنے پر انہیں ننگا کیا جاتا تھا اور عورتوں کے انڈرویئر پہننے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ ایک امریکی فوجی چارلس گرانز قیدیوں کا کھانا ٹوائلٹ میں پھینک کر انہیں اسے کھانے کا حکم دیتا تھا۔ چارلس گارنر نے اس سے قبل کہا تھا کہ وہ صرف ملٹری انٹیلی جنس کی طرف سے دی گئی ہدایات کی تعمیل کر رہا تھا۔ ظلم وستم کی اس داستان نے امریکہ کے اس نامعقول دعوے کی بھی قلعی کھول دی ہے کہ افغانستان اور عراق پر حملے کا مقصد عوام کی آزادی اور جمہوریت کی بحالی تھا۔ امریکی فوج تمام قوانین وضوابط کو پس پشت ڈال کر عوام کے

جوڑے (مصر کے کپڑے کے) عنایت فرمائے چنانچہ ابن سعد نے اس واقعہ کی تصریح کی ہے۔ حاتم طائی کی بیٹی جب گرفتار ہو کر آئی تو آپ نے عزت و حرمت سے مسجد کے ایک گوشہ میں اس کو ٹھہرایا اور فرمایا' کوئی تمہارے شہر کا آجائے تو میں اس کے ساتھ تجھ کو رخصت کردوں چنانچہ چند روز کے بعد سفر کا سامان کر کے ایک شخص کے ساتھ یمن بھجوا دیا۔

علامہ اکبر شاہ نجیب آبادی رقمطراز ہیں'' بنی المصطلق کے سردار حارث کی بیٹی جویریہ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ حارث چند روز بعد مدینہ میں خود آیا اور اپنی بیٹی کو آزاد کروانے کی کوشش کی۔ آپ ﷺ نے جویریہ کو خود فدیہ دے کر رہا کر دیا۔ جویریہ نے باپ کے ساتھ جانے کی بجائے سرکار کائنات کی خدمت میں رہنا پسند کیا۔ آپ نے جویریہ کی منشاء کے مطابق اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اس نکاح کا نتیجہ یہ ہوا صحابہ کرام نے بنی المصطلق کے تمام اسیروں کو یہ کہہ کر رہا کر دیا کہ جو قبیلہ نبی اکرم ﷺ کا رشتہ دار بن گیا ہم اس کو قیدی یا گرفتار یا غلام نہیں رکھ سکتے۔ ساتھ ہی تمام مال غنیمت واپس کر دیا۔ (تاریخ اسلام ج ۱ ص ۱۷۸)

سیدنا خالد بن ولید ؓ نے سردار بنو غطفان' ہوازن' بنو سلیم کو پکڑ کر سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کے پاس مدینہ بھیجا اور ساتھ خط ارسال کیا۔'' بنو عامر کے ارتداد اور قبول اسلام کے بعد وہ لوگ جنہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔ میں نے ان کو جرم کی سزا دی اور اس خط کے ساتھ قرہ بن ھبیرہ اور عیینہ بن حصن وغیرہ کو پیش خدمت کر رہا ہوں۔ سیدنا خالد بن ولید ؓ سختی سے کام لیتے تھے لیکن سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کا رویہ نہایت نرمی کا تھا انہوں نے ان قیدیوں سے جو پابجولاں میدان جنگ سے مدینہ پہنچائے گئے تھے بالکل سختی نہ کی ان میں عیینہ بن حصن اسلام اور مسلمانوں کا بڑا دشمن تھا اور اس نے طلیحہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کی تھی اور اسے قرہ بن ہبیرہ وغیرہ جنگی قیدیوں کی معیت میں مدینے پہنچایا گیا تھا اس کے ہاتھ مضبوط رسوں سے بندھے ہوئے تھے۔ مدینے کے لڑکے اسے کھجور کی شاخوں سے مارتے اور کہتے تھے'' اے اللہ کے دشمن! تو اللہ پر ایمان لانے کے بعد کافر ہو گیا تھا''

عیینہ جواب دیتا'' میں تو کبھی اللہ پر ایمان نہیں لایا'' لیکن سیدنا ابو بکر نے اس کے اس جواب کے بعد جو صریحاً کفر پر دلالت کرتا ہے' اسے معاف کر دیا اور کسی قسم کی اسے سزا نہ دی۔'' (صدیق اکبر محمد حسین ہیکل ص ۲۴۵)

نبی اکرم ﷺ کا دستور تھا کہ جب کسی مہم پر فوج بھیجی جاتی تو سردار لشکر کو جو احکام دیے جاتے' ان میں ایک لازمی حکم یہ بھی ہوتا '' کسی بوڑھے کو' بچے کو' کمسن کو' عورت کو قتل نہ کرو'' (مسلم باب الجہاد)

1087ء حطین کے مقام پر مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان عظیم معرکہ برپا ہوا اور نصاریٰ کے سردار قتل ہوئے اور کچھ قیدی بنا لئے گئے۔ جب سلطان صلاح الدین ایوبی بیت المقدس میں داخل ہوا تو عیسائی عورتوں نے رحم کی اپیل کی' سلطان نے حاجب سے دریافت کیا' یہ عورتیں کون ہیں؟ اس نے جواب دیا' عالیجاہ یہ وہ خواتین ہیں جن کے وارث جنگ میں مارے گئے یا گرفتار ہوئے ہیں سلطان نے پوچھا یہ کیا چاہتی ہیں؟ حاجب نے ان کے پاس جا کر سلطان کا سوال دہرایا اور واپس آ کر جواب عرض کیا عالیجاہ' خواتین درخواست کرتی ہیں' اگر ان کے وارث لڑائی میں مارے گئے ہیں تو انہیں قلعہ صور (tyre) میں بھیج دیا جائے۔ اگر وہ قیدی ہیں تو ان پر رحم کیا جائے۔ سلطان نے اسی وقت حکم جاری کیا'' جن عورتوں کے خاوند لڑائی میں مارے جا چکے ہیں' ان کی خواہش کے مطابق انہیں ان کے عزیزوں کے پاس بھیج دیا جائے۔ نیز انہیں کم از کم چھ ماہ کے اخراجات کیلئے رقم ادا کر دی جائے۔ (ندائے ملت ج ۳۴ ص ۲)

ایک دوسرے فرمان میں حکم جاری ہوا۔ وہ تمام حکمران اور سردار جو جنگ حطین میں گرفتار ہوئے ہیں' انہیں فی الفور رہا کر دیا جائے اور انہیں ان کی مرضی کے مطابق اس جگہ پر پہنچایا جائے جہاں وہ جانا چاہتے ہوں۔ (ندائے ملت ج ۳۴ ص ۲)

لیکن کفار کو جب بھی موقعہ ملا ہے۔ انہوں نے مسلمان قیدیوں کے ساتھ وہ سلوک کیا ہے کہ آسمان دنیا نے ایسے مناظر اس سے قبل نہیں دیکھے۔ پہاڑوں پر چڑھ جانا اور اپنے ہتھیاروں کو کافروں کے حوالے نہ کرنا یہاں تک کہ اپنی جان قربان کر دینا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت مطہرہ میں سے ہے۔ جناب محمود احمد غضنفر حیات صحابہ کے درخشاں پہلو' میں رقمطراز ہیں۔'' غزوہ احد کو ابھی تھوڑا عرصہ گزرا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے چھ صحابہ کرام کو ایک اہم مشن پر بھیجا۔ ان کا امیر عاصم بن ثابت کو مقرر کیا۔ ابھی یہ قافلہ مکہ سے تھوڑی دور کے فاصلے پر تھا کہ قبیلہ ہذیل کی جماعت نے ان کو گھیرے میں لے لیا سیدنا عاصم بن ثابت اور ساتھیوں نے تلواریں نکال لیں یہ منظر دیکھ کر بنو ہذیل کہنے لگے۔'' آج تم ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بخدا ہم تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتے اگر تم ہتھیار ڈال دو تو ہم اللہ کو گواہ بنا کر کہتے ہیں' تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا'' سیدنا عاصم اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہیں اور ارشاد فرمایا'' میں تو مشرکوں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالوں گا'' اور دعا کی' الٰہی میں تیرے دین کی حفاظت اور اس کا دفاع کرتا ہوں۔ از راہ کرم میرے گوشت اور ہڈیوں کی حفاظت فرما اور میرے جسم کا گوشت

حقوق کی پامالی ڈنکے کی چوٹ پر کر رہی ہے۔ اس کے برعکس دنیا میں کسی اور جگہ پر اگر کہیں اس لحاظ سے کوئی معمولی سا واقعہ بھی پیش آیا تو امریکہ' یورپ اور ان کی لونڈی اقوام متحدہ آسمان سر پر اٹھا لیتی ہے مگر ان مظالم پر سب خاموش ہیں آج سے چند سال پیشتر جب چین میں چند افراد نے تحریر و تقریر پر چینی حکومت کی پالیسیوں پر تنقید کرتے ہوئے مظاہرہ کیا اور چینی حکومت نے انہیں گرفتار کر لیا تو امریکہ کے ارباب اختیار چیخ اٹھے تھے اور اعلان کیا تھا کہ اگر چین میں انسانی حقوق کا خیال نہ رکھا گیا تو چین سے تجارتی و سفارتی تعلقات پر نظر ثانی کی جائے گی۔

اسی طرح آج سے دو برس پہلے پاکستان میں ایک امریکی صحافی ڈینیل پرل کو کسی نے اغوا کر کے قتل کر دیا تھا' تو صرف اس ایک صحافی کے لئے امریکہ اور اس کے حواری یورپی ممالک نے زمین و آسمان ایک کر دیا تھا۔ جس کے نتیجے میں پاکستان کی حکومت امریکہ کے پاؤں تک چھونے پر مجبور ہو گئی تھی۔

مگر آج عراق میں مسلمانوں کے ساتھ کیا کیا نہیں ہوا؟ ظلم و سربریت اور غیر انسانی سلوک کی جو تاریخ امریکہ اور اس کے حواری رقم کر رہے ہیں وہ زمانہ جاہلیت کے وحشی قبائل اور چنگیز و ہلاکو کو بھی شرما رہی ہے۔ انسانیت کی بدترین تذلیل' بش' بلیئر اور شیرون کر رہے ہیں' یہ شیطان کے تصور سے بھی زیادہ ہے۔ اقوام متحدہ سمیت دنیا بھر کی انسانی حقوق کی چیمپئین تنظیمیں بھی خاموش ہیں یا زیادہ سے زیادہ دکھاوے کی ایک آدھ قرارداد اور مظاہرہ کر کے گویا اپنی ذمہ داری پوری کر لیتی ہیں۔

امین سعید الشیخ نامی قیدی کے مطابق ایک امریکی سپاہی نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کس چیز پر یقین ہے؟ اس کے اس جواب پر کہ اسے اللہ پر یقین ہے۔ اس نے اس کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر ضربیں لگائیں اور اسے اسلام کو گالیاں دینے کو کہا اور اس سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا شکریہ ادا کروایا گیا

لیکن کیا یہ حالات و واقعات مسلمانوں کی غیرت و حمیت کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی نہیں؟ اس کے ساتھ ساتھ جو بزعم خویش دانشور' تجزیہ نگار اور صحافی حضرات اب بھی امریکہ کی انسان دوستی 'جمہوریت نوازی' انصاف پسندی کے سحر میں گرفتار ہیں' انہیں تو شاید ایسے واقعات سے سکون ملے گا کہ یہ دہشت گرد ایسے ہی سلوک کے مستحق تھے مگر جن لوگوں کے دلوں پر اللہ نے مہر نہیں لگائی اور جن کا ذہن و ضمیر ابھی زندہ ہے' وہ ان واقعات سے امریکہ کے اصل عزائم اور حقیقی ذہنیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ مسلمان حکمرانوں کی طرف سے ان واقعات کے خلاف رد عمل ظاہر کرنے میں تجاہل عارفانہ کا مطلب ہے کہ وہ اسلامی بھائی چارے اور احترام انسانیت کے تمام تر تقاضوں سے یکسر نابلد ہو چکے ہیں اور امریکہ کو ماوی و ملجا مان کر اس کی ناراضی کے خوف سے بے غیرتی و بے حمیتی کا مظاہرہ کرنے پر مجبور ہیں۔

عراقی مجاہدین کی جاری کردہ پریس ریلیز......تاریخی کارروائیاں

عراقی مجاہدین نے 25 اپریل سے 15 مئی 2004ء تک 1311 اتحادی فوجی ہلاک کیئے اور 1714 زخمی کیئے۔ 4 ہیلی کاپٹر گرائے' 164 ٹینک ناکارہ بنائے اور فوج و پولیس کی 582 مختلف اقسام کی گاڑیاں بشمول ایک مال گاڑی تباہ و برباد کیں۔

اعداد: ابوحمزہ ظفر اقبال

اپریل'04	مقامات کارروائی	ہلاک/زخمی	ہیلی کاپٹر/ٹینک/گاڑیاں
// //25	بغداد' کربلاء' موصل' نجف	89/13	22/7/
// //26	بغداد' عمارہ' تکریت' سامراء	78/118	21/8/
// //27	بصرہ' القائم' موصل' سامراء'	85/97	15/10/2
// //28	عمارہ' موصل' ناصریہ' تکریت' بغداد	55/106	17/8/
// //29	موصل' تکریت' خالدیہ' سماوہ	67/128	23/9/
// //30	کرکوک' عمارہ' ناصریہ' موصل' بصرہ	205/116	27/11/
یکم مئی	کوفہ' بصرہ' صدام سٹی' صدام ایئرپورٹ	68/85	12/6/
// //2	بغداد' نجف' رمادی' بصرہ' فلوجہ' عمارہ	116/45	37/9/
// //3	بغداد' نجف' ناصریہ' عمارہ' کوت' سامراء' موصل' تکریت'	72/38	33/8/1
// //4	بغداد' نجف' کرکوک' موصل' رمادی	84/45	45/8/

مئی04	مقامات کارروائی	ہلاک/زخمی	ہیلی کاپٹر/ٹینک/گاڑیاں
// //5	بغداد' ابوغریب' نجف' کرکوک' موصل	95/60	35/9/
// //6	بغداد' نجف' کربلاء' تکریت' انبار	134/68	54/17/
// //7	بغداد' نجف' بعقوبہ' موصل' کرکوک	68/43	31/9/
// //8	بغداد' بصرہ' تکریت' خالدیہ' بعقوبہ	35/28	18/4/
// //9	بغداد' موصل' بصرہ' کوفہ' کربلاء	44/19	22/3/
// //10	بغداد' فلوجہ' نجف' بصرہ' موصل' دیالی	84/36	39/6/
// //11	بغداد' کرکوک' رطبہ' سماوہ' خالدیہ'	121/63	50/8/' 1 مال گاڑی
// //12	بغداد' نجف' سامراء' تکریت' ناصریہ	48/19	17/5/
// //13	بغداد' نجف' تکریت' کربلاء' سامراء	62/26	24/7/
// //14	بغداد' نجف' کربلاء' عمارہ' تکریت'	38/27	19/7/1
// //15	القائم' سامراء' کرکوک' تکریت' نجف	66/31	20/5/

اور ہڈیاں اللہ کے دشمنوں کے ہاتھ نہ لگیں'' زعمائے قریش نے بنو ہذیل سے عاصم ؓ کی لاش کا مطالبہ کیا اور ساتھ قاصد بھی روانہ کیا کہ عاصم کا سر لے کر آنا ہے تاکہ ہماری سلامہ بنت سعد کا غصہ ٹھنڈا ہو سکے۔ قریش نے اپنے قاصد کو وافر مقدار میں مال بھی دیا تاکہ وہ بنو ہذیل کو قیمتی تحائف اور نقد مال دے کر عاصم کا سر لینے میں کامیاب ہو سکیں۔ جس طرح آج بش اور اس کے حواری ملا عمر اور اسامہ بن لادن کے سر کا مطالبہ کر رہے ہیں' اور افغان سرداروں کو پجارو اور ڈالروں کی صورت میں تحائف دیئے جا رہے ہیں تاکہ اس مقصد میں کامیاب ہوں۔ مگر جس طرح عاصم بن ثابت ؓ کی لاش ان کو نہ مل سکی اور اپنے منصوبے میں ناکام رہے۔ یہی حال آج کے طاغوت کا ہے جو اتنے وسائل کے باوجود فرزندان اسلام کی گرد کو نہیں پہنچ سکا۔ سیدنا عاصم بن ثابت ؓ کی شہادت کے بعد سیدنا خبیب بن عدی ؓ اور سیدنا زید بن دثنہ ؓ پہاڑی سے اترے اور کافروں نے انہیں قید کر لیا۔ سیدنا خبیب کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خریدا اور ہتھکڑیاں ڈال کر اپنے گھر میں قید کر دیا۔ شہر حرام گزرنے کے بعد قتل کی تیاری ہوئی۔ آپ نے تین باتوں کی عرض کی کہ آب شیریں پلانا۔ ۲۔ بتوں کا ذبیحہ نہ کھلانا' ۳۔ قتل سے پہلے خبر کر دینا۔ قتل کا ارادہ ہوا تو انہوں نے آگاہ کیا۔ سیدنا خبیب نے طہارت کیلئے استرا مانگا۔ عقبہ کی بیوی نے استرا لا کر دیا۔ ان کا بیٹا کھیلتا ہوا سیدنا خبیب کے پاس چلا گیا۔ انہوں نے اس کو اپنی ران پر بٹھایا۔ عقبہ کی بیوی کی نظر پڑی تو کانپ اٹھی کہ خبیب کے ہاتھ میں استرا بھی ہے اور میرا بیٹا بھی ان کے قابو میں ہے۔ سیدنا خبیب ؓ فرماتے ہیں' تمہارا

عاصمہ جہانگیر اور اس قبیل کی مغرب کی پروردہ این جی اوز آج گوانٹا ناموبے اور ابوغریب جیل کے مظلوم قیدیوں پر وحشیانہ مظالم پر ایک لفظ تک بولنے سے کیوں قاصر ہیں؟

کیا خیال ہے' میں اپنے خون کا بدلہ اس بچے سے لوں گا۔ حاشا یہ ہماری شان نہیں اور نہ ہی ہمارا دین اس کی اجازت دیتا ہے۔ بچہ واپس کر دیا۔ (جس طرح ملا عمر نے اتنی شہادتوں کے بعد بھی عیسائی مشنریوں کو قتل نہیں کیا بلکہ ان کو رہا کر دیا کہ وہ کہیں امریکیوں کی بمباری سے قتل نہ ہو جائیں۔) سیدنا خبیب کے قتل میں مشرکین نے بڑا اہتمام کیا۔ دو رکعت نماز کے بعد مقتل کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں دعا پڑھی''۔

اے میرے پروردگار تو ان کو شمار کر لے اور ان کو ایک ایک کر کے قتل کر اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ'' اور یہ اشعار پڑھے۔

''ولست ابالی حین اقتل مسلما
علی ای جنب کان للہ مصرعی
ذلك فی ذات الالہ وان یشاء
یبارك علی اوصال شلو ممزعی

اور مجھے کچھ غم نہیں اس بات کا کہ کس کروٹ قتل کیا جاؤں میرا قتل اللہ ہی کے لئے تو ہے

یعنی جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کی محبت میں ہو رہا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ان کٹے ہوئے ٹکڑوں پر برکت نازل کرے گا۔

یہ تمام واقعات اس زمانے کے ہیں جس میں (Megnacarta) میگنا کارٹا کے پیش رووں کی روحوں کو بھی ان بنیادی انسانی حقوق کا علم نہ تھا۔ جو آج میڈیا کے ذریعے پوری دنیا کے ہر فورم پر اس بات کا پرچار کرتے ہیں کہ انسانیت کو بنیادی حقوق انہی کے ذریعے حاصل ہوئے ہیں اور انہی میں سے ایک طاغوت جس نے ساری دنیا پر حکمرانی کرنے کا خواب دیکھا ہے۔ اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش میں تمام حدوں کو پھلانگ رہا ہے۔ خصوصاً امۃ مسلمہ کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے

باقی صفحہ 55 پر

قرآن وسنت کی روشنی میں احکام ومسائل

الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ کے چند اہم فتاویٰ

نہی کے اوقات میں تحیۃ المسجد کا حکم

سوال: تحیۃ المسجد کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں۔ ان میں ایک وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اوقات نہی مثلاً طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت یہ نوافل ادا نہ کئے جائیں۔ اور ایک وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ تحیۃ المسجد چونکہ ذوات الاسباب سے ہیں لہٰذا ان کا کوئی وقت نہیں' وہ ہر وقت ادا کئے جاسکتے ہیں۔ حتی کہ اگر سورج آدھا غروب ہوچکا ہو تو بھی ادا کئے جاسکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ تفصیلی جواب سے مستفید فرمائیں گے۔
(محمد۔ ع۔ اٰالدوادمی)

جواب: اس مسئلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ تحیۃ المسجد کسی وقت بھی ادا کئے جاسکتے ہیں۔ حتی کہ فجر اور عصر (کی نماز) کے بعد بھی' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل قول میں عموم ہے:

إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتَّى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ

تم میں کوئی شخص جب مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت ادا کرلے۔

اس کی صحت پر شیخین کا اتفاق ہے اور اس لئے بھی کہ یہ ذوات اسباب سے ہیں۔ جیسے طواف کی نماز اور سورج گرہن کی نماز۔ ایسی تمام نمازوں میں درست بات یہی ہے کہ وہ تمام نہی کے اوقات میں بھی ادا کی جاسکتی ہیں جیسے فوت شدہ فرض نمازوں کی قضاء۔ چنانچہ نبی ﷺ نے طواف کی نماز کے متعلق فرمایا:

يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ لَا تَمْنَعُوا أَحَدًا طَافَ بِهَذَا الْبَيْتِ وَصَلَّى أَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ

اے بنی عبد مناف! جو شخص اس گھر کا طواف کرے اور نماز ادا کرے اسے مت روکو' خواہ رات یا دن کا کوئی بھی وقت ہو۔

اسے احمد اور اصحاب سنن نے اسناد صحیح سے روایت کیا ہے۔ نیز آپ ﷺ نے نماز کسوف (سورج گرہن یا چاند گرہن) کے متعلق فرمایا:

إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِمَا عِبَادَهُ وَإِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنْ النَّاسِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَصَلُّوا وَادْعُوا اللَّهَ حَتَّى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ

سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں ہیں۔ انہیں کسی کی موت یا پیدائش کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ لہٰذا جب تم گرہن دیکھو تو نماز ادا کرو اور دعا کرو۔ اس وقت تک کہ گرہن کھل جائے۔

اس کی صحت پر شیخین کا اتفاق ہے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ نَامَ عَنْ الصَّلَاةِ أَوْ نَسِيَهَا فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ

جو شخص نماز کے وقت سویا ہو ہو یا بھول جائے تو جب اسے یاد آجائے' نماز ادا کرے۔ بس یہی اس کا کفارہ ہے۔

اور یہ تمام احادیث اوقات نہی اور دوسرے اوقات سب کے لئے عام ہیں اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد علامہ بن القیم رحمۃ اللہ علیہما نے بھی یہی قول پسند کیا ہے۔

مجبوری میں بینک کی ملازمت؟

سوال: اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جسے اس کے حالات بنکوں میں یا مملکت میں موجود مقامی کرنسی ایکس چینج میں کام کرنے پر مجبور کردیں۔ جیسے بنک الاھلی التجاری' بینک الریاض' بینک الجزیرہ' بیک العربی والوطنی' شرکۃ الراجحی برائے مبادیہ وتجارت' مکتب برائے تبادلہ' بنک السعودی الامریکی اور ان کے علاوہ دوسرے مقامی بنک ہیں۔ یہ خیال رہے کہ یہ بنک اپنے گاہکوں کے لئے سیونگ اکاؤنٹ کھولتے ہیں اور کلرک جو تحریر کا کام کرتے ہیں۔ جیسے حسابات لکھنے والا' پڑتال کرنے والا' نگرانی کرنے والا یا ان کے علاوہ ادارہ کے دوسرے کام کرنے والوں کو یہ بنک کئی مراعات دیتے ہیں جو ملازموں کو ان بنکوں کی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ جیسے بدل سکن (کرایہ رہائش) جو تقریباً بارہ ہزار ریال کے لگ بھگ ہوتا ہے یا اس سے بھی زیادہ ہو سکتا ہے اور سال کے آخر میں دو ماہ کی تنخواہ۔ تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟ (سعود۔ م ا۔)

جواب: سودی بنکوں میں کام کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے سود کھانے والے' کھلانے والے' اس کو لکھنے والے اور دونوں گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا کہ وہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔ اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور اس لحاظ سے بھی ناجائز ہے کہ اس کام میں گناہ اور سرکشی پر تعاون ہے جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (المائدہ:۲)

بینکوں کے ملازمین جو تنخواہ لیتے ہیں وہ حلال ہے یا حرام؟

سوال: عام بنکوں کے ملازمین اور بالخصوص عربی بنکوں کے ملازمین جو تنخواہ پاتے ہیں وہ حلال ہے یا حرام۔ جبکہ میں نے سنا ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ یہ بنک بعض معاملات میں سودی لین دین کرتے ہیں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ آپ مجھے مستفید فرمائیں گے کیونکہ میں خود بھی کسی بینک میں کام کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ (فوزی۔ ح۔ ا۔ بیشہ)

جواب: جو بینک سودی لین دین کرتے ہیں ان میں کام کرنا جائز نہیں کیونکہ اس میں بنک والوں کے لئے گناہ اور سرکشی پر اعانت ہے۔ جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (المائدہ:۲)

اور نبی ﷺ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے سود کھانے والے' کھلانے والے' ایسی تحریر لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا: "ھم سواء" (یہ گناہ میں برابر کے شریک ہیں) اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں نکالا ہے۔

بنکوں کی ملازمت کا حکم

سوال: میرا چچازاد بھائی بنک الجزیرہ میں ملازم ہے۔ اور اس کیلئے یہ ملازمت جائز ہے یا نہیں ہمیں فتوی دیجئے' اللہ تعالی آپ کو بہتر جزادے..... میں نے اپنے بھائیوں سے سنا ہے کہ بنک کی

ملازمت جائز نہیں۔ (عمری۔ ع۔ا۔ جدہ)

جواب: سودی کاروبار کرنے والے بنکوں میں ملازمت کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ کام گناہ اور سرکشی کے کاموں میں تعاون ہوتا ہے۔ جبکہ اللہ سبحانہ وتعالی فرماتے ہیں:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (المائدہ:۲)

اور یہ تو معلوم ہے کہ سود بہت بڑے بڑے گناہوں میں سے ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں سے تعاون جائز نہیں...... نیز رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ "آپ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کی تحریر لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی ہے۔ نیز فرمایا کہ یہ سب لوگ اس گناہ میں برابر کے شریک ہیں"۔

اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں درج ہے۔

کیا مملکت عربیہ سعودیہ میں کام کرنے والے بنکوں کے حصے خریدنا جائز ہے؟

سوال: کیا مملکت سعودیہ عربیہ میں کام کرنے والے بنکوں کے حصے خریدنا جائز ہے۔ جیسے سعودی امریکی بنک یا الائیڈ کمرشل سعودی بینک۔ جنہوں نے اب عوام میں اپنے حصص فروخت کرنے کا اعلان کیا ہے اور ان کے علاوہ دوسرے بنکوں سے؟ (عبدالحسن۔ا)

جواب: سودی بنکوں کے حصے خریدنا جائز نہیں۔ جیسا کہ سودی بنکوں اور دوسرے سودی اداروں سے معاملات جائز نہیں۔ کیونکہ یہ گناہ اور سرکشی پر تعاون ہے اور اللہ سبحانہ وتعالی فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں نہ کیا کرو (المائدہ:۲)

بنکوں کے حصے خریدنے کا حکم

سوال: بنکوں کے حصے خریدنے اور کچھ مدت بعد انہیں بیچ دینے کا کیا حکم ہے جبکہ مثال کے طور پر ایک ہزار کے حصے تین ہزار کے ہو جائیں اور کیا اسے سود ہی سمجھا جائے گا؟ (ناصر ع۔ا۔الخرج)

جواب: بنکوں کے حصوں کی خرید و فروخت جائز نہیں کیونکہ یہ نقدی کی نقدی سے بیع ہے۔ جس میں نہ برابر برابر ہونے کی شرط پائی جاتی ہے اور نہ قبضہ میں لینے کی اور اسلئے بھی کہ سودی اداروں کے ساتھ تعاون جائز نہیں۔ نہ ہی ان کی خرید و فروخت جائز ہے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی فرماتے ہیں:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں مدد نہ کیا کرو۔ (المائدہ ۲)

اور جیسا کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ "آپ ﷺ نے سود لینے والے، سود دینے والے، اس کی تحریر لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ یہ سب لوگ گناہ میں برابر کے شریک ہیں"۔ اسے مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور آپ صرف اپنا اصل سرمایہ ہی لے سکتے ہیں۔

آپ کو اور دوسرے سب مسلمانوں کو میری نصیحت ہے کہ وہ ہر طرح کے سودی معاملات سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں اور گزشتہ معاملات پر اللہ تعالی کے حضور توبہ کریں کیونکہ سودی معاملات دراصل اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ اور اللہ تعالی کے غضب اور اس کے عذاب کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَىٰ فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنادیا ہو۔ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ خرید و فروخت بھی تو سود ہی کی طرح ہے حالانکہ بیع کو اللہ نے حلال کیا اور سود کو حرام، تو جس شخص کو اپنے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی وہ باز آگیا تو پہلے جو ہو چکا وہ اس کے لئے جائز اور (قیامت کو) اس کا معاملہ اللہ کے سپرد اور جو پھر سود لینے لگا تو ایسے لوگ جہنمی ہیں ہمیشہ اس میں جلتے رہیں گے۔ اللہ سود کو نابود کرتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گنہگار کو دوست نہیں رکھتا۔ (البقرہ ۲۷۵-۲۷۶)

نیز اللہ عزوجل نے فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اور اگر ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اور اگر توبہ کر لو (سود چھوڑ دو) تو تم کو اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے۔ جس میں نہ دوسروں کا نقصان نہ تمہارا نقصان۔ (بقرہ ۲۷۸-۲۷۹)

سودی بنکوں میں امانت رکھنے کا حکم

سوال: اگر کسی کے پاس کچھ نقد رقم ہو اور وہ حفاظت کی خاطر اسے امانت کے طور پر کسی بنک میں رکھے اور سال کا عرصہ گزرنے پر اس کی زکوٰۃ ادا کردے تو کیا یہ اس کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ ہمیں مستفید فرمایئے۔ اللہ آپ کو جزاء خیر عطا فرمائے۔ (عمری۔ ع۔ ع۔ جدہ)

جواب: سودی بنکوں میں امانت رکھنا جائز نہیں، خواہ وہ اس پر سود نہ لے۔ کیونکہ اس کام میں گناہ اور سرکشی پر اعانت ہے۔ جبکہ اللہ سبحانہ وتعالی نے اس سے منع کیا ہے۔ لیکن جب کوئی شخص اس کام پر مجبور ہو اور سود نہ لے اور اپنے مال کی حفاظت کے لئے سودی بنک کے علاوہ اور کوئی جگہ نہ پائے تو مجبوری کی بنا پر (ان شاء اللہ) اس میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالی فرماتے ہیں:

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ

اللہ نے جو کچھ تم پر حرام کیا ہے اس کو تفصیل سے بیان کردیا ہے الا یہ کہ تم کسی بات پر مجبور ہو جاؤ۔ (الانعام:۱۱۹)

اور جب کوئی اسلامی بنک یا امانت رکھنے کی جگہ پالے جس میں گناہ اور سرکشی پر تعاون کی صورت نہ ہو تو اپنا مال اس میں امانت رکھے۔ اب اس کے لئے سودی بنک میں امانت رکھنا جائز نہ ہوگا۔

ایسی کمپنیوں سے تعاون کا حکم جو سودی لین دین کرتی ہیں

سوال: میں شرکہ تجاریہ (تجارتی کمپنی) کے ہاں اکاؤنٹینٹ ہوں۔ یہ کمپنی سودی بنک سے قرضے لینے پر مجبور ہوتی ہے۔ مجھے معاہدہ قرض کا ایک فارم ملتا ہے جس سے بنک کے رجسٹروں میں کمپنی کا مقروض ہونا ثابت ہو سکے...... کیا میں سود کی تحریر لکھنے والا سمجھا جاؤں گا اور میرے اس کمپنی میں کام کرنا جائز نہ ہوگا۔ یعنی کیا میں کمپنی سے عہد کی رو سے گناہگار سمجھا جاؤں گا۔ جبکہ میرا ایسا معاہدہ نہ تھا؟ (عبداللطیف۔ ذ)

جواب: سودی معاملات میں مذکورہ کمپنی سے تعاون جائز نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سود لینے والے، دینے والے، اس کی تحریر لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا کہ "یہ لوگ گناہ میں ایک جیسے ہیں"۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔ نیز اس لئے بھی کہ اللہ تعالی کے اس قول میں عموم ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا علي الاثم والعدوان

اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں باہمی تعاون نہ کیا کرو (المائدہ:۲)

باقی صفحہ 23 پر

بقیہ: اسلام میں قیدیوں کے حقوق

کہ انہیں انسان تو کجا جانور ماننے سے بھی انکاری ہیں۔ وہ تمام مستشرقین جنہوں نے انسانیت تو کجا جانوروں کے حقوق کا بھی ڈھول سر پر اٹھا رکھا ہے اور مرغابی کے جسم پر چھوٹا سا تیر چبھا دیکھ کر سارا یورپ اس کی جان بچانے کیلئے فکرمند ہو جاتا ہے۔ کابل کے چڑیا گھر میں طبعی موت مرنے والے ''مرجان'' نامی شیر کے کمزور ہونے کی خبر متعصب خبر رساں ادارہ بی بی سی اپنے صبح کے پروگرام میں نشر کرتا ہے اور دوسرے دن شیر کے بچے کی آنکھ میں موتیا دیکھ کر ڈاکٹروں کی ٹیمیں حرکت میں آ جاتی ہیں۔ مگر جب بات فرزندان اسلام (طالبان اور عراقی مسلمانوں) کی ہو تو فرعون ثانی اس بات کا اعادہ گلوبل ویلج کے سامنے نخوت و تکبر کے اس انداز میں کرتا ہے کہ شیطانیت بھی شرما جاتی ہے کہ یہ لوگ اس کرہ ارض پر رہنے کا حق ہی نہیں رکھتے۔ یہ انسانیت کے قاتل ہی نہیں' تہذیب و تمدن کو تاراج کرنے والے درندے ہیں۔ انہوں نے انسانیت کے گلشن کو تار تار کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آج یہ فرزندان اسلام سیدنا عاصم بن ثابت ﷜ اور سیدنا خبیب ﷜ کی طرح دشمنان اسلام کی قید میں ہیں اور جس طرح ان صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے جسموں کو تیروں اور نیزوں کے ساتھ چھیدا گیا اور سیدنا عاصم ﷜ کے سر کا پیالہ بنا کر شراب پینے کی خواہش کافروں نے کی تھی۔ آج اسی طرح ان فرزندان اسلام کے جسموں کو داغا جا رہا ہے۔ ان کے اعضاء کو کاٹا جا رہا ہے۔ ان کے کانوں میں روئی ٹھونسی جا رہی ہے' انہیں ننگا کر کے' غلاظتیں مل کر جانوروں کی طرح گھسیٹا جاتا ہے۔ آج پھر اہل یورپ کی یہ شیطنیت عود کر کے اہل مسلم پر عذاب کے کوڑے برسا رہی ہے۔ ان کے نزدیک اگر حقوق بھی حاصل ہوں تو صرف سفید چمڑی والوں کو کیونکہ ان کا تعلق یورپ امریکہ کی اشرافیہ سے ہے۔ طالبان کی حکومت کو ختم کرنے کی ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ ان کا تعلق بوریا نشین مردان صحرائی سے تھا۔

وہ این جی اوز NGO's جنہوں نے ملک پاکستان کو یرغمال بنایا ہوا ہے اور ملک میں قید ایک ہندو جاسوس کی بپتا عالمی فورم پر سنا کر اس کو رہا کرواتی ہیں اور اپنے لال دوپٹے کے جلو میں خود اس کو واہگہ بارڈر پر سے رخصت کرتی ہیں اور دوسرے قیدیوں کے حقوق کا دفاع کرنے کا کہتی ہیں' آج وہ بھی لب کشا نہیں ہیں۔ کیونکہ ان قیدیوں کا تعلق مسلمانوں سے ہے۔ اگر کسی یورپ کے ملک سے تعلق ہوتا تو ان کو باؤلہ پن ہو جاتا۔ اور یہ اپنے کپڑوں سے باہر ہو جاتیں۔ آج عاصمہ جہانگیر' حنا جیلانیاں کہاں سو گئی ہیں؟ کیا ان کی بصیرت جواب دے گئی ہے یا ان کی عقل پر ڈالروں کا پردہ پڑ چکا ہے یا ان کی قوت سماعت کو کسی برق آسمانی نے مفلوج کر کے رکھ دیا ہے؟ ان کی بنیادی حقوق کی حس کیوں نہیں پھڑکی آج یہ اپنے گماشتوں کے جلو میں عالمی فورم پر کیوں نہیں آتیں؟ کیا ان پر نزع کی حالت طاری ہو گئی ہے۔ یا ذہنی طور پر مفلوج ہو گئی ہیں؟ یا یہ کومے کی حالت میں ہیں؟ ایسے معلوم ہوتا ہے حقوق کی بات کرنے والی ڈوری کسی یہودی یا عیسائی کے ہاتھ میں ہے اور یہ نازنین ڈالروں کی جھنکار میں کٹھ پتلیاں بنی ہوئی ہیں جو اپنی مرضی سے حرکت نہیں کر سکتیں۔ یہ میر جعفروں اور صادقوں کی روحانی اولادیں ہیں جو انگریز کے حقوق کی ضامن ہیں اور ہر دور میں دین اسلام کے فرزندوں کو نیچا دکھانے میں پیش پیش ہیں۔ یہ صرف اسلام' حدود آرڈیننس اور قانون توہین رسالت کے خلاف ہی حرکت میں آتی ہے۔

آج فرزندان اسلام امۃ مسلمہ کی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنا ملک' گھر بار دنیا کی تمام آسائشوں کو دنیاوی منفعتوں کے لئے نہیں چھوڑا بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ اور لواء حق کو بلند کرنے کے لئے یہ پر خطر راستہ اختیار کیا ہے۔ اور انہی لوگوں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے

''ترجمہ'' جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب ایک ہے' پھر اس پر قائم رہے تو ان کے پاس فرشتے یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ ہم دنیا و آخرت میں تمہارے معین و مددگار ہیں اور تمہارے لئے وہاں ہر قسم کی نعمتیں ہوں گی جس کو تمہاری طبیعت چاہے گی مہربانی بخشش کرنے والے اللہ کی طرف سے تمہاری مہمانی ہوگی۔ (حم سجدہ ۳۹ تا ۳۱)

بقیہ: عراقی قیدی

نے کہا ہے کہ اگر بش انتظامیہ سمجھتی ہے کہ امریکی عوام کو عراق میں پیش آنے والی صورتحال پر تشویش یا پریشانی نہیں تو یہ ان کی بھول ہے۔ اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عراق میں بڑھتے ہوئے فوجی نقصان، ہلاکتوں اور زندہ امریکی فوجیوں کے جلائے جانے کے واقعات کے بعد امریکہ اب عراق سے نکلنے کی سوچ رہا ہے۔ ممتاز جریدے اکانومسٹ کی ایک تازہ ترین رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ امریکی حکام اب ''صومالی انخلا...'' کی طرح عراق سے نکلنے کی بات کرتے نظر آتے ہیں۔ یاد رہے 1993ء میں صومالیہ کے دارالحکومت میں اٹھارہ امریکی فوجیوں کو ہلاک کرنے کے بعد ان کی لاشوں کو گلیوں میں گھسیٹے جانے کے مناظر دکھائے جانے پر امریکہ نے صومالیہ سے اپنی فوج نکال لی تھی جبکہ صدر بش کے سیاسی مخالف سینٹر ایڈورڈ کینیڈی نے بھی کہا ہے کہ عراق دوسرا ویتنام بن چکا ہے۔ عراق میں بگڑتی ہوئی صورتحال کے باعث واشنگٹن میں اعلیٰ حکام بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ عراق خانہ جنگی کی طرف جا رہا ہے۔ صدر بش اگرچہ مصر ہیں کہ وقت سے قبل عراق سے فوجیں نہیں نکالیں گے لیکن زمینی حقائق کچھ اور ہیں۔ واضح رہے کہ عراق میں امریکہ اپنے اتحادیوں کی حمایت سے محروم ہو رہا ہے۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ عراق میں بڑھتے ہوئے تشدد اور خون ریزی کے باعث امریکی حمایت میں خاطر خواہ کمی واقع ہو رہی ہے۔ امریکہ میں ڈیموکریٹک پارٹی کے نامزد صدارتی امیدوار سینٹر جان کیری نے کہا ہے کہ صدر بش کی ضد اور پیشگی حملے کے نظریے نے عراق میں امریکی کامیابی کا راستہ انتہائی دشوار کر دیا ہے۔ شکاگو میں اپنی پارٹی کی ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے موصوف صدارتی امیدوار نے کہا ہے کہ صدر بش کو یہ بات تسلیم کر لینی چاہیے کہ عراق میں جنگ کا طریقہ اور بعد میں اس کی تعمیر نو سے متعلق اندازے تصور سے زیادہ مشکل ثابت ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ صدر بش اپنی انتخابی مہم پر اب تک چالیس ملین ڈالر خرچ کر چکے ہیں مگر عراق کی دگرگوں صورتحال، امریکی فوجیوں کی بڑے پیمانے پر ہلاکت اور پسپائی کے باعث انہیں شدید عوامی تنقید کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ جان کیری کے اس بیان کے چند روز بعد ہی ایک خودکش حملے میں عراق کی مزاحمتی قوتوں نے عراق کی گورننگ کونسل کے سربراہ عز الدین سلیم سمیت دس افراد کو ہلاک کر کے امریکیوں اور اس کے مقامی حواریوں کو پیغام دے دیا ہے کہ اب اس خطے میں امریکہ یا امریکہ نواز انتظامیہ کی کوئی ضرورت نہیں رہی اور اگر امریکہ نے اپنے سامراجی منصوبوں کی خاطر مقامی سطح پر کٹھ پتلی حکمران مسلط کرنے کی کوشش کی تو ان کا حشر عز الدین سلیم جیسا ہوگا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان سمیت تمام اسلامی ممالک امریکہ پر زور دیں کہ وہ عراق میں ناحق مسلمانوں کا خون بہانے سے باز رہے۔ بلاتاخیر اپنی فوجوں کا انخلاء شروع کر دے یہی اس مسئلے کا حل ہے۔ بصورت دیگر مجاہدین اسلام افغانستان میں سوویت یونین کو تباہی سے ہمکنار کرنے کے بعد جغرافیائی حدود سے بالاتر ہو چکے ہیں اس نئے افغانستان (عراق) نے انہیں ایک طرح کے نئے شعور سے آراستہ کرنا شروع کر دیا ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لندن کے ''المجلۃ'' نے اپنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ عراق اور افغانستان بش خاندان اور اس کے کاروباری سیاسی ساتھیوں کے سیاسی مستقبل کا فیصلہ کر چکا ہے، بش کی وائٹ ہاؤس سے واپسی بہت سے مسلم حکمرانوں کے سیاسی مستقبل کو بھی لے ڈوبے گی-----

تحفظ المدارس کانفرنس

☆...... 6 جون بروز اتوار بمقام ادارہ جامعہ الاثریہ پشاور میں تحفظ مدارس کانفرنس منعقد ہوگی۔ زیر صدارت ابوعمر عبدالعزیز نورستانی' زیر امارت عبدالعزیز حنیف، آخر میں طلباء و طالبات کو اسناد دی جائیں گی۔

بائیبل کی پیش گوئی پر کون پورا اُترا؟

محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا عیسیٰ علیہ السلام

نامور سکالر احمد حسن دیدات اور جنوبی افریقہ کے پادری کے درمیان
ایک یادگار مکالمہ

تحریر - احمد دیدات ترجمہ - شیخ محمد سلیمان

ڈاکٹر احمد حسن دیدات کی کتاب "The Choice" ہمارے ہاتھ لگی - اس کتاب کو سعودی حکومت نے چھپوایا ہے - اب تک ۹۰ ہزار کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے - میں نے اس کتاب کو برادرم شیخ محمد سلیمان کے حوالے کیا - چنانچہ انہوں نے اس کا ترجمہ کیا جس میں سے اہم اقتباسات مجلہ الدعوۃ کی زینت بنائے جا رہے ہیں - پاکستان میں عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد آباد ہے اور یہ لوگ عیسائیت کو پھیلانے میں سرگرم بھی ہیں - ہم انہیں دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس مضمون کو غور سے پڑھیں اور انجیل کی بات پر لبیک کہتے ہوئے حق کو اختیار کریں - کہ حق ہر اس شخص کی میراث ہے جو حق ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہے مزید برآں احمد دیدات کے بارے میں جو اہم معلومات ہیں' مضمون کے آغاز میں وہ بھی پیش کردی گئی ہیں - (مدیر مجلہ)

مصنف کے حالات زندگی

ڈاکٹر احمد حسن دیدات ۱۹۱۸ء میں بھارت کے شہر "سورت" میں پیدا ہوئے - ۱۹۲۶ء تک احمد دیدات کو اپنے والد صاحب کے بارے میں معلومات نہیں تھیں کیونکہ ان کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد ان کے والد صاحب نے جنوبی افریقہ کی طرف ہجرت کرلی تھی - احمد دیدات کے والد پیشہ کے لحاظ سے ایک درزی تھے -

غربت کی گہرائیوں میں جنم لینے والے اور بغیر کسی رسمی تعلیم کے احمد دیدات صرف نو سال کی عمر میں اپنے والد کے پاس جنوبی افریقہ چلے گئے - ۱۹۲۷ء میں جب ان کی والدہ نے انہیں بھارت سے جنوبی افریقہ ان کے والد کے پاس رخصت کیا تو یہ احمد دیدات کی زندگی کا آخری موقع تھا کہ انہوں نے اپنی والدہ کو زندہ دیکھا کیونکہ اسی سال ۱۹۲۷ میں ان کی والدہ بھارت میں ہی وفات پاگئیں -

ایک غیر ملکی سرزمین پر ایک نو سال کا لڑکا جس نے کسی سکول سے تعلیم بھی حاصل نہیں کی اور جسے انگریزی زبان بھی نہیں آتی تھی - اس لڑکے نے اللہ کے فضل سے اپنے آپ کو اس قابل بنانے کی کوشش کرنی شروع کردی کہ وہ آئندہ آنے والی چند دہائیوں میں ایک لازوال کردار ادا کر جائے اور اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار لے -

احمد دیدات نے محنت اور جانفشانی سے پڑھتے ہوئے نہ صرف زبان کی رکاوٹوں کو دور کیا بلکہ اپنے سکول میں بھی پڑھائی میں اعلیٰ پوزیشن حاصل کرنا شروع کردی - ان کے ٹھنڈے دھیمے اور سکون سے پڑھنے کے انداز نے ان کی ترقی میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہ ہونے دی یہاں تک کہ انہوں نے Standard-6 یعنی چھٹی جماعت تک تعلیم مکمل کرلی - غربت کی وجہ سے انہوں نے سولہ سال کی عمر میں نوکری شروع کردی - وقتاً فوقتاً بہتر مستقبل کے لئے ملازمت بدلتے رہے -

ان سب میں اچھی ملازمت وہ تھی جو انہوں نے ۱۹۳۶ء میں ایک مسلمان کے سٹور میں کی - یہ سٹور پادریوں کی درسگاہ کے قریب تھا - یہاں پادریوں کو تعلیم دی جاتی تھی - اور پھر یہ زیر تعلیم پادری اسلام کے خلاف ہر وقت ہر جگہ زہریلا پروپیگنڈہ کرتے رہتے تھے حتیٰ کہ اس وقت بھی یہ پادری اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے جب وہ احمد دیدات کے سٹور پر خرید و فروخت کے لئے آتے - ان کی ہرزہ سرائیوں کی وجہ سے احمد دیدات کے اندر اسلام کے دفاع کا عزم پیدا ہوا - اور اس عزم نے ان کے اندر اتنا جوش و ولولہ پیدا کیا کہ انہوں نے اپنے آپ کو ان کے جھوٹے اور زہریلے پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے تیار کرنا شروع کردیا - اللہ نے اس طرح کے کام جن کی قسمت میں لکھے ہوتے ہیں' وہ ان سے لے لیتا ہے اور پھر ایسا ہی احمد دیدات کے ساتھ ہوا - ایک کتاب جس کا نام "IZHAR-UL-HAQ" "اظہار الحق" تھا' وہ مل گئی -

اس کتاب میں مسلمانوں کی شاندار کامیابیوں کی تفصیلات اور خوبیاں بیان کی گئی تھیں اور عیسائیوں کے زہریلے پروپیگنڈے کا وہ توڑ بھی اس انداز میں بیان کیا گیا تھا جو عیسائیوں نے ہندوستان میں حکومت کرتے ہوئے یہاں کے لوگوں میں مسلمانوں کے خلاف ان کے دلوں میں ڈال دیا تھا - اس کتاب سے احمد دیدات نے کافی رہنمائی حاصل کی - خاص طور پر احمد دیدات کے دل و دماغ نے تقریری مقابلوں اور مناظروں کی صورت میں مرتب شدہ اس کتاب سے بہت گہرا اثر لیا -

اسلام کی عظمت کو دل کی گہرائیوں سے دنیا تک پہنچانے کے لئے احمد دیدات نے "IZHAR-UL-HAQ" نامی کتاب کے اسلحہ سے اپنی زندگی کو منور کیا اور پھر عیسائیوں سے مقابلہ کی نیت سے پہلی بار Bible بائیبل خریدی اور عیسائی مشنریوں کے ساتھ مناظرے کرنے شروع کردیئے - عموماً مناظروں میں پادری احمد دیدات کے ٹھوس سوالات کے جواب دینے کی بجائے ادھر ادھر کی مارتے - ان مناظرات کی وجہ سے احمد دیدات اپنے علاقے میں کافی مشہور ہوگئے - اور پھر آہستہ آہستہ ارد گرد کے لوگوں نے بھی احمد دیدات کو اپنے ہاں بلانا شروع کردیا - تاکہ وہ عیسائی پادریوں کو مدلل جواب دے سکیں -

ان کی پے در پے کامیابیوں نے احمد دیدات کے جوش کو جلا بخشی اور وہ دعوت کی شاہراہ پر گامزن ہوگئے - اس شاہراہ دعوت پر ان کی بیگم' تین بچے اور تین سال کا وہ عرصہ جو انہوں نے آزاد ہونے کے بعد پاکستان کے اندر گزارا کوئی بھی چیز دعوت میں رکاوٹ نہ بن سکی - ان کا جذبہ یہی تھا کہ اسلام کے خلاف مسلسل زہریلے پروپیگنڈے کا جواب آخر کسی نہ کسی

نے تو دینا ہی ہے تو پھر وہ کیوں نہ خود اس کام میں پہل کریں-

اسی جذبہ نے انہیں جنوبی افریقہ دوبارہ لا بسایا اور آج اسی جنوبی افریقہ کی سرزمین پر اسلام کا یہ سپاہی اسلام کی اصل حقیقت کو دنیا پر آشکارا کرنے کے لئے کوشاں ہے-

اس کے بعد آنے والی تین دہائیوں میں احمد دیدات نے اسلامی تعلیمات کو پھیلانے' اس کی سچائی بتلانے اور اسلام کی خوبصورتی کو آشکارا کرنے کے لئے دن رات کام کیا- انہوں نے بائیبل کی کلاسز لگائیں- اور بہت سے لیکچرز دیئے- انہوں نے ایک ادارہ بھی "AL-SALAAM" کے نام پر بنایا- جس میں اسلامی تعلیمات پر مبلغ اور مناظر تیار کئے جاتے-

احمد دیدات نے اپنے خاندان کے ساتھ مل کر اپنے خرچہ پر ایک بہت بڑی بلڈنگ اور اس کے ساتھ ایک عالیشان مسجد بھی بنوائی-

احمد دیدات (IPCI) آئی. پی. سی. آئی Islamic Propagation Centre International کے ادارے کے بانی ممبر بنے- اس ادارے کے وہ پہلے سربراہ ہیں- یہ عہدہ اس وقت سے لے کر آج تک انہی کے پاس ہے-

انہوں نے ۲۰ کتابیں اس سنٹر سے شائع کیں اور اس کی لاکھوں کاپیاں بغیر کسی قیمت کے لوگوں میں مفت تقسیم کیں- انہوں نے ہزاروں کی تعداد میں پوری دنیا کے اندر لیکچرز دیئے اور ان لیکچرز میں کامیابی کے ساتھ عیسائی پادریوں کو شکست فاش دی- ان کی ان انتھک کوششوں کی وجہ سے ہزاروں لوگوں نے عیسائی اور یہودی مذہب کو چھوڑ کر اسلام قبول کرلیا-

انہی مسلسل کامیابیوں اور احمد دیدات کی ذاتی طور پر شاندار کوششوں کے نتیجہ میں ۱۹۸۶ء میں انہیں "شاہ فیصل عالمی ایوارڈ" دیا گیا- اس قیمتی ایوارڈ کا حاصل کرنا بھی ان کی کامیابیوں کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے- ویسے تو دنیا میں کسی بھی قسم کے اعزاز اور ایوارڈ ان کی اسلام کے لئے خدمات اور عیسائیوں کے جھوٹے پراپیگنڈے کو بند کرانے یا کم کرانے کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے- ان کی لکھی ہوئی کتابیں اپنی مثال آپ ہیں- ان کی کتابیں پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس مرد مجاہد نے تن تنہا اسلام کے لئے بیش بہا قربانیاں دی ہیں- عیسائیت کے وسیع سمندر کے اندر اسلام کو جس انداز سے پھیلایا ہے اور عیسائیوں کو اسلام کی روشنی سے منور کیا ہے- یہ انہی کا طرہ امتیاز ہے-

اللہ تعالیٰ ان کی اسلام کے لئے کوششوں کو قبول و منظور فرمائے- آمین ثم آمین- ان شاء اللہ

رابطہ ایجنسی مجلۃ الدعوۃ

دفتر مجاہدین لشکر طیبہ مرکز الدعوۃ والارشاد
طیبہ چوک نزد سول ہسپتال جہانیاں

pp۲۱۰۳۷۲

میرا پہلا بڑا مناظرہ

ترجمہ- "میرے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دے بتاؤ تو سہی اگر یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے پاس سے آیا ہو اور تم نے اس کو نہ مانا اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ ایسی ہی کتاب اترنے کی گواہی دے چکا اور وہ ایمان لے آیا لیکن تم اکڑے رہے (تو تمہارا حال کیا ہوتا ہے) بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو سیدھا راستہ نہیں دکھاتا ہے" (الاحقاف - ۱۰)

جناب چیئرمین خواتین و حضرات

آج کی تقریر کا موضوع "بائیبل حضرت محمد ﷺ کے متعلق کیا کہتی ہے" آپ کے لئے واقعی حیران کن ہوگا کہ اس موضوع پر ایک مسلمان تقریر کرنے لگا ہے- یہ کیسے ممکن ہوگا کہ ایک مسلمان یہودیوں اور عیسائیوں کی الہامی کتابوں سے آخری رسول محترم ﷺ کے بارے میں بتانے لگا ہے-

جناب والا! ایک نوجوان کی صورت میں تیس برس پہلے میں نے ایک عیسائی سکالر عالم دین سے کچھ اس طرح کی تقاریر سنیں تھیں- ملاحظہ ہوں-

پوپ

یہ عیسائی عالم مسٹر ریو ہسٹن تھا جو بائیبل کے پیغمبروں کے بارے میں باتیں کر رہا تھا- وہ یہ ثابت کر رہا تھا کہ عیسائیوں کی الہامی کتاب بائبل ہمیں بتاتی ہے کہ آخری دنوں میں سوویت یونین (روس) دنیا کی ایک بہت بڑی طاقت بن جائے گا حتی کہ ایک جگہ اس نے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یورپ کے بارے میں بھی بائیبل میں پیشین گوئیاں موجود ہیں- (مثال کے طور پر) وہ بہت زور و شور سے سامعین کو مطمئن کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ (Beast 666) جو بائیبل کے بارے میں عیسائیوں میں ایک نئی اور جدید کتاب ہے' اس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ پوپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا میں نیابتی ہوگا-

بہر حال مسلمانوں کو اس جھگڑے میں پڑنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ رومن کیتھولکس اور پروٹسٹنٹ کا جھگڑا ہے لیکن میں یہ ضرور بتانا چاہوں گا کہ "Beast 666" نامی عیسائیوں کی کتاب ڈاکٹر ہنری کسنجر نے لکھی ہے اور اس کے اندر پوپ کو عیسیٰ علیہ السلام کا نیابتی ثابت کرنے کی سرتوڑ کوشش کی گئی ہے-

ریو ہسٹن کے لیکچرز نے مجھے اپنے آپ سے پوچھنے کا حوصلہ دیا کہ اگر بائیبل میں روس اور "پوپ" کے بارے میں بتا دیا گیا ہے تو پھر اس میں یقیناً کچھ نہ کچھ تو اس دنیا کے محسن انسانیت کے لئے بھی ضرور بتایا گیا ہوگا جن کا نام حضرت محمد ﷺ ہے-

ایک نوجوان کی صورت میں' میں نے اس سوال کا جواب تلاش کرنا شروع کردیا اور اسی سلسلہ میں' میں ایک پادری سے دوسرے پادری' دوسرے سے تیسرے' تیسرے سے چوتھے پادری تک ملتا چلا گیا- میں نے بہت سے مختلف پادریوں کے لیکچرز سنے اور ہر اس چیز کو پڑھنے سمجھنے اور سننے کی کوشش کی جس میں ذرا سا بھی بائیبل کے اندر پیغمبروں کے بارے میں بتایا گیا تھا- آج میں آپ کو ایک اپنی ایسی ہی گفتگو جو ہالینڈ کے ایک پادری کے ساتھ ہوئی سنا رہا ہوں-

پادری کے ساتھ گفتگو

مجھے حضرت محمد ﷺ کی سیرت کی تقریب کے سلسلے میں ٹرانسوال Transvall جانے کا اتفاق ہوا- جہاں میں نے سیرت النبی ﷺ پر ایک تقریر کرنا تھی- میں یہ بات جانتا تھا کہ جنوبی افریقہ کے اس صوبہ میں افریقی زبان بہت زیادہ بولی جاتی ہے- حتی کہ ہم لوگوں میں بھی چنانچہ میں نے اس زبان میں اسی زبان کے تلفظ کے ساتھ بولنے کی مشق شروع کردی- پھر میں نے ٹیلیفون ڈائریکٹری کو اٹھایا اور افریقہ کے گرجوں میں رابطہ کرنا شروع کردیا-

میں نے وہاں کے پادریوں کو اپنا مقصد بتایا تو ہر پادری نے نت نئے بہانوں کے ساتھ مجھے ملنے سے انکار کردیا- حتی کہ کسی نے بھی میری درخواست پر غور نہیں کیا- آخر فون نمبر ۱۳ میرے لئے خوش بختی کا باعث بنا کہ ایک پادری جس کا نام وین ہرڈن Veen Hurden تھا' وہ مجھ سے اپنے گھر پر ملاقات کرنے پر آمادہ ہوگیا- اس رابطے کے بعد بروز ہفتہ سہ پہر کے وقت میں نے ٹرانسوال کی جانب رخت سفر باندھا- اس پادری نے مجھے اپنے گھر کے صحن میں دوستانہ ماحول میں خوش آمدید کہا- اس نے کہا' اگر میں برا نہ محسوس کروں تو اس کا سسر جو کہ فری اسٹیٹ سے آیا ہے اور جو تقریباً ۷۰ برس کا بزرگ ہے' وہ بھی گفتگو میں شامل ہوجائے- میں نے اس بات پر کوئی ناگوار تاثر نہیں دیا اور پھر ہم تینوں اس افریقن پادری کی لائبریری میں بیٹھ گئے-

کیوں کچھ نہیں؟

میں نے اپنا سوال پیش کیا کہ بائیبل حضرت محمد ﷺ کے متعلق کیا کہتی ہے؟ بغیر کسی ہچکچاہٹ اور جھجک کے اس نے کہا کچھ نہیں- میں نے پوچھا کیوں کچھ نہیں؟ تمہاری اصطلاحات اور تفسیر کے مطابق بائیبل نے آخری دنوں میں روس کے عروج حتی کہ رومن کیتھولک کے پوپ کے بارے میں بھی پیشین گوئیاں کی ہیں مگر حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کچھ نہیں---- آخر ایسا کیوں ہے؟

میں نے پھر اپنا سوال دہرایا- کیوں کچھ نہیں؟ یقیناً "حضرت محمد ﷺ جو کہ اس بات کے ذمہ دار تھے کہ انہوں نے پوری دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کو ایک اللہ کی پہچان کروائی اور سب کو ایک عقیدے اور رشتے کی لڑی میں پرو دیا اور یہ کہ جن کی اتھارٹی کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا اور پھر یہ خاص بات کہ سب مسلمان اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ

۱- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش تھی-
۲- حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیح تھے-
۳- حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی اجازت سے مردوں کو زندہ

کرتے تھے۔

اللہ کی اجازت سے پیدائشی اندھوں کی آنکھیں ٹھیک کرتے تھے اور کوڑھیوں کو بھی ٹھیک کردیتے تھے۔ (کیسے ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے اس رسول کے بارے میں آپ کی کتاب میں کچھ نہ ہو)

یقیناً آپ کی کتاب بائبل میں حضرت محمد ﷺ کے بارے میں ضرور کچھ ہوگا جبکہ وہ یعنی حضرت محمد ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کے بارے میں کس قدر صحیح بتایا ہے آپ اس سے واقف ہی ہیں۔

بوڑھے پادری نے جواب دیا۔ میرے بیٹے میں پچھلے پچاس برس سے بائیبل کو پڑھ رہا ہوں اور اس کے اندر اگر حضرت محمد ﷺ کے بارے میں ذرا سی بھی کوئی بات ہوتی تو میں ضرور اس بات کو جانتا (یاد رہے ان دونوں میں کافی چھوٹا اور کلین شیو تھا)

نام کیساتھ نہیں

میں نے دریافت کیا' تمہارے کہنے کے مطابق سینکڑوں کی تعداد میں پرانی بائیبل کے اندر مسیح کی آمد کی پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ اس پر افریقن پادری نے جواب دیا کہ سینکڑوں کی تعداد میں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ میں نے کہا کہ میں سینکڑوں یا ہزاروں کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا۔ بلکہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پوری مسلم دنیا نے بائیبل کے پیغمبر کو بغیر کسی شدومد کے قبول کیا ہے۔

ہم مسلمان صرف اور صرف ایک پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے کہنے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر مانتے ہیں۔ اور اس وقت کرہ ارض پر ایک ارب سے زائد مسلمان صرف اور صرف اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے کہنے پر اور بغیر کسی بائیبل یا عیسائیوں کی تبلیغ اور وعظ و نصیحت کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا نبی مانتے ہیں اور ان کی عزت کرتے اور ان سے محبت رکھتے ہیں۔

میرا یہ سوال ہے کہ ان ہزاروں پیشین گوئیوں میں کیا ایک پیشین گوئی بھی تم ایسی بتا سکتے ہو جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نام سے پکارا گیا ہو۔ مسیح کی اصطلاح Christ سے لی گئی ہے یہ کوئی نام نہیں بلکہ ایک ٹائٹل ہے۔ کیا ایک بھی پیشین گوئی ایسی موجود ہے جہاں یہ کہا گیا ہو کہ مسیح کا نام "Jesus" ہوگا اور ان کی والدہ کا نام "Mary" ہوگا۔ اس کے مبینہ باپ کا نام جوزف ہوگا جو کہ پیشے کے لحاظ سے بڑھئی ہوگا اور وہ ہیراڈ بادشاہ کے دور میں پیدا ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔

میرے اس سوال پر پادری کہنے لگا۔ نہیں۔ وہاں پر ایسی کوئی تفصیل نہیں۔ اس پر میں نے کہا۔ تب تم یہ کیسے کہتے ہو کہ ہزاروں کی تعداد میں ایسی پیشین گوئیاں موجود ہیں جو کہ Jesus یعنی مسیح کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

پیشین گوئی کیا ہے؟

پادری نے جواب دیا۔ پیشین گوئی کا مطلب یہ ہے کہ الفاظ کی ایک ایسی تصویر جو مستقبل میں ہونے والی چیزوں کی نشاندھی کرے۔ جب کوئی ایسی چیز ہوجاتی ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی ہے۔ میں نے کہا اگر تم نے پیشین گوئی کے لئے یہ تعریف "Jesus" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اپنائی ہے تو مسلمان کیوں نہ اسی تعریف کو حضرت محمد ﷺ کے لئے اپنائیں؟

پادری مجھ سے متفق ہو کر کہنے لگا' واقعی یہ بالکل صحیح ہے اور مسئلہ کے حل لئے قابل عمل ہے۔ اب میں نے اسے (یہودیوں اور عیسائیوں کی پانچویں کتاب) میں سے مضمون نمبر ۱۸ کی آیت نمبر ۱۸ نکالنے کو کہا۔ اس نے نکالا تو میں نے کتاب دیکھے بغیر اس تحریر کو افریقن لب ولہجہ میں زبانی پڑھنا شروع کیا۔ کیونکہ میرا مقصد یہی تھا کہ وہ اس زبان میں مجھے سن کر متاثر ہو اور میری بات غور سے سنے۔

"میں ایک پیغمبر بناؤں گا جو کہ ان کے بھائیوں میں سے ہوگا انہی کی طرح کا اور میں اپنے الفاظ اس کے منہ میں ڈالوں گا اور وہ ان سے بات کرے گا اور پھر میں ان کی کمان کروں گا"

افریقن لب ولہجہ میں بائیبل کی تلاوت کرتے ہوئے میں نے اپنے تلفظ پر معافی طلب کی۔ اس پر پادری نے مجھے یقین دلایا کہ میں بالکل صحیح پڑھ رہا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آیت یا پیشین گوئی کس کے بارے میں بتلا رہی ہے۔ بغیر کسی توقف کے پادری بولا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

میں نے پوچھا کیسے عیسیٰ علیہ السلام؟ ان کا نام یہاں نہیں ہے۔

پادری نے جواب دیا جیسا کہ پہلا بتایا جاچکا ہے کہ پیش گوئی اس کو کہتے ہیں جو آنے والی بات کا پتہ دے۔ تو ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ باتیں عیسیٰ علیہ السلام ہی کے لئے کہی گئی ہیں۔

میں نے کہا۔ دیکھو! اس میں سب سے زیادہ ان الفاظ پر زور دیا گیا ہے (تمہاری طرح ہوگا)

تمہاری طرح یعنی موسیٰ علیہ السلام کی طرح----------

اور کیا عیسیٰ علیہ السلام' موسیٰ علیہ السلام کی طرح تھے؟ میں نے سوال کیا۔ جواب میں پادری کہنے لگا کہ موسیٰ علیہ السلام بھی یہودی تھے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی پہلے یہودی تھے۔ دوسرا وہ بھی پیغمبر تھے اور یہ بھی پیغمبر۔ اس لئے عیسیٰ علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہی تھے اور یہی ہمیں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ بالکل ایک جیسے۔

کیا آپ کو اور بھی کوئی چیز ان میں مشترک نظر آتی ہے۔؟

میں نے پوچھا۔ پادری نے جواب دیا کہ اس کے علاوہ کچھ اور تو نظر نہیں آتا۔ میں نے جواب دیا کہ اگر یہ معیار جو آپ نے مقرر کیا ہے۔ آپ نے اپنی مقدس پانچویں کتاب کے مضمون نمبر ۱۸ اور آیت نمبر ۱۸ سے لیا ہے تو یہ معیار بائیبل والے دوسرے پیغمبروں پر بھی لاگو ہو سکتا ہے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد دنیا میں آئے۔

جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام' اسحاق علیہ السلام' میکائیل علیہ السلام' دانیال علیہ السلام' یحییٰ علیہ السلام اور ان کے علاوہ کئی پیغمبر کیونکہ یہ سب بھی یہودی تھے اور پیغمبر بھی تھے۔

ہم کیوں نہیں یہ فارمولا دوسرے پیغمبروں پر بھی لاگو کرتے؟ اس فارمولے کو عیسیٰ علیہ السلام پر ہی کیوں محدود کرتے ہیں؟ ہم کیوں ایک کو ٹھیک کہتے ہیں اور باقی سب کو غلط؟

افریقن پادری کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ میں نے اپنی بات جاری رکھی۔ اور کہا کہ میں ثابت کرتا ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں تھے اور اگر میں غلط ہوا تو آپ میری اصلاح فرمادیجئے گا۔

تین مختلف چیزیں

اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے میں نے کہا کہ میری یہ بات کہ عیسیٰ علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں تھے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ خود تم لوگ کہتے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں لیکن موسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہیں' کیا یہ سچ ہے؟

اس نے کہا۔ ہاں! تب میں نے کہا تو پھر اس کا مطلب یہی ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں ہیں۔

دوسری بات۔ تمہارے کہنے کے مطابق موسیٰ علیہ السلام نے دنیا کی علامتی موت پائی لیکن عیسیٰ علیہ السلام علامتی موت فوت نہیں ہوئے' کیا یہ سچ ہے۔ اس نے دوبارہ کہا ہاں' تو میں نے پھر اپنی بات دہرائی کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں ہیں۔

تیسری بات تم لوگوں کے کہنے کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو دوزخ میں تین دن کے لئے ڈالا گیا۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام کو دوزخ میں نہیں لے جایا گیا۔ کیا یہ سچ ہے۔ اس نے کمزور اور مردنی سی آواز میں کہا۔ ہاں! اس پر میں نے جواب دیا تو پھر عیسیٰ علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں ہیں۔

میں نے اپنی بات کا تسلسل قائم رکھتے ہوئے پادری سے کہا۔ یہ کوئی مشکل حقیقت نہیں بلکہ ایک مضبوط اور نہ جھٹلائی جانے والی سچائی ہے کہ جس عمارت کو تم جیسے لوگوں نے انتہائی معمولی بنیادوں پر بنا رکھا ہے۔ یہ ایسی عمارت کی طرح ہے جو اپنی ایک اینٹ اکھڑنے سے دھڑام کے ساتھ زمین بوس ہوجاتی ہے۔

آؤ کچھ باتیں بیٹھ کر کریں جو بہت آسان' قابل فہم اور بہت سادہ ہیں اور اگر تھوڑے سے غور و فکر کے ساتھ سنیں تو آپ کو اس کے سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ کیا خیال ہے شروع کریں۔ میں نے کہا اور پادری نے میری تجویز پر اثبات میں سرہلایا۔

آٹھ ناقابل تردید دلائل

۱۔ باپ اور ماں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باپ بھی تھے اور ماں بھی تھیں۔ حضرت محمد ﷺ کے والد بھی تھے اور والدہ بھی تھیں۔ جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کی صرف ایک ماں تھیں جبکہ کوئی انسانی باپ نہیں تھا۔

کیا یہ سچ ہے؟ پادری کہنے لگا۔ ہاں! میں نے کہا اس کا مطلب یہ ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں تھے بلکہ حضرت محمد ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی طرح تھے۔

۲۔ معجزانہ پیدائش

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ دنیاوی طریقہ سے پیدا ہوئے جیسے ایک عام آدمی پیدا ہوتا ہے یعنی عورت مرد کے ملاپ سے لیکن عیسیٰ علیہ السلام۔ اللہ کے ایک خاص معجزے کے ذریعہ سے پیدا ہوئے۔ تمہیں یہ بھی یاد ہوگا کہ سینٹ انیتھیو کی انجیل (۱۸-۱) میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جب وہ اکٹھے ہوئے یعنی (جوزف بڑھئی اور حضرت مریم) تو ان کے پاس ایک بچہ تھا۔ حضرت جبرائیل نے دیا تھا اور (ST-Luke) سینٹ لوک ہمیں بتاتا ہے کہ جب حضرت مریم کو مقدس بچے کی پیدائش کے بارے میں بتایا جاتا ہے تو حضرت مریم کہتی ہیں' یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے تو کبھی غیر مرد کو دیکھا تک نہیں تو فرشتہ انہیں جواب دیتا ہے کہ مقدس بچہ اللہ کے فضل سے پیدا ہوگا کیونکہ اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ (luke1-۳۵)

یاد رہے مقدس قرآن مجید اس بات پر اپنی مہر ثبت کرتا ہے اور اس معجزانہ پیدائش کو صحیح قرار دیتا ہے۔ قرآن پاک میں یوں ارشاد ہوا ہے (القرآن 47-3)

ترجمہ - "مریم نے عرض کیا مالک میرا بچہ کیسے ہوگا مجھے تو کسی مرد نے ہاتھ نہیں لگایا۔ فرمایا اسی طرح۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے۔ وہ جب کسی کام کا حکم دیتا ہے تو کہتا ہے' ہو جا وہ ہو جاتا ہے"

اللہ تعالیٰ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی آدمی یا جانور میں کوئی بیج ڈالے۔ وہ صرف کہتا ہے "کن" ہو جا "فیکون" اور وہ ہو جاتا ہے اور یہی مسلمانوں کا ایمان ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر

(ایک دفعہ جب میں نے قرآن پاک اور بائیبل کے اقتباسات بائیبل سوسائٹی کے سربراہ Dunkers سے کہے اور اس سے پوچھا کہ تم اپنی بیٹی کو قرآن پاک کی آیات بتلانا پسند کرو گے یا پھر بائیبل کی تو اس نے سر جھکا کر جواب دیا کہ وہ قرآنی آیات اپنی بیٹی کو بتلانا پسند کرے گا)

اپنی بات کو مختصر کرتے ہوئے میں نے پادری سے کہا' کیا یہ سچ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ایک معجزہ تھا جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کی پیدائش ایک قدرتی اور فطری عمل تھا۔ اس پر پادری نے بڑے فخر سے جواب دیا۔ ہاں! اس پر میں کہا تو پھر عیسیٰ علیہ السلام -- موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کی طرح کے نہیں ہو سکتے اور اللہ کتاب خمسہ (Deuteromony 18:18) میں فرماتا ہے (تمہاری طرح) یعنی موسیٰ علیہ السلام کی طرح اور اب دیکھیں محمد ﷺ ہی موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہیں۔

۳۔ شادی کا بندھن

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ نے شادیاں کیں اور ان کی اولاد بھی ہوئی لیکن عیسیٰ علیہ السلام پوری زندگی کنوارے ہی رہے۔ کیا یہ سچ ہے؟ افریقن پادری نے جواب دیا۔ ہاں! میں نے کہا' تو پھر عیسیٰ علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں ہو سکتے۔ حضرت محمد ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہیں۔

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے مسترد کر دیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کو ان کی زندگی میں ہی ان کی قوم کے لوگوں نے انہیں پیغمبر تسلیم کر لیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اپنے پیغمبر کے لئے کافی مشکلات کھڑی کیں لیکن بالاخر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا پیغمبر تسلیم کر لیا۔ اسی طرح اہل عرب نے بھی حضرت محمد ﷺ کی زندگی کو کافی مشکل کر دیا اور ان کا مکہ معظمہ میں جینا بھی دوبھر کر دیا۔ تیرہ سال مکہ میں تبلیغ کرنے کے بعد محمد ﷺ کو اپنے آبائی شہر مکہ سے ہجرت کرنا پڑی لیکن بالاخر تمام اہل عرب ان کو اللہ کا رسول مان چکے تھے۔ لیکن آپ کی بائیبل کے مطابق (وہ اپنے ہی لوگوں میں آیا یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور پھر انہوں نے ہی اسے تسلیم نہ کیا۔ (John 1:11) اور حتیٰ کہ آج دو ہزار سال گزرنے کے بعد بھی یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پوری طرح مسترد کرتے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟ پادری نے جواب دیا۔ ہاں! تو میں نے کہا تو پھر عیسیٰ علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں ہو سکتے جبکہ سیدنا محمد ﷺ' موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہیں۔

۵۔ دوسرے الفاظ میں "بادشاہت"

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ پیغمبر بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے۔

پیغمبر کا مطلب ہوتا ہے ایک آدمی جو اللہ تعالیٰ سے اس کے فرشتوں کے ذریعے سے انسانیت کی راہنمائی کے لئے جو کچھ حاصل کرتا ہے۔ اسے بغیر کسی رد و بدل اور شک و شبے کے آگے بیان کر دیتا ہے۔ ایک بادشاہ کے پاس اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ اپنی رعایا میں سے کسی کو بھی زندگی کی بھیک دے دے یا اسے ناجائز مروا دے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ انسان کیسا ہے۔؟ ایک آدمی اپنا فیصلہ پوری رعایا پر ٹھونس سکے تو وہ بادشاہ کہلاتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس طاقت تھی۔ اسی طرح حضرت محمد ﷺ کو بھی ان کی زندگی میں بادشاہت ملی۔

کچھ ایسے واقعات بائیبل میں ملتے ہیں جس کے مطابق بعض کو پیغمبری کا تحفہ ملا لیکن وہ اس پوزیشن پر نہیں تھے کہ وہ اپنے فیصلے لوگوں پر لاگو کر سکیں۔ کچھ ان میں سے صرف نبی تھے جو کہ اپنی بات منوانے کے لئے اپنی قوم کے سامنے بے یار و مددگار تھے۔ انہی نبیوں میں سے یوحنا' دانیال اور یحیٰ بھی تھے۔

یہ صرف اللہ کا پیغام ہی لوگوں تک پہنچا سکے لیکن لوگوں پر قانون لاگو کر کے اس پر عمل نہ کروا سکے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی انہی پیغمبروں کی صف میں سے ہیں۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بائیبل کے مطابق رومن گورنر (Pontius Pilate) کے پاس بغاوت کے الزام میں لے جایا گیا تو عیسیٰ علیہ السلام اپنی صفائی میں کہنے لگے۔

"میری بادشاہت اس دنیا میں نہیں ہے۔ اگر میری بادشاہت اس دنیا میں ہوتی تو پھر میرے لوگ میرے لئے لڑتے اور مجھے یہودیوں کے حوالے نہ کر دیتے لیکن میری یہ بادشاہت نہ کبھی تھی اور نہ ہی ہوگی۔ (John 81:56)

اس چیز کو رومن گورنر نے بھی محسوس کیا۔ اس لئے اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کیا کیونکہ اسے پتہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو لوگوں پر مکمل اختیار نہیں چنانچہ اس نے انہیں بادشاہ یا حکمران کے لئے کبھی بھی خطرہ نہ سمجھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف روحانی بادشاہت کرتے تھے۔ دوسرے الفاظ میں وہ صرف پیغمبر تھے۔

کیا یہ سچ ہے؟ پادری نے جواب دیا۔ ہاں! میں نے کہا تو پھر عیسیٰ علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں ہو سکتے لیکن محمد ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہیں۔

۶۔ کوئی نیا قانون نہیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ اپنی امت کے لئے نئے قانون لے کر آئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے نہ صرف احکام عشرہ (اللہ کے دس احکام) اسرائیلی قوم کو دیئے بلکہ اپنے لوگوں کو مکمل آداب قانونی رہنمائی کے لئے دیئے۔ حضرت محمد ﷺ رشوت لینے والوں اور دوسروں کا استحصال کرنے والی قوم کے درمیان میں آئے۔ یہ لوگ اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ شادیاں کرتے تھے اور اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ دنیا کی ہر برائی' شراب' جوا' زنا' لوگوں کو لوٹنا' ڈاکے ڈالنا حتیٰ کہ سب برائیاں ان لوگوں میں تھیں۔ Gibbon اپنی کتاب "رومن بادشاہ کی پستی کے اسباب" میں اسلام سے پہلے عربوں کی حالت کے بارے میں رقمطراز ہے۔ کہ یہ لوگ انتہائی بے حس' ظالم دوسرے الفاظ میں صرف انسان تھے باقی سب عادات جانوروں کی سی تھیں۔ اس وقت بقول اس کے انسان اور جانور میں تمیز کرنی مشکل تھی۔ وہ حقیقت میں انسان نما جانور تھے۔

اس انتہائی پستی کی حالت سے حضرت محمد ﷺ نے کس طرح انہیں نیک سیرت لوگوں کی طرح بنایا۔ اس بات کو Thomas Carlyle تھامس کارلائل اپنی کتاب (تارچ کی روشنی میں سیکھنے کا سفر) میں اس طرح بیان کرتا ہے۔

اہل عرب کے لئے یہ ایک ایسی پیدائش تھی جو کہ اندھیرے سے روشنی کی طرف تھی۔ عرب دنیا میں پہلی بار صحیح طرح سے زندہ ہوا۔ وہ غریب لوگ تھے دنیا کے بننے کے بعد اس صحرا میں الگ تھلگ رہنے والے تھے جن کی طرف کوئی دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتا تھا۔ یعنی جن کا کوئی نوٹس ہی نہ لیا جاتا تھا وہ لوگ دنیا کے ممتاز ترین لوگ بن گئے۔ چھوٹے سے لوگ عظیم ترین بن گئے۔ صرف ایک سو سال کے اندر ان کی

حکومت کا ایک سرا سپین سے جاملا جب کہ دوسرا ہندوستان کے اندر دہلی شہر سے جاملتا تھا۔ صرف ایک نگاہ پڑنے سے ہی پتہ چل جاتا تھا کہ یہ عرب کتنے اچھے، مہذب اور عظیم تر انسان بن گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے ایک ایسا قانون دنیا کو دیا جو اس سے پہلے دنیا میں کبھی نہ آیا اور نہ آئندہ آسکے گا۔

جبکہ مسیح کے بارے میں ہے کہ جب یہودیوں کو ان پر اس بات کا شبہ ہوا کہ یہ تو ان کی عبادات کو بدلنے میں لگا ہوا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے (ان کے شے کو دور کرنے کے لئے) بڑے درد کے ساتھ ان کو بتایا اور یقین دلایا کہ وہ ان کے لئے کوئی نیا مذہب نہیں لے کر آئے اور نہ ہی کوئی نیا قانون یا ضابطہ لائے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے بائیبل کے اندر دیئے گئے ان کے اپنے الفاظ

"ایسا مت خیال کریں کہ میں آپ کے قانون کو تباہ کرنے آیا ہوں یا پہلے پیغمبروں کے بارے میں کسی چیز کو تباہ کرنے یا بدلنے آیا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی ڈیوٹی ادا کرنے کے لئے آیا ہوں اور تمہیں بتانے آیا ہوں کہ یہ ہیں وہ کام جن کے کرنے سے تمہارا اللہ خوش ہوگا۔ اور وہ تمہیں جنت میں لے جائے گا"

دوسرے الفاظ میں وہ کوئی نیا قانون یا ضابطہ لے کر نہیں آئے تھے بلکہ پرانے قانون کو پورا کرنے آئے تھے۔ یہی چیز انہوں نے یہودیوں کو سمجھانے کی کوشش کی۔ وہ تو صرف ان یہودیوں کو یہی بتاتے رہے کہ میں تو صرف اللہ کا پیغام لے کر آیا ہوں اور انہیں پیغمبر خدا تسلیم کر لیا جائے۔ یاد رہے! عیسیٰ علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کے احکام عشرہ ہی کی پابندی کی تھی۔ اور (Sabbath) کو عزت دی تھی۔ کسی بھی وقت ایک بھی یہودی نے ان کی طرف انگلی اٹھا کر یہ نہیں کہا "تم اس قدر تیز جا رہے ہو" یا "تم روٹی توڑنے سے پہلے اپنے ہاتھ کیوں دھوتے ہو" اس طرح کا الزام ان کی قوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مریدوں پر تو لگاتی ہے لیکن عیسیٰ علیہ السلام پر کبھی نہیں۔ یہ اسلئے تھا کہ ایک اچھے یہودی کی طرح وہ یہودیوں کے نبیوں کے قانون کی عزت کرتے تھے۔ مختصر عرض یہ ہے کہ انہوں نے کوئی نیا مذہب پیش نہیں کیا اور نہ ہی کوئی قانون یا ضابطہ اپنی قوم کو دیا۔ کیا یہ سچ ہے؟ میں نے افریقی پادری سے پوچھا اور اس نے جواب دیا۔ ہاں! میں نے کہا تو پھر عیسیٰ علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا حضرت محمد ﷺ ہی موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہیں۔

۷۔ وہ کیسے دنیا سے رخصت ہوئے

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ قدرتی موت سے ہمکنار ہوئے۔ لیکن عیسائیوں کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا کر مارا گیا۔ کیا یہ سچ ہے؟ ہاں! پادری نے جواب دیا۔ میں نے پلٹ کر کہا تو اس کا مطلب ہے عیسیٰ علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں تھے بلکہ حضرت محمد ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی طرح تھے۔

۸۔ جنتی قیام گاہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ دونوں پیغمبروں کو زمین میں دفن کیا گیا۔ لیکن تم لوگوں کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام جنت میں آرام کر رہے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے۔ پادری نے جواب دیا ہاں' میں نے کہا تو پھر عیسیٰ علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں ہیں جبکہ حضرت محمد ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہیں۔

مزید ثبوت

حضرت اسماعیل پہلے پیدا ہوئے

جیسا کہ پادری بیچارہ میرے ہر نقطہ پر متفق ہو رہا تھا' میں نے کہا۔ پادری صاحب! جو کچھ میں نے ابھی تک اللہ کے فضل سے ثابت کیا ہے۔ وہ صرف ایک ہی زیر بحث نقطہ تھا جو صرف اس چیز کی نشاندہی کر رہا تھا کہ "تمہاری طرح" یعنی "حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح" کون ہے؟ یہ پیشین گوئی ایک بہت بڑی چیز ہے جیسا کہ میں پڑھنے لگا ہوں

"میں انہیں ایک پیغمبر بناؤں گا۔ ان کے بھائیوں میں سے تمہاری طرح کا" ان الفاظ پر اب ہمیں غور کرنا ہے "ان کے بھائیوں میں سے"

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لوگ یعنی لوگوں سے مراد یہاں یہودی ہیں کہ جن کو یہاں خطاب کیا گیا ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ "ان کے بھائی ان کی طرف" "صرف اور صرف عرب ہی تھے۔۔ تم دیکھو کہ مقدس بائیبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "اللہ کا دوست" کہتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی دو بیویاں تھیں۔ سیدہ سارہ اور سیدہ ہاجرہ

حضرت ہاجرہ کے گھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پہلا بیٹا پیدا ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیدہ ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہونے والے اپنے پہلے بیٹے کا نام "اسماعیل" رکھا۔ (Gensis 16:15) اور ابراہیمؑ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو لے گئے۔ (Gensis 17:23) اور اسماعیل کی عمر تیرہ سال کی تھی۔ جب ان کو قربان کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور حضرت ابراہیم نے ان کے گلے پر چھری چلائی۔ (Gensis 17:25)

تیرہ سال کی عمر ہونے تک اسماعیلؑ اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے بیٹے تھے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک عہد ہوا تھا اور اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام پورے اترے تھے تو حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے سیدہ سارہ کے بطن سے دوسرا بیٹا عطا کیا جس کا نام اسحاق تھا اور یہ اپنے بھائی سے کافی چھوٹے تھے۔

عرب اور یہودی

اگر اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور جیسا کہ تھے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ آپس میں بھائی تھے۔ اس طرح ایک بھائی کے بچے دوسرے بھائی کے بچے کے بھائی ہوئے۔ اسحاق کے بچے یہودی بنے اور اسماعیل کے بچے عرب کہلائے۔ اس طرح وہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ اور بائیبل بھی اس بات کو سچ ثابت کرتی ہے۔

"اور وہ (اسماعیل) اپنے بھائیوں کے پاس ہی سکونت رکھتے (Genesis 16:12)

اور انہوں نے اپنے بھائیوں کی زندگی ہی میں وفات پائی (18 Genesis 25:)

اسحاق کے بچے اسماعیل کے بچوں کے بھائی ہیں۔ اس طرح حضرت محمد ﷺ اسرائیلی قوم کے بھائی ہیں۔ کیونکہ حضرت محمد ﷺ اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں۔ اور یہی چیز اس بات کی پیشین گوئی کرتی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں میں سے ہوگا۔ (Dent 18:18) یہاں پر یہ پیشین گوئی بڑی واضح ہو جاتی ہے۔ کہ جو پیغمبر آئے گا' وہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح کا ہوگا اور وہ اسرائیلی بچوں میں سے نہیں ہوگا۔ یا ان کی قوم یا ان کے درمیان میں سے نہیں ہوگا بلکہ ان کے بھائیوں میں سے ہوگا۔ اور حضرت محمد ﷺ ہی صرف ان کے بھائیوں میں سے تھے۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب حضرت محمد ﷺ کی عمر چالیس برس تھی' وہ مکہ سے شمال کی جانب تین میل دور ایک غار میں (جس کا نام غار حرا ہے) میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ رمضان المبارک کی ۲۷ ویں شب تھی۔ غار میں حضرت جبرائیل تشریف لائے اور حضرت محمد ﷺ کو کہا "اقرا" جس کا مطلب ہے۔ پڑھو۔

آپ ﷺ نے فرمایا! میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔

حضرت جبرائیلؑ نے حضرت محمد ﷺ کو پکڑ کر زور سے دبایا اور چھوڑ کر کہا' پڑھو۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔

اس نے تیسری بار پکڑ کر دبوچا۔ پھر چھوڑ کر کہا

ترجمہ۔ پڑھ ساتھ نام پروردگار اپنے کے جس نے پیدا کیا

پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے لہو سے

پڑھ اور تیرا پروردگار بہت کرم کرنے والا ہے۔

اس نے قلم کے ذریعے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کو انسان نہیں جانتا تھا۔ (العلق ۱۔۵)

یہ قرآن پاک کی وہ پہلی پانچ آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت محمد ﷺ کی طرف نازل کی گئیں۔

جیسے ہی فرشتہ چلا گیا' حضرت محمد ﷺ اپنے گھر کی طرف چلے گئے وہ ﷺ بہت زیادہ سہمے ہوئے تھے اور دل دھک دھک کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو کہا مجھے چادر اوڑھا دو۔ مجھے چادر اوڑھا دو۔ انہوں نے حضرت محمد ﷺ کو چادر اوڑھا دی یہاں تک کہ آپ کا خوف جاتا رہا۔ آپ نے حضرت خدیجہ کو تمام واقعہ سنایا۔ حضرت خدیجہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں کرے گا۔ آپ درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ تہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں۔ مہمانوں کی میزبانی کرتے ہیں۔ اور حق کے مصائب پر لوگوں کی مدد فرماتے ہیں۔

اگلے ۲۳ برس نبوت کی زندگی میں ان کے منہ میں الفاظ ڈالے گئے اور انہوں نے پوری ایمانداری سے اس ذمہ داری کو پورا کیا۔ ان قرآنی آیات نے ان کے دل و دماغ پر بہت اثر

کیا اور پھر جیسے جیسے قرآن پاک کی آیات اترتی گئیں- ان آیات کو پتوں' چمڑے کی کھالوں اور جانوروں کی ہڈیوں پر لکھا جاتا رہا اور ان کے ماننے والوں نے اسے حفظ کرنا شروع کردیا- ان کے وفات پانے سے پہلے قرآن پاک کے الفاظ ایک ترتیب میں دیئے جاچکے تھے- اور اسی ترتیب میں یہ قرآن مجید آج ہمارے پاس موجود ہے-

وحی کے الفاظ اس کے منہ میں ڈالے گئے- یہ انداز اسی طرح ہے جیساکہ تمہاری کتاب میں یہ پیشین گوئی کی گئی ہے کہ "میں اپنے الفاظ اس کے منہ میں ڈالوں گا" (مقدس بائیبل)

امی نبی

حضرت محمد ﷺ پر پہلی وحی غار حرا میں آئی اور اس پہاڑ کو آج کل (جبل النور) کہا جاتا ہے- اس کا مطلب روشنی کا پہاڑ ہے اور جیساکہ حضرت محمد ﷺ نے پہلی وحی آنے کے بعد محسوس کیا- بالکل اسی طرح بائیبل کی ایک اور پیشگوئی پوری ہوتی ہے- Isaiah کی کتاب مضمون نمبر ۲۹ آیت نمبر ۱۲ میں ہم پڑھتے ہیں - کہ (قرآن پاک) ان پر اتارا جائے گا نہ کہ وہ اسے سیکھیں گے- (نبی امی ہے یعنی ان پڑھ ہیں)

رومن کیتھولکس کے بائیبل (Douay Version) میں یہ تحریر ہے کہ آخری نبی ﷺ یہ کہیں گے کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اور یہ ان الفاظ کا بالکل صحیح ترجمہ ہیں کہ

ما انا بقارئی کہ میں پڑھنا نہیں جانتا

چنانچہ جب حضرت جبرائیلؑ نے حضرت محمد ﷺ کو پڑھنے کے لئے کہا تو انہوں نے یہی جواب دیا- اب میں یہاں پر King James Version کا ایک پورا پیرا بیان کروں گا-

"کہ ان کی طرف کتاب اتاری جائے گی- سکھلائی نہیں جائے گی- انہیں کہا جائے گا- پڑھو! وہ کہیں گے' میں پڑھنا نہیں جانتا- مقدس بائیبل (Isiah)

یہ بات نوٹ کرنے والی ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں عربی زبان میں کوئی بائیبل نہیں تھی یعنی جب حضرت محمد ﷺ زندہ تھے اور لوگوں کو تبلیغ کیا کرتے تھے تو کوئی عربی ترجمے میں بائیبل نہ تھی- علاوہ ازیں حضرت محمد ﷺ امی نبی تھے- کسی انسان نے ان کو ایک لفظ تک نہیں سکھلایا تھا- ان کا استاد ان کا اپنا خالق یعنی اللہ تعالیٰ تھے- (نوٹ - آج کل کے دور میں پندرہ مختلف بائیبل عربی زبان میں مل جاتی ہیں جن کے تمام ایڈیشن ایک دوسرے سے مختلف ہیں)

اب سورہ نجم کی تین سے لے کر پانچ تک آیات ملاحظہ کریں جن میں اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو واضح کیا ہے-

ترجمہ - "وہ اپنی مرضی (خواہش) سے نہیں بولتا- اس کی جو بات ہے وہ وحی ہے- سکھایا اس کو سخت قوتوں والے نے)

بغیر کسی انسان سے سیکھنے کے "حضرت محمد ﷺ نے پوری دنیا کے پڑھے لکھوں کو شرم میں ڈبو دیا"

وارننگ

دیکھو! میں نے پادری کو بتایا- تمہاری بائیبل کی ساری پیشین گوئیاں حضرت محمد ﷺ پر پوری اترتی ہیں- پادری نے جواب دیا تمہاری سب باتیں بالکل صحیح معلوم ہوتی ہیں- لیکن اس سے کوئی صحیح نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ہم عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ہی سمجھتے ہیں جس نے اپنے آپ کا فدیہ دے کر ہم سب کو غلامی کی علامت سے آزاد کردیا ہے-

اس پر میں نے کہا' اچھا! اب بھی نہیں مانتے- واقعی اللہ جانتا تھا کہ کچھ تم جیسے لوگ بھی اس دنیا میں ہوں گے جو واضح نشانات آجانے کے باوجود نہیں مانیں گے چنانچہ ایسے لوگوں کے لئے Deuteronomy (18:18) بائیبل میں ان الفاظ کے ساتھ وارننگ دی گئی- ملاحظہ ہوں یہ الفاظ-

"اور یہ ہونے والا ہے کہ جو کوئی بھی میرے الفاظ پر یقین نہیں کرے گا- میں اس سے اس بات کا ضرور مواخذہ کروں گا

کیتھولک بائیبل میں یہ الفاظ اس طرح ہیں

"کہ میں اس سے اس بات کا انتقام لوں گا"

انہی کی کتب سے یہ تنبیہات پیش کرکے میں نے پادری سے کہا! کیا تمہیں یہ بات خوفزدہ نہیں کرتی کہ اللہ تعالیٰ انتقام لینے کی بات کر رہے ہیں- ہم لوگوں کی تو اس وقت ڈر کے مارے سانس پھول جاتی ہے- جب کوئی آدمی ہمیں اس بات پر دھمکی دے دے اور یہاں پر تم لوگ اللہ تعالیٰ کی دھمکی سے نہیں ڈر رہے؟

معجزے ہی معجزے

(Deuteronomy 18:19) میں ہی ہمارے پاس ایک اور پیشگوئی موجود ہے جو حضرت محمد ﷺ پر پوری اترتی ہے- الفاظ یہ ہیں-

"میرے الفاظ--- جس کے بارے میں وہ بولتا ہے--- میرے نام سے

غور کرو حضرت محمد ﷺ کس کے بارے میں بولتے ہیں اور کس کے نام سے بولتے ہیں-

اب میں نے قرآن پاک کا آخری حصہ کھولا- ہر سورۃ کے شروع میں ہے-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

آخری حصہ میں نے اس وجہ سے کھولا کہ آخری پاروں کی سورتیں چھوٹی ہیں اور ہر سورۃ کے شروع میں پادری کو بسم اللہ الرحمن الرحیم دکھادوں- سورۃ توبہ کے علاوہ قرآن کی ہر سورۃ اسی طرح شروع ہوتی ہے-

تمام مسلمان اپنا ہر اچھا کام اس پاک کلمہ یعنی اللہ کے نام سے شروع کرتے ہیں لیکن اس کے برعکس عیسائی جب کسی کام کو کرنے لگتے ہیں تو کہتے ہیں- باپ کے نام سے- اس کے بیٹے اور مقدس فرشتے کے نام سے (Deutronomy 18)

پادری صاحب! میں نے تمہیں ۱۵ سے زائد باتیں بتائی ہیں جن سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تمام پیشین گوئیاں حضرت محمد ﷺ کے لئے ہیں نہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے-

عظیم ترین کون؟

ہفتہ وار میگزین "ٹائمز" کے ۱۵ جولائی ۱۹۷۴ء کے شمارے میں دنیا کے بڑے بڑے تاریخ دان' مصنفین' فوجی قائدین کاروباری حضرات اور دوسرے شعبہ ہائے حیات سے تعلق رکھنے والے بڑے لوگوں کے بارے میں مضمون چھپا تھا-

تاریخ کے عظیم ترین رہنما کون تھے؟ کچھ نے کہا ہٹلر- کچھ نے کہا گاندھی' بدھا' لنکن اور اسی طرح دوسرے لوگوں کے نام سامنے آئے مگر Jules Masserman جو کہ امریکہ کا سائیکالوجسٹ ہے' نے ایک طریقہ اختیار کیا جو کہ بہت سیدھا سادا تھا اور کسی کو پرکھنے کا بہترین طریقہ تھا' اس نے کہا کہ

"کسی بھی رہنما میں یہ تین خصوصیات ضرور ہونی چاہئیں"

۱- انسانیت کی بھلائی کی رہنمائی-

۲- ایک ایسے معاشرے کا قیام جس میں لوگ ہر طرح سے سکون' اطمینان اور اپنے آپ کو محفوظ خیال کر سکیں-

۳- انہیں ایک عقیدہ یا مذہب دیا جاسکے-

اوپر دی گئی ان تین خصوصیات کے ساتھ اس نے تاریخ کے تمام بڑے انسانوں کو کھنگال ڈالا- اس میں بڑے بڑے پیغمبر بھی تھے اور پھر آخر میں وہ اپنی بات کا اظہار یوں کرتا ہے-

"لوگ پاسٹر (Paster) اور سالک (Salk) کو پہلی (سوچ) Sense میں بہت بڑا لیڈر کہتے ہیں- کچھ لوگ گاندھی اور کنفیوشس (Confucius) کو پسند کرتے ہیں اور کچھ سکندر اعظم کو کچھ سیزر (Caesar) اور کچھ ہٹلر کو دوسرے عہد کے بڑے لیڈر شمار کرتے ہیں- عیسیٰ علیہ السلام اور بدھا Budha کو تیسری طرز میں شمار کیا جاتا ہے مگر صرف اور صرف شاید اس دنیا میں تمام وقتوں کے عظیم ترین رہنما حضرت محمد (ﷺ) ہیں جن میں اوپر دی گئی تینوں کی تینوں خصوصیات پائی جاتی ہیں اور پھر ان سے کافی کم درجہ پر ان خصوصیات کا حامل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا جا سکتا ہے-

شکاگو یونیورسٹی کے اس پروفیسر کے خیال کے مطابق جو کہ ایک یہودی تھا- عیسیٰ علیہ السلام اور بدھا دنیا کے عظیم ترین رہنماؤں کی لسٹ میں نہیں ہیں- لیکن اس کے ہاں کس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت محمد ﷺ کے نزدیک ہیں؟ اس سے تو میرے پہلے دیئے گئے دلائل کا وزن اور زیادہ ہو جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں تھے بلکہ موسیٰ علیہ السلام حضرت محمد ﷺ کی طرح تھے-

اسی طرح ریورنڈ جیمز Reverend James L.-Dow بائیبل کی کولنز ڈکشنری میں یہ واضح الفاظ میں لکھتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں تھے بلکہ موسیٰ علیہ السلام حضرت محمد ﷺ کی طرح تھے-

غرض میں اپنی بات کو یہاں سمیٹتے ہوئے ایک جملہ لکھنا چاہوں گا اور یہ وہی جملہ ہے جو ریورنڈ Reverend یعنی بائیبل کے تبصرہ نگار نے اپنے استاد سے لے کر لکھا تھا اور وہ یہ ہے کہ

ایک حقیقی اور سچے پیغمبر کا اس کی تعلیم سے پتہ چل جاتا ہے"

(Prof. Dummelow)

mar-3

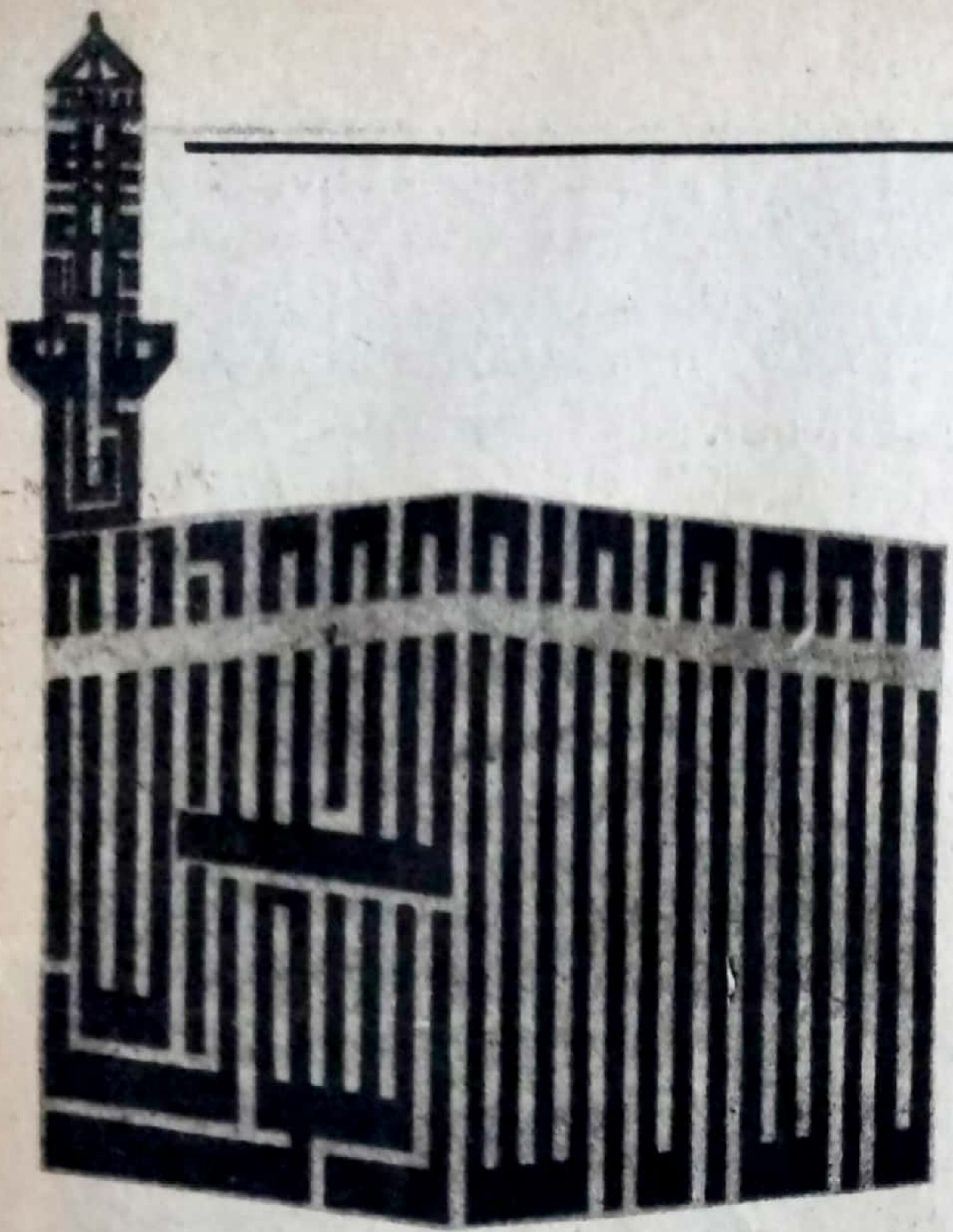

حج رسول ﷺ

سنت رسول ﷺ کے مطابق حج و عمرہ کے مسائل مختصر اور جامع انداز میں

از۔ استاد فاروق اصغر صارم

لغت عرب میں "حج" کا معنی کثرت کے ساتھ زیارت کا قصد کرنا ہے اور اصطلاح اسلام میں حج سے مراد "مقررہ دنوں میں خاص افعال سے تعظیم و تکریم کی نیت کر کے مخصوص مقامات مثلاً مسجد حرام، بیت اللہ، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات وغیرھا کی زیارت کا ارادہ و قصد کرنا" ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح ۶/ ۱۷۷)

حج کی فرضیت و اہمیت

حج کرنے کی تاکید اور نہ کرنے پر وعید:

اللہ تعالیٰ نے حج کی اہمیت و فرضیت اور تاکید میں یوں ارشاد فرمایا:

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین○

"اور لوگوں کے ذمہ ہے کہ جو استطاعت (زاد راہ، امن) رکھے، وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بیت اللہ کا حج کرے اور جس نے انکار کیا پس اللہ تعالیٰ جہان والوں سے لاپرواہ ہے"

حج فرض ہے

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا "اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے۔ لہٰذا حج کرو۔ (مسلم۔۴۳۲)

واضح رہے کہ حج نو ہجری کو فرض ہوا تھا۔ (مرعاۃ)

حج فرض ہو تو قرض ہے:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی لیکن وہ اسے پورا کرنے سے پہلے ہی فوت ہو گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اگر اس کے ذمہ قرض ہوتا تو تو اسے ادا کرتا؟ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قرض (حج) زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔ (بخاری ۲۵۰)

حج رکن اسلام ہے

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر رکھی گئی ہے۔ کلمہ طیبہ کی شہادت، نماز ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (بخاری ۶)

مقام ابراہیمؑ

حج فضیلت والا عمل ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اعمال میں سے افضل عمل کونسا ہے؟ تو فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا۔ کہا گیا پھر کونسا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا، کہا گیا پھر کونسا؟ تو فرمایا "حج مبرور" (بخاری ۲۰۶)

حج عمر میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ میں ارشاد فرمایا "اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ تم حج کرو۔ ایک شخص نے پوچھا" اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہر سال؟ آپ ﷺ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ اس شخص نے تین مرتبہ اپنا سوال دہرایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔ (مسلم ۴۳۲)

حج کا ارادہ ہو تو جلدی کریں

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے حج کا ارادہ کر لیا تو وہ جلدی کرے۔ (ابوداؤد ۲/۷۵)

دعا کی فرمائش کریں

حج یا عمرہ کے لئے جانے والے شخص سے دعا کی درخواست کرنی چاہئے چنانچہ روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے عمرہ کے لئے اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا

لاتنسانی فی دعائک یا اخی

کہ پیارے چھوٹے بھائی! اپنی دعا میں مجھے نہ بھولنا۔ (ترمذی ۴/

حج کا اجر و ثواب

حج گناہوں کا کفارہ ہے

سیدنا ابوھریرہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے حج کیا اور اس میں کوئی فحش بات اور برائی کا کام نہ کیا تو وہ اس دن کی طرح (گناہوں سے پاک ہو کر) واپس لوٹے گا جس دن اسے اس کی ماں نے جنا تھا۔ (بخاری ۷۰۶)

حج کی جزا جنت ہے:

سیدنا ابوھریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیان کے گناہوں کے لئے کفارہ ہے اور حج مبرور (اطاعت و فرمانبرداری والے مقبول حج) کی جزا جنت ہے۔ (بخاری ۲۳۸)

حج عورت کا جہاد ہے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا افضل جہاد حج مبرور ہے۔ (بخاری ۲۵۰)

عمرہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے:

سیدنا ابوھریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیان کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے............(بخاری ۲۳۸)

ماہ رمضان میں عمرہ کی فضیلت:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے یا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ (بخاری ۲۵۱)

مقبول و مبرور حج کی شرائط

ایمان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

فمن یعمل من الصلحت وھو مومن فلا کفران لسعیہ وانا لہ کاتبون (الانبیاء ۹۴)

پس جو نیک کاموں میں سے کوئی کام کرے اور وہ مومن ہو تو اس کی محنت اکارت نہ جائے گی اور ہم اس کو لکھنے والے ہیں۔

واضح رہے کہ مشرک و کافر اور بدعتی شخص بغیر توبہ کے مر جائے تو ان کا کوئی عمل قبول نہ ہو گا۔

اخلاص

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا (آل عمران ۹۷)

یعنی لوگوں کے ذمہ ہے کہ جو طاقت رکھے طرف اس راہ کی' وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بیت اللہ کا حج کرے۔

نیز فرمان الٰہی ہے

واتموا الحج والعمرۃ للہ (البقرۃ ۱۹۶)

کہ حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لئے پورا کرو۔

ان ارشادات کی بنا پر ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ حج اور عمرہ کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا سمجھے اور ریاکاری' شہرت' فخر و مباہات سے اپنے دل و دماغ کو پاک و صاف رکھے کیونکہ یہ چیزیں اعمال صالحہ کو برباد کر دیتی ہیں۔

محرمات سے پرہیز

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج (البقرہ ۱۹۷)

کہ جس نے ان (مہینوں) میں حج لازم کر لیا تو وہ حج کے دوران جماع' شہوانی گفتگو نہ کرے اور نافرمانی نہ کرے اور نہ ہی (بے مقصد) بحث و تکرار کرے۔

علاوہ ازیں ان تمام امور سے خود کو بچائیں اور محفوظ رکھیں جو حج اور عمرہ کرنے والے کے لئے حالت احرام میں ناجائز اور منع ہیں۔ ان کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

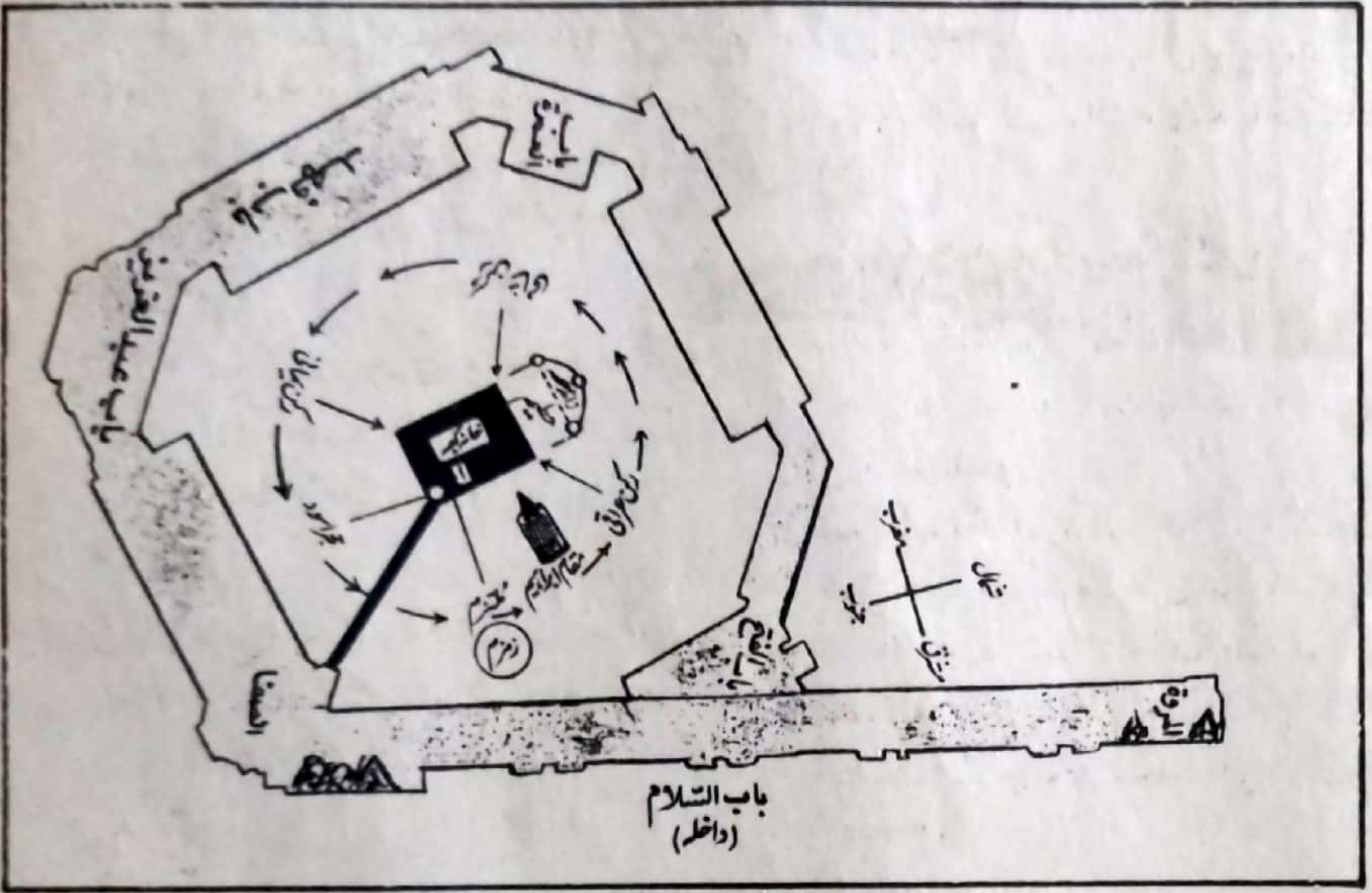

سنت رسول ﷺ سے مطابقت

اللہ جل جلالہ کا حکم ہے

یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم (محمد ۳۳)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو (مخالفت سے) ضائع نہ کرو۔

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے دوران حج فرمایا

لتاخذوا مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی ھذہ (مسلم ۱/۴۱۹)

کہ تم مجھ سے احکام حج سیکھ لو۔ ہو سکتا ہے کہ اس حج کے بعد حج نہ کر سکوں۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد (بخاری ۱۰۹۲)

یعنی جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے۔

رزق حلال

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا (مسلم ۳۲۶)

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک (مال وغیرہ) کو ہی قبول کرتا ہے۔

عورت اپنے خاوند یا محرم کے ساتھ ہو

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "کہ کوئی عورت (ایک رات کا سفر) بغیر محرم کے نہ کرے۔ (بخاری ۲۵۰)

پس عورت کے لئے منع ہے کہ وہ اپنے خاوند یا (باپ' بھائی' بیٹا وغیرہ) کے بغیر حج و عمرہ کے لئے سفر کرے۔

اقسام حج

حج تین قسم کا ہوتا ہے۔ ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حج افراد

افراد کا معنی اکیلا ہے۔ حج افراد کا شرعی معنی یہ ہے کہ حج کرنے والا صرف حج ہی کی نیت کر کے میقات سے احرام باندھے۔ اس میں عمرہ شامل نہیں ہوتا۔ حج کا احرام باندھ کر ایک بار یوں کہے "لبیک اللھم بالحج (بخاری ۲۱۳) (اے اللہ میں حج کے لئے حاضر ہو گیا ہوں) پھر مکہ مکرمہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف (طواف قدوم) کرے۔ پھر حالت احرام ختم کئے بغیر آٹھ ذوالحج کو حج کی ادائیگی کے لئے منیٰ کی جانب روانہ ہو جائے

مسئلہ نمبر ا

حج افراد کرنے والا شخص اگر طواف قدوم کے بعد صفا و مروہ کی سعی سے بھی فارغ ہو جائے تو وہ (دس ذوالحجہ کو رش سے بچنے کی وجہ سے) سہولت میں رہے گا۔ (ابوداؤد ۲/۱۶۰)

مسئلہ نمبر۲

مفرد پر قربانی فرض تو نہیں البتہ اگر وہ ثواب کی خاطر کرلے تو بہتر ہے۔

حج قران

قران کا معنی "ملانا" ہے۔ حج قران کا مطلب یہ ہے کہ کوئی حج اور عمرہ دونوں کی نیت کرکے میقات سے احرام باندھ لے۔ ایک مرتبہ کہے اللھم لبیک بالحج والعمرۃ

ایسا شخص عمرہ ادا کرکے نہ حجامت بنوائے گا اور نہ احرام کھولے گا بلکہ اسی حالت احرام میں آٹھ ذوالحج کو حج کے مناسک ادا کرنے کے لئے منیٰ کے میدان پہنچ جائے گا۔ واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج قران ہی کیا تھا۔ (مسلم ۳۹۰)

مسئلہ نمبر۳

حج قران کرنے والے پر ایک ہی سعی ہے۔ اگر وہ طواف عمرہ کے بعد سعی کرکے فارغ ہو جائے تو (دس ذوالحجہ کو رش سے بچنے کی وجہ سے) سہولت میں رہے گا۔ (ابوداؤد)

مسئلہ نمبر۴

حج قران کرنے والے کے ذمے قربانی واجب ہے۔ اگر قربانی نہ پائے تو دس روزے رکھے۔ تین حج کے دنوں میں اور سات واپس آکر رکھے۔ (بقرہ۔ ۱۹۶)

حج تمتع

تمتع کا مطلب "فائدہ اٹھانا" ہے۔ تمتع کا لفظ کبھی حج قران پر بھی بایں معنی بولا جاتا ہے کہ دونوں ایک ہی سفر میں ادا ہوگئے۔ البتہ تمتع کا خاص مطلب یہ ہے کہ حاجی عمرہ کی نیت سے احرام باندھے اور کہے اللھم لبیک بالعمرۃ (اے اللہ میں عمرہ کے لئے حاضر ہوگیا) پھر عمرہ سے فارغ ہو کر حجامت بنوائے اور احرام کھول دے۔ پھر آٹھ ذوالحجہ کو حج کی ادائیگی کے لئے اپنی رہائش گاہ سے دوبارہ احرام باندھے اور کہے (ایک مرتبہ) اللھم لبیک بالحج اور منیٰ کے میدان میں پہنچ جائے۔

مسئلہ نمبر۵

حج تمتع کرنے والے پر بھی قربانی واجب ہے ورنہ حسب مذکور دس روزے رکھے۔ (بقرہ ۱۹۶)

افضل قسم کونسی ہے؟

احادیث صحیحہ پر غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جو شخص قربانی کا جانور لے کر جائے۔ اس کے حق میں حج قران افضل ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حج قران اس وجہ سے کیا تھا کہ قربانی ساتھ لے کر گئے تھے۔

لیکن جس شخص کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو۔ اس کے حق میں حج تمتع افضل ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ان حضرات کو جو قربانی ساتھ لے کر نہ آئے تھے مگر قربانی کرنی تھی، عمرہ کے بعد احرام کھولنے کا حکم دیا تھا تاکہ ان کا حج تمتع ہو جائے۔ (مسلم ۳۹۰)

روانگی

گھر سے نکلتے وقت دعا

حدیث شریف کے مطابق اگر گھر سے نکلتے وقت درج ذیل دعا پڑھیں گے تو ہر قسم کی پریشانی اور اثرات شیطانی سے محفوظ رہیں گے۔

بسم اللہ توکلت علی اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

اللہ کے نام ساتھ، میں نے اللہ پر توکل کیا، گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت نہیں مگر اللہ تعالی کے ساتھ۔ (ابوداؤد ۴/۴۸۶)

سواری پر سوار ہو کر یہ دعا پڑھیں

اللہ اکبر ○ اللہ اکبر ○ اللہ اکبر

سبحان الذی سخر لنا هذا وما كنا له مقرنين وانا الى ربنا لمنقلبون

اللهم انا نسئلك فى سفرنا هذا البر والتقوى ومن العمل ما ترضى اللهم هون علينا سفرنا هذا واطوعنا بعده اللهم انت الصاحب فى السفر والخليفه فى الاهل اللهم انا نعوذبك من وعثاء السفر وكابة المنظر وسوء المنقلب فى المال والاهل (مسلم ۴۳۴)

ترجمہ۔ اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے تابع کیا اور ہم اس کو مطیع کرنے والے نہ تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

اے اللہ! ہم اس سفر میں تجھ سے نیکی اور تقوی اور تیرے پسندیدہ اعمال کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! تو ہم پر یہ سفر آسان کردے اور ہم سے اس کا فاصلہ لپیٹ دے۔ اے اللہ! تو ہی ہمارے سفر کا ساتھی ہے اور اہل و عیال میں خبرگیری کرنے والا ہے۔ اے اللہ! میں اس سفر کی مشقت سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور برا منظر دیکھنے سے اور اہل و مال میں برے انجام سے (تیری پناہ کا طالب ہوں)

میقات

(یعنی احرام باندھنے کے مہینے اور مقامات)

میقات کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ میقات زمانی:

یعنی حج کا وہ زمانہ جس میں احرام باندھا جاتا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

الحج اشهر معلومات (البقرہ ۱۹۷) کہ حج کے مہینے مقرر ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ وہ تین مہینے ہیں۔ شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ۔

---البتہ عمرہ کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ وہ سال بھر میں کسی وقت بھی احرام باندھ کر کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ میقات مکانی

یعنی وہ مقامات جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے۔ وہ یہ ہیں۔

○ ذوالحلیفہ (اہل مدینہ کے لئے)

یہ مقام مدینہ منورہ سے تقریباً چھ سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ جو بئر علی ؓ کے نام سے مشہور ہے۔ (جہلاء کے ہاں مشہور ہے کہ یہاں کنوئیں پر جنوں کا قبضہ تھا جسے سیدنا علی ؓ نے زور بازو سے چھڑایا تھا۔ اس وجہ سے اس مقام کو بئر علی ؓ کہتے ہیں) اہل مدینہ اور جو بھی ذوالحلیفہ سے گزرے، اس کے لئے یہ میقات ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے اسی مقام سے احرام باندھا تھا۔

○ ذات العرق (اہل عراق کے لئے)

عراق کی ایک بستی کے نزدیک ایک پہاڑی ہے۔ عراق، ایران اور وہاں سے گزرنے والوں کے لئے میقات ہے۔

○ حجفہ: (اہل شام کے لئے)

یہ عہد نبوی ﷺ میں یہود کی ایک بستی تھی اور ویران ہوگئی تھی۔ کیونکہ نبی علیہ السلام کی دعا سے مدینہ کی وبا اس بستی میں منتقل ہوگئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی جو لوگ مصر، شام اور مغرب سے حج و عمرہ کرنے آتے ہیں، وہ اس بستی کے بالمقابل "رابغ" جگہ سے احرام باندھتے ہیں۔

○ قرن المنازل (اہل نجد کے لئے)

آج کل یہ مقام "السیل" کے نام سے مشہور ہے۔

○ یلملم (یمن کے لئے)

آج کل اس کا نیا نام "السعدیہ" ہے۔ یہ ایک پہاڑی کا نام ہے۔ پاکستان، بنگلہ دیش، چین اور ہندوستان وغیرہ کے رہنے والے یا جو اس مقام سے گزرے، ان کے لئے میقات ہے۔

جب بحری جہاز یلملم کے قریب ہوتا ہے تو وہ میقات کی آمد کی اطلاع کردیتا ہے۔ تب حجاج کرام احرام باندھ لیتے ہیں۔ ان کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔

جو حضرات ہوائی جہاز کے ذریعے سفر کرتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ جہاز پر سوار ہونے سے پہلے پہلے احرام کی چادریں پہن لیں۔ لیکن احرام کی نیت اور تلبیہ یعنی (لبیک کے کلمات) اس وقت شروع کریں جب جہاز میقات (یلملم یا جو بھی ہو) کے بالمقابل ہو جائے۔ (جہاز میں اس کی اطلاع کردی جاتی ہے)

اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے احرام کا لباس مدینہ سے روانہ ہوتے وقت پہن لیا تھا۔ لیکن تلبیہ و نیت میقات ذوالحلیفہ سے ہی کی تھی۔ (بخاری ۲۰۹)

واضح رہے کہ یلملم اور مکہ مکرمہ کے درمیان تقریباً ستر کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔

مسئلہ نمبر۶

مندرجہ بالا مقامات کے اندر رہنے والے حضرات اپنی اپنی رہائش گاہ سے ہی احرام باندھیں حتیٰ کہ مکہ مکرمہ میں عارضی یا مستقل رہنے والے حضرات جہاں بھی رہتے ہوں' وہیں سے حالت احرام اختیار کریں گے۔ یہ حکم ان سب کے لئے ہے جو حج کا ارادہ رکھتے ہوں۔ یا عمرہ کا یا دونوں کا۔ (بخاری ۲۰۷)

احرام اور اس کے مسائل

جس طرح نماز کی تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں داخل ہوتا ہے' اسی طرح حج یا عمرہ کرنے والا احرام کی حالت اختیار کرکے حج یا عمرہ میں داخل ہوتا ہے۔ ذیل میں احرام کا طریقہ اور ضروری مسائل باتفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

احرام سے پہلے

رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق غسل کریں۔ (ترمذی ۸۵/۲) تیل و کنگھی کریں۔ (بخاری ۲۰۹) اور خوشبو استعمال کریں۔ (بخاری ۲۰۸) لیکن خواتین خوشبو کا استعمال نہ کریں۔ (نسائی ۲۷۶/۲) جو خواتین حیض و نفاس کی حالت میں ہوں' وہ بھی غسل کریں اور حالت احرام اختیار کریں۔ (مسلم ۳۸۵)

احرام کی الگ نماز نہیں بلکہ مسنون یہ ہے کہ کسی فرض نماز کے بعد احرام باندھیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ میں ظہر کی نماز ادا کی اور سواری پر سوار ہوئے تو تلبیہ کہا تھا (مسلم ۴۰۷) الغرض احرام کے لئے الگ دو نفل پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں جیسا کہ بعض لوگ اس پر زور دیتے ہیں۔

حالت احرام

مرد کے لئے احرام دو صاف ستھری چادریں ہیں جو سفید ہوں تو بہتر ہیں۔ اگر کنارے اور درمیان سے سلی ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ ایک چادر کو تہبند بنالے اور دوسری چادر اوپر اوڑھ لے۔ سر اور چہرہ کھلا رکھے۔ جوتا جیسا بھی ہو' پہن لے البتہ ٹخنے چھپے ہوئے نہ ہوں۔ پھر عبادت حج میں مشغولیت کی نیت کرے اور تلبیہ پڑھے۔

عورت معمول کے مطابق سادہ لباس اور صاف ستھرے کپڑے پہنے۔ کسی رنگت کی کوئی پابندی نہیں۔ پورے جسم پر بڑی اور موٹی سی چادر استعمال کرے۔ نظر نیچی رکھے۔ غیر مردوں سے آمنا سامنا ہو تو گھونگھٹ سے چہرے کا پردہ کرے۔ اگر چہرے کے ساتھ کپڑا الگ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر حج میں تھیں۔ جب آدمی قریب آتے تو ہم چادر اپنے چہروں پر ڈال لیتیں اور جب گزر جاتے تو کپڑا اوپر کر لیتیں (ابوداؤد ۱۰۴/۲)

سیدہ فاطمہ بنت منذر فرماتی ہیں کہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہم مل کر حج کرتیں تو حالت احرام میں غیر مردوں سے چہروں کا پردہ کرتیں۔ (موطا ۳۱۰)

احرام کے بعد

حج و عمرہ کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ احرام کی حالت اپنا لینے کے بعد درج ذیل ممنوعات سے بچے ورنہ ارتکاب کی صورت میں گنہگار ہوگا۔

۱۔ قمیص' جبہ' شلوار' پگڑی' ٹوپی' موزے پہننا۔ (بخاری ۲۰۹)
۲۔ احرام کے بعد خوشبو کا استعمال کرنا۔ (بخاری ۲۴۸)
۳۔ دستانے استعمال کرنا۔ (بخاری ۲۴۸)
۴۔ نکاح و منگنی کرنا۔ (مسلم ۲۵۳)
۵۔ ہر قسم کی معصیت' جھگڑا اور بیوی سے شہوانی گفتگو یا بوس و کنار کرنا۔ (بقرہ ۱۹۷)
۶۔ محرم ہو یا غیر محرم حدود حرم میں شکار بھگانا' درخت یا گھاس کاٹنا البتہ اذخر گھاس کی اجازت ہے۔ (بخاری ۲۴۷)
۷۔ عورت کا برقعہ یا مخصوص عربی نقاب (جو چہرے پر باندھا جاتا ہے) استعمال کرنا۔ (بخاری ۲۴۸)
۸۔ ناخن تراشنا۔

فدیہ

(ا) حالت احرام کے بعد محرم حجامت نہ بنوائے۔ اگر وہ بیمار ہو جائے یا سر میں تکلیف ہو تو حجامت بنوالے اور فدیہ ادا کرے۔

دلیل۔ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا جب کہ میرے سر کی جوویں میرے چہرے پر گر رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا تیری جوویں تکلیف دیتی ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اپنا سر منڈوالو اور تین روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلادو یا ایک قربانی ایسے جانور کی دو جو قربانی کے لائق ہو۔ (مسلم ۳۸۲)

(ب) محرم کے لئے پانی کے جانور کا شکار کرنا اور کھانا جائز ہے۔ جب کہ خشکی کے جانور کا شکار کرنا منع ہے۔ ارتکاب کی صورت میں اس جانور کی مثل (صورت یا قیمت یا ملتا جلتا) جانور مکہ مکرمہ میں لے جاکر ذبح کرے۔ اس کا گوشت مسکینوں میں تقسیم کردے یا جانور کی جو قیمت ہو' اس سے کھانا خرید کر مسکینوں کو کھلادے یا جتنے مسکینوں کا کھانا بنتا ہو' ہر ہر مسکین کے بدلے میں ایک ایک روزہ رکھے۔ (المائدہ ۹۵)

کوئی حرج نہیں

۱۔ نہانا' غسل کرنا۔ (بخاری ۲۴۸)
۲۔ احرام کا لباس تبدیل کرنا۔
۳۔ سر یا بدن کھجلانا (موطا ۳۲۵)
۴۔ کپڑے دھونا۔
۵۔ چھتری استعمال کرنا۔
۶۔ کمربند یا پیٹی استعمال کرنا۔
۷۔ ٹیک لگانا۔
۸۔ تہبند نہ ہو تو شلوار یا پاجامہ پہننا۔ (مسلم ۳۷۳)
۹۔ مرغی' بکری وغیرہ ذبح کرنا۔
۱۰۔ سانپ' بچھو' چوہا' چیل' پاگل کتا اور کوا مارنا۔ اس روایت کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا ہے۔ (بخاری ۲۴۶)

تلبیہ

کلمات تلبیہ

لبیک اللھم لبیک' لبیک لاشریک لک' لبیک' ان الحمد والنعمة لک والملک لاشریک لک (بخاری ۲۱۰)

ترجمہ۔ میں حاضر ہوں' یا اللہ! میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں' میں حاضر ہوں' بے شک تعریف اور نعمت تیرے لئے ہے اور ملک بھی' تیرا کوئی شریک نہیں۔

مسئلہ

مرد باآواز بلند پڑھیں (ترمذی ۸۵/۲) جب کہ خواتین غیر مردوں میں آہستہ کہیں۔

فضیلت تلبیہ

سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی تلبیہ کہنے والا تلبیہ کہتا ہے تو اس کے دائیں اور بائیں زمین کے آخری کناروں تک تمام پتھر اور درخت اور کنکر بھی لبیک پکارتے ہیں۔ (ابن ماجہ) (جس کا ثواب تلبیہ کہنے والے کو ملتا ہے)

مدت تلبیہ

عمرہ کرنے والا احرام باندھنے سے لے کر "طواف قدوم" شروع کرنے تک تلبیہ کہے جب کہ حج کرنے والا حج کا احرام باندھنے سے لے کر دس ذوالحج کو جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک تلبیہ کہے گا۔ (ترمذی ۱۱۰/۲)

فضیلت مکہ مکرمہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کو اس دن سے ہی حرمت والا بنا دیا ہے جس دن سے زمین و آسمان بنائے تھے اور یہ قیامت تک حرمت والا ہے۔ (مسلم ۴۳۷)----- ہجرت کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر شہر مکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "اللہ کی قسم تو پوری زمین میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ بہتر اور محبوب ہے' اگر مجھے میری قوم تجھ سے نہ نکالتی تو میں ہرگز کہیں نہ جاتا۔ (ترمذی ۲۷۵/۴)

آداب داخلہ

رسول کریم ﷺ حج کے لئے گئے تو شہر مکہ سے باہر "ذی طویٰ" نامی جگہ (نیا نام آبار زاہد) میں غسل کیا اور وہاں رات گزاری۔ پھر دن کے وقت مکہ مکرمہ کی بالائی جانب یعنی معلی کے راستے داخل ہوئے اور نچلی جانب یعنی ثنیہ سفلی سے واپس مدینہ لوٹے تھے۔ (بخاری ۲۱۴)

باقی آئندہ

انشورنس سے متعلق کچھ استفسارات کے جوابات

از قلم:-
حافظ عبدالمنان
نور پوری حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت جناب مکرم و معظم حافظ عبدالمنان صاحب نورپوری
السلام علیکم کے بعد معروض آنکہ خیریت بخیریت..........

بندہ سے اسٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن آف پاکستان (بیمہ زندگی) والوں کا واسطہ پڑا

بہرکیف انہوں نے بیمہ زندگی کے بارے مجھے کئی دلائل دیئے-

۱- یہ کرانے والا کچھ رقم دیتا ہے اور مقررہ مدت کے درمیان فوت ہوجائے تو مقررہ رقم ورثاء کو ملتی ہے- پسماندگان میت کی فائدہ رسانی مقصود ہے جو نیک نیت ہے- سود خوری اور سود خورانی مقصود نہیں ہوتی- حدیث شریف میں ہے کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے چونکہ اللہ تعالی مفسد اور مصلح کو خوب جانتا ہے-

۲- چونکہ میت کی لگائی گئی رقم سے ادارہ کاروبار کرتا ہے اور کاروبار کا منافع یا بونس بیمہ دار کو ملتا ہے- جیسے ایک آدمی کچھ رقم کسی کو دے دیتا ہے اور کاروبار میں حصہ ڈال دیتا ہے اور مناسب منافع لیتا ہے-

۳- چونکہ رقم اقساط کی صورت میں دے کر بمانفع بعدہ مدت گزرنے پر وصول کرلی جاتی ہے-

۴- موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے بیمہ انسان کی ضرورت کا ذریعہ ہو سکتا ہے-

۵- بچت کرکے رقم بچوں کے لئے، مستقبل کے حالات کے لئے رکھی جاتی ہے اور اسی رقم کو ادارہ استعمال کرکے منافع کی صورت میں لوٹا دیتا ہے- جس کی شرح فکس (لازم) نہیں ہے-

۶- چونکہ بنکاری نظام میں نفع نقصان کی شراکت سے کاروبار ہو رہا ہے جبکہ اس ادارے نے بھی کاروبار کر رکھا ہے مگر بنک کی شرح فیصد فکس ہے جبکہ اسٹیٹ لائف انشورنس (بیمہ زندگی) کے کاروبار میں شرح فیصد نہیں ہے-

۷- یہ جوا نہیں ہے- نہ پرائز بانڈ سسٹم ہے، نہ لاٹری ہے-

یہ سب دلائل محکمہ انشورنس کی جانب سے دیئے گئے-

بیمہ زندگی کا کاروبار جائز ہونے کی صورت میں عقلی دلائل اور فقہی رو سے مفصل تحریر فرماکر جواب سے مستفیض فرمائیں آپ سے گزارش ہے کہ یہ حل طلب مسئلہ ہے- آپ اسے حل فرمائیں- بہت شکریہ

نوٹ: علم سے استفادہ حاصل کرنا نوع انسان کا حق ہے- کائنات کے مادی وسائل کو استعمال کرنا بھی اس کا حق ہے- بیمہ کی بنیاد ریاضی پر ہے- کیا اس سے صرف ترقی یافتہ ممالک ہی فائدہ لیں یا ہم بھی اس کاروبار سے فائدہ لے لیں-

فقط والسلام
خیراندیش اطہر منیر
معرفت غلام باہو قادری نیوز ایجنسی
حویلی لکھا شہر تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از عبدالمنان نورپوری بطرف جناب اطہر منیر صاحب حفظہما اللہ العلیم الخبیر
وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

امابعد آپ کا مکتوب موصول ہوا- جناب کے نقل کردہ دلائل کے جواب ترتیب وار مندرجہ ذیل ہیں بتوفیق اللہ تبارک وتعالی وعونہ

۱- کسی عمل کے حق ودرست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کتاب وسنت کے موافق، اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری پر مشتمل ہو- قرآن مجید میں ہے-
یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم
رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے-
من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد (صحیح مسلم)
صرف نیت کے نیک ہونے سے عمل درست نہیں بنتا مثلاً کوئی آدمی کسی بیوہ کی جنسی خواہش پوری کرنے کی نیت سے اس کے مطالبہ پر اس کے ساتھ وطی کرتا ہے تو اس نیک نیتی کی بناپر اس کی یہ وطی حق ودرست نہیں بنے گی بلکہ زنا کی زنا ہی رہیگی- بالکل اسی طرح بیمہ کی صورت میں "پسماندگان میت کی فائدہ رسانی مقصود ہونے، نیک نیت ہونے اور سود خوری وسود خورانی مقصود نہ ہونے سے سود حق ودرست نہیں بنے گا بلکہ حرام کا حرام ہی رہے گا- قرآن مجید میں ہے
وحرم الربا اللہ تعالی نے سود کو حرام قرار دیا ہے
حدیث میں ہے
درہم ربا یاکلہ الرجل وھو یعلم اشد عند اللہ من ست وثلاثین زنیۃ (مشکوۃ باب الربا)

حدیث انما الاعمال بالنیات کے آخری حصہ میں رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کا ذکر فرمایا ہے جس سے پتہ چلتا ہے "اعمال کا دارومدار نیت پر ہے" میں مراد اعمال صالحہ ہیں اور معلوم ہے کہ سود اعمال صالحہ میں شامل نہیں- اعمال سیئہ میں شامل ہے لہذا نیک نیتی والی بات اس اثناء میں پیش کرنا بے محل ہے- اللہ تعالی واقعی مفسد اور مصلح کو خوب جانتا ہے اسی لئے اس نے فرمادیا-

وحرم الربا نیز فرمایا ویمحق اللہ الربا مزید فرمایا وذروا مابقی من الربا ان کنتم مومنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ تو اللہ تعالی نے بتادیا کہ سود نہ چھوڑنے والے اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ ولڑائی کر رہے ہیں اور واضح ہے ایسے لوگ مفسد ہی ہو سکتے ہیں- مصلح نہیں ہو سکتے- نیت خواہ وہ کتنی ہی نیک بنالیں-

پھر بیمہ کمپنیوں کے بیمہ نہ کرانے والوں کے مرنے کے بعد ان کے وارثوں کو کچھ نہ دینے سے ان کی "پسماندگان میت کی فائدہ رسانی مقصود ہے جو نیت نیک ہے، سود خوری اور سود خورانی مقصود نہیں" والی بات کا بھرم بھی کھل جاتا ہے-۲- ادارہ سودی کاروبار ہی کرتا ہے- ادارے نے سود ہی کا نام منافع یا بونس رکھا ہوا ہے- پھر کسی کاروبار کے حق ودرست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کاروبار شرعاً حلال ہو- کوئی بھی کاروبار اس وجہ سے حق ودرست نہیں بن پاتا کہ وہ کاروبار ہے- دیکھئے خمر وخنزیر کی تجارت بھی کاروبار ہے مگر وہ کاروبار ہونے کی وجہ سے جائز ودرست نہیں ہوپائی کیونکہ خمر وخنزیر کی تجارت شرعاً حرام ہے-

۳- چونکہ یہ منافع سود کے زمرہ میں شامل ہے- اس لئے ناجائز

ہے۔

۴۔ موجودہ حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے خمر و خنزیر کی تجارت بھی انسان کی ضرورت کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ کاروبار عصمت فروشی بھی انسان کی ضرورت کا ذریعہ ہو سکتا ہے تو کیا ضرورت کا ذریعہ ہونے یا ہو سکنے کی بنا پر خمر و خنزیر کی تجارت اور کاروبار عصمت فروشی جائز و درست ہو جائیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں تو بالکل اسی طرح کاروبار سود بیمہ یا غیر ھم ضرورت کا ذریعہ ہونے کی بنا پر جائز و درست نہیں ہو گا کیونکہ شریعت نے خمر و خنزیر کی تجارت' کاروبار عصمت فروشی اور کاروبار سود (وہ خواہ سود بیمہ ہو یا سود غیر بیمہ) کو حرام قرار دے دیا ہے۔

۵۔ ادارہ جو رقم بطور منافع دیتا ہے۔ وہ سود ہی ہے۔ اس کی شرح فکس ہو خواہ فکس نہ ہو۔ سود کے فکس نہ ہونے سے نہ اس کی حقیقت بدلتی ہے اور نہ ہی اس کا حکم بدلتا ہے۔ دونوں صورتوں میں وہ سود کا سود اور حرام کا حرام ہی رہتا ہے کیونکہ فکس ہونا نہ تو سود کا جزو ہے نہ ہی اس کی شرط ہے اور نہ اس کا لازم ہے۔

۶۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے پاکستان میں موجود بینکاری نظام میں شرعی مضاربت نام کی کوئی چیز نہیں جس کو بینک والے نفع ونقصان کی شراکت والا کاروبار کہتے ہیں۔ وہ بھی سود ہی ہے۔ آگے اس کی شرح فکس ہو خواہ فکس نہ ہو' وہ سود ہی رہتا ہے لہٰذا اسٹیٹ لائف انشورنس والوں کا سود کی شرح فیصد یا غیر فیصد کو مقرر و متعین نہ کرنا اس کاروبار کو سود ہونے سے نہیں نکالتا بلکہ وہ جوں کا توں سود ہی رہتا ہے اور سود حرام ہے۔

۷۔ زبانی کلامی نہیں یا "نہ" کہہ دینے سے واقعے میں نہ ہونا لازم نہیں آتا۔ پھر ان تینوں کے نہ ہونے کو تسلیم کر لینے سے بھی بیمہ کے سود ہونے کی نفی نہیں ہوتی تو بیمہ سود اور جوا ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ اگر کوئی اس کے جوا نہ ہونے پر بضد ہو جائے تو بھی بیمہ سود ہونے کی وجہ سے حرام ہی ہو گا جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

نوٹ آپ کا فرمان "علم سے استفادہ حاصل کرنا نوع انسان کا حق ہے" بجا مگر جس علم سے فائدہ حاصل کرنے کو شریعت نے گناہ قرار دیا ہو' اس سے فائدہ حاصل کرنا نوع انسان کا حق نہیں مثلا علم سحر۔ آپ علم سحر سے استفادہ نہیں کر سکتے کیونکہ شریعت نے اس کو کفر و گناہ قرار دیا ہے۔

"وما كفر سليمان ولكن الشياطين كفروا يعلمون الناس السحر" "ولقد علموا لمن اشترٰه ماله في الآخرة من خلاق"

رسول اللہ ﷺ نے بھی سحر کو السبع الموبقات (سات ہلاک کر دینے والے گناہوں) میں شمار فرمایا ہے تو جس طرح علم سحر سے فائدہ اٹھانا نوع انسان کا حق نہیں بالکل اسی طرح علم ریاضی کے شعبہ سود سے فائدہ اٹھانا بھی نوع انسان کا حق نہیں کیونکہ شریعت نے سحر اور سود دونوں سے منع فرمایا ہے۔ پھر اگر اسی دلیل کو لے کر دو چار چور یا ڈاکو کہہ دیں کہ ہمارے کاروبار چوری اور ڈاکے کی بنیاد علم ریاضی پر ہے' آخر وہ بھی چوری یا ڈاکے کے ذریعہ ہتھیائے ہوئے مال کو ریاضی کے اصول کے تحت ہی تقسیم کریں گے تو کیا اس سے ان کا چوری یا ڈاکے والا کاروبار حق و درست بن جائے گا۔ نہیں ہرگز نہیں تو بالکل اسی طرح سود بیمہ یا غیر بیمہ کی بنیاد علم ریاضی پر ہونے سے وہ جائز و حلال نہیں ہو گا بلکہ حرام کا حرام ہی رہے گا۔

جناب کا فرمان "کائنات کے مادی وسائل کو استعمال کرنا بھی اس کا حق ہے" بجا مگر جن مادی وسائل سے شریعت نے منع فرما دیا۔ ان کو استعمال کرنا اس (نوع انسان) کا حق نہیں مثلا خمر و خنزیر کی تجارت' کاروبار عصمت فروشی' چوری اور ڈکیتی مادی وسائل میں شامل ہیں مگر ان کو استعمال کرنا نوع انسان کا حق نہیں کیونکہ اسلام نے اس سے منع فرما دیا ہے بالکل اسی طرح سود بیمہ اور سود غیر بیمہ مادی وسائل میں شامل ہیں مگر ان کو استعمال کرنا نوع انسان کا حق نہیں کیونکہ اسلام نے اس سے بھی منع فرما دیا ہے۔

دیکھئے اگر کوئی اباحی ذہن رکھنے والا کہے 'ماں' بہن' بیٹی' بھتیجی' بھانجی' خالہ' پھوپھی' مملوکہ' لونڈی اور بیوی تمام جنسی خواہش پورا کرنے کے وسائل ہیں اور جنسی خواہش کو پورا کرنے کے وسائل استعمال کرنا نوع انسان کا حق ہے" تو آپ کا جواب کیا ہو گا؟ یہی نا کہ بیوی اور مملوکہ لونڈی کے علاوہ کو استعمال کرنا نوع انسان کا حق نہیں کیونکہ دین فطرت اسلام نے بیوی اور مملوکہ لونڈی کے علاوہ کو استعمال کرنے سے منع فرما دیا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

والذين هم لفروجهم حافظون الا على ازواجهم او ماملكت ايمانهم فانهم غير ملومين فمن ابتغى وراء ذالك فاولئك هم العادون

رہا آپ کا قول "کیا اس سے (بیمہ سے) صرف ترقی یافتہ ممالک ہی فائدہ لیں یا ہم بھی اس کاروبار سے فائدہ لے لیں؟" تو اس کے جواب میں یہی عرض کروں گا آپ ہی فرمائیں 'کیا خمر و خنزیر کی تجارت' کاروبار عصمت فروشی' چوری' ڈکیتی کاروبار سحر اور دیگر حرام اشیاء سے صرف ترقی یافتہ ممالک ہی فائدہ لیں یا ہم بھی؟ تو واضح ہے چونکہ آپ اباحی ذہن نہیں رکھتے نیز پکے سچے مسلم ہیں' اس لئے یہی فرمائیں گے کہ ہم ان چیزوں سے فائدہ نہیں لیں گے کیونکہ دین فطرت اسلام نے ان چیزوں سے منع فرما دیا ہے باقی رہا ترقی یافتہ یا غیر ترقی یافتہ ممالک یا کسی ایک ملک کا ان سے فائدہ لینا' سو وہ ہمارے لئے سند جواز نہیں۔ ہمارے لئے سند و دلیل صرف اور صرف کتاب و سنت ہے فان تنازعتم في شئ فردوه الى الله والرسول الآية

تو بات بالکل واضح ہے کہ سود بیمہ یا سود غیر بیمہ سے ترقی یافتہ ممالک یا غیر ترقی یافتہ ممالک فائدہ لیں خواہ نہ لیں' ہم اس کاروبار سے فائدہ نہیں لے سکتے۔ کیونکہ کتاب و سنت نے اس کاروبار کو حرام قرار دیا ہے جیسا کہ خمر و خنزیر کی تجارت سے کوئی ترقی یافتہ یا غیر ترقی یافتہ ملک فائدہ لے یا نہ لے' ہم خمر و خنزیر کی تجارت والا کاروبار نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ کتاب و سنت نے اس کاروبار کو حرام قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم

ضرورت قاری

تجوید پڑھی ہو یا پھر اچھا ناظرہ پڑھا سکتا ہو شادی شدہ ہو۔ اگر قاری صاحب کی اہلیہ بھی قاریہ ہوں تو اس کو ترجیح دی جائے گی۔

رہائش اور مناسب معاوضہ کی سہولت۔

رابطہ: قاری افتخار جامع مسجد اہلحدیث اڈہ ڈھامکے شرقپور روڈ (شیخوپورہ)

یا دفتر مرکز الدعوۃ والارشاد لاہور فون: 7666878

جامعہ مدینہ حفظ القرآن جامع مسجد مدینہ اہلحدیث، ڈی ٹائپ کالونی فیصل آباد میں

شعبہ تجوید و قراٴت کا اجراء

عرصہ دراز سے جامعہ مدینہ کو حفظ القرآن کیلئے ماہر اور تجربہ کار اساتذہ کی خدمات حاصل ہیں بیسیوں حفاظ فارغ التحصیل ہو کر مدارس اور مساجد میں دینی فرائض سرانجام دے رہے ہیں امسال شعبہ تجوید کا اجراء کر دیا گیا ہے جس کیلئے فاضل قراٴت سبعہ قاری محمد ابراہیم صاحب (سابق مدرس کلیہ دار القرآن و الحدیث) تلمیذ رشید استاذ القراء قاری محمد ادریس صاحب آف لاہور کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں شائقین تجوید سے التماس ہے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔

داخلہ کے لیے ناظم جامعہ سے رجوع کریں

قلیل عرصہ میں تجوید کا کورس مکمل کر کے سند فراغت حاصل کریں۔

مولانا حافظ عبد الحمید ناظم جامعہ مدینہ ڈی ٹائپ کالونی فیصل آباد۔ فون: ٦٦٣١٥٩

عورت چاہے کنواری ہو' مطلقہ ہو یا بیوہ ولی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح باطل ہے

شریعت اسلامیہ میں مرد وزن کو بدکاری فحاشی' عریانی اور بے حیائی سے محفوظ رکھنے کے لئے نکاح کی انتہائی اہمیت وارد ہوئی ہے- شیطان جو انسان کا ازلی دشمن ہے اسے راہ راست سے ہٹانے کے لئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے- موجودہ معاشرے میں بھی امت مسلمہ میں بدکاری وفحاشی کو عروج دینے کے لئے مختلف یہودی ادارے اور ان کے متبعین دن رات مصروف عمل ہیں جنہوں نے انسانی حقوق کے تحفظ اور آزادی نسواں کے نام پر کئی ادارے اور سوسائٹیز بنا کر مسلمان ممالک میں فحاشی اور بے حیائی کے پنجے تیز کئے ہوئے ہیں- یہ لوگ یورپ کی طرح ہمارے مسلمان معاشرے کو بھی آلودہ کرنا چاہتے ہیں- حالانکہ ہمارے رسول مکرم ﷺ نے ہمیں اس اباحیت سے بچانے کے لئے اور آنکھ اور شرمگاہ کی حفاظت کے لئے مسلم مرد وزن کے لئے نکاح کی بڑی اہمیت بیان کی ہے- ارشاد باری تعالیٰ ہے

وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ واللہ واسع علیم (النور-۳۲)

تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں اور تمہارے لونڈی غلاموں میں جو صالح ہوں ان کے نکاح کردو اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کردے گا اللہ بڑی وسعت والا اور علم والا ہے-

آگے فرمایا ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ

اور جو نکاح کا موقع نہ پائیں انہیں چاہئے کہ عفت مآبی اختیار کریں یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کردے-

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کا امر بیان کیا ہے اور یہ بھی بتایا کہ جنہیں نکاح کی استطاعت نہ ہو وہ اپنے آپ کو پاک وصاف رکھیں اور بدکاری وزنا سے بچے رہیں- اس کی مزید تشریح اس حدیث سے ہوتی ہے- سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء

اے نوجوانوں کی جماعت- تم میں سے جو شخص اسباب نکاح کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے کیونکہ یہ نگاہ کو نیچا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھتا ہے اور جو اس کی طاقت نہ رکھے وہ روزے رکھے کیونکہ روزے آدمی کی طبیعت کا جوش ٹھنڈا کر دیتے ہیں- (بخاری ومسلم)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

النکاح من سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی-الحدیث (ابن ماجہ رقم الحدیث (۱۸۴۶)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نکاح کرنا میری سنت ہے جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا وہ مجھ سے نہیں-

اسی طرح قرآن مجید میں نکاح کو سکون اور محبت ورحمت کا باعث قرار دیا گیا ہے اور کہیں محصنین غیر مسافحین کہہ کر بدکاری سے اجتناب کا حکم دیا ہے- لہٰذا بدکاری اور زناکاری سے بچنے کے لئے ہمیں نکاح جیسے اہم کام کو سرانجام دینا چاہئے اور اس کے لئے طریقہ کار رسول مکرم ﷺ کے بیان کردہ احکامات سے لینا چاہئے- آپ ﷺ نے نکاح کے جو اصول وضوابط ذکر فرمائے ان میں سے ایک یہ ہے کہ لڑکی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہ کرے اگر لڑکی اپنی مرضی سے گھر سے فرار اختیار کرکے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیتی ہے تو اس کا نکاح باطل قرار پاتا ہے- عورت کے لئے اولیاء کی اجازت کے مسئلہ میں کتاب وسنت سے دلائل درج ذیل ہیں-

۱- ارشاد باری تعالیٰ

ولا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا ولعبد مومن خیر من مشرک ولو اعجبکم (بقرہ ۲۲۱)

اور مشرکین کو نکاح کرکے نہ دو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور البتہ غلام مومن مشرک سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں اچھا لگے-

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں- فی ھذہ الآیۃ دلیل بالنص علی ان لا نکاح الا بولی- (تفسیر قرطبی ۴۹/۳) یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں-

۲- دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف الآیۃ (بقرہ-۲۳۲)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں ان کے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب وہ آپس میں اچھے طریقے سے راضی ہو جائیں-

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک صحابی نے اپنی بہن کا نکاح ایک آدمی سے کیا تو اس نے اسے طلاق دے دی یہاں تک کہ ان کی عدت پوری ہوگئی پھر وہ دوبارہ رشتہ کے لئے آیا تو انہوں نے دوبارہ نکاح دینے سے انکار کردیا اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل کی- ملاحظہ ہو- (بخاری مع الفتح الباری ۹/ ۸۹ ترمذی ۲۱۶/۵ شرح السنۃ ۴۴/۹ ابن کثیر ۳۰۲/۱

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری ۹/ ۹۴ پر رقمطراز ہیں

وھی اصرح دلیل علی اعتبار الولی والا لما کان لفضلہ معنی ولانھا لو کان لھا ان تزوج نفسھا لم تحتج الی اخیھا ومن کان امرہ الیہ لایقال ان غیرہ منعہ منہ

یہ آیت ولی کے معتبر ہونے پر سب سے زیادہ واضح دلیل ہے اور اگر ولی کا اعتبار نہ ہوتا تو اس کو روکنے کا کوئی معنی باقی نہیں رہتا- اگر معقل کی بہن کے لئے اپنا نکاح خود کرنا جائز ہوتا تو وہ اپنے بھائی کی محتاج نہ ہوتی اور اختیار جس کے ہاتھ میں ہو اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کسی نے اس کو روک دیا-

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

ففی الآیۃ دلیل علی انہ لایجوز النکاح بغیر ولی لان اخت معقل کانت ثیبا ولو کان الامر الیھا دون ولیھا لزوجت نفسھا ولم تحتج الی ولیھا معقل فالخطاب اذا فی قولہ "فلا تعضلوھن" للاولیاء (۱۰۵/۳، فتح الباری ۹/ ۹۴ ترمذی ۲۱۷/۵)

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ ولی کے بغیر نکاح جائز نہیں اس لئے کہ معقل بن یسار کی بہن ثیبہ (مطلقہ) تھی اگر نکاح کا معاملہ ولی کی بجائے اس کے ہاتھ میں ہوتا تو وہ اپنا نکاح خود کر

لیتی اور اپنے ولی معقل کی محتاج نہ ہوتی اور اللہ تعالی کا فرمان فلاتعضلوھن میں خطاب عورت کے اولیاء کو ہے اور یہی بات امام بغوی نے اپنی تفسیر معالم التنزیل ۲/۲۱۱ امام ابن قدامہ نے المغنی ۷/۳۳۸ اور امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر ۱/۳۰۲ میں لکھی ہے اور اسی بات کو امام طبری نے اپنی تفسیر طبری ۲/۴۸۸ میں صحیح قرار دیا ہے۔ فتح الباری کتاب النکاح ۹/۹۰

اسی طرح نکاح کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا فانکحوھن باذن اھلھن (النساء - ۲۵) وانکحوا الایامی منکم (النور - ۳۲)

ان آیات میں بھی اللہ تعالی نے عورت کے اولیاء کو خطاب کیا ہے کہ وہ نکاح کرنے کے امور کو سرانجام دیں۔ اگر نکاح کا معاملہ عورت کے ہاتھ میں ہوتا تو اللہ تعالی عورتوں کو خطاب کرتے مردوں کو خطاب نہ کرتے۔ ملاحظہ ہو۔ تفسیر قرطبی ۳/ ۴۹

اس مسئلہ کی مزید وضاحت کئی ایک احادیث صحیح سے بھی ہوتی ہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

دور جاہلیت میں ولی کی اجازت کے ساتھ نکاح کے علاوہ بھی نکاح کی کئی صورتیں رائج تھیں جن کی تفصیل صحیح بخاری میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں فنکاح منہا نکاح الناس الیوم یخطب الرجل الی الرجل ولیتہ او ابنتہ فیصدقھا ثم ینکحھا

ان میں سے ایک نکاح جو آج کل لوگوں میں رائج ہے کہ آدمی دوسرے آدمی کے پاس اس کی زیر ولایت لڑکی یا اس کی بیٹی کے لئے نکاح کا پیغام بھیجتا۔ اسے مہر دیتا پھر اس سے نکاح کر لیتا۔

پھر نکاح کی کچھ دوسری صورتیں ذکر کیں جو کہ ولی کی اجازت کے بغیر رائج تھیں آخر میں فرمایا۔

فلما بعث محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالحق ھدم نکاح الجاھلیۃ کلہ الا نکاح الناس الیوم

جب محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا گیا تو آپ نے جاہلیت کے تمام نکاح منہدم کر دیئے سوائے اس نکاح کے جو آج کل رائج ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانے میں نکاح کی صرف ایک صورت باقی رکھی جو کہ ولی کی اجازت پر مبنی ہے اور ولی کی اجازت کے علاوہ نکاح کی تمام صورتوں کو منہدم کر دیا۔ لہذا جو نکاح ولی کی اجازت کے بغیر کیا جائے وہ جاہلیت کے نکاح کی صورت ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

عن عائشہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما امراۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل فنکاحھا باطل فناحھا باطل الحدیث (ابوداؤد مع عون ۶/۹۸-۹۹ ترمذی مع تحفہ ۴/۲۲۷، ۲۲۸ ابن ماجہ ۱/ ۵۸۰، مسند احمد ۶/۴۸، ۱۶۵ حمیدی ۱/۱۱۲، ۱۱۳ طحاوی ۳/ ۷ حاکم ۲/۱۶۹ بیہقی ۷/۱۰۵

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بھی عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے۔

ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لانکاح الا بولی۔ ولی کے بغیر نکاح نہیں

مسند احمد ۴/۳۹۴، ۴۱۳، ۴۱۸، ۶/۲۶۰ دارمی ۲/۱۳۷ حاکم ۲/ ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲ ابوداؤد (۲۰۸۵) ترمذی (۱۱۰۱، ۱۱۰۲) طبرانی کبیر ۸/۳۵۱ دار قطنی ۳/۲۱۹ طحاوی ۳/ ۳/۶، ۸، ۹) امام حاکم رحمہ اللہ نے ابوموسی اشعری کی حدیث کے دلائل صحیح قرار دینے کے بعد فرمایا کہ اس سلسلہ میں علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عباس، معاذ بن جبل، عبداللہ بن عمر، ابی ذر غفاری، مقداد بن اسود، عبداللہ بن مسعود، جابر بن عبداللہ، ابوھریرہ، عمران بن حصین، عبداللہ بن عمر، مسعود بن مخرمہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں اور اکثر صحیح ہیں اسی طرح ازواج مطہرات عائشہ، ام سلمہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن سے بھی صحیح روایات موجود ہیں۔ مستدرک حاکم ۲/۱۷۲

امام حاکم رحمہ اللہ کی اس توضیح سے معلوم ہوا کہ حدیث لانکاح الا بولی کو سترہ (۱۷) صحابہ کرام بیان کرتے ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب "البوادر النوادر" میں امام سیوطی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جس روایت کو دس صحابہ کرام بیان کرتے ہیں وہ مختار مذہب کی رو سے متواتر شمار ہوتی ہے ملاحظہ ہو تدریب الراوی ص ۲/۱۷۷ لہذا یہ حدیث تواتر کا حکم رکھتی ہے قرآن مجید کی آیات بینات اور احادیث صحیح متواترہ کی رو سے روز روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے کہ عورت کا نکاح اس کے ولی کی اجازت کے بغیر منعقد نہیں ہوتا جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے اس کا نکاح باطل ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں

والعمل فی ھذا الباب علی حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم "لانکاح الا بولی" عند اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منھم عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب وعبداللہ بن عباس ابوھریرۃ وغیرھم وھکذا روی عنہ بعض فقہاء التابعین انھم قالوا لانکاح الا بولی منھم سعید بن المسیب والحسن البصری وشریح وابراھیم النخعی وعمر بن عبدالعزیز وغیرھم وبھذا یقول سفیان الثوری والاوزاعی وابن المبارک ومالک والشافعی واحمد واسحاق (ترمذی ۳/۴۱۰، ۴۱۱)

اس مسئلہ میں نبی ﷺ کی حدیث کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں" پر اھل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عمر بن خطاب علی بن ابی طالب عبداللہ بن عباس اور ابوھریرہ کا عمل ہے اور اسی طرح تابعین فقاء میں سے سعید بن المسیب حسن بصری شریح ابراہیم النخعی اور عمر بن عبدالعزیز وغیرہ اور امام ثوری امام اوزاعی امام عبداللہ بن مبارک، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راھویہ کا بھی یہی موقف ہے۔

موجودہ دور میں کئی ایک ایسے واقعات رونما ہو چکے ہیں کہ لڑکیاں گھروں سے فرار اختیار کر کے اپنے عاشقوں کے ساتھ عدالت میں جا کر نکاح کرا لیتی ہیں اور مسلم معاشرے کے لئے بالعموم اور ان کے والدین کے لئے بالخصوص ذلت و رسوائی کا باعث بنتی ہیں۔ صائمہ کیس کا فیصلہ جو کہ دس مارچ ۹۷ء کو لاہور ہائی کورٹ کے ججوں نے کیا وہ بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے اور صریح قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ ہمارے ملک کے جن دو ججوں نے اس پر جو ریمارکس لکھے وہ یہودیت کی حقوق نسواں کے نام سے پھیلائی ہوئی تحریکوں سے مرعوبیت کا شاخسانہ ہے جیسا کہ ایک جسٹس نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے کہ "میں اپنی کوشش کے باوجود ایسا اصول نہیں ڈھونڈ سکا جس کی بنیاد پر یہ قرار دیا جا سکتا ہو کہ بالغ مسلم لڑکی کا اپنے ولی کی مرضی کے بغیر نکاح ناجائز ہے۔

مندرجہ بالا صریح دلائل کی روشنی میں مذکورہ جسٹس کا یہ بیان انتہائی غلط اور قرآن وسنت کے دلائل سے لاعلمی وناواقفیت پر مبنی ہے اور انتہائی قابل افسوس ہے مسلمانوں کا قانون کتاب وسنت ہے جس میں ایسے دلائل اور اصول تواتر کے ساتھ موجود ہیں کہ مسلم لڑکی بالغ ہو یا نابالغ مطلقہ ہو یا کنواری کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتا جیسا کہ اوپر دلائل ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ ہمارے ملک میں چونکہ انگریزی قانون رائج ہے۔ جس کی بنا پر اکثر فیصلے کئے جاتے ہیں اور قرآن وسنت کو عملاً قانون سمجھا ہی نہیں جاتا اور یہ چیز کسی بھی مسلم کے لئے انتہائی خطرناک ہے۔ نواز شریف کی حکومت سے ہم توقع کرتے ہیں کہ یہ اپنے اس دور میں انگریزی قوانین کو ختم کر کے صحیح اسلامی قوانین جو کہ قرآن وسنت کی صورت میں موجود ہیں عملاً رائج کرنے کا اعلان کر کے عنداللہ سرخرو ہوں۔

mar-17

ساہیوال میں لشکر طیبہ کانفرنس

مرکز الدعوۃ والارشاد ساہیوال کے زیر اہتمام لشکر طیبہ کانفرنس مورخہ ۱۶ اپریل بروز اتوار بعد نماز مغرب بمقام چوک مزدور پلی میں منعقد ہو رہی ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل احباب خطاب فرمائیں گے۔

☆ پروفیسر حافظ محمد سعید امیر مرکز الدعوۃ والارشاد
☆ حافظ عبدالغفار اعوان خطیب لارنس روڈ لاہور
☆ امیر حمزہ مدیر مجلہ الدعوۃ
☆ سیف اللہ قصوری شعبہ دعوت واصلاح
☆ ابوھریرہ کراچی
☆ قاری عبدالواحد کشمیری

مرکز الدعوۃ والارشاد ساہیوال

اخباری نمائندے کو بتایا کہ موزمبیق کے ایک پڑوسی ملک ملاوی میں ۷۵ فیصد مسلمان آباد تھے۔ آج سے صرف بارہ سال قبل کوئی ایک چرچ بھی نہ تھا مگر اب وہاں سینکڑوں کی تعداد میں چرچ قائم ہو چکے ہیں اور مسلمانوں کی آبادی کم ہو کر ۲۵ فیصد رہ گئی ہے۔ موزمبیق کا حال بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ پوپ موجودہ صدی تک سارے افریقہ کو عیسائی بنانے کا ٹارگٹ لئے بیٹھا ہے۔ جبکہ اکیسویں صدی میں پوپ نے اپنی مشنری تنظیموں کو یہ سلوگن اور نعرہ دیا ہے کہ "اکیسویں صدی میں انجیل ہر فرد اور ہر قوم کے لئے ہے"

ایسے حالات میں ہمیں اپنے سچے اور آخری دین کی دعوت کے لئے کس قدر مخلص اور منظم ہو کر کام کرنا ہوگا اس کا اندازہ عیسائیوں کی یلغار سے بخوبی ہوتا ہے۔

جمعۃ المبارک.... دینی و دنیاوی اہمیت

یاایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون○ فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون○

کراچی سے بھائی ابو عبدالباسط لکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیات وہ آیات ہیں جن کو بنیاد بنا کر جمعہ کی تعطیل کا یکسر خاتمہ کردیا گیا۔ حالانکہ یہی وہ آیات ہیں جو فضیلت جمعہ کی دلیل ہیں۔ نبی مکرم ﷺ ہی شارح قرآن ہیں۔ آپ کا فرمان ہے۔ جمعہ سید الایام ہے۔ (مسلم) عید الفطر اور عید الاضحی سے افضل ہے۔ (ابن ماجہ مسند احمد) جمعہ کے دن اچھے کپڑے پہن کر اہتمام کرنا چاہئے۔ (متفق علیہ) "جمعہ کو جمعہ اس لئے کہا گیا کہ مسلمانوں کے اجتماع کا دن ہے جس طرح عیدین میں سب لوگ جمع ہوتے ہیں ملتے ملاتے ہیں' اسی طرح جمعہ کا دن تبادلہ خیریت اور عبادت کا رکھا گیا ہے۔

جس آیت سے نماز جمعہ کے بعد تجارت کرنے کا جواز لیا گیا ہے اسی آیت کے آخری حصے میں فلاح کا راز بھی بیان کردیا گیا ہے یعنی نماز جمعہ کے بعد بھی ذکر کثیر گویا جمعہ کا دن ذکر ہی ذکر ہے۔ خطبہ جمعہ کے لئے جلد از جلد پہنچنے کی تاکید ہے اور جلدی پہنچنے والوں کے لئے علی الترتیب اونٹ' گائے' بھیڑ وغیرہ کی قربانی کے برابر ثواب کی نوید خود نبی ﷺ نے دی ہے۔ اب بارہ بجے چھٹی پر جلد از جلد پہنچنا مشکل ہے۔

ہر قوم اپنے امتیاز کو برقرار رکھنے کے لئے جدوجہد کرتی ہے۔ یہود کو دیکھئے فرعون سے نجات حاصل ہونے پر ہفتہ کو شعائر ملت قرار دیا اور اتنی اہمیت دی کہ فلسطین پر قبضے کے بعد اسرائیل کے قائم ہوتے ہی اتوار کی چھٹی ختم کرکے ہفتہ کی چھٹی کا آرڈیننس جاری کردیا گیا۔ عیسائیوں کی رومی سلطنت نے چوتھی صدی عیسوی میں اتوار کی تعطیل کا فرمان جاری کیا۔ (یہود سے امتیاز کی خاطر)

اللہ تعالیٰ نے ملت اسلامیہ کو دوسری قوموں سے ممیز کرنے کے لئے جمعہ کو اجتماعی عبادت کے لئے مقرر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کو ہر صورت میں ملت اسلامیہ کا امتیاز و برتری مطلوب ہے اسی لئے قبلہ بھی بیت المقدس کے بجائے بیت الحرام کردیا گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہماری عبادت اور کسی سمت کا محتاج نہیں ہے۔

یہ تھیں جمعہ کی فضیلت واہمیت کے بارے میں چند گزارشات اور جہاں تک اقتصادی صورتحال کا تعلق ہے کہ جمعہ کی چھٹی سے ہم دو دن کے لئے دنیا سے تجارتی رابطہ نہیں کرسکتے تو اس سلسلے میں حقیقت یہ ہے کہ

امریکہ کا دن ہمارے دن شروع ہونے کے ۱۰ گھنٹے بعد ہوتا ہے۔ لہٰذا جمعہ کے ۱۲ بجے چھٹی ہونے کے کم از کم ۶ گھنٹے بعد امریکہ کے کاروبار کا وقت شروع ہوتا ہے۔ پیر سے لے کر جمعرات تک بھی دن کو اوقات میں کوئی رابطہ ممکن نہیں ہے۔ کینیڈا سے بھی تجارتی اوقات کی یہی صورت ہے۔ برطانیہ کے اوقات کاروبار ہمارے اوقات سے ۵ گھنٹے بعد شروع ہوتے ہیں۔ اس لئے جمعہ کو دن کے وقت کوئی رابطہ ممکن نہیں ہے۔ باقی دنوں میں صرف ۳ گھنٹے یومیہ کاروباری رابطہ ہو سکتا ہے۔ سارے یورپ سے کاروباری رابطہ کا یہی حال ہے۔ مختصر یہ کہ امریکہ کو خوش کرنے کے لئے پھر رات کو کاروبار کیجئے۔ برطانیہ ویورپ سے تجارت کے لئے دوپہر کے بعد سے دفتری اوقات متعین کیجئے۔ بتایئے اس طرح کس کس کو خوش کرسکیں گے؟

دوسری طرف صورتحال یہ ہے کہ مشرق وسطیٰ کے ممالک کی اکثریت جمعہ کی تعطیل کرتے ہیں۔ ان ممالک سے تجارتی رابطہ اتوار کی تعطیل کی وجہ سے ایک اور دن کے لئے منقطع ہوگیا۔ جب کہ بحیثیت امت مسلمہ سب سے زیادہ رابطہ کے حق دار یہی ممالک ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ دنیا کے کسی تاجر نے ان ممالک میں جمعہ کی چھٹی کی وجہ سے نقصان کا رونا نہیں رویا۔

یہ بات درست ہے کہ اسلام میں ہفتہ وار چھٹی کا تصور نہیں۔ لیکن جیسا کہ واضح ہو چکا ہے کہ جمعہ کا دن مسلمانوں کا تشخص ہے اور تعطیل جمعہ مسلمانوں کے کلچر کا حصہ ہے۔ اس فضیلت واہمیت کو اقتصادی ترقی سے گڈ مڈ نہ کریں۔ یہود نے بھی اقتصادیات کو مدنظر رکھتے ہوئے یوم السبت کی خلاف ورزی کی تھی اور ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا تھا۔ آپ کو (مسلم لیگ کو) اللہ نے پہلے بھی حکومت دی تھی مگر سود کے معاملہ میں درست رویہ اختیار نہ کرنے پر اس بادشاہوں کے بادشاہ نے حکومت چھین لی اب طاغوت نے آپ کو پھر اسی ڈگر پر لے جانے کی کوشش کی ہے۔ اللہ نے آپ کو حکومت دی ہے' بااختیار بنایا ہے۔ تفریحی مقامات پر بے حیائی کو روکنے کے لئے۔ مسجدوں کو آباد کرنے کے لئے آپ طاقت استعمال کرسکتے ہیں' قانون سازی کرسکتے ہیں مگر آپ نے یہ کام کرنے کی بجائے الٹا جمعہ کی چھٹی کی بجائے اتوار کو بحال کردیا ہے۔ اگر working days بڑھانا ہی مقصود ہے تو پھر سال بھر کے دوران مختلف تعطیلات کو ختم کردیں' اس طرح مشرق وسطیٰ کے ممالک سے تجارتی رابطہ میں مزید اضافہ ہوجائے گا۔

قرض اتارو۔ ملک سنوارو مہم کا ایک دوسرا رخ بھی ہے جس سے پاکستان۔ بہارستان بن جائے گا۔ ان شاء اللہ

وزیر اعظم پاکستان کی مہم "قرض اتارو ملک سنوارو" کا دوسرا رخ بھی ہے جس سے ہمارا ملک بھی سنور جائے گا۔ عوام کی حالت بھی بہتر ہوجائے گی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل ہوجائے گی اور وہ یہ ہے ------ کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک جیسے یہودی عالمی اداروں نے ہمیں جو قرض قیام پاکستان سے لے کر اب تک دیا ہے۔ ہماری حکومتیں اس قرض یعنی اصل زر سے کئی گنا زیادہ سود ادا کرچکی ہیں۔ مگر اس کے باوجود سود ہے کہ بڑھتا ہی چلا جارہا ہے۔ اب اس سے جان چھڑانے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ جو جناب نواز شریف صاحب نے اپنایا ہے کہ ملک کے مخیر حضرات سے عطیات لے کر ان یہودی اداروں کو سود کی قسطیں ادا کی جائیں۔ جبکہ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف سے صاف کہہ دیا جائے کہ ہم نے تمہاری قسطیں اتارنے کے لئے عوام پر سوئی گیس' بجلی اور تیل کی قیمتیں آئے روز بڑھا بڑھا کر عوام کو نڈھال کردیا ہے۔ لوگ بھوک سے تنگ آکر اب تو خودکشی پہ بھی اتر آئے ہیں۔ لہٰذا ہم اس ظلم کو اب برداشت نہیں کرسکتے۔ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ اصل رقم سے جو تم ہم سے کھربوں ڈالر زائد لے چکے ہو وہ واپس کرو تاکہ ہم اپنے ملک کے غریب عوام کی حالت سنواریں لیکن اگر ایسا نہیں تو پھر ہم کم از کم یہ کرتے ہیں تمہیں اب کوئی قسط ادا نہیں کریں گے۔

آج جو حالت پاکستان کی ہے یہی حالت اس وقت مدینہ منورہ کی تھی جب اللہ کے رسول ﷺ وہاں تشریف لائے۔ وہاں کے یہودیوں نے یا یوں کہیں اس وقت کے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک نے سودی چکر چلا کر یثرب کے لوگوں کی زندگی کو

باقی صفحہ ۶۴ پر

فکر و نظر

تخلیق کائنات

مغربی مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ

عطاء المصور
UET لاہور

مغربی مفکرین کے نزدیک یہ دنیا ایک حادثے کے سبب وجود میں آئی ہے۔ اور وہ اپنے اس نظریے کو ثابت کرنے کے لئے مختلف قسم کی سائنسی توجیہات پیش کرتے ہیں۔ تاہم اسلام اس کی مکمل طور پر نفی کرتا ہے۔ وطن عزیز میں انٹرمیڈیٹ میں پڑھائے جانے والی انگلش کی کتاب میں اسی طرح کا ایک مضمون دیا گیا ہے۔ تاکہ مسلم طلباء کے اذہان وقلوب میں اسلامی تعلیمات کے متعلق شکوک وشبہات ڈال دیئے جائیں۔ اس مضمون میں اس باطل نظریے کا رد قرآن کی آیات کی روشنی میں کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

اگر ہم اپنے اردگرد نظر دوڑائیں تو ہمیں ہزارہا جہانوں کی صورت پھیلی ایک ایسی وسیع کائنات نظر آتی ہے کہ جس کے کسی بھی ایک عالم کی سب جزئیات اور اس کے تخلیقی مراحل کا احاطہ کرنا نہ انسان کے بس کی بات ہے اور نہ بنی نوع جن کی۔ ان میں سے ہر وہ چیز کہ جس کا ہم اپنے احساسات وحواسِ خمسہ اور تمام علمی قوت وطاقت اور استعداد کے ساتھ ادراک کر سکتے ہوں یا وہ ابھی تک ہم انسانوں کے علم وادراک میں نہ آ سکی ہوں، کئی ہزار یا لاکھوں سال پہلے کچھ بھی نہ تھا، نہ زمین تھی، نہ آسمان تھے، نہ چاند، سورج، سیارے، ہوائیں، خلائیں اور نہ نجوم وکواکب کی روشنیاں تھیں، نہ انسان، حیوانات، نہ درخت، فصلیں، دریا اور نہ سمندر پہاڑ وغیرہ، ان میں سے کچھ بھی نہ تھا، اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

''ھو الذی خلق السموات والارض فی ستة ایام وکان عرشه علی الماء لیبلوکم ایکم احسن عملاo (سورۃ ہود)

ترجمہ:۔ ''(اللہ) وہ ذات ہے کہ جس نے (تمام) آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا اور اس کا عرش (آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے) پانی پر تھا (تمہارے پیدا کرنے سے) مقصود یہ ہے کہ وہ تمہیں آزمائے تم میں عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے؟۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''اس آیت سے ثابت ہوا کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا''۔ حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ یمن کے لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ''پہلے پہل خلق کی ابتداء کیسے ہوئی؟ فرمایا: ''ہر چیز سے پہلے ازل سے ہی اللہ تعالیٰ تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا اس نے لوح محفوظ میں ہر چیز کا ذکر لکھ لیا، پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا''۔ (صحیح بخاری)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں: ''اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ سب سے پہلے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی تھی، اس کے سوا کچھ نہ تھا، نہ پانی اور نہ ہی عرش اور نہ ان دونوں کے سوا کچھ اور، پھر پانی پیدا فرمایا، اور اس کے بعد عرش، اب ان دونوں کے بعد یعنی پانی اور عرش کے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے حکم دیا کہ لکھ! تو اس وقت سے لے کر ابد تک جو کچھ (اللہ کے حکم سے) ہونے والا تھا اسے لکھنے کیلئے وہ چل پڑی'' (جامع الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال (50,000) پہلے اللہ تعالیٰ نے سب مخلوقات کی تقدیر لکھ لی تھیں۔ (صحیح مسلم) اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمالیا تو اپنی کتاب (لوح محفوظ) میں، جو اس کے پاس عرش پر موجود ہے لکھا کہ ''میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی''۔ (صحیح بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ لوح محفوظ اللہ تعالیٰ کے ہاں عرش پر ہے، بڑی بزرگی اور شان والا قرآن مجید (کہ جو اللہ کی صفت ہے) بھی لوح محفوظ میں تھا، وہاں سے اللہ رب العزت نے اسے رمضان المبارک کی لیلۃ القدر میں پہلے آسمان پر اتار دیا تھا اور وہاں سے تھوڑا تھوڑا کر کے زمین پر رسول اللہ ﷺ پر کیا جاتا رہا۔

لوح محفوظ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو سفید موتی سے پیدا فرمایا۔ اس کے صفحات سرخ یاقوت کے ہیں اس پر لکھنے والی قلم بھی نور کی ہے اور اس کی تحریر بھی نور، اللہ تعالیٰ کے اس میں ہر روز تین سو ساٹھ (360) لحظے ہوتے ہیں، جن میں وہ پیدا بھی کرتا ہے، رزق عطا کرتا ہے، موت دیتا ہے، زندگی عطا کرتا ہے، عزت دیتا ہے اور ذلت بھی، اور جس چیز کا بھی وہ ارادہ کرتا ہے اسے وہ کر لیتا ہے۔ (طبرانی)

لوح محفوظ کی لمبائی آسمان وزمین کے درمیان والی جگہ کے برابر اور اس کی چوڑائی مشرق ومغرب کے مابین ہے، اس کا کلام عرش کے ساتھ منسلک ہے، اس کی اساس (Base) ایک فرشتے کی گود میں ہے'' حضرت مقاتل بن حیات کا کہنا ہے کہ ''وہ (لوح محفوظ) عرش کی داہنی جانب ہے''۔ (طبرانی)

سب سے پہلے پانی اور یہ پانی کیسا تھا؟ (واللہ اعلم) پھر عرش، پھر قلم اور لوح محفوظ کی تخلیق کے بعد، رب العالمین نے ''ماکان وما یکون کی مقادیر لکھنے کا حکم فرمایا، جب یہ سب کام تکمیل کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے اگلی تخلیق کا آغاز فرمایا۔ چنانچہ پانی کو حکم دیا اور اس سے دھواں نما بخارات اٹھے کہ جو ایک گاڑھے مادے کی شکل اختیار کر گئے، پھر اس سے پہلے زمین کو پیدا فرمایا اور اس کے بعد تمام آسمان (البدایہ والنہایہ۔ فتح الباری)

خالق کائنات اپنی پاک کلام قرآن مجید میں، کہ جو دنیا جہان کی سب باتوں، خبروں اور علوم سے ثقہ تین کلام ہے کیونکہ یہ اللہ کی صفت ہے، ارشاد فرماتے ہیں:

''قل ائنكم لتكفرون بالذي خلق الارض في يومين وتجعلون له اندادا ط ذالك رب العالمين o وجعل فيها رواسي من فوقها وبارك فيها وقدر فيها اقواتها في اربعة ايام o سواء للسائلين o ثم استوى الى السماء وهي دخان فقال لها وللارض ائتيا طوعاً او كرها ط قالتآ اتينا طائعين o فقضهن سبع سموات في يومين واوحى في كل سماء امرها o وزينا السماء الدنيا بمصابيح وحفظاً ذالك تقدير العزيز العليم o (سورۃ حم سجدہ 9 تا 12)

ترجمہ:- ''(اے میرے نبی! لوگوں سے) کہہ دیجئے! کیا تم اس (اللہ رب العالمین کی) ذات کا انکار کرتے ہو؟ کہ جس نے زمین کو دو (2) دن میں پیدا فرمایا، تم اس کے شریک بناتے ہو، حالانکہ وہ تو سارے جہانوں کا رب ہے اور اسی اللہ نے اس زمین میں بھاری بھرکم پہاڑ بنائے اور اس زمین میں برکت رکھ دی اور (وہاں کے رہنے والوں کیلئے) خوراکوں کا بندوبست کیا، یہ سب چار (4) دن میں ہوا، سب پوچھنے والوں کے لئے برابر ہے پھر وہ اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف متوجہ ہوا وہ ایک دھواں سا تھا تو اللہ رب العالمین نے آسمان اور زمین سے فرمایا: ''آؤ تم دونوں خوشی سے یا ناخوشی سے، میرا حکم مانو'' دونوں نے عرض کیا ''ہم خوشی سے تیرا حکم بجالانے کو حاضر ہیں، پھر دو (2) دن میں ساتھ (7) آسمان بنائے اور ہر آسمان میں اس کے کام کا حکم بھیج دیا اور زینت دی ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں کے ساتھ اور اس (آسمان دنیا) کی ہم نے حفاظت کی یہ انتظام اس (اللہ) کا ہے جو زبردست وعلم والا ہے''۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ زمین، پہاڑ اور جو کچھ زمین میں پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں انہیں پانی، عرش، قلم اور لوح محفوظ کے بعد پہلے چار (4) روز میں پیدا کیا گیا اور پھر دو روز میں آسمان پیدا کئے گئے، مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص نافع بن ارزق خارجی کے قرآن مجید پر بعض اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے فرمایا کہ یہاں زمین کو (آسمان سے پہلے) جو دو دن میں پیدا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے پھیلایا نہیں (صرف اس کا مادہ پیدا کیا تھا) پھر آسمان کو پیدا فرمایا اور دو (2) دن میں اس کو برابر کیا، یعنی ان کے اوپر نیچے طبقات بنائے) سورۃ النازعات 28 تا 33 آیت میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

''ءانتم اشد خلقاً ام السماء بنها o رفع سمكها فسوها o واغطش ليلها واخرج ضحها o والارض بعد ذالك دحها o اخرج منها ماء ها ومرعها o والجبال ارسها o متاعاً لكم ولانعامكم o''

ترجمہ:- کیا بھلا (اللہ تعالیٰ کا) تمہیں پیدا کرنا اسے زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا بنانا؟ اس نے ہی انہیں بنایا ہے اس نے اس کی چھت کو بلند کیا، پھر اسے برابر کیا، اس کی رات کو اللہ نے تاریک رکھا اور دن کو اس کی دھوپ نکالی اور اس کے بعد اس نے زمین کو پھیلا دیا اسی اللہ نے اس زمین میں سے اس کا پانی نکالا اور چارا اگایا اس پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا یہ سب کام تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کیلئے کئے''۔

اس کا پھیلانا یہ ہے کہ اس میں سے پہاڑ اگانے کے بعد پانی نکالا، گھاس و چارا پیدا کیا، پہاڑ، اونٹ، جانور اور ٹیلے وغیرہ اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے وہ سب کچھ دو (2) دنوں میں پیدا کئے، تو زمین مع اپنی سب چیزوں کے چار (4) دن میں بنی اور سب آسمان دو (2) دن میں بنے (یوں اشکال واعتراض رفع ہوا) (صحیح بخاری)

''اس صاحب قدرت نے زمین میں پہاڑوں کی بوجھل میخیں (Nails) ٹھونک دیں جس سے زمین خوب جم گئی، یہ پہاڑوں کی میخیں زمین کے اوپر کے رخ سے اس لئے ٹھونکی گئیں کہ ان کا بڑا حصہ باہر نکلا رہے، جس کی وجہ سے دریا اور ندیاں اس میں سے جاری ہوں اور سورج کی شعاعیں پڑ کر ان میں طرح طرح کے جواہر پیدا کرتی رہیں اور زمین کی پیداوار میں یہ برکت رکھی کہ ایک اناج کے دانے سے ہزاروں (1000) دانے اور ایک میوہ کی گٹھلی سے ہزاروں پھل پیدا ہوتے ہیں۔ یہی انسان کی خوراکیں ہیں، جن کا زمین سے نکلنا ٹھہرایا گیا ہے''۔ (احسن التفاسیر للمحدث دہلویؒ)

اور حم السجدۃ کی آیات میں جس دھوئیں کا ذکر کیا گیا ہے قدیم مفسرین نے اس سے پانی کے بخارات مراد لئے ہیں اور انہی کی موجودہ سائنس دان (Scientists) ''سدیم'' یا ''سحابیہ'' سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی بادلوں کے منتشر اجزاء۔ (اشرف الحواشی)

اولم یر الذین کفروا ان السموات والارض کانتا رتقاً ففتقنهما ط وجعلنا من الماء کل شیئ حی افلا یومنون o وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بهم وجعلنا فیها فجاجاً سبلاً لعلهم یهتدون o وجعلنا السماء سقفاً محفوظاً وهم عن ایتها معرضون o وهو الذی خلق اللیل والنهار والشمس والقمر کل فی فلک یسبحون o. (سورۃ الانبیاء 30 تا 33)

ترجمہ:- کیا کافروں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ پہلے آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے ان کو الگ الگ کیا اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا۔ یہ وہ ایمان نہیں لاتے؟۔ اور ہم نے زمین میں بھاری پہاڑ گاڑ دیئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ زمین انہیں (زمینی مخلوقات کو) لے کر کہیں جھک پڑے اور ہم نے ان پہاڑوں میں کھلے راستے بنائے تاکہ وہ راستہ پاسکیں اور ہم نے آسمان کو مضبوط چھت بنایا اور وہ کافر اس آسمان کی نشانیوں سے منہ موڑنے والے ہیں اور وہی (اللہ) وہ ذات ہے کہ جس نے رات، دن، سورج اور چاند پیدا فرمائے، سب (سیارے) اپنے اپنے فلک (چرخ) میں (اس طرح چلتے ہیں گویا اس) میں وہ تیر رہے ہیں''۔

یہاں سے پتہ چلا کہ زمین اور آسمان آغاز میں ساتھ ساتھ جڑے ہوئے تھے۔ دونوں ایک ہی چیز اور ایک طبقہ تھے یا دونوں کے منہ بند تھے نہ آسمان سے بارش اترتی تھی اور نہ زمین سے کوئی چیز اگتی تھی، پھر زمین کو اپنی جگہ رہنے دیا اور آسمان کو اوپر اٹھالیا۔ درمیان میں ہوا کا نظام قائم کردیا، یا دونوں کے منہ کھول دیئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آسمان سے بارش ہونے لگی اور زمین میں پیداوار۔ (اشرف الحواشی)

ان سابقہ عبارتوں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ زمین کو پیدا فرمانے کے بعد اللہ نے آسمان بنائے، چنانچہ اس بات کو اللہ نے ایک دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا:

''هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ط ثم استوی الی السماء فسوهن سبع سموات وهو بکل شیئ علیم o'' (سورۃ البقرۃ: 29)

ترجمہ:- وہ اللہ وہ ذات ہے کہ جس نے پیدا کیا تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے، سارے کا سارا (اکیلے نے) پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں ٹھیک سات (7) آسمان بنادیئے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے''۔

(جاری ہے)

بدر کا میداں پکارتا ہے

جو سن کے آواز چپ رہے گا
وہ ظالموں میں شمار ہوگا
زمیں مظالم سے بھر گئی ہے
نڈھال ہے اور بکھر گئی ہے
جہاد کا وقت آ گیا ہے
ابھی ابھی کارواں گیا ہے
بدر کا میداں پکارتا ہے
جو سن کے آواز چپ رہے گا
وہ ظالموں میں شمار ہوگا
جو بستیوں میں دبک رہے گا
منافقوں کا وہ یار ہوگا

(انتخاب: حسنین بن یوسف طور، شیخوپورہ)

اخت چیچہ وطنی
ابوحزیمہ شہید'

احساسِ عبدیت کا ذریعہ توبہ

فطرتی طور پر اس دنیا میں آنے والا ہر انسان مسلمان ہوتا ہے۔ یہ اور بات ہے۔ کہ جن لوگوں میں وہ پیدا ہوا۔ وہ کسی اور مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔ مگر ہم اس لحاظ سے خوش قسمت ہیں کہ ہم فطرتی طور پر بھی مسلمان تھے اور مسلمان گھرانوں میں پیدا ہوئے یہ خدا تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے۔ اگرچہ خدا نے تو ہمیں مسلمان بنایا ہے۔ مگر ہم اپنے اعمال سے یہ ماننے کو تیار نہیں کہ ہم سچے مسلمان ہیں اور بحیثیت مسلمان ہمارا اس دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے۔ ہم اس دنیا ہی کو اپنا گھر اپنا آخری ٹھکانہ سمجھتے ہیں۔ اس کے سبب تو ہم گناہوں پر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ مگر جب کبھی ضمیر کے جھنجھوڑنے پر ذہن سے یہ خمار اترتا ہے تو بے اختیار یہ سوچتے ہیں کہ اب تو ہم بہت آگے جا چکے ہیں۔ اسلام کی طرف کیسے پلٹ کر آئیں گے۔ قرآن کی طرف اس پاکیزہ زندگی کی طرف جو ہمارا مقصد تھی۔ یہی حالت یہی ایک کیفیت انسان کو توبہ کرنے سے اپنے رب کی طرف پلٹنے سے روکتی ہے .... مگر قارئین! توبہ کی قبولیت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ کیسے ہی بڑے گناہ کئے ہوں توبہ سے اپنے آپ کو پاک کیا جا سکتا ہے اور خدا سے پر امید رہنا چاہیے۔ مایوسی تو کافروں کا شیوہ ہے۔ گناہوں سے گھبرا کر مایوسی میں مبتلا ہونا اور توبہ کی قبولیت سے ناامید ہونا ذہن و فکر کی تباہ کن گمراہی ہے۔

خدا نے اپنے بندوں کی یہ تعریف نہیں فرمائی کہ ان سے گناہوں کا صدور نہیں ہوتا۔ بلکہ فرمایا ''ان سے گناہ ہوتے ہیں مگر وہ اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے۔ صفائی سے ان کا اعتراف کرتے ہیں اور خود کو پاک کرنے کے لئے بے چین رہتے ہیں۔'' فرمایا

''والذین اذافعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبهم ومن یغفر الذنوب الا اللہ ولم یصروا علیٰ مافعلوا وهم یعلمون ہ آلِ عمران (۱۳۵)

''اور اگر کبھی ان سے کوئی فحش کام سرزد ہو جاتا ہے یا وہ اپنے اوپر کبھی زیادتی کر بیٹھتے ہیں تو معاً انہیں خدا یاد آ جاتا ہے اور وہ اس (خدا) سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں۔ خدا کے سوا کون ہے۔ جو گناہوں کو معاف کر سکتا ہو اور وہ جانتے بوجھتے اپنے کئے پر ہرگز اصرار نہیں کرتے۔''

معلوم ہوا کہ گناہ خواہ کتنے ہی سنگین کیوں نہ ہوں اگر انسان ان پر نادم ہے اور اپنے کئے پر شرمسار ہے تو خدا ان سے نرمی برتتا ہے اور ان کے سچے دل سے کی گئی توبہ قبول کرتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''سارے کے سارے انسان خطا کار ہیں اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں (ترمذی)۔ قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے اپنے پیارے بندوں کی یہ خوبی بیان کی ہے کہ وہ سحر کے اوقات میں خدا کے حضور گڑگڑاتے ہیں اور توبہ واستغفار کرتے ہیں۔ چنانچہ مومنوں کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ وہ توبہ واستغفار کرتے رہیں اور یہ یقین رکھیں کہ خدا ان گناہوں پر عفوودرگزر کا پردہ ڈال دے گا اس لیے کہ وہ بڑا ہی معاف کرنے والا اور اپنے بندوں سے انتہائی محبت کرنے والا ہے۔ خدا کی رحمت سے ہمیشہ پر امید رہیے اور یہ یقین رکھئے کہ میرے گناہ خواہ کتنے ہی زیادہ ہے ہوں خدا کی رحمت اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ گناہ کرنے والا بھی جب اپنے گناہوں پر شرمسار ہوتا ہے۔ خدا کے حضور گڑگڑاتا ہے تو خدا اس کی سنتا ہے اور اس کو اپنے دامنِ رحمت میں پناہ دیتا ہے۔

چنانچہ سورۃ الزمر کی آیت ۵۳ تا ۵۴ میں ارشاد ہوتا ہے ''اے مرے بندو! جو اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہو۔ خدا کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا۔ یقیناً خدا تمہارے سارے کے سارے گناہ معاف فرما دے گا۔ وہ بہت ہی معاف فرمانے والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔ تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کی فرمانبرداری بجالاؤ۔ اس سے پہلے کہ تم پر کوئی عذاب آ پڑے۔ اور پھر تم کہیں سے مدد نہ پا سکو۔''

جب کبھی زندگی کے کسی بھی حصے میں گناہوں پر شرمساری اور ندامت کا احساس پیدا ہوا سے خدا کی توفیق سمجھیے اور توبہ کے دروازے کو کھلا سمجھیے۔ خدا اپنے بندوں کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک ان کی سانسیں نہیں اکھڑتیں۔ البتہ سانس اکھڑنے کے بعد جب انسان دوسرے عالم میں جھانکنے لگتا ہے تو توبہ کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

''خدا اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے مگر سانس اکھڑنے سے پہلے پہلے'' (ترمذی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو مایوسی کی تباہی سے بچانے کیلئے صحابہ رضی اللہ عنہ کو عجیب وغریب قصہ سنایا جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ عمر کے جس حصے میں بھی گڑگڑائے گا وہ اپنے دامن مغفرت میں ڈھانپ دے گا اور کبھی دھتکارے گا نہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پچھلی قوم میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کئے تھے۔ اس نے لوگوں سے معلوم کیا کہ دنیا میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ لوگوں نے اس کو ایک راہب کا پتہ بتا دیا۔ وہ اس راہب کے پاس گیا اور بولا حضرت! میں نے ننانوے قتل کئے ہیں کیا میری توبہ بھی قبول ہونے کی اب کوئی

> ایسی توبہ کی جائے کہ پھر قلب وذہن کے کسی گوشے میں بھی گناہ کی طرف پلٹنے کا کوئی شائبہ باقی نہ رہ جائے

صورت ہوسکتی ہے۔ راہب نے جواب دیا کہ نہیں تمہاری توبہ قبول ہونے کی اب کوئی صورت نہیں تم بہت ظالم ہو۔ تم نے کئی معصوم لوگوں کا ناحق قتل کیا ہے۔ تم بہت گناہگار ہو۔ تمہارے لیے خدا کے حضور کوئی جگہ نہ ہوگی۔ یہ سنتے ہی اس شخص نے مایوسی میں اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔ اور اب وہ پورے سوافراد کا قاتل تھا۔ چونکہ وہ شخص اپنے کیے پر نادم تھا توبہ کی طرف پلٹنا چاہتا تھا۔ اس نے پھر لوگوں سے دریافت کرنا شروع کیا کہ روئے زمین میں دین کا سب سے بڑا عالم کون ہے۔ لوگوں نے اسے ایک اور راہب کا پتہ دیا۔ اب وہ توبہ کی غرض سے اس راہب کی خدمت میں پہنچا اس کو اپنی کیفیت بتاتے ہوئے کہا کہ میں نے سو قتل کیے ہیں یہ بتایئے کہ میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اور میری بخشش کی بھی کوئی صورت ہے؟ راہب نے کہا کیوں نہیں۔ بھلا تمہارے اور توبہ کے درمیان کون سی چیز رکاوٹ بن سکتی ہے۔ تم فلاں ملک میں جاؤ۔ جہاں خدا کے برگزیدہ بندے اس کی عبادت میں ہر وقت مصروف رہتے ہیں۔ اور یہاں لوٹ کر مت آنا کیونکہ یہ جگہ تمہارے لیے مناسب نہیں۔ وہ شخص روانہ ہوگیا۔ ابھی آدھے راستے تک ہی پہنچا تھا کہ موت کا پیغام آگیا۔ اب رحمت اور عذاب کے فرشتے باہم جھگڑنے لگے۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ گناہوں سے توبہ کرتے اور خدا کی طرف متوجہ ہوکر ادھر آیا تھا۔ عذاب کے فرشتوں نے کہا، نہیں! ابھی اس نے کوئی بھی نیک عمل نہیں کیا۔ اسی دوران ایک فرشتہ فیصلے کیلئے آیا۔ اس نے بات حل کرنے کیلئے تجویز پیش کی کہ زمین کی یعنی راستے کی پیائش کی جائے اور دیکھا جائے کہ وہ جگہ یہاں سے قریب ہے جہاں سے یہ آیا تھا یا یہ کہ وہ جگہ جہاں یہ جارہا تھا۔ چنانچہ جب فرشتوں نے زمین کو ناپا تو وہ جگہ قریب نکلی جہاں اس شخص کو جانا تھا۔ راہ میں فرشتہ رحمت نے اس کی روح قبض کرلی اور خدا نے اسے بخش دیا۔ (بخاری، مسلم)

صرف خدا کے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کیجئے۔ اسی کے حضور گڑگڑایئے۔ اسی کے سامنے اپنی عاجزی، بے کسی اور خطاکاری کا اظہار کیجئے۔ عجز وانکساری انسان کا وہ سرمایہ ہے جو صرف خدا ہی کے حضور پیش کیا جاسکتا ہے۔ جو بدنصیب اپنے عجز واحتیاج کا یہ سرمایہ اپنے ہی جیسے مجبور وبے کس انسانوں کے سامنے پیش کرتا ہے تو پھر اس دیوالیے کے پاس خدا کے حضور پیش کرنے کے لئے کچھ نہیں رہ جاتا۔ اور وہ ذلیل اور رسوا ہوکر دردر کی ٹھوکریں کھاتا ہے۔ اور کہیں عزت نہیں پاتا۔ خدا کا ارشاد ہے۔

"وربك الغفور ذوالرحمة لويؤاخذهم بما كسبوا لعجل لهم العذاب بل لهم موعد لن يجدوا من دونه موئلا ہ

(الکھف ۵۸)"

"اور آپ کا پروردگار گناہوں کو ڈھانپنے والا اور بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے اگر وہ ان کے کرتوتوں پر ان کو فوراً پکڑنے لگے عذاب بھیج دے مگر اس نے (اپنی رحمت سے) ایک وقت ان کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ اور یہ لوگ بچنے کے لئے اس کے سوا کوئی پناگاہ نہ پائیں گے۔"

دراصل انسان کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ فوز وفلاح کا ایک ہی دروازہ ہے اس دروازے سے جو دھتکارا گیا پھر وہ ہمیشہ کیلئے ذلیل ومحروم ہوگیا۔ مومنانہ طرز فکر یہی ہے کہ وہ خدا کے سامنے اپنی حاجت کیلئے جھک جائے۔ اس سلسلے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لوگو! خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ اس کی طرف پلٹ آؤ۔ مجھے دیکھو میں دن میں سو سو بار خدا سے مغفرت کی دعا کرتا رہتا ہوں۔ (مسلم) توبہ کرنے میں کبھی تاخیر نہ کیجئے۔ زندگی کا حال کسی کو معلوم نہیں۔ کب مہلتِ عمل ختم ہوجائے کچھ خبر نہیں کہ اگلا لمحہ زندگی کا لمحہ ہوگا یا موت کا۔ ہر وقت انجام کا دھیان رکھئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

اور فکر کے ساتھ سرگرم ہوجائے۔

اور اگر اس نے کسی بندے کی حق تلفی کی ہے تو توبہ کا جو تقاضا ہے وہ یہ ہے کہ بندے کا حق ادا کرے۔ یا بندہ اسے معاف کردے۔" یہی وہ توبہ ہے۔ جس سے انسان واقعی گناہ سے دھل جاتا ہے۔ اس کا ایک ایک گناہ اس کی روح سے ٹپک کر گر جاتا ہے اور وہ اعمال صالحہ سے سنور کر آراستہ زندگی کے ساتھ خدا کے حضور پہنچتا ہے اور خدا اس کو اپنی جنت میں ٹھکانہ بخشتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ داغ پڑ جاتا ہے...... اب اگر وہ گناہ سے باز آجائے...... اپنے گناہ کے احساس سے نادم ہوکر بخشش کا طالب ہو...... خدا کی طرف پلٹ کر گناہ سے بچنے کا عزم مصمم کرے تو خدا اس کے قلب کو جلا بخش دیتا ہے۔

...... اور اگر وہ پھر گناہ کر بیٹھے تو اس سیاہ داغ میں اضافہ کردیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔ یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر خدا نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔

"كلا بل ران على قلوبهم ماكانو يكسبون"

"ہرگز نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ان کے قلوب پر ان کے

مومنانہ طرز فکر یہی ہے کہ وہ خدا کے سامنے اپنی حاجت کیلئے جھک جائے

ہے۔ "خدا رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے کہ جس شخص نے دن میں کوئی گناہ کیا ہو وہ رات میں خدا کی طرف پلٹ آئے۔ اور دن میں وہ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات میں اگر کسی نے کوئی گناہ کیا ہے۔ تو وہ دن میں اپنے رب کی طرف پلٹے اور گناہوں کی معافی مانگے یہاں تک کہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہو۔ (مسلم) خدا کے ہاتھ پھیلانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے گناہگار بندوں کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ اپنی رحمت سے ان کے گناہوں کو ڈھانپنا چاہتا ہے۔ اگر بندے نے کسی وقتی جذبے سے مغلوب ہوکر کوئی گناہ کرلیا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے رحیم وغفور کی طرف دوڑے اور ذرا تاخیر نہ کرے کہ گناہ سے گناہ پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ شیطان ہر وقت انسان کی گھات میں لگا ہوا ہے۔ اور اس کو گمراہ کرنے کی فکر سے کسی وقت بھی بے فکر نہیں ہے۔ احساس ندامت کے بعد ایسی توبہ کی جائے کہ پھر قلب وذہن کے کسی گوشے میں بھی گناہ کی طرف پلٹنے کا کوئی شائبہ باقی نہ رہ جائے۔ ایسی توبہ کے چار اجزا ہیں۔ اگر گناہ کا تعلق خدا کے حق سے ہے تو تین اجزاء ہیں۔

۱۔ انسان واقعی اپنے گناہوں کے احساس سے شرمسار ہو۔

۲۔ آئندہ گناہ سے بچنے کا پختہ عزم رکھے۔

۳۔ اپنی زندگی کو سنوارنے اور سدھارنے میں پورے انہماک

برے کرتوتوں کا زنگ چڑھ گیا ہے"

اپنی توبہ پر قائم رہئے۔ پختہ عزم کیجئے اور شب وروز دھیان رکھئے کہ خدا سے کئے ہوئے عہد وپیمان کے خلاف کوئی حرکت نہ ہونے پائے۔ اور اپنی روز افزوں پاکیزگی اور اصلاحِ حال سے اپنے عزم کا اندازہ کرتے رہیے۔ حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رباعی بھی بہت خوب ہے

بازآ بازآں چہ ہستی بازآ
گر کافر وگبر وبت پرستی بازآ
ایں درگہ مادر کہ نومیدی نیست
ایں درگہ مادر کہ نومیدی نیست

"پلٹ خدا کی طرف پھر پلٹ آ جو کچھ بھی ہے اور جیسا بھی ہے خدا کی طرف پلٹ آ۔ اگر تو کافر وآتش پرست ہے تب بھی خدا کی طرف پلٹ آ کہ ہمارا یہ دربار مایوسی اور ناامیدی کا نہیں ہے اگر تو نے سو بار بھی توبہ کرکے توڑی دی ہے تب بھی پلٹ آ۔"

خدا کو سب سے زیادہ خوشی جس چیز سے ہوتی ہے وہ بندے کی توبہ ہے۔ توبہ کے معنی ہیں پلٹنا رجوع کرنا۔ بندہ جب فکر وجذبات کی گمراہی میں مبتلا ہوکر گناہوں کی دلدل میں پھنستا ہے تو وہ خدا سے بچھڑ جاتا ہے اور بہت دور جا پڑتا ہے۔ گویا کہ خدا

بقیہ صفحہ نمبر ۱۳ پر

ایک عادتِ رذیلہ

جو انسان کی صلاحیتوں کو چاٹ جاتی ہے

چاپلوسی

یہ چاپلوسی ہی تو ہے جو انسان کے ضمیر کو تھپکیاں دے کر سلا دیتی ہے یہ ایسی غلامانہ اور کریہہ حرکت ہے جو خود غرضی اور جماعتی مفاد سے لاتعلقی کے بیج بوتی ہے۔ جو کوتاہ بینی کی انتہائی مکروہ شکل ہے بھلا وہ شخص جماعت اور امت کے درد کو کیسے محسوس کر سکتا ہے۔ جس کی نظر اس کی ذات' انا اور پیٹ سے آگے کام نہ کرتی ہو خوشامدی اپنے ضمیر کا قیدی اور اپنی ذات کے حصار میں گھرا وہ شخص ہے جو جانتے بوجھتے یا انجانے میں اجتماعی مفاد کی جڑیں کاٹنے میں مصروف رہتا ہے۔ اور یہ ایسی لت ہے کہ جس کو پڑ جائے اس کی صلاحیتوں کو چاٹ جاتی ہے اسے آرام پسندی سستی بلکہ عیش کوشی کا رسا بنا دیتی ہے۔

ظاہر ہے کسی ادارے' ملک یا جماعت میں جو اعتماد' وقار اور مرتبہ محنت مشقت کے یا بھاگ دوڑ کر اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے حاصل کیا جاتا ہے۔ جب تعریف و توصیف کے چند جملوں سے مل جائے تو کون محنت کے عذاب جھیلے گا؟ کسے پڑی ہے کہ راتوں کو آنکھوں میں بیتائے' سفر کے مصائب سہے' کڑوے کسیلے تند و تیز جملے سنے' والدین کی تنقید برداشت کرے' اپنی تعلیم اور کاروبار کو داؤ پر لگائے'۔۔۔۔۔۔۔۔ بے شک یہی خوشامد ہے جو مداح سرائی کے مرتکب شخص سے حق گوئی و بے باکی جیسے اعلیٰ اوصاف چھین لیتی ہے۔ سہولیات' عہدے' قربتیں چھن جانے کا خوف ایسے افراد کے دل و دماغ پر مسلط ہو جاتا ہے۔ جو انہیں قوت اظہار سے تہی دامن کر دیتا ہے۔ پھر اسے ہر برائی خوبی' ہر غلط فیصلہ وروقت' درست اور تدبیر و حکمت کے عین مطابق نظر آتا ہے۔ اور یہی خرابی ہے جو کتمان حق کا دروازہ کھولتی ہے کہ بعض اوقات چاپلوس شخص' کسی خرابی کی قابل اصلاح بات کو محسوس کرتا ہے لیکن اسے برسر مجلس کرنے سے کسی کی ناراضی کے خوف کے باعث اس کا اظہار نہیں کرتے اور یوں اپنی ذات کو جماعت و ادارے پر ترجیح دیتے ہوئے کتمانِ حق کا جرم بھی کر بیٹھتا ہے۔

خوشامد یا چاپلوسی وہ دو دھاری تلوار ہے جو صرف یک طرفہ کاٹ نہیں رکھتی بلکہ بیک وقت دوہری تباہی کا باعث بنتی ہے یہ جتنا نقصان دہ کسی خوشامدی کے لئے ہے اس سے زیادہ بڑھ کر ممدوح کے لئے بھی خطرناک ہے جیسے یہ خوشامدی کو وقتی اور سطحی فائدے کے لئے۔ للّٰہیت سے بیگانہ کر کے دنیا کا گرویدہ بناتی ہے اسی طرح ممدوح کے دل میں خود پسندی اور کبر کے جذبات پیدا کر کے اس کی آخرت کو برباد کر سکتی ہے۔ اسے تنقید سننے کے حوصلے اور تحمل و بردباری سے مخالفین کا سامنا کرنے سے محروم بھی کر دیتی ہے۔ جس کے کان ہمیشہ تعریف و توصیف سننے کے عادی ہو جائیں انہیں اصلاح کے لئے کی جانے والی تنقید محض صدائے مخالف ہی محسوس ہوتی ہے۔ اور پھر ہر اصلاح کرنے والا اپوزیشن کا نمائندہ اور باغی قرار پاتا ہے۔ ممدوح یہی چاہتا ہے کہ اس کے گرد ایسے افراد کا گھیرا رہے جو اس کی ہر ادا کے متوالے اور ہر بات کے گرویدہ ہوں اور وہ ہر وقت اپنے کردہ یا ناکردہ کارناموں کے قصیدے سنتا رہے اور یوں اس کی اپنی بہت سی خامیاں جو بحیثیت انسان ہر شخص سے سرزد ہو سکتی ہیں اس کی آنکھوں سے اوجھل رہتی ہیں جو بعد میں کسی بہت بڑے حادثے یا نقصان کا باعث بھی بن سکتی ہے۔

یہ عادتِ سیہ آج معاشرے میں ہر طرف نظر آتی ہے سرکاری محکموں سے لے کر مسجدوں تک اور گھروں سے لے کر بازاروں اور سیاست کے ایوانوں سے لے کر اصلاحِ معاشرہ کا کام کرنے والی جماعتوں تک ہر طرف اس رویے نے اپنے پاؤں جما رکھے ہیں ہر طبقے میں ایسے نکٹھو اور نااہل لوگ موجود ہیں جو محض جی حضوری کرتے ہیں اور جو واہ واہ کی گردان کے علاوہ کچھ نہیں کہتے "جناب آپ کی تحریر کا جواب نہیں" "واہ صاحب آپ نے کیا گفتگو کی" "آپ نے کیا بصیرت اور ذہانت پائی ہے" "حضور آپ کے اس فیصلہ نے لوگوں کے دل جیت لئے...... آپ کی نیکی ...... آپ کا تقویٰ......" اپنے چھوٹے سے ذاتی مفاد کی خاطر زمین آسمان کے قلابے ملاتے رہیں گے لیکن یہ کبھی نہیں سوچتے کہ اس سے وہ ماحول پیدا ہوتا ہے کہ ممدوح خیر اور اصلاح کی خاطر کی جانے والی ہر بات کو مخالفت سمجھنے لگتا ہے اور یوں اجتماعی مفاد کی بہت سی راہیں کھوئی ہو جاتی ہیں.......... تاریخ شاہد ہے کہ تعریف و توصیف سننے کے رسیا بادشاہوں نے اپنے درباروں میں وظیفہ خور شعراء رکھے ہوتے تھے جو ہر دم بادشاہ سلامت کی قصیدہ خوانی کیلئے مستعد اور تیار رہتے تھے بلکہ لوگ ان صاحبانِ اقتدار کے سہرے کہتے اور شاہ کی خوشنودی کے لئے اسے خدمتِ عالیہ میں پیش کر کے اور انعام و اکرام کے مستحق ٹھہرتے تھے.......... اور یوں کتنے ہی حکمران داد و تحسین اور تعریف و توصیف کے نشے میں مست دشمنوں سے سب کچھ لٹا بیٹھے.......... یہ عادت دنیا و آخرت میں خسارے کا باعث ہے۔ دنیا میں خوشامدی سچ کو جھوٹ کے پردے میں چھپا دیتے ہیں تو آخرت میں اللہ کی وعید کے مطابق، عذاب ان کا مقدر ٹھہرتا ہے۔ لاتحسبن الذین یفرحون بمااتوا ویحبون ان یحمدوا بمالم یفعلوا فلاتحسبنهم بمفازة من العذاب ولهم عذاب الیم (آل عمران) جو لوگ اپنے کیے پر بھول جاتے ہیں اور بغیر کئے چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ہو ہرگز نہ سمجھنا کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے ان کیلئے سخت عذاب ہے۔ اسی لئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا میں مکارمِ اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجے گئے اور جو خوش اخلاقی و نرمی و شفقت کا عملی نمونہ بھی تھے۔ آپ نے ساری اُمت کے لئے یہ پیغام بھی دیا کہ تم میں سے بہترین وہ ہے جس کا اخلاق بہترین ہے۔

لیکن اس کے باوجود مبالغہ آمیز بلکہ حقیقت پر مبنی تعریف جو متعلقہ شخص کی موجودگی میں کی جائے' انہی نتائج و عواقب کو مدنظر رکھتے ہوئے' رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دی۔

مقداد رضی اللہ عنہ بن اسود سے روایت ہے کہ

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم مدح سرائی کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔ اس لئے کہ یہ مدح سرائی یا مبالغہ آمیز تعریف ہی خوشامد ہے اور یہ ایک غلامانہ اور ذلیل حرکت کے سوا کچھ نہیں حتیٰ کہ یہ خوشامدی اس وطیرہ کو اپنے لئے کامیابی کی چابی سمجھنے لگتا ہے یہ ایک ایسی لعنت ہے جس نے کتمانِ حق کے دروازے کھول رکھے ہیں اور لوگ تھوڑے اور وقتی صلے کیلئے حاملانِ جاہ وحشمت کے گیت گاتے نہیں تھکتے بلکہ ہادیٔ برحق نے مزید وضاحت کی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص نے دوسرے کی تعریف کی اس پر آپ نے فرمایا کہ تم نے اپنے ممدوح کی گردن کاٹ دی اور اس بات کو تین دفعہ دہرایا اور پھر فرمایا جب تم سے کوئی کسی کی تعریف کرے تو چاہئے کہ صرف اتنا کہے کہ میں فلاں شخص کو ایسا سمجھتا ہوں اس کی نیکی پر قطعی حکم لگانا اللہ پر حکم لگانا ہے جو درست نہیں اس سے بھی عیاں ہے کہ آپ ممدوح کو کبر وغرور اور عجب سے بچانے کے لئے اس راہ کو بالکل بند کرنا چاہتے ہیں......

یہ حکم تو اس شخص کے متعلق ہے جس کو واقعتاً نیک سمجھا جارہا ہے کہ آپ نے اس کی گردن کاٹ دی ہے لیکن وہ شخص جو فاسق وفاجر بھی ہو اللہ کی نافرمانیوں میں لتھڑا اور گناہوں سے از حد آلودہ بھی ہو تو ایسے شخص کی تعریف وخوشامد کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو اللہ کو غصہ آتا ہے اور عرش کانپ اُٹھتا ہے یہ کیسی ضمیر فروشی ہے کہ کسی کی نظروں میں اہمیت اختیار کرنے یا اپنا معمولی کام نکلوانے کیلئے اللہ کو غضبناک کر دیا جائے اور خود ایسی راہ اختیار کرلی جائے جو متقی اور خدا آشنا لوگوں کی راہ نہ ہو بلکہ دعوتِ دین کیلئے سرگرداں کارکنان کو یہ زیبا ہی نہیں کہ کسی سے ستائش کی تمنا یا دنیوی صلے کی پرواہ رکھیں انہیں چاہئے کہ صبح وشام اپنے رب کے رستے میں صلاحیتیں اور توانائیاں کھپا کر اسی کی خوشنودی کیلئے دعا گو رہیں اور اپنی ساری حاجات ومناجات اپنے رب ہی کے سامنے رکھیں وہی عطاء کرنے والا ہے اور اگر وہ روک لے تو کوئی دینے کی طاقت نہیں رکھتا اور عطاء کرے تو کسی کو روکنے کا یارا نہیں بلکہ اپنی تعریف سنیں تو زمانے بھر کے انسانوں سے بہترین انسان نبی مکرم محترم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے فوراً اپنی زبانوں کو اس دعا سے تر کریں (نہ کہ تعریف سن کر سینہ پھلا کر مزید کچھ سننے کی تمنا رکھیں)

اللھم لا تواخذنی بما یقولون واغفرلی ○ مالا یعلمون وجعلنی خیر مما یظنون ○

اے اللہ! مجھے اس کہے (تعریف) پر نہ پکڑنا اور مجھے بخش دے جو میں کر نہیں سکا اور مجھے ان کے خیالات سے بہتر بنادے۔

آپ اندازہ کیجئے! کہ جب ساری کائنات کے انسانوں سے اعلیٰ و برتر شخص اپنی تعریف پر اتنی عاجزی و انکساری کا اظہار کرے اور اللہ رب العزت سے بخشش کا طلبگار ہو اور تعریف وتوصیف پر اللہ تعالیٰ کے ہاں دھر لئے جانے کا خوف لئے ہو تو آج کے نیکوکار اور متقی لوگوں کی اس ذات کے سامنے کیا حیثیت ہے کہ وہ اپنی تعریف سن کر پھولے نہ سمائیں اور اپنی زباں سے دعا کے انہی الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بخشش کا سوال نہ کریں۔

مومن انتہائی باوقار، خوددار، سنجیدہ اور متین ہوتا ہے وہ زندگی کا ہر پل اسوہ رسول کے مطابق گزارنے کی سعی کرتا ہے اور پھر وہ افراد جنہوں نے طاغوتی معاشروں کو اپنے قول وکردار سے اسلامی رنگ میں رنگنا ہو وہ ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتے اور ہر کام سوچ سمجھ کر کرتے ہیں۔ جذبات کی رو میں بہہ جانا، وقتی اور سطحی فائدہ کیلئے جلد بازی کر بیٹھنا یا ہر ماحول اور اکثریت کا اثر قبول کرنا اور پھر فکر وتدبر کئے بغیر اکثریت کے عمل کو اپنالینا داعیانِ دین کے لئے زہر قاتل ہے۔ علم وعمل کے داعی اور دعوت وجہاد کے پاسبان ہونے کے ناطے آپ ہی وہ افراد ہیں جو معاشرہ کے باطل رجحانات کا قلع قمع کرنے کے لئے میدانِ عمل میں موجود ہیں۔ آپ اندھا دھند اعمال کو اسلام کی کسوٹی پر پرکھے بغیر، ماحول سے متاثر ہوتے رہے تو ان رجحانات کو کون ختم کرے گا جو آج ہمارے معاشرے کا ناسور بن چکے ہیں۔

اصحاب نبی ﷺ اور سلف صالحین کی غیرتِ ایمانی اور جماعتی اصلاح کی تڑپ کا تو یہ عالم تھا کہ عمر فاروقؓ جیسے جلیل القدر اور رعب ودبدبے کے حامل امیر المؤمنین کو ایک شخص برسر مجلس یہ سوال کرتا ہے کہ پہلے یہ وضاحت کی جائے کہ بیت المال کی دوسری چادر کہاں سے حاصل کی گئی؟ اور پھر یہ سوال کرنے والا کوئی جذباتی یا غیر تربیت یافتہ شخص نہیں بلکہ سلمان فارسیؓ جیسے صحابی رسول ﷺ ہیں۔ جنہیں یہ خدشہ تھا کہ اگر آج اس بیت المال پر خلیفۃ المسلمین کے تصرف کی روش کو آگے بڑھ کر بند نہ باندھا گیا تو کل یہ عفریت بن کر نظامِ حکومت و جماعت کو نگل لے گی دوسری طرف امیر المؤمنین عمر فاروق جیسے پر جلال صحابی کا حوصلہ قوت برداشت اور تنقید برائے اصلاح کو قبول کرنے کا انداز بھی دیکھئے کہ اسی مجلس میں اپنے بیٹے عبداللہ کے ذریعے وضاحت کرادی کہ یہ چادر میرے بیٹے کے حصہ کی ہے۔ یوں سلمان فارسیؓ سمیت پوری مجلس کے دلوں میں امیر المؤمنین کا مرتبہ واحترام اور زیادہ بڑھ گیا اور یہ بدگمانی کسی دل کو گناہ اور غیبت کی طرف مائل نہ کرسکی یہ تو ذاتی اصلاح کا مسئلہ تھا۔

جبکہ نظریاتی اور شرعی مسائل تو اس سے کہیں زیادہ شدت لیے ہوئے تھے یہ رسول اکرم ﷺ کی تربیت ہی کا اعجاز تھا کہ ایک ناتواں عورت عمر فاروقؓ جیسے سخت گیر خلیفہ کے سامنے حق مہر کے لئے پوچھ رہی ہے کہ کیا تم شریعت بدل سکتے ہو؟ اور خلیفہ وقت اپنی غلطی کے اعتراف کے بعد اپنا فیصلہ واپس لے رہے ہیں۔

آج بھی ایسی ہی جرات اظہار کی ضرورت ہے جو ہمارے اجتماعی مسائل ومعاملات کی اصلاح کرسکے لیکن اس کے لئے اخلاص اور نیک نیتی شرط اول ہے ورنہ ذاتی رنجش اور کدورتوں کے باعث کی جانے والی تنقید برائی کے ہزار دروازے کھول دے گی اور ایسے نقد کی آخرت کے لئے انتہائی خطرناک صورتحال بھی پیدا ہوسکتی ہے۔

یقیناً کسی مربی مسؤل کا ذمہ دار کی کسی چھوٹے بھائی کی حوصلہ افزائی اور جماعتی لگاؤ اور جذبہ خدمت کو دوچند کرنے کے لئے کی جانے والی جائز اور جچے تلے الفاظ پر مشتمل تعریف بھی مداہنت یا چاپلوسی کے ضمن میں نہیں آتی۔ کیونکہ یہ حوصلہ افزائی کارکنان کو اعتماد اور محنت و جانفشانی کی طرف راغب کرتی ہے۔ البتہ بروقت اصلاح اور غلطی کا ازالہ بھی ضروری ہے۔ کیونکہ ردوتسلیم کا یہ اعتدال انہیں راہِ عمل سے بھٹکنے نہیں دے گا۔

یہی طریقہ اصحاب نبی اور سلف کا تھا اور اسی کو ہمیں حرزِ جاں بنانا ہوگا۔ اللہ ہمیں چاپلوسی اور خوشامد کی لعنت سے بچا کر خودداری اور حمیت عطا کرے اور ہمیں ان لوگوں میں شمار نہ کرے جن کے متعلق اللہ رب العزت نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنے کئے پر پھول جاتے ہیں۔ ھذا ماعندی علمہ عند اللہ۔

قیامت کے دن ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھنے والے سے اللہ تعالیٰ کلام بھی نہیں کریں گے۔ (مسلم)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھنے والوں کا تزکیہ بھی نہیں کریں گے۔ (ابی داؤد)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھنے والے کو دردناک عذاب دیں گے۔ (نسائی)

نئے پھل اور میوے دیکھنے کے وقت کی دعا

رسول اللہ ﷺ نیا پھل دیکھ کر یہ دعا پڑھتے تھے

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ ثَمَرِنَا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَ بَارِکْ لَنَا فِیْ مُدِّنَا

"اے اللہ! تو برکت دے ہمارے لئے ہمارے پھلوں میں اور برکت دے ہمارے شہر میں اور برکت دے ہمارے صاع اور ہمارے "مُد" میں"

ہیں۔

۱۔ عراقی حکومت اس کی درخواست کرے۔

۲۔ دوسرے اسلامی ممالک اپنی فوج بھیجیں۔

۳۔ پارلیمنٹ اس کی منظوری دے۔

اگر ان شرائط کا جائزہ لیا جائے تو پہلی شرط تو پوری ہو چکی ہے کیونکہ عراقی وزیراعظم پہلے ہی اس مشن پر مختلف ملکوں کا دورہ کر چکے ہیں البتہ یہ علیحدہ بات ہے کہ ان کی درخواست ہر طرف سے مسترد کر دی گئی۔ عراق میں گرتی لاشیں بارود کے دھماکوں سے تباہ ہوتی گاڑیاں شعلوں میں گری پائپ لائنیں' مجاہدین کے ہاتھوں ذبح ہوتے فوجی اور شہر شہر ہونے والے دھماکے دیکھ کر کس حکومت کا دل کرتا ہے کہ وہ اپنی فوج عراق بھیجے؟ فلپائن اور تھائی لینڈ کے حکمرانوں نے بھی اپنے لوگوں کو یرغمالی بنائے جانے پر اپنی آرمی کو عراق سے نکال لیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ عراقی عوام اقتدار انتقال کے امریکی ڈرامے کو یکسر مسترد کر چکے ہیں۔ ان کے نزدیک ایاد علاوی امریکہ کا ایجنٹ ہے اور وہ امریکہ کے حکم پر کسی وقت بھی پاکستان سے درخواست کر سکتا ہے۔ جہاں تک دوسری شرط کا تعلق ہے تو ہو سکتا ہے کہ پاکستانی حکمرانوں کی طرح بعض ممالک اپنی فوج کا کچھ حصہ بھیجنے پر رضا مند ہو جائیں اور تیسری شرط تو اور بھی کمزور ہے کہ پارلیمنٹ منظوری دے۔ حیران کن امر یہ ہے کہ ملک دہشت گردی کی آگ میں جل رہا ہے۔ ایف بی آئی کے لوگ دندناتے پھر رہے ہیں۔ عوام کی چادر اور چاردیواری کا تقدس پامال کیا جا رہا ہے۔ دینی مدارس کو دہشت گردی کے اڈے ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ وانا میں اپنے ہی لوگوں کے خلاف بارود کی بارش کی جا رہی ہے۔ ان معاملات میں تو پارلیمنٹ کو کچھ بتایا نہیں جا رہا۔ اور پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ پالیمنٹ میں اکثریت ق لیگ کی ہے اور ق لیگ کی بنیاد ہی ''مشرف اطاعت'' پر رکھی گئی ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ صدر مشرف فیصلہ کریں اور ق لیگ کا کوئی رکن اسمبلی اس کے خلاف بات کرے تو یہ بھی کوئی ایسی مشکل شرط نہیں ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہم کب تک امریکی مفادات کی تکمیل کے لیے اپنے لوگوں کو قربان کرتے رہیں گے۔ دنیا بھر کے ممالک اپنی فوج عراق بھیجنے کے لئے تیار نہیں تو ہم دوٹوک موقف کیوں اختیار نہیں کر لیتے۔ بات اگر مفادات کی ہے تو مصر ہم سے زیادہ مفادات امریکہ سے حاصل کر چکا ہے۔ لیکن اس نے اپنی فوج بھیجنے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ روس جیسا ملک بھی عراقی درخواست کو مسترد کر چکا ہے۔ اور ہمارا ہمسایہ ملک بھارت نے شروع میں ہی خطے میں کشیدگی اور اپنی دفاعی مجبوریوں کا بہانہ بنا کر انکار کر دیا اور پھر جب ان کے باشندوں کو یرغمال بنایا گیا اس وقت بھی وزیر خارجہ نٹور سنگھ نے اپنا پیغام مجاہدین کو پہنچاتے ہوئے واضح الفاظ میں کہا کہ ہم اپنی فوج عراق نہیں بھیج رہے۔ ترکی جیسے ملک نے بھی ابتداء ہی میں اپنی پارلیمنٹ کی منظور سے فوج نہ بھیجنے کا اعلان کر دیا۔ خود امریکی میگزین نیویارک ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق اقوام متحدہ کے مشن کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے کسی ملک میں نے بھی فوج بھیجنے کی رضامندی ظاہر نہیں کی۔ البتہ اس کے ساتھ ہی اس نے یہ عندیہ بھی دیا ہے کہ امریکہ نے عراق میں اپنی فوج کم کرنے کے منصوبے پر کام شروع کر دیا ہے اور ظاہر ہے اپنی فوج کم کر کے وہ مسلم ممالک کی فوج ہی کو استعمال کرنا چاہتا ہے۔

کہا یہ جا رہا ہے کہ پاکستان اپنی فوج عراق بھجوانے کے امریکی حکم پر سر تسلیم خم کر چکا ہے تاہم اسے ابھی مناسب وقت کا انتظار ہے

اس وقت صورتحال یہ ہے کہ عراقی عوام اور مجاہدین کے نزدیک ہر وہ فرد یا کمپنی یا گروپ جو کسی طرح بھی امریکیوں کی مدد میں شریک ہے۔ ان کے دشمن ہیں۔ اس سلسہ میں وہ کفر اور اسلام کی تخصیص نہیں کرتے۔ عرب لیگ کی طرف سے یہ افواہ پھیلنے پر کہ ان کی فوجیں عراق میں کام کریں گی تو ایک عسکری تنظیم نے اسی وقت اعلان کر دیا کہ کسی عرب ملک نے فوج عراق بھیجی تو امریکیوں جیسا حشر کریں گے۔ اور جب پاکستانی افواج کے بھیجنے کی خبر مختلف اخبارات کی زینت بنی تو انہوں نے پاکستانی ڈرائیور کو اغوا کر کے ہم تک یہ پیغام پہنچا دیا کہ ہمیں اس سے باز رہنا چاہیے۔ اس کے باوجود ہمارے سب سے ''بے خبر'' وزیر شیخ رشید جو پھلجھڑیاں چھوڑنے میں اپنا مثل ثانی نہیں رکھے۔ انہوں نے اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہ کہ ہم عراق میں اپنی فوجیں بھیج کر لاشیں نہیں منگوا سکتے البتہ رضا کار بھیج سکتے ہیں اب عوام کو ان رضا کاروں کے متعلق نہیں بتایا گیا کہ یہ کون ہیں اس وقت کہاں ہیں اور کیا فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور سب سے زیادہ غور و فکر کرنے کی بات یہ ہے کہ جس مزاحمت کو امریکہ و برطانیہ جیسی طاقتور فوجیں اپنی تمام ٹیکنالوجی کے باوجود نہیں روک سکی ہمارے رضا کار وہاں کس طرح کام کر سکیں گے اور ان رضا کاروں نے کونسی بلٹ پروف جیکٹس پہنی ہوں گی کہ ان کو گولی نہیں لگ سکتی۔ حکومت کے اس طرز عمل کی خبر یقیناً عراق کے آزادی پسند گروپوں تک بھی پہنچ گئی اور پھر جن لوگوں نے خیر سگالی کے طور پر ہمارے یرغمالی کو رہا کیا تھا دوبارہ نہ صرف پاکستانی ڈرائیور اور انجینئر کو پکڑ لیا بلکہ پھر حکومت کی طرف سے دوٹوک موقف اختیار نہ کرنے کی پاداش میں قتل بھی کر دیا۔

بہر حال یورپ سمیت پوری دنیا یہ بات جانتی ہے کہ تیل کی دولت سے مالا مال عراق میں امریکہ دولت حاصل کرنے کے چکروں میں حملہ آور ہوا لیکن یہ اس کے گلے کی ہڈی بن چکا ہے اسے یقین ہے کہ پاکستانی آرمی ہی اس کے مفادات کی تکمیل کے لئے اس کی مدد کر سکتی ہے۔ لیکن پاکستانی حکمرانوں کو یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہیے کہ اس آگ میں جلنے کے سوا ان کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ اور عراق میں خواہ فوج بھیجیں یا رضا کار بہر حال اس سے نہ صرف عراقی عوام میں پاکستان کے خلاف نفرت پھیلے گی بلکہ پورے عرب میں ایٹمی پاکستان کے خلاف نفرت پیدا ہوگی لہٰذا ہمیں واضح اور دو ٹوک انداز میں اپنی آرمی نہ بھیجنے کا اعلان کر دینا چاہیے کیونکہ ہم واقعی اپنے فوجیوں کی لاشیں عراق سے نہیں منگوا سکتے۔

بقیہ توبہ

سے وہ گم ہو گیا۔ اور جب وہ پھر پلٹتا ہے اور شرمسار ہو کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو یوں سمجھیے کہ خدا کو اس کا بندہ اور بندے کو اس کا خدا مل گیا۔ اس پوری کیفیت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی بلیغ تمثیل میں یوں بیان فرمایا ہے:

''اگر تم میں سے کسی شخص کا اونٹ ایک بے آب و گیاہ صحرا میں گم ہو گیا ہو اور اس کا کھانے پینے کا سامان بھی اس گم ہونے والے اونٹ پر لدا ہو اور وہ شخص چاروں طرف اس لق و دق صحرا میں اپنے اونٹ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مایوس ہو چکا ہو۔ پھر وہ زندگی سے بے آس ہو کر کسی درخت کے نیچے موت کے انتظار میں لیٹ رہا ہو۔ ٹھیک اسی حالت میں وہ اپنے اونٹ کو سارے سامان سے لدا ہوا اپنے پاس کھڑا دیکھے تو تصور کرو اس کو کیسی خوشی ہوگی؟ تمہارا پروردگار اس شخص سے بھی کہیں زیادہ اس وقت خوش ہوتا ہے جب تم میں کوئی بھٹکا ہوا بندہ اس کی طرف پھر پلٹتا ہے اور گمراہی کے بعد وہ پھر فرمانبرداری کی روش اختیار کرتا ہے۔''

توبہ اور استغفار برابر کرتے رہیے۔ صبح سے شام تک انسان سے نامعلوم کتنی خطائیں ہوتی رہتی ہیں اور بعض اوقات خود انسان کو ان کا شعور نہیں ہو پاتا۔ یہ نہ سوچیے کہ کوئی بڑا گناہ ہو جانے پر ہی توبہ کی ضرورت ہے۔ بلکہ انسان ہر وقت توبہ اور استغفار کا محتاج ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ

دنیا کو دونوں ہاتھوں سے پرے دھکیل کر آخرت کو سینے سے لگانے والا

آسمان نبوت کا درخشندہ ستارہ

عمران ایوب

ابو درداء صبح سویرے نیند سے بیدار ہوئے اور اس بت کے پاس گئے جسے اپنے گھر کے ایک چبوترے پر نصب کر رکھا تھا جھک کر اسے سلام کیا عمدہ قسم کا عطر لگایا اور قیمتی ریشمی لباس پہنایا جو ایک روز قبل یمنی تاجر نے انہیں بطور تحفہ دیا تھا۔ دن چڑھے ابو درداء اپنے گھر سے باہر نکلا اور اپنے تجارتی مرکز کی طرف اپنا رخ کیا۔ دیکھتے ہیں کہ یثرب کی سڑکوں میں محمد ﷺ اور ان کے پیروکاروں کا ہجوم ہے۔ یہ لوگ معرکہ بدر سے فتح یاب ہو کر شاداں وفرحاں واپس لوٹ رہے ہیں۔ ان کے آگے آگے قریش کے قیدی سر جھکائے ذلت ورسوائی کی تصویر بنے جا رہے ہیں۔ ابو درداء یہ منظر دیکھ کر ایک طرف ہو گیا۔ اچانک اس کی نظر ایک خارجی نوجوان پر پڑی تو اس سے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے متعلق دریافت کیا۔ خارجی نوجوان نے بتایا کہ وہ معرکہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ اور وہاں سے فتح یاب ہو کر خوشیاں اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے واپس لوٹ آئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور ابو درداء بہت گہرے دوست تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ وقتاً فوقتاً ان کے پاس آتے اور نہیں اسلام کی دعوت دیتے شرک سے اجتناب اور نور اسلام سے فیض یاب ہونے کی مسلسل تلقین کرتے رہتے۔ ایک روز حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ابو درداءؓ کے گھر آئے ابو درداء گھر میں موجود نہ تھے۔ حضرت عبداللہؓ نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ اجازت ملنے پر سیدھے اندر گئے جہاں بت نصب تھا۔ کلہاڑی سے اس بت کو کمرے کے اندر بکھیر دیا۔ اور واپس چلے گئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد ام درداء کمرے کے اندر داخل ہوئیں تو کیا دیکھتی ہیں۔ کہ بت کے ٹکڑے چاروں طرف بکھرے پڑے ہیں۔ یہ عجیب وغریب حالت دیکھ کر ان کے اوسان خطا ہو گئے غم کے مارے رونے لگی اور نوحہ کرنے لگی اے ابن رواحہ تو نے مجھے ہلاک کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ابو درداء گھر پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ بیوی کمرے کی دہلیز پر بیٹھی زار و قطار رو رہی ہے۔ پوچھا کیا وجہ ہے؟ کہنے لگی تمہاری غیر حاضری میں ابن رواحہ گھر آیا اجازت لے کر کمرے کے اندر داخل ہوا ہمارے اس بت کے پرخچے اڑا دیے ذرا اندر جا کر تو دیکھو؟ اس نے کس قدر ظلم ڈھایا ہے۔ ہائے ہماری دنیا لٹ گئی۔ ابو درداء نے دیکھا کہ بت ریزہ ریزہ ہوا پڑا ہے۔ اس کے ٹکڑے چاروں طرف بکھرے پڑے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر آگ بگولہ ہو گیا۔ عبداللہ بن رواحہ سے انتقام لینے کا مصمم ارادہ کر لیا لیکن جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو اس حادثے پر ٹھنڈے دل سے سوچا تو اچانک یہ خیال آیا کہ اس بت میں کوئی خوبی ہوتی تو ضرور اپنا دفاع کرتا اور ہم کس قدر بے شعور ہیں جو اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہم اس کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ اس خیال کا آنا تھا دل کی دنیا بدل گئی۔ فوراً عبداللہ بن رواحہ کے پاس پہنچے انہیں اپنے ساتھ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کو دیکھتے ہی کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور بعد میں احساس ہوا کہ ان کے ساتھی دینی احکامات اور قرآنی تعلیمات میں مجھ سے بہت آگے بڑھ چکے ہیں۔ انہوں نے اپنی نیکیوں کا بیش بہا خزانہ جمع کیا۔ پوری توجہ سے قرآنی آیات کو زبانی یاد کیا اور غور وتدبر کرنے لگے۔ جب آپ نے دیکھا کہ تجارت کی وجہ سے عبادت میں خلل پڑتا ہے۔ تو آپ نے تجارت کو خیر باد کہہ دیا۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اب تو مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ مسجد کے دروازے پر میری دوکان ہو اور باجماعت میری کوئی نماز بھی فوت نہ ہو اور میں خرید وفروخت کروں اور ہر روز مجھے تین سو دینار نفع ہو، مجھے اب اس تجارت سے کوئی دلچسپی نہیں۔ حضرت ابو درداءؓ نے نہ صرف تجارت کو ہی ترک کیا بلکہ ہر قسم کے زیب وزینت سے بھی مکمل طور پر بے رخی اختیار کر لی اور صرف اتنے ہی کھانے پر اکتفا کرنے لگے جس سے ان کی کمر سیدھی رہ سکے اور کھردرا کپڑا صرف اتنی ہی مقدار میں پہننے کے لیے منتخب کیا جس سے صرف جسم ڈھانپا جا سکے۔ ایک سخت ترین ٹھنڈی رات میں چند احباب آپ کے ہاں مہمان ٹھہرے آپ نے ان کی خدمت میں گرم کھانا پیش کیا۔ لیکن کوئی بستر مہیا نہ کیا۔ جب سونے کا وقت ہوا تو مہمان آپس میں ایک دوسرے سے مشورہ کرنے لگے، ایک نے کہا میں ان سے بات کرتا ہوں، دوسرا کہنے لگا چھوڑیے رہنے دیجئے لیکن اس نے بات نہ مانی اور ابو درداء کے کمرے کے دروازے پر جا کھڑا ہوا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ابو درداء لیٹے ہوئے ہیں۔ اور ان کی بیوی پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ صرف ایک ہلکی سی چادر اوڑھ رکھی ہے۔ جو نہ سردی روک سکتی ہے اور نہ گرمی، اس نے ابو درداء سے پوچھا کیا آپ کے پاس کوئی لحاف نہیں؟ آپ کا گھریلو سامان کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا ہمارا اصل گھر ایک دوسری جگہ واقع ہے۔ جو بھی سامان ہمیں دستیاب ہوتا ہے۔ ہم فوراً اسے اس گھر کی طرف روانہ کر دیتے ہیں۔ اگر آج ہمارے گھر میں کچھ ہوتا تو ضرور آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ ہمارے اس گھر کے راستہ میں ایک دشوار گزار گھاٹی حائل ہے۔ اسے عبور کرنے کے لیے ہلکا پھلکا راہی بھاری بھرکم مسافر سے کہیں بہتر رہتا ہے۔ ہم نے سوچا کہ اپنا بوجھ ہلکا کر دیں تاکہ آسانی سے اس دشوار گزار گھاٹی کو عبور کر سکیں۔ پھر آپ نے دریافت کیا: کیا تم میری بات سمجھ گئے ہو؟ اس نے جواب دیا: ہاں میں بالکل آپ کی بات اچھی طرح سمجھ گیا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے دور خلافت میں ارادہ کیا کہ حضرت ابو درداءؓ کو ملک شام کا گورنر مقرر کر دیا جائے، انتہائی عزت واکرام سے اس عہدے کی پیش کش کی لیکن انہوں نے انکار کر دیا، جب حضرت عمر اصرار کرنے لگے تو آپ نے

فرمایا: اے امیر المومنین اگر آپ کو یہ پسند ہے کہ میں اہل شام کو قرآن سنت کی تعلیم دوں اور انہیں نمازیں پڑھاؤں تو میں یہ فریضہ سرانجام دینے کے لیے تیار ہوں۔ یہ بات سن کر حضرت عمرؓ نے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا تو آپ ارض شام کے صدر مقام دمشق کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں آپ نے دیکھا کہ لوگ نازونعم اور عیاشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں تو یہ دیکھ کر آپ کو بہت افسوس ہوا آپ نے لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کی دعوت دی، جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو آپ کھڑے ہو کر فرمانے لگے۔ اے دمشق کے رہنے والو تم میرے دینی بھائی ہو اور دشمنوں کے خلاف ہمارے معاون ہو، میں تم سے کوئی چیز طلب نہیں کرتا، میری نصیحت تمہارے فائدے کے لیے اور میرے اخراجات کسی اور کے ذمے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ علماء اس دنیائے فانی سے اٹھتے جا رہے ہیں۔ ان کی جگہ پر کرنے کے لیے کوئی پیدا نہیں ہو رہا۔ میں دیکھ رہا ہوں تم نے اللہ کی طرف سے ڈالی گئی ذمہ داری کو قبول تو کر لیا لیکن حقیقتاً اس کے احکام سے انحراف کر رہے ہو۔ میں دیکھ رہا ہوں تم اتنا مال جمع کر رہے ہو جسے تم کھا نہ سکو گے، سنو تم سے پہلے بہت سی قوموں نے بے انتہا مال اکٹھا کیا' اسے دل وجان سے عزیز جانا اور سنبھال کر رکھا لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ سارا مال تباہ وبرباد ہو گیا ان کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا، آبادیاں قبرستانوں میں تبدیل ہو گئیں۔

اے ساکنان دمشق، ذرا تم قوم عاد کو دیکھو جس کا اپنے دور میں روئے زمین پر رعب ودبدبہ تھا، جسے اپنی افرادی قوت پہ بڑا ناز تھا، لیکن آج اس قوم کا نام ونشان نہیں یہ وعظ سن کر حاضرین مجلس دھاڑیں مار کر رونے لگے، چیخ وپکار کی دلدوز آوازیں مسجد سے باہر سنائی دے رہی تھیں۔

ایک روز آپ کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ ایک شخص کی پٹائی کر رہے ہیں۔ اور گالی دے رہے ہیں آپ نے ان سے دریافت کیا، کیا بات ہے؟ انہوں نے بتایا بھلا مجھے یہ بتاؤ اگر یہ شخص کنویں میں گر جاتا تو کیا تم اسے باہر نہ نکالتے سب نے یک زبان ہو کر کہا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا: اسے گالی نہ دو اور نہ اسے مارو بلکہ اسے نصیحت کرو اور صحیح راستہ دکھاؤ اور خدا کا شکر ادا کرو جس نے تمہیں اس جیسے گناہ سے محفوظ رکھا ہے۔ آپ کی یہ بات سن کر وہ شخص زاروقطار رونے لگا اور توبہ کا اعلان کر دیا۔

ایک نوجوان نے ابودرداءؓ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے نصیحت کیجئے، آپ نے فرمایا: بیٹے تم اللہ تعالیٰ کو خوشحالی میں یاد کرو وہ تمہیں تنگدستی میں یاد کرے گا، بیٹے تم اپنی زندگی میں عالم یا متعلم یا پھر علمی مجلس میں بیٹھنا، کوئی چوتھی صورت اختیار نہ کرنا ورنہ تباہ وبرباد ہو جاؤ گے۔ بیٹا مسجد کو اپنا گھر سمجھنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ مسجد ہر متقی انسان کا گھر ہے۔ جو شخص مسجد کو اپنا گھر بنا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے خوشحالی' رحمت وبرکت، اور پل صراط سے بخیر وعافیت سے گزر کر جنت میں داخل ہونے کی بشارت دی ہے۔

ایک روز آپ بازار میں سے گزر رہے تھے، آپ نے دیکھا کہ چند نوجوان بازار میں بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے تھے اور راہگیروں کو کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہیں، آپ نے انہیں تلقین کرتے ہوئے فرمایا: میرے بیٹو! مسلمان کا گھر اس کا قلعہ ہے۔ اس میں اپنی نگاہ محفوظ رکھتا ہے۔ بازاروں میں بلاوجہ نہ بیٹھا کرو۔ یہ بیٹھک انسان کو غافل کر دیتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا سب سے بری جگہ بازار ہیں اور سب سے اچھی جگہ مسجد ہے۔

ایک دفعہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے دمشق کا دورہ کیا حضرت ابو درداءؓ اس وقت وہیں موجود تھے امیر المومنین ایک رات ملاقات کے لیے ان کے گھر تشریف لے گئے، دروازے کو ہاتھ لگایا تو اسے کھلا ہوا پایا، آپ اندر تشریف لے گئے اندھیرا چھایا ہوا تھا روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا، حضرت ابودرداء نے جب امیر المومنین کی آہٹ سنی تو فوراً اٹھے اور خوش آمدید کہا اور اپنے پاس بٹھا لیا دونوں باتیں کرنے لگے، لیکن اندھیرے کی وجہ سے ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکتے تھے، حضرت عمر نے تکیے کو ہاتھ لگایا تو وہ سواری کا پالان تھا۔ بستر ٹٹولا تو وہاں کنکریاں بچھی ہوئی تھیں، چادر کو ہاتھ لگایا وہ اتنی باریک تھی کہ دمشق کی سردی کو قطعاً روک نہ سکتی تھی۔ امیر المومنین نے یہ صورت حال دیکھی تو فرمایا: اللہ آپ پر رحم فرمائے یہ کیا حال بنا رکھا ہے، کیا میں نے آپ کے لیے بہتر انتظامات نہ کیے تھے۔

حضرت ابودرداءؓ نے جواب دیا: اے امیر المومنین کیا آپ کو وہ حدیث یاد ہے جو ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتائی تھی، آپ نے پوچھا کونسی؟ آپ نے فرمایا: کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ تمہارے پاس دنیا کا صرف اتنا مال ہونا چاہیے جتنا مسافر کے پاس زادِ راہ ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ بات سن کر زاروقطار رونا شروع کر دیا اور آپ کے ساتھ حضرت ابودرداءؓ بھی رونے لگے، دونوں عظیم الشان صحابی ساری رات روتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ حضرت ابودرداء دمشق میں قیام کے دوران مسلسل لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے رہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے رہے، یہاں تک کہ آپ کا آخری وقت آ گیا، جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ کے ساتھی پوچھنے لگے: ابودرداء آپ کو کیا شکوہ ہے؟ فرمایا اپنے گناہوں کا۔

انہوں نے پوچھا کیا چاہتے ہیں؟

فرمایا اپنے رب سے معافی!

پھر آپ نے اپنے اردگرد بیٹھنے والوں کا کہا: میرے پاس لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کریں آپ بھی لگاتار کلمہ طیبہ کا ورد کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی پاکیزہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نشانوں پر نگاہ رکھنا تو گھوڑوں کو سدھا رکھنا
انہیں دہشت زدہ رکھنا یہ مطلوب شریعت ہے

"ہم بنے ادیب"
تحریر آپ کی صفحات ہمارے
ایک نیا سلسلہ

اگر آپ لکھنا چاہتے ہیں تو یہ سلسلہ آپ ہی کے لئے ہے اپنے خیالات کو زینت قرطاس بنایئے۔ ہم آپ کی حوصلہ افزائی کریں گے۔ اچھے لکھاریوں کی تحریر نہ صرف "ضرب طیبہ" میں شائع کی جائے گی۔ بلکہ ان ساتھیوں کو "الدعوۃ رائٹرز فورم" کا ممبر بھی بنایا جائے گا۔

ہر ماہ مضمون کا عنوان دیا جائے گا

ماہ ستمبر کے لئے عنوان یہ ہے
اہل اسلام کو یوم دفاع نہیں بلکہ عزم جہاد چاہیے

آپ کی تحریریں 22 اگست تک موصول ہو جائیں۔

پتہ: الدعوۃ رائٹرز فورم جامع مسجد القادسیہ 4 لیک روڈ چوبرجی لاہور۔ 042-7662009

گھوڑے کی پیشانی پہ خیر بندھی ہے

جہاد فی سبیل اللہ میں گھوڑے کی اہمیت و فضیلت

اخت عبدالواسع / گوجرانوالہ

﴿وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا O فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا O فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا O فَاَثَرْنَ بِہٖ نَقْعًا فَوَسَطْنَ بِہٖ جَمْعًا﴾ (سورہ عادیات / ۱۔۵)

ہانپتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم، پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑنے والوں کی قسم، پھر صبح کے وقت دھاوا بولنے والوں کی قسم، پس اس وقت غبار اڑاتے ہیں پھر فوجوں کے درمیان گھس جاتے ہیں۔

مجاہدین کے گھوڑے جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہانپتے اور ہنہناتے ہوئے دوڑتے ہیں تو ان کی اللہ ذوالجلال والاکرام قسم کھاتا ہے۔ پھر تیزی سے دوڑتے ہوئے غبار اڑاتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس جاتے ہیں اس کی اللہ تعالیٰ قسم کھاتا ہے۔

یوں تو گھوڑا دیگر جانوروں کی طرح ایک جانور ہی ہے لیکن دیگر جانوروں کے مقابلے میں اس کی فضیلت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن مجید میں جہادی گھوڑے کی قسم کھائی ہے۔

عرب کی دنیا میں گھوڑے کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ عرب شعراء نے اپنے اشعار میں گھوڑے کا ذکر کثرت سے کیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ عربی نسل کے گھوڑے آج بھی دنیا میں اپنی خوبصورتی، اپنی سمجھ بوجھ عادات، اعلیٰ کارکردگی کے اعتبار سے سب سے آگے ہیں۔ عربی نسل کا گھوڑا اپنی تیز رفتاری کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ پاکستان میں بلوچی اور تھارو بریڈ نسلیں زیادہ مشہور ہیں۔

سواری والے جانوروں میں گھوڑے کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ آج کے مشینی دور میں بہتر سے بہتر سواریاں ایجاد ہو چکی ہیں، قدم قدم پر گاڑیاں و ہوائی جہاز موجود ہیں مگر گھوڑے کی اہمیت آج بھی مسلمہ ہے۔ لشکروں کی زینت جو گھوڑے کے ساتھ وابستہ ہے دوسری سواریوں کے ساتھ نہیں ہے۔ دنیا میں کوئی حکومت ایسی نہیں جس میں گھڑسوار فوج کا دستہ نہ ہو۔ اسلام نے نہ صرف جنگ و جہاد بلکہ رفاہ عامہ کے لئے بھی گھوڑا پالنے کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ بہت سے ایسے مقامات جہاں مشینی سواریوں کی پہنچ نہیں ہوتی گھوڑا وہاں تک رسائی پا لینے کے قابل ہے۔ اس دور میں بھی سرحدی علاقوں میں فوج نے پہرے کے لئے گھوڑے پال رکھے ہیں کوئی جنگ ایسی نہیں جس میں گھوڑے کا استعمال نہ کیا جائے۔ افغان روس جنگ میں بھی گھوڑے استعمال میں لائے گئے۔

ہند کے مسلم حکمران شیر شاہ سوری نے ڈاک کا بہترین انتظام کیا اور اس کو تیز رفتاری سے چلانے کے لئے تیز رفتار گھوڑے استعمال میں لائے۔ سینکڑوں میل سفر کو کئی منزلوں میں منقسم کر دیا ہر اگلی منزل پر تازہ دم گھوڑا اور گھوڑسوار موجود ہوتا جو پچھلی منزل سے وصول ہونے والی ڈاک کو اگلی منزل تک پہنچاتا یوں مہینوں کا سفر دنوں میں طے پا جاتا اور ڈاک کا نظام سرعت سے چلتا رہتا تھا۔

گھوڑے جہاد کے میدان میں ایک اہم ترین قوت کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو گھوڑے تیار حالت میں رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ ذوالجلال والاکرام فرماتے ہیں: ﴿وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ﴾ (الانفال: ٦٠)

اور تیار کرو ان کے لئے اپنی طاقت قوت کے ساتھ اور پلے ہوئے گھوڑوں کے ساتھ تاکہ رعب چھا جائے اس کے ساتھ اللہ اور تمہارے دشمنوں پر۔

﴿عن جریر بن عبداللہؓ قال رایت رسول اللہ ﷺ یلوی ناصیۃ فرس باصبعہ وھو یقول الخیل معقود بنو اصیھا الخیر یوم القیامۃ﴾ (صحیح بخاری)

جریرؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو گھوڑے کی پیشانی کے بال اپنی انگلی سے مروڑتے ہوئے فرماتے سنا خیر قیامت تک کے لئے گھوڑوں کی پیشانی کے ساتھ بندھی ہوئی ہے۔

مولانا داؤد راز اس حدیث کی تشریح لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ گھوڑا اس لئے متبرک ہے کہ وہ آلہ جہاد ہے اور قیامت تک اس میں خیر و برکت قائم رہے گی تو اس سے نکلا کہ جہاد کا حکم بھی قیامت تک باقی رہے گا اور چونکہ قیامت تک آنے والا دور اچھا اور برا دونوں طرح کا ہوگا اس لئے مسلمانوں کے امراء بھی اسلامی شریعت کے پوری طرح پابند ہوں گے اور کبھی ایسے نہیں بھی ہوں گے لیکن جہاد کا سلسلہ کبھی بند نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ اعلائے کلمۃ اللہ اور دنیا و آخرت میں سربلندی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے اسلامی مفاد کے پیش نظر ظالم حکمرانوں کی قیادت میں بھی جہاد کیا جاتا رہے گا۔

مستدرک حاکم میں روایت ہے کہ: ﴿عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ ﷺ قال من احتبس فسا فی سبیل اللہ ایمان باللہ و تصدیق موعودہ و کان شبعہ وریہ وروثہ و بولہ فی میزانہ یوم القیامۃ﴾ (اخرجہ مستدرک حاکم)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کام لانے کے لئے گھوڑے کو باندھا اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدوں کو سچا جانتے ہوئے تو اس گھوڑے کا پیٹ بھر کر کھانا، سیراب ہونا اس کا گوبر اور اس کا پیشاب قیامت کے دن اسے میزان میں نیکیوں کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو بلند کرنے کے لئے گھوڑے کو پالنا اجر و ثواب اور فضیلت کا کام

ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے گھوڑے پالنے والوں کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں: ﴿عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال الخيل لثلثة لرجل اجر ولرجل ستر وعلى رجل وزر فاما الذى له اجر فرجل ربطها فى سبيل الله فاطال فى مرج اور روضة فما اصابت فى طبلها ذلك من المرج او الروضة كانت له حسنات ولو انها قطعت طبلها فاستنت شرفا اور شرفين كانت اروائها واثارها حسنات له ولو انها مرت بنهر فشربت منه ولم يرد ان يسقيهما كان ذلك حسنات له ورجل ربطها فخر ورياء ونواء لاهل الاسلام فهى وزر على ذلك﴾ (صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر)

ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے کے مالک تین طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کے لئے وہ باعث اجر وثواب ہیں۔ بعض کے لئے وہ صرف پردہ ہیں اور بعضوں کے لئے وبال جان ہیں۔ جس کے لئے گھوڑا اجر وثواب کا باعث ہے یہ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کی نیت سے اسے پالتا ہے پھر جہاں خوب چری ہوتی ہے یا (یہ فرمایا کہ) کسی شاداب جگہ اس کی رسی کو خوب لمبی کر کے باندھتا ہے (تاکہ چاروں طرف سے چر سکے) تو گھوڑا اس کی چری کی جگہ سے یا اس شاداب جگہ سے اپنی رسی میں بندھا ہوا جو کچھ بھی کھاتا پیتا ہے مالک کو اس کی وجہ سے نیکیاں ملتی ہیں اور اگر وہ گھوڑا اپنی رسی تڑوا کر ایک زغن یا دو زغن لگائے تو اس کی لید اور اس کی دموں کے نشانوں میں بھی مالک کے لئے نیکیاں ہیں اور اگر وہ گھوڑا نہر سے گزرے اور اس میں سے پانی پی لے تو اگرچہ مالک نے پانی پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو پھر اس سے بھی اسے نیکیاں ملتی ہیں، دوسرا شخص وہ ہے جو گھوڑے کو فخر، دکھاوے اور اہل اسلام کی دشمنی میں باندھتا ہے تو یہ اس کے لئے وبال جان ہے۔

ایک دوسری حدیث میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جہاد کے گھوڑے پر خرچ کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھلے ہاتھوں مسلسل صدقہ کرتا رہے اور کبھی اس کی مٹھی بند نہ ہو۔ (مستدرک حاکم)

مسلمان کے لئے گھوڑا پالنا جہاد کے لئے عظیم ثواب ہے۔ اور سنت پر بھی عمل ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ جنگوں میں گھوڑوں کو زیادہ استعمال کیا کرتے تھے اور ان کا کھیل گھڑ سواری اور تیر اندازی ہوا کرتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچے گھڑ سواری میں ماہر ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ خود صحابہ کرامؓ کو شرط پر گھڑ سواری کروایا کرتے تھے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ ﴿عن ابن عمر قال اجرى النبى ﷺ ماضم من الخيل الحفياء الى ثنية الوداع و اجرى مالم يضمر من الثنية الى مسجد بنى زريق قال بن عمر ......﴾ (صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر)

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جو گھوڑے شرط کے لئے تیار کئے تھے ان کی تو حد آنحضرت ﷺ نے حفیا سے ثنیۃ الوداع تک رکھی اور جو گھوڑے تیار نہیں کئے گئے تھے ان کی حد ثنیۃ سے مسجد بنی زریق تک رکھی، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے خود شرط میں گھوڑا دوڑایا تھا۔

زمانہ رسالت میں گھوڑوں کو سدھانے کے لئے مقابلہ کی دوڑ ہوا کرتی تھی مگر آج کل ریس کی دوڑ جو آج عام طور پر شہروں میں کرائی جاتی ہے اور گھوڑوں پر بڑی بڑی رقوم بطور جوئے بازی کے لئے لگائی جاتی ہیں حرام ہیں۔

افسوس صد افسوس کہ مسلمانوں نے آج کل حلال وحرام کی تمیز ختم کر دی ہے اور کتنے ہی مسلمان ان میں حصہ لیتے ہیں اور تباہ ہوتے ہیں۔ آج کل ریس کی گھڑ دوڑ میں شرکت کرنا بالکل حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس تباہی سے بچائے۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے: ﴿كل ما يلهو به الرجل المسلم باطل الا رمية بقوسه و تاديبه فرسه﴾ (سنن الترمذی / فضائل کتاب الجهاد)

مومن کا ہر کھیل باطل ہے سوائے گھڑ سواری کے اور تیر اندازی کے۔ احادیث سے معلوم ہوا کہ مومن کا کھیل ہی گھڑ سواری اور تیر اندازی ہونا چاہیئے۔ اس سے جسمانی قوت بھی ٹھیک رہتی ہے اور دشمن پر خوف بھی چھایا رہتا ہے۔

انعامی کوئز

ماہ اگست

1۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کب مسند خلافت پر فروکش ہوئے

2۔ حضور اکرم ﷺ نے کس اسلامی مہینہ میں غزوہ خیبر کے لئے تیاری کی۔

3۔ ام المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کس سن ہجری میں عقد رسول اللہ ﷺ میں آئیں۔

4۔ نحن الذين بايعوا محمداً على الجهاد ما بقينا ابدا۔ یہ ترانہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کس موقع پر پڑھا تھا۔

5- کئے ہوئے عہد و پیان کے خلاف کوئی حرکت نہ ہونے پائے۔

6- کس شخص کو بزنس کلاس میں چاقو مارے گئے ہیں۔

7۔ سہولیات، عہدے، قربتیں چھن جانے کا خوف ایسے افراد کے دل و دماغ پر مسلط ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر 7,6,5, کے جملے اسی شمارہ کے مختلف مضامین سے لیے گئے ہیں مضمون کا نام اور جملے کا صفحہ نمبر بتائیں۔

تمام جوابات درست دینے والوں میں سے 4 افراد کو قرعہ اندازی کے ذریعے 200 روپے فی کس کی کتابیں ارسال کی جائیں گی۔

حبط اعمال

اعمال کو برباد کرنے والے کام

قرآن وسنت کی روشنی میں

سیف اللہ عسکری

معنی ومفہوم

حبط اعمال سے مراد عملوں کا ضائع اور برباد ہوجانا۔ لاحاصل اور غیر مفید رہنا۔ یہ عربی لفظ ہے جو قرآن مجید میں اکثر مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ جیسے:

''حَبِطَ، یَحْبِطُ، اَحْبَطَ، یَحْبِطُ'' ضائع ہونا، برباد ہونا اور عمل کو رائیگاں کردینے کے مترادف ہے۔

قرآن مجید کی رو سے ایسے اعمال جو نیک ہونے کے باوجود قبولیت کے درجے تک نہیں پہنچتے۔ بلکہ انسان کی اپنی کوتاہیوں، غلطیوں اور عمل کی بنیاد کے درست نہ ہونے کی وجہ سے برباد ہوجاتے ہیں۔ ان کو حبط اعمال کہتے ہیں۔

اعمال کی قبولیت کا دارومدار

اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال کے قبول ہونے کا انحصار تین باتوں پر ہے۔

(1) یہ کہ اعمال کو ایمان کے ساتھ کرنا۔

(2) یہ کہ اعمال کو فقط اللہ کی رضا اور آخرت میں کامیابی کے حصول کے پیش نظر کرنا۔

(3) یہ کہ اعمال سنت کے مطابق ہوں۔

پھر جا کر ہم اس عمل کو اللہ کے ہاں قابل قبول ہونے کا دعویٰ کرسکتے ہیں۔ جہاں یہ تینوں شرائط نہ ہوں گی ضرور حبط اعمال ہوگا۔

حبط اعمال کرنے والے کام

جس طرح آندھی اشیاء کو اڑا کر لے جاتی ہے۔ سیلاب بہا کر لے جاتا ہے۔ آگ و بجلی چیزوں کو جلا کر خاکستر کردیتے ہیں۔ اسی طرح اعمال کی دنیا میں آندھیاں آتی ہیں۔ سیلاب آتے ہیں۔ آگ لگتی ہے اور بجلی گرتی ہے۔ تب اعمال اڑ جاتے ہیں۔ برباد ہوجاتے ہیں اور جل کر راکھ ہوجاتے ہیں۔

ایک شخص عمل نہ کرے تو وہ ثواب کا امیدوار نہیں ہوتا۔ لیکن اگر کوئی عمل کر کے بھی اسے صلہ نہ ملے تو بہت افسوس ہوتا ہے۔

ایسے ہی بدنصیب لوگوں کے حسرتناک انجام کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وجوہ یومئذ خاشعۃ o عاملۃ ناصبۃ o تصلیٰ ناراً حامیۃ o'' (الغاشیہ 2 تا 4)

ترجمہ:- کئی چہرے اس روز خوف زدہ ہوں گے۔ عمل کرنے والے۔ تھک جانے والے جھلسا دینے والی آگ میں داخل ہوں گے۔

بعض اوقات ایماندار شخص بھی ایسے اعمال کا مرتکب ہوتا ہے، جس کی بنیاد پر اس کے تمام اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔ محنت اکارت چلی جاتی ہے۔ عبادت وریاضت پر پانی پھر جاتا ہے۔ جس طرح بجلی چیزوں کو جلا کر خاکستر کردیتی ہے، بالکل اسی طرح کچھ ایسے افعال ہیں جو مومن کے دین وایمان پر برق آسمان بن کر گرتے ہیں۔ ایمان وعمل کے خزانے کو خاکستر کردیتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کونسے ایسے اعمال اور افعال ہیں جو انسان کو اس کے سرمایہ حیات سے محروم کردیتے ہیں اور ایک لمحہ میں احسن تقویم سے اسفل السافلین کی پستیوں میں گرادیتے ہیں۔ جو انسان کو محبوب سے مغضوب بنا دیتے ہیں اور اس کے کئے ہوئے تمام نیک اعمال کو تباہ وبرباد کردیتے ہیں۔ وہ گھناؤنے جرائم اور افعال جو انسان کی زندگی میں داخل ہو کر اس کی تمام نیکیوں کو تباہ وبرباد کردیتے ہیں اور انسان کے اعمال کو گھن کی طرح چاٹ جاتے ہیں۔ مندرجہ ذیل ہیں:

(1) کفر

کفر وہ عمل ہے جو انسان کے تمام اعمال کو برباد کردیتا ہے۔ کافر کی نیکی وبھلائی قبول نہیں کی جاتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:''الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ اضل اعمالھم o'' (سورۃ محمد)

ترجمہ:- ''لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا، اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال برباد کردیئے''۔

دوسروں کو اللہ کی راہ سے روکنے کی بہت صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ آدمی زبردستی کسی کو ایمان لانے سے روک دے۔ دوسری صورت یہ ہے ایمان لانے والوں پر اتنا ظلم کیا جائے کہ ان کا ایمان پر قائم رہنا مشکل ہوجائے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ وہ مختلف حیلوں بہانوں سے لوگوں کو ورغلائے۔ اس کے علاوہ ہر کافر اپنی اولاد کفر کی تربیت کے مطابق کرتا ہے۔ جس سے اس کی پوری نسل حق سے دور ہوجاتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہر بچے کی فطرت اسلام پر پیدا فرمایا ہے۔

(2) شرک

اللہ تعالیٰ کی ذات میں شرک کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ ہر گناہ کی معافی ہوسکتی ہے، مگر شرک کی نہیں۔ یہ ناقابل معافی جرم ہے۔ یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کی بنیاد پر انسان کے سارے اعمال برباد ہوجاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:''ولو اشرکوا لحبط عنھم ما کانوا یعملون o''۔ (سورۃ انعام 88)۔

اگر وہ (اٹھارہ انبیاء کو مخاطب کرتے ہیں) شرک کرتے ہیں تو ان کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ایمان والے علماء، صحابہ، انبیاء بھی شرک کرتے تو ان کے اعمال بھی ضائع ہوجاتے۔ شرک کے ساتھ کسی عمل کو صالح قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مشرک کا نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ مردود ہیں۔ کیونکہ جب تک مشرک اپنے شرک سے تائب نہیں ہوگا اس کا کوئی عمل خواہ کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو قبول نہیں ہوگا۔

(3) ارتداد

یہ وہ جرم ہے جو انسان اسلام کی دولت سے مالا مال

ہونے کے بعد اس کو ترک کر دینے کی صورت میں اور پھر جانے کی صورت میں کرتا ہے۔

ترجمہ:- جو کوئی تم میں سے دین سے پھر گیا اور کافر ہو کر مرا تو ایسے لوگوں کے دنیا اور آخرت کے تمام اعمال برباد ہو جائیں گے۔ اور وہ دوزخی ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے۔(سورۃ البقرۃ:21)

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے اور پھر اسی پہ مر جائے تو اس کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اگر سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ اس کے گناہ معاف کرنے والا ہے۔

(4) نفاق

نفاق وہ بیماری ہے جو انسان کے تمام اعمال برباد کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اگر چہ منافق ظاہری طور پر اسلام سے محبت کا دم بھرتا ہے۔ اس کی زبان پر ایمان کا دعویٰ بھی ہوتا ہے اور دکھانے کے لئے عمل بھی کرتا ہے۔ لیکن اس کے دل میں ایمان کی تکذیب اور اسلام سے نفرت بھری ہوتی ہے۔ منافق کی یہ پہچان ہے کہ وہ برائی سے دلچسپی رکھتے ہیں اور نیکی سے عداوت رکھتے ہیں، ان کی سفارشیں، ہمدردیاں، تعریفیں اور مداح سرائیاں سب برائی کے لئے وقف ہوں گی۔ اور ان کی ہر ادا سے یہ ظاہر ہوگا کہ برائی کے پروان چڑھنے میں ہی ان کے دلوں کو راحت ملے گی۔ اور اگر کوئی نیک کام ہوتا دیکھیں تو ان کی روح بے چین ہوگی اور ہر ممکن طریقے سے اس کی راہ میں روڑے اٹکانے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

ترجمہ:- "اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس راہ چلے جس سے اللہ تعالیٰ غصے ہوا۔ انہوں نے اللہ کی خوشی کو ناپسند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے اعمال برباد کر دیئے"۔(سورۃ محمد:20)

یاد رہے کہ اللہ کے ہاں فیصلہ ظاہری اعمال پر نہیں ہوتا بلکہ یہ فیصلہ دل میں ایمان وخلوص پر ہوتا ہے۔ جب دل میں ایمان وخلوص نہ ہو سب اعمال بیکار اور ضائع ہو جاتے ہیں۔

(5) بدعت

اعمال کی قبولیت کا دارومدار اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر ہے۔ اطاعت اور ایمان سے منحرف ہو جانے کے بعد یا پھر اس کے ساتھ کسی اور کی شرکت کے بعد کوئی بھی نیک عمل انسان کے لئے سودمند نہیں رہتا بلکہ وہ ضائع اور بیکار ہو جاتا ہے۔ اللہ نے اس اصول کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

"یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تبطلوا اعمالکمo"۔

ترجمہ:- اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال برباد نہ کرو۔(سورۃ محمد)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ بدعتی کا روزہ، نماز، زکوٰۃ، حج، فرض ونفل کوئی بھی عبادت قبول نہیں کرتا۔ بلکہ بدعتی اسلام سے یوں خارج ہو جاتا ہے۔ جیسے بال آٹے سے خارج ہو جاتا ہے۔(ابن ماجہ)

اس سے ثابت ہوا کہ بدعت سے اعمال صالح ضائع ہو جاتے ہیں۔ قیامت کے دن بہت سے لوگ جو دنیا میں بڑی مشقتیں اٹھا کر عمل کرتے تھے۔ انہیں بھڑکتی ہوئی جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ان کی سب محنتیں سنت کے مطابق عمل نہ کرنے کی وجہ سے اکارت چلی جائیں گی۔ لہذا اللہ کے ہاں عبادت وریاضت تب قبول ہوتی ہے جب وہ عبادت سنت کے مطابق ہو۔

(6) گستاخی

بے ادبی اور گستاخی رسول اللہ ﷺ ایک ایسا گناہ ہے جس سے تمام اعمال صالحہ ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"یا ایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرونo"۔(الحجرات:2)

ترجمہ:- اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے اونچا مت ہونے دو۔ آپ سے اس طرح بات مت کرو جس طرح تم ایک دوسرے سے بات کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو"۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ دین اسلام میں نبی ﷺ کی عظمت کا کیا مقام ہے نبی ﷺ کے علاوہ کوئی شخص کتنا ہی قابلِ احترام کیوں نہ ہو۔ بہر حال یہ مقام نہیں رکھتا کہ اس کے ساتھ بے ادبی کی جائے تو تمام اعمال ضائع ہو جائیں۔

لیکن نبی ﷺ کی شان میں ذرا سی بھی بے ادبی اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس سے انسان کی عمر بھر کی کمائی ضائع ہو سکتی ہے۔ اصل میں آپ کا احترام اللہ تعالیٰ کا احترام ہے۔ جس نے آپ کو مبعوث فرمایا۔ لہذا جو لوگ اللہ کے نبی کی بات نہیں مانتے انہیں اللہ سے ڈرنا چاہئے۔ کہ کہیں کوئی مصیبت اور آفت ہی ان پر نہ آ جائے اور ان کے سارے اعمال برباد ہو جائیں۔

(7) ریاکاری

ریاکاری وہ فعل قبیحہ ہے جس سے انسان کی ساری محنت ضائع ہو جاتی ہے۔ اس لئے جہاں عمل کی قبولیت کیلئے ایمان اور سنت پر عمل ضروری ہے وہاں ریاکاری سے بچنے کی بھی اشد ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

ترجمہ:- اے ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتلا کر ضائع مت کرو"۔(سورۃ البقرۃ:264)

اس شخص کی طرح جو دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے۔ ریاکاری بظاہر عبادت کرتا ہے اور اس کی راہ میں صدقہ بھی کرتا ہے۔ لیکن اس کی مثال اس مٹی کی طرح ہے جو کسی صاف چٹان پر جمی ہوتی ہے اور دیکھنے والا اسے قابل کاشت زمین خیال کرتا ہے۔ لیکن جونہی بارش ہو وہ تمام مٹی دھل جاتی ہے۔ اسی طرح ریاکار کے سارے اعمال مٹ جائیں گے اور وہ ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے اور انہیں اس کا کوئی اجر بھی نہیں ملے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

"قیامت دن ایک شہید کو لایا جائے گا۔ اللہ اس سے پوچھے گا بتا تیری یہ حالت کس طرح ہوئی وہ جواب دے گا اللہ تیری رضا کیلئے۔ اللہ کہیں گے تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے اس لئے جنگ کی کہ لوگ تجھے بہادر کہیں۔ لہذا تجھے شہرت اور داد دنیا میں مل گئی۔ لہذا میرے پاس تیرے لئے کوئی اجر نہیں اور پھر حکم ہوگا کہ اسے جہنم میں اوندھے منہ گرا دیا جائے۔ یہی حال ریاکار عالم اور سخی کا ہوگا۔(مشکوٰۃ)

یعنی اتنے بڑے اعمال ریاکاری اور خلوص سے نہ ہونے کی وجہ سے انسان کے کسی کام نہ آئیں گے۔ بلکہ الٹا اس کے لئے وبال جان بن جائیں گے۔

(8) قانون اسلام سے بغاوت

جو لوگ مسلمان ہوتے ہوئے بھی قانون اسلام سے بغاوت کرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل بھی ان کے اعمال کو ضائع اور برباد کر دیتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو مسلمان ہونے کے باوجود اسلام سے بغاوت کرتے ہیں۔ اور اسلام کو غیر مستحکم کرنے کے لئے شعوری یا لاشعوری طور پر دشمنان اسلام کے ہاتھ مضبوط کرتے ہیں۔ غلبہ اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ جو کہ ان کے مزاج کے خلاف ہوں ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ ان سے کنی کترائی جا سکے۔ وہ لوگ اپنے آپ کو خطرات سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں اور محض دنیاوی مفادات کے لئے اسلام کے خلاف استعمال ہو جاتے ہیں۔ ان کی تمام عبادتیں، نیکیاں جو ظاہری شکل وصورت میں کتنی اچھی کیوں نہ ہو قانون اسلام سے بغاوت کی وجہ سے ضائع وبرباد ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ:- یہ اس راہ پر چلے جس سے اللہ ناراض ہوا۔ اور

بقیہ صفحہ نمبر ۲۷

وقت سوچوں میں گم رہتا تھا آخر کار سعد کو سٹیج پر لایا گیا اس نے چاروں طرف دیکھا اور پر عزم لہجے میں بولنا شروع کیا اگر آپ چاہتے ہیں ماؤں کی گود میں کھلنے والے پھولوں کو ان کی ماؤں سے جدا نہ کیا جائے تو جہاد کا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ ہمیشہ وہ قومیں غالب آتی ہیں جو اللہ کے راستے میں لڑنے کے لیے تیار ہوتی ہیں جہاد سے آزادی کی منزل ملتی ہے جو ہم سب کا خواب ہے اور آزادی کا سورج قربانیوں اور شہداء کے خون میں سے طلوع ہوتا ہے ہمیں جوان ہو کر ان قربانیوں کو بھولنا نہیں ہے۔ بلکہ انہیں قربانیوں کی یاد کو میدانِ جہاد میں تازہ کرنا ہے۔ وہ بولتا جا رہا تھا اس کا چہرہ چراغ کی طرح تمتا رہا تھا باقی بچوں کے چہرے بھی دمکنے لگے تھے جیسے چراغ سے چراغ جل رہے ہیں

☆ قرآن میں تیس پارے ہیں۔

☆ قرآن پاک میں 6204 آیات مبارکہ ہیں۔

☆ قرآن پاک میں سب سے بری سورۃ البقرہ ہے۔

☆ قرآن پاک میں سب سے چھوٹی سورت الکوثر ہے۔

☆ قرآن پاک میں لفظ ''محمدؐ'' چار مرتبہ آیا ہے۔

☆ قرآن پاک کا دل سورۃ یٰسین ہے۔

☆ قرآن پاک کی دلہن سورۃ رحمٰن ہے۔

☆ قرآن پاک کی سات منزلیں ہیں۔

☆ قرآن پاک کی سات منزلیں ہیں۔

☆ قرآن پاک کی سورۃ اخلاص میں صرف ایک زیر ہے۔

☆ قرآن پاک میں لفظ ''الف'' زیادہ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

☆ قرآن پاک میں سب سے زیادہ نافرمان قوم بنی اسرائیل بتائی گئی ہے۔

☆ قرآن پاک میں پیغمبروں میں سب سے زیادہ ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔

☆ قرآن پاک میں 26 انبیاء علیہم السلام کے نام آئے ہیں۔

☆ قرآن پاک میں تین خواتین کے نام آئے ہیں۔

☆ قرآن پاک میں تقریباً 700 مقام پر نماز کی تاکید کی گئی ہے۔

☆ قرآن پاک میں 114 سورتیں ہیں۔

☆ قرآن پاک میں 13 غزوات کا تذکرہ ہے۔

☆ قرآن پاک میں 150 مرتبہ خیرات کا ذکر آیا ہے۔

☆ قرآن پاک میں 14 سجدے ہیں۔

☆ قرآن پاک میں اللہ کا نام 2697 مرتبہ آیا ہے۔

☆ قرآن پاک محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے۔

☆ قرآن پاک کی پہلی سورت سورۃ فاتحہ ہے۔

☆ قرآن پاک میں چار قل شریف ہیں۔

☆ قرآن پاک کی سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی۔

☆ قرآن پاک میں کل نقطے دس لاکھ پانچ ہزار چوراسی ہیں۔ 1,05,0,84 ہیں۔

☆ قرآن پاک میں کل جملے چوراسی ہزار چھبیس 84,026 ہیں۔

☆ قرآن پاک کے حروف کی تعداد 3,229 ہے۔

☆ قرآن پاک رسول ﷺ کے دور میں سات حصوں میں تھا۔ (طلباء مسئول، راشد عباس صادق آبادی)

کیا ہم جشن آزادی منانے کے حقدار ہیں؟؟

(محمد نور الہدیٰ، مصطفیٰ آباد، لاہور)

اگست کا مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ ہر طرف سبز ہلالی پرچم لہراتے نظر آ رہے ہیں، فضا ملی نغموں سے گونج رہی ہے۔ جگہ جگہ لگے سٹالوں پر بچوں اور بڑوں کا رش لگا ہوا ہے۔ بیج، قومی پرچم، جھنڈیاں جاور قومی ترانوں کی کیسٹیں دھڑا دھڑ بک رہی ہیں۔ ہر طرف میلے کا سماں کا جوش و خروش کا مظاہرہ نظر آ رہا ہے۔ جی ہاں ! یہ ہمارا پیارا پاکستان ہے، جس کی عوام، اس (پاکستان) کی آزادی کا جشن منانے کی تیاریاں کر رہی ہے۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی 14- اگست منانے کی تیاریاں عروج پر ہیں۔ ہم اپنی آزادی کا جشن تو بنا لیتے ہیں، مگر ہم اس دن کا اصل مقصد اور اصل پیغام سے غافل ہیں۔ اس ملک کیلئے ہمارے آباؤ اجداد نے بے شمار قربانیاں دیں۔ ہمارے کتنے پیارے اس ملک کے حصول پر قربان ہو گئے۔ مگر ہم نے ان کی قربانیوں کا اس پاکستان کا کیا صلہ دیا؟ کیا یہی کہ اس میں قتل و غارت کو عام کیا، فحاشی وعریانی کو فروغ دیا، بے حیائی و بے پردگی کو عام کیا، رشوت ستانی، دوسروں کا حق مارنا، بھائی کا بھائی کو قتل کرنا، غرض کہ کونسی برائی ہے، جو ہم میں نہ ہو، پاکستان حاصل کرنے کا اصل مقصد تو یہ تھا کہ یہاں پر اسلام کا نفاذ ہوتا، مسلمان ایک قوم اور امت کے طور پر دنیا کے سامنے آتے۔ مگر ہم آزاد فضا میں سانس لیتے ہوئے بھی اب تک جسمانی طور پر تو آزاد ہیں مگر ذہنی طور پر اب تک ہندوؤں اور انگریزوں کے غلام ہیں۔ ہمارا لباس، ہمارا چہرہ، ہمارا رہن سہن، طرز زندگی، رسوم و رواج، غرض ہمارا ہر طریقہ، ہر چیز ان جیسی ہے۔ ہم ہندوؤں کے پھیلائے گئے جال میں بری طرح جکڑے جا چکے ہیں۔ ہم ان کی بنائی گئی بے ہودہ فلمیں دیکھتے ہیں۔ ان کے گانوں کی کیسٹیں آج گھر گھر میں موجود ہیں۔ یہ کیبل، ڈش، وی سی آر سب انہی کی عطا کردہ ''نعمتیں'' ہیں۔ جنہوں نے آج ہمارے گھر گھر میں پہنچ کر ہم سے شرم و حیا، چھین لی ہے۔ بھلا اتنی سستی بے غیرتی، (کیبل) کو کون ٹھوکر مار سکتا ہے اور جو بچارا غریب سگریٹ اور ہیروئن جیسی برائیوں سے بچ جاتا ہے۔ اس کے لئے کیبل اور ڈش کا ویزا تیار ہوتا ہے۔ یہ ملک جو ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ آج سے 54 سال پہلے تک تو ہم یہ نعرہ لگاتے تھے کہ (پاکستان کا مطلب کیا: لا الہ الا اللہ) مگر اب جبکہ ہم ایک آزاد فضا میں سانس لے رہے ہیں تو اس نعرے کا یہاں وجود تک نہیں ہے۔ ہم نے اس نعرے کو تکمیل تک پہنچانے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ چھتوں پر قومی پرچم لہرا کر، اپنے گھروں کو جھنڈیوں سے سجا کر، اپنے سینوں پر بیج آویزاں کر لینا اور قومی ترانے سن لینا ہی وطن سے محبت کا اظہار ہے، تو یہ غلط ہے۔ ایک دفعہ قائداعظم نے اپنے ایک خطاب میں کہا تھا کہ ہم نے زمین کا یہ ٹکڑا (پاکستان) اس لئے حاصل کیا ہے۔ کسی نے قائداعظم کے اس فرمان کا پاس رکھنے کی کوشش نہیں کہ ہر کسی نے ملک اور اسلام دشمنی کا ثبوت دیا۔ نہ تو کسی نے اسلامی نظام یا اسلام کا کوئی بھی چھوٹے سے چھوٹا حکم نافذ کرنے کی کوشش کی اور نہ ہی کسی نے بڑھتی ہوئی فحاشی وعریانی کی روک تھام کی بلکہ اس کی سرپرستی ہی کی۔ ہمارے رتمام حکمرانوں کا جھکاؤ ہمیشہ ہند اور امریکہ کی طرف رہا۔ وہی انکا قبلہ رہا ہے اسی کا حکم سر آنکھوں پر رکھا جاتا ہے۔ چاہے وہ حکم ملکی مفاد یا اسلام کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ ہمارے حکمران ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں بند ہو کر آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی باتیں مانتے ہیں۔ لیکن اگر کبھی وہ ہاتھ والے پنکھے سے ہوا لے کر اور ٹوٹی ہوئی چارپائی پر بیٹھ کر دیکھیں تو تب انہیں ملک کے کسی غریب آدمی پر ٹوٹی ہوئی قیامت کا احساس ہوگا۔ کیا مسلمانوں نے اتنی قربانیاں اس لئے دی تھیں کہ نواز شریف فارم، رائے ونڈ محل اور سرے محل وغیرہ بننے لگ جائیں۔ نہیں ہر گز نہیں بلکہ مسلمانوں نے قربانیاں صرف اور صرف اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے دی تھیں۔ اس لئے یہاں پر انگریزی نظام نہیں بلکہ محمد عربی کا نظام ہونا چاہئے تھا۔ لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہمارے سروں پر مسلط ہونے والے اب تک کے تمام حکمران انگریزوں کے ایجنٹ تھے۔ تبھی تو امریکہ کو اپنا قبلہ مانتے تھے، ہم ترقی اسی لئے نہیں کر سکے کہ

یہاں سے انگریز تو چلا گیا مگر اپنے جراثیم اپنے ایجنٹوں کی صورت میں چھوڑ گیا۔ پاکستان کی ترقی کیلئے انگریز کے ان ایجنٹوں کو ملک سے نکالنا ہوگا۔ قتل وغارت، فحاشی وعریانی، بے پردگی اور ڈش کیبل کلچر کو ختم کرنا ہوگا۔ ہندوؤں اور انگریزوں کے تہذیب وتمدن، رسوم ورواج کو ٹھوکر مارنی ہوگی۔ تب ہی کہیں جا کر ہمارا ملک اسلامی نظر آئے گا۔ ہمارے بچوں کو انگریزی تعلیم دی جارہی ہے، انہیں انگریز بنایا جارہا ہے۔ اسلامی نظام تعلیم ختم کرنے کے اقدامات کئے جارہے ہیں۔ کیا قائداعظم ہمیں ایسا ہی پاکستان دے کر گئے تھے؟...... اگر نہیں تو پھر خود ہی سوچو کہ کیا ایسے حالات میں بھی ہم جشن منانے کے حقدار ہیں......؟

امانت داری کا صلہ

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے والد مبارک رحمۃ اللہ علیہ غلام تھے۔ آپ اپنے آقا کے نہایت مطیع اور فرمانبردار غلام تھے۔ آپ بہت زیادہ متقی اور پرہیزگار تھے۔ ان کی دیانتداری ضرب المثل تھی۔ مبارک رحمۃ اللہ علیہ ایک عرصہ تک اپنے آقا کے باغ میں کام کرتے رہے، لیکن اس کے باوجود ترش اور شیریں انار میں امتیاز نہیں کر سکتے تھے۔

ایک مرتبہ ان کا آقا باغ میں آیا اور مبارکؒ سے کہنے لگا ۔ مجھے شیریں انار مطلوب ہے۔ مبارکؒ نے آقا کے کہنے پر ایک درخت سے انار توڑ کر پیش کردیا۔ آقا نے کھانا شروع کیا تو وہ ترش نکلا۔ آقا نے مبارکؒ سے کہا: ''میں شیریں انار مانگتا ہوں اور تو ترش لاکر پیش کردیتا ہے'' جاؤ! اور شیریں انار لاؤ۔ مبارکؒ گئے اور درخت سے انار توڑ لائے تو وہ بھی ترش نکلا۔

آقا نے تیسری مرتبہ شیریں انار طلب کیا۔ اب کی مرتبہ مبارکؒ کسی اور درخت سے توڑ لائے۔ تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا کہ انار ترش نکلا۔ تو آقا نے مبارکؒ سے کہا آپ کو باغ میں کام کرتے ہوئے اتنا عرصہ ہوگیا ہے۔ لیکن ابھی تک آپ کو ترش اور شیریں پھل کے درمیان فرق معلوم نہیں ہوسکا؟ مبارکؒ نے کہا! جی ہاں ایسا ہی ہے۔ آقا نے کہا، بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟ مبارکؒ نے کہا مجھے ترش اور شیریں انار کی پہچان بھلا کیسے ہوسکتی ہے؟ جبکہ میں نے کبھی انار کھایا ہی نہیں۔ آقا نے کہا تم نے کیوں اب تک انار نہیں کھایا؟ تو آپؒ نے جواب دیا اس لئے کہ آپ کی طرف سے مجھے کوئی ایسا اختیار تو تھا نہیں! آقا نے اس بات کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ کہا تھا وہ سچ تھا۔ آقا کو مبارکؒ کی حد درجہ امانت داری اور سچائی پر سخت حیرت ہوئی۔ چنانچہ آقا نے آپ کو امانت داری اور دیانت داری کے صلے میں باغبانی کے کام سے ہٹا کر اپنے قریبی ساتھیوں میں شامل کرلیا۔ اور کچھ عرصہ بعد اپنی بیٹی کی شادی مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کردی۔

بحوالہ: (ابن خلکان، شذرات الذہب 296/1۔ بستان المحدثین)

(محمد توصیف الرحمٰن شاہ۔ فاروق آباد)

ذمہ داری کا احساس

ایک بدو امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ مانگا، امیر المومنین نے فرمایا ''میرے گھر میں آج کی روٹی کے سوا کچھ نہیں'' بدو مایوس ہوکر چلا گیا۔ وہ بلند آواز سے کہتا جارہا تھا'' بخدا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آپ سے بازپرس کرے گا۔ امیر المومنین رو پڑے اور اتنا روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ پھر بدو کو بلایا اور اپنے غلام کو آواز دی'' قنبر میری زرہ لے آ، قنبر زرہ اٹھالایا، امیر المومنین نے زرہ بدو کو دیتے ہوئے کہا دیکھو تمہیں کوئی ٹھگ نہ لے۔ یہ بڑی قیمتی زرہ ہے۔ اس سے میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر اڑتی ہوئی پریشانیوں کو بارہا دور کیا۔ امیر المومنین بدو کیلئے (20) بیس درہم کافی تھے۔ قنبر نے عرض کیا۔ قنبر! اگر یہ دنیا میرے لئے سونا اور چاندی بن جائے تو میں سب کی سب اس شخص کو دے دوں، تب بھی مجھے کوئی کوفت نہ ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اس شخص کے بارے میں جو میرے سامنے کھڑا ہے، بازپرس کی تو میں کیا جواب دوں گا۔

(عمر اسحاق بن محمد منشاء اللہ موڑ کھنڈا تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ)

موت ایک اٹل حقیقت

یہ تو آسمان والے کا قانون ہے کہ اس دنیا میں جو بھی چیز آئی ہے، اس نے واپس لوٹ کر اللہ کے پاس جانا ہے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کوئی بھی ایسا انسان نہیں جو زندہ ہو، ہر کسی کو موت نے آلیا ہے۔ خواہ وہ نبی ہو۔ پیغمبر ہو یا ولی ہو۔ لیکن زندہ رہنے کی آرزو کسی کے دل میں موجود ہوتی ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موت کا وقت آیا تو موت کا فرشتہ جناب موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں ملک الموت ہوں اور آپ کی روح قبض کرنے کے لئے آیا ہوں۔ یہ بات سن کر موسیٰ علیہ السلام طیش میں آگئے اور موت کے فرشتے کو ایک عدد طمانچہ رسید کردیا۔ فرشتہ طمانچہ کھانے کے فوراً بعد اللہ رب العزت کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرہ سنایا۔ اللہ نے فرشتے کو حکم دیا کہ جاؤ اور میرے کلیم سے پوچھو کہ کیا وہ اس دنیا میں مزید زندہ رہنے کے خواہش مند ہیں۔ فرشتے نے آکر رب کا پیغام سنایا، جس پر موسیٰ علیہ السلام کا جواب ہاں میں ہوا تو رب کائنات نے فرمایا کہ موسیٰ سے کہو کہ گائے کی پشت پر ہاتھ رکھے اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے اتنے سو سال زندگی بڑھا دی جائے گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے اللہ! اتنے برس زندہ رہنے کے بعد؟ اللہ نے فرمایا: اتنے برس زندہ رہنے کے بعد پھر موت، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اتنے لمبے عرصے کے بعد بھی موت ہے تو موسیٰ ابھی روح قبض کروانے کے لئے تیار ہے۔ لیکن ایک شرط ہے کہ میری روح اس وقت قبض کی جائے جب میرے سامنے بیت المقدس ہو اور میں ملک شام کی سرزمین پر ہوں۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ شرط منظور ہے، پھر فرشتے نے موسیٰ علیہ السلام کو لیا اور شام کی طرف روانہ ہوئے، اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ سکڑ جا، زمین سکڑ گئی اور بیت اللہ کو کہا چل کر شام کی سرزمین پہنچ جا، اس نے بھی حکم کی تعمیل کی۔

ابھی موسیٰ علیہ السلام اور فرشتہ کا سفر جاری تھا کہ راستہ میں دیکھا کہ چند لوگ قبر کھود رہے ہیں پاس گئے، رک کر قبر دیکھی، بڑی شاندار قبر تھی، روشن کشادہ اور خوشبودار ایسی قبر دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کیوں نہ اس میں لیٹ کر دیکھ لو، فرمایا کہ میں اس میں لیٹ کر دیکھ لو، فرشتے نے کہا ٹھیک ہے، جناب موسیٰ علیہ السلام قبر میں لیٹے تو فرشتے نے بتایا کہ یہ ملک شام کی سرزمین ہے اور وہ سامنے بیت اللہ آپ کی شرائط پوری ہوگئیں۔ لہٰذا فرشتہ نے آپ کی روح قبض کرلی اور ایسے شاندار طریقے سے جناب موسیٰ علیہ السلام اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

(بحوالہ: صحیح بخاری شریف)

پیارے بچو! ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ ہم نے بھی مرنا ہے، موت تو آنی ہے، کیوں نہ ایسے راستے میں آئے، جہاں آنکھیں بعد میں بند ہوں اور جنت پہلے نظر آجائے، خون کا قطرہ بعد میں زمین پر گرے اور گناہ پہلے معاف ہوجائیں۔ ایسی موت صرف میدان جہاد اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرامین کے مطابق زندگی گزارنے سے آسکتی ہے۔

میرا پسندیدہ شعر

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور
ہم جام شہادت جھم کے پیا کرتے ہیں
یہ جینا جینا نہیں ہم سر کٹا کے جیا کرتے ہیں
(مبشر سحر، موڑ کھنڈا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی
خیابان میں ہے منتظر لالہ کب سے
قبا چاہیے اس کو خونِ عرب سے!
کیا تو نے صحرا نشینوں کو یکتا
خبر میں، نظر میں، اذان سحر میں!
طلب جس کو صدیوں سے تھی زندگی کو
وہ سرزمین اس نے پایا انہیں کے جگر میں!
کشادِ درِ دل سمجھتے اُس کو
ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں!
دل مردِ مومن میں پھر زندہ کر دے
وہ بجلی کی تھی نعرہ "لاتذر" میں!
عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہِ مسلمان کو تلوار کر دے۔
(عبدالغفور ماموں کانجن)

میرے سامنے گڑگڑانے میں عجب ہی مزہ ہے

مزہ شہادتوں کا ہر شے سے جدا ہے
ہر مجاہد اسی لئے ہوتا دین پہ فدا ہے
کفار کا اتحاد یہ دے رہا ہے خبر
ہنود و یہود اسلام کو مٹانے پہ تلا ہے
دے کر مسلم حکمرانوں نے ساتھ کفر کا
اپنی بے غیرتی کا ثبوت یوں دیا ہے

کریں گے اب ہم سازشیں کفر کی بے نقاب
اپنے اللہ سے عہدِ وفا ہم نے بھی کیا ہے
دے کر اپنا لہو، پھیلائیں گے اسلام ہر سو
اب تو اپنی بس یہی آرزو و تمنا ہے

منائیں گے ہم اللہ کو کر کے التجائیں
رب کے سامنے گڑگڑانے میں عجب ہی مزہ ہے
رت شہادتوں کی اب تو قریب آ رہی ہے
خونِ مسلم سے ظلمتوں میں چراغ پھر جلا ہے
ہمیشہ جگمگاتا ہے افق پہ چاندنی کی طرح
خونِ شہیداں کی یہ بھی اک ادا ہے
مزہ شہادتوں کا ہر شئے سے جدا ہے
ہر مجاہد اسی لئے ہوتا دین پہ فدا ہے
(از......اخت ابوذر عبداللہ موڑ کھنڈا)

اک مسلم بیٹی کے جذبات

کچھ تو یادیں نبویؐ کی بہت تڑپاتی ہیں
کچھ معرکہ آرائیاں بھی لہو میرا گرماتی ہیں
ام عمارہ کی سیرت سے سیکھا ہے سبق میں نے
بیٹیاں اسلام کی کفر کے مقابل ڈٹ جاتی ہیں
پڑھتی ہوں میں جب بھی سیرت بنتِ ازور کی
تو معرکہ آرائیاں اس کی حوصلہ میرا بڑھاتی ہیں
نقشہ قادسیہ کا جب بھی آتا ہے میرے سامنے
اسلام کی مائیں اولاد کو دین پہ کٹ مرنا سکھاتی ہیں
جب خالد و قاسم و ایوبی کہیں بھی نظر نہیں آتا
بیٹیاں اسلام کی آیت و وفاء حوا بن جاتی ہیں
آ اے غیرت مند مسلم! سویا ہوا تو کہاں ہے
تیری بے ردا بہنوں کی منتظر نگاہیں تجھ کو بلاتی ہیں

اگر غیرت دینی تجھ میں نہیں اے غافل مسلماں
پہن لے تو چوڑیاں ہماری مقتل کو ہم سجاتی ہیں
کچھ تو یادیں نبویؐ دور کی بہت تڑپاتی ہیں
کچھ معرکہ آرائیاں بھی لہو میرا گرماتی ہیں
(از اخت: ابوذر عبداللہ موڑ کھنڈا)

ترکہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے وفات کے وقت گیارہ لڑکے چھوڑے تھے ان کا کل ترکہ سترہ دینار تھا۔ پانچ دینار ان کے کفن پر خرچ ہوئے۔ دو دینار سے دفن کیلئے زمین خریدی گئی۔ باقی رقم گیارہ لڑکوں میں تقسیم ہوئی۔ ہر لڑکے کے حصہ میں انیس انیس درہم آئے۔ ہشام بن عبدالمالک نے بھی گیارہ لڑکے چھوڑے تھے۔ ان میں سے ہر کو دس دس لاکھ درہم ملے لیکن بعد میں دیکھنے والوں نے دیکھا کہ عمر بن عبدالعزیز کے ایک لڑکے نے ایک دن میں سو گھوڑے جہاد کے لئے دیئے اور ہشام کے ایک لڑکے کو لوگ صدقہ دے رہے تھے۔

(عتیق الرحمٰن عاصم معرفت اشرف میڈیکل سٹور عیدگاہ روڈ ہارون آباد)

معمولی مگر ہلاک کر دینے والا عمل

ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھنا......

(1) جو آدمی ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھتا ہے قیامت کے دن اللہ اس کی طرف نہیں دیکھیں گے (بخاری و مسلم)

(2) جو آدمی ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھتا ہے اس وہ حصہ آگ میں جلایا جائے گا (بخاری)

(3) جو آدمی ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی (ابوداؤد)

(4) امام محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں یہ ہلاک کر دینے والے گناہوں میں سے ہے۔ (مسند احمد)

(5) آدمی کا ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھنا تکبر سے ہے۔ (ابی داؤد)

(6) جس کے دل میں رائی کے برابر تکبر ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (مسلم)

(7) ٹخنوں پر چادر کا کوئی حق نہیں ہے۔ (مسند احمد)

(8) جو آدمی ٹخنوں سے نیچے کپڑا رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں کرتے۔ (احمد)

(9) آدمی کی اچھائی اسی میں ہے کہ وہ اپنی چادر نہ لٹکائے۔ (ابی داؤد)

(عبدالحفیظ تائب رنگ پوری)

صاحب السیف والقلم
امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

آصف خورشید

''میں کوئی ایسا امر تسلیم نہیں کروں گا جو میرے اوپر زبردستی یا حکومت کے بل بوتے پر مسلط کیا جارہا ہو اور نہ اپنے عقائد میں کبھی کوئی تبدیلی کرسکتا ہوں۔ یہی نہیں بلکہ میرے عقائد میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہوسکتا''

والی شام خط پڑھ کر عوام کو سنا رہے تھے۔ یہ ایک قیدی کی طرف سے خط تھا جو مصر کی ایک قید میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کررہے تھے اور عوام خط سن کر اس قیدی کے لیے دعائیہ کلمات کہہ رہے تھے۔ جی ہاں! راہِ عزیمت کے اس قیدی کا نام تھا...... شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ..........

تاریخ اسلام آپ کے سامنے ہے۔ کون ایسا ہے جس نے کلمۂ حق بلند کیا ہو، توحید کا پرچم لہرایا ہو اور پھر اسے مصائب و آلام کا سامنا نہ کرنا پڑا ہو، اس پر کیچڑ نہ اچھالا گیا ہو اور اسے قید و بند کی مشقتوں میں نہ ڈالا گیا ہو...... بلکہ ایسے جانثار آپ کو ملیں گے جنہوں نے ''ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا'' کی عملی تفسیر بن کر ان تمام صعوبتوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور ثابت کیا کہ

صداقت کو بیاں کرنے سے مومن رک نہیں سکتا
اتر سکتا ہے سر اس کا لیکن جھک نہیں سکتا

انہیں شخصیات میں ایک نام امام ابن تیمیہؒ کا بھی ہے۔ جب ان کو قید و بند اور جلاوطنی کی دھمکیاں دے کر راہِ حق سے ہٹانا چاہا تو انہوں نے کہا:

''میرا ایمان و یقین میرے سینے میں ہے۔ قید میری خلوت اور قتل میری شہادت ہوگی اور اگر مجھے جلاوطن کردیا گیا تو یہ میری سیاحت ہوگی''

راہِ عزیمت کے مسافر امام ابن تیمیہؒ نے ایک ایسے شہر کے قید خانے میں بند تھے جہاں کے رہنے والے آپ کے فضل و علم سے ناآشنا تھے۔ حالانکہ آپ ہی کے کمالات اور شجاعت کی وجہ سے اہل مصر کو تاتاریوں کے مقابلے میں فتح ہوئی تھی۔ اہل مصر اگرچہ اس بات پر ہمیشہ نازاں رہتے تھے کہ انہوں نے تاتاریوں کو شکست دے کر اسلام دشمنی کا قلع قمع کردیا لیکن درحقیقت اس معرکے کا سہرا امام ابن تیمیہؒ کے سر پر ہی تھا۔ آپ ہی کے وعظ و نصیحت اور جوش و ولولے کا نتیجہ تھا کہ شام اور مصر کے عوام کا سرد خون ایک دفعہ پھر گرم ہوکر رگوں میں جوش مارنے لگا۔ آپ نے ایسی تقریریں کیں کہ لوگ جوق در جوق اسلام کے پرچم تلے جمع ہوگئے۔ ہر طرف الجہاد، الجہاد کی صدائیں بلند ہونے لگیں، شہادت کا شوق پھر سے ہر دل میں گھر کرگیا اور اسی ایمان کی قوت کی بنا پر تاتاریوں کو شکست فاش ہوئی۔ جبکہ اس کے برعکس اہل شام آپ کے قید میں رہنے کی وجہ سے افسردہ رہتے تھے۔ انہیں علم تھا کہ امام ابن تیمیہؒ ہی تھے جو ان کے مخالف اور جان کن طوفانوں میں سینہ سپر رہے اور انہی کے بل بوتے پر انہوں نے تاتاریوں سے نجات حاصل کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ شیخ الاسلام جب بھی خط لکھتے تو والی شام عوام الناس کو جمع کرکے وہ خط پڑھ کر سناتا تھا اور آپ کے لیے تحسین و آفرین کے نعرے بلند کرتا۔ والی شام آپ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، استقامت و شجاعت سے اس قدر متاثر تھا کہ ایک دفعہ اس کے منہ سے بے اختیار یہ کلمات نکلے کہ

میرا ایمان و یقین میرے سینے میں ہے قید میری خلوت اور قتل میری شہادت ہوگی اور اگر مجھے جلاوطن کردیا گیا تو یہ میری سیاحت ہوگی

''میری نظر سے امام ابن تیمیہ جیسا کوئی آدمی نہیں گزرا جس میں شجاعت و دلیری کے یہ جوہر موجود ہوں''۔

انکارِ بدعات اور ازالۂ منکرات:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے تاتاریوں سے فرصت پا کر حسب معمول اشاعت اور رد بدعات میں مشغول ہوگئے۔ یہ وہ دور تھا جب ہر طرف شرک و جاہلیت کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ میدان جہاد میں اپنی تلوار کے جوہر دکھانے کے بعد آپ نے پھر قلمی جہاد کا آغاز کردیا۔ آپ اکثر متفکر رہتے تھے کہ کس طرح سے امتِ مسلمہ کو بدعات اور منکرات الٰہی سے بچایا جائے۔

ایک دفعہ آپ کو اطلاع ملی کہ دمشق کے نواح میں ایک نہر کے کنارے پر ایک چٹان ہے جہاں مسلمان زیارت کے لیے جاتے ہیں وہاں نذریں مانتے اور نیازیں چڑھاتے ہیں۔ آپ کچھ ساتھیوں کے ہمراہ وہاں گئے۔ مزدوروں اور سنگ تراشوں سے مل کر اس چٹان کو کاٹ کر شرک و بدعت کا دروازہ بند کردیا۔

اس کے بعد آپ نے ان صوفیا کی خبر لینی شروع کردی جو ظاہرداری اور مکاری سے لوگوں کو جال میں پھنساتے اور عوام ان کی پوجا پاٹ کرتے تھے۔ آپ نے ان کے خلاف اعلان جنگ کردیا۔ انہیں صوفیا میں سے ایک گروہ ''رفاعی'' کے نام سے مشہور تھا۔ یہ جماعت سید احمد رفاعی کی پیروکار تھی۔ ان لوگوں کا دعویٰ تھا کہ سید احمد رفاعی کی برکت سے ان کے جسموں پر آگ کا اثر نہیں ہوتا۔ یہ لوگوں کے سامنے آگ میں سے گزرتے اور آگ ان پر کچھ اثر نہیں کرتی تھی۔

درحقیقت یہ سید احمد رفاعی کی برکت نہیں تھی بلکہ یہ لوگ اپنے جسم کے اردگرد ایسا مرکب لگالیا کرتے تھے کہ آگ کے اثرات ان پر نہیں ہوتے تھے۔ یہ لوگ اپنا دعویٰ لے کر نائب السلطنت کے پاس پہنچے۔ اتنے میں امام ابن تیمیہؒ کو اطلاع مل چکی تھی۔ آپ نے ان سے کہا کہ تاگر تم لوگ سچے ہو تو آگ میں کودنے سے پہلے گھاس اچھی طرح جسم پر رگڑو اور اس کے بعد نہالو۔ پھر اس کے بعد اگر واقعی آگ تم پر اثر نہیں کرے گی تو ہم مان جائیں گے۔

یہ سن کر ان کے سردار نے جواب دیا

''ہم تو تمام کرامتیں تاتاریوں کے مقابلے میں دکھاتے ہیں شرع اور دین کے مقابلے پر نہیں''

یہ بات سردار کے منہ سے نکلنے کی دیر تھی کہ لوگ حقیقت سمجھ

گئے اور بعد میں ان کو غداریٔ قوم اور بغاوت حکومت کے جرم میں سزائیں دی گئیں۔

مصائب وآلام کا دور:

شیخ الاسلام کے کارناموں اور علمی فتوحات کی وجہ سے جوں جوں آپ کے مراتب میں ترقی آتی گئی آپ کے مخالفین اور حاسدوں کا زور بھی بڑھتا گیا۔حاسدین کے دلوں میں حسد کی چنگاریاں آگ کے شعلوں کی طرح بھڑکنے لگیں۔اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ کے خلوص کو دیکھ کر نہ صرف عوام بلکہ حکام بھی کوئی کام آپ سے پوچھے بغیر نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ عہدوں پر تقرریاں بھی آپ ہی کے مشورے سے عمل میں لائی جاتی تھیں۔اس کے علاوہ گمراہ عقیدے رکھنے والے صوفیاء کی جماعت بھی آپ کی مخالفت میں پیش پیش تھیں۔

چنانچہ ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا اور پھر ایک وفد کی صورت میں نائب السلطنت کے پاس پہنچے اور انہیں کہا کہ امام ابن تیمیہ کو ہمارے خلاف گفتگو کرنے سے روکا جائے اور ان کو ہدایت کی جائے کہ ہمارے راستے کی رکاوٹ نہ بنے ہم جس راستے پر گامزن ہیں اس سے ان کو کیا مطلب؟ نائب سلطنت۔نے آپ کو طلب کیا اور ان کا مطالبہ آپ کے سامنے پیش کیا۔

امام ابن تیمیہؒ نے دوٹوک الفاظ میں اپنا موقف بیان کرتے ہوئے کہا:

''جو لوگ اپنے آپ کو دائرہ اسلام میں رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور مسلمان کہلاتے ہیں ان کو اپنا ہر قول وفعل کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مطابق ثابت کر کے عوام کے سامنے پیش کرنا ہوگا اور اگر ایسا نہیں تو پھر ان کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ان کے غلط تصورات اور عقائد کی تردید اور مخالفت ہر موقع پر کی جائے گی۔''

آپ کے دشمنوں کا یہ گروہ اپنی پوری کوشش میں رہتا تھا کہ کسی طرح سے حکام کو آپ سے برگشتہ کر دیا جائے۔یہ لوگ آپ کی علم وفضیلت سے جلتے تھے اور بار بار شکایت لے کر دربار حکومت میں پہنچ جاتے تھے لیکن ہر دفعہ آپ ان کے دلائل کا ایسا دندان شکن جواب دیتے تھے کہ ان کو اپنے مشن میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا۔دربار حکومت کا ہر شخص آپ کے دلائل کے آگے سر تسلیم خم کر لیتا۔

ان حالات میں جب آپ کے مخالفین نے دیکھا کہ والیٔ شام اور عوام الناس کے دلوں میں آپ کے لیے محبت اور احترام دن بدن بڑھتے جا رہا ہے تو انہوں نے مصر کے محاذ پر آپ سے لڑنے کا فیصلہ کر لیا۔شام کی حکومت نے خود اپنی موجودگی میں مناظرے کا میدان لگوایا لیکن اس میں بھی شیخ الاسلام کے دلائل کے آگے مخالفین نہ ٹھہر سکے اور آپ نے یہ میدان بھی مار لیا۔یہ دیکھ کر مصر کی حکومت نے آپ کو بغرض حفاظت مصر آنے کے لیے کہہ دیا۔شام کے حکام اور لوگ جانتے تھے کہ اس کا مقصد صرف اور صرف آپ کو دعوت حق سے روکنا ہے اس لیے شام کے حکام اور عوام دونوں نے مل کر آپ کو روکنے کی کوشش کی لیکن آپ رکنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔اس کی یہ وجہ ہرگز نہیں تھی کہ آپ کو اس بات کا علم نہیں تھا بلکہ آپ سمجھتے تھے کہ اگر دین حق بیان کرتے ہوئے مجھے مصائب وآلام سے بھی گزرنا پڑا تو کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ کو بھی دین حق کے لیے بے تحاشا قربانیاں دینا پڑیں۔چنانچہ آپ نے فیصلہ کر لیا کہ میں توحید اور سنت کی شمع ہر حال میں مصر کے لوگوں کے دلوں میں روشن کروں گا۔آپ کو یقین تھا کہ آپ اپنے علم کلام،قوت تقریر اور دلائل کی بنیاد پر مصر میں توحید کی اشاعت اور شرک وبدعات کا رد کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔آپ نے نائب دارالسلطنت سے کہا:

''میرا مصر جانا قطعی قرین مصلحت ہوگا اور وہاں جانے میں بہت فوائد کی امیدیں ہیں''۔

چنانچہ ہر جگہ اعلان ہو گیا کہ آپ جا رہے ہیں۔لوگ آپ کو الوداع کہنے کے لیے آئے ان کے چہروں پر رنج وتفکر کی لہریں دوڑ رہی تھیں لیکن آپ مطمئن تھے دل میں امید ویقین کے گہرے اثرات تھے۔

مصر میں الزامات:

705ھ میں آپ مصر کے لیے روانہ ہوئے۔راستے میں جہاں جہاں سے گزرتے گئے سنت کی شمعیں روشن کرتے گئے۔مصر میں آپ کے دشمن پہلے ہی سے گھات لگائے بیٹھے تھے۔چنانچہ وہی پرانے الزامات لگائے گئے۔امام ابن تیمیہؒ نے تقریر کرنا چاہی لیکن انہیں موقع نہیں دیا گیا۔آپ سمجھ گئے کہ یہ لوگ افہام وتفہیم نہیں چاہتے بلکہ ان کا مقصد کچھ اور ہے۔آپ نے پوچھا کہ میرے نظریات اور عقائد کے سلسلہ میں فیصلہ کا اختیار کس کے پاس ہے۔

جواب ملا...... قاضی مالکی زین الدین کے ہاتھ میں۔

آپ نے فرمایا...... یہ تو میرے مدمقابل اور حریف ہیں اور اس حیثیت سے ان کو فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔

یہ سن کر قاضی صاحب غضب ناک ہو گئے اور آپ کو رمضان المبارک کے مہینے میں مصر کی جیل میں بھیج دیا گیا۔

رہائی کی پیش کش:

شیخ الاسلام تقریباً ایک سال قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔آخر حاکم قاہرہ کے دل میں خیال آیا کہ جس شخص نے اتنے بڑے معرکے سر کیے ہوں لاکھوں آدمیوں کی قیادت میں تاتاریوں کو شکست فاش سے دوچار کیا ہو۔جس کے مکتب سے لاکھوں لوگوں نے دین کا علم حاصل کیا ہو اس کو بے قصور اور بغیر کسی میعاد کے جیل بھیج دینا یقیناً ظلم ہے۔چنانچہ اس نے حنفی،شافعی اور مالکی فقہاء کو جمع کر کے اس کی توجہ دلائی۔تمام لوگوں نے آپ کی بے گناہی کا اعتراف کیا لیکن کوئی بھی شخص کھل کر سامنے آنے کے لیے تیار نہ تھا۔

البتہ ایک شخص بول اٹھا کہ امام ابن تیمیہ کو رہا کر دیا جائے لیکن ان کے سامنے کچھ شرائط رکھی جائیں کہ وہ اپنے نظریات سے کنارہ کشی کر لیں۔

چنانچہ ان کا وفد آپ کے پاس گیا اور اپنی شرائط پیش کیں،یہ وفد ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ آپ کی خدمت میں پیش ہوا۔لیکن آپ نے خلاف سنت عقیدہ کی مخالفت نہ کرنے سے بہتر یہی سمجھا کہ جیل میں زندگی گزار دیں اور ساتھ ہی یوسف علیہ السلام کے یہ الفاظ دہرائے کہ

''یہ لوگ جس امر کی مجھے دعوت دے رہے ہیں اس سے یہی بہتر ہے کہ میں جیل میں اپنی زندگی گزار دوں''۔

جو لوگ اپنے آپ کو دائرہ اسلام میں رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور مسلمان کہلاتے ہیں ان کو اپنا ہر قول وفعل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ثابت کر کے عوام کے سامنے پیش کرنا ہوگا

قید سے رہائی:

امام ابن تیمیہؒ صدائے حق بلند کرنے کی پاداش میں جیل کی سختیاں برداشت کرتے رہے اس دوران آپ کو کئی دفعہ مشروط رہائی کی پیش کش کی گئی لیکن آپ نے قرآن وسنت کے خلاف کسی بھی بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

۲۳ ربیع الاول 707ھ میں ایک رئیس مصر حسام الدین بن عیسیٰ آپ سے ملاقات کرنے کے لیے حاضر ہوا۔اس نے آپ کو قسم دے کر مجبور کیا کہ آپ اس کے ساتھ نائب دارالسلطنت سالار کے پاس چلیں۔آپ اس کی قسم سے مجبور ہو کر چلنے کے لیے رضامند ہو گئے۔اس دوران انہوں نے شہر کے تمام علماء کو دعوت دی کہ آپ جمع ہو کر ابن تیمیہؒ سے مناظرہ کر لیں چونکہ تمام علماء وفقہا آپ کے اعلیٰ وارفع دلائل سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ آپ کا مقابلہ کرنا ان کے بس کی بات نہیں چنانچہ کسی نے بیماری کا بہانہ کر کے اور کسی نے کوئی عذر پیش کر کے مجلس میں آنے سے انکار کر دیا اور نائب السلطنت بھی اس حقیقت سے واقف ہو چکا تھا اس لیے اس نے بھی کسی پر زور دینا مناسب نہیں سمجھا۔

رہائی کے بعد حسام الدین بن عیسیٰ یہ چاہتے تھے کہ آپ ان

باقی صفحہ 25 پر

تعلیم کے نام پر پیسہ لینے یا منافع کمانے کو حرام سمجھا جاتا تھا۔ اور اسی روایت کو انہوں نے ماڈرن تعلیمی اداروں تک قائم رکھا۔ ۱۹۷۳ء تک کوئی پرائیویٹ تعلیمی ادارہ، اسکول، کالج یا یونیورسٹی ایسی نہ تھی جس کے دروازے سے غریب گھر کے طالبعلم کو خوف آتا ہو۔ جہاں غریب کے بچے نہ داخل ہو سکتے ہوں۔ یہ وہ دروازے تھے جن کی عمارتیں لوگوں کے چندے سے تعمیر کی گئیں۔ علی گڑھ سے لے کر دیو بند تک اور انجمن حمایت اسلام سے لے کر سندھ مدرستہ الاسلام تک۔ جہاں قائد اعظم سے لے کر علامہ اقبال تک، سر شاہ سلیمانؒ سے لے کر فیض احمد فیض تک پڑھتے رہے۔ جہاں کے پڑھے لکھے لوگ نہ ایچی سن سے خوف کھاتے تھے اور نہ کانونٹ اور گرائمر اسکولوں سے مقابلہ کرنے سے ڈرتے تھے۔ انہیں علم تھا کہ ایسے ہی بوریا نشین اسکولوں نے بوعلی سینا کو جنم دیا تو پوری دنیا میں طب کا باب کھلا، جابر بن حیان پیدا ہوا تو سائنس کی راہیں متعین ہوئیں، ابن الہیثم نے علم حاصل کیا تو ریاضی کے اصول متعین ہوئے اور آج دنیا کی کوئی ماڈرن سے ماڈرن یونیورسٹی علم کی اس سیڑھی پر قدم رکھے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتی۔ لیکن یہ کیسے ناممکن تھا کہ ہم اپنی بنیاد پر قائم رہیں۔ اپنی انفرادیت برقرار رکھیں اور پوری دنیا کو اپنے رنگ میں رنگنے کا خواب دیکھنے والے خاموش بیٹھے رہیں۔

وہ اپنے کام میں مصروف تھے کہ گیارہ ستمبر آ گیا۔ اب تو لوہا گرم ہو یا نہ ہو، وار ضروری ہو گیا تھا۔ امریکہ کے دفتر خارجہ نے گیارہ ستمبر کے فوراً بعد لاکھوں ڈالر دے کر بروکنگز انسٹی ٹیوٹ کو ایک پراجیکٹ دیا کہ ہم مسلمان ملکوں میں تعلیم کے نظام کو کیسے ''درست'' کر سکتے ہیں۔ ستمبر ۲۰۰۲ء میں پی ڈبلیو سنگر کی سربراہی میں ایک رپورٹ بنائی گئی اور بتایا کہ ہم کیسے مسلمانوں سے ان کی روح اور اقدار کو ان سے دور کرا سکتے ہیں۔ پہلا کام ان ملکوں میں نظام تعلیم سے ان حصوں کو نکالنا ہے جن سے ان کے اسلاف کے کارناموں کی بو آتی ہو۔ ان کی اقدار جن میں انصاف، اخلاق، شرم و حیا، عدل اور حاکمیت الٰہی شامل ہے اس کی جگہ حقوق نسواں، عالمی برادری، انسانی حقوق اور مذہبی جبر کے خلاف تحریک وغیرہ کو شامل کرنا ہے۔ لبرل تعلیم کا نعرہ سب سے اہم اور بنیادی ہے۔

اس پالیسی کے نفاذ کے آغاز میں امریکا کی بین الاقوامی ترقیاتی ایجنسی نے پاکستان کو سو ملین ڈالر کی امداد کا اعلان کیا تاکہ تعلیمی میدان میں اصلاحات کی جائیں۔ یونیسکو کے ایک اہم رکن اور ٹاسک فورس کے چیئرمین ہیمبری روٹکی کو اس کام کے لئے مخصوص کیا گیا اور ورلڈ بینک کی رپورٹ میں مدرسوں کو کنٹرول کرنے کا راستہ دکھایا گیا۔

بروکنگز انسٹیٹوٹ کی یہ رپورٹ پہلی نوعیت کی پہلی رپورٹ ہے جس میں کھل کر کہا گیا ہے کہ امریکا کی تمام این جی اوز اور پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں لبرل اور مذہب سے بیگانہ لوگ موجود ہیں۔ ان کو ڈھیروں امداد دی جائے۔ ان کے فارغ التحصیل طلبہ کو اسکالرشپ دیئے جائیں اور جن اداروں میں مذہبی لوگ شامل ہیں ان سے حکومت کے ذریعے معاشی ناکہ بندی کروائی جائے اور غیر فعال کیا جائے۔ یہ انسٹیٹیوٹ کہتا ہے کہ تعلیمی اداروں کو جتنا ممکن ہو سکے پرائیویٹ سیکٹر میں دیا جائے تاکہ ان کے بورڈز کو مالی امداد کے ذریعے مجبور کیا جا سکے کہ وہ ہماری مرضی کا نظام تعلیم اپنے اسکولوں میں رائج کریں اور پورے ملک میں گزشتہ ایک سال سے اس کام کا آغاز ہو چکا ہے۔ اساتذہ اور طلبہ لاکھ احتجاج کریں ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ ہمیں تو کھنکھناتے ہوئے ڈالروں میں ملنے والی امداد چاہیے۔ کتابیں مرتب ہو رہی ہیں۔ ورکشاپس منعقد ہو رہی ہیں۔ کنسلٹنٹ اسلام آباد کے سرسبز ماحول میں بیٹھے کام کر رہے ہیں اور سو سال پہلے اس ملک کو ایک بے سروپا نظام تعلیم دینے والے ایک بار پھر ایسی مسلمان قوم کا خواب دیکھ رہے ہیں جن کی نصاب کی کتابوں میں ڈھونڈنے سے صدیق اکبرؓ کی صداقت، فاروق اعظمؓ کی عدالت، عثمان غنیؓ کی سخاوت، حیدر کرارؓ کی شجاعت کا تذکرہ نہ مل سکے اور ایسے میں اگر دینیات کا کوئی بوڑھا استاد آنسوؤں میں بھیگی دعاؤں میں ان شخصیات کا ذکر کرے گا تو بچے حیرت سے دیکھ رہے ہوں گے اور سوچ رہے ہوں گے کہ یہ لوگ کون تھے، کہاں تھے، ہمارا ان کے ساتھ کوئی تعلق بھی ہے یا نہیں؟

بقیہ امام ابن تیمیہ

کے ساتھ دمشق چلیں لیکن آپ نے مصر میں رہ کر لوگوں کو دین حق کی دعوت دینا بہتر سمجھا۔

مصر کی مساجد میں آپؒ نے پھر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور یہ کیفیت پھر سے پیدا ہو گئی کہ آپ کی محفل میں لاتعداد سامعین شرکت کرتے اور ایک ہجوم لگا رہتا۔

امام ابن تیمیہؒ نے دعوت و تبلیغ کے دوران ان تمام لوگوں کو قطعی نظر انداز کر دیا جن کی وجہ سے آپ کو قید کی سختیاں برداشت کرنا پڑیں تھیں اور یقیناً ایک باعمل عالم کی یہی نشانی ہوا کرتی ہے۔ آپ نے دمشق والوں کو ایک خط میں لکھا:

''آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں کسی بھی مسلمان کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتا نہ ظاہری اور نہ ہی باطنی۔ مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ جن لوگوں کی وجہ سے مجھے مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا میں ان سے اس کا بدلہ لوں۔ لہٰذا جو لوگ میرے مصائب و آلام کا اب تک باعث بنے رہے، میں سچے دل سے ان کو معاف کرتا ہوں''۔

ایک اور آزمائش:

امام ابن تیمیہؒ نے مصر میں موجود صوفیا کی جماعت کا محاسبہ کرنا شروع کر دیا جو محی الدین ابن عربی کی سرپرستی میں وحدت الوجود کے گمراہ کن عقیدے کی پیروکار تھی۔ ابن عربی چونکہ صوفیا میں بہت مقبول تھے لہٰذا وہ سارے ایک گروہ کی شکل میں سلطان کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ امام ہمارے مشائخ کو گالیاں دیتے ہیں اور عوام کے دلوں میں ان کی عزت اور وقار کم کرنا چاہتے ہیں۔

ان کی شکایت پر سلطان نے مباحثہ کی ایک مجلس منعقد کی تاکہ حق اور باطل میں فرق واضح ہو جائے۔ چنانچہ جب آپ مباحثہ میں آئے تو آپ کی زبان پر یہ کلمات تھے۔

''ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے وہ بڑا اور اچھا محافظ اور وکیل ہے۔''

آپ نے اس مجلس میں مخالفین کے باطل دعووں کو کھول کھول کر قرآن وحدیث کی روشنی سے جھوٹا ثابت کر دیا۔ آپ کی ہر دلیل جاندار اور جواب جچا ہوا تھا۔ اور پھر آخر کار مخالفین خاموش ہو کر رہ گئے۔ اس واقعہ کے بعد صوفیا آپ کے اور زیادہ مخالف ہو گئے مگر آپ نے دعوت جاری رکھی اور مخالفتوں سے بے نیاز ہو گئے۔

آخر کار حکومت نے صوفیا کے زور سے تنگ آ کر آپ کو تین شرائط پیش کیں کہ یا تو آپ دمشق واپس جائیں یا پھر اپنی زبان بند کر لیں ورنہ جیل کی کوٹھڑی آپ کی منتظر ہے۔

آپ نے حق پر زبان بندی کی بجائے جیل جانے کو ترجیح دی لیکن شاگردوں کی پرزور استدعا پر آپ نے دمشق جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ابھی آپ راستے میں ہی تھے کہ حکومت نے پھر آپ کو واپس بلایا اور کہا کہ مصلحت اسی میں ہے کہ آپ جیل کی تاریکی میں زندگی گزار دیں۔

تقریباً چھ ماہ بعد پھر آپ کو رہا کر دیا گیا اور آپ پھر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

رہائی کے بعد امام ابن تیمیہؒ حسب معمول کتاب و سنت کی اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ زیارت قبور کے متعلق آپ نے نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث کہ

''میری قبر کو زیارت گاہ نہ بناؤ'' (ابی داؤد)

فتویٰ جاری کیا تھا کہ اس کی رو سے رسول اکرم ﷺ کی قبر کی زیارت ضروری نہیں۔ اسی بات پر مخالفین کو ایک اور موقع مل گیا۔ انہوں نے ایک دفعہ پھر آپ کے خلاف محاذ بنا کر آپ کی مخالفت شروع کر دی۔ ان کے اس پراپیگنڈے سے متاثر ہو کر حکام نے آپ کو ایک بار پھر جیل بھیج دیا۔ حکام نے آپ کو تو قید کر لیا لیکن آپ کے نظریات و افکار کو قید نہیں کر سکے جو لاکھوں لوگوں کے دلوں میں موجود تھے۔ چنانچہ لوگوں نے جیل میں آپ کے ساتھ سوال و جواب کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ بات آپ کے مخالفین کے لیے انتہائی تکلیف دہ تھی۔

امام ابن تیمیہؒ جیل کی چار دیواری میں حوادث روزگار اور مصائب کا مقابلہ پوری شجاعت و ہمت سے کرتے رہے۔ آپ اطاعتِ الٰہی سے کبھی ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے۔ ان پابندیوں کے تقریباً 20 روز بعد آپ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ کروڑوں رحمتیں ہوں آپ پر۔

سلام کرنے میں پہل

دنیا کے ہر مذہب میں سلام کرنے کا طریقہ جدا جدا ہے۔ عیسائی، ہندو اور مسلمان اپنے اپنے مذہب کے مطابق سلام کرتے ہیں۔ مگر یہ ہم لوگوں کی خوش قسمتی ہے کہ مذہب اسلام نے ہمیں جس طرح سلام کرنے کا طریقہ بتایا ہے وہ سب سے افضل ہے، جس کا مقابلہ کوئی دوسرا مذہب نہیں کر سکتا۔ ہمارے مذہب نے بچوں کو

محمد امین غوری، بہاول نگر

بھی یہی تعلیم دی ہے کہ وہ اپنے بڑوں یعنی والدین، اساتذہ وغیرہ کو سلام میں پہل کریں۔ ہمارے مذہب اسلام میں کوئی بچہ یا بڑا کسی کو سلام کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے ''تم پر سلامتی ہو، اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔'' دوسری طرف دیکھیں کہ انگریز صبح کو صبح بخیر کہتے ہیں گویا شام کو بے شک وہ انسان کو بیمار ہو جائے اسے کچھ ہو جائے۔ مگر ہمارے سلام میں پورے دن اور رات کے لیے ایک طرح سے سلامتی اور اللہ کی رحمت کی دعا ہوتی ہے۔ سلام کرنے کے بھی کئی آداب ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سورہ الانعام میں کچھ یوں ارشاد فرمایا ہے۔ ''اے نبی ﷺ! جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہیے ''السلام علیکم۔''

مندرجہ بالا آیت میں نبی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے بالواسطہ امت کو یہ اصولی تعلیم دی گئی ہے کہ مسلمان جب بھی مسلمان سے ملے تو محبت اور مسرت کے جذبات کا تبادلہ کریں اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے سلامتی اور عافیت کی دعا کریں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''تم لوگ جنت میں نہیں جا سکتے جب تک کہ مومن نہیں بنتے اور تم مومن نے بن سکتے جب تک کہ ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ میں تمہیں وہ تدبیر کیوں نہ بتا دوں جس کو اختیار کر کے تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو۔ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔'' (مشکوٰۃ)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے جب سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کو فرشتوں کی ایک جماعت کے پاس بھیجتے ہوئے یہ حکم دیا کہ جاؤ اور ان بیٹھے ہوئے فرشتوں کو سلام کرو۔ اور وہ سلام کے جواب میں جو دعا کریں۔ اس کو غور سے سننا (اور محفوظ رکھنا) اس لیے کہ یہی تمہاری اور تمہاری اولاد کی دعا ہوگی۔ چنانچہ آدم علیہ السلام فرشتوں کے پاس پہنچے اور کہا ''السلام علیکم'' فرشتوں نے جواب میں کہا: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' یعنی ورحمۃ اللہ کا اضافہ کر کے جواب دیا۔ (بخاری مسلم) قرآن مجید میں آیا ہے کہ فرشتے جب مومنوں کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو آ کر سلام علیکم کہتے ہیں۔ جب آپ اپنے گھر میں داخل ہوں تو گھر والوں کو سلام کریں،

قرآن میں ہے: ''پس جب تم اپنے گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے (گھر والوں) کو سلام کیا کرو یہ دعائے خیر اللہ کی طرف سے تعلیم کی ہوئی بڑی ہی بابرکت اور پاکیزہ ہے۔'' چھوٹے بچوں کو بھی سلام کیجئے۔ یہ بچوں کو سلام سکھانے کا بہترین طریقہ بھی ہے اور نبی ﷺ کی سنت بھی۔ انس رضی اللہ عنہ بچوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کیا اور فرمایا نبی ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کیجیے۔ اور کبھی خدانخواستہ کسی سے ان بن ہو جائے تب بھی سلام کرنے اور صلح اور صفائی کرنے میں پہل کیجیے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔

''وہ آدمی اللہ سے زیادہ قریب ہے جو سلام کرنے میں پہل کرتا ہے۔'' (ابوداؤد)

اگر آپ سواری پر چل رہے ہوں۔ تو پیدل چلنے والوں اور راہ میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کیجئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ''سواری پر چلنے والے پیدل چلنے والوں کو اور پیدل چلنے والے بیٹھے ہوئے لوگوں کو اور تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کو سلام کرنے میں پہل کریں۔'' (الادب المفرد)

ہمیں جب بھی کوئی سلام کرے تو نہایت خوش دلی اور خندہ پیشانی سے سلام کا جواب دینا چاہیے کیونکہ وہ مسلمان کا حق ہے، اس حق کو ادا کرنے میں کبھی بخل نہ دکھایئے۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں۔

- ☆ سلام کا جواب دینا۔
- ☆ مریض کی عیادت کرنا۔
- ☆ جنازے کے ساتھ جانا۔
- ☆ دعوت قبول کرنا۔
- ☆ چھینک کا جواب دینا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''ایک مرتبہ میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے سواری پر تھا ہم جن جن لوگوں کے پاس سے گزرتے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انہیں السلام علیکم کہتے اور وہ جواب دیتے، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو لوگ جواب دیتے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آج لوگ فضیلت میں ہم سے بہت بڑھ گئے۔'' (الادب المفرد)

تو ساتھیو! دیکھا آپ نے کہ ہمارے مذہب میں سلام کرنے کی کتنی فضیلت اور اہمیت ہے۔ آپ بھی یہی کوشش کیا کریں کہ ہمیشہ سلام کرنے میں پہل ہو۔

اطاعت

محمود غزنوی کا دربار لگا تھا۔ وزراء، حکما، رؤسا، امراء سب حاضر تھے اور سب مراتب بیٹھے تھے۔ پاس ہی ایاز ہاتھ باندھے نظریں جھکائے کھڑا تھا محمود نے داروغہ کو آواز دی وہ کورنش بجالاتے ہوئے حاضر ہوا۔ حکم دیا خزانے میں جو سب سے زیادہ قیمتی اور انمول پتھر ہے وہ حاضر کیا جائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ دنیا کا سب سے زیادہ قیمتی اور نایاب پتھر حاضر کیا گیا اور شہنشاہ وقت کے سامنے رکھا گیا۔ محمود غزنوی نے حکم دیا یہ پتھر وزیراعظم کے ہاتھوں میں دیا جائے۔ بیش بہا پتھر اب وزیراعظم کے ہاتھوں میں تھا۔ حکم ہوا اسے زمین پر اس طرح مارو کہ یہ ریزہ ریزہ ہو جائے۔ وزیراعظم نے نہایت ادب واحترام سے جواب دیا۔ جہاں پناہ جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں۔ ''کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔'' محمود غزنوی نے تمکنت سے پوچھا۔ وزیراعظم گویا ہوا۔ ''عالی جاہ! یہ پتھر بے حد قیمتی ہے، انمول ہے، اسے ضائع کرنا شاہی خزانے کو نقصان پہنچانا ہے۔'' محمود نے کہا ٹھیک ہے اگر تمہیں شاہی خزانے کا اتنا ہی پاس ہے تو یہ پتھر وزیر خزانہ کے ہاتھوں میں دے دو تا کہ میرے حکم کی تعمیل ہو۔ وزیر خزانہ نے بھی وہی عذر پیش کیا۔ غرض دربار میں حاضر جس کسی کو بھی پتھر کو توڑنے کا حکم دیا گیا۔ اس نے انمول نایاب بیش قیمت جان کر شاہی خزانے کا نقصان سمجھ کر اسے نہیں توڑا اور شاہی خزانے سے اپنی وابستگی اور بادشاہ سے اپنی وفاداری کا ثبوت دیا۔ آخر میں وہ پتھر ایاز کے ہاتھوں میں دیا گیا ایاز کے ہاتھ فضا میں بلند ہوئے اور ایک چھناکے کے ساتھ اس نے پتھر کو زمین پر دے مارا اور وہ انمول پتھر چور چور ہو گیا۔ چاروں طرف سے ایاز کے خلاف آوازیں بلند ہوئیں۔ عالی جاہ! اس نے خزانے کا بڑا بھاری نقصان کیا جہاں پناہ! اس نے نایاب پتھر ضائع کیا۔ بھلا بھائی اس ناقدرے نے انمول پتھر کی قدر نہیں جانیں۔ شہنشاہ اس نادان نے شاہی خزانے کو ایسا نقصان پہنچایا جس کی تلافی ممکن نہیں۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں سب ہی نے اپنے دل کی بھڑاس نکال لی اور اپنی وفاداریاں ظاہر کیں۔ جب طوفان تھم گیا دربار میں خاموشی چھا گیا۔ تب محمود گویا ہوا میرے نزدیک ایاز تم سب سے بڑھ چڑھ کر ہے وہ مجھے بے حد عزیز ہے۔ میں اس قدر کرتا ہوں۔ اس سے محبت کرتا ہوں کیوں کہ وہ میرا ہر حکم مانتا ہے۔ سچا غلام وہ ہے جو اپنے آقا کے سامنے خندہ پیشانی سے سر تسلیم خم کرے تم سب نے میرا کہا نہیں مانا۔ مگر اس نے اپنے آقا کا دل رکھنے کیلئے اس کی بات مان لی۔ اسے کہتے ہیں اطاعت گزاری فرماں برداری یہ کہہ کر محمود نے دربار برخاست کر دیا۔

عظیم کارنامہ

اخت ابو طلحہ موڑ کھنڈا

لشکر اسلام کو شہر کا محاصرہ کیے کئی دن ہو چکے تھے لیکن قلعہ نمایہ شہر شدید محاصرے کے باوجود فتح نہیں ہو رہا تھا۔ سپہ سالار اسلام نے قلعے کی اندرونی حالت معلوم کرنے کے لیے کئی قاصد بھیجے لیکن کوئی بھی تسلی بخش رپورٹ نہ لا سکا تھا۔ سپہ سالار اسلام کے لیے پریشانی کی دو باتیں تھیں۔ پہلی یہ کہ اگر محاصرہ طویل ہو گیا تو کہیں اسلامی فوج کا مورال نہ گر جائے اور دوسری بات یہ تھی کہ اس صورت دشمن کو پیچھے سے امداد پہنچ سکتی ہے لہٰذا وہ جلد از جلد قلعے کو فتح کرنا چاہتے تھے۔

کافی غور و فکر کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ قلعے کی اندرونی صورتِ حال کا جائزہ لینے کے لیے انہیں خود کسی نہ کسی صورت اندر جانا چاہیے۔

وہ انتہاء درجہ کے عقلمند ذہین، فطین جری و بہادر اور صورتحال کو فوراً پرکھنے والے عظیم انسان تھے۔ لہٰذا ایک دن خود انہوں نے قاصد کا بھیس بدلا اور قلعے کا جائزہ لینے کے لیے بطور قاصد قلعے کے گورنر کے پاس جا پہنچے۔

ان کے انداز گفتگو سے قلعے کے گورنر کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میرے ساتھ محو گفتگو کوئی عام سپاہی نہیں ہو سکتا ممکن ہے کہ یہ شخص لشکرِ اسلام کا جرنیل ہی ہو۔ دل میں اس خیال کے پیدا ہوتے ہی قلعے کے گورنر نے مرکزی دروازے پر متعین اپنے فوجیوں کو پیغام بھیج دیا کہ لشکر اسلام کے اس قاصد کو دروازے پر آتے ہی فوراً قتل کر دیا جائے۔

جرنیل لشکر گورنر سے اجازت لے کر واپس لوٹے تو وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے قلعے کی اندرونی صورت کا بغور جائزہ لے رہے جب وہ مرکزی دروازے سے چند گز دور تھے تو ان کی عقابی نگاہیں دروازے پہ متعین سپاہیوں پر پڑیں۔ ایک خیال بجلی کی سی تیزی سے ان کے دل میں پیدا ہوا کہ معاملہ کچھ گڑبڑ دکھائی دیتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے مجھے قتل کر دینے کا منصوبہ ترتیب دیا جا چکا ہے۔ وہ موت سے نہیں ڈرتے تھے بلکہ موت کی تلاش تو انہیں قتال کے لیے ابھارتی تھی لیکن یہاں پہ مسئلہ لشکر اسلام کے نفع و نقصان کا تھا لہٰذا صورت حال کو پرکھتے ہی وہ انہیں قدموں پہ واپس لوٹے اور دوبارہ گورنر سے ملے اور مسکراتے ہوئے یوں گویا ہوئے جناب من! مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے میں ذاتی طور پر آپ سے بہت متاثر ہوا ہوں جاتے جاتے میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ میرے لشکر میں بیس (۲۰) افراد ایسے ہیں جو جنگی اعتبار سے انتہائی تجربہ کار ہیں اور امیر المومنین نے یہ حکم دیا ہے کہ ان سے مشورہ کے بغیر کوئی اقدام نہ کیا جائے۔ اگر آپ چاہیں تو ان کی ملاقات بھی آپ سے کرا دی جائے۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی آپ سے مل کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ یہ تجویز سنتے ہی گورنر کے دل میں خیال آیا کہ ایک کی بجائے بیس کو تہہ تیغ کرنے کا سنہری موقع ہاتھ آ رہا ہے اور اس سے لشکر اسلام کی کمر ٹوٹ جائے گی۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا ”بہت خوب انہیں لائیں چشم ما روشن دل ماشاد“ اور ساتھ ہی مرکزی دروازہ پہ متعین فوجی دستے کو پیغام بھیج دیا کہ قاصد کو دروازے سے صحیح سالم گزرنے دیا جائے اس طرح لشکر اسلام کے یہ عظیم سپہ سالار قلعے کا مکمل جائزہ لینے کے بعد کامیاب واپس لوٹ آئے۔

قلعے کے گورنر کو جس وقت پتہ چلا کہ لشکر اسلام کے جرنیل نے میرے ساتھ یہ داؤ کھیلا ہے تو وہ بھی اس عظیم جرنیل کی اعلیٰ صلاحیتوں اور بیدار مغزی کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکا۔

اور اپنے سالار کے اس عظیم کارنامے کی خبر جب خلیفہ وقت کو ہوئی تو انہوں نے انتہائی مسرت کا اظہار کیا اور اپنے عظیم جرنیل کو داد دی۔

اور پھر اپنے سالار کی اعلیٰ صلاحیتوں اور نصرتِ خداوندی سے لشکر اسلام نے چند ہی روز میں شہر فتح کر لیا اور پھر اس مرکزی شہر کے فتح ہوتے ہی فلسطین کے تمام شہر اسلام کے زیرِ نگیں آ گئے یوں کفر و الحاد کا خاتمہ ہوا اور لا الہ الا اللہ کے نغمے ہر سو گونجنے لگے۔

پیارے بچو! کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ عظیم جرنیل کون تھے، یہ عظیم اور قابل قدر جرنیل صحابی رسول فاتح مصر عمرو بن عاص تھے جنہوں نے اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر بے شمار عظیم کارنامے سرانجام دیے۔

آپ ناصرف لشکر اسلام کو آن واحد میں مصائب سے چھٹکارہ دلانے والے عظیم جرنیل تھے بلکہ پرخطر وادیوں میں کود پڑنے والے نڈر سپاہی، ماہر شہسوار تیر انداز اور شمشیر زن مجاہد صاحب عقلی و بصیرت ایمان کی دولت مالا مال اور دل عزیز انسان تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عظیم صحابی رسول اور جرنیل اسلام کی سیرت کو پڑھ کر عمل کی توفیق دے اور ہم سے اپنے دین کا کام لے۔ آمین

- ☆ سورۃ یٰسین قرآن مجید کا دل کہلاتی ہے۔
- ☆ سورۃ رحمٰن قرآن مجید کی دلہن کہلاتی ہے۔
- ☆ سورۃ فاتحہ قرآن مجید کی ماں کہلاتی ہے۔
- ☆ سورۃ ہٰ کا دوسرا نام مقسطاط القرآن ہے۔
- ☆ سورۃ الواقعہ کا دوسرا نام سورۃ الغنیٰ ہے۔
- ☆ سورۃ الاخلاص کا دوسرا نام سورۃ الاساس ہے۔
- ☆ سورۃ الحجر میں سورۃ ہٰ کا دوسرا نام "سبعاً من المثانی" ہے۔
- ☆ قرآن کی کتابت سب سے پہلے رسم الخط ”خط یز آموز“ میں ہوئی۔
- ☆ المقشقشہ، المقر ہ، البحوث المبعثر ہ، احادیث میں یہ تمام نام سورۃ توبہ کے لیے بولے جاتے ہیں۔
- ☆ مغل حکمران بابر نے قرآن کو خط بابری میں لکھا۔
- ☆ قرآن کی سب سے پہلے کتابت حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے کی۔
- ☆ قرآن کا پہلا پنجابی ترجمہ ”حافظ محمد لکھنوی“ نے کیا۔
- ☆ یونانی زبان میں سب سے پہلے قرآن کا ترجمہ ”پنٹیا“ نے کیا۔
- ☆ فرانسیسی زبان میں سب سے پہلے قرآن کا ترجمہ ”مسیح ایم انڈرالوڈ راٹر“ نے کیا۔
- ☆ لاطینی زبان میں سب سے پہلے قرآن کا ترجمہ ”تھیوڈ ڈوبیلی انڈ و“ نے کیا۔
- ☆ فارسی زبان میں سب سے پہلے قرآن کا ترجمہ ”شاہ ولی اللہ“ نے کیا۔
- ☆ اسپینی زبان میں سب سے پہلے قرآن کا ترجمہ ”الفانسو“ نے ۱۸۴۴ میں کروایا۔
- ☆ قرآن کا سندھی منظوم ترجمہ ”مولوی احمد ملاح“ نے کیا۔
- ☆ قرآن کی بے نقط تفسیر ”علامہ فیضی“ نے کی۔
- ☆ برصغیر میں سب سے پہلے قرآن کا ترجمہ فارسی میں ہوا۔
- ☆ قرآن کا روسی زبان میں ترجمہ ”جمال الدین افغانی“ کی کوششوں سے ہوا۔

☆ حافظ عبدالقیوم، ۲۴۴ گ ب خورد ٹوبہ

ہنس بیتیاں

کبھی کوئی مکالمہ، کسی کی معصومیت یا بدحواسی پر بے ساختہ ہونٹوں پر مسکراہٹ آجاتی ہے اگر کسی واقعہ پر آپ بھی مسکرائے ہوں تو ایک کاغذ پر ہمیں لکھ بھیجیں۔ ہم ان ان صفحات پر اسے آپ کے نام سے جگہ دیں گے اور چاہیں گے کہ آپ کے ساتھ اور لوگ بھی اس واقعہ سے لطف اندوز ہوں۔ کسی لطیفے کو توڑ مروڑ کر واقعہ بنانے کی کوشش نہ کیجئے۔ واقعہ سچا ہو، اخلاق سوز نہ ہو اور فل اسکیپ کاغذ کے دو صفحات سے زائد نہ ہو۔

بچوں کے صفحات
ماہنامہ ضرب طیبہ
4 لیک روڈ، چوبرجی لاہور

معلومات

☆ انڈونیشیا تیرہ ہزار جزائر پر مشتمل ہے۔

☆ دنیا کا سب سے بڑا ریگستان افریقہ میں واقع ہے۔

☆ سب سے پہلے پاکستان ایٹمی توانائی سے بجلی پیدا کی گئی۔

☆ دنیا کا سب سے بڑا ہوائی اڈہ شاہ خالد انٹرنیشنل ایئرپورٹ (ریاض، سعودی عرب) ہے جس کا رقبہ ۸۶ مربع میل ہے۔

☆ دنیا کا سب سے پہلا مسلمان جس نے خلائی سفر کیا سعودی عرب کا شہزادہ سلطان سلمان السعود تھا جون ۱۹۸۵ میں کیے جانے والے سفر کے دوران اس نے مکمل قرآن کریم کی تلاوت بھی کی۔

☆ نائلہ تبسم، ۲۹ جنوبی سرگودھا

نتائج انتخاب کیجیے

قارئین کی آراء کے مطابق اگست کے شمارے میں درج ذیل تحریریں اول، دوئم اور سوئم قرار پائیں۔

۱۔ محبت فاتح عالم — بنت ابواحسان
۲۔ قربانی — مہ جبیں اکرام
۳۔ بھولا ہوا سبق — ابوعلی

رائے دینے والوں کے نام

سید اکبر علی گجرات ☆ احسان اللہ گجرات ☆ ابوعمیر عبدالرحمن ☆ عمران اشرف مغل بوچھالہ ☆ حافظ محمد عمار یونس بہاول پور ☆ حافظ محمد اویس شکرگڑھ ☆ فیض شہزادہ گجرات شہر ☆ راشد اویس گجرات ☆ عبدالستار سرگودھا ☆ حافظ شہزاد حسن سرگودھا ☆ محمد حسین سرگودھا ☆ بنت یونس مغل فیصل آباد

بذریعہ قرعہ اندازی انعام حاصل کرنے والے خوش نصیب

☆ حافظ محمد عمار یونس بہاول پور

میرا پسندیدہ شعر

آپ بھی اپنا پسندیدہ شعر بھیج سکتے ہیں

یہ تو سچ ہے کہ اندھیروں کا تسلط ہے مگر
شمعیں بجھنے نہ دو تم ظلم کے ایوانوں میں
آندھیاں جبرو تشدد کی بہت تیز سہی
وہ دیپ تم ہو جنہیں جلنا ہے طوفانوں میں

عطیہ انعم، چونیاں

غلامی میں کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

☆ اخت افضل، بھمبہ کلاں

دعوت کے میدانوں میں اور جنگی محاذوں پہ
جدھر بھی نظر جائے طیبہ کے شاہیں چھائے

☆ اختِ ابومحمود

ہے یہ عشرتیں یہ تغافل یہ مستیاں کب تک؟
''عروس زر'' پہ مٹیں گی جوانیاں کب تک؟
رسول و جہل کا یہ سیل بیکراں کب تک؟
یہ بات بات پہ آپس میں تلخیاں کب تک؟

☆ عبداللہ غزنوی، گجرات سٹی

یہی وہ ہیں جو ایمان کی خاطر جان دے دے کر
عدو کے آہنی پنجوں سے ہم سب کو بچاتے ہیں
وہ دیکھو وادی کشمیر کے جانباز جاتے ہیں
ستارے اپنی آنکھیں جن کی راہوں پر بچھاتے ہیں

☆ جویریا تبسم، مدینہ کالونی مورکھنڈا

زندگی کی تلاش میں نکلے تھے وہ
صدیاں بیت گئیں مگر گھر نہیں آئے
تلاش زیست سے لوٹے تو ماؤں نے دیکھا
بدن تو آگئے بیٹوں کے مگر سر نہیں آئے

☆ عرفان اسلم، میرپور

شاہین ان قیدی پرندوں کو بتا کر
ٹکراؤ سلاخوں سے اڑو خون میں نہا کر

☆ ابوطلحہ محمد شکیل

مرد مومن کی نشانی کوئی مجھ سے پوچھے
موت جب آئیگی اس کو تو وہ ہنستا ہوگا

☆ محمد عمران خاور، فقیروالی

جراتوں نے رکھ دیے پاؤں خود نوک خار پر
بزدلی کانٹوں سے دامن بچاتی ہی رہ گئی
شوق تاریکی میں بھی اپنی منزل سے آگے بڑھ گیا
مصلحت رستوں پر شمعیں جلاتی ہی رہ گئی

کافر رکھتا ہے عزم ہمیں قتل کرنے کے
بتلا دو انہیں کہ ہم موت سے محبت کرتے ہیں

☆ محمد جمیل عسکری، اسلام آباد

اونچے اونچے ناموں کی تختیاں جلا دینا
ظلم کرنے والوں کی وردیاں جلا دینا
در بدر بھٹکنا کیا دفتروں کے جنگل میں
بیلچے اٹھا لینا ڈگریاں جلا دینا
موت سے جو ڈر جائے زندگی نہیں ملتی
جنگ جیتنا چاہو تو کشتیاں جلا دینا

☆ محمد عثمان، نواب شاہ

چلا ہوں کفر سے لڑنے جلا کر کشتیاں ساری
پلٹ کر کبھی ان راستوں پر نہ آؤں گا
میرے جذبے کی حدت سے پگھل جائیں گی زنجیریں
یہ بازی جیت کر ساری دنیا کو دکھاؤں گا

☆ عبدالقیوم، سرگودھا

جو ظالم اک بار میری نظر کے شیشے میں اتر جائے
قسم اللہ کی اسے پنجوں میں دبا لیتا ہوں
ظالم ظلم کرکے جائے بھی کہاں
میں تو اڑتے ہوئے پرندے کو گرا دیتا ہوں

☆ عمر اسحاق، موڑکھنڈا

اے بندے کھو گیا ہے تو اپنی ہستی میں
رب کو بھول بیٹھا ہے دنیا کی مستی میں
یہ زندگی ہے مختصر سی کہ اپنے رب کو یاد کر
جانا ہے ایک دن تجھ کو چپ کی بستی میں

☆ راشد علی نذیر، لیاقت پور

مسلم سے اخوت دور ہوئی پھر روز کی خانہ جنگی ہے
اپنوں کو مٹانا یاد رہا باطل کو مٹانا بھول گئے

☆ اخت جنید الرحمن، اسلام آباد

سچی محبت

حافظ شہزاد حسن

زید تھا۔ اس کی عمر ۱۳ سال تھی۔ اس کے ماں باپ، بہن، بھائی سب اس سے محبت کرتے تھے اس کے گھر کے تمام افراد ایک لمحے کے لیے بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے تھے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کی ماں فوت ہوگئی۔ وہ اپنی ماں کی جدائی کی وجہ سے بہت رویا اور غمگین رہنے لگا۔ اس کے ابو حارثہ نے اسے تسلی دی اور اسے ہر سہولت اور آرام فراہم کی تاکہ اس کی پریشانی رفع ہو۔ لہٰذا وہ اپنی ماں کی جدائی کو بھول گیا ایک دن ڈاکوؤں نے کسی طرح اسے اغوا کر لیا اور دور دراز علاقے میں بیچ دیا۔ ایک امیر شخص جس کا نام حکیم تھا، نے خرید لیا۔ حکیم رشتے میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھتیجا لگتا تھا حکیم نے زید کو کاج کام کے لیے اپنی پھوپھی کو دے دیا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت نیک اور پرہیزگار عورت تھی۔ زید وہاں رہ کر اپنے گھر والوں کو بہت یاد کرتا تھا اور بہت روتا۔

کچھ عرصہ بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شادی رسول اللہ ﷺ سے ہوگئی۔ جب نبی کریم ﷺ نے زید کی عادات و اطوار بہت اچھے لگے جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے دل میں زید کی محبت پیدا ہوگئی۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے زید کو مانگ لیا۔ اب زید رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے زیر سایہ پرورش پانے لگا جس کی وجہ سے زید اپنے گھر والوں کی جدائی بھول گیا۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی آپ ﷺ کی محبت گھر کر گئی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی نظروں سے اوجھل ہونا گوارا نہیں کرتا تھا۔

ان دنوں رسول اللہ ﷺ غارِ حراء میں اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ ایک دن جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو خوشخبری دی کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں تو آپ ﷺ خوف زدہ ہو گئے اور تمام واقعہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سنایا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو تسلی دی۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اپنے قبیلے کے تمام لوگوں کی دعوت کی۔ دعوت کھانے کے بعد آپ ﷺ نے ان کو اللہ کی بلایا اور شرک سے بچنے کی دعوت دی دیگر صحابہ نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا ان میں زید بھی تھے۔

اب نبی کریم ﷺ نے زید کو ساتھ لے کر دعوت کے لیے مختلف علاقوں میں جاتے تھے جس کی وجہ سے زید کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت مزید پیدا ہوگئی۔ اور آپ ﷺ بھی زید سے بہت محبت کرنے لگے یہ حالت دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زید رضی اللہ عنہ کو محبوب رسول ﷺ کا لقب دیا۔ ذوالحجہ کا مہینہ تھا۔ مختلف ملکوں سے لوگ فریضہ حج ادا کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ آنے لگے یمن کے کچھ لوگ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے مکہ آئے۔ انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیا اور اسے قریب بلا کر پوچھا کہ تم زید ہو؟ سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا

ہاں ''میں زید ہوں'' انہوں نے کہا کہ تمہارا باپ حارثہ نے تجھے بہت تلاش کیا لیکن تجھے نہ پایا۔ اب وہ تمہاری یاد میں ہر وقت روتا رہتا ہے اور مایوس ہو چکا ہے سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ لوگ اسے تسلی دینا کہ میں ٹھیک ٹھاک ہوں۔ میرے متعلق فکر نہ کریں۔ وہ لوگ فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد واپس یمن کے لیے تو حارثہ کو بتایا کہ تمہارا بیٹا زید مکہ میں ہے۔ حارثہ اپنے بیٹے کو لینے کی غرض سے مکہ پہنچ گیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ اے محمد ﷺ میں نے سنا ہے کہ آپ ﷺ پریشان اور مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ اور لوگوں کی ہر جائز حاجت کو پورا کرتے ہیں۔ میری بھی ایک درخواست ہے۔ میرا بیٹا زید رضی اللہ عنہ آپ کے پاس ہے۔ لہٰذا اسے میرے حوالے کر دیجئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہے تو مجھ کیا اعتراض ہے؟ جب زید کو اطلاع دی گئی تو زید فراط محبت کے جذبے سے سرشار اپنے باپ سے ملا اور بہت رویا۔ جب زید رضی اللہ عنہ کو پتا چلا کہ اس کا باپ اس سے اپنے ساتھ لینے آیا ہے تو اس کے ذہن میں تصادم پیدا ہو گیا اور اس کے ذہن میں فلم کی طرح حالات گزرنے لگے اور اپنی نظروں سے فلم کی تصویر کی طرح تمام حالات و واقعات گردش کرنے لگے۔ ایک طرف اپنے باپ اور بہن بھائیوں کی محبت اور گھر میں آرام دہ حالات اور واقعات اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کی محبت اور کفار کے مظالم اسی کشمکش میں اس نے اپنے باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور اس کا باپ اور دیگر لوگ مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے خانہ کعبہ میں اعلان کر دیا کہ میں نے زید کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے لہٰذا آج سے زید رضی اللہ عنہ میرا بیٹا ہے۔

شیطانی جال

احسان الٰہی
گورنمنٹ کالج آف سائنس فیصل آباد

دنیا میں ترقی کی رفتار بہت تیز ہوگئی ہے۔ نئی نئی ایجادات ہونے لگی پھر ان کی مقبولیت ہونے لگی۔ اسی طرح وقت بھی بہت ہیتزی سے گزر جاتا ہے۔ انسان کو اس کے گزرنے کا احساس تک نہیں ہوتا۔ اور وہ غفلت کی نیند سوئے رہتا ہے۔ لیکن جب تلوار گردن پہ آتی ہے تو سب کچھ سمجھ جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح ہمارے معاشرے میں ہے۔ یہ کہانی ایک ایسے گھرانے کی ہے۔ جو نہایت شریف گھرانہ تھا لیکن معاشرے کے نقصانات کی وجہ سے بے آبرو ہو گیا۔ محمد انور ایک نیک، سیدھا سادھا شخص تھا۔ شروع شروع میں وہ گاؤں میں رہتا تھا۔ پھر اس کی شادی ایک مہذب اور شریف گھرانے میں ہوئی۔ اس کی بیوی بہت سلیقہ مند تھی۔ پھر وہ اپنی بیوی بچوں کو لے کر شہر آ گیا۔ اور ایک گزارے کے مکان میں رہ کر ایام زندگی گزارنے لگا۔ اس کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ بڑا بیٹا بہت ذہین طالب علم تھا۔ باپ کو بھی اپنے بیٹے کے ذہین ہونے پر فخر تھا۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا اس کا بڑا بیٹا جوان ہوتا گیا۔ اس کے بیٹے نے میٹرک کے امتحانات دیے اور امتحانات میں بھرپور محنت کی اور اچھے نمبر حاصل کیے۔ امتحان کے بعد رواج کے مطابق لڑکے کمپیوٹر کی جدید تعلیم سے آراستہ ہونے کے لیے کمپیوٹر کالجز کا رخ کرتے ہیں۔ اور یہ دن کمپیوٹر کالجز والوں کی کمائی کے دن ہوتے ہیں۔ کیونکہ نئے نئے لڑکے جب ان کے پاس آتے ہیں تو ان کو ایسی ایسی چیزیں دکھلاتے ہیں کہ لڑکوں کا بھی دل ان چیزوں کی طرف مائل ہو۔

محمد انور کے بیٹے نے بھی اپنے دوستوں کے ساتھ کمپیوٹر کالج میں جانا شروع کر دیا۔ اور وہ بڑی دلچسپی سے کمپیوٹر سیکھنے لگا۔ آہستہ آہستہ وہ انٹرنیٹ بھی استعمال کرنے لگا۔

شیطان کے ہر کام میں مزہ ہے۔ جب انسان اس کی طرف مائل ہوتا ہے تو پھر اس کے بیٹے نے شہر کے مہنگے کالج میں داخلہ لے لیا۔ اور پڑھنے لگا لیکن اس کا دل پھر بھی انٹرنیٹ پہ لگتا پھر وہ گھر والوں سے چوری انٹرنیٹ کلب جانے لگا گھر سے وہ ٹیوشن پڑھنے جاتا لیکن وہ اس کے برعکس نیٹ کیفے چلا جاتا۔

باپ کو اپنے بیٹے پر بہت فخر تھا۔ اور اس وقت اس کی خوشی کی انتہا نہ رہتی جب بیٹا بڑے فکر سے ٹیوشن جاتا۔ لیکن افسوس! باپ کو نہیں معلوم کہ بیٹا استاد کی اکیڈمی کی بجائے ابلیس کی اکیڈمی جاتا ہے آہستہ آہستہ وقت گزرتا گیا جب اس کے کالج کے امتحان ہوئے تو وہ بری طرح ناکام ہو چکا تھا۔ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔ انور صاحب اپنے فرزند ارجمند کی کرتوت پر سٹپٹا گئے اور معاشرے میں عزت، ذلت میں بدل گئی اور رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

یہ انٹرنیٹ شیطان کا بہت بڑا وار ہے۔ جو کہ آج ساری دنیا کو زد میں لیے ہوئے ہے۔ میرے عزیزو! ہمیں چاہیے کہ شیطان کے ہر وار کو بری طرح ناکام کر دیں۔ اور اس دین اسلام کا بول بالا کریں۔

سائنس انکوائری

سائنسی معلومات کا کالم

علی یار خان

آپ نے یقیناً سنا ہوگا کہ آج سے ہزاروں سال پہلے پتھر کا زمانہ تھا۔ کیا آپ اس بات کا مطلب جانتے ہیں؟ اس کا مطلب یہی ہے کہ اس دور میں روزمرہ کے استعمال کی بیشتر اشیاء پتھر سے بنائی جاتی تھیں۔ آج سے تقریباً چھ ہزار سال پہلے (چار ہزار قبل مسیح) تانبے اور لوہے کا دور شروع ہوا۔ اس دور کے شروع ہونے سے اندازاً ایک ہزار سال بعد ہی جب انسان نے ٹین دریافت کیا تو ٹین اور تانبے کے ملاپ سے ایک نئی دھات بنائی گئی اور کانسی کے زمانے کی ابتدا ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے تقریباً پندرہ سو سال قبل حضرت انسان نے لوہے کو پگھلا کر برتن، اوزار، ہتھیار، زیورات اور نہ جانے کیا کچھ بنانا شروع کر دیا تھا اور ایک بار پھر زمین پر لوہے کے جدید دور کی ابتداء ہوگئی۔

پتھر کے زمانے سے انسان کے سفر کا آغاز ہوا تھا اور آج ہم پلاسٹک کے دور میں رہ رہے ہیں۔ بلاشبہ عہد جدید پلاسٹک کا زمانہ ہی تو ہے۔ ہمارے چاروں طرف پلاسٹک ہی پلاسٹک موجود ہے۔ کیا برتن اور کیا کرسی! کیا ٹیلی ویژن اور کیا ٹیپ ریکارڈر! کیا گاڑی اور کیا لکھنے کا قلم! یہاں تک کہ سودا خریدنے کی تھیلی، بجلی کے آلات، ٹیلی فون، کپڑے، عینک، قالین، آرائش کا سامان بلکہ اب تو انسان کے مصنوعی اعضاء بھی پلاسٹک کے تیار ہونے لگے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ پلاسٹک ایجاد نہ ہوئی ہوتی تو پھر نہ اتنی ایجادات ممکن ہوتیں اور نہ زندگی اتنی آسان ہوتی۔

پلاسٹک کی جدید صنعت کا آغاز پچھلی صدی کی چھٹی دہائی میں ہوا تھا اور آج صرف امریکہ میں پلاسٹک کی مصنوعات کی سالانہ فروخت ۱۰۰ بلین ڈالرز (تقریباً تیئس ۲۳ کھرب روپے) سے زائد ہے۔

دراصل پلاسٹک پٹرول کی ایک ذیلی پیداوار ہے۔ پٹرول (جسے کیمیا کی زبان میں ہائیڈروکاربن یعنی ہائیڈروجن اور کاربن کا مرکب کہتے ہیں) کی صفائی کے دوران ایک گیس ایتھین پیدا ہوتی ہے جسے پہلے تو ''ایتھائی لین'' گیس اور پھر ''پولی ایتھائی لین'' (عرف عام میں ''پولی تھین'') نامی پلاسٹک میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح پروپین نامی گیس کو ''پولی پروپائی لین'' نامی پلاسٹک میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ پلاسٹک کی یہ دو اقسام بوتلیں، پائپ اور پلاسٹک کے تھیلے بنانے میں استعمال ہوتی ہیں۔

پولی تھین کے سالمے (Molecule) میں شامل ایک ہائیڈروجن کے جوہر (Atom) کو اگر کلورین کے جوہر سے تبدیل کر دیا جائے تو پھر ایک نیا پلاسٹک تیار ہوتا ہے جسے پی وی سی کہتے ہیں۔ آگ لگنے کی صلاحیت سے محروم ہونے کی وجہ سے پی وی سی گھریلو استعمال کے لیے ایک بہترین پلاسٹک ہے۔ کیمیادانوں نے پلاسٹک کے میدان میں ایک اور چھلانگ اس وقت لگائی جب انہوں نے کلورین کے ایک جوہر کے بجائے فلورین گیس کے چار جوہر پولی تھین کے سالمے میں داخل کر دیئے۔ اس کے نتیجے میں ''ٹیفلون'' نامی ایک پلاسٹک حاصل ہوا جس کا خواتین کو ایک فائدہ یہ ہوا کہ انہیں کھانا پکانے کے ایسے برتن مل گئے جس میں تلی جانے والی چیزیں برتن سے چپکتی نہیں۔

عام طور پر پلاسٹک کو دو بنیادی اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ زیادہ تر پلاسٹک ''تھرمو پلاسٹک'' کہلاتے ہیں جن کو اگر دو سو ڈگری سینٹی گریڈ تک گرم کیا جائے تو یہ پگھل جاتے ہیں اور پھر ان کو اپنی مرضی کے نئے سانچے میں ڈھالا جاسکتا ہے۔

دوسری قسم کے پلاسٹک ''تھرموسیٹنگ'' ہوتے ہیں جو اپنی ایک شکل برقرار رکھتے ہیں اور ان کو گرم کر کے دوسرے سانچے میں نہیں ڈھالا جاسکتا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ہائیڈروکاربن کے مرکبات میں مختلف اجزاء شامل کر کے ان گنت اقسام کے پلاسٹک تیار کیے جاسکتے ہیں مگر اب سائنس دان ایک ایسے پلاسٹک کو تیار کرنے میں مگن ہیں جو فولاد سے زیادہ مضبوط، شیشے کی طرح صاف اور پانی کے اثرات سے مکمل محفوظ ہونے کے علاوہ عام کاغذ کی طرح سستا ہو۔

آج کے دور میں کثرت سے تیار کیے جانے والے پلاسٹک پولی تھین پولی اسٹائی رین، ٹیفلون اور نائلون ہیں۔ اس بے پناہ مانگ کی وجہ ان کے بے شمار فائدے اور استعمال میں آسانی ہے۔

گو پلاسٹک کی تھیلیاں بہت مفید اور کارآمد چیز ہیں مگر اب ان تھیلیوں کا ایک بہت بڑا نقصان بھی سامنے آیا ہے۔ جابجا بکھری ہوئی پولی تھین کی یہ تھیلیاں صدیاں گزرنے پر بھی گلتی نہیں ہیں۔ یہ تھیلیاں زمین میں دفن ہو کر بھی ویسی ہی رہتی ہیں۔ اگر یہ تھیلیاں پانی کے پائپ یا نکاسی کے نظام میں حائل ہو جائیں تو پانی کا پورا نظام ناکارہ ہو جاتا ہے۔ پولی تھن سے پیدا ہونے والے ان مسائل کے سبب دنیا بھر میں ان تھیلیوں کو استعمال نہ کرنے کی تحریکیں بھی چل رہی ہیں اور اکثر ملکوں میں تو بہت بڑی تعداد ان تھیلیوں کو استعمال کرنے سے گریز کرتی ہے۔ مگر اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ پلاسٹک سرے سے مفید ہی نہیں۔

انعامی مقابلہ کہانی نویسی

موضوع
نیک بنو نیکی پھیلاؤ

- ☆ ایک مکمل اور جامع کہانی لکھیں۔
- ☆ کہانی زیادہ سے زیادہ فل اسکیپ 5 صفحات پر مشتمل ہو۔
- ☆ ورق کے ایک طرف، صاف صاف اور کھلا کھلا لکھیں۔
- ☆ پہلی تین پوزیشنیں حاصل کرنے والی تحریروں کے مصنفین کو انعام دیا جائے گا۔
- ☆ تمام اچھی تحریریں شائع کی جائیں گی اور ان کے مصنفین کو توصیفی اسناد اور خوبصورت کتاب کا تحفہ دیا جائے گا۔
- ☆ اپنی تحریر نام و مکمل پتے کے ساتھ 20 نومبر 2003ء تک ارسال کر دیں۔

تحریریں ارسال کرنے کا پتہ
مقابلہ کہانی نویسی ماہنامہ ضرب طیبہ فلیٹ نمبر 9 فسٹ فلور ٹریڈ سنٹر 180 ملتان روڈ (چوک یتیم خانہ) لاہور

زم زم کی کہانی

آج سے ہزاروں سال پہلے کی بات ہے کہ جہاں آج مکہ مکرمہ کا متبرک شہر آباد ہے وہاں ریت اور سڑی ہوئی پہاڑیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ دور دور تک کسی جاندار کا گمان تک نہ تھا۔ اسی زمانے میں حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی ہاجرہ اور اپنے ننھے چند روزہ بچے کو لے کر یہاں آئے اور انہیں خدائے تعالیٰ کے حکم کے مطابق یہاں چھوڑ کر چلے گئے۔ ماں اپنے ننھے شیر خوار کو لیے ایک پہاڑی کی اوٹ میں بیٹھ گئی زمین تپی، ہوا چلی، گرم لو کے بھبھوکے آنے لگے۔ پانی چھاگل خشک ہونے لگی اور ذرا سی دیر میں سوکھ گئی۔ ماں بچے کے ہونٹ سوکھے، پھر زباں خشک ہوئی۔ ماں گھبرائی ننھا سسکنے لگا۔ ماں کے ہوش اڑ گئے۔ اپنی پیاس بھول گئی بچے کی حالت دیکھ کر تڑپی۔ اوپر دیکھا آسمان کو دور پایا نیچے دیکھا زمین کو تنور پایا۔ پانی پانی ایک قطرہ ایک گھونٹ ادھر ادھر دیکھا ریت کے ذروں کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ پانی! پانی ایک قطرہ ایک گھونٹ۔ میرے لیے نہیں میرے بچے کے لیے شیر خوار اسماعیل کیلئے! ابراہیم کے خدا اس جنگل میں اس بیاباں میں آگ کو گلستاں بنانے والے اس آگ کے دریا میں پانی کا چشمہ بہا۔ میرے ننھے کو ایک قطرہ پانی کا عطا فرما۔ اللہ میاں! مجھے اپنی جان کی پروا نہیں اس ننھی جان پر کرم فرما۔ بچہ پیاس سے بے ہوش ہو چکا تھا۔ کبھی کبھی ٹانگیں ہلا دیتا۔ ماں نے اپنے منہ سے لعاب نکال کر اس کے منہ میں ڈالا، کہ گردن کی تمازت ختم ہو تو زندگی کی امید پیدا ہو۔ ذرا دیر کو بچے کو سانس کی حالت ٹھیک ہوئی، پھر وہ یہی خشکی، رگیں تک خشک کر دیتی۔ آخر بچے کی حالت نازک ہو گئی۔ ماں دیکھ نہ سکی مضطربانہ اٹھی بچے کو زمین پر لٹایا، مروہ پہاڑی پر چڑھی۔ بے تابی سے ادھر ادھر دیکھا۔ پانی کا نشان تک نہ پایا۔ پھر صفا کی پہاڑی کی طرف

بنت رفیق، وہاڑی

بھاگی۔ ساتھ ساتھ بھاگتی جاتی تھی اور ساتھ ساتھ بچے کی طرف دیکھتی جاتی تھی کہ کوئی درندہ نقصان نہ پہنچائے۔

اب ماں کی بے تابی کی حد نہ تھی وہ بے تاب تھی ہر طرف مایوسی کے سایے پھیلے ہوئے تھے۔ کبھی بچے کو دیکھتی کبھی آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، مگر ناکام واپس آتی۔ اسی طرح پہاڑیوں پر دوڑ رہی تھی کہ چھ پھیرے مکمل ہو گئے ساتویں مرتبہ خدا سے دعائیں کرتی ہوئی دوڑی اور واپس آئی تو دیکھا کہ بچے نے بے تابی سے جہاں ایڑیاں ماری اور رگڑی تھیں وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹ رہا تھا۔

حضرت ہاجرہ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ بچے کو پانی پلایا۔ خود پیا اور چشمے کے گرد پتھروں کی منڈ بنا دی۔ اور فرمایا کہ آب زم زم۔ یعنی اے پانی رک رک جا۔ اسی سے اس چشمے کا نام بھی زم زم ہو گیا۔ اور چشمے کا مقدس پانی ''زم زم'' کہلایا اور دنیا بھر کے مسلمانوں کیلئے شفا کا پیغام لایا۔ عرب کے بدو پانی کی تلاش میں ریگستان کے ذرے ذرے کا منہ دیکھتے ہیں ایک بدو نے پانی پیا تو حضرت ہاجرہ سے پانی پینے اور اپنے اونٹ کو پلانے کی اجازت مانگی۔ آپ نے بڑی خوشی سے اجازت دے دی اور آخر وہ وہیں خیمہ لگا کر بیٹھ گیا۔

پانی بڑے زوروں میں نکلتا رہا، بڑھتا رہا، پھیلتا رہا، پیاسے پرندے اور صحرائی بدو آتے گئے اور پانی کے گرد اور اجازت پا کر چشمے کے گرد آباد ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ پہلے شہر خیموں کا بسا پھر پتھروں کا مکانوں کا شہر آباد ہوا۔

بڑا عظیم ہے وہ رب جو ابراہیم کے لیے آگ کو گلستان بناتا ہے پھر اسماعیلؑ کو آگ کے ریگستان میں پانی عطا فرماتا ہے۔

آج بھی ہو گر براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا

آرٹ گیلری

اخت طاہر، شیخوپورہ

عبدالرحمٰن لکی، عارف والا

الجہاد

مہ جبیں اکرام، مرید کے

عبداللہ غزنوی، گجرات

حق گوئی و بے باکی، باتوں سے خوشبو

باتوں سے خوشبو آئے

باتوں سے خوشبو آئے

☆ مشکلات سے مت گھبراؤ کیونکہ ستارے رات کو چمکتے ہیں۔

☆ علم دوسروں میں تقسیم کرو کیونکہ علم تقسیم کرنے سے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔

☆ ہنسو مگر کم کیونکہ ہنسنے سے زندگی کم ہوتی ہے۔

☆ اساتذہ اکرام کا احترام کرو کیونکہ یہ پتھر کو تراش کر ہیرا بناتے ہیں۔

☆ ایسے پھول کی طرح بن جاؤ جو ان ہاتھوں کو بھی خوشبو دیتا ہے جو اسے مسل ڈالتے ہیں۔

☆ کسی ایسی چیز کے لیے آنسو مت بہاؤ جو تمہارے لیے آنسو نہ بہا سکے۔

☆ انعم حبیب الرحمن، موڑ کھنڈا

جوہر خطابت

بہادر یار جنگ برصغیر کے مشہور خطباء میں سے ایک ہیں قیام پاکستان کے لیے قربانی دینے کا مطالبہ کیا جونہی مجمع سے آوازیں آئیں کہ "ہم بھی آپ کے ساتھ قربانی دینے میں دوش بدوش ہوں گے" بہادر یار جنگ نے کہا:

"اس قدر جلد فیصلہ نہ کیجئے، میں نے اپنے جس عزم کا آج اظہار کیا ہے وہ میرے بارہ سالہ شبانہ روز فکر و تعمق کا نتیجہ ہے میں نے اس کی تیاری اور اس پر عمل بھی شروع کر دیا جاؤ اپنی بیویوں کے تمتماتے چہروں کو اپنے بچوں کی مسکراہٹ کو آنکھوں کے سامنے رکھ کر فیصلہ کرو، اپنی تجارت اور ذرائع معیشت کی ساری تباہیوں کا تصور کر کے ایک مرتبہ تصفیہ کرو، مسلمانو! جو تصفیے جوش کے عالم میں دوسروں کی تقلید میں کر دیے جاتے ہیں بسا اوقات آنی اور فانی ہوتے ہیں آج ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے جو شجر ملت میں پھول بن کر چمکنا چاہتے ہیں اور پھل بن کر کام و دہن کو شیریں کرنا چاہتے ہوں ہمیں تو ان کی ضرورت ہے جو کھاد بن کر زمین میں جذب ہوتے ہیں اور جڑوں کو مضبوط کرتے ہیں جو مٹی اور پانی میں مل کر رنگین پھول پیدا کرتے ہیں ہم کو ان کی ضرورت نہیں جو کاخ و ایوان کے نقش و نگار بن کر نگاہ نظارہ باز خیرہ کرنا چاہتے ہوں ہم ان بنیاد کے پتھروں کو چاہتے ہیں جو ہمیشہ کے لیے زمین میں دفن ہو کر اور مٹی کے نیچے دب کر اپنے اوپر عمارت کی مضبوطی کی ضمانت قبول کرتے ہیں۔

☆ آواز دوست از مختار مسعود، عبداللہ غزنوی، گجرات

لاجواب

ایک شخص ایک عالم دین کے پاس آیا اور لگا اس بات پر بحث کرنے کے داڑھی نہیں رکھنی چاہیے۔ اب مولانا نے کہا کہ تم کوئی ٹھوس دلیل دو وہ کہنے لگا کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے لہٰذا جب وہ پیدا ہوا اور اس کے داڑھی نہ ہو تو بعد میں کیوں رکھی جائے ہر شخص کو چاہیے کہ داڑھی منڈوا ڈالے۔ مولانا نے جو یہ سنا تو کہنے لگے اگر تم فطرت کی ہی بات کرتے ہو تو سنو!

دانت بھی جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسکے کوئی نہیں ہوتے بعد میں کیوں رکھے جائیں لہٰذا تم دانتوں کو منہ سے نکال باہر کرو میں داڑھی منڈوا دوں گا یہ سن کر وہ شخص لاجواب سا ہو گیا۔

☆ بنت محمد یونس مغل

ایثار

یہ واقعہ جنگ یرموک کا ہے حضرت ابوجہم b کہتے ہیں کہ میں جنگ یرموک کی لڑائی میں اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں نکلا کہ وہ لڑائی میں شریک تھے ان کا کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا میں نے اپنے ساتھ ایک مشک پانی کی بھی لے لی ممکن ہے کہ وہ پیاسا ہو اور میں اس کو پانی پلا سکوں اتفاق سے وہ ایک جگہ ایسی حالت میں پڑے ہوئے ملے کہ وہ اپنے آخری سانس لے رہے تھے تو میں نے ان سے پوچھا کہ میں ان کو پانی دوں تو انہوں نے ہاں میں اشارے سے جواب دیا اس وقت ان کی اپنی یہ حالت تھی کہ ان کی جان نکلنی شروع ہو گئی تھی قریب ہی ایک اور صحابی زخمی پڑے ہوئے تھے اور شہد ہونے کے قریب تھے تو انہوں نے آہ لی تو میرے بھائی نے ان کی طرف جانے کا مجھے اشارہ کیا یہ ہشام بن ابی العاص تھے اور انہی کے قریب ایک اور صحابی تھے جو زخموں سے چور تھے انہوں نے آہ لی میں فوراً ان کے پاس پہنچا لیکن وہ میرے جانے سے پہلے ہی شہید ہو گئے میں ہشام کے پاس آیا تو وہ بھی فوت ہو چکے تھے تو پھر میں اپنے بھائی کے پاس آیا تو وہ بھی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے یہ تھا ان کا ایثار ایک دوسرے کا خیال کرتے ہوئے سب نے جان دے دی،

☆ نائلہ تبسم، سرگودھا

آج کا مسلمان

آج لوگوں کا حال یہ ہے کہ اسلام کی جو بات آسان ہے اسے تو بڑی خوشی کے ساتھ قبول کرتے ہیں مگر جہاں کفر اور اسلام کا اصلی مقابلہ ہے وہیں سے رخ بدل دیتے ہیں۔ بڑے بڑے مدعی اسلام لوگوں میں بھی یہ کمزوری موجود ہے وہ اسلام، اسلام بہت پکاریں گے تعریف کرتے کرتے ان کی زبان خشک ہو جائے گی۔ اس کے لیے کچھ نمائشی کام بھی کر دیں گے مگر ان سے کہیے کہ اسلام جس کی آپ اس قدر تعریف فرما رہے ہیں آیئے ذرا اس کے قانون کو ہم آپ خود اپنے اوپر جاری کریں، تو فوراً کہیں گے کہ اس میں فلاں مشکل ہے اور فلاں وقت ہے اور فی الحال تو اس کو بس رہنے ہی دیجئے۔ یہ ہمارے آج کے دین داروں کا حال ہے، اب دنیا داروں کا ذکر ہی فضول ہے اس کا نتیجہ ہے کہ نہ اب نمازوں میں وہ اثر ہے، جو کبھی تھا، نہ روزوں میں ہے، نہ قرآن اور نہ شریعت کی ظاہری پابندیوں میں ہے اس لے کہ جب روح ہی موجود نہیں تو نرا بے جان جسم کیا کرامت دکھائے گا۔

☆ مرسلہ: اخت حافظ جنید الرحمن، اسلام آباد

حق گوئی و بے باکی

امام عبداللہ الذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا کہ جو قوم اپنے اسلاف (اکابر) کے صحیح اور سچے حالات سے بے خبر ہو اور ان کو علم نہیں کہ ان کے رہبروں اور بزرگوں نے دین و ملت کی کیا خدمت کی ہے ان کے شب و روز کیسے تھے ان کے اعمال کیسے تھے وہ کیا کرتے تھے کیا کہتے تھے۔ اور کیا چاہتے تھے، تو وہ قوم تاریکی میں بھٹک رہی ہے۔ اور یہ تاریکی اس کو گمراہی میں بھی مبتلا کر سکتی ہے۔ اس لیے کہ بزرگان سلف کے صحیح حالات سے ناواقفیت اس کو غیر مصدقہ اور فرضی حالات گھڑنے اور جھوٹے افسانے تراشنے پر مجبور کر دیتی ہے لہٰذا قوم کا فرض ہے کہ وہ اکابر مات کے ان کے تذکارات کو تلاش کر کے پڑھے جو حقوق پر مبنی ہوں اور جھوٹ کی امیزش سے پاک ہوں۔ لہٰذا قطلو بک منصوری ملک شام کا ایک ترکی رئیس تھا۔ حکومت میں بھی اس کو بڑا رسوخ حاصل تھا۔ تاجروں سے چیزیں خریدتا تھا اور ان کی قیمت فوراً ادا نہیں کرتا تھا۔ پیسہ وصول کرنے کے لیے تاجروں کو بار بار اس کے گھر کا چکر لگانا پڑتا تھا اور کبھی کسی سے ناراض ہوا تو اس کو درے بھی لگوا دیتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے ایک تاجر کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا اس کو کئی مرتبہ گھمانے پھرانے کے باوجود روپیہ نہیں دیا۔ اس نے امام موصوف سے واقعہ بیان کیا۔ وہ اس کو لے کر سیدھے قطلو بک کے پاس گئے۔ دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ تاجر کی دادرسی کے لیے آئے ہیں ملاقات ہوتے ہی طنز کے طور پر کہا جب تم کسی امیر کو کسی فقیر کے دروازے پر دیکھو تو سمجھو کہ امیر اور فقیر دونوں اچھے ہیں اور جب تم کسی فقیر کو کسی امیر کے دروازے پر دیکھو تو سمجھو کہ فقیر اور امیر دونوں برے ہیں۔ امام موصوف نے فوراً ہی جواب دیا فرعون تجھ سے برا تھا اور حضرت موسیٰ f مجھ سے اچھے تھے اس کے باوجود حضرت موسیٰ ہر روز فرعون کی ڈیوڑھی پر جاتے تھے اور اس کو ایمان کی دعوت دیتے تھے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ فرعون حضرت موسیٰ کے دروازے پر گیا ہو میں تجھ کو حکم دیتا ہوں کہ اس تاجر کا حق ادا کر دو۔ امام ابن تیمیہ ابرحل جواب سن کر قطلو بک شرمندہ ہو گیا کوئی جواب نہیں بن پڑا اور بغداد میں فوراً ہی تاجر کا روپیہ ادا کر دیا۔

☆ عبدالمنان خان

لالچ کا انعام

سنہرے حروف

مقصود احمد ساجد

بیت دنوں پہلے کی بات ہے کہ غزنی میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ وہ اپنی فرض شناسی رحم دلی اور شوقین مزاجی کی وجہ سے مشہور تھا۔ بڑے بڑے فن کاروں اور شاعروں کو اس کے دربار میں جگہ حاصل تھی بادشاہ کے دربار میں مشہور شاعر ارشاد اللہ خان چمن بھی تھے ان کی شاعری سننے سے بادشاہ کو قلبی سکون اور انوکھی لذت حاصل ہوتی تھی بادشاہ خصوصی طور پر روزانہ ہی ان کی شاعری سنتے تھے اور اس کے بعد دربار میں بیٹھ کر فیصلے کیا کرتے تھے۔

ہر روز چمن نئے نئے اشعار پڑھ کر بادشاہ کو خوش کرتے بادشاہ خود بھی حیران ہوتے کہ اتنے سال گزر جانے کے بعد بھی چمن نے کسی شعر کو دہرایا نہیں بلکہ وہ روزانہ نئے اور اچھے شعروں کی مالا پرو کر بادشاہ سلامت کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ بادشاہ چمن کی شاعری سے خوش ہو کر روز پانچ سونے کی مہریں انعام دیا کرتے تھے۔ بادشاہ کا ایک پرانا ملازم نعیم بہت ہی لالچی قسم کا انسان تھا وہ اکثر سوچا کرتا کہ چمن روز کچھ اشعار پڑھ کر بادشاہ کو سناتا ہے اور اس کے بدلے میں اس کو پانچ سونے کی مہریں ملتی ہیں جب کہ میں پورے ایک ماہ بادشاہ کی خدمت کرتا ہوں تب کہیں جا کر دس سونے کی مہریں حاصل کرتا ہوں۔ چمن اسے اپنا دشمن محسوس ہوتا۔ بہت سوچ سمجھ کر اس نے ایک ترکیب نکالی۔ ایک دن نعیم چمن کے گھر پہنچا درباری شاعر چمن نے اس کا خوش اخلاقی سے خیر مقدم کیا اور پوچھا: ''کہو نعیم کیسے آنا ہوا۔'' بات یہ ہے کہ ارشاد اللہ خان چمن اس کی طرف سے بے چینی سے دیکھنے لگا۔ پرسوں کی ہی بات ہے کہ بادشاہ مجھ سے کہہ رہے تھے اتنا کہہ کہہ کر نعیم رک گیا ''کہو رک کیوں گئے۔'' چمن نے کہا۔ ''جانے دیجئے آپ۔ بے کار میں پریشان ہوں گے۔'' نعیم بولا۔ اس کی آدھی بات سن کر چمن فکر مند ہو گئے وہ بولے کیا رہے تھے بادشاہ سلامت تم صاف صاف کیوں نہیں بتا رہے۔ اب آپ مجبور کرتے ہیں تو بتا ہی دیتا ہوں۔ بادشاہ سلامت کہہ رہے تھے کہ صبح ہی صبح درباری شاعر چمن کو دیکھ کر دل اداس ہو جاتا ہے ان کے سفید بالوں میں مجھے اپنا بڑھاپا دکھائی دیتا ہے ان کی شاعری سننے کی ذرا بھی خواہش نہیں ہوتی مگر کیا کیا جائے نعیم کی زبانی یہ بات سن کر چمن حیران رہ گئے۔ ان کو بہت رنج ہوا چمن بہت نرم دل اور سادہ لوح انسان تھے۔ پریشان ہو کر بولے بڑھاپے پر کسی کا کنٹرول بھی تو نہیں ہو سکتا۔ میں کر بھی کیا سکتا ہوں آپ ایک کام ضرور کر سکتے ہیں آپ جب صبح بادشاہ سلامت کے سامنے اشعار سنانے حاضر ہوں تو پگڑی باندھ کر جائیں جس سے آپ کے سفید بال چھپ جائیں گے۔ نعیم کی بتائی ہوئی ترکیب سن کر چمن بہت خوش ہوئے انہوں نے نعیم کو اچھا خاصا انعام دے کر رخصت کیا۔ نعیم اپنی خوشی چھپاتا ہوا بادشاہ کے دربار میں میں پہنچا۔ موقع دیکھ کر وہ دبے دبے الفاظ میں بادشاہ سے بولا۔ بادشاہ سلامت ابھی کچھ دیر پہلے درباری شاعر چمن سے ملاقات ہوئی تھی وہ آپ کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے۔ کیا کہا انہوں نے۔ انہوں نے کہا کہ ہر روز آپ کو شعر سنا سنا کر وہ تنگ آ گئے ہیں۔ خاموش! کیا بکتے ہو۔ بادشاہ غصے سے بولا۔ نہیں بادشاہ سلامت جان کی امان ہو میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ قسم کھا کر کہتا ہوں۔ نعیم بولا اور کیا کہا انہوں بادشاہ نے سخت الفاظ میں پوچھا اور یہ کہا کہ جب آپ کے سامنے وہ اشعار سنانے بیٹھتے ہیں تو ان کے سر میں درد ہو جاتا ہے اسی لیے کل سے وہ سر پر پگڑی باندھ کر آئیں گے۔ نعیم جلدی جلدی بولا۔ بادشاہ نے غصے سے ہنکارا بھرا۔ دوسرے دن چمن دربار میں حاضر ہوئے۔ ان کا بدلا ہوا روپ دیکھ کر سبھی کو حیرت ہوئی کیونکہ وہ شاعر سر پر پگڑی باندے ہوئے تھے۔ جیسے ہی وہ بادشاہ کے سامنے حاضر ہوئے تو انہیں دیکھ کر بادشاہ کے چہرے پر ناگواری کا اظہار ہوا لیکن خود پر قابو رکھتے ہوئے انہوں نے درباری شاعر چمن کی شاعری سنی اشعار ختم ہونے کے بعد بادشاہ سلامت بولے۔ ہم آپ کی شاعری سن کر بہت خوش ہوئے آج ہم آپ کو کوئی بڑا انعام دینے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ بڑی مہربانی ہے آپ کی۔ بادشاہ نے فوراً ایک خط لکھا اور اس خط کو بند کروا کر شاعر چمن کو سونپتے ہوئے کہا۔ آپ ہمارا یہ خط وزیر مالیات کو دیجئے گا وہ آپ کو انعام دیں گے۔ بادشاہ کا شکریہ ادا کرنے کے بعد چمن چلے گئے۔ یہ سب دیکھ کر نعیم حیران ہوا اور سوچنے لگا کہ اس طرح تو چمن کو اور زیادہ انعام ملے گا اور کچھ ہی دیر میں اس نے ایک ترکیب سوچی۔ پھر کچھ دیر بعد وہ درباری شاعر چمن کے پاس پہنچا اسے دیکھ کر چمن خوشی سے بولے۔ سچ مچ تم ایک بہت اچھے انسان ہو۔ تمہاری ترکیب سے بادشاہ سلامت بہت خوش ہوئے ہیں اور انعام مل رہا ہے آپ کو۔ آپ نے اب تک بادشاہ سلامت سے بہت کچھ حاصل کیا۔ مجھے بھی تو کچھ ملنا چاہیے۔ اگر آپ یہ خط مجھے دے دیں تو بڑی مہربانی ہوگی آپ کی۔ نعیم للچا کر بولا۔ درباری شاعر چمن کے دل میں لالچ بالکل نہیں تھا۔ اللہ کا دیا ان کے پاس بہت کچھ تھا۔ فوراً ہی وہ خط انہوں نے نعیم کے ہاتھ میں دے دیا اور بولے: ''واقعی یہ انعام پانے کے بعد حق دار تو تم ہی ہو۔'' خط ہاتھ میں آتے ہی نعیم خوشی سے دیوانہ ہو گیا اور تیر کی طرح وزیر کے پاس پہنچا اور خط وزیر کے حوالے کر دیا اور انعام ملنے کا انتظار کرنے لگا اور اسے فوراً ہی انعام مل بھی گیا۔ وزیر نے خط کھولا۔ اس میں صرف اتنا کلمہ لکھا تھا کہ ''خط لانے والے کو فوراً پھانسی دے دی جائے۔'' اور ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر وزیر نے جلاد کو بلوا کر بادشاہ سلامت کے حکم پر عمل درآمد کروا دیا۔

قصہ کوئز

پیارے بچو! اس ماہ سے ایک نیا سلسلہ ''قصہ کوئز'' کے نام سے شروع کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے کے تحت ہم ایک قصہ، کہانی یا کسی کتاب کا اقتباس دیا کریں گے۔ آپ نے اس کو پڑھ کر اس سے متعلق آخر میں دیئے گئے صرف دو سوالوں کے جواب دینے ہوں گے۔ قصہ کوئز دراصل اہم تاریخی واقعات اور زندگی سنوارنے والی ایسی کتابوں سے اقتباسات کا انتخاب ہے جن کا مطالعہ پڑھنے والوں کو اچھے کاموں پر اکساتا ہے اور زندگی کو بامقصد بنانے کا شعور عطا کرتا ہے۔ دلچسپی، معلومات اور تحریک اس کی بنیادی خصوصیات ہیں۔ تو لیجئے اس ماہ کے قصے کو غور سے پڑھئے پھر آخر میں دیئے گئے دو سوالات سے اپنی ذہانت کو پرکھئے۔ اور ہاں درست بھیجنے والے ذہین بچوں میں سے ایک کو بذریعہ قرعہ اندازی خوبصورت اور دلچسپ انعام بھی تو ملے گا۔ انعام جیتنے والے ذہین بچے کا نام اور قصہ کوئز کا درست جواب اگلے ماہ ملاحظہ فرمائیں۔

قصہ کوئز نمبر 1 ہزاروں، لاکھوں انسانوں کا جم غفیر ہے اور اس اجتماع عظیم کا ہر فرد محبت وعقیدت سے سرشار ہو کر سحر طاری کر دینے والے خطاب کو سن رہا ہے۔ لوگو! تمہارا الٰہ ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے۔ جان لو کہ عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر۔ کوئی فضیلت نہیں مگر ہاں اس کو فضیلت ہے جو تقویٰ میں بہتر ہے۔'' تمہاری جانیں، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر قیامت تک کے لیے اس طرح حرام ہیں جس طرح تم آج کے دن اس مہینے اور شہر کی حرمت کرتے ہو؟

(۱) بتایئے خطیب کون ہیں؟ (۲) یہ بات کس مقام پر کہی جا رہی ہے؟

قصہ کوئز: ماہنامہ ضرب طیبہ فلیٹ نمبر 9 فسٹ فلور ٹریڈ سنٹر چوک یتیم خانہ لاہور۔

نیکیاں کام آگئیں

تین مسافر کہیں جا رہے تھے، راستے میں رات ہوگئی۔ اب کیا کریں سوچا چلو، ایک غار میں پناہ لے لیں، آرام سے رات گزار کر صبح کو نکل لیں گے۔ اور وہ تینوں ایک غار میں پڑ رہے ابھی کچھ دیر گزری تھی کہ ایک بڑی چٹان پہاڑ کے اوپر سے پھسلی اور غار کے منہ پر آکر رک گئی۔ تینوں حیران کہ اب کیا کریں۔ یہ بڑی چٹان بھلا ہم سے کیا ہٹے گی۔ اب تو یہ غار ہم تینوں زندہ انسانوں کی قبر ہے۔ تینوں زندگی سے مایوس سوچنے لگے کہ اب کیا ہونا چاہیے، بظاہر تو موت سے بچنے کی اب کوئی صورت نہیں ہے۔

ایک صاحب ان میں سے بولے: بھائی دیکھو، زندگی اور موت خدا کے اختیار میں ہے، اسی سے زندگی کی بھیک مانگو۔ سب کے چہرے چمک اٹھے۔ پھر وہ صاحب بولے: ہم میں سے ہر ایک نے زندگی کے کتنے ہی سال گزار لیے ہیں بے شک ہم سے بہت سی کوتاہیاں بھی ہوئیں۔ لیکن ہر ایک نے کبھی نہ کبھی تو ایسا کام کیا ہوگا، جو صرف اپنے مالک کو راضی کرنے کے لیے ہو۔ ہمارا مالک بڑی قدرت اور طاقت والا ہے۔ سوچو، جس نے جو بھی کام خالص اپنے مولا کی خوشنودی کیلئے کیا ہے اس کا واسطہ دے کر وہ اپنے مالک سے زندگی کی بھیک مانگے اور گڑگڑا کر دعا کرے کہ اے خدائے رحیم و قدیر تو جانتا ہے کہ ہم نے یہ کام تیری ہی رضا کے لیے کیا تھا۔ اے ہمارے رب اس کے طفیل تو ہمیں اس ناگہانی مصیبت سے نجات دے۔ اس مشورے سے سب نے اتفاق کیا۔ اندھیرے غار میں انہیں زندگی کی روشنی محسوس ہوئی۔ اور ہر ایک نے باری باری اپنا واقعہ بیان کر کے خدا سے رحم کی درخواست کی۔

ایک صاحب بولے: میں جنگل میں مویشی چرایا کرتا تھا۔ میرے بوڑھے ماں باپ تھے، اور کئی چھوٹے چھوٹے بچے بھی۔ روزانہ میں صبح کو مویشی لے کر جنگل نکل جاتا اور شام کو واپس آتا۔ گھر آکر دودھ دوہتا، پہلے اپنے بوڑھے ابا اور بوڑھی اماں کو پلاتا۔ پھر اپنے بچوں اور گھر والی کو پلاتا۔ اسی طرح دن گزرتے رہے۔ اتفاق کی بات ہے ایک دن میں چارے کی تلاش میں دور نکل گیا۔ بہت دور، وہیں شام ہوگئی۔

گھر کے سب لوگ میرا راستہ دیکھتے رہے، سب ہی بھوکے تھے۔ پھر چھوٹے چھوٹے بچے، ان کا تو بھوک کے مارے برا حال تھا۔ میں رات گئے گھر پہنچا۔ بوڑھی اماں انتظار کرتے کرتے سو گئی تھیں، اور بوڑھے ابا بھی انتظار کرتے کرتے سو گئے تھے۔ ہاں بیوی اور بچے جاگ رہے تھے مجھے بہت افسوس ہوا کہ میں نے دیر کر کے گھر والوں کو کیسا ستایا۔

اب نے جلدی جلدی دودھ دوہا۔ اور پیالے میں بھر کر اماں اور ابا کے پاس پہنچا۔ سوچا انہیں جگا کر دودھ پلا دوں، اس لیے کہ بچے بھی بھوکے ہیں۔ بیوی تو خیر صبر کر لے گی، لیکن بچے جو بھوک سے چیخ رہے ہوں ہیں یہ کیسے مانیں گے! لیکن دل نے کسی طرح گوارا نہیں کیا کہ بوڑھے ماں باپ کی نیند میں خلل ڈالوں اور انہیں جگا کر پریشان کروں، وہ دونوں نہایت بوڑھے تھے اور آرام سے سو رہے تھے۔

اب میں دودھ کے پیالے لیے وہیں کھڑا رہا کہ جس وقت ان کی آنکھ کھلے گی، تو فوراً پیش کر دوں گا۔ میں کھڑا رہا اور ماں باپ سوتے رہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے میرے پیروں سے لپٹ لپٹ کر چیختے رہے اور اپنی پیاری زبان میں مجھ سے دودھ مانگتے رہے۔ بچوں کی بھوک، ان کی چیخ و پکار اور دودھ کے لیے ان ننھے بچوں کی بے قراری پر میرا دل لرز گیا۔ اور میرا دل بے تاب ہو گیا۔ لیکن یہ سوچ کہ ماں باپ سے پہلے ان بچوں کو کیسے پلا دوں۔ میں نے ان کو دودھ کا ایک قطرہ تک نہیں دیا اور اسی حالت میں پہاڑ سی یہ رات گزر گئی۔

ایک واقعہ

کئی سبق

ابو علی عبد الوکیل

صبح ہوئی، ماں باپ اٹھے اور میں نے معافی چاہتے ہوئے دودھ کا پیالہ پیش کیا۔ ماں باپ نے سیر ہو کر پیا۔ اور پھر میں نے اپنے معصوم بچوں کو پلایا۔ پروردگار! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام صرف تیری رضا کیلئے کیا تھا۔ پروردگار! تو اس کی برکت سے اس چٹان کو ہٹا دے اور ہمیں اس مصیبت سے نجات دلا دے۔ اور خدا کی مہربانی سے وہ چٹان غار کے منہ سے اتنی ہٹ گئی کہ آسمان نظر آنے لگا۔

اب دوسرے مسافر نے کہنا شروع کیا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ میں نے کچھ مزدوروں کو کام پر لگایا۔ مزدور جب کام سے فارغ ہوئے تو اپنی مزدوری لینے آئے۔ میں نے سب کو خوشی خوشی مزدوری دے دی اور وہ مزدوری لے کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ ایک مزدور ایسا تھا کہ اس نے مزدوری نہیں لی اور چلا گیا، مجھے بڑا افسوس ہوا۔ خیر میں نے اس کی مزدوری کی رقم کاروبار میں لگا دی، خدا کا کرنا اس میں دن دونی رات چوگنی برکت ہونے لگی اور میں اس کا نفع اسی میں لگاتا رہا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اس رقم سے کئی نوکر، کئی باغ اور کئی ہی مویشی ہو گئے۔

اب کیا دیکھتا ہوں کہ ایک دن وہی مزدور چلا آ رہا ہے، اس کے چہرے پر امید اور مایوسی کی ملی جلی کیفیت ہے۔ وہ آیا اور کہنے لگا۔ خدا کا آپ کا بھلا کرے، بہت دن پہلے میں نے آپ کے یہاں اپنی مزدوری چھوڑ گیا ہوں۔ اس وقت مجھے بڑی سخت ضرورت ہے، خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں، میری مزدوری مجھے دیجیے اور دیکھیے خدا کا خوف کیجیے انکار نہ کیجیے گا۔

میں نے نہایت سادگی سے کہا، بھلا میں کیوں انکار کرنے لگا۔ یہ دیکھیے، یہ گائیں، بھینسیں، بکریاں، یہ نوکر چاکر سب کچھ آپ کا ہے۔ آپ اطمینان سے یہ سب چیزیں اپنے ساتھ لے جائیے۔ یہ سن کر وہ شخص بولا۔

بھائی خدا سے ڈرو اور میرا مذاق نہ اڑاؤ۔ میں نے کہا بھائی میں ہرگز مذاق نہیں اڑا رہا ہوں۔ خدا گواہ ہے یہ سب کچھ تمہارا ہے۔ مجھے اس میں سے ایک ذرہ رکھنے کا کوئی حق نہیں۔

بات یہ ہوئی کہ جب آپ اپنی مزدوری چھوڑ گئے تو مجھے فکر ہوئی کہ اس کا کیا کروں۔ آخر میں نے سوچ سمجھ کر اس رقم کو کاروبار میں لگایا۔ اور خدا نے اس میں یہ برکت دی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ یہ سن کر وہ شخص بہت خوش ہوا اور اپنی گائیں، بھینسیں اور نوکر چاکر لے جا کر خوش خوش چلا گیا۔

پروردگار! تجھے خوب معلوم ہے کہ میں نے سب کچھ صرف تیری خوشنودی کے لیے کیا ہے۔ خدایا تو اس عمل کی برکت سے ہمیں اس مصیبت سے نجات دے اور غار کے منہ سے یہ بھاری چٹان اپنی قدرت سے ہٹا دے۔

دعا کرنی تھی کہ چٹان کو خدا تعالیٰ نے غار کے منہ سے کافی ہٹا دیا اور باہر کی روشنی اندر خوب آنے لگی۔

تیسرے مسافر نے کہنا شروع کیا: پروردگار! میری چچا زاد بہن تھی، بہت ہی خوبصورت اور بہت ہی حسین۔ مجھے اس سے محبت ہوگئی۔ اور میں اس کی محبت میں بے تاب رہنے لگا۔

ایک دن میں نے اس سے دل کی بات کہہ ہی ڈالی۔ وہ بولی ایک سو بیس 120 اشرفیاں دیجیے تب آپ کی خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ میں نے محنت مزدوری کر کے رقم اکٹھی کی اور پھر اس کے پاس پہنچا، اسکے ہاتھ پر رقم رکھی، اور چاہا کہ اپنی ضرورت پوری کروں۔ وہ عورت بولی، بھائی خدا نے جو مہر لگائی ہے اس کو تم ناجائز طور پر کیوں توڑ رہے ہو۔ یہ سننا تھا کہ مجھ پر ہیبت طاری ہوئی، میں نے وہ رقم بھی اس کو بخش دی، اور اس گناہ سے بھی باز رہا۔ خدایا تو خوب جانتا ہے کہ یہ سب کچھ میں نے تیری خوشنودی کیلئے کیا۔

اے خدا! تو اس عمل کی برکت سے ہمیں اس ناگہانی مصیبت سے بچا لے اور غار کے منہ سے اس چٹان کو ہٹا دے کہ ہم بخیر اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ سکیں۔ خدا نے اپنے فضل و کرم سے چٹان کو غار کے منہ سے ہٹا دیا۔ اور غار کا راستہ بالکل کھل گیا۔

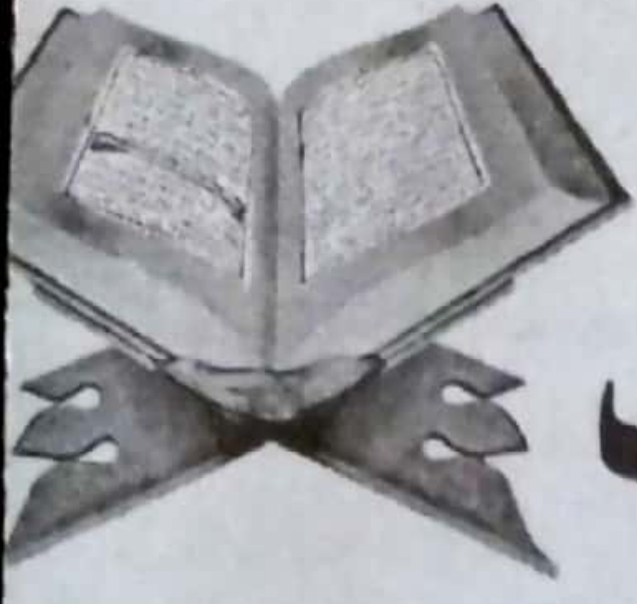

دعوت اِلی اللہ، ضرورت واہمیت

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے
(آل عمران-ا

ریاض سیف اللہ عسکری
طالب علم انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

دعوت الی اللہ کی فرضیت:

دعوت دین اللہ رب العالمین کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے فرض ہے اور یہ ایک ایسا فریضہ ہے کہ جس کی فرضیت پر امت مسلمہ کے تمام طبقات ومکاتب فکر متفق ہیں۔ مگر عملاً اس کو بجا لانے میں کوتاہی اختیار کرتے ہیں۔ کسی کی کوتاہی فکر کے لحاظ سے ہے جبکہ کسی کی کوتاہی عمل کے لحاظ سے ہے کہ دعوت تو کتاب وسنت والی ہے مگر دعوت دینے میں کوتاہی اختیار کرتے ہیں اور عملاً اس فریضے کو کر نہیں پاتے۔ اسی عمل خیر کی وجہ سے اللہ نے امت مسلمہ کو خیر کی امت قرار دیا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ. (ال عمران-110)

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کیے گئے ہو کیونکہ تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔''

قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دعوت کو فرض کیا ہے اور اس کی فضیلت بھی بہت زیادہ رکھی ہے مگر یہ فضیلت اسے ہی ملے گی جو اس فضیلت والے کام کو اختیار کرتا ہے اور اس کے لئے محنت کرتا ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (ال عمران. 104)

''تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو خیر کی طرف بلائے نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔''

اس سے یہ بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے کہ دعوت اِلی اللہ فرض عین ہے، عام لوگوں پر عام طور پر اور اہل علم پر خاص طور پر فرض ہے کیونکہ اس کے لئے الگ سے مجموعے اور گروپ ہونے چاہئیں جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائیں، نیکی کا حکم کریں اور برائی سے منع کریں اور اسی کو کامیابی کا راستہ بتایا گیا۔ دعوت کی فرضیت ہمیں نبی ﷺ کے عمل اور حکم سے ملتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جب تم میں سے کوئی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے اور اگر اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو زبان سے منع کرے، اگر اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو اسے دل سے برا جانے یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔'' (مسلم)

اس حکم رسول ﷺ سے ایک تو ہمیں دعوت الی اللہ کی فرضیت اور دوسرا حکمت اور درجات بھی ملتے ہیں۔ اہل علم بیان کرتے ہیں کہ حکمرانوں پر مسلمانوں کے ذمہ داران پر اور قوت رکھنے والوں پر دعوت کا پہلا درجہ ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو خطاکار ہیں جب کہ اہل علم پر دوسرا درجہ ہے۔ اگر وہ برائی کے خلاف زبان کو استعمال نہیں کرتے تو غلطی پر ہیں۔ جبکہ عام آدمی کے لئے تیسرا درجہ بھی کفایت کر جاتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ اس لئے کہ جب وہ برائی سے نفرت نہیں کرے گا تو خود اس برائی میں شریک ہو جائے گا۔ زبان اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اور دعوت الی اللہ کا بہت بڑا وسیلہ ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ اسے اللہ کے دین کے لئے ضرور استعمال کریں۔ ورنہ مواخذہ ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا'' کہ اچھی بات کہو ورنہ خاموش رہو۔'' (الحدیث)

نبی کریم ﷺ نے بے شمار جگہوں پر دعوت دینے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' اگر تمہیں ایک بات بھی پہنچے تو اسے آگے پہنچاؤ۔'' (الحدیث)

ورنہ اس کا مواخذہ ہوگا اور نبی ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع والے دن حاضرین کو مخاطب کر کے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو گواہ ... والوں کی ذمہ داری لگائی کہ اسے آگے پہنچاؤ۔'' حاضر ... ہے کہ غائب تک اسے پہنچاؤ'' اس لئے آج ساری امت ... طور پر اہل علم خاص طور پر دعوت دین کو آگے پہنچانے کے ... اور ہمیں اس میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔ دعوت اِلی الل... ہے، یہ دعوت دینے والوں کی بھی خیر خواہی ہے اور دعوت ... کی بھی خیر خواہی ہے اور اس خیر خواہی کے عمل کو مسلسل ... چاہئے اور امت کا کوئی بھی طبقہ اس سے مبرا نہیں ہے۔

قول النبی ﷺ: الدین النصیحہ...... (الح...

'' دین تو سراسر خیر خواہی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ... کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے لئے اور اس کے رس... اور اللہ کی کتاب کے لئے اور مسلمانوں کے حکمرانوں ... عام مسلمانوں کے لئے۔'' (مسلم)

دعوت اِلی اللہ کی فضیلت واہمیت:

دعوت الی اللہ اسلام میں بہت اہمیت والا عمل ... اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ رب ... اس اہم ترین کام کے لئے انبیاء ورُسل مبعوث فرمائے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِىْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ ... وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ. (سورة النحل. 36)

''ہم نے ہر قوم کے لئے رسول بھیجے تا کہ تم ... عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔''

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کرتے ...

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِ...

> آج ساری امت مسلمہ عام طور پر اہل علم خاص طور پر دعوت دین کو آگے پہنچا... کے ذمہ دار ہیں۔ دعوت الی اللہ تو خیر خواہی ہے، یہ دعوت دینے والوں کی بھ... خیر خواہی ہے اور دعوت سننے والوں کی بھی خیر خواہی ہے

ن انفسِهِمۡ يَتۡلُوۡ عَلَيۡهِمۡ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتَابَ وَالۡحِكۡمَةَ.(سورۃ ال عمران 164)

''بے شک ہم نے مومنوں پر احسان عظیم فرمایا کہ ان میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو کہ ان پر ہماری آیات پڑھتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے۔''

ویسے بھی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بنیادی ذمہ داری بھی دعوت دین لگائی ہے اور یہاں تک فرمایا کہ اگر آپ ﷺ نے دعوت دین کا حق ادا نہ کیا تو حق نبوت ادا نہیں کیا۔

وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ.(سورۃ المائدہ. 67)

''اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو رسالت کو نہیں پہنچایا۔''

جبکہ نبی ﷺ نے نہ صرف دین پہنچایا بلکہ اس کا حق بھی ادا کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع والے دن فرمایا:

قولہ النبی ﷺ :ھل بلغت......(الحدیث)

''کیا میں نے دین پہنچا دیا؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا نہ صرف پہنچایا بلکہ حق ادا کر دیا۔''

آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ حق رسالت کو حق دعوت کے ساتھ خاص کیا گیا ہے تو کیا حق اسلام اور حق مسلمانی حق دعوت کے ساتھ خاص نہیں ہوگا؟ کوئی بھی عمل اپنے کرنے والے کی فضیلت و اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ دعوت اِلی اللہ کا کام نبیوں اور رسولوں والا عظیم کام ہے۔ اب جو کوئی بھی اس عمل خیر کو اختیار کرے گا۔ وہ یقیناً نبیوں والا عظیم کام کرے گا اور ان کا وارث ہوگا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قولہ النبی ﷺ :العلماء ورثۃ الانبیاء......(الحدیث)

''علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں۔''

کیا زبردست وراثت اور نسبت ہے۔ اب جو کوئی اس وراثت کو اختیار کرے گا وہ اس کا مستحق اور ذمہ دار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ داعی کی بات کو زمانے بھر کی باتوں سے اچھا قرار دیتے ہیں اور اس پر اپنی طرف سے سند بھی نازل کرتے ہیں۔

ومن احسن قول......(سورۃ حم سجدہ. 41)

''اور بات میں اس شخص کے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور خود بھی صالح عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں تو مسلمانوں میں سے ہوں۔''

داعی کی بات کو سب سے بہتر قرار دے کر اللہ رب العالمین نے داعی کی فضیلت و اہمیت پر مہر ثبت کر دی ہے کہ دنیا میں دعوت اِلی اللہ سے بڑا کوئی خیر خواہی کا کام نہیں ہے کیونکہ یہی وہ عمل ہے جو جہاد فی سبیل اللہ اور غلبہ اسلام کی اساس و بنیاد بنتا ہے اور امت مسلمہ کو کامیابی دلاتا ہے۔ نبی ﷺ کے فرامین بھی دعوت اِلی اللہ کی فضیلت و اہمیت کو ظاہر کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جو میری بات کو سنے اور آگے پہنچائے۔''

اس لئے محدثین، مفسرین، داعیان، واعظین اور علمائے کرام نبی اکرم ﷺ کی اس دعا کے حقیقی مستحق اور وارث ہیں جو نہیں ہیں انہیں کوشش کرنی چاہئے۔ یاد رکھئے! اسلام میں کسی عمل کے کرنے پر بہت بڑا اجر کا وعدہ بھی اس کے بڑا ہونے پر دلالت کرتا ہے اور کسی عمل کے چھوڑنے پر عذاب اور وعید بھی اس کے بڑا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

لُعِنَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ.(سورۃ المائدہ. 78)

''لعنت کی گئی بنی اسرائیل کے کافروں پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبانی۔''

برائی شروع میں تو چھوٹی اور ہلکی ہوتی ہے اس لئے اسے روکا جا سکتا ہے مگر جب یہ تناور درخت بن جاتا ہے تو اسے ختم کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے

اس کی ایک وجہ نافرمانی اور دوسری وجہ برائیوں سے منع نہ کرنا تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرو گے۔ ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی عذاب بھیج دے۔ پھر تم دعائیں کرو گے اور وہ قبول نہیں کی جائیں گی۔ (ترمذی)

آج امت مسلمہ کے زوال کی ایک وجہ ترک دعوت بھی ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ دعوت اِلی اللہ کو بھرپور طریقے سے دیں۔

دعوت اِلی اللہ کی ضرورت:

کوئی بھی چیز بذات خود تو اہم ہوتی ہی ہے اور اس کی ضرورت بھی ہوتی ہے مگر اس چیز کی کمی واقع ہو جائے تو اس کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ معاشروں میں جب خرابی اور گمراہی حد سے بڑھ جاتی ہے تو دعوت کی ضرورت بھی بڑھ جاتی ہے۔ پہلے زمانوں میں جب معاشروں میں خرابی بڑھتی تو اللہ تعالیٰ نبیوں اور رسولوں کو وحی اور کتابیں دے کر مبعوث فرماتے تا کہ معاشروں کے بگاڑ کو ختم کیا جا سکے۔ وہ نبی و رسول اپنے علاقے اور قوم کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ یہاں تک کہ یا تو قوم سدھر جاتی ہے یا پھر اللہ کی طرف سے عذاب آ جاتا ہے۔ یہ دعوت کی ضرورت ہی تھی کہ اللہ رب العالمین نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر نبی اور رسول مبعوث فرمائے تا کہ معاشروں کی اصلاح و تربیت کر کے ان کو اللہ کا تابعدار بنایا جا سکے۔

وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ......(الفاطر 24)

''اور کوئی امت نہیں گزری یہاں تک کہ اس میں ڈرانے والا آیا۔''

آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اصلاح و تربیت کے لئے کتنا جامع پروگرام ترتیب دیا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک کسی قوم کو عذاب نہیں دیا جب تک ان میں سے رسول مبعوث نہیں فرمائے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيۡنَ حَتّٰى نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا.(الاسراء. 15)

''اور ہم اس وقت کسی قوم کو عذاب نہیں دیتے جب تک اس میں رسول نہ بھیجیں۔''

آپ اس سے دعوت اور داعی کی ضرورت کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اتمام حجت کرنا چاہتا ہے تا کہ کوئی اللہ کے پاس عذر پیش نہ کر سکے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں جو زندہ رہے وہ بھی دلیل اور جو مرے وہ بھی دلیل پر۔

وَّيَحۡيٰى مَنۡ حَىَّ عَنۡۢ بَيِّنَةٍ‌ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ.(الانفال. 42)

''تا کہ جو مرے وہ دلیل پر مرے اور جو زندہ رہے وہ دلیل پر زندہ رہے۔''

یہ داعی ہی ہوتے ہیں کہ جو لوگوں پر اللہ کی طرف سے حجت پوری کرتے ہیں اور نبیوں کے بعد یہ مقدس ڈیوٹی ایمان والوں کی ہے اگر داعی حجت پوری نہ کرے تو پھر اس پر حجت پوری ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کی پکڑ میں آ جاتا ہے۔ اس لئے یہ جو ہمارے ہاں تصور ہے کہ اپنی نماز روزہ تک محدود رہو درست نہیں ہے۔ بلکہ جو ایسی سوچ رکھتا ہے وہ کتنا ہی پرہیزگار کیوں نہ ہو وہ قابل گرفت و مواخذہ ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ نے دونوں گروہوں کی مثال دے کر واضح کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی حدود میں واقع ہونے والے اور نہ روکنے والوں کی مثال اس طرح ہے جس طرح کچھ لوگ بحری جہاز میں سوار ہوئے۔ کچھ لوگ اوپر والی منزل میں تھے اور کچھ لوگ نیچے والی منزل میں تھے۔ نیچے والے پانی لینے کے لئے اوپر والی منزل والوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں تکلیف محسوس ہوتی۔ لہٰذا اوپر والوں نے انہیں پانی سے منع کر دیا۔ اب نیچے والوں نے سوچا کیوں نہ ہم نیچے سوراخ کر لیں اور یہیں سے پانی حاصل کر لیں۔ اب جب نیچے والوں نے ایسا کرنا شروع کر دیا تو اوپر والے آ گئے کہ

تم یہ کیا کرنے لگے ہو۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اوپر والے نیچے والوں کو روک لیں گے تو خود بھی بچ جائیں گے اور انہیں بھی بچا لیں گے اگر وہ انہیں نہیں روکیں گے تو خود بھی ہلاک ہو جائیں گے اور نیچے والے بھی ہلاک ہو جائیں گے۔

یہ لطیف مثال دے کر دراصل آپ ﷺ نے معاشرے کو تباہی سے بچانے کا طریقہ کار بتایا ہے۔ اس لئے کہ برائی شروع میں تو چھوٹی اور ہلکی ہوتی ہے اس لئے اسے روکا جاسکتا ہے مگر جب یہ تناور درخت بن جاتا ہے تو اسے ختم کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور اسی طرح سارا معاشرہ نیک وبد سب متاثر ہو جاتے ہیں اور اللہ کے عذاب کو واجب کر لیتے ہیں۔

آج اس وقت ہمارے معاشرے کی بھی یہی حالت ہے بلکہ اس سے بھی بدتر ہے کیونکہ نیکی کرنے والوں نے نیکی کو اپنے آپ تک محدود کر لیا ہے جبکہ برائیاں کرنے والے نہ صرف سرعام برائیاں کر رہے ہیں بلکہ وہ اپنی برائی کو بھی نیکی سمجھ رہے ہیں اور اس طرح برائی اور نیکی کا فرق ختم ہو کر رہ گیا ہے جو کہ اس سے بھی بڑا المیہ اور سانحہ ہے۔ اس وقت امت مسلمہ کو معاشرتی اور فکری حوالے سے دو طرح کے چیلنجز کا سامنا ہے۔ ان میں ایک تو ہمارے معاشروں میں موجود وہ گمراہ افراد ہیں جو کہ دین ومذہب کے نام پر اور جدید روشن خیالی کے نام پر گمراہ کر رہے ہیں اور معاشروں کو گمراہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ ان کا طریقہ واردات یہ ہے کہ انہوں نے وسائل اور قوت کے بل بوتے پر برائی کو روشن خیالی اور خیر کو دقیانوسیت اور انتہاپسندی قرار دیا ہے۔ جس سے معاشرے کا عام آدمی بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ ان لوگوں کے پاس مال ودولت اختیار وقوت اور الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے وسیع ذرائع اور وسائل موجود ہیں جس سے وہ اپنی فکری گمراہی کی بھرپور تبلیغ کر رہے ہیں جبکہ دوسری طرف وہ غیر مسلم ادارے اور N.G.Os ہیں جن کو امریکہ ویورپ کی سرکاری سرپرستی حاصل ہے اور وہ ہماری فکری ودینی بنیادیں کھوکھلی کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان فکری لحاظ سے بانجھ ہو جائیں وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں اسلام میں جدید دور کے ساتھ ہم آہنگی کی طاقت نہیں ہے۔ ہمارے نظام ہی مسلمانوں کو نجات دے سکتے ہیں۔ نماز روزے کی حد تک اسلام ٹھیک ہے جبکہ نظام اور معاملات کے لئے ہمارے ادارے اور نظام بہترین ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی بھول اور مسلمانوں کی کمزوری ہے جس سے وہ بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں اور مسلمان حکومتیں اور ادارے ان کا سد باب کرنے کی بجائے ان کے ہاتھوں استعمال ہو رہے ہیں جو المیہ اور لمحہ فکریہ ہے۔ اس فکری گمراہی سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اگر مسلمان کافر نہ ہوں تو یہ مسلمان بھی نہ رہیں اور دوسرا یہ کہ جب مسلمان فکری لحاظ سے شکست کھا جائیں گے تو پھر جنگی محاذوں پر کوئی مسلمان کھڑا ہو کر ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے گا اور یوں ہم مسلمانوں کو زیر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے جبکہ ادھر مسلمانوں کی حکومتیں، ادارے اور افراد خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں اور مسلمانوں کو کافروں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی دودھ کی رکھوالی کے لئے بلی کو رکھ لے۔ اس لئے مسلمان افراد اداروں اور جماعتوں کو میدان عمل میں آنا چاہئے۔ ہر میدان میں کافروں سے مقابلہ جاری ہے اور اس مقابلے کی تیاری کر کے اور مقابلے کے مطابق ہتھیار لے کر ہمیں میدان میں آنا ہوگا۔ دعوت وفکر کے میدان میں ایمان، دلیل اور وسائل کی ضرورت ہے۔ آج پہلی بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس اتنے وسیع اور جدید وسائل دعوت موجود نہیں ہیں جتنے کافروں کے پاس ہیں۔ آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ کتنے قوی وجدید وسائل اور تیاری تیز رفتاری کے ساتھ عالم کفر اسلام کے خلاف مقابلے میں کھڑا ہے۔ یہ تو اسلام کی وہ فطری اور قوی دلیل ہے جس کی بنیاد پر وہ اسلام سے ٹکرا کر خود پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ ورنہ مسلمانوں نے تو کب کا میدان کافروں کے حوالے کر دیا ہے جبکہ دین ہمیشہ غالب رہے گا۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

مسلمان قوت کے لحاظ سے کمزور بھی ہو جائیں گے تو دلیل کے میدان میں اسلام کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔ ان شاءاللہ

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ. (توبة 33)

"وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو دین حق اور ہدایت دے کر بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔ اگرچہ مشرکین کو ناگوار گزرے۔"

دین اسلام اپنی دلیل کے اعتبار سے کل بھی غالب تھا اور آج بھی غالب ہے۔ اس کی واضح دلیل آج امریکہ ویورپ میں کثرت سے لوگوں کا مسلمان ہونا ہے۔ یہ اسلام کا ایک معجزہ ہے اور اللہ کی زبردست مدد ہے کہ اگر مسلمان قوت کے لحاظ سے کمزور بھی ہو جائیں گے تو دلیل کے میدان میں اسلام کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔ ان شاءاللہ

آج امت مسلمہ کا ایک مسئلہ اگر وسائل کے کم ہونے کا ہے تو اس سے بڑا مسئلہ موجودہ افراد وسائل کی ترتیب وتنظیم اور استعمال کا ہے اور یہ بات بڑی افسوس والی ہے کہ مسلمان موجودہ وسائل سے بھرپور فائدے اٹھا کر اسلام کی دعوت اور دفاع کا فریضہ سرانجام نہیں دے رہے ہیں جس میں ہمارے اہل حل وعقد بالخصوص اور عوام بالعموم شامل ہیں تو آیئے ہم اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو دور کر کے غلبہ اسلام، دعوت اسلام اور دفاع اسلام کے لئے اپنی کوششوں کو تیز کریں۔

جدید اسالیب دعوت وقت کی ضرورت:

اللہ رب العالمین نے جہاں دعوت کو فرض قرار دیا اور اس کی اہمیت وضرورت ہمارے سامنے واضح کی ہے وہاں پر دعوت کے اسالیب اور ذرائع بھی بتائے ہیں اور مزید اختیار کرنے کی دعوت پیش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسالیب دعوت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ادع الی سبیل ربک...... (فصلت 33)

"آپ لوگوں کو اپنے رب کے دین کی طرف حکمت اچھی نصیحت اور پسندیدہ بحث کے ساتھ بلائیے بے شک آپ کا رب گمراہوں کو خوب جانتا ہے اور ہدایت یافتہ کو خوب جانتا ہے۔"

قرآن مجید کی یہ آیت ہمیں اسالیب دعوت اور طریقہ کار میں بنیاد فراہم کرتی ہے۔ کس طرح دعوت کے لئے بہترین سے بہترین طریقہ اختیار کرنے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ ہمیں دعوت الی اللہ کے لئے اتنا مواد فراہم کرتی ہے کہ ہمیں کہیں اور جانے اور دیکھنے کی ضرورت ہے۔ نبی ﷺ کا مکی دور میں انداز دعوت دفاعی جبکہ مدنی دور میں جب اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا کر دیا تو آپ نے جہاد کی طرح دعوت میں بھی اقدامی طریقہ اختیار کیا۔ اس میں مختلف بادشاہوں کو خطوط لکھنا بالخصوص شامل ہے۔ یہ سنت رسول ہے جو ہمیں دعوت الی اللہ کے لئے ہر قسم کے طریقے اور وسائل اختیار کرنے پر آمادہ کرتی ہے بلکہ داعی کے لئے خوشخبری ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص کسی کی بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اسے بھی اتنا ثواب ملے گا۔" (الحدیث)

آج امت مسلمہ جہاں دعوت کے وسائل سے محروم اور غافل ہے اسی طرح آج دعوت کے جدید اسلوب اور طریقہ کار سے بھی غفلت اختیار کی جا رہی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جو افراد، ادارے اور جماعتیں دعوت کے عظیم کام میں مصروف ہیں انہیں دعوت میں جدت اختیار کرنی چاہئے اور تمام جائز ذرائع سے فائدہ اٹھانا چاہئے کیونکہ اس مسئلے پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ ایسے تمام ذرائع جن سے شریعت نے منع نہیں کیا اور ان میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے دعوت دین کے لئے نہ صرف استعمال کرنا جائز بلکہ بہت ضروری ہے۔ آج ہمیں انفرادی واجتماعی ذرائع، سیمینارز، لیکچرز، فہم دین کورسز، فہم قرآن وحدیث کیمپ، الیکٹرانک وپرنٹ میڈیا، کمپیوٹر، انٹرنیٹ، موبائل الغرض تمام جائز ذرائع کو استعمال کرنا چاہئے۔

آج جبکہ کفر اپنے تمام تر ہتھکنڈوں اور وسائل کے ساتھ لوگوں کو بے دینی اور گمراہی پر لگا رہا ہے۔ ہمیں دعوت دین کے لئے ہر موثر طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ جہتیں اور طریق بدل بدل کر دعوت کے کام کو سرانجام دینا چاہئے۔ دعوت الی اللہ دراصل انبیاء ورسل کا کام اور سنت ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ ہم آج اس راستے پر چل رہے ہیں۔ یاد رکھئے! اس عظیم عمل کے کچھ تقاضے اور ضابطے ہیں ہمیں چاہئے کہ ہم اس کا حق ادا کریں۔ ورنہ ہماری جگہ اللہ کسی اور قوم کو لے آئے گا۔ اللہ کا دین افراد کا نہیں بلکہ افراد اللہ کے دین کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مزید عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جھوٹ اور سچ کے اثرات

جھوٹ بولنے سے اہل ایمان کے دلوں پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ ایک فکر انگیز تحریر

ٹ کے اثرات:

ہر ایک عمل کا اچھا یا برا نتیجہ نکلتا ہے۔ نتیجہ کا انحصار عمل کی
پر ہوتا ہے۔ اگر نیک اور صالح عمل ہو تو اس کا ثمر بھی اچھا ہوگا
ل برا ہے تو لامحالہ اس کا نتیجہ بھی برا ہی نکلتا ہے۔ جو بویا جائے
ا جاتا ہے۔ جھوٹ کا تعلق افعال رذیلہ سے ہے۔ اس لئے اس
ئج بھی برے ہیں۔ آیئے جھوٹ کے اثرات ونتائج کا مطالعہ
۔

ٹ منافقت کا بیج:

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
ﷺ نے فرمایا:

''چار چیزیں جس آدمی میں ہوں وہ پکا منافق ہوتا ہے اور
س ان میں سے ایک خصلت پائی جاتی ہے اس میں اسی قدر
ہوگا یہاں تک کہ اسے ترک کردے (وہ چار چیزیں یہ ہیں)
س کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے اور جب گفتگو
ے تو جھوٹ بولے اور معاہدہ کرے تو غداری کرے اور جب
رے تو گالی دے۔'' (بخاری ومسلم)

غور فرمایئے! رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی چاروں نشانیوں
جھوٹ سے ہے۔ امانت میں خیانت کرنا ایک عملی جھوٹ اور
یں جھوٹ بولنا صریحاً جھوٹ ہے اور وعدہ خلافی کرنا بھی عملی
ہے اور کسی کو گالی دینا بھی جھوٹ ہوتا ہے کیونکہ عام طور پر جس
دی جاتی ہے، گالی کا مستحق نہیں ہوتا اور نہ اس کا مصداق ہوتا
لئے یہ بھی جھوٹ ہے۔

جو لوگ لعنت اور گالی کے مستحق ہوں، ان پر تو اللہ تعالیٰ، نبی
ﷺ اور تمام مخلوقات لعنت بھیجتے ہیں تو مستحق لعنت کو لعنت یا گالی
ل زمرے میں نہیں آتا۔

نوٹ فرمایئے! گزشتہ حدیث کی روشنی میں نفاق اور جھوٹ
مترادف لفظ ثابت ہوئے اور دونوں میں لازم وملزوم کی نسبت
جھوٹ کے بغیر کوئی آدمی منافق نہیں ہوسکتا اور جو جھوٹ بولنے لگ جائے تو گویا اس نے نفاق کا بیج بو دیا اور دوسری برائیاں اس کی آبیاری کرنے لگ جاتی ہیں۔

کمانڈر ابوانس شہیدؒ

جھوٹ ایمان کا بیخ کن:

سیدنا صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا:

''کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ پوچھا گیا کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہاں۔ پوچھا گیا کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔'' (مؤطا امام مالک)

دیکھئے! رسول اللہ ﷺ نے بزدلی اور بخل جیسی بیماریوں میں مومن کے مبتلا ہونے کا اندیشہ قبول فرمایا ہے لیکن جھوٹ کا سرے سے انکار ہی کردیا کہ مومن اور ساتھ جھوٹا بھی ہو، یہ بالکل نہیں ہوسکتا۔ صرف ایک چیز رہ سکتی ہے، ایمان ہوگا یا جھوٹ۔ گویا جھوٹ ایمان کی بیخ کنی کرنے والا ہے۔ جھوٹ ایمان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے، جھوٹ اور ایمان دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔

جھوٹ سے جہنم تک:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ دوزخ کی طرف لے جاتے ہیں اور جب آدمی جھوٹ بولتا رہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش میں رہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

آدمی کو جب پتہ ہو کہ فلاں راستہ فلاں خطرناک جگہ تک پہنچاتا ہے تو کبھی بھولے سے بھی اسے اختیار نہیں کرتا، آخرت کے معاملے میں ہم اتنے تساہل پسند ہیں کہ جھوٹ جو براستہ فسق وفجور جہنم اور دوزخ تک پہنچاتا ہے، اس کی کبھی پرواہ نہیں کی کہ اس راستے کا انجام برا ہے، بے دریغ جھوٹ بولنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ معاشرے کی اکثریت جھوٹ کی لعنت اور چنگل میں گرفتار ہے اور اس کے ساتھ لازماً وہ گناہوں میں ہیں اور انجام کار جہنم ہوگا۔

اگر نبی بھی جھوٹ بولے تو......؟

انبیاء کرام علیہم السلام معصوم عن الخطاء ہیں۔ اگر کوئی غلطی ان سے سرزد ہوجائے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ فوراً انہیں متنبہ کردیتا ہے اور اس طرح اس کا ازالہ ہوجاتا ہے۔ نبی سے کوئی ہلکی پھلکی انجانے میں غلطی ہوسکتی ہے لیکن جان بوجھ کر کوئی غلطی نہیں کرتے۔

جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ لہٰذا کسی نبی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس سے متصف ہو۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝ (سورۃ الحاقہ۔ 44 تا 46)

''اور اگر یہ ہم پر کوئی بھی بات بنالیتا تو البتہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔''

غور فرمایئے! جھوٹ بولنا کتنا برا کام ہے کہ اگر نبی بھی اس

> **جھوٹ بولنا کتنا برا کام ہے کہ اگر نبی بھی اس کا ارتکاب کرے تو اسے معافی نہیں بلکہ اس کی نقد سزا یہ ہے کہ اس کی شہ رگ کاٹ دی جائے اور اس کا دنیا میں رہنا بھی اللہ کو گوارا نہیں**

کا ارتکاب کرے تو اسے معافی نہیں بلکہ اس کی نقد سزا یہ ہے کہ اس کی شہ رگ کاٹ دی جائے اور اس کا دنیا میں رہنا بھی اللہ کو گوارا نہیں' صرف اس گناہ کی پاداش میں اسے نیست ونابود کر دیا جائے گا۔

نبی ﷺ اور صحابہ کا دور بہترین دور تھا اور اس کے بعد بہتری کا گراف گرتا رہا ہے اور گرتا رہے گا اور قرب قیامت کا دور بدترین دور ہوگا۔ اس میں بداعمالیاں اور برائیاں عام ہو جائیں گی اور بدترین اعمال کی کثرت وفراوانی ہو جائے گی۔

جناب محمد ﷺ نے فرمایا:

''قرب قیامت ہرج ہوگا۔ پوچھا گیا ہرج کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''جھوٹ اور قتل ہے۔'' (مسند الامام احمد)

جھوٹ سے برکت کا خاتمہ:

آج کل ہر آدمی خرچ اخراجات اور مصارف سے تنگ ہے۔ کوئی ہزاروں کمائے خواہ لاکھوں کمائے پریشان دکھائی دیتا ہے اور پوچھتا ہے جی کوئی وظیفہ جس سے رزق میں فراخی ہو' ہاتھ بہت تنگ رہتا ہے' پریشانی جانے کا نام نہیں لیتی حالانکہ وہ ہزاروں اور لاکھوں کمانے والا ہوتا ہے' اپنے حال پر کبھی نظر نہیں ڈالتے' بے برکتی کی اصل وجہ تلاش نہیں کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جھوٹی قسم سامان کو رواج دیتی ہے لیکن کمائی کو کھا جاتی ہے۔'' (مسلم)

اصل وجہ یہی ہے کہ دکان تو بہت چلتی ہے' گاہکوں اور آمدنی کی بہتات ہوتی ہے لیکن ہاتھ پھر بھی تنگ ہی رہتا ہے کیونکہ جھوٹ بول کر جو کمایا ہے اور جھوٹ سے دکانداری تو بہت چمکتی ہے لیکن بے جا مصارف اپنے منہ کھولے اس کمائی کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں جو جھوٹ بول کر کمائی جاتی ہے۔

سیدنا ابوقتادہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''خرید وفروخت میں زیادہ قسمیں نہ اٹھاؤ کیونکہ وہ (سامان کو) رواج دیتی ہیں پھر (برکت) ختم کر دیتی ہیں۔'' (صحیح مسلم)

غور فرمائیے! جب سچی قسم کی کثرت کا یہ انجام ہے تو جھوٹی قسم کا کیا ہوگا......؟

جھوٹی تہمت لگانے والے کا دنیا میں انجام:

عزت وآبرو انسان کو ہر چیز سے عزیز ہوتی ہے۔ مال اور جاہ ومنصب کو بھی اس پر قربان کر دیتا ہے' اس لئے اس کی حفاظت کے لئے شریعت نے خصوصی احکامات جاری کئے ہیں تا کہ کوئی جھوٹا آدمی کسی سچے آدمی یا عورت کی عزت وآبرو کو خاک میں نہ ملا سکے اور اس کی روک تھام کے لئے ایک مضبوط حصار لگا دی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ. (النور 4)

''جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ یہ فاسق لوگ ہیں۔''

جھوٹ ایسا برا فعل ہے کہ نبی ﷺ شفیق ورحیم ہونے کے باوجود جھوٹے آدمی سے اتنی نفرت کرتے تھے کہ اس کی غلطی دل پر جما لیتے اور اتنی دیر نفرت ہی رکھتے جب تک وہ اس سے تائب نہیں ہو جاتا تھا

جھوٹی تہمت لگانے والے کو دنیا میں اسی کوڑے لگائے جاتے ہیں اور اس کی گواہی ہمیشہ کے لئے کبھی قبول نہیں کی جاتی اور اس پر فاسق فاجر کا حکم لگایا جاتا ہے۔ تہمت لگانے والے کو تین سزائیں تو اسی دنیا میں مل جاتی ہیں۔

اس کا آخرت میں انجام:

پھر جھوٹی تہمت لگانے والے کا آخرت میں بڑا بھیانک انجام ہے اور وہ آخرت میں سرخرو نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ. (النور 23)

''جو لوگ پاک دامن بھولی بھالی باایمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا وآخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے۔''

دنیا میں اللہ کی لعنت ہوگی اور جس دن ہر ایک کو اللہ کی رحمت کی ضرورت ہوگی حتی کہ انبیاء بھی اس دن اللہ کی رحمت کے طلبگار ہوں گے' اس دن بھی جھوٹی تہمت لگانے والا اللہ کی رحمت سے دور ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے لئے بڑے عذاب کا بندوبست ہوگا۔

جھوٹ سے فرشتوں کی نفرت:

سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کے جھوٹ کی بدبو سے میل بھر دور چلا جاتا ہے۔'' (سنن الترمذی)

فرشتے پاکیزہ روحوں کے مالک ہیں' نافرمانی اور برائی ا
کی فطرت اور سرشت میں ہی نہیں اور جب بندہ جھوٹ بولے تو انہیں برا لگتا ہے کہ جھوٹ کی بدبو سے میل بھر دور چلے جاتے ہیں۔

جھوٹ سے نبی ﷺ کی نفرت:

سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے' وہ فرماتی ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ کے ہاں بدترین اخلاق جھوٹ ہی تھا
اگر کوئی آدمی آپ ﷺ کے ہاں جھوٹ بولتا رہے تو اسے دل
رکھتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کو علم ہو جاتا کہ اس نے اس سے
کر لی ہے۔'' (صحیح ابن حبان' ترمذی' مستدرک حاکم)

جھوٹ ایسا برا فعل ہے کہ نبی ﷺ شفیق ورحیم ہونے
باوجود جھوٹے آدمی سے اتنی نفرت کرتے تھے کہ اس کی غلطی دل
جما لیتے اور اتنی دیر نفرت ہی رکھتے جب تک وہ اس سے تائب
ہو جاتا تھا۔ جھوٹوں سے فرشتے اور نبی ﷺ بھی نفرت کرتے ہیں

جھوٹوں کی سزا کیا دیکھی:

سیدنا سمرہ بن جندب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
نے فرمایا: ''میں نے رات خواب میں دیکھا کہ میرے پاس دو آدمی
نے آ کر کہا چلو اور میں ان کے ساتھ چل دیا۔ تو ہم ایک آدمی
پاس آئے جو گدی کے بل لیٹا ہوا تھا اور ایک اور آدمی اس کے
مہمیز (لوہے کا آلہ) لئے کھڑا ہے اور اس کے چہرے کی ایک جا
آتا ہے اور اس کی باچھ اس کی گدی تک پھاڑ دیتا ہے اور اسی ط
اس کی ناک کو اس کی گدی تک اور اس کی آنکھ کو اس کی گدی تک
وہ دوسری جانب پھر جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہی کچھ کرتا
اس کی پہلی جانب کیا تھا اور وہ دوسری جانب سے فارغ نہیں ہو
کہ اس کی پہلی جانب ٹھیک ہو جاتی ہے۔ پھر دوسری مرتبہ وہی کچھ
ہے جو کچھ پہلی مرتبہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں نے
ساتھ لے کر گئے تھے) کہا کہ:

''وہ آدمی جسے آپ نے دیکھا کہ اس کی باچھیں پھ
جا رہی ہیں تو وہ ایک جھوٹا آدمی ہے' جھوٹی بات کہتا ہے' وہ ا
طرف سے پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے تو (اس کی وجہ سے) اس
ساتھ قیامت کے دن تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔'' (صحیح بخاری)

جھوٹے آدمی کا قیامت بپا ہونے سے پہلے ہی یہ
ہے۔ اسی سے اندازہ لگائیے کہ قیامت کے دن دوزخ میں اس
حشر ہوگا۔ وہ ایسا دن جس میں نامہ اعمال تقسیم ہوں گے جن میں
جھوٹی بڑی برائی بھی درج ہوگی اور وہ اجر وثواب کا دن' بدلے ک
ہوگا۔

جھوٹے کا دل کالا:

سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ فرمایا کرتے تھے:

''آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور اس کے دل پر سیاہ نکتہ لگا دیا جاتا ہے یہاں تک کہ سارا دل کالا ہو جاتا ہے تو وہ اللہ کے ہاں جھوٹوں میں سے لکھ دیا جاتا ہے۔'' (مؤطا امام مالک)

یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ اس بات کا تعلق اجتہاد سے نہیں بلکہ سماع سے ہے۔ لہذا جھوٹے آدمی کا دل کالا ہوتا ہے۔

جھوٹے کا منہ کالا:

قیامت کے دن حساب و کتاب کی چکی میں پسنے سے پہلے ہی انجام کے لحاظ سے لوگوں کے چہرے مختلف ہوں گے۔ اہل ایمان اور جنت کے وارثوں کے چہرے نور سے چمکتے ہوں گے اور اہل النار جہنمی لوگوں کے چہرے کالے اور بدنما ہوں گے اور چہرے کی سیاہی بدبختی کی علامت ہوگی۔

ارشاد ربانی ہے۔

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ.

(الزمر۔60)

''اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے' تو آپ ﷺ دیکھیں گے کہ قیامت کے دن ان کے چہرے سیاہ ہو گئے ہوں گے۔ کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں؟''

اللہ پر جھوٹ بولنے والوں کے چہرے قیامت کے دن کالے سیاہ ہوں گے۔ جس روز روشنی کی اشد ضرورت ہوگی اس روز جھوٹے لوگوں کے چہرے سیاہ اور اندھیرے میں رہیں گے۔

سچ کے ثمرات:

جھوٹ ایک فعل رذیل ہے جس کے نتائج بھی بھیانک ثابت ہوئے اور اب سچائی کا مطالعہ کریں کہ اس کے فوائد اور ثمرات کیا ہیں تاکہ تصویر کا دوسرا رخ دیکھ کر حقائق تک پہنچنا آسان ہو جائے کیونکہ عربی کا مقولہ ہے ''چیزوں کی وضاحت ان کی مخالف چیزوں سے ہوتی ہے۔''

سچ بولنے سے جنت:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سچ ضرور بولو کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور جب آدمی سچ بولتا رہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سچا لکھ دیا جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(باقی صفحہ 23 پر)

بقیہ: امام محمد بن عبدالوہابؒ

سنت کے معاندین:

شیخ اور آپ کی تعلیمات کو خلاف سنت کہا گیا۔ یہ طعنہ زنی بھی کی گئی کہ آپ رسول اللہ ﷺ اور اہل بیت کے دشمن تھے اور درود وسلوٰۃ کو ناجائز سمجھتے تھے۔ مسعود عالم ندوی اس بات پر تعجب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''زمانہ کی بوالعجبی بھی دیدنی ہے کہ وہ شخص جس کا اوڑھنا بچھونا سنت رسول ہو' سی پر انکار حدیث کا الزام رکھا جاتا ہے۔'' جس بات سے شیخ نے منع کیا وہ یہ تھی کہ انبیاء اور اولیاء کی حد سے بڑھی ہوئی عقیدت اختیار کرنا اور ایسی عقیدت جو انسان کو شرک کے گڑھے میں پھینک دے جبکہ شرک کوئی معمولی گناہ نہیں ہے بلکہ اسلام سے اخراج اور جہنم کا پروانہ ہے۔

3- مسلمانوں کی تکفیر:

شیخ پر ایک الزام یہ بھی عائد کیا جاتا ہے کہ آپ اپنے اور اپنے پیروؤں کے سوا سب کو کافر سمجھتے تھے۔ آپ کا خیال ہے کہ جو آپ کے دائرہ اطاعت سے باہر ہے وہ اسلام سے خارج ہے اور اس کا مال اور خون حلال اور جائز ہے۔

اس کا یہ جواب کہ یہ محض ایک الزام ہے' کافی نہیں ہے۔ اس کی حقیقت یوں ہے کہ شیخ کے نزدیک اگر ایک شخص اسلام قبول کرنے کے بعد بھی قبر پرستی اور مشرکانہ افعال سے باز نہیں آتا تو وہ مشرک ہے۔ وسیلہ یا شفاعت جیسے نام رکھ دینے سے کفر کی حقیقت نہیں بدل جاسکتی۔ اس کے باوجود آپ تبلیغ کی حجت قائم کرنا بھی ضروری سمجھتے تھے۔ عملی زندگی میں بھی آپ نے خود آگے بڑھ کر خودان لوگوں کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی بلکہ جب لڑائی مسلط کر دی گئی تو آپ نے بھی جواباً ان لوگوں سے قتال کیا۔

4- انہدام قبور:

شیخ اور آپ کے پیروؤں نے مزارات اور ان قبور کو جن کی عقیدت اور عظمت کے لوگ قائل تھے گرا دیا اور اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ اسلام میں پکی قبریں اور ان پر عالیشان مزار بنوانے کی ممانعت اسی لئے ہے کہ کسی طرح شرک کا کوئی دروازہ کھلا نہ رہ جائے۔ اسی دلیل کی بناء پر آپ نے ان کے انہدام کا حکم دیا۔

5- دین میں تشدد:

شیخ الاسلام اور آپ کے متبعین پر دین میں سختی اور شدت کا الزام لگایا جاتا ہے۔ اگرچہ متعدد بار شیخ نے اپنے شاگردوں اور حامیوں کو ہدایت کی کہ سختی سے بچیں کیونکہ اس سے تفرقہ کا خطرہ ہے جو دین میں ناپسندیدہ ہے مگر آپ کے چند تلامذہ میں شدت موجود تھی۔ یہاں یہ حقیقت سمجھ لینا ضروری ہے کہ ابتداء میں تحریکیں اپنی اصل صورت میں موجود ہوتی ہیں۔ بعد میں ہر قسم کے افراد ان میں شامل ہو جاتے ہیں جو تربیت کی کمی اور جوش کی زیادتی میں ناروا حرکتیں کرتے ہیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی شخصیت:

شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی شخصیت آپ کے کام کے ہم رنگ تھی۔ طبیعت میں منکسر المزاجی کے ساتھ ساتھ رعب بھی نمایاں تھا۔ خاموش بیٹھے ہوں یا گفتگو فرما رہے ہوں۔ حاضرین پر آپ کی ہیبت چھائی رہتی۔ زبان کا استعمال سوچ سمجھ کر کرتے۔ ناشائستہ گفتگو اور پرتکلف کلمات کو ناپسند کرتے۔ طبیعت میں سادگی تھی لیکن صفائی اور نظافت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ شیخ الاسلام کی ایک نمایاں خوبی آپ کی بہادری تھی۔ آپ نے جس بات کو درست سمجھا اس کے اعلان اور پرچار میں کوئی ہچکچاہٹ نہ دکھائی۔ کوئی مصلحت آڑے نہ آئی۔ پتھر بھی کھائے اور جلاوطن بھی ہوئے۔ ہجرت بھی کی مگر حق بات کہنے سے نہ حکمران آپ کو روک سکے نہ علمائے سوء اور نہ ہی جاہل اور بے وقوف عوام کی نفرت راستے کا پتھر بنی۔

شیخ نے جو کام شروع کیا اسے خوب نبھایا۔ ستر سال تک واعظ بن کر' کبھی مصنف اور کبھی مجاہد بن کر اس کا حق ادا کیا۔ شیخ حق کو ڈھکا چھپا' روتا' سسکتا اور بے جان و مردہ نہیں بلکہ سربلند اور نافذ العمل دیکھنا چاہتے تھے۔ اسلام کا تصور شوکت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ شیخ الاسلام نے ابتدائی تجربات کے بعد یہ بات جان لی کہ اگر حکمران طبقہ حق قبول کرلے تو دین کے لئے کی گئی جدوجہد کے ثمرات دنیا میں بھی اسلامی حکومت کی صورت میں حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ شیخ الاسلام اور آل سعود کے حکمرانوں کے وفاق کے پیچھے ایک بہت اہم سبب شیخ کی بے لوثی اور بے غرضی تھی۔ اگر آپ چاہتے تو دولت کے انبار لگا لیتے۔ اقتدار پر خود قابض ہو جاتے یا اپنی اولاد کے لئے عہدے اور جائیدادیں طلب کرتے مگر وہاں تو کچھ اور ہی معاملہ تھا۔ غریب طالب علموں کی خوراک' لباس اور رہائش کا انتظام بھی شیخ اپنی ذاتی آمدنی سے پورا کرتے۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کے پاس ایک درہم بھی نہ تھا بلکہ آپ ہزاروں پونڈ کے مقروض تھے جن کی ادائیگی بعد میں ابن سعود نے کی۔

آپ کی زندگی ہر حق پرست انسان کے لئے مثال اور نمونہ ہے۔ ابتدا ہی میں قرآن وسنت کے مطالعے نے آپ پر حق وباطل کی حقیقت کھول دی۔ آپ نے ہر سو باطل کا راج دیکھا۔ چاہتے تو آپ بھی آنکھیں بند کر کے دیگر علماء کی طرح درس کی مسند سنبھال لیتے۔ اہل حکم کے جرائم کی پردہ پوشی کرتے اور یونہی سکون واطمینان سے ساری زندگی گزار دیتے یا دنیا کی فریب کاریوں سے بچنے کے لئے گوشۂ عافیت ڈھونڈ لیتے لیکن آپ نے نیا زمانہ' نئی دنیا اور نئے انسان بنانے کا بیڑا اٹھایا۔ خدائے واحد کی اطاعت کا اقرار گویا سینکڑوں باطل خداؤں کا انکار تھا اور شیخ نے اپنے لئے یہی کانٹوں بھرا راستہ چنا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں محمد رسول اللہ ﷺ کی رفاقت نصیب فرمائے۔ جن کے دین کو انہوں نے از سر نو زندہ کیا۔ آمین

دشمنوں نے جہاد کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کے لئے
ضرری کی ہوتی ہیں۔ ہر شخص کی جان محفوظ ہونی چاہئے۔
اس طرح سے ہے اس کے آگے علیحدہ ضوابط ہیں۔ لمبی
پنے موقعہ پر اس کی بات ہوگی۔
ر کوئی اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے گا' اس کی سزا کا ضابطہ
ت میں موجود ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا۔ اسمبلی کے اندر
ش ہوا ہے کہ مرتد کی سزا کیا ہے؟ یہ عورتوں کے حقوق کے
ڑی جلدی منظور ہو گیا لیکن اللہ کی شریعت کے نفاذ والے
کے نام پر بنے ہوئے پاکستان کی اسمبلی میں منظور نہیں

معیشت کا نظام کیسا تھا' لوگوں کی کمائی کے ذرائع کیسے تھے' معاشرت' ثقافت' سیاست' آداب' اخلاق' اجتماعی ڈھانچہ کیسا تھا؟ میرے بعد میرے خلفاء کے عہد میں دین کس حال میں رہا' معاشرہ کس حال میں رہا' مسلمان کیسے رہے' کیسی زندگیاں بسر کیں' کیسے آپس کے معاملات طے کئے؟ اختلافات کو ختم کرنے کے لئے یہ واحد طریقہ اور میرے خلفاء کا طریقہ۔ اس کے اوپر ڈٹ جاؤ گے تو دنیا سے اختلاف مٹ جائے گا۔ ایک جماعت بن جائے گی' ایک قوت دنیا میں بن جائے گی اور دینی مقاصد پورے ہو جائیں گے۔ اس وقت چونکہ خلافت کا زمانہ نہیں ہے۔ مسلمان الگ الگ بٹے ہوئے ہیں' ہر ملک

...توں کے حقوق کے نام پر بل بڑی جلدی منظور ہو گیا لیکن اللہ کی شریعت کے نفاذ والے بل ...ام کے نام پر بنے ہوئے پاکستان کی اسمبلی میں منظور نہیں ہوتے؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

د یکھنا اب کیسے ٹرخایا جائے گا۔ کیسے اس کو اڑایا جائے گا۔
اظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ضابطے مقرر فرمائے ہیں۔
ضابطہ مقرر فرمایا۔ مال محفوظ ہونا چاہئے' چور کا ہاتھ کاٹو' ڈاکو کو
دو کہ دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں اکٹھے کاٹ دو۔ یہ راستے
ٹنے والے' یہ دھونس اور اعلان کے ساتھ گلبرگ اور ڈیفنس
ں میں داخل ہو کر یہ قتل کر کے' مال لوٹنے والے' بڑے بڑے
ں ان کی سزاؤں کے ضابطے اللہ نے مقرر فرمائے ہوئے
ا چیز' ہر کسی کی عزت محفوظ ہونی چاہئے۔ ہر مسلمان معزز
اندان کا ہے' کیسا ہے اس کی عزت اس کا بنیادی حق ہے۔
حاصل نہیں کہ کسی کی عزت برباد کرے۔ عورت کی عزت
ں چاہئے۔ اس کے لئے ضابطے الگ ہیں۔ مرد کی عزت
ونی چاہئے اس کے لئے ضوابط موجود ہیں...... پانچواں
یہ ہے کہ عقل محفوظ ہونی چاہئے۔ یہ عقل بھی اللہ کی نعمتوں
ہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے الگ ضابطے ہیں۔ یہ نشے
م ہیں' ان سے عقل ماؤف ہو جاتی ہے۔ عقل برباد کرتے
کے لئے بھی ضابطے مقرر ہیں۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے
خلافت قائم ہوتی ہے' جب اللہ کا دین خلافت کے ساتھ
ہے تو یہ پانچ بنیادی حقوق دنیا میں محفوظ ہوتے ہیں اس کی
ں ہے۔
ی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگو! میرے بعد میری امت میں
ھوٹے گا۔ لوگ پارٹیاں فرقے بن کر الگ الگ ہو جائیں
نقصان اٹھائیں گے' بڑی تباہی اور ہلاکت آئے گی۔ اس
ں وجہ سے' میں نے جس طرح سے جوڑ جوڑ کر قوت تیار کی
ت پارہ پارہ ہو جائے گی۔ اختلاف پھوٹے گا' اس اختلاف
رکھنا۔ میری سنت پر قائم رہنا۔ میرے بعد میرے خلفاء نے
ں طریقے سے قائم رکھا' خلفاء کے عہد کے سیاست کیسی تھی'

ایک دوسرے سے الگ ایک وحدت ہے' ان کے اپنے مقاصد ومفادات ہیں اور یہ موجودہ جو مغربی ڈھانچہ ہے' ملکوں کو الگ الگ کر کے ایک دوسرے سے لڑانا اختلاف کھڑا کرنا' پاکستان' افغانستان ایک دوسرے سے الگ الگ' ایک دوسرے کے مخالف جب روس کے خلاف جہاد ہو رہا تھا تو پاکستان کی حکومت بھی اور سب لوگ اس جہاد میں شریک تھے۔ پاکستان اور افغانستان ایک ملک بن رہا تھا اور بالکل یہ کیفیت ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ کافروں نے اسے اپنے لئے بہت بڑا خطرہ سمجھا۔ دیکھو! اب افغانی اور پاکستانی ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ ہمارا صدر اور افغانی صدر ایک دوسرے سے ملے تو ایک دوسرے کی طرف منہ نہیں کر رہے تھے۔ ہاتھ نہیں ملاتے۔ یہ دل آپس میں ٹوٹے ہوئے ہیں' دشمنیاں ہیں' ایک دوسرے کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں' یہ انداز ملکوں کو ملکوں سے لڑانا' ٹکرانا' ملکوں کے اندر پارٹیاں بنانا' ہر پارٹی کو دوسری کا دشمن بنانا' جو دشمنی کافر سے ہونی چاہئے وہ دشمنی آپس میں مسلمانوں کی' جو لڑائی کافر کے خلاف ہونی چاہئے' جو قوت کافر کے خلاف ہونی چاہئے' دشمنان اسلام کے خلاف' جو مسلمان ممالک پر غاصبانہ قابض ہیں' مسلمانوں کے بنیادی حقوق پہ ڈاکہ ڈالیں' ان کا قتل عام کریں اور ان کی آزادیاں چھینیں جو جنگ ان ظالموں' کافروں کے خلاف ہونی چاہئے۔ یہ گہری سازشیں ہیں' ان سازشوں کو اپنے ملک میں بروئے کار لا کر کافروں کے ایجنڈے پورے کرنا' آپ کیا جانتے ہیں کہ ان واقعات کے پیچھے کیا کیا مصیبتیں ہیں' کیا کچھ ہو رہا ہے۔ یہ باطل نظام' باطل سیاسی ڈھانچے جن کے اثرات آج آپ کو نظر آ رہے ہیں' ان کو ختم ہونا چاہئے۔ ایک چھوٹی سی گزارش یہ ہے کہ یا تو دنیا کے اندر خلافت قائم ہو۔ اگر وہ نہیں تو پھر خلافت کے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے دنیا میں جماعت کھڑی کرنا ضروری ہے۔ جس کا مقصد وحید دنیا میں خلافت کا قیام ہے۔

بقیہ: جھوٹ اور سچ کے اثرات

سچ نے نفاق سے بچا لیا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ دشمن پر چڑھائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس وقت مدینہ میں پھل پک چکے تھے' کٹائی کے موسم میں باغوں کو چھوڑ کر نکلنا بھی مشکل اور دشوار تھا۔ چنانچہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم تیار ہو گئے اور مدینہ میں صرف منافق لوگ بچ گئے۔ پیچھے رہنے والوں میں کعب بن مالک' مرارہ بن ربیعہ اور ہلال رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو منافقوں نے جا کر جھوٹے عذر بہانے پیش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر لیا اور مذکورہ تینوں صحابہ نے ارادہ کر رکھا تھا کہ ہم جھوٹ بالکل نہیں بولیں گے اور سچ سچ بات کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قطعی کلامی کا اعلان کر دیا۔ کوئی انہیں سلام کا جواب تک نہیں دیتا تھا۔ حتی کہ ان کی بیویوں کو بھی ان سے الگ کر دیا گیا۔

پچاس دن گزر گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی توبہ کا اعلان کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا أَنْ لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ. (التوبة. 118)

"اور تین شخصوں کے حال پر بھی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا' یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگ ہونے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے پھر ان کے حال پر توجہ فرمائی تا کہ وہ آئندہ بھی توبہ کر سکیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا بڑا رحم والا ہے۔"

دیکھئے! سچ کی برکت۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بھی خوش ہو گئے اور جن منافقوں نے جھوٹ بول کر وقتی طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو راضی کر لیا لیکن اللہ تعالیٰ ان پر ہمیشہ کے لئے ناراض ہو گیا اور ان لوگوں کا جنازہ پڑھنے اور ان کے لئے دعا مانگنے سے بھی منع کر دیا اور فرمایا کہ:

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ. (التوبہ. 80)

"ان کے لئے تو استغفار کر یا نہ کر۔ اگر تو ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کرے تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا ہے' ایسے فاسق لوگوں کو رب کریم ہدایت نہیں دیتا۔"

حضرت ربیعہ الرائی رحمہ اللہ

جن کی والدہ نے تیس ہزار دینار میں علم کا سمندر خرید لیا۔

انتخاب: محمد فیصل رفیق، چونیاں

چیخ وپکار میں کچھ سنائی نہیں دے رہا۔ لوگ مرنے مارنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ہر طرف ہتھیار چلتے دکھائی دے رہے ہیں، زمین پر ہر طرف خون ہی خون بکھرا ہوا ہے۔ اچانک اس خوفناک جنگ میں امیر لشکر حضرت ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ کو ایک نوجوان بہادری کے جوہر دکھلاتا ہوا نظر آیا۔ وہ نوجوان ایسے پینترے بدل بدل کر دشمن پر حملہ کر رہا تھا کہ عقل دنگ رہ جاتی تھی۔ جب امیر لشکر کو پتہ چلا کہ یہ اس کا غلام فروخ ہے تو وہ اس نوجوان سے بہت خوش ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی۔ مسلمانوں نے فتح کی خوشی میں سجدہ شکر ادا کیا۔

ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کی بہادری سے متاثر ہو کر وافر مقدار میں مال غنیمت کے ساتھ تمغہ شجاعت دیتے ہوئے اسے اپنی غلامی سے آزاد کر دیا۔ آزادی کے بعد فروخ نے مدینہ منورہ کی طرف سفر شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس شہر میں آ کر آپ نے ایک درمیانے درجے کا مکان خریدا اور ایک معزز گھرانے کی لڑکی سے شادی کر لی۔ آپ کی بیوی آپ کی ہم عمر تھی۔ بیوی نیک سیرت اور اچھے کردار کی مالک تھی۔ زندگی کے دن ہنسی خوشی گزرنے لگے۔ فروخ کے جذبہ جہاد پر بیوی کی محبت غالب نہ آ سکی۔ ہر طرف اسلامی لشکروں کی فتح کی خبریں مدینہ آ رہی تھیں۔ جب بھی کسی فتح کی خبر آپ تک پہنچتی تو آپ کا جذبہ جہاد عروج پر پہنچ جاتا۔

مسجد نبوی کے خطیب نے فضائل جہاد پر ایسا جامع اور پر اثر خطبہ دیا کہ آپ سے رہا نہ گیا۔ آپ نے جمعہ کے فوراً بعد گھر جاتے ہی بیوی سے اپنے ارادے کا ذکر کیا۔ بیوی نے کہا: سرتاج آپ مجھے کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں۔ آپ تو یہاں اجنبی ہیں، نہ آپ کا کوئی رشتہ دار ہے، نہ کوئی جاننے والا۔ خاوند نے کہا کہ آپ کو اللہ کے سپرد کر کے جا رہا ہوں۔ پھر خاوند نے بیوی کو تیس ہزار دینار دیئے کہ اس کو امانت کے طور پر رکھ لیں یا پھر تجارت میں لگا دیں۔ اس کے بعد فروخ اپنی بیوی کو الوداعی سلام کہہ کر اپنی منزل کی طرف چل دیا۔

چند ماہ بعد بیوی کو اللہ تعالیٰ نے چاند سا بیٹا عطا کیا۔ بیٹا کچھ بڑا ہوا تو ماں نے اس کی ابتدائی تعلیم کے لئے ماہر اساتذہ کا انتخاب کیا۔ بیٹا بڑا ذہین تھا۔ کچھ ہی عرصہ میں پڑھنا لکھنا سیکھ گیا۔ قرآن پاک کے ساتھ ساتھ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی جہاں تک ہو سکا کچھ حصہ حفظ کر لیا۔ ربیعہ نے بنیادی مسائل سے بھی واقفیت حاصل کر لی۔

خاوند کی جدائی لمبی ہو گئی۔ لوگ مختلف خیال آرائیاں کرنے لگے۔ کوئی کہتا کہ فروخ قید ہو گیا ہے۔ ابھی تک دشمن کے پاس قید ہی میں ہے تو کوئی کہتا فروخ جہاد میں مشغول ہے جلد ہی واپس آ جائے گا۔ کوئی کہتا فروخ شہید ہو گیا ہے۔ ام ربیعہ نے خاوند کی جدائی پر صبر کے گھونٹ بھرے اور پھر اپنے بیٹے کی طرف متوجہ ہو گئی۔

جب بیٹے نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو خیر خواہوں نے ام ربیعہ سے کہا: آپ کا بیٹا بہت پڑھ لکھ چکا ہے، اب اسے کوئی پیشہ اختیار کرنے کو کہیں تاکہ وہ پیشے میں مہارت حاصل کر کے کچھ دولت کما لے۔ ام ربیعہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس کے لئے ایسا کام تجویز کر دے جو اسے دنیا و آخرت میں فائدہ دے۔ بیٹے نے اپنے لیے علم کو منتخب کر لیا۔

> **ام ربیعہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس کے بیٹے کے لئے ایسا کام تجویز کر دے جو اسے دنیا و آخرت میں فائدہ دے۔ چنانچہ بیٹے نے اپنے لئے علم کو منتخب کر لیا**

ربیعہ اپنے منتخب راستے پر ایسے چلے کہ راستے کا حق ادا کر دیا۔ آپ علمی حلقوں کی طرف ایسے لپکے جیسے پیاسا پانی کی طرف لپکتا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابھی تک بقید حیات تھے آپ نے ان سے خوب سیر ہو کر علم حاصل کیا۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سرفہرست خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ تابعین کے پہلے طبقے سے بھی علم حاصل کیا۔ جن میں حضرت سعید بن مسیب، مکحول شامی اور سلمہ بن دینار سرفہرست ہیں۔

میدان علم میں دن رات مسلسل محنت نے آپ کو بہت کمزور کر دیا، کسی نے آپ سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا: ہم نے اپنے مشائخ سے سنا ہے کہ علم اس وقت تک اپنا معمولی سا حصہ بھی تمہارے سپرد نہیں کرے گا۔ جب تک تم مکمل اپنا آپ اس کے سپرد نہیں کر دیتے۔

چند ہی دنوں میں آپ کا نام بلند ہوا، چاہنے والوں کی تعداد بڑھی۔ علمی حلقہ وسیع ہوا۔ لوگوں نے آپ کو اپنا سردار مان لیا۔ آپ کچھ دیر اپنے گھر ٹھہرتے اور باقی دن مسجد نبوی میں گزارتے۔ آپ کی زندگی ایسے ہی گزر رہی تھی کہ اچانک ایک واقعہ رونما ہوا۔ جس کا وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

چاندنی رات میں ایک شہسوار ہتھیار لٹکائے مدینہ کی گلیوں میں پھر رہا ہے۔ یہ شہسوار وہی نوجوان تھا جو تیس سال پہلے جہاد پر روانہ ہوا تھا۔ شہسوار بے تابی سے اپنا گھر تلاش کرتے ہوئے کبھی اِدھر جا رہا ہے تو کبھی اُدھر۔ تیس سال میں مدینہ میں کافی تبدیلیاں آ گئیں ہیں۔ آخرکار شہسوار اپنا گھر تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ خوشی میں آ کر اہلخانہ سے اجازت لئے بغیر گھر میں داخل ہو گیا۔ جب ربیعہ نے گھر میں کسی کے قدموں کی آہٹ سنی تو فوراً کمرے سے باہر آ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص تلوار لٹکائے ہاتھ میں نیزا تھامے صحن میں کھڑا ہوا ہے۔ ربیعہ یہ کہتے ہوئے اس شخص کی طرف لپکا۔

اے اللہ کے دشمن تو رات کے وقت اپنے آپ کو چھپائے

ہوئے میرے گھر میں داخل ہوا۔ معلوم ہوتا ہے تیرے ارادے غلط ہیں۔ وہ اس پر اس طرح جھپٹا جس طرح بھوکا شیر اپنے شکار پر جھپٹتا ہے اور اجنبی کو بات کرنے کا موقعہ ہی نہ دیا۔ دونوں ایک دوسرے سے گھتم گھتا ہو گئے۔ ان کا شوروغوغا سن کر محلے والے جمع ہو گئے۔

بیوی نے جب خاوند کی آنکھیں بھیگی دیکھیں تو فوراً پوچھا کیا کوئی افسوسناک خبر پہنچی ہے۔ فروخ نے کہا نہیں: اللہ کی قسم! میں نے آج اپنے بیٹے کی ایسی شان دیکھی ہے جو بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوئی

محلے والوں نے اجنبی کو گھیرے میں لے لیا۔ ربیعہ کہہ رہا تھا اے خدا کے دشمن اللہ کی قسم! میں تجھے یونہی نہیں چھوڑوں گا بلکہ تجھے حاکم کے پاس لے جاؤں گا۔

اس شخص نے کہا میں اللہ کا دشمن نہیں۔ نہ ہی میں نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ گھر میرا ہے۔ میں نے اپنے گھر کا دروازہ کھلا ہوا پایا تو اندر داخل ہو گیا۔ کیا اپنے گھر آنا گناہ ہے؟ پھر کہنے لگا: کوئی ہے جو مجھے جانتا ہو میں وہی فروخ ہوں جو آج سے تیس سال پہلے جہاد پر روانہ ہوا تھا۔

ام ربیعہ لوگوں کا شوروغوغا سن کر اٹھ پڑھی تھیں۔ جب انہیں پتہ لگا کہ میرا خاوند صحیح سلامت تیس سال بعد میدان جہاد سے واپس آیا ہے تو انہوں نے جلدی سے کہا ربیعہ بیٹا یہ تیرا باپ ہے' اسے چھوڑ دو۔ جب بیٹے نے اپنی ماں کے یہ کلمات سنے تو فوراً اپنے باپ کے ہاتھ چومنے لگا۔ باپ نے بیٹے کو گلے لگالیا۔ لوگ یہ منظر دیکھ کر خوشی اور حیرانگی کے ملے جلے جذبات لے کر اپنے گھروں کو چل دیئے۔

فروخ نے ساری رات اپنی بیوی سے باتوں میں گزاری دی۔ بیوی آج بہت خوش تھی۔ خوشی کے ساتھ ساتھ اسے ایک ڈر بھی تھا کہ کہیں فروخ اس تیس ہزار دینار کا مطالبہ نہ کر دے جو جاتے ہوئے مجھے دے گیا تھا۔ اگر فروخ نے مطالبہ کر لیا تو میں اسے کیا جواب دوں گی؟ کہ میں نے یہ رقم بیٹے کی تعلیم وتربیت پر خرچ کر دی۔ کیا فروخ یہ سن کر خوش ہو گا یا غصے میں آ جائے گا؟ کیا فروخ یہ مان لے گا کہ اس کا بیٹا کتنا کچی ہے۔ وہ نئے مسلمان ہونے والوں پر کیسے دولت نچھاور کرتا ہے؟

آخر باتیں کرتے کرتے فروخ نے تیس ہزار دینار کے متعلق بھی پوچھ لیا۔ بیوی نے کہا: میں نے وہ دینار اسی جگہ رکھے ہیں جہاں رکھنے کا حق ہے۔ صبح کی اذان ہوئی تو باپ نے آواز دی ربیعہ بیٹا چلو نماز پڑھنے چلیں۔ بیوی نے کہا وہ تو تہجد کے وقت ہی چلا گیا تھا۔

فروخ جب مسجد میں گیا تو نماز ہو چکی تھی۔ فروخ نے نماز فجر ادا کی پھر روضہ رسول پر گئے۔ صلاۃ وسلام پڑھا۔ پھر ریاض الجنۃ کی طرف مڑے وہاں دل لگا کر نفل ادا کیے۔ پھر گڑگڑا کر اللہ تعالی سے دعا مانگی۔ دعا سے فارغ ہونے کے بعد گھر جانے لگے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مسجد نبوی کے صحن میں علمی محفل جمی ہوئی ہے۔ بے شمار لوگ دائرہ بنا کر ایک شیخ مجلس کے اردگرد بیٹھے ہوئے ہیں۔ رش اتنا ہے کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں ہے۔ فروخ نے سوچا شیخ صاحب کی زیارت کرلیں مگر رش کی بناء پر وہ آگے نہ بڑھ سکے۔ فروخ اس شیخ کی نرالی شان پر عش عش کر اٹھا۔ فروخ مجلس میں ایک جگہ پا کر بیٹھ گیا۔ مجلس میں بوڑھے' جوان سبھی موجود تھے۔ کچھ طالب علم ہاتھ میں قلم اٹھائے شیخ صاحب کے منہ سے نکلنے والے علم کے موتیوں کو اپنے اوراق میں محفوظ کر رہے تھے۔ فروخ نے اس سے پہلے کبھی اتنی بڑی مجلس نہ دیکھی تھی۔

جب مجلس ختم ہوئی تو لوگ شیخ صاحب کے اردگرد اکٹھے ہو گئے اور شیخ صاحب کو الوداع کرنے کے لئے مسجد نبوی کے دروازے تک گئے۔ فروخ یہ منظر دیکھ کر بہت حیران تھا کہ اللہ نے اس کو کیسی نرالی شان عطا کی ہے۔

فروخ نے اپنے قریب بیٹھے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ شیخ صاحب کون ہیں جو ابھی علمی محفل جما کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس شخص نے فروخ کے چہرے کی طرف حیرانگی سے دیکھا اور پوچھا کیا آپ مدینہ کے باسی نہیں ہیں؟ فروخ نے کہا ہاں میں مدینہ کا باسی ہوں لیکن میں آج سے تیس سال پہلے میدان جہاد میں گیا ہوا تھا۔ کل رات ہی واپس آیا ہوں۔ اس شخص نے کہا یہ تو مدینہ کے بہت بڑے عالم دین ہیں۔ بڑے بڑے علماء اکرام ان سے مسائل پوچھنے آتے ہیں۔ اگر کوئی بات قرآن وحدیث سے نہ ملے تو اس کے اجتہاد کو قبول کرتے ہیں۔ بڑے بڑے علماء اکرام اس نوجوان کی شاگردی میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ فروخ سے یہ تمام باتیں سن کر رہا نہ گیا' اس نے کہا مجھے اس شیخ صاحب کا نام بتائیں یہ کون ہیں؟ اس شخص نے کہا ان کا نام ربیعہ الرای۔

فروخ: ربیعہ الرای؟

شخص: ہاں اس کا نام ربیعہ ہے لیکن مدینے کے علماء و مشائخ اسے ربیعہ الرائی کے نام سے پکارتے ہیں۔ یہ اس مجاہد کا بیٹا ہے جو آج سے تیس سال پہلے اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلے تھے۔ فجر کی نماز کے بعد میں نے کچھ لوگوں سے سنا ہے کہ اس کا والد تیس سال بعد میدان جہاد سے واپس لوٹا ہے۔

فروخ کو اس شخص کی باتیں سن کر ایسی خوشی ہوئی کہ آنکھوں سے خوشی کے مارے آنسو بہنے لگے۔ بھیگی آنکھیں لئے وہ سیدھے گھر گئے۔ بیوی نے جب خاوند کی آنکھیں بھیگی دیکھیں تو فوراً پوچھا کیا کوئی افسوسناک خبر پہنچی ہے۔ فروخ نے کہا نہیں: اللہ کی قسم! میں نے آج اپنے بیٹے کی ایسی شان دیکھی ہے جو بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ آج اس کا اس قدر وسیع علمی محفل دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

ام ربیعہ نے موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے کہا کہ آپ کو اپنے بیٹے کو ملنے والی یہ شان عزیز ہے یا پھر تیس ہزار دینار۔ باپ نے کہا اللہ کی قسم! میرے پاس اگر پوری دنیا کی دولت بھی ہو تو میں اس شان پر ساری دولت نچھاور کر دوں۔ ماں نے کہا میں نے وہ تیس ہزار دینار بیٹے کی تعلیم وتربیت پر خرچ کئے ہیں۔ کیا آپ اس پر خوش ہیں؟

باپ نے کہا کیوں نہیں۔ مجھے تو بہت بڑی خوشی ہوئی ہے کہ مجھے اللہ تعالی نے آپ جیسی سمجھ دار بیوی اور ایک عظیم بیٹا عطا کیا ہے۔

بقیہ: امریکہ میں تعلیمی آزادی

کارٹر پر تنقید کرنے والے ان کے دلائل میں سے کسی ایک کا جواب بھی نہ دے سکے جو کہ حقائق کی بنیاد پر لکھے گئے تھے اور ہر غیر جانبدار قاری اس کتاب کو پڑھنے کے بعد یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کارٹر کی بات درست ہے۔

مثلاً کارٹر نے ایک مقام پر لکھا کہ اسرائیل نے دو مختلف عدالتی نظام قائم کر رکھے ہیں۔ ایک اسرائیلیوں کے لئے اور دوسرا مجبور فلسطینیوں کے لئے۔ فلسطینیوں کے لئے سڑکیں مختلف ہیں اور اسرائیلیوں کے لئے مختلف۔ اسرائیلیوں کے لئے مختص سڑکوں پر فلسطینیوں کی آمدورفت منع ہے۔ یہ ایسی باتیں تھیں جو ظاہر کر رہی تھیں کہ وہاں فلسطینیوں کے ساتھ نسلی تعصب برتا جا رہا ہے مگر اسرائیل نواز امریکی کہنے لگے ''کارٹر اسرائیلیوں کا خون بہانا چاہتا ہے' ایک نظام ہونے سے اسرائیلیوں کے لئے خطرات میں اضافہ ہو جائے گا۔'' اسرائیل کے حامی امریکی جب دلائل کا مقابلہ دلائل سے کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں تو ان کا زور پروپیگنڈے پر بڑھ جاتا ہے جو یقیناً ان کی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے۔

کارٹر کی کتاب کی کامیابی یہ ہے کہ اب امریکی اس بارے میں سوچ رہے ہیں۔ اب وہ چاہتے ہیں کہ مڈل ایسٹ کی پالیسی پر کھلے عام بحث ہو اور عوام کو ہر معاملے میں اعتماد میں لیا جائے۔ اسی طرح اس آزادی کو بحال کیا جا سکتا ہے جس کے لئے ہمارے اکابر نے جدوجہد کی۔ (ترجمہ: مسعود تیموری)

امام محمد بن عبدالوہاب رحؒ

جنہوں نے شرک وبدعت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں توحید کا علم سربلند رکھا

محمود احمد
(ایم فل) پنجاب یونیورسٹی لاہور

ان اللہ یبعث علی راس کل مائة سنة من یجدد لھذہ الامة امر دینھا. (الحدیث)

تعارف:

آپ کا نام محمد اور لقب شیخ الاسلام تھا۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان آپ کا نسب بنوتمیم کے قبیلے الیاس پر رسول اللہ ﷺ سے جاملتا ہے۔ آپ کے دادا شیخ سلیمان عیینہ شہر کے فقیہہ ترین شخص تھے اور پورے نجد میں اپنے علمی پائے کی وجہ سے ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ علمی مرتبے کے ساتھ ساتھ تواضع، شجاعت سخاوت اور حسن اخلاق کی دولت سے مالا مال تھے۔ عوام الناس کے علاوہ امراء اور حکام بھی ان کے ایسے معتقد تھے کہ مصالحت کرانے اور حریفوں کے درمیان فیصلہ کروانے کے لئے انہی سے رجوع کیا جاتا کیونکہ ان کی شخصیت غیر متنازعہ اور سب کے نزدیک قابل توقیر تھی۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹوں شیخ عبدالوہابؒ اور شیخ ابراہیمؒ نے ان کے تدریسی کام کو جاری رکھا اور شیخ عبدالوہابؒ (محمد کے باپ) نے تو ایسی شہرت پائی کہ انہیں رئیس العلماء کا لقب ملا۔

ولادت وپرورش:

15 ہجری بمطابق 1703ء میں شیخ عبدالوہابؒ کے ہاں محمدؒ کی ولادت ہوئی۔ ایک ایسا باسعادت بچہ جس سے قدرت کو بڑے کام لینا تھے۔ محمد نے جس گھر میں آنکھ کھولی وہاں کے علمی ماحول اور اخلاق عالیہ نے آپ کے کردار پر بہترین اثر ڈالا۔ خود محمد آغاز ہی سے ذہانت اور قوت حافظہ میں ممتاز تھے۔ دس برس کی عمر میں حفظ قرآن سے فارغ ہوئے اس کے بعد اپنے باپ سے حدیث، تفسیر اور فقہ پڑھی۔ محض 20 برس کی عمر میں آپ ایک عالم کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے۔

دعوت کا آغاز:

محمد بن عبدالوہاب کی طبیعت میں بچپن ہی سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا رجحان بہت زیادہ تھا۔ قرآن وحدیث کے مطالعے نے آپ کو اس نتیجہ پر پہنچا دیا کہ جس معاشرے میں آپ رہ رہے ہیں اس کا ماحول وہ ہرگز نہیں ہے جو اللہ کو مطلوب ہے بلکہ دور جاہلیت کی بنیادوں پر تعمیر کردہ اس ماحول میں سوائے شرک، بدعات اور خرافات کے اب کچھ نہیں بچا۔ چنانچہ آپ نے اصلاح احوال کا عزم کیا جہاں بھی کوئی کام دین کے اصولوں کے خلاف ہوتا دیکھا وہیں آواز بلند کی۔ حال یہ ہوتا کہ ایک چوبیس، پچیس سال کا نوجوان جس کے ساتھ محض چند گنے چنے ساتھی تھے، بازاروں اور اگلی کوچوں میں توحید کی دعوت دیتا نظر آتا اور ایک جم غفیر اس کے ارد گرد جمع ہوتا جو الزامات، طعن وتشنیع اور بالآخر گالی گلوچ پر اتر آتا یہاں تک کہ محمد کو یقین ہوگیا کہ عیینہ میں رہنا کسی بھی طرح مفید نتائج کا حامل نہیں رہا تو کسی اور جگہ جانے سے پہلے مکہ اور مدینہ جانے کا قصد کیا۔ تاکہ حج کی سعادت حاصل کرسکیں۔ وہاں آپ نے علماء سے ملاقاتیں کیں۔ انہوں نے آپ کی تائید کی۔ حج کے بعد مدینہ آئے اور مشہور عالم عبداللہ بن ابراہیم بن سیفؒ کے حلقہ میں شریک ہونے لگے۔ دوران ملاقات ابن سیف سے ان تمام حالات کا تذکرہ کیا جو آپ پر گزر چکے تھے اور اپنے مشن سے آگاہ کیا۔ تو وہ بہت خوش ہوئے۔ قیام حجاز کے دوران اس نتیجے پر پہنچے کہ اگرچہ یہ دو شہر اسلامی مزاج اور شعائر کے آئینہ دار ہیں پھر بھی اطراف میں ایسی حرکات نظر آتی ہیں جو صریحا شریعت کے اصولوں سے متصادم ہیں۔

شیخ کے دور کے حالات:

آپ شاہ ولی اللہ کے ہم عصر تھے۔ بارہویں صدی کا عرب باقی مسلم ممالک کی طرح بنیادی طور پر سلطنت عثمانی کے ماتحت تھا۔ مذہبی اعتبار سے نجد بارہویں صدی ہجری میں ضلالت وگمراہی کا مرکز بنا ہوا تھا۔ دین اسلام کی بنیادی تعلیمات یعنی توحید اور رسالت محمدی کے پیغامات سے دوری اس قدر بڑھ گئی تھی کہ دور جاہلیت کے تمام شعار اپنائے جاچکے تھے۔ شرک، بت پرستی، بدعات وخرافات کے مجموعے کا نام گویا اسلام تھا۔ بنیادی عقائد میں تبدیلی آچکی تھی۔ جن چیزوں کو اسلام مٹانے کے لئے آیا تھا، وہ دین کی اساس بن کر رہ گئی تھیں۔ قبروں، درختوں اور چٹانوں سے دعائیں کی جاتیں اور ان پر جانوروں کو ذبح کیا جاتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں زید بن خطاب رضی اللہ عنہ (عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھائی) اور ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کی قبریں بدعتوں کی نمائش گاہیں بنی ہوئی تھیں یہ تو دینی حالات تھے۔ سیاسی اور معاشرتی حالات بھی کم سنگین نہ تھے۔ ایک مرکزی طاقت کا کنٹرول نہ ہونے کے سبب ہر شہر ایک ایک یونٹ کی شکل اختیار کر گیا تھا، ایک امریکی اہل قلم اسٹار ڈیلی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے:

''قرآن کی تعلیم نہ صرف پس پشت ڈال دی گئی تھی بلکہ اس کی خلاف ورزی بھی کی جاتی تھی...... یہاں تک کہ مقامات مقدسہ (مکہ، مدینہ) بداعمالیوں کا مرکز بن گئے تھے اور حج جس کو رسول اللہ ﷺ نے فرائض میں داخل کیا تھا، بدعات کی وجہ سے حقیر ہوگیا تھا۔ فی الجملہ اسلام کی جان نکل چکی تھی...... اگر محمد ﷺ پھر دنیا میں آتے تو اپنے پیروں کے ارتداد اور بت پرستی پر بیزاری کا اظہار فرماتے۔''

حال یہ ہوتا کہ ایک چوبیس، پچیس سال کا نوجوان جس کے ساتھ محض چند گنے چنے ساتھی تھے، بازاروں اور اگلی کوچوں میں توحید کی دعوت دیتا نظر آتا اور ایک جم غفیر اس کے ارد گرد جمع ہوتا جو الزامات، طعن وتشنیع اور بالآخر گالی گلوچ پر اتر آتا

حج سے واپسی پر آپ نے نجد سے ہوتے ہوئے بصرہ کارخ کیا۔ وہاں بھی شرک کی وہی حالت تھی۔ آپ نے وہاں دعوت شروع کی۔ لوگوں نے مخالفت شروع کردی۔ حتی کہ آپ کو وہاں سے نکال دیا گیا۔ آپ وہاں سے نجد کے شہر حریملہ پہنچے۔

عینیہ کی طرف ہجرت:

عثمان بن معمر حاکم عینیہ نے آپ کا اچھا استقبال کیا۔ آپ نے اسے دعوت پیش کی، مشن کے مقاصد کو واضح کیا اور تعاون طلب کیا۔ آپؒ نے کہا ''اگر تم لا الہ الا اللہ کی امداد پر آمادہ ہو تو آجاؤ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تم کو غالب کردے گا اور نجد اور اہل نجد کی باگ

> **امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ سے آپؒ بہت متاثر تھے اور ان کے اقوال سے استدلال بھی کرتے تھے مگر مقلد محض بن کر ان کی تقلید کا پھندا بھی اپنے گلے میں نہیں ڈالتے**

تمہارے ہاتھوں میں ہوگی۔'' عثمان نے تعاون کا یقین دلایا۔ آپ نے دعوت کا آغاز کیا تو خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ آپ نے عملی اقدام شروع کیا۔ بدعات کے اڈے ختم کرنے کا بیڑہ اٹھایا، جن درختوں کی تعظیم ہوتی تھی، جلا دیئے گئے۔ جب اس درخت کی باری آئی جس کی تعظیم کے لوگ بہت قائل تھے۔ آپ نے ایک تاریخ مقرر کی اور خود نکلے اور جس طرح رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے بتوں کو پاش پاش کرتے ہوئے فرمایا تھا ''جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا'' آپ نے بھی یہ آیت پڑھی اور درخت اکھاڑ دیا۔ لوگوں نے سمجھا آپ پر عذاب آئے گا لیکن آپ ساتھیوں سمیت محفوظ رہے، تو اندھی عقیدت کا جادو ان کے سر سے اتر گیا۔

ابن سعود کی حمایت اور شیخ کی عوامی مقبولیت:

ایک عورت کو رجم کی سزا سنانے پر آوارہ مزاج لوگ آپ کے خلاف ہو گئے اور امیر احساء (جگہ کا نام) کے پاس گئے، جو خود بھی آوارہ مزاج آدمی تھا۔ اس نے عثمان کو دھمکی آمیز خط لکھا۔ آپ نے درعیہ کا رخ کیا جہاں کا والی محمد بن سعود ایک متقی آدمی تھا اور اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے مشہور تھا۔ اس نے شیخ سے ملاقات کی۔ شیخ نے اپنی دعوت کے اہم حصوں توحید، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور جہاد پر مختصر سی تقریر کی۔ دعوت کی سادگی اور اخلاص نے، میر درعیہ محمد بن سعود کو متاثر کیا۔ وہ بولا ''اے شیخ! یہ تو بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دین ہے۔ میں آپ کی مدد، اطاعت اور مخالفین توحید سے جہاد کے لئے تیار ہوں، لیکن دو شرطیں ہیں۔

1- اگر ہم نے آپ کی مدد کی اور اللہ نے ہمیں فتح دی تو آپ ہمارا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔

2- اہل درعیہ سے فصل کے تیار ہونے کے وقت میں کچھ مقررہ محصول لیتا ہوں آپ مجھے اس سے نہ روکیں گے۔ شیخ نے جواباً کہا ''پہلی شرط تو منظور ہے، ہاتھ لاؤ۔

الدم بالدم والهدم بالهدم

''یعنی تمہارا خون میرا خون ہے اور تمہاری عزت کو گرانا میری آبرو کے ساتھ کھیلنے کے مترادف ہے۔ رہی دوسری شرط، سو ان شاء اللہ تمہیں فتوحات اور غنیمتوں سے اتنا کچھ مل جائے گا کہ اس خراج کا خیال بھی دل میں نہ آئے گا۔''

1157 ہجری میں امیر ابن سعود نے شیخ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا عہد کیا اور سنت کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلنے پر آمادگی ظاہر کی۔ امیر کا بیعت کرنا تھا کہ لوگ جوق درجوق شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ سابقہ معتقدین نے بھی درعیہ کا رخ کیا اور وہاں کا نقشہ ہی بدل گیا۔ جہاں جہالت کا دور دورہ تھا، وہاں قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اب امیر عینیہ عثمان بن معمر بھی خدمت میں حاضر ہوا اور حدود شریعت کے نفاذ کا عہد کیا۔ اہل حریملہ نے بھی آکر بیعت کی اور دعوت کا کام زور وشور سے جاری ہو گیا۔

شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی دعوت کے بنیادی نکات:

شیخ کی دعوت کی بنیاد توحید خالص اور رسالت محمد ﷺ کے مکمل اتباع پر تھی، اسی کا احیاء کرنے کی غرض سے آپ نے ایک تحریک چلائی جس میں آپ کو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔ نجد اور آس پاس کے علاقوں کی مذہبی اور اخلاقی حالت سے آگاہ ہونے کے بعد شیخ کی دعوت کے بنیادی نکات کو اسی تناظر میں دیکھنا اور سمجھنا چاہئے۔

1- توحید خالص کی طرف رجوع اور لوازم توحید:

تحریک کا مرکزی نکتہ توحید خالص کو اختیار کرنا تھا۔ توحید خالص سے مراد یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادات اور پرستش اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ غیر اللہ سے دعائیں مانگنا، وسیلہ طلب کرنا اور مدد مانگنا جائز نہیں۔ اسی طرح اولیاء اللہ کی عقیدت میں غلو کرنا، ان کے انتقال کے بعد ان کی قبروں کو عبادت گاہ بنالینا اور ان کی شفاعت پر انحصار کرتے ہوئے نیک اعمال کی ضرورت محسوس نہ کرنا سب شریعت محمدی ﷺ سے متصادم ہے۔

2- قبروں کی زیارت:

قبروں کی زیارت کے آداب بتاتے ہوئے آپ نے واضح کیا کہ اسلام زیارت قبور کی اجازت دیتا ہے، بلکہ اسے مستحب گردانتا ہے۔ اس صورت میں جبکہ زیارت کرنے والا قبر پر کھڑے ہو کر دنیا کی بے ثباتی کا اقرار کرے اور عبرت حاصل کرے کہ جس طرح دنیا کی ہر شے کو فنا ہے، اسی طرح مجھے بھی سب چھوڑ چھاڑ کر اس دنیا سے چلے جانا ہے۔ پھر قبر والوں کے لئے دعا کی جائے۔ اس کے علاوہ قبروں کو میلہ گاہ بنانا، ان پر مساجد تعمیر کرنا، ان کا طواف کرنا، انہیں چومنا، صاحب قبر کو معبود، داتا سمجھ کر اس سے منتیں، مرادیں مانگنا، جانور قربان کرنا اور طواف کرنا سب شرکیہ اعمال ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے خود اپنی قبر کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا تھا تو باقی کسی اور کے لئے کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔

3- مسئلہ توسل بالانبیاء:

توسل کے معنی وسیلہ پکڑنے کے ہیں، یہ تین معنوں میں مستعمل ہے۔

1- رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کا وسیلہ۔ یہ فرض ہے، اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔

2- دعا میں رسول اکرم ﷺ کا وسیلہ پکڑنا۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں تو ممکن تھا لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد دعا میں آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں۔ البتہ کسی زندہ نیک آدمی کا وسیلہ جائز ہے۔

3- تیسرا توسل وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو انبیاء اور صالحین کی ذات کا واسطہ دے دے کر اپنی دعائیں قبول کرنے کی درخواست کی جاتی ہے، اس کا کوئی ثبوت قرآن، حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں نہیں ملتا اور یہ شرکیہ فعل ہے جس کا کرنا حرام ہے۔

4- مسئلہ شفاعت:

شفاعت بھی ایک متنازعہ فیہ امر رہا ہے۔ شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کے نزدیک شفاعت گناہوں سے معافی کی درخواست کا نام ہے اور آپ رسول اکرم ﷺ کی شفاعت کو صحیح احادیث کی روشنی میں یقینی سمجھتے تھے۔ البتہ قرآن کی صریح آیات کی روشنی میں آپ اس کے قائل تھے کہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش یا شفاعت نہیں کر سکے گا۔ جیسا کہ اس آیت میں تصریح کی گئی ہے۔

من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ

''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے سفارش کر سکے۔''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ اللہ کی اجازت کے بغیر سفارش نہ کر سکیں گے اور صرف اسی کی سفارش کر سکیں گے جس کی اجازت خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ دے گا۔

5- غیر اللہ کی قسم کھانا:

شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کے نزدیک غیر اللہ کی قسم کھانا بھی توحید کی روح کے خلاف ہے۔ مسلمانوں میں اس کا رواج عام تھا۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ کی واضح حدیث جامع ترمذی میں موجود ہے کہ:

"من حلف بغير الله فقد اشرك

6- اجتہاد:

اجتہاد کے بارے میں شیخ کا مسلک بہت واضح تھا۔ آپ عقائد واعمال میں قرآن وسنت اور سلف کے مذہب کی پیروی کرتے تھے۔ صحیح حدیث کے مقابلے میں کسی کے قول کو مقدم نہیں سمجھتے تھے۔ امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ سے آپؒ بہت متاثر تھے اور ان کے اقوال سے استدلال بھی کرتے تھے مگر مقلد محض بن کر ان کی تقلید کا پھندا بھی اپنے گلے میں نہیں ڈالتے۔

دعوت کی مقبولیت اور تحریک کے خلاف اعلان جنگ:

تحریک کے پیروکار شیخ کی دعوت کو لے کر آس پاس کے تمام علاقوں میں پھیل گئے۔ اطراف کے والیوں میں ریاض، احساء اور قطیف کے حاکموں نے اسے اپنے لئے خطرہ سمجھا اور شیخ کے حامیوں پر زیادتیاں شروع کردیں۔ ریاض کا حاکم دھام بن دواس بڑا ظالم تھا۔ جب اس کی حرکتیں ناقابل برداشت ہوگئیں تو مجبوراً شیخ نے بھی جوابی اقدام کا فیصلہ کیا۔ امیر محمد بن سعود اور ان کے بھائیوں اور بیٹوں نے مسلح لشکر کے ساتھ معاندین کی خوب خبر لی اور جنگ وقتال کا سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔ ریاض سے پچیس تیس سال چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ 1187ہجری میں دہام ریاض چھوڑ کر فرار ہوا تو شیخ اور آپ کے حامیوں نے اس پر قبضہ کرلیا۔

اسلامی نظام حکومت کا قیام:

اس تمام عرصے میں پہلے محمد بن سعود اور بعد میں ان کے بیٹے اور جانشین عبدالعزیز محمد بن سعود نے شیخ کی راہنمائی میں اپنے علاقے میں اسلامی نظام قائم کرنے کی کوشش کی۔ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ ابن سعود کے مشیر خصوصی اور جج کی حیثیت سے تنازعات کا فیصلہ کرتے۔ حکومت کو اسلامی خطوط پر چلانے کے لئے مستقل راہنمائی فراہم کرتے۔ سعودی خاندان شیخ کی مرضی اور مشورے کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھاتا۔ امراء اور حکام کو آپ کی ہدایات کی روشنی میں خط لکھے جاتے۔

وفات:

شیخ کی عمر آرام کی متقاضی تھی۔ 20 سال کی عمر سے علمی اور عملی جہاد شروع کیا تو اگلے ستر سال تک ہمہ وقت اس میں مصروف رہے۔ 1406 ہجری میں بیمار پڑے اور ذیقعدہ کے مہینے میں 1792ء داعی اجل کو لبیک کہا۔ شیخ کی وفات کی خبر نے لوگوں کو افسردہ کردیا۔ علم وعمل کا آفتاب ڈوب چکا تھا۔ مگر توحید کی روشنی سے پورا جزیرہ نما عرب چمک رہا تھا۔ بہت کم لوگوں کو اپنی زندگی میں ایسی مقبولیت حاصل ہوئی ہوگی جو شیخ کے حصے میں آئی۔

> **ہندوستان میں سید احمد شہیدؒ کی تحریک جو سکھوں، مرہٹوں اور انگریزوں کے خلاف جہاد کی علمبردار تھی، اس کی جڑیں بھی محمد بن عبدالوہابؒ کی تحریک ودعوت سے ملتی ہیں**

اثرات:

شیخ کی دعوت کی منفرد بات یہ ہے کہ آپ نے افرادِ کار کی تیاری اور تربیت کا کام بہت بڑے پیمانے پر کیا۔ آپ کے شاگرد جہاں بھی گئے وہاں آپ کے پیغام کے اثرات آج تک محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ تمام اسلامی ممالک (جن میں مصر، شام، عراق، پاکستان، بنگلہ دیش، انڈونیشیا، سماٹرا، نائیجیریا اور افریقہ کے ممالک شامل ہیں) میں شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی تحریک نے ایک بڑے طبقے کو متاثر کیا۔ ہندوستان میں سید احمد شہیدؒ کی تحریک جو سکھوں، مرہٹوں اور انگریزوں کے خلاف جہاد کی علمبردار تھی، اس کی جڑیں بھی محمد بن عبدالوہابؒ کی تحریک ودعوت سے ملتی ہیں۔ شیخ کے انتقال کے بعد عوتی محاذ میں کامیابی کے ساتھ ساتھ اطراف کے علاقوں سے شدید مزاحمت بھی جاری رہی۔ 1408ہجری میں مکہ مکرمہ میں آل سعود کے فرمانروا فاتحانہ طور پر داخل ہوئے تمام شرکیہ کاموں پر پابندی عائد کردی گئی اور اصلاحات نافذ کردی گئیں۔

> **شیخ الاسلام کی ایک نمایاں خوبی آپ کی بہادری تھی۔ آپ نے جس بات کو درست سمجھا اس کے اعلان اور پرچار میں کوئی ہچکچاہٹ نہ دکھائی۔ پتھر بھی کھائے اور جلاوطن بھی ہوئے۔ ہجرت بھی کی مگر حق بات کہنے سے نہ حکمران آپ کو روک سکے، نہ علمائے سوء**

ترکی خلیفہ باب عالی آل سعود کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خطرہ محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ اس نے محمد علی پاشا کو جو والی مصر تھا، اہل نجد کی سرکوبی پر مامور کیا۔ مصری فوجیں مسلسل آل سعود سے برسرپیکار رہیں یہاں تک کہ 1233ہجری میں آل سعود کی پہلی حکمرانی کی مدت ختم ہوئی۔ تقریباً سو سال بعد سعودی خاندان کا جلا وطن شہزادہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل رشید کو شکست دینے میں کامیاب ہوگیا۔ 1933ء تک ان کا قبضہ تمام حجاز اور نجد پر مکمل ہوگیا۔ مملکت نجد وحجاز کا نام بدل کر دولتِ سعودی عربیہ رکھ دیا گیا۔

ڈاکٹر طہٰ حسین مصری لکھتے ہیں۔

"اگر ترک اور مصری پوری قوت اور جدید اسلحہ سے لیس ہوکر جنگل میں رہنے والے جدید اسلحہ سے ناواقف وہابیوں کے راستے میں حائل نہ ہوتے تو یہ یقیناً بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری میں تمام عرب کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے میں کامیاب ہوجاتے۔ جیسا کہ پہلی صدی ہجری میں اسلام کی سطوت نے عرب کو ایک وحدت میں پرو دیا تھا۔

اعتراضات:

محمد بن عبدالوہابؒ کی تحریک کو جہاں بے تحاشہ پذیرائی حاصل ہوئی وہیں یہ عالم اسلام کی ان تحریکوں میں شامل ہے جسے اپنوں اور غیروں نے بدنام کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ انگریزوں، ترکوں اور مصریوں نے مل کر ایسا ہوا بنایا کہ گویا یہ اسلام سے الگ کوئی دین ہے۔ ذیل میں ہم چند اعتراضات کا تذکرہ کریں گے جو اس تحریک پر وقتاً فوقتاً کئے جاتے رہے۔

1- وہابیت......ایک فرقہ یا الگ دین؟

دین اسلام کی خالص تعلیمات کی طرف رجوع کی اس تحریک کو "وہابیت" کا نام دے دیا گیا اور "وہابی" کو معاذ اللہ گالی کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ اہم بات یہ ہے کہ تحریک کے بانی تو شیخ محمد بن عبدالوہابؒ تھے اگر تحریک کا سرا ان سے ہی جوڑنا تھا تو تحریک کو "محمدی تحریک" کہنا چاہئے تھا۔ لیکن اس نام سے تو اس تحریک کو بدنام کرنے کی کوشش بھی کامیاب نہ ہوئی۔ چنانچہ شیخ کے والد کے نام عبدالوہاب کی طرف سے اس کی نسبت کی گئی اور "وہابی" نام کو شہرت دی گئی اور تحریک کے متاثرین کو اسی نام سے آج تک پکارا جاتا ہے۔ حقیقت میں وہاب اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور اس نام سے نسبت میں کسی کو اعتراض نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ نام اس طرح مشہور کیا گیا کہ یہ گویا اسلام سے الگ کوئی مذہب ہے۔ انگریزوں نے اسے خوب اچھالا اور اپنے مقاصد کے لئے اس نام کو بدنام کیا۔

(باقی صفحہ 15 پر)

مسلمان سائنسدانوں کے کارنامے

مسلمانوں کی کتنی ہی ایجادات ہیں جو اہل مغرب نے امت مسلمہ کی نظروں سے اوجھل کررکھی ہیں۔ حالانکہ دنیا کی مفید اور ضروری ایجادات بیشتر مسلمانوں اور عربوں کی مرہون منت ہیں اور وہ اس وقت ایجاد ہوئی تھیں جبکہ متمدن دنیا میں کہیں یورپ واہل یورپ کا ذکر تک نہ تھا۔ ان میں سے بعض کی تو جدید سائنس نقل بھی نہ کرسکی اور بعض کی نقل اتار کر ایجاد کا سہرا اپنے سر رکھ لیا۔ یورپ والوں نے جابر بن حبان کو گیر، ابن رشد کو اویروؤ، ابن سینا کو اویونا اور ابن الہیثم کو الہیزن کہنا شروع کیا تاکہ ان کا مسلمان اور عرب ہونا ثابت نہ ہو۔

کفار کی اندھی سازشیں کام کرگئیں مگران بیچارے عقل سے فارغ مسلمانوں کو سمجھ ہی نہ آسکا کہ ان کو تمام شعبوں سے فارغ کردیا گیا ہے ان کو گندھے ہوئے آٹے میں بال کی مانند نکال باہر پھینکا، ان کو فضول کاغذ کی طرح ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا گیا، ان کو تعلیمی اور سائنسی اور جدید ٹیکنالوجی کے میدان سے بھی ہمیشہ کے لئے باہر پھینکا گیا اور پھر وہ صدیوں تک اس میدان میں نہ آسکے اور انہوں نے اگر آنے کی کوشش بھی کی تو انہیں بڑی فریبی سے اور اندھی سازشوں سے دور ہی رکھا گیا اور ان کے علمی خزانے پر اغیار ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قابض ہو چکے۔ مگر وہ ان سے اپنا قیمتی سرمایہ اور اپنا ورثہ واپس نہ لے سکے اور نہ ہی ان کو اس کے لٹنے کی خبر ہوئی، نہ واپس لینے کی تمام کوششیں ہی ترک کردیں۔ آج علمی، سائنسی، جدید ٹیکنالوجی، میڈیکل، انجینئرنگ، طب اور دوسرے تمام شعبوں کے میدان اور ترقی کے آسمان پر وہ حاوی ہوگئے اور ان کے ہاتھوں میں گیند بلا، لڈو، تاش، پتنگ کی ڈور، ویڈیو، سنوکر، کیسٹ، کیمرہ، ٹی وی، وی سی آر، موبائل اور دوسری بدمعاشی کے ساز وسامان، سرنگی، باجا، ڈھول، چمٹا اور دوسرے موسیقی کے ساز وغیرہ دے دیئے کہ تم یہ کام کرو اور ہم وہ یعنی دنیا میں ترقی والے کام خود کریں گے۔ ہم کریں گے تو اصلی انسان ہوں گے اور اگر تم وہ کام کرو تو تم مجرم اور گناہگار۔

جیسے ڈاکٹر عبدالقدیر خان، صدام حسین، ملا عمر، اسامہ بن لادن وغیرہ ٹھہرے ہیں۔ یہ مسلمان دن بدن سہل ترین دنیا کے بندے عیش وآرام اور وقت کی قدر نہ کرنے والے انٹرنیشنل بھکاری بن کر رہ گئے۔ مگر ان کی حکومتوں، جائیدادوں، عزتوں، ملکوں، دین اسلام پر قبضہ ہوگیا اور ان کو خبر تک نہ ہوئی۔ اے کاش! کوئی تو ہو جو اس غفلت میں سوئی ہوئی قوم کو بیدار کرسکے۔ اے کاش......؟؟

رضوان جاوید، ملتان

اندلس میں عیسائیوں نے بغض اور تعصب میں دس لاکھ کتابوں کو نذر آتش کردیا۔ اس زمانہ میں مسلمان دوسری قوموں سے اتنا زیادہ آگے تھے کہ مسلمان جب اسپین سے ملک بدر کیے گئے تو انہوں نے وہاں رصد گاہیں چھوڑیں جن کے ذریعہ وہ آسمانی اجسام کا مطالعہ کرتے تھے، ان چھوڑی ہوئی رصد گاہوں کا استعمال اسپین کے عیسائی نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان کو کلیسا کے گھنٹہ گھر میں تبدیل کردیا۔

جس دور میں مسلمان پوری دنیا میں علم کی روشنی پھیلا رہے تھے، یورپ پر جہالت کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ اگر کوئی سرپھرا علمی اور سائنسی تحقیق کی کوشش کرتا تھا، اسے بھیانک نتائج کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ سقراط کو اس جرم میں زہر کا پیالہ پینا پڑا کہ وہ ایتھنز کے نوجوانوں میں آزادانہ غور وفکر کا مزاج بنا رہا تھا۔ گلیلیو کو صرف اس لئے پھانسی کی سزا سنائی گئی کہ وہ زمین کو متحرک مانتا تھا۔ (انوکھے واقعات۔ ص ۷۷)

یہی وہ ہے کہ آج ہمارا سائنس کا طالب علم خالد بن یزید، رازی، ابن سینا الخوارزمی، ابوریان البیرونی، الفارانی، کندی، ابومحمد خومیدی، جابر بن حبان، موسیٰ بن شاکر ایستانی، ابن الہیثم، عمر خیام المسعودی، ابوالوفاء اور الزہراوی جیسے اور ان گنت عظیم مسلم سائنسدانوں کے حالات زندگی اور ان کے ایجاد کردہ سائنسی کارناموں سے یکسر ناواقف ہے، آج کی نشست میں نمونے کے طور پر مسلمان سائنسدانوں میں سے بعض کے سائنسی کارنامے تحریر کیے جاتے ہیں۔

☆...... توپ......سب سے پہلے افریقہ کے ایک سردار یعقوب نے بنائی تھی۔

☆...... ادریسی نے سب سے زمین کا چاندی کا کرہ (گول گیند) بنایا تھا، جس میں پہاڑ، دریا، جنگل اور وادیاں بنائی گئی تھیں۔

☆...... ابن سینا کی کتاب القانون، بصری کی کتاب الحیوان اور ابوالقاسم کی جراحی، سترہویں صدی عیسوی تک یورپ میں نصابی کتب کے طور پر پڑھائی جاتی رہی ہیں۔ ان کتابوں میں انسانی دماغ اور اعصاب کی تصاویر تھیں۔ ابن سوری کی کتاب میں خشک جڑی بوٹیوں کی رنگین تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ یہ کتاب عربوں کی پہلی رنگین مصور کتاب قرار دی جاچکی ہے۔

☆...... عمدہ پلیٹوں اور نفیس برتنوں کا موجد عباس بن ناس حکیم اندلسی ہے۔

☆...... کاغذ کی صنعت کو اوج کمال پر پہنچانے والے اہل شاطبہ ہیں۔ (شاطبہ بلاد اندلس میں سے ایک شہر ہے)

☆...... چھپائی کی مشین اور مطابع کے پہلے موجد مسلمان سائنسدان ہیں۔

☆...... دوران خون کا جدید نظریہ ولیم ہاروے سے منسوب کیا جاچکا ہے، حالانکہ اس سے پہلے ابن النفیس نے یہ نظریہ پیش کیا تھا۔

☆...... ابوالقاسم الذہراوی نے مثانہ کی پتھری نکالنے کے لئے جسم جو مقام چیر پھاڑ کے لئے تجویز کیا تھا، آج تک اسی پر عمل ہو رہا ہے۔

☆...... تپ دق (ٹی بی) کا علاج اور چیچک کا ٹیکہ مسلمانوں ہی کی ایجاد ہیں۔

☆...... الجبرا خصوصی طور پر مسلمانوں ہی کی ایجاد ہے۔

☆...... حکم بن ہاشم (ابن المقنع) نے ایک مصنوعی چاند بنایا تھا جو ماہ نخشب کے نام سے مشہور تھا۔ یہ نخشب نامی چاند کنویں سے طلوع ہوتا تھا اور تقریباً دوسو مربع میل کا علاقہ منور کرتا تھا۔ یہ سورج کے نکلتے ہی ڈوب جاتا اور اس کے غروب ہوتے ہی نکل آتا تھا۔

☆...... اندلس (اسپین) کے ایک مسلم حکیم (سائنسدان) عباس (ابوالقاسم) بن فرناس نے تین چیزیں ایجاد کر کے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ ① عینک کا شیشہ۔ ② بے مثال گھڑی جو صحیح وقت

(باقی صفحہ 18 پر)

چند باتیں

پیارے بچو.................. السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سردیوں کا موسم آہستہ آہستہ قریب آتا جارہا ہے اور گرمیاں ختم ہورہی ہیں۔دن چھوٹے اور راتیں آہستہ آہستہ بڑی ہورہی ہیں۔راتیں بڑی ہونے سے اب یہ فائدہ ہوگا کہ اب ان شاءاللہ آپ اپنا ہوم ورک بڑی آسانی اور دلچسپی سے کرسکیں گے۔ بغیر کسی پریشانی اور تھکاوٹ کے۔گرم کمرے میں رضائی لے کر انسان جب پڑھنے بیٹھتا ہے تو بڑا سکون محسوس کرتا ہے اور پورے اطمینان کے ساتھ پڑھائی کرسکتا ہے۔مگر پیارے بچو......!اس بات کا خیال ضرور رہے کہ آپ اپنی نمازوں سے غافل نہ ہوں ۔خاص طور پر صبح کی نماز آپ کو اپنے وقت پر اور باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔اکثر بچے ایسے ہوتے ہیں جو رات کو دیر تک پڑھنے کے شوق میں جاگتے رہتے ہیں......پھر رات گئے سوتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پھر صبح ان کی آنکھ نہیں کھلتی......!

تو پیارے بچو......!ہمیں اس بات سے مکمل احتیاط کرنی چاہئے اور چاہے جیسی بھی حالت ہو' صبح کی نماز کسی طور پر چھوڑنی نہیں چاہئے۔اللہ تعالیٰ ہمیں تمام دین پر غور وفکر کرنے' سمجھنے اور پھر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

والسلام

انچارج گوشۂ اطفال

تاریخ کے جھروکوں سے

ذہانت

ایک مرتبہ خلیفۃ المسلمین نے حضرت امام شعبیؒ کو ایک خصوصی پیغام دے کر شاہ روم کی طرف بھیجا۔جب یہ اس کے دربار میں پہنچے' اس سے ملاقات کی تو وہ ان کی ذہانت' فراست' سیاسی سوجھ بوجھ وسعت مطالعہ اور زور بیانی سے بہت متاثر ہوا۔شاہ روم نے کئی روز تک انہیں اپنے پاس معزز مہمان کی حیثیت سے رکھا۔حالانکہ زیادہ دیر وہ کسی بھی سفیر کو اپنے پاس نہیں ٹھہرایا کرتا تھا۔ جب آپ نے شاہ روم سے واپس دمشق جانے کے لئے اجازت چاہی تو شاہ روم نے اس سے پوچھا کہ آپ شاہی خاندان میں سے ہیں۔فرمایا نہیں میں عام مسلمانوں میں سے ہوں۔ جب شاہ روم نے اجازت دے دی تو کہا کہ جب آپ اپنے خلیفہ کے پاس جائیں تو جو کچھ آپ نے یہاں محسوس کیا وہ من وعن ان تک پہنچائیں اور ساتھ میرا یہ رقعہ بھی ان کو پہنچادیں۔

جب امام شعبی دمشق پہنچے تو سب سے پہلے خلیفۃ المسلمین عبدالمالک بن مروان سے ملے اور ان کے متعلق اپنے تاثرات سے آگاہ کیا۔خلیفہ کے پوچھے گئے ہر سوال کا اطمینان بخش جواب دیا۔جب واپس جانے لگے تو فرمایا:

شاہ روم نے آپ کے نام یہ رقعہ دیا تھا۔رقعہ تھمایا اور پلٹ آئے۔

جب خلیفہ نے خط پڑھا تو دربان کو کہا امام شعبی کو بلا کر لائے۔آپ آئے تو آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نے خط پڑھا ہے؟ امام شعبیؒ نے انکار میں سر ہلا دیا۔خلیفہ نے کہا شاہ روم نے خط میں لکھا کہ مجھے عرب قوم پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس قدر ذہین شخص کو چھوڑ کر کسی اور کو مسند خلافت پر براجمان کیا ہوا ہے۔امام شعبیؒ نے فوراً جواب دیا اگر وہ آپ کو دیکھ لیتے تو کبھی ایسا نہیں کہتے۔خلیفہ نے کہا کیا تم شاہ روم کی یہ تحریر لکھنے کا اصل مقصد جانتے ہو۔آپ نے کہا: نہیں۔خلیفہ نے کہا کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ میرے دل میں آپ کے متعلق حاسدانہ جذبات پیدا ہوں اور میں آپ کو مروا دوں۔اس طرح سے امت مسلمہ سے یہ ذہین وفطین سپوت چھن جائے گا۔جب آپ کے اس تجزیے کا شاہ روم کو علم ہوا تو وہ پکار اٹھا کہ اس قوم پر کوئی دوسری قوم غالب نہیں آسکتی۔جن کے خلیفہ اس قدر ذہین ہوں۔بخدا میرا یہی ارادہ تھا۔(بحوالہ حیات تابعین کے درخشاں پہلو)

(محمد فیصل رفیق' چونیاں)

فرمان ربّ العالمین

''اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد کج روی میں مبتلا نہ کر......اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ بے شک تو بڑا عطا کرنے والا ہے۔اے ہمارے رب! تو لوگوں کو اکٹھا کرے گا......ایک ایسے دن میں جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ہے' بے شک اللہ تعالیٰ (اپنے) وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔'' (آل عمران 9-8)

فرمانِ رحمت اللعالمین ﷺ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت قائم نہیں ہوگی حتی کہ علم اٹھالیا جائے گا' جہالت پھیل جائے گی اور ہرج بہت زیادہ ہوجائے گا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہرج کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''قتل''۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی غزوہ احزاب میں بہادری

حفصہ مریم

حذیفہ بن یمان کی احزاب کی مختلف جماعتوں کے درمیان بہادری، ذہانت اور رازداری کی داستان نہایت ہی دلچسپ، خوش کن اور دلفریب ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کا حکم پا کر دشمن کے جتھوں اور ان کی صفوں میں جا گھستے تا کہ ان کے واقعات، حالات اور رازہائے دروں سے واقفیت حاصل کر کے ان سے پردہ سرکا سکیں۔ نیز ان مصائب، مشکلات اور دگرگوں حالات سے بھی جن سے ان کا واسطہ پڑا ہے اور اللہ تعالیٰ کی چلائی ہوئی تیز آندھی کہ جس نے ان سے اٹھکیلیاں کی ہیں، جس سے ان کے خیمے اکھڑ گئے۔ جانور بدک گئے اور برتن الٹ گئے اور ان کا جنگی میدان میں برقرار رہنا دوبھر ہو گیا۔

ان تمام تر حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے حذیفہ بن یمان ؓ کو رات کی تاریکی میں دشمن کی صفوں کی طرف بھیجا۔ اس موقع پر انہوں نے شہسواری، بہادری اور دلاوری کی مشہور و معروف عسکری داستان رقم کی، جس کا تذکرہ بڑی کثرت کے ساتھ مستند تاریخی حوالہ جات کی کتابوں میں ملتا ہے۔

ہم اس بہادری کو آشکار کرنے والی داستان کی جھلک پیش کرتے ہیں، جس کا تمام تر سہرا حضرت حذیفہ بن یمان ؓ کے سر ہے۔ کیونکہ یہ حیرت انگیز کارنامہ انہوں نے اکیلے ہی سرانجام دیا۔

ان نازک ترین آزمائش کی گھڑیوں میں جبکہ مسلمان مصائب و مشکلات کے کٹھن مراحل سے گزر رہے تھے۔ آنکھیں تاڑے لگ چکی تھیں۔ کلیجے منہ کو آرہے تھے۔

حذیفہ ؓ اس واقعہ کو تفصیل سے یوں بیان کرتے ہیں:''غزوہ خندق کے دوران ایک رات رسول اللہ ﷺ نے اعلان کیا کہ آج کون دشمن کی صورتحال کا پتہ لائے گا۔ شرط یہ ہے کہ وہ وہاں جا کر کسی قسم کی کوئی کارروائی نہ کرے۔ بس معلومات لے کر خاموشی سے واپس آجائے اور انہیں پتہ بھی نہ چلنے دے۔''

یہ کارنامہ سرانجام دینے والے کے لئے میں اللہ تعالیٰ سے التجا کروں گا کہ یہ شخص جنت میں میرا رفیق ہو۔

اس رات سردی اپنے جوبن پر تھی۔ دشمن بھوک سے نڈھال تھے۔ میں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے یہ فریضہ سرانجام دینے کی پیش کش کردی تو آپ ﷺ نے مجھے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا:'' حذیفہ جاؤ چپکے سے دشمن کی صفوں میں گھس جاؤ کسی کو پتہ نہ چلنے پائے۔ غور سے مشاہدہ کرنا کہ دشمن اس وقت کیا کر رہا ہے۔ ان کے عزائم کیا ہیں۔ وہ کس صورتحال سے دوچار ہیں۔ کسی کو اپنے بارے میں کچھ بتانا نہیں، اس طرح معلومات لے کر آپ نے ہمارے پاس آنا ہے۔

فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا حکم پا کر میں روانہ ہوا۔ ان کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ تیز آندھی، اللہ کے لشکر، ان کی درگت بنا رہے تھے۔

دیگیں الٹ گئیں، آگ بجھ گئی اور خیمے الٹ گئے۔ اس موقع پر ابوسفیان نے اعلان کیا کہ غور سے اس بات کا جائزہ لے لو کہ تمہارے پاس کون بیٹھا ہوا ہے۔ یہ اعلان ہوتے ہی میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے شخص کا ہاتھ پکڑتے ہوئے پوچھا بھئی تم کون ہو؟

اس نے بتایا میرا نام یہ ہے اور فلاں کا بیٹا ہوں۔ امام بیہقی اور ابونعیم نے اپنی اپنی کتاب الدلائل میں لکھا ہے کہ حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا دایاں ہاتھ اس شخص کے ہاتھ پر رکھا، جو میری دائیں طرف بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے میں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا:''میں معاویہ بن ابی سفیان ؓ ہوں۔'' پھر میں نے اپنا ہاتھ اس شخص پر رکھا جو میری بائیں طرف بیٹھا ہوا تھا۔

اس سے پوچھا بھئی تم کون ہو؟

اس نے کہا:''میں عمرو بن عاص ہوں۔''

یہ میں نے اس لئے کیا کہ کہیں وہ مجھ سے نہ پوچھ لیں اور معاملہ چوپٹ ہو جائے۔ ان کو میں نے موقع ہی نہ دیا کہ وہ مجھ سے سوال کریں۔

پھر ابوسفیان نے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''اے خاندان قریش! بخدا! اب یہاں تمہارے ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں۔ ہمارے گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو گئے۔ ہم میں اور بنو قریظہ میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ تیز آندھی کو تم دیکھ ہی رہے ہو کہ ہمارا کیا حشر کر رہی ہے۔ کوئی ہنڈیا چولہے پر ٹھہر نہیں رہی اور نہ ہی چولہوں میں آگ جل رہی ہے اور نہ کوئی خیمہ برقرار رہ رہا ہے۔

تم یہاں سے رخت سفر باندھ لو میں خود بھی یہاں سے کوچ کر رہا ہوں۔ یہ کہتے ہی وہ چھلانگ لگا کر اپنے اونٹ پر سوار ہو گیا اور چل دیا۔ حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ:'' اللہ کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ سے یہ عہد نہ ہو چکا ہوتا کہ صبر سے کام لینا ہے اور کوئی کارروائی نہیں کرنی تو ابوسفیان اس رات میری زد میں تھا، میں اسے نیزہ مار کر ہلاک کر سکتا تھا۔

میں جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ چادر اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے مجھے اپنے قدموں کے پاس بیٹھ جانے کا اشارہ کیا اور چادر کا ایک پلو مجھ پر دے دیا۔ آپ ﷺ نے رکوع کیا سجدہ کیا۔ میں اسی حالت میں چادر اپنے اوپر لئے بیٹھا رہا۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو میں نے آپ ﷺ کو ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔

اس طرح حضرت حذیفہ ؓ نے بڑے ہی باکمال انداز میں اس مہم کو سرانجام دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غصے میں واپس کروا دیا انہیں کوئی کامیابیاں نہ مل سکیں اور مومنوں کی طرف اللہ تعالیٰ ہی لڑنے کے لئے کافی ہے اور اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے۔'' (الاحزاب۔ ۲۵)

حضرت حذیفہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے شانہ بشانہ جہاد اور شہسواری و بہادری کے سفر پر گامزن رہے۔ اس میدان میں ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

شاعر مشرق

کے بصیرت افروز اقوال

☆ اگر افراد قومیت کے شیرازے سے ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ نہ ہوں گے تو نظام قدرت کے قوانین ان کو صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیں گے۔ (انوار اقبال' ص 30 بنام ایڈیٹر زمانہ)

☆ زندگی اور موت' رنج وراحت سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے' اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ (روزگار' ص 186' بنام اعجاز' 1931ء)

☆ مذہب دنیا میں صلح کرانے کے لئے آیا ہے نہ کہ جنگ کی غرض سے۔ (انوار اقبال' ص 30' بنام ایڈیٹر زمانہ کانپور' 1906ء)

☆ زندگی میں کامیابی کا انحصار عزم پر ہے نہ کہ عقل پر۔ (شذرات' ص 142)

☆ مسلم خواتین کو صحیح مذہبی تعلیم حاصل ہونی چاہئے کیونکہ وہی قوم کی حقیقی معمار ہیں۔ (شذرات' ص 142)

☆ اپنی حدود کو پہچانئے اور اپنی صلاحیتوں کو پرکھئے' پھر زندگی میں آپ کی کامیابی یقینی ہے۔ (شذرات' ص 142)

☆ مصیبت ایک عطیہ خداوندی ہے تا کہ انسان پوری زندگی کا مشاہدہ کرے۔ (شذرات' ص 138)

☆ اچھے لٹریچر کی اشاعت نہایت ضروری ہے۔ (مکتوبات اقبال)

☆ ماہر نفسیات تیرتا ہے جبکہ شاعر غوطہ لگاتا ہے۔

☆ ہندوستان کے مسلمان عقائد کی جنگ میں مبتلا ہو کر اسلامی دستور حیات کو فراموش کر گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسم پرستی اس قوم میں عام ہو گئی۔ (سیرت اقبال' ص 137' بنام ایف جیلانی)

☆ صوفیاء کی دکانیں ہیں مگر وہاں متاع اسلامی نہیں بکتی۔ (اقبال نامہ جلد 2' ص 148)

☆ میں اس گھر کو صد ہزار تحسین کے قابل سمجھتا ہوں جس گھر میں علی الصبح تلاوت قرآن مجید کی آواز آئے۔ (گفتار اقبال' ص 213)

(از: منظور احمد ہاشمی' قلعہ داوکے)

کیا آپ کو معلوم ہے؟

☆...... ہاتھی واحد جانور ہے جو چھلانگ نہیں لگا سکتا۔

☆...... گھوڑے کے منہ میں چالیس دانت ہوتے ہیں۔

☆...... نیوزی لینڈ وہ واحد ملک ہے جہاں سانپ نہیں پائے جاتے۔

☆...... مگرمچھ اپنی زبان باہر نہیں نکال سکتا۔

☆...... صرف نر مکڑی ہی جال بنا سکتی ہے۔

☆...... کیکڑے کے دانت اس کے پیٹ میں ہوتے ہیں۔

☆...... دنیا میں کل 455 آتش فشاں پہاڑ ہیں۔

☆...... چلی ایک ایسا ملک ہے جہاں مرغیاں نیلے رنگ کے انڈے دیتی ہیں۔

☆...... نر تتلی کے رنگ مادہ تتلی سے زیادہ ہوتے ہیں۔

(عثمان قادر' پتوکی)

دستِ سوال دراز کرنا

ہمارے نبی ﷺ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے! انسان کا جنگل سے لکڑیوں کا گھٹا کمر پر لاد کر لانا' اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی کے آگے دست سوال دراز کرے اور جو شخص لوگوں سے ہمیشہ مانگتا رہتا ہے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت تک نہ ہوگا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' میرے پاس جو مال ہوتا ہے میں اس کے دینے میں دریغ نہیں کرتا اور تم سے بچا کر نہیں رکھتا۔ لیکن جو شخص کسی کے سامنے سوال کرنے سے باز رہتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے عزت عطا فرماتے ہے اور جو بے نیازی اختیار کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دیتا ہے اور جو صبر کو اپنا شیوہ بنا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے صبر آسان کر دیتا ہے اور کسی کو کوئی عطائے الٰہی صبر سے زیادہ بہتر اور وسعت والی نہیں ملی۔''

(محمد عظیم محمد' چک نمبر 10/1.L رینالہ خورد اوکاڑہ)

پڑھئے اور عمل کیجئے

ایک مرتبہ فاروق اعظم ؓ ایک مقدمے کی سماعت فرما رہے تھے' جب گواہ اپنی گواہی ختم کر چکا تو آپ ؓ نے فرمایا: کسی ایسے شخص کو لے آؤ جو تمہیں اچھی طرح جانتا ہو تا کہ اس سے تمہارے بارے میں دریافت کروں۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک شخص کو لے کر آیا۔ فاروق اعظم ؓ نے اس سے دریافت فرمایا۔ تم اس کو جانتے ہو۔ اس نے کہا جی ہاں! یہ بہت اچھے آدمی ہیں۔

آپ ؓ نے پوچھا کیا تم اس کے قریب ترین پڑوسی ہو؟ اس نے کہا جی نہیں۔ آپ ؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کے ساتھ کبھی سفر کیا ہے کہ تمہیں اس کی اخلاقی حالت کا علم ہو؟ اس نے کہا

جی نہیں۔ آپ ؓ نے پھر فرمایا: کیا ان کے ساتھ تم نے لین دین یا روپے پیسے کا کوئی معاملہ کیا ہے کہ تمہیں اس کے حسن معاملہ اور کھرے پن کا علم ہو؟ اس شخص نے کہا جی نہیں۔ حضرت فاروق ؓ نے فرمایا' میرا خیال ہے کہ تم نے اس گواہ کو مسجد میں دیکھا ہوگا' کھڑے ہو کر قرآن پڑھتے' کبھی سجدہ اور کبھی رکوع کرتے ہوئے۔ اس کی عبادت وریاضت' ذکر واذکار کو دیکھ کر تم نے سمجھا ہوگا کہ یہ بہت متقی اور پرہیزگار شخص ہے اور تم اس کی شہادت دینے چلے آئے۔ اس نے کہا جی ہاں۔ میں نے انہیں جب دیکھا ذکر الٰہی میں مشغول پایا۔ میرا خیال ہے کہ یہ دیندار اور متقی آدمی ہے۔

حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا تم جاؤ' میرا خیال ہے تم اس کو نہیں جانتے۔ کسی انسان کو پہچاننے کا معیار صرف یہی نہیں کہ وہ کس قدر صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے اور کتنا وقت مسجد میں گزارتا ہے۔ بلکہ آدمی تو دراصل اس طرح پہچانا جاتا ہے کہ اس کا برتاؤ اپنے اہل وعیال اور پڑوسیوں کے ساتھ کیا ہے؟ کس طرح کے لوگوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے۔ سفر میں اپنے دوسرے مسافروں کے ساتھ اس کا اخلاق کیسا ہوتا ہے؟ آیا وہ صرف اپنے آرام کا خیال رکھتا ہے یا اس میں جذبۂ ایثار بھی ہے۔ معاملات میں وہ کیسا ہے۔ اگر آدمی بظاہر بہت ہی متقی اور پرہیزگار ہو لیکن معاملات میں کھوٹا ہو برتاؤ میں تلخ معمولی بات پر بھڑک اٹھے' بے ساختہ اس کے منہ سے نازیبا

کلمات نکلنے لگیں، حقوق العباد کا خیال نہ رکھے اور کسی کو دھوکہ دے، اس کا سارا ذکر، صوم وصلوٰۃ، بارگاہِ خداوندی میں ناکام قرار پائیں گی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گواہ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا جاؤ کسی ایسے آدمی کو لے کر آؤ جو تجھے صحیح معنوں میں پہچانتا ہو۔ (بحوالہ: تاریخ اسلام خلافتِ راشدہ)

(محمد عظیم محمد، چک نمبر L. 1/10 رینالہ خورد اوکاڑہ)

دنیا میں کتنا عرصہ رہے......؟

ترجمہ: ''اور ان کو وہ دن یاد دلایئے جس میں اللہ تعالیٰ ان کو اپنے حضور جمع کرے گا (تو ان کو ایسا محسوس ہوگا) کہ گویا وہ دنیا میں دن کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچاننے کو ٹھہرے ہوں۔'' (یونس 45/10)

ترجمہ: ''اے پیغمبر! یہ لوگ تم سے قیامت کے دن کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہے؟ آپ کو اس کے بیان کرنے سے کیا تعلق؟ اس کے علم کی انتہا تو اللہ کی جانب ہے۔ آپ تو صرف اس سے ڈرتے رہنے والوں کو آگاہ کرنے والے ہیں۔ جس روز یہ اسے دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ صرف دن کا آخری حصہ یا اول حصہ ہی دنیا میں رہے ہوں۔ (نازعات۔ 46,42)

ترجمہ: ''جس دن دیکھ لیں گے اس عذاب کو جس کا وعدہ ان سے کیا جاتا ہے تو گویا دنیا میں دن کی ایک گھڑی ہی ٹھہرے ہیں، یہ ہے پیغام پہنچا دینا۔'' (احقاف 35/46)

ترجمہ: ''تم زمین میں گنتی کے کتنے دن رہے، وہ کہیں گے 'ہم ایک دن یا ایک دن سے بھی کم۔ جو گنتے رہے ہو، ان سے پوچھ لیجئے۔ پروردگار فرمائے گا۔ بے شک تم تھوری دیر رہے۔ مگر کاش! تم اسے پہلے ہی جان لیتے۔'' (مومنون۔ 114,112/23)

ترجمہ: ''جس دن صور پھونکا جائے گا اور ہم اس دن

عقل کی باتیں

☆...... منصوبہ بناؤ فراست کے ساتھ۔
☆...... سوچو جذبہ تعمیر کے ساتھ۔
☆...... کھاؤ اعتدال کے ساتھ۔
☆...... جھکو وقار کے ساتھ۔
☆...... بولو اختصار کے ساتھ۔
☆...... سنو توجہ کے ساتھ۔
☆...... پیو آہستگی کے ساتھ۔
☆...... غور کرو گہرائی کے ساتھ۔
☆...... عبادت کرو محبت کے ساتھ۔
☆...... کام کرو خوش اسلوبی کے ساتھ۔
☆...... نماز پڑھو خشوع خضوع کے ساتھ۔
☆...... تلاوت کرو آداب کے ساتھ، باترجمہ۔
☆...... جہاد کرو، جوانمردی سے کفار کے ساتھ۔

(ابو بلال یاسر، وہاب دواخانہ بدھلہ سنت ملتان)

گنہگاروں کو اپنے حضور میں جمع کریں گے۔ ان کی آنکھیں مارے خوف کے نیلی پیلی بے نور ہوں گی۔ آپس میں چپکے چپکے کہتے ہوں گے کہ ہم تم دنیا میں صرف دس دن رہے جیسی جیسی باتیں یہ لوگ اس دن کریں گے ہم ان سے بخوبی واقف ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اچھی راہ والا کہہ رہا ہوگا کہ تم تو صرف ایک ہی دن رہے۔'' (طٰہٰ: 104,102/20)

پسندیدہ اشعار

نہ امیدی کا تو قائل نہیں ہوں میں لیکن
میں نے برسات میں جلتے ہوئے گھر دیکھے ہیں
زندگی اپنے ہی قدموں پہ چلا کرتی ہے اے دوست
غیروں کے سہارے تو جنازے ہی اٹھا کرتے ہیں
قسمت کیوں تلاش کرتے ہو ہاتھ کی لکیروں میں اے دوست
نصیب تو ان کے بھی ہوتے ہیں جن کے ہاتھ نہیں ہوتے
ساحل کے تماشائی ہر ڈوبنے والے پر
افسوس تو کیا کرتے ہیں بچایا نہیں کرتے

(انتخاب: محمد فیصل رفیق ظہیر آباد کالونی چونیاں)

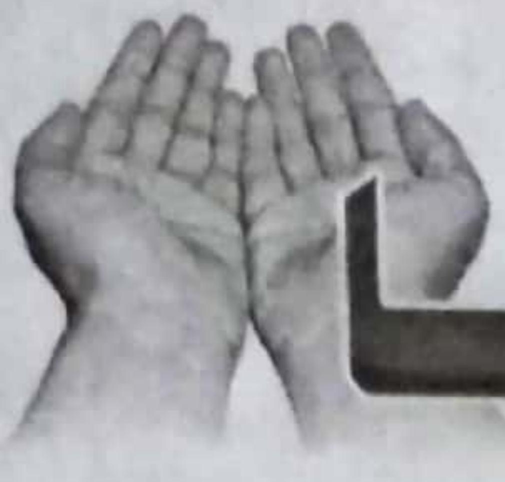

دعا

میرے خوابوں کو تو حقیقت بنا دے
خدایا محبت کے دریا بہا دے
گھرے ہیں غیروں میں، رہزنوں میں
محافظ ہیں غفلت میں، ان کا جگا دے
سرابوں کو دریا سمجھتا ہے انسان
اسے نیکیوں کا سمندر دکھا دے
زمین پر گناہوں کی چادر بچھی ہے
خدایا تو نیکی کی چادر بچھا دے
خدایا کوئی ابن قاسم عطا کر
جو کشمیر کو پھر سے جنت بنا دے

(ابو خزیمہ)

فکر آخرت

خاک سے پیدا ہوا تو خاک میں مل جائے گا
ہے وہی انجام تیرا جو تیرا آغاز تھا
موت آئی اور انسان کو اچک کر لے گئی
اقرباء مجبور تھے، معذور چارہ ساز تھا
موت سے پہلے جو مصروف تکلم تھا ابھی
لمحہ بھر کے بعد وہ اک ساز بے آواز تھا
الفت اہل جہاں پر کیا بھروسہ کیجئے
جا رہے ہیں ڈال کر مٹی وہ جن پر ناز تھا
آہ! اے عاجز! نظر آتے نہیں وہ لوگ آج
لب پہ جن کے ذکر حق، سینوں میں سوز و ساز تھا
خاک سے پیدا ہوا تو خاک میں مل جائے گا
ہے وہی انجام تیرا جو تیرا آغاز تھا

(انتخاب: محمد فیصل رفیق، الفرقان سٹریٹ ظہیر آباد کالونی چونیاں)

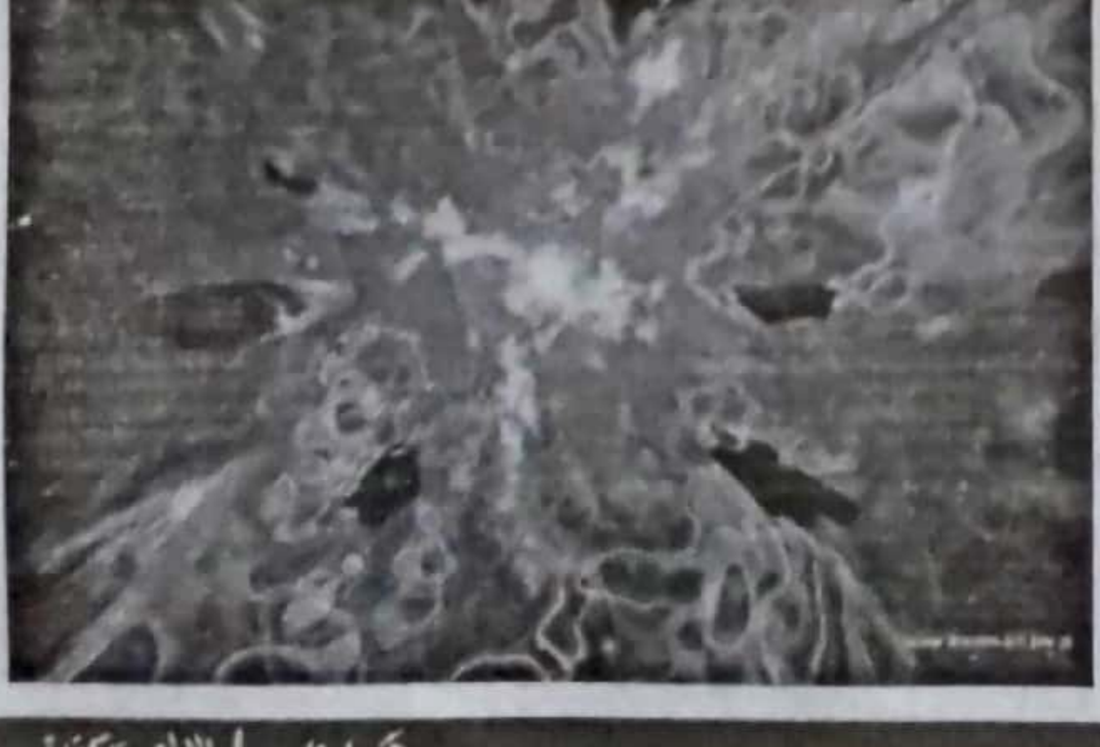

سائنس کارنر

پہلی پرواز

نویں صدی عیسوی اپنا دور پورا کر رہی تھی اس وقت جس شخص نے پہلے پہل سائنسی پرواز کا تجربہ کیا وہ ابن فرناس تھا۔ پرواز کے لئے اس نے جو سامان فراہم کیا تھا وہ ایسے پر تھے جن سے وہ ہوا میں نہایت طویل فاصلہ تک پرواز کر سکا۔ جب وہ زمین پر اترا تو اس کا پاؤں مجروح ہو گیا تھا۔

دنیا کے نظام سیارگان کا پہلا نمونہ

دنیا کے نظام سیارگان کا پہلا نمونہ ایک مسلمان ابوالقاسم نے تیار کیا تھا اس میں ستارے، بادل وغیرہ دکھائے تھے اور سورج، چاند کی شکلوں کے ساتھ بجلی بھی ظاہر کی گئی تھی، سورج اور چاند کی گردشوں کے اوقات بھی اس پر بتائے گئے تھے۔

شیشہ سازی

دنیا میں پتھر سے شیشہ بنانے کی صفت کی دریافت سب سے پہلے ایک مسلمان عباس ابن فرناس نے نویں صدی میں کی تھی۔

دوربین کی ایجاد

دوربین کی سب سے پہلے ایجاد عظیم سائنسدان ابوالحسن نے کی تھی، یہ دوربین مالقہ اور قاہرہ کی رصدگاہوں میں بڑی کامیابی سے کام میں لائی جاتی تھی، جس رصدگاہ میں دوربین نصب کی گئی تھی وہ قدم کے مقام پر شمیسہ میں واقع تھا اور اس دوربین کو فلکیاتی مشاہدات کے لئے کام میں لایا جاتا تھا۔

اعتدالین، گرھن، انحراف، مردار ستارے اور دوسرے سماوی حادثات تھے جس کو دوربین سے دیکھا جاتا تھا۔

پیڈیات سسٹم

اس کا مقصد طیاروں اور میزائلوں کو راستے میں روکنا اور زمینی اڈوں کی حفاظت کرنا ہے۔ اس نظام میں دور سے صحیح نشانے کے لئے لانچر نصب ہے۔ اس کی قیمت 123 ملین ڈالر ہے۔

نائٹروجن بم

اس کی طاقت تمام بموں سے کہیں زیادہ ہے، سینکڑوں میل تک یہ لوگوں کو موت کی نیند سلا سکتا ہے۔

کروز

اس میزائل کا مقصد طویل فاصلے تک حملہ کرنا ہوتا ہے۔ یہ بحری جہازوں اور آبدوزوں سے چھوڑا جاتا ہے۔ یہ ریڈار سے نیچے 2500 کلومیٹر کے دائرے میں پرواز کر سکتا ہے اور اس کی قیمت ایک ملین ڈالر ہے۔

سکڈ میزائل

اس کی لمبائی ساڑھے گیارہ میٹر اور چوڑائی پون میٹر جبکہ وزن تقریباً چار ٹن ہوتا ہے۔ اس کی رفتار 1500 فی میٹر فی سیکنڈ اور اس کی رینج 400 کلومیٹر ہے۔ اس میزائل میں دھماکہ خیز مواد، جوہری اور کیمیائی مواد بھی ہوتا ہے۔ اس میزائل میں ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم پانچ تک لے جانے کی سہولت موجود ہے۔

ایف سولہ F-16

یہ لڑاکا بمبار طیارہ جو اپنی آواز سے دوگنی رفتار سے پرواز کرتا ہے۔ اسے جنرل ڈنیامکس نے ڈیزائن اور تیار کیا تھا۔ مڑنے اور قلابازی کھانے میں تمام جہازوں سے تیز تر ہے۔ یہ فضا میں اور فضا سے زمین پر نہایت عمدہ نشانہ مار سکتا ہے۔ ریڈار سسٹم اس کے پائلٹ کو کسی بھی میزائل مخالف جہاز سے پہلے ہی آگاہ کر دیتا ہے۔ سیدھا اڑتے ہوئے یہ اوپر نیچے اور دائیں بائیں جھکنے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے، انتہائی نیچی پرواز بھی کر سکتا ہے۔

بی باون، B-52

فضائی حملوں میں استعمال ہونے والا طیارہ بمباری اور ہلاکت خیزی میں بے مثال ہے۔ یہ بمبار طیارہ چھ لاکھ پاؤنڈ بم لے کر 7500 میل تک پرواز کر سکتا ہے۔ اس کا ایک بم 1200 فٹ کے رقبے میں تباہی مچا دیتا ہے۔ اگر تمام بموں کو کسی ایک جگہ استعمال کیا جائے تو ڈیڑھ میل چوڑے اور یک میل طویل علاقے میں کسی شے کا نام ونشان تک نہ رہے گا۔

☆...... کفار نے یہ سارے منصوبے اور انتہائی خطرناک ہتھیار بھلا کس کی خدمت کرنے کے لئے بنائے ہیں؟ تو یاد رکھو مسلمانو! یہ انتظامات صرف اور صرف تمہاری تباہ و بربادی کے لئے ہیں اور ایک تم ہو کہ غفلت کی نیند سو چکے ہو اور تم کبھی جشن بہاراں، بسنت میلہ، میراتھن ریس، ویلنٹائن ڈے، مقابلہ حسن، کرکٹ کے دوستی میچ، زنا بازی، نشہ بازی اور دوسری بہت سی فضولیات؟ تم نے کب جاگنا ہے جبکہ دشمن تمہارے ملکوں پر قبضے جما رہا ہے۔ مسلمانوں کو قتل و غارت کا نشانہ بنا رہا ہے اور تمہاری عزتوں کو پامال کر رہا ہے اور تم آرام اور غفلت کی نیند سو رہے ہو......؟؟

(ابو رضوان جاوید، بدھلہ سنت ملتان)

GPS گلوبل پوزیشننگ سسٹم

Global Positioning System

ابو محمد سلفی

عرصہ دراز سے انسان علاقوں کی شناخت کے لئے مختلف طریقے وضع کرتا چلا آیا ہے۔ پہلے پہل لوگ سمندری سفر کے لئے ساحلی راستہ اختیار کرتے تھے تاکہ سمندر میں کہیں لاپتہ نہ ہوجائیں لیکن جیسے جیسے سمندری سفر کی اہمیت بڑھتی گئی' جغرافیائی محل وقوع کے تعین کے لئے نت نئے طریقے ایجاد ہوتے چلے گئے جن میں قطب شمالی اور دب اکبر جیسے ستارے قابل ذکر ہیں لیکن یہ ستارے صرف عرض بلد (Latitude) کی صحیح مقدار بتلاسکتے تھے جبکہ ستاروں کی مدد سے طول بلد (Longitude) کا تعین ایک مسئلہ تھا۔ دوسرا یہ کہ اس طرح سے کسی بھی جگہ کا حدود اربعہ اور محل وقوع معلوم کرنے کے لئے درست وقت کا پتہ ہونا ضروری تھا۔ اسی مقصد کے لئے اٹھارہویں صدی عیسوی میں سب سے پہلی سمندری گھڑی ایجاد کی گئی جسے Marine Choronometer کا نام دیا گیا۔ انیسویں صدی عیسوی میں امریکی بحریہ نے درست وقت بتلانے کے لئے باقاعدہ ایک نظام ترتیب دیا جس کی مدد سے جغرافیائی حدود کا تعین کیا جاتا تھا اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس نظام کو بہتر بنانے کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے گئے جن کا مختصر جائزہ مندرجہ ذیل ہے۔

آلہ سد (Sextant):

ابتداء میں آلہ سد کسی مقام کے تعین میں استعمال ہوتا تھا۔ یہ مختلف ستاروں اور سورج کے مشاہدے اور درست وقت کی مدد سے زمین پر کسی بھی مقام کے محل وقوع کا تعین کرتا تھا۔ اگرچہ آلہ سد محل وقوع کے تعین کے لئے استعمال کیے جانے والے قدیم ترین آلات میں سے ایک ہے لیکن برطانیہ کے معروف پبلشنگ ادارے McGraw Hill کی طبع شدہ کتاب Islamic Technology کے مطابق ''آلہ سد'' کی ایجاد بھی دراصل مسلمان سائنسدانوں کی مرہون منت ہے۔

لیکن دنیا میں برقی انقلاب نے جغرافیائی حدود اور مقداروں کے تعین کو نئی سمت سے ہمکنار کیا۔

1930ء میں سمندروں کے کنارے میناروں (Beacons) اور (Tower) کی مدد سے جہازوں کو ان کے مقام کا پتہ چلتا تھا۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران ریڈیائی لہروں پر مبنی نظام (LORAN: Long Range Aid to Navigation) اس مقصد کے لئے استعمال ہونے لگا۔

1960ء میں پہلی مرتبہ Omega سسٹم کے ذریعے پوری دنیا میں کسی بھی مقام کا محل وقوع بتلانے کا نظام متعارف کروایا گیا۔ لیکن یہ کسی بھی مقام کا محل وقوع کئی میل کی کمی بیشی کے ساتھ بتاسکتا تھا۔

تصویر نمبر 1

1960ء کی ہی دہائی میں امریکی وزارت دفاع نے بحری جہازوں اور آبدوزوں کو ان کا صحیح مقام بتلانے کے لئے ایک جامع نظام ترتیب دینے کا فیصلہ کیا کیونکہ پہلے تمام نظام ایک دوسرے سے ہم آہنگ نہیں تھے۔ اس نئے نظام کو NAVSAT (Navigation Satellite) سسٹم کا نام دیا گیا جسے بعد میں TRANSIT کے نام سے بھی جانا جانے لگا۔

TRANSIT محل وقوع کے تعین کے لئے استعمال ہونے والا پہلا خلائی نظام تھا جس میں چھ مصنوعی سیارے شامل تھے جو کہ پوری دنیا کے گرد چکر لگاتے تھے۔ ان سیاروں پر ایٹمی گھڑیاں بھی موجود تھیں۔ یہ نظام کسی بھی مقام کا تعین 200 میٹر کی کمی بیشی کے ساتھ درست بتا سکتا تھا۔ TRANSIT سسٹم 1960ء میں ختم ہوگیا کیونکہ اس کی درستگی کی حد (Accuracy) اور 24 گھنٹے تک

تصویر نمبر 2

رسائی ایک اہم مسئلہ تھا۔

(تصویر نمبر 1)

1996ء میں TRANSIT کے ختم ہونے کے بعد اس کی جگہ GPS (Global Positioning System) نے لے لی اور امریکی فضائیہ کو اس کی نگرانی سونپی گئی۔ یاد رہے کہ امریکی فضائیہ کے ہاں اس نئے نظام GPS کا سرکاری نام (NAVSTAR) رکھا گیا۔

(تصویر نمبر 2)

GPS کے علاوہ دنیا میں سابقہ سویت یونین (روس) کے زیر انتظام GLONASS اور یورپی یونین کے زیر انتظام GALILEO سسٹم بھی چل رہے ہیں۔ جن میں GALILEO ابھی تکمیل کے مراحل میں ہے (یہ نظام دسمبر 2005ء میں متعارف کروایا گیا)۔

اس مقالے میں آپ کو GPS کے حوالے سے کچھ معلومات فراہم کی جائیں گی۔

GPS بنیادی طور پر سیٹلائٹ نیویگیشن کے طریقہ کار پر عمل کرتے ہوئے مقام اور وقت کا تعین کرتا ہے۔

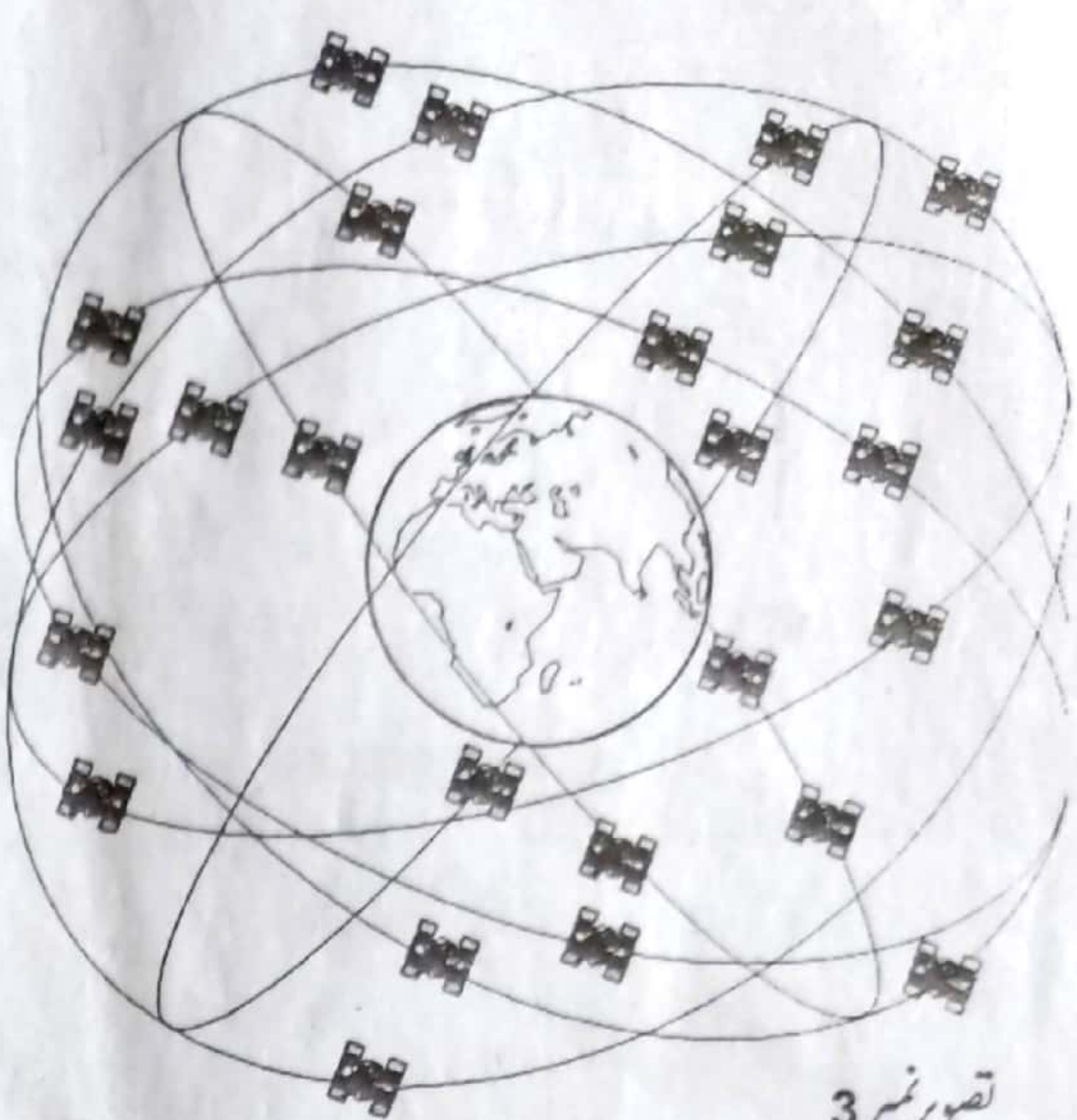

تصویر نمبر 3

سیٹلائٹ نیویگیشن دراصل گلوبل نیویگیشن سیٹلائٹ سسٹم (GNSS) یا GPS میں استعمال ہونے والا ایک طریقہ ہے جس کے ذریعے خلا میں موجود مصنوعی سیاروں کی مدد سے زمین پر کسی بھی مقام کا تعین 20 میٹر سے ایک ملی میٹر کی حد تک جبکہ وقت کا تعین 60 نینو سیکنڈ (60x10–9s) سے 5 نینو سیکنڈ (5x10–9s) میں کیا جاسکتا ہے اور ان دونوں مقداروں کی مدد سے کسی بھی شے کی رفتار اور سفر کی سمت بھی معلوم کی جاسکتی ہے۔

NAVSTAR-GPS سسٹم یکساں طور پر شہری اور فوجی مقاصد کے لئے استعمال ہونے والا نظام ہے جس میں SPS عوام الناس کے استعمال کے لئے جبکہ PPS چند مخصوص سرکاری اور فوجی اداروں کے استعمال کے لئے مختص ہے۔

پہلا GPS سیٹلائیٹ 22 فروری 1978ء کو خلا میں چھوڑا گیا اور اب تک کل 28 سیارے (عنقریب یہ تعداد 32 ہوجائے گی) خلا میں گردش کررہے ہیں۔ جن میں سے 24 سیارے دنیا کو 6 مختلف مداروں میں گھیرتے ہیں۔ (ہر مدار میں 4 سیارے ہوتے ہیں) باقی سیارے دوسرے سیاروں میں خرابی یا کسی اور مسئلہ کی صورت میں ان کی جگہ لیتے ہیں۔ زمین پر کسی بھی مقام پر کم از کم 4 سیاروں کا رابطہ ہر وقت ممکن ہے اور یہ رابطہ اس طرح کا ہوتا ہے کہ زمین پر کسی بھی مقام اور ان سیاروں کے درمیان سگنلز (Signal) یا ریڈیائی لہریں ایک سیدھ میں سفر کرتی ہیں کہ ان کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اس قسم کے رابطہ کو Line of Sight Navigation کہا جاتا ہے۔

(تصویر نمبر 3)

GPS سسٹم تین حصوں پر مشتمل ہے۔

1- خلائی حصہ (Space Segment)

2- ضبطی حصہ (Control Segment)

(تصویر نمبر 4)

3- عوام الناس کے استعمال کا حصہ (User Segment)

1- خلائی حصہ (Space Segment)

GPS میں کل 32 Space Segment آپریشنل سیٹلائیٹ ہوتے ہیں جو زمین کے گرد 6 مختلف مداروں میں گردش کرتے ہیں۔ یہ سیٹلائیٹ زمین سے 20,180 کلومیٹر کی بلندی پر خطِ استوار سے 55° کا زاویہ بناتے ہوئے اپنے مداروں میں 7000 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کرتے ہیں۔ ہر سیٹلائیٹ اپنے مدار میں ایک چکر 12 گھنٹے میں مکمل کرتا ہے لیکن زمین کی گردش کی وجہ سے ایک سیٹلائیٹ زمین سے اوپر اسی مقام پر جہاں سے چلا تھا' 23 گھنٹے اور 56 منٹ میں پہنچتا ہے۔

ساخت کے اعتبار سے کسی بھی GPS سیٹلائیٹ کے اہم حصوں میں شمسی توانائی کی پینل' بیٹریاں' راکٹ' انٹینا اور ٹرانسمیٹر وغیرہ ہوتے ہیں۔

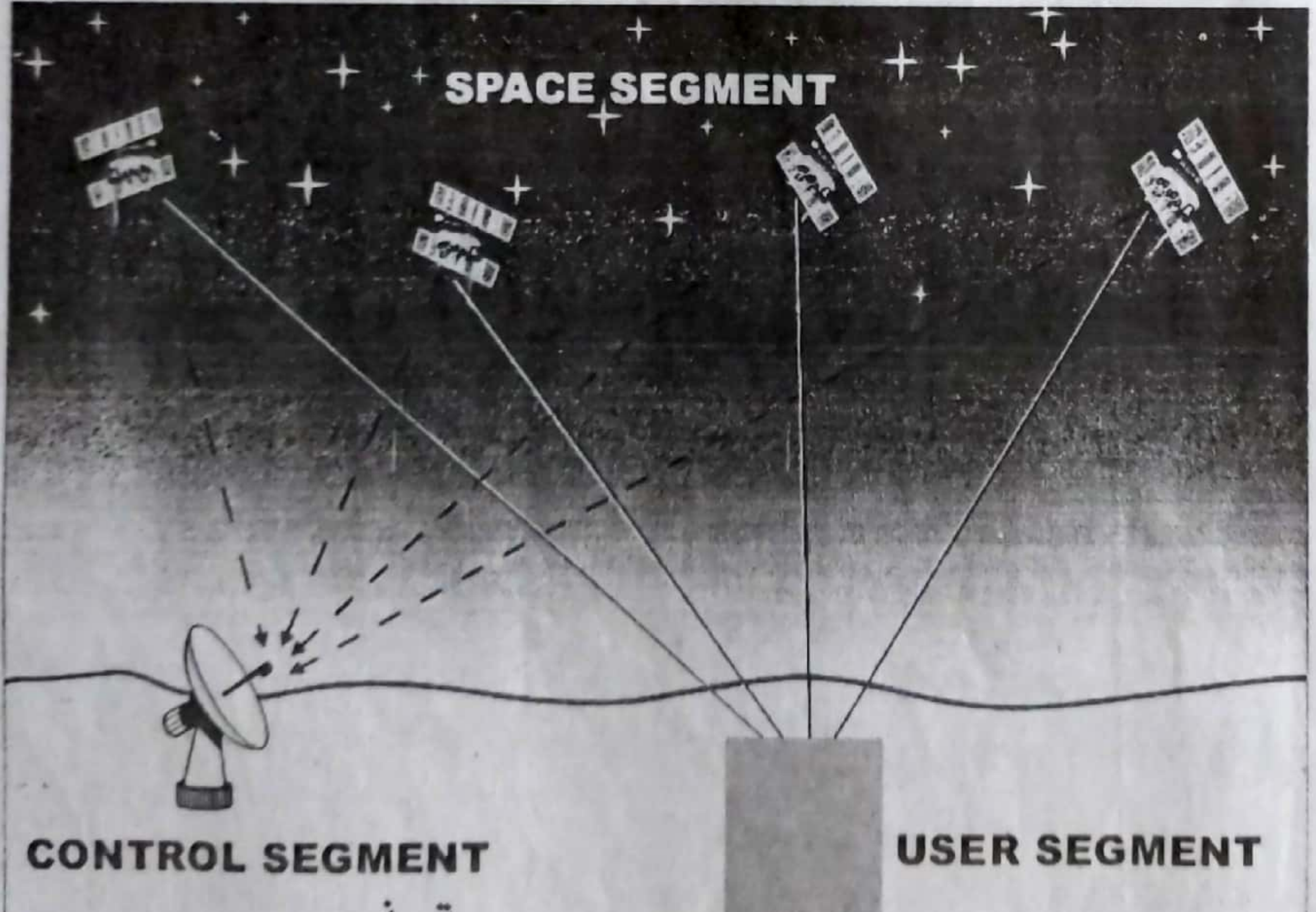

تصویر نمبر 4

GPS سیٹلائیٹ چونکہ شمسی توانائی Solar Energy سے چلتے ہیں اس لئے شمسی توانائی کے پینل' شمسی توانائی کو بجلی میں تبدیل کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ GPS سیٹلائیٹس میں ہی مخصوص قسم کی Back up بیٹریاں بھی ہوتی ہیں جو کہ سورج گرہن کے دوران انہیں بجلی مہیا کرتی ہیں جب سورج کی روشنی نہیں ہوتی' انہی سیٹلائیٹس میں چھوٹے چھوٹے راکٹ بھی ہوتے ہیں جو کہ انہیں مدار سے ہٹنے پر واپس مدار میں لے آتے ہیں۔ اس کے علاوہ سگنل ٹرانسمیٹر یا ارسال کرنے کے لئے انٹینا اور ٹرانسمیٹر بھی موجود ہوتے ہیں۔ ایک GPS سیٹلائیٹ کا وزن 2000 پاؤنڈ یا تقریباً 907 کلوگرام ہوتا ہے اور اس کی چوڑائی بشمول شمسی توانائی کے پینلز (جو کہ پروں سے مشابہ ہوتے ہیں) تقریباً 17 فٹ ہوتی ہے۔ GPS کے سگنل ٹرانسمیٹر کی پاور 50 واٹ (Watt) ہوتی ہے۔ ہر GPS سیٹلائیٹ 10 سال تک کام کرنے کے لئے بنایا جاتا ہے کیونکہ خلا میں موجود گرد کے ذرات ان کے شمسی توانائی کے پینل پر جم جاتے ہیں جنہیں وہاں سے ہٹانا ممکن نہیں ہوتا۔

پہلے پہل GPS سسٹم 100 میٹر کے دائرے کے اندر کسی بھی جگہ کی صحیح لوکیشن (Location) بتاتا تھا لیکن اب یہ مقدار 3 میٹر سے بھی کم ہوگئی ہے۔

GPS کے سیٹلائیٹ سگنلز بنیادی طور پر (فریکوینسی کے اعتبار سے) دو طرح کے ہوتے ہیں۔ L1 اور L2۔ عوام الناس کے استعمال کے لئے L1 سگنلز مختص کئے گئے ہیں اور ان کی فریکوینسی 1575.42 میگاہرٹز (MH2)' (UHF بینڈ میں) ہوتی ہے جبکہ L2 سگنلز امریکی دفاعی اور فوجی ادارے استعمال کرتے ہیں اور ان کی فریکوینسی 1227.60 میگاہرٹز ہوتی ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ یہ سگنلز بالکل سیدھی سمت میں سفر کرتے ہیں۔ جسے Line of Sight Propogation کا نام دیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے تمام سگنلز منبع (Source) یا ٹرانسمیٹر سے منزل

یا ریسیور (Reciever) تک صرف اسی صورت میں پہنچیں گے جب کہ درمیان میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور ٹرانسمیٹر اور ریسیور آمنے سامنے ہوں۔ یہ تمام سگنلز بادلوں وغیرہ سے تو گزر سکتے ہیں لیکن بعض ٹھوس اجسام یعنی پہاڑوں اور عمارتوں وغیرہ سے نہیں گزر سکتے۔

سگنلز میں پوشیدہ معلومات کے اعتبار سے GPS سیٹلائیٹ مندرجہ ذیل قسم کے سگنلز ارسال

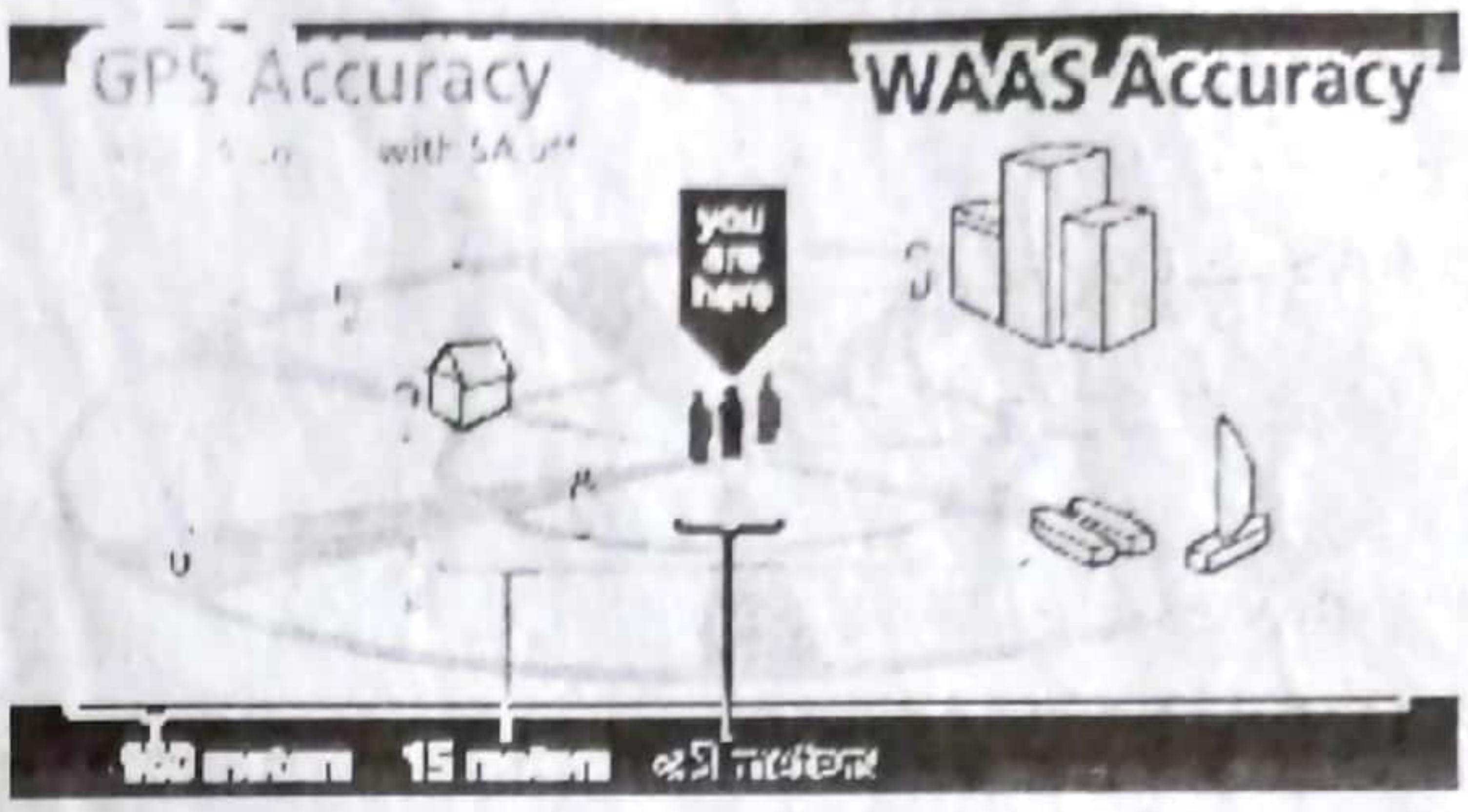

تصویر نمبر5

(Transmit) کرتا ہے۔

1- سیٹلائیٹ کے وقت (Time) اور اس کی ہم آہنگی کے سگنل۔

2- اپنے مدار کی درست معلومات جسے Ephemeris Data کہا جاتا ہے۔

3- وقت کی درستگی (Time Correction) کے متعلق معلومات۔ (عموماً ریسیور کو بھیجے جاتے ہیں)

4- دوسرے سیاروں کے مداروں سے متعلق اندازاً معلومات جسے Almanac Data کا نام دیا گیا ہے۔

5- سیٹلائیٹ کے درست کام کرنے کے حوالے سے معلومات یعنی Health of Satallite۔

ان تمام معلومات کی ترسیل کا وقت 12.5 منٹ ہے اور ان معلومات کی بدولت وصول کنندہ ہر سیٹلائیٹ کی درست جگہ اور سگنلز کا ٹرانسمیشن کا وقت معلوم کر لیتا ہے۔

ہر سیٹلائیٹ ان مندرجہ بالا معلومات کے علاوہ ایک مخصوص کوڈ بھی ٹرانسمیٹ کرتا ہے جو دو کام سرانجام دیتا ہے۔

ایک تو یہ ریسیور کو پتا لگانے میں مدد دیتا ہے کہ سگنلز کس سیٹلائیٹ نے ٹرانسمیٹ کئے تھے۔ دوسرا سگنلز کو سیٹلائیٹ سے ریسیور تک پہنچنے میں کتنا وقت لگا تھا۔

2- ضبطی حصہ (Control Segment)

GPS کا ضبطی حصہ (Control Segment) ایک بڑے ضبطی اسٹیشن جو کہ امریکی ریاست Colorada میں واقع ہے اور پانچ نگران اسٹیشن جو پوری دنیا میں مختلف مقامات پر خطِ استوا کے نزدیک واقع ہیں، پر مشتمل ہے۔

ضبطی حصہ یا Control Segment مندرجہ ذیل امور سرانجام دیتا ہے۔

1- سیٹلائیٹس کی نقل و حرکت اور ان کے مداروں کا مشاہدہ۔

2- سیٹلائیٹس کی گھڑیوں کی نگرانی (کہ کیا ان کا وقت درست ہے)

3- سیٹلائیٹس کے وقت کی درستی۔

4- سیٹلائیٹس کے اپنے مدار سے متعلق صحیح معلومات کی وصولی اور ترسیل۔

5- دوسرے سیٹلائیٹس کے مداروں سے متعلق اندازاً معلومات کی وصولی اور ترسیل۔

کسی سیٹلائیٹ کے کام کرنے کی صلاحیت اور وقت سے متعلق اغلاط کی اس سیٹلائیٹ اور دوسرے سیٹلائیٹس کو معلومات کی ترسیل اور وصولی۔

اس کے علاوہ ضبطی حصہ ہی سگنلز کو مسخ کرنے کا باعث ہے جسے Selective Ability کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں عوام الناس تک پہنچنے والی معلومات سیکورٹی وجوہات کی بنیاد پر ایک خاص حد تک غلط (ابہام شدہ) فراہم ہوتی تھیں۔ تاہم 2000ء میں امریکی عدالت نے اس طریقہ کار (SA) پر پابندی لگا دی۔

3- عوام الناس کے استعمال کا حصہ (User Segment):

GPS Reciver' User Segment (ایک خاص قسم کا آلہ جو GPS کے سگنلز کو وصول کرتا ہے) اور عوام الناس یعنی Users پر مشتمل ہوتا ہے۔

GPS ریسیور سیٹلائیٹ سے بھیجے گئے سگنلز سے مقام، رفتار، وقت کا اندازہ (سیٹلائیٹس کے مابین فاصلے سے) لگا لیتا ہے۔ عموماً اس مقصد کے لئے 4 سیٹلائیٹس درکار ہوتے ہیں۔

GPS ریسیورز کی ساخت:

ساخت کے اعتبار سے GPS ریسورز میں مندرجہ ذیل اہم حصے ہوتے ہیں۔

1- Antema جو کہ سگنل Recieve اور Transmit یعنی ترسیل اور وصولی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

2- Keyboard جو کہ GPS ریسیور کے ذریعے مختلف آپشن اختیار کرنے میں مدد دیتا ہے جیسا کہ کونسے سیٹلائیٹ سکرین پر آنے چاہئیں۔

3- سکرین یا Display: جس پر طول بلد، عرض بلد اور نقشہ جات نظر آتے ہیں۔

4- بیٹری یا Power Sapply جو کہ GPS ریسیور کو On کرنے کے لئے بنیادی شے ہے۔

اس کے علاوہ GPS ریسورز میں مختلف آلات جیسے Amplifeirs, Filter, Signal Processors اور Controller بھی شامل ہوتے ہیں۔

GPS کیسے کام کرتا ہے؟

بنیادی طور پر Reciever کی Location معلوم کرنے کے لئے سب سے اہم معلومات وقت پہنچی ہیں۔ یعنی Satellite سے ریسیور تک سگنل کتنی دیر میں پہنچتا ہے۔ GPS کے کام کرنے کے طریقہ کار کو ہم مندرجہ ذیل مرحلہ جات میں سمجھ سکتے ہیں۔

تصویر نمبر6

سب سے پہلے ہم سگنلز کا سیٹلائیٹ سے ریسیور تک پہنچنے کے وقت کا تعین کرتے ہیں جیسا کہ یہ بات پہلے بھی بیان کی جا چکی ہے۔ سیٹلائیٹ پر ایٹمی گھڑیاں موجود ہوتی ہیں۔ سیزیم دھات CS پر مبنی یہ ایٹمی گھڑیاں اس حد تک درست وقت بتا سکتی ہیں کہ ان میں 30,000 سے 1,000,000 سال کے بعد ایک سیکنڈ کا فرق پڑنے کا امکان ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ انہیں مزید درست کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً زمین پر موجود ضبطی حصہ (Control Segment) ایٹمی گھڑیوں سے ہم آہنگ کیا جاتا ہے۔ یہ سیٹلائیٹ زمین پر موجود ریسیور اور Control Station کو اپنا وقت اور مقام ایک پیغام کے ذریعے بھیجتے ہیں۔ پیغام پر مشتمل یہ سگنلز روشنی کی رفتار ($3x10^8$ میٹر فی سیکنڈ) سے سفر کرتے ہیں اور زمین پر پہنچنے کے لئے تقریباً 67.3 ملی سیکنڈ (سیکنڈ کا پندرہواں حصہ) کا وقت لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ سگنلز کو ایک کلومیٹر سفر کرنے کے لئے 3.33 مائیکرو سیکنڈ (سیکنڈ کا 3 لاکھواں حصہ) کا وقت لگتا ہے۔ زمین پر موجود ریسیور کے پاس سگنل پہنچنے کا وقت اور سیٹلائیٹ کے سگنل بھیجنے کے وقت کا فرق دراصل اس وقت کی صحیح مقدار بتلاتا ہے جو سگنل کو سیٹلائیٹ سے ریسیور تک پہنچنے میں صرف ہوا تھا۔ یعنی سگنل بھیجنے کا وقت سگنل وصول کا وقت سگنل پہنچنے کے لئے صرف شدہ وقت اس کے بعد دوسری اہم اطلاع ریسیور کا سیٹلائیٹ سے فاصلہ ہے۔ یہ فاصلہ طبیعات کے مندرجہ ذیل بنیادی اصول سے معلوم

کیا جا سکتا ہے۔

وقت/ فاصلہ = رفتار

یا رفتار x وقت = فاصلہ

اس اصول کے مطابق ریسیور کا سیٹلائیٹ سے فاصلہ پہلے مرحلے میں معلوم کئے گئے وقت اور سگنل کی رفتار (جو کہ دراصل روشنی کی رفتار 3×10^8 میٹر فی سیکنڈ) ہے کا حاصل ضرب ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا دونوں مقداروں کے معلوم ہوجانے کے بعد ریسیور' GPS کے اصل مقصد یعنی محل وقوع کا تعین کرتا ہے۔ کسی بھی مقام کے دو طرفہ یا 2D (طول بلد اور عرض بلد) تعین کے لئے 3 'GPS سیٹلائیٹ جبکہ 3 طرفہ یا 3D (طول بلد' عرض بلد اور بلندی) کے تعین کے لئے 4 'GPS سیٹلائیٹس درکار ہوتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے GPS ریسیور' Triangulation کے طریقہ پر عمل کرتا ہے جس کے نتیجے میں ریسیور اپنے درست مقام کا تعین کرتا ہے۔

GPS ریسیور اپنے آپ کو ایسے کُروں کی سطح پر تصور کرتا ہے جن کا مرکز وہ سیٹلائیٹ ہوتے ہیں۔ یعنی GPS ریسیور جس کُرے کی سطح پر ہے اس کا سیٹلائیٹ ہے۔ فاصلہ اس کُرے کے رداس کے برابر ہوتا ہے۔ اس طرح GPS ریسیور کا مقام دراصل ان کروں کا متقاطع نقطہ ہوتا ہے۔

اس بات کو سمجھنے کے لئے ہم ایک مثال سے مدد لیتے ہیں۔

فرض کریں ہم ایک سیٹلائٹ سے 11000 میل دور ہیں تو ہم کسی ایسے کرے کی سطح پر موجود ہوں گے جس کا مرکز وہ سیٹلائیٹ اور اس کا رداس 11000 میل ہوگا۔ اس کے بعد فرض کریں کہ کسی دوسرے سیٹلائیٹ سے ہمارا فاصلہ 12000 میل ہے۔ لہٰذا ہم کسی ایسے کرے کی سطح پر ہوں گے جس کا رداس 12000 میل اور اس کا مرکز وہ سیٹلائیٹ ہوگا اور یہ دونوں کرے ایک دوسرے کو دائرے کی شکل میں قطع کریں گے۔ جس پر ہم کسی بھی جگہ موجود ہوں گے۔

اب اگر ہم اپنے آپ کو کسی ایسے کرے کی سطح پر تصور کریں جس کا مرکز کوئی تیسرا سیٹلائیٹ اور اس کا رداس 13000 میل ہے (جبکہ ہمارا تیسرے سیٹلائٹ سے فاصلہ 13000 میل ہے) تو یہ تیسرا کرہ پہلے دو کروں کے تقاطع سے بننے والے دائرے کو دو نقاط پر قطع کرے گا۔ ان میں سے ایک نقطہ یا مقام پر ہم موجود ہوں گے (یہ دونوں مقام ایک دوسرے سے طول بلد' عرض بلد اور بلندی میں مختلف ہوں گے)

(تصویر نمبر 5)

اب ان میں سے ایک نقطہ کے تعین کے لئے (جو کہ ہمارا اصل مقام ہے) ہمارے پاس دو طریقے ہیں۔

ایک تو یہ کہ ہم GPS میں اپنی بلندی اندازاً سٹور کریں تا کہ ہمیں اس بلندی کے نزدیک ترین مقام مل جائے (یہ طریقہ ہمیں طول بلد اور عرض بلد کی معلومات یعنی 2D معلومات) درست پہنچائے گا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ GPS ریسیور کسی اور سیٹلائیٹ سے فاصلہ معلوم کرکے اپنے آپ کو اس رداس کے کرے کی سطح پر تصور کرے اور 3D پوزیشن (طول بلد' عرض بلد اور بلندی) معلوم کرے۔ مثلاً ہمارا چوتھے سیٹلائیٹ سے فاصلہ 10000 میل ہے تو 10000 میل رداس کا یہ چوتھا کرہ پہلے تین کروں کو ایک مقام پر قطع کرے گا۔

جب GPS ریسیور اپنا محل وقوع معلوم کر لیتا ہے تو اس کے بعد دوسری معلومات جیسے رفتار' راستہ' منزل تک پہنچنے کا فاصلہ' طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت معلوم کرنا' انتہائی آسان ہو جاتا ہے۔

GPS ریسیور کے کام کرنے کی حالتیں:

GPS کے کام کرنے کی دو حالتیں ہیں۔ ایک سرد یعنی Cold اور دوسری گرم یعنی Warm۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ GPS ریسیور میں تمام سیٹلائٹس کی Location Data موجود ہوتا ہے لیکن جب GPS زیادہ دیر تک بند (off) رہتا ہے تو اس کی معلومات پرانی ہو جاتی ہیں۔ جسے GPS ریسیور کی سرد یا Cold حالت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جب GPS ریسیور Cold حالت میں ہو تو یہ تمام سیٹلائٹس کا Almanac Data حاصل کرنے میں کافی وقت لگاتا ہے۔ GPS ریسیور کو Warm تب تصور کیا جاتا ہے جب تک اس کے پاس تمام سیٹلائٹس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ چار سے چھ گھنٹے تک پرانی معلومات ہوں۔ GPS ریسیور خریدتے وقت GPS کے Warm ہونے کے وقت کا خیال رکھنا ضروری ہے یعنی کہ یہ جتنی جلدی Warm ہوگا اتنا ہی بہتر ہوگا۔

GPS میں نئی پیشرفت:

روزافزوں ٹیکنالوجی کی ترقی کے باعث GPS میں کئی پیش رفتیں ہوئی ہیں۔ ان کے بارے میں مختصر تعارف مندرجہ ذیل ہے۔

1- کسی مقام کے بارے میں معلومات کی درستی (Accuracy) بڑھانے کے لئے Differential' GPS یا DGPS متعارف کروایا گیا۔ D-GPS' 3 سے 5 میٹر کے درمیان ریسیور کی صحیح پوزیشن (Position) بتلا دیتا ہے۔ جبکہ عام سسٹم SA کی صورت میں 100 میٹر کے درمیان صحیح پوزیشن جبکہ SA نہ ہونے کی صورت میں 15 میٹر کے درمیان صحیح پوزیشن بتلا دیتا تھا (SA کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں)۔

2- کسی مقام کے بارے میں معلومات کی درستی (Accuracy) اور ان کے معتبر ہونے کے لئے (تا کہ لوگوں کو غلط معلومات فراہم نہ ہو سکیں) ایک نیا سسٹم SBAS یا Satellite Based Augmeatation System متعارف کروایا گیا جو کہ مختلف علاقوں میں مختلف ناموں سے کام کر رہا ہے۔ مثلاً شمالی امریکہ میں WAAS یا Wide Area Augmentation System کے نام سے' یورپ میں EGNOS' یا Europeen Geostationary Overlay Service کے نام سے جاپان میں MSAS' یا Multifunctional Satellite Augmentation System' بھارت میں GAGAN کے نام سے اور چین میں Beidou کے نام سے کام کر رہا ہے۔ WAAS سسٹم 3 میٹر سے بھی کم کے دائرے کے اندر کسی مقام کا صحیح تعین کر سکتا ہے۔

3- بند کمروں میں GPS ریسیور کی حساسیت (Sensivity) کو بڑھانے اور سیٹلائٹ سے معلومات کم وقت میں حاصل کرنے کے لئے AGPS یا Assisted-GPS متعارف کروایا گیا۔

4- GPS ریسیور کے سگنلز کی وصولی کی صلاحیت اور حساسیت کو بڑھانے کا عمل ابھی تک جاری ہے اور اس کے لئے HU-GPS یا High Sensivity GPS متعارف کروایا گیا۔

GPS ریسیور کی قیمتیں:

GPS ریسیورز کی قیمتیں ان کی صلاحیتوں کے مطابق ہیں۔ عام GPS ریسیور کی قیمت 200 ڈالر' DGPS ریسیور کی قیمت 5000 ڈالر سے 40,000 ڈالر تک ہے جبکہ فوجی مقاصد کے لئے استعمال ہونے والے GPS ریسیورز کی قیمتیں اس سے بھی زیادہ ہیں۔

GPS سسٹم کہاں کہاں استعمال ہوتا ہے؟

1- فوجی مقاصد میں GPS سسٹم میزائلوں' ٹینکوں' جہازوں' بحری جہازوں اور فوجی گاڑیوں میں استعمال ہوتا ہے۔

2- مواصلات میں یہ سیلولر فون (عام موبائل فون) اور سیٹلائٹ فونز میں استعمال ہوتا ہے۔

GPS ریسیور سیروسیاحت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ GPS سسٹم زراعت' سائنس اور ٹیکنالوجی' ریلویز اور ٹرانسپورٹ میں استعمال ہوتا ہے۔

حالیہ دور میں عراق اور افغانستان میں لڑنے والے امریکی و یورپی فوجیوں کو GPS ریسیورز بھی دیئے گئے ہیں۔

(تصویر نمبر 6)

فاتح سندھ محمد بن قاسمؒ

تایخ اسلام کا کم سن سپہ سالار

راشد محمود بھلر، P.U لاہور

مسلمان تاجر پہلی صدی ہجری ہی میں خلیج فارس اور بحیرہ عرب کے راستے اپنا مال لے کر دور دراز علاقوں میں جانے لگے تھے۔ ان کے پیش نظر دو ہی مقاصد ہوتے، تبلیغ اسلام اور اہل وعیال کا پیٹ پالنے کے لیے تجارت...... یہ تاجر تبلیغ دین کی خاطر کافی عرصہ تک ان ممالک میں قیام کرتے اور بعض تو مستقل طور پر وہیں رہائش پذیر ہو جاتے۔ جزیرہ سراندیپ میں مقیم بعض عرب تاجروں کا انتقال ہو گیا تو ان کے اہل وعیال نے شرانڈیپ کے راجہ سے گذارش کی کہ انہیں عرب بھجوا دیا جائے۔ وہاں کا راجہ مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ مراسم رکھنے کا خواہش مند تھا۔ اس لیے اس نے عرب تاجروں کے اہل وعیال کو ایک بحری جہاز کے ذریعے واپس بھیجنے کا انتظام کیا اور ولید بن عبدالملک کے دربار میں پیش کرنے کے لیے قیمتی تحائف بھی ان کے ہمراہ بھیجے۔ یہ جہاز جب سندھ کی بندرگاہ دیبل کے قریب پہنچا تو راجہ داہر کے سپاہیوں نے اسے لوٹ لیا اور عورتوں کو اس ارادے سے قید کر لیا کہ کہیں یہ وطن جا کر دربار خلافت میں اس کی شکایت نہ کر دیں۔ ان عرب قیدیوں میں سے ایک مسلمان لڑکی کا درد بھرا خط کسی طرح بصرہ کے گورنر حجاج بن یوسف تک پہنچ گیا۔ حجاج یہ خط پڑھ کر جوش غضب سے کانپ اٹھا اور فوراً راجہ داہر کو لکھا کہ وہ فوراً جہاز لوٹنے والوں کو واقعی سزا دے اور عرب کنبو کو عزت وتوقیر کے ساتھ بصرہ روانہ کر دے۔ راجہ داہر نے حجاج کا یہ مطالبہ رد کر دیا اور کہلا بھیجا کہ یہ حرکت بحری ڈاکوؤں کی ہے جس کو سزا دینا اس کے بس میں نہیں یہ جواب ملتے ہی حجاج نے راجہ داہر کی سرکوبی کے لیے دو ہزار مجاہدین کا ایک لشکر تیار کیا جس کا سپہ سالار اپنے سترہ سالہ بھتیجے محمد بن قاسم کو بنایا۔ محمد بن قاسم اس سے پہلے خراسان خوارزم اور ترکستان کے جہاد میں سپہ گری کے جوہر دکھا چکا تھا اور اس کے اعلیٰ قابلیت سے متاثر ہو کر اسلامی فوج کے سپہ سالار قتیبہ بن مسلم نے اسے اپنا نائب مقرر کر لیا تھا۔

سندھ روانگی سے قبل محمد بن قاسم کو بصرہ کے گرد ونواح سے دو ہزار مجاہدین مزید مل گئے۔ شیراز (ایران) پہنچ کر اس نے اپنے لشکر کو منظم کیا عہدیدار افسر متعین کیے، ان انتظامات میں اسے چھ ماہ لگ گئے۔ اس دوران اس نے سندھ کے اہم راستوں قلعوں اور دیگر ضروری حالات سے پوری طرح واقفیت حاصل کر لی۔ آخر 26 مارچ 711ء کو خشکی کے راستے محمد بن قاسم ایران سے مکران پہنچا۔ یہاں اسے حجاج بن یوسف کی طرف سے پانچ منجنیقیں دیبل کی بجائے ایک غیر اہم بندرگاہ سوم میانی پر اتار دی گئیں۔

مکران میں چند دن قیام کرنے اور فوج کو نئے علاقائی حالات کے مطابق تربیت دینے کے بعد محمد بن قاسم نے دیبل کا رخ کیا۔ درمیان میں لس بیلہ کا خطرناک اور دشوار گزار علاقہ تھا جو بے شمار چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں سے اٹا پڑا تھا۔ محمد بن قاسم کی فوج لس بیلہ کی طرف بڑھی تو ہندی فوج نے جس کی تعداد پچیس ہزار کے قریب

> **محمد بن قاسم نے ہندی سپاہیوں سے ان کا اسلحہ لے کر سب کو رہا کر دیا۔ رہا ہونے والوں میں ہندی فوج کا سپہ سالار بھی تھا۔ محمد بن قاسم کے اس حسن سلوک اور اعلیٰ اخلاق سے متاثر ہو کر بے شمار ہندوؤں نے اسلام قبول کر لیا**

تھی مزاحمت شروع کی۔ ہندو سپہ سالار نے اپنی فوج کو تمام علاقے میں پھیلا رکھا تھا، اس کے دستے اچانک پہاڑیوں سے نمودار ہو کر حملہ آور ہوتے اور پھر پہاڑیوں میں غائب ہو جاتے۔ یہ دیکھ کر محمد بن قاسم نے یہ حکمت عملی وضع کی کہ اپنی فوج کے ہراول دستے کا رخ آگھور کی بندرگاہ کی طرف پھیر دیا۔ اس سے ہندی فوج یہ سمجھی کہ اب عرب فوج ساحل کے ساتھ ساتھ لس بیلہ کی طرف بڑھے گی لیکن محمد بن قاسم نے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ بڑے حصے کی سالاری محمد بن ہارون کو دی اور خود مجاہدین کے ایک دستے کے ساتھ رات کے وقت ایک جنگل میں چھپ گیا۔

ہندی سپہ سالار اس جنگی چال کو نہ سمجھ سکا، اس نے اپنی فوج کو کھلے میدان میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ تاکہ وہ ساحل کی طرف سے آنے والی عرب فوج کو کھلے میدان میں پہنچنے سے قبل ہی شکست سے دوچار کر دے۔ یہ حکم ملتے ہی قلعہ بند فوج بھی باہر میدان میں نکل آئی۔ محمد بن قاسم کا محمد بن ہارون کے ساتھ رابطہ مسلسل قائم تھا جونہی قلعہ ہندی فوج سے خالی ہوا، محمد بن قاسم اپنے جانباز دستہ کے ساتھ قلعہ کی فصیل پر چڑھ گیا اور بلا کسی مزاحمت کے قلعہ پر قابض ہو گیا۔ ہندی سپہ سالار کو قلعہ فتح ہونے کی خبر ملی۔ اس نے سر پیٹ لیا اور فوج کو قلعہ کی طرف لوٹنے کا حکم دیا لیکن اسی اثناء میں محمد بن ہارون لشکر کے ساتھ ان کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ ہندی فوج نے دلیری کے ساتھ لڑنا شروع کیا کہ اچانک قلعہ سے محمد بن قاسم نے بھی حملہ کر دیا۔ یہ نیا حملہ اس قدر سخت تھا کہ ہندی فوج کا سپہ سالار شدید زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا، اس کا گرنا تھا کہ ہندی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ہندی فوج کی شکست کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے زخمیوں کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیا۔ اس کے ساتھ ہی ہندی فوج کے مجروحین کو بھی ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا۔ ان زخمیوں میں ہندی فوج کا سپہ سالار بھی تھا۔ محمد بن قاسم نے سب کے ساتھ یکساں سلوک کیا اور سب زخمیوں کے علاج معالجے کا حکم دیا۔ پھر ہندی سپاہیوں سے ان کا اسلحہ لے کر سب کو رہا کر دیا۔ رہا ہونے والوں میں ہندی فوج کا سپہ سالار بھی تھا۔ محمد بن قاسم کے اس حسن سلوک اور اعلیٰ اخلاق سے متاثر ہو کر بے شمار ہندوؤں نے اسلام قبول کر لیا۔ بیلہ کی فتح کے بعد محمد بن قاسم دیبل کی طرف بڑھا۔ دیبل شہر کے گرد بہت چوڑی اور گہری فصیل تھی، جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ شہر کے وسط میں ایک مشہور مندر تھا جس کا گنبد چالیس پینتالیس فٹ بلند تھا، اس پر ہر وقت سرخ جھنڈا لہراتا رہتا تھا۔ ہندو قوم کا اعتقاد تھا کہ جب تک یہ جھنڈا بلند رہے گا شہر کو کوئی فتح نہیں کر سکتا۔ محمد بن قاسم کے حکم سے اسلامی فوج نے

چاروں طرف سے دیبل کا محاصرہ کر لیا لیکن کئی ہفتے گزرنے پر بھی اہل دیبل نے باہر نکل کر مقابلہ نہ کیا۔ اس اثناء میں عربی منجنیق (عروس) بھی پہنچ گئی۔ محمد بن قاسم نے گولہ اندازوں کو حکم دیا کہ سب سے پہلے مندر کے گنبد پر نصب سرخ جھنڈے کو نشانہ بنایا جائے۔ اس کی فوری تعمیل ہوئی اور گولہ ٹھیک نشانے پر لگا اور سرخ جھنڈا زمین پر آن گرا۔ ہندوؤں نے اس کو نہایت برا شگون لیا اور قلعہ سے باہر نکل کر مرنے مارنے کا فیصلہ کر لیا۔ جونہی ہندی فوج تلوار سونت کر باہر نکلی' محمد بن قاسم نے اپنے سالاروں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ ہندو اسے اپنی فتح سمجھے اور عرب فوج کی طرف تیزی سے بڑھے۔

اور بہادری کا چرچا دور دور تک پھیل گیا۔ راجہ داہر کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بہت غضب ناک ہوا۔ اس نے محمد بن قاسم کو خط بھیجا جس میں تحریر تھا۔

''مجھے تمہاری جوانی پر ترس آتا ہے تم نے ابھی میری فوج کے سورما جرنیلوں کو نہیں دیکھا' جب اپنے لشکر اور جنگی ہاتھیوں کے ساتھ سفید ہاتھیوں پر سوار ہو کر میدان میں نکلتے ہیں تو کوئی ان کے مقابلے کی تاب نہیں لا سکتا' تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ اپنے وطن واپس لوٹ جاؤ تاکہ ہمارے غضب سے بچ سکو۔''

کی کہ راجہ داہر کی فوج ساحل سے بہت پیچھے ہٹ گئی۔ ان کے پیچھے ہٹتے ہی محمد بن قاسم نے بڑی تیزی کے ساتھ اپنی فوج اور منجنیقیں ساحل پر اتار دیں اور شدت کے ساتھ حملہ کیا کہ ہندو فوج پسپا ہوتی چلی گئی۔ ہاتھیوں کو پریشان کرنے کے لئے محمد بن قاسم نے یہ حکمت عملی استعمال کی کہ ان پر جلتے ہوئے تیروں کی بارش کی' ایک جلتا ہوا تیر راجہ داہر کے ہاتھی کی سونڈ پر ریشمی غلاف میں پھنس گیا جس سے غلاف میں آگ لگ گئی اور ہاتھی گھبرا کر بھاگا۔ ہندی فوج نے سمجھا راجہ داہر میدان جنگ سے فرار ہو رہا ہے۔

راجہ داہر نے فیل بان کو ہدایت کی ہاتھی کو ندی کی طرف لے جائے۔ ندی پر پہنچ کر ہاتھی پانی میں لیٹ گیا راجہ داہر فوراً ہاتھی سے اتر لیکن ایک عربی شہسوار راجہ داہر کے تعاقب میں تھا۔ اس نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ راجہ داہر کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ راجہ داہر کے مرتے ہی ہندی فوج کو شکست ہو گئی اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔ راجہ داہر کی موت سے سندھ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ محمد بن قاسم نے سندھ کو باب الاسلام قرار دیا۔

یہ 20 جون 712ء مطابق 10 رمضان 93 ہجری کا مبارک دن تھا۔ مسلمان اس فتح کی یاد میں ہر سال 10 رمضان کو یوم باب الاسلام مناتے ہیں۔ فتح سندھ کے بعد محمد بن قاسم نے ملتان تک کا علاقہ نہایت آسانی سے فتح کر لیا۔

''دیبل کے سب باسیوں کو خواہ حاضر ہوں یا غائب ان کی جانوں' مالوں' کنبوں' عبادت گاہوں اور شہر کی فصیل کو امان دی جاتی ہے۔ تم سب اس وقت تک امان میں رہو گے' جب تک اپنے اس عہد پر قائم رہو گے اور جزیہ اور خراج ادا کرتے رہو گے۔''

جب محمد بن قاسم نے دیکھا کہ یہ لوگ قلعہ سے کافی دور آ گئے ہیں تو اس نے شہسواروں کے ایک دستہ کے ساتھ عقب سے ان پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ سے کئی ہندو فوجی مارے گئے۔ یہ حال دیکھ کر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور صلح کی درخواست کی۔ محمد بن قاسم نے اہل دیبل کے ساتھ رحم دلی مروت اور رواداری کا سلوک کیا۔ تمام ہندوؤں کو ایک جگہ جمع کر کے کہا ''میں کوئی ظالم و جابر فاتح نہیں ہوں میں تو دکھیوں اور مظلوموں کا حامی ہوں اور انہیں ظالموں سے نجات دلانے کے لیے یہاں آیا ہوں۔ میں مسلمان ہوں ہر مسلمان کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ تمام مخلوق کا خالق اللہ تعالیٰ ہے جو ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں' اسلام کی تعلیم کے مطابق اچھا وہ ہے جو اللہ کے بندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اس نے حبیب بن مسلمہ کو یہ فرمان لکھوایا:

''دیبل کے سب باسیوں کو خواہ حاضر ہوں یا غائب ان کی جانوں' مالوں' کنبوں' عبادت گاہوں اور شہر کی فصیل کو امان دی جاتی ہے۔ تم سب اس وقت تک امان میں رہو گے' جب تک اپنے اس عہد پر قائم رہو گے اور جزیہ اور خراج ادا کرتے رہو گے۔''

دیبل راجہ داہر کی سلطنت کا بہت مشہور شہر اور بندرگاہ تھا۔ یہاں کے عوام اور خواص محمد بن قاسم کا یہ اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ چلن اور رواداری دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔ ان کے ذہنوں میں تو یہ تھا کہ یہ لوگ بھی دوسرے فاتحین کی طرح اس شہر میں قتل عام کریں گے۔ مال لوٹیں گے' عورتوں کو بے آبرو کریں گے لیکن یہ حسن سلوک دیکھ کر انہوں نے محمد بن قاسم کے قدموں میں اشرفیوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ دیبل میں محمد بن قاسم نے ایک خوبصورت مسجد بنوائی اور تقریباً چار ہزار عربوں کو یہاں آباد کیا۔ جن میں وہ مسلمان بھی تھے جن کو داہر نے لوٹنے کے بعد وہاں قید کر رکھا تھا۔ عربی فوج کے اس حسن سلوک

جو قاصد یہ خط لایا تھا محمد بن قاسم نے اسی کے ذریعے اپنا یہ پیغام بھجوایا۔

''آگاہ رہو! میں تمہارے سورماؤں سے طاقت آزمائی کے لیے جلد از جلد آ رہا ہوں۔''

دیبل میں ضروری انتظامات سے فارغ ہوتے ہی محمد بن قاسم نے اپنی فوج کو نیرون کی طرف بڑھنے کا حکم دیا' جو بلا مزاحمت اس کے ہاتھ آ گیا اور وہاں کے رہنے والوں نے اطاعت قبول کر لی۔ پھر محمد بن قاسم نے سہوان کا رخ کیا' راستے میں شہر ''لہرج'' کے باشندوں نے بھی بخوشی اطاعت قبول کر لی۔

سہوان کا حاکم راجہ بجرا محمد بن قاسم کی آمد کی خبر سنتے ہی فرار ہو گیا۔ چنانچہ محمد بن قاسم چند نیر کوٹ اور خضدار کے راستے سبی کی طرف بڑھا۔ راجہ بجرا سبی میں قلعہ بند ہو گیا۔ محمد بن قاسم نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ کئی روز کے بعد بجرا مجبوراً لڑنے کے لیے قلعہ سے باہر نکلا لیکن جب اس کی فوج چاروں طرف سے عرب سپاہیوں میں گھر گئی تو وہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اب محمد بن قاسم ساوج اور قندابیل کی طرف بڑھا۔ یہاں بھی لوگوں نے بخوشی اطاعت قبول کر لی۔ یہاں سے محمد بن قاسم نیرون واپس آیا اور دریائے سندھ کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ جمپرے کے مقام تک پہنچا۔ یہاں راجہ داہر کی فوج مشرقی کنارے پر خیمہ زن تھی۔ یہاں محمد بن قاسم نے دریائے سندھ کو پار کرنے کے لیے ایک عجیب و غریب منصوبے پر عمل کیا۔ اس نے دریا کے ساحل کے ساتھ بیسیوں کشتیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح باندھ دیا جو سب مل کر دریا کی چوڑائی کے برابر ہوتی تھیں۔ ہر کشتی میں محمد بن قاسم نے پانچ پانچ بہترین تیرانداز بٹھا دیئے۔ پھر ان کشتیوں کو دریا کے دھارے پر بڑھا دیا۔ کشتی میں بیٹھے ہوئے ان تیراندازوں نے اس طرح تیروں کی بارش

قساوت قلب

پانچ چیزیں قساوت قلب کا نشان ہیں

1- توبہ کی امید پر گناہ کرنا۔
2- علم سیکھنا اور عمل نہ کرنا۔
3- عمل کرنا اور اخلاص نہ ہونا۔
4- رزق کھانا اور شکر نہ کرنا۔
5- مردوں کو دفن کرنا اور عبرت حاصل نہ کرنا۔

سنہری باتیں

☆ کمینے کاموں کے کرنے سے جو شخص ڈرے وہ سب سے زیادہ بہادر ہے۔

☆ ہر روز اپنا منہ آئینے میں دیکھا کرو۔ اگر بری صورت ہے تو برا کام نہ کرو۔ تاکہ دو برائیاں جمع نہ ہوں۔ اگر اچھی صورت ہے تو اس کو برے کام کر کے خراب نہ کرو۔

☆ کسی کے عیب مت تلاش کر' تاکہ دوسرا تیرے عیبوں کی جستجو نہ کرے۔

☆ ہر ایک سے بدی کرنا اور خود آرام میں رہنے کی توقع کرنا سخت غلطی ہے۔

☆ جس شخص کی امیدیں چھوٹی ہوتی ہیں اسکے عمل بھی درست ہوتے ہیں۔

(محمد فضل الرحمٰن انیس' فروکہ ضلع سرگودھا)

کیوں ہوش میں آتا نہیں بے ہوش مسلمان

موسیقی کے فروغ کے لئے حکومتی اقدامات اور

موسیقی کے رسیا نوجوانانِ مسلم کے لئے پیغامِ نبی ﷺ

اسلام چونکہ امن وسلامتی کا دین ہے اور مستقل ذہنی راحت اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کے اندر نہیں ملتی شاید اسی لئے اللہ نے جہاں اور بہت سی ذمہ داریوں کے ساتھ اپنے آخری نبی جناب محمد ﷺ کو مبعوث کیا وہیں انہیں آلاتِ موسیقی توڑنے کا بھی حکم دیا

''یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کی ایک شہر سے دوسرے شہر تک سفر کرنے والی اے سی کوچ کا اندرونی منظر تھا۔ بس سواریوں سے کھچا کھچ بھری پڑی تھی۔ حتّٰی کہ فولڈنگ سیٹوں پر بھی اس امت مسلمہ کا قیمتی اثاثہ نسلِ نو کی صورت میں براجمان تھا۔ فولڈنگ کے علاوہ بھی عارضی طور پر کچھ پلاسٹک کے سٹول رکھ کر رہی سہی کسر پوری کی گئی تھی۔ درحقیقت اس رش کی وجہ یہ تھی کہ اگلے دن عیدالفطر تھی اور لوگ واپس گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ ڈبل کرایہ دینے کے باوجود لوگ خوش تھے کہ انہیں ایک جم غفیر میں سے یہ سعادت حاصل تھی کہ لوگوں کا ہجوم بس کے باہر تھا اور وہ لوگ بس کے اندر۔ کچھ ہی دیر میں ڈرائیور نے ہارن بجاتے ہوئے روانگیٔ بس کا اعلان کیا اور بس آہستہ آہستہ بس سٹینڈ سے باہر نکل کر اپنی منزل کی طرف بڑھنے لگی۔

کچھ ہی دیر بعد ایک ''گبھرو'' نوجوان اپنی سیٹ سے اُٹھا اور اس نے دور ہی سے ڈرائیور کو مخاطب کرتے ہوئے آواز دی ''استاد جی روزے مک گئے نیں (استاد جی روزے ختم ہوگئے ہیں)''

ڈرائیور بھی شاید بارش کے اسی پہلے قطرے کا منتظر تھا۔ اس نے فوراً کنڈیکٹر سے کچھ کہا اور دوسرے ہی لمحے پوری بس موسیقی کی (منافقت بھری) آواز سے گونجنے لگی۔ اکا دکا مسافروں کے علاوہ ہر شخص موسیقی سے لطف اندوز ہونے لگا۔ ''نکونک'' بھری بس میں کوئی ایک بھی اس ملعون آواز کے خلاف بولنے کی جرأت نہ کرسکا۔

درج بالا واقعہ بیان کرنے کا مقصد فقط قارئین کے ذہنوں میں اس بات کو اجاگر کرنا ہے کہ ہماری قوم کی ایک کثیر تعداد موسیقی کی دلدادہ ہے اور اکثر تو ایسے دیوانے مستانے ہیں کہ ان کا کوئی بھی کام موسیقی کے بغیر مکمل ہی نہیں ہو پاتا۔ ''کیا پڑھا لکھا اور کیا ان پڑھ'' ہر کوئی اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کے لئے بے تاب و بے قرار نظر آتا ہے۔ چاہے کوئی فائیو سٹار ہوٹل ہو یا چھابہ ہوٹل، ہر جگہ یہ شیطانی آواز سننے کو ملتی ہے اور پھر ''اہلِ ذوق'' نے موسیقی کو ''روح کی غذا'' قرار دیا ہے۔ یقیناً یہ روح کی غذا ہے بشرطیکہ روح شیطانی ہو۔

پھر اس عادت رذیلہ کا شکار کوئی خاص طبقہ نہیں ہے بلکہ شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والا ہر خاص و عام اس شیطانی راگ کا شکار ہے اور نوجوان نسل تو کچھ زیادہ ہی موسیقی کی دلدادہ نظر آتی ہے۔

یقیناً نوجوان نسل ہی کسی قوم کا سب سے قیمتی اثاثہ ہوتی ہے کہ جس کے کندھوں پر اپنی قوم کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کا بوجھ ہوتا ہے۔ یہی کسی قوم کا مستقبل سنوارنے یا بگاڑنے میں اہم کردار کی حامل نسل ہے۔ اسی وجہ سے جب کسی قوم یا ملک کو تباہ و برباد کرنا مقصود ہو تو دشمن سب سے زیادہ اسی نسل کی طرف توجہ دیتا ہے اور اس کی اوّلین کوششوں میں یہ بات سب سے نمایاں ہوتی ہے کہ اس قوم کے نوجوانوں کو تباہ و برباد کیا جائے۔ یہ تباہی صرف اسلحہ بارود استعمال کر کے عمل میں نہیں لائی جاتی بلکہ اس کے لئے اور بہت سے حربے آزمائے جاتے ہیں۔

ان حربوں میں تعلیم ایک نہایت ہی کارگر حربہ ہے کہ جس قوم کو صفحہ ہستی سے مٹانا یا اپنا غلام بنانا مقصود ہو اس کے تعلیمی نظام کو اپنے قابو میں کرلیا جائے یہی وجہ ہے کہ شروع سے لے کر آج تک کفار اسی سازش میں مگن ہیں کہ پاکستان کے تعلیمی نظام کو اس حد تک پراگندہ کردیا جائے کہ اس تعلیم کو حاصل کرنے کے بعد اگر کوئی ہندو یا عیسائی نہیں بھی بنتا تو کم از کم وہ مسلمان بھی نہ رہے۔ تعلیمی نظام کے خلاف ہونے والی سازشوں کی تاریخ بہت لمبی ہے اور اس مختصر سی تحریر میں ان سب کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ مگر متعلقہ موضوع کے حوالہ سے جو بات عیاں ہوتی نظر آتی ہے وہ ہے طلباء کو آرٹ اینڈ کلچر کے نام پر موسیقی جیسے رذیل کاموں کی طرف مگن کرنا۔

اس کا آغاز 2006ء میں پنجاب یونیورسٹی میں میوزیکل کلاسز کے اجراء کی ''اناؤنسمنٹ'' سے کیا گیا گو کہ اس ناپاک منصوبے کو اس وقت کی حکومت پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ناکام رہی مگر پھر بھی کفار کے زیرِ سایہ رہنے والی حکومتیں انہی کی ترجمانی کرتی نظر آئیں۔ اسی تسلسل کو جاری رکھنے میں موجودہ حکومت بھی کسی سے پیچھے نہیں رہی۔ پاکستان کے بجٹ میں سے ایک خطیر رقم آرٹ اینڈ کلچرل سوسائٹیز کے لئے آلاتِ موسیقی خریدنے کے لئے مختص کی گئی تا کہ اس امت کے مستقبل کو غیر معنوی سرگرمیوں میں اُلجھا کر سائنس وٹیکنالوجی سے دور کیا جائے۔

وہ نوجوان کہ جو امت مسلمہ کی قیمتی متاع کی حیثیت رکھتے ہیں، انہیں ان سوسائٹیز کے زیرانتظام ہونے والے سٹیج ڈراموں 'میوزیکل کنسرٹ' گیٹ ٹوگیدر اور ان جیسے دوسرے حیاء باختہ پروگراموں کی طرف مائل کیا جاتا ہے۔

کافر نام نہاد ''ریفریشمنٹ'' کے نام پر طلباء وطالبات کے ایمانوں کے جنازے نکالنے کی کوششوں میں مگن ہے۔ ان سوسائٹیز کے زیرانتظام ہونے والے پروگراموں میں دل کھول کر موسیقی سے لطف اندوز ہوا جاتا ہے اور بغیر میوزک تو شاید ایک پروگرام بھی اس طرح کی سوسائٹیز منعقد نہ کرسکیں۔

آیئے اب ذرا اس پوری دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجے جانے والے پیغمبر ﷺ کی زبان اطہر سے اس نام نہاد ''روح کی غذا'' کے بارے میں چند ارشادات کو ملاحظہ کریں۔

''حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بانسری کی آواز سنی، انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اس راہ سے دور ہٹ گئے۔ (اسی حال میں نافع رضی اللہ عنہ سے پوچھا) نافع! آواز آرہی ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں جناب! تو انہوں نے کانوں سے انگلیاں ہٹالیں اور فرمایا کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا، آپ ﷺ نے ایسی ہی آواز سنی تھی اور (آواز سن کر) ایسا ہی کیا تھا جس طرح میں نے کیا۔'' (سنن ابی داؤد)

محمد عثمان

محترم قارئین! ذرا غور کیجئے کہ موسیقی کی آواز کس قدر ناپسند ہے کہ کانوں میں انگلیاں دے کر اس آواز سے بچا جا رہا ہے۔ حضرت نافع ؓ کے عمل سے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ مجبوری کی حالت میں اگر آلاتِ موسیقی کی آواز کانوں میں پڑ جائے تو اس پر توجہ دیئے بغیر وہاں سے آگے نکل جانا چاہیے۔ زیادہ دیر تک اس آواز کا کانوں میں پڑنا بھی خطرناک ہے۔ موسیقی چونکہ منافقت پیدا کرتی ہے۔ اس لئے یہ انسان کو حقیقت کی دنیا سے لے جا کر خوابوں کی دنیا میں بسا دیتی ہے۔ آپ نے یقیناً دیکھا ہوگا کہ موسیقی کی آواز کا مسلسل سننا انسان کو کچھ وقت کے لئے حقیقت سے دور کر دیتا ہے اور موسیقی کے دلدادہ شاید اسی لئے اس کی حمایت میں کمربستہ نظر آتے ہیں کہ ان کے بقول میوزک انہیں غموں کو بھلانے میں مدد دیتا ہے۔

اول تو یہ بات پرلے درجے کی بے وقوفی ہے اور اگر بالفرض اسے سچ سمجھ بھی لیا جائے تو بندہ جب دوبارہ حقیقت کی دنیا میں پلٹتا ہے تو حقیقت کچھ اور زیادہ تلخ لگنے لگتی ہے اور انسان کو زیادہ ذہنی کوفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پھر موسیقی انسان میں بغاوت کے جراثیم پیدا کرنے کا بھی سبب ہے۔ انسان جب گانے سنتے ہوئے طرح طرح کے مناظر دیکھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو 'ہیرو' کی جگہ رکھ کر خواب و خرگوش میں مگن ہو جاتا ہے مگر جب خواب کا تسلسل ٹوٹتا ہے تو اسے اپنی حیثیت پہلے سے بھی زیادہ حقیر معلوم ہوتی ہے اور وہ راتوں رات امیر ہونے کے خواب دیکھنا شروع کر دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ بہرحال حالات سے بغاوت کی صورت میں نکلتا ہے اور اس بات کو مغربی ممالک ہم سے زیادہ بہتر انداز میں سمجھ چکے ہیں۔

آج سے دو اڑھائی سال پہلے ایک سنڈے میگزین میں کسی مغربی مفکر کی ریسرچ شائع ہوئی۔ موسیقی کے اوپر کی جانے والی اس ریسرچ میں بڑے واضح انداز میں کہا گیا کہ ''موسیقی انسان کو کچھ وقت کے لئے حالات سے بے گانہ کر دیتی ہے جو وقتی طور پر تو سکون کا باعث ہے مگر جب یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے تو انسان اپنے آپ کو بغاوت پر آمادہ پاتا ہے یا کم از کم اسے اپنے مسائل پہلے سے دوگنا نظر آتے ہیں جو ذہنی اذیت کا باعث بنتے ہیں۔

اسلام چونکہ امن و سلامتی کا دین ہے اور مستقل ذہنی راحت اسلام کے علاوہ کسی اور مذاہب کے اندر نہیں ملتی شاید اسی لئے اللہ نے جہاں اور بہت سی ذمہ داریوں کے ساتھ اپنے آخری نبی جناب محمد ﷺ کو مبعوث کیا وہیں انہیں آلاتِ موسیقی توڑنے کا بھی حکم دیا۔

''حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں بتوں اور ساز باجوں کو (صفحۂ ہستی) سے مٹا دوں۔'' (مسند احمد)

اب ایک طرف تو ہم اللہ کے نبی ﷺ کے ان فرامین کو دیکھتے ہیں اور دوسری طرف اس ملک کے نااہل حکمرانوں پر نظر پڑتی ہے کہ جو باقاعدہ بجٹ پاس کر کر کے آلات موسیقی خریدنے کے درپے ہیں۔

اسی تناظر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا' جا تیرا اور تیری پیروی کرنے والوں کا پورا پورا بدلہ دوزخ ہے اور جس پر تیرا بس چلے اسے اپنی آواز سے برانگیختہ کر لے اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں سے چڑھائی کر دے اور ان کے مال اور اولاد میں سے حصہ دار بن جا اور ان سے وعدہ کرتا رہ اور نہیں شیطان کے وعدے مگر دھوکہ۔'' (بنی اسرائیل۔64,63)

اس آیت کی تفسیر میں امام ضحاکؒ (ابن جریرؒ) فرماتے ہیں: ''شیطان کی آواز سے مراد ساز باجوں کی آواز ہے۔'' (سیرت ابن ہشام: 40/1)

ہمارے حکمران طبقے کو اللہ سے ڈرتے ہوئے اس طرح کے اقدامات سے توبہ کرنی چاہئے' وگرنہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے۔ ''حکومت'' تو اللہ کی طرف سے عائد کردہ ایک ذمہ داری ہے جس کا حساب ان حکمرانوں کو ضرور بہ ضرور دینا ہے۔ انہیں طلباء میں اسلامی کلچر کے فروغ کی کاوشیں کرنی چاہئے نہ کہ بے حیائی کی۔

''جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہوگا اور اللہ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

اسی طرح میوزک کے دلدادہ نوجوانوں کو بھی اللہ کے نبی ﷺ کے اس فرمان کو مدنظر رکھنا چاہئے کیونکہ ہر بندہ اپنے اعمال کا کل قیامت والے دن جواب دہ ہے۔

''حضرت ابوعامر ؓ یا حضرت ابو مالک ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو بدکاری' ریشم' شراب اور ساز باجوں کو حلال سمجھیں گے۔ (اسی طرح کے) کچھ لوگ ایک پہاڑ کے دامن میں فروکش ہوں گے۔ شام کے وقت ان کے چرواہے' چوپایوں کو لے کر وہیں پر لوٹیں گے۔ ان کے پاس ضرورت مند اپنی ضرورت سے آئے گا تو وہ کہیں گے کل آنا لیکن بوقت شب ان پر عذاب الٰہی نازل ہوگا کہ اللہ ان پر پہاڑ گرا دے گا (جو انہیں کچل ڈالے گا) اور کچھ لوگوں کو وہ قیامت کے دن تک ان کی صورتیں مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا ڈالے گا۔'' (صحیح بخاری)

فرمان نبی ﷺ ہمارے سامنے ہے۔ فیصلہ بھی ہمیں ہی کرنا ہے کہ ہمیں اللہ رب العزت کی تیار کردہ جنت قابل قبول ہے یا بندر اور خنزیر بننا۔ یقیناً عقلمند کے لئے اشارہ ہی کافی ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں شیطان کے باجوں سے بچتے ہوئے جنت الفردوس کا ٹکٹ عطا فرمائے۔ آمین

امام محمد ابو عبداللہ ابن ماجہ قزوینی رحمہ اللہ

نام ونسب:

نام محمد ابو عبداللہ کنیت ابن ماجہ لقب القزوینی نسب ہے اور شجرہ نسب محمد بن یزید بن عبداللہ ہے۔ ماجہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے اسے دادا کا نام بتلایا ہے اور بعض نے والدہ کا۔ علامہ زبیدی فرماتے ہیں کہ ماجہ ان کے باپ کا نام تھا اور شاہ عبدالعزیزؒ منصب نے بھی بستان میں اس کی صحت کی طرف رغبت کی ہے اور یہی قول حضرت النوابؒ نے اتحاف میں نقل کیا ہے۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث) مگر شاہ صاحب موصوف نے اسے عجالہ میں والد کا لقب قرار دیا ہے۔ مورخ خلیلی قزوینی فرماتے ہیں ماجہ یزید کا عرف ہے لیکن جو بات درست معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ماجہ آپ کے باپ کا لقب ہی ہے۔ اسی کو علامہ فیروز آبادی نے قاموس میں اور علامہ نوویؒ نے شرح ابن ماجہ میں صحیح قرار دیا ہے۔

ولادت ووطن:

امام ابن ماجہ 209ھ میں قزوین میں پیدا ہوئے۔ علامہ ابن خلکان (م 681ھ) نے وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ خود امام ابن ماجہ کا بیان ہے کہ میں 209ھ میں قزوین میں پیدا ہوا اور علامہ محمد بن طاہر مقدسی نے بھی اپنی کتاب "شروط الائمة الالستة" میں ابن ماجہ کے حوالے سے مندرجہ بالا قول ہی لکھا ہے۔

آپ کی نسبت قزوین کی طرف ہے جو ایران کے صوبہ آذربائیجان میں واقع ہے جو عہد عثمانی میں فتح ہوا تھا۔ سب سے پہلے اس شہر کی بنیاد شاہ پور ذوالاکتاف نے رکھی تھی۔ قزوین کے متعلق معجم البلدان میں مفصل بحث موجود ہے اور اس کے مناقب میں احادیث کا تذکرہ بھی ہے۔

ابتدائی تعلیم:

امام ابن ماجہؒ کے حالات لکھنے والوں نے نہ تو ان کے بچپن کے حالات قلمبند کیے ہیں اور نہ ہی آپ کی ابتدائی تعلیم کی طرف نشاندہی کی ہے۔ تاہم تاریخ نے اس بات کو مامون رکھا ہے کہ آپ کے ورود مسعود کے وقت آپ کا مولد ومسکن قزوین علم حدیث کا گہوارہ بن چکا تھا۔ اس کے پیش نظر غالباً آپ نے ابتدائی عمر اور کم سنی میں علم حدیث کی طرف قدم اٹھایا ہوگا۔

محمود احمد
(ایم فل) پنجاب یونیورسٹی لاہور

اساتذہ وتلامذہ:

تذکرۃ المحدثین کے مطابق آپ کے اساتذہ کی تعداد تین صد سے زائد ہے۔ چند اساتذہ کے نام یہ ہیں۔

امام علی بن محمد ابوالحسن طنافسی، امام عمرو بن رافع ابوحجر بجلی، امام اسماعیل بن ابو سہیل قزوینی، امام ہارون بن موسیٰ تمیمی، ابوبکر ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن معاویہ وغیرہ۔

امام ابن ماجہؒ الحدیث کے ایک جلیل القدر محدث، امام اور بلند پایہ عالم تھے۔ آپ کو فن حدیث اور اس کے تمام متعلقات پر پورا عبور حاصل تھا، اسی لئے آپ کے علم سے بے شمار لوگ فیض یاب ہوئے۔ علم حدیث کے ان طلباء میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

ابراہیم بن دینار، احمد بن ابراہیم قزوینی، احمد بن محمد مدنی، جعفر بن ادریس، حسین بن علی، اسحاق بن محمد وغیرہ۔

حافظ ابن حجرؒ اور حافظ ذہبیؒ نے امام ابن ماجہؒ کے اساتذہ کی فہرست اپنی کتب میں درج کی ہے۔ تہذیب التہذیب میں ان کے تلامذہ کی فہرست بھی موجود ہے۔

سماع حدیث کے لئے سفر:

امام ابن ماجہ 21 سال تک قزوین میں مقیم رہے اور اہل علم سے اکتسابِ فیض کرتے رہے۔ اس زمانے میں چونکہ محدثین عظام اطراف عالم میں پھیلے ہوئے تھے، اس لئے انہوں نے حصول حدیث کے لئے مختلف ممالک کا سفر کیا۔ اس زمانے میں علم حدیث انتہائی عروج پر تھا۔ مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں۔

"حدیث لکھنے کے لئے انہوں نے عراق، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، شام اور مصر کا سفر کیا۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

"آپ نے خراسان، عراق، حجاز، مصر وشام اور دیگر بلاد میں سماع حدیث کیا۔"

اگر ہم امام موصوف کے شیوخ کے اوطان پر نظر ڈالیں تو مزید متعدد مقامات آپ کی رحلتِ علمیہ کا مورد نظر آتے ہیں۔ مثلاً اصفہان، رہواز، ایلہ، باکسایا، بغداد، بصرہ، بلخ، بیت المقدس، حران، حمص، عسقلان، مدینہ، نیشاپور اور ہمدان وغیرہ۔

حدیث میں امتیاز وکمال:

امام ابن ماجہ کے دور میں علم حدیث انتہائی عروج پر تھا اور ہر طرف حدیث کے درس وتدریس اور اس کی کتاب وتحریر کا کام سرگرمی سے جاری تھا اور اس کی طلب وتکمیل کو فضیلت وکمال کا اصلی معیار خیال کیا جاتا تھا۔ اس لئے امام ابن ماجہ کی توجہ کا مرکز بھی علم حدیث بنا اور اس فن میں آپ نے اتنا امتیاز اور کمال حاصل کیا کہ ان کی علمی جلالت وشہرت کا سکہ بیٹھ گیا اور جلیل القدر علمائے کرام نے ان کے علمی تبحر اور فضل وکمال کا اعتراف کیا۔ حافظ ابویعلیٰ فرماتے

امام ابن ماجہؒ کے دور میں علم حدیث انتہائی عروج پر تھا اور ہر طرف حدیث کے درس وتدریس اور اس کی کتاب وتحریر کا کام سرگرمی سے جاری تھا اور اس کی طلب وتکمیل کو فضیلت وکمال کا اصلی معیار خیال کیا جاتا تھا

ہیں:-
''ابن ماجہ ایک بلند پایہ، معتبر اور لائق حجت محدث تھے ان کی عظمت وثقاہت پر اتفاق ہے۔''

مورخ ابن خلکان کا بیان ہے:
''آپ فن حدیث کے امام تھے اور اس کے متعلقات پر عبور رکھتے تھے۔''

حافظ شمس الدین ذہبی لکھتے ہیں:
''ابن ماجہ عظیم الشان حافظ وضابط، حاذق المعقول اور وسیع العلم تھے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:
''امام ابن ماجہ صاحب سنن، صاحب علم اور امام حدیث تھے۔''

اخلاق وعادات:

امام ابن ماجہؒ کے حالات زندگی پردۂ اخفاء میں ہیں۔اس لئے ان کے اعمال واخلاق کے بارے میں تفصیل نہیں ملتی۔حافظ ابن کثیر (م 774ھ) نے صرف اس قدر لکھا ہے:

''امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ علم وفضل کی طرح دین و تقویٰ اور زہد وصلاح کے بھی جامع تھے۔احکام شریعت کی شدت سے پابندی کرتے تھے اور اصول وفروع میں پورے طور پر متبع سنت تھے اس پر خود ان کی سنن شاہد ہے۔''

علامہ طاہر الجزائری فرماتے ہیں:-
''ابن ماجہ وغیرہ علمائے حدیث ائمہ مجتہدین میں سے کسی کے مقلد نہ تھے البتہ فقہاء محدثین امام شافعی، احمد اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ کے قول کی طرف میلان رکھتے تھے۔''

وفات:

امام ابن ماجہ نے 64 سال کی عمر میں 22 رمضان المبارک 273ھ کو قزوین میں انتقال کیا۔(اناللہ وانا الیہ راجعون)

تصانیف:

آپ نے اپنی تصانیف میں تین نہایت اہم تالیفات اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔

1- تفسیر:

امام ابن ماجہ کی تفسیر کا اندازہ حافظ ابن کثیرؒ کے اس بیان سے ہوتا ہے ''ابن ماجہ کی ایک ضخیم وجامع تفسیر ہے۔'' امام جلال الدین سیوطی نے اس تفسیر کا ذکر ابن جریر کے ساتھ کیا ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک اہم ماثوری اور منقولی تفسیر تھی اور تفسیر ابن جریر کی طرح اس میں احادیث وآثار صحابہ وتابعین کو بالاسناد نقل کیا ہوگا۔

2- تاریخ:

امام ابن ماجہ کو تاریخ پر بھی کامل عبور تھا۔علامہ ابن خلکان نے اپنی کتاب وفیات الاعیان میں حافظ ابوزرعہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''قزوین میں میری نظر سے ابن ماجہ کی تاریخ گزری تھی۔یہ دراصل عہد صحابہ سے لے کر مصنف کے زمانہ تک کی تاریخ اور بلاد اسلامیہ اور راویان حدیث کے حالات پر مشتمل ہے۔لیکن یہ دونوں کتابیں اپنی اہمیت منوا کے خدا جانے کہاں ہیں۔

3- سنن ابن ماجہ:

امام ابن ماجہ کا ایک قیمتی سرمایہ دراصل یہ کتاب السنن ہی ہے جو بارہا زینت طبع سے آراستہ ہو چکی ہے اور اس کی بدولت آپ کو بے پایاں شہرت میسر ہوئی۔صحاح الستہ (حدیث کی صحیح ترین چھ کتب) میں بھی اس کا شمار ہوتا ہے اور شرقاً وغرباً مدارس میں متداول ہے۔دیگر کتب سنن کی طرح اس میں ایمانیات سے وصایا تک جملہ ابواب فقہی کی ترتیب پر احادیث مندرج ہیں جو 37 کتب 1500 ابواب اور 4000 کتب پر مشتمل ہے۔لیکن شیخ محمد فواد عبدالباقی نے تعلیق ابن ماجہ میں کتابوں کی تعداد 37، ابواب کی 1560 اور احادیث کی تعداد 4341 شمار کی ہے۔ان میں سے 3002 احادیث صحاح کی باقی کتب خمسہ میں مذکور ہیں اور 1339 میں وہ منفرد ہیں جن میں 428 احادیث صحیح ہیں اور 119 حدیثیں اصل الاسناد ہیں۔علاوہ ازیں 613 ضعیف الاسناد ہیں اور 99 واہی، منکر اور جن کے رواۃ کذاب ہیں۔(اعلام المحدثین۔ص 284)

''وہ احادیث کو بلا تکرار بیان کرتے ہیں اور حسنِ ترتیب واختصار کے لحاظ سے کوئی کتاب اس کی ہمسر نہیں ہے۔'' حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

سنن ابن ماجہ اور اس کی اہمیت:

سنن ابن ماجہ حدیث کی ان مشہور کتابوں میں شمار ہوتی ہے جو صحاح ستہ کے نام سے معروف ہیں۔حافظ ابن کثیرؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں۔

''یہ کتاب نہایت مفید ہے اور مسائل فقہ کے لحاظ سے اس کی ترتیب وتبویب ہے اور اس کے مطالعہ سے ابن ماجہ کے علمی تبحر اور کثرت معلومات کا پتہ چلتا ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:
''ان کی کتاب سنن (احکام) میں ایک عمدہ جامع ہے۔''

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:-
''وہ احادیث کو بلا تکرار بیان کرتے ہیں اور حسنِ ترتیب واختصار کے لحاظ سے کوئی کتاب اس کی ہمسر نہیں ہے۔''

سنن ابن ماجہ کی اس عظمت واہمیت کی بناء پر اس کو ہر زمانہ میں نہایت مستند اور قابل حجت خیال کیا گیا ہے۔حافظ ابوزرعہ رازی (2641ھ) جن کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

''امام ابوزرعہ رازی حفظ حدیث، ذکاوت، دین داری اور علم وعمل کے لحاظ سے ان لوگوں میں سے تھے جو یکتائے زمانہ ہوئے۔'' انہوں نے سنن ابن ماجہ کو دیکھ کر یہ سند عطا فرمائی تھی کہ:

''اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھ میں پہنچ گئی تو فن حدیث کی اکثر جامع اور تصنیفات بے کار اور معطل ہو کر رہ جائیں گی۔''

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:-
''اگر کسی شخص کو بہت زیادہ متون پر مشتمل کتاب کی تلاش ہو تو اس کو سنن ابن ماجہ کا مطالعہ کرنا چاہئے۔اس وصف میں دوسری کتب احادیث سے منفرد وممتاز ہے۔''

واضح رہے کہ سنن ابن ماجہ میں ضعیف روایات بھی موجود ہیں جیسا کہ اوپر وضاحت کی جا چکی ہے۔تاہم اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور یہ معیوب نہیں ہے۔صحیحین کے علاوہ وہ کونسی حدیث کی کتاب ہے جس میں ضعیف روایات نہیں ہیں اور پھر بھی ان کی افادیت مسلم ہے۔پھولوں میں کانٹے بھی ہوتے ہیں۔کانٹوں کے ڈر سے پھولوں کو نہیں چھوڑا جاتا۔

کیا سنن ابن ماجہ صحاحِ ستہ میں شامل ہے؟

سنن ابن ماجہ جمہور علمائے کرام کے نزدیک صحاح ستہ میں شامل ہے اور بعض علمائے کرام اس کی بجائے موطا امام مالک اور سنن دارمی کو صحاح ستہ میں شامل کرتے ہیں لیکن جمہور علمائے کرام کی رائے کے مطابق سنن ابن ماجہ صحاح ستہ میں شامل ہے اور اس کا درجہ سب سے آخر میں ہے یعنی ① صحیح بخاری۔② صحیح مسلم۔③ سنن ابی داؤد۔④ جامع ترمذی۔⑤ سنن نسائی۔⑥ سنن ابن ماجہ۔

مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے تذکرۃ المحدثین میں موطا امام مالک اور سنن ابن ماجہ کو صحاح ستہ میں شامل کرنے پر بہت عمدہ اور جامع تبصرہ فرمایا ہے آپ لکھتے ہیں:-

''اہل مشرق کے نزدیک چھٹی کتاب سنن ابن ماجہ اور اہل مغرب کے نزدیک امام مالک کی موطا ہے اور سنن ابن ماجہ کے مقابلے میں موطا امام مالک کے ماننے والوں کی تعداد بہت کم ہے لیکن جہاں تک موطا کی صحت اور اہمیت وعظمت کا سوال ہے۔اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں وہ حدیث کی طرح فقہ وآثار اور فتاوئ صحابہ وتابعین سب کا مجموعہ ہے اور مرفوع، موقوف، مرسل ومسند ہر قسم کی روایتوں پر مشتمل ہے۔اس لئے اس کی موجودہ شکل وصورت میں اس کا حدیث کی مروج ومتداول کتابوں سے مقابلہ کرنا مناسب نہیں ہے۔اس کا جو مقام ومرتبہ ہے اس میں حدیث کی کوئی کتاب بھی اس کی ہمسری نہیں کر سکتی۔اس کی قدر وقیمت، عظمت اور صحت کی وجہ سے اکثر محققین علماء نے صحیحین پر اس کو فوقیت دی ہے۔خطیب کے نزدیک وہ تمام جوامع ومسانید سے بڑھ کر ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کا بھی یہی خیال ہے۔''

سنن ابن ماجہ کو مؤطا پر مقدم کرنے کی وجہ اس کی مزید احادیث ہے جو بہت سی زائد حدیثوں کے درج کرنے سے اس میں پیدا ہوگئی ہے۔ ورنہ صحت وقوت کے اعتبار سے سنن ابن ماجہ تو کیا صحاح ستہ کی کوئی کتاب بھی مؤطا کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جاسکتی۔

رہا سنن دارمی کا معاملہ تو اس کے قائل صرف حافظ صلاح الدین خلیلی علائی ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ اس میں ضعیف روایات اور شاذ ومنکر روایتیں بہت کم ہیں۔ اس لئے سنن ابن ماجہ کی بجائے اس کو صحاح کی چھٹی کتاب قرار دینا بہتر ہے۔ بہرحال سنن دارمی کو خواہ صحت وقوت کے لحاظ سے ابن ماجہ کی سنن پر فوقیت کیوں نہ حاصل ہو لیکن تنہا اس خصوصیت کی بناء پر اس کو ابن ماجہ کی جگہ صحاح ستہ میں نہیں رکھا جاسکتا اور نہ علائی کے منفرد خیال کی وجہ سے جمہور کی رائے کو مسترد کیا جاسکتا ہے۔

شروح وتعلیقات:

سنن ابن ماجہ کا مقام اگرچہ سنن نسائی کے بعد ہے لیکن تعلیقات وشروح کا جو سلسلہ ابن ماجہ سے متعلق ہے وہ سنن نسائی سے نہیں اور یہ ابن ماجہ کی رفعت شان میں خاطر خواہ اضافہ کو مستوجب ہے۔ اس سلسلہ میں جن علماء نے قلم اٹھایا ہے' ان میں سے چند ایک کا تذکرہ ذیل میں پیش خدمت ہے۔

1- شرح سنن ابن ماجہ۔ (امام علاؤ الدین مغلطائی)
2- شرح سنن ابن ماجہ۔ (علامہ ابن رجب حنبلی)
3- شرح سنن ابن ماجہ۔ (شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز)
4- شرح سنن ابن ماجہ۔ (علامہ ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی)
5- الدیباجہ فی شرح سنن ابن ماجہ (علامہ شیخ سراج الدین علی بن متقی)
6- مصباح الزجاجۃ (حاشیہ)۔ (علامہ جلال الدین سیوطی)
7- مفتاح الحاجۃ (حاشیہ)۔ (علامہ شیخ محمد علوی)
8- انجاح الحاجۃ (شیخ عبدالغنی مجددی)
9- رفع العجاجۃ (علامہ وحیدالزمان)
10- زوائد ابن ماجہ (حافظ شہاب الدین ابوبکر بومیری)

خلاصہ بحث:

مسلمانوں نے آغاز اسلام سے آج تک 1400 سال کی تاریخ میں قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ اہمیت حدیث نبوی ﷺ کو دی ہے اور حدیث نبوی کی خدمت پوری عقیدت اور اخلاص سے کی اور ایسی خدمت کی کہ اس کی مثال دنیا کی کوئی قوم پیش نہیں کرسکتی۔

ہر مسلمان کا اس پر ایمان ہے کہ شریعت اسلامیہ کے دو ہی سرچشمے ہیں۔ قرآن مجید اور حدیث نبوی (ﷺ) قرآن مجید کی حیثیت اصل متن کی ہے اور حدیث نبوی اس کی شارح ومبین ہے۔ دور رسالت میں بھی اور اس کے بعد بھی ہر دور میں حضرت محمد ﷺ کے قول وفعل کو واجب الاطاعت سمجھا گیا اور جس طرح قرآن مجید کو وحی الٰہی جانا جاتا ہے۔ اسی طرح حدیث نبوی کو بھی وحی الٰہی تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت کے متعلق قرآن مجید واضح طور پر ارشاد فرما رہا ہے۔

ترجمہ ''اور وہ خواہش نفس سے نہیں بولتا' وہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔'' (النجم: 4,3)

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ماضی میں بلاشبہ ایسے لوگ پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اسلام کی گاڑی کے ان دو پہیوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنا چاہا۔ انہوں نے قرآن مجید کا ترجمہ اپنی سوچ سے کیا اور باطل تاویلات کا سہارا لیا اور حدیث نبوی سے اعراض کیا لیکن یہ بات بھی حقیقت ہے کہ علمائے حق نے ایسے لوگوں کو آڑے ہاتھوں لیا' ان کے خلاف تحریری اور تقریری جہاد کیا اور ان لوگوں کو گمراہ قرار دیا اور ان کی ایک ایک دلیل کا عقلی ونقلی جواب دے کر ان کے پروپیگنڈے کو بالکل بے اثر کردیا لیکن اس بیماری کے کچھ جراثیم باقی رہ گئے۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ ہمیں آج بھی اس گروہ (منکرین حدیث) کے لوگ اپنی مکروہ کاوشوں میں ہمہ تن مصروف نظر آتے ہیں۔

ہمیں چاہئے کہ اسلاف کی زندگیوں کا بغور مطالعہ کریں اور آج اپنے فرائض کو پہچان کر کما حقہ ان کی ادائیگی کے لئے کمر ہمت باندھیں۔ ورنہ تاریخ میں ہم مجرم کی حیثیت سے آئندہ نسلوں کے سامنے پیش ہوں گے۔

علاوہ ازیں نام نہاد علمی وسائنسی ترقی کے موجودہ تاریک دور میں بیہودہ ناول' جھوٹے افسانے جدید سے جدید مادی نظریات کے رسائل وکتب اور ڈائجسٹ اپنی کارستانیاں دکھا رہے ہیں۔ ان حالات میں قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ کی خدمت کو ہم نے اپنے لئے ایک عظیم سعادت سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو اس کام کے لئے وقف کرنا ہے تاکہ ہمارے نونہالان ونوجوانان اپنے تابناک اور درخشاں ماضی اور اسلاف کو بھول کر تہذیب مغرب کی تاریکیوں میں نہ کھو جائیں۔

نام نہاد علمی وسائنسی ترقی کے موجودہ تاریک دور میں بیہودہ ناول' جھوٹے افسانے جدید سے جدید مادی نظریات کے رسائل وکتب اور ڈائجسٹ اپنی کارستانیاں دکھا رہے ہیں۔ ان حالات میں قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ کی خدمت کو ہم نے اپنے لئے ایک عظیم سعادت سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو اس کام کے لئے وقف کرنا ہے

بقیہ ذہنی غلامی

حالانکہ اتنی بھی تحقیق گوارا نہیں کی گئی کہ روس کو شکست امریکی اسلحے سے دی گئی یا آسمان سے اُترتے فرشتوں کے ذریعے یہ فتح حاصل کی گئی۔

اسی طرح امریکہ کی عالم اسلام کے خلاف صلیبی جنگ کو مکمل اقتصادیات کی جنگ قرار دیا جارہا ہے حالانکہ عالم کفر کے سردار بش نے خود اس کے مذہبی ہونے کا اعلان کیا۔

یہودی کالم نگار جب ان جنگوں کو مکمل اقتصادی جنگ کا نام دیتے ہیں تو ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلمان ان جنگوں کو مذہبی جنگ نہ سمجھنے لگیں کہ یہ چیز ان کے اندر جذبہ جہاد اور شوق شہادت کو زندہ کردے گی۔ یہ ٹھیک وہی طریقہ کار ہے جو برہمن بھارت کے اندر مسلمانوں پر مظالم ڈھانے کے بعد ان مسلم کش فسادات کو بی جے پی کی سیاست کا نام دے کر مسلمانوں کو ٹھنڈا کردیتا ہے اور مذہبی تعصب کو سیاست اور ووٹ پالٹکس کی بھینٹ چڑھا دیتا ہے۔

جبکہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جب تک مسلمان اپنے عقیدے اور نظریے' اپنی بنیادوں اور اصولوں سے گہرا تعلق مضبوط نہیں کرلیتے' اس وقت تک ان کی حالت اس قافلے کی طرح ہے جو ڈاکوؤں کے ہاتھوں لٹنے کے بعد صحراء میں حیران وپریشان بھٹکتا پھر رہا ہو اور ایسے قافلے کی بدنصیبی یہ ہوتی ہے کہ ہر رہزن کو رہبر سمجھ کر اس کے پیچھے چلنا شروع کردیتا ہے۔ بار بار دھوکہ کھانے کے بعد بھی ان کا یہی خیال ہوتا ہے کہ ان کا سفر اس بار صحیح سمت میں ہورہا ہے۔

چنانچہ اگر آج بھی ہم اپنی منزل کو پانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے اصولوں اور بنیادوں کی طرف لوٹنا ہوگا جب تک ہم یہ پتہ نہیں لگاتے کہ موجودہ دور میں قرآن وحدیث کیا کہتے ہیں تب تک ہم صورتحال کو بالکل بھی نہیں سمجھ سکتے۔

مسلمانوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنا لائحہ عمل بنانا ہوگا اور مغربی میڈیا کی نام نہاد تحقیقی رپورٹیں پڑھ کر تجزیے کرنے سے چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا۔ ورنہ ہم یونہی خوار ہوتے رہیں گے۔

ہم ان نام نہاد مسلم دانشوروں اور مغربی مفکرین سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تم دیکھ رہے ہو۔ اس دنیا میں اللہ کے مومن بندے اپنا مال' اپنا خون رب کے لئے پیش کررہے ہیں اور ہجرتیں کرنے پر مجبور ہیں۔ وہ فلسطین کے معصوم بچے اور ہر جگہ مسلمانوں کے گرتے لاشے...... اللہ رب العزت کو ان مجاہد بندوں کا خون بہت عزیز ہے۔

ان کے خون کا ایک قطرہ بھی ضائع نہیں ہوگا کیونکہ شہادت انعام ہے۔ یہ مومن کا نقصان نہیں ہوا کرتی۔ رب کی جنت میں جانے کا ذریعہ ہوتی ہے۔

اور تم لوگ دیکھو گے جب اللہ تعالیٰ کی زمین پر اس کا پسندیدہ پاکیزہ نظام خلافت ہوگا۔ ان شاء اللہ

''وہی ذات ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو حق اور ہدایت دے کر بھیجا تاکہ تمام ادیان پر غالب کردے اور اگرچہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار گزرے۔'' (سورہ الصف۔9)

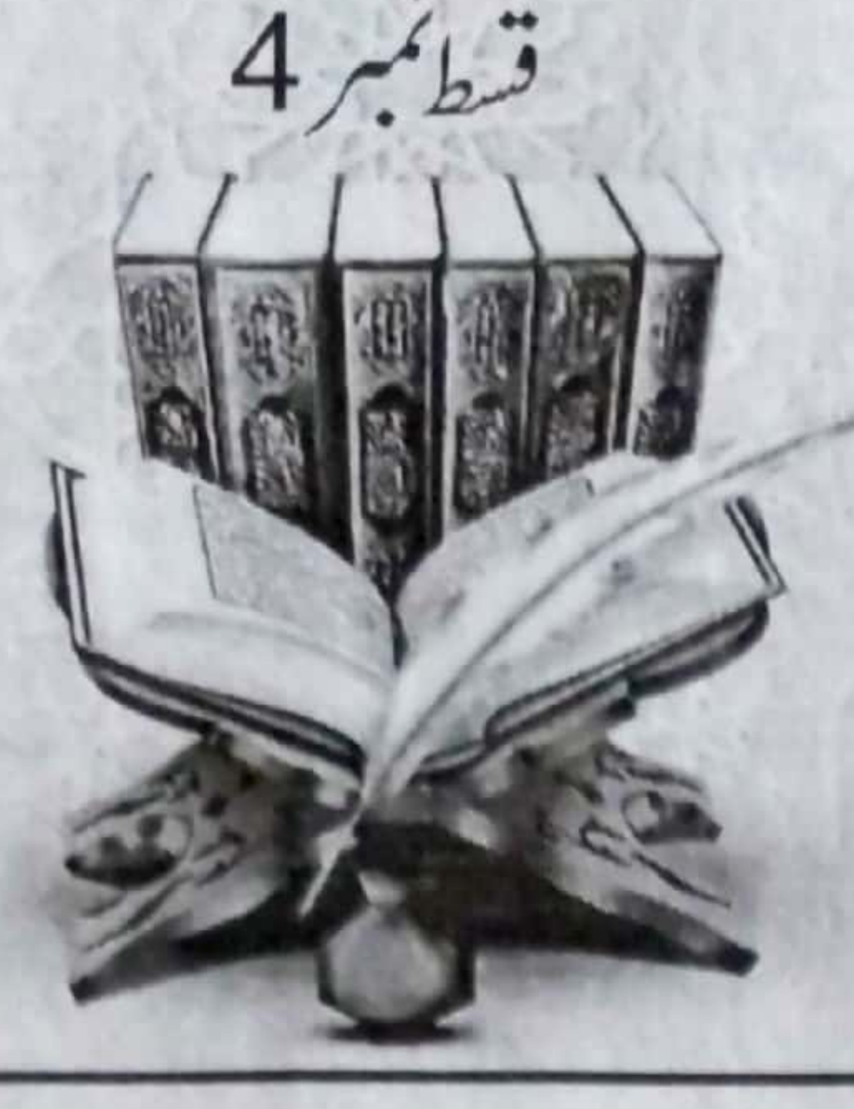

قسط نمبر 4

سنن مہجورہ

امام الانبیاء ﷺ کے شب و روز کی سنتوں کا ایمان افروز تذکرہ

ابوالریان نعیم الرحمٰن، چیچہ وطنی

عیدین ادا کرنے کے بعد گھر پہنچ کر دو رکعت نماز ادا کرنا:

عیدین سے پہلے اور عیدین کے بعد عید گاہ میں کوئی نماز نہیں، یہی سنت نبوی ﷺ ہے۔ البتہ گھر لوٹ کر دو رکعت نماز ادا کرنا رسول کریم ﷺ کی ایسی سنت ہے جس کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس سنت کو ادا کرنے والے لوگوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ عید کی خوشی میں انسان اس قدر مگن ہو جاتا ہے کہ اسے بہت ساری عبادات بھول جاتی ہیں بلکہ شیطان بھلا دیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اس کا ابدی دشمن ہے۔ آیئے بجھی ہوئی اس شمع کو روشن کریں۔

رسول اللہ ﷺ کے اس خوبصورت عمل کی دلیل سیدنا ابوسعید خدری ؓ کی روایت کردہ حدیث ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ عید سے پہلے کوئی نماز نہ پڑھتے پس جب گھر واپس تشریف لے جاتے تو دو رکعت نماز (نفل) ادا کرتے۔"

(بخاری، کتاب العیدین، باب الخطبة بعد العيد. رقم ۹۶۴. ابن ماجہ، ۱۲۹۱. مسلم، ۸۸۴. ابو داؤد، ۱۱۵۹. ترمذی، ۵۳۸. نسائی، ۱۵۸۷.)

جنازہ میں میت پر چار سے زائد تکبیرات کا کہنا:

ہمارے ملک میں اور دیگر ممالک میں جنازہ کے اندر عموماً چار تکبیرات کہی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ یہ نبی ﷺ کی سنت مبارک ہے۔ مگر جنازہ کے اندر کبھی آپ ﷺ نے پانچ تکبیرات، کبھی سات اور کبھی نو تکبیرات بھی کہی ہیں اور ان تکبیرات کا کہنا چھوڑ دیا گیا ہے اور یہ عمل بھی سنن مہجورہ میں سے ہوا۔ آئیں کبھی ۵، ۷ اور ۹ تکبیرات والی سنن پر بھی عمل کر کے اپنے رب سے اجر کی امید رکھیں اور اپنے محبوب ﷺ کی یہ بھولی ہوئی سنن کی یاد دہانی کریں اور کروائیں۔

پانچ، سات اور نو تکبیرات والی احادیث بالکل صحیح اور ثابت ہیں بلکہ یہ کام آپ ﷺ کے پیارے صحابہ ؓ بھی کبھی کبھی کیا کرتے تھے۔

آئیں پانچ تکبیرات والی احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

صحیح مسلم میں ہے سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ تابعی ہیں انہوں نے فرمایا سیدنا زید بن ارقم ؓ ہمارے جنازوں پر چار تکبیرات کہتے تھے اور انہوں نے پانچ تکبیرات ایک جنازہ پر کہیں تو ان سے سوال کیا گیا "پس انہوں نے کہا پانچ تکبیرات رسول اللہ ﷺ بھی کہا کرتے تھے۔"

صحیح مسلم میں ہے سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ تابعی ہیں انہوں نے فرمایا سیدنا زید بن ارقم ؓ ہمارے جنازوں پر چار تکبیرات کہتے تھے اور انہوں نے پانچ تکبیرات ایک جنازہ پر کہیں تو ان سے سوال کیا گیا "پس انہوں نے کہا پانچ تکبیرات رسول اللہ ﷺ بھی کہا کرتے تھے۔"

(مسلم، الجنائز، باب الصلاة على القبر برقم ۹۵۷. احمد ۴/۳۶۷. ابو داؤد، الجنائز، باب الكبير على الجنائز برقم ۳۱۹۷. شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے)

بیہقی اور دار قطنی وغیرہ میں جنازہ پر چھ تکبیرات کا کہنا بھی موجود ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالب ؓ سے روایت ہے:

"انہوں نے اہل بدر پر چھ تکبیرات کہیں اور اصحاب رسول ﷺ پر پانچ تکبیرات کہیں اور عام لوگوں پر چار تکبیرات کہتے۔"

(الدارقطني في "السنن" ۲/۷۲ برقم ۱۸۰۵. محقق کتاب مجدی بن منصور بن سید الشوریٰ نے حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے.)

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ اصحاب معاذ ؓ میں سے ایک آدمی نے پانچ تکبیرات کہیں تو اصحاب ابن مسعود ؓ نے تعجب کیا تو عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا، چار، پانچ، چھ اور سات ساری کی ساری ٹھیک ہیں پس ہم سب کا اتفاق چار پر ہوا۔

آپ ﷺ نے اپنے چچا سیدنا حمزہ ؓ کا جنازہ نو تکبیرات سے پڑھا۔ آپ ﷺ نے انہیں چادر میں چھپانے کا حکم فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کا جنازہ نو تکبیرات سے پڑھا پھر دوسرے شہداء باری باری لائے گئے۔ آپ ﷺ نے ان کی بھی نماز جنازہ ادا فرمائی اور ساتھ ساتھ باقی شہداء ؓ کی بھی۔

طبرانی میں یہ اضافہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا حمزہ ؓ اور دیگر شہداء کا جنازہ بہتر دفعہ پڑھا۔

جنازہ کی چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان دعا کا کرنا:

آخری تکبیر یعنی چوتھی اور سلام کے درمیان کبھی کبھار دعا کا کرنا ایسی سنت ہے جس کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ کبھی کبھی خود رسول کریم ﷺ آخری تکبیر اور سلام کے درمیان ایسا کیا کرتے تھے مگر یہ سنت معاشرے میں کم ہی نظر آتی ہے۔ شاید ہی کوئی خوش بخت اس کا عامل ہو۔ اللہ ہمیں اپنے رسول ﷺ کی ہر سنت مطہرہ کو زندہ کرنے کی توفیق اور پھر اس کا پرچار کرنے کی صلاحیت عطا فرمائے۔ آمین

آیئے حضرت ابویعفورؒ سے سنئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم حاضر تھے اور ہم نے سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی ؓ کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی انہوں نے جنازے پر چار تکبیرات کہیں۔ پھر آپ تھوڑی دیر رکے اور دعا کرتے رہے۔ ابن ماجہؒ کی روایت میں ہے کہ آپ نے چوتھی کے بعد کچھ پڑھا۔

پھر فرمایا: ''تمہارا کیا خیال تھا کہ میں پانچویں تکبیر کہوں گا؟''

(سنن ابن ماجه 'كتاب الجنائز 'باب ماجاء فى التكبير على الجنازة اربعا ورقم ۱۵۰۳ . شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے)

انہوں نے کہا ہمیں اسی کا ڈر تھا۔ کہا نہیں مگر ''رسول کریم ﷺ نے چار تکبیریں کہیں پھر ایک گھڑی خاموش رہے پھر آپ ﷺ نے کچھ پڑھا جو پڑھا جیسے اللہ نے چاہا۔ پھر آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا۔

کبھی کسی بچے کا نماز جنازہ گھر میں ادا کرنا:

موجودہ دور میں گھر کے اندر جنازہ ادا کرنا ایک انتہائی مشکل عمل ہے۔ اس لئے کہ برادری اور رشتہ دار وعزیز واقرباء ناراض نہ ہو جائیں کہ ہمیں جنازہ پر بلایا نہیں گیا۔ لوگوں کے ڈر سے ناک کٹنے کے خدشہ سے وہ ایک زبردست اجتماع کا اہتمام کرتا ہے' تاکہ بہت سارے لوگ جنازہ میں شامل ہو جائیں اور یہ ثابت ہو جائے کہ فلاں کے بچے کا جنازہ تھا اور ان گنت لوگ تھے۔ اس کے برعکس صحابہ کرام ؓ کی سوچ اور منہج اور تھا۔ خود نبی کریم ﷺ کا اسوہ دیکھیں کہ انہیں ابوطلحہ ؓ نے اپنے بیٹے عمیر بن ابی طلحہ ؓ کی وفات کے وقت بلا بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ چنانچہ ایک گھر میں ہی عمیر ؓ کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ بطور امام آگے کھڑے ہوئے اور ابوطلحہ ؓ آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ام سلیم ؓ اپنے خاوند ابوطلحہ ؓ کے پیچھے کھڑی ہوئیں اور مزید ان کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔

(مستدرک حاکم '۱/۳۶۵ .اس حدیث کی سند کو امام حاکم ذھبی اور البانی. نے صحیح قرار دیاھے. انظر احکام الجنائز للالبانی ورقم ۹۸)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک عورت اور دو مرد ہوں تو وہ ایک کے بعد دوسرے کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔ یہی سنت اور حق ہے۔ اللہ کریم ہمیں بھی سادگی کے ساتھ معاملات ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

غیر مسلم مریضوں کی عیادت کرنا

اپنے پیاروں کی تیمارداری ہر کوئی کرتا رہتا ہے اور ایسا کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں۔ بلکہ باعث اجر وثواب ہے لیکن دیکھا جائے کہ ہم نے کبھی نبی کریم ﷺ کی اس سنت پر بھی کبھی عمل کیا کہ آپ غیر مسلموں کی عیادت کے لئے بھی تشریف لے جاتے اور عیادت مریض کے ساتھ ساتھ اس کو اپنے سچے دین کی دعوت بھی دیتے اور کبھی اس دعوت کا ثمر آپ ﷺ کو موقعہ پر ہی مل جاتا اور وہ آپ ﷺ کے اسلوب حسنہ سے متاثر ہو کر اسلام کا شرف حاصل کر لیتا۔ لیکن ہم دعوت کے میدان سے دور ہیں اور ہماری دعوت اپنوں تک بھی نہیں پہنچتی۔ آیئے آپ ﷺ کی اس چھوڑی ہوئی سنت کو دوبارہ زندہ کریں اور غیر مسلموں کی عیادت کو چلیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اس پیارے اسوہ کو امام بخاری ؒ نے اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ سیدنا انس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی بچہ نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہو گیا' آپ ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس کے سرہانے تشریف فرما ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو مسلمان ہو جا'' اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا وہ اس کے قریب تھا۔

اس کے باپ نے کہا: ابوالقاسم ﷺ کی اطاعت کر اور مسلمان ہو جا۔ پس وہ مسلمان ہو گیا۔ پس آپ ﷺ وہاں سے نکلے اور اس بچہ کے بارے میں فرما رہے تھے ''سب تعریف اللہ کے لئے جس نے اسے جہنم کی آگ سے بچا لیا۔''

(بخاری' كتاب الجنائز 'اذا أسلم الصبى فمات 'اهل يصلى عليه؟ برقم ۱۳۵۶)

قرأت کرتے وقت قرآن کی ہر آیت پر وقف کرنا:

قرأت کا نبوی طریقہ یہ ہے کہ ہر آیت پر رکا جائے اور اللہ کی اس مقدس کتاب کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے۔ یہی افضل اور مسنون طریقہ ہے۔ سیدہ ام سلمہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ ہر آیت پر وقف فرماتے تھے۔

(ابوداؤد' برقم ۴۰۰۱. والحاکم' ۲۳۲/۲. وقال صحیح علی شرط الشیخین. واقره الذهبی' وصحیح الجامع الصغیر' ۵۰۰ برقم. ومشکوٰۃ برقم' ۲۲۰۵ .ترمذی' ابواب القراء ت باب فی فاتحة الکتاب برقم ۲۹۲۷)

جب یہ واضح ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول یہی تھا تو آخر اس آسان سنت کو قراء حضرات نے کیونکر چھوڑ رکھا ہے۔ ہر آیت پر سلف صالحین بھی وقف فرمایا کرتے تھے۔

شیخ البانی ؒ ارواء الغلیل میں رقمطراز ہیں کہ ''اس دور میں اکثر قراء حضرات نے اس پیاری سنت کو چھوڑ رکھا ہے۔''

اور وہ ابوعمر والدانی کا قول نقل کرتے ہیں کہ البتہ تحقیق آئمہ سلف اور قرائے کرام کی جماعت ہر آیت پر وقف کو مستحب سمجھتے تھے۔

(وارو الغليل اللالبانى برقم ۳۴۳. ج ۲/۲۲)

''امام بیہقی ؒ اور دیگر اہل علم نے بھی اس عمل کو افضل قرار دیا ہے۔''

(الاتفاق '۱۲۲. واحکام ومسائل شیخ مبشر احمد ربانی)

''امام نووی ؒ نے بھی اسی قرأت کو افضل قرار دیا ہے۔''

(المجموع امام نووی ۳/۳۳۳)

رات سونے سے پہلے سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ زمر کی تلاوت کرنا:

رات بسر کرتے وقت نبوی طریق کو ملحوظ رکھنا خیر ومنفعت کا سبب ہے اور بہت ساری بھلائیوں کے سمیٹنے کو موجب ہے لیکن ہم سستی اور کاہلی کا شکار ہیں۔ ایک ایسی سنت جس کو معاشرے نے چھوڑ رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا وطیرہ تھا کہ آپ ﷺ اس وقت تک بستر پر آرام نہ فرماتے تھے جب سورہ بنی اسرائیل اور سورہ زمر کی تلاوت نہ فرما لیتے۔

اس اہم اور پیاری سنت کی دلیل سیدہ عائشہ ؓ کی حدیث ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ:

''آپ ﷺ اس وقت تک نہ سوتے جب تک زمر اور بنی اسرائیل کو پڑھ نہ لیتے۔''

(جامع ترمذی' کتاب الدعوات' باب ماجاء فيمن يقراء القرآن عندالمنام ۳۴۰۵ .اس حدیث کو شیخ البانی ؒ نے صحیح قرار دیاھے. دیکھئے سنن ترمذی للالبانی ورقم ۳۴۰۵)

''مسند احمد میں ہے کہ آپ ﷺ ان سورتوں کو ہر رات پڑھتے۔''

کسی دیوار' درخت یا پتھر کے حائل ہونے پر پھر ملاقات ہو تو پھر سلام کرنا:

بار بار سلام کا کرنا لوگوں کے لئے عجیب عمل ہے۔ حالانکہ یہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے اور بار بار سلام کرنا باعث محبت ہے اور عمدہ مسلمان کی پہچان ہے۔ نبی کریم ﷺ کی اس پیاری سنت کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

ابو ہریرہ ؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی شخص' اپنے بھائی سے ملے تو اسے سلام کرے پھر اگر ان کے درمیان کوئی درخت' دیوار یا پتھر حائل ہو جائے تو پھر ملے تو پھر سلام کرے۔''

(سنن ابی داؤد' للالبانی باب فی الرجل یفارق الرجل ثم یلقاه أیسلم علیه ورقم ۵۲۰۰. اس حدیث کو شیخ البانی ؒ نے موقوفاً (صحیح) قرار دیا ہے)۔

اس پر اس حدیث کی تائید کرنے والی حدیث صحیحین میں بھی موجود ہے۔ سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص آیا' اس نے نماز پڑھی پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لوٹ جاؤ پھر نماز پڑھو' اس لئے کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ ایسا تین مرتبہ ہوا وہ شخص تین مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تینوں مرتبہ سلام کیا۔''

(بخاری' الاذان'باب ۹۵ .وجوب القراۃ للامام والماموم فی الصلوٰت کلھافی الحضر والسفر ورقم ۷۵۷. مسلم'الصلوٰۃ'باب وجوب القراۃ الفاتحہ فی کل رکعۃ ورقم'۳۹۷.باب ۴۵)

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ''رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم مل کر چلتے پس ان کے سامنے کوئی درخت یا ٹیلہ آجاتا تو وہ دائیں بائیں منتشر ہوجاتے تھے پھر جب ملتے تو باہم ایک دوسرے کوسلام کرتے تھے۔(عمل الیوم واللیلۃ ابن بسنی ورقم والادب المفرد للبخاری ورقم ۱۰۱۱۔)

طبرانی میں ہے سیدناانس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہوتے توکسی درخت کی وجہ سے ہم جداہوجاتے توجب پھرملاقات ہوتی توہم میں سے بعض کوسلام کرتے۔(طبرانی فی''الاوسط''ورقم ۷۹۸۷. اس حدیث کومحقق کتاب ھذا محمدحسن اسماعیل الشافعی نے (حسن)قراردیاھے .طبع دارالکتاب العلمیۃ بیروت لبنان)

اللہ تعالیٰ کے لئے عمدہ لباس ترک کرنا:

مال ودولت کی فراوانی کے باوجودعمدہ لباس اورزیب وزینت کوترک کرنا انتہائی مشکل کام ہے۔غربت اورفقیری میں توسادہ لباس پہننا مجبوری ہوتی ہے مگرصاحب ثروت ہوتے ہوئے سادگی اپنانا بہت مشکل ہے۔شایدہی کوئی ایساخوش بخت ہوجس میں یہ خوبی پائی جاتی ہو'ایسا بھی نہیں ہونا چاہئے کہ آدمی مال ودولت کے باوجودسادگی کے نام پر زبردست کنجوس بن جائے اوراپنے مالک کے انعامات کااظہارہی نہ کرے۔سادہ صاف ستھرے اورپاک لباس اور میلے کچیلے بدبودارکپڑوں میں بہت فرق ہے۔

ابتدائی وحی میں (وثیابک فطھر) کاحکم ہواکہ اپنے کپڑوں کوپاک رکھاکر۔سادگی ایمان کاحصہ ہے اوراس دن بھی جس روزکوئی کسی کادکھ دردبانٹنے والانہ ہوگا'سادگی کام آجائے گی۔زیب وزینت کاترک کرناایمانی لباس کے پہننے کاسبب بنے گا۔ایمان کے لباس کازیب تن کرناساری مخلوقات کے سامنے ہوگااوریہ کتنی ہی عظمت اورمرتبے کی بات ہے کہ باقی لوگ پریشانی میں مبتلا ہوں گے اورسادگی اپنانے والے شخص کوسب کے سامنے ایمان کاحلّہ پہنایاجائے گا۔

سیدناعبداللہ بن ابی امامہ الحارثی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایاکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

''سادگی کااپنانااورزیب وزینت کوچھوڑ دیناایمان کاحصہ ہے۔''

(سنن ابن ماجہ للالبانی'کتاب الزھد'باب من مالا یؤبہ لہ'رقم الحدیث ۴۱۱۸)

تنگ گزران والا'پیوند لگے ہوئے کپڑے پہننے والا'سادگی کی فضیلت کواجاگرکرنے والی ایک اورحدیث ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جوشخص صرف اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اورعاجزی کرتے ہوئے بہترین لباس چھوڑ دے گا'قیامت کے دن ساری مخلوقات کے سامنے اللہ اسے بلائے گااوراختیاردے گاکہ ایمان کے (حلہ جات)لباسوں میں سے جوچاہے پہن لے۔''

(سنن ترمذی للالبانی'باب ۳۹.رقم الحدیث ۲۴۸۱.اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ اورامام البانی رحمہ اللہ نے حسن قراردیاھے.)

اللہ تعالیٰ ہمیں سادگی اپنانے اوراپنی ذات کے لئے زیب وزینت ترک کرنے کی توفیق عطافرمائے اوراپنے ان بندوں میں شامل فرمالے جوہارجیت کے دن ایمان کے لباس پہنائے جائیں گے۔

بقیہ: ابوعبداللہ غوری عبدالرشید شہیدؒ

بہنوں کے تاثرات:

ہمارا بھائی غیرت والا تھااس نے بہنوں کی عزت بچانے کے لئے اپنی جان دی ہے۔ہمیں فخرہے۔وہ بہت صفائی پسند تھامگر جس دن جانے لگااس کے کپڑوں پرمٹی لگی تھی مگراسے کوئی پرواہ نہ تھی ۔ایسے لگتا تھا جیسے اس کا یہاں دل نہ لگ رہاتھا۔اس نے ہمیں پردے کی تلقین کی ہے ہم ان شاءاللہ اس پرعمل کریں گی۔

معرکےاورکاروائیاں:

بھائی جب وادی میں لانچ ہوئے تو گائے کے پجاریوں کے لئے قہرالٰہی ثابت ہوئے۔جتنا عرصہ وادی میں رہے دشمن کوناکوں چنے چبواتے رہے۔11-10-2007 کو بھائی ایک اور ساتھی کے ساتھ بارہمولہ میں ملٹری کی گشتی پارٹی پرحملہ کرتا ہے اور JCO سمیت چھ فوجیوں کوجہنم واصل کیا۔آخری معرکہ جس میں بھائی شہید ہوئے 30 گھنٹے جاری رہا۔اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

بھائی فدائی حملوں کی پلاننگ کررہے تھے کہ انڈین آرمی نے چاروں طرف سے گھیرلیا۔یہ رات کاآخری پہرتھا۔پیش آمدہ حالات کو بھانپتے ہوئے مجاہدین نے فوری طور پرمنصوبہ بندی کرکے صبح ساڑھے سات بجے سرچنگ کرنے والی راشٹریہ رائفل کے دستوں پر حملہ کردیا۔اور یوں باقاعدہ لڑائی شروع ہوگئی۔ملٹری والوں نے اور کمک بھی منگوالی اوران مٹھی بھرفرزندان توحیدکوایک انچ بھی پیچھے نہ دھکیل سکے۔اس معرکہ میں ایک JCO سمیت 18 فوجی مردار ہوئے اورمتعددزخمی ہوئے۔جب دشمن نے درجنوں فوجی مردارکروا لئے توبزدلی کامظاہرہ کرتے ہوئے اس مکان کوبارود سے اڑا دیا۔اوراسطرح بھائی شہادت کے منصب پرفائز ہوئے۔اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کوقبول فرمائے۔آمین

وصیت نامہ ابوعبداللہ غوری عبدالرشید شہیدؒ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیاری امی اورابوجان:

میں یہ تحریرمیدان مقتل میں داخل ہونے سے پہلے لکھ رہا ہوں۔لیکن جب یہ تحریرآپ کوملے گی'اس وقت میں اس فانی دنیاکو چھوڑچکاہوں اوراللہ کی جنتوں میں پہنچ چکاہوں گا۔ان شاءاللہ

پیارے والدین:میری شہادت پرپریشان نہیں ہونا بلکہ اللہ کاشکراداکرنااورصبرکرتے ہوئے اللہ کے سامنے سجدہ ریزہوجانااور میری شہادت کی قبولیت کی دعاکرنا۔یہ جدائی عارضی ہے اس جدائی پرپریشان نہیں ہونا۔ان شاءاللہ ہماری ملاقات جنت کے دروازے پرہوگی۔میں جانتاہوں کہ آپ کے دل پربوجھ تو بڑاآئے گامگر یہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سنت ہے جب آپ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی توآپ ﷺ کہ رہے تھے کہ اے میرے شہرمکہ تجھے چھوڑنے کودل تونہیں چاہتامگراللہ کاحکم مانتے ہوئے پیارے شہرمکہ کو چھوڑناپڑا۔اورآپ ﷺ کی اس سنت کواپناتے ہوئے آج میں اپنے والدین اورگھربارکوچھوڑرہاہوں۔

پیارے بھائیواور بہنو:

میں جانتاہوں کہ آپ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے اوربڑا ہونے کے ناطے میرابہت احترام کرتے تھے۔یہ جدائی عارضی ہے ان شاءاللہ جنت میں اکٹھے ہونگے۔بھائی سستی کودورکریں اورجہاد کے رستے کواپنائیں کیونکہ یہی سیدھارستہ جنت کوجاتاہے۔میری گن کوگرنے نہیں دینا۔

پیاری بہنو:

اسلام کواپنا اوڑھنا بچھونا بنانا اور پردے کاخاص اہتمام کرنا۔گھرکواسلام کاگہوارہ بنانااورٹی۔وی وغیرہ کوگھرمیں داخل نہ ہونے دینا۔میری شہادت کی دعاکرنا۔اگرمجھ سے کوئی زیادتی ہوگئی ہوتوسارے گھروالے اللہ کے لئے مجھے معاف کردینا۔

میری جماعت کے ساتھیو:

آپ نے مجھے بہت پیاردیا۔آپ کوچھوڑنے کودل تونہیں چاہتامگراللہ کاحکم مانتے ہوئے یہ جدائیاں ان شاءاللہ جنت میں ختم ہوجائیں گی۔میری شہادت کی قبولیت کی دعاکرتے رہنا۔اورتربیت کے لئے نکلتے رہنا۔کیونکہ یہی اصل کامیابی کاراستہ ہے۔اللہ تعالیٰ آپ سب کوہمیشہ اپنی حفظ وامان میں رکھے۔آمین

محاسبہ:

پیارے بھائیواس شہید کاتذکرہ پڑھنے کے بعدہم اپنے گریبان میں جھانک کردیکھیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔کیاہم نے اپنی زندگیوں کوان شہداء کی زندگیوں کے مطابق کیاہے یاہم کافروں کی سازش کاشکارہوگئے ہیں اورانگریزی کلچراپنالیاہے؟آؤہم اپنا محاسبہ کریں۔کیونکہ ہم شہداء کے وارث ہیں۔اورقیامت کے دن اگران شہداء نے ہماری طرف اپنے خون آلودہاتھ ملنے کیلئے بڑھائے توکیاہم ان سے مل پائیں گے؟آؤہم غورکریں اگرکچھ کمی ہے تو اسے دورکریں۔کیونکہ موت توسرپرکھڑی ہے۔

قسط نمبر 3

آیئے عربی سیکھیں......

شباب مسلم کو اپنی دینی زبان سکھانے کے لئے ایک دلچسپ سلسلہ

مسالا جات
اَلْبَھَارَات

عربی میں مسالا جات کے لئے اَلْبَھَارَات اور تَوَابِل کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

ھِیْلٌ	الائچی	قَرَنْفُلٌ	لونگ
کَمُّوْنٌ	زیرہ	فِلْفِلٌ	مرچ
مِلْحٌ	نمک		

روزمرہ استعمال ہونے والی چند چیزوں کے نام:

دُھْنٌ	تیل	سَمْنٌ	گھی
حِنْطَۃٌ	گندم	اُرُزٌّ	چاول
اَلشَّایُ	چائے	خُبْزٌ	روٹی
سُکَّرٌ	چینی	دَقِیْقٌ	آٹا

الفاظ کو بار بار پڑھ کر یاد کریں تاکہ جملے بنانے میں آسانی ہو۔

جملے بنانے کی مشق
تَدْرِیْبُ الْجُمَلِ

یہ میرا دوست ہے۔ دوست کو عربی میں صَدِیْق کہتے ہیں۔ میرا دوست کی عربی ہوئی صَدِیْقِی۔ اب جملہ بنا ھٰذَا صَدِیْقِیْ۔ (یہ میرا دوست ہے۔)

یہ میری بہن ہے	ھٰذِہٖ اُخْتِیْ
یہ میری والدہ ہے	ھٰذِہٖ اُمِّیْ
یہ میری بیوی ہے	ھٰذِہٖ زَوْجَتِیْ
یہ میرے والد ہیں	ھٰذَا اَبِیْ
آپ کیا چاہتے ہیں؟	مَاذَا تُرِیْدُ؟

چائے پیجئے	اِشْرَبِ الشَّایَ
یہ کھانا کھائیے	کُلْ ھٰذَا الطَّعَامَ
آپ بھوکے ہیں	اَنْتَ جَوْعَانُ
آپ پیاسے ہیں	اَنْتَ عَطْشَانُ
آپ کیا کرتے ہیں؟	مَاذَاتَفْعَلُ؟
میں حاضر ہوں	اَنَاحَاضِرٌ
آپ کی عمر کتنی ہے؟	کَمْ عُمُرُکَ؟
قلی! ادھر آؤ	یَاحَمَّالُ !تَعَالَ
یہ بکس اٹھاؤ	اِحْمِلْ ھٰذِہِ الْحَقِیْبَۃَ
ادھر جائیے	رُحْ ھُنَاکَ
ہوٹل کہاں ہے؟	اَیْنَ الْفُنْدُقُ؟
میری بات سنیں	اِسْمَعْ کَلَامِیْ
بازار کہاں ہے؟	اَیْنَ السُّوْقُ؟
میرے پاس بیٹھیں	اِجْلِسْ عِنْدِیْ
کیا آپ نے دیکھا؟	ھَلْ رَاَیْتَ؟
میں خوش ہوں	اَنَامَسْرُوْرٌ
ٹائم کیا ہوا ہے؟	کَمِ السَّاعَۃُ؟
صبح بخیر	صَبَاحَ الْخَیْرِ
شب بخیر	مَسَاءَ الْخَیْرِ
سلامتی کے ساتھ	مَعَ السَّلَامَۃِ
مبارکباد	مَبْرُوْکٌ
دراصل	فِی الْحَقِیْقَۃِ
برائے مہربانی	مِنْ فَضْلِکَ
آپ کا شکریہ	شُکْرًالَکُمْ

کیا آپ سمجھ گئے؟	ھَلْ فَھِمْتَ
میں بہت خوش ہوں	اَنَافَرْحَانٌ جِدًّا
جیسے آپ چاہیں	کَمَاتَشَاءُ
جیسے آپ چاہیں	عَلٰی رَاحَتِکَ
آپ نے کیا کہا؟	مَاذَاقُلْتَ؟
میں پاکستانی ہوں؟	اَنَابَاکِسْتَانِیٌّ
آپ کا کیا حال ہے؟	کَیْفَ حَالُکُمْ
میں نے کچھ نہیں کہا	مَاقُلْتُ شَیْئًا
ادھر جائیے	اِذْھَبْ ھُنَاکَ
آئندہ ملاقات تک	اِلَی اللِّقَاءِ
خوش آمدید	اَھْلًا وَسَھْلًا
آئیے	تَعَالَ
ہاں، میں جانتا ہوں	نَعَمْ اَعْرِفُ
بہت تھوڑا	قَلِیْلًا جِدًّا
آرام کیجئے	اِسْتَرِحْ
یہاں تشریف رکھئے	تَفَضَّلْ ھُنَا
یہاں انتظار کیجئے	اِنْتَظِرْ ھُنَا
میں نہیں کرسکتا	لَا اَسْتَطِیْعُ
کیا بارش ہوئی؟	ھَلْ نَزَلَ الْمَطَرُ؟
جلد اٹھئے	قُمْ بِسُرْعَۃٍ
دیر مت کیجئے	لَا تَتَاَخَّرْ
ایک دن بعد	بَعْدَیَوْم
ایک ہفتہ بعد	بَعْدَاُسْبُوْعٍ
ایک مہینہ بعد	بَعْدَ شَھْرٍ

ایک سال بعد	بَعْدَ سَنَةٍ
ایک سال پہلے	قَبْلَ سَنَةٍ
وہ یہاں آیا تھا	جَآءَ هُنَا
اوپر سے گرا	سَقَطَ مِنْ فَوْقٍ
ہم یہ خریدیں گے	نَشْتَرِیْ هٰذَا
آپ کیا پیتے ہیں؟	مَاذَا تَشْرَبُ؟
گھنٹی بجائیے	دُقَّ الْجَرَسَ
یہ پاسپورٹ ہے	هٰذَا جَوَازُ السَّفَرِ
ہم یہ بیچیں گے	نَبِیْعُ هٰذَا
آپ کا پتا کیا ہے؟	مَاعُنْوَانُکَ؟
تازہ پانی لائیں	اُحْضِرْ مَاءً طَازِجاً
تم کیوں آئے؟	لِمَ جِئْتَ؟
پانی لائیے	اِیْتِ بِالْمَاءِ
جلدی لائیے	اِیْتِ بِالسُّرْعَةِ
میں زیادہ سیر ہو گیا	شَبِعْتُ کَثِیْراً
آپ نے ٹھیک کہا	صَدَقْتَ
مجھے کچھ کھلا دو	اَطْعِمْنِیْ شَیْئًا
پانی ٹھنڈا کرلے	بَرِّدِالْمَآءَ
تم کب آئے؟	مَتٰی جِئْتَ؟
پانی گرم کرلے	سَخِّنِ الْمَآءَ
آپ ٹھیک کہتے ہیں	اَلْحَقُّ مَعَکَ
تو لکھ	اُکْتُبْ
میرے قریب آؤ	اِقْتَرِبْ اِلَیَّ
آہستہ چل	اِمْشِ بِالرَّاحَةِ
جواب دے	اَجِبْ
تو پڑھ	اِقْرَأْ
پوچھ، سوال کر	اِسْئَلْ
تو یاد کر	اِحْفَظْ
تو دیکھ	اُنْظُرْ
تو استعمال کر	اِسْتَعْمِلْ
میں جانتا ہوں	اَعْرِفُ
اختیار کر	اِخْتَرْ
کوشش کر	حَاوِلْ
تبدیل کر	غَیِّرْ

ساتھی	زَمِیْلٌ
زیادہ ساتھی	زُمَلَآءُ
آپ کیا کھاتے ہیں؟	مَاذَا تَأْکُلُ؟
کیا آپ شادی شدہ ہیں؟	هَلْ اَنْتَ مُتَزَوِّجٌ؟
آپ کے کتنے بچے ہیں؟	کَمْ وَلَدًا عِنْدَکَ؟
میں راستہ بھول گیا	اَنَا نَسِیْتُ الطَّرِیْقَ
میں اپنے کام میں حیران ہوں	اَنَا مُتَحَیِّرٌ فِیْ اُمُوْرِیْ
آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟	مَاذَا تَشْعُرُ؟
آپ نے کیا دیکھا ہے؟	مَاذَارَأَیْتَ
کیا آپ کے پاس گھڑی ہے؟	هَلْ عِنْدَکَ سَاعَةٌ؟
میں آپ سے رخصت چاہتا ہوں	اَسْتَاذِنُکُمْ
آپ کا گھر کہاں ہے؟	اَیْنَ بَیْتُکَ؟
آپ کی قومیت کیا ہے؟	مَاجِنْسِیَّتُکَ؟
میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں	اُرِیْدُ اَنْ اَلْقَاکُمْ
کوئی حرج نہیں یا کوئی بات نہیں	لَابَأْسَ
میں آپ سے کیا کہوں	مَااَقُوْلُ لَکَ
مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوئی	فَرِحْتُ بِلِقَائِکُمْ
کیا آپ اردو زبان جانتے ہیں؟	هَلْ تَعْرِفُ الْاُرْدِیَّةَ
برائے مہربانی یہ لیجئے	مِنْ فَضْلِکَ خُذْ هٰذَا
میرے بھائی! معذرت	عَفْوًایَااَخِیْ
میں نے بہت انتظار کیا	اِنْتَظَرْتُ کَثِیْرًا
یہ میرا بڑا بھائی ہے	هٰذَا اَخِی الْکَبِیْرُ
میں کچھ دیر آرام کروں گا	اَسْتَرِیْحُ قَلِیْلًا
یہ میرا چھوٹا بھائی ہے	هٰذَا اَخِی الصَّغِیْرُ
آپ نے کیوں تاخیر کی؟	لِمَاذَا تَاَخَّرْتَ؟
وہاں واپس چلے جائیں	اِرْجِعْ هُنَاکَ
وہ آپ کو بلا رہا ہے	هُوَیُنَادِیْکَ
آپ کیوں غمگین ہیں؟	لِمَاذَا اَنْتَ حَزِیْنٌ؟
ٹیکسی میں لوٹ جائیے	اِرْجِعْ بِالتَّاکْسِیْ
یہ آدمی کون ہے؟	مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ
بس سٹاپ کہاں ہے؟	اَیْنَ مَوْقِفُ الْاُتُوْبِیْسِ

میں مکہ جا رہا ہوں	اَنَا ذَاهِبٌ اِلٰی مَکَّةَ
میں جدہ سے آیا ہوں	اَنَا قَادِمٌ مِّنْ جُدَّةَ
یہ میرا شناختی کارڈ ہے	هٰذِهٖ بِطَاقَتِیْ
مجھے ٹھنڈا پانی پلا دو	اِسْقِنِیْ مَآءً بَارِدًا
میری گھڑی پیچھے ہے	سَاعَتِیْ مُتَأَخِّرَةٌ
میری گھڑی خراب ہے	سَاعَتِیْ خَرْبَانَةٌ
موسم کیا ہے؟	کَیْفَ الْجَوُّ

اوقات
اَلتَّوْقِیْت

ایک بجا ہے	اَلسَّاعَةُ الْوَاحِدَةُ
دو بجے ہیں	اَلسَّاعَةُ الثَّانِیَةُ
تین بجے ہیں	اَلسَّاعَةُ الثَّالِثَةُ
چار بجے ہیں	اَلسَّاعَةُ الرَّابِعَةُ
پانچ بجے ہیں	اَلسَّاعَةُ الْخَامِسَةُ
چھ بجے ہیں	اَلسَّاعَةُ السَّادِسَةُ
سات بجے ہیں	اَلسَّاعَةُ السَّابِعَةُ
آٹھ بجے ہیں	اَلسَّاعَةُ الثَّامِنَةُ
نو بجے ہیں	اَلسَّاعَةُ التَّاسِعَةُ
دس بجے ہیں	اَلسَّاعَةُ الْعَاشِرَةُ
گیارہ بجے ہیں	اَلسَّاعَةُ الْحَادِیَةَ عَشَرَ
بارہ بجے ہیں	اَلسَّاعَةُ الثَّانِیَةَ عَشَرَ
ڈیڑھ بجا ہے	اَلسَّاعَةُ الْوَاحِدَةُ وَالنِّصْفُ
سوا ایک بجا ہے	اَلسَّاعَةُ الْوَاحِدَةُ وَالرُّبُعُ
پونا ایک بجا ہے	اَلسَّاعَةُ الْوَاحِدَةُ اِلَّا رُبُعًا
ایک بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں	اَلسَّاعَةُ الْوَاحِدَةُ وَالثُّلُثُ

کسی بھی عدد کے ساتھ اِلَّا ثُلُثًا لگانے کا مطلب یہ ہوگا کہ

بیس منٹ کم ہیں۔ یعنی

اَلسَّاعَةُ الثَّانِیَةُ اِلَّا ثُلُثًا

دو بجنے میں بیس منٹ باقی ہیں۔

چند باتیں

پیارے بچو.......... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ چھٹیوں کو خوب انجوائے کر رہے ہوں گے' سارا دن کھیل کود میں گزار دیا یا پھر امی ابو سے ڈانٹ پڑی تو کچھ دیر بیٹھ کر چھٹیوں کا کام بھی کر لیا۔ کچھ بچوں کو ٹیوشن سنٹر جانا پڑتا ہوگا مگر وہ بھی یقیناً زیادہ وقت کھیلنے میں ہی گزار دیتے ہوں گے۔

پیارے بچو! آپ نے دیکھا ہی ہوگا کہ کھیل کود میں بعض دفعہ لڑائی بھی ہو جاتی ہے۔ ایک فریق کہتا ہے کہ تم نے بے ایمانی کی ہے' دوسرا کہتا ہے کہ نہیں تم ہمیشہ بے ایمانی کرتے ہو۔ بس پھر بات بڑھتی جاتی ہے اور ایک دوسرے سے ناراض ہو کر دونوں فریق گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔ لیکن آج ہم نے ذرا غور کرنا ہے کہ کیا اسلام میں کسی مسلمان بھائی سے ناراض ہونا جائز ہے؟ اور پھر ہمارے پیارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے؟

''ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین راتوں سے زیادہ (دوستی) چھوڑے رکھے۔ وہ دونوں ملیں تو یہ اس طرف منہ پھیرے اور وہ اس طرف منہ پھیرے اور ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔'' (متفق علیہ)

تو پیارے بچو! ہمارے پیارے نبی ﷺ نے تو تین راتوں سے زیادہ ناراضگی رکھنے سے منع فرمایا ہے اور سلام میں پہل کرنے والے کو بہتر کہا ہے۔ بس آج سے ہم نے بھی دیکھنا ہے کہ میں اپنے کس کس دوست سے ناراض ہوں۔ اسے جا کر ملنا ہے اور سلام میں پہل کرتے ہوئے اسے منانا ہے' تا کہ ہمارا شمار بھی بہترین لوگوں میں ہو اور ہم اپنے پیارے نبی ﷺ کی بات کو مان کر جنت کے مستحق بن جائیں۔ آمین

والسلام

انچارج گوشہ اطفال

تاریخ کے جھروکوں سے

بیدار ہونے کے بعد اس شخص نے پہلا کام یہ کیا کہ وہ اس بت کے پاس گئے جو گھر کے ایک کونے میں نصب تھا۔ جھک کر اسے سلام کیا اور اسے وہ عمدہ عطر لگایا جو وہ اپنے تجارتی مرکز سے لائے تھے۔ بعد ازاں وہ بیش قیمت ریشمی کپڑا اسے پہنایا جو ایک روز پہلے ایک یمنی تاجر نے انہیں بطور تحفہ دیا تھا۔ دن چڑھے وہ اپنے گھر سے نکلے یہ شخص اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بڑے گہرے دوست تھے۔ گو کہ دونوں کا مذہب اب ایک نہیں رہا تھا مگر زمانہ جاہلیت کی دوستی ابھی تک قائم تھی اور عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ انہیں اسلام کی دعوت دیتے رہتے اور شرک سے اجتناب اور نورِ اسلام سے فیض یاب ہونے کی مسلسل تلقین کرتے رہتے۔

ایک دن یہ اپنے تجارتی مرکز پہنچے اور مسند پر بیٹھتے ہی خرید و فروخت میں مشغول ہو گئے۔ انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ ان کی غیر موجودگی میں ان کے گھر کیا واقعہ ہونے والا ہے۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ان کی غیر موجودگی میں ان کے گھر پہنچے اور خاتونِ خانہ سے گھر کے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ اجازت ملنے پر آپ رضی اللہ عنہ سیدھے اس کمرے میں گئے جہاں پوجا پاٹ کے لئے بت نصب کیا گیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بغل سے کلہاڑی نکالی اور بت پر زوردار وار کئے۔ کچھ دیر میں ہی بت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین بوس ہو چکا تھا۔ ان کے جانے کے بعد اس شخص کی بیوی کمرے میں داخل ہوئی تو بت کے ٹکڑے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ یہ عجیب و غریب حالت دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ غم کے مارے رونا شروع کر دیا اور نوحہ کرتے کرتے کہنے لگی: ''اے ابن رواحہ تو نے مجھے ہلاک کر دیا۔ اے ابن رواحہ تو نے مجھے ہلاک کر دیا۔''

تھوڑی دیر بعد وہ شخص گھر میں داخل ہوا تو کیا دیکھا کہ اس کی بیوی گھر کی دہلیز پر بیٹھی زار و قطار رو رہی ہے۔ پوچھا کیا ہوا؟ تو جواب ملا کہ ''آپ کی غیر موجودگی میں ابن رواحہ رضی اللہ عنہ گھر آئے تھے' اجازت لے کر کمرے کے اندر داخل ہوئے اور بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ ذرا اندر جا کر دیکھیں کہ انہوں نے کس قدر ظلم ڈھایا ہے۔ اس شخص نے جب بت کی یہ حالت دیکھی تو سخت غصے میں آ گئے اور عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ سے انتقام لینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد غصہ ختم ہونے لگا اور اس حادثے پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے لگے۔ ان کے دل میں فوراً خیال آیا کہ اگر اس بت میں کوئی خوبی ہوتی تو آج یہ ضرور اپنا دفاع کرتا اور ہم کس قدر بے شعور ہیں کہ جو اپنے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہم اس کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ اس خیال کا آنا تھا کہ دل کی دنیا بدل گئی۔ فوراً عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی محنت سے اسلام لانے والے اس صحابی کا نام ابو درداء عویمر بن مالک خزرجی رضی اللہ عنہ تھا۔

(عمیر خورشید۔ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور)

فرمان ربّ العالمین

''اور یقیناً وحی کی گئی آپ کی طرف اور ان لوگوں کی طرف جو آپ سے پہلے تھے کہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرا عمل ضرور ہی ضائع ہو جائے گا اور تو خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔'' (الزمر۔ 65/39)

فرمانِ رحمت اللعالمین ﷺ

''ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تو اللہ کے لئے شریک بنائے۔'' (متفق علیہ)

چار کا قاتل

امیر المجاہدین محمد رسول اللہ ﷺ نے معرکہ کفر و ہلال کے شروع ہونے سے پہلے ایک صحابی ؓ سے دریافت کیا کہ تم لڑائی کیسے لڑو گے؟

جواب عرض کرنے کے لئے کھڑے ہوئے' کمان ہاتھ میں پکڑی اور کہا جب دشمن سو ہاتھ کے فاصلے پر ہوگا تو لڑائی تیر اندازی سے ہوگی......

جب دشمن زیادہ آگے آجائے گا تو لڑائی نیزے کے ساتھ ہوگی یہاں تک کہ نیزے ٹوٹ جائیں گے اور جب نیزے ٹوٹ جائیں تو لڑائی تلوار سے دست بدست ہوگی۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''واقعی جنگ اسی طرح لڑنی چاہئے...... جو دشمن سے جنگ لڑنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس صحابی ؓ کی طرح جنگ لڑے۔''

اور پھر صحابہ کرام ؓ نے دیکھا کہ اس صحابی ؓ نے اسلام اور کفر کی پہلی جنگ میں دشمن کو صحیح معنوں میں ناکوں چنے چبوائے۔ جنگ بدر میں مشرکین شکست کھا کر بدلے کی تدبیریں سوچنے لگے۔ ابوسفیان نے تجارتی مال کا سارا منافع مسلمانوں سے انتقام کے لئے علیحدہ کر دیا۔ مکہ کے ہر کافر و مشرک میں بدلے کی آگ جلتی رہی یہاں تک کہ جنگ احد کا وقت آن پہنچا۔

بدلے کی آگ میں جلتے بجھتے اور بڑے چھوٹے' امیر غریب کی تقسیم ختم کرتے ہوئے قریش احد پہاڑ کی طرف رواں دواں تھے۔ ان کے ہمراہ قریش کی نامور خواتین بھی تھیں تاکہ وہ مردوں کے دلوں میں آبائی غیرت کو جگائیں اور انہیں جنگ کے لئے ابھاریں۔ ان عورتوں میں ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ' عمرو بن عاص کی بیوی ریطہ اور طلحہ کی بیوی سلافہ بنت سعد اپنے تینوں بیٹوں مسافع' جلاس اور کلاب کے ہمراہ شامل تھیں۔

جونہی جنگ کا آغاز ہوا اور دونوں فوجیں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئیں تو ان قریشی عورتوں نے ایک گیت گانا شروع کر دیا جس سے کافروں کا غصہ مزید دو آتشہ ہو گیا۔

جذبات سے لبریز ترانہ شہسواروں کے سینوں میں قبائلی غیرت کی آگ بھڑکاتا اور ان کے سینوں میں جادو سا اثر کرتا......

تلواریں ایک دوسرے سے ٹکراتی رہیں اور میدان جنگ کا پلڑا کافروں کی طرف جھکنے لگا۔ جنگ سرد پڑ گئی تو مسلمانوں پر قریش کو عارضی غلبہ حاصل ہو گیا۔ عورتیں رقص کرنے لگیں اور کئی عورتوں نے مسلمانوں کی لاشوں کے اعضاء کاٹنے شروع کر دیئے۔ انہی عورتوں میں سلافہ بنت سعد اپنے تینوں بیٹوں اور خاوند کو تلاش کرتی پھر رہی تھی کہ اگر وہ نظر آ جائیں تو میں بھی قریش کی فتح پر خوشیاں منا سکوں۔ کافی انتظار کے بعد اس نے لاشوں کو ٹٹولنا شروع کر دیا اور اچانک اس کے قدم تھم گئے......

سامنے کا منظر کم از کم اس کے لئے نہایت ہی بھیانک تھا۔ اس سے کچھ فاصلے پر اس کے خاوند کی خون میں لتھڑی لاش اس کا منہ چڑا رہی تھی۔ وہ دیوانہ وار اپنے بیٹوں کی تلاش میں دوڑی اور کچھ دور ہی اسے احد پہاڑ پر بکھری اپنے بیٹوں کی لاشیں نظر آ گئیں۔ سافع اور کلاب تو واصل جہنم ہو چکے تھے مگر جلاس کی ابھی کچھ سانسیں باقی تھیں۔ سلافہ غم کی تصویر بنی جلاس کے پاس پہنچی اور اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ کچھ ہی دیر میں اس کا تیسرا بیٹا بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

دوسری طرف غزوہ احد کے بعد مسلمان مدینہ کی جانب پلٹ رہے تھے اور معرکہ آرائی کے متعلق آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ ایک صحابی ؓ کے کارنامے کا ذکر پورے قافلے میں پھیل گیا جس نے ایک ہی خاندان کے 4 افراد کو قتل کیا تھا۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہ صحابی عاصم بن ثابت ؓ تھے۔ یاد رہے یہ وہی صحابی ہیں کہ جن سے اللہ کے نبی ﷺ نے جنگ لڑنے کے انداز کے متعلق پوچھا تھا اور ان کے جواب کے بعد فرمایا تھا کہ ''جو دشمن سے لڑنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ عاصم بن ثابت ؓ کی طرح جنگ لڑے۔''

غزوہ احد کے کچھ عرصہ بعد ہی محمد رسول اللہ ﷺ نے چھ صحابہ کرام ؓ کو ایک خاص مشن پر روانہ کیا۔ اس مختصر سے قافلے کا امیر عاصم بن ثابت ؓ کو بنایا گیا۔

یہ منتخب صحابہ کرام ؓ نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے مشن پر روانہ ہوئے۔ مکہ مکرمہ سے ابھی تھوڑی دور ہی تھے کہ بنو ہذیل کی ایک جماعت نے ان کا گھیراؤ کر لیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر عاصم بن ثابت ؓ اور ان کے ساتھیوں نے اپنی تلواریں نکالیں اور مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ یہ منظر دیکھ کر بنو ہذیل کہنے لگے:

''آج تم ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بخدا ہم تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتے' اگر تم اپنے ہتھیار ڈال دو تو ہم اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر تم سے عہد کرتے ہیں کہ تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔''

یہ تجویز سن کر صحابہ ؓ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت عاصم بن ثابت ؓ نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا:

''میں تو مشرکوں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالوں گا۔''

تلوار نکالی اور یہ دعا کی ''الٰہی! میں تیرے دین کی حفاظت اور اس کا دفاع کرتا ہوں' از راہ کرم میرے گوشت اور ہڈیوں کی حفاظت فرمانا اور میرے جسم کا گوشت اور ہڈیاں تیرے دشمنوں کے ہاتھ نہ لگیں۔''

یہ دعا کی اور بنو ہذیل پر حملہ کر دیا' ان کے دو ساتھی بھی حملہ آور ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے عاصم بن ثابت ؓ کی دعا سن لی اور انہیں دشمن کے ہاتھ نہ لگنے دیا۔ تینوں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ باقی تین صحابہ کرام ؓ جنہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے کو بھی دشمن نے دھوکے سے شہید کر دیا۔

(بحوالہ جرنیل صحابہ ؓ)

(محمد عبداللہ)

سچی باتیں

ہر روز صبح سے لے کر رات تک، آپ جو کچھ کہتے ہیں کبھی آپ نے تنہائی میں اس پر بھی غور فرمایا ہے؟ ہر روز جتنی باتیں آپ کی زبان پر آتی ہیں، کبھی آپ نے انھیں قلم بند کر کے سوچا ہے کہ کتنی باتیں ان میں جائز تھیں اور کتنی بے جا؟ کتنے لفظ زبان پر لانے والے تھے، کتنے نہ تھے؟ کبھی آپ نے اس کا حساب لگایا ہے کہ ہر روز بلا ناغہ جتنی گفتگو آپ فرماتے ہیں، اس کا کتنا حصہ عبث، فضول اور غیر ضروری ہوتا ہے، کتنا حصہ ایسا ہوتا ہے جس سے دوسروں کی دل شکنی اور دل آزاری ہوتی ہے، کتنا حصہ جھوٹ، مبالغہ اور ناراستی پر مشتمل ہوتا ہے، کتنے حصے سے دوسروں کی غیبت ہوتی ہے، کتنے سے اپنی بڑائی اور خود بینی نکلتی ہے، کتنے سے اللہ کے ساتھ بے تعلقی، بدگمانی اور بے اعتباری ثابت ہوتی ہے، کتنا دوسروں کی خوشامد اور جھوٹی تعریف کیلئے وقف ہوتا ہے اور کتنے حصہ میں محض اپنی بات کو سچ کرنے، نبھانے، یا سننے والے کو خوش کرنے کیلئے آپ کو اپنی دیانت و خودداری کا خون کرتے رہنا پڑتا ہے؟ ساری عمر کا اندازہ نہ کیجئے، ایک سال، ایک مہینہ، ایک ہفتہ کا بھی حساب جانے دیجئے، صرف ایک شبانہ روز ہی کا حساب کر کے اسے جانچ لیجئے۔

اقوال زریں

☆ گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے مگر گناہ سے بچنا واجب تر ہے۔

☆ انسان دنیا میں رہنے کے سامانوں میں لگا ہے اور دنیا اسے نکالنے میں سرگرم ہے۔

☆ توبۃ النصوح اس کا نام ہے کہ برے عمل سے اس طرح توبہ کی جائے کہ پھر اس کو نہ کرے۔

☆ بری عادت پر غالب آنا کمال فضیلت ہے۔

☆ دہقان جو کچھ بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔

☆ کمزوریوں میں سب سے بڑی کمزوری مایوسی ہے۔

☆ زبان کی لغزش قدموں کی لغزشوں سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔

☆ عالم قلم پر اور صوفی قدم پر چلتا ہے۔

(محمد فضل الرحمٰن انیس، فروکہ ضلع سرگودھا)

آپ دوسروں کو بے احتیاط، بدزبان، دروغ گو، مفتری، عیب چیں، فتنہ پرداز، سخن چیں قرار دینے میں اکثر جلدی فرما دیا کرتے ہیں، لیکن خود اپنی روزانہ گفتگوؤں کو کبھی آپ نے اس پیمانے سے ناپا ہے جو آپ دوسروں کیلئے ہر وقت ہاتھ میں لئے رہتے ہیں؟ کیا آپ کے خیال میں آپ کی گفتگو سے متعلق آپ پر کوئی باز پرس نہ ہوگی؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ

آپ کی زبان سے جو کچھ نکلتا جا رہا ہے، یہ کہیں اور حرف بہ حرف قلم بند نہیں ہوتا جا رہا ہے؟ کیا آپ کے نزدیک آپ کی زبان ہر قسم کی ذمہ داری سے آزاد اور مستثنیٰ ہے؟ کیا آپ کے عقیدے میں صدق مطلق کا یہ وعدہ کہ انسان کوئی بات نہیں بولتا، (مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید) مگر یہ کہ اس کیلئے ایک نگہبان تیار رہتا ہے، (نعوذ باللہ) جھوٹ ہے؟ یا آپکو یہ اطمینان ہے کہ آپ کی زبان سے جو کچھ نکل رہا ہے کم از کم اس پر کسی کو گرفت نہیں ہو سکتی؟ اگر ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہے تو پھر آپ اپنی گفتگوؤں کی طرف سے اس قدر مطمئن، بے پروا، اور بے خوف کیوں ہیں؟ کیا قبل اس کے کہ دوسرے کے سامنے حساب دینا پڑے، خود ہی اپنے سے حساب لینا بہتر نہ ہوگا؟

تاریخ اور تذکروں میں آپ پیمبروں، بزرگوں اور اخلاق و روحانیت کے بڑے بڑے مقدس و برگزیدہ رہبروں کے حالات پڑھ چکے ہیں، کیا (نعوذ باللہ) ان میں سے کوئی بھی ''یاوہ گو'' گزرا ہے؟......... خود اپنا تجربہ و مشاہدہ آپ کو کیا بتاتا ہے؟ زیادہ گوئی سے جھگڑے اور فساد بڑھتے ہیں، لوگوں کو ملال و عناد پیدا ہوتا ہے' اپنے قلب پر غفلتوں کا پردہ اور گہرا ہوتا جاتا ہے، آپس کی رنجشاور بدگمانیاں بڑھتی ہیں، اپنے نامہ اعمال میں جھوٹ، مبالغہ، طنز، غیبت، خود بینی، غصہ، سخت کلامی، وغیرہ کے عنوانات میں اور اضافہ ہوتا رہتا ہے، یا اس کے برعکس سکون خاطر و اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے، روح کو تسلی و تسکین نصیب ہوتی ہے، اور اپنی ذمہ داریوں کا بوجھ ہلکا ہوتا معلوم ہوتا ہے؟ اگر آج ہم میں سے ہر شخص محض اتنا عزم کر لے کہ آئندہ سے اپنی زبان اپنے قابو میں رکھے گا، تو ذاتی اور خاندانی' شخصی اور قومی، کتنی خرابیوں، کتنی رنجشوں، کتنے فتنوں کا اسی لمحہ اور اسی آن خاتمہ ہو سکتا ہے! (قولوا قولا سدیدا) (بات کہو تو پکی اور مضبوط) کا فرمان جہاں وارد ہوا ہے، وہیں معاویہ بشارت بھی دی گئی ہے کہ (یصلح لکم اعمالکم) (تمہارے عملوں کی اصلاح ہو جائے گی، تمہارے بگڑے ہوئے کام بن جائیں گے)۔ کاش ایک مرتبہ بھی، ہمیں اس خدائی نسخہ پر عمل کی توفیق ہو جائے! (آمین)

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور)

دو درہم

ایک دفعہ ایک شخص نے محمد بن سیرین پر جھوٹا دعوی کر دیا کہ انہوں نے میرے دو درہم دینے ہیں۔ آپ نے اس سے انکار کر دیا۔ اس شخص نے کہا کیا تم قسم اٹھاتے ہو کہ میرے دو درہم تمہارے ذمے واجب الادا نہیں ہیں؟ اس شخص کا خیال تھا کہ اتنی حقیر رقم کی خاطر یہ قسم نہیں اٹھائیں گے۔ لیکن محمد بن سیرین نے اسے جواباً ہاں کہا: اور قسم اٹھا دی۔ لوگوں نے کہا: اے ابن سیرین صرف دو درہموں کیلئے آپ نے قسم اٹھالی؟ حالانکہ آپ نے چالیس ہزار درہم محض شک کی بنا پر چھوڑ دیے تھے جبکہ کوئی تاجر بھی شک کی بنیاد پر اپنا اتنا بڑا نقصان نہیں کرتا۔ ابن سیرین نے کہا: ہاں میں نے قسم اس لئے اٹھائی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اسے حرام کھلاؤں۔ اور میں جانتا ہوں کہ اس انداز میں حاصل ہونے والے دو درہم اس کیلئے حرام ہیں۔

(محمد فضل الرحمٰن انیس، فروکہ، ضلع سرگودھا)

''مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں ہمارے گھروں کی طرف رخ کرنے کی ہمت کیسے ہوئی؟'' یہ الفاظ اُسید بن حضیر کے تھے۔ واقعہ کچھ یوں تھا کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اسلام کی دعوت دینے کے لئے مدینہ میں آئے ہوئے تھے کہ قبیلہ اوس کے سردار اُسید بن حضیر کو کسی نے اطلاع دی کہ مکہ کا ایک شخص لوگوں کو اپنے دین کی دعوت دینے میں دن رات مصروف ہے اور اسعد بن زرارہ نے اسے اپنے گھر میں ٹھہرایا ہوا ہے۔

اُسید بن حضیر نے جب یہ سنا تو نیزا پکڑا اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؓ ایک مجمع میں اسلام کی دعوت دے رہے تھے۔ اُسید بن حضیر آپؓ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور بولا ''ہمارے کمزور لوگوں کو پھسلانے اور ورغلانے کے لئے تمہیں کس نے اجازت دی۔ کان کھول کر میری بات سنو اگر تمہیں اپنی جان کی

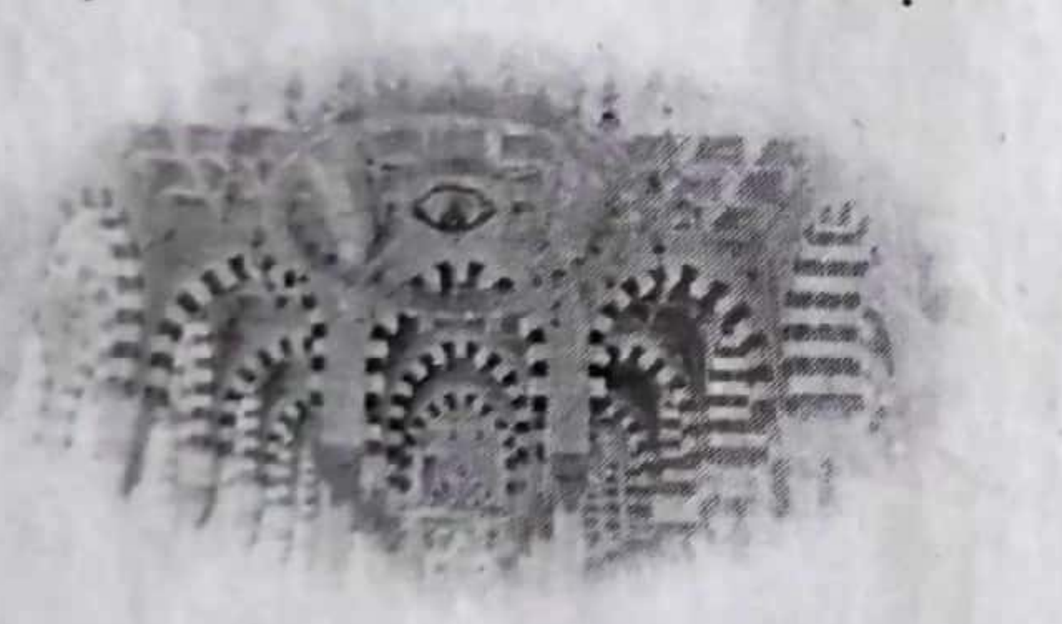

ضرورت ہے تو اسی وقت ہماری بستی سے نکل جاؤ۔''

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے بڑے میٹھے انداز میں ارشاد فرمایا: ''میرے بھائی! کیا تمہیں خیر اور بھلائی مطلوب ہے' اس نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا ''خیر اور بھلائی کیا ہوتی ہے؟''

آپؓ نے فرمایا: ''آپ ہمارے پاس چند لمحے بیٹھیں' میری باتیں سنیں اگر آپ کو یہ پسند آئیں تو قبول کر لینا اور اگر پسند نہ آئیں تو ہمارا آپ سے وعدہ رہا کہ ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔''

یہ سن کر اسید بن حضیر نے کہا بات تو آپ کی دل کو لگی ہے۔ ساتھ ہی نیزہ زمین میں گاڑا اور آرام سے بیٹھ گیا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت دینا شروع کی اور جوں جوں آپؓ قرآن کی تلاوت کرتے گئے توں توں اس کی حالت بدلتی گئی۔ آخر کار اس نے پوچھا کہ اسلام میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر اس نے غسل کیا' پاکیزہ لباس پہنا اور

لے۔ خود بش کا سب سے بڑا کارندہ شیطان کا پُرزہ کولن پاول امریکی تاریخ کا سفاک جلاّد عالمی ذرائع ابلاغ کے سامنے یہ اعتراف کرتا ہے کہ گونتا ناموبے کے عقوبت خانے کو فوراً بند کر دیا جائے اور ان قیدیوں کو سول عدالتوں میں منتقل کر کے انصاف پر مبنی فیصلے کیے جائیں۔ کیونکہ امریکہ کی ساکھ اس وجہ سے بہت متاثر ہو رہی ہے۔ ادھر نیویارک انٹرنیشنل ڈیسک کی رپورٹ کے مطابق امریکن فوجی بے گناہ عراقی شہریوں، بچوں اور عورتوں کو کھلم کھلا نشانہ بناتے ہیں۔ ہزاروں بچے الف زاد برہنہ گندے غلیظ یتیم خانوں میں بھوک اور پیاس کے مارے قریب المرگ ہیں اور اس حالت میں گندگی میں لتھڑے ہوئے چارپائیوں سے بندھے پڑے ہیں۔ امریکہ کے اپنے ٹی وی چینل نے ان کی حالت زار کے بارے میں ایک فلم چلائی ہے اور سوال کیا ہے کہ امریکہ ان کا نجات دہندہ بن کر آیا تھا تو پھر آج یہ اس حال کو کیوں پہنچ گئے؟ جنگ سے پہلے ان کی حالت ایسی تو نہ تھی ادھر امریکی عدالت میں ایک فوجی نے اعتراف کیا کہ اس نے غصے میں آکر ایک عراقی کے سر پر پیشاب کر دیا تھا۔ اور پھر قریبی گھروں میں گھس کر تمام عورتوں اور بچوں کو قتل کر دیا تھا۔ پاکستان میں انسانی حقوق پر امریکی صدر کو تشویش میں مبتلا ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں بھی امریکی لاٹھی سے پوری قوم کو ہانکا جا رہا ہے۔

البتہ امریکہ کو تشویش ہونی چاہیے کہ بھارت میں مسلمانوں کو گاڑیوں سمیت زندہ جلایا جا رہا ہے۔ تھائی لینڈ میں بدھ مذہب اختیار نہ کرنے پر گزشتہ تین سال میں 77 مسلمان اساتذہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ بھارتی صوبہ گجرات میں 2002ء میں ہونے والے مسلم کش فسادات اور آتش زدگی کے سبب ہزاروں مسلمان غلیظ ترین مہاجر کیمپوں میں رہ رہے ہیں۔ انہیں پانچ سال گزرنے کے باوجود شہری سہولتیں میسر نہیں ہیں اور ان کے سامنے یہ شرط رکھی گئی ہے کہ اگر وہ اپنے گھروں کو واپس جانا چاہتے ہیں تو انہیں اپنا مذہب چھوڑ کر ہندو ہونا پڑے گا۔

68 سالہ محمد شاہ جو سابق سکول ٹیچر ہیں اور راج گاؤں کی نیاز بین شیخ کے علاوہ دیگر کئی مسلمانوں نے ایک رپورٹ ارسال کی ہے کہ انہیں کس طرح عدالتوں سے اپنی بحالی کے لیے گئے مقدمات واپس لینے اور ہندو ہونے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔

بھارت میں آج بھی بیٹیوں کو قتل کیا جاتا ہے اور جہیز نہ لانے پر عورتوں کو زندہ جلایا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی مساجد پر تالے لگا کر انہیں مندر بنایا جا رہا ہے۔ امریکہ وہاں جا کر انسانی حقوق کی آواز اٹھائے اس کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونا چاہیے اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ملک کلمۂ توحید کی بنیاد پر قائم ہوا اور کلمہ کی عظمت و حرمت کو سمجھنے والے مسلمانوں نے اپنے جانوں، مالوں، بچوں، گھر بار، عفتوں اور عصمتوں کی قربانیاں دیں تو یہ نعمتِ آزادی حاصل ہوئی۔ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے ایمان دار غیور بندے خود کریں گے اور یہ فیصلہ ہمارے سامنے ہے۔ قربانیوں کی تحریک جتنی زیادہ آگے بڑھ رہی ہے۔ اسلام کو جتنا زیادہ مسلمانوں سے چھیننے کی کوشش کی جا رہی ہے اتنی زیادہ اسلام کی حقانیت اور صداقت غالب ہوتی نظر آ رہی ہے۔ کفر جتنی بھی سخت یلغار کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ اہل توحید مٹھی بھر، خالی ہاتھ، خالی جیب اور خالی پیٹ ہونے کے باوجود اتنے ہی زور سے اس کو پسپا کرتے ہیں۔ یہ دیوانے کی بڑ نہیں ہے بلکہ عالمی ذرائع ابلاغ عسکری ماہرین اور پینٹاگون کے تجزیے اور تبصرے ہیں جو حقیقت حال کی عکاسی کرتے ہیں۔ ایک امریکی رپورٹ کے مطابق عراق دنیا کا سب سے بڑا اور جدید جہادی مرکز بن گیا ہے۔

بغداد کا ساٹھ فیصد حصہ اب بھی مجاہدین کے زیر اثر ہے۔ اسی رپورٹ کے مطابق امریکہ نے یہ اعتراف کیا ہے کہ عراق سے جہاد کی تربیت لے کر جانے والے دنیا بھر میں ایک نئی اور بڑی جنگ شروع کر سکتے ہیں یہ سب لوگ سلفی الفکر اور باہم مربوط ہیں۔ افغانستان کی نسبت زیادہ تربیت یافتہ اور سخت جان ہیں۔ ان کے پاس تربیتی ماحول اور سامان بھی بہت زیادہ ہے۔ واشنگٹن انٹرنیشنل ڈیسک کے مطابق عراق میں شہری ہلاکتیں بڑھ رہی ہیں۔ اور امریکی صدر جارج بش کی مقبولیت کا گراف مسلسل نیچے آ رہا ہے اور 29 فیصد امریکی ان سے عاجز آ چکے ہیں۔ افغانستان میں برطانوی فوج ہتھیاروں کی شدید کمی کا شکار ہے۔ لندن کی ایک اخبار کی رپورٹ کے مطابق برطانوی فوج کو ہیلی کاپٹر اور دیگر اسلحہ گاڑیوں کی سخت ضرورت ہے۔ فوجیوں کو ذاتی دوربینیں خریدنی پڑتی ہیں۔ اور وہ سفر کے لیے کرائے کے ٹرک حاصل کرتے ہیں۔ جس سے ان کے لیے نقل و حرکت کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ مجاہدین کا اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد کے ساتھ بڑھتا ہوا یہ محاصرہ دور تک کفر کی سرکشی اور اسلام دشمنی کے سیلاب کو روک رہا ہے۔ بھارتی فوجیوں میں خودکشی کے بڑھتے ہوئے واقعات اور باہمی لڑائی جھگڑا اور قدر بڑھ چکا ہے کہ ڈائریکٹر ڈیفنس انسٹی ٹیوٹ نے اس کو روکنے کے لیے پیرا سائیکالوجیکل گروپ تشکیل دے دیا ہے اور ایسی خبروں کی اشاعت پر پابندی عائد کر دی ہے۔ مڈل سٹڈی سینٹر نے انگریزی روزنامے یروشلم پوسٹ کے حوالے سے صیہونی جبر و تشدد کے خاتمے کی صورت حال اور زوال پذیری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہوا ہے کہ اسرائیلی فوجی مسلسل جنگ کی وجہ سے نفسیاتی مریض بننے لگے ہیں۔ 60 فیصد اسرائیلی فوجی ہوابازوں نے مسلسل جنگ میں اپنی ناپسندیدگی اور اکتاہٹ کا اظہار بھی کر دیا ہے۔ جبکہ اعلیٰ دفاعی عہدے دار جنگ کے خاتمہ کے لیے سفارتی اقدامات کا مطالبہ کر چکے ہیں۔ اور چیچنیا سے آنے والی عالم اسلام ڈیسک کے حوالے سے ایک تازہ خبر کے مطابق چیچن مجاہدین نے ایک بڑے میزائل حملے میں روسی فوجی طیارہ تباہ کر دیا ہے اور شاتوی گروزنی، فدنیوں کے علاقوں میں حملے کر کے روسی الحادیوں کو شدید مالی اور جانی نقصان سے دوچار کیا۔ لندن مانیٹرنگ نیوز کے مطابق ٹونی بلیئر کو برطانوی عوام نے امریکہ کی وجہ سے برطانوی فوج کو زبردستی عراق اور افغان کی جنگ میں جھونک دینے کے الزام میں وزارۂ عظمیٰ سے فارغ کر کے گھر بھیج دیا ہے۔ یہ ساری خبریں روشنی کی وہ کرنیں ہیں جو اسلام کے ابھرتے ہوئے سورج کی نوید دے رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ غالب آ رہا ہے۔ وَ اللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَ لَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ. ترجمہ: اور اللہ اس نور کو غالب کر کے رہے گا بے شک کافروں کو کتنا ہی ناگوار لگے۔

کاش! امت مسلمہ کے 57 مخبوط الحواس مفلوج حکمرانوں اور غفلت کے نشے میں مدہوش فوجوں کو بھی نوشتۂ دیوار پڑھنے کی توفیق مل جائے اس سے پہلے کہ توبہ کے دروازے بند ہو جائیں اور اللہ کا فیصلہ آ جائے اور انجام یہ ہو کہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہوئے لقمۂ اجل بن جائیں۔ لیکن اللہ کے ہاں جہنم کا سب سے نچلا درجہ یعنی منافقوں کی حیثیت سے کھڑے کیے جائیں۔ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ. ترجمہ: اور نہ موت آئے تمہیں اس حال میں کہ تم مسلمان نہ رہو۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان سمیت پوری امت مسلمہ کے حکمران شیطان رُشدی کو اسی حق کے تحت برطانیہ سے طلب کریں جس کے تحت وہ اسامہ کو ہم سے طلب کرتے ہوئے امت کے خون کا پیاسا ہو رہا ہے۔ تاکہ ہم اس گستاخ رسول کو عبرتناک سزا سے دوچار کریں اگر حکمرانِ ملتِ اسلامیہ اس سے معذور ہیں تو امت مسلمہ کے تمام غیور مسلمانوں کا رُشدی اور رُشدی شیطان کے چاہنے والوں سے کھلا اعلانِ جنگ ہے یہاں تک کہ ہم توہینِ رسالت کا انتقام لے لیں۔

وتمت بالخیر

آئیے قرآن سیکھیئے

ام عبدالرب اسلام آباد

وَ مِنۡ حَیۡثُ خَرَجۡتَ فَوَلِّ وَجۡھَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ وَ حَیۡثُ مَا کُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡھَکُمۡ شَطۡرَهٗ لِئَلَّا یَکُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَیۡکُمۡ حُجَّةٌ اِلَّا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡھُمۡ فَلَا تَخۡشَوۡھُمۡ وَاخۡشَوۡنِیۡ وَلِاُتِمَّ نِعۡمَتِیۡ عَلَیۡکُمۡ وَ لَعَلَّکُمۡ تَھۡتَدُوۡنَ ○ کَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِیۡکُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡکُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِنَا وَ یُزَکِّیۡکُمۡ وَ یُعَلِّمُکُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَةَ وَ یُعَلِّمُکُمۡ مَّا لَمۡ تَکُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ○ فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ وَاشۡکُرُوۡا لِیۡ وَ لَا تَکۡفُرُوۡنِ ○

اور جہاں کہیں سے تم سب نکلو اپنا رخ مسجد حرام ہی کی طرف کرو! (جمع۔تمام اہل ایمان سے خطاب ہے) تاکہ لوگوں کے لیے تمہارے خلاف کوئی حجت نہ رہے۔مگران میں سے جولوگ ظالم ہیں۔آپ ان سے نہ ڈرو۔مجھ ہی سے ڈرو۔اور تاکہ میں نعمت تم پر مکمل کروں اور تاکہ تم راہ پاؤ○اسی طرح ہم نے تم میں تمہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا: جو ہماری آیات تم کو پڑھ کرسناتا ہے۔تمہارے دلوں کو پاک کرتا ہے۔اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔اور وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے○پس تم میرا ذکر کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔اور میرا شکر کرو اور میرا کفر وانکار نہ کرو۔

معانی و مصادر

حُجَّةٌ: حَجَّ یَحُجُّ حَجٌّ. دلیل میں غالب آنا، قصد کرنا۔ حُجَّةٌ ،دلیل۔مادہ ح، ج، ج ہے۔

لَا تَخۡشَوۡا: خَشِیَ یَخۡشٰی خَشۡیٌ. خِشۡیٌ. خَشۡیَةٌ. خَشَیَانٌ. (س) ڈرنا، خوف کھانا، نہی حاضر، جمع مذکر حاضر، نہ تم ڈرو۔مادہ اس کا خ، ش، ی ہے۔

لِاُتِمَّ: اَتَمَّ یُتِمُّ اِتۡمَامٌ. پورا کرنا تکمیل تک پہنچانا۔باب افعال ہے۔لام تاکید کی، تاکہ۔مضارع معروف واحد متکلم ہے۔تاکہ میں مکمل کروں۔مادہ اس کا ت، م، م ہے۔

نِعۡمَةٌ: نَعَمَ یَنۡعَمُ (ن۔ف) نَعِمَ یَنۡعَمُ (س) نِعۡمَةٌ. نَعۡمَةٌ. مَنۡعَمٌ. خوشحال ہونا، اچھا ہونا، بہتر ہونا، درست ہونا، حال بہتر ہونا، مادہ اس کا ن، ع، م ہے۔

یُزَکِّیۡ: زَکّٰی یُزَکِّیۡ تَزۡکِیَةٌ (باب تفعیل) پاک کرنا، بڑھانا، میل کچیل دور کرنا، مادہ اس کا ز، ک، و ہے۔

اُشۡکُرُوۡا: شَکَرَ یَشۡکُرُ شُکۡرَانٌ. شُکُوۡرٌ (ن) تعریف کرنا، قدر دانی کرنا، بہتر بدلہ دینا، شکر کرنا۔امر حاضر جمع مذکر ہے۔شکر کرو۔مادہ اس کا ش، ک، ر ہے۔

لَا تَکۡفُرُوۡنِ: کَفَرَ یَکۡفُرُ کُفۡرٌ . کُفۡرَانٌ. کُفُوۡرٌ (ن) انکار کرنا، ناشکری کرنا، چھپا جانا، نہی حاضر جمع مذکر ہے تم سب کفر نہ کرو۔"ن" کے نیچے "زیر" علامت ہے۔ "ی" متکلم کی۔یعنی میرا کفر نہ کرو۔مادہ اس کا ک، ف، ر ہے۔

تشریح و توضیح

تحویل قبلہ کے سلسلے میں گفتگو چل رہی ہے۔اس سے پہلے دو دفعہ یہ الفاظ آچکے ہیں کہ جہاں کہیں بھی ہو تو اسی کعبہ کی طرف رخ کرو۔ یہاں تیسری دفعہ یہ حکم آیا ہے۔ پہلے انفرادی طور پر نبی اکرم ﷺ کے لیے، پھر اجتماعی طور پر تمام مسلمانوں کے لیے یہی حکم دہرایا گیا۔

ایک تو اس حکم کی اہمیت اور تاکید کے پیش نظر! دوسری طرف اس کی مصلحت اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ پہلی دفعہ تو آپ ﷺ کی خواہش کے احترام میں حکم آیا کہ آپ ﷺ کی چاہت اور انتظار یہی تھا تو لو! چاہت کی گھڑیاں ختم ہوئیں اب اپنا رخ کعبہ کی طرف کرلو۔ دوسری دفعہ یہ حکم یہود کے اعتراضات کے بعد نازل ہوا کہ ان کے اعتراضات لایعنی ہیں۔ یہی قبلہ برحق اور اللہ کے حکم کے عین مطابق ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تو اہل مکہ کہتے کہ یوں تو کہتا ہے کہ میں دین حنیف پر ہوں اور رخ بیت المقدس کی طرف کرتا ہے پھر جب تحویل قبلہ کا حکم آگیا اور آپ ﷺ نے بیت اللہ کی طرف رخ کر لیا تو اہل مکہ کہنے لگے کہ قبلہ تو ہمارا تسلیم کر لیا ہے اب آہستہ آہستہ باقی باتوں کی طرف بھی لوٹ آئے گا۔ سو تاکیداً حکم آیا۔آپ ﷺ کے لیے اور "عامۃ المسلمین" کے لیے بھی کہ قبلہ وہی ہے کہ جدھر رخ کرنے کا اللہ نے آپ کو حکم دے دیا اور حکم دراصل بہت سی حکمتوں پر مبنی ہے۔

۱) لوگوں کو تمہارے خلاف کوئی حجت نہ مل سکے۔ سیاق کلام کے مطابق یہاں یہود و نصاریٰ مراد ہیں کہ جو بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کے زمانے میں کیا

کرتے تھے۔ اگر ہمارا قبلہ تسلیم کرتا ہے تو باقی باتیں کیوں نہیں مانتا؟ عبادت کے دوسرے طریقے اور مراسم ہم سے الگ کیوں؟ ان کا پروپیگنڈا اس انداز کا ہوتا۔ گویا یہ (نعوذ باللہ) ڈھکوسلا ہے کہ جو کام جیسے یا جب چاہا کر لیا۔ تحویل قبلہ کے بعد اگر مسلمان ذرا بھی بے احتیاطی قبلہ کے سلسلے میں برتتے کہ سفر میں اسے ہلکا سمجھ لیتے یا جیسے ممکن ہوتا کر لیتے تو ایک نقصان تو یہ ہوتا کہ قبلہ کے سلسلے میں جو خطائیں یہود و نصاریٰ سے ہوئیں کہ قبلہ کی مقصدیت کو بھول کر صرف سمتوں میں کھو گئے۔ وہ خطا مسلمانوں سے بھی ہو سکتی تھی۔ دوسرا یہ کہ یہود کو زبان طعن دراز کرنے کے مزید مواقع مل جاتے۔ اب نبی ﷺ ''ذوالقبلتین'' ہونا ان کی کتابوں کے موافق تھا، ثابت تھا، اور یہ نشانی پوری ہوتی اور ابراہیم کا قبلہ بیت اللہ تھا۔ ملت ابراہیمی علیہ السلام پر ہونے کا ثبوت مل گیا۔ اب قبلے کے معاملے میں غفلت لوگوں کو باتوں کا موقع فراہم کرنے کے مترادف تھا۔

لہٰذا قبلے پر ڈٹ جاؤ۔ ہاں جن کے لیے دلائل اور حق کوئی معنی نہیں رکھتے۔ جن کا کوا سفید ہی رہتا ہے وہ ظالم اب بھی باتیں بنانے سے باز نہیں آئیں گے۔ انہیں چپ کرانا ممکن نہیں۔ حق، سچ، راستی اور دلیل کی کوئی زبان ایسے لوگوں کے لیے نہیں ہوتی۔ ان جاہلوں کا علاج اعراض کے علاوہ کچھ نہیں۔ تو تم ان سے مت ڈرو مجھ ہی سے ڈرو۔ میں ہی ہر شریر کی شر سے تمہیں کفایت کرنے والا ہوں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اور میں تم پر اتمام نعمت کروں گا۔ اتمام نعمت سے مراد؟ یقیناً یہاں پر ''دین حنیف'' کی نعمت ہی ہے۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اتمام نعمت کو انہی معنوں میں مراد لیا گیا ہے۔ مثلاً تیمم کا حکم نازل کرنے کے بعد فرمایا:

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ. (المائدہ: ٦)

(دین کے سلسلے) میں اللہ تم پر کسی قسم کی تنگی نہیں چاہتے لیکن وہ تمہیں پاک کرنا چاہتے ہیں۔ اور تم پر اپنی نعمت مکمل کرنا چاہتے ہیں۔ اور اسی نعمت کا تذکرہ اس طرح بھی فرماتے ہیں۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. (المائدہ: ٣)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور بطور دین تمہارے لیے اسلام کو پسند فرمایا۔

اسی طرح جزء جزء کر کے یہ دین مکمل ہوا۔ جو اس کے اجزاء کی پابندی کرے گا وہی درحقیقت اتمام دین کی نعمت سے بہرہ ور ہو سکے گا۔ اور یقیناً یہ نعمت انسان ایمان کی نظر سے دیکھے تو سب سے قیمتی ہے۔

٣) تاکہ اللہ تمہیں ہدایت دیں۔

ہدایت سے مراد ایک تو سیدھی راہ کی خبر ہے۔ وہ سیدھی راہ جو اللہ تک اور یقیناً جنت تک پہنچانے والی ہے۔ اور دوسرا معنی اس راہ پر چلنے کی توفیق اور قبول حق کی صلاحیت ہے۔ اس قبلے کے ذریعے اللہ عمل کرنے والوں کو دوسری ہدایت سے کیسے بہرہ ور کرنا چاہتے ہیں؟

اللہ اس قبلے کے ذریعے اس سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنا چاہتے ہیں جو راستہ ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔

اِنَّنِيْ هَدَانِيْ رَبِّيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا. (الانعام: ١٦١)

میرے رب نے مجھے صراط مستقیم کی ہدایت دی۔

وہ ہے دین سیدھا سادا ابراہیم حنیف کا دین۔

اور جو لوگ اس دین کے شعائر کا احترام کریں۔ ان کی پابندی کریں۔ اوامر و نواہی کا اہتمام کریں۔ اتمام نعمت کی حقیقت کو جانتے ہوئے اس کی جزئیات کی پابندی کریں تو یقیناً اللہ ایسے لوگوں کو ہی صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق اور صلاحیت عطا کرنے والے ہیں۔

آیت نمبر (١٥١)

جیسے اللہ نے اتمام دین کی نعمت کی ایسے ہی اللہ تم پر ایک عظیم احسان اور بھی کر چکے ہیں۔ وہ ہے آخری نبی ﷺ کی بعثت، جن کی گوناگوں صفات کا تذکرہ اس سے قبل دعائے ابراہیم علیہ السلام کے ضمن میں ہو چکا۔

تلاوت آیات: تزکیہ نفوس اور تعلیم کتاب و حکمت اور یہ ساری نعمتیں دراصل اسی دعائے ابراہیمی کی قبولیت کے سلسلے میں ہیں جو بنائے کعبہ کے وقت انہوں نے مانگی تھی۔

رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ. (البقرۃ: ١٢٨)

اے ہمارے رب ہمیں اپنے فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک امتِ مسلمہ پیدا فرما۔ (آمین)

تو اے اُمّی نبی کی اُمّی امت۔ تم جو دین سے نا آشنا، علم و تعلم سے محروم، آسمانی علم و ہدایت سے بے بہرہ تھے۔ تمہیں اللہ نے اتنی بڑی بڑی جو نعمتیں عطا کی ہیں۔ تمہیں تو ان کی بہت زیادہ قدر کرنی چاہئے اور قدر کا حق ادا کرنے کے لیے دل و جان سے جُت جانا چاہئے۔

آیت نمبر ١٥٢:

اب تحویل قبلہ کے بعد یہود امامت کے منصب سے معزول ہو چکے اور تم فائز ہو چکے۔ فضیلت ان سے چھن کر تمہارے پاس آ گئی۔ سیّد المرسل کی امت ہونے کی وجہ سے اشرف الامم کا لقب تمہیں مل گیا تو اب ان سب احسانوں کے محسن حقیقی کو یاد رکھو گے تو بات بنے گی۔ ان احسانوں کی بقا اور دوام کے لیے تمہیں منعم و محسن کو یاد رکھتے ہوئے اس کا ہر وقت شکر بجا لانا چاہئے۔ لیکن یہ دیکھو کہ وہ کس قدر عظیم محسن ہے کہ جو پچھلی عنایات کے جواب میں جو تم پر واجب ہے وہ اس واجب کے بجا لانے پر تمہیں مزید در مزید عطا کرنے والا ہے۔ سو فرمایا تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ یقیناً ہمارا اُسے یاد کرنا اور اس کا ہمیں یاد کرنا برابر نہیں ہو سکتا۔ حدیث قدسی ہے۔

"يَقُوْلُ اللّٰهُ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَاَنَا مَعَهٗ حِيْنَ يَذْكُرُنِيْ اِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ، وَ اِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاءٍ هُمْ خَيْرٌ مِّنْهُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ شِبْرًا فَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ بَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً. (بخاری کتاب التوحید باب قول الله ويحذركم الله نفسه. مسلم كتاب الذكر باب الحث على ذكر الله)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے لیے

ویسا ہوتا ہوں کہ جیسا وہ میرے بارے میں گمان رکھتا ہے۔ اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھے بیٹھ کر یاد کرے تو میں ایسی مجلس میں اُسے یاد کرتا ہوں جو اس کی مجلس سے بہتر ہوتی ہے۔ (یعنی ملائکہ کی مجلس) اگر وہ ایک بالشت میرے پاس آتا ہے تو میں ایک باع اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

(ذراع: درمیانی انگلی سے لے کر کہنی تک (تقریباً دوفٹ بنتا ہے)

(باع: دونوں بازو کھلے ہوں تو ایک ہاتھ سے لے کر دوسرے ہاتھ کی لمبائی تک)

ہمارا اللہ کو یاد کرنا۔ دل میں۔ اور اللہ جو "اکبر کبیرا" ہے۔ اس کا ہمیں یاد کرنا "جو اس کے حقیر غلام ہیں" اپنے دل میں کیا مقابلہ ہے؟؟؟

اسی طرح ہماری مجلس کیسی بہتر ہو۔ ملائکہ کی مجلس سے اس کا کوئی مقابلہ ہے؟؟؟ خصوصاً جس میں ذکر کرنے والا خود مالک الملک ہو۔ اور یقیناً ہم نے جب اللہ کو یاد کرنا ہے۔ اپنی ضرورتوں، غرضوں اور فائدوں کے لیے۔ اور اللہ نے جب یاد کرنا ہے۔ رحمتوں، عطاؤں، مغفرتوں اور کرم نوازیوں کے لیے۔ اللہ اللہ۔

ذکر اللہ کو بہت پسند ہے اور ذکر کرنے والے بھی بہت پسند ہیں۔ ایک حدیث ہے۔ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ الدُّنْیَاَ مَلْعُوْنَۃٌ اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا وِلَہٗ.

سنو! دنیا کی ہر چیز ملعون ہے سوائے اللہ کے ذکر اور اس کے کرنے والے کے۔

فرمایا: وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَر۔ یقیناً اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔

ایک اور حدیث ہے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ایک حلقے کے پاس گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ "تمہیں یہاں کس نے بٹھایا ہے؟" تو وہ کہنے لگے کہ "ہم اللہ کے ذکر کے لیے یہاں بیٹھے ہیں اس لیے کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی اس پر اس کی حمد وثناء کرتے ہیں۔ اس کے احسانوں کو یاد کرتے ہیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! اس کے علاوہ اور کسی وجہ سے نہیں بیٹھے؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ "اللہ کی قسم! پس یہی سبب ہے"۔ فرمایا: "میں نے قسم اس لیے نہیں دلائی کہ تمہیں جھوٹا سمجھ رہا تھا بلکہ بات یہ ہے کہ جبریل امین میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے خبر دی کہ اللہ عزوجل تمہاری وجہ سے ملائکہ پر فخر کر رہے ہیں"۔ (مسلم، کتاب الذکر۔ باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن)

ذکر کے بعد فرمایا: اور میرا شکر بجالاؤ اور ناشکری نہ کرو۔ انسان پر اللہ کی نعمتیں کس قدر ہیں کہ خود اللہ رب العالمین فرماتے ہیں کہ "وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا". (ابراھیم: ۳۴)

"اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم قطعاً ان کا ریکارڈ نہیں رکھ سکتے"۔

زندگی سے موت تک کس قدر نعمتیں ہیں انفرادی اور اجتماعی، اپنی ذات کے اندر اور باہر، جسم اور روح پر، ظاہری اور باطنی اوپر اور نیچے سے، ارد گرد اور ماحول کے اعتبار سے۔ ہر نہج سے بندہ سوچے تو نعمتوں کا ایک مستقل سلسلہ نظر آتا ہے۔

لیکن بحیثیت مومن اللہ کی کچھ خاص نعمتیں ہم پر ہیں۔ جنتی جنت میں پہنچ کر ان الفاظ میں اللہ کی حمد وثنا کریں گے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَ مَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْ لَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآئَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ. (الاعراف: ۴۳)

سب حمد وثنا و شکر اس (اللہ) ہستی کے لیے ہے کہ جس نے ہمیں (جنت کا) راستہ دکھایا اور اگر وہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم خود ہدایت نہ پا سکتے تھے۔ یقیناً ہمارے پاس ہمارے رب کی طرف سے رسول برحق آئے۔

اس آیت میں دو نعمتوں کا تذکرہ ہے۔ ایک نعمت ہدایت ہے اور دوسری نعمت رسول برحق کا آنا۔ یہاں پر بھی انہی دونوں نعمتوں کا تذکرہ کر کے اللہ شکر کرنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ شکر کفر کی ضد ہے۔ شکر کرنے والا کفر کرنے والا نہیں ہو سکتا اور شکر کا تعلق صرف زبان سے نہیں بلکہ دل، زبان اور عمل سے ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

"اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا". (سبا: ۱۳)

اے آل داؤد شکر کرنے والے عمل کرو۔ یعنی منعم کے احسانات کا احساس دل میں اس قدر جاگزیں ہو جائے کہ زبان بھی جب بولے اس کے احسانات کے تلے دب کر اور جب عمل کا وقت آئے تو سارا جسم شکر بن جائے۔ ہر عمل اسی محسن کو خوش کرنے کے لیے ہو۔ اس کی رضا و خوشنودی بجالانے کے لیے ہو۔ یقیناً یہ تو ہمارا تجربہ ہے کہ جب کوئی شکر گزاری کا رویہ اختیار کرتا ہے تو اس پر مزید احسان کرنے کو جی چاہتا ہے اور جب کوئی ناشکر گزاری کا رویہ اپناتا ہے تو چاہنے کے باوجود انسان اس پر احسان نہیں کر پاتا۔ اللہ اس بات کی طرف اس طرح اشارہ کرتے ہیں۔ فرمایا: "لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَ لَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ". (ابراھیم: ۷)

اگر تم شکر بجالاؤ تو یقیناً میں تمہیں مزید نوازوں گا اور اگر تم ناشکری کا رویہ اپناؤ تو میرا عذاب بہت ہی سخت ہے۔

جو انسان شکر کرتا ہے تو وہ یقیناً اس نعمت کو نعمت سمجھتا ہے اس کا احساس کرتا ہے تو تبھی شکر کرتا ہے۔ لیکن کفر کرنے والے کا مسئلہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اس کی مت ماری جاتی ہے۔ صحیح اور غلط کی تمیز مٹ جاتی ہے اسے پتہ ہی نہیں چلتا کہ نعمت کیا ہے اور مصیبت کیا ہے۔ وہ نعمت کو مصیبت اور مصیبت کو راحت سمجھنے لگتا ہے۔ اس سمجھ کے فتور سے پھر مزید غلطیاں ہوتی چلی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ کفر صرف لفظی کفر اور ناشکری نہیں رہ جاتا بلکہ انجام کار وہ کفر حقیقی تک جا پہنچتا ہے۔ اللہ رحم فرمائیں اور ہمیں اپنی نعمتوں کو پہچاننے اور ان کی درجہ بندی و شکر گزاری کرنے کی توفیق عطا فرمائیں کہ کون سی نعمت سب سے بڑی ہے اور کس کا شکر کس قدر واجب ہے۔ اگر ہم صاحب ایمان ہیں تو یقیناً ہمارے لیے سب سے بڑی دولت ایمان کی دولت ہے۔ دنیا کی باقی سب دولتیں اس پر قربان کی جا سکتی ہیں لیکن اس کو کسی چیز اور کسی قیمت پر بھی قربان نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہی حقیقت اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

مبارک باد دینے کے آداب

ام عبد منیب

انسان جب کوئی نعمت حاصل کرتا ہے تو اس کے رگ و پے میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اسے یوں لگتا ہے کہ جیسے دنیا کی ہر چیز اس کے لیے آنکھوں میں مسرت کا پیغام لیے...... اس کے ساتھ ساتھ فرطِ مسرّت سے جھوم رہی ہے۔ نیز انسانی فطرت یہ بھی ہے کہ غیر معمولی خوشی کے حصول پر اس کا جی چاہتا ہے کہ اس کے عزیز و اقارب بھی اس سے آگاہ ہوں تا کہ وہ بھی خوشی کے اس موقع پر اس کے ہم شریک بنیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ڈیڑھ سالہ بچہ بھی اپنے کسی کام پر خوشی کا اظہار کر کے دوسروں کی طرف دیکھتا ہے تا کہ وہ اس کی خوشی کو محسوس کر کے اسے داد دے کر اس کا لطف دوبالا کریں۔

اسلام نے یہ پسند کیا ہے کہ ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی خوشی میں شمولیت کے ایسے طریقے اختیار کرے۔ جن سے خوشی حاصل کرنے والے کی خوشی میں مزید اضافہ ہو۔

جس کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ نعمت اور خوشی حاصل کرنے والے بہن بھائی کو برکت کی دعا دی جائے۔

برکت کا مطلب ہے کسی چیز میں خیرِ الٰہی ثابت ہونا۔

برکت ایک ان دیکھی چیز ہے جو صرف ربّ کریم کے اختیار میں ہے اور اسی کی ذات برکت کا منبع ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ ''تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ''۔ (الملک:۱)

''با برکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں بادشاہت ہے''

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی اسباب و وسائل پیدا کیے ہیں ان کو پانے کے باوجود کوئی انسان تب تک ان سے سچی خوشی اور نفع نہیں اٹھا سکتا جب تک ان میں برکت شامل نہ ہو۔ اکثر صاحب مال ایسے ہیں جنہیں آسائشیں مہیا ہونے کے باوجود سکون اور خوشی میسر نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اسباب و وسائل میں برکت نہیں اور بہت سے ایسے نادار لوگ ہیں جو روکھی سوکھی کھا کر، زمین کے فرش پر سو کر صبح اطمینان سے شاداں و فرحاں اٹھتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے تھوڑے سے وسائل میں بھی اللہ نے برکت دے رکھی ہے۔ غرض برکت کا مطلب یہ ہے کہ کم ہوں یا زیادہ جتنے بھی اسباب و وسائل میسر ہوں وہ انسان کے لیے دنیا اور آخرت میں نفع، سکون، عافیت، اجر و ثواب اور حقیقی و پائیدار خوشی کا سبب بن جائیں۔ چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کسی چیز کو برکت سے ہم کنار کر سکتا ہے۔ لہٰذا برکت کی دعا بھی اسی سے کی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بہت سی ایسی دعائیں سکھائی ہیں جن میں ہم خود اپنے لیے برکت کی دعا کرتے ہیں۔

جب ہم کسی بہن بھائی کو برکت کی دعا دیتے یا مبارک باد کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس نعمت سے اس طرح فائدہ اٹھانا نصیب کرے جس طرح ایک بندے کا فائدہ اٹھانا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، تمہاری اس خوشی کے دوام بخشے، اس کے دور رس اور خوشگوار نتائج سے تم آخرت میں بھی حاصل کرو اور دنیا میں بھی۔

اگر قلبی طور پر یہ دعا دی جائے تو اس میں حسد، نفرت، غصہ یا بدخواہی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ پسند بھی یہی کرتا ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کو حاصل ہونے والی چیز یا خوشی کا دوام کی دعا کرے اور اس پر خوشی کا اظہار کرے۔

برکت کی دعا دینے کے لیے عربی زبان میں تہنیت کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ جس کا مادہ ہ، ن، ء ہے۔

''ھِنْأً، ھَنْأً'' کا مطلب ہے کسی کو یہ کہنا کہ تم کو یہ چیز خوشگوار اور مبارک ہو۔ ھَنِیْأً، خوش مزہ، پاکیزہ کھانا جو بغیر محنت کے حاصل ہو اور نتائج کے اعتبار سے خوشگوار ہو۔ تہنیت، تہنیہ، تہنّی۔ مبارک باد دینا۔

چنانچہ کسی بچے کی پیدائش پر، کسی کے نکاح پر، کسی معزز مہمان کی آمد پر یا کسی اور خوشی کے موقع پر جو نظم یا نثر لکھی جاتی ہے اسے اردو ادب میں ہدیہ ''تہنیت'' کہا جاتا ہے۔ (فقہِ حسن بصری، ص ۲۲۵، عنوان تہنیہ)

اردو زبان میں مبارک باد دینے کے لیے مبارک

بادکا لفظ ہی مستعمل ہے۔ مبارک کا مطلب ہے برکت دیا گیا۔ خوش نصیب، باعثِ برکت...... مبارک باد دینے کے لیے اردو میں مبارک سلامت بھی کہا جاتا ہے جب کہ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس خوشی میں برکت دے اور اس خوشی کو دائمی بنائے۔

اسلام میں تہنیت کا عمل: محمد رواس قلعجی لکھتے ہیں۔ تہنیت (مبارک باد) دینے کا عمل مستحب ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کے درمیان اخوت کا مظہر ہے۔ مبارک باد پیش کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ اس مقصد کے لیے بہترین الفاظ کا انتخاب کرے۔ کیونکہ ایسے مواقع پر ان الفاظ کا تہنیت پانے والے کے دل پر گہرا اثر ہوتا ہے اور اس کے نقوش دیرپا ہوتے ہیں۔ (فقہ حسن بصری ص ۲۲۵، عنوان تہنیت)

اسلام صرف زبانی کلامی یا معاملات کی حد تک ہی مسلمانوں کو باہم بھائی بھائی بن کر رہنے کی ترغیب نہیں دیتا بلکہ وہ یہ تاکید کرتا ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے قلبی جذبات و احساسات میں بھی شرکت کریں۔

اس کی مثال رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان میں واضح ہے۔ ''سارے مسلمان مل کر ایک آدمی کی مثل ہیں اگر اس کی آنکھ بھی دکھے تو سارا بدن دکھ محسوس کرتا ہے اور اگر سر میں درد ہو تو سارا جسم تکلیف میں ہوتا ہے''۔ (کتاب البر والصلۃ، صحیح مسلم)

مسلمان بھائی کے مسرت کے حصول پر بھی اسلام اسی قسم کا رویہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس کی خوشی کو یوں محسوس کرنا جس طرح انسان اپنی خوشی کے وقت محسوس کرتا ہے اخوت کا ایسا بے مثال انداز صرف اسلام ہی کا طرۂ امتیاز ہے۔ ذیل میں چند اہم مواقع پر مبارک باد دینے کا طریقہ سنت نبوی ﷺ اور عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں درج کیا جا رہا ہے۔

ولادت پر مبارک باد: بچے کی پیدائش اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک ایسی ممتاز نعمت ہے جو انسان کی موت کے بعد بھی اس کے نسب اور اعمال صالحہ کو جاری رکھنے کا باعث ہے۔ لہٰذا اس نعمت کے حاصل ہونے پر مبارک باد دینا اسلامی اخوت کا مظہر ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ ''کتاب الاذکار'' میں لکھتے ہیں ''نو مولود کے باپ کو مبارک باد دینا مستحب ہے۔ ہمارے اصحاب (شافعیہ) کہتے ہیں بہتر یہ ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ مبارک باد دی جائے جو حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ انہوں نے ایک شخص کو مبارک باد دینے کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا: یوں کہو ''بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِی الْمَوْهُوْبِ لَکَ وَ شَکَرْتَ الْوَاهِبَ وَبَلَغَ رُشْدَهٗ وَرُزِقْتَ بِرَّهٗ''

''اللہ تعالیٰ کی تمہیں بچے کے اس تحفے میں جو تجھے دیا گیا برکت دے، تم تحفہ دینے والے کا شکر ادا کرو یہ بچہ اپنی جوانی کو پہنچے اور تمہیں اس کی طرف سے اس کا نیک سلوک نصیب ہو۔ (اذکار مسنونہ، از خلیل حامدی اردو ترجمہ ابوابل الصیب امام ابن قیم)

ایک شخص نے حسن بصری رحمہ اللہ کے بیٹے کی ولادت پر مبارک باد دیتے ہوئے کہا ''آپ کو شہسوار مبارک ہو'' آپ نے اس سے کہا کہ تمہیں کیسے معلوم ہے کہ یہ شہسوار ہوگا یا گدھا سوار؟ یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ پھر میں کیا کہوں؟ آپ نے جواب دیا یہ الفاظ کہو'' بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِی الْمَوْهُوْبِ لَکَ وَ شَکَرْتَ الْوَاهِبَ وَبَلَغَ رُشْدَهٗ وَرُزِقْتَ بِرَّهٗ''۔ (فقہ حسن بصری ص ۲۲۵ عنوان تہنیت)

معلوم ہوا کہ بچے کی پیدائش پر مبارک باد دیتے وقت دنیوی جاہ و مرتبہ اور اوصاف کی دعا دینے کی بجائے ایسی دعا دینا چاہیے جس میں مولود کے عبدِ صالح بننے کی تمنا اور دعا کا اظہار شامل ہو۔

شادی پر مبارک باد: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کسی کا نکاح ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے مندرجہ ذیل الفاظ میں دعا دیتے۔ ''بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ وَ بَارَکَ عَلَیْکَ وَ جَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ''

''اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اسے مبارک کرے اور تجھ پر اپنی برکت نازل فرمائے اور تم دونوں کو بھلائی میں اکٹھا کرے''۔ (سنن ترمذی، حدیث حسن، صحیح علی شرط مسلم، کما قال الحاکم و وافقہ الذہبی بحوالہ 'مسنون ذکرِ الٰہی' از منیر قمر سیالکوٹی)

عرب دور جاہلیت میں کسی کو نکاح کی مبارک باد دیتے تو یوں کہتے ''بالرفاء والبنین'' خوب گھلو ملو اور بیٹے پیدا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی عقیل رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے نکاح کیا تو لوگوں نے انہیں ان الفاظ میں مبارک باد دی۔ آپ نے فرمایا بس یوں نہ کہو بلکہ کہنا ہے تو یوں کہو: ''بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ وَ بَارَکَ لَکَ فِیْهَا''

''اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے اور تیرے لیے تیری بیوی کو بھی مبارک کرے۔ (اذکار مسنونہ از خلیل حامدی)

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف کے جسم پر زردی کا نشان دیکھا تو پوچھا مَا هٰذَا (یہ کیا ہے) انہوں نے جواب دیا'' میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے ایک گٹھلی برابر سونے کے عوض'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ، اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ''۔

''اللہ تمہیں برکت دے ولیمہ کرو چاہے ایک بکری کا ہی ہو''۔ (صحیح بخاری، کتاب النکاح، بابُ کَیْفَ یُدْعٰی لِلْمُتَزَوِّجِ)

دلہن کو مبارک باد: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''جب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا تو میری والدہ امّ رومان بنت عامر مجھے رسول اللہ ﷺ کے گھر لے کر آئیں۔ وہاں انصار کی کئی عورتیں بیٹھی ہوئی

تھیں۔ انہوں نے مجھ کو اور میری ماں کو یوں دعا دی۔

"عَلَی الْخَیْرِ وَالْبَرَکَۃِ وَعَلٰی خَیْرِ طَائِرٍ"

"اللہ مبارک کرے، تم اچھی ہو، تمہارے نصیب اچھے ہوں"۔ (صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الدعاء للنساء اللاتی یھدین العروس و للعروس)

عید پر مبارک باد: عیدین چونکہ اجتماعی خوشی کا تہوار ہیں اور عبادت کے دن بھی۔ اس لیے ان ایام میں مسلمان بہن بھائیوں کو مبارک باد دینا مسنون ہے۔ مبارک باد دینے کے لیے اس مفہوم کے حامل کوئی بھی الفاظ کہے جا سکتے ہیں۔ مثلاً مبارک ہو، عید مبارک۔ جب کہ عربی میں برکت دینے کے الفاظ اس طرح کہے جا

بچوں کو بھی ان سے دور کر دیا گیا۔ پچاس دن تک وہ سخت مصیبت کا شکار رہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے جرم کی معافی مانگتے اور توبہ کرتے رہے تھے بالآخر پچاس راتوں کے بعد ان کی توبہ کے قبول ہونے کی خوشخبری پر مشتمل آیات نازل ہوئیں۔ ان کے لیے یہ انتہائی خوشی کا موقع تھا وہ کہتے ہیں کہ لوگ مجھے گروہ در گروہ ملتے گئے اور مبارک دیتے ہوئے کہتے: "لِتَھْنِکَ تَوْبَۃُ اللّٰہِ عَلَیْکَ" مبارک ہو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔ (صحیح مسلم، کتاب التوبہ اور صحیح بخاری کتاب المغازی میں اس کی تفصیل موجود ہے)

مبارک باد کا جواب: الوابل الصیب از ابن قیم کے مترجم میں خلیل حامدی لکھتے ہیں۔ "جسے مبارک باد

ہم ان کے لیے اسی طرح دعا کرتے ہیں۔ اس طرح ہمارا اجر بھی باقی رہ جائے گا۔ (ابن السنی من طریق النسائی بسند جید، بحوالہ مسنون ذکر الٰہی ص ۲۵۱)

معلوم ہوا کہ جب کوئی برکت کی دعا دے تو اسے بھی ویسی ہی دعا دینا چاہیے۔

کیا غیر مسلموں کو مبارک باد دے سکتے ہیں؟

مبارک باد دینے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو جو چیز اس وقت ملی ہے اللہ اس چیز کے ملنے کی خوشی کو پائیدار، حقیقی اور ہمیشہ رہنے والا بنا دے اور اس کا فائدہ ہمیشہ پہنچاتا رہے۔

ایک مسلمان یہ دعا کسی غیر مسلم کو نہیں دے سکتا۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے غیر مسلموں کو

جب ہم کسی بہن بھائی کو برکت کی دعا دیتے یا مبارک باد کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس نعمت سے اس طرح فائدہ اٹھانا نصیب کرے جس طرح ایک بندے کا فائدہ اٹھانا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

سکتے ہیں۔ بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ (اللہ تجھے برکت دے) بَارَکَ اللّٰہُ لَکُمْ۔

مجمع الزوائد میں نقل کیا گیا ہے کہ عید مبارک دینے والے کا جواب ان الفاظ میں دینا چاہیے "تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَمِنْکَ" اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے بھی اور آپ کی طرف سے بھی قبول کرے"۔ (المغنی بہ سند جید...... فتح الباری باسناد حسن)۔

مشکل دور ہونے پر مبارک باد: اگر کوئی شخص کسی مصیبت یا مشکل میں گرفتار ہو جائے تو اس سے چھٹکارا پانے پر اسے مبارک باد دینا مستحب ہے جس کی دلیل کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے ملتی ہے جب وہ سستی کی بناء پر جنگ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اور ان سے رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قطع تعلقی اور قطع کلامی کر لی تھی۔ یہاں تک کہ ان کی بیوی

دی جائے اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اس طرح کے الفاظ میں جواب دے۔

بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ	"اللہ تجھے برکت دے"
بَارَکَ عَلَیْکَ	"اللہ تجھ پر بھی برکت نازل کرے"
رَزَقَکَ اللّٰہُ مِثْلَہٗ	"اللہ تجھے بھی ایسی خوشی دکھائے"
وَاَجْزَلَ لَکَ الثَّوَابَ	"اور تجھے ثواب جزیل عطا کرے"

(اردو ترجمہ بعنوان اذکار مسنونہ)

امّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک بکری ہدیہ دی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے لوگوں میں تقسیم کر دو۔ چنانچہ اس کا گوشت لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ جب خادمہ گوشت تقسیم کر کے آئی تو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے خادمہ سے پوچھا "لوگوں نے کیا کہا؟ خادمہ نے عرض کیا "لوگوں نے کہا "بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکُمْ بَیْنَکُمْ" اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا "فِیْھِمْ بَارَکَ اللّٰہُ" اللہ ان کو بھی برکت دے۔

"السلام علیکم" کہنے سے منع کیا ہے۔

چونکہ سلام میں سلامتی، رحمت اور برکت کی دعا دی جاتی ہے۔ لہٰذا کفار کو مبارک باد دے کر برکت کی دعا دینا جائز نہیں۔ ان کے ہاں بچے کی پیدائش ہو...... یا ان کا کوئی تہوار ہو...... وہ کوئی چیز خریدیں...... یا نکاح کریں...... دعوت کریں...... یا انہیں کوئی کامیابی حاصل ہو...... غرض انہیں کبھی بھی مبارک باد نہیں دی جائے گی۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار کو جو خوشی یا اسباب و وسائل دیتا ہے وہ صرف اس دنیا کے لیے ہیں۔ آخرت میں ان کو کوئی خوشی، اجر و ثواب یا فائدہ نہیں پہنچے گا۔ لہٰذا یہ دعا دینا درست نہیں۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ اللہ کے دشمنوں کو برکت کی دعا دینے کا مطلب ہے کہ تمہیں استحکام اور دوام نصیب ہو۔ لہٰذا ایسا کرنا دینی حمیت کے بھی خلاف ہے۔

گفتگو کے آداب

انسان جو اللہ کی تخلیق کا بہترین شاہکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے لاتعداد نعمتوں وصفات سے مالا مال کیا۔ اس کو بہترین انداز میں بنایا اور سنوارا ہے خصوصاً چہرہ جسے یہ ہمیشہ حسین بنانے کی فکر میں مبتلا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑے شفیق اور مدبرانہ انداز میں اس کی توجہ چہرے کی طرف دلاتے ہوئے فرمایا۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهُ عَيْنَيْنِ ○ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ ○. (البلد: ۸،۹)

ترجمہ: بھلا ہم نے اس (انسان) کو دو آنکھیں نہیں دیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے۔

کہ وہ چہرہ جس کی تمہیں فکر رہتی ہے کہ کیا میں حسین لگ رہی ہوں؟ اسی چہرے پر دنیا سے مربوط کرنے والا عضو زبان بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

زبان لوگوں کے ساتھ تعلق بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جہاں یہ تعلق بنانے کا کام کرتی ہے وہاں بد احتیاطی اور اس کا غلط استعمال ہمیں لوگوں سے دور کر دیتا ہے۔

لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''انسانی جسم میں بہترین اور بدترین حصہ زبان ہے''(مشکوٰۃ)

انسانی گفتگو کا اصل محل زبان ہے۔ اس پر قابو رکھنا اتنی اہمیت کا حامل ہے کہ اسوہ حسنہ میں اس کی طرف توجہ یوں دلائی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اپنی زبان قابو میں رکھو'' (مشکوٰۃ)

ہمارے ہاں یہ بڑا مشہور ہے کہ ''زبان کا گھاؤ تلوار کے گھاؤ سے زیادہ گہرا ہوتا ہے''

اسی طرح زبان کی لغزشیں جہنم میں لے جانے کا سبب بھی بن سکتی ہیں۔ (اللھم اجرنا من النار) لہٰذا اس کے درست استعمال میں ہی ہمارا فائدہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''تم

ڈاکٹر آمنہ، ہارون آباد

اس کی وجہ سے جنت یا دوزخ میں جاؤ گے۔ (الحدیث)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کوئی شخص مجھے دو باتوں کی ضمانت دے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں جو دو جبڑوں کے درمیان (زبان) اور جو ٹانگوں کے درمیان (شرمگاہ) ہے۔ (بخاری)

اللہ تعالیٰ نے ہر ایک عضو کی حد مقرر کر دی ہے لہٰذا اس کو سمجھ کر عضو کو استعمال کرنا چاہئے۔

گفتگو سے قبل

گفتگو کرنے سے پہلے اپنے ذہن میں ایک بات ذہن نشین کر لیجئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (ق: ۱۸)

ترجمہ: کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر بات کے لیے جواب دہ ہیں۔ جونہی ہم بات کرتے ہیں اللہ کا خود کار نظام حرکت میں آجاتا ہے اور ہماری ہر بات محفوظ کر لی جاتی ہے۔

جدید تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ ہوا میں انسانی آوازیں محفوظ ہیں۔ تو بس پھر یقین کر لیجئے کہ اللہ کے ہاں ہر بات محفوظ اور قابل محاسبہ ہے۔

ضرورت کے وقت بات کریں اور کام کی بات کریں

زیادہ بولنا عموماً ہمیں نقصان سے دوچار کر دیتا ہے کیونکہ زیادہ باتوں سے ہم (Over Controll) بے قابو ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اچھی بات کرو یا خاموش رہو''۔ (متفق علیہ)

فرمایا: ''فی السکوت سلامۃ''۔ خاموشی میں سلامتی ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ نیکی کی بات کرے ورنہ خاموش رہے''۔ (مشکوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو خاموش رہا اس نے نجات پائی''۔ (احمد، ترمذی)

ہمیشہ سچ بولیں

ہمیشہ سچ بولنے کو اپنا شعار بنائیں کیونکہ سچ سے دلی

اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ ''سچ میں اطمینان ہے''۔ (بخاری)

سچ بولنے میں سکون ہے آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری زندگیوں سے سکون ختم ہوتا جا رہا ہے کیوں؟؟؟ یہ سچ سے دوری کا نتیجہ ہے۔ مسلسل سچ بولنا جنت میں لے جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سچائی انسان کو نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ صدیق کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔

کسی کا دل نہ دکھائیں

اپنی بات سے کسی کا دل نہ دکھائیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حقیقی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں''۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسی بھی بات نہ کریں جس سے معذرت کرنا پڑے''۔ (احمد)

یعنی نہایت سوچ سمجھ کر بات کریں۔ پہلے تولو پھر بولو۔

جھوٹ سے اجتناب کریں

جھوٹ ایسی بیماری ہے جو دنیا اور آخرت میں ہمارے لیے خطرناک ہے۔ جبھی اللہ تعالیٰ نے اس طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا: ''وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ''. (الحج: ۳۰)

اسی کو آپ ﷺ نے یوں فرمایا: جھوٹ پریشانی کو جنم دیتا ہے''۔ (بخاری)

''اَلْکِذْبُ رِیْبَۃٌ''۔ ''جھوٹ کھٹک (بے چینی) ہے''۔ (بخاری)

مسلسل جھوٹ زندگی کو عذاب بنا دیتا ہے اور جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔

ہمیشہ انصاف کی بات کریں

بات جب بھی ہو انصاف کے اصولوں پر مبنی ہو۔

وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی. (المائدہ: ۱۵۲)

ترجمہ: ''انصاف کی بات کرو چاہے وہ رشتے داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو''۔

عام طور پر گھروں میں اس بات کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے ہم پریشانیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

آواز نرم رکھیں

دورانِ گفتگو نرم لہجہ اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے بطور خاص ہدایت کرتے ہوئے فرمایا: ''فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ. (آل عمران: ۱۵۹)

''یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ﷺ ان (لوگوں) کے لیے نرم خو ہیں''۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے بہتر لوگ وہ ہیں جو گفتگو میں نرمی کریں''۔ (بخاری)

مگر عورت نامحرم سے بات کرتے ہوئے لہجہ سخت رکھے۔

مسکراتے اور میٹھے لہجے میں گفتگو کریں

بات ہمیشہ میٹھے لہجے میں کی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے بھائی کی طرف دیکھ کر مسکرا دینا بھی صدقہ ہے'' (احمد، ترمذی)

ٹھہر ٹھہر کر اچھے انداز میں گفتگو کریں

بات ٹھہر ٹھہر کر اچھے انداز میں کریں کہ مخاطب کو سمجھ آجائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''نبی ﷺ ٹھہر ٹھہر کر باتیں کرتے کوئی گننے والا چاہتا تو گن سکتا تھا''۔ (بخاری)

تیز تیز گفتگو کرنے سے پرہیز کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ آدھی گفتگو آپ کھا جائیں اور اگلا بندہ تشنگی کا شکار ہو جائے۔

آواز اونچی اور چیختی ہونی نہ ہو

اونچی اور چیختی آواز آپ کو بدنما بنا دے گی اس لیے اس سے پرہیز کریں کہ قرآن پاک میں آتا ہے۔

اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ. (لقمٰن: ۱۹)

ترجمہ: ''اور کچھ شک نہیں کہ سب سے اونچی آواز گدھے کی ہے''۔

آپ کا ترش اور کاٹ دار لہجہ آپ کو لوگوں سے دور کر دے گا اور آپ معاشرہ میں تنہا رہ جائیں گے۔

میں اس شخص کے لیے جنت میں گھر کا ضامن ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے۔ (ابوداؤد)

بناوٹ اور تصنع سے پرہیز کریں

گفتگو میں بناوٹ اور تصنع سے پرہیز کریں۔ اس کو ناپسند کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں آپ ﷺ کی صفت بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ. (ص: ۸۶)

اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔

خیال رہے کہ بنا بنا کر باتیں کرنے والا اللہ کو ناپسند ہے۔

ام معبد رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی گفتگو کا نقشہ ان الفاظ سے کھینچتی ہیں۔ جب چپ رہتے تو باوقار، بات کرتے تو پر رونق، لولوئے لالہ، خوبصورت شیریں کلام، بچے تلے الفاظ، جیسے منہ سے موتی جھڑ رہے ہوں، میٹھی بولی، علیحدہ علیحدہ الفاظ نہ ضرورت سے کم، نہ ضرورت سے زیادہ۔ (بخاری شریف)

بات مختصر اور مطلب کی ہونی چاہیے

ہمارے پیارے نبی ﷺ جب بھی بات کرتے تو مختصر مگر جامع، تمام احادیث مبارکہ اور روزمرہ سکھائی

جانے والی دعائیں اس بات کی بہترین دلیل ہیں۔

الفاظ کی ادائیگی

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ تیز تیز بولتے ہیں اور آدھے الفاظ ادا نہیں کرتے یا بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بولنے میں تیزی تو نہیں ہوتی مگر ویسے ہی بولنے کا انداز ایسا ہوتا ہے کہ الفاظ مکمل ادا نہیں ہو پاتے۔

ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ ﷺ منہ بھر کر پورے پورے الفاظ ادا فرماتے تھے"۔ (شمائل ترمذی)

دوران گفتگو ہاتھوں کو استعمال کیا جا سکتا ہے

بات سمجھانے کے لیے ہم ہاتھوں کا استعمال کر سکتے ہیں مگر مناسب انداز میں موقع اور گفتگو کی مناسبت کے ساتھ۔

یاد رکھئے کہ اسلام نفاست کا دین ہے، جو آپ کو سلجھا ہوا، نفیس اور مہذب دیکھنا چاہتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے ہاتھ سے اس ساعت کی قلت کا اظہار کیا"۔ (بخاری)

بات عمر اور مرتبہ کے لحاظ سے ہونی چاہئے

بات کرتے ہوئے اپنی اور اگلے بندے کی عمر کا لحاظ رکھا جائے۔ مرتبہ اور عزت کا بھی خیال کیا جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم سے نہیں"۔ (متفق علیہ)

اس لیے استاد اور والدین سے محتاط رویہ اپنائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے اونچا نہ کرو۔ اور ان سے اونچی آواز سے بات نہ کرو جیسے تم ایک دوسرے سے اونچی آواز سے باتیں کر لیتے ہو۔ (سورۃ حجرات)

بدکلامی اور بد زبانی سے پرہیز کریں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اور بدزبانی جس چیز میں ہو اس کو عیب دار کر دیتی ہے"۔ (ترمذی)

حارث بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "بدخلق جنت میں نہ جائے گا"۔ (ابوداؤد)

دوسروں کی برائی نہ کریں

دوسروں کی برائیاں کرنا ناپسندیدہ کام ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے زبان کی حفاظت کی اللہ نے اس کا پردہ رکھا"۔ جو دوسروں کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کریں گے"۔

چغلی نہ کریں

چغلی یہ ہے کہ کسی دوسرے کے احوال و واقعات کو فساد کی نیت سے دوسروں تک پہنچانا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا"۔ (بخاری)

غیبت نہ کریں

غیبت یہ ہے کہ کسی کی عدم موجودگی میں اس کے عیوب ونقائص دوسروں سے بیان کرنا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو۔ کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے۔ (الحجرات)

بہتان نہ لگائیں

کسی پر بہتان لگانا سنگین جرم ہے۔

کسی پر جھوٹا الزام لگانا، اس پر بہتان باندھنے کی سزا قرآن نے 80 کوڑے مقرر کی ہے۔

مسلمان بہن بھائی کی وہ بات کرنا جو اس میں موجود نہیں یہ اس پر بہتان باندھنا ہے۔

شکایات سے اجتناب کریں

بلاوجہ کسی کی شکایتیں نہ لگائی جائیں۔ شکایت لگانا آپ کے وقار کے منافی ہے۔ اکثر بچے یہ عادت بڑوں سے لیتے ہیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کوئی میرے پاس دوسرے صحابی کی طرف سے بات نہ لگائے (اس کی شکایت) کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جب تمہارے پاس سے جاؤں تو میرا سینہ صاف ہو۔ (ابوداؤد)

کسی کو برے نام سے نہ پکاریں

ایک دوسرے کو اچھے انداز اور اچھے نام سے پکارنا چاہیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْأَلْقَابِ. (الحجرات: 11)

رسول اللہ ﷺ ایسے پکارتے تھے "یا معاذ، یا عبداللہ"

کسی کا مذاق نہ اڑائیں

انسان مل جل کر لوگوں میں رہتا ہے اس لیے اسے ایسے کاموں اور باتوں سے دور رہنا چاہئے جو لوگوں اور معاشرے میں اس کی عزت کم کر دیں اور لوگوں سے دور کر دیں اس لیے اسے دوسروں کا مذاق اڑانے سے منع کیا ہے۔ عورتوں میں یہ عادت عام ہوتی ہے۔ اسی لیے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

کوئی عورت دوسری عورت پر نہ ہنسے (مذاق)۔ (الحجرات)

جھوٹا وعدہ نہ کریں

عموماً ہمارے ہاں وعدے کی اہمیت کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ والدین بچوں کے ساتھ ایسے وعدے کرتے ہیں جن کے پورے کرنے کا ارادہ نہیں ہوتا۔ ایک طرف تو والدین اپنا نقصان کرتے ہیں جھوٹا وعدہ کر کے دوسرا اپنے بچوں میں جھوٹ کی عادت ڈالتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "عہد پورا کرو بے شک وعدے کے بارے میں پوچھا جائے گا"۔ (سورہ بنی اسرائیل)

آپ ﷺ نے بھی وعدہ پورا کرنے کی خصوصی تاکید کی ہے۔

عموماً مرد و زن دوران گفتگو اس بات کا کم ہی خیال کرتے ہیں۔

بات بات پر قسم نہ کھائیں

جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے بلاوجہ قسم اٹھالیتے ہیں۔قسم ان کا تکیہ کلام بن جاتی ہے۔وہ لوگ یہ عادت چھوڑ دیں ورنہ انہیں قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔

جاہلوں کے ساتھ نہ الجھیں

جاہل لوگوں سے فضول بحث میں نہ الجھیں بلکہ سلام کہہ کر گفتگو ختم کر دی جائے اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔''اور اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جہالت کی) بات کرتے ہیں تو وہ (رفع شر کے لیے) سلام کہتے ہیں۔

بے ہودہ اور لغو باتوں سے پرہیز کریں

بے کار قسم کی باتوں سے اجتناب کریں احادیث میں فضول لایعنی گفتگو سے منع فرمایا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ہر کلام بنی آدم کے لیے وبال (عذاب) ہے سوائے اس کے کہ اس نے کسی کو اچھائی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا۔(ترمذی، مشکوٰۃ)

گفتگو میں اشارہ بازی سے پرہیز کریں

بعض لوگوں کو اشارہ بازی کی عادت ہوتی ہے یہ غلط عادت ہے اس سے پیچھا چھڑائیں اشارہ کرنے سے دوسرے کو بدگمانی ہوگی اور خواہ مخواہ اس کے دل میں شک پیدا ہوگا۔

قرآن پاک میں ہے۔''طعنہ دینے اور آنکھوں سے اشارہ بازی کرنے والے کے لیے ہلاکت ہے''۔(سورۃ الھمزہ)

مبالغہ آرائی سے بچیں

مبالغہ آرائی سے مراد بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا ہے اس لیے بات میں مبالغہ آرائی نہ کریں۔

ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ''آپ ﷺ نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے کہ مبالغہ آرائی کرنے والے ہلاک ہو گئے۔(مسلم)

عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ اس آدمی کو برا جانتا ہے جو مبالغہ کا اظہار کرتے ہوئے اپنی زبان کو اس طرح متحرک کرتا ہے جس طرح گائے اپنی زبان کو حرکت دیتی ہے۔(ترمذی)

خوشامد کرنا

خوشامد خواہ مخواہ کی تعریف۔

کسی کی خوبیوں کو بڑھا بڑھا کر بتانا۔

خوشامد کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ناپسند کیا ہے۔

لعنت کرنا

لعنت کا مطلب ہے اللہ کی رحمت سے دوری خواہ مخواہ کسی پر لعنت نہیں کرنی چاہیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:''ابو درداء ؓ جب کوئی لعنت کرتا ہے تو وہ آسمان کی طرف جاتی ہے اس کے جاتے ہی آسمان کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔وہ دائیں بائیں گھومتی ہے پھر راستہ نہ پا کر کہنے والے پر پلٹ آتی ہے۔(ابوداؤد)

اکثر عورتوں کی عادت لعن طعن کی ہوتی ہے وہ بات بات پر لعنتیں دیتی ہیں انہیں اللہ سے ڈرنا چاہیے۔

گفتگو میں ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا

گفتگو میں دوسروں کو ہنسانے کے لیے بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیے آپ ﷺ نے فرمایا:''جھوٹ کی بو سے فرشتے ایک میل دور چلے جاتے ہیں''۔ نیز فرمایا:''ہلاکت ہے اس بندے کے لیے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولے''۔(ابوداؤد)

جھگڑا اور گالی گلوچ نہ کریں

گالی گلوچ معاشرے میں فساد پیدا کرتی ہے عام دیکھنے میں آیا ہے کہ صرف گالی گلوچ پر کئی جانوں کا ضیاع ہو جاتا ہے۔اسی وجہ سے اسلام نے ہر صورت میں گالی گلوچ سے منع کیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:''مومن جھگڑنے والا اور گالی گلوچ کرنے والا نہیں ہوتا''۔(ترمذی)

آپ ﷺ نے فرمایا:''مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اس کے ساتھ لڑنا کفر ہے۔(الحدیث)

ابوامامہ ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''میں اس شخص کے لیے جنت میں گھر کا ضامن ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے۔(ابوداؤد)

اپنے راز کی حفاظت کریں

اپنے راز کی اور اپنے دوست کے راز کی بھی حفاظت کی جائے کیونکہ مجلس کی باتیں امانت ہوتی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:''مجالس امانت ہیں''۔(ابوداؤد)

دوران گفتگو اس بات کا بطور خاص خیال رکھیں اور مجلس میں کی جانے والی باتوں کو دوسروں کے سامنے کرنے سے گریز کریں۔

خوش خلقی سے پیش آنا

جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے نزدیک، محبوب اور قریب وہ لوگ ہوں گے جو تم میں سے اخلاق میں بہتر ہوں گے۔(بخاری)

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''مومن خوش خلقی سے اس شخص کا جیسا درجہ حاصل کر لیتا ہے جو دن کو روزہ رکھے اور رات بھر عبادت کرے۔(ابوداؤد)

ابودرداء ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ترازو میں حشر کے دن خوش خلقی سے بڑھ کر کوئی چیز نہ ہوگی''۔(بلوغ الرام بحوالہ بخاری)

اگر ہم سب گفتگو کے ان آداب کو مدنظر رکھتے ہوئے بات چیت کریں تو معاشرہ میں بہترین مقام حاصل کر سکتے ہیں۔اور آخرت میں بھی۔اللہ عمل کی توفیق دے۔(آمین)

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا

مریم خان (رائیونڈ)

امام ابن قیم ؒ نے ایک دفعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے کہا'' کہ کسی عالم سے دریافت کیا گیا، انسان کے لیے تسبیح زیادہ فائدہ مند ہے یا استغفار زیادہ مفید ہے؟'' اس نے جواب دیا کپڑا صاف ستھرا ہو تو عرق گلاب اور بخورات مفید تر ہیں لیکن اگر میلا کچیلا ہو تو گرم پانی اور صابن بہتر ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ نے ابن قیم ؒ سے کہا بخورات و عرق گلاب اور عطریات کجا؟ جب کپڑے ہر وقت میل کچیل سے غلیظ اور گندے ہی رہتے ہوں تو پھر؟؟

تو پھر آیئے اپنی روح کے میل کو استغفار سے پاک کرتے ہیں۔ استغفار کیا ہے؟؟؟

غَفَرَ بمعنی کسی چیز پر کوئی ایسی چیز پہنا دینا جو اسے میل کچیل یا کسی دوسری مضرت سے محفوظ رکھے۔ اللہ کی طرف سے غفران کے معنی یہ ہیں کہ وہ گناہوں کی عقوبت سے انسان کو چھپا لے اور غفران عذاب کے ساقط ہونے کا مقتضی ہے اور یہی بات ثواب کو واجب کر دیتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ (ال عمران: ۱۳۵)

اور اللہ کے علاوہ گناہوں کو بخش بھی کون سکتا ہے۔

اور اللہ سے گناہوں کی بخشش چاہنے کے لیے اَسْتَغْفَرَ آئے گا اس کی نسبت اللہ ہی کی طرف ہوگی خواہ اللہ کا نام مذکور ہو یا نہ ہو۔

استغفار یہ ہے کہ بندے کا اپنے غفور الرحیم رب سے یہ مطالبہ کرنا کہ اس کے گناہوں سے درگزر کرتے ہوئے وہ اس کو اپنی بخشش میں چھپالے۔

زندگی نعمت الٰہی ہے اس نعمت کا شکر یہ ہے کہ اس کو حکم الٰہی کے مطابق گزارا جائے اور اگر ناشکری ہونے لگے تو رب غفار سے طلب غفران کو اپنا معمول بنا لیا جائے۔ میرے رب کے بندو! کبھی ایسا تجربہ ہوا کہ گناہ بھی کیا پھر اقبال جرم کیا تو آگے سے ہاتھ تھام لیا گیا ہو......؟؟؟ نہیں

واحد عدالت ہے میرے غافر کی جہاں اعتراف جرم کرو تو ہاتھوں ہاتھ لیے جاتے ہو۔

استغفار دونوں زینوں کی ایسی سیڑھی ہے جس کے پہلے زینے پر عاصی ہو تو دوسرے زینے پر غافر خود ہوتا ہے۔

مسند احمد میں ہے

وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ: عن النبی ﷺ قال: قال ابلیس: وَعِزَّتِکَ لَا اَبْرَحُ اُغْوِیْ عِبَادَکَ مَادَامَتْ اَرْوَاحُھُمْ فِیْ اَجْسَادِھِمْ. فَقَالَ: وَعِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ لَا اَزَالُ اَغْفِرُ لَھُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِیْ. (رواہ احمد و الحاکم وقال: صحیح الاسناد)

(ترجمہ) ابو سعید خدری سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ابلیس (لعین) نے کہا تیری عزت کی قسم میں تیرے بندوں کو گمراہ کرتا رہوں گا جب تک ان کے جسموں میں روحیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے میری عزت اور جلال کی قسم ہے جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے میں انہیں بخشتا رہوں گا۔

شیطان کا داؤ چل جانا انوکھی بات نہیں لیکن شانِ مومن یہ ہے کہ گناہ پر اصرار نہ کرے ہٹ دھرمی ہلاکت کا باعث بن جایا کرتی ہے۔

صادق المصدوق کی زبان سے بحکم الٰہی نکلا تھا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَھَبَ اللّٰہُ بِکُمْ وَ لَجَاءَ بِقَوْمٍ یُذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰہَ فَیَغْفِرُ لَھُمْ. (رواہ مسلم)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو گے تو اللہ تمہیں لے جائے گا اور ایسے لوگ لے آئے گا جو گناہ کریں گے اور معافی مانگیں گے اور اللہ انہیں معاف فرمادے گا۔

بخش دینا میرے رب کو کتنا محبوب ہے؟ اللہ کے تمام ناموں کو بغور دیکھ چھ نام ایسے ملیں گے جن کا تعلق غفران سے ہے۔

ا۔ ''غفار'' قرآن میں تین مقامات پر آیا ہے سورہ نوح سے بحالت انفرادی ''انه کان غفارا'' سورہ زمر و مومن میں ''العزیز الغفار'' فرمایا گیا۔

رب غفار گناہوں کو چھپا لیتا ہے چھپانے کا مطلب ہے کہ جس طرح ہم گندی، قابل نفرت چیزوں کو مٹی ڈال کر چھپا دیتے ہیں اسی طرح اللہ ہماری آلودگیوں کو اپنی بخشش سے دور کر دیتا ہے

۲۔ ''غفور'' قرآن میں 92 مرتبہ ذکر ہوا کبھی رحیم کے ساتھ کبھی اسم عزیز کے ساتھ، کبھی اسم غفور کے ساتھ، کبھی اسم شکور کے ساتھ، کبھی اسم حلیم کے ساتھ، کبھی صفت ذوالرحمۃ کے ساتھ اور کبھی تنہا۔

غفور وہ ذات ہے جس کی عطاء و بخشش بے انتہاء ہو۔

۳۔ ''غافر'' قرآن میں باضافت صرف ایک مقام

پر آیا ہے۔ ''غافر الذنب'' غافر وہ ذات ہے جو بروز محشر گناہوں پر پردہ ڈال دے گا۔

۴۔ واسع المغفرۃ......سورہ نجم۔

۵۔ اہل المغفرۃ......سورۃ مدثر۔

۶۔ خیر الغافرین......الاعراف۔

یہ میرا غفور رحیم ہی تو ہے کہ لا یغفر ان یشرک بہ فرمانے کے باوجود وہ مشرکوں پر عذاب اس لیے نہ بھیجے کہ وہ بخشش طلب کرتے ہیں۔

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔

لیکن دورخاپن وہ زہر قاتل ہے کہ جس کے توڑ کے لیے زبان اطہر سے نکلا استغفار بھی فائدہ نہیں دیتا۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ۔ (آپ ان کے لیے بخشش مانگیں یا ناں) اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی بخشش طلب کریں اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ (توبہ)

ذکر الٰہی محض زبان سے ہو تو فائدہ مند ہوتا ہے لیکن وہ جس کے ساتھ دل بھی شامل ہو اس کے کیا کہنے!!

دل سے جو نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

امام نووی ﷫ نے فرمایا تھا وہ ذکر جس میں دو عضو شامل ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس میں صرف ایک عضو استعمال ہو۔ استغفار محض گناہوں کی بخشش ہے؟؟؟ نہیں

① ۔بلکہ طلب مغفرت متاع حسنہ کی ضامن ہوتی ہے۔

قرآن کا فرمان ہے۔

وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ۔ (هود:۳)

ترجمہ: اور یہ کہ تم اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس سے توبہ کرو وہ تمہیں متاع حسنہ دے گا مقررہ مدت تک اور ہر صاحب فضل کو اس کا فضل دیا جائے گا۔

② ۔استغفار خوشحالی کا آزمودہ نسخہ ہے۔

نوح علیہ السلام نے قوم سے کہا۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا۔ (نوح: ۱۰۔۱۲)

ترجمہ: پس میں نے کہا اپنے رب سے بخشش مانگو بے شک وہ غفار ہے وہ آسمان کو تم پر برسنے کے لیے بھیج دے گا تمہیں مال اور اولاد سے مدد دے گا اور تمہارے لیے باغات اور نہریں بنا دے گا۔

③ ۔قوت میں اضافے کا باعث ہے۔

ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

وَ يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ (هود:۵۲)

ترجمہ: اور اے میری قوم اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس سے توبہ کرو آسمان کو برسنے والا بنا کر بھیج دے گا اور تمہاری قوت کو بڑھا دے گا۔ اور تم جرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو۔

④ ۔بخشش کی طلب دعاؤں کو مستجاب کر دیتی ہے۔

صالح علیہ السلام نے قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ۔ (هود: ۶۱)

ترجمہ: پس اس سے استغفار کرو پھر توبہ کرو بے شک میرا رب قریب ہے قبول کرنے والا ہے۔

⑤ ۔رحم اور محبت الٰہی کا ذریعہ ہے۔

شعیب علیہ السلام نے حکم دیا تھا۔

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ۔ (هود: ۹۰)

ترجمہ: اور اپنے رب سے بخشش طلب کرو پھر توبہ کرو بے شک میرا رب رحم کرنے والا محبت کرنے والا ہے۔

کیا استغفار صرف یہی ہے کہ گناہ ہوا تو استغفر اللہ کہہ دیا؟

کوئی کوتاہی ہوئی تو معافی طلب کر لی؟

کوئی خطا ہوئی تو بخشش کے طالب ہوئے؟

ہم نے استغفار کے معنی کو بہت محدود سمجھا ہے۔

کبھی سوچا ہی نہیں۔

معاملہ بدنی عبادت کا ہے معلم اعظم سکھا رہے ہیں تکمیل نماز کے بعد تین مرتبہ استغفار! کیوں

معاملہ مالی عبادت کا ہے تب بھی اللہ نے فرما دیا تکمیل حج کے بعد استغفار!

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (بقرۃ: ۱۹۹)

پھر جہاں سے لوگ لوٹیں تم بھی لوٹو اور اللہ سے غفران مانگو۔ تو کیوں؟؟

انسان سوچتا ہے......فلاں وجہ ہوگی، فلاں حکمت ہوگی۔ اپنے آپ کو مطمئن کر لیتا ہے۔

لیکن ایک مقام پر انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ جب مالک حقیقی اپنے محبوب سے کہتا ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ۔ (النصر:۳)

چونک جاتا ہے...... نبی تو معصوم عن الخطا ہوتا ہے......؟؟؟

وہ تو مغفور تھے پھر بھی......آخر کیا حکمت تھی اس میں کہ جب کام پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے، قدم کامیابی سے راستوں کو طے کر کے منزل کے قریب پہنچ جائیں اس طرح سے کہ اب منزل پانے میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں رہی، کامیابی یقینی ہوگئی تب اللہ کی تسبیح و تحمید کریں اور ساتھ بخشش طلب کریں کیا مقصد ہو سکتا ہے؟ کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

میرے مالک کی حکمتوں پر میری جان فدا۔ اللہ بزرگ و برتر نے میرے محمد عربی ﷺ کو مخاطب کیا،

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ○ (نصر ۱۔۲)

جب اللہ کی نصرت و فتح آجائے اور دیکھو کہ جتھوں کی صورت لوگ دین اللہ میں داخل ہو رہے ہیں تب ایک کام کرنا، اپنے رب کے نام کی حمد کرنا اور اس سے بخشش مانگنا۔

فرض پورا ہو گیا رسالت کا وہ منصب جس پر آپ فائز تھے اس ذمہ داری کو تمام تر جانفشانی سے پورا فرما دیا۔

دین حق کا آفتاب پوری آب و تاب سے چمکنے لگا۔

یہ سفر کیسے ہوا؟ یہ منزل پائی کیسے؟ کوئی ذی ہوش اس سے ناواقف نہ ہوگا۔ کیا کیا صعوبتیں نہ تھی جو اس سفر میں آپ کو برداشت کرنا پڑیں۔ مصائب کے کیسے کیسے پہاڑ آپ پر ٹوٹے...... درد و الم نے اپنی تمام تر انتہاؤں کے ساتھ در نبوت پر بار بار دستک دی سختیاں کیا کیا روپ دھار کر آپ کے سامنے آتی رہیں......!!

زندگی پھولوں کی سیج تو ہرگز نہیں ہے لیکن جتنے کانٹے میرے رہبر کے راستے میں بچھائے گئے آپ ﷺ کی امت پلکوں سے چننے لگے تب بھی ان شفقتوں کا حق ادا نہ ہو جو آپ ﷺ امت کے لیے دل میں رکھتے تھے۔ یہ ایک طرف میرے محبوب ﷺ نے طائف میں وہ درد سہا تھا بہت ممکن ہے درد مجسم ہوتا تو درد سے رو دیتا۔

ایک کانٹا بھی چبھے تو گناہ کا کفارہ ہوتا ہے۔

پھر کیا وجہ تھی؟ اتنے درد سہنے کے باوجود، اتنی تکالیف برداشت کرنے کے باوجود رب تعالیٰ اس ہستی سے کہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ۔

وہ ہستی جس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے گئے تھے۔ میرے حکیم کی کیا حکمت پوشیدہ تھی؟؟؟

ذہن کہتا ہے، استغفار تو بندہ گناہ پر کرتا ہے۔ معافی تو بندہ غلطی پر مانگتا ہے۔ بخشش طلب کرنے کا مقام تو وہ ہوا کرتا ہے جب کوئی خطا ہو جائے، جب کوئی لغزش، کوئی کوتاہی سرزد ہو۔

پھر کیا وجہ تھی آخر......؟؟؟

یہی سبق سکھانا تھا مالک نے

میرے بندو! ضروری نہیں غلطی ہو تو گڑگڑاؤ، خطا ہو تو معافی مانگو۔ بلکہ مغفرت تب بھی طلب کی جاتی ہے جب فرض ادا ہو جائے، جب کامیابی ملے، جب دل خوشی اور مسرت سے معمور ہو، جب منزل کو پالو کیوں ہے ایسے ربی؟؟؟

اس لیے کہ تمہارا رب بڑا غفور رحیم ہے۔ طلب مغفرت اصلاح کا باعث ہوتی ہے۔ آئندہ کے ہر بگاڑ کو روک دیتی ہے۔ طلب غفران ہی کامیابی کا اصل راز ہوا کرتی ہے۔ کامیابی کے زینے طے کرتے کرتے چوٹی پر پہنچ کر نیچے دیکھو...... عین ممکن ہے، نیچے والے سب کمتر اور حقیر لگنے لگیں۔ یہی وقت ہے اپنے آپ کو تنبیہ کرنے کا، کچھ یاد دلانے کا۔

ٹھہرو! بے شک کامیابی تمہارا مقدر ٹھہری لیکن اس مقام پر اس ذات کو فراموش نہ کرنا جس نے تمہارا مقدر لکھا تھا۔

یہ وہ ادب ہے جو رسول مکرم ﷺ کو سکھایا گیا کہ جن سے بڑھ کر خدا کی راہ میں سعی و جدو جہد کرنے والے کسی انسان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تو پھر دوسرے کسی کا یہ مقام کہاں ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے عمل کو بڑا عمل سمجھے اور اس دھوکے میں مبتلا ہو کہ اس نے اللہ کا حق ادا کر دیا اللہ کا حق اس سے بہت بالا ہے کہ کوئی مخلوق اس کو ادا کر سکے، کوئی نبی بھی نہیں کجا کہ کوئی عام انسان!!

اپنے محبوب نبی کو سکھا کر گویا امت کو تعلیم دی کہ

۱۔ اپنی محنت پر غرور کرنے کے بجائے اللہ کے سامنے عاجزی کا اظہار کیا جائے کہ حق ادا نہیں ہوا چنانچہ جو کوتاہی ہوئی اس پر استغفار کیا جائے۔

۲۔ اتنی لمبی سعی اور کوششوں کے بعد اللہ کا وعدہ پورا ہوا اس کے دوران جو رنج، مایوسی اور تنگی آئی اس پر استغفار کرو۔

۳۔ اللہ کی طرف سے جو کامرانی و خوشی نصیب ہوئی ہے اس کی مسرت و فرحت سے فخر و غرور کا احساس دل پر چھا نہ جائے اس لیے استغفار اور ایسے موقع پر یہ چیز فاتح و مغلوب دونوں کو تباہی سے بچا لیتی ہے۔

غلبہ و نصرت کے موقع پر فخر و غرور کے لحات میں دل کو اس طرف متوجہ کرنا اور اس کے اندر یہ شعور بیدار کرنا بندہ کا مقام عجز و تقصیر کا ہے وہ بڑائی اور کبریائی کے مقام سے نیچے اتر آئے اپنے رب سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگے۔

یہ ہے نیکی و فضیلت کا اعلیٰ مقام جس سے انسان درحقیقت بڑا بنتا ہے اپنی بڑائی اور کبریائی سے دست بردار ہو جاتا ہے حقیقی آزادیوں اور مسرتوں سے ہمکنار ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے آگے جھک جاتا ہے۔ وہ اللہ کو اکبر اور اعلیٰ مان لیتا ہے۔ یہ ہے وہ اعلیٰ معیار اخلاق جو ہمیشہ پیغمبروں کا امتیاز رہا۔

فسبح بحمد ربک واستغفرہ کا حکم نازل ہوا۔

فتح مکہ کا موقع ہے میرے نبی محترم ﷺ کا انداز یہ ہے کہ مکہ میں داخل ہوئے تو ایک شکر گزار بندے کی طرح اپنی سواری پر خدا کے حضور جھکے ہوئے تسبیح و تحمید و استغفار میں مصروف اور پھر بعد میں بھی آخر دم تک آپ کا یہی انداز رہا۔

امت کو تعلیم دی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! تُوبُوا إِلَى اللَّهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ فَإِنِّي أَتُوبُ فِي الْيَوْمِ إِلَيْهِ مِائَةَ مَرَّةٍ۔ (رواہ مسلم)

اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ کرو اور اس سے بخشش مانگو بے شک میں دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

تو اے میرے محمد ﷺ کی امت! دکھ ہو یا سکھ، کامیابی ہو یا ناکامی اللہ سے بخشش طلب کرتے رہو۔ رب کعبہ کی قسم ہے، جتنی تمہاری نیت خالص ہوگی اتنا ہی اللہ کو قریب پاؤ گے۔

اس کبیر کے سامنے جتنا جھک جاؤ گے وہ تمہیں اتنی بلندیاں عطا فرمائے گا۔

اور حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

سبحانک اللھم و بحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک و اتوب الیک۔

کیا ہے' اور پھر ان مکہ کے قاصدوں کو بادشاہ نے ان کے تحفے دے کر واپس بھیج دیا۔

لیکن بچو! ایک سب سے بڑی اور خوشی کی بات یہ تھی کہ کچھ عرصے کے بعد وہ نیک دل بادشاہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لے آیا۔ جی! کیسی لگی آپ کو نیک دل بادشاہ کی کہانی۔ یقیناً بہت ہی اچھی لگی ہوگی۔ بچو! دیکھا کہ کس طرح بادشاہ نے کفار کی سازشوں کو ناکام بنایا۔ اس نے سچائی کا دامن پکڑے رکھا اور حقیقت سے نظریں چرانے کی بجائے حق کا ساتھ دیا۔

پیارے بچو! اس کہانی سے ہمیں کیا سبق ملا؟ یہی کہ ہم ہمیشہ سچ بولیں اور حق وصداقت کا علم کبھی اپنے ہاتھوں سے سرنگوں نہ ہونے دیں۔ اے اللہ ہمارے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو قوت عطا کر کہ یہ ہمیشہ دین حق کا پرچم بلند رکھیں۔ (آمین)

کھانا کھانے کے آداب

⊛ سیر ہونے سے پہلے کھانا بند کر دیں۔ اسی میں آپ ﷺ کی اقتداء ہے۔ اس طرح آپ مہلک بدہضمی سے بھی محفوظ رہیں گے اور ذہنی استعداد بھی درست رہے گی۔

⊛ ہاتھ کی انگلیاں چاٹیں اور کپڑے سے صاف کریں یا دھو لیں جبکہ دھونا بہتر ہے۔

⊛ کھانا کھانے کے دوران گرے ہوئے ٹکڑے چن لیں اس کی حدیث میں ترغیب آئی ہے اور یہ نعمت پر اظہار تشکر ہے۔

⊛ دانتوں کا خلال کریں اور منہ صاف کرنے کے لیے کلی کریں کہ اسی سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے اور ساتھیوں سے ہم کلام ہوں گے جیسا کہ یہ منہ کی صفائی دانتوں کی تندرستی کے لیے بھی ضروری ہے۔ کھانا کھانے یا مشروب پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وتعریف کریں اور اگر دودھ پیا ہے تو یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ وَ زِدْنَا مِنْهُ.

اے اللہ اس روزی میں جو تو نے ہمیں دی ہے۔ برکت دے اور مزید عطا فرما۔

کسی کے پاس روزہ افطار کیا ہے تو دعا مانگیں۔

اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَ صَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰئِکَةُ.

ترجمہ: روزہ دار تمہارے پاس روزہ افطار کریں نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمہارے لیے دعا کریں۔ (بحوالہ منہاج المسلم)

پیارے بچو! اللہ کے پیارے نبی ﷺ جب گھر میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلِجِ وَ خَیْرَ الْمَخْرَجِ، وَ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَ بِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا.

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں گھر میں داخل ہونے اور گھر سے نکلنے کی بہتری کا۔ اللہ کے نام کے ساتھ ہم گھر میں داخل ہوئے اور اللہ کے نام کے ساتھ ہم نکلے اور اپنے رب ہی پر ہم نے توکل کیا۔

پھر گھر والوں کو سلام کرتے۔

ان سوالات کے جواب دیں

۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب کیوں ملا؟

۲) حبشہ کی طرف ہجرت کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

۳) کس صحابی نے طریقہ اذان کو خواب میں دیکھا؟

۴) اسراء سے کیا مراد ہے؟

پیارے بچو! کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ کون سے دو صحابیوں کے نام ہیں۔

	س	
د		ح
	ا	
ہ		ب

مئی کے پزل کا جواب

وہ دو صحابیوں کے نام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔

مئی کے درست جوابات

(۱) جی ہاں چاند کا پھٹنا (شق القمر) آپ ﷺ کے معجزات میں سے تھا۔

(۲) آپ ﷺ نے امین الامت کا لقب ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔

(۳) آپ ﷺ نے تین ماہ اور ۱۳ یا ۱۴ دن بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی تھی۔

(۴) غزوہ بدر میں ابلیس سراقہ بن مالک کی شکل میں آیا تھا۔

درست جواب دینے والوں کے نام

عائشہ زکریا (لاہور)۔ مکیہ جاوید (سیالکوٹ)۔ طیبہ ابراہیم (جام پور)۔ ایمن حماد، عبداللہ (لاہور)۔ محمد صدیق (جام پور)۔ وجیہہ (مظفر گڑھ)۔ عابدہ خوشی محمد (پاکپتن)۔ اسماء بلال (چشتیاں)۔ ماریہ عبدالرؤف (خانیوال)۔ مبین لطیف (اوکاڑہ)۔ صائمہ مشتاق (گوجرانوالہ)۔ فاطمہ زکریا (لاہور)۔ خدیجہ طاہرہ بنت محمد شوکت۔ روبینہ بنت محمد شوکت۔ محمد وقاص چک نمبر 24/2.L اوکاڑہ

خود احتسابی

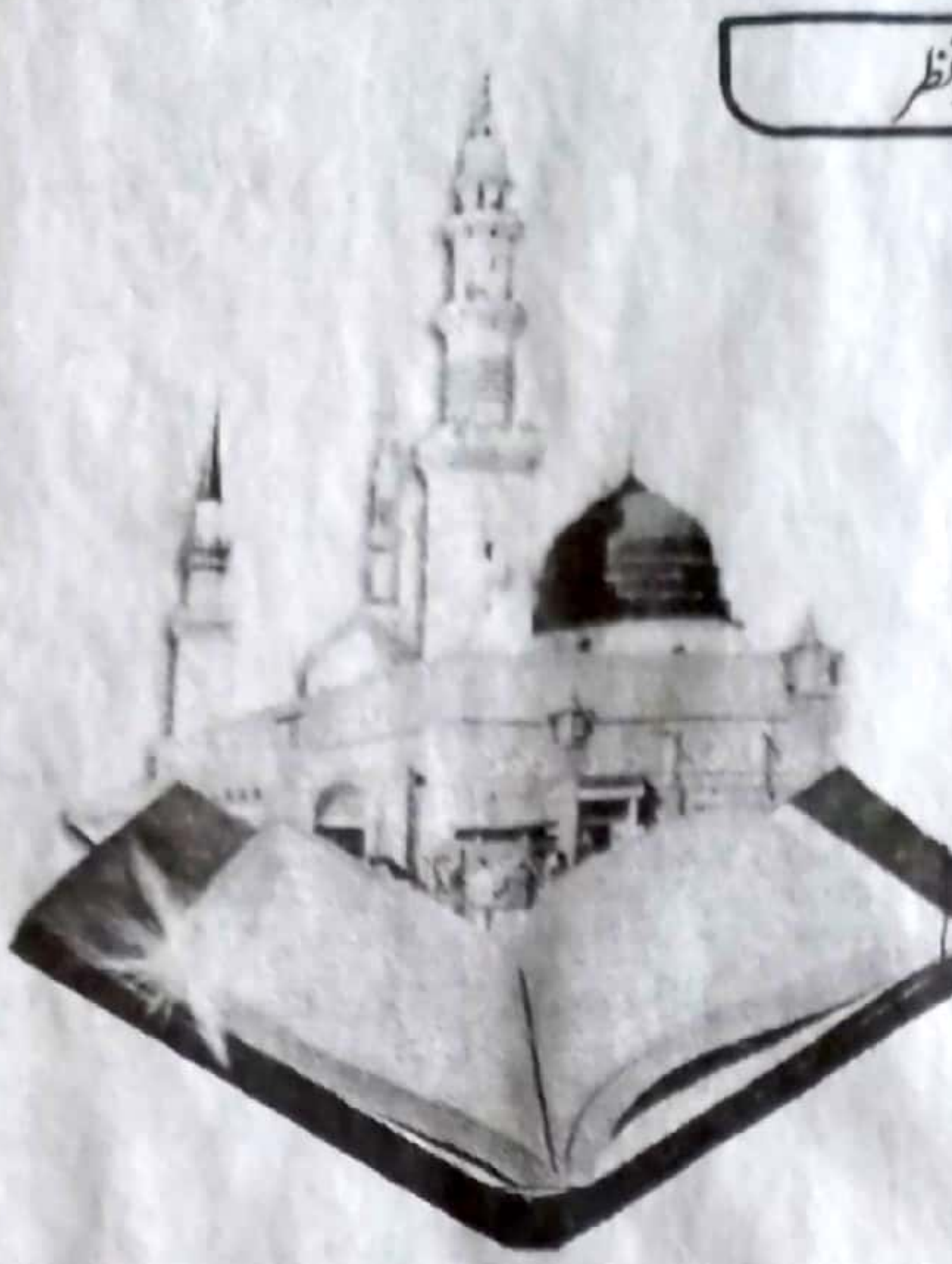

مسلمانوں کی تاریخ پڑھ کر مجھے خوشی کم اور تکلیف زیادہ ہو رہی ہے۔ دل کٹتا ہوا محسوس ہو رہا ہے۔ بلاشبہ مسلمانوں کی وہ سنہری تاریخ ناقابل فراموش ہے، جس کو پڑھ کر غیر مسلم بھی عش عش کر اٹھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ مگر دور ہذا میں مسلمانوں کی تاریخ پڑھ کر محض خوش ہو اٹھنا انتہائی ناکافی ہے بلکہ بہت بڑی بے وقوفی ہے۔ جتنی خوشی مسلمانوں کی سنہری تاریخ پڑھ کر ہوتی ہے اس سے کئی گنا تکلیف مسلمانوں کی تاریخ کے سیہ ادوار پڑھ کر ہوتی ہے۔

خلافت کا خاتمہ، مسلمانوں میں سرحد بندی، یورپ، برصغیر میں مسلمانوں کی شکستگی و غلامی اور اب دنیا کے ہر کونے سے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و ستم، دلخراش مناظر، آہیں، نالے، فریادیں، یہ سب دل میں طوفان بپا کر دیتی ہیں، دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے اور ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ مسلمان ہے کون؟

کیا وہ جو اپنی آزادی گروی رکھ کر، اپنے ضمیر کو سلا کر زندہ رہنا چاہتا ہے یا وہ جو اپنی آزادی کے لیے جسمانی تکلیفوں پر نظر کیے بغیر، دشمن کی طاقت سے مرعوب ہوئے بغیر اس کے سامنے توکل علی اللہ کی بنیاد پر سینہ سپر ہو جاتا ہے؟ کیا یہ سچ نہیں کہ ''اللہ کبھی اپنے بندوں کو رسوا نہیں کرتا۔''

تو پھر یہ کون ہیں جن کے وجود سے ابھی دنیا بھری پڑی ہے؟ وہ خود کو اللہ کے بندے کہتے ہیں مگر وہ دنیا بھر میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں یہ کون ہیں جو مسلمانیت کے دعویدار ہیں مگر پاؤں دھو دھو کر پی رہے ہیں طاغوت کے؟

یہ کون ہیں جو صرف جینا چاہتے ہیں خواہ ذلت بھری زندگی

کیوں نہ ہو؟ یہ کون ہیں جن کی پیدائش پر تو ان کے کانوں میں اذانیں گونجتی ہیں مگر وہ سجدے دور ہذا کے سب سے بڑے فرعون والیانِ امریکہ کو کرتے ہیں؟

''ساڑھے چودہ سو سال پرانی تنگ نظری چھوڑ کر لبرل ہو جاؤ'' جب مرد دوپٹہ نہیں اوڑھتے تو پھر عورتیں کیوں اوڑھیں آخر کو دونوں ''برابر'' ہیں۔''

''امریکہ کی خوشی میں ہی سب کی خوشی ہے اس لیے آؤ مل کر فحاشی پھیلائیں۔''

سعدیہ رخ......لاہور

''جو جینا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی عزت اور غیرت کو امریکہ یا اس کے ''چمچوں'' کے ہاں گروی رکھوا دے۔'' بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ''مائیں بچوں کو بلیوں، کتوں سے ڈرانا چھوڑ دیں اب ان کی ضرورت نہیں آخر امریکہ جو ہے کیونکہ آج سب سے زیادہ خون آشام ہاتھ اسی دیو کے ہیں الغرض

یہ مسلماں ہیں کہ جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ محض چند لوگ پوری مسلمان قوم کے بخیے ادھیڑ رہے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ یہ چند لوگ پوری قوم کے بخیے ادھیڑنے پر ''کیوں'' مصر ہیں۔

تو اس کا جواب کوئی بھی بنا توقف کے دے سکتا ہے کہ ''عالم اسلام کی اجتماعی بے ضمیری اور بے حسی سے فائدہ اٹھا کر'' میں؟ آپ؟..........کون؟

ایک وہ تھا ''مسلمان'' عبدالرحمٰن جس نے ایک چھوٹی سی جاگیر حاصل کرنے کے لیے جہاد کو خیرباد کہتے ہوئے دشمن کی قوت سے مرعوب ہو کر اندلس عیسائیوں کے حوالے کر دیا۔ ایک ''مسلمان'' تھا مصطفیٰ کمال جس نے ترکی کے اسلامی ترقیاتی قوانین کو رد کرتے ہوئے ترقی کو ''نئی راہوں'' سے متعارف کروایا، عورت سے اس کا وقار، اس کا آنچل چھین لیا۔ ایک ''مسلمان'' میر جعفر بھی تھا جس کو بنگال کی سلطنت چاہئے تھی اس لیے خود اپنے ہی بھائیوں سے غداری کی۔

ایک ''مسلمان'' وہ تھا میر صادق جس نے محض انعام و اکرام اور وصولئ داد کی خاطر انگریزوں اور ہندوؤں کے لیے ساری راہیں کھول دیں اور سلطان ٹیپو جیسے مجاہد کی شہادت جیسا بڑا ''کارنامہ'' سرانجام دیا۔

ایک وہ بھی تو تھا نا ''مسلمان'' میر نظام علی جس کو اودھ کی سلطنت چاہیے تھی۔ جس کی خاطر وہ اپنے مسلمان بھائیوں کو برباد کرنے سے بھی دریغ نہیں کر سکتا تھا۔

اور ہمارے حکمران بھی تو ''مسلمان'' ہیں نا! جن کو امریکہ ''دوستی'' پر ''ناز'' ہے جس دوست کی خوشی کے لیے وہ اپنی ناک زمین پر رگڑنا بھی باعث سعادت سمجھتے ہیں۔ آخر آج ''ترقی کا معیار'' امریکہ ہی تو ہے جو آج سپر پاور ہے۔

آج وہ تو ہمیں ''بڑے بڑے'' سبق سکھا اور پڑھا رہا

ہے۔ آج مسلمان غفلت کی ایسی نیند میں غرق ہے کہ طاغوت، اسلام اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا ہے اور مسلمان ہے کہ کروٹ تک نہیں لے رہا۔ اسلام دشمن عناصر اسے قدم قدم پر، لحہ بہ لحہ فحاشی و عریانی، بے حیائی، بے غیرتی، بے راہ روی، آرام طلبی اور غلامی کے انجکشن لگا لگا کر مدہوش کر رہے ہیں مگر اس کے ہونٹوں پر ایسی مسکراہٹ آ کر ٹھہر گئی ہے جو ہر جذبے، ہر احساس سے عاری ہے۔ آج پاکستانی اور دیگر ''بظاہر'' آزاد مگر حقیقتاً ذہنی غلام ممالک دور سے لگی ہوئی آگ کے شعلوں کو دلچسپی سے دیکھ رہے ہیں۔ اور یہ بات ان کے ذہنوں سے محو ہو چکی ہے کہ وہ اس آگ کو ہوا دے رہے ہیں اور جب بھڑکتی ہوئی آگ کو چاروں طرف سے ہوا ملے تو اس کے پھیلنے کی رفتار کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ آج یہ آگ گھر سے باہر ذرا فاصلے پر لگی ہے کل یہ آگ اپنے گھر میں اور پھر اپنے دامن پر لگی ہو گی تب کسی کی چیخ و پکار، آہ و بکا، نالے و فریادیں اس کو نہ بجھا سکیں گی۔

دنیا میں اس سے زیادہ بے وقوف کوئی نہ ہو گا جو دشمن کو اپنے بھائی کا گھر جلانے کا راستہ صرف اس لیے دے دے کہ اس کی باری پہلے نہ آئے وہ ڈر اور خوف میں ہی سہی چند سانسیں اور لے لے۔

بڑے ہی افسوس، دکھ اور تکلیف کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہم ہی وہ بے وقوف ہیں جو ایک طرف سے اپنا دفاعی حصار یعنی (افغانستان) توڑ بیٹھے ہیں اور اب اپنی سانسیں گن رہے ہیں۔

کیا اب ہم اپنے افغان بھائیوں سے مدد کی توقع کر سکتے ہیں؟ نہیں! ہمارے حصے کی آگ کیوں کوئی دوسرا بجھائے؟ آج جو ''پرائی آگ'' کے شعلوں سے روشن مناظر سے لطف اندوز ہو رہے ہیں کل جب اپنے ہاں آگ لگے گی تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور وہ اپنے ''دوستوں'' سے یہ بھی نہ پوچھ سکیں گے کہ یہ کس فرمانبرداری کا انعام ہے؟

بلکہ ایسے جیسے اندلس کے حکمران قصر الحمراء کے والی کو افریقہ کی گلیوں میں بھیک مانگنا پڑی ساری شان و شوکت جس کی میت لاوارث تھی، مٹی میں مل گئی۔ اگر حق کا پرچم سرنگوں ہونے پر ظلم و بربریت کا طوفان رک سکتا ہوتا تو کب کا رک چکا ہوتا تب دنیا میں حق اور باطل نہ ہوتا بلکہ حق ہی حق ہوتا کیونکہ امن صرف حق کی بدولت قائم ہو سکتا ہے مگر نہیں پانچ سو سال بیت گئے کفر اسلام پر ان نام نہاد مسلمانوں کی وجہ سے غالب آتا گیا اور آج ظلم کوچوں، قریوں سے نکل کر ملکوں ملکوں پھر رہا ہے۔ آج مسلمانیت دنیا کا سب سے بڑا مذاق بن کر رہ گئی ہے۔ مسلمان منہ چھپائے پھرتے ہیں خود کو مسلمان ظاہر کرنے پر شرمندہ ہوتے ہیں۔

جب حال یہ ہو تو اللہ کا غضب جوش میں کیوں نہ آئے؟ جب مخلوق سرعام خالق کا مذاق اڑاتی پھرتی ہو تو خالق کی غیرت کیونکر گوارا کرے؟ جب اللہ کے دین کے علمبردار اس کے علم کو سرنگوں کرنے کا سب سے زیادہ سامان کر رہے ہوں تو اللہ انہیں کیسے عزت دے؟

یہ ملت کیا آج زندہ لوگوں کی ملت ہے؟

ہم کہتے ہیں ''جی رہے ہیں''

کون جی رہا ہے یہاں؟

کیا وہ جی رہے ہیں جنہیں یورپ، امریکہ کا تھوکا بھی مزیدار لگتا ہے؟

یا وہ جی رہے ہیں جو اپنی اپنی سلطنتوں میں ''کرسی'' کے لیے جیتے ہیں اور ''کرسی'' کے لیے مرنا بھی قبول ہوتا ہے؟

یا وہ جی رہے ہیں جن کے جسموں کی چربی بارود کی آگ بجھانے کے کام آ رہی ہے؟

یا پھر وہ جو امریکہ پسند ''آزاد فضا'' میں دم گھٹتا محسوس کرتے ہیں؟

کیا ہم جی رہے ہیں؟

نہیں ہم مردہ ہیں کیونکہ ہمارے ضمیر مردہ ہیں ہمارے احساسات مردہ ہیں۔ امریکہ کی لٹکتی ہوئی تلوار جو عین ہمارے سروں پر ہے ہمیں کب سانس لینے دے رہی ہے۔ ہم دم سادھے اجل مقررہ کا انتظار کر رہے ہیں۔

یہ زندگی شاید موت سے بھی بدتر ہے بے حسی، بے ضمیری اور بے بسی کی زندگی اس تاریک زندگی میں کوئی جگنو بھی روشنی پھیلانے کا روادار نہیں کیونکہ ہم روشنی پانا چاہتے ہی نہیں، ہم نے اپنی زندگی کے دیئے خود اپنے ہاتھوں سے قبل از وقت ہی بجھا دیئے ہیں۔ ہم میں زندگی کا سامنا کرنے کی نہ ہمت ہے نہ جستجو! ہم موت کے ڈر سے خودکشی پر آمادہ ہیں۔ ہم ایک طویل نیند سونا چاہتے ہیں، موت سے پہلے موت کی سی نیند۔

ہم آنے والے کل کے غلام آج ہی غلامی کی پریکٹس کر رہے ہیں کیونکہ ہمیں بیڑیوں کی چھنا چھن بھا گئی ہے اور ہمیں تلوار کی جھنکار ناگوار گزرنے لگی ہے۔

ایسا کیوں ہے؟

ہمیں مظلوم انسانوں / مسلمانوں کی آہیں، ان کی فریادیں کیوں سنائی نہیں دیتیں۔

کتنے بے وقوف ہیں ہم کہ غیروں کی کامیابیاں دیکھنے کے لئے روشنی درکار ہوئی تو ہم نے اپنا گھر جلا لیا۔

شہادت کو چھوڑ کر ہم نے خودکشی کا ارادہ کیوں کر لیا ہے؟

جو درد کل سینوں میں اٹھے گا وہ لاعلاج ہو گا، وہ درد ہم آج کیوں محسوس نہیں کر لیتے جب وہ قابل علاج ہے۔ میرا پیغام ہے ان کے نام جو سمجھتے ہیں کہ ہم تنہا کچھ نہیں کر سکتے، یہ کہ قدم قدم چلو تو منزلیں ملتی ہیں، قطرہ قطرہ ملے تو سمندر بنتے ہیں، ذرہ ذرہ ملے تو پہاڑ بنتے ہیں، عزم سے عزم ملے تو قوت بنتی ہے اور جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملے تو دو نہیں گیارہ بنتے ہیں مگر ایک اور ایک کا ہونا ضروری ہے۔ ذرا سی ہمت ارادے کو مضبوطی عطا کرتی ہے۔ ارادہ مضبوط ہو تو قدم اٹھتا ہے اور صحیح سمت میں اٹھا ہوا ایک قدم انسان کو اس کی منزل تک لے جاتا ہے۔

پھر یہ بے بسی و لاچاری کیسی کہ میں تنہا ہوں۔

سونا بھٹی میں تپ کر کندن بنتا ہے تو آج کے ''مسلمان'' کو خود احتسابی کی بھٹی سے گزرنا پڑے گا تاکہ وہ روز قیامت مسلمانوں میں اٹھ سکے۔

یہ دنیا یا اس دنیا کا کوئی بھی ٹھکانہ کسی مسلمان کی

بقیہ صفحہ 33 پر

بقیہ: شکر ادا ہو کیسے

قلبی کیفیت کی بیان و ترجمان ہونی چاہئے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب ہم کسی اپاہج و معذور کو دیکھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ شکر ہے کہ اللہ نے مجھے ہاتھ پاؤں کی نعمت دی ہے۔ لیکن ساتھ ہی معذور بندے کو حقیر بھی جانتے ہیں یا دل میں یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم تو سلامتی و تندرستی کا مکمل استحقاق رکھتے ہیں۔ ہمیں تو اللہ نے دینا ہی دینا تھا یا یہ دل میں خیال آتا ہے کہ شکر ہے اللہ نے ہمیں تندرست و سالم تو بنایا ہے لیکن اگر اللہ مجھے فلاں کی طرح سمارٹ و خوبصورت بنا دیتا یا میں اس سے بھی زیادہ حسین ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ اور نہایت کم ظرفی کا مظاہرہ دل اس وقت کرتا ہے کہ جب ہم دوسروں کو تکلیف میں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور مصنوعی شکرانہ الفاظ بول رہے ہوتے ہیں کہ شکر ہے اللہ کا کہ اس نے ہمیں جیسے بھی حالات و معاملات میں رکھا ہے لیکن دل میں یہ سوچ رکھتے ہیں کہ بہترین سجاوٹی گھر، بڑی گاڑی، آرائش و زیبائش، مہنگے قالین، عمدہ فرنیچر، بہترین پردے، درآمدی کراکری، فیشنی لباس ان سب اعلیٰ چیزوں سے محروم ہوں لیکن لوگوں میں دکھاوے کے لیے محض شکر ہی ادا کرتے ہیں تو یہ حقیقی شکر نہ ہوگا۔

اصل شکر گلے شکوے مٹا دیتا ہے۔

بعض اوقات اپنے نظریات و معاملات کے خلاف کسی واقعہ و فیصلہ کی صورت میں ناشکری کر بیٹھتے ہیں بعد میں شکر گزار بنیں بھی تو جلد بازی کا رویہ شکر گزاری کے منافی ہے۔ اسی طرح ہم انسانوں کے معاملے میں کرتے ہیں دل میں کسی کے احسان کا معترف ہوئے بغیر جھوٹا اور وقتی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ رسمیں نبھاتے ہیں یا احسان فراموشی کی روش اپناتے ہوئے دوسرے کے احسان کو اس کا فرض گردانتے ہیں یا ایسا رویہ پیش کرتے ہیں کہ گویا یہ احسان میرے گزشتہ احسان کا ہی بدلہ ہے۔ شکر گزاری عبادت ہے اور عبادت تب ہی قبول ہوتی ہے کہ جب معبود کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کی جائے لہٰذا وہی شکر گزاری اللہ اور بندوں کے معاملے میں قبولیت کی سند پائے گی جو ریاکاری سے پاک ہو۔ دل کے اطمینان و یقین سے کی جائے۔ ایسی شکر گزاری کہ جس کے بعد دل میں کوئی خلش و کسک باقی نہ رہے۔ ہم اپنے محسن سے محبت رکھیں ہر موقع پر اس کے احسانات کا اعتراف کریں۔ اس کو خوش رکھنے کی کوشش کریں۔ اس کی فرمائشیں پوری کریں تو در اصل ہم نے دلی شکر گزاری کا حق ادا کیا ہے۔

۳) عملی شکر

شکر گزاری نیک اعمال ہی کا دوسرا نام ہے۔ جب دل میں احسان مندی و منت پذیری کے جذبات جنم لیتے ہیں تو عمل انہی جذبات و احساسات کا اثر اور کیف لیے ظاہر ہوتا ہے۔ ایمانی کیفیت عملی حالت کو ابھارتی ہے۔ اسی لیے داؤد و سلیمان علیہما السلام کو نعمتوں سے نوازنے کے بعد رب کا فرمان ہے۔ "اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا"۔ (سبا:۱۳)

اے داؤد کے گھر والو شکر ادا کرنے والے نیک عمل کرو۔

یہی چیز اللہ تعالیٰ کے ان احکام میں چھپی ہے۔ "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ"۔ (ابراہیم:۷)

اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم کو اور بڑھا کر دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔

"كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ"۔ (القمر:۳۵)

ہم اسی طرح اس کو جزا دیتے ہیں کہ جس نے شکر کیا۔

بندۂ مومن جوں جوں رب کی شکر گزاری کرنے کے لیے نیک اعمال میں اضافہ کرتا جاتا ہے۔ رب کی شکر گزاری کے لیے اس کے بندوں کے ساتھ بھی بھلائی کرتا ہے تو اللہ اس کے اعمال صالحہ کی قدر دانی میں نعمتیں، عنایتیں بڑھاتا جاتا ہے اور بندوں کے ساتھ بھلائی کے سبب اس کے ساتھ مزید خیر خواہی اور بھلائی کی جاتی ہے۔

اللہ نے ہمیں ان گنت، انواع و اقسام کی نعمتیں عطا کیں ہر نعمت کا تقاضا ہے کہ اسی کے مثل ہم شکر ادا کریں۔ مثلاً جسمانی اعضاء کا شکر یہ ہے کہ ہم اسی کو مالک و مختار سمجھتے ہوئے رب کی رضا کے کاموں میں ان نعمتوں کا استعمال کریں۔ "وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ"۔ (النحل:۷۸)

اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے باہر نکالا تم کچھ نہ جانتے تھے۔ اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے۔ اگر اللہ نے مالی نعمتیں دی ہیں تو اس کا شکر اس طرح کیا جائے کہ اللہ کی راہ میں اس مال کو لگایا جائے دین کی اشاعت و ترقی اور جہاد فی سبیل اللہ اس کا مصرف ہوں۔ ضرورت مندوں پہ خرچ کیا جائے۔ "فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ"۔ (النحل:۱۱۴)

پس اللہ تعالیٰ نے تم کو جو حلال اور پاک چیزیں روزی میں دیں۔ ان کو کھاؤ اور ان نعمتوں کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

دنیا میں عام قاعدہ ہے کہ ہم احسان کا بدلہ احسان کی صورت میں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بے پناہ احسانات کیے۔ رب کی ذات تو بے نیاز ہے۔ اب شکر کیونکر ادا ہو سکتا ہے۔ تو عملی صورت یوں ہوگی کہ رب نے ہمارے ساتھ جو احسان کیا وہ ہم اس کے بندوں کے ساتھ کریں۔ "وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ"۔ (القصص:۷۷)

اور جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی تو بھی بھلائی کر اسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے قرض قرار دیا ہے۔ "مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا"۔ (البقرۃ:۲۴۵)

کون ہے جو اللہ کو اچھا قرضہ دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ فرمائے گا اے آدم علیہ السلام کے بیٹے میں بیمار پڑا تو، تو نے میری بیمار پرسی نہ کی بندہ کہے گا اے میرے پروردگار تو، تو جہاں کا پروردگار ہے میں تیری بیمار پرسی کیسے کرتا۔ اللہ فرمائے گا کہ کیا تجھے خبر نہ ہوئی کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو نے اس کی بیمار پرسی نہ کی اور اگر کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

پھر اللہ فرمائے گا اے آدم علیہ السلام کے بیٹے میں نے تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا بندہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار تو، تو سارے جہاں کا رب ہے میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا تو اللہ فرمائے گا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا اگر تو اس کو کھلاتا تو اس کا بدلہ آج میرے پاس پاتا۔ اے آدم علیہ السلام کے بیٹے میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نے مجھے پانی نہیں پلایا تو بندہ کہے گا کہ اے پروردگار تو، تو سارے جہاں کا پروردگار ہے میں تجھے کیسے پانی پلاتا تو اللہ فرمائے گا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا۔ مگر تو نے اسے پانی نہیں پلایا اگر تو اسے پانی پلاتا تو آج اس کا بدلہ میرے پاس پاتا۔ (صحیح مسلم، باب فضل عیادۃ المریض) آنحضرت ﷺ نے بندوں کا شکر ادا کرنے کو رب کی شکر گزاری کے لیے معیار مقرر کر دیا۔ "من لا یشکر الناس لا یشکر اللہ"۔ (ترمذی کتاب البر والصلۃ) یعنی جو انسانوں کا شکریہ ادا نہ کرے گا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہ کرے گا۔ ثابت ہوا کہ شکر گزاری اسلامی عقائد کی روح، اعمال صالح کا نچوڑ اور تمام تعلیمات کا خلاصہ اور لب لباب ہے۔ یہی اعلیٰ اخلاق کی جان ہے۔ جنت تک جانے والا شارٹ کٹ ہے اگر انسان صرف شکر گزار ہی بن جائے تو دین و دنیا کی تمام بھلائیوں کے لیے اسے کسی اور تنبیہ کی ضرورت نہیں۔ اللہ سب کے لیے اس پہ عمل آسان بنائے۔ آمین

بقیہ: بجٹ

یومیہ آمدنی کو معیار تسلیم کیا جائے تو پھر 70 فیصد پاکستانی خطِ غربت میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ کشکول توڑنے کا دعویٰ باطل ہے۔ غربت میں کمی کی باتیں جھوٹ پر مبنی ہیں۔ معاشی ترقی اور زر مبادلہ کے ذخائر میں اضافے کی خبریں بے بنیاد ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم ترقی کی بجائے تنزلی کے سفر پر گامزن ہیں غریب عوام مہنگائی کے بے رحم جبڑوں میں سسک سسک کر مر رہی ہے۔ معیشت کی تباہی اور مہنگائی کی شدت کا اندازہ آئی ایم ایف کی اس رپورٹ سے لگایا جا سکتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ پاکستان میں افراط زر 10 فیصد جبکہ عمومی طور پر 5 فیصد ہے۔ جبکہ حقائق کے مطابق افراط زر کی شرح 18 فیصد ہے۔ سٹیٹ بینک کی رپورٹ کے مطابق اپریل میں 47 خوردنی اشیاء کے نرخوں میں 10 سے 100 فیصد اضافہ ہوا ہے مجموعی طور پر قیمتیں 9.04 فیصد تک بڑھ گئی ہیں۔ بجٹ سے غریب آدمی کو کوئی ریلیف نہیں ملا۔ ٹیکسوں پر چھوٹ سراسر جھوٹ ہے۔ بی بی سی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ بجٹ ٹیکس فری نہیں۔ اعداد و شمار کی جادوگری ہے۔ عوام کو ریلیف اسی صورت میں مل سکتا ہے جب بنیادی ضروریات زندگی پر سیلز ٹیکس ختم کر دیا جائے۔ لوٹ کھسوٹ کا سلسلہ ختم کیا جائے۔ طبقہ اشرافیہ کی مراعات کو کم کیا جائے۔ اشیائے ضروری کی قیمتوں میں اضافے کو روکا جائے۔

ٹیکسوں کو بڑھانے کی بجائے ٹیکس چوری کی روک تھام کی جائے۔

پٹرول، گیس، بجلی کی قیمتیں بڑھانے کی بجائے کم کی جائیں۔

زرعی و صنعتی پیداوار بڑھانے کے اقدامات کیے جائیں بھلا! یوٹیلیٹی سٹور، ٹیکسوں اور مہنگائی کے بوجھ تلے دبے عوام کو کیا ریلیف دیں گے؟

بقیہ: بقیہ ثناء خواں

نام پر جو کچھ دکھایا جا رہا ہے اس پر فی الفور پابندی عائد کر کے ہمیں ایسے "فنکاروں" کو خود احتسابی کے کٹہرے میں لانا چاہیے جو سادہ لوح عوام کو بے وقوف بنا کر تھیٹر ہالوں میں قہقہے بکھیرتے ہیں...... پاک بھارت دوستی کا نام نہاد علم بلند کر کے پاکستان کی فلم انڈسٹری پہلے ہی آپے سے باہر ہوئی جا رہی ہے۔ رہی سہی کسر ان بے ہودہ سی ڈیز نے نکال دی ہے۔ ایک اسلامی مملکت کے باسی ہونے کے باوجود جو چاند ہم چڑھا رہے ہیں اس کا تاوان بھگتنے کے لیے خدانخواستہ شاید ہمیں مزید قدرتی آفات کا سامنا کرنا ہوگا۔ جانتے بوجھتے "غلطیاں" کرنے والوں کو سادہ لوح نہیں "عادی" کہا جاتا ہے۔ وقتی طور پر معافی تلافی سے ہمارے گناہ اتنے کم نہیں ہو جاتے کہ ہم پھر سے گزشتہ ڈگر پر چلنا شروع کر دیں گو کہ یہ انتہائی نازک موضوع ہے تاہم ہمیں رنج اس بات کا ہے کہ ہم جانتے بوجھتے ہوئے بھی اسی منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں جس کا انجام سوائے پستی اور ذلت کے کچھ نہیں...... مدارس اور علمی درسگاہیں بند کروانے، لاؤڈ اسپیکر اور مذہبی اجتماعات پر پابندیاں عائد کروانے میں تو ہمارے حاکم پیش پیش رہتے ہیں اور جہاں انہیں واقعی "ایکشن" لینا چاہیے اور "خود اعتمادی" کس کی ڈھیل کا نتیجہ ہے؟ اس کا جواب جاننے کے لیے شاید ہمیں ہمیشہ کی طرح معنی خیز خاموشی کے سوا کسی چیز کا انتظار نہیں کرنا چاہیے...... لیکن نسوانیت جیسی انمول شے کو ہم اس قدر بے مایہ اور ارزاں کر کے اپنی تاریخ سے فاطمہ، عائشہ اور خدیجہ رضی اللہ عنہن کے قابل فخر کرداروں کو کیوں گہنانا چاہتے ہیں...... کیا ہمیں بھی ساحر کی طرح صدا دینی ہوگی کہ

مدد چاہتی ہے یہ حوا کی بیٹی
یشودھا کی ہم جنس رادھا کی بیٹی
پیمبر کی امت، زلیخا کی بیٹی
ثناء خوان تقدیس مشرق کہاں ہے؟

میڈیکل کالم

ترش پھل جسم کو زہریلے مادوں سے نجات دلاتے ہیں

بشیر محمود

لیموں اور اسی قبیل کے ترش پھل انسانی صحت کو بحال رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں ہمارے جسم کو روز مرہ ترشی کی ضرورت ہوتی ہے یہ ترشی نظام ہضم کو قائم و دائم رکھنے میں ممد ومعاون ہوتی ہے تاہم ترشی کا حد سے زیادہ استعمال معدے کو کمزور بنانے کا سبب بھی بن سکتا ہے اس کا معتدل استعمال ہی صحت کے لیے فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ ترشی مہیا کرنے والے پھلوں میں لیموں پہلے نمبر پر ہے۔ اسی طرح اورنج اور گریپ فروٹ بھی ترشی کا خزانہ ہیں یہ ترش پھل سوڈیم اور کولیسٹرول سے مبرا ہوتے ہیں اسی طرح پائن ایپل، ٹماٹر، سنگترہ، آڑو، آلوچہ، آم، لوکاٹ اور ہر کھٹا پھل بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔ آیئے اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ پھل کس قسم کے اثرات مرتب کرتے ہیں۔

وہ وٹامن سی جسے اسکاربک ایسڈ کا نام بھی دیا جاتا ہے ہر قسم کے وٹامن پر فوقیت کا حامل ہے دوسری اقسام کے وٹامنز اتنا فائدہ نہیں دیتے جتنا وٹامن سی جسم کو فائدہ بہم پہنچاتا ہے۔ وٹامن سی زخموں کو مندمل کرنے کی اہلیت کا حامل ہے۔ وٹامن سی آئرن یعنی فولاد کو بھی جسم میں جذب ہونے میں مدد دیتا ہے۔ وٹامن سی جسم کی بافتوں، ہڈیوں اور دل کو خون پہنچانے والی نالیوں کو مضبوط و توانا رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسی خوراک ہے جو ہر صورت میں اینٹی آکسیڈنٹ ہے یعنی جسم کے زہریلے مادوں کو دفع کرتی ہے اور جسم سے باہر نکال پھینکنے کی صلاحیت رکھتی ہے تریاق ہونے کے ناطے وٹامن سی جسم میں موجود مضرت رساں ذرات کو جنہیں فری ریڈیکلز بھی کہا جاتا ہے۔ مقابلے کے بعد تباہ کرکے جسم کے اندر نکال دیتا ہے۔ یاد رہے یہ فری ریڈیکلز جسم میں کینسر کی بناوٹ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہارٹ کے مسائل بھی انہیں ذرات کا شاخسانہ ہوتا ہے۔ وٹامن سی انسانی جلد اور مسوڑھوں کو بھی صحت مند اور توانا رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسا وٹامن ہے جو پانی کے اندر آسانی سے اور فوری طور پر حل پذیر ہے۔ وٹامن سی کی ایک بھاری خصوصیت یہ ہے کہ خواہ اس کی کتنی ہی مقدار ان ٹیک کی جائے نقصان نہیں پہنچاتا بلکہ اس کی فالتو مقدار جسم کے اندر سے خود بخود خارج ہو جاتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا جسم روزانہ وٹامن سی حاصل کرنے کا محتاج ہے۔ وٹامن سی ''کولیگن'' کو متوازن رکھنے میں بھی ممد ومعاون ہوتا ہے۔ کولیگن ایسا مواد ہے جو انسانی جسم کو جسمانی بافتوں یعنی ٹشوز کی نشوونما اور تعمیر میں بھی مدد دیتا ہے۔ ایک درمیانے درجے کا سنگترہ پورے جسم کو وٹامن سی کی مطلوبہ مقدار مہیا کرنے کا اہل ہے۔

فولیٹ وٹامن بی کی ایک شکل ہے جو انسانی جسم کے لیے بے حد افادیت کا حامل ہے۔ یہ خون کے قدرتی سرخ ذرات کی تخلیق میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور انیمیا یعنی خون کی کمی واقع نہیں ہونے دیتا۔ خوراک میں فولیٹ کی مناسب مقدار عمل انہضام میں بھی ممد ومعاون ہوتی ہے اور خوراک انسانی جسم میں بہ آسانی حل ہو جاتی ہے۔

پوٹاشیم بھی ایک بہت اہم معدنی جزو ہے ترشاوہ پھلوں میں پوٹاشیم کی بھی خاصی مقدار موجود ہوتی ہے اور خاص طور پر مالٹے میں یہ وافر مقدار میں موجود ہوتی ہے۔ پوٹاشیم جسم کے اندر موجود مائعات کا توازن برقرار رکھنے میں مدد دیتی ہے۔ اسی طرح نروٹرانسمیشن میں بھی مددگار ثابت ہوتی ہے۔ پانی کا وافر استعمال نیز کافی اور چائے جیسے مشروبات کا مناسب استعمال بھی جسم کے اندر پوٹاشیم کی کمی کو پورا کرتے ہیں اسی طرح پوٹاشیم بلڈ پریشر کو نارمل رکھنے میں بھی مددگار ثابت ہوتی ہے لہٰذا اس کی بدولت انسان ہارٹ اٹیک اور سٹروکس سے محفوظ رہتا ہے۔ جب تک آپ اپنی خوراک میں پوٹاشیم کی حامل سبزیاں اور پھل مثلاً پالک، میتھی، اورنج، اور دوسرے کھٹے میٹھے پھل وافر مقدار میں ان ٹیک نہیں کرتے۔ ہارٹ اور سٹروکس کے وبال سے بچ کر نہیں رہ سکتے کیونکہ ہارٹ اٹیکس اور سٹروکس کا سب سے بڑا سبب جسم کے اندر پوٹاشیم کی کمی ہے۔ لہٰذا پوٹاشیم کی مناسب تعداد کا جسم کے اندر ہر وقت ہونا ضروری ہے۔ اگر سبزیوں اور پھلوں سے یہ کمی پورا کرنا مشکل ہو تو اضافی پوٹاشیم ان

ٹھیک کرنا ضروری ہوتا ہے۔

ترشاوہ پھل فائبر یعنی پھوگ کا بھی بے حد خزانہ ہوتے ہیں۔ پھوگ یا فائبر ایسی چیز ہے جسے ہم فالتو سمجھ کر پھینک دیتے ہیں اور اسے کھانا کسر شان گردانتے ہیں حالانکہ پھوگ جسم کے اندر کینسر کو ڈیویلپ ہونے سے محفوظ رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ پھوگ عمل ہضم کو بھی آسان بناتا ہے۔ نیز بلڈ کے اندر کولیسٹرول کی تعداد کو نارمل رکھنے میں بھی بے حد مفید پایا گیا ہے اور جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ کئی قسم کے کینسرز میں بھی افادیت کا حامل ہے۔

موجودہ دور میں انسانی جسم فولاد یعنی آئرن کی کمی سے دوچار ہیں۔ خاص طور پر نوجوان خواتین کے جسم میں آئرن کی مقدار بہت کم پائی گئی ہے اسی طرح اتھلیٹس بھی خون میں فولاد کی کمی کا شکار ہو جاتے ہیں صرف سبزی خور بھی فولاد کی کمی سے دوچار ہو سکتے ہیں لہٰذا کنو، مالٹا، سنگترہ اور گریپ فروٹ مع پھوگ کے کھانے والے کبھی جسم میں فولاد کی کمی سے دوچار نہیں ہوتے یہی وجہ ہے کہ انہیں بھوک خوب لگتی ہے۔ جسم میں فولاد کم ہو تو بھوک محسوس نہیں ہوتی اس کے مداوے کے لیے ترشاوہ پھل مع فائبر کے کھانا بے حد مفید ثابت ہوتا ہے۔

اگر آپ مالٹے کے جوس کا ایک گلاس پیتے ہیں اور اس کے بعد آپ پالک وغیرہ کا سلاد استعمال کرتے ہیں تو جوس کا استعمال کرنے کے نتیجے میں پالک سے بہت زیادہ مقدار میں آئرن آپ اپنے جسم میں جذب کرنے کے اہل ہو سکتے ہیں۔ جسم میں فولاد کم ہو تو انسان خون کی کمی سے دوچار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ترشاوہ پھلوں کا استعمال از حد ضروری ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ ترشاوہ پھل وٹامن سی کا خزانہ ہوتے ہیں اسی طرح ان پھلوں میں پھوگ یعنی فائبر کی بھی بھاری مقدار موجود ہوتی ہے۔ جو ایک متوازن خوراک کا جزو ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ پھوگ انسانی جسم میں کینسر کے سیلز پیدا ہونے میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔

حالیہ ریسرچ سے پتہ چلا ہے کہ کم چربی والی خوراک جس میں پھلوں کا استعمال زیادہ ہو اور سبزیاں بھی وافر مقدار میں استعمال کی گئی ہوں دل کی جملہ بیماریوں کو روکنے میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح بھاری مقدار میں فائبر پر مشتمل پھلوں کا استعمال جسم میں کولیسٹرول لیول کو کنٹرول کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ سارے ترشاوہ پھل ہر قسم کی فیٹ یعنی چربی اور کولیسٹرول سے مبرا ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ وٹامن سی جسم کے اندر موجود ہر قسم کے زہر کو زائل کرنے کی خاصیت کا حامل ہے بلکہ یہ زہروں کے لیے ایک تریاق کی حیثیت رکھتا ہے۔ دل کی جملہ بیماریوں کے حملے سے انسان کو وٹامن سی حیرت انگیز صلاحیت سے بچاتا ہے۔ حاملہ عورتوں کو بھی ترشاوہ پھلوں کا استعمال حمل کی پیچیدگیوں سے محفوظ و مامون رکھتا ہے یہ خواتین کو خون کی کمی سے محفوظ رکھتا ہے اور بچہ صحت مند اور توانا پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ خصوصی طور پر خواتین خون کی کمی کا شکار ہوتی ہیں لہٰذا ان کے لیے مناسب یہی ہوتا ہے کہ وہ اضافی فولاد کے حصول کے لیے فولاد کی گولیاں استعمال کریں یا ترشاوہ پھلوں کا استعمال دوران حمل زیادہ سے زیادہ استعمال کریں اس طرح ڈیلوری کی پیچیدگیوں سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔

کم چربی والی خوراک جس میں پھلوں کا استعمال زیادہ ہو اور سبزیاں بھی وافر مقدار میں استعمال کی گئی ہوں دل کی جملہ بیماریوں کو روکنے میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔

خون کی کمی کا شکار خواتین کے ہاں جو بچے پیدا ہوتے ہیں ان کی ریڑھ کی ہڈی کمزور رہ جاتی ہے۔ نیز ان بچوں کا دماغ بھی اچھی طرح ڈیویلپ نہیں ہو پاتا۔ اول تو ایسے بچے ڈیلوری کے بعد مر جاتے ہیں اور اگر بچ بھی جائیں تو دائم المرض ہوتے ہیں اور بڑے ہو کر بھی مختلف امراض کا بہت جلد شکار ہو جاتے ہیں اور صحت مند زندگی نہیں گزار سکتے لہٰذا حاملہ خواتین کے لیے کچی سبزیوں اور ترشاوہ پھلوں کا دوران حمل استعمال بے حد ضروری ہے۔ اگر سبز رنگ کی سبزیاں اور ترشاوہ پھل استعمال نہ کیا جائے تو بعض اوقات خواتین جھوٹا حمل محسوس کرتی ہیں جس سے مزید پیچیدگیوں کا امکان ہوتا ہے ترشاوہ پھل مع پھوگ اور سبزیوں کو استعمال کرنے والی حاملہ خواتین کے ہاں صحت مند بچوں کی ولادت ہوتی ہے اور پھر یہ بچے بعد میں ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ و مامون رہتے ہیں۔

یہ ایک حیرت انگیز امر ہے کہ ترشی والے پھل انسان کو سمارٹ بناتے ہیں اور جسم کے اندر موجود اضافی چربی کو کم کرنے میں صلاحیت کے حامل ہوتے ہیں۔

آج کل لوگ موٹاپا دور کرنے کے لیے ناقص اور مضر صحت ادویات کا استعمال کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ دنوں میں پتلے ہو جائیں۔ اس مصنوعی طریقہ سے اگر وہ بفرض محال پتلے ہو بھی جائیں تو وہ اتنے کمزور ہو جاتے ہیں کہ بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت کھو بیٹھتے ہیں اور مختلف بیماریوں کا آسانی سے شکار ہو جاتے ہیں۔

موٹاپے کو دور کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ترشاوہ پھل مناسب مقدار میں مع پھوگ کے استعمال کیے جائیں ترشاوہ پھلوں کو استعمال کرنے والا کبھی موٹاپے سے دوچار نہیں ہوتا کہ اس کے جسم پر فالتو چربی چڑھتی ہی نہیں۔

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ نزلہ و زکام یا ٹھنڈ لگ جانے کی صورت میں لوگ ترشاوہ پھل کا استعمال بند کر دیتے

ہیں اور اسے اپنے لیے نقصان دہ گردانتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں لیکن جاننا چاہئے کہ ٹھنڈ لگ جانے اور نزلہ وزکام میں وٹامن سی حیرت انگیز کردار کا حامل ہے۔ تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ وٹامن سی سردی لگ جانے کا وافی و شافی علاج ہے۔ اس دوران اگر ترشاوہ پھلوں کو اس کے فائبر سمیت استعمال کیا جائے تو یہ بے حد فائدہ مند ثابت ہوسکتا ہے۔ تاہم یہ تو ثابت ہے کہ وٹامن سی سردی لگ جانے سے ہونے والی پیچیدگیوں کو دور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

لیموں ایک ایسا فرحت بخش پھل ہے جسے نچوڑ کر اس کی سکنجبین تیار کر کے استعمال کی جاتی ہے۔ اس میں نمک یا شکر ملانے سے اس کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔ سکنجبین خون کی حدت کو کم کرتی ہے اور معدے میں موجود زہریلے مواد کو ختم کرنے کی صلاحیت سے مالا مال ہے۔ اس کے استعمال سے ایک گونہ گوں ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے۔ لیموں کا شربت زہروں کا تریاق ہے۔ سلاد پر لیموں نچوڑا جائے تو اس کی افادیت اور ذائقے میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ غذا کو ہضم کرنے میں یہ اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ سخت گرمی میں سکنجبین کا استعمال گرمی کو دور کرتا ہے اور ایک عجیب قسم کی فرحت دل میں پیدا کرتا ہے اور انسانی معدے کو کوئی ضعف نہیں پہنچاتا تاہم اس کے ساتھ یہ شرط موجود ہے کہ اس کا بے تحاشا استعمال یقیناً نقصان کا موجب ہوسکتا ہے اور یہ ایک طے شدہ کلیہ ہے کہ ہر چیز کا بہت زیادہ استعمال فائدہ کی بجائے نقصان کا باعث بنتا ہے۔ اب دودھ ایک بہت مفید غذا ہے اگر معدے کی وسعت سے زیادہ استعمال کیا جائے تو یقیناً یہ نقصان کا باعث ہوگا۔ اسی طرح شہد میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہے اگر اس کے استعمال میں میانہ روی اختیار نہ کی جائے تو یقیناً یہ انسان کے لیے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ ہر چیز کا مناسب اور موقع محل کے مطابق استعمال ہی انسانی صحت کا ضامن ہے۔

روحانی علاج

✦ تمام جسمانی عوارض کے لیے سات مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا شفاء کا باعث ہے۔ (ان شاءاللہ) (بخاری)

✦ جادو، جنون، مرگی اور سایہ جیسی بیماریوں میں صبح وشام تین مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا شفا بخش ہے۔ (ابوداؤد)

✦ جس گھر میں سورۃ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہو اس گھر میں شیطان جن داخل نہیں ہو سکتا۔ (ترمذی)

✦ سورۃ بقرہ کی تلاوت اور سماعت جادو کا بہترین علاج ہے۔ (مسلم)

✦ سورۃ بقرہ کی تلاوت ضرور کیا کرو کیونکہ اس کا پڑھنا باعثِ برکت ہے اور اس کا چھوڑنا باعثِ حسرت ہے اور جادوگر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ (مسلم)

✦ سورۃ الکافرون اور معوذتین تین بار پڑھ کر دم کرنا زہریلے جانور کے کاٹے کا بہترین علاج ہے۔ (طبرانی)

✦ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو معوذتین پڑھنے کی ہدایت کی۔ جسے پڑھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ مکمل طور پر جادو کے اثر سے آزاد ہوگئے۔ (طبرانی)

محمد آصف (لاہور)

میٹنگ برائے طیبات

5 اگست 2007ء بروز اتوار صبح 8:30 تا شام 5:00 مرکز طیبہ مرید کے میں ایک روزہ میٹنگ کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ طیبات میں مستقل لکھنے والی اور علمی و ادبی ذوق رکھنے والی بہنوں کو تاکید کی جاتی ہے کہ وہ اپنی حاضری کو یقینی بنائیں۔

جزاکم اللہ خیراً

بمقام: ضیافہ خواتین مرکز طیبہ مرید کے ضلع شیخوپورہ

قرطاس مستورات

ماریہ عبدالرشید

فرمانِ الٰہی

صدقے صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے دل پرچائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لیے فرض ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (التوبہ)

فرمانِ نبوی ﷺ

آپ ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ کو کہا "جب تو میرے وکیل کے پاس جائے تو اس سے پندرہ وسق لے لینا، اگر وہ تجھ سے کوئی نشانی طلب کرے تو اپنا ہاتھ اپنی ہنسلی پر رکھ دینا۔ (سنن ابی داؤد)

ذکر الٰہی

ذکر الٰہی تقرب الٰہی کا موجب ہوتا ہے۔

ذکر الٰہی عذاب الٰہی سے نجات کا ذریعہ ہے۔

ذکر الٰہی سے قساوتِ قلبی کا علاج ہوتا ہے۔

ذکر الٰہی سے جنت میں محلات کی تعمیر ہوتی ہے۔

ذکر الٰہی دنیا میں چہرے کی رونق اور آخرت میں نور کا سبب ہے۔

ذکر الٰہی سے زبان بہت سے گناہوں سے بچتی ہے۔

ذکر الٰہی سے محاسبۂ نفس کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔

ذکر الٰہی وسعت رزق کا مؤجب ہے۔

ذکر الٰہی دل میں اللہ کی ہیبت و عظمت اور عزت و جلال کا سکہ بٹھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بھی یاد کرتے ہیں اور ان کے لیے مغفرت و اجرِ عظیم ہے۔ (ربیعہ نصر، لاہور)

سنہری باتیں

☆ دولت بے وفا ہوتی ہے جبکہ علم باوفا ہوتا ہے۔

☆ علم والے اللہ سے ڈرتے ہیں۔

☆ علم بزرگ بننے سے پہلے حاصل کرو۔

☆ علم ایک بادل ہے اس سے رحمت برستی ہے۔

(رفعت ناز، گوجرانوالہ)

کام کی باتیں

○ اگر کوئی تمہارے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہے تو اسے اچھا بن کر دکھاؤ۔

○ ٹھوکریں صاف دھول اڑاتی ہیں دھرتی سے فصل نہیں اگا سکتیں۔

(عظمٰی اصغر، سرکیاں)

مہکتی کلیاں

✦ سب سے بڑی فتح اپنے آپ کو فتح کرنا ہوتا ہے۔

✦ مصیبت میں گھبرانا سب سے بڑی مصیبت ہے۔

✦ سزا غلطیوں کی ہوتی ہے نہ کہ خامیوں کی۔

✦ دل شکر سے لبریز ہو تو روشن رہتا ہے۔

(بنت محمد رفیق ضیاء، چونیاں)

کارآمد باتیں

❁ کچے ٹماٹروں کو اخبار میں لپیٹ کر رکھنے سے دو چار دن میں ٹماٹر سرخ ہو جاتے ہیں۔

❁ ٹماٹروں کو سرکے والے پانی سے دھونے کے بعد ان کے سروں پر موم لگانے سے ٹماٹر کئی دنوں تک تازہ رہتے ہیں۔

❁ بینگن کاٹتے وقت اگر جامنی رنگ ہاتھوں پر آجائے تو نمک مل کر ہاتھ دھونے سے ختم ہو جاتا ہے۔

❁ بینگن کو اگر نمک ملے پانی میں کاٹا جائے تو وہ سیاہ نہیں ہوں گے۔

❁ جہاں تازہ پودینہ ہو وہاں مکھیاں نہیں آتیں۔ اس لیے اپنے کچن میں پودینہ کھلا رہنے دیں اس کی جڑیں پانی کے برتن میں ڈبو دیں تو کئی روز تک تازہ رہتا ہے۔

(طیبہ ابراہیم، راجن پور)

مِلک میکرونی

میکرونی	دو کپ
دودھ	ایک کلو
چینی	ایک کپ
سبز الائچی	حسبِ ضرورت
کوکنگ آئل	دو چمچ
نمک	چٹکی بھر

ترکیب:۔

میکرونی کو ابلتے ہوئے پانی میں ڈالیں، نمک اور آئل بھی پانی میں ڈال دیں، ساتھ دودھ میں چینی اور الائچی ڈال کر ابلنے کے لیے رکھ دیں، میکرونی گل جائے تو پانی میں نکال کر چھلنی میں رکھ دیں۔ پانی خشک ہو جائے تو ابلتے ہوئے دودھ میں شامل کر کے جوش دیں۔ دودھ گاڑھا ہو جائے تو اتار لیں۔ ٹھنڈی کر کے نوش فرمائیں۔

﴿ماریہ نور، چکوال﴾

چکن میکرونی

میکرونی	دو کپ
چکن	ایک کپ
پیاز	درمیانہ سائز ایک عدد
ٹماٹر	//
ہری مرچ	دو عدد
کالی مرچ	آدھا چائے کا چمچ
کوکنگ آئل	ایک کپ
نمک	حسبِ ضرورت

ترکیب:۔

چکن ابال لیں، چکن کا پانی خشک کر لیں، میکرونی ابلتے ہوئے پانی میں ڈال دیں ساتھ چار چمچ آئل، ایک ہری مرچ اور تھوڑا سا نمک بھی ڈال دیں۔ پیاز اور ٹماٹر آملیٹ کی طرح کاٹ لیں، پیاز ہلکے براؤن کریں اس میں ٹماٹر، نمک، ہری مرچ اور کالی مرچ شامل کر لیں بھون کر قیمہ شامل کریں، مصالحہ اور قیمہ یکجان ہو جائے تو میکرونی بھی شامل کر لیں۔ تھوڑی دیر پکا کر اتار لیں۔

نوٹ:۔ چکن کے علاوہ سبزیاں بھی استعمال کی جاسکتی ہیں۔

﴿ماریہ نور، چکوال﴾

پسندیدہ اشعار

یہ کیا اک جہاں کو کرو وقفِ اضطراب
یہ کیا کہ ایک دل کو شکیبانہ کر سکو
ایسا نہ ہو یہ درد بنے درد لا دوا!
ایسا نہ ہو کہ تم بھی مداوا نہ کر سکو

﴿عامرہ جاوید (راجن پور)﴾

یہ پورب یہ پچھم چکوروں کی دنیا
میرا نیلگوں آسماں بیکرانہ
پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں
کہ شاہیں بناتا نہیں آشیانہ

﴿سحر مغازی (لاہور)﴾

اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

﴿کرن فاطمہ (خانیوال)﴾

کھو نہ جا اس سحر و شام میں اے صاحب ہوش!
اک جہاں اور بھی ہے جس میں نہ فردا ہے نہ دوش

﴿مناہل (کسوال)﴾

جشن مقتل جب بھی سجا
قرعہ فال مرے نام کا اکثر نکلا
تو وہیں ہار گیا میرے بزدل دشمن
مجھ اکیلے کے مقابل تیرا لشکر نکلا

﴿فاطمہ ابراہیم (جام پور)﴾

وہ قوم نہیں لائق ہنگامۂ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے

ذرے ہی سہی، کوہ سے ٹکرا تو گئے ہم
دل لے کے سر عرصۂ غم آ تو گئے ہم
کہتے تھے کہ اب کوئی نہیں جاں سے گزرتا
لو! جاں سے گزر کر انہیں جھٹلا تو گئے ہم

﴿ولیجہ (ٹوبہ ٹیک سنگھ)﴾

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ظالم جیت جاتے ہیں
مگر یہ جنگ میں اک مرحلے کی بات ہوتی ہے
کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ ظالم دائم سرخرو نکلیں
اس آویزش میں آخر ظلم ہی کو مات ہوتی ہے

﴿ازکی (گوجرہ)﴾

ہمارے نام سے لرزاں ہے گردش دوراں
ہمارے عزم جواں ہیں ہمارے ساتھ چلو

﴿طاہرہ بتول (برنالہ)﴾

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم من همزه ونفخه ونفسه بسم الله الرحمن الرحیم۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ (۱۳۸) قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَ هُوَ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ
مُخْلِصُوْنَ (۱۳۹) اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ
شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (۱۴۰)

اللہ کا رنگ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ سے اچھا رنگ کس کا ہوگا؟ ہم تو اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔ (۱۳۸) آپ کہہ دیجئے کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو جو ہمارا اور تمہارا رب ہے ہمارے لئے ہمارے عمل ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہم تو اسی کے لئے مخلص ہیں۔ (۱۳۹) کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے؟ کہہ دو کیا تم زیادہ جانتے ہو۔ یا اللہ تعالیٰ؟ اللہ کے پاس شہادت چھپانے والے سے زیادہ ظالم اور کون ہے؟ اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔ (۱۴۰)

آئیے قرآن سیکھیئے

ام عبد الرب اسلام آباد

آیت نمبر 138

یہود و نصاریٰ نے دین کو جہاں مختلف رسومات اور روایات کا ایک گورکھ دھندا بنا رکھا ہے۔ وہیں ان کے ہاں اپنے مذہب کو پختہ رکھنے یا کسی کو اپنی مذہب میں داخل کرنے کے علاوہ اپنے بچوں کو بھی خاص قسم کے رنگ میں رنگنے کا رواج تھا۔ اور یہی ان کے مذہب کے قبول کرنے یا اس پر پختہ ہونے کی علامت تھی۔ اور شاید غلط عقائد و نظریات رکھنے والے تمام لوگوں کا یہی طریقہ ہے اور انداز ہے جیسے آج کل بھی جوگیوں کے رنگ، ہولی کے رنگ، بستی رنگ اور بتمسہ کے رنگ اور رسم آجکل بھی معروف ہے۔

تو وہ مومنین پر با قاعدہ پھبتی بھی کستے کہ تمہارا کون سا رنگ ہے۔ کوئی تمہارے ایمان کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ تو اللہ ان کے اعتراض کے جواب میں مومنوں کو "اللہ کے رنگ" میں پکے رہنے اور اسی رنگ کو اختیار کئے رکھنے پر ابھار رہے ہیں۔ کہ وہ جو مرضی رنگ رکھیں تمہارا رنگ ظاہری نہیں۔ بلکہ عمل و کردار کا ہے۔ جو کسی ایک وقت یا ایک موقع پر نظر آنے والا نہیں۔ بلکہ عمل و کردار کا رنگ ہے۔ عقیدہ و نظریات کا رنگ ہے ظاہر و باطن کی یکسانیت کا رنگ ہے۔ جو ایسا رنگ ہے کہ تم پر ہر وقت دیدۂ بینا رکھنے والے کو نظر آسکے اسی رنگ پر پکے رہو اور اسی رنگ پر ہونے کا اعلان کرتے رہو۔ اور اللہ کا رنگ یعنی ایمان و توحید کا رنگ۔ مکمل طور پر اپنے آپ کو اللہ کے اختیار اور کنٹرول میں لئے دینے کا رنگ اتنا گہرا اور خوبصورت رنگ ہے۔ پھر کوئی اور رنگ چڑھ نہیں سکتا۔ اور یقیناً اس کے بعد کوئی اور رنگ چڑھنے کے قابل بھی نہیں ہے۔ یہی رنگ سب سے خوبصورت ہے۔ کہ بندہ، بندہ بن جائے۔ اپنے رب کو رب مان لے، جان لے، پہچان لے، پھر جو سیرت و کردار بنتا ہے وہ اپنے حسن و جمال میں دنیا کا انوکھا ترین رنگ ہے جس نے اپنے آپ کو حوالے کر دیا۔ وہ پھر کسی اور کا کیسے بن سکتا ہے۔ پھر وہ زبان حال سے اور قال سے بھی یہی اعلان کرسکتا ہے کہ ہم اس کے عبادت گزار ہیں اسی کی بندگی کرنے والے ہیں۔

آیت نمبر 139

اور اسی موضوع پر بات آگے اللہ تعالیٰ بتلاتے ہیں کہ وہ دین میں مختلف عبادات اور مختلف رسومات کے سلسلے میں تم سے الجھتے ہیں۔

تو بات اصل نکتے پر ہونی چاہیے کہ یہ عبادات، یہ رسومات، یہ طور طریقے، ہم خود سے نہیں گھڑ سکتے۔ جس اللہ کے ہم بندے ہیں وہ اللہ ہی مختلف طریقے اور مختلف عبادات ہمیں بتلائے گا تو ہم بجا لائیں گے۔ بصورت دیگر نہیں۔ اب جو جھگڑا تم نے ہم سے مختلف "ایشوز" پر کھڑا کر رکھا ہے وہ "ہیں کو اکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ" والی بات ہے۔ اصل جھگڑا تو اللہ ہی کی ذات میں ڈال رکھا ہے۔ کہ اس کا حکم "بالا" یا ہماری خواہشات بالا۔ مسئلہ Super Sovoranity کا ہے۔ اقتدار اعلیٰ کس کا ہے؟ بات اصل میں یہ ہے۔

تو بھلے لوگو! اللہ پر ہماری کوئی اجارہ داری نہیں۔ وہ تو تمہارا بھی رب ہے اور تم زبان سے اسی کو رب مانتے بھی ہو۔ تو پھر کیا اللہ کے بارے میں۔ وہ اللہ جو ہمارا بھی ہے تمہارا بھی۔ وہ تمہارا بھی رب، ہمارا بھی رب۔ تو کیوں نہیں اسی کے آگے Surronder کر جاتے۔ کیوں نہیں سمجھتے۔

اَلاَ لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ۔ (زمر:۳) دین خالص اللہ ہی کے لئے ہے۔

ہدایت نہ یہودی بننے میں، نہ عیسائی بننے میں۔ ہدایت تو اللہ کو تسلیم کرنے میں ہے۔ جس نے تورات بھی نازل کی، زبور بھی اس کی، انجیل کا بھیجنے والا بھی وہی ہے۔

اب معاملہ یہاں تک بڑھا کہ وہ اصل الاصول یعنی اللہ اور توحیدی کے معاملے کو بگاڑ بیٹھے ہیں۔ اور اسی کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں شرک کی آلودگی ان کے ایمانوں کو اس قدر متعفن کر چکی ہے کہ وہ اس اللہ کی سنتے ہی نہیں بلکہ

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۔ (التوبہ:۳۱)

انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو عیسی ابن مریم کو اللہ کے سوا اپنے رب بنا رکھا ہے۔ حالانکہ انہیں اللہ واحد کی عبادت کا ہی حکم دیا گیا تھا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

جب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے تو پھر ان سے اظہار برأت کر دو۔ ہمارے لئے ہمارے عمل، تمہارے لئے تمہارے عمل۔ ہمیں تم سے کچھ لین دین نہیں۔ یہ دراصل انتہائی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرنے والے اور قبول حق کی صلاحیت سے مکمل طور پر محروم ہو جانے والے بندے سے اظہار مایوسی کے طور پر اعلانِ لاتعلقی ہے۔ کیونکہ یہاں پہنچ کر نصیحت اثر نہیں کرتی۔ بلکہ الٹا کٹ حجتی اور کج بحثی معاملہ بگاڑ دیتی ہے۔ کیونکہ یہاں پر پہنچنے والوں سے بات چیت مفید کی بجائے مضر ہے۔ سو کہیے کہ تمہارا شرک ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہماری توحید تمہاری کسی کام نہیں آسکتی۔ ایک اور موقع پر یوں جواب سکھایا گیا۔ وَ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَللّٰهُ یَجْمَعُ بَیْنَنَا وَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ۔ (شوریٰ:۱۵)

کہیے اللہ نے جو کچھ اپنی کتاب میں نازل فرمایا میں اس پر ایمان لایا اور مجھے تمہارے درمیان انصاف کا حکم دیا گیا۔ تو اللہ ہمارا بھی رب ہے، تمہارا بھی رب ہے (اب اگر تم نہ مانو) تو ہمارے عمل ہمارے لئے، تمہارے عمل تمہارے لئے۔ (دنیا میں) ہمارے تمہارے جھگڑے ختم۔ اللہ ہمیں (قیامت والے دن) جمع کرنے والا ہے۔ اسی کی طرف لوٹنا ہے (بس فیصلے اب وہیں ہوں گے)

ہم بحرحال اسی کے لئے مخلص ہیں۔ ٹھونک بجا کر اندر باہر سے اس کے

آیت نمبر 140

اس آیت میں ان کے پرانے دعوے کو دہرا کر پوچھا گیا کیا واقعتا تم اب بھی کہو گے یہ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی نسلوں کے برگزیدہ جلیل القدر انبیاء یہودی یا عیسائی تھے۔ بات ختم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں۔ کہ ان انبیاء کے دین و مذہب کا تمہیں زیادہ پتہ ہے یا ان کے بھیجنے والے اللہ کو؟ کیونکہ اللہ تو ایک بات کہہ رہے ہیں اور تم اپنا ہی راگ الاپتے چلے جا رہے ہو۔ اور ان انبیاء پر اتہام باندھنے اور جاننے کے باوجود ہٹ دھرمی سے کام لے رہے ہو۔ ذرا سوچو تو سہی! سر ڈال کر غور تو کرو! جسے اللہ کی طرف سے حق کا پتہ ہو۔ پھر وہ جان بوجھ کر اللہ کے سر غلط بات تھوپتا چلا جائے اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے؟

اور اتنی بڑی بات کی شہادت تو ان کی اپنی کتابوں میں موجود ہے۔ یہ تو کائنات میں بکھری ہوئی سب سے بڑی سچائی ہے کہ انبیاء کا دین ایک ہی تھا۔ وہ ایک اللہ کے بندے تھے۔ اب تم جھوٹ بولو اور بولو کہ تم اللہ کو بھی جھٹلا ڈالو۔ تو اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے؟ اللہ تمہاری کرتوتوں سے غافل نہیں۔ وہ تمہیں تمہارے کئے کی سزا دے کر رہے گا۔

(141) یہ بات چند آیات سے قبل بھی آئی تھی۔ یہاں بھی دہرائی گئی ہے۔ اتمام حجت کے طور پر خاتمہ کلام کے طور، اظہار لاتعلقی کے اعلان کے طور پر، اور جاہل کی جاہلانہ گفتگو سے اعراض کے طور پر۔ کہ سانپ تو گزر گیا۔ اب لکیر پیٹنے کا فائدہ۔ یہ بزرگ اور جلیل القدر انبیاء جو کر گئے۔ اس جھگڑے میں نہ پڑو۔ وہ اللہ کے ہاں پہنچ گئے اور اللہ کے ہاں جو ان کے اعمال کی جزا ہے اس کو پا چکے۔ تم اپنی نبیڑو! پرائی چھوڑو۔ تمہیں اپنے اعمال کا صلہ مل کے رہے گا۔ تم صرف اپنے بارے میں جواب دہ ہو۔ ان کے بارے میں تم سے چنداں سوال نہ ہو گا۔ تمہاری سردردی صرف تمہاری ذات ہے۔ اسی کو سنبھالو۔

غور کیجئے! پڑھیں تو لگتا ہے یہ آیات آج نازل ہو رہی ہے ابھی اتر رہی ہیں۔ قرآن مجید نے جو حقیقتیں چودہ سو سال قبل آشکار کی تھیں۔ کھلی آنکھوں والے آج ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ہٹ دھرمی کا علاج اظہار برات کے سوا کچھ نہیں۔ یہ کچھ ہمیں اللہ سکھا رہے ہیں بتا رہے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی آپس میں دشمنیوں کے باوجود اسلام کے خلاف ان کا گٹھ جوڑ، دہشت گردی، بنیاد پرستی، مذہبی جنونیت کے نام پر ان کے کھڑے کیے گئے مختلف ہوّے، اور پھر ایمان و اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے مختلف ایشوز، کبھی حقوق نسواں بل، کبھی تعلیمی اصلاحات کا ڈھنڈورا، کبھی مختلف مذاہب کے درمیان مذاکرات کا ڈائیلاگ کی ضرورت کا واویلا۔ اور پھر آخر میں امداد کے نام پر بلیک میلنگ اور فنڈ منجمد کرنے کی غنڈہ گردی اور یہ سب کچھ کیا ہے۔ حالانکہ اللہ نے بتلا دیا ہے۔ ان سب کے پیچھے اصل بات کیا ہے؟ قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۔ (المائدہ:۵۹)

کہیے اے اہل کتاب تم ہم سے کاہے کا انتقام لے رہے ہو؟ صرف اس بات کا کہ ہم اللہ پر اور جو کچھ اس نے ہم پر یا ہم سے قبل نازل کیا۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔

اصل مسئلہ صرف یہ ہے اور اس کا علاج بھی صرف وہی ہے جو اللہ نے بتلا دیا کہ اظہار برات، اور ان کی طرف آنکھیں بند کر لی جائیں۔ ورنہ کھلی آنکھوں کا مشاہدہ ہے کہ امریکہ نے دشمنی کر کے جینے والے تو بہت ہیں۔ مگر اس کی دوستی کا انجام بہت ہی عبرتناک ہے۔ اللہ ہم میں سے ہر ایک کو انفرادی طور پر اپنے کردار اپنی سوچ اور اپنے نظریات پر نظر ڈالنے کی توفیق دے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ کیا کر رہے ہیں؟ اور ہمیں کیا کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے؟

مشکوک اشیاء سے پرہیز

آخری قسط

قلب کی اصلاح یہ ہے کہ اس میں اللہ اور جس سے محبت رکھتا ہے۔ اس کی محبت کے سوا کچھ نہ ہو۔ جسم کی اصلاح یا ٹھیک ہونا یہ ہے۔ کہ اسے حلال خوراک دی گئی ہو تو وہ پاکیزہ رہے گا۔ اس کی پاکیزگی کا اثر قلب پر پڑے گا۔ نتیجۃً نور قلب سے جسم بھی منور ہو جائے گا۔ اور اس سے اعمال صالحہ کا صدور بھی ہو گا۔ اور اگر جسم کی پرورش حرام سے ہوگی۔ تو وہ شیطان کا گھر بن جائے گا۔ اور پراگندہ ہو جائے گا۔ اس سیاہی کا عکس بدن پر پڑے گا۔ تو اس سے گناہ سرزد ہوں گے جسم کے فساد سے یہاں بھی یہی چیز مراد ہے۔ شرح اربعین نووی مجلّہ الدعوہ (اسلام آباد اکتوبر 2003ء)

عوام اور مشتبہات

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا۔ آدمی اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا۔ جو مال اس کے ہاتھ آجاتا ہے وہ حلال ہے یا حرام؟

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان میں جس زمانے کی نشان دہی کی گئی ہے۔ وہ واقعتاً اس وقت آچکا ہے۔ حرام اور مشکوک اشیاء ہی چاروں طرف نظر آرہی ہیں۔ لوگ بغیر کسی خوف اور کھٹک کے ان میں گرے ہوئے ہیں۔ ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ لوگ قرآن وحدیث کے متن اور مفہوم ہی کو جوڑ توڑ کر حرام کو حلال ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ موسیقی، سود، جھوٹ، بے پردگی، بے حیائی، شراب، رقص ایسے لوگوں کے لئے نبی کریم ﷺ کی وعید ہے کہ

لوگوں میں سے بدترین شخص وہ ہے جو شبہات اور حیلوں کے ذریعے حرام کردہ اشیاء کو حلال بنائے۔ (سنن ترمذی، عن اسماء بنت عمیس، طبرانی عن نعیم بحوالہ سود ورشوت)

فتنوں کا یہ وہ دور ہے۔ جس میں مکروہات ومشتبہات سے بچنے کے لئے لوگوں سے کٹ جانے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

امام نووی نے ریاض الصالحین میں باب باندھا ہے۔

لوگوں اور زمانے کے بگاڑ کے وقت یا دین میں فتنے کے خوف سے اور حرام ومشتبہ چیزوں میں مبتلا ہونے کے اندیشے سے گوشہ نشینی کے پسندیدہ ہونے کا بیان

ام عبد منیب

گویا ہمارے محدثین اور فقہائے کرام نے فتنوں اور دین میں بگاڑ نیز حرام اور مشتبہ امور میں مبتلا ہو جانے کے وقت جب اور کوئی چارہ کار نہ رہے۔ تو اس کا علاج گوشہ نشینی تجویز کیا ہے۔ اس کی مثال اصحاب کہف کے عمل سے بھی ملتی ہے۔ انہوں نے جب اہل کفر وشرک کے سامنے اپنی بے بسی محسوس کی تو گوشہ نشینی کو اختیار کرلیا۔ یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ ان کا دین اور ان کی عصمت وعزت خطرے میں ہے تو انہوں نے قید کو اس فتنے اور شر کے مقابلے میں ترجیح دی۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ دور حاضر میں عوام تو درکنار علماء بھی مکروہات ومشتبہات کو اپناتے جا رہے ہیں۔

منیر قمر سیالکوٹی عوام الناس کی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عوام الناس میں سے کسی کو کوئی مسئلہ درپیش ہو۔ کہ یہ چیز کیسی ہے؟ اس کا کھانا جائز ہے یا حرام؟ اگر ایسی صورت پیش آجائے تو تھوڑا سا غور کرنے کے بعد چلو مسئلہ بعد میں دیکھا جائے گا کہتے ہوئے وہ چیز کھا نہیں لینا چاہیے۔ اور نہ ہی وہ کام کر گزرنا چاہیے بلکہ ایسے آدمی کے لئے ضروری ہے۔ کہ صاحب علم وفضل سے دریافت کرے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور پھر جو بات سامنے آئے اس پر عمل کرے حلال ہو تو حلال سمجھے حرام ہو تو حرام سے بچ جائے کم علمی میں یہی تقویٰ اور پرہیز گاری کی علامت ہے کہ مشکوک ومشتبہ امور سے بچنے پر توقف کیا جائے۔ (سود ورشوت 21)

اضطراری حالت اور مشتبہ امور

اگر اضطراری حالت ہو تو قرآن حکیم کی اس آیت کے مطابق حرام کی اتنی مقدار استعمال کی جاسکتی ہے جس سے جان کو خطرہ درپیش ہے وہ ٹل سکے

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ

لہذا جب کوئی مشکل درپیش اور مشتبہ امر کا استعمال کرنا پڑ جائے تو کرلیا جائے گا۔ بلکہ حرام کے مقابلہ میں مشتبہ امر کو اختیار کیا جائے گا کیونکہ اس کے حرام اور حلال کا علم نہ ہونے کی وجہ سے دونوں احتمال ہیں۔

(۱) شاید وہ حرام ہو۔ (۲) شاید کے وہ حلال ہو

نیز انسانی زندگی میں مشتبہ امور سے جب ایک انسان کو سابقہ پڑتا ہے تو اس کے لئے بہترین طریق یہی ہے کہ وہ ان سے توقف کرے یعنی ان کا ارتکاب نہ کرے۔ لیکن زندگی میں جب ایسا موڑ آجائے کہ

نہ کرے۔ لیکن زندگی میں جب ایسا موڑ آجائے کہ مشتبہ امور کو اختیار کئے بغیر چارہ نہ ہو تو پھر اسے اختیار کیا جاسکتا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جس کو حلال ٹھہرایا ہے وہ حلال ہے اور جس کو حرام ٹھہرایا ہے وہ حرام ہے۔ اور جن چیزوں کے بارے میں سکوت فرمایا ہے وہ معاف ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی فیاضی کو قبول کرو۔ اللہ سے بھول چوک صدور نہیں ہوتا اس کے بعد سورۃ مریم کی آیت 64 کی تلاوت کی (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ سے کبھی بھول سرزد نہیں ہوتی دراصل

اس فرمان نبوی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جس چیز میں اشتباہ موجود نہ ہو کہ وہ حلال ہے یا حرام؟ اس کے بارے میں جو فیصلہ شریعت حقہ میں موجود ہے وہی قابل عمل اور حرف آخر ہے۔ از خود اس میں اشتباہ پیدا کرنا یا اس کو حلال ہونے کی صورت میں حرام سمجھنا بڑے درجے کی حماقت کے ساتھ ایمانی سقم کی علامت ہے۔ اسے دور کرنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا۔ آدمی اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا۔ جو مال اس کے ہاتھ آجاتا ہے وہ حلال ہے یا حرام؟

خلاصہ کلام

امام ابوداؤد طیالسی ؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پانچ لاکھ احادیث رسول جمع کیں ہیں اور ان میں سے چار ہزار آٹھ سو اپنی کتاب سنن ابی داؤد میں درج کیں لیکن انسان کو اپنے دین کے حوالے سے ان میں چار احادیث کافی ہیں۔

۱) اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

۲) فضول کاموں کو چھوڑ دینا انسان کے اچھا مسلمان ہونے کی علامت ہے۔

۳) کوئی مومن صحیح معنوں میں اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرئے۔

۴) حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔

امام ابوداؤد کی مراد یہ ہے کہ مندرجہ بالا احادیث میں ایک مسلمان کے تمام امور کا اختصار اور جامعیت سمٹ کر آگئی ہے۔ اس لحاظ سے گویا حدیث متذکرہ شرعی احکامات کا خلاصہ ہے۔ (وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب)

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ اِلَيْهِ وَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالْعَفَافَ وَالتُّقٰى۔

اے اللہ میں تجھ سے ہدایت، پاکبازی اور تقویٰ کی مانگ کرتا ہوں۔ (آمین)

قرآن

قرآن کا کوئی متبادل نہ بدل ہے
قرآن ہر ایک عقدۂ دشوار کا حل ہے
قرآن رسالت کا محافظ بھی خبر بھی
قرآن بصیرت بی بصارت بھی بصر بھی
قرآن نظائر بھی، نظارت بھی نظر بھی
قرآن تاثیر بھی، مؤثر بھی اثر بھی
قرآن میں صحرا بھی سمندر بھی حجر بھی
محشر کی مقالیں بھی ہیں سدرہ کے ثمر بھی
قرآن مصدق بھی مظاہر بھی مبین بھی
قرآن کے حفاظ ہیں جبرائیل امین بھی
قرآن منور بھی مطہر بھی صدا بھی

قرآن معظم بھی مکرم بھی ضیاء بھی
قرآن خزینہ بھی مخزن بھی عطاء بھی
قرآن نوازش بھی عنائیت بھی سخا بھی
قرآن متعین بھی قوانین خدا بھی
قرآن تحور بھی تفکر بھی صلہ بھی
قرآن معلم بھی مدرس بھی جزاء بھی
قرآن مفکر بھی ہدایت بھی ہدیٰ بھی
کونین کا مقصد بھی ہے کونین کی حد بھی
قرآن کی آیت میں ہے ازل بھی ابد بھی
قرآن میں دہشت بھی ہے نصیحت بھی دعا بھی
قرآن میں افکار بھی جرأت بھی غذا بھی
قرآن میں انکار بھی آداب وفا بھی
قرآن میں انعام بھی رحمت بھی سزا بھی
قرآن عجوبہ بھی عجائب بھی عجب بھی

قرآن قرینہ بھی، سلیقہ بھی ادب بھی
اللہ کی عرض بھی پیغمبر کی رضا بھی
عیسیٰ کا نفس حضرت موسیٰ کا عصا بھی
داؤد کی لے یوسف کنعان کی قبا بھی
بے تابی یعقوب بھی آدم کی دعا بھی
قرآن میں شیاطین بھی انسان بھی جن بھی
قرآن کی آیات میں راتیں بھی دن بھی
قرآن معاون بھی مداوا بھی مدد بھی
قرآن مسند بھی محمد ﷺ کی سند بھی
قرآن خود احکام بھی حاکم بھی حکم بھی
قرآن محمد ﷺ کی صداقت کا بھرم بھی

انتخاب: عائشہ امین برنالہ

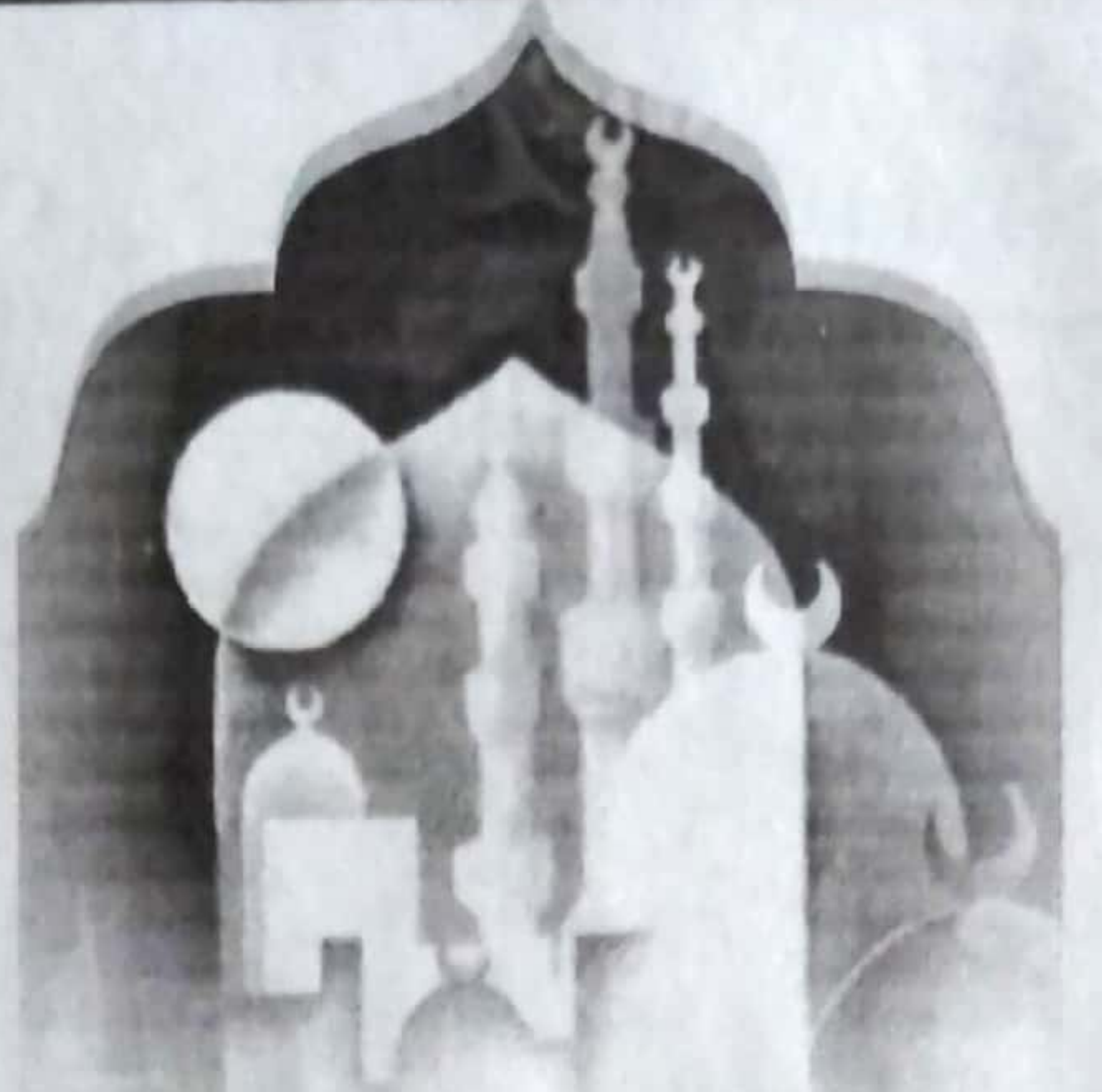

''گناہ'' اور ''نیکی'' کی پہچان

قراۃ العین یاسین: (گوجرانوالہ)

نواس بن سمعان ؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ سے نیکی اور گناہ سے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: نیکی عادت کا اچھا ہونا ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے اور تو اس بات کو ناپسند کرے کہ لوگ اس پر اطلاع پائیں۔ [بلوغ المرام: کتاب الجامع]

حسنِ خلق مومنین کی صفات میں سے ایک ہے۔ مومنین وہ ہیں کہ جن کے بارے میں قرآن میں ارشاد فرمایا: اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں۔ [الفرقان :٦٣] یعنی اچھے اخلاق سے بات کرتے ہیں۔ انسانی شخصیت کی اصل تصویر ایک آئینہ بھی اتنی صاف پیش نہیں کرتا جتنا اس کا اخلاق۔ جب ایک انسان دوسرے سے معاملات کے دوران حسن خلق سے پیش آتا ہے تو اس کی شخصیت کا ظاہر اور باطن مکمل طور پر واضح ہو جاتا ہے۔

ویسے تو حسن خلق کو نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانیت کو اپنانا چاہیئے۔ مگر مسلمانوں کے لئے نبی ﷺ نے حسن خلق کو ایمان کی تکمیل کا پیمانہ قرار دیا ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: ''اِنَّ اَکْمَلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا''۔ یقیناً مومنوں میں سے کامل ترین ایمان والا وہ ہے جو ان میں اخلاق کے لحاظ سے سب سے اچھا ہے۔

حسن خلق دراصل روز مرّہ زندگی میں اللہ، اس کے رسول ﷺ، اپنے نفس اور مخلوقِ رب العظیم کے ساتھ ایک مسلمانوں کے طرزِ عمل اور رویے کا نام ہے۔ اگر یہ طرزِ عمل اور رویہ اچھا ہے تو اسے حسن خلق کہا جائے گا۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ حسن خلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول ﷺ کی سنت کو اپنی زندگی میں اس طرح داخل کر لینا کہ تمام احکام انسان کی پیدائشی عادت بن جائیں اور تمام احکام کی بجا آوری بغیر کسی مشقت کے ہوتی جائے۔

مثال کے طور پر رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ہمارے لئے نمونہ ہے۔

حضرت عائشہ ؓ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کیا ہیں تو آپ ؓ نے فرمایا: کہ جو کچھ قرآن میں ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق ہیں۔

یعنی آپ ﷺ نے قرآن کے آداب اس طرح اختیار کر لئے تھے کہ وہ آپ ﷺ کی زندگی کا حصہ بن گئے۔

انسان کی فطرت میں نیکی یا بدی، دونوں کا شعور رکھا گیا ہے۔ اس لئے عربی میں نیکی کو ''معروف'' کہا جاتا ہے۔ کہ اس کام کا اچھا ہونا سب کے ہاں پہچانی ہوئی چیز ہے۔

اور برائی کو منکر کہتے ہیں جس کا معنی ہے ''نہ پہچانی ہوئی چیز'' یعنی فطرت انسانی اس کام کو قبول نہیں کرتی اور نہ پہچانتی ہے۔

گناہ کی پہچان :۔

''رسول ﷺ نے فرمایا: گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے اور تو اس بات کو ناپسند کرے کہ لوگ اس کو جانیں''

اس حدیث میں گناہ کی دو علامتیں بیان ہوئی ہیں۔

① کہ وہ تیرے سینے میں کھٹکتا ہو کہ یہ کام صحیح ہے یا غلط یا یہ کام کر لوں یا نہ کروں اس کی صاف ممانعت تو نہیں کہیں ملتی۔ دوسری بات یہ ذہن میں آتی ہے کہ اس سے اللہ تو نہیں ناراض ہوں گے۔ حالانکہ رسول ﷺ کی مندرجہ ذیل حدیث مکمل وضاحت کرتی ہے۔

جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو اور وہ اختیار کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے کیونکہ سچ اطمینان اور جھوٹ بے چینی کا باعث ہے۔ [صحیح ترمذی]

جب کہ ہمیں پتہ ہوتا ہے کہ فلاں کام غلط ہے اور ہمارا ضمیر ہمیں جھنجھوڑتا ہوتا ہے کہ یہ کام غلط ہے دوسری طرف شیطان ہمیں اکساتا ہے اور کہتا ہے کہ چل یہ کام کر! یہ صحیح ہے اور ہم ہیں کہ اپنی ڈھٹائی پر اُتر آتے ہیں اور اپنے ایمانوں کا جنازہ نکالتے ہوئے شیطان کی باتوں میں آجاتے ہیں اور بد سے بدتر عمل بھی کر گزرتے ہیں۔

② گناہ کی دوسری علامت یہ بتائی کہ تمہیں یہ بات ناپسند ہو کہ لوگ اس کو جانیں سب لوگ جب ایک کام کو برا جانیں تو کام بھی گناہ کا ہوگا اس لئے ہر آدمی کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی اچھی عادت کو لوگ جانیں اور برے کام نہ جانیں۔

جن کاموں کے جائز اور ناجائز ہونے میں صاف وضاحت موجود ہو۔ جس کے کرنے پر دل میں کھٹکا ہو اور جن کاموں کی صاف ممانعت وضاحت کے ساتھ کی گئی ہو ان کے گناہ ہونے میں کیا شبہ ہے؟

اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں اچھائی اور برائی دونوں کی پہچان رکھ دی ہے اس لئے انسان کو چاہیئے کہ وہ ارادہ و اختیار کے باوجود برائی کے کاموں سے اجتناب کرے دوسرا یہ کہ اپنے جذبات، خیالات، احساسات کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی کے مطابق ڈھال لے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھے رستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے نبی ﷺ کا سچا پیروکار بنائے۔ (آمین)

آئیں "حمد" سیکھیں!

ڈاکٹر آمنہ ہارون آباد

قسط نمبر 1

لامحدود کو تحریر میں محدود نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس کے ذکر کے بغیر رہا بھی نہیں جا سکتا ہر دل میں اس کا احساس اور ہر روح میں اس کی تڑپ ہونا ہی اس کے وجود کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

بات کرتے ہیں۔ "الحمد للہ۔ حمد اللہ کی" الحمد کا لفظ قرآن پاک میں 27 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

آئیے دیکھتے ہیں کہ

حمد کسے کہتے ہیں؟

حمد کا مطلب ہے "تعریف"

تعریف یا حمد کے لئے دو وجوہات کا ہونا ضروری ہے۔

① محمود جس کی تعریف کی جا رہی ہو، بذاتِ خود اس کی ذات اس قابل ہے کہ تعریف کی جائے۔ بالائے طاق کہ وہ اپنے اندر کیا خصوصیات رکھے ہوئے ہے۔

② محمود کی تعریف اس بناء پر کی جائے کہ وہ اچھی صفات کا حامل ہے اور ایسے اچھے وصف اس کے اختیار میں ہیں۔

حمد سے مراد وہ تعریف جو محمود کی تعظیم کے ارادے سے کی جائے۔ پر ضروری نہیں کہ تعریف کسی نعمت کے مقابلے میں "جواباً" ہو۔

الحمدللہ کا لفظ جو زیر بحث ہے اس کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے تو یہی کافی ہے کہ قرآن کی ابتداء اس اہم اور خوبصورت لفظ سے ہو رہی ہے۔ ابتداء کسی بھی چیز کی ہو۔ (Normally) ہماری توجہ اس کی طرف جاتی ہے۔ جبھی ہمیشہ ابتداء پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔

تو کیا خیال ہے اس (اللہ) (Powerfull) اور حکیم ہستی کے بارے میں جس کی کتاب ہمارے ہاتھوں اور ہماری بحثوں میں ہے اس نے اس پر غور نہ کیا ہوگا۔

حمد کا مطلب "شکر" بھی ہے۔

مگر حمد مدح اور شکر سے بلند تر ہے۔

اگر ہم حمد کے متضاد پر غور کریں تو ہمارے ذہن میں یہ بات کھل کر سامنے آئے کہ حمد کیا ہے "متضاد" سے چیز کی پہچان کرانے کا انداز بھی خود قرآن نے دیا ہے۔ جیسے اس نے فرمایا:

> **محمود جس کی تعریف کی جا رہی ہو، بذاتِ خود اس کی ذات اس قابل ہے کہ تعریف کی جائے۔ بالائے طاق کہ وہ اپنے اندر کیا خصوصیات رکھے ہوئے ہے۔**

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (آل عمران:١٦٤)

ترجمہ: بے شک زمین و آسمان کی پیدائش اور رات دن کے آنے جانے میں اور کشتیاں بنجر زمین کو فائدہ پہنچانے کے لئے دریا میں چلتی ہیں۔ اور وہ پانی جو اللہ تعالیٰ آسمان سے اتار کر بنجر زمین کو زندہ کرتا ہے۔ اور ہر طرح کے جانور (زمین) میں پھیلائے ہواؤں کا چلنا۔ زمین و آسمان کے درمیان بادلوں کا مسخر ہونا عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

حمد کا متضاد "کفر" ہے۔ کفر کا مطلب ہے "انکار"

اب انکار کیسا؟

1)۔ انعامات کا 2)۔ احسانات کا

حمد کا لفظ ظاہر کر رہا ہے کہ بہت خاص بات تھی کہ ابتداء یہاں سے ہوئی۔ پہلے شکر ادا کریں پھر آگے بات بڑھائیں۔

اگر ہم اس کی گہرائیوں میں اتریں بلکہ اگر اوپر کی سطح پر بھی ہوں پر ذرا اس کا تصور کریں تو بات سمجھ آتی ہے۔ کہ قرآن جیسی کتاب کا ہمارے ہاتھوں میں ہونا ہمیں مجبور کرتا ہے کہ سب سے پہلے اس رب کریم کا شکر کیا جائے کہ

1۔ تو نے قرآن نازل کر کے ہمیں شکریہ کا موقع دیا۔

2۔ صاحب قرآن کی امت میں داخلہ دیا۔

3۔ امت مسلمہ بنایا۔

4۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس قرآن کی طرف رجوع کرنے والا بنایا۔

واقعی الحمدللہ ورنہ بندہ ناچیز تو کسی قابل نہ تھا۔

تعریف تو ہے مگر کس کی؟ الحمدللہ "اللہ" کی۔

کیوں نہ حمد بیان کریں اس اللہ کی کہ جس نے قرآن نازل کیا جس میں کوئی کجی نہیں۔

جو ہمیشہ دین کو قائم رکھنے والا ہے۔ جس نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے پیامبر بنا کر دنیا میں بھیجنے کا سلسلہ قائم کیا۔

تاکہ وہ کفر کرنے والوں کو ڈرائیں اس کے

عذاب سے اور مومنوں کو جنت کی خوشخبری دیں۔

حمد اس کی۔

١۔ جس میں تمام اچھی صفات ہیں۔ جو لامحدود اور غیر مشروط ہیں۔

٢۔ جو عالم الغیب، قادر مطلق اور اپنے ارادے پر قائم ہے۔ دونوں جہانوں کا واحد مالک و مختار ہے۔

٣۔ آسمانوں اور زمینوں میں صرف اس کی بادشاہت ہے۔

٤۔ جو عجز و بے بسی اور تمام نقائص سے پاک و مبرہ ہے۔

٥۔ جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

٦۔ جو لازوال و غیر فنا ہے۔

جو الحي القيوم ہے۔ اور اونگھ اور نیند سے پاک بے مثل و بے مثال ساری دنیا اس اکیلے کی محتاج وہ کسی کا محتاج نہیں۔

لہٰذا ہر قسم کی تعریف کا جائز حقدار صرف ''اللہ'' ہے۔

وہ اللہ جس نے اپنی کتاب کو اپنی حمد سے شروع کیا اس نے اپنی مخلوقات کا ذکر بھی ایسے ہی حمد سے شروع کیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ. (الانعام:١)

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور بنائے اندھیرے بھی اور روشنی بھی۔

مخلوق کے خاتمہ کا ذکر بھی الحمد للہ سے کرتا ہے۔

وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. (الزمر :٧٥)

اور تو دیکھے گا فرشتے اللہ کے عرش کے گرد گھیرا باندھے ہوئے اپنے رب کی تسبیح اور حمد بیان کر رہے ہوں گے۔ اور تمام فیصلے (اللہ تعالیٰ) حق کے ساتھ کر دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا تمام تعریف صرف اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

جب اللہ ابتداء سے لے کر انتہا تک ہر کام الحمد سے کر رہا ہے تو ہم کیوں نہ کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک لاکھ 24 ہزار پیغمبران اس دنیا میں بھیجے مگر کسی کے نام میں ''احمد'' نہیں یہ شرف صرف اور صرف سید المرسلین شرف الانبیاء ﷺ کو حاصل ہے کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ سرورِ کونین و ثقلین نے اللہ کی اتنی تعریف کی کہ اللہ نے آپ کا نام ''احمد'' رکھا۔

آپ ﷺ کا نام جو پہلی کتابوں میں ذکر کیا گیا وہ ''احمد'' ہے۔

اسی احمد ﷺ کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی۔ آپ کا نام ''محمد'' تعریف کیا گیا ہے۔

خود تعریف کیے گئے ہیں اور اللہ کی تعریف سب سے زیادہ کرنے والے ہیں۔ سبحان اللہ

آپ ﷺ سے پہلے نہ کسی کا نام محمد ﷺ ہوا نہ احمد ﷺ ہوا گویا آپ سے پہلے حمد وثناء کرنے والا پیدا ہی نہ ہوا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن لوائے حمد (حمد کا جھنڈا) میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اس دن تمام انبیاء کرام میرے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔''

ذرا غور کریں! سب سے پہلے انسان و پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام ابو الانبیاء، کلیم اللہ، روح اللہ، ذبیح اللہ سب کے سب ایک جھنڈے تلے جمع ہوئے ہیں اور جھنڈا کس کے ہاتھ میں ہے۔ آج 1 لاکھ 24 ہزار پیغمبر ایک حمد کے اس جھنڈے تلے جمع ہو رہے ہیں۔

وہ جھنڈا احمد مجتبیٰ ﷺ کے ہاتھ میں ہے۔ (سبحان اللہ۔ الحمد للہ)

کیوں نہ شکر ادا کریں اس رب کریم کا کہ نبی ''احمد ﷺ'' ہے اور امت ''حمادون''

امت محمدیہ ﷺ کا ذکر دوسری کتابوں میں حمادون کے نام سے کیا گیا کہ وہ اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والی ہوگی۔

ہمیں چاہیے کہ اپنے نام کو پہچان کر اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔

سب سے پہلے انسان و پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام ابو الانبیاء، کلیم اللہ، روح اللہ، ذبیح اللہ سب کے سب ایک جھنڈے تلے جمع ہوئے ہیں اور جھنڈا کس کے ہاتھ میں ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ: ''ایسا کوئی نہیں جسے اللہ سے بڑھ کر اپنی تعریف پسند ہو اس لئے اللہ نے اپنی تعریف سب سے زیادہ کی ہے۔ (بخاری)

کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد وثناء میں رطب اللسان نہ ہو۔

وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ. (بنی اسرائیل:٤٤)

ہر شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد بیان کرتی ہے۔

یہ تو بے جان چیزیں جو اللہ کی حمد وثناء میں ہمہ وقت مصروف ہیں اور خود انسان غور کرے۔

اللہ تو کہتا ہے۔

'' وَ هُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ. ''. (سُوْرَةُ الْقَصَص:٧٠)

وہی اللہ ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں تمام اول و آخر تعریف صرف اسی کے لئے ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ وَ هُوَ

الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ (سُوْرَةُ سَبَاٍ:١)

تمام تعریفات اس اللہ کے لئے جس کے لئے ہر وہ کچھ ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔ آخرت میں بھی تمام تعریف اللہ کے لئے وہ جو حکمتوں والا اور باخبر ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ. (سورة الحجر: ۹۸)

پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرو اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ. (النمل: ۹۳)

اور کہہ دیجئے تمام تعریف اللہ کے لئے ہیں۔

وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ. (سورة ق: ۳۹)

اور اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ بیان کرو سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے۔

وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ. (سورة الطور: ۴۸)

اور تسبیح بیان کرو اپنے رب کی حمد کے ساتھ جس وقت تم کھڑے ہو۔

اللہ جو اپنے بندے سے حمد کرنے کے لئے کہہ رہا ہے اس کا مطلب ہرگز یہ سمجھنا چاہیے کہ نعوذ باللہ اللہ تعریف میں ہمارا محتاج ہے۔

بلکہ وہ کہتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (سورة فاطر: ۱۵)

ترجمہ: اے لوگو! تم سب اللہ کے در کے فقیر ہو۔ اور اللہ تو غنی حمید ہے۔ بے پرواہ اور تعریف والا۔

کتنا شکر کتنا احسان اس ہستی کا کہ جس کے قبضہ قدرت میں ہماری ہر سانس ہے۔ وہ جو رحمت ہے کیوں نہ احسان مانیں ہم اس کا۔ کہ نیند موت کی طرح ہے کیسے اس نے اس عارضی موت سے نکال کر ہمیں بیدار کر دیا۔

وَ مَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (سورة لقمٰن: ۱۲)

ترجمہ: اور جو کوئی شکر ادا کرے تو وہ اپنے نفس کے بھلائی کے لئے کرتا ہے اور جو کوئی انکار کرے تو اللہ تو بے پرواہ ہے اور تمام تعریف کے لائق ہے (تعریف کیا گیا ہے) وہ تو ہماری تعریف کرنے کے بغیر ہی تعریف شدہ ہے فائدہ تو ہمارا ہی ہے۔

الحمدللہ کے فضائل

۱۔ قال رسول اللہ ﷺ:

الحمد لله تملاالميزان. (مسلم)

الحمدللہ کہنا میزان کو بھر دیتا ہے۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور نماز کی صف میں اس حال میں داخل ہوا کہ اس کا سانس چڑھا ہوا تھا اس نے کہا:

الحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه.

نماز سے فراغت کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: کہ یہ والے کلمات کس نے کہے۔

اس شخص نے کہا کہ میں آیا میرا سانس چڑھا ہوا تھا تو میں نے یہ کلمات کہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میں نے دیکھا کہ ان الفاظ کو لینے کے لئے 12 فرشتے آسمان سے اترے۔ (سبحان اللہ)۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک شخص نے کہا۔

الله اكبر كبيرا والحمد لله كثيرا و سبحان الله بكرة و اصيلا.

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب اس شخص نے یہ الفاظ کہے تو آسمان کے وہ دروازے کھل گئے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھلے تھے۔ (مسلم)

بتائیں ہم اللہ کا شکر کس طرح ادا نہ کریں۔ اس کی تعریف کیوں نہ ہماری زبانوں سے ادا ہو کہ اس نے مخلوقات میں سے ہم کو انسان چنا اور "احسن تقویم" بنایا۔ ضروریات زندگی کی ہر چیز بغیر کہے مہیا کی۔

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہر موقع پر الحمدللہ کہا۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطاب کیا تو اللہ کی حمد بیان کی۔ لوگوں سے کہا کہ خطاب سے پہلے اللہ کی حمد وثناء کرو۔ خطبہ مسنونہ شروع ہی اس کی تعریف سے ہوتا ہے۔

ان الحمد لله نحمده و نستعينه.........

کیوں نہ شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں بولنا سکھایا، **علّمه البيان. (الرحمن)**

پھر اسے لوگوں کے سامنے بیان کرنے کے قابل کر کے ہم پر احسان کیا۔

آپ ﷺ کی پوری زندگی اللہ کی حمد وثناء میں گزری۔

۞ آپ ﷺ احرام باندھتے تو کہتے۔

الحمد لله سبحان الله لا اله الا الله الله اكبر.

۞ سواری پر چڑھتے تو کہتے الحمدللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جب سواری پر چڑھنے کے لئے رکاب پر اپنا پاؤں رکھتے تو کہتے 'بسم اللہ' جب بیٹھ جاتے تو کہتے 'الحمدللہ' پھر یہ دعا پڑھتے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ. وَ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ.

۞ سونے کے لئے بستر پر جاتے تو کہتے الحمدللہ۔

"الحمد لله الذى اطعمنا و سقانا و كفانا و اوانا فكم ممن لا ما فى له ولا مووى."

ترجمہ: سب تعریف اللہ کے لئے ہیں جس نے

ہمیں کھلایا پلایا اور ہمیں کافی ہو گیا۔ اور ہمیں پناہ دی بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہیں کوئی کفایت کرنے والا نہیں اور نہ کوئی پناہ دینے والا ہے۔

کتنا شکر ہے اس پروردگار کا کہ سونے کے لئے آرام دہ بستر، چھت اور ہر آسائش مہیا کی۔ ہماری اوقات سے بڑھ کر آسائشیں دیں۔

جب نیند سے بیدار ہوتے تو کہتے الحمدللہ۔

کتنا شکر کتنا احسان اس ہستی کا کہ جس کے قبضہ قدرت میں ہماری ہر سانس ہے۔ وہ جو رحمت ہے کیوں نہ احسان مانیں ہم اس کا۔ کہ نیند موت کی طرح ہے کیسے اس نے اس عارضی موت سے نکال کر ہمیں بیدار کر دیا۔

جس نے رات ہمارے لئے پرسکون بنا دی۔ جس نے تمام رات ہمیں اپنے حصار میں رکھا۔

❁ کھانا کھانے کے بعد بھی اللہ کی حمد۔

الحمد لله الذى اطعمنا و سقانا و جعلنا من المسلمين.

ہر ہر لقمے پر تیرا شکر تو نے کیسے یہ کھانا ہمارے لئے پیدا کیا۔ ہمیں صحت و تندرستی کے ساتھ اسے کھانا نصیب کیا کھانے کے لئے ہاتھ اور منہ عطا کیے اور سب سے بڑھ کر ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا۔ جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو کہتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا.

❁ نیا لباس پہنتے تو کہتے۔

الحمد لله الذى كسانى هذا ورزقنيه من غير حول منى ولا قوة.

تیرا ہی شکر کہ جس نے ہمیں تن ڈھانپنے کے لئے لباس مہیا کیا۔ ہر موسم کے لئے۔

تمام مخلوقات سے ہمارا نمایاں وصف لباس ہے۔ جو زیب و زینت کے لئے ہمیں دیا۔

❁ چھینک آئے تو پہلے الحمدللہ۔

کیسے غلیظ مادے خارج ہوتے ہیں چھینک کے ذریعے اللہ ہی جانتا ہے کہ کیا داخل ہوا اور کیا خارج ہوا۔ جو صحت و تندرستی کا باعث بن جائے۔

❁ نیا چاند دیکھتے تو آپ ﷺ کہتے الحمدللہ۔

❁ اچھا خواب دیکھتے تو کہتے الحمدللہ۔ (بخاری)

❁ جب کوئی بہتری و بھلائی دیکھتے تو کہتے الحمدللہ۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جب کوئی شخص بھلائی پائے تو کہے الحمدللہ اور جو کوئی اس کے علاوہ پائے تو اپنے نفس کے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

❁ بارش آتی تو کہتے الحمدللہ۔

❁ خوشی اور غم کا موقع ہوتا تو کہتے الحمدللہ۔

ہر موقع پر اللہ کی حمد، ہر منزل پر اللہ کی حمد، سفر پر جاتے تو الحمد واپس لوٹتے تو کہتے۔

آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون. (مسلم)

ترجمہ: ہم واپس آنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔

❁ نماز میں تسبیح کے بعد کا آغاز کرتے تو کہتے الحمد لله رب العالمين.

رکوع سے اوپر ہوتے تو کہتے سمع الله لمن حمده کھڑے ہوتے تو کہتے ربنا لك الحمد حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا فيه.

اللهم ربنا لك الحمد ملأ السموات و ملأ الارض و ملأ ماشيت من شى بعده.

آقا جی سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

افضل الذکر لا الہ الا الله ہے اور افضل الدعا الحمد للہ ہے۔ (ترمذی)

جنت میں جنتیوں کی زبان الحمدللہ ہوگی ہر سانس کے ساتھ اللہ کی تسبیح بیان ہوتی ہوگی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (٩) دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. (١٠). (سُوْرَةُ يُوْنُس)

شکر و تعریف ہے اللہ کی جس نے آپ ﷺ کو آخری نبی بنا کر بھیجا۔

الحمد الله الذى ارسل رسله مبشرين و منذرين لئلايكون للناس على الله حجة بعد الرسل.

تمام تعریف اللہ کے لئے جس نے رسول بھیجے خوشخبری سنانے کے لئے اور ڈرانے کے لئے تاکہ رسولوں کے آجانے کے بعد اللہ کے ساتھ جھگڑا نہ کریں۔

اے اللہ تیرا ہی شکر کہ تو نے ہمیں لازاوال و لا تعداد انعامات و احسانات کا وارث بنایا۔ ہمیں اپنی اطاعت کے اسباب عطا کیے۔ تیرا بھی شکر کہ تو نے ہمیں اپنی تعریف کرنا سکھایا۔ جنت میں جانے والوں کے اعمال بتلائے۔ بے شک تو واقعی اس قابل ہے کہ تیری تعریف کی جائے۔

اے اللہ تیرا ہی شکر کہ تو نے ہمیں لازاوال و لا تعداد انعامات و احسانات کا وارث بنایا۔ ہمیں اپنی اطاعت کے اسباب عطا کیے۔

اے اللہ تیرا شکر کہ تو نے ہمیں یہ کلمہ ادا کرنے والا بنایا تو نے توفیق دی۔ سب سے بڑھ کر تیرا شکر کہ تو نے ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمایا جو آج تیرا قرآن سننے والے ہیں۔ پڑھنے والے ہیں۔ تیری ہی تعریف کہ تو نے ہمیں دنیا سے چھڑا کر اپنے تعریف پر لگا دیا۔

الٰہی ہمیں اس پر ثابت قدم رکھنا۔

الحمدللہ رب العالمین

آمین ثم آمین

کاروکاری، ونی اور سوارا

ہمارے معاشرے میں بے شمار فرسودہ اور بدترین رسم ورواج ہیں۔ جن کا دین کیا دنیا سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ اسلام ایک ایسا مہذب، عالمگیر اور مکمل ضابطہ حیات کا سرچشمہ مذہب ہے جس میں کسی قسم کے رسم و رواج کی گنجائش نہیں۔

لیکن افسوس آج کے نام نہاد مسلمان غیر شرعی اور فضول رسموں کے دلدل میں ایسے پھنسے ہیں کہ اس سے وہ انسانیت کا درجہ بھی کھو چکے ہیں۔ ایسا معاشرہ کیسے اور کب ترقی و امن کا گہوارہ ثابت ہوسکتا ہے۔ جس میں انسانیت سوز رسمیں معاشرے کا حصہ بن جائیں اور ناکردہ گناہ کی پاداش میں افراد سے انسانی حقوق غاصب کرلیے جائیں۔

عورت ماں، بہن، بیٹی اور بیوی ہر رشتے میں محبت...... شفقت...... خلوص...... وفا اور عزت ہے۔ لیکن افسوس اسے وٹے سٹے، قرآن سے شادی، کاروکاری، ونی اور سوارا جیسی قبیح رسموں کی بھینٹ چڑھا کر نفرت اور انتقام کی آگ بجھانے کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ اَعْطٰى بِيْ ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهُ۔ (صحیح بخاری)

اللہ عزوجل فرماتا ہے "میں قیامت کے دن تین اشخاص کا دشمن ہوں گا۔" ایک شخص جو میرے نام سے "عہد" کرتا ہے اور پھر دھوکا دیتا ہے، ایک وہ مرد جو آزاد کو بیچ کر اس کے پیسے کھاتا ہے۔"

ایک اور اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث وٹہ سٹہ کے بارے میں ہے۔

لَا شِغَارَ فِي الْاِسْلَامِ۔ (صحیح مسلم)

اسلام میں شغار (یعنی تبادلہ کا نکاح) جائز نہیں ہے۔

"شغار" سے مراد کسی دوسری عزیزہ کا نکاح بدلے میں شرط رکھا جائے خواہ اس میں مہر کا ذکر کریں یا نہ کریں۔

ماریہ عبدالرشید

جس طرح مندرجہ بالا احادیث مبارکہ میں آزاد عورت (لڑکی) کو خطیر رقم کی عوض بیچ ڈالنا یعنی نکاح کے وقت ولی لڑکی کو بیچ کر بھاری رقم وصول کرے اور وٹہ سٹہ کا نکاح جائز قرار نہیں دیا گیا۔ اسی طرح قرآن و حدیث نے زنا اور قتل جیسے جرائم کی سزاؤں کی حد بھی مقرر کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔ (النور)

"زانی مرد اور عورت ہر ایک کو سو درے مارو۔"

وَالشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ اِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا الْبَتَّةَ۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

شادی شدہ مرد اور عورت زنا کریں تو دونوں کو رجم (سنگسار) کردو، یہ اللہ کی طرف سے (ان کی) سزا ہے۔ "کاروکاری" کا مطلب ہے کالی یا سیاہ عورت یا مرد۔ یہ خطاب اس مرد یا عورت کو دیا جاتا ہے جو اپنی مرضی سے روایتی رسم رواج کے خلاف شادی کرلیتے ہیں یا کوئی اور تعلق رکھتے ہیں۔ اگر کوئی عورت اس سیاہ قانون (جرگہ) کی خلاف ورزی کرے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے اور اس عورت کے خاوند (مرد) کو 75000 روپے لڑکی والے دیتے ہیں۔ اگر رقم ادا نہ کرسکیں تو اس کے تمام گھر والے "کاروکاری" کے زمرے میں آتے ہیں۔ لڑکے والے جس کو چاہیں مار سکتے ہیں۔ کاروکاری جیسی قبیح رسم میں کاری عورت کو مارنے کے بعد ناک کاٹ کر پانی میں بہا دیا جاتا ہے اور اسے بغیر کفن و نماز جنازہ کے دفن کیا جاتا ہے۔

"سوارا" پشتو زبان میں اس کا مطلب ہے۔ ایک ایسی عورت جو گھوڑے، اونٹ یا کسی سواری پر سفر کرتی ہو۔ سوارا لڑکی کو اپنے باپ، بھائی یا چچا کے قتل کے جرم میں مرتکب ہونے کے بعد بطور جرمانہ مقتول کے ورثا میں سے کسی مرد کے حوالے (سواری پر بٹھا کر) کر دیا جاتا ہے۔ مقتول کے لواحقین کو پیش کی جانے والی لڑکی سوارا کہلاتی ہے۔

قرآنی حکم کے مطابق کسی غیر قاتل (قاتل کے بجائے اس کے کسی عزیز) کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا

فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ ط اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا. (بنی اسرائیل)

''اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے، ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے۔ (کہ ظالم قاتل سے بدلہ لے) تو اسے چاہیے کہ (قصاص کے وقت قاتل کے) قتل میں زیادتی نہ کرے۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جس کا قتل ہو جائے تو اسے دو چیزوں میں اختیار ہے چاہے تو اسے دیت دی جائے یا قصاص دلایا جائے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

> پاکستان عصمت دری کے واقعات کے حوالے سے دنیا بھر میں اس وقت زیر بحث ہے۔ یہ درست ہے کہ پاکستان کچھ پسماندہ علاقوں میں ونی، سوارا اور کاروکاری جیسی رسوم موجود ہیں جن کا مذہب سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

پاکستانی معاشرے میں عورتوں کی زندگیوں میں زہر گھولنے والے فرسودہ نظام کی وجہ سے لاکھوں مجروح عورتوں کی کہانیاں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے لئے بدنامی کا سبب بن رہی ہیں۔ مسلمان عورت کی آبرو ریزی کی تشہیر کبھی انڈین اخبارات عمرانہ کیس کی صورت میں دھواں دھار بحثیں (تبصرے) کر رہے ہیں تو کبھی اسلامی قوانین کو نشانہ بناتے ہوئے مسلمان عورت کو دنیا کی مظلوم ترین عورت ثابت کر رہے ہیں۔

پانچ سال قبل ڈیرہ غازی خان کی مختاراں مائی کیس کی تشہیر عالمی سطح پر ہماری رسوائی کا سبب بنی۔ اسی طرح کراچی کی ڈاکٹر شازیہ خالد کا کیس بھی عالمی پذیرائی حاصل کر کے پاکستان کے ماتھے پر سیاہی کا داغ ثابت ہوا۔

انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والی بین الاقوامی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے کہا ہے کہ عورتوں کے خلاف تشدد آج کی تہذیب یافتہ دنیا کے لئے سب سے بڑا مسئلہ رہا ہے اور یہ کہ دنیا بھر میں عورتوں کے خلاف جرائم عام ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق روزانہ تقریباً اوسطاً 149 عورتوں کی عصمت دری کی جاتی ہے۔ لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ پاکستان عصمت دری کے واقعات کے حوالے سے دنیا بھر میں اس وقت زیر بحث ہے۔ یہ درست ہے کہ پاکستان کچھ پسماندہ علاقوں میں ونی، سوارا اور کاروکاری جیسی رسوم موجود ہیں جن کا مذہب سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ افسوس روشن خیالی اور حقوق نسواں کا پرچار کرنے والی این جی اوز اور حکومت نے ان کے خلاف کوئی عملی اقدامات نہیں کیے ہیں (سوائے قانون سازی کے)

پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کی بدولت ونی کے سینکڑوں کیس منظر عام پر آنے کے بعد حکومت نے قانون سازی کی ہے اور چاروں صوبوں اور شریعت کورٹ کے چیف جسٹس کی جوڈیشل کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ سیکشن 1103 اور 333 (پاکستانی پینل کوڈ) واضح طور پر عورت کو صلح کے بدلے دینے کی مخالفت کرتا ہے۔ لیکن ان قانونی اقدامات پر عمل درآمد ممکن نہیں بنایا جا سکا اور اب بھی بے شمار لڑکیاں ونی کا شکار ہو رہی ہیں مثال کے طور پر میانوالی کے رمضان نامی 50 سالہ شخص نے گل جہاں کی بہن سے چوری چھپے شادی کی اور بعد ازاں اپنی 8 سالہ بیٹی طاہرہ کا نکاح گل جہاں سے کر کے صلح کر لی۔

اسی طرح سیشن کورٹ میانوالی میں ہی ڈیڑھ سالہ معصوم بچی اقراء کو ونی کرنے والا کیس بھی سامنے آیا۔

میانوالی کی بدلہ، صلح یا ونی کا شکار ہونے والی ایم اے انگلش کی طالبہ آمنہ نے بی بی سی کو انٹرویو میں بتایا کہ زندگی کے تحفظ کی درخواست کر رکھی ہے لیکن ابھی تک حکومت کی طرف سے اس حوالے سے نہ صرف یہ کہ کوئی یقین دہانی نہیں کرائی گئی بلکہ اس کیس (مقدمہ) کے ملزمان کو بھی ابھی تک گرفتار نہیں کیا جا سکا۔

غیر شرعی قوانین کے استعمال اور عملدرآمد سے معاشرے میں عورتوں کے تشخص اور حقوق کے حصول میں دشواریاں پیدا ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ اس صورتحال کو تبدیل کرنے اور خواتین کے حقوق کے لئے جو فضا اور لائحہ عمل درکار تھا حکومت وقت کرنے میں ناکام رہی ہے۔

حقوق نسواں اور روشن خیالی کے نام پر پاکستان میں پارلیمنٹ کے اندر خواتین کو 33 فیصد نمائندگی دی گئی ہے ہزاروں این جی اوز ملک کے طول و عرض میں خواتین کی ترقی اور حقوق کے تحفظ کے لئے برسر پیکار ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حکومت اور این جی اوز نے ان بے ہودہ رسومات کے خاتمے کے لئے آج تک کیا کیا ہے؟

> پاکستانی معاشرے میں عورتوں کی زندگیوں میں زہر گھولنے والے فرسودہ نظام کی وجہ سے لاکھوں مجروح عورتوں کی کہانیاں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے لئے بدنامی کا سبب بن رہی ہیں۔

صرف خواتین کی ترقی اور روشن خیالی کے نام پر خواتین کو مذہبی تنگ نظری اور گھر کی چار دیواری سے نکال کر عصمت دری اور انسانیت سوز واقعات کے لئے بازاروں میں لا کھڑا کیا ہے۔ آج جس طرح روشن خیالی اور آزادی کے نام پر عورت رسوا ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے نہیں ہوئی تھی اور یہ کہ خوفناک انجام کو پہنچنے والی خواتین کے کیسز میں اضافہ ہی ہوا ہے کمی نہیں آئی۔

باقی صفحہ 45 پر

علی کہاں ہے

پیارے بچو! حجاز کے شمال میں مدینہ سے تقریباً ایک سو میل یا اس سے کچھ زیادہ فاصلے پر خیبر کا شہر آباد تھا۔ یہ عرب کے یہودیوں کا بہت بڑا گڑھ تھا۔ وہاں انہوں نے سات آٹھ بہت مضبوط قلعے بنا رکھے تھے۔ جن میں ان کے سپاہی رہتے تھے۔ بنو نضیر کے یہودیوں کو جب اللہ کے نبی ﷺ نے مدینہ سے نکالا تو وہ بھی یہیں آکر آباد ہو گئے۔ یہ لوگ اسلام کے سخت دشمن تھے۔ خندق کی لڑائی بھی انہی کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اور اب وہ دوبارہ مدینہ پر حملے کا سوچ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کے ارادوں کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے جانباز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے ساتھ لیا اور خیبر پر حملے کے لئے مدینہ روانہ ہوئے۔ جس رات اللہ کے نبی ﷺ خیبر کی حدود میں داخل ہوئے تو فرمایا: میں کل جھنڈا ایک ایسے آدمی کو دوں گا۔ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ اور جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ محبت کرتے ہیں۔ صبح ہوئی تو صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہر ایک یہی آرزو لئے ہوئے تھا کہ آج جھنڈا اسے مل جائے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کہاں ہے؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ان کی تو آنکھ میں درد ہے۔ آپ نے فرمایا انہیں بلاؤ۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لایا گیا رسول ﷺ نے ان کی آنکھ میں لعاب دہن لگایا۔ اور دعا فرمائی تو وہ شفایاب ہو گئے۔ پھر انہیں جھنڈا دیا گیا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا جب تک وہ ہمارے جیسے (مسلمان) نہ ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اطمینان سے جاؤ۔ ان کے میدان میں اترو پھر انہیں اسلام کی دعوت دو اور اسلام میں اللہ کے جو حقوق ان پر واجب ہیں ان سے آگاہ کردو۔''

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی فوج کو لے کر خیبر کی طرف بڑھے ادھر مرحب اپنی تلوار لے کر ناز وتکبر کے ساتھ اٹھلاتا ہوا اور یہ کہتا ہوا نمودار ہوا ''خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں ہتھیار پوش ہوں اور تجربہ کار ہوں۔''

نزہت اسلم

ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا۔

''میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔''

جنگل کے شیر کی طرح خوفناک اس کے بعد مرحب کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ وہ وہیں پر ڈھیر ہو گیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہی فتح ہو گئی۔ فتح کے بعد چند روز خیبر میں قیام کیا۔ یہودیوں کی شرارتوں کی وجہ سے مسلمانوں کو ان پر بہت غصہ تھا۔ لیکن آپ ﷺ بہت رحم دل تھے۔ اس لئے آپ ﷺ نے بہت نرم سلوک کیا اور اس شرط پر صلح کر لی کہ یہودی خیبر کی آدھی پیداوار مسلمانوں کو دیں گے۔

پیارے بچو! کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ کون سے دو پیغمبروں کے نام ہیں۔

س		ی
	و	
ف		ن

سوالات و جوابات:

۱۔ یتیم کا حکم کس جنگ میں نازل ہوا؟

۲۔ حدیبیہ کس چیز کا نام ہے؟

۳۔ غزوہ خیبر کب پیش آیا؟

۴۔ فتح مکہ کے موقع پر کس عورت نے آپ ﷺ کو بکری کے گوشت میں زہر ملا کر دیا؟

اس ماہ کی دعا

پیارے بچو! آج ہم جو دعا سیکھنے والے ہیں۔ وہ ہے کھانا کھانے کی دعا اللہ کے پیارے نبی ﷺ فرماتے ہیں۔

''بسم اللہ پڑھ کر اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور جو تمہارے سامنے ہے۔ اس سے کھاؤ۔'' (بخاری)

''سب مل کر اللہ کے نام لے کر کھاؤ یہ تمہارے لئے باعث برکت ہوگا۔'' (مسند احمد)

اور جب کھانا ختم کر لو تو پھر یہ دعا پڑھو!

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا وَ رَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ۔

''ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ جس نے یہ (کھانا) کھلایا۔ اور مجھے یہ (کھانا) عطا کیا، بغیر میری کسی قوت اور بغیر میری کسی طاقت کے۔''

کیسے چھینکا جائے

پیارے بچو! اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کسی ایک کو چھینک آئے۔ تو وہ اپنی ہتھیلیاں اپنے چہرے پر رکھ کر آواز کو آہستہ کرے۔'' (مشکوۃ)

''جب تم میں سے کسی ایک کو چھینک آئے تو وہ الحمد للہ کہے تو اس کا بھائی اسے یرحمك اللہ کہے۔ پس جب وہ یرحمك اللہ کہے تو اس کا پہلا ساتھی کہے ویهدیكم اللہ و یصلح بالكم اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔ اور تمہارے معاملات کی اصلاح کردے۔

مسکرائیے

طائف کا محاصرہ

فتح مکہ اور غزوہ حنین کی کامیابی کے بعد جب مسلمانوں نے طائف کا محاصرہ کیا تو مسلمانوں کو سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کل ان شاء اللہ محاصرہ اٹھا کر واپس چلیں گے۔ آپ کا ارشاد لوگوں پر گراں گزرا۔ انہوں نے فرمایا اللہ کے رسول کیا فتح کیے بغیر ہی واپس چلیں گے تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اچھا تو کل لڑو۔ چنانچہ دوسرے دن مسلمان پھر لڑے تو فتح کی بجائے الٹے بہت زخمی ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کل ان شاء اللہ ختم کر کے واپس چلیں گے اس دفعہ لوگوں نے واپس لوٹنا بخوشی قبول کر لیا۔ اور عرض کیا ٹھیک ہے جو حضور ﷺ کا ارشاد ہو۔ صحابہ کے جواب پر رسول اکرم ﷺ مسکرا پڑے کہ اب مار کھا کر بات مانی۔ (بخاری شریف)

❀❀❀

حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا کا لڑکا فوت ہو گیا تو وہ اس قدر بدحواس ہو گئیں کہ بیٹے کو غسل دینے والے سے کہنے لگیں کہ میرے بچے کو ٹھنڈے پانی سے غسل نہ دینا ورنہ مر جائے گا۔ حضور اکرم ﷺ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ مسکرائے اور ان کو لمبی زندگی کی دعا دی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے تمام عورتوں سے زیادہ عمر پائی۔ (نسائی)

❀❀❀

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی رحمت عالم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں مقیم تھے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ کا کھانا آنحضرت ﷺ کو بہت پسند تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو اپنی توہین سمجھا اور غصے میں آ کر وہ بھرا ہوا پیالہ توڑ دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فعل دیکھا تو بے ساختہ مسکرا دیئے اور ہنس کر اس معاملہ کو ٹال دیا۔ (بخاری، کتاب النکاح)

بنت محمد رفیق ضیاء چونیاں

بقیہ: کاروکاری، ونی اور سوارا

إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ . (الشوریٰ)

"صرف ان لوگوں پر گرفت ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔"

لوگوں پر ظلم خواہ ان کی جان پر ہو، مال پر یا عزت پر ہر طرح حرام ہے۔

حکمرانوں کو عصمت دری کے نئے باب کھولنے کے لئے تحفظ حقوق نسواں بل نافذ کر کے حاکم اعلیٰ کے عذاب کو دعوت نہیں دینی چاہیے۔

جو کوئی امیر مسلمانوں کی حکومت کا ولی بنے، ان کے ساتھ نہ پوری کوشش کرے نہ ان کی خیر خواہی کرے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

حاکم قیامت کے دن اپنی رعیت میں تمام لوگوں کا حق ادا نہیں کر سکے گا۔ جس کی وجہ سے وہ جہنم میں جائے گا۔ (مسلم / متفق علیہ)

رعایا کے لئے خیر خواہی کیا ہے۔ ان کی جان، مال، عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔ اس مقصد کے لئے قتل، ڈاکے، چوری، زنا، بہتان اور شراب نوشی پر اللہ کی قائم کردہ حدیں نافذ کرے۔ بے حیائی کو پھیلنے سے روکے، مظلوم کی فریاد سنے، رعایا سے علیحدگی اور فاصلہ اختیار نہ کرے، فیصلہ کرتے وقت اور قوانین نافذ کرتے وقت اپنی خواہش اور روشن خیالی کے فارمولے سے حق تعالیٰ کی شریعت میں تحلیل و تحریف کرنے کی بجائے اس ذات کو حاکم اعلیٰ مانتے ہوئے قولی و فعلی اقرار کرتے ہوئے اپنے لیے جنت کو حرام نہ کریں۔

حدیث مبارکہ میں رعیت کو دھوکہ دینے والے حاکموں کے لئے سخت وعید آئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

بقیہ: اپنا احتساب

آج خود کو ترقی یافتہ کہلانے والے معاشرے جو طاقت کے نشے میں چور خود کو ناقابل تسخیر قوم قرار دیتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو کسی دور میں جہالت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کے طالب علم ہم مسلمانوں کی درسگاہوں میں حصول علم کے لئے آیا کرتے تھے۔ اور اسی علم کی بدولت آج ہم ترقی کی راہوں پر گامزن ہیں۔ اس لئے جارج برنارڈ شاہ نے کہا تھا۔ کہ "موجودہ انسانی مصائب سے نجات پانے کی واحد صورت یہی ہے کہ محمد ﷺ اس دنیا کے حکمران بنیں۔

یہ ایک غیر مسلم شخص کے الفاظ ہیں اس ہستی کے بارے میں جو ہمارے راہبر و رہنما ہے۔ جسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

اور ہم روشن خیالی کے زعم میں اپنے بچوں اور نوجوان نسل کو اسلام سے دور کرتے چلے گئے۔ ہم نے انہیں یہ تو سمجھا دیا کہ فلاں سائنسدان یہ سمجھاتا ہے۔ فزکس یہ کہہ رہی ہے۔ کیمسٹری اور بائیولوجی یہ سمجھا رہی ہے۔ ریاضی اور شماریات کیا بتا رہی ہے۔

لیکن افسوس ہم انہیں یہ نہ بتا سکے کہ قرآن عظیم میں رب جلیل کہتا ہے "کہ میں نے یہ کائنات تمہارے لیے مسخر کی" اور حقیقت بات ہے کہ یہ سارے مضامین، سارے اعداد و شمار، ساری تھیوریز قرآن سے ہی اخذ کی گئی ہیں۔

للہ اے امت مسلم اے اہلیان پاکستان! اپنے اصل کی طرف لوٹ آیئے۔ اپنے بچوں کی تربیت اسلامی نہج پر کیجئے۔ تاکہ وہ باحیا و باکردار مسلمان کے روپ میں سامنے آسکیں۔ انہیں غیرت و حمیت کے وہ دروس سنائیں کہ ہماری نسلوں میں گلوکاروں اور فنکاروں کی بجائے صالح مومن مجاہد تیار ہو سکیں۔ ہماری ترقی کا معیار قرآن و حدیث بنے اسی میں ایک مسلم معاشرے کی بھلائی ہے۔

وما علینا الا البلاغ

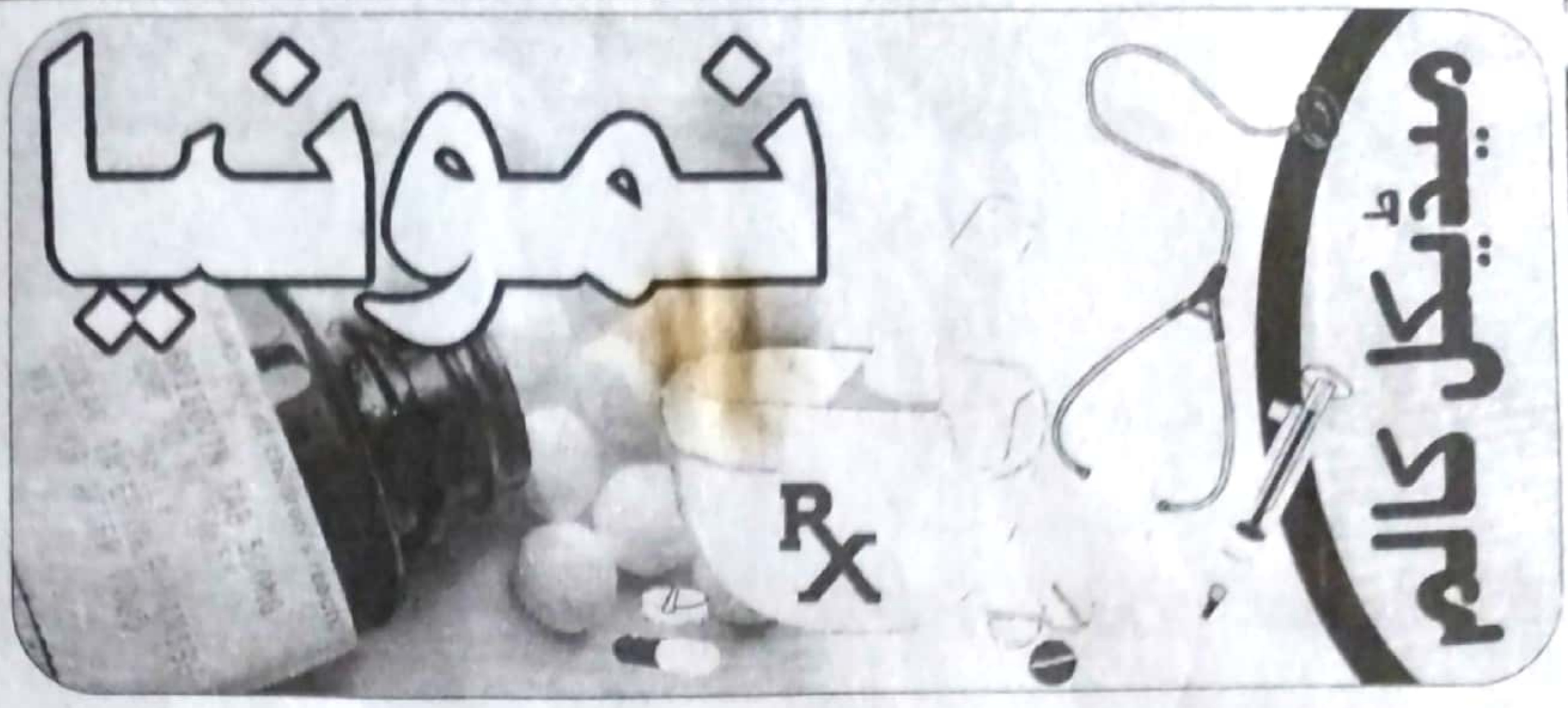

نمونیا کا مرض زیادہ تر موسم سرما میں ہوتا ہے۔ اس میں پھیپھڑوں کی ساخت میں ایک مخصوص التہابی مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے پھیپھڑوں کے خلیات انجماد کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یعنی جب موسم سرما کی سرد ہوائیں لگتی ہیں اور ان میں نمی کی موجودگی کی وجہ سے ناک کے ذریعے ہوائیں سینے میں داخل ہو جاتی ہیں جو کہ سینے کے ساتھ ساتھ پھیپھڑوں کو بھی نقصان پہنچاتی ہیں۔

موسم سرما کے شروع میں اکثر لوگ لاپرواہی کرتے ہیں اس آتی سردی کو معمولی سمجھ لیتے ہیں اور اپنی حفاظت نہیں کرتے۔ شروع میں تو انسان میں قوت مدافعت زیادہ ہوتی ہے جو کہ نمونیا کے جراثیم کو بڑھنے نہیں دیتے مگر جیسے جیسے سردی زیادہ ہوتی ہے اور جراثیم پروان چڑھ جاتے ہیں۔ انسان بیمار پڑ جاتا ہے باوجود اتنی حفاظت کے انسان نمونیا جیسی خطرناک بیماری کی زد میں آ جاتا ہے۔

نمونیا بڑوں کی نسبت بچوں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ عام طور پر ماؤں کی لاپرواہی کے سبب بچے اس بیماری کا شکار ہو جاتے ہی۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں 65 فیصد بچے ہر سال سردیوں میں نمونیا کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں۔ بچوں کے لئے نمونیا جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لوگ نمونیا کو شروع میں سنجیدگی سے نہیں لیتے اور جب مرض اپنی جڑیں مضبوط کر چکا ہوتا ہے تو پھر ڈاکٹر کی طرف بھاگتے ہیں۔

نمونیا کی اقسام

نمونیا کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں۔

1)۔ذات الریہ فصی Broncho Pneumo

۲)۔ذات الریہ فصیصی Lober Pneumoniq

Lober Pneumoniq

اس قسم میں پھیپھڑوں کا سارا حصہ متاثر نہیں ہوتا بلکہ پھیپھڑوں کا ایک لوتھڑا یا کوئی خاص حصہ بتلائے مرض ہو جاتا ہے اس مرض میں خاص قسم کا جراثیم جس کا نام Pneumococci ہے بہت تیزی سے پھیپھڑوں کے کسی حصے کو متاثر کرتے ہیں یہ بہت پر اسرار طریقے سے اپنا کام کرتے ہیں۔ اس قسم کا نمونیا جلدی ٹھیک ہونے کا نام نہیں لیتا۔ اس کا اثر اس وقت ہوتا ہے جب وہ پھیپھڑے کا لوتھڑا متاثر کر چکا ہوتا ہے۔

ذات الریہ فصیصی Broncho Pneumo NIA

نمونیا کی اس قسم میں پھیپھڑوں کے چھوٹے لوتھڑوں (فصیات) یعنی Broncho اور ہوائی تھیلوں Airvesicles کے التہاب کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ برونکو نمونیا Pneumococci اور کرویات عفید یہ Strep Tococci کی تعدیہ Infection سے پھیلتا ہے بعض اوقات ذات الریہ فیصی میں ایمی التاب فصیصی Supparative Branchiolotis بطور مرض پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے پھیپھڑوں میں چھوٹے چھوٹے لوتھڑوں میں پیپ پیدا ہو جاتی ہے۔ جو کہ شدید بیماری کا سبب بنتی ہے۔ اور ان سے خون پالش کرویات عفید یہ Streo Tococcus Hemolytic اور ہیموفلیکس انفلوائنزا Hemp lilus influenza جیسے جراثیم بھی تیزی سے پھیلتے ہیں۔ نمونیا کو کسی بھی قسم میں نقصان دہ نہیں سمجھنا چاہیے۔

علامات:

① نمونیا میں تیز بخار ہوتا ہے۔

② بخار کے ساتھ مریض شدید سردی اور لرزہ محسوس کرتا ہے۔

③ بخار 103 اور 104 درجے تک پہنچ جاتا ہے۔

④ مریض کو متلی اور قے بھی شروع ہو جاتی ہے۔

⑤ بعض مریضوں میں تشنجی (Convalsion) کی کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں۔

⑥ سانس لیتے ہوئے پہلوؤں میں شدید درد ہوتا ہے۔ کھانسی کے ساتھ گلابی رنگ کا بلغم بھی خارج ہوتا ہے۔

⑦ مرض کے بڑھنے کی صورت میں مریض کی پیشانی اور گال تمتمانے لگتے ہیں۔

⑧ رفتار تنفس بڑھ کر فی 40، 50 یا پھر 80 تک بھی ہو جاتی ہے۔

⑨ خون میں سفید خلیات تعداد میں بڑھ کر دوگنا ہو جاتی ہیں جسے اصطلاحاً Lecocytosis کہتے ہیں۔

Complication اگر مرض کا صحیح طور پر علاج نہ کیا جائے اور مرض بگڑ کر مزمن مرض کی صورت اختیار کر جائے تو تقیح العدہ Empema ہو سکتا ہے کہ جس میں جوف صدر میں پیپ ہونے کا یہ عمل بائیں جانب

باقی صفحہ 18 پر

قرطاس مستورات

فرمان الٰہی

اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری سناؤ، جب انہیں مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ”ہم اللہ کے ہیں اور اس کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے مہربانیاں اور رحمت ہے اور یہی لوگ سیدھے راستہ پر چلنے والے ہیں۔ (البقرۃ)

فرمان نبوی ﷺ

مومن کے لئے کتنی عجیب بات ہے کہ اس کے سارے معاملات اس کے حق میں بہتر ہوتے ہیں۔ اگر اسے خوشی پہنچے تو وہ شکر ادا کرتا ہے جو اس کے لئے خیر (وبرکت) ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے۔ جو اس کے لئے بہتری اور اچھائی ہے۔“ (صحیح مسلم)

گلدستہ احادیث

⊙ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی انگارے پر بیٹھے اور وہ انگارا اس کے کپڑوں کو جلا دے پھر اس کے بدن کو جلا دے تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی قبر پر (مجاور بن کر) بیٹھے۔ (مسلم)

⊙ جو شخص اللہ کے علاوہ کسی دوسرے سے مدد مانگتا مر گیا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ (بخاری)

⊙ اللہ نے اپنی حرام کردہ چیزوں میں تمہارے لئے شفا نہیں رکھی۔ (بخاری)

《محمد فیصل رفیق۔ چونیاں》

⊙ سخن چین (عیب جو، لوگوں کی برائیاں ڈھونڈنے والا) جنت میں نہیں جائے گا۔ (بخاری ومسلم)

⊙ یقیناً اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ نیچے رہو یہاں تک کہ کوئی کسی پر سرکشی نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر فخر کرے۔ (مسلم)

⊙ اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرتا ہے جو پرہیزگار، غنی چھپا ہوا ہو۔ (مسلم)

《امامہ، سائرہ، اسماء۔ میانوالی》

زندگی

زندگی کے سفر میں آنے والوں کا استقبال نہایت گرم جوشی سے کرو۔ لیکن جب وہ چلے جائیں تو اپنے ذہن سے ایک ایک نقش مٹا ڈالو۔

ورنہ تم بکھر جاؤ گے۔ اور سمیٹنے والا کوئی نہ ہوگا۔

《ثوبیہ ہما شیخ۔ جوہر آباد》

چمکتے موتی

❁ ناامید نہ ہو کہ اس کا نتیجہ کم عمری ہے۔

❁ آپ خود کو دیانتدار بنانے کے بعد یقین کر لیں کہ دنیا میں ایک بے ایمان کی کمی ہوگئی۔

❁ دنیا ایک خس پوش کنواں ہے۔ عقل مندوں کو ہوشیاری کے ساتھ قدم رکھنا چاہیے۔

《عظمیٰ اصغر۔ سرکیاں》

❁ اللہ کے سامنے آنسوؤں کا ڈھیر لگا دو کوئی تو اسے پسند آئے گا۔

❁ علم وہ ہے جو تمہیں عمل کرنے پر مجبور کر دے۔

❁ زندگی خوشی اور غم میں گزرا لمحہ ہے زندگی کے جو پل بیت چکے ہیں ان پر مایوسی کے آنسو بہانے کی بجائے انہیں موتی بنا کر آنکھوں سے خوشی کے لئے نمودار ہونے والی مالا بنانی چاہیے اور آنے والے لمحوں کو ہمیشہ خوبصورت بنانا چاہیے۔

《سعدیہ اشفاق۔ سرگودھا》

پسندیدہ اشعار

روز و شب سرخ ہے اس خوں سے فضائے کشمیر
اب تو ہر یوم ہے یوم شہدائے کشمیر

《حرا حفیظ۔ ساہیوال》

حق کی تائید میں تقریر دراندازی ہے
حریت کے لئے تدبیر دراندازی ہے
جذبہ نعرہ تکبیر دراندازی ہے
یوم یکجہتی کشمیر دراندازی ہے

《خدیجہ نور۔ اسلام آباد》

جس طرف سے ہمیں آتی ہے جہنم کی ہوا
اس طرف جنت کشمیر بھی ہو سکتی ہے

《سعدیہ۔ عارف والا》

سارے جہاں کی دھوپ مرے گھر میں آ گئی
سایہ تھا جس درخت کا ہم پر وہ کٹ گیا

《رضیہ۔ شیخوپورہ》

توڑ اس دستِ جفا کیش کو یارب جس نے
روحِ آزادی کشمیر کو پامال کیا

《ا،ن۔ لاہور》

جب سر میں ہوائے طاعت تھی، تو سرسبز شجر امید کا تھا
جب صرصر عصیاں چلنے لگی، اس پیڑ نے پھلنا چھوڑ دیا

《نسیم اختر۔ ڈی جی خان》

آنکھوں پہ غموں کے پہرے ہیں اور زخم جگر کے گہرے ہیں
فریاد کریں تو کس سے کریں، سب دنیا والے بہرے ہیں

《کلثوم زکریا۔ گوجرانوالہ》

میرا طیبات

طیبات، طیبات، طیبات، طیبات
ہر جہت سے ہے یہ رسالہ طیبات
بیان کرے قرآن و حدیث اور حالاتِ حاضرات
فاسقات کو بھی بنائے یہ مومنات طیبات
علوم صحت، واقفیت عامہ اور قرطاس مستورات
قصے ہیں اس میں سچے اور طیبات
گونا گوں محاسن کی وجہ سے یہ خود ہی
چھا جائے ساری دنیا پہ طیبات، طیبات
ڈنکا بجے ہر سو مطہرات، عابدات
طیبات، طیبات، طیبات، طیبات

《کلثوم زکریا، گوجرانوالہ》

باقی صفحہ 41 پر

عالمی خبریں بے لاگ تبصرے

مدیرہ کی قلم سے

خ۔ حملہ ہوا تو ایران مغرب کو تاریخی تھپڑ رسید کرے گا۔ احمدی نژاد

ت۔ ہر فرعون کے لئے ایک موسیٰ ہے۔

خ۔ لاہور پولیس گذشتہ برس 4 ہزار سے زائد مقامات کا سراغ نہ لگا سکی۔

ت۔ اس لئے کہ پولیس کے پاس ہر مقدمہ جرم سے پہلے درج ہوتا ہے۔

خ۔ افغانستان میں 2006ء بھاری رہا معصوم شہریوں کا قتل بڑی غلطی تھی۔ نیٹو کا اعتراف

ت۔ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا۔

خ۔ الیکشن سے زیادہ کھلے آسماں تلے زندگی بسر کرنے والے کشمیریوں کی فکر ہے۔ بے نظیر

ت۔ تو پھر اربوں کی جائیداد ان میں تقسیم کر کے جنت کما لو۔

خ۔ کیا ریاستی تشدد کو عوام کے لئے وارننگ سمجھا جائے۔ فاطمہ بھٹو

ت۔ لو مینڈکی کو بھی زکام ہو گیا (سیاست کا)

خ۔ 18 دنوں میں چینی کی بوری 310 روپے مہنگی، میدہ کی قیمت میں اضافہ

ت۔ مہنگائی، خودکشیاں، قتل، ڈکیتیاں، پاکستان میں غریب مکاؤ مہم کامیابی کی بلندیوں پر

خ۔ طالبان کی نقل و حرکت روکنے میں مدد کے لئے ماہرین بھیجنے پر تیار ہیں، کینیڈین وزیر خارجہ

ت۔ کیا امریکہ اور نیٹو ماہرین کافی نہیں ہیں؟

خ۔ انتظامات مکمل ہزاروں افراد کی رجسٹریشن، میراتھن ریس سے پاکستان کا امیج بہتر ہو رہا ہے۔ پرویز الٰہی

ت۔ جی ہاں پاکستان کے روشن خیال، امریکی اتحادی ہونے کا یقین پختہ ہو رہا ہے۔

خ۔ زیر زمین پانی خطرناک حد تک نیچے چلا گیا۔ لاہور میں واٹر شیڈنگ کرنا پڑے گی۔

ت۔ تنبیہ مجھے کسی دن یہ زمین ہم سب کو بھی نہ نگل جائے 8 اکتوبر کی طرح۔

خ۔ لاہور کے کئی ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤسوں میں جسم فروشی اور شراب کا دھندہ۔

ت۔ مینوں کہندے نیں چپ کر جا بولیں نہ ناں ایہہ قوم ترقی تے جاری اے۔

خ۔ عالمی طاقت کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں نبھانے کے لئے تیار ہیں۔ بھارت

ت۔ لگتا ہے امریکہ والا بخار آپ کو بھی چڑھ گیا ہے اور آپ کو بھی اسی نسخے کی ضرورت ہے جو مجاہدین کھلاتے ہیں۔

خ۔ کشمیر حاصل کرنا حکومت اور افواج پاکستان کا فرض ہے۔ مجید نظامی

ت۔ یہ دونوں فریق تو پاکستان کی حفاظت سے بھی جان چھڑانے کے چکر میں ہیں۔

خ۔ امریکہ غلطیوں سے سبق سیکھے۔ عراق میں سیکورٹی منصوبہ کی کامیابی کی کوئی گارنٹی نہیں۔ امریکی جنرل

ت۔ برے دن آتے ہیں تو عقل جاتی رہتی ہے۔

خ۔ پاکستان اپنی سرزمین پر کسی بھی پیشگی حملے کا سختی سے جواب دے گا۔ دفتر خارجہ

ت۔ جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں

خ۔ میراتھن بہت سے ممالک میں ہوتی ہے۔ اسلام کو اس سے کوئی خطرہ نہیں۔ اعجاز الحق

ت۔ اگر آپ کے والد زندہ ہوتے تو آپ کو مذہبی امور کا وزیر کبھی نہ بناتے۔

احوال کیسے ہیں؟

مدیرہ کے قلم سے

محترمہ مدیرہ طیبات صاحبہ...... اسلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں طیبات کی بہت پرانی قاریہ تو نہیں ہوں۔ حصول تعلیم کے بعد بہترین رسالہ ہاتھ لگا ہے۔ میں نہ صرف خود اسے بڑے شوق سے پڑھتی ہوں بلکہ اپنی بہت سی دوستوں کو بھی لگوا کر دیا ہے۔ اتنے بڑے گاؤں میں اس کا تعارف نہیں تھا۔ لیکن اب میں ان شاء اللہ جلد پورے گاؤں کے ہر گھر میں پہنچانے کی کوشش کروں گی۔ علمی و ادبی تحریر لکھنے کا شوق ہے۔ میں ایک تحریر بھیج رہی ہوں۔ امید ہے اسے طیبات میں جگہ دیں گے۔

﴿تنزیلہ فضل۔ بیگو والہ﴾

محترمہ تنزیلہ فضل صاحبہ

اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ مزید نیکی کی توفیق دے۔ آمین۔ آپ تحریر کے سلسلے میں کوشش جاری رکھیں۔

محترمہ مدیرہ طیبات صاحبہ...... اسلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں نے پہلے ایک تحریر بھیجی تھی۔ اس کو شائع کرنے کا جزاک اللہ خیرا۔ اب آزادی نسواں کے حوالے سے تحریر بھیج رہی ہوں۔ مہربانی کر کے شائع کر دیجئے گا۔

﴿سمیرا صدیق۔ آزاد کشمیر﴾

محترمہ مدیرہ طیبات صاحبہ...... اسلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں پہلی مرتبہ طیبات میں خط لکھ رہی ہوں ماہنامہ طیبات آج کے دور میں نوجوان نسل کے لئے بہت مفید ہے۔ اس کی تمام تحریریں اور خصوصاً بچوں کی مجلس بہت اچھی ہوتی ہے۔ میں ایک چھوٹی سی تحریر بھیج رہی ہوں۔ اگر قابل اشاعت ہو تو ضرور شائع کریں۔

﴿چندا کوثر، شام کوٹ نو﴾

محترمہ چندا کوثر صاحبہ

آپ کوشش جاری رکھیں۔ بچوں کی مجلس اور قرطاس مستورات کے حوالے سے معلومات وغیرہ بھیج دیا کریں۔

محترمہ مدیرہ طیبات صاحبہ...... اسلام علیکم ورحمۃ اللہ

نہایت ادب سے گذارش ہے کہ اس سے قبل بھی ہم آپ کی طرف عرضیات ارسال کر چکے ہیں۔ کہ طیبات مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں ہی ہمیں مل جایا کرے۔ مگر ایسا ممکن ہوتا نظر نہیں آتا۔ آخر کیا وجہ ہے؟ ہماری عرضداشت پہ غور کیا جائے۔

﴿بشریٰ۔ میرپور آزاد کشمیر﴾

محترمہ بشریٰ صاحبہ

آپ اس سلسلے میں مقامی دفتر سے رابطہ رکھیں۔ مزید یہ کہ مجلۃ الدعوۃ، ضرب طیبہ، غزوہ، ننھے مجاہد اور طیبات مرکز القادسیہ چوبرجی چوک لاہور سے شائع ہوتے ہیں اور ترسیل مجلّہ کا مرکزی دفتر بھی وہی ہے۔ کوئی مجلّہ بھی لیٹ ہونے کی صورت میں وہاں رابطہ کر لیا کریں آپ کو صحیح صورتحال معلوم ہو جایا کرے گی۔

خط لکھنے والی بہنوں کے نام:

ہادیہ (ٹیکسلا)۔ عاتکہ احمد (جھنگ)۔ منیرہ بانو (سیالکوٹ)۔ انیس فاطمہ (اعوان بھٹیاں) ساجدہ ملک (باغبانپورہ لاہور)۔ ذکیہ زینت (راولپنڈی)۔ نویدہ قمر ہاؤسنگ کالونی (شیخوپورہ) میر ماہا گوندلانوالہ۔ سیدہ شمسہ (ایبٹ آباد)

تفسیر القرآن

سورۃ الاعراف کی تشریح و تفسیر

بالآخر مشرک اقرار کرلیں گے کہ وہی کافر تھے

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُمْ مِنَ الْكِتَابِ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ (37)

(الاعراف:37)

ترجمہ: پس اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کے بارے میں افترا پردازی کرے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے۔ لوح محفوظ میں ان کے نصیب کا جو لکھا ہے وہ انہیں مل جائے گا یہاں تک کہ ہمارے فرشتے جب ان کے پاس ان کی روح قبض کرنے کے لئے آئیں گے تو پوچھیں گے، کہاں ہیں وہ جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ وہ سب ہمیں چھوڑ کر غائب ہو گئے اور اقرار کریں گے کہ وہ یقیناً کافر تھے۔

تفسیر:

گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرنے والوں اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے والوں اور ان کے انجام کا ذکر تھا۔ اب اس آیت میں ان مجرموں سے بڑے مجرموں اور ان کے انجام کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ کے مجرموں اور باغیوں میں سے بڑا ظالم اور مجرم وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرے اور اس پر جھوٹ باندھے لیکن اس کے باوجود ان مجرموں اور باغیوں کے لئے جو عمر، روزی اور اعمال خیر و شر لکھ دیئے گئے ہیں وہ ان کو ملیں گے اور وہ ان کو ضرور پائیں گے۔ پھر جب ان کی موت کے وقت فرشتے ان کی روحوں کو قبض کر کے جہنم کی طرف لے جائیں گے تو بطور زجر و توبیخ ان سے کہیں گے کہاں ہیں تمہارے وہ معبود جن کی تم عبادت کرتے تھے؟ آج وہ تمہیں اس جہنم کے عذاب سے کیوں نہیں بچاتے تو وہ جواب دیں گے کہ وہ تو غائب ہو گئے اب تو ہمیں ان سے کوئی امید نہیں اور اپنے بارے میں اعتراف کریں گے کہ واقعی ہم دنیا میں کافر تھے''

جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ

کہہ دے کہ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں تو وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ہماری ہی طرف ان کو لوٹنا ہے۔ پھر ہم انہیں بہت سخت عذاب چکھائیں گے۔ اس وجہ سے کہ وہ کفر کرتے تھے۔ (یونس69-70)

اور فرمایا

اور جس نے کفر کیا تو اس کا کفر تجھے غم میں نہ ڈالے۔ ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے۔ پھر ہم انہیں بتائیں گے جو کچھ انہوں نے کیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ ہم انہیں تھوڑا سا سامان دیں گے پھر انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔ (لقمان 23-24)

اور فرمایا

فَمَنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔

اس کے بعد بھی جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھیں وہی ظالم ہیں (آل عمران 94)

اور فرمایا:

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولے۔(الزمر32)

تو اللہ تعالیٰ پر افترا باندھنے والا واقعی بہت بڑا ظالم ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی اولاد اور اس کے اجزاء ثابت کرتا ہے اور اپنی طرف سے حلال و حرام کر کے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

کسی چیز کو اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھ لو۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے کامیابی سے محروم ہی رہتے ہیں۔(النحل116)

اور فرمایا

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا

ان لوگوں کے لئے ویل (ہلاکت یا جہنم کی وادی) ہے جو اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتاب کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس طرح دنیا کماتے ہیں۔(البقرہ79)

ان آیات کے مصداق وہ سب لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے اور بہتان تراشتے ہیں چاہے وہ دعویٰ نبوت کی شکل میں ہو یا اللہ تعالیٰ کی طرف کسی حکم کی جھوٹی نسبت کرنے والے ہوں یا قرآن اور رسول اللہ ﷺ کا انکار و تکذیب کرنے والے ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ

کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک مقرر کر رکھے ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فرمائے ہوئے نہیں۔(الشوریٰ21)

زیر بحث آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی پکارنا اس سے مدد مانگنا، فریاد کرنا، اے غوث، مشکل کشا کہنا اسے داتا، گنج بخش تسلیم کرنا کفر ہے چاہے کوئی کتنی بڑی ہستی یا فرشتہ یا ولی بزرگ کو ہی پکارے۔ آج جن کو پکارا جا رہا ہے کل قیامت کے دن وہ پکارنے والوں سے برأت اور بیزاری کا اعلان کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو پکارنے والے خود اپنے آپ پر شہادت دیں گے کہ واقعی ہم کافر اور ایمان سے محروم تھے۔ افسوس ہے کہ قرآن مجید میں واضح آیات کے ہوتے ہوئے مسلمان کہلانے والے بعض علماء اور پیر حضرات اور ان کے پیروکار اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں اور ان سے مدد طلب کرتے ہیں۔ کوئی یا رسول اللہ مدد کہتا ہے اور کوئی یا علی مدد کہتا ہے کوئی شیخ عبدالقادر جیلانی کو مدد کے لئے پکارتا ہے اور کوئی کسی اور ہستی اور بزرگ سے مدد طلب کرتا ہے پھر بھی یہ لوگ اپنے آپ کو اہل ایمان سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ

ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان (کا دعویٰ) رکھنے کے باوجود بھی مشرک ہی ہیں۔ (یوسف106)

فائدہ:

سب سے بڑا ظالم و مجرم وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوئے اپنے نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کرے یا اپنی اور اپنے پیشواؤں کی طرف سے حلال و حرام کردہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم قرار دے یا قرآن و رسول اللہ ﷺ کا انکار و تکذیب کرے۔ العیاذ باللہ

بقیہ تبصرہ کتب

حاصل کیا اور جناب محمد عظیم حاصل پوری نے اس کی تشریح کی ہے جسے انہوں نے تفہیم وتخریج کے عنوان سے بیان کیا ہے۔ واقعتاً یہ ایک اچھوتے انداز کی تصنیف ہے اس میں انہوں نے دلنشیں انداز میں تمثیلات وتشبیہات کو واضح کیا ہے۔ کتاب کیا ہے گویا گلستان قرآن کے حسین وجمیل پھولوں کا گلدستہ ہے جو اپنے قاری کی علمی پیاس بجھاتا اور بھوک بڑھاتا ہے۔ اللہ کرے زور قلم زیادہ۔ 301 صفحات، عمدہ کاغذ، دیدہ زیب ٹائٹل، مضبوط جلد، صبح روشن پبلشرز کی شائع کردہ یہ علمی دستاویز مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور اور فضلی بک سنٹر اردو بازار کراچی سے بقیمت 250 روپے دستیاب ہے۔

اسلام کا قانونِ وراثت

اسلام ایک جامع دین ہے جس میں ہر مسئلہ کا حل پیش کر دیا گیا ہے۔ وراثت کی تقسیم جس خوبصورتی سے اسلام نے سکھائی ہے، عیسائیت اور زمانہ جاہلیت میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ پہلے ادوار میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا معاملہ تھا۔ جس کی پشت پناہی قبیلے کے زیادہ لوگ کرتے، جو جتنا زیادہ ظلم کر لیتا وہی جائیداد کا وارث بن جاتا۔ جائیدادوں پر اگر اب بھی لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں تو وہ حسد اور ظلم کی وجہ سے ہی ہوتے ہیں۔ میت کی بیٹیوں کی نسبت بیٹوں کا دگنا بیوی کا 1/8 اور ماں کا کبھی تیسرا تو کبھی چھٹا حصہ مقرر ہیں۔ دیگر قریبی رشتہ داروں کو بھی کچھ نہ کچھ مل ہی جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے وراثت کے علم کو نصف علم بیان فرمایا اس کے سیکھنے کی ترغیب دلائی ہے۔ محترم صلاح الدین حیدر لکھوی پختہ عالم ہیں انہوں نے علم میراث کو نہایت آسان فہم انداز میں بیان کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ کتاب کے درج ذیل ابواب ہیں عہد نبوی سے قبل وراثت کے قوانین، علم المیراث اور علم الفرائض، وراثت کے ارکان، شروط و اسباب اور مواقع، اصحاب الفروض، حجب کی بحث، نسبتوں کا بیان، عول کا بیان، رد کی بحث، مناسخہ کا بیان، مخنث کی وراثت، مفقود الخبر کی میراث، ذوالارحام۔

فاضل مصنف کا انداز بیان نہایت شستہ اور آسان فہم ہے۔ 200 صفحات، مضبوط جلد اور مستند مواد کی حامل یہ علمی دستاویز دارالاندلس مرکز القادسیہ لاہور، دارالسلام کے شورومز، مکتبہ قدوسیہ اور دارالابلاغ پبلشرز رحمٰن مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور سے دستیاب ہے۔

طبیب اعظم ﷺ اور امراض جسم

طبابت ایک عظیم الشان خدمت انسانی ہے کہ دکھی انسانیت کا اس کے ذریعے راحت و سکون اور صحت کا سامان ہوتا ہے۔ زمانہ قدیم سے آج تک تاریخ میں بڑے اطباء کا نام بہت عزت واحترام سے لیا جاتا ہے۔ بقراط، ارسطو، افلاطون، جالینوس، بوعلی سینا، فارابی، ابن بیطار، اصمعی، ڈاکٹر ہانیمن، ڈاکٹر ولمار شواپے، حکیم اجمل خان، ڈاکٹر برنارڈ، اس کا ان پڑھ شاگرد ڈاکٹر ہیملٹن، مغدی یعقوب مصری وغیرہم مشاہیر کا احترام آج بھی لوگوں کے دلوں میں موجود ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں فاضل مصنف حکیم عبدالرزاق سعید نے طبیب اعظم نبی کریم ﷺ کے طریقہ علاج، ذکر واذکار اور نظریہ مفرد اعضاء کے ذریعے مختلف امراض کے کامیاب علاج بیان کئے ہیں۔ کچھ ان کے اپنے طبی تجربات کا ذکر ہے۔ نظریہ مفرد اعضاء کی تشریح کے ساتھ ساتھ مشہور زمانہ بیماریوں کا کامیاب علاج، ان کے متعلق نسخہ جات کا تیار کرنا اور ان کا استعمال بتایا ہے۔ ان امراض میں سے متعدد یہ ہیں، شوگر، یرقان، ہیپاٹائٹس کالا یرقان، ہیپاٹائٹس بی، جوڑوں کی دردیں، جلدی امراض، چنبل، پھوڑے، پھلبہری، موٹاپا، الٹرا، ہائی بلڈ پریشر اور دیگر جنسی بیماریوں کے علاج تجویز کئے گئے ہیں۔

کتاب کارڈ کور، ہلکے کاغذ 158 صفحات پر مشتمل ہے جس کی قیمت 140 روپے رکھی گئی ہے جو کہ زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

کتاب ملنے کا پتہ سعید دواخانہ چوک محلہ مصطفیٰ آباد لاجپت روڈ شاہدرہ سٹیشن لاہور

تدریس الحدیث

بلوغ المرام کی کتاب الجامع کی تشریح

مجالس ذکر کی فضیلت

٣/١٤٥٢ـ ((وَ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَّجْلِسًا یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ فِیْهِ، إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِکَةُ وَ غَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَ ذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهُ)) [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی قوم کسی ایسی مجلس میں نہیں بیٹھتی جس میں وہ اللہ کا ذکر کرتے ہوں مگر انھیں فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان لوگوں میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں۔'' (اسے مسلم نے روایت کیا)

تخریج: [مسلم، الذکر والدعاء: ٣٨]

فوائد:

ا۔ مفصل حدیث: صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں اس حدیث کی تفصیل آئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں میں اہل ذکر کو تلاش کرتے ہوئے گھومتے پھرتے رہتے ہیں جب انھیں ایسے لوگ مل جائیں جو اللہ کا ذکر کر رہے ہوں تو ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں آؤ! اپنی مراد کی طرف۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سو وہ انہیں اپنے پروں کے ساتھ آسمان دنیا تک گھیر لیتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''ان سے ان کا رب سوال کرتا ہے حالانکہ وہ انہیں ان سے زیادہ جانتا ہوتا ہے: ''میرے بندے کیا کہتے ہیں؟'' فرشتے کہتے ہیں: ''تیری پاکیزگی، تیری بڑائی، تیری تعریف اور تیری بزرگی بیان کر رہے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انھوں نے مجھے دیکھا ہے؟'' فرمایا: ''وہ کہتے ہیں، نہیں! اللہ کی قسم! انھوں نے تجھے نہیں دیکھا۔'' فرمایا: ''وہ کہتا ہے اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو کیا حال ہو؟'' فرمایا: ''وہ کہتے ہیں، اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو تیری اس سے زیادہ عبادت اور اس سے بڑھ کر تیری بزرگی اور اس سے زیادہ تیری پاکیزگی بیان کریں۔'' فرمایا: ''پروردگار فرماتا ہے: ''تو وہ مجھ سے مانگتے کیا ہیں؟'' کہا: ''وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔'' فرمایا: ''کیا انھوں نے وہ دیکھی ہے؟'' کہتے ہیں: ''نہیں اللہ کی قسم! پروردگار! انھوں نے اسے نہیں دیکھا۔'' فرمایا: ''اگر وہ اسے دیکھ لیں تو کیا حال ہو؟'' کہتے ہیں: ''اگر وہ اسے دیکھ لیں تو اس سے زیادہ اس کی حرص اور اس سے بڑھ کر اس کی طلب اور اس سے زیادہ اس میں رغبت کریں۔'' فرمایا: ''تو وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟'' فرشتے کہتے ہیں: ''آگ سے۔'' فرمایا: ''تو کیا انھوں نے اسے دیکھا ہے؟'' وہ کہتے ہیں: ''نہیں اللہ کی قسم پروردگار! انھوں نے اسے نہیں دیکھا۔'' فرمایا: ''اگر وہ اسے دیکھ لیں تو کیا حال ہو؟'' وہ کہتے ہیں: ''اگر وہ اسے دیکھ لیں تو اس سے اور زیادہ بھاگیں اور اس سے اور زیادہ ڈریں۔'' فرمایا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انھیں بخش دیا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے: ''ان میں فلاں آدمی ان سے نہیں تھا وہ تو صرف کسی کام کے لیے آیا تھا۔'' فرمایا: ''وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بے نصیب نہیں رہتا۔'' [صحیح بخاری کتاب الدعوات : ٦٦]

اس حدیث سے ذکر کی کیفیت، فرشتوں کا اہل ذکر کو گھیرنا اور اللہ تعالیٰ کا انھیں یاد کرنا تفصیل سے معلوم ہو گیا۔

۲۔ کیا اس سے مراد مروجہ مجالس ذکر ہیں؟:

یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ ان مجالس سے مراد اسی قسم کی مجالس ہی ہو سکتی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہوتی تھیں کیونکہ جو کام آپ ﷺ کے طریقے پر نہ ہو وہ مردود ہے۔ آج کل بعض لوگوں نے مجالس ذکر کے نام پر دین میں کئی نئی چیزیں داخل کر دی ہیں، مثلاً تسبیح وتحمید وتمجید وغیرہ جیسے بامعنی مکمل جملوں کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنے کی بجائے صرف لفظ ''اللہ'' کا تکرار کرنا، اسے سانس بند کر کے پڑھنا، سب کا مل کر اسے کورس کی شکل میں پڑھنا پھر عجیب وغریب قسم کی آوازیں نکالنا، یہ سب کچھ دین میں اضافہ ہے اور اللہ کے قرب کی بجائے اس کی دوری کا باعث ہے۔

اسی طرح کسی ایک صاحب کا حلقہ کو تلقین کرنا کہ اب سبحان اللہ اتنی دفعہ پڑھو اور فلاں کلمہ اتنی دفعہ پڑھو اور ان کا گٹھلیوں یا چنوں یا تسبیح پر اس تعداد کے مطابق پڑھنا بھی دین میں نئی ایجاد ہے۔

سنن دارمی میں ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ صبح کی نماز سے پہلے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر آئے جب وہ گھر سے نکلے تو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میں نے ابھی مسجد میں ایک کام دیکھا ہے جو مجھے انوکھا معلوم ہوا اور میں نے الحمد للہ اچھا کام ہی دیکھا ہے۔'' انھوں نے فرمایا: وہ کیا کام ہے؟ کہا: زندہ رہے تو دیکھ لوگے، میں نے مسجد میں کچھ لوگ حلقوں میں بیٹھے ہوئے دیکھے ہیں جو نماز کا انتظار کر رہے ہیں، ہر حلقے میں ایک آدمی (سربراہ) ہے اور ان کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں وہ ان سے کہتا ہے سو دفعہ لا الہ الا اللہ کہو تو وہ سو دفعہ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں اور وہ کہتا ہے سو دفعہ سبحان اللہ کہو تو وہ سو دفعہ سبحان اللہ کہتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تو تم نے ان سے کیا کہا؟ انھوں نے کہا: ''میں نے آپ کی رائے یا آپ کے حکم کے انتظار کی وجہ سے انہیں کچھ نہیں کہا۔ فرمایا تم نے ان سے یہ کیوں نہ کہا کہ وہ اپنی برائیاں شمار کریں اور ان کے لیے اس بات کے ضامن کیوں نہ بنے کہ ان کی کوئی نیکی ضائع نہ ہوگی۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چلے اور ان کے ساتھ ہم بھی چلے یہاں تک کہ ان حلقوں میں سے ایک حلقے کے پاس جا کر ٹھہر گئے۔ فرمایا: یہ کیا ہے جو میں تمھیں کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔'' انھوں نے کہا: ''اے ابو عبدالرحمن! یہ کنکریاں ہیں جن کے ساتھ ہم تکبیر، تہلیل (لا الہ الا اللہ) اور تسبیح شمار کر رہے ہیں۔ فرمایا: ''تو تم اپنی برائیاں شمار کرو، میں ضامن ہوں کہ تمھاری نیکیوں میں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہو گی، تم پر افسوس اے امت محمد یہ ﷺ! تمھاری ہلاکت کتنی جلدی ہوگئی، یہ تمھارے نبی کے اصحاب بہت تعداد میں موجود ہیں، یہ آپ کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپ کے برتن ٹوٹے نہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم یا تو ایسی ملت پر ہو جو ملتِ محمد یہ ﷺ سے زیادہ ہدایت والی ہے یا گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو۔ انھوں نے کہا: اے ابو عبدالرحمن! اللہ کی قسم! ہم نے تو صرف خیر کا ہی ارادہ کیا ہے۔ فرمایا: کتنے ہی خیر کا ارادہ کرنے والے ہیں جو اسے ہرگز حاصل نہ کر سکیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیان فرمایا: ایک قوم قرآن پڑھے گی وہ ان کی ہنسلیوں سے نہیں گزرے گا، اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا شاید ان میں سے اکثر لوگ تمھیں میں سے ہوں۔ عمرو بن سلمہ نے کہا: ہم نے ان حلقوں والے اکثر لوگوں کو دیکھا کہ جنگ نہروان میں خوارج کے ساتھ مل کر ہم پر نیزوں سے حملہ آور ہوئے۔ [سنن دارمی، باب فی کراهية اخذ الرأي، حديث : ۲۰۴]

اس سے معلوم ہوا کہ مروجہ حلقہ ہائے ذکر جن میں کسی ایک صاحب کی ہدایت پر کنکریوں یا تسبیحوں پر خاص تعداد میں ذکر کروایا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا جوتا، لوٹا اور گدا اٹھانے والے خادم خاص عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس پر سخت ناراضی کا اظہار فرمایا اور اسے گمراہی قرار دیا کیونکہ یہ بظاہر نیکی ہونے کے باوجود دین میں اضافہ ہے جو سراسر گمراہی ہے۔

ذکر اور صلاۃ سے خالی مجلس باعث حسرت ہوگی

۱۴۵۳/۴۔ ((وَ عَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا قَعَدَ قَوْمٌ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيهِ وَ لَمْ يُصَلُّوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وقال حسن]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی قوم ایسی مجلس میں نہیں بیٹھی جس میں انھوں نے نہ اللہ کا ذکر کیا نہ نبی ﷺ پر صلاۃ بھیجی مگر وہ مجلس قیامت کے دن ان کے لیے حسرت کا باعث ہوگی۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حسن ہے)

تخریج : [صحیح۔ ترمذی: ۳۳۸۰] ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے اور البانی نے صحیح الترغیب و الترہیب میں اسے صحیح کہا ہے: (۱/۳۱۱) دیکھیے تحفۃ الاشراف: ۱۰/۴۲۵۔ مزید دیکھیے سلسلہ صحیحہ: ۷۶]

فوائد:

۱۔ اللہ کے ذکر اور رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ سے خالی مجلس باعث حسرت ہوگی، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴾ (الأحزاب : ۴۱/۳۳)

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا ذکر کرو، بہت زیادہ ذکر کرنا۔''

اور فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ (الأحزاب : ۵۶/۳۳)

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اس (نبی) پر صلاۃ بھیجو اور سلام بھیجو سلام بھیجنا۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرنا اور رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ وسلام بھیجنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے صبح وشام کے مختلف اوقات میں جو ذکر مروی ہیں انہیں یاد کر کے ان اوقات میں پڑھنا چاہیے یاد نہ ہو سکیں تو کوئی نہ کوئی ذکر کرتے رہنا چاہیے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ بھی بعض مقامات پر ضروری ہو جاتی ہے، مثلاً نماز کے تشہد میں اور آپ ﷺ کے ذکر کے وقت صلاۃ پڑھنا لازم ہے۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے رہنمائی فرمائی کہ مسلمان کو ہر مجلس میں کم از کم ایک دفعہ اللہ کا ذکر اور رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ پڑھنی چاہیے کیونکہ اگر اس میں کوتاہی کرے گا تو قیامت کے دن اسے حسرت وافسوس کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس عمل کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب آدمی اس بات کا خیال رکھے گا کہ میری کوئی مجلس اللہ کے ذکر اور رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ سے خالی نہ ہو تو اسے اللہ کے ذکر کی اور رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ کی عادت ہو جائے گی اور جب کسی کام کی عادت ہو جائے تو وہ انسان کی طبیعت بن جاتا ہے اور اس کے لیے مشکل نہیں رہتا بلکہ خود بخود آسانی سے ادا ہوتا رہتا ہے۔

دارالقضاء الشرعی کے فیصلے اور فتاویٰ

مفتی عبدالرحمن عابد
(مدیر دارالقضاء)
مفتی محمد ادریس (نائب مدیر دارالقضاء)

مرتبہ: بشیر قاضی

مسئلہ رضاعت

درخواست نمبر 2116/10 التاریخ ۲۲/۶/۱۴۳۱ھ بمطابق 6/6/2010ء

میری والدہ محترمہ نے اپنی بھتیجی کو بھول کر اپنا بیٹا سمجھ کر ایک مرتبہ اپنا دودھ پلا دیا تھا۔ بعد میں پتہ چلنے پر دوبارہ نہیں پلایا۔ کیا اس طرح رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

سائل: محمد جہاں زیب' لاہور

فتویٰ شرعی

صورت مسئولہ میں ایک مرتبہ دودھ پلانے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ دلیل یہ حدیث رسول ﷺ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ایک دفعہ یا دو دفعہ دودھ پلانے سے حرمت نہیں ہوتی۔ رواہ الجماعۃ

دوسری دلیل۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' جب قرآن مجید نازل ہوا' اس وقت دس مرتبہ دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہوتی تھی۔ پھر یہ حکم منسوخ ہوا اور پانچ مرتبہ دودھ پلانے سے حرمت مقرر کر دی گئی۔ اسی پر نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی۔ (رواہ مسلم)

صورت مسئولہ میں ایک دفعہ دودھ پلایا گیا ہے' اس لئے مذکورہ بالا دلائل کی رو سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

مال واپس کرانے کا معاوضہ لینا

درخواست نمبر 2168 التاریخ ۲۷/۸/۱۴۳۱ھ بمطابق 9/8/10

مجھے ایک انسان مصیبتوں کا مارا ہوا ملا۔ اس کی کافی بڑی رقم جو کروڑوں میں ہے (اور وہ سچا ہے) اس کے بھائیوں نے ہڑپ کر لی ہے۔ وہ بہت کوشش کر چکا ہے اور رقم اپنے بھائیوں سے نہیں لے سکا۔ میں نے اس کی ساری بات کی تحقیق کی۔ میں جانتا ہوں کہ میں اس پوزیشن میں ہوں کہ اس کو اس کی رقم واپس دلوا سکتا ہوں لیکن میں نے اس کو کہا ہے' جو رقم ملے گی' اس کا آدھا میں لوں گا اور اس معاملے میں جو خرچ ہوگا' وہ میں کروں گا۔ وہ اس بات پر راضی نہیں ہے۔ میں نے اس کو راضی کرنے کے لئے کچھ غلط بیانی یا چرب زبانی بھی کی لیکن وہ راضی نہیں۔ میں جانتا ہوں وہ مجبور ہے۔ اگر مجھے کہے کہ میں تمہیں 20% یا 30 فیصد دوں گا اور میں راضی ہو جاؤں تو کیا یہ مال میرے لئے حلال ہے۔

اگر وہ کہے کہ میں یہ فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں کہ جب مال آئے تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس وقت فیصلہ آپ خود کریں کہ کس کا کتنا حق بنتا ہے جب مال آئے اور اس کو میں آدھا مال دیتا ہوں اور آدھا مال لے لیتا ہوں تو کیا یہ میرے لئے جائز ہے۔

سائل: محسن لاہور

فیصلہ شرعی

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

صورت مسئولہ میں مسلمان کی مسلمان پر مدد کرنا فرض ہے اور اپنے فرض کی ادائیگی پر معاوضہ لینا جائز نہیں اور نہ ہی کسی مجبور آدمی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہئے۔

اگر کوئی آدمی اپنی رضامندی سے کسی کو کچھ دے دے تو وہ اس کے لئے جائز ہے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم

بغیر اجازت کسی کے قبرستان میں میت دفن کرنا

درخواست نمبر 2201 التاریخ 21/9/10ء

ایک گاؤں والوں کی جگہ ذاتی اور مشترکہ ہے۔ اس جگہ کو انہوں نے قبرستان بنانے کے لئے اپنے گاؤں والوں کے لئے وقف کر دیا۔ دوسرے گاؤں والے آ کر زبردستی اس قبرستان میں مردہ دفن کرتے ہیں جبکہ دوسرے گاؤں والوں کی بھی ذاتی مشترکہ قبرستان کی جگہ ہے لیکن وہ اس جگہ کو بطور کھیتی باڑی استعمال کرتے ہیں۔ ہم گاؤں والے ان کو روکتے ہیں کہ اپنی جگہ استعمال میں لاؤ لیکن وہ نہیں مانتے اور زبردستی آ کر ہمارے گاؤں کے قبرستان میں دفن کرتے ہیں۔

کیا ہم روکنے والے مجرم ہیں یا وہ زبردستی دفن کرنے والے مجرم ہیں۔؟

سائل: محمد نعیم ولد محمد شفیع سکنہ جسووالی تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ

دار القضاء الشرعی
جماعۃ الدعوۃ پاکستان

ثالثی

وانزلنا معھم الکتب والمیزان لیقوم الناس بالقسط
شرعی عدالت عالیہ

فیصلہ شرعی

وقف ایک ایسی عبادت ہے جس سے اللہ رب العزت کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اسلام نے وقف پر رغبت دلائی ہے۔ میت کو کسی غیر آدمی کی جگہ پر دفن نہیں کرنا چاہیے۔

جب ایک گاؤں والوں نے اپنے ہی گاؤں والوں کے لئے قبرستان کی جگہ وقف کی ہے تو دوسرے گاؤں والوں کو حق حاصل نہیں کہ زبردستی اپنے مردوں کو اس قبرستان میں دفن کریں۔ میت کے لئے جگہ موجود نہ ہو تو اس کے ذاتی مال سے قبر کی جگہ خرید کر اس میں دفن کریں اور جو مال کفن دفن کے اخراجات سے بچ جائے اس کو ورثاء میں تقسیم کریں۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم

کاروبار میں فکس منافع دینا

درخواست نمبر 2189 التاریخ ۱۴۳۱/۹/۱۹ھ بمطابق 30/8/10

مفتی صاحب! میرا آپ سے سوال یہ ہے کہ ہمارے چند ایک قریبی لوگ جو سفید پوش ہیں لیکن ان کا کوئی کاروبار نہیں اور الحمدللہ اللہ کے فضل وکرم سے ہماری سیالکوٹ میں فیکٹری ہے جس میں سرجیکل کا سامان تیار ہونے کے بعد لوکل بھی فروخت ہوتا ہے اور باہر بھی بھجوایا جاتا ہے۔ ہمارے کاروبار میں ایک لاکھ روپے لگانے سے آٹھ سو روپے روزانہ کا منافع ہوتا ہے جس میں سے ہم 50% پیسے لگانے والے کو دیتے ہیں اور 50% خود رکھ لیتے ہیں۔ قرآن وسنت کے حوالے سے جواب دیں کہ یہ منافع سود کے زمرے میں تو نہیں آتا۔ سائل: فیاض حسین سیالکوٹ

فتویٰ شرعی

اسلام نے لوگوں کی حاجت اور ضرورت کے لئے مضاربت کو جائز رکھا ہے۔ مضاربت یہ ہے کہ "ایک آدمی کے پاس پیسے ہوتے ہیں لیکن کاروبار نہیں کر سکتا' دوسرا آدمی کاروبار کر سکتا ہے لیکن اس کے پاس رقم موجود نہیں ہے" مضاربت کا مقصد یہ ہے کہ دونوں مستفید ہوتے رہیں۔

مضاربت میں ایک آدمی کی رقم ہوتی ہے اور دوسرا آدمی کاروبار کرتا ہے اور جو نفع ہو' وہ دونوں کے درمیان تقسیم ہوتا ہے اس نسبت سے جو وہ طے کر لیں۔ 1/4،1/3،1/2 یا جس بھی نسبت پر وہ دونوں اتفاق کر لیں۔

اگر دونوں یا ایک آدمی رقم طے کر لیتا ہے کہ میں ہر صورت ماہانہ دو ہزار یا چار ہزار لوں گا یا دوں گا۔ تو یہ معاہدہ باطل تصور ہوگا۔ جس آدمی کو کاروبار (مضاربت) کے لئے رقم دی جا رہی ہے' وہ "امین" ہوتا ہے' اگر اس رقم میں نقصان ہو جاتا ہے (اس کے ارادہ کے بغیر) تو اس سے رقم کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم

کیا سیہہ حلال ہے

درخواست نمبر 2209 التاریخ ۱۴۳۱/۱۰/۱۷ھ بمطابق 27/9/10

کتاب وسنت کی روشنی میں واضح کریں کہ سیہہ حلال ہے یا حرام؟ (سائل: عبداللہ۔ لاہور)

فتویٰ شرعی

حلال وحرام کے بارے میں کتاب وسنت میں قاعدہ وقانون بیان کر دیا گیا ہے جو جانور حرام ہیں' ان کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے' اس کے علاوہ تمام چیزیں اور جانور حلال ہیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ وَعَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ (رواہ ابوداؤد کتاب الاطعمۃ باب ما جاء فی اکل السباع)

کہ نبی ﷺ نے تمام قسم کے کچلی والے درندے اور پنجے سے کھانے والے پرندوں کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث میں بھی قاعدہ ذکر کیا گیا ہے۔ کچھ جانوروں کو مارنے سے منع کیا ہے' اس لئے وہ بھی حرام ہیں۔ اس کے علاوہ تمام جانور اور پرندے حلال ہیں الا یہ کہ حرمت کی دلیل آ جائے۔

لہٰذا اس قاعدہ شرعی کے مطابق سیہہ میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جاتی جس کی وجہ سے یہ حرام ہو کیونکہ یہ چارہ کھانے والا جانور ہے۔ اس کی کچلیاں بھی نہیں ہیں۔ اس کے حرام ہونے کی نص بھی نہیں ہے۔ اس لئے اس کو شرعاً حرام نہیں کہا جا سکتا۔ اس کے حرام ہونے کے بارے ایک روایت ابوداؤد کے حوالے سے ذکر کی جاتی ہے جبکہ وہ سخت ضعیف ہے۔ اس میں راوی عیسیٰ بن نمیلہ سخت ضعیف ہے۔ اسی طرح اس میں الشیخ بھی مجہول ہے' اس لئے یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے۔

وراثت کی تقسیم کا مسئلہ

درخواست نمبر 2178 التاریخ ۱۴۳۱/۹/۱۱ھ بمطابق 22/8/10

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبل ازیں مورخہ 7 جون 1971ء کو ہمارے والد مسمی عطا محمد وفات پا گئے۔ ان کے ترکے کا 1/8 حصہ جو کہ 10 کنال زرعی رقبہ پر مشتمل ہے' ہماری والدہ کے حصے میں آیا۔ ہم محمد امیر اور محمد سرور 2 حقیقی بھائی تھے۔ ہم میں سے ایک محمد سرور ہماری والدہ کی زندگی میں ہی مورخہ 24 ستمبر 1995ء کو وفات پا گیا جس کے پسماندگان میں ایک بیوہ' 5 بیٹے اور ایک بیٹی ہے جبکہ سائل جو والدہ کا دوسرا بیٹا ہے تا حال زندہ ہے۔ بعد ازاں مورخہ 9 نومبر 2009ء کو خود والدہ بھی قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

اندریں حالات مہربانی فرما کر قرآن وسنت کی روشنی میں اس بارے میں راہنمائی فرمائی جائے آیا کہ ہماری والدہ کا مذکورہ 10 کنال زرعی رقبہ اس کے تا حال زندہ بیٹے محمد امیر کو ہی منتقل ہوگا یا اس کی زندگی میں ہی دوران 1995ء اس کے قبل ازیں فوت شدہ بیٹے کے وارثان بھی جو کہ رشتے میں ہماری والدہ کی بہو اور پوتے پوتی ہیں' اس رقبہ میں سے کچھ حصہ لینے کے شرعی لحاظ سے حقدار ہوں گے۔ بینو اتوجروا (سائل: حافظ محمد امیر ولد عطا محمد سرگودھا)

فیصلہ شرعی

میت
والدہ

محمد سرور بیٹا — میت کی زندگی میں فوت ہوا ہے — اولاد

محمد امیر بیٹا — وفات کے بعد زندہ ہے

میت کی تجہیز وتکفین کے بعد اس کے مال سے میت کا قرض ادا کیا جائے گا۔ بعدہ تہائی مال تک اگر وصیت ہو تو پوری کی جائے گی۔ اس کے بعد میت کا وارث اس کا موجودہ بیٹا محمد امیر ہی ہوگا کیونکہ وہی وارث ہے جب قریبی وارث ہو تو دور والا وارث نہیں بنتا۔ ھذا ما عندی والعلم عند اللہ

☆...... ملک دشمن اور ملت فروش لیڈروں کو پناہ دینے میں برطانیہ معروف ہے

☆...... مفرور مرزا مسرور لندن بیٹھ کر تمام دنیا میں ڈش کے ذریعے قادیانیوں سے خطاب کرتا ہے

☆...... ایسے لوگ جو ملک کے قومی وفوجی راز' فوجی مراکز کی تصاویر بنا کر دیں' انہیں بھی فی الفور شہریت ملتی ہے۔

☆...... جعلی شادی کرنے والی عورتیں شراب وزنا میں ڈوبی اور بدشکل ہوتی ہیں

☆...... شہریت کے لئے عیسائی عورتوں سے نکاح کے ذریعے جنم لینے والے 99% بچے عیسائی بن جاتے ہیں

اسلام دشمن گھناؤنی شرائط پوری نہ کرنے پر میری امیگریشن کی امید ختم ہوگئی تو اب میں خاصا پریشان ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کیں۔ اے اللہ! جو میرے دین و دنیا کے لیے بہتر ہے' وہ میرے لیے کردے۔ استخارہ بھی کیا۔ بہر حال یہ ارادہ پکا کرلیا بلکہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ

ذہن کے کسی گوشے میں دور دور تک ایسی کوئی بات نظر نہ آتی تھی...... واقعہ کے دو چار دن بعد کی بات ہے کہ میں بیٹھا اپنی ڈائری کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ ڈائری کی سائیڈ پاکٹ سے ایک پیپر ملا' وہ میں نے کھولا تو ایک FIR کی کاپی تھی جو کہ پاکستان میں میرے خلاف بنی تھی۔ اس کی تفصیل

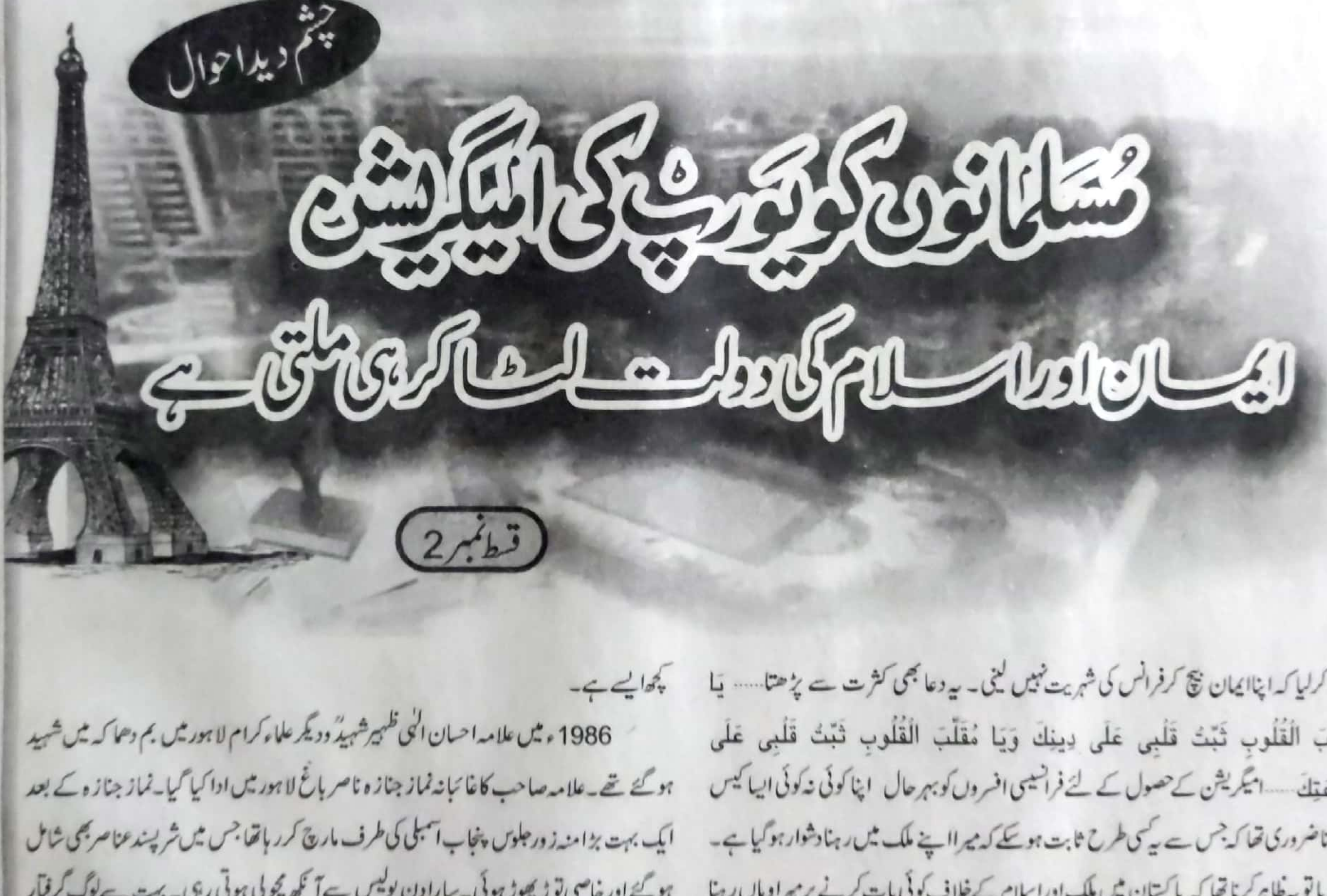

چشم دید احوال

مُسلمانوں کو یورپ کی امیگریشن

ایمان اور اسلام کی دولت لٹا کر ہی ملتی ہے

قسط نمبر 2

بھی کرلیا کہ اپنا ایمان بیچ کر فرانس کی شہریت نہیں لینی۔ یہ دعا بھی کثرت سے پڑھتا...... یا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ وَيَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى طَاعَتِكَ...... امیگریشن کے حصول کے لئے فرانسیسی افسروں کو بہر حال اپنا کوئی نہ کوئی ایسا کیس دکھانا ضروری تھا کہ جس سے یہ کسی طرح ثابت ہو سکے کہ میرا اپنے ملک میں رہنا دشوار ہوگیا ہے۔ مجھے یا تو یہ ظاہر کرنا تھا کہ پاکستان میں ملک اور اسلام کے خلاف کوئی بات کرنے پر میرا وہاں رہنا دشوار کردیا گیا ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور ایسا کیس بن گیا ہے جس کی وجہ سے میری وطن واپسی سے حکومت یا عوام میرا جینا دوبھر کردیں گے۔ ملک اور اسلام دشمن سرگرمیوں کے لئے تو کوئی ثبوت دکھانے کی ضرورت نہیں ہوتی' صرف اس کا تحریری اقرار کرلینا ہی کافی ہے' خود کو قادیانی یا علیحدگی پسند لکھ دینے سے ہی بات بن جاتی ہے۔ لیکن اگر ان دو کے علاوہ کسی اور وجہ سے اپنے ملک میں رہنا دشوار ہو تو پھر اس کا حقیقی ثبوت درکار ہوتا ہے لیکن میرے پاس ظاہر ہے ایسا کوئی ثبوت نہ تھا...... کم از کم میرے

کچھ ایسے ہے۔

1986ء میں علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ ودیگر علماء کرام لاہور میں بم دھماکہ میں شہید ہوگئے تھے۔ علامہ صاحب کا غائبانہ نماز جنازہ ناصر باغ لاہور میں ادا کیا گیا۔ نماز جنازہ کے بعد ایک بہت بڑا امنہ زور جلوس پنجاب اسمبلی کی طرف مارچ کر رہا تھا جس میں شرپسند عناصر بھی شامل ہوگئے اور خاصی توڑ پھوڑ ہوئی۔ سارا دن پولیس سے آنکھ مچولی ہوتی رہی۔ بہت سے لوگ گرفتار ہوئے۔ میں جلوس اور پولیس کے درمیان رابطہ کا سبب بنا ہوا تھا۔ کئی جگہ پہ میں نے تصادم کو نہ ہونے دیا اور پولیس سے بھی پرامن جلوس جاری رہنے کا کہہ رہا تھا۔ عصر کے وقت پولیس کو اوپر سے حکم ملا کہ گرفتاریاں شروع کرو۔ میں پولیس آفیسر (SP) کے پاس ہی تھا کہ اس نے پولیس کو حکم دیا کہ مجھے گرفتار کرلیں۔ میں نے تعجب کیا اور پولیس آفیسر سے احتجاج کیا کہ سر میں تو ہنگامہ کنٹرول کرنے میں مشغول رہا۔ آپ کو چاہئے کہ میری کارکردگی کو دیکھتے ہوئے امن ایوارڈ دیں

جہاں گرد کی ڈائری

ابو عکاشہ الاول

☆...... یورپین پاسپورٹ صرف ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جن کے اسلامی جراثیم مر چکے ہوتے ہیں

☆...... غیر ملک مقیم پاکستانیوں کی زنا کاری سے ایڈز کے جراثیم پاکستان پہنچے

☆...... مغربی ملکوں میں مقیم پاکستانیوں سے شادی سے پہلے سوچ لیں کہ ایمان کی تباہی کے علاوہ وہ شخص ایڈز وغیرہ کا مریض نہ ہو

☆...... انگلش زبان آنے کا فائدہ صرف برطانیہ میں ہے ورنہ باقی یورپ میں چاہے کوئی Ph.D بھی ہو تو اسے مقامی زبان آنے تک مزدوری بھی مشکل سے ملتی ہے

☆...... گستاخ رسول آسیہ کے شوہر نے پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے اپنی سالی سے شادی کی

۔الٹا آپ مجھے گرفتار کر رہے ہیں۔ آفیسر نے کہا اس لیے تو آپ سے یہ خصوصی سلوک کر رہے ہیں کہ آپ پر تشدد نہیں کر رہے ورنہ دوسرے لوگوں کی حالت دیکھ لو کیسے پٹائی ہو رہی ہے۔ میرے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا۔ خاموشی سے پولیس آفیسر کی جیپ میں بیٹھ گیا۔ میرے علاوہ دوسرے لوگوں کو ڈنڈوں میں گھسیٹ رہے تھے۔ یہ ایک لمبی اور دلچسپ داستان ہے جو میرا بیان کرنا اصل مقصد نہیں۔ بلکہ بتانا یہ مقصود ہے کہ یہ واقعہ سبب بنا میرے خلاف FIR کا۔ سنٹرل جیل لاہور میں کچھ دن رہنا پڑا۔ پھر ضمانت ہو گی۔ اس کے بعد کیس چلتے رہے۔ جمعیت اہلحدیث نے حکومت پنجاب پہ بم دھماکہ کا کیس کیا ہوا تھا۔ حکومت نے جمعیت کے کارکنوں پہ کیس کیے ہوئے تھے۔ ہنگامہ آرائی وغیرہ کے الزام میں حکومت آئے دن ہمارے جیسے کارکنوں کو عدالت میں گھسیٹنے کے چکر میں سمن یا وارنٹ جاری کرواتی رہتی۔ پولیس ہمیں بہت تنگ کرتی۔ میرا شہر لاہور سے 200 کلو میٹر دور تھا۔ میرا چھوٹا سا کاروبار کافی متاثر ہوا تھا۔ حکومت کا خیال تھا کہ جمعیت حکومت سے کیس اٹھائے تو ہم بھی کارکنوں کے کیس ختم کریں۔ ہم جیسے غریب کارکن مصیبت میں تھے۔ کیس ختم ہوتے نظر نہ آ رہے تھے کہ اسی اثنا یعنی 1987ء میں ہم باہر چلے گئے۔ FIR کے کاغذ کو میں نے دو تین بار پڑھا اور اللہ کے فضل سے میری مشکل حل ہوتی نظر آنے لگی۔ میں نے وکیل سے مشورہ کیا۔ یہ میرا جینوئن کیس ہے اور واقعی حکومت ہمیں پریشان کرتی تھی۔ ہمارے کیس ختم کرنے کے لیے تیار نہ تھی اور اس وجہ سے کافی مشکلات بھی تھیں۔ قصہ مختصر وکیل نے اس کیس کی بنا پر میری شہریت کے لیے درخواست دے دی۔ تو یہ کیس یورپ میں میری شہریت کے لئے درخواست دائر کرنے کا سبب بنا۔

سچ تو یہی ہے کہ پاکستان سے رخصت ہوتے ہوئے میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس بنیاد پر مجھے شہریت کی درخواست دینی پڑے گی' میرا کیس مضبوط ہونے کی وجہ سے تقریباً دو سال چلتا رہا ورنہ بوگس کیس تو چھ ماہ بھی نہیں نکالتے۔ دو سال کے بعد حکومت نے میرا کیس مسترد کر دیا۔ تمام ثبوت مکمل ہونے کے باوجود کہہ دیا کہ ہم اس کیس پر سیاسی پناہ نہیں دے سکتے۔ مگر اپیل کا حق بہر حال انہوں نے دے دیا۔ اپیل دائر کی۔ تقریباً چھ ماہ بعد وہاں سے بھی کیس مسترد ہو گیا۔ ایک اور آخری اپیل باقی تھی۔ اسے بھی تقریباً چھ ماہ ہو گئے تھے کہ حکومت نے اسی دوران اعلان کر دیا کہ عام امیگریشن کھولی جاتی ہے اور فلاں فلاں شرائط کے حامل لوگ شہریت کے لیے درخواست دے سکتے ہیں۔

مثلاً درخواست گزار میاں بیوی ہوں' بچے ہوئے ہوں' کیس زیر سماعت ہوں' تین سال بیت گئے ہوں۔ بیکاری الاؤنس نہ لیا ہو' کسی جرم میں جیل نہ گئے ہوں۔ کوئی بزنس مین انہیں مستقل کام کی گارنٹی دے وغیرہ وغیرہ۔ ہم نے ان سب شرائط پہ پورا اترتے ہوئے شہریت کے لیے درخواست کی تیاری کر لی۔ جس دن ہمیں پہلا کارڈ شہریت کا ملنا تھا میں اور میری بیوی داخلہ آفس پہنچ گئے۔ وہاں کارڈ لینے کے لیے 3 کھڑکیاں بنی ہوئی تھیں۔ اتفاقاً ہمارا نمبر سب سے پہلے آ گیا۔ کاؤنٹر پہ بیٹھی ہوئی عورت نے ہم سے باری باری سب پیپر مانگے۔ ہم دیتے گئے۔ کاغذات مکمل چیک کرنے کے بعد اس نے تصاویر مانگیں اور کارڈ نکالا۔ اسی اثناء میں ان کی باس آ گئی جو غالباً کیمرہ سے سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ وہ تینوں کھڑکیوں والی آفس کی عورتوں کو بلا کر تھوڑا دور لے گئی اور میٹنگ کرنے لگی۔ ہمیں شک ہوا کہ جیسے ہمارے بارے میں بات چیت ہو رہی ہو۔ دس منٹ بعد وہ عورتیں واپس آ کر بیٹھ گئیں۔ جو عورت ہمارا کیس ڈیل کر رہی تھی' اس نے ہماری فائل بمعہ تصاویر کے واپس کرتے ہوئے کہا کہ تمہارا کیس مسترد کیا جاتا ہے۔ میں نے پوچھا' کیوں؟ کہنے لگی بس مسترد کیا۔ ہم نے کہا کہ جو کاغذات آپ نے ڈیمانڈ کیے' ہم نے پورے کر دیئے۔ اب کیا مسئلہ ہے۔ کہنے لگی کہ بس آپ چلے جائیں۔ آپ کو شہریت نہیں ملنی۔ ہمارے بھائی صاحب نے کہا کہ ان سے جھگڑا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ وکیل ہی کرنا پڑے گا۔ ہم واپس آ گئے تو بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ جو باس ان کی آئی تھی' وہ مسلمانوں کے سخت خلاف تھی۔ اس نے تینوں عورتوں سے کہا تھا کہ آپ امیگریشن دینے کا افتتاح کن لوگوں سے کر رہے ہو۔ دونوں میاں بیوی کو فرانس آئے ہوئے 3 سال ہو گئے ہیں۔ مرد کی داڑھی ابھی تک پوری ہے اور عورت بھی ابھی تک برقعے میں چھپی ہوئی ہے۔ ایسے لوگوں کو یورپ کی شہریت دینی چاہئے؟ وغیرہ وغیرہ۔

پھر وکیل کے پاس پہنچ گئے۔ وکیل بھی کافی حیران ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ مجھے کہنے لگا کہ تمہاری قسمت کیسی ہے؟ کبھی آپ تیار نہیں ہوتے تھے' اب یہ صورت حال ہے کہ حکومت تمہیں شہریت دینے کے لیے تیار نہیں۔ تمہارا سیاسی کیس بھی مضبوط تھا۔ آپ نے تمام ثبوت پاکستان سے منگوا لیے تھے۔ اب ان کی تمام شرائط مکمل ہیں حالانکہ جن کی دو چار چیزیں کم ہوں' ان کو بھی وقت دے دیتے ہیں کہ پوری کر لو۔ ایک دو رہ بھی جائیں تو معاف کر دیتے ہیں۔ مگر تمہارا تو ہر معاملہ ہی الٹ ہے۔ تمہارا بھائی میرا دوست ہے اور میں ہی آپ لوگوں کا فیملی وکیل ہوں مگر آپ لوگوں نے میرا تیل نکال دیا ہے۔ کہنے لگا کہ اصل وجہ یہ ہے کہ تم داڑھی چھوٹی کرواؤ اور تمہاری بیوی برقعہ ختم کر کے صرف حجاب (چہرہ ننگا) کر لے۔ میں نے کہا تو اس سے ہمیں شہریت مل جائے گی؟ کہنے لگے مجھے امید ہے کہ پھر تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ میں نے کہا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ہم یہ کام کریں۔ اگر ہم یہ گناہ کر بھی لیں تو تمہارا کیا خیال ہے حکومت آئندہ اس سے بڑی فرمائش نہ کرے گی۔

مثلاً مجھے کہے کہ داڑھی بالکل منڈوا دو اور میری بیوی سے کہے کہ حجاب بھی ختم کر دو۔ تو پھر کیا خیال ہے؟ میری بات سن کر وکیل خاموش ہو گیا۔ (جیسا کہ آج کل فرانس میں یہ قانون پاس ہو گیا ہے کہ عورتیں نہ ہی برقعہ پہن سکتی ہیں اور نہ ہی رومال لے سکتی ہیں) وکیل سے یہ گفتگو آج سے 20 سال پہلے کی ہے۔ بہر حال وکیل نے اس کیس کو چیلنج سمجھ کر قبول کر لیا اور کہا کہ آپ صرف

اپنا ڈومیسائل تبدیل کر لیں اور دوبارہ اس وزارت داخلہ کے سب آفس نہیں جانا جہاں تمہارا کیس مسترد کیا گیا ہے۔ ہم نے کسی اور شہر کا ڈومیسائل لے لیا تو وکیل نے کیس دائر کیا اور خوب کیس لڑا اور ہمیں شہریت دلوا کر دی۔

اب میں ان لوگوں کا تذکرہ کروں گا جو کہ شہریت حاصل کر کے یورپ میں رہنا چاہتے ہیں۔ یورپ درج ذیل بنیادوں پر لوگوں کو دیر یا بدیر شہریت دے ہی دیتا ہے۔

① عام امیگریشن دینے کے اعلان کے ذریعے ② سیاسی بنیادوں پر ③ ایمان اسلام کے بدلے ④ وطن فروشی کے بدلے ⑤ توہین رسالت کے عوض ⑥ جاسوسوں اور ایجنٹوں کے لیے ⑦ کروڑوں اربوں کی سرمایہ کاری کرنے والے بزنس مینوں کے لیے ⑧ کرپٹ سیاست دان اور بیوروکریسی ⑨ متعلقہ یورپی ملک میں شادی کے ذریعے ⑩ بوگس شادی ظاہر کرنے پر۔

اور اب ان کی تفصیلات:

1-عام امیگریشن:

امیر یورپین ملک کم ہی کھولتے ہیں۔ مثلاً فرانس، جرمنی، اسپین، انگلینڈ وغیرہ مگر پھر بھی ایک فارمیلٹی کو پورا کرنے کے لیے 15 یا 20 سال کے بعد شہریت کھول دیتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے لیے کھولتے ہیں جو عرصہ دراز سے ان ملکوں میں اللیگل (چوری چھپے) رہ رہے ہوتے ہیں یا جو بیوی بچوں والے ہوں یا جن کے کیس کافی مضبوط ہوں، متواتر کام کرتے رہے ہوں یعنی بے کاری الاؤنس نہ لیا ہو ان کو کڑی شرائط یا نرم شرائط پر شہریت مل جاتی ہے۔

2-سیاسی پناہ:

کسی معتوب جماعت سے اپنا تعلق ظاہر کر کے یہ نے لیا جاتا ہے۔ سب سے مضبوط کیس قادیانیوں کا ہے۔ خاص کر جرمنی مرزائیوں کے کیس مسترد نہیں کرتا۔ ہر مرزائی کو جرمنی کی شہریت مل جاتی ہے۔ جرمنی کا ایک بڑا شہر فرینکفرٹ مرزائیوں کا شہر ہونے میں مشہور ہے۔ انہیں اپنے مذہبی معاملات، عبادات وغیرہ کی مکمل آزادی ہے۔ جرمنی کے بعد انگلینڈ کا نمبر آتا ہے۔ یہاں مرزائیوں کا خلیفہ پنجم مرزا مسرور خود ساختہ جلا وطنی کی زندگی گزار رہا ہے۔ وہ وہیں سے تمام دنیا میں ڈش کے ذریعے مرزائیوں سے خطابات کرتا رہتا ہے۔ مرزائیوں کا چینل 24 گھنٹے پروگرام پیش کرتا ہے، پاکستان میں تقریباً مرزائیوں کے ہر گھر پر ڈش لگی ہوتی ہے۔

3-ایمان واسلام کے بدلے:

مسلمانوں سے عیسائی بن کر مرتد ہونے والے، اسلام کے خلاف بکواس و بغاوت کرنے والے سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین وغیرہ کی طرح کے لوگوں کو فوراً شہریت دی جاتی ہے یا بدنام زمانہ صائمہ ارشد کیس میں عاصمہ جہانگیر کی NGOs کی کوششوں سے صائمہ اور اس کے شوہر کو چند دن کی کوشش سے پاکستان سے نکلوا کر یورپ کی شہرت دلوا دی گئی۔ ایک اور تازہ واقعہ بھی اس کی مثال ہے۔ گزشتہ دنوں برطانیہ میں رہنے والے مفرور سعودی شہزادے نے اپنے ملازم کے ساتھ ہم جنس پرستی کی اور پھر تشدد کے بعد اسے قتل کر دیا۔ برطانوی عدالت نے اسے عمر قید کی سزا دی۔ اصل میں برطانیہ نے سعودی شہزادے کو سزائے موت سے بچایا ہے کیونکہ اگر شہزادہ سعودی عرب کو واپس کیا جاتا تو اسے ہم جنس پرستی کے جرم میں سزائے موت دی جاتی۔ اخبار میں یہ بھی ہے کہ شہزادے نے برطانیہ میں سیاسی پناہ کی درخواست بھی دی ہے۔ غرض یہ یورپین حکومتیں اخلاقی جرائم میں ملوث لوگوں کو بھی فوراً شہریت دیتی ہیں۔

4۔وطن دشمنی ووطن فروشی کے عوض

ان میں بڑے بڑے نام نہاد لیڈر ٹائپ لوگ بھی شامل ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو پناہ دینے میں انگلینڈ خاص بدنام ہے۔ ایسے لوگوں کو پناہ دے کر ان کی اینٹی اسلام و پاکستان تربیت کی جاتی ہے۔ انہیں خاص وقت کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ پھر جب کفار کے مطلب کی زمین ہموار ہو جاتی ہے تو انہیں پاکستان میں وزیر اعظم یا صدر کی صورت میں لانچ کر دیا جاتا ہے۔

5۔توہین رسالتؐ کے عوض

ان میں زیادہ عیسائی ہوتے ہیں جو گاہے بگاہے توہینِ رسالتؐ کرتے ہیں، قرآن مجید کو جلانے کی کوشش کرتے ہیں، اہانت رسول اللہ ﷺ کرتے ہیں، مساجد کو آگ لگاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بھی یورپ فوراً شہریت دے دیتا ہے۔ اس ضمن میں تازہ واقعہ آسیہ بی بی کا ہے جو کہ چک نمبر 3 اٹاں والی ضلع ننکانہ کی رہنے والی اور اپنی سگی بہن کی سوکن ہے۔ اس کے شوہر عاشق مسیح نے پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے اپنی سالی (آسیہ) سے شادی کی۔ آسیہ نے نبی اکرمؐ اور حضرت خدیجہؓ کو گالیاں دیں اور ان کے نکاح کے متعلق بھی نازیبا گفتگو کی۔ قرآن کو کلام الٰہی ہونے کے حوالے سے توہین آمیز کلمات کہے۔ آسیہ کے کیس کے پیچھے ایک مضبوط لابی تھی آسیہ نے 3 وکیل تبدیل کئے اور ضمانت کے وقت 10 وکیل موجود تھے۔

6۔جاسوس یا ڈبل ایجنٹ:

ایسے لوگ جو پاکستان اور دینی جماعتوں کی جاسوسی کر کے فوجی راز چرا کر دیں، اہم فوجی مراکز سے متعلق معلومات، تصاویر، ویڈیوز بنا کر دیں۔ انہیں فوری شہریت اور دیگر مراعات ملتی ہیں۔

7۔بزنس مین

جو کروڑوں اربوں کی سرمایہ کاری کریں۔ مثلاً فیکٹری کارخانہ لگالیں یا بڑا ریسٹورنٹ بنالیں۔

8۔کرپٹ سیاست دان اور بیوروکریسی

اکثر بیوروکریٹس جنہوں نے دل کھول کر پاکستان میں کرپشن کی ہو اور اربوں کمائے ہوں، اپنی دولت کا بیشتر حصہ غیر قانونی ذرائع سے بیرون ملک کے خفیہ اکاؤنٹس میں منتقل کیا ہو، کفار کے ملکوں میں مہنگی جائیدادوں کی شکل میں محل، لگژری فلیٹ وغیرہ خریدتے ہیں، ان میں سے بھی بہت سے بیوی بچوں کے چکر (شادی) میں نہیں پڑتے تاکہ آسانی سے اپنی لوٹی ہوئی دولت اپنی عیاشیوں بدمعاشیوں پر لٹا سکیں۔ کفار کی حکومتوں کے پاس ان سب کی فائلیں بنی ہوئی ہیں۔ اتنی معلومات ان کو اپنے متعلق نہیں ہوتیں، جتنی ان کی فائل میں تفصیل سے درج ہوتی ہیں۔ کفار نے ان کو ڈبل شہریت (نیشنلٹی) دی ہوتی ہے تاکہ اپنے مطلب کے کام لئے جاسکیں۔ جیسے شوکت عزیز، معین قریشی وغیرہ۔ جب چاہتے ہیں، ان کو معین مدت کے لئے وزیر اعظم وغیرہ بنا کر پاکستان پر مسلط

باقی صفحہ 39 پر

روشن باتیں

پیارے بچو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سنائیں کیا حال ہے؟

آیئے! اس دفعہ موسم سرما کے حوالے سے کچھ بات ہو جائے۔

آپ سب جانتے ہیں کہ سردی کا موسم اپنے ساتھ بہت سی بیماریاں لے کر آتا ہے۔ نزلہ کھانسی اور ان سے پیدا ہونے والی پیچیدگیاں مثلاً نمونیا وغیرہ کی شکایت سردی میں عام ہو جاتی ہے۔ خصوصاً بوڑھے، بچے اور کمزور افراد ان بیماریوں کا زیادہ شکار ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ جو لوگ سگریٹ نوشی یا اس طرح کی دوسری عادتوں میں مبتلا ہوتے ہیں ان کے پھیپھڑے کمزور ہو جاتے ہیں۔ وہ بھی آسانی سے نزلے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ نزلہ بنیادی طور پر سانس کی نالیوں کا مرض ہے۔ اگر احتیاط نہ کی جائے تو اس کے اثرات حلق اور سانس کی نالیوں تک محدود نہیں رہتے بلکہ سارے خون میں گردش کرتے ہیں۔ اس سے جگر، دل، دماغ، اعصاب، پھیپھڑے اور دوسرے اعضاء متاثر و ماؤف ہو سکتے ہیں۔

پیارے بچو!

ثابت ہوا کہ معمولی سمجھی جانے والی بیمار خطرناک بھی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا احتیاط ضروری ہے۔

والسلام

آپ کا پپو بھائی جان

پاکستانی طلباء کا کمال

پاکستانی طلباء نے ایک لیٹر پٹرول میں 80 کلومیٹر چلنے والی کار تیار کر لی ہے۔ غلام اسحاق خان انسٹی ٹیوٹ کے طلباء نے 50 سی سی کے انجن کی محض تین لاکھ روپے میں کار تیار کر لی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان میں ہیروں کی کمی نہیں ہے، کوئی قدر دان تو ہو۔ اب بھی ہم اپنی کھوئی عظمت کو بحال کر سکتے ہیں اگر ان ہیروں اور عظیم انسانوں کی قدر کی جائے تو۔

(30 اپریل 2009ء خبریں ملتان۔)

ابو رضوان جاوید بدھلہ سنت ملتان

فیصلہ ہو تو ایسا!

امیر المؤمنین سیدنا عمر ؓ نے کسی سے ایک گھوڑا خریدا۔ پیسے ادا کیے اور اس پر سوار ہو کر ایڑ لگائی اور دیکھتے ہی دیکھتے کافی دور جا پہنچے۔

ابھی بہت زیادہ آگے نہیں گئے تھے کہ گھوڑے پر تھکاوٹ کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ شاید وہ زخمی ہو چکا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد گھوڑا رک گیا۔ سیدنا عمر ؓ وہاں ہی سے واپس ہوئے اور جس سے گھوڑا خریدا تھا اسے جا پکڑا۔

''اپنا گھوڑا واپس لے لو، یہ تو بیمار ہے۔''

سیدنا عمر ؓ سے اس شخص نے کہا:

''امیر المؤمنین! میں یہ واپس نہیں لوں گا کیونکہ جب میں نے آپ کو یہ بیچا تھا تو بالکل تندرست تھا۔'' اس شخص نے پوری جرأت سے جواب دیا۔ سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: ایسا کر لیتے ہیں کہ کسی تیسرے شخص سے فیصلہ کروا لیتے ہیں۔ اس دیہاتی نے کہا ٹھیک ہے۔ چلیں شریح بن حارث کندی ؒ سے فیصلہ کرواتے ہیں۔ سیدنا عمر ؓ نے بھی اس پر رضامندی ظاہر کر دی۔

وقت کے امیر المؤمنین اور مدمقابل گھوڑے کا مالک دونوں حضرت شریح ؒ کے پاس پہنچے۔ جب حضرت شریح ؒ نے دیہاتی کی باتیں سن لیں تو سیدنا عمر ؓ سے پوچھا ''آپ نے جب یہ گھوڑا لیا تھا تو تندرست و توانا تھا یا نہیں۔''

حضرت عمر ؓ نے جواب دیا تندرست تھا۔ حضرت شریح ؒ نے کہا: پھر آپ اپنی خرید کردہ چیز اپنے پاس رکھیں اور اگر واپس کرنا چاہتے ہیں تو ویسی حالت میں ہی دیں جیسی لی تھی۔

سیدنا عمر ؓ نے یہ دوٹوک فیصلہ سنا تو بے اختیار خوشی سے حضرت شریح ؒ کو دیکھا اور آپ کے منہ سے بلا اختیار نکلا:

''فیصلہ ہو تو ایسا''

اخت ابو حیدر شہید، فرزانہ سحر، ضلع چنیوٹ

گہرا سمندر

1- پیارے بھائیو! اپنی کشتی خوب مضبوط کرو' آخرت کا سمندر بہت گہرا ہے۔

2- مکمل سامان سفر ساتھ لو' آخرت کا سفر بہت طویل ہے۔

3- اپنے گناہوں کا بوجھ ہلکا رکھو' آخرت کی گھاٹی بہت کٹھن ہے۔

4- اپنے عمل میں اخلاص پیدا کرو' حساب لینے والا بہت تیز نظر ہے۔

5- نماز خشوع وخضوع سے پڑھو تا کہ آخرت صحیح ہو۔

6- رات کو سونے سے پہلے قرآن پڑھ کے سویا کرو' کیا پتہ یہ زندگی کی آخری رات ہو۔

7- موت کو یاد رکھنے سے انسان گناہوں سے بچ جاتا ہے۔

کلثوم جلال' سرگودھا

دوستی

دوست کے انتخاب میں بہت ہوشیاری سے کام لینا چاہیے کیونکہ دوست بہترین سرمایہ ہوتے ہیں۔ سچا دوست وہی ہوتا ہے جو تمہاری طرف اس وقت آتا ہے جب سب تمہیں چھوڑ جاتے ہیں۔ دوست چار الفاظ کا مجموعہ ہوتا ہے اور جس میں یہ خوبیاں ہوں' وہ ایک اچھا بلکہ بہترین دوست ہے۔

د......سے......دیانتداری	و......سے......وفاداری
س......سے......سچائی	ت......سے......تابعداری

اور جب آپ کو ایسا دوست مل جائے تو سچے دل سے اس کی قدر کرو۔

اقراء الیاس' لاہور

آج کی اہمیت

آج کا کام کل پر چھوڑنے والے کی مثال اس آدمی کی سی ہے جسے ایک درخت اکھاڑنا ہو۔ وہ دیکھے کہ درخت بہت مضبوط ہے شدید مشقت سے اکھڑے گا تو وہ کہے کہ میں اس کو اکھاڑنے کے لیے ایک سال بعد آؤں گا۔ وہ یہ نہیں جانتا کہ درخت جتنی مدت باقی رہے گا مضبوط ہوتا جائے گا اور خود جتنی عمر گزرتی جائے گی وہ کمزور ہوتا جائے گا۔ جب وہ طاقتور ہونے کے باوجود درخت کو نہیں اکھاڑ سکا تو جب وہ کمزور ہو جائے گا اور وہ درخت زیادہ طاقتور تو پھر وہ اس پر کیسے غالب آسکے گا؟

انتخاب: س۔م نیانہ بنگا

دوغلے پن کا آخرت میں انجام

منافقت کرنے والے کی آخرت برباد ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوں گے۔ قرآن میں اس کے لیے درک کا لفظ آیا ہے۔ عربی میں اس کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی سیڑھی سے نیچے اتر رہا ہو تو سیڑھی کا ہر نچلا پایہ درک کہلاتا ہے یعنی منافق شخص انسانیت اور زندگی کی سیڑھی سے مسلسل ذلت و پستی کی طرف سفر کرتا جاتا ہے اور اپنی پستی کے اس سفر کی بنا پر آخرت میں جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ذلت و پستی کی اس انجام سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

فاطمہ اکرم' لاہور

نئے پھول اور کلیاں

ارٹ: محمد ثوبان' لاہور

ارٹ: علی احمد' گوجرانوالہ

ارٹ: احمد سلیمان' گوجرنوالہ

ارٹ: محمد عطاء الرحمٰن' لاہور

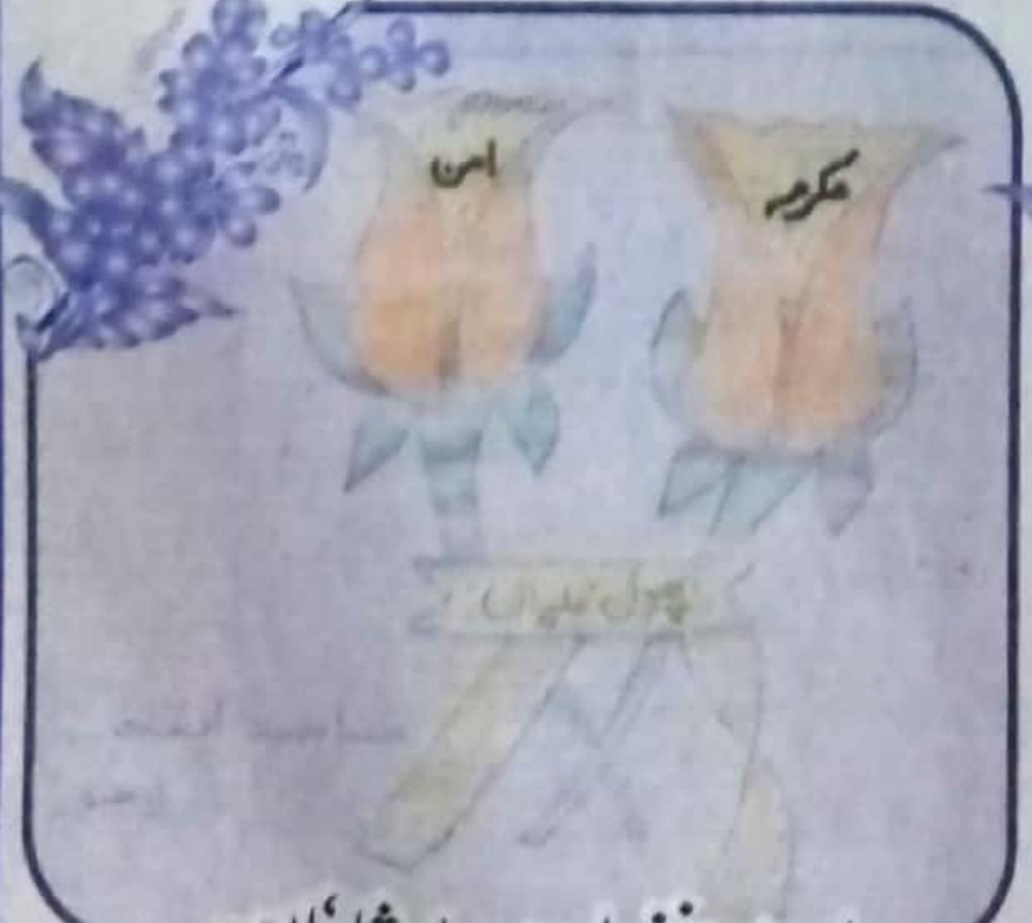

ارٹ: خنساء بنت ارشاد' لاہور

آپ بھی اپنے پیارے بچوں کے نام خوبصورت طریقے سے ڈرائنگ کر کے بھیجئے۔ ہم آپ کو اس نئے سلسلے میں شامل کرلیں گے۔ ان شاء اللہ

عالم اسلام کے گرد شکنجہ

ملٹی نیشنل کمپنیوں میں دنیا میں کوکا کولا پہلے نمبر پر ہے۔ 1886ء میں اس کمپنی کا آغاز ہوا اور 1960ء میں اسپرائٹ اور فانٹا بھی اس کی ملکیت میں آگئیں۔ تقریباً 200 ممالک میں اس کا کاروبار موجود ہے۔

دوسرے نمبر پر بڑی کمپنی میکڈونلڈ ہے جس کے 120 ممالک میں 27000 سے زائد ریسٹورنٹ ہیں اس کمپنی کا آغاز 1955ء میں ہوا۔

تیسرے نمبر پر والٹ ڈزنی کمپنی ہے جو کہ ABC ٹیلی ویژن نیٹ ورک اور ABC ریڈیو نیٹ ورک کی مالک ہے۔

کوکا کولا اسرائیل کی بہت بڑی معاون ہے۔ 1997ء میں اسرائیلی حکومت کے اقتصادی مشن نے کوکا کولا کو اس کی خدمت کے اعتراف میں اسرائیل ٹریڈ ایوارڈ دیا۔ کوکا کولا کے تحت روزانہ 96 لاکھ ڈالر مسلم دنیا اسرائیل کو دے رہی ہے۔

میکڈونلڈ اسرائیل کو سپورٹ کرنے والا تیسرا بڑا ادارہ ہے۔ اس کا مالک عمری فیران یہودی ہے اس کو اسرائیل کی شہریت حاصل ہے۔ مسلمانوں کے لیے سوچنے کی بات ہے کہ فلسطینیوں پر حملے کے لیے استعمال ہونے والے اسلحے کی قیمت ہم ان کمپنیوں کی اشیاء خرید کر ادا کر رہے ہیں۔

عائشہ افضل' لاہور

ذہانت آزماؤ...... انعام پاؤ

1- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو قرآن مجید میں کس نام سے یاد کیا گیا ہے؟
2- غزوہ تبوک میں اسلامی لشکر کی تعداد کتنی تھی؟
3- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کس صحابی کے کہنے پر قرآن مجید جمع کرانا شروع کیا؟
4- "ذوالنورین" کا کیا مطلب ہے اور کس صحابی کو ذوالنورین کہا جاتا ہے؟
5- "پریس کلب کے سامنے 27 اکتوبر کے روز ہر سمت چنار کے پتے والے پرچم لہرا رہے تھے" یہ جملہ مجلہ الحرمین کے کس صفحے پر ہے۔ نیز مضمون نگار کا نام لکھیں۔

گذشتہ ماہ کے درست جوابات

1- اسلامی سال کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے۔
2- بابائے اردو مولوی عبدالحق کو کہا جاتا ہے۔
3- پاکستان کو سب سے پہلے ایران نے تسلیم کیا تھا۔
4- اسلام کے پہلے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔
5- سوال نمبر 5 کا جملہ صفحہ نمبر 53 پر ہے اور مضمون نگار ہیں سرمد محمود۔

مکتب الاطفال کے دیگر شرکاء

خدیجہ اکرم' عمارہ ندیم' سعد افضل' فہد افضل' فاطمہ اکرم' ارسلان اکرم' لاہور۔ اخت ابوبکر صدیق' سرگودھا۔ انعم چودھری' طیبہ طاہر بنت ابوالحسن' جڑانوالہ۔ لبنیٰ غلام محمد' لاہور۔ حامدہ حلیم' سمندری۔ آصف نور' مانسہرہ۔ محمد امیر' سحرش انجم' تہمینہ حلیمہ سعدیہ' فیصل آباد۔ در شہوار' ایبٹ آباد۔ محمد ساجد' جہلم۔ خرم مراد' مظفر آباد۔ بلال یاسین' ملتان۔ طیب علی' سیالکوٹ۔ عمر دراز' محمد اشعر' حمزہ افتخار' کراچی۔ محمد شہزور' علی پور سیداں۔ فیصل حفیظ' جڑانوالہ۔ ناصر شہزاد' اسلام آباد۔

بذریعہ قرعہ اندازی انعام یافتگان

1- عبدالغنی۔ پشاور
2- نورالامین۔ فیصل آباد
3- نتاشا نور۔ کراچی

میرا پسندیدہ شعر

جہاد سے وابستہ ہے دولت ایمان کی
پاتا ہے شانِ مومن جہاد و قتال سے

ام رومان' لاہور

صدیقؓ سا ہمیں بھی ایمان دے دے الٰہی
جو ہو نثار تجھ پہ وہ جان دے دے الٰہی

ابو رضوان جاوید' ملتان

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسرِ میداں جھکی تو نہیں

اخت مدثر' گوجرانوالہ

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

نذیر احمد' فیصل آباد

ہم نے لکھا ہے اپنے شہیدوں کے خون سے
مقتل کی داستان کا عنوان زندگی
غیروں سے پوچھتی ہے طریقہ نجات کا
اپنوں کی سازشوں سے پریشان زندگی

اخت اعظم' شیخوپورہ

شہیدوں کا لہو وہ نور ہے جس کی تجلی سے
یقیں افراد کے' قوموں کے مستقبل سنورتے ہیں
اسی کی تابشوں سے آسمانِ فکر و دانش پر
نئی صبح بکھرتی ہے' نئے سورج نکلتے ہیں

نتاشا حلیم' کراچی

اب ٹوٹ کر رہے گا مایوسیوں کا گھیرا
حرمین کے افق سے ابھرے گا اب سویرا
موسم اداسیوں کا اب مٹتا جا رہا ہے
اب غوری کا بیٹا میداں میں جا رہا ہے

عائشہ عباس' شیخوپورہ

تخت یا تختہ میں سے ہم ایک چنا کرتے ہیں
عجب شان سے ہم دنیا میں جیا کرتے ہیں
اس وقت سے ملتا ہے ہمیں شہادت کا درس
ماؤں کی گود میں ہم جب دودھ پیا کرتے ہیں

اخت ابوحیدر' فرزانہ سحر' ضلع چنیوٹ

تفسیر القرآن

سورۃ الاعراف کی تشریح و تفسیر

آخرت میں ایک دوسرے کو گمراہی کا ذمہ دار قرار دینے کا نتیجہ

قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ
اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤی اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ
اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ
38 وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ
بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ 39 اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ
اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ
نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ 40 لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ
نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ 41 (الاعراف:38تا41)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرمائے گا' جو فرقے تم سے پہلے گزر چکے ہیں' جنات میں سے بھی اور آدمیوں میں سے بھی' ان کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ۔ جب بھی کوئی جماعت اس میں داخل ہوگی' اپنی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب اس میں سب جمع ہو جائیں گے تو لوگ پہلے لوگوں کی نسبت کہیں گے' اے ہمارے پروردگار! ہمیں ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا' سو انہیں دوزخ کا عذاب دوگنا دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ سب ہی کا دوگنا ہے لیکن تمہیں خبر نہیں۔ اور پہلے لوگ پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تمہیں ہم پر کوئی فوقیت نہیں۔ سو تم بھی اپنی کمائی کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا' ان کے لئے آسمان کے دروازے بھی نہ کھولے جائیں گے اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جائے۔ اور ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ ان کے لئے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر (اسی کا) اوڑھنا ہوگا اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

تفسیر:

ان آیات میں بھی پہلی آیات کی طرح اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والوں اور اس کی آیات کی تکذیب کرنے والوں کے انجام کا ذکر ہے۔ چنانچہ ان آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی کوئی قوم جہنم میں داخل ہوگی تو ان لوگوں پر لعنت بھیجے گی جو پہلے جہنم میں جا چکے ہوں گے اور کہے گی کہ ہماری گمراہی کا سبب تم لوگ ہی تو تھے کیونکہ تم کفر و شرک کے سردار اور داعی و مبلغ تھے تم نے ہی ہمیں اس کی دعوت دی اور اپنی پیروی کو ہی آخرت میں نجات کا ذریعہ قرار دیا یہ پیروکار پھر اللہ سے دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب ان ہی لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا اس لئے تو انہیں جہنم میں دگنا عذاب دے ایک خود گمراہ ہوئے دوسرا ہمیں گمراہ کیا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہر ایک کے لئے دگنا عذاب ہے۔ لیڈروں اور سرداروں کے لئے دگنا عذاب اس لئے کہ ان کے دو جرم ہیں۔ ایک تو وہ خود گمراہ ہوئے' دوسرا اس لئے کہ دوسروں کو گمراہ کیا اور ان کے پیروکاروں کے لئے بھی دگنا عذاب ہے کیونکہ ان کے بھی دو جرم ہیں۔ ایک تو گمراہ ہوئے' دوسرا انہوں نے اپنے سرداروں کی تقلید کی۔ جہنم میں یہ مکالمے تمام کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے درمیان ہوں گے' اسی طرح مسلمانوں میں سے دوسروں کو گمراہ کرنے والے اور گمراہ ہونے والے پیشواؤں اور ان کے پیروکاروں کے درمیان بھی یہ مکالمے ہوں گے مثلاً غیر اللہ کو پکارنے والے دوسرے غیر اللہ کو پکارنے والے پہ لعنت کریں گے جیسے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

جنہوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا ہم انہیں عذاب پر عذاب بڑھاتے جائیں گے یہ بدلہ ہوگا ان کے فساد کرنے کا۔ (النحل 88)

اور فرمایا وہ اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے علاوہ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ بھی۔ (العنکبوت 13)

جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: پھر قیامت کے دن تم ہی سے بعض بعض کا انکار کرے گا اور تم ہی سے بعض بعض پر لعنت کرے گا۔ (العنکبوت 65)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنہوں نے پیروی کی اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے باہمی تعلقات بالکل منقطع ہو جائیں گے تو جن

لوگوں نے پیروی کی تھی' کہیں گے کاش ہمارے لئے پھر ایک بار دنیا میں جانا ہوجائے تو ہم ان سے بالکل بے تعلق ہوجائیں گے جیسے یہ ہم سے بالکل بے تعلق ہوچکے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ کسی صورت آگ سے نکلنے والے نہ ہوں گے۔ (البقرہ 167-166)

اور فرمایا: جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے' کہیں گے "اے کاش کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کا کہنا مانا ہوتا اور ہم نے رسول کی بات مانی ہوتی اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تو انہوں نے ہمیں اصل راہ سے گمراہ کردیا۔ اے ہمارے رب انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر لعنت کر۔ بہت بڑی لعنت" (الاحزاب 66 تا 68)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص دنیا میں ناحق (ظلم سے) مارا جاتا ہے تو اس کے خون کے وبال کا ایک حصہ آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) پر پڑتا ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے ناحق خون کی بناء قائم کی تھی۔ (بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب خلق آدم و ذریته حدیث نمبر 3335)

میدان محشر میں ان لوگوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا' وہ لوگ جو بڑے بنے تھے' ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے گئے تھے' کہیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا اس کے بعد کہ وہ تمہارے پاس آئی بلکہ تم مجرم تھے اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے' ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے' کہیں گے بلکہ تمہاری رات اور دن کی چالبازی نے ہمیں روکا' جب تم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے ساتھ شریک ٹھہرائیں اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب عذاب دیکھیں گے اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں جنہوں نے کفر کیا' طوق ڈال دیں گے انہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی کا جو وہ کیا کرتے تھے۔ (سبا 32-33)

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے' پھر لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں تو اس کا اتنا ثواب ہوگا جتنا عمل کرنے والوں کو ہوگا اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں آئے گی اور جو اسلام میں برا طریقہ جاری کرے مثلاً (بدعت یا گناہ کا کام) اور لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں تو تمام عمل کرنے والوں کے برابر گناہ اس پر لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کا گناہ کچھ کم نہ ہوگا۔ (مسلم کتاب العلم باب من سن سنه حسنة۔ حدیث نمبر 1018) دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ پہلی جماعت دوسری جماعت سے کہے گی یعنی سردار اور پیشوا اپنے پیروکاروں سے کہیں گے کہ تم لوگ بھی تو کفر و گمراہی میں تھے۔ تم نے اس کو چھوڑ تو نہیں دیا تھا کہ ہمارے مقابلے میں تمہارا جرم کم ہوگیا ہو۔ تم ویسے ہی گمراہ ہوئے جیسے ہم ہوئے۔ اس لئے ہماری طرح تم بھی عذاب کے مستحق ہو۔ تو تم بھی اپنی کرتوتوں کی وجہ سے جہنم کا عذاب چکھو۔

اس سے اگلی آیت میں ارشاد فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے والوں اور تکبر کرنے والوں کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھولے جائیں گے نہ ان کے اعمال اوپر جاتے ہیں اور نہ ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور نہ ان کی روحیں آسمانوں پر جاتی ہیں بلکہ زمین پر لوٹا دی جاتی ہیں جیسا کہ مسند احمد جلد 2 صفحہ 364-365 پر بیان کردہ حدیث سے واضح ہے۔ اس کے بعد فرمایا "جس طرح (دنیوی قاعدے کے مطابق) اونٹ کا سوئی کے سوراخ سے گزرنا ناممکن ہے' ایسے ہی ان لوگوں کا جنت میں جانا ناممکن ہے اور ایسے مجرم ظالم ایسی سزا کے ہی مستحق ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ

کی آیتوں کو جھٹلانے والوں اور تکبر کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نافرمانوں کے اعمال آسمان پر نہیں جاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب تو اچھے کلمات اور نیک عمل ہی جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ

اس کی جانب اچھے کلمات اور نیک عمل بلند ہوتے ہیں۔ (فاطر 10)

اور ایسے بدبخت لوگوں کا جنت میں داخلہ ایسے ناممکن ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے سوراخ میں داخل ہونا ناممکن ہے۔ ایسے بدبختوں کا جنت میں داخلہ تو دور کی بات ہے' ایسے لوگوں کی روحوں کے لئے تو آسمان کا دروازہ ہی نہیں کھولا جاتا جبکہ نیک لوگوں کا شاندار استقبال کیا جاتا ہے اور بدکار لوگوں کی روحوں کو آسمان سے نیچے پھینک دیا جاتا ہے اور قبر کے امتحان میں ناکامی کے بعد اسے سجین میں قید کردیا جاتا ہے۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نیک آدمی کی روح کو فرشتے جب آسمان کی طرف لے جاتے ہیں تو فرشتے پوچھتے ہیں کہ یہ پاکیزہ روح کس شخص کی ہے۔ اس پر انہیں بتایا جاتا ہے کہ یہ فلاں شخص کی روح ہے اور اس کا بہترین نام جو دنیا میں تھا' اس کو اس کے اسی نام سے متعارف کروایا جاتا ہے۔ پھر اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولنے کا حکم ملتا ہے تو ہر آسمان کے فرشتے اس کی روح کو الوداع کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی روح ساتویں آسمان میں پہنچ جاتی ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کا نام علیین میں لکھ دو اور جب فاجر شخص کی روح کو فرشتے اوپر لے کر جاتے ہیں تو فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ کس خبیث کی روح کی بدبو ہے۔ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں کی روح ہے۔ اور وہ اس کا بدترین نام لیتے ہیں جس کے ساتھ اسے دنیا میں پکارا جاتا ہے حتیٰ کہ فرشتے اس کی روح کو لے کر آسمان دنیا (پہلے آسمان) پر پہنچتے ہیں۔ اور وہ آسمان کا دروازہ کھولنے کی درخواست کرتے ہیں مگر اس کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان فرمانے کے بعد یہ آیت کریمہ تلاوت کی۔

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ

بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور انہیں قبول کرنے سے تکبر کیا' ان کے لئے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہوجائے۔ مسند احمد (ج 4۔ ص 288 حدیث نمبر 18561) ابوداؤد کتاب السنة باب 27)

اس کے بعد والی آیت میں ارشاد فرمایا کہ ایسے ظالموں' جھٹلانے والوں اور تکبر کرنے والوں کے لئے جہنم کا بچھونا ہوگا اور اسی جہنم کا ہی اوپر اوڑھنا ہوگا اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں کہ ان کے اوپر اور نیچے آگ ہوگی جس نے ان کو گھیر رکھا ہوگا۔

فوائد

1۔ اہل جہنم ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔

2۔ قرآن و حدیث میں جھٹلانے والوں کی سزا کا بیان

3۔ اہل کفر و شرک کا جنت میں داخلہ ایسے ناممکن ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے سوراخ میں داخل ہونا ناممکن ہے۔

تدریس الحدیث

بلوغ المرام کی کتاب الجامع کی تشریح

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَه‘ الخ کہنے کی فضیلت

۱۴۵۴/۵۔ ((وَعَنْ أَبِيْ أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ كَانَ كَمَنْ أَعْتَقَ أَرْبَعَةَ أَنْفُسٍ مِّنْ وُّلْدِ إِسْمَاعِيْلَ)) [مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ]

''ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص یہ کلمہ دس مرتبہ کہے' لا الہ الا اللہ وحدہ الخ (اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں' وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) وہ اس شخص کی طرح ہوگا جس نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار شخص آزاد کیے۔''

(متفق علیہ)

تخریج: [بخاری: ۶۴۰۳، ۶۴۰۴۔ مسلم، الذکر والدعاء: ۳۰، وغیرہما۔ دیکھیے تحفۃ الاشراف: ۹۳/۳]

فوائد:

یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی محبوب ہے کیونکہ اس میں لا الہ الا اللہ کلمہ توحید بھی ہے جو سب سے بہتر ذکر ہے اور اللہ کی حمد بھی ہے جو سب سے بہتر دعا ہے، چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَفْضَلُ الدُّعَآءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ))

[ترمذی، الدعوات، باب: ۹]

''افضل ذکر لا الہ الا اللہ اور افضل دعا الحمد للہ ہے۔''

علاوہ ازیں اس کلمہ میں ملک صرف اللہ کا ہونے اور اللہ تعالیٰ کے ہر چیز پر قادر ہونے کا تذکرہ بھی ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُ الدُّعَآءِ دُعَآءُ يَوْمِ عَرَفَةَ وَ خَيْرُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ قَبْلِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ))

''سب سے بہتر دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے اور سب سے بہتر کلمہ جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہا ہے۔'' ''لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ'' الخ''

رسول اللہ ﷺ نے اس کلمہ کی بہت زیادہ فضیلت بیان فرمائی اگر ہو سکے تو روزانہ سو دفعہ پڑھے اگر فرصت کم ہو تو دس دفعہ پڑھ لے ورنہ ایک دفعہ ہی پڑھ لے۔

سو دفعہ پڑھنے کی فضیلت:

۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَالَ: لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهُ عِدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَ كُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَ مُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَ كَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِّنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ وَ لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَآءَ إِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْهُ))

[بخاری، الدعوات: ٦٤]

''جو شخص لا الہ الا اللہ وحدہ (الخ) سو مرتبہ کہے تو یہ اس کے لیے دس گردنوں (کے آزاد کرنے) کے برابر ہوگا اور اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس سے سو برائیاں مٹائی جائیں گی اور یہ کلمہ اس کے لیے اس دن شام تک شیطان سے

بچانے کا ذریعہ رہے گا اور جو عمل لے کر یہ شخص آئے گا اس سے بہتر لے کر کوئی شخص نہیں آئے گا سوائے اس آدمی کے جس نے اس سے زیادہ عمل کیا ہو۔''

۲۔دس دفعہ پڑھنے کی فضیلت:

بلوغ المرام کی زیرتشریح حدیث میں اوپر بیان ہوئی ہے جو کہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

۳۔ایک دفعہ پڑھنے کی فضیلت:

ابوعیاش زُرَقی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص صبح کے وقت کہے:
﴿ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾
تو یہ اس کے لیے اولاد اسماعیل میں سے ایک گردن کے برابر ہوگا اور اس سے دس گناہ معاف کیے جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کیے جائیں گے اور وہ شام تک شیطان سے حفاظت میں رہے گا اور جب شام کے وقت پڑھے تو صبح تک اسی طرح رہے گا۔

ابن ماجہ، کتاب الدعاء : السنن الکبریٰ للنسائی : ۹۸۵۵۔ البانی نے اسے صحیح کہا دیکھئے صحیح سنن ابن ماجہ : ۳۱۱۸]

۴۔گردن آزاد کرنے کی فضیلت کیا ہے؟:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ایک مسلم گردن (لونڈی یا غلام) آزاد کرے اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے اس کا ایک عضو آگ سے آزاد کرے گا حتیٰ کہ اس کی شرم گاہ اس کی شرم گاہ کے بدلے آزاد کردے گا۔'' [متفق علیہ، مشکوٰۃ، کتاب العتق]

۵۔اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کیوں؟:

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ''کون سا عمل افضل ہے؟'' فرمایا: ''اللہ پر ایمان اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔'' میں نے پوچھا: ''گردنوں (غلاموں) میں سے کون (آزاد کرنا) افضل ہے؟'' فرمایا: ''جو قیمت میں زیادہ اور اپنے مالکوں کے نزدیک زیادہ نفیس ہو۔'' [متفق علیہ، مشکوٰۃ، کتاب العتق]

یہ بات ظاہر ہے کہ خاندانی شرف کے لحاظ سے اولاد اسماعیل علیہ السلام دوسروں سے برتر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انھی میں سے ہیں، اس لیے ان کا آزاد کرنا بھی زیادہ ثواب ہے۔

۶۔اتنے سے عمل پر اتنا زیادہ ثواب کیوں ہے؟:

منکرین حدیث اس قسم کی احادیث پر اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھیے اتنے تھوڑے سے عمل پر سب گناہ معاف ہو گئے۔ چوری کرو، زنا کرو، قتل کرو، ایک دفعہ یہ کلمہ پڑھ لو تو گردن آگ سے آزاد ہو گئی، یہ تو لوگوں کو بے عمل بنانے کی ترغیب ہے، مگر منکرین حدیث کا یہ اعتراض بے کار ہے کیونکہ تھوڑے سے عمل پر بہت بڑا ثواب تو قرآن مجید میں بھی موجود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء : ۴/۱۱۰]

''جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرلے، وہ اللہ کو غفور و رحیم پائے گا۔''

کہنے والا اس پر بھی کہہ سکتا ہے کہ بے شک چوری کرو، زنا کرو، قتل کرو، بس استغفر اللہ کہہ دو تو سب کچھ معاف ہو جائے گا۔ کیا یہ بے عمل بنانے کی ترغیب نہیں، پھر حدیث ہی پر اعتراض کیوں؟ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص حدیث کا منکر ہے وہ قرآن کا بھی منکر ہے، صرف مسلمانوں میں شمار ہونے کے لیے قرآن کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص بھی برا عمل کرنے کے بعد استغفار کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ صرف منہ سے استغفر اللہ کہہ رہا ہے، نہیں! بلکہ وہ دل سے توبہ کر رہا ہے، اپنے گناہوں پر نادم ہے، پچھلے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہے، چوری، زنا اور قتل والی زندگی کو چھوڑ رہا ہے، لفظ استغفر اللہ ان سب کاموں کا خلاصہ ہے جو زبان سے ادا ہو رہا ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ چوری، زنا، قتل اور سب گناہ جاری رہیں، نہ ندامت ہو نہ رجوع اور صرف استغفر اللہ کہنے سے سب کچھ معاف ہو جائے، ایسا استغفر اللہ تو ممکن ہے خود باعث گرفت ہو جائے۔

یہ ایسے ہی ہے کہ جس طرح نکاح کے وقت منہ سے صرف یہی کہا جاتا ہے ''میں نے قبول کیا'' مگر اس کی تفصیل وہ تمام ذمہ داریاں ہیں جو یہ کہنے کے بعد خود بخود عائد ہو جاتی ہیں، مثلاً بیوی کا نان ونفقہ، رہائش، علاج اور دوسری انسانی ضروریات، اگر کوئی شخص کہے کہ میں صرف ''قبول کیا'' کے لفظ سے ہی صاحب اولاد بن جاؤں گا تو یہ اس کی حماقت ہے۔

اب اس مبارک کلمہ پر غور فرمائیں جس کی فضیلت زیر بحث حدیث میں بیان ہوئی ہے۔
اس کلمہ میں سب سے پہلے اس بات کی شہادت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی الہ نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس شہادت کے بعد اگر کوئی شخص اللہ کو واحد معبود مان کر پھر غیر کی پرستش کرتا ہے یا اپنی خواہش نفس کو معبود بنا لیتا ہے، اللہ کی مرضی پر اپنی یا کسی غیر کی مرضی کو ہر بات میں مقدم رکھتا ہے تو یہ سمجھ لیجیے اس نے یہ کلمہ پڑھا ہی نہیں، یہ کلمہ تو معبود کی مرضی کو ہر چیز پر مقدم رکھنے کا اقرار ہے۔

مرثد رضی اللہ عنہ ایک مہم پر رات مکہ میں گئے تو ان کی پرانی آشنا ''عناق'' نے انھیں اپنے ہاں رات گزارنے کی دعوت دی، فرمانے لگے: ''عناق! میرے اور تمھارے درمیان اسلام رکاوٹ بن گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے زنا حرام کر دیا ہے۔'' [صحیح الترمذی، التفسیر : ۲۵]

دوسری شہادت اس کلمہ میں اس بات کی دی گئی ہے کہ بادشاہی اور حکومت صرف اللہ کی ہے کسی اور کی نہیں، صاف ظاہر ہے کہ یہ شہادت دینے والا کسی اور کو یہ حق دے ہی نہیں سکتا کہ وہ اللہ کے مقابلے میں قانون بنائے اور جو چاہے حکم چلائے۔ وہ یہ بھی نہیں مان سکتا کہ حکومت اللہ کا نہیں بلکہ عوام کا حق ہے یا بادشاہ سلامت کا فرمان ہی قانون ہے۔

تیسری شہادت یہ ہے کہ حمد صرف اللہ کی ہے کیونکہ کسی اور میں حمد کے قابل کوئی خوبی ہے ہی نہیں، اگر کوئی خوبی ہے تو اس کے اپنے اختیار سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے وہ خوبی عطا فرمائی ہے اور جب چاہے وہ اس سے سلب کر سکتا ہے، اب جو شخص اکیلے اللہ کی تعریف کے وقت دل تنگ ہو جائے اور غیروں کی تعریف کے وقت اس کے دل کی کلی کھل اٹھے وہ کروڑ دفعہ بھی یہ کلمہ پڑھے تو اسے کوئی فائدہ نہیں۔

چوتھی شہادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، کوئی کام ایسا نہیں جو وہ نہ کر سکے۔ اس حقیقت پر دل سے یقین رکھنے والا شخص مشکل سے مشکل حالات میں بھی ناامید نہیں ہوتا۔ شیطان اسے اللہ کی رحمت سے ناامید کر کے دل شکستہ کر سکتا ہے نہ کسی اور کے در پر جھکا سکتا ہے۔

اس مختصر سی تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ اس کلمہ کے پڑھنے سے گردنیں آزاد کرنے کا

باقی صفحہ 52 پر

قسط نمبر ۶

کیا قرآن میں توہینِ رسالت کی سزا کا ذکر نہیں؟

کتاب وسُنّت کی روشنی میں مُفتی مُبشّر احمد ربّانی حفظہ اللہ کا زبردست محاکمہ

الجواب بعون الوهاب ومنه الصدق والصواب واليه المرجع والمآب

رسول کریم ﷺ کی عزت، عفت، عظمت اور حرمت اہل ایمان کا جزو لاینفک ہے اور حب رسولؐ ایمانیات میں سے ہے اور آپ کی شان مبارک پر حملہ اسلام پر حملہ ہے۔ عصر حاضر میں کفار و مشرکین کی جانب سے نبوت و رسالت پر جو رکیک اور ناروا حملے کیے جا رہے ہیں، یہ دراصل اہل کفر کی شکست خوردگی اور تباہی و بربادی کے ایام ہیں۔ آسیہ مسیح نے جو رسول اللہ ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر گستاخانہ حملہ کیا، اس کو بچانے کے لیے بعض دانشوران سوء اور نام نہاد متنکرین و متجددین، الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ گستاخ رسول کی سزا کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔

ارکان اسلام نماز روزہ کی تفصیل قرآن میں نہیں تو کیا ان کا انکار ہوگا؟

اولاً: یاد رہے کہ ایسے لوگ منکرین حدیث سے تعلق رکھتے ہیں اور حقیقتاً قرآن مجید، فرقان حمید کی تفہیم سے عاری اور کورے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ قرآن حکیم میں جس چیز کا ذکر ہو، صرف اسے ہی مانا جائے گا، احادیث و سنن ثابتہ کو مدنظر نہیں رکھا جائے، پھر تو بدعملی کی راہ ہموار ہو جائے گی۔ ارکان اسلام، نماز روزہ اور حج کا حکم تو اللہ کے قرآن میں موجود ہے لیکن ان کی تفصیل کے بارے میں قرآن حکیم خاموش ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اقامت صلوٰۃ کا امر دیا ہے اور سورۃ النساء کی آیت نمبر 103 میں فرمایا ''إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا'' بلاشبہ نماز مومنین پر مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی فرضیت اور اوقات کا مجمل طور پر ذکر کیا ہے اور اس کی تفسیر نہیں بتائی۔ نمازوں کی تعداد، اور ان کے ابتدائی و انتہائی اوقات، ادائیگی کا طریقہ کار، اس کی شرائط و لوازمات وغیرہ قرآن میں بیان نہیں کیے تو کیا پانچوں نمازوں اور اس کی ادائیگی کے طریقہ کار کا انکار کر دیا جائے گا کہ قرآن پاک میں اس کا بیان نہیں ہوا۔

اسی طرح مسافر، مریض، بچوں اور عورتوں کی نماز کے حوالے سے احکام قرآن حکیم میں ذکر نہیں۔ اگر انسان فوت ہو جائے تو اس کے ساتھ کیا کیا جائے۔ اس کے غسل، کفن و دفن اور نماز جنازہ کے احکام کا ذکر اللہ کے قرآن میں نہیں ہے تو کیا جب ایسے افراد وفات پا جائیں تو ان کی لاشوں کو اسی طرح گلنے سڑنے دیا جائے اور اگر زمین کے اندر دفنانا ہے تو گڑھا کھود کر اوپر مٹی ڈال دی جائے، جنازہ نہ پڑھا جائے صرف قرآن حکیم کو ہی دلیل شرعی ماننے والوں کا کیا یہی انجام ہونا چاہیے۔ ایتائے زکوٰۃ کا حکم اسی طرح قرآن پاک میں ہے لیکن کس کس مال پر زکوٰۃ فرض ہے اور کتنی فرض ہے اور کب ادائیگی کرنی ہے، رقم پر کتنی زکوٰۃ ہے، گائے، اونٹ، بھیڑ، بکری کا نصاب زکوٰۃ کیا ہے۔ سونا چاندی اور کرنسی کا کیا حساب ہے۔ اللہ کا قرآن اس سے بھی خاموش ہے۔ فریضۂ حج کا ذکر تو قرآن میں ہے لیکن حج کیسے ہوگا؟ اس کی حدود، فرائض اور طریقہ کار کیا ہے؟ حج کہاں سے شروع ہوگا؟ حج کے مہینے تو قرآن کی رو سے معلوم ہیں تو کیا شوال و ذی قعد میں حج ہوگا؟ یا ذوالحجہ کے مہینے میں ہوگا؟ احرام کیسا ہوگا؟ اس کی حالت میں کون کون سے امور کا ارتکاب حرام ہے؟ طواف کا حکم کیا ہے؟ طواف میں کل کتنے چکر ہیں؟ اور کہاں سے شروع کریں گے؟ اور کہاں ختم کریں گے؟ اللہ کا قرآن اس سے خاموش ہے۔ الغرض قرآن پاک میں بے شمار احکام ہیں، ان کی تفصیل سے قرآن خاموش ہے تو کیا ان امور کا انکار کر دیا جائے گا؟ صرف اسی بنیاد پر کہ اس کا حکم قرآن میں نہیں ہے۔

اہل اسلام کے ہاں اللہ کے قرآن کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی سنت و حدیث بھی شرعی دلیل و برہان ہے۔ قرآن کو سنت و حدیث سے علیحدہ کر کے سمجھنا اہل باطل اور گمراہان صراط مستقیم کا شیوہ ہے۔

خلفية المسلمين عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''سَيَأْتِي نَاسٌ يُجَادِلُونَكُمْ بِشُبُهَاتِ الْقُرْآنِ فَخُذُوهُمْ بِالسُّنَنِ ، فَإِنَّ أَصْحَابَ السُّنَنِ أَعْلَمُ بِكِتَابِ اللَّهِ.

عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو تمہارے ساتھ قرآن حکیم کے شبہات کے ساتھ جدال کریں گے تو ان کی پکڑ سنن کے ساتھ کرنا اس لئے کہ سنن والے اللہ کی کتاب کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ 95/1 (202) مسند الدارمی 241/1 (121) الشریعۃ للآجری 175/1 (99) جامع بیان العلم وفضلہ (1927) الفقیه و المتفقه (608)

خليفة المسلمين عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا

لا عذر لاحد بعد السنة فى ضلالة ركبها يحسب انها هدى''

سنت کے بعد کسی کے پاس گمراہی کو ہدایت سمجھ کر اس کے مرتکب ہونے کا کوئی عذر و بہانہ نہیں ہے۔ (کتاب السنۃ للامام محمد بن نصر المروزی (84) ص 247)

امام اسماعیل بن عبید اللہ الدمشقی فرماتے ہیں''

ينبغى لنا ان نحفظ ما جاء نا عن رسول الله فان الله يقول ''وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (الحشر:7) فهو عندنا بمنزلة القران

ہمارے لئے لازم ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے جو کچھ بھی آئے' اسے محفوظ کرلیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''جو کچھ رسول تمہیں دے دیں' اسے لے لو اور جس چیز سے وہ تمہیں منع کردیں' اس سے باز آجاؤ۔'' تو (اللہ کے رسول ؐ کی احادیث وسنن) ہمارے نزدیک قرآن کی منزلت پر ہیں۔

(کتاب السنۃ للمروزی (90) ذم الکلام للھروی 149/2۔150 (225) الکفایہ فی علم الروایہ (17)

امام حسان بن عطیہ ابوبکر الشامی ثقہ تابعی فرماتے ہیں۔

كان جبرئيل ينزل على رسول الله ﷺ بالسنة كما ينزل عليه بالقرآن ويعلّمه اياها كما يعلّمه القرآن"

جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ پر سنت لے کر اسی طرح اترتے تھے جیسے آپ قرآن کے ساتھ نازل ہوتے تھے اور جیسے آپ ؐ کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے اسی طرح سنت کی تعلیم بھی دیتے تھے۔

(السنة للمروزى (91) الكفاية فى علم الرواية (17) شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة (99) الفقيه والمتفقه (269) ذم الكلام (224) الابانة لابن بطة (219) مسند الدارمى (588)

اس مختصری توضیح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نام نہاد متجددین کا ٹی وی اور ریڈیو وغیرہ پر یہ دعویٰ کرنا کہ گستاخ رسول کی سزا کا ذکر قرآن میں نہیں ہے تو یہ واضح سنت اور حدیث دشمنی کی دلیل ہے۔ ایسے منکرین کو اہل اسلام کا نمائندہ ظاہر کرنا اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ زیادتی اور ظلم ہے۔ قرآن وسنت امت مسلمہ کے تمام مسائل کے لئے اتھارٹی ہیں۔

قرآن میں گستاخ رسول کی سزا کا ذکر

ثانیاً: گستاخ رسول کی سزا کا تذکرہ کئی ایک آیات قرآنیہ میں مذکور ہے قرآن پاک کو غور وفکر اور تفکر وتدبر کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ جل مجدہ نے فرمایا'

وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (توبہ 12-15)

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو کفر کے سرداروں سے قتال کرو' بے شک ان لوگوں کی کوئی قسمیں نہیں تاکہ وہ باز آجائیں۔ کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے ہی پہلی بار تم سے ابتداء کی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو تو اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ ان سے قتال کرو اور اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور مومنوں کے سینوں کو شفا دے گا اور ان کے دلوں کا غصہ دور کرے گا اور اللہ جسے چاہتا ہے' توبہ کی توفیق دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا' کمال حکمت والا ہے۔

ان آیات بینات میں اللہ تعالیٰ نے نقض عہد کے مرتکبین اور دین اسلام میں طعن کرنے والوں جیسے اللہ کی گستاخی یا اللہ کے رسول کی گستاخی یا اسلام کے کسی بھی مسئلے پر طعن وتشنیع سے کام لینے والے اور اللہ کے رسول ﷺ کو مکہ مکرمہ سے نکالنے کا پروگرام بنانے والے لوگوں سے قتل و قتال کا حکم دیا ہے۔

کفار مکہ نے دارالندوۃ میں جمع ہو کر نبی کریم ﷺ کی شان باکمال میں گستاخی کرتے ہوئے تین کاموں میں سے ایک کام کے کر گزرنے کا پروگرام بنایا۔ یا آپ کو قتل کیا جائے یا قید کردیا جائے یا مکہ سے نکال دیا جائے جیسا کہ اس سے پچھلی سورت الانفال آیت نمبر 30 میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرما دیا ہے۔

جس شخص کے دل میں محبت رسول ﷺ موجزن ہے' اسے یہ آیات پکار پکار کر بتا رہی ہیں کہ اخراج الرسول' قتل الرسول اور اثبات الرسول (قید کرنا) کا ارادہ رکھنے والے گستاخوں کے ساتھ اللہ نے قتال کا حکم دیا ہے۔ اور ذکر فرمایا کہ ایمان والے لوگوں کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ ان گستاخوں کو عذاب دینا اور رسوا کرنا چاہتا ہے اور جو لوگ ان گستاخوں کے خلاف صف بستہ ہو جائیں گے' ان کی نصرت ومدد اللہ تعالیٰ خود فرمائیں گے اور ان کے قتل پر اللہ ایمان والوں کے سینوں کو شفا اور ٹھنڈک پہنچائے گا اور ان کے دلوں کا غیض وغضب دور کرے گا کیونکہ گستاخ رسول کے قلع قمع کرنے سے اہل ایمان کو سکون واطمینان ملتا ہے اور دلوں کا غصہ اترتا ہے۔

1۔ امام ابواسحاق ابراہیم بن السری الزجاج المتوفی 311ھ رقم طراز ہیں۔

وهذه الآية توجب قتل الذمى اذا اظهر الطعن فى الاسلام لان العهد معقود عليه بأن لايطعن فاذا طعن فقد نكث'' (معانی القرآن واعرابہ 351/2 ط دارالحدیث القاہرہ)

یہ آیت کریمہ ذمی (یہودی' عیسائی) کے قتل کو واجب کرتی ہے جب وہ اسلام میں طعن کا اظہار کرے' اس لئے کہ اس کے ساتھ اس بات پر عہد تھا کہ وہ طعن وتشنیع سے کام نہیں لے گا تو جب اس نے طعن کیا تو اس کا عہد ٹوٹ گیا۔ یعنی جب کوئی یہودی یا عیسائی مسلمانوں کے ملک میں ذمی بن کر رہتا ہے اور جزیہ وٹیکس ادا کرتا ہے تو مسلمان اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس کا مسلمانوں کے ساتھ عہد وپیمان ہوتا ہے کہ وہ دین اسلام پر طعن نہیں کرے گا۔ جب وہ دین پر طعن کرتا ہے جیسے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کو دشنام دینا وغیرہ تو پھر مسلمانوں پر اس کی حفاظت لازم نہیں رہتی' وہ نقض عہد کا مرتکب ہو جاتا ہے اور اس کو قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

2۔ امام فخرالدین رازی راقم ہیں۔

المسئالة الثالة قال الزجاج هذه الآية تو جب قتل الذمى اذا اظهر الطعن فى الاسلام لان عهده مشروط بان لايطعن فان طعن فقد نكث ونقض عهدهم

☆......اگر کوئی غیر مسلم گستاخ پکڑا جائے اور وہ توبہ بھی کر لے تو اس کی توبہ کا فائدہ عند اللہ تو ہو سکتا ہے لیکن دنیا میں کوئی معافی نہیں۔

☆...... کعب بن اشرف نقض عہد کے ساتھ گستاخیٔ رسول کا مرتکب تھا۔

☆......انسان کے فوت ہونے کے بعد غسل، کفن، دفن اور نماز جنازہ کا ذکر قرآن میں نہیں، حدیث ہی ان امور کی وضاحت کرتی ہے۔

(التفسیر الکبیر 535/5 ط دار احیاء التراث العربی۔ 234/15 ط ایران

ترجمہ: تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ امام زجاج رحمہ اللہ نے فرمایا، یہ آیت کریمہ ذمی کے قتل کو واجب کرتی ہے جب وہ اسلام میں طعن کا اظہار کرے، اس لئے کہ اس کا عہد اس بات کے ساتھ مشروط تھا کہ وہ طعن سے کام نہیں لے گا تو اگر وہ طعن کرے تو اس نے عہد و پیمان توڑ دیا۔

علامہ رازی نے امام زجاج کی بات کو نقل کر کے برقرار رکھا اور اس کی تائید فرما دی۔ آج کے تجدد پسند طبقہ کی اگر آنکھیں بند ہیں اور انہیں یہود و نصاریٰ کے ڈالر و پونڈ قرآن فہمی سے عاری کئے ہوئے ہیں لیکن متکلم زمان اور اپنے دور کے مایہ ناز مفکر علامہ رازی کو تو قرآن حکیم سے ایسے گستاخ یہودیوں اور عیسائیوں کا قتل واضح طور پر دکھائی دے رہا ہے۔

3۔ امام ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

وطعنوا فی دینکم ای عابوه وانتقصوه ومن هاهنا اخذ قتل من سب الرسول صلوٰة الله وسلامه عليه او من طعن فی دين الاسلام او ذكره بتنقص)

اور اللہ کا فرمان ''اور وہ تمہارے دین میں طعن کریں''، یعنی اس میں عیب نکالیں اور تنقیص کریں، یہیں سے شاتم رسول کے قتل کا حکم اخذ کیا گیا ہے یا جو بھی شخص دین اسلام میں طعن کرے یا تنقیص کے ساتھ اس کا تذکرہ کرے۔

4۔ قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف با بن العربی فرماتے ہیں۔

اذا طعن الذمی فی الدين انتقض عهده لقوله "وان نكثوا ايمانهم ......) الی "فقاتلوا أئمة الكفر" فامر الله بقتلهم وقتالهم اذا طعنوا فی دينكم (احکام القرآن 356/2 ط دار الکتاب العربی)

جب ذمی دین میں طعنہ زن ہو تو اللہ کے فرمان ''اور اگر وہ اپنی قسمیں توڑ ڈالیں'' ''آئمہ کفر سے قتال کرو'' کے مطابق اس کا عہد ٹوٹ جاتا ہے۔ جب وہ تمہارے دین میں طعن کریں تو اللہ نے ان کے ساتھ قتل و قتال کا حکم دیا ہے۔

5۔ امام ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی رقمطراز ہیں۔۔ اكثر العلماء على أن من سب النبی ﷺ من اهل الذمة او عرّض واستخف بقدره او وصفه بغير الوجه الذی كفر به فانه يقتل

(الجامع لاحکام القرآن 54/8)

اکثر علماء کا یہی کہنا ہے کہ اہل ذمہ (یہود و نصاریٰ) میں سے جو شخص نبی کریم ﷺ کو گالی دے یا تعریض کرے اور آپ کی قدر ہلکی جانے یا اپنے کفر کے علاوہ کسی چیز سے آپ کو موصوف کرے تو اسے قتل کیا جائے گا۔ ہم اسے ذمہ یا عہد و پیمان نہیں دے سکتے۔

پھر امام قرطبی اس مسئلہ میں ڈھیل اختیار کرنے والے لوگوں کا ذکر کر کے دلائل و براہین کے ساتھ ان کی تردید کرتے ہیں۔

6۔ علامہ علاء الدین علی بن محمد المعروف بالخازن المتوفی 725ھ نے اپنی تفسیر ''لباب التاویل فی معانی التنزیل'' جو کہ تفسیر خازن کے نام سے معروف ہے، اس میں اس آیت کے تحت مذکورہ بالا مسئلہ تحریر کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: 339/2 (ط دار الکتاب العلمیہ بیروت)

7۔ امام جلیل محی السنۃ حسین بن مسعود المعروف بالبغوی المتوفی 516ھ اپنی تفسیر ''معالم التنزیل'' المعروف تفسیر بغوی 272/2 ط (ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان) میں بھی اسی موقف کے حامی ہیں۔

8۔ امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی ابن الجوزی المتوفی 597ھ اپنی تفسیر ''زاد المسیر فی علم التفسیر'' 240/2 ط دار الکتاب العربی بتحقیق عبدالرزاق المہدی بھی اسی کے مؤید ہیں۔

9۔ علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی المتوفی 710ھ نے اپنی تفسیر ''مدارک التنزیل وحقائق التاویل'' المعروف تفسیر نسفی 667/1 ط مکتبہ رحمانیہ لاہور میں ذمی کے واجب القتل ہونے کا یہ مسئلہ بیان کیا ہے۔

10۔ امام الماتریدیہ ابو منصور محمد بن محمد السمرقندی المتوفی 333ھ نے بھی اہل الذمہ کے نقض عہد پر ان کے قتل کے مسئلہ کو درج بالا آیت کے تحت ذکر کیا ہے۔ دیکھیں ''تاویلات اہل السنۃ 388/2 ط مؤسسۃ الرسالۃ بیروت۔ تلك عشرة كاملة

مذکورہ بالا آیت کریمہ اور معروف آئمہ مفسرین کے حوالہ جات سے یہ بات بالکل عیاں اور ظاہر و باہر ہو جاتی ہے کہ دین اسلام میں طعنہ زن یہودی و عیسائی گستاخ رسول واجب القتل ہے۔ جن لوگوں نے آنکھوں پر معاونتِ نصاریٰ اور حبِّ یہود کی پٹی باندھ رکھی ہو انہیں قرآن حکیم سے کہاں گستاخ رسول کی سزا نظر آئے گی۔ قرآن حکیم کی آیات بینات سے اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور محبان اللہ و رسول ﷺ کو شفا عطا فرماتا اور بصیرت کی عظیم شاہراہ سے نوازتا ہے اور جن متجد دین متفلسفین، ملحدین اور ضالین و مضلین نے دشمنان دین کی زبان بولنی ہو اور ان کی حمایت میں راگنی الاپنی ہو انہیں قرآن کی آیات سے کچھ نظر نہیں آتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ○ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا (الاحزاب: 58,57)

بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچاتے ہیں، اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔ اور وہ لوگ جو ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو ایذا دیتے ہیں بغیر کسی گناہ کے جو انہوں نے کمایا ہو تو یقیناً انہوں نے بہتان باندھا اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے۔

مندرجہ بالا آیات کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان کو ایذا دینے والوں کا ذکر کیا ہے۔ ایمان والوں کی ایذا اور رسول اللہ ﷺ کی ایذاء میں فرق کیا ہے، وہ اس آیت میں واضح ہے۔ اللہ نے اہل ایمان کو بلاوجہ اذیت دینے کو بہتان اور واضح گناہ قرار دیا جبکہ نبی ﷺ کو ایذا پر دنیا و آخرت کی لعنت اور ذلیل کرنے والا عذاب ذکر فرمایا جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ کی گستاخی عام مومنوں کی گستاخی کی طرح نہیں ہے۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایذاء، تکلیف اور ضرر کوئی نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی اس کو کوئی ضرر لاحق ہو سکتا ہے تو پھر کیوں فرمایا، جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں۔

دراصل رسول اللہ ﷺ کی ایذاء و تکلیف کو اللہ اپنی ایذاء فرماتا ہے کیونکہ وہ تو قاہر و غالب

اور ہر چیز پر قادر مطلق ہے اور اس بات کی قرآن حکیم میں کئی ایک امثلہ وارد ہوئی ہیں جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ '' (محمد 7)

اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ کی مدد کرنے سے مراد اللہ کے دین کی مدد ہے۔ اللہ تعالیٰ بات اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور مراد اس کا دین اور اس کے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمھم اللہ اجمعین ہوتے ہیں۔ یعنی اللہ کے دین کی مدد اللہ کے انبیاء کی مدد اللہ کے اولیاء کی مدد کرنا اللہ کی مدد کرنا ہے ایسے ہی اللہ کے رسول ﷺ کو اذیت وتکلیف دینا اللہ کو اذیت وتکلیف دینے کے مترادف ہے۔

امام عزالدین عبدالرزاق بن رزق اللہ الرسعنی المتوفی 661ھ رقم طراز ہیں۔

أن المعنى يؤذون نبى الله فجعل أذى نبيه اذى له تشريفًا لمنزلته

(رموز الكنوز فى تفسير الكتاب العزيز 193/6) ط مكتبه الاسدى مكه المكرمة)

یقیناً اس آیت کریمہ میں اللہ کو تکلیف دینے کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ کے نبی ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں تو اللہ نے اپنے نبی کی تکلیف کو اپنی تکلیف قرار دیا ہے۔ گویا نبی کریم ﷺ کو مقام ومرتبہ عطا فرمایا۔ نیز اس آیت کریمہ میں گستاخ رسول کو ملعون قرار دیا۔ اور اس کے لئے رسوا کن اور ذلت آمیز عذاب وسزا کا بیان فرمایا۔

گستاخان رسول ﷺ پر جو دنیا اور آخرت کی لعنت کا ذکر کیا' یہاں لعنت سے کیا مراد ہے؟

امام ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں

ولعنهم فى الدنيا بالقتل والجلاء وفى الآخرة بالنار '' (تفسیر زاد المسیر 483/3)

دنیا میں لعنت سے مراد قتل اور جلاوطنی کی سزا اور آخرت میں آگ کی سزا ہے۔

امام عبدالرزاق الرسعنی فرماتے ہیں

لعنتهم فى الدنيا القتل والجلاء وفى الآخرة عذاب النار '' (رموز الکنوز 194/6)

دنیا میں لعنت سے مراد قتل وجلاوطنی اور آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔

راقم الحروف کے نزدیک ان کو دنیا میں لعنت سے مراد قتل کی سزا دینا ہے کیونکہ ایذائے رسول کی یہی سزا نبی کریم ﷺ نے متعین فرمائی ہے اور قرآن پاک کا سیاق وسباق اسی کی تائید کرتا ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ احزاب کی 56 نمبر آیت میں رسول اللہ ﷺ پر صلوۃ وسلام کا ذکر فرمایا۔ پھر نمبر 57 میں اللہ اور اس کے رسولؐ کو ایذا دینے والوں کا ذکر کرکے دنیا وآخرت کی لعنت اور ذلیل کرنے والے عذاب اور سزا کا بیان فرمایا۔ نمبر 58 میں اہل ایمان کو ایذاء دینے والوں کا ذکر کرکے اس کو بہتان اور صریح گناہ قرار دیا۔ نمبر 59 میں نبی کریم ﷺ کی بیٹوں' بیٹیوں اور ایمان والوں کی عورتوں کے پردے کا ذکر کیا تاکہ انہیں ایذاء نہ دی جائے۔ نمبر 60 میں ایسی حرکات سے باز نہ آنے والے منافقوں کا ذکر کیا اور ناشائستہ حرکات کرنے والے اور پروپیگنڈہ کرنے والے لوگوں پر آپ کے تسلط کا ذکر کیا اور نمبر 61 میں فرمایا:

مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا

یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے گستاخ ملعون ہیں۔ جہاں بھی پائے جائیں' پکڑ لئے جائیں اور برے طریقے کے ساتھ ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ اور آیت نمبر 62 میں پھر اسے اللہ کی سنت اور قانون قرار دیا گیا ہے۔ یعنی توہین رسالت کے بارے قانون الٰہی یہی ہے کہ ایسے ناپاک ملعون لوگ بری سزا کے حق دار واجب القتل ہیں۔

کعب بن اشرف کیوں قتل ہوا؟

نبی کریم ﷺ نے جب کعب بن اشرف یہودی کے قتل کا حکمنامہ جاری کیا تو اس کی علت اور وجہ یہ بیان کی کہ ''فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ '' اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الرھن باب رھن السلاح (2510) وکتاب الجہاد باب الکذب فی الحرب (3031) وکتاب المغازی باب قتل کعب بن الاشرف (4037) صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر (1801) سنن ابی داؤد کتاب الجہاد (2768) السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب النکاح 40/7 وکتاب السیر 81/9) شرح السنۃ للبغوی کتاب السیر والجہاد 43/11 (2692) المستدرک للحاکم 434/3 (5841)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کعب بن اشرف یہودی نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدے کی خلاف ورزی کی اور آپ کے خلاف اہل مکہ کی معاونت کی' اس لئے اس کے قتل کا حکم جاری کیا گیا۔ یاد رہے کہ وہ نقض عہد کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی ہجو اور توہین کا بھی مرتکب تھا' اسی لئے آپؐ نے فرمایا

فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ''

امام مازری رحمہ اللہ فرماتے ہیں''انما قتله كذالك لانه نقض عهد النبى ﷺ وهجاه وسبه وكان عاهده ان لايعين عليه احدًا ثم مع اهل الحرب معينا عليه'' (شرح صحیح مسلم للنووی 136/12 ط دار الکتب العلمیہ بیروت)

کعب بن اشرف کو اس لئے قتل کیا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کے عہد کو توڑا' آپؐ کی توہین کی اور آپؐ کو گالی دی اور اس کا یہ معاہدہ تھا کہ وہ آپؐ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرے گا۔ پھر وہ آپؐ کے خلاف اہل حرب کا معاون ہو گیا۔

محی السنۃ امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وكان كعب بن الاشرف ممن عاهد رسول الله ﷺ أن لايعين عليه أحداً ولايقاتله ثم خلع الامان ونقض العهد ولحق بمكه وجاء معلنا معاداةَ النبى ﷺ يهجوه فى أشعاره ويسبه ' فاستحق القتل ذلك (شرح السنۃ 45/11 ط المکتب الاسلامی)

کعب بن اشرف یہودی ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا کہ وہ آپؐ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کریں گے اور نہ ہی آپؐ سے لڑیں گے پھر اس نے امان ترک کی اور عہد توڑا اور مکہ چلا گیا اور اعلانیہ نبی کریم ﷺ سے عداوت کرتے ہوئے آیا اور اپنے شعروں میں آپ کی توہین کرتا اور گالیاں بکتا تھا۔ اس لئے واجب القتل ہو گیا۔

لہٰذا کعب بن اشرف کو صرف نقض عہد کی سزا نہیں دی تھی بلکہ وہ گستاخ رسول تھا اور اشعار میں آپؐ کو گالیاں بکتا اور ھذیان گوئی کرتا تھا اور ویسے بھی رسول اللہ ﷺ کی توہین سے نقض عہد ہوتا ہے جیسا کہ پیچھے مفصل باحوالہ بحث گزر چکی ہے۔ اور اس کی تائید درج ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے۔

معافی ابتداء میں تھی

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

ان كعب بن الاشرف اليهودى كان شاعرا وكان يهجورسول الله ﷺ ويحرض عليه كفار قريش فى شعره وكان رسول الله قدم المدينة واهلها

باقی صفحہ 47 پر

اسلام میں نحوست کی حقیقت اور ماہِ صفر کی بدعات

علم و تحقیق

عبداللہ افضل۔ ملتان

کسی زمانہ میں کوئی نحوست نہیں ہے

آج کل بہت سارے لوگ ہندوانہ رسوم اور اوہام پر عمل کرتے ہوئے نجومیوں، عاملوں وغیرہ سے اور نام نہاد ستارہ شناسوں سے کسی اہم کام کے لئے اچھے دن اور وقت وغیرہ کا انتخاب کرتے ہیں۔ مختلف رسالوں اور ٹی وی پروگراموں میں بھی لوگوں کے ستاروں کے حوالے سے بتایا جاتا ہے کہ آپ کے لئے یہ ہفتہ اچھا رہے گا یا برا۔ آج یہ خرافات ہماری زندگی کا اس طرح حصہ ہیں کہ ہمیں ان کے اچھے برے یا اسلامی غیر اسلامی کا شعور ہی نہیں حالانکہ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ لحظات وساعات، اوقات ولمحات، لیل ونہار، دن اور رات زمانہ اور وقت ہفتے، ماہ وسال قرون اور صدیاں بنانے والا اور سارا نظام چلانے والا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہے۔

اور یہ نظام تو اللہ تعالیٰ نے ایک اچھی بہترین عمدہ سہولیات سے آراستہ حیات طیبہ وسعیدہ زندگی بسر کرنے کے لئے بنایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (سورہ البقرہ:29)

جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، انسان کی بھلائی اچھائی، خیر خواہی اور بہتری کے لئے پیدا کیا۔ زمانہ وقت اور کوئی بھی ٹائم، دن یا رات، ہفتہ یا مہینہ یا سال وصدی میں ذاتی طور پر کوئی نحوست نہیں ہے۔ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے خیر وسعادت کے طور پر پیدا کیا ہے، اس میں کوئی نحوست نہیں ہو سکتی۔ سیکنڈ، منٹ، گھنٹے، دن یا راتیں ماہ وسال کے اس نظام کو وقت (Time) کہا جاتا ہے۔ عربی زبان میں ''العصر'' اور ''الدھر'' کہا جاتا ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ اسلام میں سعد، افضل ترین اور مبارک دنوں، لمحات یا مہینوں کا ذکر تو کیا گیا ہے جیسے ماہ رمضان، لیلۃ القدر اور وقت تہجد وغیرہ لیکن منحوس کسی بھی شخص، لمحے، دن یا مہینے وغیرہ کو نہیں کیا گیا۔

بلا اور نحوست کیوں آتی ہے؟

فی نفسہٖ کسی وقت دن یا زمانہ میں کوئی برائی نحوست یا بے برکتی نہیں ہوتی۔ کسی بھی زمانہ یا اشخاص اور لوگوں پر جو مصیبتیں اور نحوستیں اللہ کے عذاب یا ناراضیاں، بلائیں اور آزمائشیں آتی یا نازل ہوتی ہیں، محض وقت (Time) یا زمانہ کے نحوست ہونے کے لحاظ سے نہیں بلکہ انسانوں پر جب بھی بلائیں عذاب اور مصائب آتے ہیں، انسان کے اپنے گناہوں کی شامت اعمال اور اس کی بدکرداری کی نحوست کی بناء پر ہی آتے ہیں۔ انسان کی نحوست یا ''برائی'' (بری تقدیر) انسان کے اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کی بناء پر ہی ہوتی ہے۔

ستارہ پرستی اور نبی اکرم ﷺ کا فرمان

آج لوگ بڑے فخر سے اپنی تاریخ پیدائش کے حساب سے اپنا ستارہ ایک دوسرے کو بتاتے ہیں۔ کوئی خود کو بچھو یا عقرب (Scarpir) کہلانا پسند کرتا ہے تو کوئی سرطان (Cancer)، کوئی مرد ہو کر بھی فخر سے کہتا ہے کہ میں حمل (Aries) ہوں تو کوئی خود کو بیل یا ثور (Taurus) اور بکری یا جدی (capricorn) کہلاتا ہے اور ان ہی چیزوں کو اپنی پہچان بتاتا ہے۔ سچ ہے کہ شرک وبدعات انسان کی مت ہی مار دیتے ہیں۔ پھر یہ عقل کے مارے ہوئے لوگ اپنی اس پہچان کے حساب سے رسالوں اور ٹی وی چینلوں میں اپنے جاری ہفتے کا احوال دیکھتے ہیں کہ یہ ہفتہ ان کے ستارے کے حساب سے اچھا رہے گا یا نہیں...... حالانکہ ستاروں کو اچھے برے معاملات کا باعث سمجھنے کی اللہ کے نبیؐ نے کئی احادیث میں سخت ترین الفاظ میں مذمت کی ہے۔

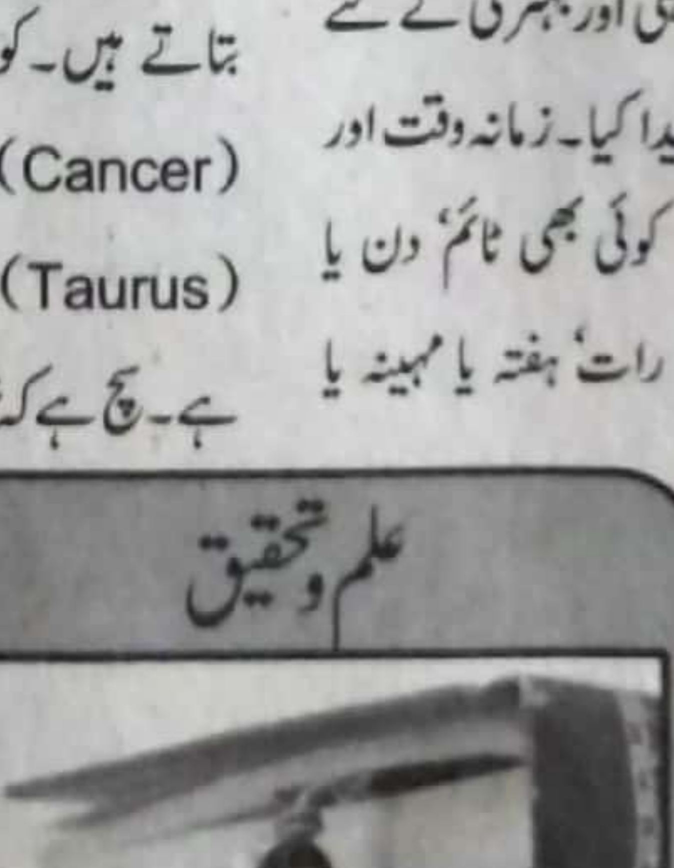

بخاری ومسلم کی ایک روایت میں حضرت خالد بن زیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر ہمیں صبح کی نماز ایسی رات کو پڑھائی جس میں بارش ہوئی تھی۔ آپ نماز سے فارغ ہو کر صحابہؓ کی طرف

متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ کیا تمہیں پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آج صبح میرے بہت سے بندے مومن ہو گئے اور بہت سے کافر۔ لہٰذا جس نے کہا کہ یہ بارش اللہ کے فضل و کرم اور اس کی رحمت سے ہوئی ہے وہ مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں سے اس نے کفر کیا اور جس نے یہ کہا کہ یہ بارش فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے ہوئی ہے اس نے مجھ سے کفر کیا''۔

آج ستاروں کی روشنی میں اپنے ہفتے کا احوال جاننے والے خود سوچ لیں کہ وہ اسلام پر ایمان لائے ہیں یا کہ کفر پر۔

صفر کے حوالہ سے عقائد باطلہ

آج کل ہمارے ہاں عام طور پر زمانہ یا وقت کو برا بھلا کہا جاتا ہے۔ کوئی اپنے لئے کسی وقت کو نحوست کا باعث سمجھتا ہے تو کوئی کسی دن رات یا اوقات کو اپنے لئے منحوس سمجھنا شروع کر دیتا ہے اس لحاظ سے لوگ ''صفر'' کے مہینے کو بھی ایک برا اور نحوست والا بے برکت مہینہ سمجھتے ہیں کہ اس میں بلائیں آفات و مصائب نازل ہوتے ہیں۔ کوئی لوگ تیرہ تیزی کا عقیدہ رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کے پہلے تیرہ دن بڑے تیز ہوتے ہیں۔ ان دنوں میں شادی نہ کی جائے کاروبار کی ابتداء اور آغاز نہ کیا جائے۔ الغرض اس طرح کے عقائد اور نظریات نام نہاد مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں حالانکہ ان جیسے فاسد عقائد اور باطل نظریات کا اسلام میں کوئی جواز اور تصور بھی نہیں ہے۔

زمانہ کو برا نہ کہو زمانہ اللہ تعالیٰ ہے:

اسلامی نقطۂ نگاہ سے تو کسی بھی وقت اور زمانہ کو برا بھلا نہیں کہنا چاہئے کیونکہ حدیث قدسی ہے یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَسُبُّ بَنُو آدَمَ الدَّهرَ ، وَأَنَا الدَّهرُ ، بِيَدِي اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ

(صحیح البخاری حدیث نمبر 6181 فتح الباری 291/10)

کہ انسان زمانہ کو گالیاں دیتا اور برا بھلا کہتا ہے جبکہ زمانہ میں آپ ہوں۔ دن رات میرے ہی ہاتھ میں ہیں۔

اسی طرح ایک اور حدیث نبویؐ ہے۔

لَا تَسُبُّوا الدَّهرَ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الدَّهرُ (بحوالہ فتح الباری ص 291/10)

کہ زمانہ کو گالی نہ دو برا بھلا نہ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے۔

ایک اور حدیث قدسی میں فرمان باری تعالیٰ ہے۔

يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهرَ وَأَنَا الدَّهرُ بِيَدِي الأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ

(مسند احمد فتح الباری ص 291/10)

کہ انسان مجھے ایذا دیتا اور تکلیف پہنچاتا ہے۔ زمانہ کو گالی دیتا اور برا بھلا کہتا ہے حالانکہ زمانہ میں ہی ہوں تمام حکم میرے ہاتھ میں ہیں اور دن رات کے نظام کو میں ہی چلاتا ہوں۔

صحیح مسلم کی ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں۔

لَا يَسُبُّ أَحَدُكُمُ الدَّهرَ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الدَّهرُ

ترجمہ: تم میں سے کوئی زمانے کو گالی نہ دے بے شک اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے۔

(بحوالہ فتح الباری ص 291/10)

سیدنا ابوھریرہؓ کی ایک اور حدیث مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ میں ہے

لَا تَسُبُّوا الدَّهرَ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ أَنَا الدَّهرُ الأَيَّامُ وَاللَّيَالِي لِي أُجَدِّدُهَا وَأُبْلِيهَا

(بحوالہ فتح الباری 292/10)

کہ زمانہ کو برا بھلا نہ کہا کرو گالیاں کو سنے نہ دیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ زمانہ میں ہی ہوں۔ دن اور راتیں میرے لئے ہیں اور میں ہی انہیں بناتا اور مٹاتا ہوں۔

اس لئے جو شخص زمانہ کو برا بھلا کہے یا جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ فلاں وقت یا دن رات یا ہفتہ یا مہینہ یا سال برا ہے باعث نحوست ہے وبال اور مصیبتوں والا ہے تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کو براہ راست برا بھلا کہہ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھنے والا بھلا مسلمان کیسے ہو سکتا ہے۔ بالخصوص صفر کے مہینہ کو بے برکتی والا اور باعث نحوست مہینہ سمجھنا ایک واضح جاہلانہ جھوٹا اور غلط عقیدہ ہے۔

قبل از اسلام مشرکین کا عقیدہ

اسلام کی آمد سے پہلے اور نبی اکرم ﷺ کی بعثت و نبوت سے قبل کفار اور مشرکین کا عقیدہ بھی یہی تھا۔

چنانچہ مشہور محدث امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

ان اهل الجاهلية كانوا يستشئمون بصفر۔ (شرح السنۃ 171/12)

کہ اہل جاہلیت صفر کے مہینے کو نحوست اور بدبختی کا مہینہ سمجھتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے ان کے اس کافرانہ اور جاہلانہ باطل عقیدہ اور فاسد نظریہ کی پرزور الفاظ میں تردید و مذمت بیان فرماتے ہوئے اس عقیدہ کو غلط قرار دیا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

لَا عَدْوَى ولاطيرة وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ

(شرح السنۃ 167/12) حدیث نمبر 3247 وقال الامام بغوی ھذا حدیث صحیح، صحیح البخاری کتاب الطب حدیث نمبر 5278)

''کہ بنیادی طور پر کوئی بیماری ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی بدشگونی بدفالی اور نحوست بھی نہیں ہوتی اور صفر کے مہینہ کو نحوست سمجھنا بھی صحیح نہیں ہے۔''

نوٹ: یہ حدیث مبارکہ تھوڑے بہت الفاظ کی تبدیلی و تقدیم و تاخیر کے ساتھ درج ذیل کتابوں میں موجود ہے۔

عن سیدنا ابی ہریرہ	صحیح بخاری	حدیث نمبر	5278
عن سیدنا ابی ہریرہ	سنن ابی داؤد	حدیث نمبر	3412
عن سیدنا ابی ہریرہ	مسند احمد	حدیث نمبر	8916

عن سیدنا عبداللہ بن عباس — مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر 2299

عن سیدنا عبداللہ بن عباس — سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 3529

عن سیدنا سائب بن یزید — صحیح مسلم حدیث نمبر 4116

عن سیدنا سائب بن یزید — مسند احمد حدیث نمبر 15168 وغیرہ

تو ان تمام حوالہ جات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صفر کے مہینہ کو باعث نحوست سمجھا جانا غلط ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس باطل عقیدہ کی تردید فرمائی ہے کہ یہ کوئی صحیح عقیدہ ہے۔

بدشگونی اور نحوست شرک ہے:

اور مزید یہ کہ "طیرہ" کا معنی بھی بدشگونی یا نحوست کے ہیں کہ کوئی پرندہ، جانور، شخص، وقت یا چیز کسی دوسرے کے لئے بدبختی یا نحوست کا باعث قرار دی جائے۔ یہ بھی شرعاً غلط ہے۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا ہے۔ "الطیرۃ شرک" (شرح السنۃ 169/12) کہ یوں کسی چیز کو نحوست قرار دینا شرک ہے۔

نحوست گناہوں سے ہوتی ہے:

قرآن مجید کی سورۂ یٰس میں ایک تفصیلی واقعہ موجود ہے کہ ایک قوم کے لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے تو قوم کے لوگوں نے ان انبیاء کو جھٹلایا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ مواخذہ ہوا تو قوم کے لوگ کہنے لگے۔ "اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ" بے شک ہم اس مصیبت و نحوست کا باعث (معاذ اللہ) تمہیں سمجھتے ہیں۔ (یٰسین 19) جواب میں فرمایا "طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ" تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے یعنی تمہارے گناہ، جرم، عقائد باطلہ، اعمال سیئہ اور نافرمانیاں جو تم کرتے ہو ان کی بناء پر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب، پکڑ، ناراضی اور نحوست اور وبال نازل ہوتا ہے۔ تم پر جو عذاب نازل ہوا ہے، وہ تمہاری شامت اعمال کی بناء پر ہے۔ انبیاء کرام کے آنے میں یا اوقات ولمحات میں ذاتی طور پر کوئی نحوست نہیں ہوتی۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے

وَإِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَإِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطُ اللّٰهِ (مسند احمد بحوالہ مشکوۃ ص 18/1 طبع کراچی)

لوگو اپنے آپ کو ہر گناہ اور معصیت و نافرمانی سے بچاؤ کیونکہ گناہ اور معصیت کی بناء پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی ناراضی نازل ہوتی ہے

تو نحوست انسان کے لئے اپنے گناہوں کی ہوتی ہے۔ اوقات ولمحات میں کوئی نحوست ذاتی نہیں ہوتی۔

نحوست دور کرنے کا باطل طریقہ:

یقیناً ماہ صفر کو باعث نحوست سمجھنا باطل عقیدہ اور فاسد کفریہ وجاہلانہ عقیدہ ہے۔ جہالت و بدعقیدگی کی انتہا دیکھئے کہ اس نحوست اور بے برکتی کو دور کرنے کے لئے اور بزعم خویش نازل ہونیوالی بلاؤں، آفات اور مصائب کو لوٹانے کے لئے جاہل لوگوں نے ایک من گھڑت جھوٹا طریقہ بھی ایجاد کیا ہوا ہے کہ چنوں کو ابال کر گھنگھنیاں بنا کر کھاتے اور بانٹتے ہیں۔ یا کالے چنے اور چھلیاں یا کالے بکرے وغیرہ کا مروجہ صدقہ دے دیا جاتا ہے۔

نحوست اور اللہ کی ناراضگی دور کرنے کا شرعی طریقہ۔ استغفار و توبہ

گناہوں اور بداعمالیوں کی بنا پر آنیوالی مصیبت و نحوست کو دور کرنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو اصل بہترین پسندیدہ شرعی حل اور طریقہ بیان فرمایا ہے، وہ یہ ہے کہ نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ استغفار و توبہ کی جائے۔ انابت تقویٰ خشوع وخضوع، اطاعت اور اعمال صالحہ پر مداومت و محافظت کو اختیار کیا جائے۔

چنانچہ عام طور پر گناہوں اور نافرمانیوں کی بناء پر نحوست کے نتیجے میں رزق میں تنگی، مال میں کمی، بیماریاں، عذاب، قحط سالی، فصلوں اور پھلوں میں کمی، اللہ کے عذاب کی صورت میں رونما ہوتی ہے تو اس نحوست کے نتائج سے تقویٰ اختیار کر کے بچا جا سکتا ہے۔

استغفار و توبہ کا حکم:

تمام مصائب و مشکلات کا حل قرآن کریم یہ بیان فرماتا ہے۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا O وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا (سورۃ نوح۔10 تا 12)

ترجمہ: پس میں نے کہا تم اپنے رب سے استغفار کرو۔ بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار (بارش) نازل کرے گا۔ اور وہ تمہارے مال اور تمہارے بیٹوں میں اضافہ کرے گا اور وہ تمہارے لئے بنائے گا باغات اور تمہارے لئے بنائے گا نہریں۔

دوسرے مقام پر فرمایا۔ وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا (ہود 3)

ترجمہ: اور یہ کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس کی طرف توبہ کرو۔ وہ تمہیں بہت عمدہ فائدہ دے گا۔

ایک اور مقام پر فرمایا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ (ہود:52)

ترجمہ: اور وہ تمہاری قوت میں اضافہ کرے گا

استغفار و توبہ کے فوائد:

درج بالا آیات کی روشنی میں اللہ نے فرمایا کہ اگر تم استغفار اور توبہ کرو گے تو اس کے نتیجے میں درج ذیل فوائد حاصل ہوں گے۔

1۔ سب سے پہلے تو گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ جب گناہ معاف ہو جائیں گے تو گناہوں کی نحوست اللہ کی پکڑ اور ناراضگی بھی ختم ہو جائے گی۔

2۔ آسمان سے کثرت کے ساتھ بارشیں نازل ہوں گی جس سے ندیاں، نالے، دریا بہیں گے، بنجر و بے آباد زمینیں سیراب ہوں گی، پانی کی کمی دور ہوگی اور وافر مقدار میں پانی کی فراہمی ہوگی۔

3۔ باغات اگیں گے۔ لہلہاتے کھیت، ہرے بھرے کھلیان، بار آور فصلیں، اجناس غلے سبزہ اور ہریالی ہی ہریالی سے خوبصورت پر رونق منظر اور دلکش نظارے ہوں گے۔ خوراک اور پھلوں کی کمی دور ہوگی بلکہ وافر مقدار میں اجناس اور پھل ضروریات زندگی اور عمدہ خوراک آسانی سے دستیاب ہو سکے گی۔

4۔ اللہ تعالیٰ بڑے بہترین انداز میں پر تعیش سہولیات سے آراستہ ناز و نعم کا ساز و سامان اور مال و متاع عطا کرے گا۔

5۔ عمدہ بہترین صحت مند بیٹے کثرت سے عطا کئے جائیں گے۔

6۔ بیماریاں، کمزوریاں دور کر دی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ طاقت و قوت اور صحت و تندرستی عطا فرما دے گا۔ جاہ و حشمت و قوت عطا ہو جائے گی۔

7۔ عمدہ اور اعلیٰ ترین پھل اور پھلدار باغات کے ساتھ اللہ تعالیٰ تمہاری امداد فرما دے گا۔

باقی صفحہ 50 پر

تمام دینی جماعتوں کی اپیل پر حرمت رسول ﷺ کے حوالے سے 31 دسمبر کو کامیاب ملک گیر ہڑتال کی گئی

قانون توہین رسالت ﷺ میں تبدیلی کی ہر کوشش ناکام بنائیں گے۔ ان شاء اللہ

تحریک حرمت رسول ﷺ کی آل پارٹیز کانفرنسوں اور ملک گیر جلسوں میں قائدین کا عزم

کسی شخص کا قتل بہت بڑا گناہ ہے۔ ایک آدمی کا قتل گویا پوری انسانیت کا قتل ہے لیکن اس سے بھی بڑا جرم انبیائے کرام کی شان میں توہین واہانت کی جسارت کرنا ہے۔ اسلام کے نزدیک یہ فتنہ ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔ (سورۃ البقرۃ۔ 191)

"فتنہ قتل سے بڑا ہے"

لہٰذا فتنہ پرور شخص کو اس زمین پر زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ایسا شخص جس نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں نازیبا کلمات کہہ کر زبان کو گندا کیا' اس نے کسی ایک انسان کی دل آزاری نہیں کی' اس نے رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کر کے نہ صرف آپ ﷺ کی توہین کی بلکہ آپ ﷺ پر جانیں نچھاور کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کی ہے۔ اس نے قرآن وسنت کی صداقت کی توہین کی ہے۔ اس نے رسول اکرم ﷺ سے لے کر قیامت تک کے لیے ہر مسلمان کی دل آزاری کی ہے۔ ایسے ملعون لوگوں کے ہمدرد پاکستان سے توہین رسالت کے قانون کو ختم کرنے کے لیے بے قرار ہیں۔ انہیں جان لینا چاہیے کہ عالم اسلام کی عزت محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت وناموس میں ہے۔ اگر ہم ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت نہ کر پائے تو یقیناً ہماری اپنی اور عالم اسلام کی بھی کوئی عزت نہ رہے گی۔

نبی رحمت ﷺ کی عزت وعصمت کی حفاظت اگر ہم نہیں کر پاتے تو ہمارا ایمان کامل نہیں ہے۔ مغرب جو اس وقت اہانت رسول ﷺ میں تمام حدود وقیود کو پامال کر چکا ہے' اس کے ہاں بھی ازالۂ حیثیت عرفی (ہتک عزت) جیسا قانون موجود ہے۔ ایک عام فرد جسے دنیا تو کیا' اس کے محلے میں کوئی نہیں جانتا' وہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے کہ فلاں شخص اور ادارے نے اس کی شان میں گستاخی کی ہے جس سے اس کی شخصیت مجروح ہوئی ہے لہٰذا اس کی دادرسی کی جائے۔ ایک معمولی فرد کے لیے تو مغرب کا انصاف تڑپ اٹھتا ہے لیکن تاجدار انبیاء ﷺ کی شان اقدس کے خلاف زبان طعن دراز کرنا' کارٹون شائع کرنا اور قرآن حکیم کے پھاڑنے کو آزادیٔ اظہار کہا جاتا ہے۔

کفار نے اسلام کے تیزی سے پھیلاؤ سے بوکھلا کر ایسے اوچھے ہتھکنڈے شروع کیے ہوئے ہیں لیکن ہمارے حکمران مصلحتوں کا شکار ہیں بلکہ ان ملعون گستاخوں کی وکالت کا انہوں نے ٹھیکہ اٹھا لیا ہے۔ گورنر پنجاب عدالت اور آئین کو قدموں تلے روندتے ہوئے ملعونہ آسیہ کی سزا معاف کرانے اور یورپ کی شہریت دلانے میں اپنی توانائیوں اور حکومتی مشنری کو بے دریغ استعمال کر رہے ہیں۔ حکومت وقت اگر اسلامیان پاکستان کی صحیح ترجمان بننا چاہتی ہے تو اسے گورنر پنجاب کو فوراً معطل کر کے گستاخ رسول ﷺ کی مدد کرنے پر 295C کے ذریعے جیل بھیج دینا چاہیے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دینے والوں کا ساتھ دیتے ہیں تو پھر مسلمانان پاکستان یہ عزم کر چکے ہیں کہ وہ خون کا نذرانہ دے کر اپنے نبی ﷺ کی عزت وناموس کی حفاظت کریں گے کیونکہ اس کے بغیر جینے کا کوئی مقصد نہیں ہے۔

گزشتہ ماہ اخبارات میں جیسے ہی یہ خبر آئی کہ عدالت نے کیس کا فیصلہ کرتے ہوئے آسیہ ملعونہ کو موت کی سزا دی ہے تو ایک طرف ملعونہ پر فدا ہونے والا گورنر پنجاب تھا اور دوسری طرف نبی ﷺ کی ناموس کے لیے کٹ مرنے والے مسلمان تھے۔ تحریک حرمت رسول ﷺ نے فوراً لاہور' فیصل آباد سمیت پورے ملک میں آل پارٹیز کانفرنسز کا انعقاد کر کے قوم کو مسئلے کی سنگین نوعیت سے آگاہ کیا۔

گورنر پنجاب کو اس کے اسلام دشمن عزائم سے روکنے کے لیے دینی جماعتوں کا مشترکہ اعلامیہ جاری کرنے کے ساتھ ساتھ ملک میں جلسوں' مظاہروں اور ریلیوں کا انعقاد کرنے کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ اسی سلسلے میں چوبرجی چوک میں تحریک حرمت رسول ﷺ کے زیر اہتمام بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا جس سے مولانا رمضان منظور' حسنین صدیقی اور مولانا یعقوب شیخ جنرل سیکرٹری تحریک حرمت رسول ﷺ نے خطاب کیا۔

اس کے علاوہ کراچی سے خیبر تک پرزور احتجاج ہوا۔ وکلاء کی تحریک حرمت رسول ﷺ کمیٹی نے ہائی کورٹ بار میں پروگرام کرانے کے ساتھ ساتھ حرمت رسول ﷺ کے حوالے سے بین الاقوامی سطح پر قانون بنوانے کے لیے اپنی کاوشوں کا آغاز کیا۔ آج بھی وکلاء کے مظاہرے جاری ہیں۔

15 دسمبر کو تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے تحت تمام دینی وسیاسی جماعتوں کی آل پارٹیز کانفرنس اسلام آباد میں ہوئی جس کی صدارت جمعیت علمائے اسلام کے صدر مولانا فضل الرحمٰن نے کی۔ تمام مقررین اس بات پر متفق تھے کہ قانون توہین رسالت ﷺ میں کسی کو تبدیلی کی اجازت نہیں۔

جماعتی سرگرمیاں

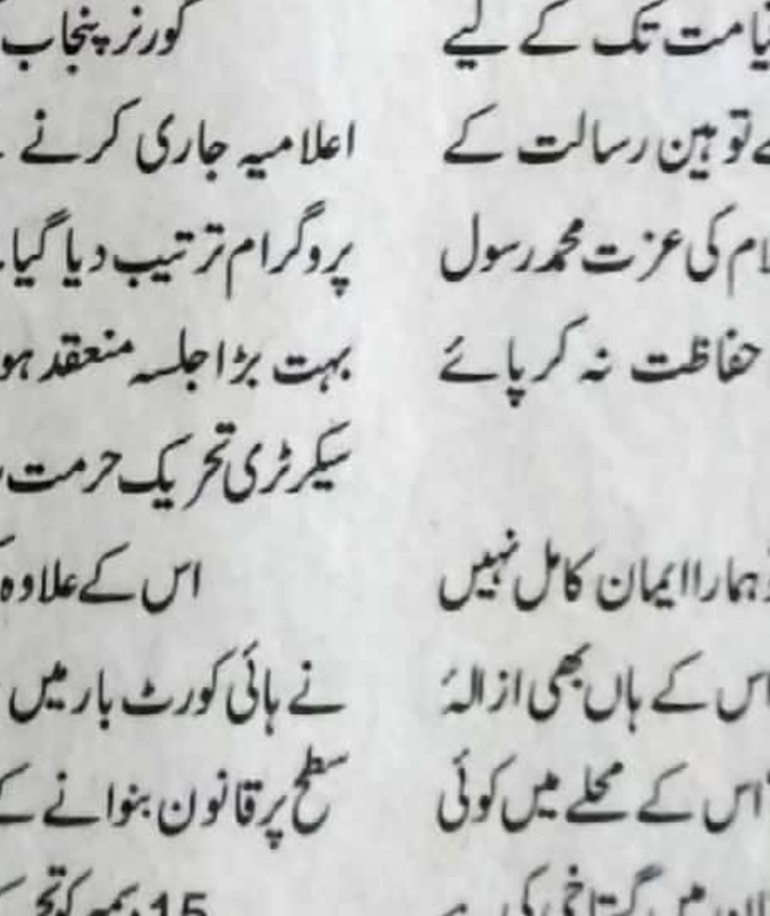

محمد قاسم حمدان

اس کانفرنس سے امیر جماعۃ الدعوۃ پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مغرب نے سازش کے تحت جہاد کو دہشت گردی قرار دیا۔ اب توہین رسالت قانون کو تبدیل کرنے کی سازش ہو رہی ہے۔ اس قانون کے دفاع کے لیے ختم نبوت طرز کی تحریک چلائی جائے۔

مولانا فضل الرحمٰن نے کہا کوئی مسلمان اس کی اجازت نہیں دیتا کہ قانون ناموس رسالت ﷺ میں ترمیم کی جائے اور نہ کوئی یہ جرأت پارلیمنٹ میں کر سکتا ہے۔

مسلم لیگ (ق) کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین نے کہا کہ ہم جتنے بھی کمزور ہیں

☆......قانون توہین رسالت کے دفاع کے لیے ختم نبوت طرز کی تحریک چلائی جائے۔ پروفیسر حافظ محمد سعید ﷾ کا آل پارٹیز کانفرنس اسلام آباد سے خطاب

☆......کوئی مسلمان اس کی اجازت نہیں دیتا کہ قانون ناموس رسالتؐ میں ترمیم کی جائے۔ مولانا فضل الرحمٰن کا آل پارٹیز کانفرنس سے خطاب

☆......مغرب میں عام فرد کے لیے ہتک عزت جیسا قانون تو ہے لیکن انبیاء کی توہین کو آزادیٔ اظہار کا نام دیا جاتا ہے۔

☆......تحریک حرمت رسول ﷺ کی کل جماعتی کانفرنس کے اعلامیے کے تحت مسلم ممالک کے سربراہان، سفارتکاروں، اراکین پارلیمنٹ اور سیاسی جماعتوں کے قائدین کو خطوط لکھے جائیں گے کہ وہ قانون توہین رسالت ﷺ میں تبدیلی کی حمایت نہ کریں۔

لیکن حضور ﷺ کی ذات پر ہم سب متحد ہیں اور اس قانون کو پارلیمنٹ میں تبدیل نہ ہونے دیں گے۔

اعجاز الحق مرکزی رہنما مسلم لیگ (ق) نے کہا کہ ایک طبقہ کھلم کھلا توہین رسالت ﷺ قانون کے خلاف برسرپیکار ہے۔ اس مسئلے پر ہم کٹ مرنے کو تیار ہیں۔ جماعت اسلامی پاکستان کے امیر سید منور حسن نے کہا کہ قانون توہین رسالت ﷺ میں ترمیم پر مدلل جواب دیا جائے۔

آل پارٹیز کانفرنس کے دیگر مقررین میں قاضی حسین احمد سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان، ابوالخیر زبیر جمعیت علمائے پاکستان، مولانا سمیع الحق صدر جمعیت علمائے اسلام (س)، علامہ ساجد نقوی صدر تحریک نفاذ فقہ جعفریہ، قاری حنیف جالندھری، مولانا عبدالغفور حیدری، مولانا عبدالعزیز حنیف سینئر نائب امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث اور ٹکا خان جنرل سیکرٹری اخبار فروش یونین شامل تھے۔

تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے تحت یہ فیصلہ کیا گیا کہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ ایکٹ میں ممکنہ تبدیلی کے خلاف ملک گیر احتجاجی تحریک چلائی جائے گی۔ 24 دسمبر کو ملک بھر کی مساجد میں آئمہ کرام نے خطبات جمعہ میں توہین رسالت ﷺ کو موضوع بنایا۔ 31 دسمبر کو ملک بھر میں شٹر ڈاؤن ہڑتال کی گئی۔ اس کے علاوہ یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ 9 جنوری 2011ء کو کراچی میں جلسہ عام اور احتجاجی مظاہرہ ہوگا۔ کراچی کے جلسہ عام میں قائدین تحریک تحفظ ناموس رسول ﷺ آئندہ کے لائحہ عمل کا اعلان کریں گے۔

تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ نے ملک گیر تحریک کے لیے ایک تیرہ رکنی کمیٹی بھی تشکیل دی ہے۔ صوبائی اور ضلعی سطح پر بھی ایسی کمیٹیاں قائم کی جارہی ہیں۔ توہین رسالت کی ملزمہ ملعونہ آسیہ کو کیفر کردار تک پہنچانے اور قانون توہین رسالت میں ترمیم کی جسارت کرنے والوں کے عزائم کو خاک میں ملانے کے لیے علمائے امت سرگرم عمل ہیں۔

حرمت رسول ﷺ کی تحریک کو آگے بڑھانے اور اس میں جوش وجذبہ پیدا کرنے کے لیے بیس دینی جماعتوں کا ایک اہم اجلاس گزشتہ دنوں امیر جماعۃ الدعوۃ پاکستان پروفیسر حافظ محمد سعید ﷾ کی زیرصدارت مسجد القادسیہ میں ہوا۔ اس اجلاس میں تیرہ رکنی کمیٹی بنائی گئی جس کے ارکان مولانا امیر حمزہ، شیخ الحدیث مولانا عبدالمالک، مولانا محمد خان قادری، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا احمد علی قصوری، مولانا زبیر احمد ظہیر، علامہ محمد حسین اکبر، مولانا راغب نعیمی، علامہ کاظم رضا، حافظ اسعد سعید، مرزا ایوب بیگ اور قاری محمد رفیق ہیں۔

امیر جماعۃ الدعوۃ پروفیسر حافظ محمد سعید ﷾ نے اس اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تحریک حرمت رسول ﷺ کو ملک گیر سطح پر اور زیادہ منظم کرنے کی ضرورت ہے۔ پوری مسلم امہ میں نبی اکرم ﷺ کی حرمت کے تحفظ کے مسئلہ پر سب سے زیادہ اتحاد واتفاق پایا جاتا ہے۔ یہ اسلام کا وہ مسئلہ ہے جس کے لیے ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اپنا سب کچھ قربان کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ جمعیت اتحاد العلماء پاکستان کے صدر مولانا عبدالمالک نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی اسلام پر بڑا حملہ ہے۔ انہوں نے کہا C-295 میں ترمیم کی کوششوں کو کسی صورت کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ اس اجلاس سے مولانا امیر حمزہ، علامہ احمد علی قصوری، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، مرزا ایوب بیگ اور ڈاکٹر راغب نعیمی نے بھی خطاب کیا۔

اسی طرح گزشتہ ماہ تحریک حرمت رسول ﷺ کے زیراہتمام کل جماعتی تحفظ ناموس رسالت کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کے مشترکہ اعلامیہ میں یہ طے کیا گیا کہ C-295 کو کالا قانون قرار دینے پر گورنر پنجاب اللہ سے معافی مانگیں ورنہ ان کے خلاف تحریک چلائی جائے گی۔ اسلامی ممالک کے سربراہان، سفارتکاروں، اراکین پارلیمنٹ اور سیاسی جماعتوں کے قائدین کو خطوط لکھے جائیں گے جن میں مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ قانون توہین رسالت ﷺ میں تبدیلی کی حمایت نہ کریں۔ پیپلز پارٹی نے ترمیم کے لیے جو بل جمع کرایا ہے، اسے واپس لیا جائے۔ اعلامیہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ صدر، وزیراعظم اور سپریم کورٹ سمیت کوئی بھی گستاخ رسول ملعونہ آسیہ کی سزا کو معاف نہیں کرسکتا۔ کل جماعتی تحفظ ناموس رسالت کانفرنس سے مولانا امیر حمزہ کنوینر تحریک حرمت رسول ﷺ، مولانا سمیع الحق، لیاقت بلوچ جنرل سیکرٹری جماعت اسلامی پاکستان، معروف صحافی مجیب الرحمٰن شامی، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، ابتسام الٰہی ظہیر ناظم اعلیٰ جمعیت اہلحدیث، قاری زوار بہادر جمعیت علمائے پاکستان، حافظ عاکف سعید امیر تنظیم اسلامی اور مولانا محمد احمد لدھیانوی نے خطاب کیا۔

تحریک تحفظ ناموس رسالت کے تحت 24 دسمبر 2010ء کو خطبات جمعہ کے بعد مظاہروں اور جلسوں کا پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں چوبرجی چوک میں ایک عظیم الشان حرمت رسولؐ کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس سے مولانا حسنین صدیقی مسئول لاہور، حافظ خالد ولید، علی عمران شاہین اور محمود اختر بھائی نے خطاب کیا۔

شور برپا ہے اک کافرہ کے لیے
لب کو جنبش نہیں اک مسلمہ کے لیے
کتنے بے حس تھے وہ مظلومہ عافیہ کے لیے
جو تڑپتے ہیں اب ملعونہ آسیہ کے لیے

(نسیم اختر لاہور)

مقررین نے کہا کہ ڈنمارک کا گستاخ جس نے رسول اللہ ﷺ کے کارٹون بنائے تھے، وہ خوف کی وجہ سے چھ سال سے اپنے گھر میں خود ساختہ نظر بند ہے۔ وہ مسلمانوں سے معافی مانگ رہا ہے لیکن توہین رسالتؐ کی سزا صرف موت ہے۔ اس کے علاوہ تحریک حرمت رسولؐ کے تحت ملک کے تمام شہروں اور قصبات میں ہزاروں اجتماعات، کانفرنسیں اور جلسے منعقد ہوئے جن میں لاکھوں افراد نے شرکت کی۔

بہرے اور گونگے افراد جو سن اور بول نہیں سکتے اور نہ زبان سے اپنے جذبات کا اظہار کرسکتے ہیں لیکن اشاروں کی زبان میں تو بات کرتے ہیں ...ب رسول ﷺ میں ہمارے یہ گونگے بہرے بھائی دوسرے مسلمانوں سے پیچھے نہیں۔ ان گونگے بہرے افراد نے ناموس رسالتؐ کے حوالے سے اپنے جذبات دنیا تک پہنچانے کے لیے گزشتہ ماہ مسجد القادسیہ میں حرمت رسولؐ کانفرنس منعقد کی جس میں لاہور شہر کے سینکڑوں گونگے بہرے بھائی شریک ہوئے۔ تمام بھائیوں نے کہا کہ وہ حرمت رسولؐ کے لیے اپنا سب کچھ قربان کردیں گے۔ گونگے بہرے بھائیوں نے پاکستان کے تمام شہروں میں ایسے پروگرام منعقد کرنے کے عزم کا اظہار بھی کیا۔

چند مفید اسلامی ویب سائٹس

www.quranexplorer.com

اس ویب سائٹ پر آپ قرآن کو عربی' اردو اور انگریزی ترجمے کے ساتھ سن سکتے ہیں اور اس کے متن کو ترجمے کے ساتھ پڑھا بھی جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ قرآن کو صحیح انداز میں پڑھنے کے لیے بھی اس ویب سائٹ سے رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں۔ اگر آپ قرأت میں ماہر ہیں یا شوق رکھتے ہیں تو اس ویب سائٹ کے ذریعے آپ قرأت کے مقابلوں میں حصہ بھی لے سکتے ہیں۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

www.fif.org.pk

فلاح انسانیت فاؤنڈیشن (FIF) جو ایک رفاہی اور فلاحی ادارہ ہے۔ FIF کے تحت ملک بھر میں فری ڈسپنسریاں' ایمبولینس سروس' یتیموں اور بیوگان کی کفالت' فری میڈیکل کیمپنگ' قربانی پروگرام' سحر و افطار کا بندوبست' ہسپتال' واٹر پروجیکٹ کام کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ملک اور بیرون ملک رونما ہونے والے سانحات وہنگامی آفات جس میں سونامی متاثرین' متاثرین زلزلہ بام ایران' کشمیر میں آنے والا زلزلہ' متاثرین زلزلہ زیارت' متاثرین سوات و مالاکنڈ کے لیے مدد وتعاون کیا گیا۔ اسی طرح حالیہ سیلاب 2010ء کے متاثرین کی کس طرح مدد کی گئی اور تاحال ان کے احوال اور ضروریات جاننے اور FIF کی تمام تر خدمات کی تفصیل' تصاویر

اور ویڈیوز اس سائٹ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

www.Qurango.com

سادہ انداز میں بنی یہ ویب سائٹ ہے جس کے ذریعے آپ قرآن مجید کا اردو' عربی' انگریزی' چینی اور ہسپانوی زبانوں میں ترجمہ' قرآن مجید کی تفاسیر' احادیث کی کتب' بخاری ومسلم سے منتخب احادیث' دعائیں' اسلامی فتاویٰ' اسلامی نام اور ان کے معانی اور اس کے علاوہ بہت سارے دیگر موضوعات کا مطالعہ کرسکتے ہیں۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

www.karachiupdates.com

یہ سائیٹ پاکستان کی ٹاپ ٹین سائٹوں میں سے ایک ہے۔ APCNS کی ممبر ہے۔ اس سائیٹ پر خبروں کے علاوہ بہت بڑا اسلامی سیکشن موجود ہے جس میں مختلف موضوعات پر اسلام کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں۔ مذہبی جماعتوں اور فلاحی اداروں کے بارے میں بھی معلومات دی گئی ہیں۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

www.ghazwah-urdu.sitesled.com

ایک ایسی ویب سائٹ جس کے بنانے کا مقصد انٹرنیٹ کے استعمال کرنے والوں کو صحیح اسلام (قرآن وحدیث) کی معلومات پہنچانا ہے۔ اس ویب سائٹ میں آپ کو ملیں گی۔ اسلامی کتابیں' مشہور اور مستند علمائے دین کی آڈیو اور ویڈیو تقاریر' حمد' نعتیں اور ترانے' سافٹ ویئرز' اسلامی مضامین' تلاوت قرآن پاک' احادیث کی کتابیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کو ملیں گی جہادی ویڈیوز۔ اس کے علاوہ آپ اسلامی یا حالات حاضرہ پر مضامین بھی ویب سائٹ پر شیئر کرسکتے ہیں۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

www.islamidawah.com

مرکز دعوت وارشاد' الغاط (سعودی عرب) کی یہ ویب سائٹ ہے۔ اس

باقی صفحہ 23 پر

بقیہ توہینِ رسالت کی سزا

أخلاطاً منهم المسلمون الذين تجمعهم دعوة رسول الله ومنهم المشركون الذين يعبدون الأوثان ومنهم اليهود وهم اهل الحلقة والحصون وهم حلفاء للحيين' الاوس والخزرج فأراد رسول اله حين قدم المدينة استصلاحهم كلهم وكان الرجل يكون مسلماً وابوه مشرك والرجل يكون مسلماً وأخوه مشرك وكان المشركون واليهود من اهل المدينه حين قدم رسول الله ﷺ يؤذون رسول الله ﷺ واصحابه اشد الأذى فأمر الله تعالى رسوله والمسلمين بالصبر على ذلك والعفو عنهم ففيهم أنزل الله جل ثناء ه "ولتسمعن من الذين اوتوا الكتاب من قبلكم ومن الذين اشركوا اذى كثيرا (ال عمران 186) وفيهم انزل الله

''وَدَّ كَثِيْرٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ
(البقرہ109)

فلما أبى كعب بن الاشرف ان ينزع عن أذى رسول الله ﷺ وأذى المسلمين وامر رسول الله ﷺ سعد بن معاذ ان يبعث رهطا ليقتلوه.....''

دلائل النبوۃ للبیہقی 197/3 ط دار الکتب العلمیہ بیروت واللفظ لہ ابوداؤد......ترمذی بحوالہ فتح الباری شرح صحیح البخاری 96/9 ط دار طیبہ)

کعب بن اشرف یہودی شاعر تھا اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں بکواس کرتا تھا اور اپنے شعروں میں قریش کے کافروں کو آپؐ کے خلاف بھڑکاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہل مدینہ ملے جلے لوگ تھے۔ ان میں وہ مسلمان بھی تھے جنھیں رسول اللہ ﷺ کی دعوت نے جمع کر دیا تھا اور ان میں مشرکین بھی تھے جو بت پوجتے تھے اور ان میں یہودی بھی تھے جو کہ ہتھیاروں اور قلعوں کے مالک تھے۔ اور وہ اوس وخزرج قبائل کے حلیف تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی جب مدینہ تشریف آوری ہوئی تو آپؐ نے سب لوگوں کی اصلاح کا ارادہ فرمایا۔

ایک آدمی مسلمان ہوتا تو اس کا باپ مشرک ہوتا۔ کوئی دوسرا مسلمان ہوتا تو اس کا بھائی مشرک ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کی آمد مبارک پر مشرکین اور یہود ان مدینہ آپؐ کو اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شدید قسم کی اذیت سے دوچار کرتے تھے تو اللہ نے آغاز میں آپ ﷺ اور مسلمانوں کو اس پر صبر وتحمل اور ان سے درگزر کرنے کا حکم دیا اور انہی کے بارے اللہ جل شانہ کا فرمان نازل ہوا'' اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا ضرور بہت سی ایذا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور تقوی اختیار کرو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔'' (آل عمران 186)

اور انہی لوگوں کے بارے میں اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی'' بہت سارے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش وہ تمھیں تمہارے ایمان کے بعد پھر کافر بنادیں اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے اس کے بعد کہ ان کے لئے حق خوب واضح ہو چکا۔ سو تم معاف کرو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت والا ہے'' (البقرۃ109)

جب کعب بن اشرف رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو اذیت پہنچانے سے باز نہ آیا تو پھر نبی ﷺ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کے قتل کے لئے لشکر روانہ کرو۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے امام حاکم کے'' اکلیل'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' فقد آذانا بشعره و قوى المشركين'' اس نے اپنے اشعار کے ذریعے ہمیں اذیت دی اور مشرکوں کو تقویت پہنچائی ہے۔ (فتح الباری 96/9 ط دار طیبہ)

ابن حجر فرماتے ہیں امام ابن اسحاق نے بسند حسن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ

ان النبى ﷺ مشى معهم الى بقيع الغرقد ثم وجههم فقال :انطلقوا على اسم الله اللهم اعنهم (فتح الباری 97/9 ط دار طیبہ)

بلاشبہ نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ بقیع غرقد تک چلے۔ پھر ان کو متوجہ کر کے فرمایا اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ۔ اے اللہ ان کی مدد فرما۔

یعنی محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کو جب کعب کے قتل کے لئے روانہ فرمایا تو آپؐ ان کے ہمراہ بقیع غرقد تک خود تشریف لے گئے اور اللہ کے نام پر انہیں روانہ کیا اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا فرمائی۔

نتائج:

مذکورہ بالا تفصیل سے درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں

1۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دینا حرام ہے۔

2۔ رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینا اللہ تعالیٰ کو اذیت دینے کے مترادف ہے۔

3۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دینے والے ملعون ہیں۔

4۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دینے والوں کے لئے دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں سزا اور عقاب ہے۔

5۔ ان گستاخوں کی سزا عام مسلمانوں کو اذیت دینے سے کہیں بڑھ کر اور علیحدہ ہے۔

6۔ اہل ایمان پر بہتان تراشی صریح گناہ اور اذیت دینا حرام ہے۔

7۔ ان ملعونوں کی یہ سزا ہے جہاں پائے جائیں، بری طرح قتل کردیے جائیں۔

8۔ نبی کریم ﷺ نے کعب بن اشرف یہودی کے قتل کی علت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دینا بیان کی ہے۔

9۔ کعب بن اشرف یہودی نقض عہد و پیمان اور نبی کریم ﷺ کے دشمنوں کا مددگار اور اپنے شعروں میں آپؐ کی گستاخی کرنے والا تھا۔ اللہ اور اس کے رسول کا کھلا دشمن تھا۔

10۔ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس کے قتل کا ذمہ لیا اور حب رسول کا مظاہرہ گستاخ رسول کو قتل کر کے کیا۔

11۔ نبی کریم ﷺ نے گستاخوں کے قتل کا حکم نامہ بھی جاری کیا اور لشکر خود روانہ کیا۔

12۔ اس لشکر کو اللہ کے نام پر روانہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے ان کی مدد کے لئے دعا بھی کی۔

13۔ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ ملے جلے لوگ تھے مسلمان، یہودی اور مشرکین مدینہ میں قیام پذیر تھے۔

14۔ آپ نے اپنی تشریف آوری پر بلا امتیاز سب کی خیرخواہی اور اصلاح کا ارادہ فرمایا۔

15۔ آپ کی آمد مبارک پر مشرکین اور یہود نے آپؐ کو اذیت دی بلکہ اذیت کی حد کردی۔

16۔ ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے ان کی ایذاء رسانی اور گستاخی پر صبر وتحمل اور عفو ودرگزر کا حکم فرمایا۔ اور اس صبر وتحمل اور عفو ودرگزر کی غایت حکم ثانی رہی جو کہ'' حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ'' کی نص قطعی سے واضح ہے۔

17۔ جب کعب بن اشرف رسول اللہ اور مسلمانوں کو اذیت پہنچانے سے باز نہ آیا تو پھر نبی ﷺ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کے قتل کے لئے لشکر روانہ کریں۔

(جاری ہے)

ایک ڈاکٹر نشے پر ایسا لگا کہ آخر میں وہ خود کو سانپ سے ڈسواتا اور پھر پاگل ہو گیا

بقیہ منشیات

میرے والد کا دوست تھا۔ میں اسے چاچا کہتا تھا' وہ بھی لاری اڈے میں نشے کی حالت میں مرگیا۔ یہاں ملتان کا یعقوب تھا' غلط ٹیکہ لگنے کی وجہ سے اس کی ٹانگ سوج گئی' زخم آہستہ آہستہ خراب ہونا شروع ہوگیا۔ یہاں تک کہ پوری ٹانگ میں پیپ پڑگئی۔ وہ اسی زخم کی وجہ سے مرگیا۔ فیقا کہتا ہے' لاہور کے علاقہ ٹبی سٹی میں سب سے زیادہ نشئی مرتے ہیں۔ ایک دفعہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے 6,5 نشئی مرگئے۔ تھانیدار ہمارے پاس آیا' ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا'' مائی باپ! تمہیں خدا کا واسطہ' تمہیں ہیروئن کی پڑیوں اور چرس بھرے سگریٹوں کا واسطہ' مرنے کی رفتار کم کرو۔''

صغیر کہنے لگا'' ہم میں ایک جلالی طبیعت کا بزرگ نشئی تھا' اسے تھانیدار کی بات سن کر بہت غصہ آیا۔ اس نے کہا'' جناب! یہ تو اوپر والے کا کرم ہے کہ وہ نشہ کی حالت میں ہمیں اپنے پاس بلاتا ہے۔'' اتنے میں فیقے نے جیب سے چرس بھرا سگریٹ نکالا اور بڑی عاجزی کے ساتھ مجھے پیش کیا۔ میں نے کہا'' بھائی! یہ کوئی اچھی چیز نہیں' اسے نہ پیا کرو۔'' کہنے لگا'' آپ کو کیا معلوم نشئی کی کیا عزت اور کیا مقام ہے۔ نشئی جب مدہوشی میں ہو تو وہ عبادت کی حالت میں ہوتا ہے (نعوذ باللہ)۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب نشئی مرتا ہے تو بڑی خاموشی سے مرجاتا ہے اور اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ نشئی اتنی خاموشی اور مدہوشی سے مرتا ہے کہ پاس والے کو بھی خبر تک نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض دفعہ نشیئوں کی لاشیں تین تین دن ایک ہی جگہ پڑی رہتی ہیں۔ شیر شاہ ولی دربار میں ایک نشئی مرگیا تو تین دن بعد اس کی موت کا پتہ چلا۔ ہمارا ایک دوست نشے کی حالت میں ریلوے لائن پر جارہا تھا' آگے سے ٹرین آگئی۔ انجن نے بار بار ہارن دیا لیکن وہ پٹڑی کے درمیان انجن کی طرف منہ کیے چلتا رہا' چلتا رہا۔ جب انجن اس سے ٹکرایا تو اس کا جسم قیمہ بن گیا۔ اس طرح روز کئی نشئی مرتے ہیں۔ 100 میں سے ایک یا دو کی لاشیں گھر پہنچتی ہیں' باقی اسی طرح گمنامی میں مرجاتے ہیں۔ زیادہ تر ایسے ہوتے ہیں جن کی قبریں بھی نہیں بنتیں۔ ہیرا منڈی میں ایک نشئی مرگیا تو پولیس والوں نے اس کی لاش لاری اڈہ میں پھینک دی۔ یہاں سے کچرا اٹھانے والی گاڑی نے لاش اٹھا کر راوی میں پھینک دی۔''

نشئی بعض دفعہ بڑی عقل کی باتیں کرتے ہیں۔ فیقا اور صغیر سے میں نے پوچھا' انسان نشہ کیوں شروع کرتا ہے۔؟

'' فیقا کہنے لگا'' کوئی کسی کو زبردستی نشے پر نہیں لگا سکتا جب انسان کے اندر سے آواز اٹھے گی' وہ نشہ کرے گا۔''

پھر فیقا کہنے لگا میری عمر زیادہ نہیں مگر میرے سر کے سارے بال سفید ہیں'' کیا آپ کو معلوم ہے میرے بال کیوں سفید ہوگئے......؟

'' میرے وال دکھاں اور بکھاں نے سفید کردتے نیں۔''

یعنی بھوک اور دکھوں نے میرے بال سفید کردیے ہیں۔ میں نے کہا کبھی تم نے اپنی زندگی اور زندگی کی مشکلات پر غور کیا ہے تو وہ بڑے فلسفیانہ انداز میں کہنے لگا:

خود بگاڑی ہوئی تقدیر کا شکوہ نہ کرو
کوشش کرنے سے حالات بدل جاتے ہیں

آیئے! اب چند اور نشیئوں سے آپ کی مختصر ملاقات کرواتے ہیں۔

حضوری باغ لاہور میں کچھ عرصہ پہلے تک ایک ایسا نشئی تھا جو بہت قابل ڈاکٹر تھا۔ کسی نے اسے نشے پر لگادیا۔ وہ نشہ میں اس حد تک آگے بڑھ گیا کہ خود کو سانپ سے ڈسواتا' اسی کام میں وہ پاگل ہوگیا۔ ٹبی سٹی میں کوڑے کے ڈھیر پر ایک نشئی پڑا نظر آتا ہے' یہ کسی وقت ٹیکسی ڈرائیور تھا۔ کھاڑک ملتان روڈ کا ساجد ایک بڑے جنرل سٹور کا مالک تھا' وہ سگریٹ سے چرس اور چرس سے ہیروئن پر لگا۔ اس کے بعد اس نے جنرل سٹور فروخت کیا' پھر گھر بیچا' بیوی بچوں پر تشدد کرتا۔ آخر بیوی' بیٹے اور بیٹی کو قتل کردیا۔ عدالت نے پاگل قرار دے کر پاگل خانے بھجوادیا۔ اسی طرح سگریٹ کی وجہ سے ہنستا بستا گھر برباد ہوگیا۔

بقیہ نحوست

8۔ اور ندی نالے نہریں چلادیے جائیں گے۔ پانی بڑی وافر مقدار میں فراوانی سے ہوگا۔

9 بموجب حدیث نبوی'' مَنْ لَزِمَ الاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا (مسند احمد' سنن ابی داؤد' سنن ابن ماجہ بحوالہ مشکوۃ 204/1)

کہ استغفار کو لازمی طور پر اختیار کرلینے کی بناء پر ہر غم اور پریشانی سے نجات عطا کردی جاتی ہے اور مشکل سے کشادگی اور آسانی پیدا کردی جاتی ہے۔

10۔ بموجب فرمان باری تعالیٰ

لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (النحل 46)

کہ استغفار اور توبہ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ رحمتیں عطا کردی جاتی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی رحمتیں سایہ فگن ہوجائیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی برکھا برسنے لگ جائے تو پھر ہر طرح کی بلائیں' آفتیں' مصائب اور نحوستیں دور ہوجاتی ہیں۔ انسان بے برکتی اور نحوست سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ تو ثابت اور معلوم ہوا کہ نحوست اور بے برکتی کا کوئی ایسا عقیدہ جو سراسر شریعت اسلامی کے خلاف اور توحید وایمان کے منافی ہو' اس سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔ اپنے طور پر نہ ہی کوئی عقیدہ ونظریہ اختیار کرنا چاہیے اور نہ ہی کوئی عمل اپنانے چاہئیں جب تک کہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی کوئی واضح ہدایت' راہبری اور راہنمائی موجود نہ ہو۔

خلاصہ بحث: ماہ صفر کو خالی اور نحوست اور آفتوں والا مہینہ سمجھنا سراسر غیر شرعی غیر اسلامی کفریہ عقیدہ ہے' نیز پھر نحوست کو دور کرنے کے لئے بھی غیر اسلامی اور بدعی طریقے اختیار کرنا صحیح نہیں ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (متفق علیہ بحوالہ مشکوۃ المصابیح ص 27/1) کہ جس نے ہمارے اس دین والے معاملہ میں کوئی ایسا طریقہ ایجاد کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے۔

اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے ہر عقیدہ اور عمل کو خالص کتاب وسنت کے معیار پر پرکھ لیں۔

آخری چہار شنبہ:

اس طرح اس مہینہ کے حوالہ سے ایک غیر شرعی عمل بلکہ غیر شرعی تہوار کا اہتمام کیا جاتا ہے وہ اس مہینے کے آخری چہار شنبہ یعنی بدھ کے دن خوشی منائی جاتی ہے۔ کچھ لوگوں نے خود ساختہ طور پر یہ بات مشہور کی ہوئی ہے کہ ماہ صفر کے ابتدائی دنوں میں نبی اکرم ﷺ بیمار ہوئے تھے اور آخری چہار شنبہ کو آپؐ شفایاب ہوگئے تھے' آپ نہائے دھوئے اور باہر تشریف لائے۔ اسی مناسبت سے اس دن خوشی منائی جاتی ہے' حالانکہ تمام صحیح روایات اور مستند تواریخ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آخری چہار شنبہ کو آپؐ کے مرض کا آغاز ہوا تھا اور اس مرض میں آپؐ نے بارہ ربیع الاول کو وفات پائی تھی لیکن افسوس کہ بعض لوگ آپ کی بیماری اور وفات کے ان دو دنوں میں صحت یابی اور پیدائش کے جشن مناتے ہیں۔

دھماکوں اور فسادات کی آگ بھڑکانے کی طرح بمبئی حملے بھی آر ایس ایس کا کام ہے۔

اس کتاب کی تقریب رونمائی میں حکمران جماعت کے جنرل سیکرٹری اور مدھیہ پردیش کے سابق وزیر اعلیٰ ڈگ وجے سنگھ نے یہ انکشاف کر کے سب کو حیران کر دیا کہ کرکرے کا قاتل کوئی اور نہیں بلکہ آر ایس ایس کے دہشت گرد ہیں۔ ڈگ وجے سنگھ نے کہا کہ کرکرے نے اپنے قتل سے صرف تین گھنٹے قبل اسے فون کیا تھا۔ کرکرے پریشان اور دباؤ کا شکار تھا۔ اس نے کہا کہ اسے آر ایس ایس کے دہشت گردوں سے پرگیہ سادھوی' دیا نند پانڈے اور حاضر سروس کرنل پروہت کو گرفتار کرنے کی بنا پر سنگین دھمکیاں مل رہی ہیں۔ اس کے خاندان کو بھی بم دھماکے کے ذریعے مارنے کی دھمکیاں دی جا رہی تھیں۔ ڈگ وجے سنگھ نے ''آر ایس ایس کی سازش 26/11 کی تقریب رونمائی میں یہ انکشاف بھی کیا کہ جب وہ مدھیہ پردیش کے وزیر اعلیٰ تھے تو انہوں نے کئی ہندو دہشت گردوں کو بم بناتے ہوئے پکڑا تھا۔ ڈگ وجے سنگھ نے کہا سازش کرنا اور پراپیگنڈا کرنا آر ایس ایس کی پرانی عادت ہے۔ مسلم علاقوں' محلوں اور مساجد میں بم دھماکے کرنے کے بعد اس نے ہمیشہ یہ پراپیگنڈا کیا کہ یہ سب مسلمانوں کا کیا دھرا ہے جو ہندوستان کو ایک بار پھر ٹکڑوں میں بانٹنا چاہتے ہیں۔ جب بھی کوئی دھماکہ ہوتا تو پہلے سے طے شدہ منصوبے کے تحت ان دھماکوں کا ذمہ دار مسلمانوں کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ ان دھماکوں کی ذمہ داری انڈین مجاہدین سمیت نام نہاد مسلم تنظیموں کے افراد کو ٹی وی چینلز پر قبول کرتے ہوئے دکھایا جاتا ہے۔ اس کے بعد ہندوستانی میڈیا سے مسلمانوں کے خلاف پراپیگنڈے کا نہ رکنے والے سیلاب امڈ آتا ہے جو کبھی رکنے کا نام نہیں لیتا۔ ذلیل و رسوا کرنے کے لئے بے گناہ پکڑے گئے مسلمان جوانوں کی گرفتاری کی فلمیں دکھائی جاتی ہیں۔ ہندوستانی فلم انڈسٹری بھی حرکت میں آتی ہے اور مسلمانوں کو ہندوستانی معاشرے میں دہشت گرد کے روپ میں پیش کرنے کے لئے فلمیں بننا شروع ہو جاتی ہیں۔

انڈین مجاہدین کے نام پر دھماکوں کی ذمہ داری قبول کرنے کے بعد جو Emails جاری کی گئیں ان کو بار بار میڈیا کے ذریعے اچھال کر نفرت اور ایذا رسانی کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو دنیا میں جو دہشت گرد بنا کر پیش کرنے کی لہر چلی' بھارت نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا ہے لیکن اب تحقیقات سے واضح ہو گیا ہے کہ انڈین مجاہدین کے نام سے دھماکے کرنے اور ان کی ذمہ داری قبول کرنے والے مسلمان نہیں بلکہ خود ہندو دہشت گرد ہیں جن کا مقصد اس طرح کی کارروائیاں کر کے ہندوستان کے مسلمانوں کو نفسیاتی طور پر ہراساں کرنا اور دہشت گردی کا لیبل لگا کر اسے قبول کروانا تھا۔ کچھ عرصہ قبل وارانسی میں بم دھماکے ہوئے تو اس کے ساتھ ہی انڈین مجاہدین کے نام سے ایک ای میل میڈیا کو موصول ہوئی جس میں انڈین مجاہدین نے دھماکے کے ذمہ داری قبول کی تھی۔ اس کے ساتھ چار صفحات کا ایک خط بھی میڈیا کو بھیجا گیا۔ Email بمبئی سے کیا گیا تھا۔ E-mail کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کر کے اسے مکہ مسجد بم دھماکوں کی انتقامی کارروائی سے تعبیر کیا گیا۔ اس E-mail کی آمد کے بعد ہندو میڈیا نے شور مچا کر آسمان سر پر اٹھا لیا۔ مسلمانوں کو ہدف تنقید بنا لیا گیا۔ بمبئی' بنگلور' حیدر آباد اور یوپی کے سائبر کیفوں پر چھاپے مار کر مسلمانوں کو مجرم بنانے کی بھرپور سعی کی گئی لیکن بمبئی کے جس سائبر کیفے سے یہ ای میل کی گئی' وہ آر ایس ایس کے رکن دو بھائیوں نکھیل اور اکھیل کی ملکیت تھا۔ پولیس نے ان کو اپنی تحویل میں لے کر معمولی تفتیش کی اور پھر چھوڑ دیا۔ اس کے ساتھ ہی وارانسی دھماکوں کا معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔ اس سے قبل سمجھوتہ ایکسپریس' اجمیر دھماکے' مکہ مسجد اور جے پور دھماکوں کی ذمہ داری بذریعہ ای میل مسلم تنظیموں کے سر تھوپی گئی تھی۔ اب ان دھماکوں کی تحقیقات کی گئی ہے تو اس کے مجرم مکیش دسانی'' رتن لال' منڈا' سوامی ایمانند' سنیل جوشی اور اندریش کمار نکلے ہیں۔ مذکورہ تمام افراد RSS کے سرگرم رکن تھے۔۔ سنیل جوشی بجرنگ دل کا پرجوش مبلغ اور مکہ مسجد بم دھماکوں کا مرکزی کردار تھا۔ سنیل جوشی سزا سے بچنے کے لئے سرکاری گواہ بننے پر تیار تھا۔ جب اس کا علم Rss کو ہوا تو انہیں خطرہ لگا کہ جوشی جس کے سینے میں مسلم دشمن کارروائیوں کے کئی ایک راز محفوظ ہیں' کہیں وہ ان رازوں کو افشا کر کے' RSS کی دہشت گردانہ سرگرمیوں سے پردہ نہ اٹھا دے۔ چنانچہ سنیل جوشی کو 7 دسمبر کو قتل کر دیا گیا۔ 2008ء میں بھارتی انٹیلی جنس ایجنسیوں نے یہ خبر دی کہ یوپی میں لشکر طیبہ اور انڈین مجاہدین آ گئے ہیں اور کسی بھی وقت کوئی بہت بڑا حادثہ ہو سکتا ہے۔ ہر طرف ہائی الرٹ شروع ہو گیا۔ ساتھ ہی میڈیا نے بھی اپنی توپوں کے دہانے کھول دیے۔ اس کے ساتھ ہی یوپی کی ضلعی عدالتوں میں متواتر بم دھماکے شروع ہو گئے۔ ان بم دھماکوں کا ڈراپ سین اس وقت ہوا جب رائے بریلی کی عدالت میں پانچ بموں سمیت راجہ رام نامی بجرنگ دل کا دہشت گرد گرفتار ہوا۔ اسی طرح کچھ عرصہ قبل RSS کے ہیڈ کوارٹر پر ایک خصوصی تقریب جاری تھی کہ اچانک زور دار بم دھماکہ ہو گیا۔ قومی اور بین الاقوامی میڈیا نے پلک جھپکتے میں اسے انڈین مجاہدین کے کھاتے میں ڈال دیا۔ حسب معمول انڈین مجاہدین کا اس دوران E-mail بھی منظر عام پر آ گیا کہ یہ گجرات کے فسادات کا انتقام ہے مگر جب تامل ناڈو کی پولیس نے باریک بینی سے تحقیقات شروع کیں تو پتہ چلا کہ جن دہشت گردوں نے یہ دھماکے کئے تھے' وہ آر ایس ایس کے ممبر ہیں۔ یہ بم آر ایس ایس کے دہشت گرد روی پانڈے اور نارائن شرما نے RSS کے دفتر میں ہی بیٹھ کر بنائے تھے۔ تامل ناڈو پولیس نے اپنی تحقیقات کے بعد یہ رپورٹ پیش کی تھی کہ ان دھماکوں کا مقصد مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانا' فرقہ وارانہ فساد کروانا اور مسلم نوجوانوں کے خلاف عرصہ حیات تنگ کرنا ہے۔

بقیہ | تدریس الحدیث

ثواب کیوں ہوتا ہے، گناہ معاف اور درجے بلند کیوں ہوتے ہیں اور آدمی شیطان سے کیوں محفوظ ہوتا ہے؟ اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ اگر کسی شخص کو اس سے غرض ہی نہیں کہ میں اپنے منہ سے کیا کہہ رہا ہوں اور اس کا عمل سراسر اس کے خلاف ہے تو اسے یہ فضیلت کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

۷۔ ایک ہی عمل پر ثواب مختلف کیوں؟:

بعض اوقات یہ سوال بھی ذہن میں آتا ہے کہ احادیث میں ایک ہی عمل پر مختلف ثواب کیوں آئے ہیں؟ کسی حدیث میں کم ثواب بیان کیا گیا ہے' کسی میں زیادہ جیسا کہ ایک حدیث میں دس دفعہ یہ کلمہ پڑھنے پر چار غلام آزاد کرنے کا ثواب مذکور ہے، دوسری میں دس غلام آزاد کرنے کا ذکر بھی آتا ہے تو اس کی وجہ ان کلمات کو پڑھنے والے لوگوں کی دلی کیفیت اور عملی حالت کا مختلف ہونا ہے۔

دل کا یقین اور عمل کی عمدگی جس قدر زیادہ ہو گی ثواب اتنا ہی زیادہ ہوتا جائے گا، ایک ہی کلمہ پڑھنے والے لوگ جن کا عمل متفاوت ہو' ایک جیسے ثواب کے حقدار کبھی نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾

[الجاثية : ٤٥/٢١]

''کیا وہ لوگ جنھوں نے برائیاں کمائی ہیں' یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے، ان کی زندگی اور موت برابر ہو گی، برا ہے فیصلہ جو وہ کرتے ہیں۔''

دار القضاء الشرعی

مفتی زبیر احمد: قاضی ثالثی شرعی عدالت جماعۃ الدعوۃ جنوبی پنجاب ملتان کے فیصلے اور فتاویٰ

اعداد: ابو عمر قاضی

ولی کے بغیر عورت کا نکاح

سوال: کیا ولی کے بغیر عورت کا نکاح ہو جاتا ہے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں مدلل جواب دیں۔ (سائل مقر: عبداللہ۔ وہاڑی)

فتویٰ شرعی

الجواب بعون الوھاب

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مرد اور عورت کو فحاشی' عریانی' بدکاری اور بے حیائی سے محفوظ رکھنے کے لئے نکاح کا حکم دیا ہے' شیطان جو انسان کا ازلی دشمن ہے' وہ اسے سیدھے راستے سے ہٹانے کے لئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے۔ موجودہ معاشرے میں بھی امت مسلمہ میں فحاشی اور بدکاری عام ہے۔ یہودی ادارے اور ان کے متبعین آزادیٔ نسواں کے نام پر کئی ادارے بنا کر مسلمان ممالک میں بے حیائی کو فروغ دے رہے ہیں حالانکہ اللہ اور اس کے آخری رسول ﷺ نے ہمیں اس جرم سے بچانے کے لئے نکاح کی بڑی اہمیت بیان کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (النور 32)

اور اپنے میں سے بے نکاح مردوں' عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں سے جو نیک ہیں' ان کا بھی۔ اگر وہ محتاج ہوں گے' اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا' اور اللہ وسعت والا' سب کچھ جاننے والا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ" (بخاری کتاب النکاح)

اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے جو شخص اسباب نکاح کی طاقت رکھتا ہو' وہ نکاح کر لے (کیونکہ یہ نگاہ کو نیچا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھتا ہے) اور جو اس کی استطاعت نہ رکھے' وہ روزے رکھے کیونکہ روزے بندے کی طبیعت کا جوش ٹھنڈا کر دیتے ہیں۔ لہٰذا بدکاری اور زناکاری سے بچنے کے لئے ہمیں نکاح جیسے اہم کام کو سرانجام دینا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے نکاح کے جو اصول وضوابط ذکر فرمائے ہیں' ان میں سے ایک یہ ہے کہ لڑکی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہ کرے۔ اگر لڑکی اپنی مرضی سے گھر سے فرار اختیار کر کے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیتی ہے تو اس کا نکاح باطل قرار پاتا ہے۔

اذن ولی اصالتاً یا وکالتاً صحت نکاح کے لئے شرطِ لازم ہے۔ عورت کے لئے اولیاء کی اجازت کے سلسلے میں کتاب وسنت سے دلائل درج ذیل ہیں

قال اللہ تعالیٰ

لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ (البقرہ 221)

اور (اپنی بیٹیاں) مشرکین کے نکاح میں نہ دو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور البتہ مومن غلام مشرک سے بہتر ہے اگرچہ وہ اچھا لگے۔ اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

فی هذه الاية دليل بالنص على ان لا نكاح الا بولی۔ (تفسیر قرطبی)

یہ اس بارے میں نص ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں۔ ایک اور آیت میں ہے

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ 223)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں ان کے خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو جب وہ آپس میں اچھے طریقے سے راضی ہو جائیں۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک صحابیؓ نے اپنی بہن کا نکاح ایک آدمی سے کیا تو اس نے اسے طلاق دے دی یہاں تک کہ اس کی عدت پوری ہو گئی' پھر وہ دوبارہ رشتے کے لئے آیا تو بھائی نے دوبارہ نکاح میں دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر اللہ رب العزت نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ رقمطراز ہیں

وهی اصرح دليل على اعتبار الولی والا لما كان لعضله معنى ولانها لو كان لها ان تزوج نفسها لم تحتج الى اخيها ومن كان امره اليه لايقال ان غيره منعه منه (فتح الباری)

یہ آیت ولی کے معتبر ہونے پر سب سے زیادہ واضح دلیل ہے اور اگر ولی کا اعتبار نہ ہوتا تو اس کو روکنے کا کوئی معنی باقی نہیں رہتا۔ اگر معقل کی بہن کے لئے اپنا نکاح خود کرنا جائز ہوتا تو وہ اپنے بھائی کی محتاج نہ ہوتی اور اختیار جس کے ہاتھ میں ہو' اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ کسی

نے اس کو روک دیا ہے۔

مذکورہ آیات میں بھی اللہ رب العزت نے عورت کے اولیا ہی کو خطاب کیا ہے

فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ (النساء25)

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ (النور 32) وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا (البقرہ222) فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ (البقرہ223) فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ وَلَا تُنْكِحُوا وَأَنْكِحُوا امر ونہی کے صیغوں میں نکاح کر دینے' نہ کرنے اور نکاح سے باز رکھنے جیسے امور میں عورتوں کو ورثاء اور اولیاء کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ نکاح کا عمل صرف ورثاء کا استحقاق ہے اور کسی عورت کا نکاح ولی کے بغیر منعقد نہیں ہو سکتا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ (ابوداؤد کتاب النکاح باب فی الولی۔ ترمذی احمد۔ ابن ماجہ)

جس عورت نے بھی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا' اس کا نکاح باطل ہے' اس کا نکاح باطل ہے' اس کا نکاح باطل ہے۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لا نکاح الا بولی (مسند احمد' ابوداؤد' ترمذی)

ولی کے بغیر نکاح نہیں۔

جمہور صحابہ وتابعین مثلاً عمر بن الخطاب' علی ابن ابی طالب' عبداللہ بن عباس' ابوھریرہ رضی اللہ عنہم وغیرھم عمر بن عبدالعزیز' حسن بصری' عبداللہ بن مبارک' سفیان ثوری' امام مالک' امام شافعی' احمد بن حنبل' امام بخاری رحمہم اللہ وجملہ محدثین کبار کا یہی مذہب ہے۔ (ترمذی ج1 ص13' معالم السنن للخطابی ج3 ص29) ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کتاب وسنت اور جمہور ائمہ محدثین کے نزدیک عورت کا نکاح ولی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ جو عورت اپنا نکاح خود کر لیتی ہے' ایسا نکاح باطل ہے۔ ان کے درمیان جدائی کرا دی جائے گی۔

لے پالک بیٹے کا وراثت میں حصہ

درخواست نمبر 149 التاریخ ۱۴۳۲/۱/۷ھ

ایک آدمی بے اولاد ہے۔ اس نے ایک بچہ لے کر پالا اور اپنی زندگی میں آدھا مال منہ بولے بیٹے اور آدھا مال اپنی بیوی کے نام کر دیا۔ مال تقسیم کرتے وقت بھائی اور بہن بھی موجود تھے۔ بھتیجے بھی تھے لیکن اپنی زندگی میں ان کو محروم کر دیا۔ (اب مذکورہ شخص فوت ہو چکا ہے) زندگی میں تقسیم کئے گئے مال کا شرعی حکم کیا ہے کیا نام کرایا گیا مال ان سے واپس لے کر مذکورہ ورثاء میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

برائے کرم قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں

(سائل مقر: نوید جلال پور پیروالا)

فتویٰ شرعی

الجواب بعون الوھاب

اس مسئلہ کے تین پہلو ہیں۔ سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ وراثت وہ مال ہوتا ہے جو انسان کی وفات کے بعد اس کے ورثاء میں تقسیم ہوتا ہے اور اگر انسان اپنی زندگی میں کسی کو اپنا مال دے دے تو اس کو شرعاً وراثت نہیں کہتے بلکہ یہ ہبہ اور عطیہ کی شکل میں ہوتا ہے اور منہ بولا بیٹا وراثت کا حق دار نہیں ہوتا البتہ انسان اپنی زندگی میں اسے کچھ دے سکتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ اپنی زندگی میں انسان اپنے مال پر مکمل اختیار رکھتا ہے۔ اسے خرچ کرنے یا کسی کو دینے کا اسے پورا حق حاصل ہوتا ہے بلکہ موت کے وقت بھی شریعت نے اپنا ایک تہائی تک مال کسی کو بھی وصیت کا اختیار دیا ہے البتہ انسان کو چاہئے کہ اپنا سارا مال خرچ نہ کرے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو فرمایا۔

انك ان تترك ورثتك اغنياء خير من ان تدعهم عالة يتكففون الناس

(سنن ابی داؤد' باب ماجاء فیما یجوز للموصی فی مالہ رقم الحدیث 2861)

تیسری بات یہ ہے کہ پاکستانی قانون میں زمین وجائیداد وغیرہ جس کے نام ہو وہی اس کا مالک ہوتا ہے۔ مرنے والا انسان اپنی جائیداد کا آدھا حصہ اپنی بیوی اور آدھا منہ بولے بیٹے کے نام کر گیا ہے۔ جبکہ اگر یہ مال وراثت کی صورت تقسیم ہوتا تو بیوی کو چوتھا حصہ ملتا اور منہ بولا بیٹا محروم ہوتا۔ لیکن چونکہ یہ مال ھبہ وعطیہ کی صورت میں تقسیم ہوا ہے جس میں انسان کو اختیار حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا اب قانونی وشرعی پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم ترغیباً اس منہ بولے بیٹے اور بیوہ سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے مال کا آدھا یا کچھ حصہ چھوڑیں تا کہ وہ دیگر ورثاء بھائیوں اور بہنوں میں تقسیم ہو سکے البتہ بھائیوں اور بہنوں کی موجودگی میں بھتیجے محروم رہیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

اعلان

مجلۃ الحرمین میں آئندہ ماہ سے شعبہ اساتذہ کی سرگرمیوں اور تعلیم وتعلّم کے حوالے سے صفحات مخصوص کئے جا رہے ہیں۔ شعبہ سے متعلق بھائی اور احباب اس موضوع پر ہر ماہ اپنی بہترین نگارشات روانہ فرمائیں ان کو مناسب جگہ دی جائے گی۔ ان شاء اللہ (ادارہ)

رابطہ لاہور دفتر: 042-37314528 فیکس 042-37240960
ای میل alhramain1@gmail.com

مجلہ الحرمین کا آئندہ شمارہ 5۔ فروری یوم یکجہتی کشمیر کے حوالے سے خصوصی شمارہ ہوگا

قارئین' احباب اور سکالرز اس حوالے سے اپنی قیمتی نگارشات 20 جنوری 2011ء سے پہلے ارسال فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیراً

رابطہ لاہور دفتر: ماہنامہ مجلۃ الحرمین۔ پوسٹ بکس نمبر 1481 جی پی او لاہور

فون 042-37314528 فیکس 042-37240960
ای میل alharamain1@gmail.com

بے خوف قاضی

قسطنطنیہ مسلمانوں کی سلطنت کا دارالحکومت ہے جہاں عدالت لگی ہوئی ہے۔ قاضی شمس الدین محمد حمزہ عدالت کی کرسی پر براجمان ہیں۔ مقدمہ پیش ہوا۔ قاضی نے گواہان کی فہرست دیکھی' اس میں حاکم وقت سلطان بایزید کا نام بھی شامل ہے۔ سامنے دیکھا تو وہ گواہوں کے کٹہرے میں کھڑے تھے۔ قاضی نے سر اٹھایا اور کہا' حاکم وقت کی گواہی کو مسترد کیا جاتا ہے کیونکہ گواہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ عدالت میں سناٹا چھا گیا۔ حاکم وقت کی گواہی نا قابل قبول۔ لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔ سلطان نے آگے بڑھ کر قاضی سے کہا' میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ میری گواہی نا قابل قبول کیوں......؟

قاضی نے جواب دیا:

گواہ باجماعت نماز ادا نہیں کرتا۔ اس لیے اس کی گواہی نا قابل قبول ہے۔ حاکم نے فیصلہ سن کر گردن جھکا دی اور اپنی کمزوری کا اعتراف کرتے ہوئے محل کے سامنے خوبصورت مسجد تعمیر کرنے کا اعلان کیا اور آئندہ باجماعت نماز ادا کرنے کا وعدہ کیا اور اس طرح قاضی نے ثابت کر دیا کہ عدالت میں چھوٹے بڑے کی تمیز نہیں کی جاتی ہے۔ (سنہرے فیصلے از قلم عبدالمالک مجاہد)

انتخاب: ارسلان ناصر' محمد شعیب' مرکز طیبہ مرید کے

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کا اعزاز

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما باپ' ماں' نانا' نانی' چچا' پھوپھی' ماموں اور خالہ کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے منفرد اعزاز رکھتے ہیں۔

ان کے باپ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' ماں فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا' نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' نانی خدیجہ رضی اللہ عنہا' چچا جعفر طیار رضی اللہ عنہ' پھوپھی ہالہ بنت ابی طالب' ماموں قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ اور خالہ زینب بنت محمد رضی اللہ عنہا ہیں۔

انتخاب: اخت عبدالواسع' گوجرانوالہ

مقصد جہاد

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔

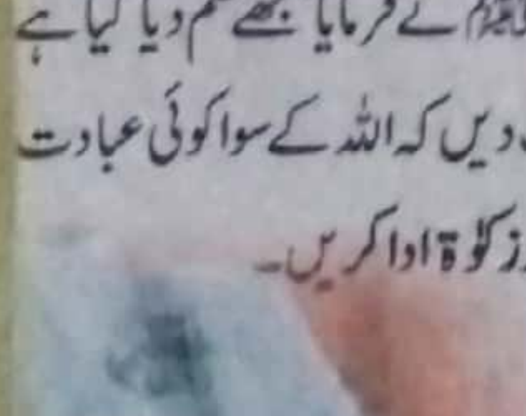

جب وہ یہ کام کریں گے تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیے مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔ (بخاری حدیث نمبر: ۲۵)

اقراء ناظر' منڈ اینڈ فیصل آباد

روشن باتیں

پیارے بچو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سنائیں کیا حال ہے؟ مکتب الاطفال کے بارے میں اپنی رائے سے ہمیں آگاہ کرتے رہا کریں۔ آپ کی رائے اور آپ کی تجاویز کا ہمیں شدت سے انتظار رہتا ہے۔

پیارے بچو! آپ جانتے ہوں گے کہ "مکتب" عربی زبان کا لفظ ہے۔ مکتب کا مطلب ہے سکول یا درس گاہ۔ اس اعتبار سے "مکتب الاطفال" بھی درس گاہ ہے اور آپ سب اس درس گاہ کے ہونہار لائق اور ذہین بچے ہو۔ آپ کی ذہانت آپ کے بھیجے جانے والے خطوط سے واضح ہے۔

پیارے بچو!

آیئے اپنی درسگاہ یعنی مکتب الاطفال کو بہتر سے بہتر بنائیں۔ اگلے ماہ ہر بچہ ارادہ کر لے کہ اس نے مکتب الاطفال کو مزید بہتر اور خوبصورت بنانے کے لیے کم از کم 5 تجاویز بھیجنی ہیں۔

ہاں......! ایک اور کام جو آپ کے کرنے کا ہے' وہ یہ کہ آپ نے مکتب الاطفال کے نئے قاری بنانے ہیں۔ اپنے دوستوں کو مجلہ الحرمین پڑھنے کے لیے دیں۔ آپ کی کوششوں سے جب مکتب الاطفال کا کوئی نیا قاری بنے گا تو گویا نیکی اور خیر کا ایک نیا چراغ روشن ہوگا۔

پھر جب چراغ سے چراغ جلے گا تو ان شاء اللہ ہر طرف ایمان کی بہاریں ہوں گی' نیکی کی باتیں ہوں گی' ہر ایک کے لیے خیر خواہی اور بھلائی ہوگی۔ پھر ایک وقت آئے گا جب ہمارا ملک امن و سلامتی اور دین و ایمان کا گہوارہ بن جائے گا۔

والسلام

آپ کا پو بھائی جان

اقوال زریں

☆...... بعض لوگوں کو یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ سینکڑوں سال پہلے ان کے آباء و اجداد کس علاقے میں کیا کارنامے سرانجام دے رہے تھے لیکن انہیں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ گزشتہ رات ان کے بچے کہاں تھے؟

☆...... اگر تم بندۂ مومن کو پہچاننے کے خواہاں ہو تو دیکھو کہ وہ حق تعالیٰ کے وعدے پر زیادہ بے خوف ہے یا مخلوق کے وعدوں پر زیادہ بھروسہ کرتا ہے۔

☆...... اگر تم وہی دیکھتے ہو جسے روشنی ظاہر کرتی ہے اور وہی سنتے ہو جس کا اعلان آواز کرتی ہے تو درحقیقت نہ تم دیکھتے ہو نہ سنتے ہو۔

☆...... سچے انسان کی زندگی اصولوں کے تابع ہوتی ہے اور جھوٹے انسان کی زندگی مفادات کے تابع ہوتی ہے۔

☆...... مواقع کو استعمال کرنے کا نام ذہانت ہے اور مواقع کو برباد کرنے کا نام حماقت ہے۔

☆...... ایمان دل کے صحرا میں ایک سرسبز باغ ہے جہاں دلائل کے قافلے نہیں پہنچ سکتے۔

☆...... کچھوے راستوں کو خرگوش سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

ساجدہ' 232 گ ب

آج کی اہمیت

آج کا کام کل پر چھوڑنے والے کی مثال اس آدمی کی سی ہے جسے ایک درخت اکھاڑنا ہو۔ وہ دیکھے کہ درخت بہت مضبوط ہے' شدید مشقت سے اکھڑے گا تو وہ کہے کہ میں اس کو اکھاڑنے کے لیے ایک سال بعد آؤں گا۔ وہ یہ نہیں جانتا کہ درخت جتنی مدت باقی رہے گا' مضبوط ہوتا جائے گا اور خود جتنی عمر گزرتی جائے گی' وہ کمزور ہوتا جائے گا۔ جب وہ طاقتور ہونے کے باوجود درخت کو نہیں اکھاڑ سکتا تو جب وہ کمزور ہو جائے گا اور وہ درخت زیادہ طاقتور' تو پھر وہ اس پر کیسے غالب آسکے گا؟

انتخاب: س۔م' ستیانہ بنگلہ

گالیوں کا جواب

عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے تو یہودیوں نے ان کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کیے' انہیں گالیاں دیں اور برا بھلا کہا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے بارے میں کلمۂ خیر کہا اور ان کو دعائیں دیں۔

عیسیٰ علیہ السلام سے کسی نے کہا: حضرت! عجیب بات ہے۔ آپ ان کو دعائیں دے رہے ہیں اور ان کے بارے میں کلمۂ خیر کہہ رہے ہیں حالانکہ وہ آپ پر گالیوں کی بوچھاڑ کر رہے ہیں؟ فرمایا:

کل واحد ینفق مما عندہ

ہر شخص وہی خرچ کرتا ہے اور منہ سے وہی نکالتا ہے جو اس کے پاس ہوتا ہے۔

عبداللہ عبدالمتین' گاؤں نجف پور' ضلع ہری پور

آرٹ: مسفرہ مغل، گوندلانوالہ

آرٹ: بریرہ خالد، لاہور

آرٹ: طوبیٰ عبدالحق، لاہور

آرٹ: فہد الرحمٰن، گوجرانوالہ

آرٹ: نمیرا فیاض، ملتان

آپ بھی اپنے پیارے بچوں کے نام خوبصورت طریقے سے ڈرائنگ کر کے بھیجئے۔ ہم آپ کو اس نئے سلسلے میں شامل کر لیں گے۔ ان شاء اللہ

رابطہ: ماہنامہ الحرمین پوسٹ بکس نمبر 1481 جی پی او لاہور

پہیلیاں

دو ہیں بہن بھائی
دونوں کریں سر کی صفائی

....

دو نالوں میں ہوا آئے
پانی گزرے بند ہو جائے

....

ٹھنڈک میں وہ رہتی ہے
گرمی سے وہ بہتی ہے

....

تین پروں والا اُڑتا جائے
جو نیچے بیٹھے وہ سو جائے

....

بارش کو وہ گھورتا ہے
ریت پہ وہ دوڑتا ہے

....

جو جی آئے وہ کہتی ہے
سفید موتیوں میں رہتی ہے

(استرا' قینچی۔ ناک۔ برف۔ پنکھا۔ اونٹ۔ زبان)

آفتاب احمد' شیخوپورہ

ذہانت آزماؤ......انعام پاؤ:

1- 5 جنوری کا تحریک آزادیٔ کشمیر سے کیا تعلق ہے؟
2- پہلے مسلمان شاعر کا نام بتائیں؟
3- پانچواں خلیفہ راشد کس مسلمان حکمران کو کہا جاتا ہے؟
4- بچوں میں سے کس صحابی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا؟
5- ''ملک دشمن اور ملت فروش لیڈروں کو پناہ دینے میں برطانیہ معروف ہے۔'' یہ جملہ مجلّہ الحرمین کے کس صفحے پر ہے۔ نیز مضمون نگار کا نام لکھیں۔

گزشتہ ماہ کے درست جوابات

1- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو قرآن مجید میں حواری کہا گیا ہے۔
2- غزوۂ تبوک میں اسلامی لشکر کی تعداد 30 ہزار تھی۔
3- ذوالنورین کا مطلب ہے دو نور والا۔ ذوالنورین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کہا جاتا ہے۔
4- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کہنے پر قرآن مجید جمع کروانا شروع کیا۔
5- سوال نمبر 5 کا جملہ صفحہ نمبر 14 پر ہے اور مضمون نگار ہیں محمد قاسم حمدان۔

بذریعہ قرعہ اندازی انعام یافتگان

1- بنت احمد' فیصل آباد۔ 2- حمیر اسعد' لاہور۔ 3- نور الہٰی' سانگھڑ

مکتب الاطفال کے دیگر شرکاء

اخت ابوبکر صدیق' سرگودھا۔ محمد شاداب اسلم' سرگودھا۔ اخت ابی مرصد' فورٹ عباس۔ راشد الیاس' فورٹ عباس۔ اقراء ناظر' فیصل آباد۔ عزیز اللہ' احمد بھٹی' انوار زیبا' سلمیٰ نورین' حماد الرحمٰن' بدر الاسلام' زیب النساء' ندا شاہد' ضیاء اللہ کھوکھر' لاہور۔ فہد علی' اسلام آباد۔ خوشبو محسن' ایبٹ آباد۔ خالد احمد' مہر جواد علی' ابرار ظہیر' ام حبیبہ' ردا ناز' گوجرانوالہ' نشاط پروین' فیصل آباد

میرا پسندیدہ شعر

یہی تو ہیں یہ جانثار' وفا شعار' سرفروش
باطل سے ٹکرانے کی جو تاب رکھتے ہیں
آئے بہت سے زمانے میں رستم و سکندر
شہداء طیبہ سب سے منفرد شباب رکھتے ہیں

اخت عبدالواسع گوجرانوالہ

تمہی سے مجاہدو! جہاں کا ثبات ہے
شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
ہم جام شہادت جھوم کر پیا کرتے ہیں
یہ جینا جینا نہیں ہم سر کٹا کر جیا کرتے ہیں

حامد نومی' محمد راشد شاہین' فورٹ عباس

قتل چھپتے تھے کبھی سنگ کی دیوار کے بیچ
اب تو کھلنے لگے مقتل بھرے بازار کے بیچ
اپنی پوشاک کے چھن جانے کا افسوس نہ کر
سر سلامت نہیں رہتے یہاں دستار کے بیچ

عبداللہ اکرام طالب ڈنڈی

اپنی تو یہ مثال ہے کہ جیسے کوئی درخت
اوروں کو سایہ بخشے اور خود دھوپ میں جلے

اخت ابو حیدر شہید' فرزانہ سحر۔ ضلع چنیوٹ

بنت حوا کو نچاتے ہیں سر محفل اب
کتنے سنگ دل ہیں کہ رسم حیا یاد نہیں
آج اپنی ذلت کا سبب یہ ہے شاید
سب کچھ یاد ہے پر خوف خدا یاد نہیں

نسیم قاسم' لاہور

مکتب الاطفال کا نیا سلسلہ

میٹھی شرارتیں

بچوں کی میٹھی شرارتوں اور ان کی اداؤں سے ہی گھر اور معاشرے کی رونق ہے۔ اس لئے مکتب الاطفال میں آئندہ شمارہ سے نیا سلسلہ شروع ہو رہا ہے یعنی ''میٹھی شرارتیں'' اس میں آپ اپنے پیارے چھوٹے اور معصوم بچوں کی ایسی ننھی اور میٹھی شرارتیں ہمیں لکھ کر بھیجیں گے جنہیں پڑھتے ہی دل باغ باغ ہو جائے۔ ہم آپ کی تحریروں کے منتظر رہیں گے۔ (ادارہ)

رابطہ لاہور دفتر: ماہنامہ مجلّہ الحرمین پوسٹ بکس نمبر 1481 جی پی او لاہور
فون 042-37314528 فیکس 042-37240960
ای میل alharamain1@gmail.com

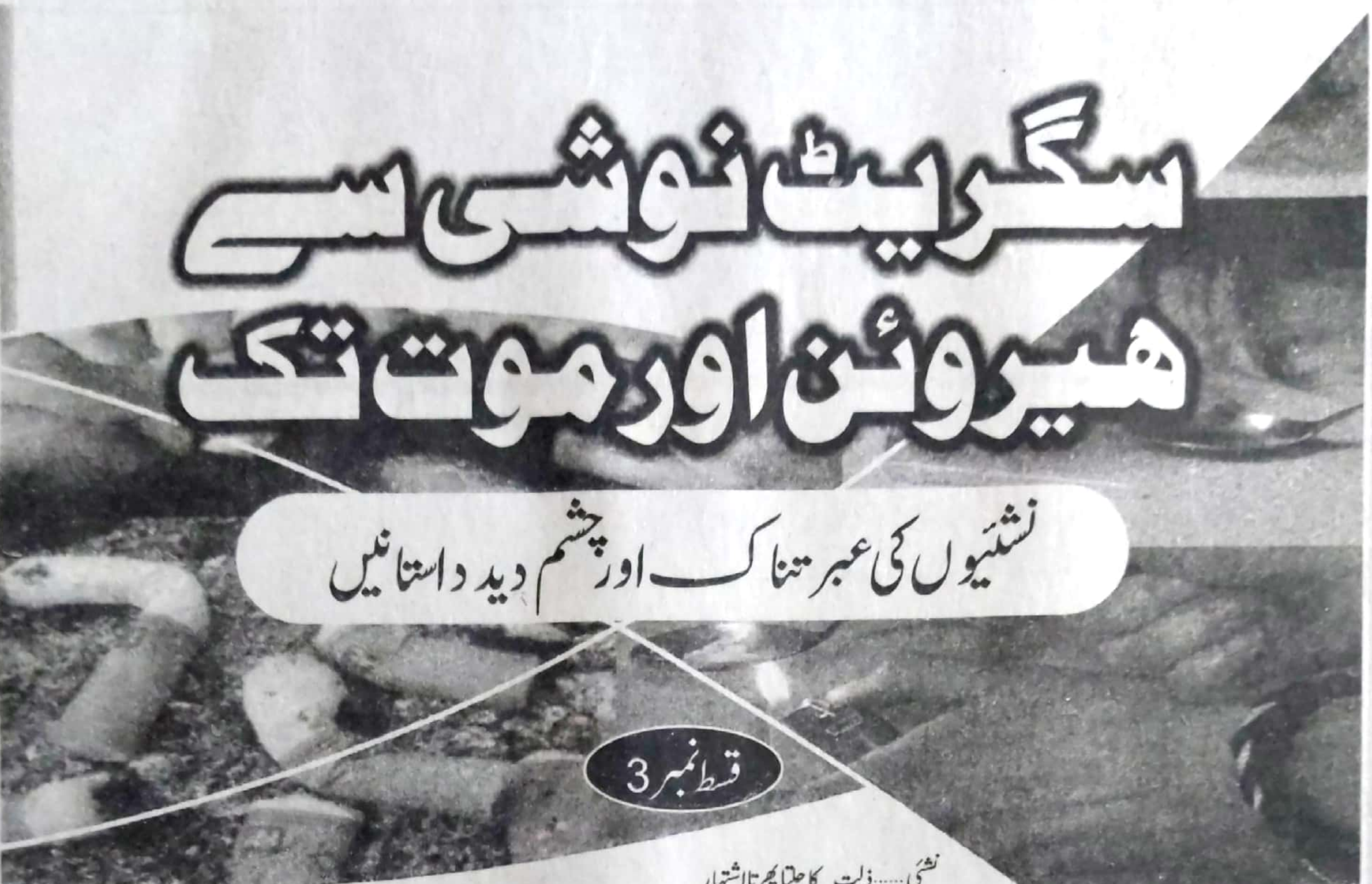

سگریٹ نوشی سے ہیروئن اور موت تک

نشئیوں کی عبرتناک اور چشم دید داستانیں

قسط نمبر 3

اصلاحِ معاشرہ

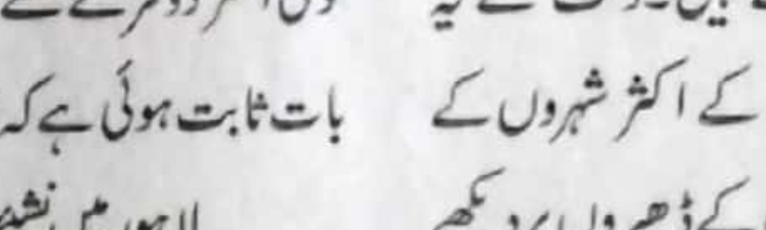

سرمد محمود

نشئی......ذلت کا چلتا پھرتا اشتہار اور عبرت کا عنوان ہوتے ہیں۔ ذلت کے یہ کٹے پھٹے اور بدبودار اشتہار ملک کے اکثر شہروں کے چوکوں، چوراہوں، سڑکوں اور گلیوں میں گندگی کے ڈھیروں پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ نشیوں سے بدبو کے بھبکے اٹھ رہے ہوتے ہیں اور جسم پر مکھیاں بھنبھنا رہی ہوتی ہیں۔ نشئی تعفن میں ڈوبا اور پیشاب و پاخانہ میں لتھڑا ہوتا ہے۔ نشہ کرنے والا شخص عزت وغیرت سے تہی، خودداری سے عاری اور شرف انسانیت کے اعلیٰ مقام سے ذلت وعبرت کی اتھاہ گہرائیوں میں جا گرتا ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ کوئی شخص اچانک ہی نشہ کی بری عادت کا شکار نہیں ہوتا۔ ممکن نہیں کہ کوئی شخص رات کو اچھا بھلا اور صحت مند حالت میں سویا ہو اور صبح جب اٹھے تو نشے کا عادی ہو چکا ہو۔ انسان آہستہ آہستہ نشے کا شکار ہوتا ہے۔ تاہم یہ بات یقینی ہے کہ نشے کا پہلا مرحلہ سگریٹ نوشی ہے۔ دنیا بھر کے سائیکاٹرسٹ (ماہرین نفسیات) نیورو سرجن (دماغی امراض) اور منشیات کا علاج کرنے والے ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ شراب نوشی، ہیروئن اور دیگر تمام مہلک نشوں میں سے سگریٹ نوشی کی عادت میں مبتلا ہونا آسان تر ہے۔

اس کی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً

1- سگریٹ ہر جگہ باآسانی دستیاب ہوتی ہے۔

2- سگریٹ باقی نشوں کی نسبت سستی ہے۔

3- باقی نشوں کے لیے خاص ماحول اور محفل کی ضرورت ہوتی ہے۔ سگریٹ نوشی اس سے مبرا ہے۔ مثلاً پبلک ٹرانسپورٹ میں شراب نوشی کرنا یا ہیروئن استعمال کرنا ناممکن مگر سگریٹ نوشی پبلک ٹرانسپورٹ میں کی جاسکتی ہے۔

لندن کی انسٹی ٹیوٹ آف سائیکاٹری کے ڈاکٹر ایم اے ہیملٹن کی بھی یہی رائے ہے کہ تمام نشوں میں سے سگریٹ آسان تر نشہ ہے۔ سگریٹ نوشی اکثر دوسرے نشے شروع کرنے کی ابتدا اور بنیاد بنتی ہے۔ یہ کتابی دعویٰ نہیں بلکہ عملی تجربے سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ چرس، ہیروئن یا دوسرے نشوں کی ابتدا سگریٹ نوشی سے ہوتی ہے۔

لاہور میں نشیوں کے بڑے بڑے اڈے بادشاہی قلعہ کی عقبی جانب، بادشاہی مسجد کے پہلو میں واقع عتیق سٹیڈیم، سٹیشن کے بالمقابل پارک، لاہور کا جنرل بس سٹینڈ، پرانے لاہور کے گرد واقع پرانے دور کے باغات، رائل پارک اور حضوری باغ ہیں۔ ان مقامات پر کئی نشیوں سے ملاقاتیں ہوئیں جن میں نوعمر بچے بھی تھے، جوان بھی، بوڑھے بھی اور عورتیں بھی۔ جب ان سے نشہ شروع کرنے کی وجوہات دریافت کی گئیں تو تقریباً سب نے سگریٹ نوشی کو بنیاد قرار دیا۔

سگریٹ سے ہیروئن کا عادی ہونے والوں کے بے شمار واقعات ہیں اور ان میں ہر واقعہ اپنی جگہ المناک داستان ہے۔ آیئے! ہم آپ کو چند ایسے کرداروں سے ملاتے ہیں جنہوں نے کسی وقت سگریٹ بے ضرر سمجھ کر پینا شروع کی۔ مگر بعد میں وہ چرس کے عادی ہوئے، پھر ہیروئن پر لگے...... آخر ایک وقت آیا جب ان کی عزت اور غیرت کا جنازہ نکل گیا اور وہ بھیانک انجام سے دوچار ہوئے۔

شیرانوالہ گیٹ سے متصل پارک میں کئی نشئی نشہ میں دھت نظر آتے ہیں۔ یہاں صغیر نامی ایک نشئی سے ملاقات ہوئی۔ صغیر دونوں ہاتھوں سے مفلوج ہے۔ اس کا ایک بازو کٹا ہوا اور دوسرا بھی کام نہیں کرتا۔ دونوں ہاتھوں سے معذور اور مفلوج ہونے کے باوجود وہ نشہ کرتا ہے اور نشہ بھی انجیکشن کا۔ دونوں ہاتھوں سے معذور صغیر انجیکشن کیسے لگاتا ہے، اس کا ذکر ہم بعد میں کریں گے۔ پہلے اس کی زبانی اس کی داستان حیات سنتے ہیں۔

صغیر کا تعلق شالامار باغ لاہور کے علاقے سے ہے۔ وہ 6 بہنوں کے بعد اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔ نہایت ہی پیارا، خوبصورت اور ذہین۔ چھ بہنوں کے بعد جب اس کی ولادت ہوئی تو والدین اور بہنوں کی اس

☆......جنرل سٹور کا مالک ساجد سگریٹ سے چرس اور پھر ہیروئن پر لگا' آخر کار سٹور بک گیا اور اس نے اپنی بیوی' بیٹے اور بیٹی کو قتل کر دیا

☆......لاری اڈے میں ایک نشئی مرا تو کچرا اٹھانے والی گاڑی نے اس کی لاش راوی میں پھینک دی۔

☆......ہم نشے سے شادی کر چکے ہیں۔ نشے کی پُڑی میری بیوی اور چرس بھرے سگریٹ میرے بچے ہیں۔ایک نشئی

☆......سگریٹ نوشی کرنے پر بچے کی سرزنش کی گئی تو اس کا جواب تھا ''میرا پسندیدہ بھارتی فلمی اداکار رجنی کانت بھی سگریٹ نوشی کرتا ہے۔''

☆......تمام مہلک نشوں میں سے سگریٹ نوشی کی عادت میں مبتلا ہونا آسان ہے۔

کے ساتھ محبت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ صغیر والدین کے دل کا ٹکڑا اور آنکھوں کی ٹھنڈک تھا جبکہ بہنیں اپنے بھائی کو پاؤں زمین پر نہ رکھنے دیتیں۔ صغیر کو اٹھانے' چمٹانے اور پیار کرنے کے لیے بہنوں کا اکثر آپس میں جھگڑا رہتا۔ بہنیں اس کو اٹھاتیں' جھولاتیں اور خوشی سے نہال ہوتیں۔ والدین کی بے پناہ شفقت اور بہنوں کی بے پناہ محبت کے سائے میں صغیر پلا بڑھا۔ والدین کی اس سے بے شمار امیدیں اور توقعات تھیں۔ جب وہ تھوڑا سا بڑا ہوا تو اسے سکول داخل کروا دیا گیا۔ صغیر کے والدین غریب تھے' البتہ آزاد خیال تھے۔ یہی حال صغیر کی بہنوں کا تھا۔ گھر میں کھانے کے لیے کچھ ہو یا نہ ہو' ٹی دی' وی سی آر ضروری تھا۔ گھر میں ہر وقت فلمیں چلتیں اور گانے گونجتے رہتے۔ بہنوں کی آپس میں اکثر اس بات پر بحث ہوتی کہ صغیر کی شکل کس بھارتی اداکار سے ملتی ہے۔ کوئی بہن معصوم صغیر کی شکل میں کسی بھارتی اداکار کی شکل ڈھونڈتی تو کوئی بہن کسی کی تشبیہ تلاش کرتی۔ اسی طرح کی باتیں سن کر' فلموں اور گانوں کے ماحول میں صغیر نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنا شروع کیے۔ جب صغیر کو سکول داخل کروایا گیا تو وہ اپنی کلاس کا ذہین بچہ ثابت ہوا۔ وہ ہمیشہ امتحان میں پوزیشن لیتا۔ اس کی بہنوں کی خواہش ہوتی کہ وہ پڑھائی کے علاوہ سکول کی ہم نصابی سرگرمیوں میں حصہ لے۔ وہ صغیر کو سکول میں ہونے والے ڈراموں اور خاکوں میں حصہ لینے کے لیے تیار کرتیں۔ صغیر سکول میں ہونے والے ڈراموں اور خاکوں میں بھارتی اداکاروں کے ڈائیلاگ بولتا اور ان کی نقلیں اتارتا۔

بھارتی اداکار رجنی کانت صغیر کا پسندیدہ ہیرو تھا۔ وہ اس کی فلمیں بڑے شوق سے دیکھتا اور اس کے ڈائیلاگ کی نقلیں اتارتا۔ صغیر ساتویں آٹھویں کلاس میں تھا' جب اس کے والدین کو پتا چلا کہ وہ سگریٹ پیتا ہے۔ اس کے والدین اور بہنیں سگریٹ نوشی کا سن کر سکتے میں رہ گئے۔ جب صغیر سے بازپرس کی گئی تو اس کا جواب تھا' بھارتی فلمی اداکار رجنی کانت بھی تو سگریٹ پیتا ہے۔ اس کا کہنا تھا مجھے رجنی کانت کے سگریٹ پینے کا سٹائل بہت اچھا لگتا ہے۔ والدین اور بہنوں نے اس پر سختی کی تو اس نے سگریٹ چھوڑ دیے لیکن اس کے گھر والے اپنی عادتیں تبدیل کر سکے اور نہ اپنے معمولات میں تبدیلی لا سکے۔ گھر میں اسی طرح گانے گونجتے رہے اور فلمیں چلتی رہیں اور صغیر رجنی کانت کی نقالی کرتا رہا۔ صغیر اور اس کی بہنوں کو اس کی سگریٹ نوشی پر تو اعتراض تھا لیکن رجنی کانت کی نقالی کرنے پر کوئی اعتراض نہ تھا بلکہ اس کے گھر والے خوش ہوتے اور کہتے ''ہمارا بیٹا ایک دن ضرور فلمی دنیا میں نام پیدا کرے گا۔''

اس طرح والدین اور بہنوں نے لاشعوری طور پر اس کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی کہ وہ فلمی دنیا کا شہزادہ اور ستارہ ہے۔ 2،3 سال تک یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ وہ سگریٹ پیتے پکڑا جاتا اور چھوڑنے کا وعدہ کرتا اور کچھ عرصہ بعد پھر وعدہ توڑ دیتا۔ اب وہ نویں کلاس میں تھا۔ اس کا ہیئر سٹائل' اٹھنا بیٹھنا' بول چال سب فلمی اداکاروں جیسا تھا۔ سگریٹ نوشی کے علاوہ اب تک اس کی کوئی بڑی شکایت نہ آئی تھی۔ پھر اچانک ایک دن وہ سب کچھ ہو گیا جس کا اس کے والدین اور بہنوں نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔ صغیر محلے کی ایک لڑکی سے دست درازی کرتے پکڑا گیا تھا۔ لڑکی کے بھائیوں نے اس کو مار مار کر لہولہان اور ادھ موا کر دیا تھا۔ جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جس پر زخموں کے نشان نہ پڑے ہوں۔ لڑکی کے بھائی اپنی طرف سے اس کو جان سے مار کر چلے گئے لیکن صغیر کی زندگی میں ابھی بے شمار مشکلات جھیلنا لکھی تھیں' اس لیے وہ زندہ رہا۔ لڑکی سے دست درازی کا واقعہ آسانی سے نظرانداز ہونے والا نہ تھا۔ اس واقعہ کے بعد صغیر کا شمار محلے کے بدکردار لڑکوں میں ہونے لگا جس وجہ سے اسے سکول سے خارج کر دیا گیا۔ محلے کا کوئی دوسرا سکول اسے داخلہ دینے کے لیے تیار نہ تھا۔ جب والدین لڑکی کے ساتھ دست درازی کے واقعہ پر صغیر کی سرزنش اور لعنت ملامت کرتے تو وہ بڑی بے باکی سے کہتا ''میں نے کوئی نیا کام نہیں کیا' رجنی کانت بھی ایسے کرتا ہے۔'' وہ بالکل رجنی کانت کے سٹائل میں کش لگاتا اور دھواں چھوڑتا۔ اس نے سکول چھوڑ دیا تھا اور اب بڑی بے باکی کے ساتھ والدین کے سامنے بھی سگریٹ کے کش لگاتا۔ والدین اور بہنوں نے اسے راہ راست پر لانے کی بڑی کوشش کی لیکن وہ مکمل طور پر پٹڑی سے اتر چکا تھا۔

پہلے وہ گھر میں فلمیں دیکھتا تھا' اب اس نے گھر سے باہر بھی فلمیں دیکھنا شروع کر دیں۔ وہ آہستہ آہستہ برے دوستوں کی محفلوں میں بیٹھنے لگا۔ پہلے وہ سادہ سگریٹ پیتا تھا' پھر اس نے چرس بھرے سگریٹ پینے شروع کر دیے۔ جب وہ چرس پر لگا تو اس نے جوئے بازی بھی شروع کر دی۔ جوا کھیلنے کے لیے پہلے اس نے اپنے گھر کی قیمتی چیزوں پر ہاتھ صاف کیا۔ گھر میں چوریاں کیں' پیسے چرائے' بہنوں کا جہیز کا سامان چرا کر بیچا۔ جب گھر میں چرانے کے لیے کچھ نہ بچا تو وہ گھر سے باہر چوریاں کرنے لگا۔ پھر ایک وقت آیا جب پولیس چوری کے الزام میں اس کے گھر کے دروازے تک آ گئی۔ پولیس نے اس کے بوڑھے باپ کو مارا پیٹا' گھسیٹا اور اس کی بہنوں کی بے عزتی کی۔ اس واقعہ کے بعد والدین نے اپنی عزت بچانے کے لیے بیٹے سے لاتعلقی کا اعلان کر کے گھر کے دروازے اس کے لیے بند کر دیے۔

صغیر بڑی مشکل سے اٹک اٹک کر اور نیم مدہوشی کی حالت میں اپنی داستان سنا رہا تھا۔ اس دوران اس کے ساتھ بیٹھا فیقا بھنگ ملی چائے لینے کے لیے چلا گیا جو وہاں قریب سے 50 روپے میں مل رہی تھی۔ صغیر نے میرے لیے بھی چائے لانے کو کہا لیکن میں نے انکار کر دیا۔

فیقا چائے لینے چلا گیا اور صغیر کے ساتھ دوبارہ سلسلہ گفتگو وہاں سے شروع ہو گیا جہاں اس نے چھوڑا تھا۔ وہ کہنے لگا ''جب میں نے والدین کا گھر چھوڑا تو مجھے زیادہ پریشانی لاحق نہ ہوئی۔ وہ بہت بھلا وقت تھا۔ منشیات فروشوں میں حیا تھی۔ نشہ مہنگا نہیں تھا۔ اب تو سب نشے مہنگے ہو گئے ہیں۔ چرس اور بھنگ بھی بہت مہنگی ہو چکی ہے۔ 100 روپے میں تھوڑی سی چرس ملتی ہے جس سے 10 سگریٹ بھی تیار نہیں ہوتے۔ 20،15 سال پہلے جب میں نے والدین کا گھر چھوڑا' اس وقت حالات بہت بھلے تھے' بہت برکت تھی۔ 10 روپے کی چرس میں کئی دن گزر جاتے تھے۔ صغیر اپنی آنکھیں میچتے میری طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا'' آپ اخبار والے ہو نا' آپ کیوں نہیں لکھتے کہ چرس' بھنگ اور ہیروئن سستی کی جائے۔ حکومت کو کچھ پتا نہیں کہ نشہ مہنگا ہونے کی وجہ سے ہم کتنے پریشان ہیں۔ زرداری سے کہو' ہماری بددعائیں نہ لے۔ ہماری یہ

نشئی جب مدہوشی میں ہوتو عبادت کی حالت میں ہوتا ہے۔(نعوذ باللہ)ایک نشئی

عاجزانہ درخواست زرداری تک پہنچادو' لاکھوں نشئی آپ کو دعائیں دیں گے۔''

صغیر آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر اپنے حالات سنا رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ نشہ کیسے انسان کی مت ماردیتا ہے کہ وہ اچھے برے کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ میرے کان صغیر کی آواز پر لگے ہوئے تھے' وہ کہنے لگا'' کیا آپ کو معلوم ہے کہ لاہور میں نشیوں کے بڑے بڑے ٹھکانے کون سے ہیں؟'' میں نے معروف ٹھکانوں جیسے حضوری باغ' جنرل بس سٹینڈ' رائل پارک وغیرہ کا نام لیا تو وہ کہنے لگا نہیں یہ نشیوں کے چھوٹے اور معمولی ٹھکانے ہیں۔ نشیوں کے اصل ٹھکانے دربار اور مزارات ہیں۔ ان درباروں پر مفت روٹی ملتی ہے۔ سونے کی جگہ بھی ملتی ہے اور لوگ خدمت بھی کرتے ہیں۔ مزاروں پر جو آدمی نشے میں جتنا مدہوش ہو' لوگ اسے اتنا ہی پہنچا ہوا سمجھتے ہیں اور اس کی خدمت کرتے ہیں۔ شاہی قلعہ کے سامنے واقع دربار شیر شاہ ولی پر میں نے زندگی کے کافی سال گزارے ہیں۔ وہاں اکثر نشئی اکٹھے ہوتے ہیں۔ چور' جیب کترے' نشہ فروخت کرنے والے' سمگلر' دلال' عورتوں کی خرید و فروخت کا دھندہ کرنے والے اس دربار پر آتے ہیں اور وہاں ملنگوں' چرسیوں کی بڑی خدمت کرتے ہیں۔''

میں نے اسے پوچھا'' تم موجودہ حالت کو کیسے پہنچے؟'' کہنے لگا'' نشہ ایک ایسی چیز ہے جس کی طلب کبھی کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی جاتی ہے۔ کئی سال تک میں چرس کا نشہ کرتا رہا۔ پھر یہ ہوا کہ چرس استعمال کرتا لیکن سکون نہ آتا۔ تب میں نے ہیروئن کا نشہ شروع کردیا۔ ہیروئن بڑے کمال کی چیز ہے' اس کا سرور زبردست ہے لیکن یہ مہنگی بہت ہے۔ ہر ہفتے ہیروئن خریدنا بہت مشکل تھا' چرس میرے لیے بے کار ہوچکی تھی۔ تب میں نے انجکشن لگوانے شروع کردیئے۔ انجکشن کا نشہ تیز اور سستا ہے لیکن اس میں خطرہ بہت ہے۔ میرا ایک ہاتھ کٹا ہوا اور دوسرا مفلوج ہے' اس کی وجہ انجکشن ہی ہے۔''

صغیر اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھا کہ اتنی دیر میں فیقا پلاسٹک کے مگے میں چائے لے کر آگیا۔ صغیر اپنی پوٹلی سے دو کپ نکالتے ہوئے کہنے لگا'' لوگ ہم سے نفرت کرتے ہیں' کہتے ہیں' نشئی گندے ہوتے ہیں' صفائی کا خیال نہیں رکھتے' دیکھیں میں ابھی آپ کے سامنے کپ صاف کروں گا۔'' صغیر نے یہ کہتے ہوئے اپنے گندے اور میلے کچیلے ہاتھ سے کپوں کو خوب اندر سے ملا۔ پھر وہ کپوں میں پھونکیں مارتا رہا۔ آخر میں اس نے اپنی قمیض کے انتہائی گندے دامن سے کپوں کو ملا۔ اس کی قمیض اتنی گندی تھی کہ اس کا اصل رنگ چھپ گیا تھا۔ قمیض کے پلو سے کپوں کو جھاڑنے کے بعد وہ کہنے لگا'' دیکھیں میں نے کپ کس طرح صاف کیے ہیں۔ کیا اب بھی آپ کہیں گے کہ نشئی گندے ہوتے ہیں'' صغیر اور فیقا نے چائے کی چسکیاں لینا شروع کردیں۔ صغیر اپنی ٹوٹی داستان کو جوڑتے ہوئے کہنے لگا:

انجکشن کا نشہ خطرناک اس طرح ہے کہ اکثر اوقات انجکشن رگ کی بجائے غلط لگ جاتا ہے جس سے زخم بن جاتا ہے۔ جب ایک جگہ غلط انجکشن لگے تو گویا ایک زخم بن گیا۔ اب نشئی نے چونکہ بار بار انجکشن لگانا ہوتا ہے' جب وہ بازو میں زخم لگائے گا تو بازو پر زخم بننا شروع ہوجائیں گے۔ یہ زخم اکثر خراب ہوجاتے ہیں اور اس طرح خراب ہوتے ہیں کہ زخم خوردہ حصے کو کاٹنا پڑتا ہے اگر کاٹا نہ جائے تو جسم کا باقی حصہ بھی خراب ہوجاتا ہے۔ بعض نشئی ٹانگوں میں انجکشن لگاتے ہیں۔ بروقت علاج ہونے سے زخم ٹھیک بھی ہوسکتا ہے لیکن نشئی کے لیے بروقت اور متواتر علاج کروانا' زخم کی صفائی کرنا' پرہیز کرنا اور خاص کر دوبارہ انجکشن نہ لگانا...... ناممکن ہوتا ہے۔

یہی کچھ میرے ساتھ ہوا۔ میں نے بازو میں انجکشن لگانے شروع کیے جس سے میرا بازو سوج گیا۔ پھر زخم بنا' زخم آہستہ آہستہ بڑھتا گیا۔ علاج اور پرہیز میرے لیے ممکن نہ تھا۔ یہاں تک کہ بازو کے زخم میں کیڑے پڑ گئے اور درد ناقابل برداشت حد تک بڑھ گیا۔ درد اور کمزوری کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہوجاتی۔ تب میرے کچھ دوست مجھے ہسپتال لے گئے۔ جب ہوش آیا تو میں ایک بازو سے محروم تھا۔ میرا ایک بازو کٹ گیا' بیماری اور نشے سے جسم کانٹے کی طرح کمزور اور کوئلے کی طرح سیاہ ہوگیا لیکن یہ سب کچھ ہونے کے باوجود نشے کی لت ایسی ہے' چھوٹتی نہیں۔

ایک میں ہی نشئی نہیں' ہزاروں نشئی ایسے ہیں جن کے بازو کٹ گئے' ٹانگیں کٹ گئیں لیکن نشہ پھر بھی نہیں چھوٹا۔ ہاں یہ ضرور ہوتا ہے کہ بعض نشئی انجکشن لگانا یا لگوانا چھوڑ دیتے ہیں لیکن انجکشن کی جگہ کوئی دوسرا نشہ شروع کردیتے ہیں۔ میرے جیسے معذور اور مفلوج نشئی اپنے جیسے دوسرے نشیوں سے انجکشن لگواتے ہیں۔ جیسے میں ہوں' میرے دونوں بازو اب کام نہیں کرتے مگر نشہ پھر بھی کررہا ہوں۔ جب دونوں بازو ختم ہوگئے تو میں نے ٹانگوں پر انجکشن لگانے شروع کردیئے پھر ایک ٹانگ بھی زخمی ہوگئی۔ جب ٹانگ میں زخم بنا تو میں زندہ لاش بن کر رہ گیا۔ چلنا پھرنا' اٹھنا بیٹھنا سب ختم ہوگیا۔ جس جگہ بیٹھا ہوتا' اسی جگہ کپڑوں میں پیشاب پاخانہ کردیتا' پھر اسی پیشاب والی جگہ بیٹھے بیٹھے سوجاتا' کوئی یار دوست روٹی لادیتا تو اسی حالت میں کھالیتا۔ لنگڑا کر چلتا۔ 10 منٹ کا سفر ایک گھنٹے میں کرتا۔ تب میں نے ارادہ کیا کہ انجکشن کا نشہ چھوڑ دوں گا۔ چار پانچ ماہ بعد میری ٹانگ کا زخم ٹھیک ہوگیا تو میں نے شیر شاہ ولی دربار پر جاکر دھمال ڈالی۔

صغیر اور فیقے سے شادی کا پوچھا تو فیقا کہنے لگے ہم دونوں شادی شدہ ہیں اور ہمارے بچے بھی ہیں۔ میرے لیے ان کا جواب حیران کن تھا۔ پھر فیقا خود ہی کہنے لگا'' ہم نشے سے شادی کرچکے ہیں۔ نشے کی پڑی ہماری بیوی اور نشے بھرے سگریٹ ہمارے بچے ہیں۔''

فیقا کہنے لگا:'' انجکشن کا نشہ بہت خطرناک ہے' اس لیے ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ انجکشن چھوڑنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے جسم کی رگیں ختم ہوگئی ہیں۔ پھر فیقے نے اپنے بازو اور ٹانگیں مجھے دکھائیں' اس کے سوکھے اور کالے سیاہ بازوؤں اور ٹانگوں کی عجیب کیفیت تھی۔ کمزور اتنے کہ دیکھ کر خوف آتا اور گندے اتنے کہ دیکھ کر متلی آتی۔ میل کچیل میں اٹی ٹانگوں اور بازوؤں پر سوئیوں کے نشان نظر آرہے تھے۔

فیقا کہنے لگا'' ہماری ٹولی کا ایک بہت خوبصورت جوان عثمان تھا۔ وہ بازو میں انجکشن لگاتا تھا' اس کا بازو کٹ گیا۔ جب عثمان کا بازو کٹا' اس کی عمر صرف 20 سال تھی۔ ایک اور ہمارے دوست خادم کی عمر 25 سال تھی' وہ ٹانگ پر انجکشن لگاتا تھا' اس کی ٹانگ کٹ گئی لیکن اس نے انجکشن لگانے پھر بھی نہیں چھوڑے۔

فیقے کا تعلق فیصل آباد سے ہے۔ اسے اپنی عمر یاد نہیں' وہ اپنی عمر کا حساب بھٹو کے دور سے کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے جب میرا باپ مرا' اس وقت میری عمر زیادہ نہ تھی' میں اس وقت پوڈر پیتا تھا۔ کم عمری میں پوڈر پینا' فیقے کے نزدیک بڑے فخر کی بات ہے۔ وہ کہتا ہے میں کئی دفعہ اپنے بھائیوں سے ملنے فیصل آباد گیا مگر بھائی میری شکل دیکھنا اور میرا اپنے گھر میں داخل ہونا پسند نہیں کرتے۔ حالانکہ گھر میں میرا حصہ بھی ہے۔ اس کے باوجود بھائیوں نے مجھے دھکے دے کر گھر سے نکال دیا۔ بھائی کہتے ہیں تو کل کی بجائے آج ہی مرجائے تو اچھا ہے۔

میں نے صغیر سے پوچھا' کبھی کسی نشئی کو مرتے بھی دیکھا ہے۔ کہنے لگا' ایک نہیں کئی سنگی دوست میری آنکھوں کے سامنے مرے۔ نشئی کے لیے دو وقت بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ ایک وہ وقت جب اسے نشہ نہ ملے اور دوسرا وہ وقت جب اس کا نشہ ٹوٹ رہا ہو۔ دونوں وقتوں میں نشئی مدہوشی اور نیم بے ہوشی کی حالت میں ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں جب نشئی گرجائے تو وہ ہوش سے بیگانہ ہوجاتا ہے۔ ایسی حالت میں میرا ایک دوست ریلوے لائن پر گرگیا تھا۔ ریل گاڑی اس کے اوپر سے گزر گئی اور اس کا جسم کئی حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ اسی طرح کا دوسرا حادثہ کچھ عرصہ بعد ریلوے لائن پر پیش آیا۔

فیقا کہتا ہے میں اپنی زندگی میں 20 کے قریب نشیوں کو مرتے دیکھ چکا ہوں۔ ان میں میرا ایک لنگوٹیا بھی تھا جس کا تعلق قصور سے تھا اور وہ ڈرائیور تھا۔ شاہکوٹ کا ایک بزرگ' جس کا نام عاشق تھا وہ

باقی صفحہ 50 پر

تفسیر القرآن

سورۃ الاعراف کی تشریح و تفسیر

آزمائشوں کے سبب گناہ سے توبہ انبیاء کا طریق ہے

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿23﴾ قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿24﴾ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴿25﴾

(الاعراف 23 تا 25)

ترجمہ: دونوں نے پکارا کہ اے ہمارے رب! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم یقیناً خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سب نیچے چلے جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے اور تمہارے لئے زمین میں ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک وقت مقرر تک فائدہ اٹھانے کا موقع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اسی زمین پر زندگی گزارو گے اور وہیں مرو گے اور اسی سے دوبارہ نکالے جاؤ گے۔

تفسیر:

گزشتہ آیات میں آدم وحوا علیہما السلام کو شیطان کے بہکاوے و پھسلانے کی وجہ سے ممنوعہ درخت کا پھل کھانے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ارتکاب کی وجہ سے ان کے نورانی لباس کے اترنے کا ذکر تھا' اب ان آیات میں آدم وحوا علیہما السلام کی توبہ اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت وبخشش مانگنے کا تذکرہ ہے اور ان کے یہاں پر زندگی گزارنے اور ان کی موت کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ ان آیات میں سے پہلی آیت میں اس دعا کا تذکرہ ہے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے سکھائی جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 37 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ کی دعا قبول کی اور ان کو معاف کیا۔

القرآن یفسر بعضہ بعضا = قرآن کا بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے چنانچہ اس سورت (الاعراف) میں اللہ تعالیٰ نے ان کلمات کا ذکر کیا ہے جو آدم اور ان کی زوجہ نے کہے کہ اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا آپ نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ لہٰذا ہم پر رحم وکرم کرتے ہوئے ہماری توبہ قبول کیجئے اور ہماری مغفرت وبخشش فرمائیے کیونکہ اگر آپ نے ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ہمیشہ ہمیشہ کے خسارہ ونقصان میں مبتلا ہو جائیں گے۔ قرآن مجید نے دونوں راستوں کو واضح کردیا۔ شیطان اور اس کے پیروکاروں کا راستہ گناہ کرکے اس پر اترانا' اصرار کرنا' اڑنا اور اپنی غلط بات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے عقلی وقیاسی دلائل دینا اور آدم وحوا علیہما السلام اور بندگان الٰہی کا راستہ اپنی غلطی پر ندامت وپشیمانی کا اظہار اور اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرنا اور اس سے مغفرت وبخشش طلب کرنا ہے۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام میں پانچ خوبیاں تھیں۔

1۔ گناہ کا اعتراف۔ 2۔ گناہ پر ندامت۔ 3۔ اپنے نفس پر ملامت کرنا۔ 4۔ فوراً توبہ کرنا۔ 5۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔

اور ابلیس میں پانچ برائیاں تھیں۔

1۔ گناہ کا اعتراف نہ کرنا۔ 2۔ گناہ پر نادم نہ ہونا۔ 3۔ اپنے نفس کو ملامت نہ کرنا۔ 4۔ توبہ نہ کرنا' اپنے رب پر اعتراض کرنا۔ 5۔ اپنے رب کی رحمت سے ناامید ہونا۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے

عرش الٰہی پر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا اور محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کیا۔ یہ روایت بے سند اور موضوع (گھڑی ہوئی) ہے۔

دوسری بات ہے کہ یہ قرآن کے مخالف و معارض ہے اور کوئی صحیح حدیث قرآن کے معارض نہیں ہوتی۔ تیسری بات یہ ہے کہ کسی کی ذات کا وسیلہ دے کر دعا کرنا کتاب و سنت سے مشروع نہیں۔ قرآن کریم میں انبیاء و رسل علیہم السلام کی دعائیں منقول ہیں جو بغیر وسیلہ کے براہ راست اللہ تعالیٰ سے کی گئی ہیں اسی لئے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے علاوہ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کا طریقہ دعا یہی ہے کہ کسی رسول نبی ولی، پیر بزرگ کے واسطے اور وسیلے کے بغیر دعا مانگی جائے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ کسی نبی، رسول اور ولی، پیر وغیرہ کا واسطہ اور وسیلہ دے کر سوال کرنے والا مشرک ہے یا بدعتی ہے کیونکہ کسی مقدس ہستی کا وسیلہ اور واسطہ دے کر سوال کرنے والا اگر یہ اعتقاد رکھے کہ میری تو اللہ تعالیٰ سنتا نہیں اور اس کی رد نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی طاقت یا محبت کے آگے مجبور ہے تو یہ اعتقاد کفر اور شرک ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی سنتا ہے جیسا کہ کتاب و سنت سے واضح ہے۔ وہ کسی کے آگے مجبور بھی نہیں کیونکہ نہ وہ کسی کی طاقت سے مرعوب ہے اور نہ کسی کی طاقت یا محبت کے آگے لاچار اور اگر کسی کی ذات کا واسطہ اور وسیلہ دے کر دعا کرنے والے کا یہ مذکورہ اعتقاد نہ ہو تو پھر اس کا یہ عمل بدعت کے زمرہ میں آئے گا کیونکہ انبیاء و رسل علیہم السلام میں بھی مقامات و درجات ہیں۔ وہ ایک دوسرے پر فضیلت اور فوقیت رکھتے ہیں اور ان کی دعائیں قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ ان میں سے کسی کی دعا میں بھی اپنے سے بڑے اور افضل رسول کا واسطہ اور وسیلہ موجود نہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے جو صبح و شام اور رات، دن اور نمازوں کے بعد اور مختلف مواقع اور مقامات کے اذکار اور دعائیں سکھائی ہیں ان میں اپنا یا کسی اور نبی و رسول یا کسی فرشتہ کے وسیلہ اور واسطہ کی تعلیم موجود نہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی بھی اپنی دعاؤں میں انبیاء و رسل علیہم السلام یا اپنے سے بڑے اور افضل صحابی کا واسطہ اور وسیلہ نہیں دیتا تھا۔ اسی طرح تابعین عظام اپنی دعاؤں میں انبیاء و رسل علیہم السلام یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کا وسیلہ اور واسطہ نہیں دیتے تھے۔ اسی طرح تبع تابعین اپنی دعاؤں میں انبیاء و رسل علیہم السلام اور صحابہ کرام اور تابعین عظام میں سے کسی کا وسیلہ اور واسطہ نہیں دیتے تھے اسی لئے کسی کی ذات کا وسیلہ اور واسطہ دے کر دعا کرنا بدعت کہلائے گا لہٰذا دعا میں کسی کا وسیلہ اور واسطہ دے کر دعا کرنا شرک ہے یا بدعت اور اس کا مرتکب مشرک ہے یا بدعتی۔ العیاذ باللہ پانچویں بات یہ ہے کہ کتاب و سنت سے مشروع اور جائز وسیلہ صرف تین قسم کا ہے۔

1۔ اللہ تعالیٰ کو اس کے ناموں اور صفات کا واسطہ دے کر سوال کرنا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا

اور اللہ تعالیٰ کے لئے اچھے اچھے نام ہیں اس کے اچھے اچھے ناموں کے ساتھ اس کو پکارو۔ (الاعراف 180)

اسی طرح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ پریشانی کے وقت یہ دعا کرتے یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ أَسْتَغِیْثُ کہ اے زندہ اور قائم رب! میں تیری رحمت کے ساتھ فریاد کرتا ہوں۔ (ترمذی)

اسی طرح دعا استخارہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کے ذریعہ دعا کی گئی ہے۔ دوسرا مشروع وسیلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے کسی نیک عمل کا وسیلہ اور واسطہ پیش کرنا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ

اے ہمارے رب! ہم نے سنا کہ منادی کرنے والا آواز بلند ایمان کی طرف بلا رہا ہے کہ لوگو اپنے رب پر ایمان لے آؤ پس ہم ایمان لائے۔ یا الٰہی اب تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر دے اور ہماری موت نیک لوگوں کے ساتھ کر۔ (آل عمران 93)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ

اے ہمارے رب! ہم تیری اتاری ہوئی وحی پر ایمان لائے اور ہم نے تیرے رسول کی اتباع کی پس تو ہمیں گواہوں میں لکھ لے۔ (آل عمران 53)

جیسا کہ غار میں پھنس جانے والے تین آدمیوں کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے اعمال (ماں باپ کی خدمت اور ان کو اپنی بیوی اور بچوں پر ترجیح دینا۔ 2۔ اور بدکاری کو چھوڑ دینا۔ 3۔ اور مزدور کی مزدوری کئی گنا بڑھا کر اسے دینا) کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ نے ان کی مشکل حل کر دی۔ (صحیح بخاری کتاب البیوع باب اذا اشتری شیئا لغیرہ۔ (صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب قصۃ اصحاب الغار الثلاثۃ

تیسرا مشروع وسیلہ یہ ہے کہ کسی نیک زندہ آدمی سے دعا کروائی جائے جیسا کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے قحط سالی کے وقت بارش کی دعا کے لئے درخواست کی اور آپ کی دعا سے ایک ہفتے تک مسلسل بارش ہوتی رہی۔ پھر آپ سے بارش کے بند ہونے کی درخواست کی گئی تو آپ نے دعا فرمائی جس سے بارش رک گئی۔

(صحیح بخاری کتاب الاستسقاء باب الاستسقاء فی خطبۃ الجمعۃ حدیث 1014)

اسی طرح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی ماں کے اسلام لانے کی دعا کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے دعا کی اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ اسلام لائیں لہٰذا توسل کی ان تین جائز و مشروع اقسام۔

توسل باسماء اللہ وصفاتہ۔
توسل بالاعمال الصالحۃ۔
توسل بدعاء رجل صالح

کے علاوہ ہر قسم کا توسل بالذات مثلاً نبی و رسول یا کسی ولی اور پیر وغیرہ کسی قبر و مزار وغیرہ کے واسطے صدقے اور طفیل کے دعا کرنا باطل اور غلط ہے کیونکہ اس پر کتاب و سنت کی کوئی دلیل نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قحط سالی کے وقت نبی ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کروانا۔ (بخاری کتاب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا = (حدیث نمبر 1010) اور نابینا صحابی کا گھر میں رسول اللہ ﷺ کے واسطے طفیل سے اپنی بینائی کے لئے دعا کرنے کی بجائے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کرنا توسل بالدعا کی دلیل ہے توسل بالذات کی نہیں لہٰذا کسی نیک زندہ آدمی سے دعا کروائی جا سکتی ہے۔

لیکن کسی نیک زندہ یا فوت شدہ کی ذات کا وسیلہ اور واسطہ نہیں دیا جا سکتا البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یا اللہ! مجھے آپ کے رسول ﷺ سے محبت ہے اور میں صرف ان کی ہی اتباع کرتا ہوں اگر آپ کو میرا یہ عمل پسند و محبوب ہے تو میری یہ مشکل حل کر دے اور میرا یہ کام کر دے کیونکہ رسول ﷺ کی محبت اور ان کی اتباع نیک عمل ہے اور نیک اعمال کے واسطہ سے دعا کرنا جائز و مشروع ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ وسیلہ اور واسطہ کی مزید تشریح و توضیح راقم کی کتاب صحیح و مستند فضائل اعمال مطبوعہ الکریمیہ رائل پارک لاہور کے صفحہ 71 تا 73 میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ

اپنے بندوں پر بہت زیادہ مہربان ہے یہ بھی اس کی رحمت اور مہربانی ہے کہ اس نے ہمارے باپ آدم علیہ السلام کو توبہ کے کلمات سکھائے کہ آپ دونوں میاں بیوی یہ کلمات کہو تو میں تمہاری توبہ قبول کرلوں گا اور تمہیں معاف کردوں گا جیسا کہ قرآن مجید میں سے ہمیں سورۃ فاتحہ اور دوسری دعائیں سکھائیں کہ اے میرے بندو! اس طرح میری حمد وثنا کرو اور اس طرح مجھ سے توبہ واستغفار کرو اور جیسا کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کو حج اور عمرہ کے مناسک وارکان خود سکھائے اور جیسا کہ حدیث شفاعت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب سب رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام جواب دے دیں گے تو سب لوگ میرے پاس آئیں گے میں جاکر اللہ تعالیٰ کے سامنے طویل سجدہ کروں گا اور اس وقت مجھے اللہ تعالیٰ حمد وثناء کے ایسے کلمات سکھائے گا جو میں نے اس سے پہلے نہیں کہے ہوں گے۔ میں وہ کلمات کہوں گا تب جاکر اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور مجھے بات کرنے کی اجازت دے گا۔ ان آیات میں سے دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے آدم وحوا علیہما السلام اور ابلیس لعنۃ اللہ علیہ کا دنیا میں آنے کا بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اب تم سب جاکر زمین کے اوپر رہو کیونکہ ابلیس نے سجدہ سے انکار کرکے اور تم نے ممنوعہ درخت کا پھل کھاکر معصیت اور نافرمانی کا ارتکاب کیا ہے۔ لہٰذا تم اب جنت میں نہیں رہ سکتے۔ اب تمہارا اور تمہاری اولاد کا رہنا سہنا اور ٹھکانہ دنیا میں ہے۔ وہاں مقررہ وقت تک تمہارے لئے منافع اور فائدے کے سامان رکھ دیئے گئے ہیں۔ جن کی وجہ سے اولاد آدم آپس میں ایک دوسرے کی مخالفت ودشمنی کرے گی اسی طرح آدم اور اولاد آدم اور ابلیس اور اس کی اولاد میں مخالفت ودشمنی جاری رہے گی کیونکہ آدم اور اس کی اولاد سے ابلیس اور اس کی اولاد کی دشمنی کا سبب یہ ہے کہ ابلیس اپنے راندۂ درگاہ اور ملعون ہونے کا سبب آدم علیہ السلام کو سمجھتا ہے اور آدم اور اولاد آدم کی ابلیس اور اس کی اولاد سے دشمنی کی وجہ ابلیس کا آدم وحوا علیہما السلام سے مکر وفریب اور ان کو پھسلا کر ممنوعہ درخت کا پھل کھلانا ہے۔

تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے زمین پر زندگی گزارنے اور مرنے اور اس میں دفن ہونے اور اس سے اٹھنے کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تم زمین پر زندگی گزاروگے پھر وہیں مروگے اور حشر کے دن یہیں سے اٹھوگے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا کہ

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ

اس مٹی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ تمہیں نکالیں گے۔ (طہ 55)

اسی طرح فرمایا

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ۝ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا

کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا اور زندوں کو بھی اور مردوں کو بھی۔ (المرسلات 26-25)

لہٰذا دنیا اور اس کی نعمتوں اور فوائد میں مشغول ہوکر آخرت اور اس کے حساب وکتاب کو فراموش نہ کردینا۔

فوائد

1۔ آدم وحوا علیہما السلام کا توبہ واستغفار کرنا۔

2۔ توبہ کی تین شرائط ہیں۔ 1۔ ترک گناہ۔ 2۔ گناہ پر ندامت۔ 3۔ آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ۔

3۔ گناہ کی نحوست اور وبال کہ ابلیس ملعون قرار پایا اور آدم کو جنت سے نکلنا پڑا۔

صرف الحرمین میں

الحرمین کا اگلا شمارہ...... 15 روپے میں رمضان المبارک کا خصوصی شمارہ......

جو آپ کو کردے گا بڑی بڑی کتابوں سے بے نیاز۔ ان شاء اللہ

رمضان المبارک کا ماہ مقدس الحمدللہ ایک بار پھر امت مسلمہ پر اپنی بیش بہا برکتوں اور رحمتوں کے ساتھ سایۂ فگن ہونے کو ہے۔ اس حوالے سے ہمارا اگلا شمارہ رمضان المبارک کے مسائل وفضائل کے حوالے سے خصوصی شمارہ ہوگا...... صرف 15 روپے میں...... ایسا شمارہ جو آپ کو رمضان المبارک کے متعلق لکھی گئی بڑی بڑی ضخیم اور مہنگی کتابوں سے بے نیاز کرسکتا ہے۔

اس میں چاند، روزوں، تراویح اور آخری عشرہ کے مسائل وفضائل سے لے کر زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کے مسائل بھی شامل ہوں گے۔

علاوہ ازیں: رمضان المبارک کے مسائل کے حوالے سے آپ کوئی بھی سوال ہمیں بھیجیں، ہم اس کا قرآن وحدیث کی روشنی میں تحقیقی جواب بھی شائع کریں گے۔ ان شاء اللہ

اس کے ساتھ ساتھ رمضان کے حوالے سے آپ ہمیں اچھا سا مضمون لکھ کر بھیجیں۔ آپ کے مناسب مضامین کو بھی اس اشاعت میں شامل کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔ تاہم آپ کے سوال اور مضامین 5 شعبان یا 17 جولائی تک پہنچنے ضروری ہیں۔

رابطہ: صرف SMS: 0302,4246163 ای میل: qasimhamdan@gmail.com

دفتر مجلہ الحرمین پوسٹ بکس نمبر 1481 جی پی او لاہور

تدریس الحدیث

بلوغ المرام کی کتاب الجامع کی تشریح

حسنِ صورت کے ساتھ حسنِ خلق کے لیے دعا

۱۴۴۹/۱۸۔ ((وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ)) [رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَ صَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ]

''ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! جس طرح تو نے میری شکل وصورت اچھی بنائی ہے میرا خلق بھی اچھا بنا دے۔'' (اسے احمد نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا)

تخریج: [صحیح۔ احمد : ۱/۴۰۳۔ ابن حبان : ۳/۹۵۹] بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ آئینہ دیکھ کر یہ دعا پڑھتے تھے اور اس کے آخر میں یہ لفظ بھی ہیں: ((وَ حَرِّمْ وَجْهِیْ عَلَی النَّارِ)) ''اور میرا یہ چہرہ آگ پر حرام کر دے۔''

شیخ ناصر الدین البانی ؒ نے ارواء الغلیل حدیث (۷۴) میں اس حدیث پر تفصیلی کلام فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ تمام روایات جن میں آئینہ دیکھ کر یہ دعا پڑھنے کا ذکر ہے، ضعیف ہیں اور ان کا ضعف کثرت اسانید سے بھی دور ہونے والا نہیں۔ ((وَحَرِّمْ وَجْهِیْ)) والے الفاظ بھی ضعیف ہیں، (اور ان کا آئینہ دیکھنے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں) البتہ صرف اتنے الفاظ جو اوپر ذکر ہوئے ہیں، صحیح سندوں کے ساتھ ثابت ہیں۔

فوائد:

۱۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بہترین صورت میں پیدا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴾ [التین : ۹۵/۴]

''یقیناً ہم نے انسان کو بہترین شکل وصورت میں پیدا فرمایا ہے۔''

اس لیے کوئی شخص کسی دوسرے کے مقابلے میں اگر کم حسن بھی رکھتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے اسے انسان بنایا، جس کی شکل جیسی بھی ہے' دوسری مخلوقات سے بہتر ہے۔

۲۔ اپنی خوبصورتی کی طرف دھیان جائے تو حسن سیرت کے لیے دعا کرے، رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ ظاہر کی اصلاح کے ساتھ ساتھ باطن کی اصلاح کے لیے بھی فکر مند رہتے تھے، مثلاً وضو کے ساتھ اعضاء کی ظاہری طہارت کرتے تو ساتھ ہی قلبی طہارت کے لیے دعا کرتے:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ)) [صحیح الترمذی الطهارة : ۴۱]

''اے اللہ! مجھے بہت توبہ کرنے والے اور پاک رہنے والوں میں شامل کر لے۔''

پاخانے کا بوجھ اور اس کی نجاست دور ہوتی تو دعا کرتے ((غُفْرَانَكَ)) ''پروردگار گناہوں کی نجاست دور کر دے۔''

اسی طرح جب اپنی شکل کی خوبصورتی کی طرف دھیان جاتا تو ساتھ ہی اپنے اخلاق کی خوبصورتی کے لیے دعا کرتے۔ ہمیں بھی ہر وقت یہ اسوہ مدنظر رکھنا چاہیے۔

دعائے مغفرت

☆..... مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی کے پوتے' ماہنامہ ضیائے حدیث کے ایڈیٹر مولانا محمد ادریس فاروقی دل کا دورہ پڑنے سے وفات پا گئے۔ ان کی پہلی نماز جنازہ دارالسلام لاہور میں فضیلۃ الشیخ حافظ ثناء اللہ مدنی ﷾ نے پڑھائی اور دوسری نماز جنازہ ان کے آبائی علاقے سوہدرہ میں مولانا عبدالجبار ﷾ نے پڑھائی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

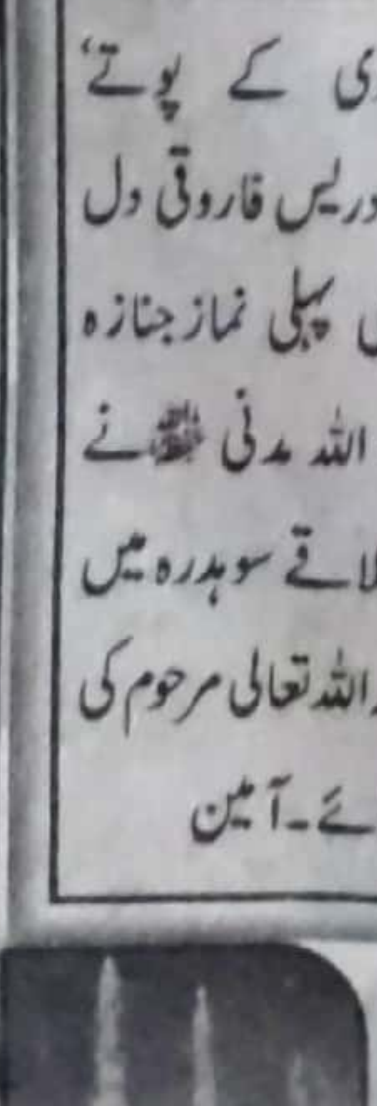

كلية الشريعة

استاذ: الشیخ ابوسیاف اعجاز احمد تنویر حفظہ اللہ

کتاب وسنت کی روشنی میں قارئین کے دینی استفسارات پر شرعی رہنمائی کا شعبہ

تسبیحاتِ رکوع و سجود کتنی مرتبہ کہنی چاہئیں

سوال نمبر 9۔ سبحان ربی العظیم رکوع میں کتنی بار کہنا چاہئے۔ اسی طرح سبحان ربی الاعلیٰ سجدہ میں کتنی بار کہنا چاہئے۔ فرمان رسول سے ثابت ہو نہ کہ عمل رسول ﷺ سے (عبداللہ شیخوپورہ)

الجواب بعون الوہاب

سوال کے آخر میں ایک بڑا خطرناک جملہ ہے کہ اس سوال کا جواب فرمان رسول ﷺ سے ثابت ہو نہ کہ عمل رسول ﷺ سے تو اس بارے میں عرض ہے کہ رسول اکرم، نبی معظم، ہادی اعظم ﷺ سے جو بھی سنت ثابت ہو اس کی تین اقسام ہیں، ان میں سے کسی بھی قسم سے مسئلہ ثابت ہو جائے وہ قابل عمل ہوتا ہے۔ آپ کی سنت کی تینوں اقسام ہمارے لئے واجب التعمیل ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1۔ **سنت قولی**: جو بات آپ ﷺ نے فرمائی ہو۔

2۔ **سنت فعلی**: جو عمل نبی ﷺ نے کر کے دکھایا ہو۔

3۔ **سنت تقریری**: نبی ﷺ کے سامنے کوئی عمل ہوا ہو۔

اور نبی ﷺ نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی ہو۔ محدثین ومفسرین فقہاء ومجتہدین کے ہاں تینوں اقسام حجت و دلیل کے طور پر پیش کی جا سکتی ہیں اور قبول کی جا سکتی ہیں۔ اس بارے میں یہ فرق کرنا کہ وہ قول ہو، فعل نہ ہو، یہ فرق بے بنیاد اور بے کار ہے۔ رکوع اور سجدہ کی تسبیحات کے بارے میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ فرماتے ہیں "میں نے ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ آپ ﷺ نے سورۃ البقرہ شروع کر دی۔ پھر جب آپ نے رکوع کیا تو آپ رکوع میں پڑھنے لگ گئے۔ سبحان ربی العظیم۔ آپ کا یہ رکوع آپ کے قیام کی طرح لمبا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد پھر آپ ﷺ نے لمبا قیام کیا جو تقریباً رکوع کی طرح تھا۔ پھر آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور سجدہ قیام کے تقریباً برابر تھے۔ (صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب استحباب تطویل القرآۃ فی صلوٰۃ اللیل، حدیث نمبر 772)

مذکورہ حدیث میں حالت رکوع میں سبحان ربی العظیم اور حالت سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ تو پڑھنا ثابت ہوتا ہے مگر تعداد کا اس حدیث میں تذکرہ نہیں ہے جبکہ سنن ابن ماجہ میں سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ایک صحیح حدیث میں اس کی وضاحت اس طرح موجود ہے۔

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

يَقُولُ إِذَا رَكَعَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَإِذَا سَجَدَ قَالَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

جب آپ ﷺ رکوع کرتے تو کم از کم تین دفعہ پڑھتے سبحان ربی العظیم اور جب آپ سجدہ کرتے تو (کم از کم) تین بار پڑھتے' سبحان ربی الاعلیٰ'

صحیح ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب التسبیح فی الرکوع والسجود حدیث نمبر 725)

پتلون اور ٹی شرٹ میں نماز پڑھنے کا حکم

سوال نمبر 10

تنگ پتلون اور ٹی شرٹ جس سے رکوع اور سجدہ میں پیٹھ ننگی ہو جاتی ہو، میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں مفصل جواب دیں۔ (ریاض احمد ولد صلاح الدین کوٹ رادھا کشن ضلع قصور)

الجواب بعون الوہاب

اللہ تعالیٰ نے اسلام کو جن امتیازی خوبیوں سے نوازا ہے ان میں سے تین خوبیاں بڑی نمایاں ہیں۔ :1۔ عالمگیریت ۔2۔ ابدیت (قیامت تک کے لئے)۔ 3۔ جامعیت وہمہ گیریت۔ عالم گیریت کا مطلب ہے کہ اسلام کے مخاطب کسی ایک نسل یا خطے کے لوگ نہیں بلکہ قیامت تک کے لئے ہیں کیونکہ یہ دین آخری دین اور ہمارے نبی ﷺ آخری نبی ہیں۔ جامعیت وہمہ گیریت کا مطلب ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے متعلق اسلام نے ہماری رہنمائی نہ کی ہو۔ لہٰذا دین اسلام اور شریعت محمدیہ میں ضروریات زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ دین اسلام صرف نماز' روزہ حج اور عمرہ' صدقہ وزکوٰۃ کے مسائل نہیں بتاتا بلکہ شعبہ ہائے زندگی کے تمام مسائل پر روشنی ڈالتا ہے۔ مسلمان کا لباس کس طرح کا ہونا چاہئے؟ یہ مسئلہ بھی اسلام نے واضح کیا ہے۔ مرد اور عورت کے لباس میں کیا فرق ہونا چاہئے؟ اس طرح مسلمان اور کافر کے لباس میں کیا فرق ملحوظ ہونا چاہئے۔ پینٹ اور شرٹ پہننے کے متعلق سوال کا تعلق بھی اسی قبیل سے ہے۔ یہ مسئلہ چونکہ آج ہر ملک' ہر علاقے' ہر فرد اور بشر سے متعلق ہے' مغرب اور یورپ کی تہذیب سے متاثر لوگ خاص طور پر اس کا شکار ہیں۔ کالجوں کے لڑکے اور لڑکیاں بہت حد تک اس زد میں آئے ہوئے ہیں یہاں تک کہ کئی ایک دیندار مذہبی اور نمازی افراد بھی اس کی لپیٹ میں آئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ پر ذرا تفصیل سے گفتگو کی جائے گی۔ (ان شاء اللہ)

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے ایک اصول معلوم ہوتا ہے کہ مرد کے لئے پانچ قسم کا لباس پہننا ممنوع اور ناجائز ہے۔ ان پانچ اقسام کے علاوہ کوئی بھی لباس مرد پہن سکتا ہے۔ درج ذیل نگارشات میں صرف مرد کے لباس کے بارے گفتگو ہوگی۔ مرد کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے پانچ قسم کے لباس سے منع کیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

ریشمی اور زعفرانی رنگ کا لباس

ریشمی اور زرد رنگ کا سرخی مائل لباس پہننا مردوں کے لئے حرام ہے زرد سرخی مائل رنگ والے لباس کو عربی میں "معصفر" کہتے ہیں۔ معصفر" کا اردو ترجمہ "زعفرانی رنگ والا" کیا جاتا ہے۔ زعفرانی رنگ والا لباس مردوں کے لئے ممنوع اور ناجائز ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں

نَهَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّخَتُّمِ بِالذَّهَبِ وَعَنْ لِبَاسِ الْقَسِّيِّ وَعَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَعَنْ لِبَاسِ الْمُعَصْفَرِ

منع کیا مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے' ریشم کا لباس پہننے سے' رکوع اور سجدے میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے اور زعفرانی رنگ کا لباس پہننے سے۔

(صحیح مسلم = کتاب اللباس والزینۃ باب النھی عن لبس الرجل الثوب المعصفر' حدیث نمبر 2078)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ فَقَالَ أَأُمُّكَ أَمَرَتْكَ بِهَذَا قُلْتُ أَغْسِلُهُمَا قَالَ بَلْ أَحْرِقْهُمَا

نبی اکرم ﷺ نے میرے اوپر زعفرانی رنگ میں رنگے ہوئے دو کپڑے دیکھے تو فرمایا' کیا تیری ماں نے تجھے ایسا حکم دیا تھا؟ میں نے عرض کیا' کیا میں ان دونوں کپڑوں کو دھو ڈالوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ دونوں کو جلا دے"

(صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب النھی عن لبس الرجل الثوب المعصفر حدیث نمبر 2077)

عورتوں کا مخصوص لباس

وہ لباس جو خواتین کے لئے مخصوص ہو' ایسا لباس مرد کے لئے پہننا بھی ہرگز جائز نہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے مردوزن پر لعنت فرمائی ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ لباس میں یا کسی بھی معاملہ میں مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ مفسر قرآن حبر الامۃ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ

رسول اکرم ﷺ نے ان مردوں پر لعنت بھیجی جو عورتوں جیسا چال چلن اختیار کریں اور ان عورتوں پر (بھی) لعنت بھیجی جو مردوں جیسا چال چلن اختیار کریں"

(صحیح البخاری کتاب اللباس باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال حدیث نمبر 5885)

آج مشابہت کی یہ بیماری گھر گھر دکھائی دیتی ہے۔ اس سے نہ مذہبی گھرانے محفوظ ہیں نہ غیر مذہبی' پڑھے لکھے محفوظ ہیں اور نہ غیر پڑھے لکھے۔ لڑکے اور مرد لڑکیوں جیسی وضع قطع بنائے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لڑکیاں لڑکوں کی سی (الا من رحم ربی) خاص طور پر لباس کے معاملہ میں تو وضاحت کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ

رسول اکرم ﷺ نے عورتوں جیسا لباس پہننے والے مردوں اور مردوں جیسا لباس پہننے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔

مذکورہ دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ مردوں کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ ایسا لباس پہنیں جو عورتوں کا مخصوص لباس ہو۔ (سنن ابی داؤد = کتاب اللباس باب فی لباس النساء۔ حدیث نمبر 4098' مسند احمد 325/2)

کفار کے لباس سے مشابہت رکھنے والا لباس

پہلی تینوں ممنوعہ اقسام دراصل مزید وضاحت اور تمہید کے طور پر ہی تھیں ورنہ زیر بحث سوال سے متعلق یہ چوتھی اور اگلی پانچویں قسم ہی ہے۔ علاوہ ازیں پہلی تینوں اقسام صرف مردوں کے لئے ممنوع تھیں جبکہ یہ چوتھی اور اگلی پانچویں قسم کے ممنوع اور ناجائز ہونے میں مرد اور عورت دونوں مشترک ہیں۔ چوتھی قسم کا مطلب یہ ہے کہ لباس ایسا ہو کہ وہ کفار اور غیر مسلم اقوام کے مشابہ نہ ہو مثلاً خواتین کے لئے ساڑھی' لہنگا' شارٹ شرٹس (چھوٹی قمیصیں) نصف پنڈلیوں تک شلواریں اور ہاف بازو والی قمیصیں' یہ سب کفار عورتوں کے لباس کی نقالی اور مشابہت ہے۔ اس طرح مردوں کے لئے پینٹ شرٹ پہننا بھی کفار سے مشابہت ہے کیونکہ پینٹ اور شرٹ والا لباس ہر چند کہ آج مسلمانوں میں بہت زیادہ عام ہے مگر یہ دراصل یہود ونصاریٰ اور اہل مغرب یورپ کی تہذیب کا حصہ ہے۔ مسلمانوں نے یہ انگریزوں کی دیکھا دیکھی اور ان کی اندھی تقلید میں یہ لباس پہننا شروع کیا ہے۔ نبی اکرم' رسول رحمت' پیغمبر جہاد' رسول الثقلین' سید الکونین' امام القبلتین جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر معاملہ میں کفار ومشرکین کی مشابہت اور نقالی سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ایسی مشابہت اختیار کرنا کہ جس کی بناء پر یہ امتیاز نہ ہو سکے کہ یہ شخص کافر ہے یا مسلم۔ جو شخص کوئی ایسی وضع قطع ایسا طرز زندگی یا کام کرے جو کفار کی تہذیب وتمدن یا ثقافت ومعاشرت کا حصہ ہو تو یہ حرام

ہے۔ چاہے اس کا تعلق لباس سے ہو یا کسی دوسرے معاملہ سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

جو شخص مشابہت (نقالی) اختیار کرے کسی قوم سے پس وہ انہی میں سے ہے

(صحیح ابی داؤد= کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ حدیث نمبر 4031)

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مشکوٰۃ المصابیح (مترجم) میں محترم الشیخ اسماعیل السلفی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس حدیث کا بھی خلاف (مخالفت) کیا۔ اور نصاریٰ کی مشابہت پر مرے جاتے ہیں۔ انہی کی طرح کوٹ پتلون (پینٹ شرٹ) پہنتے ہیں۔ چرک (سگریٹ/ سگار) پیتے ہیں۔ شراب اڑاتے ہیں۔ اپنی بغلوں میں کتے اٹھائے پھرتے ہیں اور نہیں ڈرتے کہ اس مشابہت سے ہم گویا عیسائی بنے جاتے ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس الفصل الثانی حدیث نمبر 4139 / ترجمہ شیخ الحدیث فضیلۃ الشیخ جناب محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ)

اسی طرح استاد محترم حافظ عبدالمنان صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال دریافت کیا گیا کہ پینٹ پہننا جائز ہے یا نہیں تو انہوں نے بڑے محتاط انداز میں رسول اللہ ﷺ کی مذکورہ بالا حدیث بیان فرمائی اور فرمایا

لباس کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان (مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ) کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ اگر پینٹ میں کسی غیر مسلم قوم کی نقالی ہے تو اس سے احتراز برتنا ہوگا۔

(احکام ومسائل جلد اول صفحہ نمبر 506)

کفار کے لباس جیسے لباس سے ممانعت والی ایک اور حدیث صحیح مسلم شریف سے بھی مروی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ فَقَالَ إِنَّ هَذِهِ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا

رسول اکرم ﷺ نے مجھ پر دو ایسے کپڑے دیکھے جو زرد سرخی مائل رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کافروں کے کپڑے ہیں ان کو مت پہن۔ (صحیح مسلم: کتاب اللباس والزينة : باب النهى عن لبس الرجل الثوب المعصفر' حدیث نمبر: 2077)

مذکورہ بالا دونوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے' وہ لباس نہیں پہننا چاہئے جو کفار کے لباس سے مشابہت رکھتا ہو۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں پینٹ شرٹ اور ٹائی لگانا کفار کے لباس کی نقالی ہے۔ پینٹ شرٹ کو مسلمانوں نے کفار کی دیکھا دیکھی پہننا شروع کیا ہے۔ جیسا کہ بسنت' دیوالی ہولی' سالگرہ' ویلنٹائن ڈے' اپریل فول جیسی کفار کی رسوم مسلمانوں میں سرایت کر چکی ہیں یا کرتی جا رہی ہیں جبکہ رسول اکرم ﷺ موقع بہ موقع گاہے بگاہے اور وقتاً فوقتاً اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت واصلاح کرتے ہوئے فرماتے رہتے تھے

☆ خالفوا المجوس...... مجوسیوں کی مخالفت کرو

☆ خالفو االمشركين...... مشرکین کی مخالفت کرو

☆ خالفوا اهل الكتاب...... اہل کتاب کی مخالفت کرو

☆ خالفوا اليهود...... یہود کی مخالفت کرو

ان تمام احادیث کا مطلب یہی ہے کہ کفار ومشرکین کی مخالفت کرو۔ مخالفت اور مشابہت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ گویا رسول اللہ ﷺ نے مخالفت کا حکم دیا ہے اور مشابہت سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سورۃ الحشر میں ارشاد فرمایا ہے

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

جو تم کو رسول اللہ ﷺ (حکم) دیں وہ لے لو (یعنی اپنا لو) اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

لباس غیر ساتر نہ ہو بلکہ ساتر ہو!

دین اسلام میں مسلمان مرد وزن کے لئے جو لباس اختیار کرنے اور پہننے کا حکم دیا گیا ہے' اس کا سب سے بڑا مقصود ستر پوشی ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا لباس زیب تن کرے جس میں جسم کے چھپانے والے اعضا نمایاں ہو رہے ہوں تو وہ لباس چونکہ ستر پوشی کے تقاضے پورے نہیں کرتا' وہ لباس ساتر نہیں بلکہ غیر ساتر ہوتا ہے' لہٰذا اسے پہننا جائز نہیں ہے۔

پینٹ بھی ان لباسوں میں ہے جس کو ساتر نہیں کہا جا سکتا۔ خاص طور پر جو پینٹ تنگ ہوتی ہے' اس سے تو چھپانے کے قابل اعضا چھپنے کی بجائے مزید نمایاں ہوتے ہیں۔ پھر خاص طور پر کوئی آدمی حالت سجدہ میں ہو تو ساتر اعضا پیٹھ اور اس کا زیریں حصہ زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔ تنگ ہونے کی وجہ سے شرمگاہ کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کو پہننا تو بالکل جائز نہیں ہے۔ علماء کرام نے مسئلہ کو مزید واضح کرنے کیلئے کہا ہے کہ غیر ساتر لباس کی تین اقسام ہوتی ہیں۔

1۔ اتنا باریک ہو کہ پہننے کے باوجود جسم کی سلوٹیں اور مقامات ستر نظر آ رہے ہوں۔ مثلاً باریک ٹشو کی طرح کپڑا باریک جارجٹ وغیرہ

2۔ اتنا تنگ ہو کہ ایک ایک عضو کو ظاہر کر کے دکھا رہا ہو۔ مثلاً پینٹ شرٹ' چوڑی پاجامہ یا تنگ ٹراؤزر وغیرہ

3۔ لباس اتنا چھوٹا ہو کہ ستر پوشی کے قابل اعضا کئی جگہ سے نظر آ رہے ہوں۔ جیسے شارٹ شرٹس (چھوٹی قمیص) عورتوں کے ہاف بازو' بغیر بازو قمیصیں' یا پھر نصف پنڈلیوں تک چڑھی ہوئی عورتوں کی شلواریں مذکورہ اقسام میں سے کوئی لباس پہننا بھی درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَلِكَ خَيْرٌ ذَلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ (الاعراف 26)

اے آدم (علیہ السلام) کی اولاد! ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو تمہاری شرم گاہوں کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے اور تقویٰ کا لباس' یہ اس سے بڑھ کر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں۔

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے لباس کے دو بنیادی مقاصد اور فوائد بیان فرمائے ہیں۔

1۔ ستر پوشی: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' ہم نے وہ لباس اتارا جو تمہاری شرم گاہوں (مقامات ستر) کو چھپاتا ہے اور بدن کو ڈھانپتا ہے۔"

2۔ لباس موجب زینت بھی ہے' یعنی لباس حسن ورعنائی کے لئے پہنا جا سکتا ہے بشرطیکہ اس میں کوئی ناجائز اور ممنوع پہلو نہ ہو۔

مذکورہ دونوں فوائد میں سے پہلا فائدہ اخلاقی ہے کہ اپنے مقامات ستر کو ڈھانپ کر بے حیائی' عریانی اور برہنگی یا نیم برہنگی سے بچا جا سکے۔ دوسرا فائدہ طبعی ہے کہ لباس انسان کے لئے باعث زیب وزینت ہے اور یہ گرمی اور سردی کے موسمی اثرات سے بھی بچاتا ہے۔ ان دونوں فوائد اور مقاصد میں سے اللہ تعالیٰ نے اخلاقی فائدے کو پہلے ذکر فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لباس کا اصل اور بنیادی مقصد ستر ڈھانپنا ہی ہے۔

باقی صفحہ 61 پر

روشن باتیں

مکتب الاطفال کا ایک نیا سلسلہ

نئے پھول اور کلیاں

ننھے منے پیارے پیارے پھول جیسے معصوم بچے یقیناً ہر گھر اور ہر آنگن کی رونق ہیں۔ ان کے وجود سے گھر خوشیوں سے لبریز ہوتے ہیں' گھر والے ان کی چھوٹی چھوٹی شرارتیں اور مسکراہٹیں دیکھ کر اپنا ہر غم بھول جاتے ہیں۔ ہم نے بھی مکتب الاطفال کے آنگن کو ایسے چھوٹے چھوٹے نئے پھولوں' کلیوں اور تاروں سے سجانے کا اہتمام کیا ہے۔ اگر آپ کے آنگن میں کوئی بھی نیا پھول یا کلی کھلی ہے تو ہمیں اس کی اطلاع فوراً لکھ بھیجیں اور اسے ہمارے نئے سلسلہ میں شامل کرلیں۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ آپ کوئی خوبصورت سا پھول یا سینری ہاتھ سے بنائیں اور درمیان میں اپنے بچے/ بچی کا نام' ولدیت اور علاقہ نمایاں انداز میں لکھ دیں۔ ہم آپ کی ڈرائنگ نئے سلسلہ میں شامل کر کے اہتمام کے ساتھ شائع کریں گے نیز آخر میں ڈرائنگ بنانے والے کا نام بھی شامل کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

نوٹ: آپ بچے/ بچی کا صرف نام بھی خوبصورت انداز میں بنا کر بھیج سکتے ہیں۔

تو پھر اٹھیے! دیر کس بات کی۔ کاپی' پنسل' رنگ اور برش سنبھالیے اور جلدی سے اپنے پیارے بچوں کو ''نئے پھول اور کلیاں'' میں شامل کیجیے۔

پتہ: ماہنامہ مجلہ الحرمین پوسٹ بکس نمبر 1481 جی پی او لاہور

سلطان کا عظیم کارنامہ

سلطان محمود غزنوی دربار عام میں جلوہ افروز تھا۔ ایک شخص دربار میں یوں گویا ہوا۔ اے سلطان! میں نے دوہزار طلائی دینار سبز ریشم کی ایک تھیلی میں بند کر کے قاضی شہر کے پاس بطورِ امانت رکھے تھے' خود سفر پر چلا گیا۔ جو رقم بغرض تجارت ساتھ لے گیا تھا' وہ سفر میں رہزنوں نے حملہ کر کے چھین لی۔ اللہ نے جان بچائی اور میں واپس وطن آ گیا۔ قاضی کے پاس جو تھیلی رکھی تھی' وہ واپس لی۔ گھر آ کر کھولی تو اس میں دوہزار زرِ خالص کی بجائے تانبے کے سکے بھرے تھے۔

سلطان نے کہا: ''تم مجھے ایک ہفتہ کی مہلت دو۔ فوری طور پر یہ کرو کہ وہ تھیلی میرے پاس لے آؤ۔ اس نے تھیلی بارگاہ سلطانی میں پیش کر دی۔

بادشاہ نے خوب غور سے اس کو دیکھا لیکن کسی جگہ بھی شگاف کا نشان نظر نہ آیا جس سے شک گزرتا کہ تھیلی کو پھاڑ کر اس میں سے دینار نکالے گئے ہیں۔ سلطان کے کمرے میں ریشم کی ایک خوبصورت چادر بچھی تھی جس پر بڑے خوبصورت بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ سلطان نے خنجر نکالا۔ چادر کو ایک گز کے قریب چاک کر دیا اور خود شکار کے لیے روانہ ہو گیا۔

اگلے روز سلطان شکار سے واپس آیا۔ حسب معمول دو پہر کو اپنے خاص کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا چادر بالکل درست تھی۔ حکم دیا کہ فراش کو بلایا جائے۔ فراش حاضر ہوا تو پوچھا ''یہ پھٹی ہوئی چادر کس نے درست کی ہے؟''

فراش بولا: ''سلطان عالی! چادر پھٹی ہوئی ہرگز نہ تھی۔'' بادشاہ نے کہا: ڈرو نہیں!'' میں نے خود اپنے خنجر سے اس میں شگاف ڈالا تھا۔ تم بتاؤ کہ اس کو کس رفوگر نے ٹھیک کیا ہے''؟ یہ سن کر فراش کی جان میں جان آئی۔ عرض کیا ''فلاں رفوگر نے ٹھیک کیا ہے۔'' سلطان نے کہا: ''اس رفوگر کو کل میرے دربار میں پیش کرو۔'' اگلے روز رفوگر سلطان کے حضور پیش ہوا تو اس پر کپکپی طاری تھی۔ سلطان نے کہا: ڈرو نہیں۔ کیا ریشمی چادر کو تم نے رفو کیا ہے؟ عرض

مسلمان کل اور آج

☆ ...... وہ صبح نماز کے لیے اٹھا کرتے تھے......ہم چائے کے لیے۔

☆ ...... وہ صبح قرآن کے لیے......ہم اخبار کے لیے۔

☆ ...... وہ دین کی خاطر جان دیتے......ہم دولت کی خاطر۔

☆ ...... وہ عمر بھر نیکی کی تلاش میں سرگرداں......ہم مال ومتاع کے لیے مارے مارے پھر رہے ہیں۔

☆ ......ان کی ابتدا اللہ اللہ سے ہوتی ......ہماری غیبت وچغل خوری سے۔

☆ ...... کبھی عورت گھر کی زینت تھی......آج بازار کی۔

☆ ...... کل اولاد ماں باپ کا کہنا مانتی تھی......مگر آج والدین اولاد کا۔

☆ ...... کوئی جرم کرتا' سزا ملتی......آج ملزم دندناتے پھرتے ہیں۔

☆ ...... جب کبھی ہندو باجا بجاتے' مسلمانوں کی نماز میں خلل پڑتا تو نوبت لڑائی تک پہنچتی ......مگر آج مسلمانوں کے لاؤڈ سپیکر پر گانے ہیں' نہ نماز میں خلل' نہ غصہ نہ لڑائی۔

عمیر غضنفر وٹو۔ فاروق ٹاؤن فیصل آباد

دندان شکن جواب

علامہ ابن جوزیؒ اپنی معروف کتاب ''لطائف الاذکیاء'' میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ابلیس سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا:

''کیا تمہارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ تمھیں وہی پہنچتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حق میں لکھ دیا ہے۔''

سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے فرمایا: بے شک!

ابلیس نے کہا:

''اچھا! تو پھر تم اپنے آپ کو اس پہاڑ سے نیچے پھینک دو' اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے حق میں سلامتی لکھی ہوگی تو تم صحیح سالم بچ جاؤ گے اور تمہیں کچھ نہ ہوگا۔''

تب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ابلیس کو دندان شکن جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''اے ملعون! اللہ عزوجل کو تو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے بندوں کا امتحان لے' مگر بندے کو ہرگز اس بات کا حق نہیں کہ وہ اللہ عزوجل کا امتحان لے۔''

اس قدر جامع اور حق بات سن کر ابلیس اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

بحوالہ: سنہرے نقوش از عبدالمالک مجاہد

انتخاب: س م۔ ستیانہ بنگلہ

شہادت

1- شہادت ایک ایسا چراغ ہے' جس کی روشنی کبھی بھی مدھم نہیں پڑتی۔

2- شہادت ایک ایسا پھول ہے جو کبھی بھی نہیں مرجھاتا۔

3- شہادت ایک ایسا راستہ ہے' جو سیدھا جنت کی طرف جاتا ہے۔

4- شہادت ایک ایسا مقام ہے جسے پا کر انسان اللہ کا پسندیدہ بندہ بن جاتا ہے۔

5- شہادت ایک ایسا امتحان ہے' جس میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے جان قربان کرنا پڑتی ہے۔

6- شہادت ایک ایسا اعزاز ہے جسے حاصل کرنے والا انبیاء' صدیقین اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔

7- شہادت ایک ایسی زمین ہے جو صرف شہیدوں کے خون سے سیراب ہوتی ہے۔

عابد علی۔ لالہ رخ واہ کینٹ

کیا: جی ہاں۔ سلطان نے کہا: شاباش! تم نے تو کمال کر دکھایا۔ پھر پوچھا ''کیا شہر میں تم سے کوئی زیادہ ماہر رفوگر بھی موجود ہے؟'' رفوگر نے عرض کیا۔ سلطان معظم! شہر کے تمام رفوگر میرے شاگرد ہیں' لہٰذا مجھ سے زیادہ ماہر اس کام میں کوئی نہیں۔ سلطان نے کہا ''ایک بات سچ سچ بتاؤ! کیا اس سال کے دوران کسی صاحب دولت نے سبز ریشمی تھیلی تم سے رفو کرائی ہے؟'' عرض کیا: جی ہاں! اس کام کے لیے قاضی شہر نے مجھے اپنے گھر بلایا تھا اور دو دینار دے کر ایک سبز تھیلی رفو کرائی تھی۔ ''سلطان نے کہا: کیا وہ تھیلی دیکھ کر تم پہچان لو گے؟ حضور! کیوں نہیں۔ ضرور پہچان لوں گا۔'' یہ سن کر سلطان نے وہ تھیلی نکالی۔ رفوگر بولا ''جی ہاں سلطان عادل! یہی تھیلی تھی۔'' سلطان نے فوراً قاضی شہر کو طلب کیا اور ساتھ ہی مدعی کو بھی بلوایا اور حکم دیا ''دونوں کو الگ الگ کمروں میں رکھا جائے کہ ایک دوسرے سے مل نہ سکیں۔'' تھوڑی دیر میں دونوں حاضر ہوگئے۔ سلطان نے قاضی کو طلب کیا اور اسے مخاطب کر کے کہا ''تم عالم شخص ہو۔ میں نے تم پر اعتماد کرتے ہوئے عہدۂ قضا تمہارے حوالے کیا تھا۔ بتاؤ کیا یہ جائز ہے کہ تم خیانت کرو'' قاضی نے گھبراتے ہوئے عرض کیا: اے سلطان! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ سلطان نے غصہ میں آ کر کہا: یہ ہے تمہاری کارستانی۔'' پھر وہ ریشمی تھیلی دکھاتے ہوئے کہا: یہ ہے وہ تھیلی جو تمہارے پاس امانت کے طور پر رکھی گئی تھی' لیکن تم نے اس میں شگاف ڈال کر زر خالص کے دینار نکال لیے اور اس کی جگہ تانبے کے سکے بھر دیئے اور تھیلی رفو کروا کر مالک کے حوالے کر دی۔

قاضی نے کہا: ایسا ہرگز نہیں ہوا...... میں نے یہ تھیلی کبھی نہیں دیکھی ہے......سلطان نے حکم دیا کہ اب مدعی اور رفوگر دونوں کو بلایا جائے۔ دونوں حاضر ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی قاضی کا رنگ فق ہوگیا۔ خوف کے مارے اس کے منہ سے کوئی بات نہیں نکل رہی تھی۔ بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا ''سلطان معظم! مجھے معاف فرما دیں۔''

سلطان نے کہا: اس غریب کی جو رقم تم نے بددیانتی سے ہڑپ کی ہے' وہ فوراً واپس کرو۔ قاضی نے اپنے مختار کو بلایا اور اسے کہا کہ فلاں جگہ سے دو ہزار دینار نیشاپوری لے کر آؤ۔ تھوڑی دیر میں رقم آ گئی۔ سلطان نے رقم اس کے مالک کے حوالے کی اور پھر حکم دیا کہ بددیانت قاضی کو محل کے منارہ سے الٹا لٹکا دیا جائے تاکہ سب لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ بددیانتی کا انجام کیا ہوتا ہے۔

اخت ابو حیدر شہیدؒ' فرزانہ سحر۔ ضلع چنیوٹ

ذہانت آزماؤ......انعام پاؤ:

1- قرآن مجید میں محمد ﷺ کے علاوہ آپ ﷺ کا کون سا نام آیا ہے؟

2- کیا عیسیٰ علیہ السلام نے آخری رسول کی بشارت دی تھی؟

3- قائد ملت کس کو کہا جاتا ہے؟

4- مینار پاکستان کا ڈیزائن کس آرکیٹیکٹ نے بنایا تھا؟

5- امریکہ کے ایٹمی ہتھیار کسی وقت بھی انتہا پسند یہودیوں کے ہاتھ لگ سکتے ہیں' یہ جملہ مجلہ الحرمین کے کس صفحے پر ہے نیز مضمون نگار کا نام لکھیں۔

گذشتہ ماہ کے درست جوابات

1- قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امام الناس کہا گیا ہے۔

2- سلطان ٹیپو 4 مئی 1799 کو شہید ہوئے۔

3- نبی کریم ﷺ کی دادی کا نام فاطمہ بنت عمرو تھا۔

4- فرعون کی بیوی کا نام آسیہ تھا۔

5- اس سوال کا جملہ صفحہ نمبر 49 پر ہے اور مضمون نگار کا نام ہے سلیم خان آفریدی۔

بذریعہ قرعہ اندازی انعام یافتگان

1- رضوان اللہ بن عبداللہ بلوچ، فیصل آباد

2- سعدیہ اسماء، سرگودھا

3- عائشہ الیاس، کمالیہ

میرا پسندیدہ شعر

روتے ہیں بہت گنبد و مینار شب و روز
افسردہ نظر آتی ہے اب مسجد اقصیٰ
محراب میں ہم ہو گئیں اب اسلاف کی یادیں
خون ہم کو رلاتی ہے اب مسجد اقصیٰ

علاؤالدین طاہر

ہم نے عصیاں سے کبھی کنارا نہ کیا
تونے دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے بہت کی جہنم کی تدبیر
پر تری رحمت نے گوارا نہ کیا

حافظہ نبیلہ خلیق، حافظہ عدیلہ خلیق، فیصل آباد

اک ہلکی سی مجاہد کی نظر
کاٹ دیتی تھی پہاڑوں کا جگر
ان کے بیٹے ایمان سے معمور تھے
ان پہ رب العلمین کی تھی نظر

اخت ابو حیدر شہید، فرزانہ سحر، چنیوٹ

حرمت رسول ﷺ پہ میں اپنی جان قربان کر دوں گی
پیارے نبی کے گستاخ کا میں سر قلم کر دوں گی

رخسانہ خان، اخت المجاہدین، مظفر گڑھ

کانوں میں اذان کی آواز آئے بھلا کیسے
بند تو ٹی وی کبھی ہم کرتے نہیں
صورت سے تو مسلمان نظر آتے ہیں ہم
سیرت سے تو ہم مسلمان لگتے نہیں

اخت شہزاد، کھڈیاں خاص

زندگی اپنے ہی قدموں پہ چلا کرتی ہے دوست
غیروں کے سہارے تو جنازے اٹھتے ہیں

مجاہد حامد علی، ڈھولکلاں

تیری صبح جہاد میں کہیں شام آ نہ جائے
تجھے بے ہمت کہوں وہ مقام آ نہ جائے
وہ جو منزلوں پہ جا کر کسی ہم سفر کو لوٹیں
ان راہزنوں میں تیرا کہیں نام آ نہ جائے

عائشہ عباس، شیخوپورہ

سنہری باتیں

☆...... اللہ کی نظر میں عظیم وہ ہے جس کا اخلاق بلند ہو۔

☆...... تلوار کا زخم بدن پر لگتا ہے لیکن زبان کا زخم روح پر۔

☆...... مدینہ میں فوت ہونے والے مومن کی رسول اللہ ﷺ سفارش کریں گے۔ (ترمذی)

☆...... اسلام کائنات کی سب سے بڑی سچائی ہے۔

☆...... بڑھاپے سے پہلے جوانی اور موت سے پہلے بڑھاپے کو غنیمت جانو۔

☆...... خاموش آدمی پہاڑ کی چوٹی کی طرح بارعب ہوتا ہے۔

☆...... علم دل کو اس طرح شاداب رکھتا ہے جیسے خشک زمین کو بارش۔

☆...... دنیا نے تجھ جیسے ہزاروں کو پالا' موٹا کیا' پھر اپنی خوراک بنالیا۔

☆...... خاموشی عالم کے لیے باعث زینت اور جاہل کے لیے پردہ داری ہے۔

☆...... حرص سے کچھ روزی نہیں بڑھ جاتی مگر آدمی کی قدر گھٹ جاتی ہے۔

☆...... نصف راہ سے واپس آجانا گمراہ ہونے سے بہتر ہے۔

☆...... مصیبت میں گھبرانا سب سے بڑی مصیبت ہے۔

☆...... جب آدمی کو آخرت کی فکر لگ جائے تو اس کے لیے ہر چیز عبرت ہے۔

☆...... گناہ میں لذت ضرور ہے مگر سکون نہیں۔

نسیم اختر' لاہور

مکتب الاطفال کے دیگر شرکاء

نصر اللہ' ضلع نوشہرہ۔ عائشہ الیاس' ملتان۔ حافظ محمد جمیل' لاہور۔ بنت عبدالخالق' فاروق آباد۔ اخت عثمان' اخت سلیمان' اخت عبدالرحمٰن' لاہور۔ جویریہ بتول' عمارہ یوسف' ادیبہ عالم' گوجرانوالہ۔

بقیہ كلية الشريعة

رسول اکرم ﷺ نیا لباس پہن کر یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے ایسا لباس پہنایا جس سے میں ستر چھپالوں اور اپنی زندگی میں اس سے زینت حاصل کروں"

(سنن ترمذی باب الدعوات: حدیث نمبر 3560' ابن ماجه' کتاب اللباس : باب ما يقول الرجل اذا لبس ثوباً جديداً حدیث نمبر3557' مسند الامام احمد: 44/1)

نبی اکرم ﷺ سے مروی اس مسنون اور ماثور دعا سے بھی معلوم ہوا کہ لباس کے وہی دو مقاصد اور فوائد ہیں جو اوپر سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 26 میں بیان ہوئے۔

1۔ ستر پوشی 2۔ باعث زیب و زینت

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

پینٹ پہننے کے بارے میں علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا پینٹ پہننے میں دو مصیبتیں ہیں۔

1۔ پینٹ پہننے والا کفار سے مشابہت اختیار کرتا ہے۔ مسلمان استعماری طاقتوں (یورپین اور مغربی ممالک) کے ظاہری غلبے سے پہلے پینٹ کو جانتے ہی نہ تھے۔ استعماریوں کے آنے پر انہوں نے ان کی عادت سیئہ کو اپنی جہالت و بغاوت کی وجہ سے اختیار کرلیا۔

2۔ پینٹ ایک تنگ لباس ہے۔ جو شرم گاہ (مقامات ستر) کو ابھارتی ہے اور مرد کی شرمگاہ (مقام ستر) گھٹنے سے ناف تک ہے اور نمازی آدمی پر فرض ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی سے اس وقت بہت دور ہو جب وہ اس کو سجدہ کررہا ہو۔ (ملخص از القول المبین صفحہ نمبر 20)

رسول اللہ ﷺ نے ایسے پاجامہ میں نماز پڑھنے سے منع کیا ہے جس کے اوپر چادر نہ پہنی گئی ہو۔ ملاحظہ ہو۔ (مستدرک حاکم 250/1' صحیح جامع الصغیر :6830' شرح معانی الآثار: 382/1' ابوداؤد :236) اور شرٹ بڑی ہو پینٹ کے اندر داخل نہ کی جائے البتہ پینٹ کشادہ ہو تنگ نہ ہو' شرمگاہ نمایاں نہ ہو تو اس کا استعمال جائز ہے۔ بہتر ہے کہ ایسی پینٹ کے اوپر اتنی لمبی قمیص ہو کہ آدمی کی ناف اور گھٹنے کے درمیان والے حصے کو چھپالے تاکہ ستر کا مقصود پورا ہوجائے۔

تاہم اس طرح کے معاملات میں احتیاط بہر حال بہتر ہے۔ خصوصاً غیر مسلم اقوام کے ایسے کام جس میں کوئی انتہائی ضروری یا ناگزیر اور اضطراری حوائج نہ ہوں بلکہ محض دیکھا دیکھی اور نمائش آرائی کے لئے ان کو اپنا لیا جائے تو یہ درست نہیں۔ جو قومیں دوسروں کی تہذیب و تمدن کو ثقافت و سیاست کو اور معیشت و معاشرت کو بغیر کسی دینی مقصد کے اور بغیر کسی شدید ضرورت کے قبول کرلیتی ہیں' وہ کبھی بھی دنیا میں ترقی و رفعت کی منازل طے نہیں کرسکیں۔

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب وعلمه اتم واكمل

نقد و تبصرہ — فقیر اللہ

جہاد کشمیر' فرضیت' فضیلت اور تاریخ

امیر المجاہدین مولانا فضل الٰہی وزیر آبادیؒ نے اپنی اس تاریخی کتاب میں جہاد کشمیر پر بڑی جامع بحث کی ہے۔ جہاد کے حوالے سے انہوں نے سیدین کے کچھ اہم اقوال بھی دیئے ہیں۔ مثلاً لکھا ہے...... حضرت سید احمدؒ بریلوی نے ان لوگوں کے بارے میں جو جہاد فی سبیل اللہ سے روکتے ہیں' فرمایا" جو شخص جہاد کی عیب جوئی کرے اور دوسرے کاموں کو جہاد پر ترجیح دے وہ ایسا شخص ہے جسے فی الحقیقت گناہگار' سیاہ کار' پرلے درجے کا بے انصاف اور ظالم کہنا چاہئے۔ ایسا شخص اللہ کے دربار سے راندہ اور وعید کا مستحق ہے جو اس حدیث میں وارد ہے کہ بہت سے لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں مگر قرآن بھی ان پر لعنت برساتا ہے۔ بہت سے نمازی نماز پڑھتے ہیں مگر نماز اس پر رحمت نہیں بلکہ لعنت برساتی ہے۔

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا" یہ مناسب نہیں کہ (مسلمان ہوکر) آدمی اپنی جان کو (فداکار) بندوں سے الگ رکھے اور اپنا شمار ان لوگوں میں کروائے جو ہنوز ماں کے شکم میں ہیں اور (یہ بھی مناسب نہیں ہے) کہ مسلمان ہوکر دین متین کے اس سب سے بڑے رکن' یعنی جہاد فی سبیل اللہ کے مشاغل کو چھوڑ کر اللہ کی بارگاہ سے مردود' سرکش امیروں اور رئیسوں کی کاسہ لیسی اور خوشامد میں لگا رہے۔

کچھ ہی آگے لکھتے ہیں' بے شک ایسے لوگ (جو مجاہدین کو ملامت کریں) سکھ' مجوس اور ہنود قبیلہ کے اندر شمار کئے جانے کے مستحق ہیں نہ کہ اہل اسلام میں۔ یہ لوگ ملت محمدیہ (یعنی سر باز مجاہدین) سے دشمنی رکھتے ہیں۔ مولانا فضل الٰہی وزیر آبادیؒ نے ملت اسلامیہ کے زوال کا سبب ایک خاص طبقۂ علماء کا سیاست میں گاندھی کو امام مان لینے کو قرار دیا ہے۔ مولانا فضل الٰہی وزیر آبادیؒ کی یہ تصنیف پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ہم آج بھی اسی دور میں رہ رہے ہیں۔ مصنفؒ کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ وہ سرحدی گاندھی عبدالغفار خان" ڈاکٹر خان اور کانگریس کی بھیانک سازش پٹھانستان (پختون خواہ) کو بری طرح ناکام بنانے کے ساتھ ساتھ محاذ کشمیر کی کمانڈ بھی کرتے رہے۔ ان کی اس دور میں کی گئی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوچکی ہے جو انہوں نے افغان حکمرانوں کے متعلق کی تھی کہ تم اپنی پاکستان دشمن پالیسی سے باز آجاؤ اور ہندو کانگریس کے ہاتھوں میں کھیلنا بند کردو وگرنہ تمہارا انجام سردار سلطان محمد پشاوری والا ہوگا۔" ایسا ہی ہوا کہ ظاہر شاہ کا تختہ الٹ گیا' شاہ داؤد روسی پٹھو بن گیا' پھر وہ قتل ہوا۔ روس قابض ہوگیا اور پھر جو ہوا' وہ معروف ہی ہے۔ کتاب اس قابل ہے کہ ہر دردمند مسلمان اس کا مطالعہ کرے اور جہاد کی ضرورت و اہمیت بالخصوص جہاد کشمیر و فلسطین کے لئے اپنے مال و جان کی قربانی کے لئے تیار رہے۔

203 صفحات' کارڈ کور' تاریخی جہادی دستاویز' جماعۃ الدعوۃ کے دفاتر یا براہ راست دارالاندلس۔ 4۔ لیک روڈ جامع مسجد القادسیہ چوبرجی لاہور سے طلب فرمائیں۔

اسلامی طرزِ زندگی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کا ایک نہایت بنیادی قانون بیان فرمایا ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ (سورہ حشر)

اور جو کچھ تمہیں رسول کریم (ﷺ) دیں، پس اسے اختیار کر لو اور جس سے تمہیں روکیں اس سے باز آ جاؤ اور اللہ سے ڈر جاؤ۔

فضیلۃ الشیخ محمد ابراہیم بن عبداللہ التویجری عالم عرب کے متبحر عالم اور دانشور ہیں، انہوں نے اس آیت کے تقاضے کے تحت ایک مایہ ناز کتاب ''مختصر الفقہ الاسلامی'' (اردو ترجمہ اسلامی طرز زندگی) ترتیب دی ہے جو کہ عقائد، عبادات و معاملات پر خالصتاً قرآن و سنت کے روشن و مبین اور مستند دلائل سے بھرپور ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔ ایک نظر کتاب کے ابواب پر، توحید اور ایمان، عبادات، شرک کی اقسام، نفاق کی قسمیں، ارکان اسلام، ایمان کی خصلتیں، آخرت پر ایمان، علامات قیامت، شفاعت، تقدیر پر ایمان، کتاب العلم، فقہ الکتاب والسنہ (عبادات کے فضائل) معاملات، سماجی تعلقات کے فضائل، آداب اسلامی، اذکار، عبادات، دیگر بہت سے معاملات قرض، وراثت، تجارت، نکاح و طلاق، معیشت وغیرہ۔ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے، پہلی جلد 656 صفحات اور دوسری جلد 496 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب سے ہر شخص اسلام کے متعلق بیش بہا ٹھوس دلائل پر مشتمل علمی فوائد حاصل کر سکتا ہے۔ انداز تحریر نہایت شستہ ہے اور بوریت کا احساس تک نہیں ہوتا۔ تقریباً ہر موضوع پر معلومات ہیں۔ سفید کاغذ، مضبوط جلد، جاذب نظر ٹائٹل، قرآنی آیات اور احادیث سے مزین کتاب، جماعۃ الدعوۃ کے دفاتر یا دار الاندلس 4۔ لیک روڈ جامع مسجد القادسیہ چوبرجی چوک لاہور سے براہ راست طلب فرمائیں۔

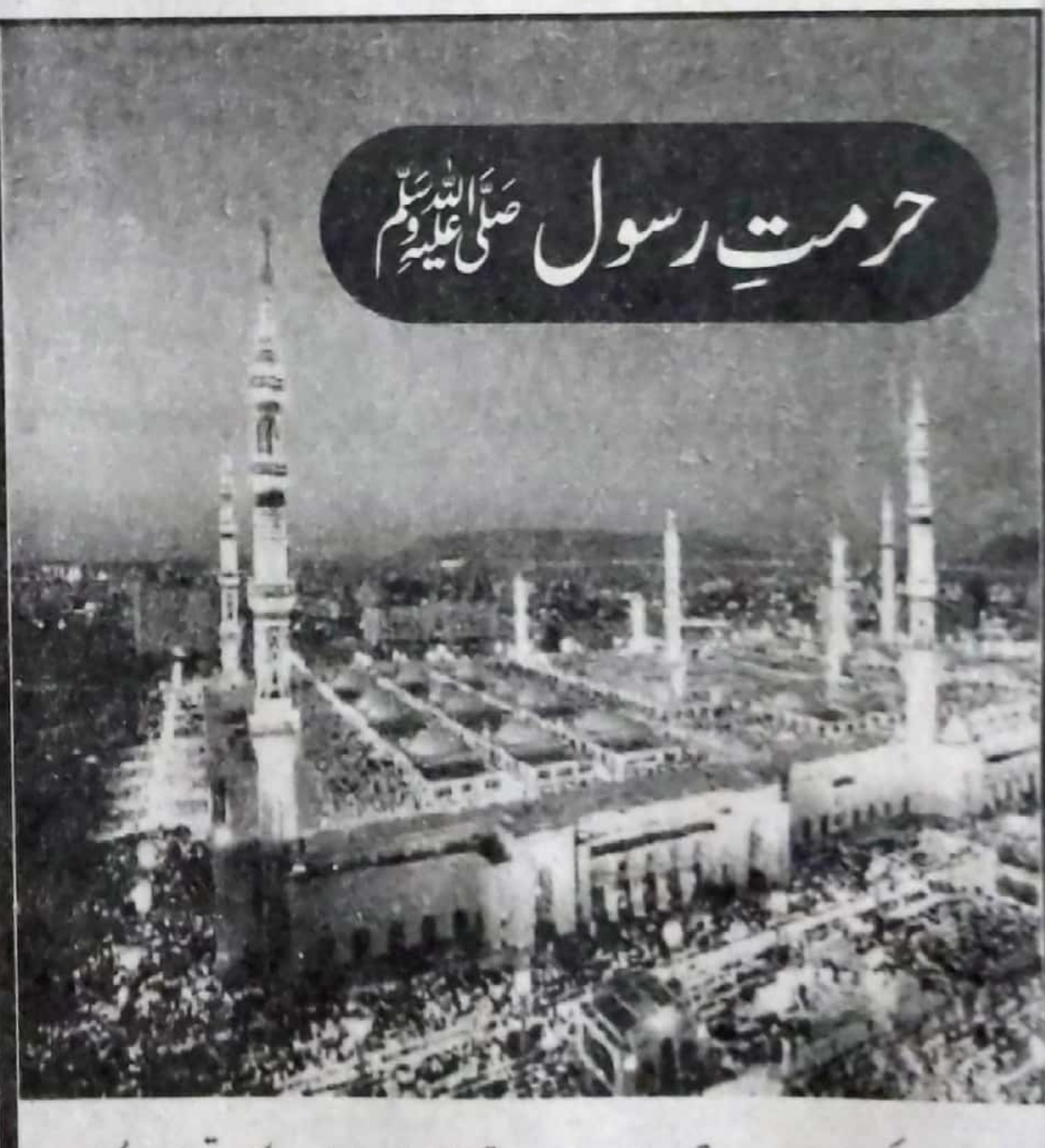

رسالت کی حرمت پہ جی جان وارو — تقاضائے ایماں کا قرضہ اُتارو
پڑے خوابِ غفلت میں کیوں ہیں مسلماں — گڑے قعرِ ذلت میں یہ کیوں ہیں ناداں
اُچھالیں وہ کفار کیچڑ نبیؐ پر — جواب ان کو دینا ہے لازم سبھی پر
پرکھتے ہیں کفار غیرت ہماری — کہ ہے کتنی حرمت نبیؐ کی پیاری

(کاوشِ فکر: عبدالرحمن عاصم ایم اے بی ایڈ۔ میاں چنوں)

من غش فلیس منا۔ (الحدیث)

''جس نے ملاوٹ کی، وہ ہم میں سے نہیں۔''

کنزی خالص سرخ مرچ، مہندی، شکارپوری اچار

سندھ کے ضلع میرپورخاص کے علاقہ میں پیدا ہونے والی خالص سرخ مرچ، شکارپور کا مشہور اچار، میھڑ کے علاقے کی خالص مہندی ہول سیل ریٹ پر دستیاب ہے...... پکوان سنٹر جنرل سٹور، سپر سٹور، کریانہ سٹور، دیگر مصالحہ جات بنانے والی فیکٹریوں کے لیے خصوصی رعایت۔

ہیڈ آفس: جھڈو ضلع میرپورخاص سندھ۔ فون 0233-878312
برانچ آفس برائے سپلائی پنجاب: البرکہ فوڈ سگیاں پل نزد پی ٹی سی ایل آفس بند روڈ لاہور
فون نمبر: 0312-2767776,0301-4101442

شائقین تجوید و قرأت کے لیے خوشخبری

المدرسۃ العالیہ تجوید القرآن، جامع مسجد لسوڑیوالی لاہور، حفظ و تجوید و قرأت اور علوم قرآن و حدیث کی مرکزی، معیاری اور قدیمی درسگاہ ہے۔

زیر نگرانی:

فاضل مدینہ یونیورسٹی و مصنف کتب کثیرہ

استاذ القراء والمجودین فضیلۃ الشیخ المقری قاری محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ

شعبہ جات

1- شعبہ تجوید و ناظرہ
2- شعبہ تجوید
3- شعبہ قرأت سبعہ و ثلاثہ عشرہ
4- ابتدائی کتب درس نظامی

خصوصیات

عمدہ خوبصورت، جدید عمارت، وسیع کلاس روم اور شاندار مسجد، بہترین کھانا، علاج معالجہ، کتب کی سہولت کے علاوہ عظیم اساتذہ اور شیوخ کی خدمات حاصل ہیں۔ ترتیل و حدر میں اداء باللحون العرب اور آداب تلاوت میں خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ تمام کتب کے مسائل یاد کروانے کے بعد اجراء کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اور تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقیات پر توجہ دی جاتی ہے۔

شرائط داخلہ

1. داخلہ 10 شوال سے شروع ہو کر آخر شوال تک جاری رہتا ہے۔
2. شعبہ حفظ میں داخلہ کے لیے ناظرہ پڑھا ہونا لازمی ہے۔
3. شعبہ تجوید میں داخلہ کے لیے منزل یاد ہو اور حفظ کی سند کی فوٹو کاپی ہمراہ ہو۔
4. طلباء کے ساتھ سرپرست کا آنا لازمی ہے۔
5. ہر طالب علم 2 عدد تصاویر اور والد کے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی ہمراہ لائے۔

ضروری نوٹ: شعبہ تجوید و قرأت کے تمام اسباق فضیلۃ الشیخ القاری المقری محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ خود پڑھاتے ہیں۔

الداعی الی الخیر: قاری ابوبکر العاصم۔ مدرس المدرسۃ العالیہ تجوید القرآن
جامع مسجد لسوڑیوالی اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور 0321-4862936

تفسیر القرآن

سورۃ الاعراف کی تشریح و تفسیر

بستیوں پر اللہ کا عذاب رات کے وقت آیا یا دوپہر کو

وَكَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَ هَا بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ
قَائِلُونَ ﴿4﴾ فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ إِذْ جَاءَ هُمْ بَأْسُنَا إِلَّا أَنْ
قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿5﴾ فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ
وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ﴿6﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا
غَائِبِينَ ﴿7﴾ (الاعراف 4 تا 7)

ترجمہ: اور بہت سی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں اور ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچا یا ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کے وقت آرام میں تھے۔ سو جس وقت ان پر ہمارا عذاب آیا، اس وقت ان کے منہ سے بجز اس کے اور کوئی بات نہ نکلی کہ واقعی ہم ظالم تھے۔ پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے۔ پھر ہم انہیں علم کی بنیاد پر سب کچھ بتائیں گے اور ہم کبھی بھی غائب نہیں تھے۔

تفسیر:

گزشتہ آیت میں قرآن وحدیث کی اتباع کا حکم تھا اب اس آیت مبارکہ میں وعید اور دھمکی دی گئی ہے کہ اگر تم کتاب وسنت کی پیروی نہیں کرو گے تو تم بھی ایسے عذاب سے دوچار ہو جاؤ گے جیسے پہلے لوگ دوچار ہوئے کیونکہ تم سے پہلے بھی بہت سی بستی والوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ہمارے رسولوں کی مخالفت کی اور تکذیب کی تو ہمارے عذاب نے انہیں رات کو سونے کی حالت میں (جیسا کہ قوم لوط کے ساتھ ہوا) یا دن میں دوپہر کو آرام کرتے وقت (جیسا کہ قوم شعیب کے ساتھ ہوا) آلیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر پہلے لوگوں کی ہلاکت وتباہی کو بطور وعید اور تنبیہ بیان کیا ہے تاکہ لوگ عبرت ونصیحت حاصل کریں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اور واقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں ان کے ساتھ بھی استہزاء و مذاق کیا گیا ہے پھر جن لوگوں نے ان سے مذاق کیا تھا ان کو اس عذاب نے آگھیرا جس کا تمسخر اڑاتے تھے۔ (الانعام 10، الانبیاء 41)

اور فرمایا

بہت سی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے ہلاک کر دیا اس لئے کہ وہ ظالم تھے پس وہ اپنی چھتوں کے بل اوندھے ہوئی پڑی تھیں اور بہت سے آباد کنویں بیکار پڑے ہیں اور بہت سے پختہ اور بلند محل ویران پڑے ہیں۔ (الحج 45)

اور فرمایا

اور ہم نے بہت سی وہ بستیاں تباہ کر دیں جو اپنی عیش وعشرت میں اترانے لگی تھیں یہ ہیں ان کی رہائش کی جگہیں جو ان کے بعد بہت ہی کم آباد کی گئیں اور ہم ہی ہیں آخر سب کچھ کے وارث۔ (القصص 58)

اللہ تعالیٰ کی گرفت عموماً اس وقت آتی ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کر کے اور اس کی تنبیہات سے بے خبر ہو کر خواب غفلت میں سو جاتا ہے اور رات کی نیند یا دوپہر کے آرام میں ہو جاتا ہے اس حقیقت کو اس آیت کے علاوہ متعدد مقامات پر بھی بیان کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

تدریس الحدیث

بلوغ المرام کی کتاب الجامع کی تشریح

تواضع اختیار کرنے کا حکم

۱۴۴۰/۹۔ ((وَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوْا حَتَّى لَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ، وَلَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ)) [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]

''عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ نیچے رہو، یہاں تک کہ کوئی کسی پر سرکشی نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر فخر کرے۔'' (اسے مسلم نے روایت کیا)

تخریج

[مسلم، صفة الجنّة : ٦٤. تحفة الاشراف : ٨/ ٢٥١.٢٥٢]

فوائد:

① تواضع کیا ہے:۔

تواضع کا معنی ہے نیچا ہو جانا، یہ کبر کی ضد ہے، اللہ کے سامنے تواضع یہ ہے کہ اس کے احکام کے تابع ہوا جائے اور لوگوں کے ساتھ تواضع یہ ہے کہ اپنے آپ کو کسی سے اونچا نہ سمجھے، کسی کو اپنے مقابلے میں حقیر نہ جانے، کیونکہ بڑائی صرف اللہ کا حق ہے اور انسان کو اپنے آپ کو اونچا سمجھنا زیب ہی نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾

[النجم : ۵۳/ ۳۲]

''اپنے آپ کو پاک قرار نہ دو، وہ زیادہ جانتا ہے کہ کون متقی ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی متواضع تھے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چروائی ہوں۔'' آپ کے صحابہ نے عرض کیا: ''آپ نے بھی چروائی ہیں؟'' فرمایا: ''ہاں! میں اہل مکہ کی بکریاں چند قیراطوں پر چروایا کرتا تھا۔''

[صحیح ابن ماجه، التجارة : ٥]

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ کی لونڈیوں میں سے کوئی لونڈی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی لے جاتی۔

[بخاری، مشکوة حدیث: ۵۸۰۹] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ)) [مسلم، البر : ۱۹]

''جو شخص اللہ کے لیے نیچا ہو جائے اسے اللہ تعالیٰ اونچا کر دیتا ہے۔''

② سرکشی کا انجام

تواضع اختیار نہ کرنے کا نتیجہ بغی (سرکشی) اور فخر ہے جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴾ [لقمان : ۳۱/ ۱۸]

''یقیناً اللہ تعالیٰ کسی اکڑنے والے فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔''

اور بغی (سرکشی) کے متعلق حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((مَا مِنْ ذَنْبٍ اَحْدَرَ اَنْ يُعَجِّلَ اللّٰهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَ قَطِيْعَةِ

الرَّحِمِ ﴾ [صحیح الترمذی، صفة القیامة : ۲۱]

''سرکشی اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی گناہ اس بات کے زیادہ لائق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے کرنے والے کو دنیا میں ہی جلدی سزا دے اس کے ساتھ آخرت میں بھی اس کے لیے سزا محفوظ رکھے۔''

مسلم بھائی کی عزت کا دفاع کرنے کی فضیلت

۱۰/۱۴۴۱۔ ((وَ عَنۡ أَبِی الدَّرۡدَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنۡ رَدَّ عَنۡ عِرۡضِ أَخِیۡهِ بِالۡغَیۡبِ رَدَّ اللّٰهُ عَنۡ وَجۡهِهِ النَّارَ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ)) [أَخۡرَجَهُ التِّرۡمِذِیُّ وَ حَسَّنَهُ]

''ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے بھائی کی عزت کا دفاع اس کے موجود نہ ہونے کے وقت کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے سے آگ کو ہٹا دے گا۔''

(اسے ترمذی نے روایت کیا اور حسن قرار دیا)

تخریج [صحیح۔ ترمذی: (۱۹۳۱)۔ دیکھئے صحیح الترمذی للالبانی: (۱۵۷۵) اور غایة المرام: ۴۳۱]

اسماء بنت یزید کی حدیث

وَلِأَحۡمَدَ مِنۡ حَدِیۡثِ أَسۡمَآءَ بِنۡتِ یَزِیۡدَ نَحۡوُهُ

''اور احمد کے لیے اسماء بنت یزید کی حدیث اسی طرح ہے۔''

تخریج: [احمد: ۶/۴۴۹]

فوائد:

① ۔ غیبت سے روکنا فرض ہے، جس طرح غیبت کرنا حرام ہے' اسی طرح غیبت سننا بھی حرام ہے۔ قیامت کے دن جس طرح زبان کے اعمال پر باز پرس ہوگی، اسی طرح کانوں کے عمل پر بھی باز پرس ہوگی:

﴿ اِنَّ السَّمۡعَ وَ الۡبَصَرَ وَ الۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡهُ مَسۡئُوۡلًا ﴾

[بنی اسرائیل : ۱۷/۳۶]

''یقینا کان، آنکھ اور دل ہر ایک کے متعلق سوال کیا جائے گا۔''

اگر کسی مجلس میں کوئی شخص کسی مسلم بھائی کی غیبت کر رہا ہو اس کی عزت کو خراب کر کے مجلس گرم کر رہا ہو تو دوسرے بھائیوں کا فرض ہے کہ اسے اس شنیع فعل سے روک دیں، اس دفاع کی بدولت اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے چہرے سے آگ دور کر دے گا۔ غیبت سے روکنا ایک تو اس لیے فرض ہے کہ مسلمان پر دوسرے مسلمان کی مدد فرض ہے:

((اَلۡمُسۡلِمُ أَخُو الۡمُسۡلِمِ لَا یَظۡلِمُهُ وَ لَا یُسۡلِمُهُ)) [بخاری، المظالم : ۳]

''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے۔''

دوسرا اس لیے کہ برائی سے منع کرنا ہر مسلمان پر بقدر استطاعت فرض ہے:

((مَنۡ رَأٰی مِنۡکُمۡ مُنۡکَرًا فَلۡیُغَیِّرۡهُ بِیَدِهِ...... اَلۡحَدِیۡثُ)) [مسلم، الایمان ۲۰]

''تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اگر یہ طاقت نہ رکھے تو زبان سے، اگر یہ بھی طاقت نہ رکھے تو دل سے اور یہ ایمان کا کمزور درجہ ہے۔

② مسلمان بھائی کی عزت کے دفاع کی چند مثالیں:

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر گئے (حدیث لمبی ہے) آپ نے ان کے گھر نماز پڑھی، ارد گرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: ''مالک بن دخشم کہاں ہے؟'' ایک آدمی کہنے لگا: ''وہ تو منافق ہے، اللہ اور اس کے رسول سے اسے کوئی محبت نہیں۔'' تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایسا مت کہو تمھیں معلوم نہیں کہ اس نے ''لا الٰہ الا اللہ'' اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے پڑھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو آگ پر حرام کر دیا ہے جو ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہو۔'' [مسلم، المساجد : ۴۷]

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے جنگ تبوک کے موقع پر ان کی آزمائش اور توبہ کی طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ تبوک میں بیٹھے تھے تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''کعب بن مالک نے کیا کیا؟'' بنو سلمہ کا ایک آدمی کہنے لگا: ''یا رسول اللہ! اسے اس کی دو چادروں (کی خوبصورتی) نے اور اپنے کندھوں کو دیکھنے نے یہاں آنے نہیں دیا۔'' معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''تم نے جو کہا برا کہا۔ اللہ کی قسم یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو اس کے متعلق بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔''

③ ۔ اگر غیبت نہ روک سکے تو کیا کرے:

جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی ہو رہی ہو، ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہو اس میں بیٹھنے والا بھی انہی جیسا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ قَدۡ نَزَّلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الۡکِتٰبِ اَنۡ اِذَا سَمِعۡتُمۡ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُکۡفَرُ بِهَا وَ یُسۡتَهۡزَاُ بِهَا فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَهُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِهٖۤ ۫ اِنَّکُمۡ اِذًا مِّثۡلُهُمۡ ﴾ [النساء : ۴/۱۴۰]

''اور یقینا اس نے تم پر کتاب میں (یہ حکم) نازل فرمایا کہ جب تم اللہ کی آیات کے متعلق سنو کہ ان کے ساتھ کفر کیا جا رہا ہے اور ان کے ساتھ مذاق کیا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو، جب تک وہ کسی اور بات میں نہ لگ جائیں' یقینا تم اس وقت ان کی طرح ہی ہو گے۔''

اس لیے جس مجلس میں کسی مسلم بھائی کی غیبت ہو رہی ہو وہاں پر موجود ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اسے روک دے، اگر روک نہیں سکتا تو اس مجلس سے اٹھ جائے' گناہ میں شریک نہ ہو، اگر یہ بھی نہیں کر سکتا اور وہاں سے اٹھنا اس کی طاقت سے بالکل ہی باہر ہے تو دل سے غیبت کو برا سمجھے جیسے واقعی اس کے سامنے اس کے بھائی کا گوشت مردہ ہونے کی حالت میں کھایا جا رہا ہے، مگر وہ نہ منع کر سکتا ہے نہ اٹھ کر جا سکتا ہے۔

محمد عربی ﷺ کی وراثت تقسیم ہو رہی ہے لینے والے کہاں ہیں؟

اصلاح معاشرہ

مصعب بن عباد

جبرائیل علیہ السلام نے سید الانبیاء آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا...... میکائیل علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرتا ہے...... اسرافیل علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا...... ملک الموت علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا...... الغرض تمام فرشتے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرتے ہیں۔ وجہ کیا ہے؟

اللہ علم والے لوگوں کے درجات ہی کیوں بلند کرتا ہے...... اللہ سے ڈرنے والے لوگ علم والے ہی کیوں ہوتے ہیں...... اللہ علم حاصل کرنے والوں کے لئے ہی جنت کا راستہ کیوں آسان کرتا ہے...... رسول اللہ ﷺ نماز فجر کے بعد حصول علم کی ہی دعا کیوں کرتے ہیں...... ہر مسلمان پر حصول علم کو کیوں فرض کیا گیا ہے؟ اور ان سب حقیقتوں کا سبب کیا ہے؟

عزیز من!

جس طرح دنیا میں ہونے والے ہر کام کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے' ڈاکٹر کے دوا تجویز کرنے کا کچھ نہ کچھ سبب ضرور ہوتا ہے' انجینئر کے کوئی نئی چیز کو ڈیزائن کرنے کی کہیں نہ کہیں ضرورت ضرور ہوتی ہے۔ المختصر جس طرح انسان کا چھوٹے سے چھوٹا کیا گیا کام' بات اور عمل بے سبب و بلا ضرورت نہیں ہوتا' اسی طرح رب العالمین کا امام الانبیاء ﷺ اور فرشتوں کا کہا گیا' کیا گیا کوئی بھی کام بلا ضرورت و بے حکمت نہیں ہے۔

خود رب کائنات نے اس کا سبب بھی بتلا دیا ہے۔

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ۔ (البقرہ۔2)

اس لاریب کتاب میں صرف متقین کیلئے ہی ہدایت ہے۔ اگرچہ اللہ نے قرآن کو هُدًى لِّلنَّاسِ بھی کہا ہے کہ تمام انسانوں کے لئے اس قرآن میں رہنمائی موجود ہے لیکن یہاں اس بات کی صراحت فرمادی کہ اگرچہ قرآن کی ہدایت تو سبھی کے لئے ہے لیکن اس نور ہدایت سے فیض یاب ہونے والے صرف اللہ سے ڈرنے والے ہی ہوتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ خوف الٰہی' اللہ کا ڈر کس طرح پیدا ہوتا ہے......؟ وہ رب رحمٰن جو نوع انسانی کی ذرہ ذرہ ضرورت سے واقف ہے' اس نے اپنی کتاب ہدایت میں اس کی بھی تصریح کردی ہے۔

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر۔28)

بے شک اللہ سے صرف اور صرف علم والے لوگ ہی ڈرتے ہیں

تو گویا خوف الٰہی کے حصول کے لئے علم ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (المجادلہ۔11)

اللہ تم میں سے اہل ایمان اور اہل علم کے درجات بلند کرتا ہے۔

پھر ایک اور جگہ انداز سخن ملاحظہ ہو۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (الزمر۔9)

(اے نبی) آپ کہہ دیں کیا علم والے اور بغیر علم والے برابر ہو سکتے ہیں؟

خود رسول اللہ ﷺ نے اس کی فرضیت بیان کرتے ہوئے فرمایا

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ (ابن ماجہ)

''ہر صاحب اسلام پر حصول علم فرض ہے۔''

پھر ایک اور جگہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ (ابوداؤد' ترمذی' مسند احمد)

جو کوئی علم کی تلاش میں راستہ طے کرتا ہے' اللہ اس پر جنت کا راستہ آسان کردیتے ہیں۔

ہمیں اپنے بچوں کی دنیوی تعلیم کی بہت فکر رہتی ہے اگر ہماری توجہ نہیں تو قرآن وحدیث کی طرف ہی نہیں جاتی

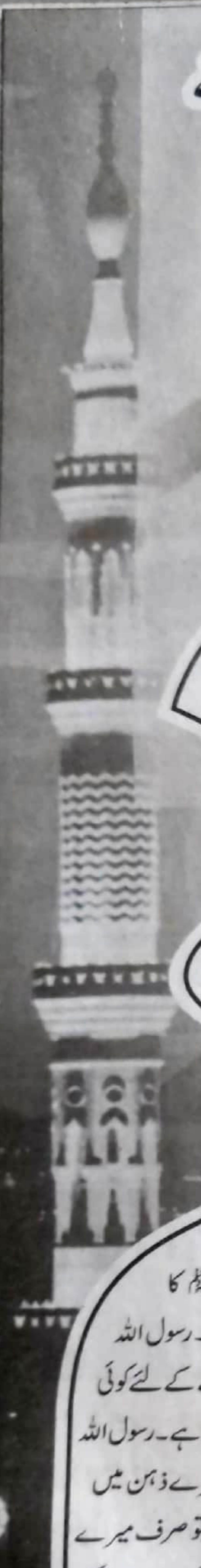

جشن عید میلاد النبیؐ سے زیادہ مشن نبویؐ اور وراثت نبویؐ کو سنبھالنے کی ضرورت ہے۔ عشق رسولؐ کا دعویٰ کرنے والے کہاں ہیں؟

عزیزم!

یہ بات تو آپ جان چکے ہیں کہ خشیت الٰہی کے حصول کے لئے حصول علم ضروری ہے اب سوال یہ ہے کہ علوم میں سے وہ کون سا علم ہے جو دلوں میں خوف اللہ پیدا کرتا ہے۔

اس علم کا پتہ بھی خالق حقیقی نے اپنے پیغمبر کی زبان سے بتلا دیا ہے۔

معاویہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِى الدِّيْنِ (متفق علیہ)

اللہ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ ۔(بخاری)

تم میں سے بہترین شخص (طالب علم) وہ ہے جو قرآن سیکھے اور اس کو سکھائے۔ (مسلم)

"جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اکٹھے ہوں اور اللہ کی کتاب پڑھیں اور ایک دوسرے کو پڑھائیں تو ان پر اطمینان نازل ہوتا ہے۔ اللہ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں۔

میرے بھائیو! ذرا سوچئے! اللہ تو دلوں میں خوف الٰہی پیدا کرنے کے لئے' لوگوں کو بھلائی سے نوازنے کے لئے' انسانوں کو ارفع و اعلیٰ بنانے کے لئے' اپنی رحمت سے ڈھانپنے کے لئے' علم دین کی فقاہت حاصل کرنے' قرآن کو سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے کو لازم قرار دیتا ہے۔

خود نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تعلیم دین کے لئے مسجد نبویؐ میں صفہ میں اکٹھا کیا اور قرآن وحکمت کی تعلیم دی۔ صحابہؓ نے اس تعلیم کو کتنی اہمیت دی' یہ جاننے کے لئے آیئے! ان کی محفل میں چلتے ہیں۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ایک دن فرمانے لگے "اے اللہ تمام کائنات کے مالک! تیرا بے انتہا شکر' تو نے مجھے ایمان کی دولت سے نوازا' اے مالک! تیرا بے انتہا شکر' تو نے مجھے صحابیٔ رسولؐ بنایا۔ اے مالک! تیرا بے انتہا شکر' تو نے مجھے علم عطا کیا۔

حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میں' حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اور ہمارے ایک ساتھی نے ارادہ کیا کہ مل کر اللہ سے اپنی اپنی خواہش کا اظہار کریں۔ کہتے ہیں' پہلے میں نے دعا کی تو حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے ساتھی نے اس پر آمین کہی۔ پھر دوسرے ساتھی نے دعا کی' میں اور ابوھریرہ نے اس پر آمین کہی۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ پھر ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح دعا کی "اے اللہ! جو کچھ میرے ان دو بھائیوں نے مانگا' مجھے وہ بھی عطا کر اور مزید یہ کہ مجھے ایسا علم عطا کر جو نہ بھولے" ہم نے اس پر آمین کہی۔ پھر دونوں (میں اور میرا دوسرا ساتھی) کہنے لگے کہ ہمیں بھی اللہ سے اس علم کی دعا کرنی چاہئے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سن کر فرمایا "دوسی نوجوان تم پر سبقت لے گیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قبیلہ دوس میں سے تھے۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خود اپنا ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے شدید بھوک محسوس ہوئی'

یاد رہے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا معمول کچھ ایسا تھا کہ سارا وقت رسول اللہ ﷺ سے تعلیم حاصل کرنے پر صرف کرتے (معاش وغیرہ کا کوئی خاص ذریعہ نہ اپنایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ سے زیادہ تعلیم قرآن وحکمت حاصل کی جا سکے)

کہتے ہیں کہ میں ایسی گزرگاہ پر بیٹھ گیا جہاں سے اصحابؓ رسول گزرتے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قریب سے گزر ہوتا ہے۔ میں ان کو روک کر ایک ایسی آیت کا مطلب پوچھتا ہوں جو کھانا کھلانے کے بارے میں تھی۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ آیت کا مفہوم بتلاتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ میری غرض کو نہیں سمجھ پاتے۔ اس کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ آتے ہیں' ان سے بھی میں اس آیت کا مطلب دریافت کرتا ہوں' وہ بھی مطلب بتا کر چلے جاتے ہیں اور میرے مقصود کو نہیں جان پاتے۔ پھر رسول ﷺ کا گزر ہوتا ہے میں وہی آیت رسول اللہ ﷺ سے پوچھتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ میری غرض کو پہچان جاتے ہیں۔ گھر سے پوچھتے ہیں کہ کھانے کے لئے کوئی چیز ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ کسی نے آپ کے لئے دودھ کا پیالہ بھیجا ہے۔ رسول اللہ ﷺ مجھ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ جاؤ اصحاب صفہ کو لے آؤ۔ میرے ذہن میں خیال آتا ہے کہ میرا بھوک سے برا حال ہے اور یہ دودھ کا پیالہ تو صرف میرے لئے ہی کافی تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے سب اصحاب صفہ کو بلا بھیجا ہے۔ چونکہ رسول اللہ کا حکم تھا' سو میں اصحاب صفہ کو بلا لایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ہی فرمایا کہ دائیں طرف سے سب کو پلانا شروع کرو' میں نے باری باری سب کو پلایا۔ دودھ تھا کہ اتنا کا اتنا ہی تھا۔ جب سب کو پلا چکا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ابو ہریرہ! اب تم اور میں رہ گئے ہیں' میں نے کہا جی ایسا ہی ہے" تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے پینے کے لئے کہا' میں نے پیا اور پی کر رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھانا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ! اور پیو۔ میں نے پھر پیا اور پی کر رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھایا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا۔ "ابوھریرہ

باقی صفحہ 55 پر

صدر پاکستان کی طرف سے بھارت کو جو پیغام دیا گیا ہے‘ وہ خوش آئند مگر عملی اقدامات کی ضرورت ہے

دونوں کی معاونت حاصل ہو گی بھارتی آرمی چیف کے دھمکی آمیز بیان کے جواب میں پاکستان کے آرمی سربراہ جنرل اشفاق پرویز کیانی نے یہ جواب دیا ہے کہ ’’ایٹمی خطرے میں موجود رہتے ہوئے روایتی جنگ کی تجویز پیش کرنے والے ایسی خطرناک مہم جوئی کا راستہ دکھا رہے ہیں جس کے نتائج غیر متوقع اور قابو سے باہر بھی ہو سکتے ہیں۔‘‘

جہاں تک چین کو باور کروانے کا مقصد ہے تو اُس کا سبب بھی کوئی حادثاتی اور فوری نہیں ہے۔ چین اور بھارت کے درمیان 1962ء کی جنگ کے بعد سے اب تک اروناچل پردیش اور تبت کا مسئلہ موجود ہے۔ چین کی جانب سے گزشتہ ماہ دلائی لامہ کے متنازعہ علاقے میں رسائی پر دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی پائی جاتی ہے لیکن تازہ تنازعہ اور ناراضگی کا سبب بمبئی حملوں میں مبینہ طور پر ملوث جماعۃ الدعوۃ کے مرکزی راہنما حافظ عبدالرحمٰن مکی ﷾ اور جیش محمد کے سربراہ مولانا مسعود اظہر کو سلامتی کونسل سے دہشت گرد قرار دلوانے کی بھارتی قرارداد کو چین کی جانب سے ویٹو کرنا ہے۔ بہرحال ایک ایسے موقع پر جب امریکی وزیر خارجہ رابرٹ گیٹس خطے کے دورے پر آئے ہوئے ہیں‘ پاکستان کی جانب سے گزشتہ چند دنوں میں کچھ ایسے اشارے ملے ہیں جو واقعی تبدیلی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ نیشنل کمانڈ اتھارٹی کا اجلاس اور ڈرون حملوں میں استعمال ہونے والے جاسوس طیاروں کو گرائے جانے کی ریہرسل کی خبروں نے بھارت‘ امریکہ اور مغرب کو واضح پیغام دیا ہے کہ پاکستان اپنے دفاع اور سلامتی سے غافل نہیں ہے۔ نیشنل کمانڈ اتھارٹی نے وزیر اعظم کی صدارت میں ایسی پیش رفت کا نوٹس لیا جو خطے کے استحکام کے مقاصد کے منافی ہے۔ اجلاس میں سب سے زیادہ تشویش بھارت کے (ABM) اینٹی بلاسٹک میزائل سسٹم کے حصول کی کوششیں ہیں۔ تا حال یہ نظام صرف امریکہ‘ روس اور اسرائیل کے پاس ہے کیونکہ ABM حاصل کرنے کے بعد بھارت کو تکنیکی طور پر پاکستان پر برتری حاصل ہو جائے گی کہ اُس کے پاس ایسا نظام موجود ہے جو پاکستانی میزائلوں کو بے اثر کر سکتا ہے اور یہ انتہائی خطرناک صورتحال ہو گی۔ اجلاس میں (NSG) نیوکلیئر سپلائر گروپ جس نے 1974ء سے بھارت پر ایٹمی دھماکہ کرنے کے سبب پابندیاں عائد کر رکھی تھیں‘ اُس کے امتیازی سلوک پر بھی شدید تنقید کی گئی جس میں اُس نے بھارت کو دوبارہ ایٹمی ایندھن کی فراہمی شروع کر دی ہے۔ نیشنل کمانڈ اتھارٹی کے موجودہ اجلاس نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف جاری زہریلی مہم جس میں امریکی صحافی سیمور ہرش اور اب برطانوی اخبار نے بہت زیادہ تشویش پیدا کی تھی‘ اس کو یکسر زائل کر دیا ہے۔

اجلاس میں اس عزم کا بھی اعادہ کیا گیا کہ پاکستان اپنا ذمہ دارانہ کردار ادا کرتا رہے گا لیکن بھارت کی طرف سے جاری فوجی تیاریوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا‘ اس لیے پاکستان جنوبی ایشیاء میں سٹریٹجک استحکام کو برقرار رکھنے کے لیے تمام تر کوششوں کو جاری رکھے گا۔ وزیر اعظم نے بھارت کو انتباہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان ایک ذمہ دار ایٹمی قوت ہے‘ اس کے ساتھ کسی قسم کا ایڈونچر نہ کیا جائے۔ بہرحال ملک کی جمہوری و عسکری قیادت نے جس طرح بھارت کی دھمکیوں کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔ وہ قابل تحسین ہے۔ اسی طرح ایک ایسے موقع پر جب دنیا میں کشمیر کی آزادی کی تحریک پر امریکہ اور بھارت کی جانب سے دہشت گردی کا لیبل چسپاں کرنے کی باتیں ہو رہی ہیں‘ پاکستان کے صدر نے ’’یوم حق خودارادیت‘‘ کے موقع پر بھارت اور دنیا کو جو پیغام دیا ہے‘ وہ خوش آئند ہے لیکن کشمیری قوم کو صرف بیان بازی نہیں بلکہ عملی اقدامات کی ضرورت ہے اور ایسا پاکستان کی جانب سے کشمیری تحریک آزادی کی سیاسی‘ سفارتی اور عسکری محاذ پر مدد کے بغیر

بقیہ: اساتذہ

4۔ یا وہ پہاڑوں میں بکریاں چراتا ہے۔

الشیخ عبداللطیف کی پر مغز اور علمی گفتگو کے بعد تنظیمی مجلس کا آغاز ہوا جس میں بھائی طلحہ سعید نے تنظیمی کام کو بہتر بنانے کے لئے بات کی۔ انہوں نے ضلع‘ تحصیل‘ یونیورسٹیز‘ کالجز اور سکولز میں کام کے حوالے سے گفتگو کی جو بڑی سیر حاصل تھی۔ اس کے بعد نماز ظہر ادا کی گئی۔

نماز ظہر کے متصل بعد ہی تیسری نشست کا آغاز ہوا جس میں پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالرحمٰن مکی حفظہ اللہ نے حالات حاضرہ کے حوالے سے کافی مفصل گفتگو کی۔ انہوں نے کہا ’’کافر چاہتے ہیں کہ مسلمان اساتذہ اور طالبان علم کو بے کار کر دیں۔ ان کو بے حیا بنا دیں اور بے دین بنا دیں تاکہ آنے والی ساری نسل سیکولر ہو‘ جس کو دین کا بالکل علم ہی نہ ہو۔ یہی وار کافروں نے پہلے مصر‘ شام اور ترکی میں کیا اور یہی وار وہ اب پاکستان میں کر رہے ہیں۔ قرون اولیٰ کے مسلمان اسلام کو غالب کرنے کیلئے ہر وقت کوشش کرتے رہتے تھے اور ان کے نام بھی ان کے دینی ذوق ہی کی طرف ہی اشارہ کرتے تھے۔ مثلاً صلاح الدین‘ نور الدین‘ شہاب الدین‘ قطب الدین وغیرہ۔ اسی وجہ سے ان عظیم مسلمان فاتحین کے ہاتھوں موجودہ عیسائیوں‘ یہودیوں اور ہندوؤں کے دادے پردادے مار کھا چکے ہیں۔ اب ان شاء اللہ ان کی باری ہے۔

انہوں نے کہا کہ شاعر مشرق علامہ اقبال کا بھی یہی نظریہ تھا۔ علامہ اقبال نے بھی اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو اپنی کھوئی ہوئی عظمت رفتہ کی بازیابی کی طرف توجہ دلائی ہے اور جوانوں کے حوصلے بلند کئے ہیں۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ دنیا کے کافروں کو کیوں جماعۃ الدعوۃ سے تکلیف ہوتی ہے۔ اس کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ ہم مسلمانوں کو ان کی کھوئی ہوئی عظمت واپس دلانا چاہتے ہیں۔

بقیہ: سودی کاروبار

ہو گیا ہے۔ اس کا جواب حکیموں کے پاس تھا نہ ڈاکٹروں کے پاس۔ بیٹوں نے کچھ عرصہ تک علاج کی بڑی کوشش کی۔ ان کی کوششوں سے یہ ہوا کہ وہ معمولی نقل و حرکت کے قابل ہو گیا۔ کہاں وہ وقت تھا جب اسے سودی کام سے منع کیا جاتا تو وہ گردن اکڑا کر کہتا ’’ایک حج کروں گا تو سارے گناہ معاف ہو جائیں گے‘‘ کہاں آج یہ وقت تھا کہ قضائے حاجت کے لیے اٹھنا اور باتھ روم جانا بھی اس کے لیے ممکن نہ رہا۔ ایسی حالت میں بیٹے کہاں تک اس کو سنبھالتے۔ بیٹوں نے اس کی دیکھ بھال چھوڑ دی۔ وہ ہر وقت چارپائی پر لیٹا رہتا۔ اب تو بیٹوں کو یہ بھی یاد نہیں رہتا تھا کہ باپ نے کھانا بھی کھایا ہے یا نہیں۔ کبھی اسے کھانا مل جاتا ورنہ وہ اکثر چارپائی پر لیٹا بھوک سے تڑپتا رہتا۔ جب بھوک حد سے بڑھ جاتی تو چارپائی سے اٹھ کر رینگ رینگ کر باورچی خانے کا رخ کرتا لیکن اسے باورچی خانے تک جانا کم ہی نصیب ہوتا۔ بہویں یا بچے جب اسے باورچی خانے کی طرف رینگتا دیکھتے تو دور سے اس کے آگے روٹی پھینکتے اور وہ ندیدوں کی طرح روٹی پر ٹوٹ پڑتا۔ اس کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا اسے کہتا ’’ابا! تو کب مرے گا‘ تو دنیا سے جتنی جلدی کوچ کر جائے‘ تیرے لیے اتنا ہی بہتر ہے۔ وہ دیکھ تیری قبر‘ دیکھ رہا ہے۔ اس قبر میں کیا ہے......؟؟ اس قبر میں سانپ اور بچھو تیرا انتظار کر رہے ہیں تیرے جسم کو کھانے‘ نوچنے اور کاٹنے کے لیے۔‘‘ وہ آدمی چند سال زندہ رہا اور اسی حالت میں فوت ہو گیا۔ اس نے اپنی طرف سے اپنی حلال کمائی حج کے لیے پس انداز کر رکھی تھی اور حج کی درخواست بھی منظور ہو چکی تھی لیکن اسے حج پر جانا نصیب نہ ہو سکا۔ اس کی منظور کردہ درخواست دنیا میں ہی دھری رہ گئی۔ وہ سودی کاروبار کرنے والا شخص تڑپ تڑپ کر اور سسک سسک کر مر گیا۔

(جاری ہے)

قربِ قیامت کے خوفناک فتنے

فِتْنَۃُ الاِحْلاَس

اور

فِتْنَۃُ الدُّھَیْمَاء

قال اللہ تعالیٰ عزوجل فی کتابہ العزیز:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ وَاَنَّہٗ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ وَاتَّقُوْا فِتْنَۃً لَا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَاصَّۃً وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (الانفال25-24)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب اللہ اور اس کا رسولؐ تمہیں ایسی چیز کی طرف بلائیں جو تمہارے لئے باعث حیات ہو تو ان کی پکار قبول کرو اور تم جان لو بے شک اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے دل میں حائل ہو جاتا ہے اور اسی کے پاس تم سب کو جمع کیا جائے گا۔ اور تم اس آزمائش سے ڈرتے رہو جو تم میں سے صرف ظالموں کو ہی نہیں پہنچے گی (بلکہ سب کو پہنچے گی) اور جان لو کہ اللہ کا عذاب بہت ہی سخت ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ

بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّیُمْسِی کَافِرًا اَوْ یُمْسِی مُؤْمِنًا وَّیُصْبِحُ کَافِرًا یَبِیْعُ دِیْنَہٗ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْیَا (ترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم فتنوں سے بچنے کے لئے پہلے اعمال صالحہ میں تیزی پیدا کرو۔ وہ فتنے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے۔ آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہوگا۔ یا شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے گا۔ وہ دنیوی فائدے کے عوض اپنا دین بیچ دے گا۔

وقال رسول اللہ فی حدیث آخر اِنَّ السَّعِیْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ (تین بار) وَلَمَنِ ابْتُلِیَ فَصَبَرَ فَوَاھًا (ابوداود۔ 14263) اور حدیث کے آخر میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' بے شک وہ شخص خوش بخت ہے جسے فتنوں سے بچا لیا گیا (تین بار فرمایا) اور جو آزمائش میں پڑ گیا اور اس نے صبر کیا تو اسے مبارک ہو۔

محترم بھائیو اور بزرگو! ابتلا و آزمائش ایمان کا ایک لازمی جزو ہے۔ مسلمان کے لئے اپنے ایمان کو پرکھنے کا معیار ایمان ہے اور ایمان کی آزمائش اللہ مالک الملک مختلف انداز میں کرتا ہے۔ جس کا ایمان مضبوط ہوگا' اس پر آنے والی آزمائشیں بھی عظیم ہوں گی' اس لئے اللہ مالک الملک نے سب سے زیادہ اپنے انبیاء کو آزمایا ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ (ترمذی) پھر درجہ بدرجہ باقی کو آزماتا ہے کہ جتنا کسی کے ایمان کا لیول ہوگا' اللہ تعالیٰ اسی قدر ان کو آزمائیں گے فَیُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی حَسَبِ دِیْنِہٖ (ترمذی) جس بندے کا جتنا دین مضبوط ہوگا' اس پر آنے والی آزمائشیں بھی مضبوط ہوں گی۔ جس بندے کا دین کمزور ہوگا' اس پر آنے والی آزمائشیں بھی اسی قدر کم ہوں گی۔ (ابن ماجہ۔ ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَاِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاھُمْ

(ابن ماجہ۔ ترمذی)

بڑے بڑے اجر و ثواب بڑی بڑی آزمائشوں کے بعد ملتے ہیں اور

باب الفتن

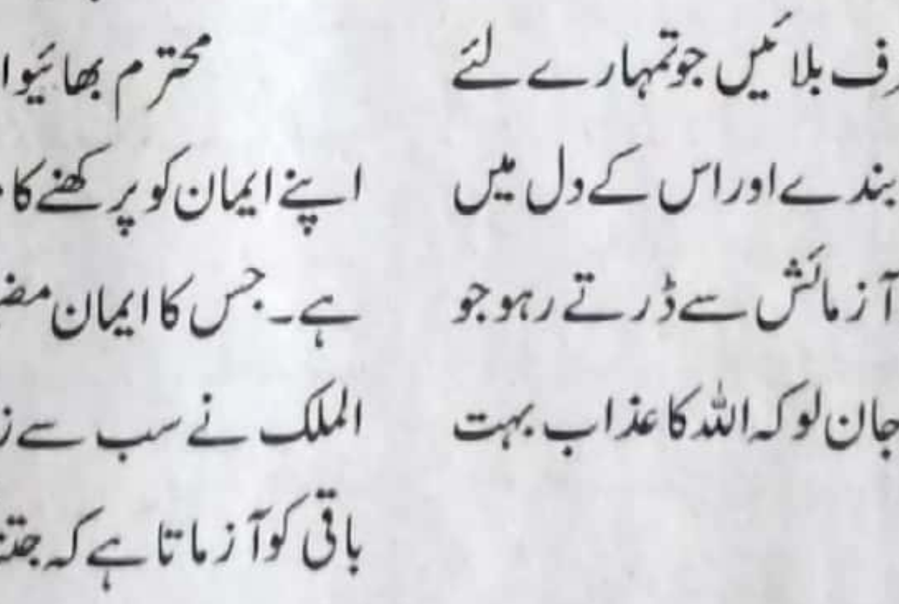

الشیخ عبداللطیف حفظہ اللہ

اللہ مالک الملک جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اس کی علامت یہ ہے ابْتَلَاهُم اللّٰهُ اللہ مالک الملک اپنے بندوں کو آزماتے ہیں، کبھی خیر دے کر شکر کا امتحان ہوتا ہے اور کبھی آزمائش وتکلیف دے کر ان کے صبر کا امتحان ہوتا ہے۔ عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ ، إِنَّ أَمْرَ الْمُؤْمِنِ كُلَّهُ خَيْرٌ (مسلم) آزمائش جتنی بڑی ہوگی اللہ کا قرب اتنا ہی زیادہ ملتا ہے۔

ایک صحابی نبی ﷺ کے پاس آکر کہنے لگے اے اللہ کے نبی! میں مسلمان ہو چکا ہوں" فرمایا کہ یاد رکھو اِنَّ الْبَلَايَا أَسْرَعُ إِلَى مَنْ يُحِبُّنِي مِنَ السَّيْلِ إِلَى مُنْتَهَاهُ

(ابن ماجہ الصحیحہ 1586)

جو بندہ مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور واقعی محبت کرتا ہے، اس پر اللہ کی طرف سے آزمائشیں اس سیلاب سے بھی زیادہ سخت ہوجاتی ہیں جو اپنی انتہا کی طرف شدت کے ساتھ جاتا ہے۔

آج کسی جماعت میں اگر یہ پہچاننا ہے کہ وہ اللہ کے کتنے قریب ہیں اور اللہ کو کتنے محبوب ہیں تو اپنی آزمائشوں پر نگاہ رکھیں۔ جس کا دین کمزور ہوگا، اس پر آنے والی آزمائشیں بھی کمزور پڑ جائیں گی۔ کچھ لوگ سوچتے ہیں جب تک ہم فلاں کے ساتھ تھے، بڑی آزمائشیں تھیں۔ کبھی کوئی گھیر لیتا تھا، کبھی کوئی کچھ کہتا اور کبھی کوئی تفتیش کرتا، اللہ کا شکر ہے کہ اب میں سکون میں ہوں۔

میرے بھائیو! اللہ کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ایمان کو چیک کرنا ہے تو دیکھو آزمائشیں کیسی ہیں۔ یہ تو منافقت کی دلیل ہے، نفاق کی علامت ہے کہ بندے پر جب آسانیاں ہوں، راہ کشادہ ہو، راستے آسان ہوں تو ساتھ ساتھ چلتا رہے، اسلام کی بات کرے، دین کا ساتھ دے، جہاد و مجاہدین کے ساتھ کھڑا ہو اور جونہی تھوڑا سا کلچ مضبوط ہو جائے تو ڈر کے رک جائے۔ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا (البقرہ) جب روشنی رہے تو چلے اور اندھیرا ہو تو کھڑا ہو جائے۔ یہ تو نفاق کی دلیل ہے۔ اللہ تو مومنوں کو ہر حالت میں کبھی خیر اور کبھی شر کے فتنوں سے آزماتا ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے فتنوں کے بارے میں خود رہنمائی کی ہے۔ فتنوں کا تعارف بھی کروایا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کے رازدان صحابی معروف ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو قیامت تک آنے والے فتنوں کے بارے میں سب سے زیادہ رہنمائی کی ہے۔ ان کی خاصیت کیا تھی جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ میں اس مقصد کے لئے ان کو چنا۔ وہ خود بتاتے ہیں۔

كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْخَيْرِ ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي (بخاری)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہمیشہ اللہ کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ سے خیر کے بارے میں پوچھتے رہے اور میں آپ سے شر کے بارے میں پوچھتا رہا کہ کہیں وہ شر مجھے نہ آگھیرے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان پر واجب ہے کہ وہ خیر سے پہلے شر کو پہچانے۔ توحید سے بھی پہلے اس کو شرک کا علم ہونا چاہئے تاکہ اس سے بچ سکے وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ ہم آیات کھول کھول کر اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ مجرموں کا راستہ نمایاں اور واضح ہوجائے (تاکہ لوگ اس سے بچ جائیں)۔ (الانعام۔55)

نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہؓ کی رہنمائی کی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ صحیح بخاری ومسلم وغیرہ کی روایت ہے۔

قَالَ أَشْرَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى۔ نبی کریم ﷺ نے ایک دن مدینہ کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے سے جھانکا اور فرمایا۔ میرے صحابہ! هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى۔ جو چیز میں دیکھ رہا ہوں، کیا تم بھی اس انداز میں دیکھ رہے ہو۔ آپؐ صحابہؓ کو متنبہ کر رہے ہیں۔ إِنِّي لَأَرَى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ (متفق علیہ)

"میرے صحابہؓ! میں تمہارے گھروں کے اندر فتنوں کے گرنے کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے بارش کے گرنے کو دیکھا جاتا ہے کہ فلاں فلاں جگہ گر رہی ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو ان فتنوں سے ڈرایا۔ وہ فتنے جن سے آپؐ اپنے صحابہؓ کو متنبہ کر رہے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو سب سے پہلے جو فتنہ آیا، وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تھی۔ مختلف محدثین اس بارے میں فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ ہمیں حدیثیں بیان کیا کرتے تھے، ہم ان سے رجال (افراد یا سند) کا نہیں پوچھا کرتے تھے واذا وقعت الفتنة جب فتنہ واقع ہوگیا تو ہم کہتے قولوا لنا رجاله۔ بھائی جس سے تم نے حدیث بیان کی ہے، اس کا نام بتاؤ، یعنی سب سے پہلے اسناد کا آغاز اس فتنے سے ہوا جو فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شروع ہوا۔ اس سے پہلے حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ادوار گزرے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کی انتہاء میں اس فتنے کا آغاز ہوا لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو کیسے ڈرایا۔ فرمایا، میں تمہارے گھروں کے اندر فتنوں کے گرنے کی جگہ دیکھ رہا ہوں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فتنوں کا ذکر جس مجلس میں کیا، میں بھی اس مجلس میں تھا۔ یہ اس لئے بیان کر رہے ہیں کہ کہیں یہ شبہ نہ پیدا ہوجائے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کا راز بیان کر دیا۔ وَهُوَ يَعُدُّ الْفِتَنَ آپؐ فتنوں کو بیان کر رہے تھے۔ (مسلم)

ان میں سے آپؐ نے تین کا ذکر کیا۔ فرمایا۔ مِنْهُنَّ ثَلَاثٌ لَا يَكَدْنَ يَذَرْنَ (مسلم) تین فتنے ایسے ہوں گے جو کائنات کی کوئی چیز نہیں چھوڑیں گے۔ وَمِنْهُنَّ فِتَنٌ كَرِيَاحِ الصَّيْفِ اور ان میں سے کچھ موسم گرما کی ہواؤں کی طرح ہوں گے جو تیز چلتی ہیں اور فوراً گزر جاتی ہیں، کچھ فتنے ایسے آئیں گے جو آناً فاناً آئیں گے اور ملیا میٹ کرتے ہوئے گزر جائینگے۔ مِنْهَا صِغَارٌ وَمِنْهَا كِبَارٌ ان میں کچھ چھوٹے ہوں گے، کچھ بڑے ہوں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو کثرت سے ان فتنوں سے ڈرایا۔ وَاللَّهُمَّ نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ مختلف فتنوں سے پناہ مانگنا سبق کے طور پر آپؐ نے صحابہؓ کو سکھایا۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ایک دن فتنوں کا ذکر کیا۔ فَأَكْثَرَ فِي ذِكْرِهَا آپ نے ان کو کثرت سے بیان کیا۔ ان فتنوں میں رسول اللہ ﷺ نے کئی فتنے بیان کئے جن میں سے ایک فتنہ احلاس ہے۔ سنن ابوداؤد و مسند احمد میں ہے کہ صحابہؓ نے پوچھا" یارسول اللہ! وہ فتنة الاحلاس کیا ہے؟ فرمایا هَرَبٌ وَحَرَبٌ اس میں بھاگ بھاگم ہوگا اور لڑائی ہوگی۔ قتل عام ہوگا۔ فرمایا وہ فتنة الاحلاس ہوگا۔ اس کے بعد صلح و امن اور دولت کی فراوانی کا فتنہ ہوگا۔ اس کے بعد آپؐ نے اس فتنہ کا ذکر کیا جو اندھا دھند آئے گا یعنی فِتْنَةُ الدُّهَيْمَاءِ کا ذکر کیا۔ وہ ایسا فتنہ ہوگا کہ لَا تَدَعُ أَحَدًا مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا لَطَمَتْهُ لَطْمَةً۔ اللہ کے نبیؐ فرماتے ہیں، ایسا اندھا دھند فتنہ آئے گا کہ اس امت میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑے گا کہ جس کو وہ فتنہ تھپیڑ نہ مارے۔ ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے گا فَإِذَا قِيلَ انْقَضَتْ تَمَادَتْ جب کہا جائے گا، شکر ہے فتنہ ختم ہوگیا تو پہلے سے زیادہ پھر کر سرکش ہوکر وہ فتنہ آئے گا۔

دیکھ لو میرے بھائیو۔ مختلف انداز میں فتنے در فتنے امت اسلامیہ پر آرہے ہیں۔ کبھی سوچتے تھے چلو لال مسجد کا مسئلہ گزر گیا، اب شاید ایسے خونی حالات پیدا نہ ہوں لیکن پھر سوات کی

بات آ گئی۔اس کے بعد مالا کنڈ ' بونیر اور وزیرستان تک یہ مسئلہ دراز ہوتا گیا فَإِذَا قِيلَ انْقَضَتْ تَمَادَتْ لوگوں نے سمجھا کہ اب فلاں آزمائش فلاں فتنہ ختم ہو گیا تو وہ پہلے سے زیادہ بھپر کر اور پہلے سے زیادہ زوردار ہو کر آیا۔

اس مذکورہ بالا حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اس فتنہ میں کیفیت یہ ہوگی يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا صبح تک بندہ مسلمان ہوگا لیکن شام تک کفر یہ نظریہ اپنا چکا ہوگا اور کافر بن چکا ہوگا۔یہ حدیث مختلف انداز میں متعدد کتب احادیث میں بیان ہوئی ہے۔ایک تفسیر حسن بصری رحمہ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے جو سنن ترمذی وغیرہ میں موجود ہے۔انہوں نے اس کا کیا معنی کیا ہے' وہ بھی ملاحظہ کریں۔اس کی وضاحت انہوں نے کی کہ يصبح الرجل محرم لدم اخيه وماله۔صبح تک بندہ اپنے بھائی کے خون کو حرام سمجھتا ہوگا۔ يُمْسِي مُسْتَحِلًّا لَهُ اور شام تک ان ساری چیزوں کو حلال سمجھے گا۔حسن بصریؒ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا

حَتَّى يَصِيرَ النَّاسُ إِلَى فُسْطَاطَيْنِ

فَإِذَا كَانَ ذَاكُمْ فَانْتَظِرُوا الدَّجَّالَ مِنْ يَوْمِهِ أَوْ مِنْ غَدِهِ

اس امت کے دو گروہ بن جائیں گے۔ فُسْطَاطُ إِيمَانٍ لَا نِفَاقَ فِيهِ وَفُسْطَاطُ نِفَاقٍ لَا إِيمَانَ فِيهِ۔

مسلمانوں کا ایک گروہ ایسا ہوگا جو ان فتنوں میں بھی اللہ کے نبی محمد ﷺ کے طریقہ کو اپنا کر ایسے ایمان والے بنیں گے کہ کوئی منافقت کی بات ان میں نہیں ہوگی اور دوسرا وہ گروہ ہوگا جو ان فتنوں میں پڑ کر ایسا منافق بن جائے گا جس میں کوئی ایمان ہی نہیں ہوگا۔جب تمہاری حالت ایسی ہوگی' پھر انتظار کرو کہ دجال اسی دن ہی یا اس سے اگلے دن ہی آ موجود ہوگا۔اب یہاں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ دو گروہوں پر استعمال کرنے سے پہلے يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ جو ان فتنوں میں قرآن وسنت کو اپنائے گا' وہی ایمان والا ہوگا۔جس میں کوئی منافقت نہیں ہوگی اور جو ان فتنوں کی لپیٹ میں آ گیا' وہ سچا مسلمان نہیں ہوگا۔وہ ایسا منافق ہوگا جس میں ایمان والی بات نہیں ہوگی کیونکہ اب اس نے مسلمانوں کا خون حلال سمجھ لیا اور شام تک اپنے آپ کو کفریہ نظریے تک لے گیا۔اس کی بھی ایک خاص وجہ ہے۔

اس وقت سب مسلمان پریشان ہیں کیونکہ پوری دنیا کے کافر مسلمانوں پر اپنا کلچ مضبوط کیے ہوئے ہیں۔علماء وطلباء' وکلاء' جج'' عوام' حکمران' سب پریشان ہیں کہ کافر ہم پر مسلط ہیں۔آخر اس کی وجہ کیا ہے۔اس کی وجہ ان فتنوں میں قرآن وسنت کو نہ سمجھنا اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر عمل نہ کرنا ہے۔صحیح مسلم وغیرہ کی روایت ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

میں نے اللہ سے دعائیں کیں' یا اللہ! میری امت پر عام قحط سالی نازل نہ کرنا۔قحط سالی کے ساتھ ان کو تباہ نہ کرنا اور ان پر کافروں کو ایسے مسلط نہ کرنا کہ مسلمانوں کو اجتماعی طور پر ختم کر دیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے میرے نبی! میں جو فیصلہ کرتا ہوں' اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔آپ کی یہ دعا قبول ہے کہ آپ کی امت عام قحط سالی سے تباہ نہ ہوگی اور آپ کی یہ دعا بھی قبول ہے کہ آپ کی امت پر کافروں کو اس طرح مسلط نہیں کروں گا کہ وہ مسلمانوں کی اجتماعیت کو برباد کر دیں۔ وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ بِأَقْطَارِهَا ۔اور اگر یہ کافر پوری دنیا سے اکٹھے ہو کر آپ کی امت پر حملہ آور ہو جائیں' تب بھی یہ کافر آپؐ کی امت کو ختم نہیں کر سکیں گے لیکن دو شرطیں ہیں۔ حَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا وَيَسْبِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا کہ آپس میں مسلمان ایک دوسرے کو قتل نہ کریں اور ایک دوسرے کو قیدی نہ بنائیں۔

آج دونوں کام ان کافروں نے مسلمانوں سے کروائے ہیں۔آپس میں ان کو لڑایا ہے کبھی سوات' کبھی لال مسجد میں اور کبھی دوسری جگہوں پر مسلمانوں کا آپس میں ٹکراؤ پیدا کیا ہے۔ وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللَّهِ ، وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّا سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ (ابن ماجہ) مسلمان جب اللہ اور اس کے رسولؐ کے وعدوں کو توڑیں گے تو اللہ سزا کے طور پر ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دے گا۔

اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ تھا کہ جب تک مسلمان آپس میں نہیں لڑیں گے' کافر مسلط نہیں ہوں گے۔کیا مسلمانوں نے آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہیں کیا۔کیا ہم نے مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر کیوبا کی جیلیں نہیں بھروائیں؟ یہ دونوں کام ہم نے کیے ہیں۔چاہے آپس میں لڑنے والا ہو یا لڑنے کا فتویٰ دینے والا ہو۔آپس میں کسی بھی انداز میں مسلمانوں کو لڑایا گیا' وہ فتنے میں شامل ہو گئے۔صحیح بخاری کی حدیث ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں۔فرمایا

سَتَكُونُ فِتَنٌ ، الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي ، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي ،

اور صحیح مسلم میں الفاظ ہیں النَّائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْيَقْظَانِ

دونوں احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو بندہ لیٹا ہے' وہ بہتر ہے بیدار سے اور بیدار بہتر ہے' بیٹھے ہوئے سے اور بیٹھا بہتر ہے کھڑے ہوئے سے' کھڑا بہتر ہے' چلنے والے سے۔ چلنے والا بہتر ہے' ان فتنوں میں دوڑ لگانے والے سے۔

گویا ان فتنوں میں جو سویا رہا' مداخلت نہ کی' وہ جاگنے والے سے بہتر ہے اور جاگنے والا بہتر ہے بیٹھنے والے سے' بیٹھنے والا بہتر ہے ان فتنوں میں کھڑے سے اور جو ان فتنوں میں کھڑا ہے' وہ چلنے والے سے بہتر ہے اور ان فتنوں میں چلنے والا بہتر ہے دوڑنے والے سے۔سب سے بدترین وہ ہے جو ان فتنوں میں دوڑ رہا ہے۔اس کے بعد وہ جو ان میں چل رہا ہے۔سوال یہ ہے کہ اب ان فتنوں سے بچاؤ کیسے ممکن ہے؟ مسئلے کا حل کیا ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆......سکھر کے سلفی خاندان اور دو شہداء کے والد حافظ محکم الدین کی اہلیہ اور بیٹی گزشتہ دنوں وفات پا گئی ہیں۔دعوت وجہاد میں ان کی قربانیاں مثالی اور ممتاز حیثیت رکھتی ہیں۔

☆......محترم بشیر الٰہی محمدی آف ٹنڈو آدم سندھ کے والد ماجد گزشتہ روز وفات پا گئے۔ان کے والد نے 1947ء میں ہندوستان سے ہجرت کی تھی۔اس ہجرت کے دوران ان کا پورا خاندان شہید کر دیا گیا تھا۔بشیر الٰہی محمدی سے تعزیت کے لیے رابطہ نمبر 0331-3685940

☆......ٹنڈو غلام علی' گوٹھ مولوی سلطان' بدین سندھ' میں واقع سلفی مدرسہ کے مہتمم چودھری سیف اللہ گزشتہ روز بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔

☆......جماعۃ الدعوۃ سکھر سٹی کے مسئول خطیب اللہ اور فضل اللہ بھائی کے والد ماجد بھی گزشتہ روز وفات پا گئے۔

☆......جماعۃ الدعوۃ لاہور مرکز کے خادم بسم اللہ مانگٹ کے تایازاد بھائی محمد رفیع آف گلشن سویٹ اینڈ بیکرز بھکر کی اہلیہ پچھلے دنوں وفات پا گئی ہیں۔

احباب سے جمیع فوت شدگان مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین!

اللهم اغفر لهم وارحمهم وعافهم واعف عنهم

طلاق بلا دلیل

کیس نمبر 1734/80 ...... التاریخ ۱۴ رمضان ۱۴۲۹ھ

میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی کو کوئی طلاق نہیں دی ہے۔ نہ پہلی اور نہ ہی آخری طلاق دی‘ سسرال کی طرف سے مجھ سے منسوب تحریری یا زبانی طلاق جھوٹ ہے‘ اس کا کوئی گواہ بھی نہیں۔ براہ مہربانی مجھے قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا حل بتائیں۔ جزاکم اللہ خیراً۔

سائل مقر: اخلاق احمد ولد غلام سرور‘ سبزی منڈی لاہور

حکم شرعی مصدرہ از دار القضاء الشرعی جماعۃ الدعوۃ پاکستان

سائل اخلاق احمد ولد غلام سرور شیخ ساکن سبزی منڈی قادر آباد لاہور

حلفاً بیانی ہے کہ اس نے اپنی منکوحہ مسماۃ رفیعہ بنت محمد صادق کو کبھی بھی زبانی یا تحریری طلاق ہرگز نہیں دی۔ بیان حلفی بشناخت گواہ لف سوال ہے تاہم اس کی بیوی دعویٰ کرتی ہے کہ اخلاق احمد نے زبانی طلاق دی تھی جبکہ اس دعویٰ پر اس کے پاس کوئی شہادت یا دلیل موجود نہیں ہے۔ اسلام میں کوئی دعویٰ بلا دلیل تسلیم نہیں ہوسکتا۔

قال النبی ﷺ لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَذَهَبَ دِمَاءُ قَوْمٍ وَأَمْوَالُهُمْ (بخاری‘ مسلم) نبی ﷺ نے فرمایا ”اگر لوگوں کو ان کے دعوے کے مطابق دے دیا جائے تو قوم (مدعی علیہ) کے خون اور مال ضائع ہوجائیں۔“

لہٰذا مسماۃ رفیعہ مذکورہ بدستور اخلاق احمد کی بیوی ہے‘ تاہم اگر اخلاق نے واقعی طلاق دی ہو جیسا کہ بیوی کا دعویٰ ہے کہ اس نے ایک موقع پر مکرر دو طلاق‘ پھر تیسری طلاق دی تھی تو اسے تجدید نکاح کر لینی چاہیے تاکہ عنداللہ اس کا معاملہ درست ہو۔ یہ فتویٰ ہم اخلاق احمد کے بیان حلفی پر تحریر کر رہے ہیں۔ قطعی حکم فریقین کا موقف سن کر تحریر کیا جاسکتا ہے۔

مفتی عبدالرحمن الرحمانی

رئیس دار القضاء والافتاء جماعۃ الدعوۃ

تقسیم وراثت

کیس نمبر 1402 ...... التاریخ یکم جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ

محمد شریف ولد نور محمد چٹھہ جو کہ وفات پا گئے ہیں‘ مرحوم کے ورثاء اس کے دو بھائی محمد حسین ولد نور محمد اور محمد طفیل ولد نور محمد اور ایک مرحوم کی بیوہ ہے۔ مرحوم کی اولاد کوئی نہیں ہے۔ متوفی کی بیوہ کو متوفی کی جائیداد میں سے کتنا حصہ ملے گا۔ مہربانی فرما کر جواب بصورت فتویٰ تحریر فرمادیں۔

سائل مقر: طاہر حسین ولد اشرف حسین طارق آباد کالونی سانگلہ ہل

فتویٰ شرعی

محمد شریف بن نور محمد فوت ہوا ہے اور اس نے اپنے پیچھے ایک بیوہ‘ دو حقیقی بھائی چھوڑے ہیں۔ وراثت کی تقسیم درج ذیل ہے۔

بیوہ کو کل مال میں سے 1/4 (چوتھا حصہ) دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ النساء 12)

اور ان کے لئے چوتھا حصہ ہے اس میں سے جو تم نے چھوڑا اگر تمہاری اولاد نہ ہو۔

بیوہ کو ادا کرنے کے بعد جو باقی بچے گا‘ وہ دونوں بھائیوں میں برابر تقسیم ہوگا۔

هذا ما عندی والله اعلم

مفتی محمد ادریس

نائب رئیس دار القضاء والافتاء جماعۃ الدعوۃ پاکستان

طلاق رجعی

سرفراز نامی بندہ جس کے دو عدد بچے‘ لڑکا گیارہ سال اور لڑکی سات سال کی ہے۔ دونوں میاں بیوی معذور ہیں۔ شوہر گونگا و بہرہ ہے اور بیوی ٹائیفائیڈ بخار کی وجہ سے ایک پاؤں اور ایک ہاتھ سے معذور ہے۔ شوہر سرفراز قبل ازیں ایک سال سے ٹی بی کی بیماری میں مبتلا ہے اور مسلسل علاج جاری ہے۔ بیس دن پہلے ٹی بی کا کامیاب آپریشن ہوا ہے لیکن تقریباً چھ سات مہینے سے طبیعت میں بہت زیادہ چڑ چڑا پن ہے۔ بات بے بات بہت زیادہ غصہ آنا‘ گھر میں بلاوجہ لڑائی جھگڑا کرنا اور کچھ ٹائم کے بعد اپنی غلطی پر معافی مانگنا۔

یہ غصہ میں اپنی بیوی کو تین بار طلاق لکھ کر دے کر چلا گیا اور تقریباً دو تین گھنٹے کے بعد واپس آ کر معافی مانگنے لگا کہ میں اپنے حواس میں نہیں تھا۔ میرا دماغ حاضر نہیں تھا۔ دونوں کا والی وارث کوئی نہیں ہے۔

تقسیم وراثت

کیس نمبر 1402 ......التاریخ یکم جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ

محمد شریف ولد نور محمد چٹھہ جو کہ وفات پا گئے ہیں' مرحوم کے ورثاء اس کے دو بھائی محمد حسین ولد نور محمد اور محمد طفیل ولد نور محمد اور ایک مرحوم کی بیوہ ہے۔ مرحوم کی اولاد کوئی نہیں ہے۔ متوفی کی بیوہ کو متوفی کی جائیداد میں سے کتنا حصہ ملے گا۔ مہربانی فرما کر جواب بصورت فتویٰ تحریر فرما دیں۔

سائل مقر: طاہر حسین ولد اشرف حسین طارق آباد کالونی سانگلہ ہل

فتویٰ شرعی

محمد شریف بن نور محمد فوت ہوا ہے اور اس نے اپنے پیچھے ایک بیوہ' دو حقیقی بھائی چھوڑے ہیں۔ وراثت کی تقسیم درج ذیل ہے۔

بیوہ کو کل مال میں سے 1/4 (چوتھا حصہ) دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ (النساء 12)

اور ان کے لئے چوتھا حصہ ہے اس میں سے جو تم نے چھوڑا اگر تمہاری اولاد نہ ہو۔

بیوہ کو ادا کرنے کے بعد جو باقی بچے گا' وہ دونوں بھائیوں میں برابر تقسیم ہوگا۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم

مفتی محمد ادریس

نائب رئیس دار القضاء والافتاء جماعۃ الدعوۃ پاکستان

مسجد کے اوپر فیملی رہائش

کیس نمبر 1405 ......التاریخ ۰۷/۰۶/۱۴۲۸ھ

کیا شادی شدہ آدمی اپنی فیملی کے ساتھ مسجد کے کسی بالائی حصے میں رہائش اختیار کر سکتا ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

سائل مقر: حافظ محمد شعیب بٹ ولد محمد طفیل۔ عامر روڈ شاد باغ لاہور۔

فتویٰ شرعی

مسجدیں عبادت گاہیں ہیں۔ ان میں فیملی رہائش اختیار کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا

اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ تم جان لو جو تم کہتے ہو اور جنابت کی حالت میں (مقامات نماز) کے قریب نہ جاؤ سوائے اس کے کہ گزرنا چاہو یہاں تک کہ غسل کر لو (سورۃ نساء۔43)

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا۔ آپؐ نے فرمایا لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ کہ مسجد کی طرف کھلنے والے ہر دروازے کو بند کر دیا جائے سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازے کے۔ (رواہ البخاری جلد 1 ص 66 باب الخوخة والممر فی المسجد کتاب الصلوۃ)

لہٰذا مسجدیں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں اور عبادت گاہیں ہیں۔ ان میں رہائش رکھنا درست نہیں ہے۔ جو حصہ مسجد کے لئے مخصوص ہو' چاہے اس کا صحن ہو یا چھت' جب وہ مسجد کے لئے وقف کیا گیا ہو تو پھر اس میں رہائش درست نہیں لیکن اگر وقف کرنے والے وقف کرتے وقت مسجد کی چھت کا بالائی حصہ یا صحن کے اندر کچھ حصہ رہائش کے لئے وقف کر دے تو پھر کوئی حرج نہیں جبکہ رہائشی مسجد کے ہر قسم کے آداب ونظافت کو ملحوظ خاطر رکھتا ہو۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

تقسیم وراثت اور ہبہ کی حد

کیس نمبر 1429/07 التاریخ ۷/۹/۱۴۲۸ھ

میرے والد متوفی ابراہیم خان کے دو بیٹے تھے' اس کے علاوہ نہ کوئی بیٹا اور نہ کوئی بیٹی تھی۔ بیٹوں کے نام محمد اسماعیل خان' محمد اسحاق خان ہیں۔ پسر محمد اسحاق والد کی زندگی میں فوت ہو گیا جس کے ہاں ایک بیٹا اور چار بیٹیاں تھیں۔ والد نے محمد ادریس ولد محمد اسحاق (جو میرا بھتیجا تھا) اس کے نام 1/2 حصہ جائیداد ہبہ کر دی اور ادریس کی بیوی کے نام کچھ نہیں کیا۔

والد محترم 15 مئی 1990ء کو وفات پا چکے ہیں۔ باقی 1/2 جائیداد میں سے ایوبی قانون کے مطابق تمام بہن بھائیوں نے اپنا اپنا حصہ لے لیا ہے یعنی مجھے اس باقی جائیداد سے 1/2 ملا ہے گویا کل جائیداد کا 1/4 حصہ ملا حالانکہ شرعی لحاظ سے پوتے پوتیاں وارث نہیں ہیں۔ موجودہ ایوبی قانون وراثت کے مطابق اب پوتیاں پوتے حقیقی وارثوں میں شامل ہو گئے جس کے مطابق وہ وراثت میں حصہ دار بن گئے اور انتقال بھی ہو چکا ہے۔

اب شرعی لحاظ سے مسئلہ بیان کیا جائے کہ وارث کتنی وراثت ہبہ کر سکتا ہے اور حقیقی وارثوں کو ایک یا کچھ کو چھوڑ کر تقسیم کر سکتا ہے یا نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں فتویٰ جاری فرمایا جائے تا کہ عدالت میں چیلنج کیا جائے اور باقی وارثوں کو ان کا حصہ مل جائے اور والد متوفی کی گردن سے بوجھ اتر جائے اور ان کے لئے ذریعہ نجات بن جائے۔

سائل مقر: راؤ محمد اسماعیل خان بن ابراہیم خان کوٹلی رائے ابوبکر تحصیل وضلع قصور

فتویٰ شرعی بسلسلہ ہبہ وتقسیم میراث

مصدرہ از دار القضاء الشرعی جماعۃ الدعوۃ پاکستان

سائل راؤ محمد اسماعیل خان ولد ابراہیم خان کوٹلی رائے ابوبکر ضلع قصور کی بیان کردہ صورت کے مطابق ابراہیم خان متوفی 1990ء کا اپنے حقیقی بیٹے اسماعیل خان کو محروم کر کے اپنے بیٹے محمد اسحاق متوفی 1976ء کی اولاد مسمی محمد ادریس کو 1/2 حصہ جائیداد ہبہ کرنا شرعاً ناجائز اور غیر عادلانہ فیصلہ تھا کیونکہ اسماعیل خان پسر حقیقی کی موجودگی میں محمد ادریس (پوتا) غیر وارث

دار القضاء الشرعی

جماعۃ الدعوۃ پاکستان

ثالث

وانزلنا معهم الكتب والميزان ليقوم الناس بالقسط

شرعی عدالت عالیہ

ہے۔البتہ وہ غیر وارث پوتے کے لئے بطور احسان 1/3 حصہ تک وصیت کرنے کا مجاز تھا بدلیل حدیث نبوی: أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا ، فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ (رواہ البخاری ومسلم)

تم وراثت ورثاء (شرعی) میں تقسیم کردو اگر کچھ بچ جائے تو وہ قریب ترین عصبہ کو دے دیا جائے۔

نص حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل حصص کے بعد قریب ترین عصبہ وارث ہوگا لہٰذا پسر حقیقی کی موجودگی میں پوتا وارث نہ ہوگا۔

رائج الوقت (ایوبی دور کی) وراثتی ترمیم باجماع علمائے اسلام غیر شرعی ہے لہٰذا ابراہیم کے بعد محمد ادریس وغیرہ کو ترکہ کا 1/2 حصہ دینا جبکہ پسر حقیقی موجود ہے' شرعاً درست نہیں ہے۔ یتیم پوتوں کے لئے اسلام نے وصیت کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ باقی ماندہ ورثاء اگر دادا کے ہبہ کو وصیت کا درجہ دے کر پوتے کو 1/3 حصہ کل ترکہ کا احساناً دے دیں تو مسئلہ کا یہ بہترین حل ہے بدلیل قولہ تعالیٰ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ (النساء 8) بوقت تقسیم قرابت دار یتیم' مساکین حاضر ہو جائیں تو ان کو کچھ نہ کچھ ضرور دیا کرو۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' یہ آیت قطعی ہے۔ اس کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔ (صحیح بخاری کتاب الفرائض) اسی بنیاد پر مصری قانون میں یتیم پوتوں کے لئے وصیت واجبہ کا قانون وضع کیا گیا ہے بحوالہ 71/1365 (فقہ السنۃ ص662 ج3)

مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی

رئیس دار القضاء والافتاء جماعۃ الدعوۃ پاکستان

زنا کرنے کی حد

کیس نمبر 1408......التاریخ ۷/۶/۱۴۲۹ھ

شادی شدہ عورت گناہ کبیرہ کرے تو قرآن وسنت میں اس بارے میں عورت پر کیا حد ہے۔اس کا خاوند اس کو مار دے یا اس کو طلاق دے دے۔ وضاحت فرمائیں

سائل مقر: ابوعمر خوشاب

شرعی فتویٰ

زانی کی دو قسمیں ہیں۔(1) شادی شدہ۔(2) غیر شادی شدہ

(1) غیر شادی شدہ کی سزا: غیر شادی شدہ مرد وعورت کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے۔

زانی مرد وعورت کو سو سو کوڑے لگاؤ۔ (سورۃ النور 2)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غیر شادی شدہ زانی کے لئے ایک سال کی جلاوطنی اور حد قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ (رواہ البخاری)

(2)۔شادی شدہ کی سزا: شادی شدہ مرد وعورت کی سزا رجم ہے جو احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ بطور استشہاد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت رجم بھی ان آیات میں سے ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھیں۔ پس ہم نے اس کو پڑھا اور یاد کیا اور رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا۔ (رواہ الشیخان وابوداؤد والترمذی والنسائی مختصراً ومطولاً)

حد زنا کیسے ثابت ہوگی؟ حد کے ثبوت کے لئے دو شرائط میں سے ایک ضروری ہے۔ اقرار یا چار گواہ

1۔اقرار: سیّد الادلہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اعتراف کی بنیاد پر ماعز اور غامدیہ وغیرہ پر حد نافذ کی جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے انیس کو مخاطب کر کے فرمایا:

اغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلَى امْرَأَةِ هَذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا

اے انیس! کل تو اس عورت کے پاس جا۔ اگر وہ اعتراف کرے تو تو اس کو رجم کر دے۔

2۔گواہ: زنا کی تہمت مرد وعورت کی عزت وآبرو کو پامال کر دیتی ہے۔اور خاندان کے لئے بدنامی اور ننگ وعار کا باعث بن جاتی ہے۔اس لئے اسلام نے اس جرم کو ثابت کرنے کے لئے نہایت سختی سے کام لیا ہے تاکہ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں کا سدباب کیا جا سکے۔اس لئے باقی تمام حقوق میں شہادتوں کے برعکس اس میں چار گواہوں کی شرط ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔اور جو لوگ شادی شدہ عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں' پھر وہ چار گواہ نہیں لے آتے تو ان کو اسی (80) کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔ (سورۃ نور: 4)

اس آیت سے مندرجہ ذیل مسائل ثابت ہوئے (1) تہمت لگانے والوں پر لازم ہے کہ چار گواہ لے کر آئیں۔ (2) چار گواہوں کی عدم موجودگی میں تہمت لگانے والوں کو (80) اسی کوڑے لگائے جائیں گے اور ان کی شہادت ہمیشہ کے لئے غیر مقبول ہوگی۔

اسی طرح گواہوں میں وہ تمام شرائط پائی جاتی ہوں جو شرعاً گواہ میں مطلوب ہیں۔اس مسئلے میں آنکھوں سے دیکھنا اور دخول کی صراحت لازمی ہے۔ اگر خاوند اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگاتا ہے اور گواہ پیش نہیں کرتا اور عورت اعتراف نہیں کرتی تو دونوں کے درمیان لعان ہوگا۔ (لعان کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ہر ایک اللہ کے نام کی چار قسمیں کھائے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں قسم میں یہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اسی طرح عورت یہ الفاظ کہے تو اس سے عذاب ٹل جائے گا۔ وہ چار بار گواہی دے کہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر مرد سچا ہو۔ پھر ان دونوں کے درمیان ہمیشہ کے لئے علیحدگی کرادی جائے گی) یہ یاد رہے کہ خاوند یا کوئی فرد واحد ماورائے عدالت زانیہ پر حد قائم کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ یہ کام حکومتوں اور ان عدالتوں کا ہے جن کے پاس سُلطہ (قوت نفاذ) ہے۔ ہمارے پاس سُلطہ نہیں ہے' اس لئے ہم یہ حد نافذ نہیں کر سکتے۔ شرعی مسئلہ بیان کر دیا ہے' لہٰذا اگر زنا ثابت بھی ہو جائے پھر بھی کوئی شخص ماورائے عدالت حد قائم نہیں کر سکتا کیونکہ ایسی صورت میں فسادات کا اندیشہ ہے اور بے گناہوں کے نفوس کے ضیاع کا خطرہ ہے۔

مفتی محمد ادریس

نائب رئیس دار القضاء والافتاء جماعۃ الدعوۃ پاکستان

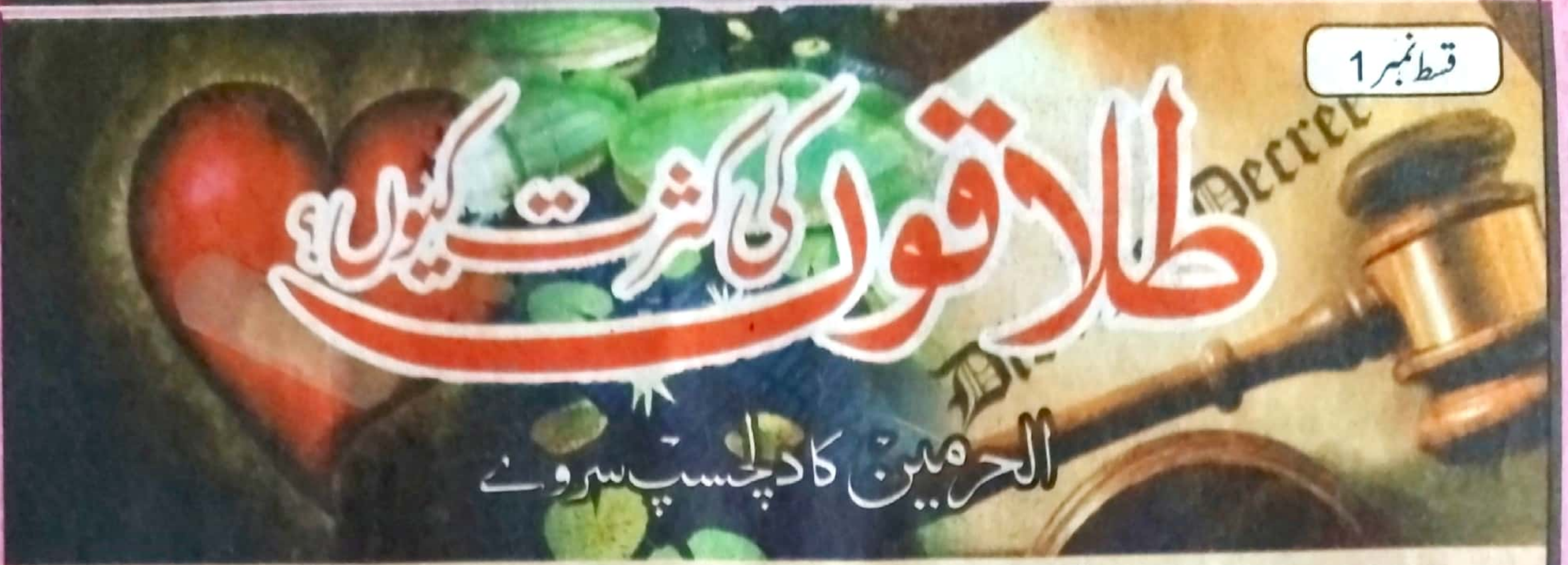

قسط نمبر 1

طلاقوں کی کثرت کیوں؟

الحرمین کا دلچسپ سروے

☆......طلاق کی شرح اتنی زیادہ ہے کہ فیملی کورٹس، ناظمین اور مفتیان کرام کے پاس 90% کیس طلاق و خلع کے آتے ہیں۔

☆......ایسے لوگ جو لگائی بجھائی کے ذریعے خاندانوں کی تباہی کا سبب بنتے ہیں، بیوی کو شوہر اور خاوند کو بیوی کے خلاف بھڑکاتے ہیں، فرمان نبویؐ کے مطابق وہ ہم میں سے نہیں۔

☆......میاں بیوی اسلامی اصولوں کو اپنالیں تو حالات کچھ بھی ہوں، شادی کا بندھن مضبوط رہتا ہے۔

☆......طلاق سے بچنے کے لیے میاں بیوی میں لچک، برداشت اور تحمل کا ہونا ضروری ہے۔

☆......طلاق سے بچنے کی ایک تدبیر یہ ہے کہ عورتیں صرف تقریبات کی بجائے اپنے خاوندوں کے سامنے بن سنور کر رہیں۔

☆......طلاق کے منفی اثر کا سب سے زیادہ بچے شکار ہوتے ہیں۔

☆......طلاق سے بچ کر انسان زنا جیسے گناہ سے محفوظ رہتا ہے۔

☆......طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کی وجوہات محبت کی شادیاں، بے راہروی، کم عمری کی شادیاں، غربت اور بے روزگاری ہیں۔

☆...... طلاق سے بچنے کے لیے جہیز کو قانون کی گرفت میں لایا جائے۔

☆......ایسی عورت جو بلاوجہ طلاق طلب کرے، اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے اور بلاوجہ خلع لینے والی منافق ہے۔

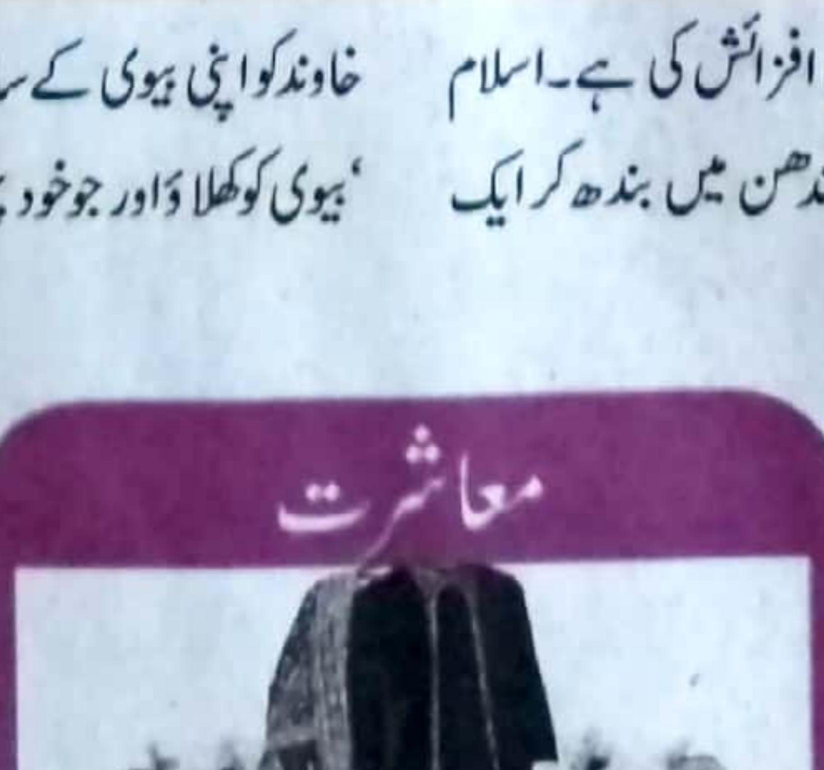

اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد کا جوڑا بنا کر اس سے نسل انسانی کی افزائش کی ہے۔ اسلام میں زوجین کو ایک دوسرے کا لباس کہا گیا ہے۔ میاں بیوی نکاح کے بندھن میں بندھ کر ایک دوسرے کی رفاقت نبھانے کا عہد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی زوجین کے دلوں میں مودت ومحبت کے جذبات بدرجۂ اتم بھر دیتا ہے۔ مرد چونکہ عورت کے لیے قوام ہے، اس لیے اس کی معاشی ضروریات کی ذمہ داری مرد کے کندھوں پر رکھی گئی ہے۔ مرد چونکہ عورت کے لیے مجازی خدا کا درجہ رکھتا ہے، نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ شوہر بیوی کے لیے جنت یا جہنم کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسے ہی خاوند کو اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: جو خود کھاؤ، بیوی کو کھلاؤ اور جو خود پہنو وہی بیوی کو پہناؤ۔ بیوی کو گالی نہ دو۔ اسی طرح فرمایا: بیوی سے نفرت نہ کرو۔ اگر اس کی ایک عادت ناپسندیدہ ہے تو بعض دوسری عادات پسندیدہ بھی ہیں۔ اسلام کی ان تعلیمات کا مقصد یہ ہے کہ ان دونوں کے رشتے میں کسی لمحے کوئی دراڑ پیدا نہ ہو کہ انہیں اپنے رستے جدا کرنے پڑیں اور نوبت طلاق تک پہنچ جائے۔ جب کسی خاندان میں کوئی ایسی صورت پیدا ہوتی ہے تو میاں بیوی کے پیار ومحبت کے آبگینے مجروح ہونے لگتے ہیں۔ خلوص اور اعتماد کے رشتے مضمحل ہونے لگتے ہیں۔ عہد وفا بے وفائیوں میں اور خوش فہمیاں، غلط فہمیوں میں بدلتی ہیں تو ایسی صورت میں شیطان کو موقع ملتا ہے۔

ایک واقعہ میں لڑکی کو بے ہوشی کا ٹیکہ لگا کر زبردستی حلالے پر مجبور کر دیا گیا حالانکہ حلالہ غیر شرعی ہے

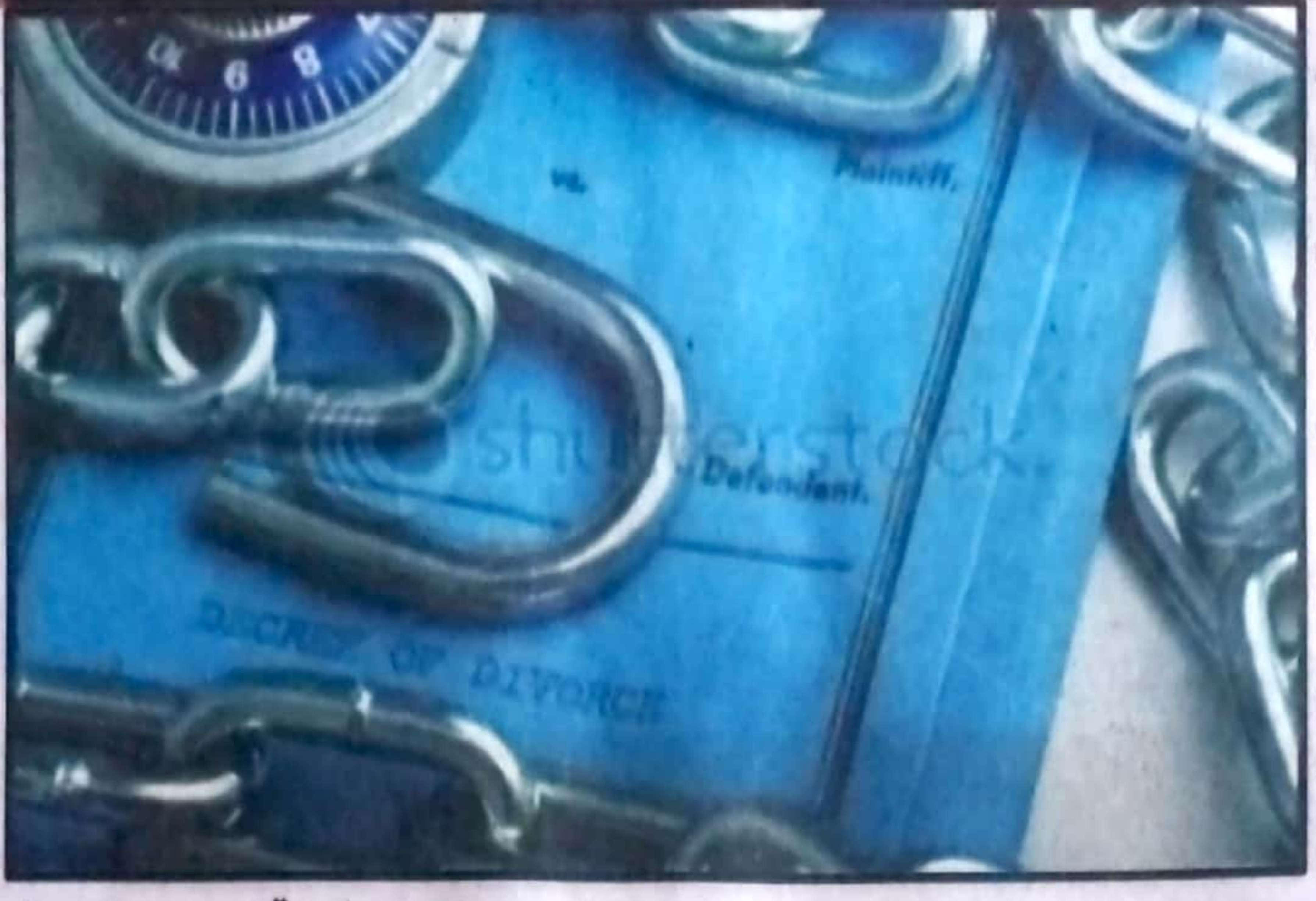

نبی ﷺ نے فرمایا: ابلیس کا تخت پانی پر ہے جہاں سے وہ اپنے چیلے چانٹوں کے لشکر روانہ کرتا ہے۔ جب وہ واپس آ کر رپورٹ دیتے ہیں تو کوئی کہتا ہے میں نے فلاں فلاں کام کیا۔ اس پر ابلیس کہتا ہے' تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ایک چیلا آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے میں فلاں فلاں مرد اور عورت کے پیچھے پڑا رہا۔ ان دونوں میں بہت محبت تھی۔ اس محبت کی وجہ سے ان کے خاندان والے بھی ان پر جان نچھاور کرتے تھے۔ میں نے ان کے دلوں میں شر کے ایسے بیج بوئے کہ محبت نفرت میں اور پیار دشمنی میں بدل گیا اور پھر نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ دونوں میں طلاق ہو گئی۔ ابلیس اس پر بہت خوش ہوتا ہے' اسے اپنے تخت پر بٹھا لیتا ہے اور شاباش دے کر کہتا ہے' تو نے خوب کام کیا ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ہاروت و ماروت کا ذکر کیا ہے۔ لوگ ان سے ان کے منع کرنے کے باوجود جادو سیکھتے تھے اور اس جادو کے ذریعے وہ بدبخت وہی کام کرتے جو شیطان کے محبوب چیلے نے کیا۔ آج ہمارے معاشرے میں بھی ایسے کاہنوں' عاملوں اور جادوگروں کی بہتات ہے جو زوجین میں تفریق کے لیے جادو ٹونے کرتے ہیں' گھروں میں اپنی دکانوں کے کارڈ پھینکتے ہیں' ہر مشکل کے حل کے خدائی دعوے کرتے ہیں۔ اس طرح انہیں اپنی طرف راغب کرتے ہیں۔ پھر ان کے گھر اور ان کی عزتیں تباہ کرتے ہیں اور لوگوں سے منہ مانگی رقم الگ بٹورتے ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے ایسے لوگوں کے قتل کا حکم صادر فرمایا تھا۔

ہمارے معاشرے میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ عدم برداشت کی وجہ سے معاملہ طلاق تک پہنچ جاتا ہے۔ طلاق کی کثرت اس قدر ہے کہ آپ فیملی کورٹس چلے جائیں' کسی یوسی ناظم کے دفتر جا کر دیکھیں یا کسی فتویٰ دینے والے مفتی کے پاس چلے جائیں تو آپ کو 90 فیصد کیس طلاق اور خلع کے ملیں گے۔ طلاق کی کثرت دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ ہمارے معاشرے پر بھی مغرب کی مادر پدر آزادی کا اثر اور طلاق کی کثرت سے خاندان کی تباہی کا آغاز ہو چکا ہے۔ مغرب میں تو اخلاقیات کا جنازہ ہی نکل چکا ہے۔ امریکی دانشور فرانس فوکویاما اپنی کتاب ''ایک ضابطے کا خاتمہ'' میں اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ مغرب میں خاندانی نظام تباہ ہو چکا ہے۔ نکاح کے بغیر زندگی بسر کرنے کے رجحان نے سماجی سطح پر احساس ذمہ داری کو بالکل ختم کر دیا ہے۔ شادی اور طلاق کے جھمیلوں میں پڑنے کی بجائے بن بیاہے جوڑوں کا تناسب بڑھ رہا ہے جس سے مغرب میں اکثریت اب ایسے بچوں کی ہے جنھیں اپنے باپ کا علم تک نہیں۔

شرعی پردہ نہ ہونے کے سبب طلاق کا عبرتناک واقعہ:

مغرب کی طرح ہمارے معاشرے میں بھی طلاق کے بڑھتے رجحان کے پس پردہ کئی ایک اسباب ہیں۔ ان میں سے ایک سبب بے حجابی بھی ہے۔ ہمارے ایک معتبر دوست نے ایک ایسا واقعہ سنایا جس کا بنیادی سبب بے حجابی تھا اور اس کا انجام طلاق پر ہوا۔ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ کچھ عرصہ قبل ایک نہایت دین دار اور صالح نوجوان کی شادی ایک ایسے گھرانے میں ہوئی جو ان سے بھی بڑھ کر دیندار لوگ تھے۔ شادی کے بعد میاں بیوی نے خوشی خوشی اپنی نئی زندگی کا آغاز کیا۔ دن مہینوں میں بدل گئے اور مہینے سالوں میں ڈھل گئے۔ آغاز میں میاں بیوی میں جو محبت' پیار اور ساتھ جینے مرنے کے عہد تھے' وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ پھیکے پڑنے لگے۔ اس سرد مہری کا سبب اولاد کا نہ ہونا تھا۔ اب دونوں میاں بیوی نے ڈاکٹروں کے کلینکس کے چکر کاٹنے شروع کر دیئے۔ ہر جگہ ڈاکٹر خاوند کو تسلی دیتے' کوئی مسئلہ نہیں' اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ہی دیر ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں' دل چھوٹا نہ کریں اور اپنی زندگی میں کسی تلخی کو جگہ نہ دیں۔ ڈاکٹروں کی تسلیاں بھی بجا تھیں لیکن خاوند کے دل میں احساس محرومی بڑھتا جا رہا تھا۔ ایک دفعہ اچانک اس کی ملاقات اپنی کلاس فیلو لڑکی سے ہوئی۔ حال احوال کے بعد اس لڑکی نے بتایا کہ وہ ڈاکٹر ہے اور آج کل پریکٹس کر رہی ہے۔ جب اسے پتہ چلا تو اس نے اس لیڈی ڈاکٹر سے اپنا مسئلہ بھی بیان کر دیا۔ لیڈی ڈاکٹر نے اسے کہا کہ فلاں دن آپ آ جائیں۔ میں آپ کی بیوی کو چیک کر کے بتاؤں گی۔ اب دونوں میاں بیوی مقررہ وقت پر لیڈی ڈاکٹر کے پاس پہنچ گئے۔ ڈاکٹر نے عورت کو چیک کیا' اس نے میاں بیوی کے سامنے کوئی بات نہ کی لیکن خاوند کو علیحدگی میں کہہ دیا کہ وہ کل اکیلا اس کے پاس آئے۔ دوسرے دن جب یہ صاحب وہاں پہنچے تو ڈاکٹر نے انہیں جو بات بتائی' وہ سن کر انہیں ایسے لگا جیسے ان کے قدموں سے زمین سرک رہی ہو۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا ہو۔ ڈاکٹر نے اسے بتایا کہ آپ کی محترمہ کبھی ماں نہیں بن سکتی کیونکہ اس میں تو افزائش نسل کا نظام ہی نہیں۔ ڈاکٹر نے اس نوجوان کو مشورہ دیا کہ وہ بیوی سے تمام معاملہ پیار محبت اور اعتماد قائم کر کے پوچھے۔ اگر اس نے تشدد کی راہ اپنائی تو پھر اس کی بیوی حقیقت حال بتانے سے گریز کرے گی۔ نوجوان نے جب بیوی کو ہر حالت میں اپنی وفا کا یقین دلا دیا تو اس نے اصل حقیقت بتا دی اور کہا کہ اس کا باپ جب تبلیغ کے لیے چلا جاتا تو بھائی کاروبار سنبھالتے۔ اگر بھائی چلے کے لیے چلے جاتے تو باپ سارا دن دکان پر رہتا جبکہ گھر میں ہم دونوں بہنیں رہتی تھیں۔ والدہ وفات پا چکی تھی۔ عام افراد سے تو پردے کا اہتمام تھا لیکن رشتہ داروں سے پردے کا تصور نہ تھا۔ چچازاد سے تو پردے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ چنانچہ باپ اور بھائیوں کی غیر موجودگی میں چچا کے بیٹے نے گھر میں آنا شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ ہم دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے اور پھر ہم سے گناہ سرزد ہو گیا۔ جب شرم و حیا کی تمام دیواریں مسمار ہو گئیں تو پھر گناہ معمول بن گیا۔ اس گناہ کے نتیجے میں میں دو تین بار حاملہ ہوئی' ہم نے ایک ڈاکٹر کو پیسے دے کر حمل ضائع کرا دیا۔ تیسری بار ڈاکٹر نے مجھے کہا کہ اگر تم نے ہر دفعہ ایسا کرنا ہے تو بہتر ہے تم اس نظام کو ختم کر دو۔ گناہ کی لذت نے اندھا کر رکھا تھا۔ میں اس کے لیے بھی تیار ہو گئی۔ خاوند نے اپنی بیوی کی یہ تمام گفتگو ریکارڈ کر لی اور اسے اس کے باپ اور بھائیوں کو بٹھا کر سنا دیا اور ساتھ ہی طلاق نامہ بھی تھما دیا۔ یہ اس بے حجابی کا نتیجہ تھا جس نے ایک لڑکی کو نہ صرف گناہ کی دلدل میں پھینکا بلکہ اسے زندہ لاش بنا دیا۔

وٹہ سٹہ کے سبب طلاق کا ایک واقعہ:

طلاق سے قتل اور بعض اوقات خودکشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے

ہمارے معاشرے میں اکثر طلاقیں وٹہ سٹہ کی غیر شرعی شادیوں کی وجہ سے بھی ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے جب ایک طرف سے خاوند یا سسرال والے لڑکی کو تنگ کریں گے تو ان کی بیٹی کو جواباً تنگ کیا جائے گا۔ ذیل میں ایسے خاندان کی روداد بیان کی جا رہی ہے جس نے وٹہ سٹہ کی شادی کی تھی اور اب یہ خاندان طلاق جیسی صورتحال سے دوچار ہے۔

خالد صاحب نے اپنی بیٹی نادیہ اور بیٹے احسن کی شادی اپنے قریبی رشتہ داروں میں کردی۔ وٹہ سٹہ کی شادی کے بعد دونوں خاندان ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے۔ اسی دوران نادیہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا اور پھر احسن کے گھر بھی بیٹا ہوا۔ کچھ عرصہ بعد احسن بیرون ملک چلا گیا۔ جب دو سال گزر گئے تو اس کے سسرال والوں نے دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ تمہاری بہن تو ہمارے گھر بس رہی ہے لہٰذا تم ہماری بیٹی کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔ اسی طرح ایک سال گزر گیا لیکن احسن نے اپنی بیوی کو اپنے پاس نہ بلوایا۔ اب احسن کے سسرال والوں نے اس کی بہن کو اپنے میکے بھیج دیا کہ اگر ہماری بیٹی اپنے خاوند کے پاس جائے گی تو ہم نادیہ کو تب لے آئیں گے۔ احسن نے کوشش کرکے اپنی بیوی کو اپنے پاس بلا لیا اور اپنے سسرال والوں سے کہا اب اس کی بہن کو بھی اپنے گھر لے جاؤ۔ ابھی یہ باتیں چل رہی تھیں کہ اس جھگڑے میں کسی تیسرے فرد نے شیطان کے چیلے کا کردار ادا کرنا شروع کر دیا۔ اس نے آواز بدل کر احسن کے سسر کو فون کرکے اسے برا بھلا کہا۔ فون کرنے والے نے تاثر دیا کہ میں احسن بول رہا ہوں۔ اس فون کی کارروائی کا جب احسن کو پتہ چلا تو اس نے اپنے سسر کو فون کرکے حقائق سے آگاہ کرکے اپنی بے گناہی ثابت کرنا چاہی۔ احسن کے سسر کی بجائے اس کے سالے نے فون اٹھایا اور دونوں میں تلخ جملوں کا تبادلہ ہوا۔ احسن نے طیش میں آکر اپنے سالے سے کہا' میں تمہاری بہن کو طلاق دیتا ہوں۔ طلاق کا لفظ زبان پر سننا تھا کہ احسن کے سسرال والوں نے اپنے تمام رشتہ داروں کو بتا دیا کہ احسن نے ان کی بیٹی کو طلاق دے دی ہے۔ لہٰذا اب وہ بھی طلاق ہی دیں گے۔ احسن نے جب اپنی بیوی کو تین بار طلاق' طلاق' طلاق کہا تو اس وقت وہ حاملہ بھی تھی۔ احسن کا غصہ جب ٹھنڈا ہوا تو اسے بہت ندامت ہوئی۔ اب اس نے اپنا گھر بسانے اور اپنی بہن کا گھر بچانے کے لیے فتویٰ لینے کے لیے علماء سے رابطہ شروع کیا۔ تو مولویوں نے کہا اس کا حل حلالہ ہے۔ کچھ لوگوں نے احسن کے گھر والوں کی رہنمائی کی اور انہوں نے مفتی عبدالرحمٰن الرحمانیؒ سے فتویٰ لیا۔ اب احسن اور اس کی بیوی فتویٰ کے مطابق رجوع کرکے میاں بیوی کی حیثیت سے خوش و خرم ہیں جبکہ احسن کے سسرال والے بضد ہیں کہ اس کا حل تو حلالہ تھا لہٰذا اب ان کا زوجین کی حیثیت سے رہنا گناہ ہے۔ دوسری طرف وہ احسن کی بہن کو بھی طلاق دینے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو پھر دونوں خاندانوں کی تباہی یقینی ہے۔

طلاق کے مسائل سے لاعلمی کا نتیجہ:

ایک اور صاحب سے ان کی طلاق کے اسباب جاننا چاہے تو انہوں نے بتایا کہ تقریباً چار سال قبل ان کی شادی ہوئی تھی۔ وہ کہتے ہیں ہم خوشگوار زندگی گزار رہے تھے کہ اچانک کسی بات پر معاملات بگڑ گئے اور نتیجہ طلاق نکلا۔ بچوں کو دیکھ کر طرفین نے فیصلہ کیا کہ وہ دوبارہ سے ایک ہو جائیں۔ لڑکے کے گھر والے چونکہ تقلید جامد پر ڈٹے ہوئے تھے' انہوں نے کہا' اس کا کوئی حل نہیں۔ اب لڑکے نے کتاب و سنت کی رو سے فتویٰ طلب کیا اور بیوی کو گھر لانے کی تیاری شروع کی۔ اس پر لڑکے کے گھر والوں نے کہا کہ ہم تمہیں گھر میں نہیں رہنے دیں گے۔ اگر تم نے اپنے بچوں کو لانا ہے تو پھر کوئی اور ٹھکانہ تلاش کرو۔ سو اب بچوں کی خاطر اس کے اپنے خاندان سے تعلقات خراب ہیں اور اس کا سبب جلد بازی میں دی جانے والی طلاق ہے۔

اسلام نے طلاق کو حلال قرار دیا ہے لیکن اسے پسند نہیں کیا۔ میاں بیوی اگر ساری تدبیریں آزما کر اپنے درمیان رشتہ بحال نہ کر سکیں' تب بھی طلاق دینے سے پہلے ایک اور راستہ بتایا گیا ہے کہ شوہر کے خاندان سے ایک مرد صالح اور عورت کے خاندان سے ایک مرد صالح کا انتخاب کیا جائے۔ یہ سمجھدار نیک اور منصف مزاج افراد مشورہ سے صلح اور گھر کی آبادی کی کوئی صورت نکالیں کیونکہ بلاوجہ طلاق دینے والے کے بارے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ ایک آدمی کسی عورت سے نکاح کرے اور پھر اپنی ضرورت پوری کرکے اسے طلاق دے دے۔ اس طرح فرمایا: ایسی عورت جو بلاوجہ طلاق طلب کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ بلا عذر خلع لینے والی منافق ہے۔ اس کے علاوہ کچھ لوگ دو خاندانوں کو پرسکون زندگی گزارتے دیکھ کر حسد کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ ایسی آگ لگا دی جائے جس میں ان کی تمام مسکراہٹیں اور شادمانیاں جل کر راکھ ہو جائیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں شریعت کا واضح فیصلہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکائے۔ ان احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ طلاق میں جلد بازی نہ کریں۔ ہمارا یہ سروے کہ طلاق کی کثرت کیوں؟ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی طلاق جیسا مشکل اور کٹھن قدم اٹھانا چاہتا ہے تو وہ ذیل میں دیئے گئے منفی اثرات ضرور پڑھے اور پھر طلاق سے بچنے کی تدابیر اختیار کرے۔ ہم نے سروے میں درج ذیل تین سوال دیئے ہیں۔

- ہمارے معاشرے میں طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کی کیا وجوہات ہیں؟
- طلاق سے بچنے کے لیے کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئیں؟
- طلاق سے خاندان اور معاشرے پر کیا منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

(اس سلسلے میں چشم دید واقعات معلوم ہوں تو بیان کیجئے)

ڈاکٹر عباس صدیق۔ ڈائریکٹر جنرل ہیلتھ سروسز پنجاب:

1- طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کا سبب دین سے دوری اور میاں بیوی کے حقوق سے لاعلمی ہیں۔

2- طلاق سے بچنے کے لیے دین کی تعلیمات کا علم ہونا چاہئے۔ اس کے علاوہ ایک دوسرے کا احترام کیا جائے۔

3- دو خاندان تباہ ہو جاتے ہیں' پیار' محبت کی بجائے دشمنی شروع ہو جاتی ہے۔ غصہ آگ ہے' اس پر کنٹرول کرنا چاہئے تاکہ غلط فیصلے سے تمام عمر پچھتاوا نہ ہو۔ اگر بچے ہوں تو ان کا مستقبل مخدوش ہو جاتا ہے۔

لئیق امین چوہدری ایڈووکیٹ:

1- طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کے بہت زیادہ اسباب ہیں جس میں معاشرتی بے راہروی' ادارہ دستک اور اس جیسی NGO's تک خواتین کی رسائی۔

2- طلاق سے بچنے کے لیے میاں بیوی کو ایک دوسرے کی حیثیت تسلیم کرنا چاہئے اور معاملہ فہمی سے مسائل سلجھانے چاہئیں۔

3- طلاق کا سب سے خوفناک منفی پہلو بچوں کے مستقبل کا تاریک ہونا ہے۔

مطلقہ مرد وعورت کو ہمیشہ شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے

اسلام میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک شمار کیا گیا ہے لیکن یہ لاعلمی آج مسائل کا بڑا سبب ہے۔

انجینئر عبدالقدوس سلفی، خطیب مسجد اقصیٰ اہلحدیث، اسلام آباد

1- اسلام نے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے لیے ولی کی جو شرط عائد کی ہے، اس میں بے پناہ حکمتیں ہیں۔ شادیاں بزرگوں کے مشورے اور مرضی کے بغیر محض جذبات کی تسکین کے لیے وقوع پذیر ہوجاتی ہیں جس کا نتیجہ باہمی ناچاقی کی صورت میں کھلتا ہے اور طلاق تک نوبت آجاتی ہے۔ گھریلو ناچاقی میں بھی بہت سے شرعی احکام ہیں جو مسائل کو حل کرنے کے لیے اللہ رب العزت نے نازل فرمائے ہیں۔ ان کا لحاظ کیا جائے تو طلاق تک آئی ہوئی نوبت کا ازالہ ہوسکتا ہے۔ مثلاً عورت کو گھر میں ہی رکھنا، اس کو نہ نکالنا، یعنی عدت خاوند کے گھر گزارنا وغیرہ ایسی تدابیر ہیں جن سے طلاق بائن مغلظ ہونے سے آدمی بچا رہتا ہے۔ اس میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ شادی کرنے سے قبل نکاح وطلاق کے مسائل واحکام سے عدم واقفیت ایک بڑا سبب ہے۔ کئی لوگوں کو یہ تک پتہ نہیں کہ بیوی کو الگ کرنے کے لیے تین طلاقیں اکٹھی دینا ضروری نہیں، وہ صرف ایک طلاق سے ہی الگ کی جاسکتی ہے اور اس طرح فقہی اختلاف سے بھی بچا جاسکتا ہے۔ پہلی یا دوسری طلاق کی عدت کے بعد خاوند بیوی اپنی زندگی میں جب چاہیں نئے نکاح کے ذریعے باہم اکٹھے ہوسکتے ہیں۔ علماء کو چاہئے کہ عوام کو طلاق دینے کا صحیح طریقہ (طلاق سنت) اچھی طرح سمجھائیں۔ اس طرح میاں بیوی کے درمیان طلاق کی نوبت آ بھی جائے تو رجوع کی صوت میں دوبارہ گھر آباد ہوسکتا ہے۔

2- طلاق سے بچنے کے لیے مذکورہ بالا تدابیر کے ساتھ ساتھ طلاق کی سنگینی، عنداللہ اس کی کراہت اور معاشرتی نتائج وعواقب سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔

3- معاشرہ عورت اور مرد کے باہمی رشتہ ازدواج سے وجود میں آتا ہے، بنیادی اکائی ہے، اس کو توڑ دیا جائے تو معاشرہ فسادزدہ ہوجائے گا اور خاندان میں گروپ بندی ہوجاتی ہے، صلۂ رحمی کے شرعی اور اخلاقی تقاضوں کو پورا کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ خاص طور پر صاحب اولاد زوجین کے لیے مسائل کی ایک نئی دنیا جنم لے لیتی ہے۔ اولاد کی تربیت کا فطری نظام باقی نہیں رہتا جس سے عورت اور مرد کے ساتھ خود اولاد بری طرح متاثر ہوتی ہے۔

شہزاد محمود بٹ ایڈووکیٹ:

1- طلاق میں اضافہ کا سبب اپنی سماجی اور شرعی اقدار سے انحراف ہے۔

2- طلاق کی بڑھتی شرح کو روکنے کے لیے زوجین کے اہلخانہ کی تربیت کی جائے۔ میاں بیوی کو ان کے حقوق سے آگاہ کیا جائے تاکہ دونوں اپنی حدود میں رہ کر اپنی ازدواجی زندگی کو کامیاب بنائیں۔

3- طلاق سے بچوں کی تربیت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ ان میں احساس محرومی جنم لیتا ہے۔ ایسے بچے معاشرے میں کوئی قائدانہ کردار ادا نہیں کرسکتے۔

عدنان عمر خٹک، فیملی پلاننگ ایسوسی ایشن آف پاکستان:

1- طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کی وجہ محبت کی شادیاں، کم عمری کی شادیاں، غربت، بے روزگاری، میڈیا کا منفی کردار، اسلامی اصولوں اور ضابطہ حیات کے خلاف طرزِ زندگی کا اختیار کرنا ہے۔

2- طلاق سے بچنے کے لیے شادی جیسے اہم فیصلے میں بزرگوں کی شمولیت ہونا ضروری ہے۔ شادی کے لیے لڑکی اور لڑکے کی رضامندی ضروری ہے۔ میاں بیوی اسلامی اصولوں کو اپنالیں تو حالات کچھ بھی ہوں، شادی کا بندھن مضبوط رہتا ہے۔

3- طلاق سے خاندان اور معاشرے میں پڑنے والے منفی اثرات کا اندازہ اس عبرتناک واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

ایک خاتون جو کہ پاکستان کے ایک بہت بڑے ادارے میں ایک بہت اچھی پوزیشن پر کام کررہی تھی، آج سے 20 سال قبل اس نے اپنے ایک دفتری دوست سے محبت کی شادی کرلی۔ ان کے ہاں کچھ عرصہ بعد ایک بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ بچے کو امریکہ کی شہریت بھی مل گئی تھی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد دونوں میں اختلافات پیدا ہوگئے اور نوبت طلاق تک پہنچ گئی۔ طلاق کے بعد بچے کے حصول کے لیے عدالت سے رجوع کیا گیا۔ عدالتی کیس کے دوان وہ بچہ نفسیاتی

باقی صفحہ 52 پر

طلاقوں کی کثرت کیوں؟

خصوصی سروے

صرف الحرمین میں

ہمارے معاشرے میں بھی مغرب کی طرح اب طلاق کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ ہورہا ہے۔ مجلّہ الحرمین اس سلسلے میں طلاق کے اسباب ووجوہات اور طلاق سے بچنے کی تدابیر کے حوالے سے سروے شائع کررہا ہے۔ درج ذیل سوالوں کے مختصر جواب دے کر آپ بھی اس عوامی سروے میں شامل ہوسکتے ہیں تاکہ مسلم گھرانوں کو طلاق کی بڑھتی ہوئی آگ میں جلنے سے بچایا جاسکے۔

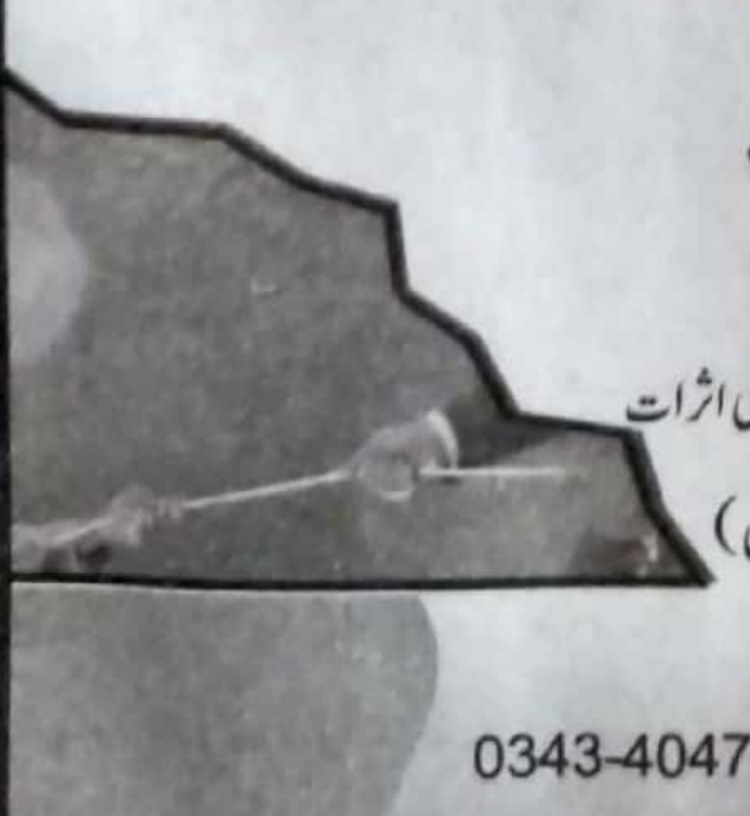

- ہمارے معاشرے میں طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کی کیا وجوہات ہیں؟
- طلاق سے بچنے کے لیے کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئیں؟
- طلاق سے خاندان اور معاشرے پر کیا منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ (طلاق کے منفی اثرات کو اجاگر کرنے والا کوئی عبرتناک واقعہ آپ کے علم میں ہو تو مختصراً تحریر کرسکتے ہیں)

اپنے جوابات درج ذیل پتہ پر روانہ کیجیے۔

بذریعہ خط: ماہنامہ الحرمین۔ پوسٹ بکس نمبر 1481۔ جی پی او لاہور، بذریعہ فون یا SMS: 0343-4047532

بذریعہ فیکس: 042-37240960، بذریعہ ای میل: alharamain1@gmail.com

آپ کی آراء کو مجلّہ الحرمین کے آئندہ شمارہ میں خصوصی جگہ دی جائے گی۔ ان شاء اللہ

مسلم لیگ کا اجلاس منعقدہ امرتسر جو مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان کی صدارت میں منعقد ہوا تھا' مولانا سیالکوٹی نے اس اجلاس میں شرکت کی تھی۔ 1930ء کے اجلاس مسلم لیگ الہ آباد جس کی صدارت علامہ اقبال نے فرمائی تھی' مولانا سیالکوٹی اجلاس میں شریک تھے۔ 23 مارچ 1940ء کے اجلاس مسلم لیگ لاہور' جس میں قرار داد پاکستان منظور ہوئی تھی' اس اجلاس میں بھی مولانا سیالکوٹیؒ نے شرکت کی تھی۔ 1946ء میں کلکتہ میں جماعت اہلحدیث کا ایک اجلاس مولانا میر سیالکوٹیؒ کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ اس اجلاس میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے مسلم لیگ سے تعاون اور اتفاق واتحاد کا اظہار کیا اور مولانا محمد ابراہیمؒ نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ اس طرح مسلم لیگ کو برصغیر کے کونے کونے میں مخلص کارکن میسر آئے...... جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو مولانا سیالکوٹیؒ نے تحریک پاکستان کے سلسلہ میں جو تحریری خدمات انجام دیں' وہ بھی قدر کے قابل ہیں۔ آپ نے بے شمار مضامین روزنامہ احسان لاہور اور روزنامہ نوائے وقت لاہور میں لکھے۔ (یہ مضامین بعد میں پیغام ہدایت اور تائید مسلم لیگ کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئے)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کا شمار برصغیر کے ممتاز علمائے کرام میں ہوتا ہے اور برصغیر کے نامور علمائے کرام نے آپ کے علم وفضل اور تبحر علمی کا اعتراف کیا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ (م 1953ء) (جن کا شمار برصغیر (پاک وہند) اور عالم اسلام کے نامور مورخین اور محققین میں ہوتا ہے) مولانا سیالکوٹی کے علمی تبحر اور ان کی علمی خدمات کے بہت زیادہ معترف تھے۔ مولانا ابوعلی اثری سابق رفیق دارالمصنفین اعظم گڑھ علامہ سید سلیمان ندوی اور مولانا میر سیالکوٹی کی باہمی محبت وعقیدت کے بارے میں اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

''1945ء آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کا ایک اجلاس مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مولانا سیالکوٹی بھی شریک ہوئے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے مولانا سیالکوٹی کو بذریعہ ٹیلیگرام اطلاع دی کہ واپسی پر دارالمصنفین اعظم گڑھ ضرور تشریف لائیے اور دارالمصنفین کی رونق کو دوبالا کیجئے۔ چنانچہ مولانا سیالکوٹیؒ اجلاس کے اختتام پر اعظم گڑھ تشریف لائے۔''

مولانا ابوعلی اثری لکھتے ہیں

''مولانا سید سلیمان ندویؒ کو مولانا سیالکوٹیؒ سے اس درجہ ارادت تھی کہ ان کی آمد پر سید واجب الاحترام قبلہ نے خود اپنے ہاتھوں سے مہمان خانہ تا فرش فروش' میز کرسی اور دوسرے سامان سے سجایا تھا اور اتنا خوش تھے کہ سب دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ جب موصوف کی گاڑی مہمان خانہ کے سامنے پہنچی تو آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ دیر تک بغلگیر رہے۔ خود ہی سامان اتروایا اور گاڑی کا کرایہ جیب سے دیا۔ یہ منظر بڑا پراثر اور قابل دید تھا۔'' (الاعتصام 12 مارچ 1956ء)

مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظ اللہ لکھتے ہیں

''مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کثیر المطالعہ عالم تھے اور تفسیر وحدیث وفقہ واصول' تاریخ وتذکرہ' فلسفہ ومنطق اور تقابل ادیان وغیرہ علوم سے متعلق ان کی معلومات کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ اسلام اور احکام اسلام کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ مناظرے میں بھی ان کی بڑی شہرت تھی۔ عیسائیوں' آریوں اور قادیانیوں کے ساتھ انہوں نے متعدد مقامات پر مناظرے کئے اور کامیاب رہے۔ بعض مسائل میں علمائے احناف سے بھی ان کے مباحثے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سے فضائل واوصاف سے نوازا تھا۔ جہاں وہ بہت بڑے عالم وفاضل' مبلغ ومقرر اور مناظر ومباحث تھے' وہاں بہت بڑے مصنف بھی تھے۔ ان کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف کی تعداد (84) ہے۔'' (سوانح حیات مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی ص 30)

مولانا محمد ابراہیم اپریل 1874ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ عصری تعلیم ایف اے تھی۔ علامہ اقبال مرے کالج میں ان کے ہم جماعت تھے۔ دینی تعلیم میں ان کے اساتذہ درج ذیل علمائے کرام تھے۔

1۔ مولانا ابوعبداللہ عبیداللہ غلام حسنؒ سیالکوٹی (وفات 18 جنوری 1918ء)

2۔ استاد پنجاب شیخ الحدیث حافظ عبدالمنانؒ وزیرآبادی (وفات 18 جولائی 1916ء)

3۔ شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسینؒ محدث دہلوی (وفات 13 اکتوبر 1902ء)

مولانا محمد ابراہیم میر نے 12 جنوری 1956ء مطابق 26 جمادی الاولی 1375ھ کو وفات پائی۔ حضرت العلام' مجتہد العصر' مفتی جماعت اہلحدیث مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ راقم آثم کو بھی جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہے

(اللھم اغفرله وارحمه ومثو الله الجنة الفردوس)

بقیہ **طلاقوں کی کثرت**

مریض بن گیا اور بعد ازاں اسے نشہ کی لت پڑگئی اور آخرکار والدین کی عدم توجہ کی وجہ سے وہ موت کا شکار ہوگیا۔ بچے کی موت کے بعد اس کی ماں بھی بیٹے کے غم میں مرگئی۔ بچے کی ماں کی موت کی خبر سن کر بچے کی نانی کو فالج ہوگیا اور آج وہ بھی بستر مرگ پر لیٹی ہوئی ہے۔

ندیم افضل ایڈووکیٹ:

1- طلاق میں اضافہ کی اہم وجہ دین سے دوری ہے۔ ایسی این جی اوز جو بظاہر انسانی حقوق کی پاسدار بنتی ہیں' ان کا یہ محبوب مشغلہ ہے۔ وہ اپنے کارندوں کے ذریعے میاں بیوی میں ہونے والی چپقلش کو اتنی ہوا دیتے ہیں کہ میاں بیوی ایک دوسرے سے بیزار ہوجاتے ہیں اور بات طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔ اس طرح طلاق میں اضافہ کرانے سے ان کی روزی کھلتی ہے۔

2- اگر جھگڑا ہو یا کسی ایک فریق کی جانب سے ہونے والی زیادتی طلاق کا سبب بن رہی ہو تو دونوں خاندانوں کو جذبات کی بجائے ٹھنڈے دل ودماغ سے ان دونوں کو سمجھانا چاہئے۔

3- طلاق کے منفی اثر کا سب سے زیادہ بچے شکار ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ طلاق یافتہ عورت یا مرد کو ہمیشہ شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

سید مظہر الدین:

1- کثرت طلاق کی وجہ دین سے دوری اور عدم اعتدال ہے۔

2- طلاق سے بچنے کے لیے زوجین کو ایک دوسرے کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرنا چاہئے۔ غصے میں تحمل اور نرم گفتاری اختیار کرنی چاہئے۔

3- ہمارے یہاں ایک عبرتناک واقعہ پیش آیا۔ ایک خاندان کی بیٹی کو کسی وجہ سے طلاق ہوگئی۔ اب انہوں نے دونوں کو میاں بیوی کے رشتہ میں جوڑنے کے لیے حلالہ کا راستہ اختیار کرنا چاہا۔ اس بے غیرت فعل پر لڑکی کسی صورت آمادہ نہیں ہورہی تھی۔ مولویوں کے کہنے پر خاندان والے حلالے پر راضی تھے۔ انہوں نے لڑکی کو نشے کا انجکشن لگا کر ایک شخص کے سامنے پھینک دیا جس نے حلالہ کے نام پر اس سے زیادتی کی۔ کیا یہ لڑکی خاندان کا سامنا کرنے کی ہمت کرے گی۔ اس طلاق کے صلے میں مستقبل میں بھی منفی اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔

(جاری ہے)

بقیہ — محمد عربی کی وراثت

اور پیو'' میں نے تیسری دفعہ پیا اور پھر رسول اللہ ﷺ کو دیا تو آپ نے فرمایا ''ابوھریرہ اور پیو'' میں نے کہا یارسول اللہ! مجھ سے نہیں پیا جاتا۔ اب تو دودھ میرے ناخنوں سے ظاہر ہونا شروع ہوگیا ہے۔ پھر آپؐ نے دودھ پیا تو دودھ کا پیالہ ختم ہوگیا۔

پھر ایک دفعہ بازار میں جاتے ہیں اور لوگوں کو کاروبار میں مشغول پاکر بلند آواز میں لوگوں پر حیرت اور تاسف کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''لوگو! تم پر حیرت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی میراث تقسیم ہورہی ہے اور تم یہاں بیٹھے ہو''

لوگ دریافت کرتے ہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! کس جگہ رسول اللہ کی میراث تقسیم ہورہی ہے۔ بتاتے ہیں ''مسجد نبوی'' میں لوگ دوڑے دوڑے جاتے ہیں اور مسجد میں لوگوں کو قرآن پڑھتے اور علم و حکمت کی مجالس میں بیٹھا ہوا پاتے ہیں۔ لوگ واپس آکر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کرتے ہیں ''مسجد میں تو کوئی میراث تقسیم نہیں ہورہی'' تو آپؓ سوال کرتے ہیں لوگو! تم نے مسجد میں کیا دیکھا؟ لوگوں کے بتلانے پر فرماتے ہیں۔ ''کاش تم جانتے لوگو! یہی تو رسول اللہ ﷺ کی میراث ہے۔

پھر وفات کے وقت زار و قطار روئے جاتے ہیں حالانکہ ساری زندگی رسول اللہ ﷺ سے علم حاصل کیا۔ پھر آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس علم کی تعلیم دینے میں مصروف رہے۔ کتب احادیث میں تقریباً 6000 کے قریب احادیث صرف آپؓ سے مروی ہیں۔ اس کے باوجود نزع کے وقت روئے جارہے ہیں۔ لوگ سبب پوچھتے ہیں تو فرماتے ہیں۔ ''لوگو! میں تمہاری دنیا چھوڑنے پر نہیں رو رہا بلکہ سبب یہ ہے کہ میرا سفر لمبا ہے اور توشئہ سفر تھوڑا ہے۔''

پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں کتب سیر میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے ہمسائے کے ساتھ یہ بات طے کررکھی تھی کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جاکر تعلیم حاصل کیا کروں گا اور تو میری بکریوں کی نگہداشت کیا کرے گا اور اگلے دن تو رسول اللہ ﷺ کے پاس جائے گا اور جو باتیں آپؐ فرمائیں، تو وہ مجھے بتائے گا اور میں اپنی اور تیری بکریوں کی نگہداشت کروں گا۔

قاریٔ ذی وقار! یہ رسول اللہ ﷺ کے ایک لاکھ چوالیس ہزار (کم و بیش) صحابہؓ میں سے صرف دو اصحاب کی زندگی کے چند اوراق ہیں جن کی ہم نے سیر کی ہے ورنہ یہ علمی و تربیتی خزانہ تو سیرت صحابہؓ کی صورت میں ایک سمندر ہے۔ جتنا گہرائی کی طرف جائیں گے اتنے ہی در وا ہوتے چلے جائیں گے۔ اتنی ہی جہالت کی دبیز تہیں ہٹتی چلی جائیں گی اور اتنا ہی یہ گوہر علمی ہماری تربیت و تزکیہ کرتا چلا جائے گا۔

ذرا غور کیجئے! صحابہؓ تو علم دین و حکمت کے لئے دعائیں بھی کرتے ہیں۔ بھوک پیاس بھی برداشت کرتے ہیں۔ لوگوں کو اس کی طرف بازاروں میں جا جا کر توجہ بھی دلاتے ہیں۔ اتنی تگ و دو کرکے پھر بھی اسے تھوڑا توشئہ آخرت سمجھتے ہیں لیکن ہماری زندگیاں تو اس علم ہی سے ناواقف ہیں۔ ہم اگر دعائیں بھی کرتے ہیں تو اسکول و کالج کی کلاسیں پاس کرنے کے لئے، بھوک پیاس برداشت کرتے ہیں تو وہ بھی ریاضی، سائنس اور کیمسٹری پڑھنے کے لئے، اپنے بچوں کو توجہ بھی دلاتے ہیں تو اسکولز کے امتحانات قریب آنے کی دلاتے ہیں۔ بچہ کامیاب ہوجاتا ہے تو اگلی کلاس کی فکر شروع ہوجاتی ہے۔ ہماری توجہ نہیں جاتی تو قرآن کی طرف...... نہیں جاتی تو حدیث کی طرف...... نہیں جاتی تو سیرت نبویؐ اور سیرت صحابہؓ کی طرف...... نہیں جاتی تو اچھا عالم بننے بنانے کی طرف...... نہیں جاتی تو اچھا حافظ بننے بنانے کی طرف...... للہ کچھ توجہ کیجئے...... اچھے ڈاکٹر انجینیر اور پائلٹ بننے کے ساتھ ساتھ اچھا مسلمان بننا بھی ضروری ہے...... اچھا عالم اور اچھا حافظ بننا بھی ضروری ہے...... معاش کے ساتھ نجات کی فکر بھی ضروری ہے۔

محترم و مکرم بھائی!

دور صحابہ میں تو لوگ اپنے بیٹوں کو عالم دین بنانے کی فکر کرتے تھے اور علم دین سکھانے کیلئے تیس تیس ہزار اشرفیاں صرف کردیا کرتے تھے۔

بنی تمیم کے غلام ابوعبدالرحمٰن فروخ سفر پر جانے سے پہلے بیوی کو 30 ہزار اشرفیاں دے کر 27 سال کے لئے خراسان جہاد کے لئے چلے جاتے ہیں۔ عقلمند بیوی 30 ہزار اشرفیاں بیٹے کی تعلیم و تربیت پر خرچ کرتی ہے اور اسے قرآن و حدیث کا عالم بناتی ہے۔ سفر سے واپسی پر فروخ مسجد میں ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن فروخ کی عالمانہ شان دیکھتے ہیں جس میں امام مالک جیسے شاگردان کے حلقہ درس میں بیٹھتے ہیں، تو گھر آکر بیوی سے کہتے ہیں کہ دولت کام آگئی ہے۔

میرے بھائی ذرا غور کرلے کہ ہماری دولت کہاں خرچ ہورہی ہے اور اسلاف کا مصرف بھی دیکھئے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ وفات کے بعد انسان کے سارے عمل ختم ہوجاتے ہیں مگر تین عمل جاری رہتے ہیں۔

1۔صدقۂ جاریہ

2۔ایسا نفع بخش علم جس سے لوگ فائدہ حاصل کریں۔

3۔نیک اولاد جو والدین کے لئے دعا کرے۔ (صحیح مسلم)

آج اللہ نے ہمیں وقت دیا ہے، اللہ کے لئے اسے مثبت تحصیل علم میں صرف کیجئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ قرآن کل قیامت کے دن ہمارے خلاف دعوی دائر کردے اور قرآن کے الفاظ میں اگر ہم نے یہ وقت ضائع کردیا تو رسول اللہ ﷺ بھی روز قیامت کہیں گے۔

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (الفرقان۔30)

اور رسول اللہ کہیں گے ''اے میرے رب! میری قوم نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا''

خود اللہ ہمیں بار بار جھنجھوڑ رہا ہے۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا (محمد۔24)

پس کیا وجہ ہے، یہ قرآن میں کیوں غور و فکر نہیں کرتے۔ کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القمر۔17)

اور البتہ تحقیق ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان بنایا ہے۔ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

اللہ سے دعا ہے اللہ ہمیں نفع بخش اور مقبول علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆...... 27جولائی 2007ء کے پنجاب اسمبلی کے پاس کردہ بل کی رو سے انفرادی طور پر سودی کاروبار کرنے کے لیے 10 سال قید بامشقت اور 5 لاکھ روپے جرمانہ ہے۔

☆...... پنجاب اسمبلی سے انفرادی سطح پر ممانعت سود کا بل پاس ہونے کے باوجود یہ قبیح کاروبار ہو رہا ہے۔

☆...... سود انسان میں تنگ دلی اور کمینگی پیدا کرتا ہے۔ اس لیے اسے بدترین گناہ قرار دیا گیا ہے

☆...... اگر سود مفید ہوتا تو آج بڑی بڑی امریکی اور یورپی کمپنیاں اور بینک دیوالیہ نہ ہوتے

شرک‘ بدعت‘ چوری‘ ڈاکہ زنی‘ زنا اور شراب نوشی وغیرہ سب جرم اور گناہ کے کام ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے وعید فرمائی ہے۔ لیکن سودی کام کرنے والوں کے لیے جن الفاظ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے وعید اور تنبیہ فرمائی‘ وہ کسی دوسرے کام کے لیے نہیں۔ اللہ نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 279 میں فرمایا:

اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ o فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِه.

”اللہ سے ڈرو اور جو سود تمہارا لوگوں پر باقی ہے‘ اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان رکھتے ہو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے تمہارے لیے اعلان جنگ ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلرِّبَا سَبْعُوْنَ حُوْبًا اَيْسَرُهَا اَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ اُمَّهُ

”سود کو اگر ستر اجزا میں تقسیم کیا جائے تو اس کا ہلکے سے ہلکا جز اس گناہ کے برابر ہوگا کہ آدمی اپنی ماں کے ساتھ نکاح کرے۔“

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ سودی کاروبار کتنا قبیح فعل ہے۔ اس قباحت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس کے استیصال اور خاتمہ کے لیے سخت ترین کوششیں فرمائیں۔ حرمت سود کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ کیا‘ اس میں صاف طور پر لکھا اگر تم سودی کاروبار کرو گے تو معاہدہ کالعدم ہو جائے گا اور ہم کو تم سے جنگ کرنا پڑے گی۔ بنو مغیرہ عرب کے مشہور سود خور تھے‘ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کی تمام سودی رقمیں باطل کر دی تھیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی سودی کاروبار کرتے تھے۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ ﷺ نے اعلان فرمایا‘ آج کے دن دور جاہلیت کے تمام سود ختم کیے جاتے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس کا سود ساقط کرتا ہوں۔ واضح رہے کہ حجۃ الوداع تکمیل دین کا دن ہے۔ اس دن رسول اللہ ﷺ کا ممانعت سود کا اعلان گویا سود کی حرمت قطعی کا اظہار ہے۔ آپ ﷺ نے حرمت سود کے بارے میں مزید فرمایا: سود لینے والے‘ دینے والے‘ اس کی دستاویز لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والے سب پر لعنت ہے۔

بظاہر دیکھا جائے تو سود بھی کاروبار ہے۔ انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد اجتماعی اور انفرادی طور پر اس سے وابستہ ہے۔ بظاہر اس کاروبار میں لوگوں کو فائدہ بھی ہوتا ہے۔ اس کے باوجود اللہ نے سخت ترین الفاظ میں اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ آخر کیوں.....؟

اس لیے کہ سودی کاروبار کرنے والا اشرف المخلوقات کے مقام و مرتبہ سے گر جاتا ہے اس میں اور جانور میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز و سرفراز کر دیا ہے۔ اشرف المخلوقات ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان میں من جملہ دیگر خوبیوں کے یہ خوبیاں بھی ہوں کہ دوسرے بھائیوں کے لیے اس کے دل میں محبت‘ مودت‘ الفت‘ یگانگت‘ ایثار‘ قربانی‘ ہمدردی‘ غمگساری‘ فراخ دلی اور خیر خواہی ہو۔ سودی کاروبار کرنے والا شخص ان تمام صفات سے محروم ہوتا ہے۔ سود انسان میں خود غرضی‘ کمینگی‘ تنگ دلی‘ بخیلی اور سنگ دلی جیسی برائیاں پیدا کرتا ہے۔ سود خور انسان انتہا درجے کا خود غرض ہوتا ہے۔ وہ اجتماعی مفاد‘ ایثار اور قربانی کی بجائے صرف اپنا مفاد دیکھتا ہے۔

یہ بات معلوم ہے کہ افراد سے معاشرہ بنتا ہے۔ جس معاشرہ کے افراد‘ ایثار‘ قربانی‘ ہمدردی‘ غمگساری اور خیر خواہی جیسی صفات سے محروم اور سودی کاروبار کرتے ہوں‘ وہ انسانوں نہیں درندوں کا معاشرہ بن جاتا ہے۔ درندے رشتوں کے احترام اور تقدس سے یکسر عاری ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک ماں‘ بہن‘ بیوی کا کوئی تصور اور تقدس نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے سود خور کو ماں کے ساتھ نکاح کرنے والا کہا ہے۔

اس وقت مسئلہ یہ ہے کہ اسلام بحیثیت نظام مملکت دنیا میں کہیں موجود نہیں۔ اس وقت دنیا میں جو نظام چل رہا ہے‘ اس کی بنیاد سودی سرمایہ داری نظام پر ہے۔ سود کا نظام خود غرضی سے شروع ہوتا ہے اور انسان کو اس انتہا تک پہنچا دیتا ہے جہاں وہ ان تمام صفات سے محروم ہو جاتا ہے جو انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے از بس ضروری ہیں۔

سود سرمایہ دارانہ نظام کی جان اور روح ہے۔ اس لیے آج سودی کاروبار عام ہے۔ افراد ہوں یا معاشرہ‘ قومیں ہوں یا حکومتیں‘ سب سودی نظام کی چکی میں پس رہے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ سود ایک ایسا نظام ہے جسے اللہ نے قطعی حرام قرار دیا۔ جس سودی نظام کو اللہ نے حرام قرار دیا ہو‘ ممکن نہیں‘ یہ نظام کامیاب ہو اور اس نظام کو اختیار کر کے انسان فلاح پا لیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نظام مکمل ناکام ہو چکا ہے۔ اس کی قباحتیں سامنے آ رہی ہیں۔ مغربی مفکرین سودی نظام کو معیشت کے لیے دیمک اور کینسر قرار دے رہے ہیں۔ سودی نظام معیشت کے نتیجہ میں یورپ میں بڑی بڑی عمارات‘ پلازے‘ ٹاور اور بینکوں کی عالیشان عمارتیں کھڑی ہو گئیں۔ ان عمارتوں کی خوبصورتی اور بلندی سے ایک دفعہ تو انسان پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے لیکن سودی نظام سے تعمیر کی گئی یہ عمارتیں باہر سے جتنی خوبصورت اور مضبوط ہیں‘ اندر سے اتنی ہی بھیانک اور کھوکھلی ہیں۔ اس لیے کہ ان کی تعمیر‘ رعنائی اور زیبائی میں لاکھوں انسانوں کا خون‘ ان کی آہیں‘ کراہیں اور سسکیاں شامل ہیں۔ یہ عمارتیں زندہ انسانوں کی ہڈیوں پر تعمیر کی جاتی ہیں۔ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

رعنائی میں‘ تعمیر میں‘ رونق میں‘ صفا میں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بینکوں کی عمارات
ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگ مفاجات

سودی معیشت کی بنیاد جس نظام پر رکھی گئی ہے‘ اس سے چند سو یا چند ہزار افراد مستفید ہوتے ہیں‘ دولت ان چند افراد کے تصرف میں ہوتی ہے اور باقی لوگ فاقوں سے مر جاتے ہیں۔ ماہرین معاشیات کے بقول عام طور پر سودی کاروبار کی تین بڑی قسمیں شمار کی جاتی ہیں۔ ایک وہ جو عام حاجت مند لوگ اپنی ضروریات کے لیے سود پر قرض لیتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جو تاجر‘ صنعت کار اور زمیندار اپنے کاروبار کے لیے قرض لیتے ہیں۔ تیسری قسم وہ ہے جو حکومتیں اپنے معاملات کو چلانے کے لیے سود پر قرض لیتی ہیں۔ ماہرین معاشیات کے بقول دنیا میں سب سے زیادہ سودی کاروبار پہلی قسم کا ہے۔ اس لیے کہ دنیا میں کہیں بھی متوسط اور غریب طبقہ کو ہنگامی ضروریات کے لیے بلا سود قرض کی فراہمی کا کوئی انتظام نہیں۔ مزدور‘ کسان اور کم تنخواہ والے غریب لوگ ہر جگہ ہوتے ہیں جو کسی مجبوری کی وجہ سے سودی کاروبار کرنے والوں سے سود لیتے ہیں۔ پھر جو شخص ایک دفعہ سودی قرض کے جال میں پھنس جاتا ہے‘ وہ ساری زندگی اس سے نکل نہیں سکتا۔ بلکہ بعض دفعہ دادا کا لیا ہوا قرض پوتوں کو ادا کرنا پڑتا ہے اور اصل سے کئی گنا سود ادا کرنے کے بعد بھی اصل رقم جوں کی توں رہتی ہے۔ ایسے لوگوں کی آمدنی کا بڑا حصہ قسط کی ادائیگی میں چلا جاتا ہے اور اس کے بعد جو رقم ان کے پاس بچتی ہے‘ اس سے ایک وقت کی روٹی کا انتظام بھی نہیں چلایا جا سکتا۔

اس معاملہ میں سب سے المناک پہلو یہ ہے کہ وہ سود خور مہاجن جو جونک کی طرح معاشرہ کے بے کسوں کا خون چوستا ہے‘ اسے پکڑنے کی بجائے الٹا غریب‘ بے کس اور مقروض شخص کو پکڑ لیا جاتا ہے تاکہ اسے بالکل ہی نچوڑ دیا جائے۔

دوسری قسم کے سودی کاروبار کو تمام دنیا کے قوانین نے جائز قرار دے رکھا ہے۔ اس کاروبار میں جو شخص سود پر قرض دیتا ہے‘ اسے صرف اس بات سے غرض ہے کہ ہر ماہ اس کا مقررہ منافع اسے ملتا رہے۔ وہ جب دیکھتا ہے کہ جہاں پیسہ لگایا ہے‘ وہاں نقصان کا بھی اندیشہ ہے تو یہ شخص ایسی صورت میں کاروبار کو نقصان سے بچانے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ اپنی لگائی ہوئی رقم کھینچ لیتا ہے۔ ایسے شخص کا یہ ذہن بھی ہوتا ہے کہ سرمایہ ایسے کام میں لگایا جائے جہاں زیادہ سے زیادہ سود کی شکل میں منافع ملے۔ اسے اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ جہاں سرمایہ لگایا ہے وہ کیسا کام ہے۔ غلط ہے یا صحیح۔ پاک ہے یا ناپاک۔

تیسری قسم حکومتوں کے قرضے ہیں جو وہ سود پر بیرونی حکومتوں سے لیتی ہے۔ یہ بھی تباہ کن سود ہے۔ اس سود کی تباہی کا اندازہ پاکستان کے موجودہ حالات سے کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت پاکستان کی حالت یہ ہے کہ اصل قرض پر عائد سود کی ادائیگی کے لیے بھی سود پر بے شمار قرض لینا پڑ رہا ہے۔ مزید یہ کہ اگر یہ سودی سلسلہ واقعی مفید ہوتا تو آج دنیا کی سب سے بڑی امریکی معیشت تباہی کے جھٹکے نہ کھا رہی ہوتی۔ اس وقت امریکی معیشت سونامی جیسے طوفان میں گھری ہوئی ہے۔ بڑے بڑے بینک اور کمپنیاں دیوالیہ ہو چکی ہیں۔ ان بینکوں اور کمپنیوں سے جن افراد نے گھروں کی تعمیر کے لیے کریڈٹ کارڈز اور دیگر طریقوں سے سود پر قرض لے رکھے ہیں‘ وہ قسط ادا کرنے سے قاصر ہیں‘ جس کی وجہ سے بینکوں اور کمپنیوں کا کاروبار شدید متاثر ہو رہا ہے۔ 2008ء اور 2009ء میں کئی ایسے مواقع آئے جب 50,50 ہزار ملازمین کو کمپنیوں نے ملازمت سے فارغ کر دیا۔ چند ماہ میں ایسے افراد کی تعداد 60 لاکھ تک جا پہنچی جو گھروں کی قسطیں ادا کرنے کے قابل نہ رہے۔ اس وقت امریکی معیشت کی زبوں حالی کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ ماہانہ خسارہ 50 سے 70 ارب ڈالر سے زائد جا پہنچا ہے۔ امریکہ 13 کھرب ڈالر سے زائد کا مقروض ہو چکا ہے اور اس میں 125.000 ڈالر فی منٹ کا اضافہ ہو رہا ہے۔

الغرض سودی کاروبار انفرادی سطح پر ہو یا اجتماعی سطح پر‘ اس میں کہیں بھی برکت نہیں۔ اس کا ہمیشہ نقصان ہوتا ہے۔ جہاں تک حکومتوں اور بینکوں کے سودی کاروبار کا تعلق ہے‘ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ فی الوقت ہمارا موضوع وہ سودی کاروبار ہے جو انفرادی سطح پر ہو رہا ہے۔

یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کاروبار کب شروع ہوا۔ تاہم ایک بات یقینی ہے کہ اس کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ انفرادی سطح کا یہ سودی کاروبار قدیم ترین اقوام میں بھی تھا۔ حکومتوں اور بینکوں کا سودی کاروبار بہت بعد میں شروع ہوا ہے۔ انفرادی سطح کے سودی کاروبار کی جڑیں ہندوستان کی تاریخ میں بھی بہت گہری ہیں۔ ہندوؤں کے قدیم مفکر اور شاطر اعظم کوٹلیہ چانکیہ کی کتاب میں بھی اس کا ذکر ہے۔ کوٹلیہ کی تصریح کے مطابق 15 سے 60 فیصدی سالانہ تک شرح سود درست سمجھی جاتی تھی۔ ہندو قوم بنیادی طور پر لالچی' خود غرض' بے رحم اور سنگ دل قوم ہے۔ ہندو کے بارے میں مشہور ہے ''چمڑی جائے' دمڑی نہ جائے۔'' سو اپنی اس فطری خصلت کی وجہ سے ہندوؤں نے سودی کاروبار کو خوب فروغ دیا۔ ایک اندازے کے مطابق 46-1945ء کے دور میں انفرادی سطح پر سودی قرضوں کی کل مالیت 10 ارب روپے تھی۔

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمان مفلوک الحال اور کوڑی کوڑی کے محتاج ہو چکے تھے۔ اس کے برعکس انگریزوں نے ہندوؤں کو خوب نوازا تھا۔ ہندوؤں کے ہاں جب پیسے کی بہتات ہوئی تو انہوں نے مسلمانوں کو سودی قرضوں میں جکڑنا شروع کر دیا۔ بنیادی طور پر ہندو سازشی اور لالچی قوم ہے۔ چنانچہ ہندو ساہوکار سازشیں کر کے مسلمانوں کو باہم لڑاتے اور مسلمان عدالتوں میں مقدمے لڑنے کے لیے اپنی زمینیں اور زیور گروی رکھ کر ہندوؤں سے سود پر قرضے لیتے۔ سادہ لوح مسلمان ہندوؤں کے جال میں آ جاتے۔ جو مسلمان ایک دفعہ ہندوؤں کے سودی جال میں پھنس جاتا' وہ مرتے دم تک نکل نہیں سکتا تھا۔ یہاں تک کہ ہندو مسلمانوں کی زمینوں اور جائیدادوں کے مالک بن جاتے اور مسلمان بالکل ہی محتاج و مفلوک الحال ہو جاتے۔

1857ء کے ہنگامے کے بعد برصغیر میں جس شخص نے سب سے پہلے ہندو مہاجنوں اور سود خوروں کے خلاف مؤثر آواز اٹھائی' وہ خواجہ غلام ثقلین تھے۔ خواجہ غلام ثقلین نے پریوی کونسل میں سودی کاروبار کرنے والے گِدھوں کے خلاف بڑی مؤثر اور دھواں دھار گفتگو کر کے انگریزوں کی توجہ اس اہم معاملے کی طرف مبذول کروائی کہ کس طرح سودی کاروبار کرنے والی جونکیں بے بس اور غریب لوگوں کا خون چوس رہی ہیں۔ اس کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے اخبار الھلال اور البلاغ کے ذریعے اس لعنتی کاروبار کے خلاف مؤثر مہم چلائی۔

متحدہ پنجاب ہندو مہاجنوں اور ساہوکاروں کی زرخیز چراگاہ تھی۔ متحدہ پنجاب میں حکومتی سطح پر جس آدمی نے سب سے پہلے اس طرح کے سودی کاروبار کے خلاف آواز اٹھائی' وہ متحدہ پنجاب کے وزیر مال سر چھوٹو رام تھے۔ چھوٹو رام چونکہ برہمن ہندو نہیں تھے بلکہ ان کا تعلق نچلی ذات کے ہندوؤں سے تھا' وہ ذاتی طور پر جانتے تھے کہ عیار اور شاطر برہمن نچلی ذات کے ہندوؤں اور دیگر اقوام کے لیے کتنا سفاک اور بے رحم ہے' اس لیے چھوٹو رام نے کوشش کر کے اس کاروبار پر پابندی لگوائی۔ تاہم جو کام عرصہ دراز سے ہو رہا تھا اور برہمن کی فطرت و سرشت میں شامل تھا' اس کا سدباب نہ ہو سکا۔ یہ پابندی صرف اخبارات کی حد تک رہی یا چند شہروں میں کچھ ہلا گلا ہوا۔

1947ء میں ہندوستان اور پاکستان کے نام سے دو الگ ملک معرض وجود میں آ گئے۔ یہ بات واضح ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا۔ لہٰذا چاہیے یہ تھا کہ یہاں مکمل اسلامی نظام قائم کیا جاتا' اسے اسلامی فلاحی ریاست بنایا جاتا اور تمام غیر اسلامی معاملات و امور کی بیخ کنی کی جاتی۔ بدقسمتی سے یہ سب کچھ نہ ہو سکا۔ قرارداد مقاصد تو پاس ہو گئی لیکن پاکستان کو اسلامی رنگ میں رنگنے کی کوئی عملی کوشش نہ کی گئی۔ جو خرابیاں انگریز دور میں تھیں' وہ جوں کی توں رہیں۔ پاکستان بننے کے بعد ہندو مہاجنوں اور سود خوروں کی جگہ مسلمان سود خوروں نے لے لی۔ یہ نام نہاد مسلمان گِدھوں کی طرح اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو نوچنے اور جونکوں کی طرح ان کا خون چوسنے لگے۔ جب سودی لعنت حد سے زیادہ پھیلنے لگی تو اس کے خلاف مذہبی' عوامی وسماجی حلقوں سے آوازیں اٹھیں۔ سودی کاروبار پر پابندی کا مطالبہ کیا جانے لگا۔ مختلف حلقوں کے پرزور اصرار پر 1960ء میں حکومت وقت نے اصلاح احوال کی کوشش کی۔ یہ کوشش بجائے خود خرابی اور برائی کی جڑ تھی۔ ہوا یہ کہ حکومت نے 1960ء میں ویسٹ منی لینڈنگ کے نام سے ایک آرڈیننس جاری کیا اور کہا گیا کہ اس آرڈیننس کے ذریعے سودی کاروبار کرنے والوں کا سدباب ہوگا لیکن عملاً سدباب کی بجائے سودی کاروبار کرنے والوں کو قانونی تحفظ دے دیا گیا۔ آرڈیننس کی رو سے پابند کر دیا گیا کہ جو شخص بھی سودی کاروبار کرنا چاہے' وہ ضلعی ڈپٹی کمشنر سے لائسنس حاصل کرے۔ اس لائسنس کی فیس 10 روپے رکھی گئی۔ آرڈیننس میں واضح کیا گیا تھا کہ لائسنس جس ضلع کا ڈپٹی کمشنر جاری کرے گا' صرف اسی ضلع کے لیے مؤثر و کارآمد ہوگا لیکن عملاً صورتحال اس کے بالکل برعکس رہی۔ آج جس طرح اشیاء خورد و نوش کا مصنوعی بحران پیدا کر کے قیمتیں بڑھائی جاتی ہیں' ایسے ہی سود خوروں نے یہ تاثر دے کر کہ حکومت چونکہ بہت سختی کر رہی ہے' سود کے ریٹ ایک دم بڑھا دیئے۔ ایک لائسنس ہولڈر نے آگے 50,50 مختار کار رکھ لیے۔ اس طرح جس کا پشاور کا لائسنس ہوتا' وہ ملک میں جس جگہ چاہتا' سودی کاروبار کرتا۔ سودی کاروبار کرنے والوں پر روک ٹوک پہلے بھی نہ تھی۔ تاہم لائسنس ملنے سے اس کاروبار کو باقاعدہ قانونی تحفظ مل گیا۔ اس کے بعد تو سود خوروں نے وہ جوہر دکھائے کہ ہندو مہاجنوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ سود خور اپنے جال میں پھنسے ہوئے لوگوں کی صرف زمینوں' جائیدادوں پر ہی نہیں بلکہ ان کی بہو بیٹیوں پر بھی قابض ہو جاتے۔ ایسے بے شمار واقعات ہیں کہ سود خور اپنے جال میں پھنسے ہوئے شخص کی بیٹی کو اٹھا کر لے گیا اور وہ بے چارہ کچھ بھی نہ کر سکا۔ اس لیے کہ سودی کاروبار کرنے والوں کو اکثر مقامی بااثر شخصیات اور پولیس کا تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ سودی کاروبار کوئی شریف آدمی نہیں کر سکتا۔ اس کاروبار کے لئے بدمعاش ہونا ضروری ہے۔ جو آدمی جتنا بڑا بدمعاش ہوگا' وہ اس کاروبار میں اتنا ہی کامیاب ہوگا۔ سودی کاروبار صرف مقامی لوگ ہی نہیں کرتے بلکہ افغانیوں (پٹھانوں) کی بھی ایک بڑی تعداد یہ کام کر رہی ہے۔ راقم کے علم میں ایسے واقعات بھی آئے ہیں کہ کسی گلی محلے میں رہنے والا کوئی آدمی بظاہر بہت شریف ہے یا کسی بڑے سرکاری عہدے پر فائز ہے' وہ سود پر لوگوں کو رقمیں دیتا ہے۔ ظاہر ہے ایسا آدمی خود جا کر قسط وصول نہیں کر سکتا' لہٰذا اس نے آگے غنڈہ ٹائپ گماشتے رکھے ہوتے ہیں جو لوگوں سے قسطیں وصول کرتے ہیں۔ کچھ سال پہلے صورتحال یہ تھی کہ سود خوروں نے جگہ جگہ بورڈ لگائے ہوئے تھے' جن پر لکھا ہوتا تھا کہ آسان شرط پر سودی قرضے حاصل کریں۔ بے شمار لوگ ان گِدھوں کے جال میں پھنس جاتے۔''

27 جولائی 2007ء کو پنجاب اسمبلی نے 1960ء کے آرڈیننس کے خلاف ایک متفقہ بل پاس کیا۔ اس بل کی رو سے جو شخص انفرادی سطح پر سودی کاروبار کرے گا' اس کو سخت ترین ضابطہ فوجداری کی دفعہ 3 کے تحت سزا دی جائے گی جو کہ دس سال قید بامشقت اور 5 لاکھ روپے جرمانہ ہے۔ پنجاب اسمبلی کے بل میں یہ جرم ناقابل ضمانت قرار دیا گیا ہے۔ افادیت کے اعتبار سے یہ بل بہت اچھا تھا بشرطیکہ اس پر عمل بھی ہوتا۔ اس بل کا حشر وہی ہوا جو پاکستان میں بنائے گئے دیگر قوانین کا ہو رہا ہے۔ تاہم اس بل سے اتنا فائدہ ضرور ہوا ہے کہ جگہ جگہ لگائے گئے سودی کاروبار کے بورڈ غائب ہو گئے۔ پنجاب اسمبلی کے بعد دیگر تین صوبوں کی اسمبلیوں نے بھی اس مذموم کام کے خلاف بل پاس کیے۔ اس کے باوجود یہ لعنتی کام پاکستان کے ہر شہر میں بااثر افراد کی زیرنگرانی اور پولیس کی ناک کے نیچے ہو رہا ہے۔

سودی کام کے لیے انسان کا بے رحم اور سنگ دل ہونا ضروری ہے۔ دوسرے لفظوں میں

وہ حج کے بعد تمام غیر شرعی کاروبار ختم کرنا چاہتا تھا لیکن حج کیے بغیر ہی عبرتناک انجام کو پہنچ گیا

ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ سودی کاروبار کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ شرف انسانیت سے قطعاً عاری' بھیڑیا اور وحشی درندہ ہو۔ اپنی ان وحشیانہ صفات کی وجہ سے یہ درندے اپنے جال میں پھنسے لوگوں سے بری طرح پیش آتے ہیں اور پھر ایک وقت آتا ہے کہ یہ لوگ خود بھی مکافات عمل کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کی طاقت کا گھمنڈ ٹوٹ جاتا ہے اور عزت خاک میں مل جاتی ہے۔ ان کی حالت اس مردار کی سی ہو جاتی جسے گدھ نوچ نوچ کر کھا جاتے ہیں۔

راقم نے بہت سے سودی کاروبار کرنے والوں کا کھوج لگایا' ان میں سے کوئی ایسا نہیں جس نے معاشرے میں عزت کمائی ہو' جسے معاشرے میں مقام و احترام ملا ہو اور جو دوسروں کو ذلیل و رسوا کر کے خود عزت سے جیا ہو۔ سودی کاروبار کرنے والے بڑے بڑے نام نشان عبرت بن چکے ہیں اور مزید جو لوگ اس بدترین مسند پر براجمان ہیں' ان پر بھی مکافات عمل کا کوڑا ضرور برسے گا۔ اس لیے کہ اللہ کے ہاں دیر ہے' اندھیر نہیں۔

آیئے! ہم آپ کی ملاقات کچھ ایسے لوگوں سے کرواتے ہیں جو سودی کاروبار کر رہے ہیں یا کر رہے تھے۔ بظاہر یہ بڑے خوشحال تھے' عزت تھی اور بظاہر معاشرے میں مقام و احترام بھی تھا۔ آج یہ لوگ نشان عبرت بن چکے ہیں۔

لاہور میں ایک بزرگ ہیں فیض محمد فضا۔ ان کے والد فیض لدھیانوی پاکستان کے مشہور شاعر' مصنف' ادیب اور اخبار نویس تھے۔ فیض محمد فضا کہتے ہیں' قیام پاکستان کے بعد ہم لوگ سرگودھا میں مقیم ہوئے۔ یہ 58-1957ء کی بات ہے۔ سرگودھا میں ایک آدمی تھا بہت خوشحال اور پیسے والا تھا اکثر ضرورت مند لوگ اس کے پاس اپنی ضرورت کے لیے آتے۔ اس نے سوچا' کیوں نہ میں سود پر لوگوں کو رقمیں دینا شروع کر دوں۔ اس نے جب یہ کام شروع کیا تو آہستہ آہستہ اس کی شہرت پھیلنے لگی۔ دور دراز سے لوگ اس کے پاس آتے' اپنا مکان' دکان' زمین یا زیور گروی رکھ کر اس سے سود پر رقم لیتے۔ چنانچہ دنوں میں اس شخص کے وارے نیارے ہو گئے اور دولت میں کھیلنے لگا۔ اس کے دوستوں میں بعض اچھے بھی تھے' وہ اسے منع کرتے اور سودی کام کی قباحتوں سے آگاہ کرتے اور بتاتے کہ یہ بہت گناہ کا کام ہے۔ وہ جواب میں کہتا ''گناہ جتنا بڑا بھی ہو' اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے' جو آدمی حج کر لے' وہ اس طرح ہو جاتا ہے جیسے آج ہی اسے ماں نے جنا ہو۔ سو میں بھی حج کر لوں گا اور میرا یہ گناہ معاف ہو جائے گا۔'' دوست کہتے ''حرام کی کمائی سے حج نہیں ہوتا۔'' وہ جواب میں کہتا ''میں نے حج کے لیے کافی ساری رقم الگ سے رکھی ہوئی ہے جو بالکل حلال کی کمائی ہے۔''

کافی عرصہ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ وہ جن لوگوں کو سود پر رقمیں دیتا تھا' ان میں سے کسی نے اسے جوئے کی راہ سجھائی کہ دولت حاصل کرنے کا یہ بہت آسان اور شارٹ راستہ ہے۔ جس آدمی نے اسے جوئے پر لگایا' وہ جواریوں کے ایک بڑے گینگ کا رکن تھا۔ انہوں نے بڑے منصوبے سے اس سود خور کو گھیرا تھا۔ جواری باقاعدہ منصوبے کے تحت اس سے رقمیں ہارتے رہے جس سے اس کا حوصلہ بڑھنے لگا۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا' وہ کہتا' میں نے خوامخواہ اپنی دولت سودی کاروبار میں لگا رکھی ہے۔ دولت حاصل کرنے کا بہترین طریقہ تو صرف جوا ہے۔ اب وہ پکا جواری بن چکا تھا اور جوئے پر بڑی بڑی رقمیں لگانے لگا۔ اس کے بعد پانسہ پلٹنا شروع ہوا۔ وہ جو ہمیشہ جیتتا تھا' اب بڑی بڑی رقمیں ہارنے لگا۔ اسے چونکہ جوئے کی لت بری طرح پڑ چکی تھی۔ وہ ہر رقم ہارنے کے بعد پہلے سے بڑی رقم اس امید پر جوئے میں لگاتا کہ اب میں جیت جاؤں گا۔ آخری دفعہ بڑی رقم جیت جاؤں تو ہمیشہ کے لیے جوا چھوڑ دوں گا۔ جیتنے کی ''آخری امید'' میں کھیلتے کھیلتے وہ نہ صرف بالکل ہی کنگال ہو گیا بلکہ مقروض ہو گیا۔ جب قرض حد سے بڑھ گیا تو اس نے گھر سے نکلنا بند کر دیا۔ اس کے بیٹے جوان تھے اور سمجھدار بھی تھے۔

انہیں جب والد کے کرتوتوں کا پتا چلا تو انہوں نے معاملے کو جلد سنبھال لیا اور ان کی کوششوں سے قرض اتر گیا۔ اب اس نے ارادہ کیا کہ میں حج کر لوں تاکہ گناہوں سے پاک صاف ہو جاؤں۔ حلال کمائی سے پس انداز کی ہوئی رقم موجود تھی۔ اس نے حج کے لیے درخواست دی جو منظور ہو گئی۔ اس کی ایک بیٹی شیخوپورہ میں رہتی تھی۔ اس نے چاہا کہ حج سے پہلے بیٹی کو مل آؤں۔ سرگودھا سے بس میں بیٹھا۔ اس دور میں آج کی طرح زیادہ بسیں نہیں چلتی تھیں اور نہ ہی بسوں

سودی کاروبار کرنے والوں کا بھیانک انجام

صرف الحرمین میں

مجلّہ الحرمین کا خصوصی سروے

☆...... ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ سودی جال میں جکڑے ہوئے ہیں۔

☆...... سود کی وجہ سے گھر برباد ہو رہے ہیں۔

سود پر رقومات لینے والوں کے المناک واقعات
اور سودی کاروبار کرنے والوں کا عبرتناک انجام
آئندہ بھی مجلّہ الحرمین میں پڑھنا نہ بھولیں

☆...... کیا آپ کے گاؤں' شہر اور محلے میں کوئی سودی جال میں جکڑا ہوا ہے؟

☆...... کوئی مہاجن جو غریب لوگوں کو سودی جال میں جکڑ کر ان کا استحصال کرتا ہو...... ایسے تمام افراد کے بارے میں ہمیں ضرور آگاہ کریں۔

ہم آپ کی رپورٹ کو خصوصی جگہ دیں گے۔ ان شاءاللہ

بذریعہ فون یا SMS: 0323-4218012 بذریعہ فیکس: 042-37240960
بذریعہ ای میل: alharamain1@gmail.com
بذریعہ خط: ماہنامہ الحرمین۔ پوسٹ بکس نمبر 1481۔ جی پی او لاہور

کے اندر زیادہ روشنی ہوتی تھی۔ اللہ کا کرنا ایسے ہوا کہ جب وہ بس میں بیٹھا اور بس سرگودھا سے کافی دور چلی گئی تو اسے فالج ہو گیا۔ فالج بھی ایسا کہ اس کی زبان بند اور جسم کی نقل و حرکت ختم ہو کر رہ گئی۔ شیخوپورہ آیا اور گزر گیا۔ وہ چونکہ بول سکتا تھا اور نہ حرکت کر سکتا تھا' اس لیے وہ بس میں بیٹھا رہ گیا۔ بس لاہور بادامی باغ اڈہ پر آ کر رک گئی۔ رات کا وقت تھا اور بس میں روشنی ناکافی تھی۔ اس لیے ڈرائیور اور کنڈیکٹر نے اتر کر بس کے دروازے کو لاک کیا اور گھر چلے گئے۔ جب صبح کنڈیکٹر نے آ کر دروازہ کھولا تو دیکھا بس میں ایک آدمی بیٹھا ہے جو نہ بولتا ہے اور نہ حرکت کرتا ہے۔ صرف سانس سے معلوم ہو رہا ہے کہ ایک زندہ انسان ہے۔ جب بس لاہور سے سرگودھا واپس پہنچی تو وہاں اس کو اٹھا کر بس سے اتارا گیا اور چارپائی پر لٹا کر چارپائی لاری اڈہ میں رکھ دی گئی اور مسجدوں میں اعلان کروائے گئے۔ اس کے جاننے والے ایک آدمی نے اسے دیکھا تو پہچان لیا اور اس کے بیٹوں کو اطلاع کی۔ جب بیٹے لاری اڈہ پر آئے تو وہ باپ کو اس حالت میں دیکھ کر حیران و پریشان رہ گئے۔ وہ باپ جو ایک دن پہلے گھر سے صحیح سلامت' ہشاش بشاش اور خوش و خرم نکلا تھا آج وہ زندہ لاش بن چکا تھا۔ جو بول سکتا تھا' نہ حرکت کر سکتا تھا اور نہ ہی بتا سکتا تھا کہ اس پر کیا گزری۔ وہ تو جب بیٹے باپ کو حکیموں' ڈاکٹروں کے پاس لے کر گئے تب معلوم ہوا کہ اسے شدید قسم کا فالج ہوا ہے۔ ایسا فالج کہ جس نے زندگی بھر کے لیے اسے معذور کر کے رکھ دیا ہے۔ بیٹے حیران تھے کہ صحت مند باپ کو اچانک ایسا شدید قسم کا فالج کیسے

باقی صفحہ 26 پر

رسول اللہ ﷺ سے محبت کی علامات

1- حبیب کریم ﷺ کی بات سے محبت کرنا۔

2- امام الانبیاء ﷺ کی ازواج مطہرات ودیگر اہل بیت کا اپنی سگی ماؤں، اپنے ماں باپ اور سگے رشتے داروں سے بھی بڑھ کر احترام کرنا۔

3- جناب رسول ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کو سیکھنا، ان پر عمل کرنا اور انہیں دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرنا۔

4- نبی رحمت ﷺ کی اتباع کرنا۔

5- رسول معظم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے سے آگے نہ بڑھنا۔

6- رحمۃ للعالمین ﷺ کی مخالفت سے اجتناب کرنا۔

7- احمد مجتبیٰ ﷺ کو اپنے فرقوں اور اماموں پر ترجیح دینا۔

8- نبی مکرم ﷺ کا نام احترام کے ساتھ پکارنا۔

9- رسول اللہ ﷺ کا نام سنتے ہی درود وسلام پڑھنا۔

10- پیارے نبی ﷺ سے اپنی جان، مال، والدین اور اولاد سے بھی زیادہ محبت کرنا۔

11- نبی رحمت ﷺ کی ذات مبارک کے بارے میں غلو نہ کرنا۔

12- محسن عالم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا۔

13- رسول اکرم ﷺ کو تمام مخلوقات سے افضل سمجھنا۔

14- نبی کریم ﷺ کے دیدار کی تمنا کرنا۔

15- جنت میں حبیب کریم ﷺ کے قرب کا سوال کرنا۔

16- ہر لحہ اس فکر میں رہنا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو دیگر باطل ادیان پر اور اپنے گھر سے لے کر ساری دنیا پر کس طرح غالب کیا جا سکتا ہے اور پھر اس کے لیے تاحیات حتی الوسع کوشش میں لگے رہنا۔

ابن چاند محمد، کورنگی نمبر 2/1/2 کراچی

انوکھا ہندسہ 4

چار کتابیں: قرآن مجید، تورات، زبور، انجیل۔

چار فرشتے: جبرائیل، اسرافیل، میکائیل، عزرائیل۔

چار خلفاء راشدین: سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان، سیدنا علی رضی اللہ عنہم۔

چار بنات رسول ﷺ: سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن

چار سمتیں: مشرق، مغرب، شمال، جنوب۔

چار موسم: گرمی، سردی، بہار، خزاں۔

چار قل: سورۃ الکافرون، سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق، سورۃ الناس۔

چار مہینے: حرمت والے مہینے، ذی قعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔

چار صوبے: پاکستان کے چار صوبے۔ سرحد، پنجاب، سندھ، بلوچستان۔

چار زندگیاں: ماں کا پیٹ، دنیا میں، قبر میں، قیامت کے بعد ابدی زندگی میں۔

انتخاب: ابو رضوان جاوید، بدھلہ سنت ملتان

آداب جمعۃ المبارک

- جمعہ کے دن ہر جوان (بالغ) مرد پر غسل واجب ہے۔ (بخاری)
- جمعہ کی نماز کے لیے دوڑتے ہوئے نہیں آنا چاہیے۔ (بخاری)
- خطبہ شروع ہونے سے پہلے ہی مسجد میں پہنچنا چاہیے۔ (بخاری ومسلم)
- خطبہ کے دوران مکمل خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ (بخاری)
- جمعہ کی اذان کے بعد کسی قسم کی خرید وفروخت منع ہے۔ (سورۃ الجمعۃ)
- خطبہ کے دوران دو آدمیوں کے بیچ میں نہیں گھسنا چاہیے۔ (بخاری)
- خطبہ کے دوران لوگوں کی گردنیں نہیں پھلانگنی چاہئیں۔ (بخاری)
- جمعہ کے دن عمدہ سے عمدہ اور صاف ستھرے کپڑے پہننے چاہئیں۔ (بخاری)
- خطبہ کے دوران مسجد میں آنے والے کو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھنی چاہیے۔ (بخاری)
- خطبہ کے دوران اگر اونگھ آ جائے تو فوراً جگہ بدل لینی چاہیے۔ (ترمذی)
- خطبہ کے دوران گوٹھ لگا کر نہیں بیٹھنا چاہیے۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی)
- خطبہ کے دوران کسی آدمی کو اٹھا کر خود نہیں بیٹھنا چاہیے۔ (بخاری)
- جب امام صاحب خطبہ جمعہ پڑھ رہے ہوں تو کوئی اپنے ساتھی سے کہے "چپ ہو جاؤ" تو یہ کہنا بھی لغو حرکت ہے، یعنی بولنا نہیں چاہیے۔ (بخاری)

محمد توصیف الرحمٰن شاہ، ساندل سکول چک جھمرہ

بوجھو تو جانیں

☆ ..... ننھے کپڑے میں چاول بندھے، دن کو تو گم ہوئے، رات کو جا کر ملے۔

☆ ..... میں نے ایک پرندہ دیکھا، چلتے چلتے تھک گیا، چاقو لے کر گردن کاٹی، پھر سے چلنے لگ گیا۔

☆ ..... ایک گھر کے دو ہیں لڑکے، روز دکھاتے کھیل، کبھی نہ ان کو لڑتے دیکھا، ایسا ان کا میل۔

☆ ..... ایک جادوگر کا ہے یہ کمال، ڈالے سبز، نکالے لال۔

جوابات:

سعد الرحمٰن، شیخوپورہ

ان فقروں میں ممالک کے نام تلاش کریں

- ..... عامر کشمش دو۔
- ..... اب آپا کس تانے بانے کی باتیں کر رہی ہیں۔
- ..... اس نظم کے چار مصرعے ہیں۔
- ..... مس قطرانیہ پڑھا رہی ہیں۔

جوابات:

انعام طاہر، فورٹ عباس

میرا پسندیدہ شعر

مجاہد کا ہردن منافق کی ہررات سے اچھا ہو گا
مجاہد کا ہر شعر منافق کی ہر بات سے اچھا ہو گا
دیکھ لینا تم اپنی چمکتی ہوئی آنکھوں سے
مجاہد کا جنازہ منافق کی بارات سے اچھا ہو گا۔ان شاء اللہ

سلطان عبدالرحمن الداخل' سلانوالی سرگودھا

مال و زر کے جانے کا صدمہ کم نہیں ہوتا
مگر رب کی رضا کے جو طالب ہیں انہیں ذرہ بھی غم نہیں ہوتا
مجاہد کی شان کا ذرا اندازہ کر اے دوست
جب وہ دنیا سے جاتے ہیں تو ماتم نہیں ہوتا

مجاہد حامد علی' ڈھولکلاں

نظر آتے نہیں بے پردہ حقائق ان کو
آنکھ جن کی ہوئی محکومی و تقلید سے کور
زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کو کیونکر
یہ فرنگی مدنیت کہ جو ہے خود لب گور

انتخاب: س' م' ستیانہ بنگلہ

دنیا کو رزق دینا بے شک کام ہے تیرا
جاری ہے کل جہاں میں یا رب! نظام تیرا
انسان کیسے سمجھے تیری بلندیوں کو
موسیٰ علیہ السلام نہ دیکھ پائے وہ مقام ہے تیرا

زکیہ کوثر' روبینہ کوثر' مدیحہ کنول' فیصل آباد

بے وفا دنیا پہ مت کر اعتبار
تو اچانک موت کا ہو گا شکار
موت آ کر ہی رہے گی یاد رکھ
جان جا کر ہی رہے گی یاد رکھ

نبیلہ خلیق' عدیلہ خلیق' فیصل آباد

قدرت نے نوازا ہے اعزاز نیابت سے تجھے
شرف امانت سے دیں کی سعادت سے تجھے
وحدت پہ چلانا ہے ضرب شہادت سے تجھے
یہ تیری ریاست ہے' اب اس کا نگہبان تو ہے
خدائے بے مثل کی قدرت کا نشاں تو ہے

ابوطاہر قاری عبدالشکور' گوندلوی

کیبل نے فحاشی دی ہے پھیلا
شیطان کو راہ دی ہے دکھا
غیروں کی تہذیب سکھلا کر
غیرت مسلمانوں کی دی ہے سلا

مسفرہ بنت عبداللہ' کھڈیاں خاص ضلع قصور

ہوتی ہے جب کہیں اذان
ہے وہ اللہ کا فرمان
سب اپنے دھندے چھوڑو
وضو کرو مسجد کو دوڑو

حافظ ابوتراب نظام الدین' نارووال

ذہانت آزماؤ......انعام پاؤ:

1- 5 جنوری کا تحریک آزادی کشمیر سے کیا تعلق ہے؟
2- پاکستان کے اضلاع کی تعداد کتنی ہے؟
3- پاکستان کو سب سے پہلے کس ملک نے تسلیم کیا تھا؟
4- پاکستان کا پہلا میڈیکل کالج کون سا تھا؟
5- "متقین یا ہونے سی آئی اے کے ساتھ پرانے تعلقات بحال کر لیے" یہ جملہ مجلہ الحرمین کے کس صفحے پر ہے' نیز مضمون نگار کا نام لکھیں۔

گذشتہ ماہ کے درست جوابات

1- اسلامی سال کا آغاز ماہ محرم سے ہوتا ہے۔
2- اسلامی سال ہجری کیلنڈر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوا۔
3- پاکستان کا دارالحکومت اسلام آباد اگست 1960ء میں بنا۔
4- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب مکہ مکرمہ میں دفن ہیں۔
5- اس سوال کا جملہ مجلہ الحرمین کے صفحہ 56 پر ہے اور مضمون نگار ہیں علی عمران شاہین۔

بذریعہ قرعہ اندازی انعام یافتگان

1- نورخان۔پشاور
2- صبا جاوید۔لاہور
3- قرۃ العین۔فیصل آباد

مکتب الاطفال کے دیگر شرکاء

متہاب احمد' سندس سرور' نورث عباس۔ حنظلہ' جابر' مصعب' ملتان۔ محسن احسان' عبدالکریم' مجیب الرحمٰن' عارف غفور' طارق احمد' سکندر الٰہی' عبدالحمید' شہزادو ملک' ناصر الملک' عبدالعزیز' کامران' اخت احمد' فاخرہ غنی' روبیہ' نور' جبیہ احمد' طاہرہ یاسمین' افضالہ نورین' لاہور۔ محی الدین' طاہر سعید' کاموںکے۔ ندیم یونس' عظیم اللہ' منیرہ جاوید' شائستہ اصغر' مہناز' مہوش' علی عمران' گوجرانوالہ۔ کاشان' کامران' اسلام آباد۔ عائشہ' نگہت ناصر' اختر حسن' رضوان ناصر' محمد اکرم' راولپنڈی۔ فائزہ حسن' جاوید احمد' لاہور۔ رانا تنویر الحسن' فیصل آباد۔ انعام الرحمٰن' سرگودھا۔ ذکیہ شاہین' کراچی۔

روشن باتیں

5 فروری سردی اور کشمیری بچے

پیارے بچو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سنایئے کیا حال ہے۔ سردی کے دن کیسے گزر رہے ہیں۔ سخت سردی کی حالت میں جب آپ صبح سکول جاتے ہیں تو آپ کو کیسا محسوس ہوتا ہے۔ یقیناً آپ کی امی سکول جاتے وقت آپ کو بوٹ، گرم جرابیں، گرم سویٹر اور ٹوپی پہنانا نہیں بھولتی ہوں گی، اس کے باوجود سردی لگتی ہے نا! کیوں کیا خیال ہے، سردی لگتی ہے یا نہیں؟ کشمیر کا موسم پاکستان کے موسم کے مقابلے میں کہیں زیادہ سرد ہے۔ وہاں تو برف باری بھی ہوتی ہے۔ کیا آپ نے کبھی سوچا ہے، اس بچے کے بارے میں جس کے ماں باپ ہندو فوجیوں کی گولی کا نشانہ بن کر شہید ہو چکے ہیں۔ اس کے گھر کو بم مار کر تباہ کر دیا گیا۔ اس بچے کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنے والا کوئی نہیں۔ اس بچے کو بوٹ، جرابیں اور سویٹر پہنانے والا کوئی نہیں۔ کیا آپ نے کبھی سوچا ہے سخت سردی اور برفباری کے موسم میں یہ بچہ کیسے سکول جاتا ہوگا؟

پیارے بچو!

یہ کشمیری بچہ بھی آپ جیسا ہی ہے۔ اس کے ماں باپ ہندو فوجیوں کی گولی کا نشانہ اس لیے بن گئے کہ وہ کشمیر کی آزادی اور کشمیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق کی بات کرتے تھے۔ آج یہ بچہ آپ سے، مجھ سے اور ہماری پوری قوم سے پوچھ رہا ہے کہ اے اہل پاکستان! تم کب تک 5 فروری کا صرف دن ہی مناتے رہو گے؟

پیارے بچو! آیئے! عہد کریں کہ ہم کشمیر کی آزادی کے لیے ہر قسم کی جانی اور مالی قربانی دیں گے۔ ان شاءاللہ

والسلام

آپ کا پپو بھائی جان

دانائی

ایک دفعہ لوگوں کا ایک وفد شکایت لے کر سلطان محمود غزنویؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان محمود غزنویؒ نے انہیں شکایت پیش کرنے کا حکم دیا تو ایک نوجوان اٹھ کر عرض پرداز ہوا۔ سلطان نے کہا، ٹھہرو نوجوان! پہلے بزرگ کو بات کرنے دو۔ اس پر نوجوان نے برجستہ جواب دیا حضور اگر دانائی عمر پر منحصر ہے تو آج مسند خلافت پر آپ کی بجائے کوئی بزرگ ترین شخص نظر آتا۔ سلطان محمود غزنوی نے نوجوان کی بے ساختگی سے متاثر ہو کر اسے بیش قیمت انعامات سے نوازا۔

اخت ابوحیدر شہید، فرزانہ سحر۔ تحصیل بھوآنہ ضلع چنیوٹ

گھڑی میں موبائل

ایک چینی کمپنی نے ایسا آلہ ایجاد کیا ہے جو دیکھنے میں تو گھڑی جیسا ہے لیکن اس میں ایک اچھے موبائل فون کی تمام خصوصیات موجود ہیں۔ چھوٹی جسامت ہونے کے باوجود اس میں ایک جی بی کارڈ نصب ہوسکتا ہے۔ اس میں ایف ایم، ایم پی تھری/ایم پی فور پلیئر، کی پیڈ، بلوٹوتھ اور 1.3 میگا پکسل کیمرہ بھی نصب ہے۔ اس گھڑی نما موبائل کی خاص بات یہ ہے کہ سکرین محض چھونے سے کام کرنے والی (ٹچ) ٹیکنالوجی کی حامل ہے۔ مزید یہ کہ 200K رنگ والی ایم سی ایم سکرین لگی ہے۔ موبائل کے ذریعے ایم پی ای جی فور ویڈیو بھی ریکارڈ کی جاسکتی ہے۔ اس کا مالک 100 تا 180 منٹ بات کرسکتا ہے۔ علاوہ ازیں موبائل میں کئی زبانوں میں بات کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔ موبائل کو دو طرح سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ہینڈ فری کے ذریعے یا پھر بلوٹوتھ سے۔

اخت سلیمان عبداللطیف، گوجرانوالہ

مومن کون؟ (قرآن وحدیث کی روشنی میں)

1- مومن اپنی امانتوں اور وعدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (المومنون: 8)
2- مومن اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (المومنون: 9)
3- مومن اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے ہیں۔ (الاحزاب: 35)
4- مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ (الحجرات: 10)
5- مومن ایک دوسرے کے مددگار اور دوست ہیں۔ (التوبہ: 71)
6- مومن لعن طعن کرنے والا اور فحش کلامی کرنے والا نہیں ہوتا۔ (مسند احمد)
7- مومن وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ (مسلم)
8- مومن ایک دوسرے پر رحم کرنے والے آپس میں محبت کرنے والے اور ایک جسم کی مانند ہیں۔ (بخاری)

(ماخوذ: از منافقین کا کردار اور علامات) انتخاب: عابد علی، لالہ رخ واہ کینٹ

باقی صفحہ 62 پر

تفسیر القرآن

سورۃ الاعراف کی تشریح و تفسیر

انسانوں کے دو گروہ ہیں، ہدایت یافتہ یا گمراہ

قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ
مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ كَمَا بَدَأَكُمْ
تَعُودُونَ ﴿29﴾ فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ
الضَّلَالَةُ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ اللَّهِ
وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ﴿30﴾

(الاعراف 29 تا 30)

ترجمہ: کہہ دے میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور ہر نماز کے وقت اپنے رخ سیدھے رکھو اور اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کو پکارو جس طرح اس نے تمہاری ابتدا کی اسی طرح تم دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے۔ ایک گروہ کو اس نے ہدایت دی ہے اور ایک گروہ ایسا ہے کہ ان پر گمراہی ثابت ہو چکی ہے بے شک انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنالیا اور سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ ہدایت پانے والے ہیں

تفسیر:

گزشتہ آیت میں مشرکین کے طرز عمل کا بیان تھا کہ وہ فواحش ومنکرات اور شرک وکفر کے مرتکب ہو کر یہ دلیل دیتے ہیں کہ چونکہ ہمارے آباؤ اجداد ایسا کرتے تھے ان کو اور ہمیں ان باتوں کا اللہ نے حکم دیا ہے تو گزشتہ آیت کے آخر میں اور ان آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ ان کے اس دعویٰ کا رد فرما رہے ہیں اور ان کو جھٹلا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی اور غلط باتوں کا حکم نہیں دیتا بلکہ اس نے تو مجھے عدل وانصاف کا حکم دیا ہے جس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور صرف اسی کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی قسم کے شرک کا ارتکاب نہ کرنا اور فواحش و منکرات سے اجتناب کرنا اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہ باندھنا کہ اپنی طرف سے اس کی طرف منسوب کرنا کہ اس نے یہ چیزیں حلال کی ہیں اور یہ چیزیں حرام، یعنی مکمل اللہ ورسول کی اطاعت کرنا اور تمام عبادات ومعاملات میں عدل و انصاف کرنا اور ظلم وجور سے اجتناب کرنا اور ان کو یہ بھی کہو کہ روئے زمین پر جہاں بھی عبادت کرو تو بیت اللہ شریف کی طرف منہ کرتے ہوئے خالص اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرو اور دل ودماغ سے صرف اسی کی طرف توجہ کرو اور اس کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرو۔ دعا بھی صرف اسی سے کرو اس کے علاوہ کسی کو مت پکارو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک عبادت قبول نہیں کرتا جب تک اس میں یہ دو شرطیں نہ پائی جائیں۔ 1۔ شرک سے پاک ہو۔ 2۔ شریعت کے مطابق ہو لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ اہل کفر وشرک کی طرح دعویٰ ایمان کرنے والوں کی اکثریت بھی آج عبادت ودعا اور مدد واستعانت اور نذر و نیاز اور ذبح وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ انبیاء وصلحاء اور اہل قبور ومزارات کو شریک مانتے اور ٹھہراتے ہیں اور ان ہی کی طرح تقلید کا سہارا لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد ایسا ہی کرتے تھے تو ہم بھی ایسا ہی کریں گے اور ان امور کا ان کو اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے ہی حکم دیا ہے۔ (العیاذ باللہ)

آیت کے آخر میں فرمایا یہ بات بھی پیش نظر رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا وسزاء دینے پر قادر ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہاری ابتدا کی اور تم دنیا میں اکیلے اکیلے آئے تھے اسی طرح تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اکیلے پیش کئے جاؤ گے، وہاں تم سے تمہارے اعمال

کی باز پرس ہوگی اور اس کے مطابق تمہیں جزاء وسزا ملے گی' اس لئے کہ جس نے پہلی دفعہ پیدا کیا وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ

اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے۔(الروم-27)

یہ بات انسانوں کے لحاظ سے کہی جا رہی ہے' ورنہ اللہ تعالیٰ کے لئے تو کسی چیز کا پہلی دفعہ پیدا کرنا اور دوبارہ پیدا کرنا برابر ہے۔ کوئی چیز کسی دوسری چیز سے آسان نہیں کیونکہ ہر چیز اس کے کلمہ "کن" کہنے سے فوراً وجود میں آجاتی ہے جیسا کہ فرمایا اور تم ہمارے پاس تنہا تنہا آ گئے جس طرح ہم نے پہلی بار تم کو پیدا کیا تھا۔(الانعام 94)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اسے یہ نہیں چاہئے تھا اور وہ مجھے گالی دیتا ہے اور یہ بھی اسے لائق نہ تھا۔ اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلی بار پیدا کیا اس طرح وہ مجھے دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا حالانکہ میرے لئے دوبارہ پیدا کرنا اس کے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل نہیں۔ اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ کی اولاد ہے حالانکہ میں احد اور صمد ہوں میری نہ کوئی اولاد ہے نہ ماں باپ اور نہ میرا کوئی برابری کرنے والا ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ

جس طرح ہم نے پہلی پیدائش کی ابتدا کی (اسی طرح) ہم اسے لوٹائیں گے یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے یقیناً ہم ہمیشہ (پورا) کرنے والے ہیں۔(الانبیاء 104)

اور جیسا کہ حدیث میں ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں وعظ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! تم اللہ کے پاس اکٹھے کئے جاؤ گے ننگے بدن (بغیر لباس) ننگے پاؤں (بغیر جوتے) بغیر ختنہ کے جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی دفعہ (ماں سے) پیدا کیا اسی طرح ہم تمہیں پیدا کریں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے جو ہم کرنے والے ہیں۔

(بخاری شریف ج2 کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا)

(مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامۃ)

لہٰذا جو آخرت اور اس دن کی جزاء وسزاء پر ایمان رکھتا ہے وہ اس دنیا میں عدل و انصاف اور اطاعت وفرمانبرداری والی زندگی اختیار کرے گا۔ دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ حق وصداقت کے دلائل واضح ہونے کے باوجود دنیا دو گروہوں میں تقسیم ہوگی۔ ایک گروہ ہدایت پر اور دوسرا گمراہی پر۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے دوستی کی وہ ہدایت پر ہے اور جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیاطین کو اپنا دوست بنایا وہ گمراہ ہو کر بھی سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے دونوں راستے ہدایت وگمراہی والے دکھا دیئے ہیں' اس کے بعد اس کو اختیار دیا ہے کہ چاہے وہ راہ اختیار کرلے اور چاہے یہ۔ راہ جبر (زبردستی) نہ ادھر ہے نہ ادھر جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے بلاشبہ انسان کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا۔ ہم اسے آزماتے ہیں سو ہم نے اسے خوب سننے والا خوب دیکھنے والا بنا دیا بلاشبہ ہم نے اسے راستہ دکھا دیا خواہ وہ شکر کرنے والا بنے یا ناشکرا۔(الدھر 2-3) اچھائی کی راہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اچھا بدلہ دے گا اور اگر برائی کی راہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو برا بدلہ دے گا۔

اب جو اللہ تعالیٰ کو دوست بنائے گا اور اس کی طرف رجوع کرے گا اور اس کی رضا تلاش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت سے مالا مال کرے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ

اللہ تعالیٰ اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنی طرف راستہ اسے دیتا ہے جو رجوع کرے۔(الشوریٰ 13)

اور فرمایا قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ

کہہ دے بے شک اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنی طرف اسے راستہ دیتا ہے جو رجوع کرے۔(الرعد 27)

اور جو شخص شیاطین کو دوست بناتا ہے اور ان کی طرف مائل ہوتا ہے اور انہی کی راہ کو ہدایت کی راہ سمجھتا ہے اور ہدایت کو دسترس میں ہونے اور حاصل کرنے کے امکان کے باوجود رد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے' جس کی وجہ سے وہ گمراہ ہو جاتا ہے کیونکہ شیطان کو دوست بنانے والا ناکام ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اور جو کوئی شیطان کو اللہ کے سوا دوست بنائے گا تو یقیناً اس نے خسارہ اٹھایا واضح خسارہ۔(النساء 119)

یہ مطلب ہے ان آیات کا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ ابتداء نیت وارادہ اور قول وفعل کے ذریعے انسان کی طرف سے ہوتی ہے اور ہدایت کے بار بار آنے اور معلوم ہونے کے باوجود جب انسان اسے رد کرتا ہے تو اللہ ناراض ہو کر سزا کے طور پر اس کو اپنی ہدایت سے محروم کر دیتا ہے۔ جیسا ارشاد فرمایا

فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ

جب وہ ٹیڑھے ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(الصف 5)

اور جیسا کہ فرمایا

اور ہم بھی ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسا کہ یہ لوگ ان (آیات) پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں حیران رہنے دیں گے۔(الانعام 110)

اور جیسا کہ حدیث میں ہے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم بقیع (قبرستان) میں ایک جنازہ کے ساتھ تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس ایک چھڑی تھی آپ سر جھکا کر بیٹھے اور چھڑی سے زمین پر لکیریں لگانے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی جان ایسی نہیں کہ جس کا ٹھکانہ اللہ نے جنت میں یا جہنم میں نہ لکھ دیا ہو اور یہ نہ لکھ دیا ہو کہ یہ خوش نصیب ہے یا بدنصیب۔ ایک شخص بولا اے اللہ کے رسول پھر ہم اپنے لکھے پر کیوں بھروسہ نہ کرلیں اور عمل کو چھوڑ دیں۔ آپ نے فرمایا جو نیک بختوں میں سے ہے وہ نیکوں والے کاموں کی طرف چلے گا اور جو بدبختوں میں سے ہے وہ بدبختوں والے کاموں کی طرف چلے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا عمل کرو ہر ایک کے لئے آسانی پیدا کی گئی ہے۔ نیک اعمال کرنا نیک لوگوں کیلئے آسان کیا جائے گا' برے اعمال کرنا برے لوگوں کے لئے آسان کیا جائے گا۔

(مسلم کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمی)

لہٰذا ہدایت وگمراہی دونوں اگرچہ خلق وتقدیر کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں

باقی صفحہ 7 پر

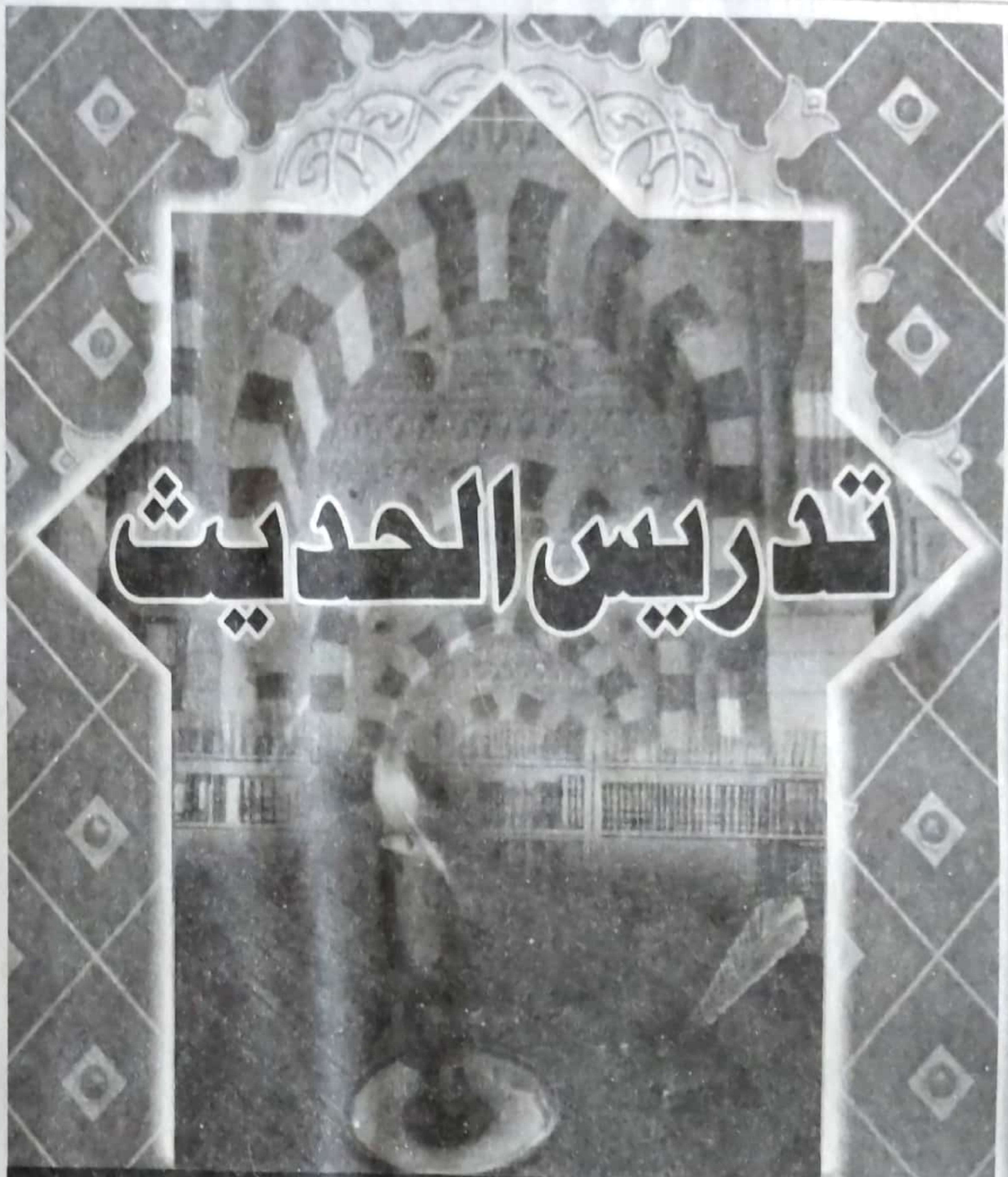

تدریس الحدیث

بلوغ المرام کی کتاب الجامع کی تشریح

ذکر سے اللہ تعالیٰ کا ساتھ نصیب ہوتا ہے

۱۴۵۰/۱۔ ((عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالَی: أَنَا مَعَ عَبْدِیْ مَا ذَكَرَنِیْ وَ تَحَرَّكَتْ بِیْ شَفَتَاهُ)) [أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَةَ، وَ صَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ، وَ ذَكَرَهُ الْبُخَارِیُّ تَعْلِیْقًا]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب تک وہ مجھے یاد کرے اور میرے ساتھ اس کے دونوں ہونٹ حرکت کریں۔'' (اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور ابن حبان نے صحیح کہا اور بخاری نے اسے تعلیقاً، (سند حذف کر کے ذکر کیا ہے)

تخریج: [ابن ماجه، الادب : ۵۳۔ بخاری تعلیقاً، التوحید : ۴۳۔ ابن حبان]

بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک مفصل روایت ان الفاظ میں ہے:

((یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَ أَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِیْ فَإِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِیْ نَفْسِیْ وَ إِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِیْ مَلَإٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ وَ إِنْ تَقَرَّبَ إِلَیَّ شِبْرًا، تَقَرَّبْتُ إِلَیْهِ ذِرَاعًا وَ إِنْ تَقَرَّبَ إِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَیْهِ بَاعًا وَ إِنْ أَتَانِیْ یَمْشِیْ أَتَیْتُهُ هَرْوَلَةً)) [بخاری، التوحید : ۱۵]

''اللہ عزوجل فرماتے ہیں: ''میں اپنے بندے کے میرے متعلق گمان کے مطابق ہوتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرے سو اگر وہ مجھے اپنے آپ میں یاد کرے میں اسے اپنے آپ میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ کسی جماعت میں میرا ذکر کرے میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ ایک بالشت میرے قریب ہوتو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتو میں دونوں ہاتھ پھیلانے کے برابر اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میرے پاس چل کر آئے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔''

فوائد:

۱۔ ذکر کے درجات: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر کا کامل درجہ یہ ہے کہ آدمی دل کے ساتھ ساتھ زبان سے بھی ذکر کرے کیونکہ فرمایا ''میں بندے کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرے اور میرے ساتھ اس کے ہونٹ حرکت کریں اگر صرف دل میں اللہ کو یاد کرے، تو یہ بھی ذکر ہے اور اگر کوئی بھی نیکی کا کام کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی رضا دل میں رکھے اور مسلسل اسے اپنی یاد میں رکھے تو یہ بھی ذکر ہے۔ اگر دل متوجہ نہ ہو اور زبان ذکر کرے تو یہ بھی ذکر ہے اور فائدہ سے خالی نہیں کیونکہ جب تک زبان ذکر کرے گی گناہ سے محفوظ رہے گی اور جسم انسانی کا کم از کم ایک عضو تو ذکر الٰہی میں مصروف ہو گا۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے گا تو دل اور دوسرے اعضاء بھی شریک ہو جائیں گے۔

۲۔ اللہ کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کا ساتھ

نصیب ہوتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کوئی بھی تین شخص آپس میں کوئی سرگوشی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کا چوتھا ہوتا ہے پانچ ہوں تو وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اس سے کم ہوں یا زیادہ وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔'' (المجادلة: ۷) اس آیت میں مذکور معنی کے لحاظ سے عرش پر ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ ہر ایک کے ساتھ ہے یہ معیت عامہ ہے ایک معیت (ساتھ) خاص بھی ہے جو خاص لوگوں کو حاصل ہوتی ہے، مثلاً فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ﴾ [النحل : ۱۲۸/۱۶]

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور جو محسن ہیں۔''

اب جس کا خاص ساتھی اللہ تعالیٰ بن جائے اسے فکر کی کیا ضرورت ہے، یہی بات رسول اللہ ﷺ نے غار ثور میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پریشانی کے وقت فرمائی تھی: ﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ [التوبة : ۴۰] ''غم نہ کر یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' اور موسیٰ علیہ السلام نے سمندر سامنے آجانے پر اپنی قوم سے کہا: ﴿كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ﴾ (الشعرا 62/26) ''ہرگز نہیں یقیناً میرے ساتھ میرا رب ہے وہ میری رہنمائی کرے گا۔'' ذکر کی برکت سے یہ معیت حاصل ہوتی ہے اگر ذکر الٰہی کا کوئی اور فائدہ نہ بھی ہو تو یہی فائدہ کیا کم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔

بقیہ درس القرآن

لیکن انسان مجبور نہیں بلکہ اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو اور اچھے و نیک کاموں میں رغبت کرے اور شیاطین و برے لوگوں سے دور رہے اور ان کے اقوال و افعال سے اجتناب کرے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو سکے اور اس کی رحمت و ہدایت سے مالا مال ہو۔ آیت کے آخر میں ہے کہ شیطان کے دوست اور ان کے پیروکار اپنے گمان اور خیال میں اپنے آپ کو ہدایت اور سیدھی راہ پر سمجھتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ گمان و خیال سے کسی راہ کو صحیح نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ ہدایت کی بنیاد تو یقین اور پختگی پر ہے اور وہ صرف قرآن و حدیث ہے کیونکہ گارنٹی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کی ہے۔ کسی اور کے قول و فعل اور طریقہ و نمونہ کی گارنٹی نہیں لیکن شیاطین اپنے پیروکاروں کے لئے جھوٹے اقوال و رغلط افعال کو مزین اور خوبصورت کر کے پیش کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ان پر کاربند ہو جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ

اور جب شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال کو مزین کر دیا۔ (الانفال 48)

افسوس کہ آج بھی قرآن و حدیث سے روگردانی کرنے والے گمراہ لوگ اپنے خیال و گمان میں اپنے آپ کو راہ راست پر سمجھتے ہیں کیونکہ شیطان نے ان کے لئے ان کی راہ اور روش کو مزین اور خوبصورت کر کے پیش کیا ہے۔ (العیاذ باللہ)

فوائد

1۔ قول و فیصلہ جات میں عدل و انصاف فرض ہے۔

2۔ نماز و دعاء اور تمام عبادات کی قبولیت میں اخلاص شرط ہے۔

3۔ تقدیر کا ثبوت۔

بقیہ میڈیا رپورٹ

کو دکھایا گیا اور بوٹ چلانے والے نوید قمر کا انٹرویو نشر کیا گیا۔ نصرت جاوید نے جماعۃ الدعوۃ کا تعارف ایسے کروایا: ''یہ ایسی جماعت (جماعت الدعوۃ) ہے جس کا نام لوگ لینا پسند نہیں کرتے لیکن اس کی کشتی وہاں پر موجود تھی۔''

دنیا نیوز کے ایک اور پروگرام ''نیوز واچ'' میں جماعۃ الدعوۃ کے امدادی کیمپ کو دکھایا گیا اور عتیق چوہان کا انٹرویو نشر کیا گیا۔

جیو نیوز:

جیو نیوز کے پروگرام ''کیپٹل ٹاک'' میں فلاح انسانیت فاؤنڈیشن کے سکھر میں کیمپ کی مکمل رپورٹ ٹیلی کاسٹ کی۔

ویلیو ٹی وی: VALUE TV

ویلیو ٹی وی کے پروگرام ''ویلیو ٹاک'' میں جماعۃ الدعوۃ کی امدادی سرگرمیوں کے انچارج اور چیئرمین فلاح انسانیت فاؤنڈیشن حافظ عبدالرؤف کو بھی مدعو کیا گیا۔

اسی طرح جیو نیوز، وقت نیوز، آج نیوز، اے آر وائی نیوز اور دیگر چینلز پر بھی جماعۃ الدعوۃ کی امدادی کاروائیوں کی خبریں نشر کیں۔

دعائے مغفرت

☆...... ممتاز عالم دین خطیب دلپذیر مولانا عبدالرزاق سعیدی فاروق آبادی گزشتہ دنوں وفات پا گئے۔ وہ مدرسہ دارالعلوم رحمانیہ کے بانی اور ہزاروں طلبہ کے استاذ و مربی تھے۔ الحاج وزاری کے ساتھ طویل دعائیں کرنے میں معروف تھے۔ علماء و طلباء کی مجالس کی روح رواں تھے۔ ان کا خطاب طویل مشاہدات و تجربات اور شگفتگی سے بھرپور ہوتا تھا۔

☆...... ممتاز عالم دین مولانا عبدالستار حمادی کی زوجہ محترمہ بقضائے الٰہی وفات پا گئی ہیں۔

☆...... الکریمیہ کے چیف ایگزیکٹو سیف اللہ بھائی کی والدہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔

☆...... بھائی محمد حسن آف رنگ محل لاہور کے والد محترم محبوب عالم خان جو کینسر کے مریض تھے' گزشتہ دنوں وفات پا گئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فوت شدگان کی مغفرت فرمائے اور ورثاء کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مسجد کے لئے تعاون کی اپیل

فرمان رسول ہے من بنى لله مسجدا بنى الله له بيتا في الجنة

ترجمہ: جو اللہ کے لئے مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا گھر جنت میں بنا دیتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

مسجد حسن بن علی رضی اللہ عنہما چک نمبر 319/H-R مروٹ تحصیل فورٹ عباس ضلع بہاولنگر کے لئے پلاٹ خرید لیا گیا ہے جس کی قیمت 13 لاکھ روپے ہے۔ ایک لاکھ روپے ادا کر دیئے گئے ہیں باقی رقم عیدالفطر کے بعد ادا کرنی ہے۔ مخیر حضرات سے گزارش ہے کہ اللہ کے گھر کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ ڈالیں تاکہ علاقہ میں دعوت و تبلیغ اور عقیدہ توحید کا پرچار ہو سکے۔

برائے رابطہ: محمد رمضان چک نمبر 319/H-R مروٹ تحصیل فورٹ عباس ضلع بہاولنگر
ڈاکٹر ابوحمزہ محمود احمد 0300-8076308-0333-4502450

نیشنل بنک آف پاکستان فورٹ عباس مروٹ اکاؤنٹ نمبر 6-3863 برانچ کوڈ 716

اتنی تباہی کے باوجود اصلاح کی طرف کسی کی توجہ نہیں۔ جو جہاں ہے، وہیں کھڑا ہے

ہم عذاب کو ٹالنے والے لوگوں میں کیسے شامل ہوں؟

سیلاب زدہ علاقوں کے دورے کے بعد

پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ کا جامع مسجد القادسیہ لاہور میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے زبردست اِصلاحی خطاب

قوم پر سیلاب کا عذاب کیوں؟

اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کی بہت زیادہ فضیلتیں بیان فرمائیں۔ اس کا سب سے بڑا تحفہ یہ قرار دیا کہ اس میں پورے اخلاص کے ساتھ عمل کرنے والوں کے اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ عام معافی کا اعلان ہوتا ہے۔ اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اس میں قیام سے سب گناہوں کی معافی ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ہمیں تمہارا ایمان یعنی پختہ عقیدہ اور اخلاص ہی درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر یہ دونوں خوبیاں ہمارے اندر دیکھے گا تو وہ گناہ معاف فرما دے گا۔

بھائیو! گناہ بہت ہیں، گناہوں کی وجہ سے سزائیں بھی بہت ہیں۔ آج پورا ملک سیلاب کی زد میں ہے، مسائل ہی مسائل ہیں۔ کہیں آسمانی آفات ہیں تو کہیں زمینی۔ یہ سب عذاب کیوں ہیں۔ ان تمام مسائل کا خاتمہ کس طرح ہوگا؟ یاد رکھیے! ان تمام مسائل کا حل صرف اللہ کی مدد کے ساتھ ہوگا اور اللہ کی مدد کب ہوگی، جب ہم اللہ کی نافرمانیوں سے باز آئیں گے۔ اللہ سے تعلق درست ہوگا، اللہ کے حکموں پر عمل ہوگا، اصلاح معاشرہ کا عمل چلے گا، یہ ذمہ داریاں جب ہم ادا کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافیاں بھی ہوں گی۔ پھر اس کے ساتھ اس کی مدد بھی بہت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمام عذاب بھی ٹالے گا اور جو نقصان ہو چکا، وہ بھی اللہ خود ہی پورا فرمائے گا۔

رمضان کی ہر گھڑی بابرکت ہوتی ہے۔ یہ رمضان ہی کی برکت ہوتی ہے کہ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ آسمان کے سارے دروازے کھلے رہتے ہیں۔ اللہ کے فرشتے کثرت سے زمین پر اترتے ہیں۔ زمین پر اللہ کے عبادت گزار بندوں کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ کہاں ہے کوئی نماز پڑھنے والا، صدقہ کرنے والا، دعا کرنے والا، نیکی کرنے والا۔ فرشتے عبادت گزاروں اور اعمال صالحہ بجالانے والوں کو تلاش کرتے ہیں۔ جب کوئی بندہ نیک عمل کرتا ملتا ہے، وہ اس کے نیک عمل کو لے کر آسمانوں پر چڑھتے ہیں۔ اللہ کے پاس پہنچتے ہیں۔ (بخاری و مسلم) اسی طرح ان کا صبح وشام دن رات آنے جانے کا سلسلہ ہر وقت جاری رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رمضان میں خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔ اس کی رحمت کے دروازے کھلے رہتے ہیں۔

اس ماہ مبارک میں اتنا اہتمام اور برکتیں اتنی عام ہوتی ہیں لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج ہم بڑی مشکل کا شکار ہیں۔ بہت پریشانیاں ہیں پاکستان کا پچیس فیصد حصہ سیلاب کی زد میں ہے۔ ماشاء اللہ ہم آج یہاں جمعہ پڑھ رہے ہیں۔ کثرت سے اللہ کے اس گھر میں موجود ہیں۔ یہ سہولیات اللہ نے آج ہمیں دے رکھی ہیں۔ سحری ہو رہی ہے، افطاری بھی ماشاء اللہ ہو رہی ہے۔ شاندار کھانے پک رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور ہمارے اردگرد کے علاقوں کو محفوظ رکھ کے یہ موقعہ دیا ہے کہ ان کا خیال کرو کہ جو آج اس طرح اپنی مسجدوں میں جمعہ نہیں پڑھ سکتے۔ ان کی مسجدیں بھی تباہ ہوگئی ہیں۔ سیلاب کے ریلے مسجدوں اور گھروں کی چھتوں کے اوپر سے گزر گئے ہیں۔ آبادیاں مسمار ہوگئیں، لوگ کھلے آسمان تلے اور ٹیلوں پر بیٹھے ہیں۔

پھر چند ایک نہیں، کروڑوں کی تعداد میں یہ انسان ہیں۔ کہاں سے یہ صبح وشام کھاتے ہوں گے۔ دھوپ اور بارش میں کہاں سر چھپاتے ہوں گے۔ اللہ کے لیے غور کیجیے۔

اللہ تعالیٰ کا غصہ ویسے ہی نہیں بھڑکتا۔ وہ مہلت دیتا ہے کہ اصلاح کرلو۔ اپنے آپ کو بدل لو۔ معافیاں مانگ لو۔ ٹھیک ہے کہ یہ تمہارا پاکستان ہے۔ اس کا کوئی صدر ہے، اس کا کوئی وزیراعظم اور پارلیمنٹ بھی ہے۔ اس کے وزراء ہیں اور اس کی کابینہ ہے جہاں فیصلے ہوتے ہیں، جہاں عدالتیں ہیں، انتظامیہ ہے، سب کچھ ہے لیکن ان سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہمارا اصل مالک اللہ رب العالمین ہے۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے یعنی آسمان وزمین کا مالک اللہ

اصلاح معاشرہ

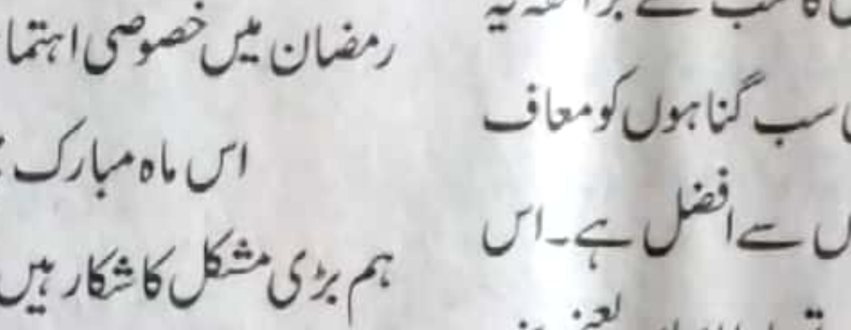

اعداد: ابوکشف، ابوعقاب

ہے۔ نظام اس کا چل رہا ہے۔ سیلاب کے پانی کو اللہ تعالیٰ نے عذاب بنا دیا ہے۔ سیلاب آیا اور ہم سب بے بس ہو گئے۔ اللہ کے نظام کے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا۔ سب کو احساس ہونا چاہئے کہ اصلاً یہ ملک اللہ کا ہے۔ اللہ سے معافیاں مانگ لو لیکن ابھی بھی وہ صورت نظر نہیں آتی۔

کیا اللہ کے عذاب کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے؟

یقیناً سیلاب سے بڑی تباہیاں پھیل رہی ہیں۔ اخبار بھی لکھ رہے ہیں اور چینل بھی دن رات سیلاب میں گھرے لوگوں کے مصائب کو بڑھ چڑھ کر پیش کر رہے ہیں۔ سوال اس چیز کا ہے کہ صدر، وزراء اور کابینہ سے لے کر قوم کے تمام طبقے، کیا اس عذاب کا احساس کر کے اللہ کے سامنے جھک گئے ہیں۔ کیا سود خوروں نے سود چھوڑ دیئے؟ غیر اللہ کے آگے سجدہ کرنے والوں اور شرک کا ارتکاب کرنے والوں نے شرک کو چھوڑ دیا؟ چڑھاوے چڑھانے والوں نے کیا اس گناہ سے توبہ کر لی؟ بے حیائی، عریانی، بدکاری جو ہمارے معاشرے کا حصہ بن چکی ہے اور جو ہمارے میڈیا کا وتیرہ بن چکی ہے، اس بے حیائی اور بدکاری کی وجہ سے اللہ کا غصہ بھڑکتا ہے، بے حیائی سے تباہی کے راستے کھلتے ہیں تو کیا قوم نے وہ راستے ترک کر دیئے ہیں؟ عذاب دیکھ کر، سیلاب کی تباہ کاریاں دیکھ کر کیا لوگ باز آ گئے؟۔ ایک ایک بات کو دیکھتے چلے جائیں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ آج پاکستان کا صدر کہتا ہے، ہم سیلاب کا مقابلہ کریں گے۔ اللہ معاف فرمائے۔ ان کی اس بات پر کیا تبصرہ کریں۔ تم مقابلہ کرو گے، تم اس زبان سے کیا بول رہے ہو؟ تمہیں اس کا شعور ہی نہیں ہے۔ گناہ ان ظالموں کے ہیں اور پس رہے ہیں عوام۔

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا۝ (بنی اسرائیل.16)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "جب بستیوں یا ملکوں کو ہم ہلاک کرتے ہیں، عذاب سے دوچار کرتے ہیں تو اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس قوم کے اونچے طبقے کے لوگ، ان کا حکمران طبقہ جن کے ہاتھوں میں وسائل ہیں، جو لوگوں کے فیصلے کرتے ہیں، وہ فسق وفجور نافرمانیوں، بغاوتوں میں آگے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اصلاح نہیں کرتے، اللہ کے سامنے نہیں جھکتے، اسی طبقے کی بغاوتوں اور معصیتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم بستیوں کو الٹ کر رکھ دیتے ہیں۔"

آج بددیانتی وخیانت کی انتہا ہے۔ وسائل کا ناجائز استعمال ہے۔ عیاشیاں، اللّے تللّے جاری ہیں۔ قوم کی مصیبت دیکھ کر بھی ان کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ اس وجہ سے پوری دنیا کا ان پر اعتماد بھی ختم ہو گیا۔ اندر بھی اعتماد ختم اور باہر کے لوگ بھی اعتماد کرنے کو تیار نہیں۔ باتیں بڑی کرتے ہیں۔ بیانات بڑے جاری کرتے ہیں لیکن سارے ہی بے چارے کہہ رہے ہیں کہ قومی خزانے میں نہ باہر سے کچھ آیا ہے نہ اندر سے لوگ کچھ دینے کو تیار ہیں۔ ہر طرف بے حسی ہے۔ سیلاب اللہ کا بڑا عذاب ہے لیکن قوم کی بے حسی اس سے بھی بڑا عذاب ہے۔ حکمران اور اونچے طبقے کی نافرمانیاں اور بغاوتیں، اس سے بھی بڑا عذاب ہے۔ اصلاح کی طرف کسی کی بھی توجہ نہیں ہے۔ جو جہاں ہے، وہیں کھڑا ہے۔ جو جہاں چل رہا ہے، وہیں چل رہا ہے۔ کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی۔

قوم یونس علیہ السلام سے کس طرح عذاب ٹلا؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تباہ شدہ قوموں کے تذکرے کیے ہیں۔ ان میں قوم یونس علیہ السلام کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

یونس علیہ السلام بھی اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے تھے لیکن لوگ ڈرتے نہیں تھے۔ کوئی اصلاح نہیں کرتے تھے۔ بالآخر یونس علیہ السلام کہنے لگے "اللہ کا عذاب آنے والا ہے۔ اب تم اس کو روک نہیں سکتے۔ میں نے اصلاح کی کوشش کی ہے لیکن تم اپنے آپ کو بدلنے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔"

یہ کہہ کر وہ بستی چھوڑ کر چلے گئے، پیچھے سے عذاب کے آثار نمودار ہو گئے۔ جب عذاب کے آثار لوگوں نے دیکھے تو کہنے لگے، یونس علیہ السلام سچ ہی کہتے تھے۔ غلطی ہماری ہے۔ ہم نے اصلاح کی کوئی کوشش نہیں کی۔ ہم نے اپنے نبی علیہ السلام کو ناراض کر لیا۔ وہ ہمیں غصہ میں چھوڑ کر ہی چلے گئے۔ فرمایا:

إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ. (سورة یونس.98)

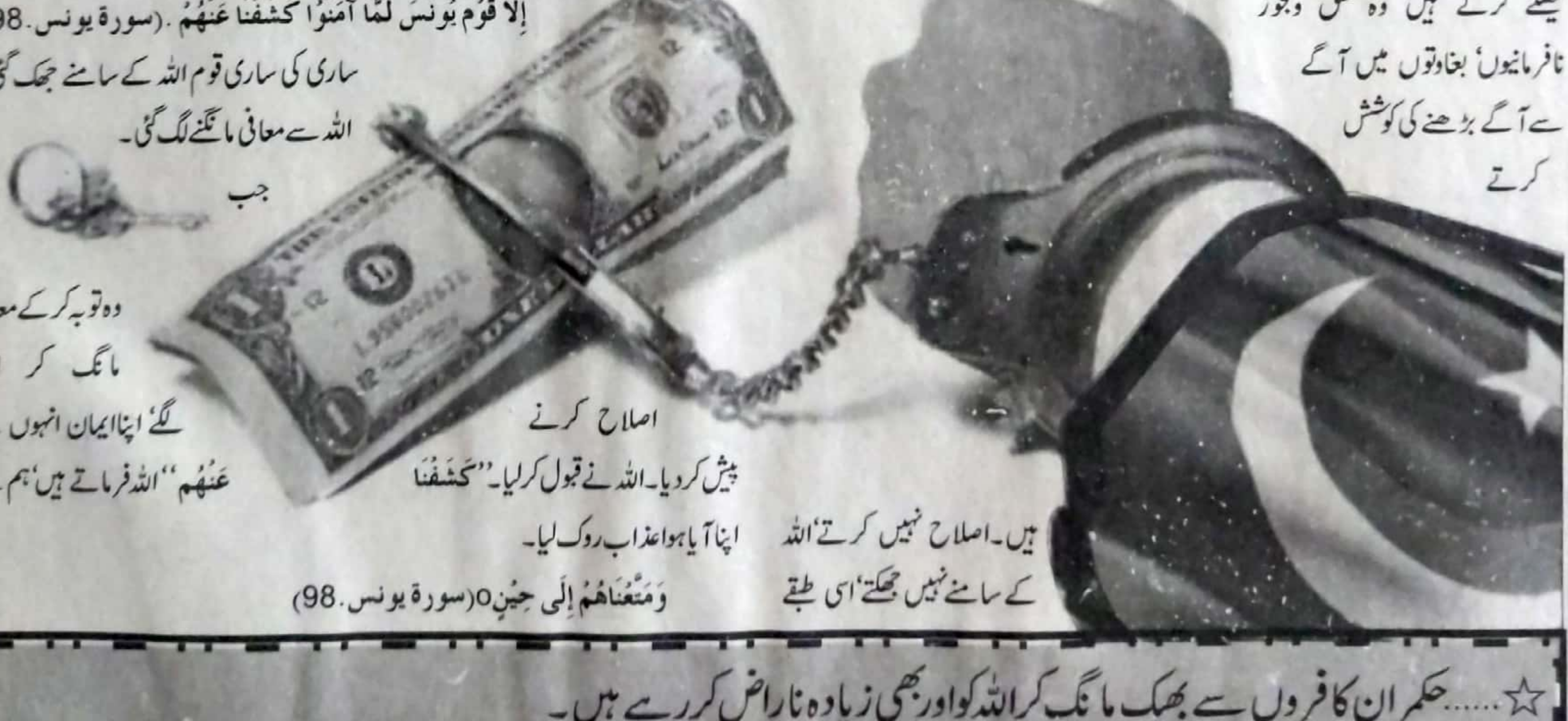

ساری کی ساری قوم اللہ کے سامنے جھک گئی۔ اللہ سے معافی مانگنے لگ گئی۔ جب وہ توبہ کر کے معافی مانگ کر اپنی اصلاح کرنے لگے، اپنا ایمان انہوں نے پیش کر دیا۔ اللہ نے قبول کر لیا۔ "كَشَفْنَا عَنْهُمْ" اللہ فرماتے ہیں، ہم نے اپنا آیا ہوا عذاب روک لیا۔

وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَى حِينٍ۝ (سورة یونس.98)

☆......حکمران کافروں سے بھیک مانگ کر اللہ کو اور بھی زیادہ ناراض کر رہے ہیں۔

☆......اسلام آباد میں بظاہر یوم آزادی سادگی سے منانے کا اعلان کیا گیا لیکن ہوٹلوں میں سب کچھ ہونے دیا گیا۔

☆......کیا ہمارا ہر طبقہ اس عذاب کا احساس کر کے اللہ کے آگے جھک گیا ہے۔ کیا سود، شرک اور بے حیائی کو چھوڑ دیا ہے؟

ہم نے انہیں ایک لمبے عرصے کے لیے مہلت دے دی۔ اب اپنی اصلاح کرو۔ اپنے معاملات کو درست کرو۔

یہی راستہ ہمارے لیے بھی ہے' اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ یہ کہنا کہ یہ سیلاب چیلنج ہے' ہم مقابلہ کریں گے۔ یہ کریں گے' وہ کریں گے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اللہ کے عذاب کا مقابلہ کرنے کی کوئی جرأت کرسکتا ہے؟ ہاں یہ صرف اتنا کریں گے کہ کافروں سے جاکر بھیک مانگیں گے' اللہ کے دشمنوں کے سامنے کشکول پیش کریں گے کہ ہم مرگئے۔ ہمیں کھانے کو دے دو' خیمے دے دو' ہم کو یہ دے دو' وہ دے دو۔ وغیرہ وغیرہ

کیا کافروں کی امداد سے اللہ کا غضب ختم ہو جائے گا؟

سوچنے کی بات ہے جو اللہ کے دشمن ہیں' جو ہمارے اوپر یلغاروں پہ یلغاریں کیے جارہے ہیں' جو ہمارے ملکوں کو تباہ کرنے کے منصوبے رکھتے ہیں' ہمارے خلاف سازشیں کررہے ہیں' ان سے جاکے بھیک مانگیں گے تو کیا اس سے اللہ کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا؟ یہ تو اللہ کا غصہ اور بھی زیادہ بھڑکانے والی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اور زیادہ ناراض کرنے والی بات ہے۔

اس وقت اصل ضرورت اصلاح کی ہے اور اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ ہم سب اللہ کے حضور من حیث القوم معافی مانگیں۔ اللہ کی کتاب سے اپنا تعلق مضبوط کریں۔

اللہ تعالیٰ نے رمضان کے مبارک ماہ میں ہی قرآن کی صورت میں ایک بہت بڑی نعمت ہمارے لیے پیش کردی اور ہمارے مسائل کے حل کا ایک بہت بڑا نسخہ ہمیں دے دیا۔ بنی نوع انسان کی اصلاح کا جامع پروگرام' نظام اور قانون اللہ تعالیٰ نے نازل فرمادیا۔ یہ تحفہ مسلمانوں کو رمضان میں دیا گیا۔

اُنْزِلَ فِیهِ الْقُرْاٰنُ. (سورۃ البقرہ.185)

رمضان کی جو اتنی زیادہ فضیلت ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں قرآن نازل کیا گیا۔ اسی ماہ میں انجیل' تورات اور زبور کے صحیفے نازل ہوئے۔ سب ہدایت نامے رمضان میں دیئے گئے۔ انسان کے لیے آخری ہدایت نامہ' مکمل دستور اور نظام بھی اسی رمضان میں نازل فرمایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی نعمت قرآن کی شکل میں مسلمانوں کو عنایت فرمائی ہے۔ اسی سے ہمارے معاشروں اور ملکوں میں تبدیلیاں آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی اور تبدیلی پسند نہیں۔ وہ کیسی تبدیلی چاہتا ہے' کیا طریق کار چاہتا ہے' کیسا معاشرہ ہونا چاہیے۔ معاشرہ کے افراد کیسے ہونے چاہئیں' لوگوں کے اخلاق و معاملات' کردار اور عقائد و اعمال کیسے ہونے چاہئیں۔ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں نازل فرمائیں۔ اس لیے کہ قرآن

هُدًى لِلنَّاسِ. (سورۃ البقرہ.185) ہے۔

قرآن تمام انسانوں کے لیے ہدایت نامہ ہے۔ رہنمائی ہے۔ صرف عربوں کے لیے نہیں تمام انسانوں کے لیے' قیامت تک آنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت نامہ' رہنمائی بنا کر بھیج دیا۔ اپنے نبی محمد ﷺ کے قلب اطہر پر قرآن کو نازل فرمایا۔

امت محمدیہؐ کو اس کا امین بنادیا۔ قرآن کی امانت سونپ دی۔ اس امت کا کیا کام ہے؟ یہ امت محمد ﷺ اس قرآن کو سمجھ کر' اپنے گھروں' خاندانوں میں اس کو قائم کرکے' نافذ کرکے تبدیلی پیدا کرے گی۔ اصلاح کا کام کرے گی۔ پھر یہ تمام اقوام کو دعوت دے گی کہ یہ قرآن تمہارے تمام مسائل کا حل ہے۔ یہ اس امت کا امتیاز ہے کہ وہ دنیا کو بتاتی ہے کہ تمہارے سیاسی' معاشی' سماجی مسائل کا حل کیا ہے۔ اس امت کے لوگ ذات پات اور طبقات کی تقسیم کو ختم کرنے والی دعوت پیش کرتے ہیں۔ رنگ' نسل' زبان اور دنیاداری کی بنیاد پر چھوٹے بڑے کی تقسیم کو ختم کرتے ہیں۔

یہی امتیازات دنیا میں فسادات اور جنگوں کو جنم دیتے ہیں۔ یہ دنیا کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ طبقات کی تقسیم سے کچھ کے ہاتھ میں دولت آگئی اور کچھ محروم رہ گئے۔ ظلم کرنے والے سب کچھ چھین رہے ہیں اور محروم طبقہ جرائم پر آمادہ ہورہا ہے۔ طبقات کی تقسیم دنیا کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ان تمام مسائل کا حل اللہ نے قرآن میں پیش کیا ہے اور اس کی ذمہ داری کن لوگوں پر ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. (سورۃ ال عمران.110)

قرآن ھدیً للناس ہے۔ تمام قوموں' انسانوں کے لیے ہدایت ہے اور اس امت کا کام "اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" اس قرآن کی ہدایت کو لے کر' رہنمائی لے کر نکلے اور تمام قوموں کے مسائل کو حل کرے لیکن آج مسائل کا حل کس طرح کیا جارہا ہے۔ پاکستان کے ارباب حل وعقد کا کیا ذہن ہے؟ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے مسائل کا حل یہ ہے کہ پوری دنیا سے صلیبی' یہودی ہماری آکر مدد کریں۔ یہی ہمارے مسائل کا حل ہے۔ بانکی مون آجائے' UNO کے ذمہ دار آجائیں' IMF کے کرتا دھرتا آجائیں' ان کے نزدیک یہ سب آئیں گے' مدد کریں گے تو ہمارے مسئلے حل ہوں گے۔ پھر اگر ان میں سے کوئی آجائے تو پھر بڑے خوش ہوتے ہیں۔ ہیلی کاپٹروں میں فضائی نظارے ہورہے ہیں۔ بیانات دیئے جارہے ہیں لیکن اللہ کہتے ہیں کہ یہ تمہارے مسائل حل نہیں کریں گے بلکہ الجھائیں گے۔ تم نے ان کو بڑا مانا' اس کا وبال تمہارے ملکوں' معاشروں کے اوپر پڑا۔ تم نے ان سے امیدیں وابستہ کرلیں' تم نے ان کو اپنا حاجت روا بنایا' ان کو اپنا مشکل کشا ٹھہرالیا' شرک کا ارتکاب کیا' عالمی سطح پر تم نے یہ رویے اختیار کیے۔ اس سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا نہ ہوگا۔ ارے! وہ تو اپنے مسائل حل نہیں کرسکتے' تمہارے مسائل کیسے حل کریں گے۔ کیا انہوں نے اپنے ہاں طبقات کی تقسیم ختم کردی؟ کیا انہوں نے اونچ نیچ کا مسئلہ ختم کردیا۔ رنگ و نسل کے جھگڑے ختم کردیئے۔ نسلی فسادات کے سلسلے ختم کردیئے۔ کالے گورے کے مسئلے ختم ہوگئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس مسائل کا حل بالکل نہیں ہے۔

مسائل و مصائب اللہ کی کتاب سے حل ہوں گے

اللہ نے ہمیں سمجھادیا کہ مسلمانو! دنیا کو اللہ نے بنایا۔ انسانوں کو اللہ نے پیدا کیا۔ جس رب نے پیدا کیا ہے' اسی رب نے قرآن کو انسانوں کے مسائل کا حل بنایا ہے اور وہ قرآن تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ تمہیں اس کا امین بنایا ہے۔ اس امت کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔

قرآن بتارہا ہے کہ جس جرم کی وجہ سے عذاب آرہے ہیں' سیلاب آرہے ہیں' زلزلے آرہے ہیں' بے دین حکمران قوموں پر اللہ تعالیٰ مسلط کررہا ہے' ڈرون حملوں سے ہمارا ملک اور افغانستان تباہی کا شکار ہے اور اللہ تعالیٰ کا غصہ مختلف انداز میں ظاہر ہورہا ہے تو یہ سب مسائل و مصائب کس طرح ختم ہوں گے۔

اللہ کہتا ہے۔ مسلمانو! اے میرے آخری نبی محمد ﷺ کے ماننے والو! میں نے امانت تمہیں سونپی ہے۔ میں نے ذمہ دار تمہیں بنایا ہے۔ حامل قرآن تم ہو۔ میں نے ایسا شاندار نبی ﷺ تمہیں دیا جس نے قرآن سمجھ کر' سمجھا کر' عمل کرکے دنیا میں اسے نافذ و غالب کرکے دکھایا۔ تمام لائحہ عمل اور طریق کار نبی ﷺ نے پیش کردیا۔ جو اللہ نے قرآن میں حکم دیا' نبی ﷺ نے اسے من وعن پورا کرکے دکھادیا۔ قیامت تک کے لیے نمونہ بنادیا۔ یہ سنت ہے ہمارے رسول ﷺ کی۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم بھی اسی پر قائم ہو جاؤ۔ وہی کام کرو۔ نتیجہ کیا نکلے گا؟ اللہ تمہیں آزادیاں دے گا' غلامیاں ختم کرے گا۔

وہ تمہارا رزاق رب ہے۔ اسے بڑی غیرت آتی ہے' غصہ آتا ہے تم جب غیر اللہ کی طرف بھکاری بن کے اللہ کے دشمنوں صلیبیوں' یہودیوں اور ہندوؤں سے بھیک مانگنے جاتے ہو' اپنے

سیلاب زدہ بھائیوں کے لیے ان سے مدد لینے جاتے ہو' سیلاب تو آیا اللہ کی طرف سے اور پھر اس عذاب کو ٹالنے کے لیے اللہ سے رجوع کرنے کی بجائے ہم اللہ کے دشمنوں سے رجوع کریں تو اللہ کی غیرت یہ برداشت نہیں کرتی ۔اس کا غصہ اور بھڑکتا ہے۔ اللہ کہتے ہیں طریقہ واضح ہے۔ اٹھاؤ اس قرآن کو اور اسلام آباد سے اس کو نافذ کرنے کا اعلان کرو۔ وزیراعظم صاحب! آپ اس سیلاب کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اللہ کا خوف کریں۔ تمہارے چند سیاسی اقدامات سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ اپنے جرائم اور غلطیاں سمجھو اور پھر اپنے گناہوں کا اعتراف کرو۔ اپنی زبان سے سید الاستغفار پڑھو جو میرے نبی ﷺ نے سکھایا۔

أَبُوءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَأَبُوءُ لَکَ بِذَنْبِی فَاغْفِرْ لِی فَإِنَّهُ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ. (صحیح بخاری)

یہ سید الاستغفار ہے۔ اللہ تعالیٰ کو استغفار کے یہ الفاظ پسند ہیں' ان الفاظ میں دعوت' عقیدہ اور ایمان کی پختگی ہے۔ فرمایا "اپنی زبان سے اقرار کرو' یا اللہ! میں تیری نعمت کا اعتراف کرتا ہوں۔ تو نے مجھ پر بڑے بڑے انعامات کیے۔ قرآن جیسی نعمت دی۔ قرآن کو نافذ کرنے کے لیے پاکستان جیسا ملک دیا۔ قرآن بھی نعمت' پاکستان بھی نعمت۔ اللہ نے بڑے وسائل دیئے۔ انعامات کیے لیکن ہم نے سب کو ضائع کیا۔

وزیراعظم صاحب! آئیں اس کا اعتراف کریں کہ یا اللہ! یہ قرآن کی نعمت ہمارے پاس آئی تھی لیکن ہم نے اس کی قدر کی ہی نہیں۔ ہم نے اسے ملک میں نافذ نہیں کیا۔ یہ تیری طرف سے دستور تھا۔ یا اللہ! تو مالک ہے۔ زمین و آسمان کا تو پیدا کرنے والا ہے سب انسانوں کو' ہم نے بہت بڑی غلطی کی کہ تیرے قرآن کو ملک کا دستور نہیں بنا سکے۔ نظام اور قانون نہیں بنا سکے۔ عدلیہ میں اسے اس کا مقام نہیں دے سکے۔

قرآن کا غلط استعمال روکنے اور سارا ملکی ڈھانچہ قرآن کے مطابق بدلنے کی ضرورت

بھائیو! میری باتیں تلخ ہیں مگر حالات کی شکل ہی ایسی بن گئی ہے کہ اگر میں بیان نہ کروں گا تو واللہ خیانت ہوگی۔ جاؤ اپنے ملک کا نظام دیکھو۔ کوئی ایڈووکیٹ قرآن لے کر عدالت میں کھڑا ہو جائے اور کہے' اللہ کا حکم اس میں ہے۔ فیصلہ اس پر ہی ہوگا۔ ہم اس کے پابند ہیں کیونکہ ہم مسلمان ہیں۔ جج بھی مسلمان ہے۔ مدعی' مدعا علیہ' دونوں طرف کے وکلاء اور سارا قانونی ڈھانچہ مسلمانوں کا ہے۔ سب کے لیے قرآن ہی اصل ہے۔ یہ بالاتر ہے ہمارے قوانین' نظاموں اور ہمارے آئینی ڈھانچوں سے' ہمارے عدالتی طریق کار سے۔ آؤ ہم قرآن لے کر آئے ہیں۔ اس پر فیصلہ کرو۔ اس پر ہمارے جج کیا کہیں گے۔ وہ کہیں گے' جی! بات آپ کی ٹھیک ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں' آپ بھی مسلمان ہیں' میں بھی مسلمان لیکن میں ملکی آئین کا پابند ہوں۔ میں آئینی طریق کار کا پابند ہوں۔ جو کورٹ پروسیجر اور طریق کار آئین کے اندر طے ہو چکا ہے' میں ان کا پابند ہوں' ٹھیک ہے قرآن بڑی حرمت والا' بڑا مقدس اور واجب الاحترام ہے' آپ کی بات صحیح ہے۔ قرآن سے میری بھی محبت بڑی زبردست ہے مگر میں پابند ہوں پاکستان کے آئین کا' جب قرآن اور آئین کی کنٹراڈکشن ہوگی تو جہاں ٹکراؤ ہوگا' وہاں تو میں آئین کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند ہوں۔ آئین میں طے شدہ طریق کار کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ جج کہتا ہے' میں معذرت چاہتا ہوں' میں مجبور ہوں کہ میں عدالت میں قرآن پر فیصلہ نہیں کر سکتا۔ میرے بھائیو! بتائیں اگر عدالت میں یہ بات سامنے آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا غصہ بھڑکے گا کہ نہیں۔ سوچیے! کیا اللہ کو یہ بات کبھی گوارا ہوگی؟

ہماری پارلیمنٹ نے سود کو تحفظ دے رکھا ہے۔ اب ہم اس کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اس کے خلاف فیصلہ بھی نہیں دے سکتے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں کیا کہہ رہے ہیں؟

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ٥ (سورۃ البقرہ.279)

"پھر اگر نہ کرو گے (اور آئندہ سود ہی لیتے رہو گے) تو اللہ اور رسولؐ کے ساتھ لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ اور اگر باز آ ؤ تو تمہارے اصل مال تم کو مل جائیں گے' نہ ظلم کرو نہ تم پر ظلم ہوگا۔"

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ٥

(سورۃ البقرہ.278)

نوشہرہ میں سیلاب کا ایک منظر

فرمایا! اے ایمان کے دعویدارو! اسلام کا کلمہ پڑھنے والو! سود چھوڑ دو۔ اس سے بچو۔ جس کا سود دینا ہے' دینا بند کر دو' جس سے لینا ہے' اس سے لینا بند کرو۔ "اتَّقُوا اللَّهَ" اللہ سے ڈر جاؤ۔ ڈرنے کا مطلب کیا ہے کہ سود بند کر دو "إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ" یہ سود ختم کرو گے تو تم مومن ہو گے اور اگر نہیں ختم کرو گے تو پھر تم اللہ کے باغی ہو گے۔

فرمایا: "اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو پھر تمہاری اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ جنگ ہے۔ اللہ تمہارے ساتھ جنگ کرے گا۔ اس کا رسولؐ تمہارے خلاف جنگ کرے گا۔

فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ. (سورۃ البقرہ.279)

کیوں بھائیو! اگر اللہ ہمارے ساتھ جنگ کرے گا تو کیا اللہ ہمارے اوپر اپنا فضل نازل فرمائے گا۔ کیا پھر وہ ہمارے مسئلوں کو حل کرے گا۔ ان آئے ہوئے عذابوں کو ٹالے گا۔ کون ہے جس نے اس جرم کو تسلیم کرنا ہے اور اصلاح کرنی ہے۔

میں اپنی بات نہیں کر رہا۔ قرآن پڑھ رہا ہوں۔ سنئے اللہ کا حکم ہے کہ یا تو جنگ کر لو اللہ کے ساتھ یا پھر اپنے گناہ بخشوا کر اللہ کی رحمت و برکات کو حاصل کر لو۔ آج یہ سود اور حرام کاروبار ہمارا بڑا مسئلہ ہے۔ اس حرام کاروبار کو تحفظ دینے والا پاکستان کی پارلیمنٹ کا بنایا ہوا قانون ہے۔ واللہ! چند لوگ غلطی کریں تو اس پر اللہ تعالیٰ پوری قوم کو نہیں پکڑتا لیکن جب قانونی ڈھانچے' سارے مقتدر لوگ اور اونچا طبقہ وسائل کو اپنے ہاتھوں میں لے کر گناہ اور غلطیاں کرتا ہے اور اصلاح کی کوشش نہیں کرتا' اللہ سے نہیں ڈرتا تو پھر اللہ کے عذاب کو کوئی نہیں روک سکتا۔

میرے محترم بھائیو! ہے کوئی جو اللہ کے قرآن کو سنے اور سمجھے۔ مسلمانو! تم نے تو قرآن کو ہاتھ میں لے کر دنیا کے مسئلے حل کرنے تھے۔ اللہ کو یہ گوارا نہیں ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے دشمن یہودی صلیبی اپنا نظام چلاتے پھریں' اپنا قانون بنائیں' اپنے بین الاقوامی ادارے بنائیں' ان

اداروں کے ذریعے دنیا کا کنٹرول سنبھالیں اور اپنے باغیانہ نظام وقوانین قائم کر کے لوگوں کو اس کا تابع بنائیں۔ یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اللہ کا غصہ اس وجہ سے سب سے زیادہ بھڑکتا ہے۔ اللہ کہتا ہے 'میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے محمد ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے دنیا کا نظام قرآن کے ساتھ چلائیں۔ بین الاقوامی سطح پر قرآن کی رہنمائی میں یہ مسلمان فیصلے کریں تو اللہ تعالیٰ ساری دنیا میں امن وسلامتی قائم کردے گا۔

بھائیو! کفر نے یکسر ختم نہیں ہو جانا' نہ ہی اللہ کا یہ قانون ہے کہ کفر بالکل ختم ہو جائے اور کافر مکمل ختم ہو جائیں۔ یہ اللہ کا نظام نہیں ہے۔ شیطان ختم ہوگا نہ شیطان کی ذریت ختم ہوگی۔ انبیاء کی موجودگی میں بھی ایسا نہیں ہوا۔ قیامت تک یہ منہج ربانی قائم رہے گا۔ ہاں البتہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ اقتدار اور فیصلہ کی قوت واختیار اور قوموں کو کنٹرول کرنے کی قوت اللہ کے دشمنوں اور کافروں کے ہاتھوں میں نہ ہو۔ اللہ کہتے ہیں مسلمانو! یہ کنٹرول میں تمہارے ہاتھوں میں پسند کرتا ہوں۔ میں نے تمہیں اس مقصد کے لیے قرآن دیا ہے۔

عزیز بھائیو! اس وقت دیکھیں کہ کیا ہم نے قرآن سے یہ فوائد حاصل کیے ہیں یا کچھ اور کیا ہے؟ ہاں! ہم نے قرآن کا استعمال کیا تو یہ کیا کہ لوگوں کو کہا کہ قرآن پڑھ پڑھ کر کھانے میں پھونکیں مارا کرو' تمہارا کھانا بڑھ جائے گا۔ دکانوں میں قرآن خوانی کیا کرو' تمہاری دکانوں میں برکت پڑ جائے گی۔ مسجد میں قرآن پڑھنے والے بچے گھروں میں لے کر آیا کرو۔ ان کے ہاتھوں میں پارے پکڑا کر شاندار کھانے بنا کر ان بچوں سے قرآن خوانی کروایا کرو اور کھانا کھلایا کرو۔ مولوی صاحب کو کھانا کھلا کے خوشی خوشی ان کے ہاتھوں میں روپے دے کر روانہ کیا کرو۔ قرآن کا حق بھی ادا ہو جائے گا' اللہ بھی خوش ہو جائے گا۔ دوسری طرف قرآن خوانی کروانے والے کی حالت یہ ہے کہ دکان پہ جھوٹ بول رہا ہے' کم تول رہا ہے' غلط ماپ رہا ہے۔ یہ وہ گناہ ہے جس پر قوم شعیب علیہ السلام پر آگ کے انگارے برسے تھے۔ کم تولنا' جھوٹ بولنا' دھوکے کے ساتھ کاروبار کر کے نفع کمانا' غیر اللہ کو سجدے کرنا' اللہ کے بندوں کو لوٹنا اور کرپشن کرنا۔ ان وجوہات کی بنا پر اللہ کا عذاب آیا اور پوری قوم کو تباہ کر ڈالا۔

ایک طرف اللہ کا عذاب...... دوسری طرف عید اور جشن آزادی پر ہمارے لچھن

سوچ لیجئے! عید پر ہم کیا کچھ کرتے ہیں۔ کیسی کیسی پلاننگ کرتے ہیں کہ کس طرح زیادہ سے زیادہ کمانا ہے' مہنگائی کتنی زیادہ سے زیادہ کرنی ہے۔ لوگوں کی مجبوریوں سے کیا اور کیسے فائدہ اٹھانا ہے۔ عید رات آتی ہے' اس میں اللہ تعالیٰ کثرت سے لوگوں کو معاف فرماتے ہیں۔ یہ عبادت کی رات ہے (طبرانی)۔ جسے چاند رات کہا جاتا ہے' یہ بڑی فضیلت' مغفرت اور برکت والی رات ہے لیکن دکاندار کیا کرتے ہیں' لوگ کیا کرتے ہیں؟ یہ تماشہ ہر سال ہوتا ہے۔ کھلنڈرے نوجوان جن کی تربیت کالجوں' یونیورسٹیوں میں ہوتی ہے' عید رات میں وہ جو اودھم مچاتے ہیں' ہمارے سامنے ہے۔ واللہ میں بڑی پریشانی سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ 12 اگست کو رمضان آیا اور 14 اگست کو یوم آزادی منایا گیا۔ سیلاب کا عذاب پہلے ہی آچکا تھا۔ اس کے باوجود لاہور اور ملک کے دوسرے محفوظ حصوں میں اُودھم مچاتے اوباش نوجوانوں نے موٹر سائیکلوں کے سلنسر اتار کے بے حیائی کے مظاہرے کیے۔

اسلام آباد میں بظاہر سادگی کے ساتھ یوم آزادی منانے کا اعلان کیا گیا لیکن ہوٹلوں میں سب کچھ ہوتا رہا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں' کیا یہ باتیں اللہ کے غصے کو بھڑکانے والی نہیں؟ کیا کسی کو ہے کوئی شرم وحیاء؟

محترم بھائیو! ہم نے اپنے اللہ کے سامنے جھکنا ہے۔ شاید یہ سارے لوگ ہماری بات نہ سنیں' نہ ہی سمجھنے کی کوشش کریں۔ کم از کم میرے وہ بھائی اور بہنیں ان باتوں پر غور کریں جو یہ خطبہ سن رہے ہیں۔ میرے بھائیو اور بہنو! اور کچھ نہیں تو کم از کم اپنے گھر ہی بچا لو۔ اپنے لوگوں کو اپنے بچوں کو اپنے جوانوں کو' اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو اللہ کے لیے بچالو اور پھر اصلاح کی آواز بلند کرو۔ اصلاح کروا اپنے گھروں' گلیوں' محلوں سے۔ لوگوں کو استغفار کی دعوت دو۔ توبہ کی دعوت دو۔ میرا ہر بھائی ایسا کرے۔ اس منبر کا فرض ہے کہ آپ کو اٹھائے۔ آپ کے دل میں جوش وجذبہ پیدا کرے' ایمان کی غیرت آپ کے دل کے اندر پیدا کرے۔ آپ سب کی ذمہ داری ہے کہ اپنے گلی محلوں میں چوکیدار بن کر' اسلام کے پہریدار وداعی اور مبلغ بن کر کھڑے ہو جائیں اور کہیں کہ میں ان شاء اللہ یہ گندی حرکات نہیں چلنے دوں گا۔

ایک طرف ہم 14 اگست مناتے ہیں۔ دوسری طرف کشمیر میں بھی پاکستان کا یوم آزادی منایا گیا۔ ہزاروں لوگ سڑکوں پر آئے۔ انڈیا کے جھنڈوں کو آگ لگائی۔ پاکستان کے جھنڈوں کو سینے سے لگایا گیا۔ انڈین آرمی نے گولیاں چلائیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور عورتیں اس ظلم کا نشانہ بنے۔ ایک آٹھ سال کے چھوٹے سے بچے کو ڈنڈے مار مار کر فوجیوں نے شہید کر دیا۔ ان بچوں کی زبانوں پر کیا نعرہ ہے"پاکستان زندہ باد...... پاکستان سے رشتہ کیا لاالہ الا اللہ" وہ بھی 14 اگست تھا۔ کشمیر کے مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ ہی یوم آزادی منایا تھا' آپ نے بھی پاکستان میں 14 اگست منایا۔

آیئے! ان لوگوں میں شامل ہوں جن کی وجہ سے اللہ کا عذاب ٹلتا ہے

اللہ کا قرآن کہتا ہے:

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَى بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ .

(سورة هود. 117)

"جب کسی بستی سے کچھ لوگ اصلاح کرنے والے کھڑے ہو جائیں تو میں ان کی وجہ سے ہی رحم کر کے اپنے عذاب کو ٹال دیتا ہوں۔"

میرے بھائیو اور میری بہنو! میری گزارش ہے کہ ہمیں ان لوگوں میں شامل ہو جانا چاہئے جن سے اللہ رب العزت عذاب ٹالتے ہیں اور اپنی رحمت عام لوگوں میں پھیلاتے ہیں۔ ہم ان لوگوں میں شامل نہ رہیں' ہمارے بچے' ہمارے بیٹے ان لوگوں میں شامل نہ ہوں جن کی وجہ سے اللہ کا عذاب آجاتا ہے۔ ہماری دکانیں' تجارتیں اللہ کے غضب کو نہ بھڑکائیں۔ ہم سب کی اصلاح نہیں کر سکتے' اسلام آباد کی ہم اصلاح نہیں کر سکتے لیکن ہم دعوت تو دے سکتے ہیں۔ میں تو الحمدللہ ان سب کو خط لکھ لکھ کر بھیجتا رہتا ہوں۔ ان سب بڑوں کو' وزراء کو' وزیر اعظم کو سب کو خط بھیجتا ہوں کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ پڑھ لے۔ نہیں پڑھے گا تو "مَعْذِرَةً إِلَى رَبِّكُمْ. (سورة الاعراف. 164)" تو میں اللہ کے سامنے اپنا عذر رکھ سکوں گا۔

محترم بھائیو! آؤ وعدہ کریں کہ پوری قوم کو اللہ کی نافرمانی سے نکالیں گے۔ اپنے رب کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے اصلاح کا کام کریں گے۔ یہ جتنے میرے بھائی ہیں' اپنے گھر' اپنے قرب وجوار میں کام کریں۔ تقریر نہیں کر سکتے گفتگو تو کر سکتے ہیں۔ مولوی نہیں بلا سکتے تو خود ہی بات کریں۔ یہ جو نوجوان جینز کی پینٹیں پہن کر پھرتے ہیں' ان بچوں کی تربیت ٹیلی ویژن اور آج کے چینلز نے کی ہے۔ یہ وہاں جو مناظر دیکھتے ہیں' وہی کچھ کرتے ہیں۔ قصور ان نوجوانوں کا نہیں' قصور میڈیا اور والدین کا ہے جنہوں نے اصلاح کرنی تھی۔ معاشرے میں دو طبقوں کی سب سے

بڑی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اصلاح کا کام کریں۔ سب سے پہلے حکومت کی ذمہ داری ہے۔ وہ نہیں کرتی تو پھر علماء اور دین دار طبقہ کی ذمہ داری ہے۔ تمام تر کوتاہیوں اور غلطیوں کے باوجود دینی طبقہ ہی اصلاح کا اب بڑا ذمہ دار ہے۔ میں اسے ہی پکارتا ہوں کہ آیئے! ہم اپنے گھروں میں دعوتیں اور افطاریاں رکھ کے نوجوانوں کو دعوت دیں۔ آپ تقریر نہیں کر سکتے' بات چیت تو کر سکتے ہیں کہ بھائی یہ سیلاب اللہ کا عذاب بن کر آیا ہے۔ میں یہ دعوت اس لیے کر رہا ہوں کہ ہم مل بیٹھ کر اپنی اصلاح کر لیں۔ نمازیں پڑھیں اور اپنے معاملات کی اصلاح کریں۔ میں سیلاب زدہ علاقوں' مظفر گڑھ' لیہ' راجن پور' جام پور گیا۔ ڈیرہ غازیخان کے لوگوں سے ملا۔ مجھے بہت سارے بھائیوں نے کہا کہ ہم متاثرین تک خوراک لے لے کے جاتے ہیں' ان مصیبت زدگان تک پہنچاتے ہیں لیکن ہمیں اس بات کا دکھ ہوتا ہے کہ جب ہم ان سے کہتے ہیں کہ آؤ بھائی افطاری ہوگئی ہے' اب سارے مل کر نماز پڑھ لیں تو سارے خاموش ہو جاتے ہیں۔ نماز کے لیے کوئی نہیں اٹھتا۔ میرے بھائیو! یہ ہمارا حال ہے۔ کیسے اصلاح ہوگی' کیسے اللہ کا غصہ ٹھنڈا ہوگا۔ میں نے اپنے نوجوانوں کو تسلی دی کہ ان بے چاروں کو تو پتہ ہی نہیں۔ سندھ وغیرہ میں بہت سارے دیہی علاقے ایسے ہیں کہ جہاں لوگ رمضان کے باوجود سرعام سارا دن کھاتے پیتے رہتے ہیں۔ سگریٹ' چائے عام چل رہی ہے۔ کسی کو پتہ ہی نہیں کہ رمضان آ گیا کہ نہیں۔

بھائیو! ہمیں ان شاءاللہ ان سب کی اصلاح کرنی ہے۔ دین کی دعوت دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ بتاتے ہیں کہ تم میں سے کچھ لوگ اصلاح کا کام اور دعوت کا کام کریں گے تو ہم اپنا عذاب ٹال دیں گے۔

آیئے! سیلاب زدگان اور مظلوم کشمیریوں سمیت سب مسلمانوں کی مدد جاری رکھیں

جب ہم کشمیری مسلمانوں کی مدد اور اللہ کے دشمنوں کو روکنے کا کام کریں گے اور سیلاب میں ڈوبے ہوئے بے حال لوگوں کی بھی مدد جاری رکھیں گے تو یہ سب کام کرنے سے ہی اللہ کی ناراضگی دور ہوگی۔ ان شاءاللہ۔ اس کے علاوہ ہمارا کوئی ایجنڈا نہیں۔ ساری دنیا کا میڈیا فوکس کر کے آج بہت کچھ بول رہا اور لکھ رہا ہے۔ ان کو یہ پریشانی نہیں کہ پاکستانی ڈوب رہے ہیں۔ ان کو یہ پریشانی ہے کہ یہ لوگ کام کیوں کرنے لگ گئے۔ ان کو پاکستانیوں کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں۔ ان کی چکنی چپڑی باتیں محض دھوکہ ہیں۔ اس کے سوا کچھ نہیں لیکن ہم اپنا کام خلوص کے ساتھ جاری رکھیں گے۔ ہم نے لوگوں کی خدمت کر کے انہیں دین کی طرف لانا ہے۔ انہیں پیار محبت سے دعوت دی جائے تو وہ بھی ساتھ چلیں گے۔ معاشرے کی تمام تر خرابیاں لوگوں کی جہالت اور میڈیا کی بے راہروی کی وجہ سے ہیں۔ انہیں دین بتایا اور سمجھایا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ سب دین کے عامل اور مددگار نہ بن جائیں۔ اس طرح محنت کر کے ہم اپنے رب کے غصہ کو ٹھنڈا کریں گے۔ اپنے رب سے مدد مانگیں گے۔ توبہ استغفار خود بھی کریں گے اور لوگوں کو بھی اس طرف لائیں گے۔

میرے بھائیو! اب اس وقت ضرورت ہے کہ ہم پہلے اپنے ان سیلاب زدہ بھائیوں کی مدد کے لیے زیادہ سے زیادہ کام کریں۔ جس طرح زلزلہ زدگان کی ہم نے مدد کی تھی' سیلاب زدگان کی اس سے زیادہ مدد کریں۔ زلزلہ کی نسبت سیلاب سے 5 گنا زیادہ تباہی ہوئی ہے لیکن آج بے حسی بہت زیادہ ہے۔ لوگ شاید سیاستدانوں کی ذاتی مفادات کی جنگ کی وجہ سے بھی مایوس ہیں۔ ہم نے ان شاءاللہ اپنے کردار اور عمل سے قوم کو مایوسیوں سے نکالنا ہے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ اگر ہم سب نے اپنی اپنی ذمہ داری دیانتداری سے انجام دے دی تو ان شاءاللہ مایوسیوں کے بادل چھٹ جائیں گے اور اللہ کی مدد سے ہم ایک بار پھر کامرانیوں کے سفر کی جانب گامزن ہو جائیں گے۔ ان شاءاللہ

اللہ ہم سب کو سوچنے' سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بسم اللہ الرحمن الرحیم
تجوید وقرأت کے مثالی ادارہ معہد القرآن الکریم کی طرف سے
اعلانِ داخلہ
ایک سالہ
شعبہ تجوید وقرأت کورس
ورتل القرآن ترتیلا
عالم غیر قاری اور قاری غیر عالم کا تصور ختم کرنے کی کامیاب کوشش ان شاءاللہ
قواعد تجوید مع مشق اور آداب تلاوت پر مکمل عبور
ترجمۃ القرآن
حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم
صرف ونحو
تاریخ داخلہ: 10 تا 25 شوال
درس نظامی سے فارغ ہونے والے تمام علماء کرام اور حفاظ کرام داخلہ کے اہل ہیں۔
شعبہ اتقان القرآن
حفاظ کرام کو تجوید کے بنیادی اصول اور حجازی لہجہ میں قرآن مجید یاد کروایا جاتا ہے
شعبہ تحفیظ القرآن
ہر طالب علم پر انفرادی توجہ دی جاتی ہے۔
شعبہ ناظرۃ القرآن
تلفظ کی درستگی کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔
مستقل خطیب
قاری محترم محمد یعقوب شیخ حفظہ اللہ
سہولیات
بہترین تربیتی ماحول / صاف ستھرا کھانا
اعلیٰ رہائش / مستحق طلباء کی اعانت
علاج معالجہ / سکول کی تعلیم (انگلش، اردو، ریاضی)
قرآن مجید ودیگر کتب کی فراہمی
اپنے ہونہار بچوں کو ماہر قاری اور حافظ قرآن بنانے کیلئے یہاں داخل کروائیں جزاکم اللہ خیرا
قاری عبدالسلام عزیزی 0323 4281381
معہد القرآن الکریم جامع مسجد طیبہ 5 چیمبرلین روڈ موہنی روڈ لاہور 0423 7630048
قاری ابو حازم محمد عبداللہ 0300-4115280 قاری محمد عرفان 0301-4038834
0300-4553850

کلیۃ الشریعۃ

استاذ: الشیخ ابو سیاف اعجاز احمد تنویر حفظہ اللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں قارئین کے دینی استفسارات پر شرعی رہنمائی کا شعبہ

صدقۃ الفطر نماز عید اور شوال کے روزوں کے احکام و مسائل

سوال نمبر 14:

نماز عید، صدقۃ الفطر اور شوال کے چھ روزوں کے بارے میں قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت کریں۔

(قاری عبد المجید احسن۔ جوہر ٹاؤن لاہور)

الجواب بعون الوهاب

مندرجہ بالا مسائل کا بالترتیب جواب پیش خدمت ہے۔

صدقۃ الفطر (فطرانہ)

صدقۃ الفطر فرض ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام۔ صدقۃ فطر اس لئے ادا کیا جاتا ہے کہ رمضان المبارک میں اگر کسی فرد سے روزہ میں کوتاہی یا لغویات وغیرہ ہوگئی ہو تو اس صدقۃ الفطر کے ذریعہ اس سے پاکیزگی حاصل کی جائے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ (صحیح ابوداود)

نبی کریم ﷺ نے روزے دار کو بے ہودگی اور فحش کلامی سے پاک کرنے اور غرباء اور مساکین کو خوراک مہیا کرنے کے لئے صدقہ فطر فرض کیا ہے۔ جو شخص عید کی نماز سے قبل یہ صدقہ ادا کرے تو اس کا صدقہ مقبول ہے اور جو شخص نماز کے بعد صدقہ ادا کرے تو یہ نفلی صدقات کی طرح ایک صدقہ ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ فطر کی ادائیگی عید کی نماز سے قبل ہونی چاہئے۔

صدقہ فطر کے لئے صاحب نصاب ہونا شرط نہیں بلکہ ہر وہ مسلمان جس کے پاس اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے ایک دن اور ایک رات کی خوراک سے زائد غلہ ہو اسے اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے جن میں اس کے بچے اس کی بیویاں اور زر خرید غلام اور لونڈی شامل ہیں، صدقہ فطر نکالنا ہوگا۔

صحیح البخاری میں حدیث ہے۔

فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ

نبی کریم ﷺ نے صدقہ فطر ایک صاع کھجور سے یا ایک صاع جو سے غلام، آزاد، مذکر، مونث چھوٹے اور بڑے مسلمان پر فرض کیا ہے۔

صدقہ فطر میں ہر وہ چیز آجاتی ہے جو کسی گھر میں عموماً کھائی جاتی ہے مثلاً۔ چاول، گندم، جو ڈھائی کلو کے حساب سے دیا جائے کیونکہ ایک صاع (حجازی) ڈھائی کلو کا ہوتا ہے۔

نوٹ: وہ غلام جسے اجرت، تنخواہ پر رکھا گیا ہو وہ اپنے صدقہ فطر کا خود ذمہ دار ہے الا یہ کہ مالک بطور احسان خود اپنی طرف سے ادا کر دے یا غلام نے مالک پر صدقہ فطر کی شرط لگا رکھی ہو، لیکن زر خرید غلام کا صدقہ فطر مالک کے ذمے ہے۔

عید الفطر کے احکام و مسائل

رمضان المبارک کے بعد شوال کی پہلی تاریخ کو عید الفطر منائی جاتی ہے مسلمانوں کے لئے دو ہی عیدیں ہیں ایک عید الفطر اور ایک عید الاضحیٰ تو عید الفطر کے احکام ملاحظہ فرمائیں۔

☆...... عید کے دن غسل کرنا مستحب ہے۔(موطا 177/1)

☆...... عید الفطر کی نماز سے قبل صدقہ فطر ادا کرنا ضروری ہے۔(بخاری:1503، مسلم 63/7)

☆...... صدقہ فطر کی مقدار تمام اجناس سے ایک صاع ہے۔(بخاری 294/3، مسلم 985)

☆...... صدقہ فطر ہر مسلمان چھوٹا ہو یا بڑا مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام سب پر فرض ہے۔(بخاری 391/3، مسلم 984)

☆...... اگر عید کے دن جمعہ آ جائے تو جمعہ کی رخصت ہے۔(ابوداؤد 1070، نسائی 194/3)

☆...... عید الفطر کی نماز سے پہلے کچھ کھا کر نکلنا سنت ہے۔(ترمذی 542)

☆...... صدقہ فطر عید کی نماز سے ایک یا دو دن قبل بھی نکالا جا سکتا ہے۔(ابن خزیمہ 84/4 ابوداؤد، 1610)

☆...... اگر صدقہ فطر نماز کے بعد دیا تو وہ عام صدقہ ہوگا صدقہ فطر شمار نہیں ہوگا۔(ابوداؤد 1609)

☆...... صدقہ فطر روزہ دار کے لئے روزے کی حالت میں سرزد ہونے والی خطاؤں سے پاکیزگی اور مساکین کے لئے کھانے کا باعث ہے۔(ابوداؤد 1609) ابن ماجہ 1827)

☆...... عید کی نماز کے لئے نہ ہی اذان ہے اور نہ ہی تکبیر۔(مسلم = 176/6 ابوداؤد 1148 ترمذی 532)

☆...... عید کی نماز کا وہی وقت ہے جو نماز چاشت (ضحیٰ) کا ہے۔(ابوداؤد =1135 ابن ماجہ 1317)

☆...... عیدگاہ میں عید کی دو رکعت کے علاوہ نہ پہلے نفل ہیں اور نہ ہی بعد میں (بخاری 989، 964، مسلم =181,180/6)

☆...... عید کی نماز کے لئے عیدگاہ میں عورتیں بھی ضرور شرکت کریں حتی کہ ایام ماہواری والی بھی عورتیں جائیں۔ لیکن وہ جائے نماز سے علیحدہ رہیں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں۔(بخاری 351, 324 مسلم 179/6)

☆...... عید کی نماز خطبہ سے پہلے ادا کی جائے۔(بخاری 962، مسلم 171/1)

نوٹ:۔ نماز عید کے لئے دو خطبوں کا ثبوت صحیح احادیث میں موجود نہیں۔ صحیح روایت میں ایک ہی خطبہ کا ذکر ہے۔

☆...... عیدگاہ میں جس راستہ سے جائیں واپسی پر وہ رستہ بدل کر جائیں۔

☆...... اگر بارش وغیرہ ہو تو نماز عید مسجد میں ادا کی جائے اس بارے مرفوع روایت ابوداؤد میں (1160) وغیرہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لیکن اس کی سند میں عیسیٰ بن عبدالاعلیٰ مجہول راوی ہے اور اس کا استاد عبداللہ بن عبید بن موہب مستور ہے۔

☆...... عیدگاہ میں جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیریں کہنا صحابہ کرام اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم سے ثابت ہے۔(ابن ابی شیبہ 488)

☆...... عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے تکبیر کے یہ الفاظ مروی ہیں

الله اکبر کبیرا الله اکبر کبیرا الله اکبر واجل الله اکبر ولله الحمد (ابن ابی شیبہ 489/1)

☆...... سلمان رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں۔

الله اکبر الله اکبر الله اکبر کبیرا (فتح الباری 462/2)

☆...... اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے

الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد (ابن ابی شیبہ 488/1)

☆...... نماز عید کا وہی طریقہ ہے جو عام نماز کا ہے فرق صرف یہ ہے کہ پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قراۃ سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں۔(ابوداؤد 1150 ابن ماجہ 1280)

☆...... عید کی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اور دوسری میں هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ پڑھیں۔(مسلم 167/6 ابوداؤد 1122 نسائی 112/3)

یا

ق ۝ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ اور اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ - پڑھیں۔(مسلم 181/6 ابوداؤد 1154 ترمذی 534)

شوال کے چھ روزے

رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے بعد چھ روزے رکھنا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ

جس شخص نے رمضان المبارک کے روزے رکھے پھر اس کے پیچھے شوال کے چھ روزے رکھے تو اس کو سال بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔

(صحیح مسلم = کتاب الصیام باب استحباب صوم ستة ایام من شوال اتباعا لرمضان، الحدیث 1164 ابوداؤد، النسائی، الترمذی، ابن ماجه)

محدثین نے اس کی یوں وضاحت کی ہے کہ رمضان کے روزے الحسنة بعشر امثالها کے تحت 300 اور چھ روزے 60 روزوں کے برابر ہوں گے اور تیس روزے رمضان کے گویا کہ کل روزے 36 ہوئے اب ان کو 10 کے ساتھ ضرب دیں تو یہ 360 ہوئے۔ ادھر غور کریں قمری سال کے 360 دن ہوتے ہیں گویا ایک مسلم صائم الدھر" (ہمیشہ روزے رکھنے والا) شمار ہوگا۔

اس اعتبار سے شوال کے یہ چھ روزے نفل ہونے کے باوجود بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ہر مسلمان کو رمضان المبارک کے روزوں کے ساتھ یہ چھ روزے بھی رکھ لینے چاہئیں تا کہ عنداللہ وہ صائم الدھر شمار ہو۔

نوٹ یہ چھ روزے عید کے بعد مسلسل بھی رکھے جا سکتے ہیں اور پورے شوال میں وقفے وقفے پر بھی رکھے جا سکتے ہیں اور اس کے لئے اگر عید کے بعد پہلے دن نہ بھی روزہ رکھا جائے تو اس سے اگلے دن رکھا جا سکتا ہے۔

تفسیر القرآن

سورۃ الاعراف کی تشریح و تفسیر

خودساختہ حلال وحرام، بے حیائی وشرک اور اسراف کی مذمت

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ
لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿31﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ
مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ
كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿32﴾ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا
ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ
يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿33﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ
فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿34﴾

اے اولاد آدم! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو۔ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ آپ فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے کپڑوں کو جن کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے آپ کہہ دیجئے کہ یہ اشیاء اس طور پر کہ قیامت کے روز خالص ہوں گی، اہل ایمان کے لئے دنیوی زندگی میں مومنوں کے لئے بھی ہیں۔ ہم اسی طرح تمام آیات کو سمجھ داروں کے واسطے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ آپ فرمایئے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو اعلانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ذمے ایسی بات لگا دو جس کو تم جانتے نہیں اور ہر گروہ کے لئے ایک میعاد معین ہے۔ سو جس وقت ان کی میعاد معین آ جائے گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ (الاعراف 31 تا 34)

تفسیر:

گزشتہ سے پیوستہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے لئے خالص عبادت کرنے کا ذکر تھا اب اس آیت میں عبادت کے آداب کے سلسلہ میں ستر عورۃ کا بیان ہے کہ اے اولاد آدم! ہر نماز کے وقت اپنا اچھا لباس استعمال کرو اس آیت کا سبب نزول جیسا کہ صحیح مسلم ونسائی وابن ماجہ کتب حدیث سے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ واضح ہے کہ مشرکین عرب کے مرد اور عورتیں بیت اللہ کا طواف ننگے ہو کر کیا کرتے تھے مرد دن کے وقت اور عورتیں رات کو۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں یہ آیت نازل کی کہ اے اولاد آدم! نماز وطواف میں مکمل ستر پوشی کرو اور عریانی سے بچو اور زینت و خوبصورتی اختیار کرو۔ (مسلم کتاب التفسیر باب فی قولہ تعالیٰ خذوا زینتکم عند کل مسجد)

لہٰذا نماز کے وقت اچھا لباس پہننا اور مسواک کا استعمال کرنا مستحب ہے، نیز خاص طور پر جمعہ وعیدین میں خوشبو وغیرہ کے استعمال کا اہتمام کرنا چاہئے کیونکہ اس میں زینت کی تکمیل ہوتی ہے اور حدیث کی رو سے افضل اور پسندیدہ سفید لباس ہے۔ ان چیزوں کے اہتمام سے اللہ تعالیٰ خوش ہوگا اور بندے کے ذوق وشوق کی وجہ سے اس کی عبادت قبول کرے گا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حج (حجۃ الوداع) میں جس میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا مجھے قربانی کے دن چند آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ میں لوگوں میں اعلان کر دوں کہ اس سال کے بعد نہ کوئی مشرک حج کرے گا اور نہ کوئی شخص ننگے ہو کر طواف کرے گا۔

(بخاری کتاب الحج باب لایطوف بالبیت عریانا = مسلم کتاب الحج باب لایحج بالبیت مشرک)

چونکہ عرب کے لوگ طواف میں کپڑے پہننا حرام سمجھتے تھے کہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے ہیں وہ ہم طواف اور نیکی کرتے وقت کیوں پہنیں۔ اسی طرح وہ حج کے موقعہ پر بعض چیزوں کو کھانا بھی اپنے اوپر حرام جانتے تھے۔

(صحیح مسلم کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ خذوا زینتکم عند کل مسجد)

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ خوب کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا کیونکہ حلال وحرام کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے لہٰذا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا اس کو مت حرام سمجھو۔ کھانے پینے میں اسراف سے مراد حرام کھانا' فضول خرچی اور اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنا ہے۔

کیونکہ فضول خرچی اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیتی ہے اور کھانے پینے میں بداحتیاطی تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' آدمی اپنے پیٹ سے برا کوئی برتن نہیں بھرتا اور ابن آدم کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پشت کو سیدھا رکھیں اور اگر اتنا ہی ضروری ہو تو ایک تہائی کھانے کے لئے اور ایک تہائی پینے کے لئے اور ایک تہائی سانس کے لئے۔

(ترمذی کتاب الزھد باب ماجاء فی کراھیۃ کثرۃ الاکل)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' جو چاہو کھاؤ جو چاہو پہنو البتہ دو چیزوں سے بچو۔ اسراف اور تکبر سے

(صحیح بخاری کتاب اللباس باب قول اللہ تعالیٰ قل من حرم زینۃ اللہ)

ہارون الرشید کے زمانہ میں ایک نصرانی طبیب نے زین العابدین علی بن الحسین سے کہا کہ آپ لوگوں کی کتاب (قرآن) میں علم طب کی کوئی بات نہیں ہے' حالانکہ علم کی دو قسمیں ہیں 1۔علم ادیان' 2۔علم الابدان تو زین العابدین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پوری طب قرآن کی آدھی آیت میں بیان کر دی ہے۔ اس نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید فرمائی ہے جو اپنی خواہشات کے مطابق کھانے پینے کی چیزوں کو حلال وحرام قرار دیتے ہیں اور طواف کے وقت گناہوں والا لباس جائز نہیں سمجھتے اور بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے اور فلاں فلاں جانوروں کا گوشت کھانا حلال نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں ارشاد فرمایا کہ اے رسول ﷺ! آپ ان سے پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے بنائی ہے اور پاکیزہ رزق کس نے حرام کیا ہے پھر ان کو بتا دیں کہ یہ زینت والی چیزیں اور پاکیزہ رزق اہل ایمان کے لئے بنائی گئی ہیں کفار تو ان کے تابع کی حیثیت سے ان میں شریک ہو جاتے ہیں۔ البتہ قیامت کے دن زیب وزینت اور مختلف قسم کے رزق کی تمام اشیاء صرف مومنوں کے لئے ہوں گی اور کافران کے ساتھ شریک نہیں ہو سکیں گے اس لئے کہ کافروں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے۔ اس آیت میں ان لوگوں کی بھی تردید ہے جو درویشی اور تصوف یا نفس مارنے اور تقرب الٰہی کے نام پر اپنے اوپر اچھی عمدہ اور صاف ستھری چیزیں حرام کر دیتے ہیں اور ان کی جگہ گھٹیا اور ردی کھانا اور گندہ اور بے وقعت لباس پہنتے ہیں اور گدڑی پہننے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور صفائی نہ کرنے اور نہ نہانے کی وجہ سے پڑنے والی جوؤں کو بزرگی اور ولایت جانتے ہیں اور اپنے اوپر اور اپنے مریدوں پر دودھ وگھی وغیرہ کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ یہ ساری چیزیں رہبانیت وجہالت ہیں جو اسلام میں حرام ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے پر اس کی نعمتوں کے آثار دیکھے جائیں۔ (ترمذی کتاب الادب۔ باب ماجاء ان اللہ تعالیٰ یحب الخ)

زینت اور پاکیزہ چیزوں کی حلت اور اباحت بیان کرنے کے بعد حرام چیزوں کا بیان کیا اور فرمایا کہ یہ حرام نہیں جو تم نے حرام کر رکھی ہیں بلکہ حرام وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا چنانچہ اگلی آیت میں فرمایا کہ اے رسول ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے تمام ظاہر اور پوشیدہ بے حیائیوں' بدکاریوں اور گناہ وسرکشی کو حرام قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے شرک اور اپنے بارے میں غلط اور بغیر علم کے باتیں کرنا بھی حرام قرار دیا ہے۔ فواحش سے مراد ایسے گناہ ہیں جن کا تعلق شرمگاہوں سے ہے اور جو ان کے متعلقات ہیں۔ مثلاً فلمیں' ڈرامے' ٹی وی' وی سی آر۔ فحش اخبارات ورسائل' رقص وسرود اور مجروں کی محفلیں' بے پردگی' عورتوں مردوں کا اختلاط۔ مہندی وشادی وغیرہ کی رسموں میں بے حیائی وفحاشی کا مظاہرہ وغیرہ کے ہر قسم کے پروگرام اور اثم سے مراد ہر قسم کا گناہ ہے اور بغی سے مراد لوگوں پر ظلم وزیادتی کرنا اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ اس کی اولاد اور اس کا جز ثابت کرنا۔ یا حلت وحرمت میں خود ساختہ احکام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے زیادہ باغیرت اور کوئی نہیں اس لئے اس نے ظاہر و پوشیدہ بے حیائی کی تمام باتوں کو حرام قرار دیا ہے اور جس قدر اللہ تعالیٰ کو مدح پسند ہے اتنی کسی اور کو نہیں۔

(بخاری کتاب النکاح باب الغیرہ۔ مسلم کتاب التوبہ باب غیرۃ اللہ وتحریم الفواحش)

گناہ سے مراد وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے اور لوگوں کے اس پر مطلع ہونے کو تو برا سمجھے۔ (صحیح مسلم۔ کتاب البر)

بعض کے نزدیک گناہ وہ ہے جس کے اثرات گناہ کرنے والے کی ذات تک محدود رہیں۔ اور بغی' زیادتی وہ ہے جس کے اثرات دوسروں تک پہنچیں جیسے لوگوں کا حق غصب کرنا' ناجائز مارنا پیٹنا اور سب وشتم کر کے بے عزتی کرنا وغیرہ بغی یعنی ناحق زیادتی حرام ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس شخص نے اپنے بھائی پر کوئی ظلم کیا ہو تو وہ اس دنیا میں ہی اس سے معاف کروا لے کیونکہ وہاں درہم ودینار نہیں اس سے پہلے کہ اس کے بھائی کے لئے اس کی نیکیاں لے لی جائیں اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو اس کے بھائی کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔

(بخاری: کتاب الرقاق باب القصاص یوم القیامۃ)

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہر گروہ کا (اللہ کے علم میں) ایک وقت مقرر ہے جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو اس سے ایک گھڑی بھی آگے پیچھے نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کبھی کسی سرکش قوم کو دنیا میں عذاب دے کر ہلاک کر دیتا ہے اور کبھی کسی کو چھوڑ دیتا ہے کہ وہ طبعی موت مرتے ہیں اور ان کو عذاب آخرت میں دیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں نافرمان قوموں کی ہلاکت ان کے گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔

فوائد

1۔اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنا بہت بڑا جرم ہے۔

2۔شرک اور اللہ تعالیٰ کی طرف خودساختہ احکام منسوب کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

3۔بے حیائیوں اور بدکاریوں کا رد۔

4۔افراد واقوام کے اوقات مقرر ہیں۔

قرآن ...... امن کا داعی ہے

قرآن جلانے کے خلاف امریکی پادری ریورنڈ وین لیونڈر

کی قرآن کی عظمت کے حق میں لکھی گئی خصوصی تحریر

میں ایک دین دار آدمی ہوں اور پچھلے 25 سال سے یونائیٹڈ میتھوڈسٹ چرچ میں عیسائی پادری کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہا ہوں۔ اپنے عقیدے کے اصولوں کے ساتھ اتنی گہری وابستگی کی بنا پر ہی کسی بھی ایسے نفرت انگیز جرم کو روکنے کے لیے کچھ بھی کرنے کی اشد ضرورت محسوس کر رہا ہوں جس کا ارتکاب گینز ویلے کا ایک عیسائی چرچ' ڈوورلڈ آؤٹ ریچ سینٹر 11 ستمبر 2010ء کو کرنے والا تھا۔ اگرچہ گینز ویلے شہر کے حکام نے یہ کہتے ہوئے اس اقدام کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا کہ اس شہر میں سرِعام کتابیں نذرِ

قرآن کا معجزہ:

ایک پادری نے قرآن جلانے کا اعلان کیا' دوسرے نے کہا' یہ جتنے جلائے گا' میں اتنے قرآن گرجا گھروں میں رکھوں گا

آتش کرنا ممنوع ہے لیکن اس کے باوجود پادری ٹیری جونز نے 11 ستمبر کے حملوں کی 9ویں برسی پر اپنے چرچ کے پارکنگ ایریا میں قرآن کے نسخے جلانے کا عہد کیا تھا۔

قرآن جلانے کے اعلان کے خلاف احتجاج میں شدت آنے پر پادری جونز نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے لیکن میں ابھی تک حیران و پریشان ہوں کہ اس طرح کی نفرت اور جہالت کا مقابلہ کرنے کے لیے میں کیا کر سکتا تھا۔ میں اس پر یقین رکھتا ہوں کہ ہر عمل کا برابر اور مخالف سمت میں ردعمل بھی ہوتا ہے اور نفرت' عدم رواداری اور جہالت کے افعال مزید نفرت' عدم رواداری اور جہالت کا مسلسل شدید ہوتا ہوا ایک چکر تخلیق کرتے ہیں۔ اسی لیے پیار و محبت اور وقار کو قائم رکھنے والی کسی متبادل راہ کی' ردعمل کے کسی ایسے طریقے کی تلاش کرتا رہا ہوں جو میرے مذہب کے بانی یسوع مسیح' امن کے شہزادے کی صورت میں مجسم ہوئی تھی۔ ایسا کون سا علامتی عمل کر سکتا ہوں جو قرآن کے نسخوں کو جلانے کی شکل میں سامنے آنے والی نفرت کو مٹا سکے اور مختلف مذہبی روایات کے مابین امن اور تفہیم کو فروغ دینے میں مدد کرے؟ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ گینز ویلے کے چرچ میں میرے خدا کے نام پر جتنے قرآن نذرِ آتش کیے جانے والے تھے' ان میں سے ہر ایک کے

بدلے میں ریاست ہائے متحدہ کے کسی گرجا گھر کو لائبریری میں رکھنے کے لیے قرآن کا ایک نسخہ دوں گا کیونکہ ایسا لگتا ہے کہ میں تاریخ کے اس اہم دور میں اس قسم کی نفرت کا مقابلہ صرف محبت اور امن کے افعال کے ذریعے ہی کر سکتا ہوں۔ چنانچہ میں نے قرآن کے 50 نسخے منگوائے ہیں اور ان کے ملتے ہی میں انہیں ایک بین العقائد کانفرنس میں شرکت کرنے والے مذہبی رہنماؤں میں تقسیم کر دوں گا تاکہ وہ انہیں اپنے ساتھ اپنے گرجا گھروں میں لے جا سکیں۔ اسلام کے بارے میں غلط معلومات اور قرآنی آیات کو ذاتی پسند و ناپسند کے

عافیہ انتہائی ذہین، نیورو سائنسدان اور دنیا کی سب سے زیادہ پڑھی لکھی مسلمان عورت ہے جو کفر کو پسند نہیں

مطابق اور ان کے مخصوص تناظر سے ہٹ کر منتخب کرنا ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں پایا جانے والا ایک پریشان کن رجحان ہے۔ انٹرنیٹ بڑے پیمانے پر جھوٹ' آدھا سچ اور مسخ شدہ حقائق پھیلانے کے لیے استعمال ہو رہا ہے جو مسلم مخالف اور اسلام مخالف پراپیگنڈہ کے توہین آمیز اور نفرت بھرے پیغامات پر مبنی ہے۔ ان کا مقابلہ سچائی کے پیغامات سے کرنا چاہئے جو امن اور انصاف کا موجب بنیں گے۔ اسلام فوبیا کے ساتھ نمٹنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ قرآن کا مزید علم اور تفہیم فراہم کی جائے۔ ایک اکیلا شخص کیا کر سکتا ہے؟ میں آپ کو یہ ترغیب دوں گا کہ آپ قرآن کا ایک نسخہ خریدیں' خود بھی پڑھیں اور تحفے کے طور پر کسی چرچ یا عبادت گاہ کو دے دیں۔ اگر ہم ریاست ہائے متحدہ امریکہ یا اپنی دنیا میں رواداری کو بڑھا نہیں سکتے تو مجھے ڈر ہے کہ ہم ایک انتہائی پر تشدد مستقبل کی طرف جا رہے ہیں۔ ایک شخص کی طرف سے قرآن پاک جلائے جانے کے خدشے کا سامنا ہونے پر میں نے (ایک عیسائی پادری نے) مقامی گرجا گھروں میں قرآن کے نسخے تقسیم کر کے محبت اور رواداری کے بیج بونے کا راستہ منتخب کیا ہے۔ جہاں وہ صرف امن اور مذہبی رواداری کی علامت ہی نہیں بنیں گے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس بات کی بہتر سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لیے قرآن کا مطالعہ بھی کیا جائے گا کیونکہ مسیحیت کی طرح اسلام بھی ایک بھرپور' بوقلموں اور متحرک عقیدہ ہے کی بنیادیں بھی رحم دلی' انصاف اور امن پر استوار ہیں۔ ایسی صورت حال میں آپ کیا کریں گے؟ (دی نیشن 16 ستمبر 2010ء)

بقیہ

عافیہ صدیقی

باہر موجود ہے۔ اسے فی الفور ہلاک کر دیا جائے وگرنہ بہت بڑی تباہی ہوگی۔

افغان پولیس کے دستے آن واحد میں گورنر ہاؤس پہنچے۔ جہاں انہیں ایک نحیف و نزار' لاغر' فاقہ زدہ اور وحشیانہ تشدد سے بے حال نیم مردہ عورت ملی۔ پولیس نے سمجھا کہ ان کے آنے پر خودکش بمبار بھاگ گیا ہے۔ پولیس نے اس عورت کو گاڑی میں بٹھا لیا۔ اسے اپنے مرکز لے جا کر اس سے تفتیش کے بعد پتہ چلا کہ وہ پاکستانی عورت عافیہ صدیقی ہے۔ افغان حکام نے پاکستانی حکومت سے رابطہ کیا۔ پاکستان حکومت تو چاہتی تھی کہ عافیہ صدیقی افغانستان کی ویران بستیوں میں قصۂ پارینہ بن جائے۔ تباہ حال وادیوں اور بارود سے زخمی عورت کوہساروں میں بھولی بسری داستان بن جائے لیکن فطرت نے بردہ فروش مشرف اور موجودہ حکمرانوں کی منافقت کو قوم کے سامنے بے نقاب کرنا تھا۔ پاکستانی حکمرانوں نے فوراً ایف بی آئی کی چوکھٹ پر جبین نیاز جھکا کر اپیل کی کہ عافیہ کو قتل کر دیا جائے تا کہ نہ رہے بانس' نہ بجے بانسری۔

18 جولائی کو اسے پکڑ کر ایک جگہ لے جا کر گولی ماردی گئی۔ گولی لگنے سے یہ ضعف و ناتواں پتلا زمین پر گر کر ساکت ہو گیا۔ ایف بی آئی والے سمجھے' وہ اب دنیا سے پرواز کر گئی ہے۔ ایک بار پھر افغان حکام نے عافیہ کو اٹھایا تو وہ اس نوجوان کی طرح زندہ تھی جس کا واقعہ سورہ البروج میں بیان کیا گیا ہے' جسے بادشاہ نے مارنے کے لاکھ جتن کیے لیکن اللہ رب العزت نے اسے ظالموں کے مکر و فریب اور منصوبوں سے محفوظ رکھا۔ عافیہ کا علاج ہوا' گولی کا زخم بہتر ہو گیا تو افغان حکام نے پاکستان سے رابطہ کیا لیکن پاکستان نے لاتعلقی ظاہر کر دی۔ اس دوران عافیہ میڈیا میں ایکسپوز ہو چکی تھی۔ اب اسے قتل کرنا آسان نہ تھا۔ چنانچہ امریکہ نے اس سے بڑھ کر بھیانک منصوبہ عافیہ کو سزا دینے کے لیے سوچا۔ اچانک ایک دن پوری دنیا کے میڈیا میں یہ خبر شائع ہوئی کہ عافیہ صدیقی جو جہاد کے لیے افغانستان چلی گئی تھی' اسے غزنی سے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس فرضی سٹوری کے مطابق عافیہ اچانک ایک جگہ پردے سے نمودار ہوئی جہاں صحت مند' موٹے تازے' مضبوط و طاقتور امریکی فوجی اسالٹ رائفلیں لیے چوکنا و مسلح کھڑے تھے۔ عافیہ جو چلنے سے لاچار تھی' اس نے فوجیوں پر حملہ کر کے ایک فوجی سے رائفل چھین کر اس پر گولی چلا دی۔ اسی لمحے دوسرے فوجیوں نے اس پر گولیاں چلا دیں۔ دو گولیاں اس کے جسم میں پیوست ہو کر رہ گئیں۔ زخمی عافیہ کو جان کنی کے عالم میں 6 اگست 2008ء کو امریکہ پہنچا دیا گیا۔ اس پر فوجیوں پر حملہ کرنے کے الزام میں مقدمہ قائم کیا گیا لیکن امریکہ ثبوت مہیا نہ کر سکا۔ رائفل پر عافیہ کی انگلیوں کے نشان نہ ملے۔ گن پاؤڈر کے آثار نہ پائے گے۔ چلنے والی گولی کا سراغ نہ ملا اور جس فوجی پر گولی چلائی گئی' اسے کچھ بھی نہ ہوا۔ امریکی عدالت نے اس کے باوجود اس پر سات الزامات لگا کر 86 برس کی قید دے دی۔ ماہرین قانون کے نزدیک یہ عمر قید نہیں بلکہ سزائے موت کے برابر ہے۔ ڈاکٹر اور عافیہ کے خاندان کو جو معلومات ملی ہیں' اس کے مطابق حکمرانوں نے عافیہ کو رہا کروانے کی بجائے اسے پھنسانے اور چھڑوانے کی بجائے 86 سال کے لیے جیل پہنچانے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ فوزیہ صدیقی نے سچ کہا ہے کہ مشرف نے تو عافیہ صدیقی کو ایک دفعہ بیچا مگر موجودہ حکمرانوں نے عافیہ کی بار بار قیمت وصول کی ہے۔

اگر امریکی یہ الزام لگاتے ہیں کہ عافیہ افغانستان گئی تھی' اس نے امریکیوں پر فائر کیا تھا تو سوال یہ ہے کہ امریکی فوجی افغانستان کیا لینے آئے تھے کیا وہ بارود برسانے والے ظالم ہیں۔ انصاف کی دنیا میں اس فیصلے کو سب سے بڑا ظلم قرار دیا جائے گا۔ عافیہ نے مبینہ طور پر گولی چلائی اور اس سے کوئی زخمی بھی نہیں ہوا تو اسے 86 سال کی قید سنا دی لیکن امریکیوں نے افغانستان اور عراق میں لاکھوں مسلمانوں کو قتل کر دیا لیکن امریکی فوجی کی گولی جرم نہیں ہے۔ اس پر دنیا میں کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا۔ اس کو کسی عدالت میں چیلنج کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ امریکہ اسلام دشمنی میں اندھا ہو چکا ہے لیکن افسوس ان لوگوں پر جنہوں نے عافیہ کو اغوا کر کے امریکیوں کے ہاتھوں بیچا۔ اپنے رب کو یہ کیا حساب دیں گے۔ انہوں نے عافیہ کو پکڑ کر نہیں دیا بلکہ چند ٹکوں کے لیے اسلامی غیرت کا سودا کیا ہے۔ امریکیوں نے نہ جانے کیا سمجھ کر عافیہ کو 86 سال کی سزا دی ہے لیکن 86 سال سے پہلے ہی اللہ ظلم کے ہاتھ توڑ دے گا۔ امریکہ جو اس وقت فطرت سے لڑ رہا ہے وہ جان لے' فطرت سے لڑ کر کوئی جیت نہیں سکا۔ اس کا انجام وہی ہوگا جو بڑے بڑے فرعونوں کا ہوتا رہا ہے اور جلد ہی کوئی محمد بن قاسم کفار کی قید سے تمام مسلم عورتوں اور مردوں کو رہائی دلا کر اسلام کا بول بالا کرے گا۔ ان شاء اللہ

بقیہ

حرمت رسول کمیٹی

☆ حرمت رسول ﷺ کمیٹی کے پلیٹ فارم سے پاکستان کے تمام گروہوں میں مستقل بنیادوں پر اختلاف اور فرقہ واریت کو ختم کرنے کے لئے کردار ادا کرنا۔

☆ میڈیا کے تعاون سے خلوص نیت کے ساتھ اپنی جدوجہد کو عامۃ الناس تک پہنچانا۔

اس مقدس مشن کو عالمی طور پر متعارف کروانے اور پیارے نبی ﷺ کی حرمت کے لئے عالمی طور پر قانون سازی کروانے کے لئے ایک عالمی تحریک برپا کرنے کے لئے بھی یہ کمیٹی پرجوش اور پرعزم ہے۔

کمیٹی نے اپنا پہلا سیمینار لاہور ہائی کورٹ کراچی شہداء ہال میں منعقد کیا جس میں مولانا امیر حمزہ معروف صحافی اوریا مقبول جان اور مجیب الرحمان شامی صاحب نے خطاب کیا۔ اس موقع پر نہایت ہی جذباتی ماحول دیکھنے میں آیا اور اکثر شرکاء کی آنکھوں سے آنسو رواں رہے۔ اس سیمینار کا تفصیلی احوال قبل ازیں الحرمین میں شائع ہو چکا ہے' جبکہ آئندہ پروگرام میں حرمت رسول کے علاوہ محترمہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی اور مقبوضہ کشمیر کی صورتحال پر اظہار خیال کرنے کے لئے مختلف طبقہ فکر کی شخصیات کو بلانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ یہ سیمینار ان شاء اللہ اکتوبر میں منعقد ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ لاہور ہائی کورٹ بار کو اس احسن اقدام کی جزائے خیر دے اور کمیٹی کے ممبران کو مقدس مشن کی تکمیل کے لئے استقامت عطا فرمائے۔ آمین

تلوار کا حق

غزوہ اُحد میں رسول اللہ ﷺ نے ایک تلوار پیش کرتے ہوئے فرمایا "اس تلوار کا حق کون ادا کرے گا؟" ابو دجانہ ؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ! اس تلوار کا حق کیا ہے؟ فرمایا: تو اس کو اس قدر چلا کہ ٹیڑھی ہوجائے۔ عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ! میں یہ تلوار اس کے حق کی ادائیگی کے لیے لیتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے تلوار ان کو دے دی۔ ابو دجانہ ؓ لڑائی کے وقت اکڑ کر چلتے تھے۔ ان کے پاس ایک سرخ پٹی تھی۔ جب اسے باندھ لیتے تو لوگ سمجھ جاتے کہ وہ اب موت تک لڑتے رہیں گے۔ چنانچہ جب انہوں نے تلوار لی تو سر پر پٹی بھی باندھ لی اور فریقین کی صفوں کے درمیان اکڑ کر چلنا شروع ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ چال اللہ کو ناپسند ہے لیکن اس جیسے موقع پر نہیں۔ ابو دجانہ ؓ پیش قدمی کرتے ہوئے کافی آگے نکل گئے۔ وہ جس کافر پر گزرے' اس کو پھاڑ ڈالا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

اخت ابو عبدالرحمٰن مدثر۔ 29 جنوبی سرگودھا

طارق بن زیاد' عیسائی لڑکی کی پکار پر

ہم عافیہ صدیقی کی پکار پر کب اٹھیں گے؟

92ھ ہجری میں ہسپانیہ سے ایک عیسائی سردار اپنی بیٹی کی عفت وعصمت کی حفاظت کے لئے پکارتا ہے تو طارق بن زیادہ بارہ ہزار مجاہدین پر مشتمل لشکر لے کر اس کی دادرسی کے لئے جبل الطارق پہنچ جاتا ہے۔ جاتے ہی آگ لگا کر اپنی تمام کشتیوں کو جلا دیتا ہے۔ ساتھیوں نے سمجھانے کی کوشش کی تو طارق نے کہا' ساری زمین ہماری ہے۔ اس لئے کہ ساری زمین اور ملک ہمارے اللہ کے ہیں۔ مسلمانوں کے لشکر جرار کی اطلاع پا کر شاہ اندلس راڈرک ایک لاکھ بہادروں کا لشکر لے کر مقابلہ میں اترا۔ تب طارق بن زیاد نے اپنے مجاہدوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا "لوگو! میدان جنگ سے اب کوئی مفر نہیں۔ آگے دشمن ہے اور پیچھے سمندر۔ اللہ کی قسم! صرف پامردی اور استقلال ہی میں نجات ہے۔ خبردار! ذلت پر راضی نہ ہونا اور اپنے آپ کو دشمن کے حوالے نہ کرنا۔ جہاد کی برکت سے دنیا میں تمہارے لئے عزت' شرف اور آخرت میں شہادت کا جو ثواب لکھا ہے اس کی طرف بڑھو۔ پھر دونوں فوجوں میں گھمسان کا معرکہ ہوا۔ طارق بن زیاد کے مجاہدوں نے ہسپانوی عیسائیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ ایک عیسائی کی بیٹی کی ناموس کی حفاظت کرتے ہوئے انہوں نے اندلس اور فرانس کو فتح کرلیا اور روم کے سب سے بڑے جزیرہ سسلی پر بھی اسلام کے جھنڈے لہرا دیئے۔ طارق بن زیاد جدھر کا رخ کرتے' فتح وکامرانی ان کے قدم چومتی۔ (بحوالہ زاد المجاہد) میرے اسلامی بھائیو! طارق بن زیاد نے ایک عیسائی عورت کی عزت کی خاطر کشتیاں جلا دیں لیکن بھائیو! ذرا سوچو کہ آج ہماری بہن عافیہ صدیقی کی عزت خطرے میں ہے۔ ایک عافیہ ہی نہیں مقبوضہ کشمیر' بھارت' عراق' افغانستان اور دنیا کے نہ جانے کتنے خطوں میں ہماری بہنوں کی عزتیں لٹ رہی ہیں لیکن ہمارے بھائی اپنے گھروں میں غفلت کی نیند سو رہے ہیں۔ آخر کیوں......؟

رخسانہ خان...... فیروز پور شکر گڑھ

دنیا و آخرت کی کامیابی

حضرت علی بن ابی طالب ؓ فرماتے ہیں:

جس شخص کو چار خصلتیں نصیب ہوگئیں' اس نے دنیا و آخرت کی بھلائیاں پالیں اور پوری طرح کامیابی اس کو میسر ہوگئی۔

1- تقویٰ جو اسے اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے بچائے۔
2- حسن اخلاق جس کے ذریعے سے وہ لوگوں کے ساتھ بود و باش اختیار کرے۔
3- حلم وبردباری جس کے ذریعے سے وہ نادان کی جہالت وحماقت دور کرے۔
4- نیکوکار بیوی جو دنیوی واخروی امور میں اس کی مدد کرے۔

سنہرے حروف: از عبدالمالک مجاہد

نبیلہ خلیق۔ مرضی پورہ فیصل آباد

جنت کا وعدہ

مشہور تابعی عمران بن حطان رحمۃ اللہ بہت ہی بدصورت اور چھوٹے قد کے تھے جبکہ ان کی بیوی نہایت خوبصورت تھی۔ اک دن آپ جب گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ بیوی نے نئے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور پہلے سے بھی زیاد خوبصورت دکھائی دے رہی ہے۔

آپ نے جب بیوی کی طرف شوق سے دیکھا تو بیوی نے کہا' اگر اللہ نے چاہا تو ہم دونوں جنتی ہیں۔

عمران بن حطان رحمۃ اللہ: نے پوچھا وہ کیسے......؟

بیوی: نے کہا۔ آپ ایک خوبصورت بیوی ملنے پر اللہ تعالیٰ کے شکرگزار ہوا اور مجھے آپ جیسا بدصورت شوہر ملا تو میں نے صبر کیا۔" اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں اور شکر کرنے والوں کے لئے جنت کا وعدہ کیا ہے۔

ماخوذ: از سنہرے اوراق

(عابد علی...... لالہ رخ واہ کینٹ)

ذہانت

ایک مرتبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا گڑیوں سے کھیل رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ پہنچ گئے۔ گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دائیں بائیں دو پر لگے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے استفسار فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا یہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ گھوڑا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کے تو پر نہیں ہوتے۔ انہوں نے برجستہ کہا کیوں؟ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پر تو تھے۔ آپ ﷺ اس بے ساختہ جواب پر مسکرا دیئے۔ (ماخوذ: سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا)

مریم عبدالقیوم

آؤ ! کام کریں
سنت نبوی عام کریں

1۔ Thanks نہیں۔ جزاکم اللہ خیراً
2۔ By Take care نہیں۔ فی امان اللہ
3۔ Great نہیں۔ ماشاء اللہ
4۔ ok نہیں۔ ان شاء اللہ
5۔ I am fine نہیں۔ الحمد للہ
6۔ زبردست نہیں۔ سبحان اللہ

پیارے بچو! ان الفاظ کو سنت کے مطابق ادا کریں۔ اور ثواب کمائیں۔
اللہ ہمیں عمل کی توفیق دے۔ آمین

برونائی

برونائی دار السلام کا شمار امیر ترین اسلامی ممالک میں ہوتا ہے جو جنوب مشرقی ایشیا میں واقع ہے۔ برونائی نے یکم جنوری 1984ء کو برطانیہ سے آزادی حاصل کی اور دولت مشترکہ اقوام متحدہ کا رکن بنا۔ برونائی کا شمار تیزی سے ترقی کرنے والے ممالک میں ہوتا ہے۔ یہاں کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔ اس کا دار الخلافہ اور سب سے بڑا شہر بندر سری بیگوان ہے۔ برونائی دو علیحدہ علیحدہ حصوں پر مشتمل ہے۔

برونائی کا شمار امیر ترین ممالک میں ہوتا ہے۔ حکومت عوام کو تمام طبی سہولتیں اس کے علاوہ رعایتی نرخوں پر اشیاء خورد و نوش اور رہائش فراہم کرتی ہے۔ برونائی کے رہنما ملک کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کیلئے سنجیدگی سے کوشاں ہیں۔ برونائی اقوام متحدہ، دولت مشترکہ، آسیان او پیک، او آئی سی اور دیگر عالمی تنظیموں اور اداروں کا رکن ہے۔

برونائی کے پبلک ہسپتالوں میں علاج معالجہ کی مفت سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔ برونائی میں کوئی میڈیکل کالج نہیں ہے۔ میڈیکل کی تعلیم بیرون ملک حاصل کی جاتی ہے۔ اس کے باوجود برونائی کا نظام صحت ایشیا پیسفک ریجن میں چوتھے جبکہ آسیان میں دوسرے نمبر پر ہے۔

محمد شعیب مرزا

نئے پھول اور کلیاں

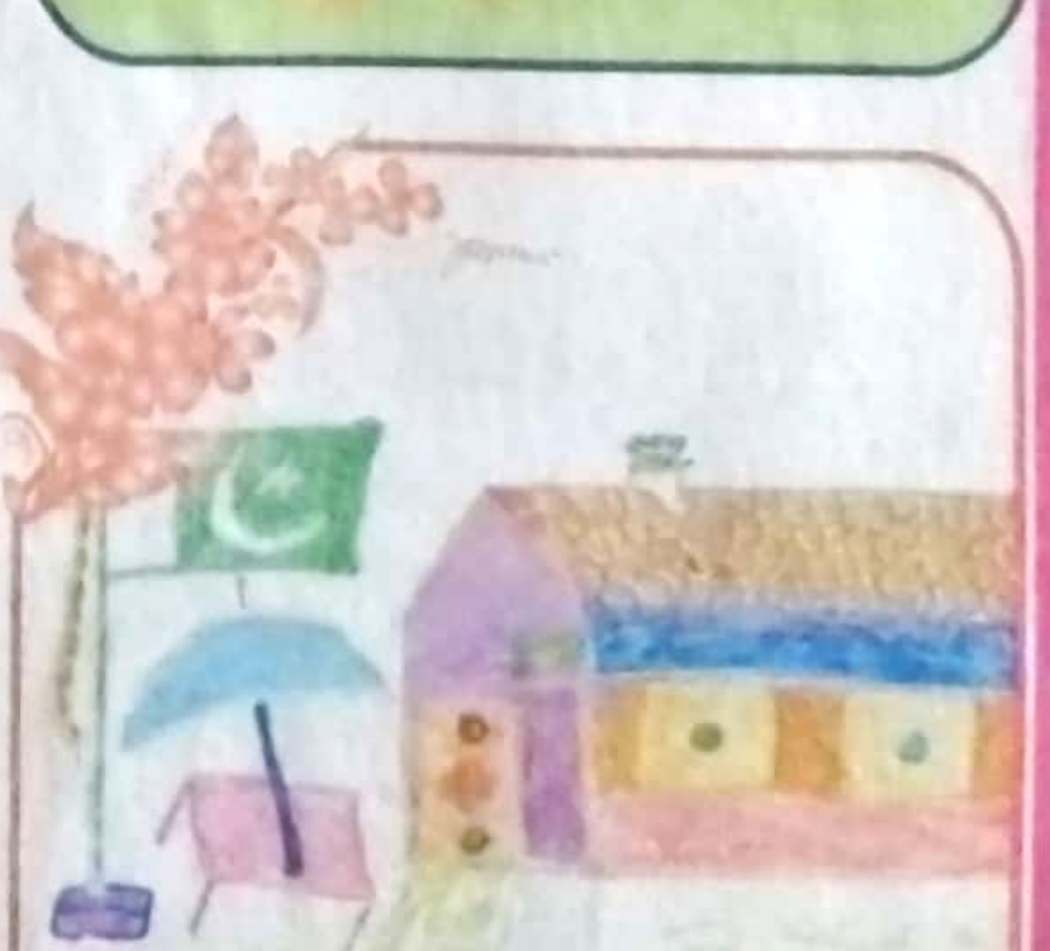

حکم الٰہی

☆......سخت سے سخت چیز پتھر ہے لیکن

☆......پتھر سے طاقتور لوہا ہے، جو پتھر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔

☆......لوہے سے طاقتور آگ ہے جو لوہے کو پگھلا دیتی ہے۔

☆......آگ سے طاقتور پانی ہے جو آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

☆......پانی سے طاقتور بادل ہیں جو پانی کو اٹھا لے جاتے ہیں۔

☆......بادل سے طاقتور ہوا ہے، جو بادل کو دھکیل کر لے جاتی ہے۔

☆......ہوا سے طاقتور فرشتے ہیں جو ہوا کو چلاتے ہیں۔

☆......فرشتے سے طاقتور موت ہے، جو ہر جان دار کو فنا کر دے گی۔

☆......اور موت سے طاقتور "حکم الٰہی" ہے جو موت کو بھی ٹال دیتا ہے

اخت ابوحیدر شہید فرزانہ سحر۔ ضلع چنیوٹ

میرا پسندیدہ شعر

مجاہد کے نام

ابر رحمت تمہاری چوکھٹ پہ برستی نظر آئے
ہر لمحہ تمہاری تقدیر سنورتی نظر آئے
بن مانگے مل جائے آپ کو جو بھی چاہیے
کہ خود دعا تمہارے ہاتھوں کو ترستی نظر آئے

اخت ابوحیدر شہید، فرزانہ سحر ضلع چنیوٹ

رہ کے دنیا میں بشر کو زیبا نہیں غفلت
موت کا دھیان لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

نبیلہ خلیق، عدیلہ خلیق، فیصل آباد

یہ عظمتِ باطل دھوکہ ہے
یہ ہیبتِ کافر کچھ بھی نہیں
مٹی کے کھلونے یہ سارے
یہ کفار کا لشکر کچھ بھی نہیں

ابن چاند محمد اینڈ سر عرفان، کراچی

غرضِ مطلب سے جھجک جانا نہیں زیبا تجھے
نیک ہے نیت اگر تیری تو کیا پروا تجھے

فرح عبداللطیف گوجرانوالہ

ہوئی ناپید وہ مائیں سبق جو دیں صداقت کا
یہ بھکشو قسم کے پاپا درس کیا دیں شجاعت کا

رخسانہ بنت سرور خان امیر معاویہ خان، شکر گڑھ

آج کا مسلمان

☆ فجر بستر میں

☆ ظہر نوکری میں

☆ عصر چائے میں

☆ مغرب راستے میں

☆ عشاء ٹی وی میں

☆ جمعہ سونے میں

☆ عید بازاروں میں

نہ روزہ نہ قرآن یہ کیسا ہے مسلمان۔
پھر کیسے ہو اللہ مہربان۔

یحییٰ حمدان، لاہور

ذہانت آزماؤ انعام پاؤ

1۔ جنگ عظیم دوئم کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ کس جگہ اور کہاں لڑی گئی؟

2۔ پاکستان میں میدان جنگ میں لڑنے والے فوجیوں کے لئے بہادری کا سب سے بڑا تمغہ کون سا ہے؟

3۔ فطرانہ کسے کہتے ہیں؟

4۔ غزوہ بدر کس اسلامی مہینے میں اور کس دن لڑا گیا؟

5۔ "بھارت کی بڑی درگاہ پر بم دھماکے میں ہندوؤں کا ملوث ہونا ثابت ہوگیا" یہ جملہ الحرمین کے کس صفحے پر ہے۔

گزشتہ ماہ کے درست جوابات

1۔ لیلۃ القدر کا ذکر تیسویں پارے کی سورۃ القدر میں ہے۔

2۔ لیلۃ القدر کا ثواب ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

3۔ لفظ "صوم" کا مطلب ہے رکنا یا خاموش ہونا۔

4۔ عیدالفطر کا مطلب ہے۔ روزے چھوڑنے کی عید

5۔ اس سوال کا جملہ مجلّہ کے صفحہ نمبر 15 پر ہے اور مضمون نگار کا نام ہے عدنان نجیب

بذریعہ قرعہ اندازی انعام یافتگان

1۔ نصراللہ عزیز، کراچی

2۔ ادیبہ، لاہور

3۔ فہداللہ، پشاور

خطوط بھیجنے والے دیگر قارئین

ساجد بٹ، لاہور۔ محمد ذی العز، سرگودھا۔ محمود اعظم، بھکر۔ مطیع الرحمٰن، ربیعہ شہزادی، امامہ کوثر، شیخوپورہ۔ حمیرا اور لیس، سمیرا طفیل، لاہور۔ فرح عبداللطیف، گوجرانوالہ۔ اقراء ناظر، س۔م ستیانہ بنگلہ۔ کامران فاروق، عادل فاروق، رضوان احمد، ارشد محمود، شازیہ اشرف، فرید ڈار، عبداللہ فیصل اسلام، مشتاق احمد، مدثر قیوم، فرقان خان، لاہور۔ تحسین احمد، تفہیم اقبال، سید آصف، ماہ نور، فیضان امتیاز، گوجرانوالہ۔

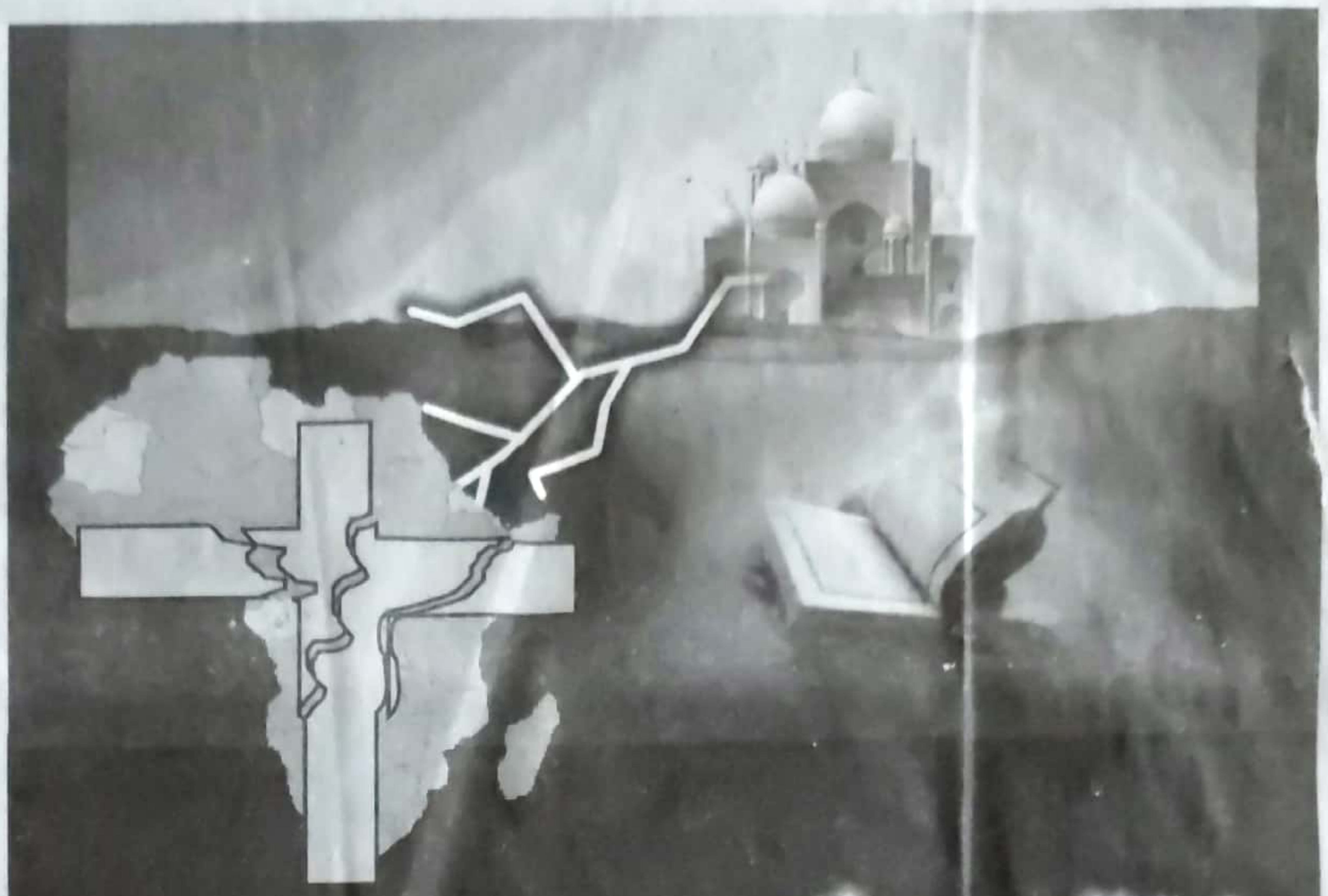

افریقی پادری کی بیوی کے قبول اسلام کی ایمان پرور داستان

☆......خواب میں مسلسل اذان کی مسحور کن آواز نے اسلام قبول کرنے پر راغب کیا۔

☆......قبول اسلام کی پاداش میں میرے والد اور سسرال نے مجھ سے قطع تعلق کرلیا لیکن اللہ نے مجھے اسلام پر ثابت قدم رکھا

اس کا نام ''فاطمہ ادھو'' ہے اور وہ قبیلے ''ڈیپر لائف'' سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کی رہائش نائیجیریا کے شہر ابوجا کے قصبہ ''کیرون ماجیجی'' میں ایئر پورٹ روڈ پہ واقع ہے۔ 12 اپریل 2001ء کے دن وہ وضو کرتی ہے اور کلمہ حق کہتے ہوئے ''اسلام'' قبول کرلیتی ہے۔

فاطمہ جس کا آبائی تعلق مغربی افریقہ کے ملک (Togo) ٹوگو سے ہے' اس کی شادی ریاست بینیو (Benue) کے ''ڈیپر لائف'' کے قبیلے کے پادری سے ہوئی۔ فاطمہ کے کہنے کے مطابق وہ چار بچوں کی ماں ہے۔ اسے اپنے خاوند سے کسی قسم کا کوئی گلہ نہیں' ا... جھگڑا نہیں۔ چونکہ اس کا رویہ اس سے ہمیشہ اچھا رہا ہے۔ کھانے پینے کے حوالے سے بھی اسے خاوند سے کبھی کوئی شکایت نہیں رہی ہے۔

''ڈیپر لائف'' قبیلے کی فاطمہ اپنے ماضی کے تجربے کے بارے میں بتاتی ہے۔ ''ماہ اپریل 2001ء میں ایک رات خواب میں اس کے کانوں میں اذان کی آواز آئی۔ (نوٹ! اذان جو مسلمانوں کو عبادت (نماز) کے لئے بلانے کی صدا ہے) اور اتفاق سے دوسری رات کو پھر یہی خواب آیا۔''

پہلی رات کے خواب کے بعد ہی فاطمہ نے اپنی ایک بزرگ مسلمان خاتون سے رابطہ پیدا کیا۔ جو اس کے ہاں سے خریداری کرتی تھی۔ اس نے فاطمہ کو بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہے کہ وہ ''مسلمان'' ہو جائے۔

فاطمہ کہتی ہے کہ میں نے اس بوڑھی عورت کے کہنے کا کوئی اثر نہ لیا اور دوسری رات کو پھر اسی طرح کے خواب کے بعد میں نے اس عورت سے رابطہ نہ رکھا۔ لیکن میں نے اپنے طور پر یہ محسوس کیا کہ پیشتر اس کے کہ میں دائرہ اسلام میں داخل ہوں' مجھے اپنی زندگی کے معاملات نئے سرے سے ترتیب دینے ہیں اور ایسا میں نے اپنے خاوند اور اپنے خاندان کو خبر ہوئے بغیر کیا۔

بعد میں جب میرے خاندان کو اس کا پتہ چلا تو وہ یقیناً مجھ سے خوش نہ تھے۔ وہ سب احباب جن سے میرا تعلق تھا' میرا خاوند' میرے رشتہ دار' میرا حلقۂ احباب اور وہ ساتھی جن کے ساتھ ہی چرچ جاتی تھی' مجھ سے خفا تھے۔ یہاں تک کہ میری اپنی بیٹی جو پیشے کے لحاظ سے نرس ہے' جب اسے خبر ہوئی تو وہ کہہ اٹھی کہ یہ میرا پاگل پن ہے۔ اس نے ردِ عمل میں اپنا سامان لپیٹا اور گھر چھوڑ دیا۔ فاطمہ کہتی ہے کہ میرا اسلام قبول کرنے کا فیصلہ اور پھر اس پہ عمل ایک ہوشربا واقعہ تھا۔ میرے سابقہ چرچ کے ساتھی مجھ سے جھگڑے پہ اتر آئے۔ انہوں نے مجھے تنبیہ کی کہ میں ایک خطرناک راہ پہ چل نکلی ہوں۔ ان لوگوں نے محسوس کیا کہ ان کی باتوں کا مجھ پہ کوئی اثر نہیں ہو رہا' تو انہوں نے مجھ پہ جادو ٹونا اور تعویزوں سے حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ میں شدید بیمار ہوگئی۔ میرا معدہ اس قدر پھول گیا جیسا کہ ایک حاملہ عورت کا پیٹ ہوتا ہے۔ جب مجھے ہسپتال لایا گیا تو خود ڈاکٹر میرا مرض تشخیص نہ کر پائے اور کہنے لگے کہ میرے مرض کا تعلق طب سے نہیں ہے۔ پھر میں مسلمان ''معلم'' کے پاس گئی۔ اس نے اللہ کے حضور میرے لئے دعا کی۔ جب میں گھر پہنچی تو رات بھر مجھے قے آتی رہی۔ جب صبح ہوئی تو میں صحت مند اور تنومند تھی۔ یہ میری زندگی کا نہایت عجیب و غریب تجربہ تھا۔ اب میرے رشتہ دار حیران تھے' کہ ایک رات میں ہی میرا معدہ کیسے سکڑ کے اپنی اصل حالت میں آ گیا۔ اپنا ... وہ کہتی ہے کہ کچھ عرصہ بعد وہ ایک اور حیران کن تجربے سے گزری۔ رات کو خواب کے دوران میں کیا دیکھتی ہوں کہ چند اشخاص جن کے منہ خون آلود ہیں' میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ اس سے نجات مجھے اس وقت ملی جب میرے مسلمان بہن بھائیوں نے عبادت میں اللہ تعالیٰ کے حضور میرے لئے دعا کی۔ اس سلسلہ کی سب سے بڑی پریشانی کا سامنا اس وقت کرنا پڑا جب اس کے اپنے باپ اور سسرال والوں نے اس سے قطع تعلق کرلیا۔ اس نے مجھے بہت رنجیدہ کیا۔ یہاں تک کہ بے اختیار آنسو نکل

از: حبیبہ آدمو

آ ئے۔ تاہم یہ میرے ایمان پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ وہ کہتی ہے کہ اس کا خاندان اسے کہا کرتا ہے کہ حلقہ اسلام میں آنے کے اس عمل نے انہیں قبیلے میں ذلت اور شرم سے دو چار کر دیا ہے۔

انہوں نے ہر حربہ استعمال کیا کہ میں دوبارہ عیسائیت قبول کر لوں۔ وہ مسلمان دہشت گردوں کا ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے نیویارک پہ حملہ کر کے کتنی معصوم جانیں لے لیں جس نے مجھے مزید غصہ دلایا اور میں نے انہیں کہا' تمہارے پاس اس کے کیا شواہد ہیں کہ اس سانحہ کے پیچھے مسلمان ہیں؟ اگر تمہیں ''اسلام'' کا علم ہو تو تمہیں پتہ چل جائے کہ ''مسلمان'' کس قدر امن پسند ہیں۔

جہاں تک فاطمہ کا تعلق ہے' وہ کہتی ہے کہ اس کا دائرہ اسلام میں آنا خالصتاً اس پہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے۔ اس لحاظ سے بہت سے مسلمان بہن بھائی اس کے معاون ثابت ہوئے۔ جب اس کی بیٹی گھر کا سارا سامان اٹھا کے اسے خیر باد کہہ گئی تو اس بیچاری کے پاس نہ کچھ پہننے کو تھا' نہ سونے کے لئے چارپائی تھی جو مسلمان بہن بھائیوں نے اسے مہیا کی۔

لیکن فاطمہ مایوس نہیں تھی۔ وہ کہتی ہے جب وہ ہسپتال میں تھی تو اس نے عجیب خواب دیکھا۔ وہ کیا دیکھتی ہے کہ اس کی روح زمین سے اٹھتی ہے اور ایک عظیم الشان عمارت میں پہنچ جاتی ہے۔ جہاں چھوٹی چھوٹی خوبصورت بچیاں اسے ایک بڑے دروازے میں خوش آمدید کہتی ہیں اور اندر کچھ عورتیں اس کے لئے سفید لبادہ' سفید دستانے اور سفید جرابوں میں ملبوس ایک غیر مانوس زبان میں عمدہ سا گیت گاتے ہوئے اس کا استقبال کرتی ہیں اور جب میں جاگتی ہوں تو اپنے آپ کو ہسپتال میں پاتی ہوں۔ جہاں مجھے ''ڈرپ'' لگی ہوئی ہوتی ہے۔ یہاں میں یہ خبر آپ تک پہنچا کر خوشی محسوس کر رہی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور میری مسلسل کوشش سے میرا داماد بھی دائرہ اسلام میں آ چکا ہے۔ میرا یہ ایمان ہے کہ مستقل مزاجی سے یہ پیغام جاری رہا تو وہ دن دور نہیں جب ہم سب مسلمان ہوں گے۔ اس کے علاوہ یہ بھی بتاتی چلوں کہ جب میرا داماد مسلمان ہوا تو مجھے دھمکیاں دینے والوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ میں نے ان سب سے کہا کہ تمہیں یاد ہے کہ جب میں عیسائی تھی تو میں عیسائیت کی تبلیغ کرتی رہی ہوں اور تم پہ اس کا اثر تھا اور اگر اب مجھے علم کی روشنی نے ''مسلمان'' بنا دیا ہے اور اس کی تبلیغ کر رہی ہوں تو تمہیں کس قسم کی رنجش ہے۔ اپنے حالات بیان کرتے ہوئے وہ کہتی ہے' کہ لوگوں کے غصیلے رویے سے وہ اس قدر خائف رہا کرتی تھی کہ وہ ان کے ردعمل کے ڈر سے رات کو دروازہ ہمیشہ مقفل رکھتی تھی لیکن میرا ایمان اب مجھے اس مقام پہ لے آیا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے کوئی خوف نہیں رہا۔ میرا ایمان ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دے گا' جنت میں اس کی جگہ محفوظ کر دی گئی ہے۔ اپنے داماد کے ساتھ ساتھ اس نے اپنی بہن کو بھی ''اسلام'' کی راہ دکھا دی ہے جو مسلمان ہو چکی ہے۔ الحمد للہ علی ذلک

بقیہ آبِ زم زم

ہی نہ آ رہا ہو' چنانچہ وہ رونے لگا' ساتھ ساتھ بلند آواز سے کہنے لگا: ''کیا تجھے علم ہے کہ ڈاکٹروں نے صرف تین ہفتے بعد تیری موت واقع ہونے کی خبر سنائی تھی' یعنی تو ہمارے پاس اس دنیا میں تین ہفتے کی مہمان تھی۔'' میں نے کہا:

''اِنَّ الْاٰجَالَ بِیَدِاللّٰہُ سُبْحَانَہُ وَتَعَالیٰ۔'' (بے شک سب کی موت اللہ کے ہاتھ میں ہے) اور اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔''

بیت اللہ میں ہم پورا ایک ہفتہ رہے اور میں پوری طرح صحت یاب ہو گئی۔ میں اللہ کی نعمتوں پر اس کی حمد اور شکر کرتی ہوں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ پھر ہم مدینہ منورہ مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کو گئے اور وہاں سے واپس فرانس پہنچے۔ وہاں میری طبی رپورٹ دیکھ کر ڈاکٹر حیران رہ گئے۔ انہیں یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ چنانچہ وہ جنون کی حد تک مجھ سے سوال کرنے لگے:

''کیا تو وہی لیلیٰ ہے جسے ہم نے جواب دے دیا تھا؟'' میں نے بڑے فخر سے کہا: ''ہاں میں وہی لیلیٰ ہوں اور یہ میرا خاوند ہے۔ میں اپنے رب کی طرف لوٹ چکی ہوں۔ مجھے اپنے رب کے سوا کسی کا خوف نہیں رہا۔ اصل فیصلہ اللہ کا فیصلہ ہے اور اسی کا حکم چلتا ہے۔''

ڈاکٹر مجھ سے کہنے لگے: تیری حالت انتہائی عجیب ہے۔ تیرے سارے ورم ختم ہو چکے ہیں مگر ٹیسٹ دوبارہ کرنے پڑیں گے۔ انہوں نے دوبارہ ٹیسٹ کیے تو بھی انہیں کچھ نہ ملا۔

مکہ مکرمہ جانے سے پہلے میری یہ حالت تھی کہ میں سرطانی پھوڑوں کی وجہ سے سانس بھی نہ لے سکتی تھی۔ جب میں اللہ کے محترم و معزز گھر (بیت اللہ) گئی اور وہاں رب تعالیٰ سے شفا مانگی تو اس نے مجھے شفا عطا کر دی اور سارے ورم جاتے رہے۔

اب تو میری یہ کیفیت ہے کہ میں نبی ﷺ کی سیرت مطہرہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ کرتی ہوں اور اکثر روتی رہتی ہوں' مگر یہ رونا اس وجہ سے ہے کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے دور رہ کر زندگی گزاری تھی۔ اس پر مجھے ندامت اور افسوس ہے۔ میں اللہ عزوجل سے دست بدعا ہوں کہ وہ میرے اعمال قبول کر لے اور مجھ پر' میرے خاوند پر اور تمام مسلمانوں پر رحمت فرمائے۔ آمین (ماخوذ از! مجلۃ المسلمون (لندن) 6 جولائی 1985ء)

اپیل برائے دعائے صحت

محترم حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ مدیر معاہد العالی پاکستان کافی دنوں سے صاحب فراش ہیں۔ قارئین الحرمین سے ان کی صحت یابی کی دعا کی پرزور اپیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرما کر ان سے دین کا زیادہ سے زیادہ کام لے۔ آمین

مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے فنانس سیکرٹری اور سابق ایم پی اے حاجی عبدالرزاق کے چھوٹے بھائی خالد رحمٰن مغل گزشتہ دنوں گوجرانوالہ میں اپنے عزیزوں کے گھر میں تھے کہ اچانک رات کے وقت انہیں دل کا دورہ پڑا۔ انہیں فوری طور پر ہسپتال پہنچایا گیا اور دوسرے دن پنجاب کارڈیالوجی ہسپتال لاہور منتقل کیا گیا۔ اب اللہ کے فضل و کرم سے ان کی حالت کافی بہتر ہے اور وہ اس وقت اپنے گھر میں ہیں۔ قارئین الحرمین اور احباب جماعت سے ان کی صحت یابی کی دعا کی اپیل ہے۔

جماعت کے دیرینہ ساتھی کی وفات

ضلع دادو مہڑ سے جماعت کے دیرینہ ساتھی غازی ابو عمیس محمد ہاشم 9 ربیع الثانی 7۔ اپریل سوموار کی رات پشاور میں ایک ناگہانی حادثے میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی نماز جنازہ مریدکے میں پروفیسر حافظ عبدالرحمٰن مکی اور لاہور میں مولانا سیف اللہ خالد نے پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ لواحقین کو ان کی جواں عمری میں یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں داخل کرے۔ آمین

مجلہ الحرمین کے رکن ابو حمزہ ظفر اقبال آف چکوال کی خالہ محترمہ بقضائے الٰہی وفات فرما گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ادارہ ان کے دکھ درد میں برابر کا شریک ہے۔

ایمان کی فکر و حفاظت

ایمان' اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے'اس نعمت کی قدر اور اہمیت جاننا انتہائی ضروری ہے۔ موجودہ دور میں ایمان سے تغافل و تکاسل اپنی انتہا پر ہے۔ جتنا زیادہ یہ دور فتنہ وفساد اور دجل سے بھرپور ہے' اتنی ہی زیادہ ایمان کی حفاظت وتجدید کی ضرورت ہے۔ یہ تو عام مشاہدہ کی بات ہے کہ آپ کسی بھی شخص کو برائی سے روکنے کی کوشش کریں جو کہ یقیناً اس کی دینی و دنیوی بھلائی کی خاطر ہوتی ہے تو آپ کو اس قسم کے جوابات سننے کو ملیں گے: جی ہم بھی مسلمان ہیں' کیا ہم کوئی کافر ہیں؟ اجی! ہم بھی ماشاء اللہ مسلمانوں کے گھر میں ہی پیدا ہوئے ہیں۔ ایسے مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں موسیقی سنتے اور لوگوں کو سناتے بھی ہیں اور ان کا دعویٰ ہوتا ہے بلکہ فتویٰ بھی دیتے ہیں کہ جی! اس سے روزے کا بھلا کیا نقصان ہے۔ سارا سال ان کی زندگی اسی ڈگر پر گزرتی ہے۔ اگر سمجھایا جائے تو تحکم وتکبر اختیار کرتے ہوئے بالکل ضد پر اتر آتے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا انداز فکر کیا خوب تھا! آپس میں ایک دوسرے سے ایمان کی بہتری کے لئے مشورے کرتے اور کہتے ''آیئے! ذرا ایمان تازہ کرلیں' ایمان واسلام کی تجدید کرلیں۔''

سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ کی بات مشہور ہے کہ ایک بار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اپنی کیفیت کا تذکرہ کیا کہ جب ہم نبی ﷺ کی مجلس میں ہوتے ہیں تو ہماری کیفیت بڑی ہی عمدہ ہوتی ہے' جب گھر آتے ہیں تو بہت کمی محسوس ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں'' نَافَقَ حَنْظَلَةُ '' حنظلہ تو منافق ہوگیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں نبی ﷺ کے پاس لے جاتے ہوئے کہتے ہیں ''ہم بھی اسی کیفیت کو محسوس کرتے ہیں۔ آیئے! ذرا نبی ﷺ سے اس بارے میں پوچھ لیتے ہیں۔ جب یہ دونوں صحابہ آپ ﷺ سے اس بابت پوچھتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اگر تم ہمیشہ اسی حالت میں رہو' جس حالت میں میرے پاس ہوتے ہو تو فرشتے تمہارے بستروں اور راستوں میں آکر تم سے مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہ! یہ تو وقت' وقت کی کیفیت ہوتی ہے۔ تین بار ان الفاظ کو ادا فرمایا۔ (مسلم)

قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اصحاف کہف کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ۔ (کہف 13) بلاشبہ وہ نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے انہیں مزید ہدایت سے نواز دیا۔ سورۃ توبہ میں ہے فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا (توبہ 124) جو ایمان والے ہیں' انہیں ان آیات نے ایمان میں بڑھا دیا ہے۔ سورہ احزاب میں مومنوں کی ثابت قدمی اور اطمینان پر جو انہوں نے جنگ خندق میں منافقین کے پروپیگنڈے کے مقابلے میں اختیار کیا تھا' اللہ نے فرمایا: وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ان چیزوں (خطرات' آزمائشوں وغیرہ) نے ان کے ایمان واسلام کو بڑھا دیا۔ اب تو ایک حدیث کے مصداق وہ دور آچکا ہے کہ جب کوئی شخص صبح مومن ہوا تو شام کو کافر یا شام کو کافر ہوا تو صبح مومن اٹھے گا۔

لہٰذا ہمیں اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے' اس معاملہ میں لاپرواہی زہر قاتل کی حیثیت رکھتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ اِیْمَاناً لَا یَرْتَدُّ نَعِیْمًا لَا یَنْفَدُ وَمِرَافَقَةِ نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ فِیْ اَعْلٰی جَنَّةِ الْخُلْدِ

اے اللہ! ہم آپ سے غیر متزلزل ایمان اور نہ ختم ہونے والی نعمت اور تیرے نبی محمد ﷺ کا ساتھ جنت الخلد اعلیٰ میں مانگتے ہیں۔ آمین

ہمیں بھی اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ سے انتہائی اعلیٰ محبت اپنا کر ایمان حاصل کر کے اس میں ترقی کی فکر اپنانی چاہئے۔ اللہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

گندم کی کٹائی کے موقع پر

اللہ کے راہیوں کا حق ادا کرنا نہ بھولئے

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ

اور فصل کی کٹائی کے وقت اس کا حق ادا کرو۔ (الانعام:142)

بارانی، نہری اور چشموں سے سیراب ہونے والی فصل سے دسواں
جبکہ کنویں اور ٹیوب ویل سے سیراب ہونے والی فصل کا بیسواں حصہ

فلاح انسانیت فاؤنڈیشن

کو دے کر صدقہ جاریہ میں حصہ ڈالیں

مظلوم مسلمانوں، غریب مستحقین کے مفت علاج معالجے، دینی مدارس، ڈسپنسریوں اور ہسپتالوں کی تعمیر، فری ایمبولینس سروس، بلوچستان اور سندھ میں کنوؤں کی تعمیر اور ان زلزلہ زدگان کے لئے جو خیموں اور کھلے آسمان تلے دو وقت کے کھانے کو ترس رہے ہیں۔